

# دُرُ الْمُنْخَرَةِ (اُردو)

(غایۃ الأوطار)

مترجمہ  
مولوی خرم علی صاحب مروت کیمیل مولانا محمد اسحاق صدیقی نانوتوی

جلد سوم

قانونی کتب خانہ • کچھری روڈ • لاہور

# در المختار

(غایۃ الاوطار)

مترجمہ  
مولوی خرم علی صاحب مرقعہ نمبر ۱ مولانا محمد حسن صدیقی نانوتوی

جلد سوم

قانونی کتب خانہ • کچہری روڈ • لاہور

مطبعة  
پاکستان ایجوکیشنل پریس  
لاہور  
(پاکستان)

جملہ حقوق محفوظ

# فہرست جلد سوم غایۃ الاوطار ترجمۂ اردو و در المختار

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
			<b>کتاب البیوع</b>
۱	بَاب السِّلْعِ یعنی بیعتی بدنی کے احکام میں۔	۱۳۲	۱ یعنی انواع بیع کے احکام
۸	بیان شروط صحت سلم۔	۱۳۳	۸ بیان تعاطی۔
۱۰	باب المتفرقات یعنی ان مسائل کے ذکر میں جو اپنے ابواب سے متفرق ہیں۔	۱۵۱	۱۰ حقیقت خلو
۲۳	باب الصروف یعنی نقد کی بیع عوض نقد کے۔	۱۶۳	۲۳ فصل امین کہ کون سی چیزیں بیع میں بطریق تمییز داخل ہوتی ہیں
۳۳	تذنیب کتاب البیوع کا دنبالہ اور تمہ۔	۱۷۱	۳۳ باب اختیار الشرط یعنی جا کر دینے کے احکام میں۔
۳۴	ذکر بیع التجلیہ۔	۱۷۲	۳۴ جا کر مال میں دن سے زیادہ مدت پر لینا جائز نہیں۔
۳۷	ذکر بیع الوفا۔	۱۷۲	۳۷ باب اختیار الذویۃ یعنی وہ اختیار کہ مشتری کو بیع کے دیکھنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔
	<b>کتاب الکفالت</b>	۱۷۴	۵۳ باب خیار العیب یہ باب خیار العیب کے احکام میں یعنی بیع میں عیب نکل آنے سے پھیر دینے کا اختیار ہے۔
	یعنی ضمانت کے بیان میں۔		۷۰ باب البیع الفاسد یعنی بیع فاسد کے احکام۔
	تفسیر ذمہ۔		۷۱ تفصیل بیوع باطلہ۔
۱۸۱	مسائل مال ضمانتی۔	۱۸۱	۷۵ ذکر بیوع فاسدہ۔
۱۹۲	ذکر بیع غنیمہ۔	۱۹۲	۸۶ ذکر بیع بالشرط۔
۱۹۷	مسئلہ مصادره سلطان۔	۱۹۷	۸۷ احکام بیع فاسد۔
۱۹۸	باب کفالة الرجلین یعنی دو مردوں کے ضامن ہونے کا بیان۔	۱۹۸	۹۳ ذکر بیوع مکروہہ۔
۲۰۱	کتاب الحوالة یعنی ایک کا دین دوسرے پر حوالہ کرنا۔	۲۰۱	۹۶ فصل فی بیع الفضولی یعنی غیر کی ملک بیچ دینے کے احکام
۲۰۵	کراہت سفیجہ یعنی ہنڈوی۔	۲۰۵	۱۰۳ باب الاقالہ یعنی بیع کو توڑنے کے احکام۔
	<b>کتاب القضاء</b>	۲۰۷	۱۰۸ باب المراجعة والتولية یعنی بیع پر اور دام کے دام بیچنے کے احکام
	یعنی جھگڑا فیصل کرنے کے احکام۔		۱۱۲ فصل بیع اور ثمن میں تصرف کرنے کے احکام۔
۲۱۰	سفتی کو کیا کیا باتیں ضروری ہیں۔	۲۱۰	۱۲۰ فصل فی القرض یعنی قرض کے بیان میں۔
۲۱۲	تقسیم رشوت و احکام آن۔	۲۱۲	۱۲۲ ذکر منہ وی۔
۲۲۰	فرق ہدیہ و رشوت۔	۲۲۰	۱۲۳ باب الربوا یعنی سود اور بیاج کے احکام میں۔
۲۲۳	فصل فی الحبس یعنی حبس کے احکام۔	۲۲۳	۱۳۳ باب الحقوق یعنی حقوق میں۔
۲۳۰	ذکر اسکا کہ قاضی اگر دوسرے کو اپنا خلیفہ بناوے۔	۲۳۰	۱۳۵ باب الاستحقاق یعنی بیع میں دوسرے کا حق نکل آنے کا بیان۔
۲۳۱	ذکر مرافعہ۔	۲۳۱	
۲۳۳	قضا بالوجب کا بیان۔	۲۳۳	
۲۳۲	قاضی اگر حکم میں خطا کرے۔	۲۳۲	



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۴۴	شرط قضا بعلم قاضی۔	۳۹۴	باب دعوی النسب یعنی نسب کے دعوی کا بیان۔
۲۴۶	باب التحکیم یعنی بیچ مقرر کرنے کا بیان۔	۴۰۲	<b>کتاب الاقرار</b>
۲۴۹	باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ قاضی کے خط بھیجنے کا دوسرے قاضی وغیرہ کو۔	۴۰۸	یعنی اقرار کرنے کے احکام۔
۲۵۴	مسائل شتی یعنی چند مسائل متفرقہ کتاب القضا کے۔	۴۱۳	اشارہ ناطق کا نو چیزوں میں صحیح ہے۔
۲۶۰	<b>کتاب لشہادۃ</b> یعنی گواہی دینے کے احکام۔	۴۲۰	باب الاستثناء یعنی اقرار میں سے استثنا کرینکا ذکر۔
۲۶۴	لطیف	۴۲۸	باب اقرار المریض یعنی اقرار مریض کے احکام۔
۲۶۶	معنی عاویل۔	۴۳۸	فصل فی مسائل شتی یعنی اس میں چند مسائل متفرقہ کتاب اقرار کے ہیں
۲۸۶	باب القبول وعدمہ یعنی قبول شہادت اور عدم قبول میں	۴۴۲	<b>کتاب الصلح</b>
۲۹۵	حرمت سرود۔	۴۴۶	یعنی دعوی اور مدعا علیہ کے صلح کرنے کے احکام
"	عداوت دنیاوی۔	۴۴۶	جو از رشوت و دفع ظلم کے لیے۔
۲۹۷	اہل صناعات و نیہ کی گواہی مقبول ہے۔	۴۵۲	<b>کتاب المضاربات</b>
"	تفصیل کبار۔	۴۵۹	یعنی ایک شخص دوسرے کے مال سے نفع کی شرکت ٹھہرا کر تجارت کرے اسکا بیان۔
۳۰۲	فرق سلف و خلف۔	۴۶۹	باب المضارب الذی یضارب یعنی مضارب کر اس المال
۳۰۹	باب الاختلاف فی الشہادۃ یعنی شہادت کے اختلاف کا حکم	۴۷۴	تیسرے کو مضاربت پر دیوے۔
۳۱۵	باب الشہادۃ علی الشہادۃ یعنی گواہی پر گواہی دینے کا بیان۔	۴۷۹	فصل فی المتفرقات یعنی مضاربت کے مسائل متفرقہ کے بیان میں۔
۳۱۹	باب الرجوع عن الشہادۃ یعنی شہادت سے رجوع کرنے کے بیان میں۔	۴۸۸	<b>کتاب الایداء</b>
۳۲۵	<b>کتاب الوکالت</b>	۴۹۰	یعنی اپنا مال دوسرے کے پاس حفاظت کیلئے رکھ دینے کے احکام۔
۳۳۱	یعنی دوسرے کو وکیل کرنے کے احکام۔	۴۹۸	قاعدہ کلیہ اعتبار شرط مالک و ودیعت۔
۳۳۸	باب الوکالۃ بکلیہ و الشراعی یعنی خرید و فروخت کیلئے وکیل کرینکے احکام۔	۵۰۴	<b>کتاب العاریہ</b>
۳۴۷	باب الوکالۃ بالخصوص و القرض یعنی صورت اور قبض کرینکے احکام	۵۰۶	یعنی چیز کو مانگے دینے کے احکام۔
۳۵۳	باب عزل الوکیل یعنی وکیل کے معزول کرینکے احکام۔	۵۱۰	عاریت چار قسم ہے۔
۳۵۸	<b>کتاب الدعوی</b>	۵۱۰	<b>کتاب الهبۃ</b>
۳۶۵	یعنی دعوی کرنے کے احکام۔	۵۱۰	یعنی چیز کو مفت بخش دینے کے احکام۔
۳۷۵	در صورت قسم دلانے کے گواہی سے بازر ہنا جائز ہے۔	۵۱۰	تیرہ عقود بدون قبض صحیح نہیں۔
۳۷۵	باب التحالف یعنی دو شخصوں کے باہم قسم کھانے میں۔	۵۱۰	تفضیل اولاد و در عطا جائز ہے مع الکرہتہ۔
۳۸۱	فصل فی دفع الدعاوی یعنی دعوی کے دفع کرینکا بیان۔	۵۱۰	باب الرجوع فی الهبۃ یعنی ہبہ کو پھیر لینے کے احکام۔
۳۸۴	باب دعوی المرجلین یعنی دو مردوں کے دعوی کرینکا ذکر۔	۵۱۰	ہبہ کا پھیرنا بدون رضائے طرفین یا حکم حاکم صحیح نہیں۔
		۵۱۰	فصل فی مسائل المتفرقہ یعنی ہبہ کے مسائل متفرقہ کا بیان
		۵۱۰	فرق در تملیک و ہبہ۔

عنوان کتب و مکاتیب فضائل و مناقب اہل بیت

اکثر شہداء و المنہ کہ ربیع بسووم فتاویٰ محمد زہبہ امام عظیم مستند علماء عرب عجم مفید خواص عوام روزگار



ترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد حسن صدیقی نالوتوی

قانونی کتب خانہ • کچہری روڈ • لاہور



یہ کتاب ہے انواع بیع کے احکام میں لما فرغ من حقوق العبادات والعقوبات شرع فی حقوق العباد والمعاملات : جبکہ ما ترے حقوق اللہ سے جو عبادات اور عقوبات تک ذرا غفلت پائی تو اب حقوق العباد یعنی معاملات کا بیان شروع کیا مترجم کتاب ہے بحوالہ الراجح میں ہے کہ مشتری یا پارٹنر میں حقوق اللہ خالصہ ۳ حقوق العباد خالصہ ۴ وہ بین دونوں حق مجتمع ہیں لیکن حق اللہ غالب ہے ۴ وہ بین دونوں حق مختلف ہیں مگر حق العباد غالب ہے سبب اول حقوق اللہ مذکور ہوئے یعنی صلوات اور زکوٰۃ اور صیام اور حج اس واسطے کہ جن اور انس کی خلقت سے ہی مقصد ہے اس کے بعد معاملات شروع ہوئے ان میں ابتدا ازکاح سے ہوئی اس واسطے کہ اس میں عبادات کا شمول ہے اتنی تو اس سے معلوم ہوا کہ اول معاملات نکاح ہی اور شراح کی تقریر سے ثابت ہوا کہ اول معاملات بیع ہیں لیکن بحوالہ الراجح کا قول ظاہر ہے چنانچہ فتح القدر میں تصریح ہے کہ ابتدا معاملات بیع سے نہیں بلکہ نقطہ اور لقیطہ اور فقوہ اور شرکت کا معاملات میں داخل ہونا غیر مخفی ہے و مناسبتہ للوقت ازالۃ الملک لکن لالی مالک ہونا الیہ فکانا بسبب و مرکب اور مناسبتہ بیع کی وقت سے ازالہ ملک ہے لیکن وقت میں بعد ازالہ ملک کے کسی مالک کی طرف ملک آج نہیں ہے اور بیان یعنی بیع میں مالک کی طرف آج ہوتی ہے یعنی ازالہ ملک بائع سے مشتری کی ملک ثابت ہے تو گو وقت اور بیع بسبب اور مرکب کے مانا ہوئے ہم کتاب اور بسبب مقدم ہوتا ہے جو دین مرکب پر لہذا تعلیم میں بھی مقدم ہوا بیع کو مرکب کے مانا کیا اس واسطے کہ بیع فی الحقیقت مرکب نہیں اس واسطے کہ ازالہ امر اعتباری ہے تو اس سے ترکیب متحقق نہیں ہو سکتی و جمع لکن باعتبار کل من البیع والبیع والبیع انواع اربعہ نافذہ موقوف ناسد باطل استعاضہ صرف سلم مع مطلق و مراد لہ تولیہ و ضیعیہ سادہ اور معنی بیع کہ بصفیہ جمع لایا بسبب ہوتے بیع کے باعتبار ہر ایک بیع اور بیع اور بیع کے چار قسم نافذ موقوف ناسد باطل اور استعاضہ صرف سلم مع مطلق اور مراد لہ تولیہ و ضیعیہ سادہ ہم کتاب ہے یعنی لفظ بیع کا ہر چند مصدر ہے اور مصدر تثنیہ اور جمع نہیں ہوتا لیکن مصنف نے بیعیہ جمع کا ذکر کیا ہے تو باعتبار انواع بیع اور بیع اور بیع کے سو بیع چار قسم سے خالی نہیں یا منید ملک ہوتی مجال وہ نافذ ہے یا منید ملک عن الامارۃ وہ

موقوف ہے یا مفید ملک عند قبضہ ہے وہ ناسد ہے یا مفید ملک اصلانہین وہ باطل ہے اور بیع باعین ہے یا دین یہ بھی چار احتمال سے خالی نہیں یا بیع العین بالعین ہے وہ مقایضہ ہے یا بیع الدین بالدین ہے وہ صرف ہے اور مراد دین سے یہاں تقدیر میں یعنی سونا چاندی یا بیع الدین بالعین ہے وہ سلم ہے یا بیع العین بالدین ہے وہ بیع مطلق ہے اور بیع قسم اکثر خلق میں رائج ہے اور عند الاطلاق یہی متبادر ہوتی ہے لہذا اسکو بیع مطلق کہا اور بیان دین سے وہ مراد ہے جو نقد اور نسیہ دونوں کو شامل ہے اور بیع باعتبار ثمن کے چار حال سے خالی نہیں یا بیع ثمن اول سے زائد ہے تو وہ مراد ہے یا ثمن اول کے برابر ہے تو وہ تولیہ ہے یا ثمن اول سے کمتر ہے وہ وضیہ ہے یا بیع اس ثمن پر ہے جس پر بائع اور مشتری کا اتفاق ہو گیا بلا تفاوت ثمن اول وہ مساوی ہے اور وجہ ثانی جمعیت بیع کی ہے کہ مصدر کا بعضی مفعول لیجے تو اب بیع کے مانع بیع کو بھی بصیغہ جمع مذکور کرنا صحیح ہوگا ہولتہ مقابله شئی بشئی مال اولادہ لیس و شرودہ ثمن تجس بیع لغت میں عبارت ہے ایک چیز کے مبادلہ سے دوسری چیز کے ساتھ خواہ وہ چیز مال ہو یا نہ ہو بدلیل کلام ربانی کے اور یوسف کے بھائیوں نے یوسف کو جیسا ناقص ثمن سے ہم کتابی چونکہ یوسف علیہ السلام آزاد تھے اطلاق مال کا انہیں نہیں ہو سکتا تو معلوم ہوا کہ بیع لغوی میں مبادلہ مال کا مال سے شرط نہیں لیکن نحر الاسلام نے کہا کہ بیع لغت میں عبارت ہے تملیک لمال بالمال سے اور اصطلاح شرع میں بھی اسطرع ہے اور اسطرع لفظ شرا اور اشترا اور ابتیاع بھی تملیک مذکور سے عبارت ہے اور الفاظ مذکورہ باہم تیار حقیقت اخست کے بائع اور مشتری کے فعل پر بطریق اشتراک واقع ہوتے ہیں مگر عرف میں لفظ بیع کا بائع کو اور لفظ شرا اور اشترا اور ابتیاع مشتری کو مخصوص ہے انتہی حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے ۲۰ یا ۲۲ درم کو جیسا تھا اور جسے خرید کیا تھا اسے عزیز مصر کے ہاتھ ۲۰ دینار کو جیسا تھا کذاتی اطوطادی وہ من الامتداد اور لفظ بیع کا بجز رضد اسے یعنی خرید اور فروخت دونوں میں مستعمل ہوتا ہے شرا کی لفظ کے مانع مستعمل متعدد یا دین للتاکید وباللام بقال بعتک الشئی و بعتہ لکس فی ذالمرۃ قالہ ابن القطلع اور لفظ بیع کا متعدی مستعمل ہوتا ہے وہ مفعولوں کے ساتھ اور من کے ساتھ تاکید کیواسطے یا لام کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے عرب بولتہ میں بعتک الشئی و بعتہ لکس تو لام نامی ہے ایسا کچھ کہا ہے ابن قطلع نے و بیع علیہ القاضی ای بلا رضناہ اور بولتہ میں بلع علیہ القاضی یعنی قاضی نے اسکا مال بدوٹن اسکی رضامندی کے بیچ لیا ہم کتابی شارح نے اشارہ کیا کہ لفظ بیع بجز نقلی بھی متعدی ہوتا ہے اور عدم رضاعلی کے لفظ سے ماخوذ ہوئی کہ مفید عام ہتیار ہے و شرعاً مبادلہ شئی مرغوب فیہ بمثلہ خرج غیر المرغوب کتراب و قیہ و درم اور شرع میں بیع عبارت ہے باہم بدلنے سے ایک مرغوب چیز کو بیسی ہے دوسری مرغوب چیز سے تو مرغوب کی قیہ سے غیر مرغوب چیز بیع کی تعریف سے نکل گئی چنانچہ شئی اور مردہ اور خون ہم کتابی یہ تعریف اجارہ اور نکاح پر بھی صادق آتی ہے اسواسطے کہ انہیں بھی مبادلہ ہے مرغوب کا مرغوب سے اور وہ دونوں وجہ مخصوص کی قیہ سے نہیں نکل سکتی اسواسطے کہ وجہ مخصوص سے ایجاب اور قبول مراد ہے یا تعاطی طوطادی نے کہا بہتر تعریف کنز کی ہے (ہو مبادلہ الممال بالمال بالتراضی) یعنی مال کو مال سے بدلنا برضا عاقدین یہ حقیقت ہے بیع کی اور غنبت کا مفہوم خورد مال میں داخل ہے اسواسطے کہ بجز انہی میں ہے کہ مال وہ ہے جسکی طرف طبیعت مائل ہو اور اس کا رکھ چھوڑنا حاجت کیواسطے مکن ہو اور مالیت ثابت ہوتی ہے سب آدمیوں کے متول سے یا بعض آدمیوں کی تقوم سے اور تقوم ثابت ہوتا ہے مالیت سے اور شرعاً اسکی اباحت اتفلا ہے موجود چیز مباح الا متفلاع ہو بدون متول کے وہ مال نہیں چنانچہ گیسوں کا ایک دانہ اور جو چیز لوگوں کے نزدیک مال ہو لیکن اس سے فائدہ لینا مہلح نہ وہ مال متقوم نہیں چنانچہ شراب اور جب کہ دونوں امر متولی متول اور اباحت نہیں تو دونوں میں سے ایک بھی ثابت نہ ہوگا چنانچہ خون کہ نہ اسکو مال کہتے ہیں نہ متقوم ہوتے ہیں علی وجہ مفید مخصوص ای با ایجاب او تعاطی مبادلہ مذکورہ ایسی وجہ مخصوص ہے جو مفید ہو وجہ مخصوص سے مراد ایجاب ہے یا تعاطی ہم کتابی طوطادی نے کہا ایجاب مع القبول مراد ہے اولاً لفظ ایجاب مراد لیجے تو تبرع من ایجاب نہیں بیع میں داخل ہو جاے اسواسطے کہ فقط ایجاب اس میں بھی ہوتا ہے فخرج التبرع من ایجاب نہیں تو تبرع من ایجاب یعنی باہم ایک دوسرے کو بلا عوض بطریق احسان کے دنیا نکل گیا



مکتا ہی طحاوی نے کہا قلمہ قول شاخ اس پر دلالت کرتا ہے کہ تبرع من اربا نہیں مبادے میں داخل ہے اور وجہ مخصوص کی قید سے نکل گیا حالانکہ ایسا نہیں  
 بلکہ تبرع سبب بتدانی ہے ہر جانب سے تو اگر شاخ تبرع کو مبادے پر متفرع کرتا تو کچھ اشکال نہ تھا اور یہ بشرط عوض وجہ مخصوص سے نکل گیا اگرچہ مبادے میں  
 داخل نہ تھا اور الہیہ بشرط عوض و نکل گیا وجہ مخصوص سے یہ بشرط عوض کے ہم کتا ہے کہ سبب بالعوض اگرچہ باعتبار ابتدا کے بیع نہیں لیکن بنظر اہتمام کے  
 بیع و خروج ہفیدہ بالایفیدہ فلما یصح بیع درہم بدرہم استویا و زنا وصفۃ او فیہ کی قید سے غیر ہفیدہ نکل گئی تو صحیح نہیں بیع درہم کی درہم سے جو کہ  
 وزن اور صفت میں برابر ہیں ہم کتا ہے اور ایک درہم کا وزن دوسرے سے کم یا زیادہ ہے تو فاسد ہے سبب بیان کے نہ سبب عدم فائدے کے  
 اور اگر باوجود برابری وزن کے صفت مختلف ہے چنانچہ ایک سفید ہے اور دوسرا سیاہ تو ظاہر بیع جائز ہے سبب فائدے کے کذا فی الطحاوی ولا  
 مقایفۃ احد الشریکین حصۃ دارہ بجمۃ الآخر میر فیہ اور صحیح نہیں بدلنا اور مگر اگر لینا ایک شریک کا گھر کے حصے کو دوسرے شریک کے حصے سے کذا فی  
 التفسیر یعنی ایک گھر کے دو شریک ہیں اور دونوں کے حصے برابر ہیں سو ان کا مبادلہ صحیح نہیں اس واسطے کہ انہیں کچھ فائدہ نہیں دلا اجارۃ اسکنی پسکنی  
 شاہ اور نہ اجارہ ایک گھر کے سکنے کا دوسرے گھر کے سکنے سے صحیح ہے کذا فی الاشباہ اس واسطے کہ منفعت معدوم ہے تو بیع جنس ہم جنس سے بطریق  
 نسبہ کے ہوتی اور وہ جائز نہیں کذا فی الطحاوی عن ابی اسود و یقول و فعل اما القول فالایجاب والقبول وہما  
 رکنہ اور بیع ہوتی ہے قول اور فعل سے قول تو ایجاب اور قبول ہے اور یہ دونوں بیع کے رکن ہیں ہم کتا ہے فتح القدر میں ہے کہ رکن بیع ایجاب اور قبول ہیں  
 جو بنا دل پر دلالت کرتے ہوں یا جو چیز کہ قائم مقام ہو ایجاب اور قبول کے یعنی تناطی تو رکن بیع وہ فعل ہے جو تبادل ملکین کی رضامندی پر دل ہو  
 قول ہو یا فعل بشرط الہیۃ المتعاقذین اور بشرط بیع کی اہلیت ہے بائع اور مشتری کی ہم کتا ہے بشرط بیع کی عاقذین تمیز اور وہ ولایت ہے جو ثابت  
 ہے ملکیت کا لیت یا وصیت یا قرابت یا غیظ ذلک سے تو بیع مجنون اور صبی غیر عاقل کی منعقد نہیں اور جو بیع اور اسکے اثر کو سمجھتا ہو تو اسکی بیع منعقد  
 ہے اور بشرط بیع کی تعدد متعاقذین ہے تو اگر ایک شخص بائع اور مشتری دونوں کا وکیل ہو اسکی بیع منعقد ہوگی مگر باپ ر قاضی اور وصی کی اور  
 بشرط بیع متعاقذین میں کہ ایک دوسرے کا کلام سنے اور اگر ایک عاقد عدم سماع کا دعویٰ کرے باوجودیکہ وہ پہلے نہیں اور تمام اہل مجلس نے اسکو سنا  
 تو اسکی تصدیق ہوگی کذا فی النہ طحاوی نے کہا کہ شرط بیع کے بحر الرائق میں چھتتر شمار کیے ہیں جسکا جی چاہے اسکو دیکھے و محل المال اور محل بیع کا مال ہے ہم  
 کتا ہے بیع میں شرط ہے کہ مال متقوم شرعاً معتدور تسلیم ہونی احوال یا ثانی احوال تو مال کی قید سے حد یعنی آزاد نکل گیا اور بقوم سے خمر اور خمر پر خارج ہو گیا  
 مسلم کے حق میں اور معتدور تسلیم کی تہیہ سے غلام گرجیہ اور معدوم کی بیع نکل گئی کذا فی النہ طحاوی نے کہا بیع میں یہ شرط ہے کہ ملک ہو بیع کے وقت  
 اور ملک ثابت ہوتی ہے استیلا علی السبل حصہ اور بیع وغیر سے اور میراث اور وصیت سے و حکم ثبوت المملک و حکم اسکا یعنی بیع کا اثر مترتب ثبوت  
 ملک ہے بائع شن کا مالک ہو جاتا ہے اور مشتری بیع کا اگر بیع نافذ ہو اور اگر بیع موقوف ہوگی تو بعد اجازت کے ملک ثابت ہوگی ہم کتا ہے ثبوت  
 ملک بیع کا حکم نسلی ہے اور اسکا حکم تابع تسلیم بیع اور شن ہے اور جاریہ کا وجوب استہر مشتری پر اور مالک ہونا اسکی استملاء کا اور ثابت ہونا  
 شفعہ کا اگر بیع زمین ہو اور ثابت ہو ماعتق کا اگر بیع محرم ہو مشتری کا و حکم نظام بقا المعاش و العالم اور جو بیع کی حکمت انتظام ہے بقا معاش  
 انسان اور عالم کا ہم کتا ہے انسان حاجتہ ہے معام اور لباس در مکان کا تو اگر تحصیل طعام کے واسطے کھیت کا جو تنا پھر اس میں بیع پونا پھر اس کا  
 سینچنا اور حفاظت کرنا پھر کھیت کا کاٹنا اور اناج کا صاف کرنا پھر پینا اور غیر کرنا اور روٹی پکانا ان امور کو بذات خود بالاستقلال کرنا  
 تو آدمی سے ہرگز نہ ہو سکتا و علی ہذا القیاس تحصیل لباس اور مکان میں اسکو بذات خود قدرت نہیں تو ضرور ہوا کہ اسکی حاجات روا ہوں اس  
 طرح پر کہ کچھ خرید کرے اور کچھ آپ کرے تو اگر بیع شرعاً سبب تملیک بدلین ہوتی تو آدمی بالضرور اپنی شیئہ مطلوب کو نیاز بر دستہ دوسرے چین لیتا یا سول

کہ تا یا صبر کر کے سر جاتا اور ہر احتمال خرابی سے غالی نہیں تو ثابت ہوا کہ بیع کے مشروع کرنے میں بقا رکھنے میں محتاجین ہی اور دفع حاجات ہی بطریق انتظام معقول کے  
 ذمہ لینی الفتح و صفتہ مباح کو حرام حیلہ و بیع کی صفت یہ ہے کہ بعضی بیع مباح ہے اور بعضی مکروہ اور بعضی حرام اور بعضی واجب ہم کتاب بیع مباح وہ ہے جو مسلمانوں میں کثیر  
 الوقت ہے اور مکروہ وہ ہے جو اذان جمعہ کے وقت ہو اور حرام بیع فاسد ہے اور اسکا نسخ کرنا برعایت حق شرع واجب ہے اور واجب مال یتیم کی بیع ہے جب یتیم کے  
 ہلاک ہونے کا خوف ہو عدم نفقہ کے سبب سے یا اسکے خوالہ تبلیغ ہونے کا خوف ہو کذا فی المطحطاوی و ثبوتہ بالکتاب السنۃ والاجماع والقیاس اور ثبوت بیع کا  
 قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے ہے ہم کتاب ہی قرآن میں ارشاد ہوا و اصل اللہ البیع و حرم الربوا یعنی اللہ نے بیع کو حلال کیا اور بیع کو حرام فرمایا اور حدیث  
 قوی اور تفسیری سے جواز بیع کتب حدیث میں بکثرت ثابت ہے اور امت کا اجماع جواز بیع پر مستغنی ہے بیان سے اور قیاس سے بیان قیاس شرعی مراد نہیں اس واسطے  
 کہ بیان مقیاس و مقیس علیہ نہیں بلکہ استحسان عقلی مراد ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ بیع اور ضروریہ سے ہے جس سے بنی آدم اپنی معاش میں مستغنی نہیں ہو سکتے  
 قال لایجاب ہو ما یندر اولامن کلام اصحاب المتعاقدين فالقبول ما یندر ثانیامن الآخر سواء کان بیع او اشتريت سوا یجاب وہ ہے جو بائع اور مشتری کا  
 پہلا قول مذکور ہو تو اس سے معلوم ہو گیا کہ قبول اسکا نام ہے جو دوسرا کلام دوسرے شخص کا مذکور ہو خواہ لفظ بیعت کا ہو خواہ اشتريت کا ہم کتاب ہے اگر  
 بائع نے اول یون کہا کہ میں نے بیچا اور پھر مشتری نے کہا میں نے مول لیا تو بائع کا قول یجاب ہے اور مشتری کا قول قبول ہے اور اگر مشتری نے اول  
 یون کہا کہ میں نے مول لیا اور پھر بائع نے کہا کہ میں نے بیچا تو مشتری کا قول یجاب ہے اور بائع کا قول قبول ہے فتح القدیر میں ہے کہ لغت میں یجاب یعنی اثبات  
 ہے مطلقاً اور بیان اثبات نفل خاص سے مراد ہے جو رضائے اولی پر دلالت کرے خواہ بائع سے واقع ہو خواہ مشتری سے اور قبول عبارت ہے اثبات نفل ثانی سے  
 تو اثبات ثانی کا نام قبول رکھنا تا اثبات اول سے ممتاز ہو جائے الدال علی الترضی قیدہ اقتداءً بالآیۃ و بما نال بیع الشرعی و لذلالم یلزم بیع المکره دان نفقہ  
 ولم یقصد مع النزل لعدم الرضا بحکمہ ہذا یجاب کلام اول کا نام ہے جو باہم کی رضامندی پر دلالت کرے مصنف نے تراضی کی قید لگائی آیت قرآنی کی  
 پیروی سے اور بیع شرعی کے بیان کر دینے کے واسطے و لہذا مکرہ کی بیع لازم نہیں ہوتی اگرچہ منعقد ہو جاتی ہے اور خوش طبعی کے ساتھ بیع منعقد نہیں ہوتی  
 اس واسطے کہ بیع کے حکم پر رضامندی نہیں خوش طبعی کے ساتھ اسکو در یافت کر لے ہم کتاب ہے بہتر یہ تھا کہ مصنف الدال علی الرضا کہتا اس واسطے کہ  
 کہ راضی ہوتی ہے دونوں جانب کی رضامندی سے سو فقط یجاب سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ قبول کے ساتھ تو کفر کی عبادت بہتر ہے رہو مبادلۃ المال  
 بالمال بالتراضی اور قرآن مجید میں تراضی یون ارشاد فرمائی (الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم) شارح کا کلام اسکا مقتضی ہے کہ مکرہ کی بیع صحیح موقوف ہے  
 نضولی کی بیع کے ماتہ اور مالکے ایسا نہیں بلکہ بحر الیقین میں مصرع ہے کہ وہ فاسد موقوف ہے رضامندی پر اور متا راد اسکی شرح میں مصرع ہے کہ نزل  
 یعنی خوش طبعی کے ساتھ بیع منعقد ہو جاتی ہے اس واسطے کہ اہل بیع سے صادر ہوتی ہے محل بیع میں لیکن بسبب عدم رضا بالحکم کے فاسد ہے تو شارح کا یون کہنا  
 کہ نزل کے ساتھ منعقد نہیں ہوتی غیر صحیح ہے کذا فی المطحطاوی و یرد علی التعریفین مانی التا تاریخانیہ لوخر جامعاً صحیح البیع اور یجاب اور قبول دونوں کی  
 تعریفوں پر تا تاریخانیہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر یجاب اور قبول ساتھ ہی نکلیں تو بیع صحیح ہی یعنی اس صورت میں یجاب کی قبولیت  
 اور قبول کی بدیت ثابت نہیں تو مصنف کی دونوں تعریفیں مسلم نہ رہیں لکن فی القستانی لوکانا معاً لم یقعہ کما قالوا فی السلام لیکن قستانی  
 میں ہے کہ اگر یجاب اور قبول ساتھ ہی ہوں تو بیع منعقد ہوگی چنانچہ فقہانے سلم میں کہا ہے یعنی اگر سلام اور اسکا جواب ساتھ ہی نکلیں تو جواب  
 اور اسکا اعادہ اسکا لازم ہے یہ شارح نے استدراک کر کے تا تاریخانیہ کا جواب دیا لیکن نشاوی عالمگیری میں ظہیر یہ سے تا تاریخانیہ کے موافق نقاد  
 بیع منقول ہے و اقتدا علم علی الادل مانی الاشباہ تکرار یجاب بیطل للاول الا فی حق و طلاق علی مال دیجی نے اصلاح اور تعریف اول یعنی  
 یجاب کی تعریف پر اشباہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ مکرر لانا یجاب کا یجاب اول کا سبطل ہی مگر متق اور طلاق یہ عوض

بیع صحیح

مال میں بطل نہیں اور اسکا ذکر کتاب الصلح میں آدیکام تکملاً ایجاب کی صورت بیع میں صاحبین کے نزدیک یوں ہے کہ بائع نے کہا کہ میں نے اسکو ہزار درم کو بیچا پھر بولا کہ میں نے اسکو دوسو دینار کو بیچا سو مشتری نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو یہ قبول ایجاب ثانی کی طرقت راجع ہوگا اور دوسو دینار پر بیع منعقد ہوگی اور اگر اپنے غلام سے سوئی نے کہا کہ تو آزاد ہو ہزار درم پر پھر بولا کہ تو آزاد ہو دوسو دینار پر غلام نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو اس پر دونوں مال لازم ہوئے اور صلح میں تکرار عقد مذکور ہوگی اور یہاں گفتگو ہے تکرار ایجاب میں اور اسی طرح نظم آئندہ میں خلاصہ اعتراض مذکور ہے کہ جب ایجاب ثانی معتبر ہو اور ایجاب اول باطل ہو گیا تو ایجاب ثانی پر ادلیت صادق نہ آتی اور اسکا جواب یوں ممکن ہے کہ اول سے مراد یہ ہے کہ قبول پر مقدم ہوا اگرچہ نسبت غیر قبول ثانی ہو یا یوں کہیے کہ جب ایجاب باطل ہوا تو کالعدم ہو گیا تو ایجاب ثانی کو یا اول ہو گیا کذا فی المطحطادی فی المنظومۃ لمجیدۃ مشہور

دکل عقد بعد عقد جرداً	فابطل الثانی لانه سدی	فان صلح بعد الصلح اصحی باطلا	کذا النکاح ما عدی ما ساطلا
منہ الشراء بعد الشراء صحوا	کذا کفالت علی ما صرحوا	اذا المراد صلح فی المحقق	منہ اذا زادہ بالتوفیق

اور منظومہ مجیدہ میں ہے اور جو عقد کہ بعد عقد کے مجدد ہوا سو عقد ثانی کو باطل جان اسواسطے کہ وہ عمل درمیان نہ ہو تو صلح بعد صلح کے باطل ہے۔ سیطرہ نکاح بعد نکاح کے باطل ہے یعنی دوسرے نکاح سے ہر سنی لازم نہیں آتا مگر چند سائل میں عقد ثانی باطل نہیں ہوتا ازان جملہ خرید بعد خرید کو علمائے صحیح کہا ہے اسی طرح کفالت بعد کفالت کے باطل نہیں ہو جاتا تصحیح علماء کرام کے اسواسطے کہ عقد محقق میں اسوقت یعنی در صورت اعادہ عقد زیادتی اعتماد مراد ہے یعنی دوسری با ضمانت لینا ضمانت سے یا اصل سے اور پہلی قیمت پر دوبارہ عقد بیع سے زیادتی و ذوق مقصود ہے لہذا باطل نہیں

وہا عبارتہ عن کل لفظین منینان عن معنی التملک التملیک ماضیین کبعت واشتریت او حالین کفنا عن لم یقر بالسوف والسن کا ہیک فیقول اشتریہ ادا حدہا ماض والآخر حال در ایجاب در قبول عبارت ہے ان دو لفظوں سے جو غیر کے مالک کرنے اور اپنے مالک ہونے پر دلالت کریں خواہ دونوں لفظین ماضی کی ہوں چنانچہ بعت واشتریت یعنی میں نے بیچا اور میں نے مول لیا یا دونوں لفظین حال کی ہوں جیسے لغت عرب میں دو لفظ مضارع کے جنسے سوف اور سین متصل نہیں چنانچہ ابیک یعنی میں تیرے ہاتھ بیچتا ہوں تو مشتری کہے اشتریہ یعنی میں اسکو لیتا ہوں یا ایک لفظ ماضی کا ہو اور دوسرا حال کا بشرط نیت ایجاب فی الحال کے کذا فی النسخ ہم شرح زلیس میں ہے کہ بیع منعقد ہوتی ہے ہر ایک اس لفظ سے جو تحقیق اور اثبات پر دلالت کرے چنانچہ میں نے بیچا اور خرید کیا یا میں راضی ہوا یا اسکو بیعوض اتنے کے اور یہاں میں نے یا بائع نے کہا کہ کھانے اس کھانے کو بیعوض درم کے پھر مخاطب نے طعام مذکور کھایا تو بیع تمام ہوگی اور کھانا اسکا حلال ہے اور اگر بائع نے کہا کہ میں نے یہ گھر یا یہ غلام تجھکو بیع کیا بیعوض اس تیرے کپڑے کے تو یہ بیع بالاجماع صحیح ہے اور عاشریہ سری الدین میں ہے بائع نے کہا کہ جب تو مجھکو اسکی قیمت دے تو میں نے اسکو تیرے ہاتھ بیچا پھر مخاطب نے اسی مجلس میں قیمت ادا کی تو بیع صحیح ہے بطریق استحسان کے بائع نے کہا کہ وہ تیرے واسطے ہے اگر تجھکو پسند آئے یا اچھی معلوم ہو یا تیرا بیچا ہے اور مخاطب نے کہا کہ مجھکو پسند آئی یا اچھی معلوم ہوئی یا میرے دل نے خواہش کی تو جائز ہے بجز ارا لاق میں ہے تو معلوم ہوا کہ بیع کسی لفظ پر مخصوص نہیں بلکہ جب معنی تملیک و تملک حاصل ہونگے حکم بیع کا ثابت ہوگا بخلات طلاق اور عتاق کے کہ انہیں معنی معتبر نہیں انہیں تو وہ الفاظ معتبر ہیں جو طلاق اور عتاق کے واسطے صراحتہ یا کنایہ موضع ہیں اور جب کہ بائع نے ایجاب میں مخاطب کی طرف خطاب کیا تو قبول میں خطاب کرنا شرط نہیں تو اگر بائع نے یوں کہا کہ میں نے اسکو تیرے ہاتھ اتنے بیچا اور مشتری نے کہا میں نے قبول کیا اور یوں نہ کہا کہ میں نے تجھ سے قبول کیا تو صحیح ہے کذا فی المطحطادی و لکن لا یحتاج الا اولی نیت بخلات الثانی فان نوبہ الایجاب للمحال صح علی الایجاب والالا لا اذا استعملوہ للمحال کاہل خواہم نکالماضی کا بیع لآن لعمدہ للمحال ولیکن اول یعنی جب کہ ایجاب اور قبول بصیغہ ماضی

ہو تو ثبوت بیع کے واسطے نیت کی کچھ حاجت نہیں بخلات ثانی کے یعنی جبکہ ایجاب و قبول بہ لفظ مضایع ہو تو نیت کی حاجت ہی سوا کہ صیغہ مضایع سے ایجاب حال کی نیت کی نہ استقبال کی تو صحیح ہے بنا بر قبول اصح کے اور اگر حال کی نیت نہ کی بلکہ استقبال کی نیت کی یا کچھ نیت نہ کی تو بیع صحیح نہیں مگر جبکہ لوگ صیغہ مضایع کو نظر حال کے واسطے استعمال کرتے ہوں چنانچہ اہل خوارزم تو اب مضایع ماضی کے مانند ہی عدم اشتراط نیت میں اور ابیہا لآن کے مانند ہی یعنی تیرے ہاتھ اب بیچتا ہوں اس واسطے کہ یہ محض حال کے واسطے ہی ہم قول اصح کے مخالفہ قول ہے جو محیط اور شرح قدوری اور تحریر میں ہے کہ بیع بصیغہ حال صحیح نہیں کذا فی السطحاوی چونکہ لغت عربی و فارسی میں حال در استقبال کا ایک ہی صیغہ ہے جسکو مضایع کہتے ہیں لہذا اس کے استعمال میں نیت حال کی حاجت ہوئی بخلات لغت بند کے کہ اس میں حال کا صیغہ جدا ہی چنانچہ بیچتا ہوں اور مول لیتا ہوں اور استقبال کا صیغہ جدا چنانچہ بیچوں گا اور مول لوں گا تو اہل ہند کو نیت مذکورہ کی کچھ حاجت نہیں داما المتخص للاستقبال فکلام المبیع اصلا الا لامر اذا دل علی الحال کغذہ بکذا فقال خذت اور نیت صحیح بطریق الاقتصار لیلی حفظ اور جو صیغہ مضایع کا محض استقبال کے واسطے ہے یعنی جیسے سوٹا ورسین ہے تو وہ امر کے مانند ہی اس سے بیع اصلا صحیح نہیں مگر صیغہ امر کا جب حال پر دلالت کرے چنانچہ بائع کا یون کہنا کہ اُسکو اتنے پرے اور مشتری نے کہا کہ میں نے لیا یا میں راضی ہو گیا تو بیع صحیح ہے بطریق اقتضا کے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شرط بلا یہ میں ہے کہ بلفظ امر بیع منعقد نہیں ہوتی اس طرح پر کہ مشتری نے بائع سے کہا کہ میرے ہاتھ اس کپڑے کو بیچ اتنی قیمت پر اور بائع نے کہا کہ میں نے بیچا یا بائع نے یون کہنا کہ مجھ سے اس غلام کو خرید کر اتنی قیمت پر اور مشتری نے کہا کہ میں نے خرید کیا تو بیع منعقد ہوگی جیسے لفظ استقبال سے منعقد نہیں ہوتی چنانچہ بائع کا یون کہنا کہ میں اُسکو تیرے ہاتھ بیچوں گا اور مشتری کا یون کہنا کہ میں نے مول لیا انتہی بحر الرائق میں کہا کہ غذہ بکذا استدعی ہے سابقیت بیع کا یعنی ہر چند یہ لفظ بھی صیغہ امر ہے لیکن خصوصیت مادہ یعنی امر بلا خدمت مدعی ہے سابقیت بیع کا ماضی کے مانند لیکن استدعی ماضی سابقیت کو باعتبار وضع کے ہے اور استدعی غذہ کا بطریق اقتضا کے انتہی اور تقدیر کلام یون ہے بکن فغذہ یعنی اُسکو میں نے تیرے ہاتھ بیچا سو اُسکو لے کذا فی اکلہی ہندوستان میں اکثر یہی رواج ہے کہ ایجاب یا قبول بصیغہ امر ہوتا ہے مثلاً مشتری کہتا ہے بائع سے کہ اُسکو اتنی قیمت پر بیچ بائع کہتا ہے کہ میں نے بیچا یا یون بولا کہ اچھا اس کلام سے بیع ثابت نہیں ہوتی تا وقتیکہ مشتری پھر یون نہ کہے کہ میں نے قبول کیا یا ایجاب و قبول دونوں بلفظ ماضی ہو جائیں ہاں اگر بلا لفظ قبول بلفظ ماضی بائع مشتری کو بیع دیکھا اور مشتری بائع کو قیمت دیکھا تو بیع صحیح تمام ہوگی بہ سبب تعاطی کے نہ سبب ایجاب و قبول لفظی کے چنانچہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے و تصحیح اضافت الی عضو بیع اضافت العتق لہیہ کہ جاء فرج و الا لا کظہ بعض اور صحیح ہے اضافت بیع لوندی یا غلام کی اس عضو کی طرف جسکی طرف اضافت عتق کی صحیح ہے چنانچہ منہ اور شہر گاہ اور نہیں تو نہیں یعنی جس عضو کی طرف اضافت عتق صحیح نہیں اسکی طرف اضافت بیع کی بھی صحیح نہیں چنانچہ بیچا اور بیٹ یعنی اگر مثلاً بائع کہے اس غلام کا منہ بیچا تو بیع صحیح ہے اور اگر کہے گا اُسکا بیٹ بیچا تو صحیح نہیں و کل ما دل علی معنی بعثت و اشتریت نحو قد فعلت و نعم وہات الثمن و ہولک ادعبدک و ذاک ادغذہ قبول اور جو لفظ کہ دلالت کرے بعثت اور اشتریت کے معنی پر مانند اس قول کے کہ مقروین نے کیا اور ہاں اور قیمت کو لا اور وہ تیرا ہی یا تیرا غلام ہے یا تجھ پر ہے یا اُسکو لے یہ سب الفاظ قبول ہیں ہم فتاویٰ عالمگیری میں جو اس غلطی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے غیر سے کہا کہ میں نے تیرا غلام ہزار درہم کو خرید کر کیا تو بائع نے کہا کہ فعلت یعنی میں نے یہ فعل کیا یا بولا کہ قیمت سے تو دونوں صورتوں میں بیع صحیح ہے بقول اصح اور جبکہ قدوری میں ہے کہ مشتری نے کہا کہ میں نے یہ غلام اتنے کو مول لیا اور بائع نے کہا کہ وہ تیرا ہی یا تیرا غلام ہے یا تجھ پر ہے تو بیع تمام ہوگی لیکن فی الولو الجبیت ان برد البائع فقبل مشتری بنعم لم ینتقل لہ لیس تحقیق و بعکس صحیح لانه جواب لیکن والواجبہ میں ہے کہ اگر بائع نے ایجاب کی ابتدا کی سو مشتری نے بیع قبول کی ہاں کہہ کے تو بیع منعقد ہوگی اس واسطے کہ وہ تحقیق اور اثبات نہیں اور بالعکس اسکے یعنی



اگر مشتری نے ابتدا کلام کی اور بائع نے بیع قبول کی ہاں کہہ کر تو صحیح ہے اس واسطے کہ وہ جواب ہے دنی القنیۃ ثم بعد الاستئمان کہل بعت منی بکذا بیع ان نقدر العین لان التقدر دلیل التحقیق ولو قال بعتہ فبلغہ یا فلان فبلغہ غیرہ جائز فلیحفظ اور قنیۃ میں ہے کہ ہاں کتابیں استعمال کے مانند اس قول کے کہ کیا تو نے مجھ سے بیع جو بعض لقمے درم کے بیع ہے اگر شہن نقدے اس واسطے کہ نقدہ تحقیق کی دلیل ہے اور اگر بائع نے کہا کہ میں نے اسکو بیچا سولے فلا نے اسکو خیر کرے سو غیر مخاطب نے اسکو خیر کر دی تو جائز ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولا یتوقف شرط العقد فیہ ای البیع علی قبول غائب فلو قال بعت فلانا ان غائب فبلغہ نقبل لم یعقد اتفاقا الا اذا کان بکتا بہ اور سالہ فیعبر مجلس بلوغہ اور موقوفۃ الصغیر نہیں بیع کے اندر ایجاب شخص غائب کے قبول کرنے پر بیع ایجاب باطل ہے تو اگر بائع نے کہا کہ میں نے فلا نے غائب کے ہاتھ بیع کی پھر اس شخص کو ایجاب مذکور کی خبر پہنچی بلا کتابت و رسالت اور اسے بیع قبول کی تو منعقد ہوگی بالاتفاق مگر جبکہ ایجاب مذکور اسکو بائع کے لکھنے یا کہلا بھینچنے سے پہنچا تو قبول معتبر ہوگا بلوغ کتابت یا رسالت کی مجلس میں ہم لہذا فی الہدایۃ و صدر بشریۃ کما لا یتوقف فی النکاح علی الاظہر خلافا للثانی فلا الرجوع لانه عقد معارضۃ بخلات الخلع و العتق علی مال حیث یتوقف اتفاقا فلا رجوع لانه ینہایہ چنانچہ باطل ہے ایجاب نکاح در صورت قبول غائب بنا بر قول اظہر کے بخلات الرجوع سے کہ تو ایجاب کرنے والے کو ایجاب سے رجوع کرنا جائز ہے اس واسطے کہ بیع یا نکاح عقد معارضۃ بخلات خلع اور عتق رجوع مال کے کہ انہیں ایجاب شخص غائب کے قبول پر موقوف ہے بالاتفاق تو ایجاب کرنے والے کو خلع اور عتق میں رجوع کرنا جائز نہیں اس واسطے کہ وہ عین ہی بیع تعلق بالشرط ہے کذا فی الہدایۃ ہم مطہاوی نے کہا یہ مطلب نہیں کہ ایجاب کرنے والے کو قبل قبول غائب کے رجوع جائز ہے اس واسطے کہ جب ایجاب باطل ٹھہرا تو رجوع بے معنی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ موجب کو قبل قبول حاضر کے رجوع کرنا درست ہے و اما الفعل فالتعاطی و هو التناول تاموس فی خمس نفیس خلافا للکرمی اور وہ فعل جس سے بیع ثابت ہوتی ہے وہ تعاطی ہے اور تعاطی عبارت ہے تناول سے کذا فی القاموس یعنی باہم دینا کہ بائع مشتری کو بیع کے اور مشتری بائع کو قیمت سے بلا ایجاب و قبول لفظی خواہ تعاطی ذیل چیز میں ہو خواہ عمدہ میں بخلات کرخی کے بیٹے لکھے نہ دیکھ بیع منعقد نہیں ہوتی مگر ذیل چیز کی تعاطی میں نہ عمدہ کی ہم نفیس عبارت ہے بیش قیمت سے اور نفیس کم قیمت سے اور بعضوں نے کہا کہ جسکی قیمت دس درم یا زیادہ ہو وہ نفیس ہے اور اس سے کم قیمت نفیس ہے سحر المرائع میں کہا کہ بیان اطلاق ہے معتد ہے کذا فی المطہاوی ہاں میں ہے کہ بیع کا منعقد ہونا تعاطی سے صحیح ہے فتح القدر میں کہا وہ صحت یہ ہے کہ طرفین کی رضامندی پر دلالت کرنا یہ سب کو شامل ہے یعنی بیع قولی اور فعلی کو اجناس نامہ میں ہے کہ مشتری نے بائع سے کہا کہ اتنے گھیسوں کتنے کو بیچتا ہے اسے کہا ایک درم کو مشتری نے کہا اتنے جدا کرے سو اسے جدا کر دیے تو یہ بیع ہو گئی اور اسی طرح اگر قصاب سے کہا اور اسے گوشت تول دیا اور حالانکہ وہ ساکت ہے تو وہ بیع ہو گئی یہاں تک کہ اگر مشتری نے شہن دینے اور گوشت لینے سے یا قصاب گوشت دینے سے انکار کر گیا تو قاضی دوزن سے زبردستی دلاویگا انتہی مافی النفع لمحضاً ولو التعاطی من احدی ایجاب نہیں علی الاصح فتح و بیعتی فیض تعاطی سے بیع منعقد ہوتی ہے اگرچہ تعاطی ایک ہی جانب سے ہو بنا بر قول اصح کے کذا فی الفتح اور اسی کا فتویٰ ہے کذا فی الفیض ہم فتح القدر میں ہے کہ اس میں اختلاف کہ بیع تعاطی میں قبض بدین شرط ہے یا ایک ہی بدل کا قبض کرنا کافی ہے صحیح قول ثانی ہے اس واسطے کہ امام عیسیٰ نے تصریح کی ہے کہ بیع تعاطی قبض احد البدین سے ثابت ہوتی ہے اور یہ شہن اور بیع کو شامل ہے انتہی مطہاوی نے کہا صورت اسکی یہ ہے کہ بائع اور مشتری شہن پر متفق ہوں پھر مشتری بائع کی رضامندی سے بیع لیکر بلا دفع شہن چلا جائے یا مشتری شہن دیکر بلا تسلیم بیع چلا جائے بشرطیکہ بیع موجود اور معلوم ہو تو بیع لازم ہوگی بقول صحیح اذا لم یصرح معہ مع التعاطی بعد م الرضا فلو دفع الدرہم واخذ الباطن و الباطن یقول لا اعطیا بہا لم یعقد تعاطی سے بیع منعقد ہوتی ہے جبکہ تعاطی کے ساتھ عدم رضا کی تصریح نہ ہوئی ہو تو اگر مشتری نے درہم دیے اور دروز سے لیے اور حالانکہ بائع کتابت میں انکو اس قیمت پر نہ دونا تو بیع منعقد ہوگی کما لو کان بعد

تعلق تعاطی

صحیحاً

عقد فاسد خلاصہ و بزازیہ و صرح فی البحر بان الایجاب والقبول بعد عقد فاسد لا یقع بہا البیع قبل متارکہ الفاسد یعنی بیع التعاطی بالاولیٰ و علیہ لیس فی الخلاصہ  
و غیر باعلیٰ ذلک چنانچہ بیع التعاطی منعقد نہیں ہوتی اگرچہ عقد فاسد کے بعد ہو کذا فی الخلاصہ و البزازیہ آدر بحر الرائق میں تصریح کی ہے کہ ایجاب و قبول سے  
عقد فاسد کے بعد بیع منعقد نہیں ہوتی قبل متارکہ فاسد کے تو بیع التعاطی میں بطریق اولیٰ بدون چھوڑنے فاسد کے بیع منعقد ہوگی اور بنا بر تصریح بحر الرائق  
کے جو خلاصہ غیر با میں ہے وہ اسی پر محمول ہے یعنی خلاصہ کا اطلاق عدم انعقاد عدم متارکہ پر محمول ہے لہذا وہی نے کہا جمہوری نے اپنی شرح میں خلاصہ سے  
یوں نقل کیا ہے کہ بیع التعاطی میں یہ بھی ضروری ہے کہ عقد فاسد یا باطل کے بعد نہواد اگر بعد فاسد یا باطل کے ہوگی تو قبل متارکہ منعقد ہوگی اس واسطے کہ بیع  
سابقہ پر اسکی بنا ہی انتہی یعنی تصریح قید متارکہ خود خلاصہ میں موجود ہے تو بحر الرائق سے تعقید کا ثابت کرنا کیا ضروری ہے اور جمہوری کی طرح نہر الفائق میں بھی  
خلاصہ کی روایت منقول ہے و تمام فی الاشباہ من الفوائد اذا بطل المتضمن بطل المتضمن بل علی الفاسد فاسد و عدم انعقاد بیع التعاطی قبل المتارکہ کا  
اشباہ کے فوائد میں اس قاعدے کے تحت میں مذکور ہے کہ جب متضمن بالکسر باطل ہو تو متضمن بالفتح بھی باطل ہوگا اور اس قاعدے کے تحت میں کہ جسکی بنا  
فاسد پر ہوئی وہ خود فاسد ہے یعنی جب بیع اول باطل یا فاسد ہوئی تو بیع ثانی کا قبض بھی باطل یا فاسد ہوگا و فیل لا بد فی التعاطی من الاعطاء و من  
اجابین و علیہ الاکثر قالہ بطرسوسی و اختارہ البرزازی و انہی بہ جلوانی و الکتبی الکرمانی تسلیم البیع مع بیان انہن تخریر ثلثہ اقوال قد علمت المفتی بہ اور قول  
ضعیف ہے کہ بیع التعاطی میں اعطاء اجابین یعنی بائع اور مشتری دونوں کا دینا ضروری ہے طرسوسی نے کہا اسی قول پر اکثر علماء ہیں اور اسی قول کو بزازی نے  
پسند کیا ہے اور اسکا حلوانی نے فتوے دیا ہے اور کرمانی نے اتفاق کیا ہے بیع کے تسلیم پر بیان ثن کے ساتھ تو اس میں منقح ہوئے تین قول اور تو معلوم کہ چکا قول  
مفتی بہ کو ہم قول اول ہے کہ ایک کا دینا کافی ہے خواہ بائع بیع کو دے یا مشتری ثن کو قول ثانی ہے کہ تعاطی میں دونوں کا دینا ضروری ہے اور تیسرا قول  
مفصل کرمانی کا ہے کہ فقط بیع کا دینا بیان ثن کے ساتھ کافی ہے اور نشا اس اختلاف کا امام محمد کا کلام ہے کہ بعضی جگہ تفسیر تعاطی میں اعطاء اجابین ذکر  
کیا تو اس سے بعضے سمجھے کہ اعطاء اجابین شرط ہے اور بعضے مقام میں اعطاء احد اجابین مذکور کیا تو بعضے یہ سمجھے کہ ایک دینا کافی ہے اور بعضے مکان میں تسلیم  
بیع کا بیان کیا تو بعضے یہ بوجھے کہ تسلیم ثن کافی نہیں بلکہ اعطاء احد اجابین کافی ہے اور یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الطحاوی و حررنا فی شرح الملتقی ص ۱۰۱  
والاجارۃ و صرف بالتعاطی فلیحفظ اور ہنہ تحریر کی ہے شرح ملتقی میں صحت اقالہ اجارہ اور صرف کی تعاطی سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ تعاطی کی تاخیر فقط  
بیع میں خاص نہیں ہم شرح ملتقی میں صحت اقالہ احد اجابین کی تعاطی سے ہر ایت بزازیہ در اجارہ کے صحت عادیہ سے اور صرف کی نہر الفائق سے منقول ہے  
فروع مسائل ملحقہ شارع کے بالیستجرہ الانسان من البیاع اذا حاسبہ علی اثامنا بعد استملاکنا ما جازا استحسانا جو چیزیں آدمی لیتا ہے بائع سے یعنی بدون  
العقاد بیع کے جبکہ بائع اس سے ان چیزوں کے ثن کا محاسبہ کرے بعد اسکی استملاک و خرچ کر ڈالنے کے تو بطور استحسان کے یہ جائز ہے ہم بحر الرائق میں  
کہ مقتود علیہ کی شرائط سے یہ ہے کہ موجود ہو تو بیع معدوم کی منعقد نہ ہوگی لیکن اس قاعدے سے وہ مسئلہ مستثنیٰ ہے جو قنینہ میں ہے کہ جن چیزوں کی بقال سے بدون  
بیع کے لینے کی عادت ہے علی و ہر الخراج یعنی بطور اجابت کے چنانچہ مسورا و رکسا و رتیل اگر انکو خرید کرے بعد منعقد ہوئے تو صحیح ہے انتہی تو بیان معدوم کی  
بیع جائز ٹھہری کذا فی الطحاوی و البیوع التی یکتہما الدیوان علی العمال لا یصح بخلات بیع خطوط الامتہ لان مال الوقت قائم ثمنہ ولا کذلک ہذا اشباہ  
و قنینہ و مفادہ انہ یجوز للمستحق بیع خبرہ قبل قبضہ من المشتري بخلات البندی بخر و تعقبہ فی النہر چنانچہ خزواہ کی ان چھٹیوں کا جنکو متصدیان نے فرما لیا  
لکہ دیتے ہیں صحیح نہیں بخلات ائمہ مسابہ کے حقوق کے کہ انکی بیع صحیح ہے اس واسطے کہ وقف کا مال وہاں قائم اور موجود ہے اور ویسا نہیں ہے بیان  
عمال سلطانی کے پاس مال کا موجود ہونا ہر وقت ضروری نہیں بلکہ ملک کی آمدنی پر موقوف ہے کذا فی الاشباہ و القنیع اس تحلیل سے معلوم ہوتا ہے  
کہ مستحق وقت کو اپنی ردی میں پناہ قبل اسکے کہ تقسیم کرنے والے مشترب سے قبضہ کرے جائز ہے بخلات لشکری سپاہی کی تجواہ کے کذا فی البحر و نہر الفائق

یستحیر  
و بقال  
بعد اسکا  
سرتن  
ماہر است

قال في غير موضع  
ان في بعض المواضع  
مخالفة قواعد  
العلماء في بعض  
المواضع

میں اسپر اعتراض کیا ہے ہم ہر الفائق میں کہا کہ ظاہر فقہی کی روایت معتبر ہے اس واسطے کہ فقہا کا اسپر اتفاق ہے کہ بیع معدوم کی صحیح نہیں اور بیع غیر ملوک کی اور  
امام کا حصہ قبل قبض کے ملوک نہیں تو اسکی بیع کہاں صحیح ہوگی اور اسکو یاد رکھنا جو ابن وہبان نے کتاب لشراب میں کہا ہے کہ فقہی کی روایت مخالف قواعد کے ہے  
الفتا کے لائق نہیں جب تک کہ دوسرے کی نقل سے اسکی تائید نہ ہوتی مخصوصا واقع المصنف بطلان بیع الجاکیہ لسانی الاشاہ بیع الدین لایجوز من المدیون اور  
فتوے دیا ہے مصنف نے کہ سپاہی کو تنخواہ جینا باطل ہے اس واسطے کہ اشاہ میں ہے کہ جینا دین کا جائز نہیں مگر دین سے جائز ہے ہم ہاکیہ سپاہی کی ماہوار تنخواہ کو کہتے  
ہیں جو سلطان یا امیر نے اسکے واسطے بھروسہ جنگ اور چوکیداری کے مقرر کی ہو تو اگر سپاہی چاہے کہ دو چار مہینے کی چودھی تنخواہ کو دوسرے کے ہاتھ بیع کرے  
تو جائز نہیں اس واسطے کہ تنخواہ تو امیر پر بمنزلہ دین کے ہے اور دین کا جینا غیر دین سے جائز نہیں اور دین سے بیچنے کی صورت یہ ہے کہ کپڑا بچا بھروسہ غلام کے  
سو ایک نے غلام پر قبضہ کیا اور کپڑا دوسرے پر دین باقی رہا سو کپڑا اسی شخص کے ہاتھ بیچا چند درہم معینہ کے عوض قبیح صحیح ہے اور اگر غیر دین سے بیچا  
تو صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ بیع ہی منقول کی اسکے مقبوض ہونے سے پہلے اور یہ جائز نہیں کہ ذاتی ماشیہ المدنی وغیرا ذی الاشاہ لایجوز الاعتیاض عن الحقوق مجرد  
کحق الشفعة و علی ہذا لایجوز الاعتیاض عن الوظائف بالادقاف در فتاوی مصنف در اشاہ میں ہے کہ جائز نہیں عوض لینا حقوق مجردہ سے یعنی جو حقوق مک  
ملک سے خالی ہیں چنانچہ حق شفعہ اور بوجہ اس قاعدے کے جائز نہیں عوض لینا اوقاف کے وظائف کا ہم وظائف سے مراد امامت اور خطابت اور  
موزنی اور قریشی اور ربانی ہے اشاہ میں ہے کہ حقوق مجردہ سے عوض کرنا جائز نہیں حق مجرد کی قید اس واسطے لگائی کہ حق قصاص اور ملک نکل اور حق رقبہ  
عوض جائز ہے و نہیانی آخر بحث تعارض عرف مع اللغة المذہبیم اعتبار العرف الخاص لکن انتی کثیر باعتبارہ و علیہ منقبتی لاجاز النزول عن الوظائف  
بمال در اشاہ کے تعارض عرفان لغت کے آخر بحث میں ہے کہ ظاہر مذہب یہ ہے کہ عرف خاص کا اعتبار نہیں لیکن بہت علمائے عرف خاص کے اعتبار کرنا فتویٰ دیا ہے  
تو بوجہ اسکے فتوے دیا جاتا ہے وظائف اوقاف سے کنارہ کر کے جواز کا بھروسہ اس کے ہم یہ قول مخالف نہیں قول سابق کے کہ اعتیاض حقوق مجردہ سے جائز نہیں اس واسطے  
کہ قول سابق سپہی ہے کہ عرف خاص معتبر نہیں ظاہر لمدایہ میں در یہ قول متفرع ہے قول مفتی یہ ہے کہ عرف خاص جبرئیل احکام عرف عام پر ہوتی ہے نہ عرف خاص پر عرف  
عام سے مراد تعارض عام ہے جو سب کو نہیں راجع اور مشہور ہے اور عرف خاص سے مراد وہ ہے جو چند لوگوں میں راجع ہے چنانچہ فقہا میں خلاصہ یہ ہے کہ صحت نزول عن الوظائف  
ببعض مال قواعد مذہب کے مخالف ہے لیکن اکثر مشائخ مثل شیخ فاسم اور علامہ عینی نے صحت نزول کا فتویٰ دیا ہے عینی نے اپنے فتاویٰ میں کہا کہ جواز نزول کے  
واسطے کوئی اصل معتبر نہیں لیکن حکام اور علما بسبب ضرورت کے اسپر چلتے ہیں اور بعضے علمائے جواز نزول پر اس سے استدلال کیا ہے کہ امام حسن نے معاویہ سے نزول  
عن اختلافہ پر صلح کی اس قدر مال پر جو ہر سال نیکو کانی ہوا اور مالانکہ خلافت اعظم الوظائف ہے لکن انی لظہاوی مخصوصا و بلزوم غلو بوجہ نیت اللیس لربا لکھاؤت خراہ  
ولا اجارہما لغیرہ و لو و قضا انتی اور بنا پر اعتبار عرف خاص کے فتویٰ ہے غلو کا کہین کے لزوم پر جو دوکانوں کے مالک کے صاحب غلو کا خارج کر دینا جائز نہیں اور  
دوکان کا اجارہ دینا اسکے سوا اگرچہ دوکانین وقت ہوں انتی مانی الاشاہ ہم حقیقت غلو ہے کہ دفع درہم اس منعت کا مالک ہو جسکے مقابلہ میں اُسے درہم دینے  
خواہ یہ منعت عمارت ہو یا غیر عمارت صورت عمارت کی یہ ہے کہ وقت میں مکانات قریب لاندہام ہوں تو واقف یا ناظر وقت اس شخص کو پکرایے جسے جو مکانات کی  
تعمیر کے تو وہ جو کچھ صرف کرے گا اس شخص کا غلو ہوگا اور وہ شخص اتف کا شریک ہوگا بقدر زیادت عمارت مثلا اگر قبل عمارت مکانات کا کرایہ ہر روز ایک  
دہاک ہوا بعد تعمیر کے تین دہاک کرایہ ہو جائے تو صاحب غلو و تہائی میں اتف کا شریک ہوگا بعد اسکے سوا اگر ان مکانات میں تعمیر کی حاجت ہو تو صورت  
مذکورہ میں واقف پر ایک تہائی صرف لازم ہوگا اور صاحب غلو پر دو تہائی کا اب معلوم کرنا چاہیے کہ جواز غلو میں اختلاف ہے مقدسی حنفی اور ابو حنیفہ مالکی اسکو  
باطل کہتے ہیں اور صاحب اشاہ و حیرہ اسکے جواز اور لزوم کے قائل ہیں اس واسطے کہ اوقاف نامی میں ہے کہ دوکانین بازار کی اراضی جبکہ لوگوں کے پاس جا رہے ہوں  
جنسوں دوکانوں کو بیچا ہے تو وقت جائز ہے اس واسطے کہ ہتے ان کا لوگوں کے تصرف میں لیکر انکو بیچ ڈالنے میں اور انکو میراث لیتے ہیں سلطان اُسے مزاحمت نہیں کرتا انکو لوگوں

ان

یہ تو غلط فہم اور معمول پر جو دیا کرتے ہیں یہی عادت جاری ہے متاخرین کی مدت کے دراز سے اتنی اولیٰ مذاہن نجیم نے کہا کہ صاحب دکان کو اس کا خارج کرنا اور غیر شخص کو اس کا اجارہ دینا جائز نہیں اگرچہ دکان اصل میں وقف ہو اتنی اور محمد بن بلال حنفی نے ہزار غلو میں ایک مسئلہ نقل کیا ہے اور صحت غلو کی شرط یہ ہے کہ درہم سبزو بہت وقت میں صرف ہوں سو بفعل جو وقت کے ناظر ہوتے ہیں اور اپنی ذات پر صرف کرتے ہیں اور دفع درہم کے واسطے غلو مقرر کر دیتے ہیں تو یہ حکم صحیح نہیں اور فائدہ غلو کا یہ ہے کہ وہ بہتر ملک کے ہے تو اسپر ملک کے حکام جاری ہونے چنانچہ بیع اور اجارہ اور ہبلہ درہم اور ادلے دین اور ارث اور وقف اور اگر غلو عمارت اور حثت ہوں تو زمین حق شفعہ بھی جاری ہو گا علامہ سموی نے صحت غلو کی تصحیح دی ہے اس واسطے کہ اسپر کثرت عمل جاری ہو گیا ہے تمام مالک میں خصوصاً دیار مصر میں تو اسکی صحت پر اعتماد کرنا چاہیے بازنکاب حسب الضرر میں ہوا واسطے کہ حکم بطلان سے تفسیح اسوا لخلق اکثر اختصاص میں الانام لازم آتا ہے علی الخصوص جبکہ وہ وقف ہو خیرات اور حسنات پر تو اس کے ابطال سے ابطال خیرات لازم آتا ہے وانشاء علم کذا فی حاشیۃ المدنی منصرفاً فی معین المعنی للمصنف مغرباً ولو بحیثیۃ عمارۃ فی ارض بہت فان بناہ او استجار اجازاً و مصنف کی کتاب میں المعنی میں ہے ولو بحیثیۃ کی طرف نسبت کر کے کہ زمین کی عمارت بھی گئی ہو اگر عمارت بنائے مکان ہے یا درخت ہیں تو بیع جائز ہے معنی فقط عمارت پر بیع واقع ہونی بلا ذکر ارض چنانچہ کسی کی عمارت وقف کی زمین میں ہو یا عمارت بیع کی زمین کے ساتھ اس طرح ہے کہ عمارت کا زمین سے جدا کر دیا جائے تو عقد صحیح ہے کیونکہ مکان اور درخت مال ہیں و زمین مشتری پر لازم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وان کر یا او کر ی انہما او نحوہ مما لم یکن ذلک بال لا یبطل مال لم یجز اتنی اور اگر عمارت گھوڑی جوئی زمین ہے یا نہر و نکا کھودنا اور صفات کرنا ہی مٹی وغیرہ سے کہ پانی خوب جاری ہو اور مانع اس کے اس قسم کے کہ جو چیز خود مال ہے نہ بیع مال تو بیع اسکی جائز نہیں اتنی باقی الولو بحیثیۃ صحت جو بیع اور صفات کرنے کے مانند زمین کا ہمارا کرنا ہی اور بیع سے اور ملا بیع مال سے مراد ارض جو قود کا سکنی ہے بطریق غلو کے کذا فی المطحطاوی قلت مفادہ ان بیع المسکۃ لایجوز و کذا مرہنا و لہ اجعلوہ الا ان فراخا کا لوظائف فلیجز اتنی و سند کرہ فی بیع الوفا مصنف نے معین المعنی میں کہا اور ولو بحیثیۃ کی عبارت کا مفاد یہ ہے کہ بیع مسکہ جائز نہیں اور بیع مسکہ اسکا زمین جائز نہیں اور اسیدہ سے اب علم نے اسکو فرغ قرار دیا ہے بیع مسکہ کو کسی بفرغ کیا ہے مثل و متعلقات وقف کے تو اسکی تحریر و وقوع کرنی چاہیے اتنی مافی معین المعنی اور قریب ہے کہ ہم اسکو بیع الوفا میں ذکر کریں گے ہم درمختار کے معنیوں کا کلام اس مقام میں مختلف ہے لفظاً و معنی مطحطاوی نے بیع المسکۃ ضبط کیا ہے بجزت میم اور شرح اسکی یون کی ہے کہ بیع مسکہ کو بیع غیر نافذہ کے حق مرد کی بیع جائز نہیں اور شیخ ابو طیب و شیخ عابد مدنی نے مسکہ باضافت میم ضبط کیا ہے اور اکثر نسخ درالمتنار کے اسی کے موافق ہیں پھر مسکہ کی مراد میں اختلاف ہے شیخ ابو طیب نے کہا کہ ظاہر مسکہ باضم سے کنوین کا کھودنا سمحت مکان میں مراد ہے کذا فی القاموس تو بیع اس مکان کی نہر کھودنے کی بیع کے مانند ہے اتنی اور شیخ عابد مدنی نے کہا کہ مسکہ اور مسکہ حضرت بصر کے لیے فرغ کا لفظ سنا ہے نہیں اس واسطے کہ فرغ اس کو کہتے ہیں کہ کوئی چیز کسی انسان کے واسطے سلطان کی طرف سے یا وقف سے باعتبار اشتقاق کے مقرر ہو پھر وہ انسان وہ چیز دوسرے کے واسطے ٹھہرائے ہے پھر بعض لیکر تو کنوین کھودنے کی بیع کو فرغ کہنا مجھ کو بے معنی معلوم ہوتا ہے تو بہتر یہ ہے کہ مسکہ سے یہ صورت مراد ہو کہ ایک شخص پر ٹھہرے قوت ہو اور وہ دوسرے شخص کو بیع عوین لیکر تو اسکو بیع مسکہ اور فرغ کہنا ممکن ہے کیونکہ قیاس میں بیع عوین مسکہ یہ بھی مذکور ہے کہ المسکۃ باضم سے اتنی ابو سعید کی معروضات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسکہ متعلق بوقف ہے متعلق بحکم بجز اتنی وانشاء علم و میثاقاً لایضا بلعظ و احد کہ فی بیع القاضی والوصی والاب من طفل و مشراہ منہ فانہ یوفور شفقتہ جلت عبارت کے معنی ہیں و تمام فی الدرر اور بیع منعقد ہوتی ہے ایک لفظ سے بھی چنانچہ قاضی دروسی کی بیع میں اور باپ کے بیچنے میں اپنے لفظ سے اس واسطے کہ سبب بوقف و شفقت باپ کے اسکی عبارت و عبارتوں کے برابر ٹھہرائی گئی اور پورا بیان اسکا درہم ہے ہم نے بیع اگر قاضی ایک قیام کا مال دوسرے قیام سے بیع کرے یا خرید کرے تو لفظ ایک لفظ سے بیع صحیح ہے اس طرح کہ کہے کہ میں نے اس کی چیز اس سے بیچی یا سول لی اور اگر قاضی قیام کی چیز خرید کرے یا بیع کرے اپنی ذات کے واسطے تو جائز نہیں کذا فی البحر اور دوسری کو اگر کوئی آدمی کہے کہ اپنے قیام کی چیز مجھے مول کے سے تو بیع حسب زمین اور اگر دوسری



اسکی چیز آپ خرید کرے بشرط منفعت تمیم تو جائز ہے کذا فی البزازی تبیین دس درم کی قیمت دے کو پندرہ درم دیکر خرید کرے اور باپ کی خرید و فروخت میں اپنے طفل سے منفعت لقل مشروط نہیں و ذور منفعت کے سبب سے فاذا اوجب احدین الاخر بالعاکان او مشتری یا فی المجلس لان خیار القبول مقید ہے بچہ جب کسی عاقد نے ایجاب کیا تو دوسرا عاقد بائع ہو یا مشتری اسکو قبول کرے مجلس میں اسواسطے کہ قبول کرنے کا اختیار مقید مجلس ہی میں یعنی مجلس ایجاب کے بعد قبول کرے بیع ثابت ہوگی یہاں تک کہ اگر بائع ایجاب کے بعد دوسرے آدمی سے اپنی کسی حاجت میں کلام کرے لگا تو ایجاب باطل ہوگا کذا فی البحر المحیط اسی نے کہا تو مجلس سے وہ مراد ہے جس میں یہ قول اور فعل نپایا جائے جو اعراض پر دلالت کرے اور وہ مشغولی نہ درپیش ہو جو ایجاب کو فوت کرے جسے اگر وہ اعراض کے واسطے نہ ہو کذا فی النہر سوا اگر اعراض یا مشغولی مذکور یا نئی جلسے کی تو ایجاب مذکور باطل ہو جائیگا اگر وہ بائع اور مشتری کا مکان نشست متحد ہے نہ متغیر ہو ہو کل البیوع بکل الشئ و ترک سئلایز تفریق بصفقہ مجلس ایجاب میں عاقد ثانی کل بیع کو کل شئ کے ساتھ قبول کرے یا ترک کرے تا تفریق بصفقہ لازم نہ آئے ہم صفقہ عبارت ہے ہاتھ کو ہاتھ پر مارنے سے بیچنے کے وقت اور اب اصطلاح فقہ میں صفقہ سے خود عقد مراد ہے یعنی غیر کسلی اور روزنی چیز میں یا سب چیز کو تمام شئ کے ساتھ قبول کرے یا ترک کرے اس میں بعض بیع کو بعض شئ سے قبول کرنا جائز نہیں تا تفریق عقد لازم نہ آئے مثلاً اگر بائع نے یون ایجاب کیا کہ میں نے یہ دس مرود یا پونڈے یا لیون چار پیسے کو تیرے ہاتھ بیچے تو مخاطب مختار ہے مجلس میں چاہے دس مرود یا پونڈے یا لیون چار پیسے سے قبول کرے یا نہ قبول کرے اور اگر مشتری کہے کہ میں نے پانچ امرود یا لیون کو دو پیسے سے لیا تو بیع منعقد ہوگی کیونکہ قبول مخالف ہو گیا ایجاب کے الا اذا اعاذ الا ایجاب القبول تفریق ایجاب جائز نہیں مگر جبکہ بائع اور مشتری دوبارہ ایجاب و قبول کریں تو بیع جائز ہوگی دوسرا ایجاب اور قبول سے ندادل سے اور ضعی الا آخر دکان الشئ منقشاً علی البیوع بالاجزا المکلیل موزون یا راضی ہو جائے دوسرے شخص تفریق بالقبول سے بشرطیکہ شئ منقسم ہو بیع کے اجزا پر چنانچہ مکلیل و موزون کے اجزا پر شئ منقسم ہو سکتا ہے مثلاً بائع نے کہا کہ میں نے دس سیر گہون دس آنے کو بیچے مشتری نے کہا کہ میں نے پانچ سیر گہون پانچ آنے کو خرید کیے اور بائع اس پر راضی ہو گیا تو بیع صحیح ہوگی سواس صورت میں قبول ایجاب ٹھہرا اور رضامندی بائع کی قبول ہو گئی اور ایجاب اول باطل ہو گیا والا لالا دان رضی الا آخر بعدم جواز البیوع باحصہ ابتدا کما حرره الواقی اور اگر شئ بیع کے اجزا پر منقسم نہ ہو تو بیع جائز نہیں اگر وہ دوسرے شخص تفریق بالقبول پر راضی ہو جائے اسواسطے کہ حصہ بیع کی بیع ابتدا میں جائز نہیں کذا حرره الواقی المحشی للدررہم اگر انقسام شئ کا بیع پر بالاجزا انوبلک انقسام بالقیمت ہے یعنی بیع کے اجزا متفاوت قیمت ہوں چنانچہ بائع نے کہا کہ میں نے دو غلام یاد و کپڑوں کو بیع میں دس درم کے بجائے مشتری نے ایک غلام یا ایک کپڑے کی بیع قبول کی تو بیع صحیح ہوگی اگر وہ بائع راضی ہو جائے اسواسطے کہ بیع باحصہ ابتدا میں جائز نہیں اور اگر بیع باحصہ بیچے عارض ہو چنانچہ ایک شخص نے پورا گھر بچا اور بعد اُسکے نصف گھر دوسرے کا ملک ثابت ہوا اور مشتری نصف باقی کی خرید سے راضی ہو گیا تو بیع صحیح ہوگی اسواسطے کہ بیع باحصہ ابتدا میں عارض ہوئی نہ ابتدا میں اور عدم جواز بیع مذکور اس صورت میں ہے کہ بائع نے ہر غلام اور ہر کپڑے کی قیمت علیحدہ علیحدہ مذکور نہ کی ہو کذا فی البحر المحیط اسی نے کہا کہ بیع تمام کل کے قول بجمہا کل واحد بآء دان لم یکر لفظ بعث عن ابی یوسف ومحمد بن الخوارزمی ان شربلا لیتہ عن البرہان یا ہر ایک شئ علیحدہ علیحدہ بیان ہو گیا ہو چنانچہ بائع کا یون کہنا کہ میں نے دو غلام یاد و کپڑوں کو بیچا ایک کو بیع میں دس درم کے اگر وہ بائع نے لفظ بعث کا دوبارہ کہا ہو صاحبین کے نزدیک درجی عدم تکرار لفظ بیع قول مختار ہے چنانچہ شربلا لیتہ میں برہان سے منقول ہے ہم صاحبین کے نزدیک تفصیل شئ صفقہ منعقد ہو نہیں گاتی ہے بلا شرط تکرار لفظ چنانچہ اسکی مثال شایع نے ذکر کی اور امام عظیم کے نزدیک تعدد صفقہ میں تکرار لفظ بھی شرط ہے اس طرح پر کہ (بعثتک من العبرین بعثک ہذا بجمہا و بعثتک ہذا بجمہا) یعنی ان دو غلاموں کو تیرے ہاتھ میں نے بیچا اس غلام کو پانسوی عوض میں نے بیچا اور اس غلام کو پانسوی عوض میں نے بیچا اور بیع القدر میں صاحبین کے قول کو یوں ترجیح دی ہے کہ مجرد تفریق شئ بلا تکرار لفظ بیع کافی ہے اسواسطے

اعاد

بیع

Marfat.com



حال خلافت موجد کذاتی انہر عن المغرب لمطادوی نے کہا من حال اصل ہر مطلب اسکا یہ ہے کہ ملول مقتنا سے عفتہ اور اجل یعنی مدت ثمن ثابت نہیں ہوتی  
مگر شرط تاجیل سے و موجد علی معلوم سلا یعنی سلع النزاع اور بیع صحیح ہر ثمن موجد سے جس کی مدت معلوم اور مقرر ہوتا نزاع کی توبت نہ ہو سچے ہم  
یعنی اس ثمن موجد سے بیع صحیح نہیں جسکی مدت موجد ہے کہ باعث نزاع ہے اور وجہ نزاع یہ ہے کہ بائع مدت قریب میں تقاضا کرے گا اور مشتری اسکا انکار  
کرے گا لہذا موجد مدت کی بیع فاسد ہے ولو باع موجد صرف لشہر یعنی اور اگر بیع موجد کی تو ایک مہینہ کی طرف پھیری جا دگی اسی کا فتوہ ہے کہ اس نے انہر  
عن شرح الجمع ولو اختلفا فی الاصل فالقول لنا فیہ الا فی السلم اور اگر بائع اور مشتری نے مدت میں اختلاف کیا تو اسکا قول معتبر ہے جو مدت کی نفی کرتا ہے مگر  
سلم میں مثبت مدت کا قول معتبر ہوگا مگر اختلاف مدت کی یہ صورت کہ بائع کہتا ہے کہ میں نے بلا مدت بیچا اور مشتری کہتا ہے کہ نہیں مدت بیچے واقع ہوئی ہے تو بائع ہی کا  
قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ بیع میں عدم تاجیل اصل ہے اور سلم میں مثبت کا قول اس واسطے معتبر ہوا کہ ثانی مدت مدعی ہے فساد سلم کا اس واسطے کہ سلم بلا مدت کے  
صحیح نہیں ولو فی قدرہ ظہری الاقل اور اگر دونوں نے اختلاف کیا مدت کی مقدار میں ایک کم مدت بیان کرتا ہوں اور دوسرا زیادہ مدت تو کمتر مدت کے مدعی کا  
قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ وہ زیادتی کا متکبر ہے والبیئۃ فیہا للمشتری اور دونوں صورتوں میں یعنی اختلاف مدت اور مقدار مدت میں مشتری کے گواہ مقبول ہونگے  
اس واسطے کہ گواہی خلافت ظاہر کے اثبات کے واسطے ہے ولو فی مضیۃ فالقول والبیئۃ للمشتری اور اگر دونوں مختلف ہوں مدت کے گذر جانے میں بائع کہتا ہے  
کہ مدت ہو چکی اور مشتری کہتا ہے کہ ہنوز مدت باقی ہے تو قول اور گواہی مشتری ہی کی مقبول ہوگی و یطیل لاجل بوقت المدین اور مدت باطل ہوتی ہے مدین کی  
موت سے ہم مدت کا فائدہ یہ ہے کہ مدین تجارت کر کے ثمن ادا کرے منفعت سے پھر جب مدت مقرر کرے تو اسکا مترکہ ادا سے دین کے واسطے  
مستحق ہونے کا تاجیل کا کیا فائدہ ہے قسوس مسائل ملحقہ شارح کے باع بحال ثم اجلا معلوما او مجموعا لکنیر و ذو حصا و صار مؤجلا فیہ بائع نے بیع کی  
ثمن بلا مدت پر پھر اسکی مدت مقرر کر دی خواہ مدت معلوم ہو یا مجموعا چنانچہ نورد یا کھیت کی کٹائی تو بیع موجد ہو جائے گی کذا فی المنیۃ اور ایک  
نسخے میں منیہ کی جگہ قنیہ ہے نورد وغیرہ مدت موجد کی مثال ہے صحت بیع مذکور صاحبین کا قول ہے اور امام کے نزدیک بیع فاسد ہے کذاتی الطمطاوی عن  
البحر الف من ثمن بیع فقال اعط کل شہر ما فیہ فلیس بتاجیل بزاد یہ بائع کے ہزار درم ہیں مشتری پر منجملہ ثمن بیع سو بائع نے کہا کہ ہر مہینے میں سو درم دیا کہ  
تو یہ مدت معین کرنا نہیں ہے کذاتی البزاز یہ یعنی فی الحال طلب کر سکتا ہے کذا فی البحر علیہ الف ثمن جلد ربہ بخوامان اعلیٰ پنجم حل الباقی فالامر کما شرط الملتقط وہی  
کثیرۃ الوقوع مشتری پر ہزار درم ثمن کے ہیں جن کی مصاحبین نے قسط بندی مقرر کی ہے چون کہ کہ اگر کسی قسط میں غلط ڈالے تو باقی دین بلا مدت  
واجب لاداہو تو دونوں کی شرط کے موافق ہوگا کذا فی الملتقط اور یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے ہم جلی نے کہا ان اعلیٰ مال ہے جمل کے قائل کا بتدیر قول کے  
تکلت و ما کثیر وقوع مالوا مشتری یقطع را بحتہ فکرت بضرب جدیدۃ یجب قیمتا یوم البیع من الذہب لا غیر اذ لا یکن لملوکام حکم بثلثا المنع السلطان منہا  
دلاید بیع قیمتا من الفضة جدیدۃ لانما لم یغلب عشیا جدیدہا و دروہا سواہا اما ما غلب عشۃ فقہیہ اختلاف کما سبجی فی فضل القرص فقہیہ و بہ  
اجاب سعدی آفندی میں کہتا ہوں اور منجملہ مسائل کثیر الوقوع یہ مسئلہ ہے کہ اگر چلن کے روپیوں سے خرید کیا پھر انکار وراج موقوف ہو گیا  
دوسرا نیا سکہ پڑنے سے تو ان روپیوں کی جو قیمت ہوگی سونے سے بیع کے دن وہ واجب ہوگی نہ سوا سے اسکے اس واسطے کہ سکہ  
قدیمہ کے رواج دینے کا حکم کرنا حاکم کو کو ممکن نہیں بسبب منع کر دینے سلطان حال کے انکے رواج سے اور انکی قیمت فضہ جدیدہ سے بھی مشتری  
نے اسے اس واسطے کہ جبکہ چاندی کی ملوثی غالب ہوگی چاندی پر تو عمدہ اور ناقص چاندی دونوں برابر ہیں باجماع امام اور صاحبین کے اور جس  
چاندی میں ملوثی غالب ہوگی انہیں امام اور صاحبین کا اختلاف ہے چنانچہ اسکی تفصیل قرص کی فضل میں آدگی سوا گاہ رہتا اور یہی جواب دیا ہے اس مسئلہ کا  
سعدی آفندی نے ہم طمطاوی نے کہا غلبہ غش باب البصر میں مذکور ہے نہ قرص میں اور قرص میں رواج اور کساد مذکور ہے بلا قید غلبہ غش

۴  
فصل فی بیع  
فصل فی بیع  
فصل فی بیع  
فصل فی بیع

وہذا اذ بیع ثمن دین للو بین فسد فتح اور یہ یعنی صحت بیع ثمن موصل اس وقت ہی جبکہ بیع واقع ہو نقد ثمن سے تو اگر بیوض عین موصل بیع ہوگی تو بیع فاسد ہی  
 کذا فی الفتح ثمن دین سے ثمن نقد بقرینہ مقابلہ عین مراد ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر ثمن روپیہ یا اشرفی ہی اور اسکے دینے کا مثلاً دس روز کا وعدہ کیا تو بیع صحیح ہی  
 اور اگر ثمن کپڑا ہی یا اور اسباب تو اسکے ادا میں مدت معین کرنا صحیح نہیں کہ بیع فاسد ہی و بخلات جنسہ ولم یجمع با قدر لما فیہ من ربوا النساء کما سیئ فی بابہ و جبکہ  
 بیع بخلات جنس ثمن ہو اور بیع او ثمن دو نو ٹکوں کیل در و دن شامل ہو اس واسطے کہ اس میں تاخیر کا بیاج ہی چنانچہ اسکی تفصیل باب لربوا میں آویگی ہم خلاصہ یہ ہی  
 کہ بیع ثمن موصل درست ہی و شرط سے ایک یہ کہ ثمن ہنجر نقد کے ہونہ ہنجر عیان کے دوسری شرط یہ ہی کہ بیع بخلات جنس ہو بشرطیکہ بیع او ثمن کیل اور روزنی  
 ہنجر چنانچہ کپڑے کو روپیہ سے خرید کر نادت مقرر کر کے صحیح ہی تو بیع پتھر کی پتھر سے یا من بھر گہیوں کی من بھر گہیوں سے یا گہیوں کی جو سے مدت مقرر کر کے  
 صحیح نہیں ہی کہ بیاج ہی و الاجل ابتدا و من وقت التسلیم و لو فی اختیار فسد سقوط اختیار عندہ خانہ اور مدت کی ابتدا تسلیم بیع کے وقت سے ہی اور اگر  
 بیع بشرط اختیار ہوگی تو جب سے کہ اختیار ساقط ہوگا اس وقت سے مدت شروع ہوگی امام کے نزدیک کذا فی الخانیہ یعنی مدت کا شمار تسلیم کے  
 بعد ہی نہ بعد ایجاب و قبول کے و مشتری ثمن موصل کی سنت منکرۃ الاجل سنتہ ثانیہ نہ تسلیم منع البائع السلعة عن مشتری الاجل المنکرۃ  
 تحصیل القامۃ التاجیل ادا اس مشتری کے لیے جس نے سال غیر معین کے ثمن موصل پر خرید کیا دوسرے سال کی مدت ہی تسلیم بیع کے وقت سے  
 سبب روک رکھنے بائع کے متاع کو مشتری سے سال غیر معین کی مدت میں تا تقریر مدت کا فائدہ حاصل ہو ہم خلاصہ یہ ہی کہ مشتری نے ادا سے  
 ثمن کے واسطے سال بھر کی مدت بلا تعین سال مقرر کی اور بائع نے ایجاب و قبول کے بعد سال بھر تسلیم بیع نہ کی تو تسلیم کے بعد دوسرے سال سے  
 اسکی مدت مذکورہ شروع ہوگی تا مشتری بیع میں تصرف کر کے ادا سے ثمن پر قادر ہو یہ قول ہی امام کا خلافاً للصاحبین فلو معنیۃ او لم یتبع البائع  
 من التسلیم لا اتفاقاً لان التفسیر منہ تو اگر مدت معین سال کی ہو یا بائع نے تسلیم بیع سے منع نہ کیا ہو تو دوسرے سال کی مدت باتفاق امام اور  
 صاحبین کے ہوگی اس واسطے کہ مشتری کا قصور ہی مگر مشتری نے کہا کہ میں اسی سال ثمن ادا کرونگا اور بیطرح معین مدت چنانچہ اگر مشتری نے  
 کہا کہ جب تک ادا کرونگا اور بائع نے سال بھر یا جب تک تسلیم بیع نہ کی تو مشتری کے واسطے دوسری مدت بالاتفاق ہوگی کذا فی الطحاوی عن لدر و الشریک  
 فتاویٰ مالگیری میں ہی کہ محل اختلاف امام اور صاحبین و صورت امتناع تسلیم ہی اور اگر بائع نے امتناع نہیں کیا تو ابتدا سے مدت عقد کے وقت سے ہی  
 بالاجماع و الثمن المسے قدرہ لا وصف ینصرف مطلقاً الی غالب نقداً البلید بلکہ العقد یجمع الفساک لانه المتعارف اور جس ثمن کی مقدار مذکور ہوئی نہ  
 اسکا وصف تو اس ثمن کا مطلق منصرف ہوگا غالب نقد بلکہ کی طرف یعنی جس شہر میں بیع منعقد ہوئی وہاں کا نقد غالب لرواج مراد ہوگا کذا فی مجمع الفتاویٰ  
 اس واسطے کہ جبکہ رواج غالب ہی وہی متعارف ہی ہم یعنی جب مشتری نے دس روپے کو چیز خرید کی بلا قید و صفت و بلا قید شہر تو یہ اطلاق اس شہر کے نقد  
 غالب کی طرف راجع ہوگا جس میں بیع واقع ہوئی نہ عاقدین کے شہر کی طرف اس واسطے کہ نقد غالب متعارف ہی تو مطلق اسی طرف پھر گیا اگر وہ اس شہر میں  
 اور وہاں ہی موجود ہوں جسے معاملہ نہیں ہوتا یا ہو مگر تلیل چنانچہ اسکا اشارہ فتح القدر میں ہی کذا فی الطحاوی نے مجمع الفتاویٰ سے نقل کیا کہ ایک  
 شخص نے بیع کی ایک مرد سے اصغمان میں بیوض اتنے دنانیر کے سوائے قیمت نہ دی یہاں تک کہ مشتری بخارا میں ملا تو اسپر عیا اصغمان ہی واجب ہوگا  
 تو مکان عقد ہی معتبر ہوا انتہی وان اختلف النقود و مالیت کذب شرفی و بندنی فسد العقد مع الاستوار فی رواجها الا اذا بین فی المجلس لرواج بحالہ اور  
 اگر نقود شہر کے مختلف ہوں باعتبار مالیت کے جیسے شرفی اور بندنی سونا تو عقد فاسد ہی اسکے رواج برابر ہونے کے ساتھ مگر اس وقت فساد نہیں جبکہ مشتری  
 بیان کرے ایک نقد کو اسی مجلس میں بسبب دو ہوجانے بحالت کے ہم بیع فاسد ہی بسبب بحالت کے جو باعث نزاع ہی اس واسطے کہ ایک دوسرے سے  
 ادلی نہیں باعتبار رواج کے اور اگر مشتری نے مجلس میں تصریح کی اور بائع راضی ہو گیا تو بیع صحیح ہی اس واسطے کہ بحالت دفع ہو گئی قبول اسکی تقرر کے مصنف نے



اختلاف نقد کی ہو اسلئے قید لگائی کہ اگر نقد مالیت اور رواج میں برابر ہیں تو بیع صحیح ہے مشتری کو اختیار ہے جو چاہے اور اگر سے اور اسلئے اگر نقد مالیت اور رواج دونوں میں مختلف ہوں یا مالیت میں برابر ہوں رواج میں مختلف ہوں تو دونوں صورتوں میں بیع صحیح ہے باعتبار اس نقد کے جو غالب رواج ہے کذا فی انہرو صحیح بیع الطعام ہونی عرف المتقدّمین ہم لحنظہ و دقبتا کیلا و جزا فاشلت اجمیع معرب کذات المجازفہ اور صحیح ہے بیع طعام کی چنانچہ سے ناپ کر اور بطور تخمینہ اور مال کے طعام متقدّمین کے عرف میں گہیوں اور اسلئے آٹے کا نام ہے اور جزا ان بھوکات ثلثہ اجمیع کذات فارسی کا معرب ہے یعنی مجازت ہم کہتا ہے کہ علامہ نوح نے کہا کہ جزا بیع ہے حدیث و تخمین سے بلا کیل اور بلا وزن اور ابن قطن نے کہا کہ مجازت بیع میں عبارت ہے مسابہ سے اسلئے اصل مصنف کے کلام میں طعام سے بیع خوب مراد نہیں نہ فقط گہیوں اور نہ جمیع ماکولات بقریہ کیل و جزا ان کے خوب کی بیع انکل سے جائز ہونی بلا کیل اور وزن بسبب دور ہو جانے جمالت کے اشارہ کرنے سے حاشیگی میں یعنی سے منقول ہے کہ انکل کی بیع میں شرط ہے کہ میزاد ہوا ہوا ہو کذا فی الطحاوی اذا کان بخلاف جنسہ و لم یکن راس مال سلم شرطیہ معرفتہ کما یسجد او کان بجنسہ نہو دون نصف صلح اذ لا یوافیہ کما یسجد بیع خوب بطور تخمین صحیح ہے جب کہ بیع اسکی مخالف جنس سے ہو چنانچہ گہیوں کی بیع جو سے اور جبکہ سلم کا راس مال نہو اسلئے کہ راس مال کی معرفت مقدار شرطیہ چنانچہ باب السلم میں آویگا یا بیع اناج کی اپنی جنس سے ہو حالانکہ اناج نصف صلح سے کمتر ہے اسلئے کہ نصف صلح سے کمتر ہیں بیاج نہیں چنانچہ باب لہو ابرو میں آویگا و من المجازفہ البیع بانا و حجر لا یعرف قدرہ قید نہو مشتری اختیار نہیں ہوا و نہو بخلاف تخمین ہے چنانچہ برتن اور پتھر سے جنکی مقدار معلوم نہیں اور مشتری کو دونوں میں اختیار ہے کذا فی انہرو صحیح ہے انہرم کہتا ہے نہو الفائق میں کہا اسلئے یہ بیع جائز ہے کہ جمالت باعث منازعت نہیں اور کیل اور مجازت پر اسکو اسلئے عطف کیا کہ یہ بصورت کیل کے ہے اور حقیقت میں کیل نہیں ہے شرط صحت یہ ہے کہ برتن گھٹتا بڑھتا نہو چنانچہ لکڑی یا لوہے کا برتن ہو اور اگر مثل زنبیل یا خرچی کے برتن ہو تو جائز نہیں مگر پانی کی مشکوئین بسبب راج کے جائز ہے اور مصنف نے ثبوت خیانت سے سکوت کیا لیکن جمیع النوازل میں ثبوت خیانت پر تصریح ہے اسلئے کہ فریہ کرے اس پتھر کے برابر سونے سے اتنی اور لایح یون ہے کہ غیر معلوم المقدار برتن میں بھی اختیار ثابت ہوا ہے و ہذا اذالم یکتمل لانا و النقصان و اکتھرت فان احتلما لم یجرب کبیعد قدر ما یلا ہذا البیت ولو قدر ما یلا ہذا اطلت بجاز سراج اور یہ یعنی برتن کی پڑی اور پتھر کے وزن سے بیع اسوقت جائز ہے جب برتن نقصان کا اور پتھر ٹوٹنے پھوٹنے کا محتمل نہو اور اگر نقصان ما در پھوٹنے کا محتمل ہوگا تو بیع جائز نہوگی چنانچہ اسس مقدار کی بیع جائز نہیں جس میں یہ کوٹھری بھر جائے اور اگر اس مقدار کی بیع کی جو اس طاس کو بھرنے تو جائز ہے کذا فی اسراج و صحیح فی ماسی صلح فی بیع صبرہ کل صلح بکذا مع اختیار مشتری لتفرق اصفقہ علیہ بیعی اختیار انکشف اور صحیح ہے بیع ہر سے کی چنانچہ ایک صلح کی بیع صحیح ہے اناج کے ڈھیر کی بیع میں اسلئے کہ ہر صلح عوض اتنے کے ہا وجود اختیار مشتری کے بسبب تفرق ہونے عقد کے مشتری پر اور اسکو اختیار انکشف کہتے ہیں ہم کہتا ہے ایک ڈھیر ہے گہیوں یا جو کا اسکے مالک نے کہا کہ میں نے اسکو بیچا ہر صلح عوض درم کے باہر سیر عوض آنے کے اور مقدار اسکی نہ ذکر کی کہ اتنے صلح یا اتنے سیر ہے تو امام اعظم کے نزدیک ایک صلح یا ایک سیر کی بیع صحیح ہوگی اسلئے کہ اسقدر بیع اور میں معلوم المقدار ہے اور بیع نے نفسہ متفاوت چیز نہیں اور اس سے زیادہ مقدار اور میں دونوں مجہول ہیں معلوم نہیں کہ سب ڈھیر کے صلح یا کے سیر کا ہے اور درم یا آنے کہتے ہیں طحاوی نے کہا اختیار انکشف اسلئے کہتے ہیں کہ حال منکشف ہو گیا ایک صلح کی صحت بیع سے بحر الزمان میں بدایع سے منقول ہے کہ ایک صلح میں بیع لازم ہے بلا اختیار مشتری اور بیع قول فاسہ ہے و انشاء علم صحیح فی انکل ان کیل نی المجلس الزوال انفسہ قبل تقرہ او بی جملہ تقرہ انہا بلا اختیار و عند العقد و بعدہ نے المجلس و بعدہ عند ہوا و بیعی اور صحیح ہے بیع سب ڈھیر میں اگر اسکا پیمانہ ہو گیا عقد کی مجلس میں بسبب دور ہونے مفرد کے قبل اسکے جینے کے یعنی جمالت قبل نقصان مجلس و ازل ہو گئی یا بائنے نے اس ڈھیر کے تقیر بیان کر دیے

توبیع صحیح ہوگی بل اختیار مشتری اگر تسمیہ عقد کے نزدیک ہو اور اگر تسمیہ بعد عقد کے مجلس میں ہو تو بیع با اختیار مشتری ہوگی یا بعد مجلس کے تسمیہ ہوا تو صاحبین کے نزدیک صحیح صحیح ہوگی اور یہ ایک فتوے ہے ہم کہتا ہے تفسیر ایک پیمانہ ہے شرح ملحقہ میں ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوے اس نظر سے نہیں کہ امام کی دلیل ضعیف ہے بلکہ اس نظر سے باطل ہے اختیار آسانی ہونان رضی الہ عنہم البیع بلا رضی من البائع بظاہر نعم نہ ہو صورت خیار اگر مشتری رضی ہو جائے تو کیا بیع لازم ہوگی بلا رضامندی بائع کے ظاہر جواب ہے کہ ہاں بیع لازم ہوگی کذا فی التہریر تاکہ اگر بعد کس کے بائع منع بیع کرے تو اسکا منع معتبر نہ ہوگا اور مشتری سب ڈھیر کو لیکر کذا فی التہریر ایضا و قدر فی الكل فی بیع منع قطع قطعہ بقطع النعم و ثوب کل شاة و ذراع لفت شریک اور تمام میں بیع فاسد ہے بھیر بکری کی ربوڑ اور کپڑے کی بیع میں اس طرح کہ ہر بکری عوض اتنے کے ہے اور ہر گز عوض اتنے کے شارح نے کہا کہ بیع منع تا سے مثلہ و تشدید لایام عبارت ہے کل غنم سے اور شاة اور ذراع میں لفت و نشر مرتب ہے کہتا ہے یعنی بائع نے بھیر بکریوں کی طرٹ اشارہ کر کے کہا کہ میں سے ہر بھیر یا بکری ایک روپے کو بی با کپڑے کے تھان کی طرٹ اشارہ کر کے کہا کہ ہر گز اسکا چار آنے کو ہے تو بالکل فاسد ہے تمام افراد میں امام کے نزدیک سوا سطلے کہ افراد یہاں مختلف ہیں تو قیمت سب پر ہر تسمیہ ہوگی تو نزاع واقع ہوگا ایک کی تعیین میں بائع چاہیگا کہ مشتری چھوٹی دہلی بکری سے اور مشتری بڑی موٹی بکری کا ارادہ کرے گا بخلات کیوں سب ڈھیر کے کہ وہاں ایک صلح یا ایک سیر کی بیع صحیح ہے سوا سطلے کہ کیوں کے افراد یعنی اسکے دانوں میں تفاوت نہیں یکساں حال ہی مصنف نے کپڑے میں کوئی قید نہ لگائی مانند صاحب گزار اور دقاہ کے لیکن عتابی نے جامع صغیر میں حضرت تبعیض کی قید لگائی ہے یعنی جس کپڑے کے ٹکڑے ہونے سے قیمت کم ہوتی ہو اس میں بیع مذکور صحیح نہیں تو اگر جس تھان سے گز دو گز اور ناموجب نقصان نہ ہو تو چاہیے کہ امام کے نزدیک اس میں ایک گز کی بیع جائز ہو جیسے کیوں کے ڈھیر سے ایک صلح کی بیع جائز ہے کذا فی المنع عن غایۃ البیان دان علم عدد النعم فی المجلس لم یقل صحیحاً عندہ علی الاصح اور اگر بھیر بکری کا شمار مجلس میں معلوم ہو جائے تو بیع منقلب بہ صحت ہوگی امام کے نزدیک بنا بر قول اصح کے ہم کہتا ہے یعنی بعد عقد کے مجلس میں شمار معلوم ہونے سے صحیح ہوگی دلور ضیا العقد بالتعاطی نظیرہ البیع بالرقم سراج اور اگر بائع اور مشتری رضی ہو جائیں بیع مذکور سے توبیع منع ہوگی بسبب تعاطی کے اور ماندا اسکے بیع بالرقم ہے کہ رضی اور تعاطی سے صحیح ہو جاتی ہے کذا فی السراج ہم رقم کے معنی نقش کے ہیں جسکو ہندی میں آہٹک کہتے ہیں اور سراج میں ہے بیع بالرقم ہے کہ بائع نے یہ کپڑا بیجا موافق اسکی رقم کے بیعے جو ٹن کے کپڑے پر لکھا ہے اور مشتری کو وہ معلوم نہیں سوا کہ بعد حصول عمتہ مشتری دیکھے گا تو بیع فاسد ہے اور اگر قبل فراق کے رقم دیکھے گا اور بیع کو پسند رکھیگا تو بیع صحیح ہوگی اور اگر قبل علم تفرق ہوا تو فساد ہوگا جو جائیگا اور بعد اسکے منقلب ہوگا از نو گا انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی لفتح القدر میں ہے کہ بیع بالرقم فاسد ہے سوا سطلے کہ سبب رقم کے جہالت میں عند عقد میں متکثر ہوگی ہے مانند قمار کے معلوم نہیں کہ ٹن کیا ہے اور صاحبین اسکو جائز کہا ہے اگر مجلس میں ٹن معلوم ہو جائے اور دوسرا عقد منعقد ہو یعنی تعاطی انتہی لوطاوی نے کہا یہ منافی ہے فقہاء کے کلام سے سوا سطلے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ بیع تعاطی میں ضروری ہے عقد فاسد یا باطل کے بعد نہو اور اگر ہوگی تو قبل ہمارے منعقد ہوگی مگر یہ کہ اس انعقاد کو بعد المتارکہ پر مہول کیجئے و کذا حکم فی کل معدود متفاوت کابل و عبید و بطیح و کذا کل مافی تبییض ضرر کم صورع ادانی برائع اور سبطرح غنم اور ثوب کا حکم ہے ہر معدود مختلف میں چنانچہ اونٹ اور غلاموں اور خیر و زمین اور سبطرح جس چیز کے ٹکڑے کرتے ہیں ضرر ہو چنانچہ ڈھلے برتن کذا فی البدائع و لوسی عدد النعم والذراع اجملاً لہن مع تفاوت اور اگر بائع نے بھیر بکریوں کی گنتی اور کپڑوں کے گز و نکا شمار بتایا یا تمام ٹن مذکور کر دیا تو بالکل میں صحیح ہو جائیگی باتفاق امام اور صاحبین کے ہم کہتا ہے یہ مفروض ہے قبل عقد کے یا صلح عقد میں اور جو سابق مذکور ہوا کہ شمار غنم کے معلوم ہونے سے صحیح نہیں وہاں تسمیہ مفروض ہے بعد عقد کے تو دونوں صورتوں میں کچھ تناقض نہ ہا کذا فی لوطاوی و من ابی اسود و اصنا بطحہ بکلہ کل ان الافراد ان لم تعلم نہایتان لم تو لہما لہ فلا استعراق کہیں تعلیق اور قانہ کلیہ لفظ کل یہ ہے کہ اگر افراد کی نہایت معلوم ہو

سو اگر عدم علم جمالت کا باعث ہو تو وہ ان لفظ کل استغراق کے واسطے ہی یعنی جمیع افراد مراد ہوتے چنانچہ بین و تعلق ہم کتاب طوطی کے کما جمالت سے وہ جمالت مراد ہے جو موجب نزاع ہو شایع کو یوں کہنا مناسب تھا کہ بجائے بین لفظ امر کا لانا اس واسطے کہ تعلق خودی بین ہی تعلق کی یہ مثال ہے کہ رکل امرأة از و جاتی طالق، یعنی جس عورت سے میں نکاح کروں وہ مطلقہ ہے (و کما اکتلت اللحم فعلی ذہم) اور ہر بار کہ میں گوشت کھاؤں تو مجھے ایک درم دیا واجب ہے تو ہر ترویج پر طلاق اور ہر لقمے پر درم واجب ہوگا اور امر کی مثال یہ ہے کہ آمر نے ماور سے کہا کہ میری طرف سے ہر چھینے میں ایک درم دیا کرتا تو ماور نے ایک چھینے سے زیادہ دے دیا تو امر پر وہ لازم ہوئے والا فان لم تعلم فی المجلس فعلی الواحد اتفاقاً کا جارہ و کفالتہ و قرارہ اگر جمالت موجب نزاع ہے تو اگر افراد کی نہایت مجلس میں نہ معلوم ہو تو وہ ان لفظ کل کا ایک فرد پر محمول ہوگا اتفاق امام و صاحبین کے چنانچہ اجابے اور ضمانت اور قرار میں ہم کتابہ اجابے کی مثال یہ ہے کہ میں نے اجارہ دیا اپنا گھر کل شہر عوض اتنے کے تو اسپر ایک مہینہ لازم ہوگا اور ضمانت کی صورت یہ ہے کہ اگر عورت کے نفقے کا ضامن ہو اکل شہر یا کل یوم کا تو اسپر ایک چھینے یا ایک دن کا نفقہ لازم ہوگا امام کے نزدیک خلافاً لابی یوسف رحاً اور اقرار کی صورت یہ ہے کہ جب زیہ نے خالد سے کہا کہ تیرے مجھ پر کل درم میں تو ایک درم لازم ہوگا لکن فی الطوطی والا فان تفاوتت الافراد کا لغت صحیح نے شے عنہ اور اگر نہایت افراد کی معلوم ہو سو اگر افراد قیمت میں تفاوت ہوں چنانچہ غنم تو کسی چیز میں امام کے نزدیک بیع صحیح نہیں نہ ایک فرد میں نہ سب افراد میں والا صحیح نے واحد عنہ کالصبرہ اور اگر افراد میں تفاوت نہ ہو تو ایک صلح یا ایک سیر میں امام کے نزدیک بیع صحیح ہے چنانچہ گھیسوں جو کے ڈھیر میں و صحیح فیہما فی النکل بحر اور صاحبین نے بیع کو صحیح کہا ہے دونوں میں یعنی سب غنم اور سب ڈھیر میں کذا فی البحر کتابہ صاحبین در شافعی کی یہ دلیل ہے کہ بیع معلوم ہو چکی اشائے کے سبب سے اور جمالت شہن کی شمار کرنے غنم سے اور النج کے پیمانہ کرنے سے نہ وال پذیر ہے تو عقد صحیح ہوگا کیونکہ دفع جمالت کا طریقہ موجود ہے دے فی التمر عن العیون و البشر خلیۃ عن البرہان القستانی من محیط وغیرہ و بقولہما فی تیسیر اور نہ الفائق میں عیون سے اور شربنا لہ میں برہان سے اور قستانی میں محیط وغیرہ سے منقول ہے کہ امین مما حین ہی کے قول پر نتوے ہی بنظر آسانی کے وان بلع صبرہ علی انہما تہ قفیر ہما تہ در ہم وہی اقل و اکثر اخذ مشتری الاقل بحصۃ ان شاء او وقع لتفرق الصفتہ و کذا کل بلیل او موزون لیس نے تبیضہ ضرر اور اگر ڈھیر کو بیچا اس شرط پر کہ وہ سو قفیر ہی سو درم کو اور مال لکھو وہ سو سے کم ہے یا زیادہ ہے تو مشتری کم کو لے اُس کے حصے کے موافق قیمت دیکر اگر چاہے یعنی اگر مثلاً ساٹھ قفیر گھیسوں ہوں تو ساٹھ درم کو لیا چاہیے یا بیع کو شیخ کرے بسبب متفرق ہونے صفت کے اور ہی حکم ہے ہر ایک اس کیلی یا دوز چیز میں جبکہ پارہ پارہ ہونے میں ضرر نہیں ہم کتابہ ضرر تبیض کی قید سے خانیہ کا مسئلہ نکلیا اگر موتی بیچا اس شرط پر کہ شقال بھرہ پھر وہ وزن میں شقال سے زیادہ نکلا تو مشتری اُس کا مالک ہے یعنی بلا زیادت شہن اس واسطے کہ وزن اُس چیز میں جسکو تبیض مضری و صفت ہی جیسے ذراع کپڑے میں صفت ہی کذا فی الطوطی و ما زاد للبائع لو وقع العقد علی قدر معین در جو زیادہ ہو یعنی اگر ڈھیر اناج کا سو قفیر سے زیادہ نکلا تو وہ بائع کا ہی بسبب واقع ہونے بیع کے قدر معین پر یعنی بیع سو قفیر پر منعقد ہوئی تو جتنا سو سے زیادہ ہو گا وہ دخل عقد نہیں تو وہ بائع کا ہوگا مشتری کا وان بائع لمذبح مثلاً علی اشائہ ذراع مثلاً اخذ مشتری الاقل بکل الثمن و ترک الا اذا قبض البیع او شاہدہ فلا خيار لہ لانقلع لغرور نہرو اخذ الا اکثر بلا خيار للبائع لعلان الذرع و صفت لتعیب بالتعیض عند القدر و الوصف لا یقابله شی من الثمن اور اگر مذرع کو خواہ کپڑا ہو یا زمین کذا فی شرح الملتقی مانہ سابق بیچا اس شرط پر کہ مذرع مثلاً سو گز ہی سو درم کو تو مشتری کمتر کو پوری قیمت سے لے یا ترک کرے مگر جبکہ مشتری نے بیع پر قبضہ کیا یا اسکو دیکھ لیا تو اسکو ترک بیع میں اختیار نہیں ہو جائے قریب کے کذا فی التمر اور اکثر مشتری لیگا بلا اختیار بائع کے اس واسطے کہ ذرع یعنی گز و صفت ہی بسبب معیوب ہونے مذرع کے تبیض سے بخلاف مقدار یعنی کیل اور وزن کے کہ وہ صفت نہیں اور صفت کے مقابلہ میں ثمن کچھ نہیں پڑتا ہم کتابہ توضیح کی

یہ ہے کہ بائع نے زمین بھی سو روپے کو اس شرط پر کہ وہ سو گز ہی مثلاً پھر وہ ساٹھ یا اسی گز نکلی یا ایک سو دس گز ثابت ہوئی تو مشتری کو کمتر میں اختیار ہے چاہے ساٹھ یا اسی گز پوری قیمت کو سو روپے دے کرے یا نہ لے اور اگر بیعتے ایک سو دس گز کو مشتری سو روپے سے لیگا بلا اختیار بائع کے بخلاف کیلی اور ذری چیز کے کہ اسیں کمتر قیمت کمتر مشتری کو ملیگا اور اگر بائع مالک ہوگا اس واسطے کہ مذروع میں ذراع نصف ہی اور کیل درموزون میں کیل اور وزن نصف نہیں

تشریح الفائق میں ہے کہ اصطلاح فقہائین وصف سے اُس سے عبارت ہے جو تابع ہوشے کا اور منفصل ہوا اس سے جب اسیں حاصل ہو تو اسکی خوبی کو زیادہ کرے چنانچہ ذراع وصف ہی کپڑے میں اس واسطے کہ اگر دس گز کپڑے کی دس روم مثلاً قیمت ہو اگر ایک گز اسیں سے کم ہوگا تو گز نو درم کا رہے گا یعنی اس واسطے کہ نو گز جبہ وغیرہ کو کافی نہیں اور دس گز کافی ہے لہذا بعضوں نے وصف کی تعریف یوں کی ہے کہ وصف وہ ہے جو تبیض سے معیوب ہو جائے اور زیادہ اور کم ہونا وصف ہے اور جو ایسا ہو وہ اصل ہے

اسی تو معلوم ہوا کہ ذراع ثوب میں اوصاف امدہ کے مانند ہے جسکے مقابل کچھ شے نہیں پڑتا یعنی شے میں کے اجزا پر تقسیم نہیں ہوتا چنانچہ کیونکہ غیرہ میں تقسیم ہوتا ہے

الا اذا كان مقصودا بالتبادل كما افاده بقوله وان قال في بيع المذروع كل ذراع بدرهم اخذ الاقل بخصته لصيرورته اصلا بافراذله بذكر الثمن وترك

لتفريق المسئلة لكيك وصف مقصود بالتبادل هو تو شے اُسکے مقابل ہوگا چنانچہ مصنف نے اپنے اس قول سے اُسکو بیان کیا اور اگر بائع نے مذروع کی بیع میں کہا کہ ہر گز بعض روم کے ہے تو مشتری کمتر کو اُسکے حصے کے موافق لے اس واسطے کہ ذراع اگرچہ وصف ہی مگر بیان اصل ہو گیا بسبب اُسکے ملحدہ کر دینے کے

شے کے ذکر کر دینے سے یا ترک بیع کیسے بسبب متفرق ہونے عقد کے ہم کہتا ہے یعنی اگر سو گز زمین یا کپڑے کو سو درم سے بیچا اس طرح کہ ہر گز کے عوض ایک درم شے مقرر کیا اور ساٹھ گز نکلے تو مشتری چلے ساٹھ گز کو ساٹھ درم دیکرے چاہے نہ لے اس واسطے کہ گز اگرچہ وصف ہی لیکن جب اُسکا شے جدا ذکر ہوا تو وہ اصل بیع ہو گیا

و كذا اخذ الاكثر كل ذراع بدرهم او فتح كذا في ضرب الترام الا ان ذراع سطر ح سو گز سے زیادہ کو مشتری سے ہر گز عوض روم کے یا چاہے فتح بیع کرے تا الترام

زانکہ ضرورت بیع ہوم کہتا ہے چونکہ بیع ہونی تھی سو گز کی لہذا امدہ کے خریدنے میں مشتری کو اختیار ہوا تا الترام مالہ لازم آئے وفسد بیع عشر ذراع

من بائع ذراع من ارا و حمام و صحاہ دان لم يسم علبا على الصحيح لان ذالتما بيدها اور فاسد ہے میں دس گز کی گھریا حمام کے سو گزوں میں سے اور صاحبین نے اُسکو صحیح کہا ہے اگرچہ بائع نے سب گزوں کا نام نہ لیا ہو بقول صحیح اس واسطے کہ امدہ جہالت کا عائدین کے ہاتھ میں ہوم کہتا ہے فساد بیع کی وجہ امام کے نزدیک یہ ہے کہ ذراع حقیقت میں اُس لے کا نام ہی جس سے ناپتے ہیں خواہ لکڑی کا ہو یا لوہے کا سو وہ حقیقی معنی بیان متعذر ہیں تو مجازاً ایساں ذراع سے زمین مراد ہے جو ذراع سے ناپی جاتی ہے اور زمین پر اطلاق ذراع نہیں ہو سکتا مگر معین اور مشخص ہو کر اس واسطے کہ ناپنا فعل محسوس ہے کہ محل محسوس کا مقتضی ہے تو اس صورت میں دس گز غیر معلوم ٹھہرے کہ گھریا حمام کے کس جانب سے مراد ہیں تو یہ جہالت باعث منازعت سے بائع کیسے کہ میں دس گز فلانی طرف سے دو ذکا مشتری کیسے کہ میں فلانی طرف سے نو ذکا بخلاف ہم کے کہ وہ امر عقلی ہے محل محسوس کا مقتضی نہیں تو اُسکا شائع ہونا جائز ہی کیونکہ اُسکی جہالت باعث ذراع نہیں اس واسطے کہ دس حصے کا مالک نوے حصے دے کا شریک ہے تمام گھر میں بلا تعین موضع اور صاحبین کے نزدیک وجہ صحت کی بقول صحیح یہ ہے کہ دس گز کی جہالت کا دور کرنا ناپ کر بائع اور مشتری کے اختیار میں ہے ہر چند امام کے نزدیک ہر طرح بیع فاسد ہے خواہ بائع تمام ذراع کو مذکور کرے یا نہ کرے لیکن مصنف نے اس واسطے سو ذراع ذکر کیے تا قول نیز صحیح ہوا اس واسطے کہ چند سهام کا بیچنا بدلن ذکر کل سهام کے باتفاق امام اور صاحبین صحیح نہیں کذا فی المطاوع

الا يفسد بيع عشرة اسهم من مالک سهم اتفاقا لشيوع السهم لا الذراع فاسد نہیں بیع دس سهم کی بیخبر سو سهم کے باتفاق امام اور صاحبین بسبب شائع اور عام ہونے سهم کے نہ ذراع کے کیونکہ سهم امر عقلی ہے تو محل مقتضی نہیں اور ذراع محل محسوس کا مقتضی ہے چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا ہے لہذا ارضیا علی تعین لا ذراع فی مکان لم يفسد

وینبی اقلاب صحیح لونی مجلس لوبع ذراع بالتعاطی نہ راتی ہے یہ بات کہ اگر بائع اور مشتری اضی ہو جائیں گزوں کی تعین پر ایک مکان خاص میں میں نے اُسکو کتب فقہ میں صحیح نہیں کیا اور لائق یہ ہے کہ بیع منقذ صحت ہو جائے اگر تعین مجلس عقار میں ہو اور اگر تعین مجلس کے بعد ہو تو بیع بالتعاطی ہوگی کذا فی البیوع مشتری عقد ثمن میں ثیابا اور فضا ہو

اصح صحیح ہے



علیٰ انہ کذا فنقص وزاد فقد للجمالیۃ خرید کیے چند عدد قیمت الی چیز سے خواہ کپڑے ہوں یا بھیر لکڑی کڈانی بچہ ہر اس شرط پر خرید ہو سے کہ اتنے ہوں پھر کم نکلے یا زیادہ ہو سے تو بیع فاسد ہی بسبب جہالت کے ہم کتابی مسئلہ اس تھان کی گٹھری خرید کی ہیں روپے کو پھر جو گٹھری کھولی تو نو تھان یا گیارہ تھان نکلے تو دو تھان صدر تو ن میں بیع فاسد ہی اس واسطے کہ نقصان کی صورت میں من جنہول ہی کیونکہ من کے اجزاء کی قیمت الی بیع کے اجزاء پر منقسم نہیں ہوتے بخلاف بیع مثلی کے تو ایک کم تھان کی قیمت معلوم نہیں جسکو بیس روپوں کے کم کر دیجیے پھر جب کم تھان کی قیمت مجہول ہوئی تو تمام من مجہول ہو گیا اور در صورت یادت کے بیع مجہول ہو گا اس واسطے کہ ایک تھان کے پھیر لینے کی حاجت ہوگی تو اس میں نزاع واقع ہو گا مشتری نکلے تھان کے پھیر لینے کا ارادہ کرے گا اور بائع عمدہ تھان لینے کا قصد کرے گا اور مشتری رضاکے ان فیما کذا انخلّا ثم اذا اذ اجدہ فیما لا ثم فسد بحدرا اگر ایک من خریدی اس شرط پر کہ اس میں اتنے کچھور کے درخت بچھلنے والے ہوں سو ان میں ایک غیر من نکلے تو بیع فاسد ہی کڈانی لہجہ یعنی فاسد ہی من کی جہالت سے چنانچہ مسئلہ سابقہ میں در صورت کی وجہ اسکی مذکور ہو چکی کہ مالو بائع عدل من الثیاب وغنما و استثنیٰ واحد البغیر عدنیہ فسد ولو بعینہ جازا البیوع خانیتہ چنانچہ کپڑوں کی گٹھری یا چم بکریاں بچہ اور ان میں سے ایک کپڑا یا ایک بکری بلا قصین نہ بھی تو بیع فاسد ہی اور اگر ایک معین تھان یا ایک مخصوص بکری مستثنیٰ کر لی تو بیع جائز ہی کڈانی ان خانیتہ لینے در صورت استثناء غیر معین بیع فاسد ہی جہالت کے سبب سے مشتری رضاکے لینے کا ارادہ کرے گا اور بائع اعلیٰ لینے کا قصد کھے گا اور در صورت تعیین یہ جہالت نہیں ولو میں من کل من لقمی بان قال کل ثوب من بکلا ونقص ثوب صح البیوع بقدرہ لعدم الجہالت وخیر تفرق لصفقہ اور اگر قیمت دلی ہر ایک چیز کا من بیان کر دیا یعنی اس طرح کہا کہ اس گٹھری میں سے ہر تھان کی یہ قیمت ہی اور ایک تھان کم نکلے تو بیع صحیح ہوگی بقدر موجود کے بواسطے عدم جہالت کے اور مشتری خرید اور عدم خرید میں مختار ہوگا بسبب تفرق ہونے عقد کے ہم کتابی مسئلہ سابقہ میں مجموع بیع کا مجموع من مذکور تھا لہذا کی میں جہالت طاری ہوئی اور بیان ہر تھان کا جدا جدا من مقرر ہوا تو کی میں جہالت نہ ہوئی مثلاً دس تھان بیچے بیس روپے کو اس طرح کہ ہر تھان کے دو دو روپے من ٹھہرے پھر اگر نو تھان نکلے تو انکا من اٹھارہ روپے ہوگا ایک تھان کے دو روپے کم ہو جائینگے وان زاد ثوب فسد بجمالیۃ المزید اور اگر ایک تھان زیادہ نکلے مثلاً دس تھان کی شرط میں گیارہ تھان نکلے تو بیع فاسد ہی بسبب جہالت مزید کے ہم کتابی در صورت زیادتی جہالت من بلکہ جہالت بیع ہی یعنی دس تھان بیع کی تعیین میں نزاع واقع ہوگا انجملہ گیارہ تھان کے کڈانی لہجہ یعنی عدل تھان کو عشرہ بیع میں مشتری دخل کرے گا اور بائع برعکس اس کے دلوور الی ایداد عزلہ کل الباقی فیہ ضلالت اور اگر مشتری نے زاید کو پھیر دیا یا اسکو جدا رکھ دیا تو کیا باقی اسکو حلال میں آئیں اختلاف ہی ہم کتابی بزاید میں ہی کہ گٹھری خرید کی اس شرط پر کہ اس میں اتنے کپڑے ہیں پھر اسکو زاید پایا اور بائع غائب ہی تو زاید کو جدا کرے اور باقی کو استعمال میں لائے اس واسطے کہ وہ اسکا مالک ہو گیا اتنے اور گویا یہ استحسان ہی والابیع فاسد ہی جہالت مزید کے سبب سے اور غائب اور قنین صحیح ہی کہ محمد کا یہ استحسان ہی کہ اس میں سے ایک کپڑا جدا کرے کہ باقی استعمال میں لائے اور اس میں قبل اسکے یہ کہ ایک شے خریدی سو اسکو زائد پایا اور زائد بائع کو دیدے تو باقی حلال ہی تنسیات میں در قیمت الی چیز میں حلال نہیں تا وقتیکہ باقی کو بائع سے خرید نہ کرے مگر جبکہ زیادتی ایسی چیز کی ہو جس میں نکل جاری ہو تو اس وقت میں اسکو جدا رکھے اتنی مانی لہجہ اور ترالفان میں ہی کہ یہ جو بزاید نے کہا کہ وہ مالک ہو گیا یعنی قبض سے مالک ہوا اگرچہ بیع فاسد ہی اور غائب میں ہی کہ گٹھری خریدی ہیں بیس تھان میں ہر تھان عوض لینے کے پھر اسکو زیادہ پایا تو زیادتی مشتری کو مسلم نہیں پس اگر بائع غائب ہو تو علماء کہتا ہیں کہ مشتری اس سے ایک تھان کو جدا کرے اور باقی کو استعمال کرے اور یہ استحسان ہی محمد کا نظر مشتری کے اتنی مانی لہجہ اور ظاہر یہ ترجیح ہی کل علماء کے نزدیک جدا کرنے کے وقت بائع کے غائب ہونے میں در جبکہ مشتری نے زائد چیز بائع کو پھیر دی تو حلت باقی تھا ہر امر ہی کڈانی بطوطادی مشتری ثوبا یا تعداد جو انہ فلولم متفادات کلو باس لم تحمل الزیادۃ ان لم یضربہ لقطع وجاز بیع ذراع منہ نہ خرید کیا کپڑا جسکے چار ٹہ متفادات ہیں تو اگر جو انہ اسکے متفادات ہوں بلکہ برابر ہوں چنانچہ تھان کپڑے کا تو قدر شرط سے زیادہ لینا حلال نہیں اگر اسکو چھ لیں حاضر نہ کرے تا ہوا اور بیع ایک گز کی اس میں سے جائز ہی کڈانی لہجہ ہم کتابی زاید عتالی نے جامع صغیر کی شرح میں کہا کہ ہائے مشاع نے فرمایا کہ یہی حلت ہے

شنبی

زیادت کم از ذرع اس کپڑے میں ہے جو قطع بعض سے معیوب ہو جاتا ہے جتنا چھتیا چھتیا ہے اور پاجامہ اور عامرہ اور مانند اسکے اور اگر کپڑے پاس یعنی تھان ہو جو قطع مضربین اور شتری نے خرید کیا بشرط دس گز ہونے کے پھر اسکو گویا وہ گز یا تو زیادتی اسکے لیے مسلم نہیں بلکہ اسکو بائع کو پھیرے چنانچہ مکیلات اور موزونات میں پھیر دینا لازم ہے اتنی اعلیٰ نے کہا مشائخ نے کہا ہے اگر ایک گز اس کپڑے سے نیچے تو جائز ہے یا مزید قفیر کے ڈھیر سے اس واسطے کہ قطع اور تمیز باقی کو مضربین کذا فی الطحاوی

علیٰ ان عشرۃ اذرع کل ذراع بدرہم اخذہ بعشرۃ فی عشرۃ و زیادۃ نصف بلاخیار لانه انش و اخذہ بتسعة فی تسعة و نصف بخیار لتفرق الصفتہ

وقال محمد بن یحییٰ فی الاول بعشرۃ و نصف باخیار و فی الثانی بتسعة و نصف ہوا عدل لاقوال بحد و قواعد المصنف وغیرہ کلت لکن صحیح لغتانی وغیرہ قول الامام علیہ السلام

تعلیہ الفتویٰ یعنی مختلف الجوانب کپڑے قفیر فیہ کے مانند خرید کیا اس شرط پر کہ وہ دس گز ہی ہرگز عوض درم کے تو مشتری اسکو لے دس درم سے ساڑھے دس گز کے ہوتے ہیں بلاخیار اس واسطے کہ نصف گز کا زیادہ ہونا اسکو بائع تر ہے اور اسکو نو درم سے لے ساڑھے نو گز کے ہونے میں اور چاہے نہ لے سبب تفرق ہونے عقد کے اور محمد نے کہا کہ پہلی صورت میں اسکو ساڑھے دس درم سے لے اگر چاہے اور دوسری صورت میں ساڑھے نو درم کو لے اگر چاہے اور یہ قول معتدل ترین قول ہے کذا فی البحر

اور یہی قول کو مصنف وغیرہ نے ثابت کیا ہے میں کہتا ہوں لیکن تستانی وغیرہ نے امام کے قول کی تصحیح کی ہے اور یہی قول پر متون فقہ مشتمل ہیں تو امام ہی کے قول پر فتویٰ ہے امام کی دلیل یہ ہے کہ ذراع نصف ہے اصل میں اور حکم اصل اس وقت لیتا ہے جب شرط پائی جائے سو شرط بیان ذراع میں پائی گئی نہ نصف ذراع میں تو کمتر از ذراع اپنی اصالت پر صوف بنا رہا اور وصف کے مقابل کچھ نہیں رہتا اور محمد نے جوڑ کا اعتبار کل کے ساتھ کیا اس واسطے کہ جب ہر ذراع مقابل درم کے ہوا تو نصف ذراع نصف درم کے مقابل ہو گا باضررت تقانی نے کہا کہ ہم محمد کے قول کو لیتے ہیں اور فتح لغت میں ہے کہ بعضے شافعیین نے محمد کے قول کو اختیار کیا ہے اور دوسرے میں کہا کہ امام ابوحنیفہ کا قول صحیح ہے طحاوی نے کہا کہ شافعی کی تفریح میں گفتگو ہے اس واسطے کہ گاہے فتویٰ قول صحیح ہے ہوتا ہے نہ صحیح پر یا گاہے غیر متون کی روایت پر فتویٰ ہوتا ہے آسانی کے واسطے یا بسبب جہان تعامل کے تو تفریح شافعی کی یعنی قول امام کا مکتبہ بہ ہونا تمام نہیں درم معلوم کر چکا ہے تقانی کا قول اللہ اعلم بالصواب فصل

فیما یقبل فی البیع تبعاً لمال یقبل فیصل ہے اس میں جو بیع یعنی بیع میں بطریق تعینت داخل ہوتا ہے اور جو بالتبع داخل نہیں ہوتا الاصل ان مسائل ہذا افضل من بیع علی قاعدتین عدلنا ما ناذہ بقولہ کل ما کان فی الدار من البیتا ویسئل ما ہو تینا دل ہم البیع عرفنا یقبل بلا ذکر اصل یہ ہے کہ اس فصل کے مسائل کی بنیاد قواعد ذریعہ پر ہے ایک حد سے کہ مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا کہ جو چیز گھر میں ہے اور قبیل عمارت کے یعنی جو چیز کہ بیع کے نام کو شامل ہے عرفت میں وہ بیع میں داخل ہے بدون ذکر کرنے کے ہم شارح نے اشارہ کر دیا کہ مصنف کے کلام میں گھر اور عمارت بطریق مثال کے ہی نہ بطریق قید کے اور اسی طرح قاعدہ ثانیہ میں شارح تعینت کی طرف اشارہ کرے گا یعنی جو چیز دراج میں ہے بیع کو شامل ہے جیسے گھر اور عمارت شامل ہے وہ بدون ذکر کے بیع میں داخل ہے تو گھر کی بیع میں عمارت بلا ذکر داخل ہے اس واسطے کہ گھر عبارت ہے زمین اور عمارت سے و ذکر الثانیہ بقولہ او متصلاً بہ تبعاً لہا و دخل فی بیعہا یعنی ان کل ما کان متصلاً بالبیع اتصال قرار ہو و ہوا وضع لالان یفصل البیوع و دخل تبعاً و لالان اور قاعدہ ثانیہ کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا یا جو چیز اس سے متصل ہو وہ گھر کی بیع میں داخل ہے گھر کے تابع ہو کر یعنی جو متصل ہو بیع سے بالاتصال قرار یعنی جو اس واسطے نہ بنی ہو کہ آدمی اسکو دکھا ڈالے چنانچہ بیٹھٹی کی سیڑھی وہ بیع میں داخل ہے بالتبع اور جو بیع متصل نہیں ہے وہ داخل بیع نہیں چنانچہ لکڑی کی سیڑھی جسکا ایک سر زمین میں گرا ہو و ما لم ین من اقصین قاعدہ من حقوق و ملقہ و قل بذرک ہا و لالا اور جو دونوں زمین میں یعنی نہ ہم بیع کو شامل ہو نہ بیع سے متصل ہو بالاتصال قرار ہو گا وہ چیز بیع کے حقوق اور مرفق سے ہو تو بشرط ذکر حقوق اور مرفق کے داخل ہوگی اور نہیں تو داخل نہ ہوگی ہم شارح نے قواعد اس فصل کے بطور صاحب ہر کے قواعد سے بیان کیے اور بہتر یہ تھا کہ صاحب ہر کے مانند زمین قاعدہ مذکورہ کے ساتھ پہلا قاعدہ یہ کہ جو ہم بیع کو شامل ہو قاعدہ بیع میں بلا ذکر صریح داخل ہے و دوسرا قاعدہ یہ کہ جو متصل ہو بیع سے بالاتصال قرار دہ تابع ہے بیع کا اور اسکی بیع میں داخل ہے تیسرا قاعدہ یہ کہ جو دونوں

Marfat.com

تسمیہ میں نہ ہو تو اگر حقوق اور مرافق بیع میں ہی تو بیکر حقوق اور مرافق داخل ہو گا والا نہیں گذرے فی المخطاوی فیہ دخل لیتنا ولم یفاجئ المتصلہ اغلاقاً  
کضبتہ وکیلون لومن فضتہ لا یفعل لودم اتصالہ ولسلم المتصل مع السریر والدراج المتصلہ والرحی لودم لیتنا وایکیرہ لالود وکیلون لیتنا لم یقبل بمرافقتہ فی بیعہ  
لے الدار تو گھر کی بیع میں عمارت داخل ہے اور وہ مفاتیح جو اپنے اغلاق سے متصل ہیں گاہے جدا ہیں ہوتے ہیں چنانچہ ضربہ در کیلون اگرچہ چاندی کی ہوں نہ قفل  
یعنے قفل و ساسکی کچی داخل بیع نہیں اسواسطے کہ وہ گھر سے متصل نہیں در گھر کی بیع میں داخل ہے نہ در بان متصل اور وہ تختہ در زینہ جو زمین میں گرا اور جا ہی  
اور چکی اگر اسکا نیچے کا پاٹ زمین میں گرا ہوا در کنوین کی گھرنی داخل در ہی اور ڈول در رسی داخل نہیں جب تک یاغ مرافق دار کا لفظ نہ کہے ہم اغلاق  
جمع ہے غلق کی اور غلق بفتحین کو فانی میں کلیدانہ اور بند رکھتے ہیں یعنی آلہ حدید جو دونوں کو اوڑھیں کیلون سے جڑا ہوتا ہے دروازہ کھولنے اور بند  
کرنے کے واسطے بعضے اہل ہند اسکو کھٹکا کہتے ہیں اور بعضے بلین اور عرب اسکو ضربہ در کیلون بولتے ہیں قتائے عالمگیری میں ہے کہ اگر زمین لکڑی کا ایک طرف  
زمین میں گرا اور جا ہو تو گھر کی بیع میں داخل ہے اور اگر منتقل ہو تو باغ کا ہی اور تا تاریخانیہ میں ہے کہ سلاسل و قنادیل جو چھت میں کیلون سے جڑی ہوں  
وہ گھر کی بیع میں داخل ہیں در فتح تقدیر میں ہے کہ چکی کا نیچے کا پتھر جو زمین میں گرا ہے بطور قیاس کے اور اوپر کا پتھر بطور استحصان کے بیع میں داخل ہے لیکن یا  
مصر میں نیچے کا پتھر زمین میں نہیں جہاں بلکہ دونوں پتھر منتقل ہو جاتے ہیں تو ایسی چکی داخل بیع نہوگی اور کنوان گھر کا اور سکی گھرنی داخل بیع ہے نہ وہ  
ڈول در رسی جو اسپر غلق ہی انتہی اور قنادیلے عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ جب ایک گھر یا دکان مولیٰ اور سکی دیوار گھرنی سوسٹھیں اٹکا اور بکریاں  
نکلین تو اگرچہ عمارت میں استحکام کے واسطے چنانچہ لکڑی کے مجوسے تو انکا مالک مشتری ہے اور اگر بطور ودیعت کے ہوں تو باغ اسکا مالک ہے اور وجہ کر دہ  
میں ہے کہ اگر دکان کے آگے چھتا ہو چنانچہ با زاردن میں ہوتا ہے تو داخل بیع نہوگا مگر بیکر مرافق انتہی و کذا البتہ انما اور سطح گھر کی بیع میں خانہ باغ داخل ہے  
فتح تقدیر میں ہے کہ خانہ باغ مراد ہے جو گھر کے اندر ہی خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اور اگر گھر سے خارج ہے تو ابو سلیمان کے نزدیک داخل بیع نہیں اگرچہ اسکا دروازہ  
گھر میں ہوا در فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ اگر دروازہ خانہ باغ کا گھر کے دروازے سے چھوٹا ہوا رکھو لے کی نہ خیر گھر کی جانب ہو تو داخل ہے اور اگر اسکا دروازہ گھر کے  
دروازہ سے بڑا یا برابر ہو تو داخل نہیں انتہی و اما البیوع انکا منہ فی الدار قفل فتح کما سبھی نے باب الاستحقاق اور وہ کنوان جو گھر میں ہے سو گھر کی بیع میں داخل ہے  
کذانی لفتح چنانچہ باب الاستحقاق میں دیکھا ویدخل فی بیع حکام القدر ولا یفصل اور حکام کی بیع میں دیکھیں غل میں کل سے ہم دھو میوں در رنگر زونکی دیکھیں در  
مسالین کے تغارہ و تیلیون کے ٹھور اور مٹکے اور دھو میوں کا پٹر جسپرہ کپڑے کو کوٹ کر صاف کرتے ہیں وہ سب میں کی بیع میں داخل نہیں اگرچہ بیع بحقوق  
ارض ہوں ہوں کہتا ہوں کہ لائق ہوں ہے کہ اگر بیع برافق ارض ہوں ہو تو ایشیائے مذکورہ داخل ہوں کذانی لفتح تقدیر و نے اسکا راکا فان شرار من لمرارین  
واہل القری لالون الحمرین اور گدھے کی بیع میں اسکا پالان داخل ہے اگر گدھے کو مزارین در دیات کے رہنے والوں سے خرید کیا ہوا در گدھے والوں سے  
یعنے جو گدھے بیچنے کی تجارت کرتے ہوں ان سے مول لیکتا تو پالان داخل بیع نہوگا مخطاوی نے کہا شاید اسکی وجہ یہ ہے کہ سودا گردن کی عادت یہ ہے کہ تنگی پیٹھے بیچتے  
ہیں و تدخل خلاوتہ عرفا اور گدھے کے گلے کا گتہ داخل بیع ہے باعتبار رواج کے ہم جو رسی کہ گدھے کے گلے میں بندھی ہے وہ ہمار کی بیع میں داخل ہے عرف میں لیکن ہن  
اسکا رواج نہیں ہاں داخل نہیں ہو جانور کی نگام اور جو رسی کہ بیل کے سینگوں پر بندھی ہے اور جھول برون شرط کے داخل بیع نہیں کذانی لعالگیری نے اور گھوڑے کی  
بیع میں نگام اور اونٹ کی بیع میں فقط ٹکلیں داخل ہے اور کسی کتاب میں اسکا حکم مذکور نہیں کہ گھوڑا بیکے اور اسپر زین ہو بعضوں نے کہا کہ زمین داخل نہیں بل انحصار یا حکم  
مشن کذانی لفتح تقدیر ویدخل لہ بقیرۃ الرضیع فی الامان لا یضیع اولاب یعنی اور گدھے کا بچہ و دھ پیتا گدھے کی بیع میں داخل ہے اور گدھے کی بیع میں اسکا بچہ داخل نہیں  
خواہ وہ دودھ پیتا ہو یا نہ پیتا ہو اسی کا فتویٰ ہے ہم وہ اسکی بیچے کہ گدھے کا دودھ بخوبی حاصل نہیں ہو سکتا ان کے بیچے کے اور گدھے کا دودھ حلال نہیں جو بچہ لینے کی  
ضرورت ہے مخطاوی نے کہا اس مسئلہ میں بڑا اختلاف ہے اور اہل ہند کا رواج ہے کہ وہ بیچے شایب عمید و جاریہ لے کسوة مشابہا لعیطہا ہنہ او غیر طرا و غلام اور نوٹھی کے

کپڑے انکی بیع میں داخل ہیں یعنی وہ لباس ہیسالونڈی غلام پہنتے ہیں بائع کو اختیار ہے کہ انکو وہی لباس سے جو انکے بدن پر ہے یا سوسلے اسکے ہم اگر لوٹندی غلام عمدہ  
 لباس پہنتے ہوں تو داخل بیع ہوگا بدون شرط کے کذا فی بعضا لاجلہا الا ان سلمنا او قبضنا و سکت تمار سے نصیر فیتہ لوٹندی کا زیور داخل بیع نہیں مگر اسطرح کہ  
 بائع اسکو زیور کے ساتھ تسلیم کرے یا مشتری اسکو زیور کے ساتھ قبضہ کرے اور بائع سکوت کرے اور پورا بیان اسکا صیر فیہ میں ہی وید عقل شجر فی بیع الارض  
 بلا ذکر قیدی المسلمین نبأ الذکر اولى مشتملہ کانت اولاً صغیراً و کبیراً لا لیاستہ لانا علی شرط القطع فتح اور داخل ہیں درخت زمین کے بیع میں بلا شرط بیع اشجار  
 خواہ بار آور ہوں یا ہوں چھوٹے ہوں یا بڑے مگر خشک درخت داخل بیع نہیں اسواسطے کہ وہ کاٹ ڈالنے کے کٹنے سے پرہیز ہے کذا فی الفتح و خشکے درخت ایسا ہی  
 جیسے کھی ہوئی لکڑی کڈنے لے لکڑی شائع نے کہا کہ بلا ذکر درون مسلون میں قیدی یعنی گھر کی بیع میں عمارت وغیرہ بلا ذکر عمارت داخل ہے اور زمین کی بیع میں اشجار  
 بلا ذکر اشجار داخل ہیں تو اگر عمارت اور شجر کا ذکر ہو گیا تو بقرق اوسے داخل ہونگے اور اکاننت موضوعہ فیہا کالینا و للقرار اشجار زمین کی بیع میں اسوقت  
 داخل ہیں جبکہ وہ زمین میں موضوع ہوں قرار اور دوام کے ساتھ مانند عمارت کے فلو فیہا معاً تعلق زمین الربیع ان من اصلہا داخل دان من وجہ الارض  
 لا الا بالشرط و تمار سے شرح ابو ہبائتہ اگر زمین بیع میں ایسے چھوٹے درخت ہوں جو فصل ربیع میں اٹھائے جاتے ہوں سو اگر چھوٹے اٹھائے جاتے ہوں تو  
 زمین کی بیع میں وہ بھی داخل ہیں اور اگر زمین کے برابر سے کاٹے جاتے ہوں تو بدون شرط کے داخل نہیں اور پورا اسکا بیان شرح دیہانہ میں ہے ہم  
 علامہ عبد البر کی شرح دیہانہ میں یوں مذکور ہے کہ قصب فاسی یعنی نیستان داخل ہے زمین کی بیع میں اور عیشک داخل نہیں کہ بجائے زراعت ہے اور گلاب  
 اور آس اور جنبل کے پھول بلا ذکر داخل نہیں کہ بجائے شمار کے ہیں اور انکے اصول داخل ہیں اسواسطے کہ انکی قطع کی نہایت نہیں اور رومی اور کسم بجائے  
 شمار داخل نہیں اور انکی جڑوں میں دخول و عدم دخول کے دو قول ہیں و رفتائے قاضی خان میں ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ کپاس کی جڑ داخل نہیں اور مشتری نے  
 کہا کہ سبگن کے اصول داخل نہیں اور گند نا وغیرہ جو چیز علی وجہ الارض ہی وہ داخل نہیں اور گلاب اور سیب اور شہم سیدہ بائع کا ہے خواہ ظاہر ہو خواہ پوشیدہ اور اگر سیدہ نہیں  
 تو مشتری کا ہے اور زعفران بلا ذکر داخل نہیں اور اسی کے اصول میں چھوٹے درخت ہیں اور جو بیل درختان اور جو راجحہ کھیت کے مانند ہے انتہی بلخصا کذا فی المطح  
 و فی التنبیہ شری کر مادخل لو ثائل بلشردہ علی الادتا و المنصوبہ فی الارض کذا الا اعمدۃ المدفونہ فی الارض اللتی علیہا اعضاء لکیم المسماة بارض الخلیل برکاتہ الکریم اور  
 قنیہ میں ہے خرید کیا انکور کے درختوں کو تو وہ رسیان جو زمین کی گودی میں ہوتی یعنی زمین بندھی ہیں داخل بیع ہیں اور اسطرح وہ تصونیاں جو ایک طرف سے پرکے اندر گڑھی ہوئی ہیں  
 جن پر انکور کی شاخیں پھلتی ہیں جنکا نام ارض خلیل میں رکاز الکریم ہے وہ شامل جمع و شامل نفختین کی یعنی ریشہ شرمایا کی رتی اور بعضے سخنوں میں بجائے شامل  
 و تار جمع و تیرہ کی یعنی وہ رسیان جو گھر کے ستونوں میں تانی جاتی ہیں کپڑے ٹانگنے کو جنکو بعضے اہل ہند لگنی کہتے ہیں بیان مراد وہ رسیان ہیں جن پر  
 انکور کی شاخیں پھلتی ہیں و فی التنبیہ شری کر مادخل لو ثائل بلشردہ علی الادتا و المنصوبہ فی الارض کذا الا اعمدۃ المدفونہ فی الارض اللتی علیہا اعضاء لکیم المسماة بارض الخلیل برکاتہ الکریم اور  
 ہر کہ جو چیز بیع میں بالتبع داخل ہیں اسکے مقابل کچھ زمین پر اسواسطے کہ تابع وصف کے مانند ہے اور مصنف نے اسکو باب الاستحقاق میں بالاسلم  
 سے پہلے مذکور کیا ہے ہم ہر الفائق میں کہا دہند اقلیہ میں ہے کہ ایک گھربول لیا اسکی عمارت جاتی رہی تو کچھ زمین نہ ساقط ہوگا یعنی اسواسطے کہ عمارت  
 تابع ہے اتنے الفتح القدر میں ہے جیسے بیع میں اشیا داخل ہوتی ہیں بلا تسمیہ بالتبع اسی طرح بیع سے چند چیزیں بلا تسمیہ خارج ہو جاتی ہیں چنانچہ  
 قربات کی بیع سے راہیں اور ساجد اور شہر شاہ خارج ہو جاتی ہیں فلا صد میں ہے قریہ بیچا جہن مسجد ہی اور اسکو استثنا کر لیا بیع سے تو ذکر حد و شرط ہی  
 یا نہیں اس میں اختلاف مشائخ ہی اور اسطرح حیاض کا حکم ہی اور قبرستان میں ذکر حد و ضروری مگر یہ کہ مقبرہ ٹیلے پر ہونتی مانے الفتح و لای داخل الارض  
 فی بیع الارض بلا تسمیہ الا اذا بنت لاقیتہ فیہ فیصل فی الاصح شرح مجمع اور داخل نہیں زراعت زمین کی بیع میں بدون نام یعنی زراعت کے مگر جبکہ  
 کھیت چاہو اور اسکی کچھ قیمت نہ ہو تو وہ زراعت داخل بیع ہوگی قول صحیح میں کذا فی شرح مجمع ہم زراعت اسواسطے بیع ارض میں داخل ہوتی کہ وہ متصل

۲  
 ۳  
 ۴  
 ۵  
 ۶  
 ۷  
 ۸  
 ۹  
 ۱۰  
 ۱۱  
 ۱۲  
 ۱۳  
 ۱۴  
 ۱۵  
 ۱۶  
 ۱۷  
 ۱۸  
 ۱۹  
 ۲۰  
 ۲۱  
 ۲۲  
 ۲۳  
 ۲۴  
 ۲۵  
 ۲۶  
 ۲۷  
 ۲۸  
 ۲۹  
 ۳۰  
 ۳۱  
 ۳۲  
 ۳۳  
 ۳۴  
 ۳۵  
 ۳۶  
 ۳۷  
 ۳۸  
 ۳۹  
 ۴۰  
 ۴۱  
 ۴۲  
 ۴۳  
 ۴۴  
 ۴۵  
 ۴۶  
 ۴۷  
 ۴۸  
 ۴۹  
 ۵۰



یا اتصال قرار نہیں بلکہ اسکا اتصال فصل کے واسطے ہی یعنی آدمی نے اسکو نیت قطع ہو یا ہی تو زراعت متعلق خانہ کے مانند ہوئی فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اگر کسی زمین میں بیج ڈالا پھر زمین کو بیجا لگنے سے پہلے تو بیج بیع میں داخل نہیں اسواسطے کہ جب تک بیج نہیں جاتا تو بیج ہونا ثابت نہیں اور اگر بیج ہی قیمت ہی تو صواب ہے کہ داخل ہی چنانچہ ظہیر بیع میں ہی انتہی اور در بابت قیمت کا یہ طریقہ ہے کہ زمین کی قیمت کی جائے بدون زراعت کے اور پھر قیمت کی جائے زراعت سمیت اگر دوسری قیمت زاد ہو پہلی قیمت سے تو قدر زاد زراعت کی قیمت ہی کذا فی فتح اقدار تبصرت یعنی اگر زمین کی قیمت بلا زراعت سو درم ہوں مثلاً اور زراعت سمیت ایک سو دس درم ہوں تو درم زراعت کی قیمت ہوگی اور اگر زمین کی قیمت زراعت اور بلا زراعت بہر صورت سو درم ہوں تو زراعت بلا قیمت ہی والا شمرنے سے بیع اشجار بدون اشترط غیر ہنا بالشرط و ثمة بالتسمیۃ بیفیان لان لافرق بینہما وان ہذا الشرط غیر مفسد و خصہ بالثمر اتباعاً لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الثمرۃ للبايع الا ان یشرط المبتاع اور نہ پھل ہی درخت کی بیع میں بدون شرط کہ لینے مشتری کے مصنف نے بیان یعنی دخول ثمر میں شرط کہ تعبیر کی اور وہاں بیعنے دخول زراعت میں تسمیہ کی تعبیر کی تا معلوم ہو کہ شرط اور تسمیہ میں کچھ فرق نہیں اور تا معلوم ہو کہ یہ شرط مفسد بیع نہیں اور باوجود تساوی لفظین کے لفظ شرط کو ثمر کے ساتھ خاص کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی پیروی کرنے سے کہ پھل بائع کا ہی لگے کہ مشتری اسکو شرط کرے ہم مصنف نے شجر کو مطلق رکھا تو ہر شجر شجر کو شامل ہوا خواہ شجر کی تابیر ہوئی ہو یا انہوی ہوتا ہے یعنی بیع اشجار سے عبارت ہے کہ مادہ کھجور کے غلات شکوفہ کو چیر کے نہ کھجور کا شکوفہ سمین ڈالا جائے کہ اس طریق سے خوب پھل آتا ہی دلیل اطلاق وہ حدیث مرفوعہ ہی جو امام محمد نے اصل میں روایت کی کہ من اشتری رضاً فیما نخل مثلاً الثمرۃ للبايع الا ان یشرط المبتاع یعنی جو ایسی زمین خرید کرے جس میں کھجور کے درخت ہیں تو پھل بائع کا ہی لگے کہ مشتری شرط کرے یہ حدیث مطلق ہی ہے میں تابیر اور غیر تابیر کی تفصیل نہیں اور ایہ ثلثہ کے نزدیک کھجور کے پھل میں تابیر شرط ہے یعنی اگر تابیر ہوئی ہی تو پھل بائع مالک ہے اور نہیں تو مشتری مالک ہی ہوا کہ صحیح ستہ میں عبد اللہ بن عمر سے حدیث مروی ہے کہ (من باع نخلاً مویرة فالثمرۃ للبايع الا ان یشرط المبتاع) کہ جس نے کھجور کا وہ درخت بیجا جسکی تابیر ہوئی ہی تو پھل بائع کا ہی لگے کہ مشتری شرط کرے حنفیہ کہتے ہیں اس حدیث سے صریحاً یہ ثابت نہیں ہوتا کہ در صورت عدم تابیر بائع پھل کا مالک نہیں اور مفہوم صفت کا داخل مطلق کا مقید پر اہل مذہب کے نزدیک مسلم نہیں کہانے الاصول تو حدیث اول نے اطلاق پر باقی ہی اور استدلال امام محمد کا حدیث مذکور سے اس حدیث کی تصحیح کی دلیل ہی داشت تعالیٰ اعلم و یومر البایع لقطعہما الزرع والشرع و تسلیم البیوع الارض و الشجر عند وجوب تسلیمہما للوتم تقدر الثمن لم یومر فانیۃ اور بائع کو حکم کیا جاوے گا دونوں کے قطع کر لینے کا یعنی زراعت اور پھل کا اور تسلیم بیع لینے زمین اور درخت کی تسلیم کا امر ہوگا جبکہ ارض و شجر کی تسلیم واجب ہو تو اگر مشتری ثمن نقد نہ دیکھا تو بائع کو تسلیم کا امر ہوگا کذا فی النہایۃ اسواسطے کہ در صورت عدم قبض ثمن تسلیم بیع واجب نہیں ہم معلوم کرنا چاہتے کہ درخت کا خرید کرنا تین صورت سے خالی نہیں ایک صورت یہ ہے کہ بطن زمین کے درخت کو خرید کرے کھودنے اور اگھاڑ لینے کے واسطے تو مشتری کو اسے کھود لینے کا حکم ہوگا اور اسکو اختیار ہے کہ بطن سمیت کھودے کیونکہ بطن بھی بیع میں داخل ہی لیکن کھودنا بموجب عرف و عادت کے چاہیے اور یہ جائز نہیں کہ چرے کے باریک باریک ریشوں تک کھودنا چلا جائے اور اگر بائع زمین کے اوپر سے کاٹ لینا شرط کیا ہو یا قطع میں بائع کی بصرت ہو اسطرح کہ درخت دیوار کے قریب ہو یا اسطرح کوئی اور ضرر کی صورت ہو تو مشتری کو حکم ہوگا کہ زمین کے اوپر سے کاٹے اور اگر قلع یا قطع کے بعد چرے سے یا عروق سے درخت پیدا ہو تو وہ بائع کا ملوک ہے اور اگر درخت کو اوپر سے قطع کیا تو جو اب شاخیں کلین گی انکا مشتری مالک ہوگا دوسری صورت یہ ہے کہ درخت خرید کیا اس شرط پر کہ زمین پر قائم ہوگا تو مشتری کو قلع کا حکم ہوگا اور اگر کھود لیا تو اسکو اختیار ہے کہ دوسرا درخت ہاں جائے تب مشتری صورت یہ ہے کہ درخت خرید کرے اور کچھ شرط نہ کرے تو ابوالدین سیف کے نزدیک بیع میں داخل نہیں درخت کے نزدیک میں بھی بیع میں داخل ہی صد شہیر نے کہا انتوی سپر کہ زمین میں بیج ڈالنے میں ہی جبر الیقین میں کہا ہے کہ ہی قول مختار ہی اور یہ بالاتفاق ہے کہ اگر قلع کے واسطے درخت لیا تو اسے بیچنے کی زمین میں داخل بیع ہوگی چنانچہ ہر الفان میں ہی اور اگر درخت قرار نہ ثبات کے واسطے لیا تو بالاتفاق بیع میں نہیں داخل ہوگی چنانچہ ہر الفان میں

میں ہوا درجہ زمین تحت الشجر داخل ہوتی تو اتنی دخل ہوتا وہ درخت ہا ہی بیع کے وقت یہاں تک کہ اگر درخت بیع کے بعد استقدست سے زیادہ موٹا ہو گیا ہو تو مالک زمین کو اختیار ہے کہ اتنا چھین لے اسے اور باغ خاک شجر کی عروق اور شاخیں پونجی ہیں وہ داخل بیع نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے محیط میں کذا فی العالمگیریہ وان لم یظہر صلاح بلان مالک مشتری مشغول ملک البائع فبجبت علیہ تسلیم فارغبائع پر کاٹ لینا ذرا عتاد و بھیل کا واجب ہے اگرچہ اسکی صلاحیت لائق ارتفاع ظاہر نہ ہوئی ہو اسواسطے کہ مالک مشتری کی بائع کی بائع کے مشغول درخت ہا ہی چھریا جائیگا تسلیم بیع پر جدا کر کے کما لو او صی تجمل ارجل و علیہ حرث کجراور فتویٰ علیہ قطع البیسر ہو المختار من البرداتہ دیو بحیۃ و ما فی الفصولین باع ارضنا بطن الزرع فهو للبائع باجر مثلہا معمول علی ما ذاک رضی مشتری نہر چنانچہ اگر میتنے بھور کے درختوں کی ایک مرد کے واسطے وصیت کی اور درخت پر گدڑ بھیل میں تو دارقون پر زبردستی کجا بیگی گدڑ بھیل کے قطع کرنے میں ہی روایت مختارہ ہے کذا فی الولو بحیۃ اور جو فصولین میں یہ روایت ہے کہ زمین کو بیجا بزدن رعیت کے تو ذرا عت بائع کی ہ زمین کی اجرت مثل دیکر اسپر معمول ہے جبکہ مشتری اجارہ زمین پر راضی ہو جائے بلکہ ذی انہر یعنی اگر راضی نہ ہو تو قطع ذراعت واجب ہے ومن باع ثمرہ یا زرہ اما قبل الظہور فلا یصح اتفاقا ظہر صلاحہا اولاً صح فی الاصح اور جس نے نمودار بھیل کو بیجا خواہ اسکی صلاحیت ظاہر نہ ہوئی ہو تو صحیح ہے صح قول میں اور قبل میں دارمہ نے بھیل کے تو بالاتفاق بیع صحیح میں ہم بیع شمار میں چند صورتیں ہیں ایک میں غلات ہا در باقی میں اتفاق ہے اگر بیع واقع ہوئی قبل ظہور صلاح کے بشرط قطع کر لینے اس بھیل کے جو لائق ارتفاع ہے تو یہ بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بیع ہوئی بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے بشرط ترک لینے بائع بھیل کو درخت پر پہننے قطع نہ کرے تو یہ بالاتفاق صحیح نہیں اور اگر بعد ظہور صلاح شمار بیع ہوئی تو بھی بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بیع ہوا کے بعد در صورت اطلاق تو بھی بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بعد تناہی بشرط ترک بیع ہوئی تو زمین اور بھیل میں اختلاف ہے چنانچہ مذکور ہوگا تو محل خلاف امام اور ائمہ ثلاثہ میں ہے بیع ہا جو واقع ہو بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے سوائے ثلاثہ کے نزدیک ہے انہیں در ہائے نزدیک ہے ہا اور شمار کا ظہور صلاح ہائے نزدیک ہے ہا کہ آفت اور فساد سے محفوظ ہو جائے اور شافعی کے نزدیک ہے کہ انہی پختگی اور شیرینی ظاہر ہو کر اسے انہر بصر قایم ثلاثہ کی وہ حدیث دلیل ہے جو صحیحین میں اس سے روایت ہے ان ابی علی اللہ علیہ وسلم ہی عن بیع انما حتی یہ بصلاحہما عن بیع انخل حتی تز ہوقین زہو ہا قال تمہار و تصفا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا بھیلوں کی بیع سے یہاں تک کہ انکی صلاحیت ظاہر ہوا در منع کیا خرما کی بیع سے یہاں تک کہ گت کپڑے راوی نے کہا بیع مرغ یا زرد ہو جائے اور بخار سے میں عبداللہ بن عمر سے حدیث مرفوع ہے کہ منع فرمایا بھیل کی بیع سے تا ظہور صلاح اور صلاح کو ابن عمر نے بیان کیا کہ اسکی آفت سے بیک گف ہوا اور ابوداؤد اور ترمذی در ابن ماجہ میں اس سے حدیث مرفوع ہے کہ عنب کی بیع سے منع فرمایا یہاں تک سیاہی پکڑے اور ہائے مذہب کی دلیل حدیث تاہر ہے جو عنقریب ہی آیت صلاح سے مذکور ہو چکی یعنی جسے کجور کا درخت بعد تاہر کے بیجا تو بھیل بائع کا ہی بگیر مشتری اسکی شرط کرے تو حدیث میں بھیل کو مشتری کا ٹھہرا یا شرط سے تو بیع شمار کا جواز مطلقاً ثابت ہوا اسواسطے کہ اس حدیث میں شرط مشتری میں شرط صلاح کی قیور نہیں ارشاد فرمایا اور ہی کی حدیث مذکور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بھی مترادف ظاہر ہے اسواسطے کہ انکے نزدیک بھی بیع شمار کی قبل ظہور صلاح بشرط قطع جائز ہے اور عن التحقیق قبل ظہور صلاح کا محل نہیں ہے کہ قبل ظہور صلاح بیع ہو بشرط ترک لینے کچھ بھیل مشتری ہولے اس شرط سے کہ بعد پختگی قطع ہونگے چنانچہ اس دعویٰ کہ وہ حدیث لالت کرتی ہے جو نسائی وغیر میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ بھیل کو ہونے لے کس طرح اپنے بھائی کا مال بھلو حلال ہوگا یعنی اگر کچھ بھیل کی بشرط پختگی بیع ہوئی اور قبل پختگی آفت سے ہو گئے تو بائع کو مشتری کا مال کیونکر حلال ہوگا اور کچھ بھیل کی بیع ہوئی بشرط قطع چنانچہ ہمارا مذہب ہے تو ہمیں احتمال مذکور کی گنجائش نہیں تو حدیث میں اسکو شامل نہ ہوئی اور جسکے محل نہیں بیع شمار بشرط ترک ٹھہرا تو ہم اس سے بری الذمہ ہو گئے اسواسطے کہ ہائے نزدیک بیع شمار بشرط ترک فاسد ہے اور اس تقریب سے ثابت ہو گیا کہ حدیث تاہر کی معارف سے سالم ہے بلکہ ایک حدیث دوسری حدیث کو شامل نہیں کیونکہ دونوں کے محل مختلف ہیں کذا فی فتح القدر بلخصا بصر فلو پر بعضہا دون بعض لا یصح فی ظاہر المذہب صحیح بخاری ذہبی اکلوانی بالجواز لولہ الخاج اکثر ذیلی اور اگر کچھ

پہلے نمودار ہیں در کچھ نہیں تو ظاہر نہیں یہ بیع صحیح نہیں اور مشتری نے اسکو صحیح کہا ہے اور حلوانی نے جواز کا فتوے دیا ہے اگر اکثر پھل نمودار ہو گئے ہوں  
 کذا فی شرح الوابی ہم قید اکثریت میں شایع قستانی کا تابع ہو گیا اور بحر الرائق میں حلوانی کا فتویٰ کل فلان میں منقول ہے اور یہی قول ہے امام فاضل کا اس واسطے کہ موجود ہر وقت عقد  
 اسل میں ہے اور جو اس کے بعد پیدا ہو گا وہ تابع ہے خواہ موجود قلیل ہو یا اکثر شمار لائے کہ اس میں استحسان ہی بسبب تعامل اور عرف کے کذا فی الطحاوی و یقیناً ہما مشتری  
 فی الحال جبر علیہ اور پھلوں کو مشتری بعد بیع کے فی الحال قطع کرے مشتری پر جبر کیا جائیگا قطع شمار میں ہم قطع بعد البیع اس واسطے لازم ہے مالک بائع ملک مشتری سے  
 قانع ہو جائے وان شرط کرے مالک علی الاشجار فسد البیع کشر لقطع علی البائع حادی اور اگر مشتری نے پھلوں کا قائم رکھنا دختوں پر شرط کر لیا تو  
 بیع فاسد ہوگی چنانچہ بائع پر قطع شرط کر لینے سے بیع فاسد ہوتی ہے کذا فی الحادی القری وقیل قال محمد لا یفسد ذاتا ہمت الثمرة للتعارف فان  
 شرط یقتضی العقد و بیعتی بحر عن لاسرار لکن فی قستانی عن المضمات ان علی قولہما الفتوے فقنہ اور بعضوں نے کہا قائل اس قول کے محمد میں کہ بیع شمار کی  
 بشرط ترک علی الاشجار فاسد نہیں جبکہ پھل بڑھ چکا ہو بسبب تعارف اور تعامل کے تو یہ شرط ایسی ہے جسکو عقد بیع مقتضی ہے اور اسی قول کا فتویٰ ہے کذا  
 فی البحر عن لاسرار لیکن قستانی میں مضمات سے منقول ہے کہ شیخین کے قول پر فتوے ہی تو خیر دار رہتا م شایع نے اپنے قول سے اشارہ کر دیا کہ یہاں  
 دونوں قول معنی بہین تو مفتی یہاں فتوے دینے میں مخیر ہے محشی مدنی نے کہا شارح سے یہاں بے تا ملی واقع ہوئی اس واسطے کہ قستانی  
 میں شیخین کے قول کا فتویٰ نہا یہ سے منقول ہے اور محمد کے قول کا فتوے مضمات سے قید یا شرط ترک لانا لوشراہا مطلقاً ترک کہا باذن البائع  
 طاب را الزیادۃ دان بغیر ذن تصدق با زادن ذاتاً مصنف نے فساد بیع میں شرط ترک کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر پھلوں کو مشتری نے مول لیا  
 مطلقاً یعنی بلا شرط قطع و بلا شرط ترک اور پھلوں کو دختوں پر قائم رکھا بائع کے اذن سے تو بعد بیع کے جسقدر پھلوں میں زیادتی ہوگی وہ مشتری کو حلال ہے  
 اور اگر بغیر اذن بائع کے پھلوں کو دختوں پر رہنے دیا تو جسقدر پھلوں کی ذات میں زیادتی ہوئی ہو اسکو تصدق کرے فقیر دن پر ہم زیادتی معلوم ہو نیکا  
 یہ طریقہ ہے کہ یوم البیع شمار کی قیمت کرے پھر جب پختہ ہوں پھل تب قیمت کرے تو جسقدر تفاوت ہو گا مابین میں ہی زیادتی ہے کذا فی العینی مثلاً تین روپے  
 قیمت بیع کے دن اور چالیس قیمت ہے بعد پختگی کے تو دس روپے زیادہ ٹھہرے اتنی خیرات کرے تصدق اس واسطے لازم ہو کہ غیر کی ملک بدون اس کے اذن کے  
 مشتری کی ملک سے مخلوط ہو گئی دان بعد اذاتنا ہمت لم تصدق بشے اور اگر پھلوں کے بڑھ چکنے کے بعد بلا اذن بائع کے پھلوں کو دختوں پر رکھا تو کچھ خیرات کرے  
 یعنی اس واسطے کہ شمار کی ذات میں کچھ تغیر نہیں ہو بلکہ پختگی آفتاب سے اور رنگت ماہتاب سے اور مزہ کو اکب سے بتقدیر خالق حاصل ہوا کذا فی شرح العینی  
 دان استاجر لشجر الی وقت لا دراک بطلت الاجارۃ دھابت الزیادۃ بقاء الاذن لو استجار الارض لزرع فدت بجمالت المدۃ ولم تطیب لزیادۃ  
 ملتقی البیوع والاذن بفساد الاجارۃ بخلاف الباطل کما حرمناہ فی شرحہ اور اگر شمار کی بیع میں دخت کو اجارہ سے پھل پکنے کے وقت تک تو اجارہ باطل ہے اور  
 زیادتی پھل کی حلال ہے بسبب باقی رہنے اذن مالک کے اور اگر زمین کو اجارہ لیا ترک زراعت کے واسطے تو اجارہ فاسد ہے بسبب مجہول ہونے مدت کے  
 اور زیادتی کھیت کی حلال نہوگی کذا فی ملتقی البیوع بسبب فاسد ہونے اذن کے اجارے کے فساد سے بخلاف اجارہ باطل کے چنانچہ ہننے اسکی تحریر کی ہے  
 ملتقی کی شرح میں ہم وجہ فرق اجارہ باطلہ اور فاسدہ میں یہ ہے کہ اجارہ باطلہ میں اذن مقصود بنفسہ ہو گیا اس واسطے کہ باطل کا وجود شرعاً ثابت نہیں ہے  
 معدوم عدل احیت تضمن کی نہیں کھتا بخلاف اجارہ فاسدہ کے اس واسطے کہ فاسدہ ہی جسکا وصف فوت ہونہ اصل تو وہ معدوم ٹھہرے تو تضمن کی بیادیت کھتا ہے  
 تو جب تضمن بالکس فاسد ہوگا تو تضمن بالفتح فاسد ہوگا و بحیلہ ان یاخذ لشجرۃ معاملۃ علی ان لہ جز من الف جز اور پھلوں کے خرید کرنے اور دختوں پر پکنے کا  
 یہ جیلہ ہے کہ مشتری دخت کو بطور معاملہ لے اس شرط پر کہ بائع کے واسطے ایک حصہ ہے ہزار حصوں میں سے ہم معاملہ اور ساقاۃ یہی کاشجار و سینچنے کے واسطے کچھ پھل  
 مقرر کرے شرح ملتقی میں ہے کہ مشتری بائع کو قیمت شمار دیکر کہے کہ میں نے تجھ سے یہ دخت بطریق معاملہ لیا اس شرط پر کہ پھلوں میں تیرا ایک حصہ ہے اور ایک کم ہزار

حصے ہیں اتنی لیکن آئین یہ غفل ہے کہ مشتری نے پھل قیمت دیکر لیے سوا نکو بطور معاملہ کیونکر لگیا ہاں مگر یوں کہنے کہ ثمن بطریق احسان کے دیا اور معتبر عقد معاملہ ہے  
وان مشتری اصول شرط کا لباذ نجوان و اشجارا بطبع و اختیار لیکن انکا و ثلث مشتری اور شمار حادثہ کے مالک ہونے مشتری کا یہ حیلہ ہے کہ اصول شرط خرید کر سے مانند  
بیگن کے اور خرید کر سے اور کھیر سے لکڑی کے درخت مول سے تاکہ جو پھل بعد بیع کے پیدا ہوں وہ مشتری کے ملک ہوں ہم جو شخص خرید کر سے وغیرہ کے  
پھل مول سے اور چاہے کہ درختوں میں لگے رہیں تاکہ بڑھیں یا جو پھل کہ ہنوز موجود نہیں وہ میرے ملک ہوں تو اسکا یہ طریقہ ہے کہ پھلون کو اُسکے درختوں  
سمیت مول سے بشرطیکہ زمین کا مالک بقاے اشجار کا اپنی زمین میں اذن سے یا مدت معلومہ تک زمین کو اجارہ سے کذانی ماشیتہ اگلی ہوتے الزرع و کھیش  
یشتری الموجود بعض الثمن ویتاجر الارض مدة معلومة يعلم فيها الادراک باقی الثمن اور زراعت اور گھاس مول لینے اور قائم رکھنے کا یہ طریقہ ہے کہ جس قدر  
موجود ہے اُسکو بعض ثمن سے خرید کرے اور باقی ثمن سے زمین کو اجارہ سے اُس مدت میں تک سمیت کھیت کی بھنگی معلوم کرے ہم مثلاً چالیس روپے کو  
ایک کھیت کہتا ہوں تو تیس روپے کو کھیت مول سے اور دس روپے اجرت مقرر کر کے زمین اجارہ سے دو یا تین مہینے کی مدت تک وہی اشجار الموجود وکیل لہ  
البائع یا جو جدا و شمار اشجار کے مول لینے میں یہ حیلہ ہے کہ موجود پھلون کو مول لے اور بائع مباح کرے اُن پھلون کو جو ہنوز پیدا نہیں ہوئے بیعہ اباحتک  
بعد اسکا بھی بائع اذن سے کہ پھل درختوں پر قائم رہیں کذانی الطحطاوی فان غات ان یرجع بقول علی فی ثمنی رجعت فی الاذن تکون ما ذذانی الترتک ثمنی لمخصاً  
پھر اگر مشتری ڈسے بائع کے رجوع کرنے سے بیعہ شاید بائع اذن دیکر لپٹ جائے اور کہے کہ اب بقاے شمار وغیرہ کا اذن نہیں رہتا تو اسکا یہ  
طریقہ ہے کہ بائع یوں کہے کہ جب میں اذن میں رجوع کروں تو تو ما ذذون ہی ترک میں یعنی در صورت رجوع مشتری ما ذذون باذن جدید ہی کذانی الفتح  
عن الفقہ ابی الیث ماجاز ايراد العقد علیہ بانفراد صح استثناء منہ الا الوصیۃ بالخذ متصح افراد ہا دون استثناء اشباہ جو چیز بلا انضمام ہونا سکتی ہے مثلاً اسکا  
نکال لینا بیع سے صحیح ہے مگر خدمت کی وصیت کی تنہائی صحیح ہے یعنی بلا قبضہ جاریہ نہ اسکا نکال لینا یعنی قبضہ جاریہ کی وصیت کرنا بلا خدمت کذانی الاشباہ ہم اور  
جس چیز پر ايراد عقد بیع ہونا نہیں ہو سکتا چنانچہ عمل لوٹری یا جانور کا یا اطراف جانور کے تو اسکا استثناء کر لینا بیع سے صحیح نہیں تو اگر بائع یوں کہے کہ میں نے  
اس لوٹری کو بیچا سوا سے اسکے حل کے یا یہ دُنیہ بیچا سوا سے اسکی عکبتی کے یا ہاتھ پاؤں کے تو یہ استثناء صحیح ہوگا اور وصیت بالخدمت کے استثناء کرنے کی  
قاعدہ مذکورہ سے کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ یہ قاعدہ عقود میں جاری ہے اور وصیت عقد نہیں لہذا قبول وصیت بعد موت موصی کے بھی جائز ہے اور عقد بعد  
موت کے صحیح نہیں کذانی الطحطاوی وعن الفتح والنہایۃ ثم فرع علی ہذہ القاعدة بقولہ فصیح استثناء قفیر من مہبرۃ و شاة معینۃ من قطع وارطال  
معلومہ من بیع ثم تخلت لصی ايراد العقد علیہا ولو لثمرۃ علی رؤس الخمل علی نظامہر مہبرۃ صنعت نے اس قاعدے پر بقول خود تفریح کی کہ صحیح ہے استثناء  
کر لینا ایک قفیر کا امام کے ڈھیر کی بیع سے اور ایک معین کو سفند کا گلہ کو سفند سے اور ارطال معینہ کا ایک کجور کے پھلون کی بیع سے سبب صحیح ہونے ايراد  
عقد بیع کے امور مذکورہ پر اگر جو پھل درختوں پر لگے ہوں بنا بر ظاہر مذہب کے صحیح بیع رہے سبباً بغیر سبب لہذا احتمال لہر بوجہ چنانچہ صحیح ہے بیع گیہوں کی اُس کی  
بال میں گیہوں کی بالی کے غیر سے سبب احتمال ہونے کے ہم اگر گیہوں کی بالی کے اندر ہوا درجوس غیر جنس اسکی بیع ہو تو صحیح ہے اور اگر گیہوں کی بالی کو گیہوں کی بالی  
دیکر خرید کرے تو صحیح نہیں اس احتمال سے کہ شاید ایک کم ہوا درجوس زیادہ تو سود ہو جائے اور گیہوں کے مانند جو اور جواری کی بیع اُن کی بالیوں میں صحیح ہے  
و باقلا و ارز و سمسم فی قشر ہا اور باقلا اور چاول درہل کی بیع اُن کے چھلکوں میں صحیح ہے و جوز و لوز و فستق فی قشر ہا الاول رہو الاعسلی  
اور اخروٹ اور بادام اور پستکی بیع اُنکے پہلے چھلکوں میں یعنی اد پر واسے پوست میں درست ہے خلافاً للشافعی و علی البائع اخراجہ الا اذا باع باقیہ  
اور بائع پر لازم ہے اسکا نکال دینا یعنی گیہوں وغیرہ کا مگر جبکہ بائع نے بالی اور چھلکے سمیت بیع کی ہو تو نکالنا اسپر نہیں وہل اختیار و بیع الوجہ نعم فتح اور  
ایسی بیع میں مشتری کو اختیار ہوتی ہے یا نہیں دلیل اسکو مقفی ہی کہ ہاں اُسکو دیکھنے کے بعد اختیار ہے یعنی نہ لینے کا اسواسطے کہ مشتری نے ہنوز



بیع کو نہیں دیکھا کذا فی الفتح واما بطل بیع ما فی تمرد و فتن و ضرع من نوبی و حسب و لبن لانه معدوم عرفا و خر سے کے اندر کی گٹھلی اور روئی کے اندر  
 واسے بنوسے کی اور تھن کے اندر کے دو دھکی بیع اس واسطے باطل ہے کہ وہ معدوم ہے بنا بر عرف اور رواج کے ہم یہ جواب ہے سوال مفرد کا کہ گھون  
 وغیرہ کی بیع غلات کے اندر صحیح ہے اور گٹھلی کی بیع خر سے کے اندر صحیح نہیں باطل ہے حالانکہ دونوں غلات میں ہیں تو دونوں میں کیا فرق ہے شارع نے  
 جواب دیا کہ گٹھلی وغیرہ عرف میں کالعدم ہیں اس واسطے کہ لوگ بولتے ہیں کہ یہ خرما اور یہ روئی ہے اور نہیں بولتے کہ یہ گٹھلی ہے خر سے کے اندر اور یہ بولتے  
 روئی کے اندر اور یوں بولتے ہیں کہ یہ گھون ہیں بانی کے اندر اور یہ بادام اور پستہ ہی جھلکے کے اندر اور یوں نہیں کہتے کہ ان جھلکوں میں بادام ہے بلکہ اسکی نظر  
 خیال بھی نہیں جاتا کذا فی الفتح و اجرة کلیل و عدد و وزن و ذرع علی بائع لانه من تمام لتسليم اور پیمانہ کرنے اور شمار کرنے اور تولنے اور گنا  
 ناپنے کی مزدوری بائع پر ہے اس واسطے کہ تو لانا وغیرہ نامی تسلیم ہے یعنی تسلیم بیع بائع پر واجب ہے اور تسلیم بدون ان افعال کے حاصل نہیں ہوتی تو  
 انکی مزدوری بھی بائع پر لازم ہوگی و اجرة وزن و ثمن و نقدہ و قطع ثمر و اخراج طعام من سفینة علی مشتری اور ثمن تولنے اور اس کے پرکھنے اور پھسل  
 کاٹنے کی اجرت اور ناز کے اندر سے اناج نکالنے کی مزدوری مشتری پر ہی ہم ہی قول صحیح ہے کذا فی الفتح و اجرة اور یہی ظاہر روایت ہے کذا فی الفتح و اجرة  
 میں ہے کہ قطع ثمر کی اجرت مشتری پر اس وقت ہے جبکہ بائع نے ثمر اور مشتری میں تخلیہ کر دیا ہو الا ان بعض البائع لثمن ثم جاویدہ بعیب الزیادہ مگر جبکہ بائع  
 ثمن پر قبضہ کر چکا ہو پھر پھیرنے آیا ہو کھوٹے ہونے کے عیب سے تو اب پرکھنے کی اجرت بائع پر ہے اس واسطے کہ اب پرکھنا اس واسطے ہے کہ بائع کا حق پورا ملے کذا  
 فی الفتح فرغ مسأله شرح کاظم بعد نقدہ صراف ان الدرہم مذکورہ رد الاجرة وان وجد بعض قبضہ نہ خرمن اجارة البرازیتہ صراف کے پرکھ دینے کے  
 بعد ظاہر ہوا کہ درہم کھوٹے ہیں تو صراف پر کھانی کی مزدوری پھیرے اور اگر بعض درہم کھوٹے نکلین تو اسکی بقدر اجرت پھیرے کذا فی الفتح عن اجارة  
 البرازیتہ و اما الدلال فان باع بعین بنفسہ یا ذن رہا فاجرتہ علی البائع وان سعى بنیما و باع المالك بنفسہ بعیر العرف تمامہ ہے شرح الوہبانیۃ اور دلال کی  
 مزدوری کا یہ حکم ہے کہ اگر دلال نے کسی جنس کو بذات خود بیچا مالک کے اذن سے تو اجرت اسکی بائع پر ہے اور اگر بائع اور مشتری کے درمیان دلال نے  
 کوشش کی اور مالک نے بذات خود بیع کی تو رواج معتبر ہے یعنی اگر ایسی صورت میں بائع پر اجرت دلال کی ہوتی ہو تو بائع پر ہے اور اگر مشتری پر ہوتی  
 ہو تو مشتری پر ہے اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ میں ہے ویسلم الثمن اولانی بیع مسلفہ بدنا یر و درہم ان حضر البائع اسلعة اور اول دیا جائے  
 ثمن متاع کی بیع میں دنا یر اور درہم سے اگر بائع نے متاع کو حاضر کر دیا ہو ہم یعنی اگر زمین یا اناج یا کپڑے کی بیع ہوئی یا بیون یا اشرفیون یا بیون سے  
 اور بائع نے اشیاء بیعہ کو حاضر کر دیا تو اول تسلیم ثمن لازم ہے تا بائع کا حق ثمن میں معین ہو جائے اس واسطے کہ مشتری کا حق بیع میں بجز وعدہ کے متعین ہو گیا کیونکہ  
 بیع اس کے ملک میں داخل ہو گیا اگرچہ بدون قبض کے مشتری پر ضمان نہیں بیانشاک کہ اگر بیع ہلاک ہو گئی قبل قبض مشتری کے تو بیع منسوخ ہو جائیگی اور بائع کا حق  
 ثمن میں بدون قبض کے متعین نہیں ہوتا اس واسطے کہ ثمن میں تعین شرط نہیں بیانشاک کہ اگر ایک معین شرفی سے کوئی چیز خرید کرے تو مشتری کو اختیار ہے  
 پہلے دوسری اشرفی سے لہذا مشتری کو اول تسلیم ثمن کا حکم ہوا اور اگر بیع غائب ہے تو مشتری پر تسلیم ثمن بلا حضور مع لازم نہیں در اگر مشتری کچھ ثمن سے اور بعض  
 بیع کے لینے کا ارادہ کرے تو جائز نہیں اور اگر اس شرط سے خرید کرے کہ بائع اول بیع کو تسلیم کرے تو بیع فاسد ہوگی اس واسطے کہ اس شرط کو عقد مقنی نہیں اور  
 اگر بیع پر قبضہ کیا بدون باذن بائع اور قبل تسلیم ثمن کے تو بائع کو استرداد جائز ہے اور نقض تصرف مشتری صحیح ہے اور ایسا تصرف جو منسوخ کا مثل نہیں چنانچہ  
 اعتاق اور تدبیر تو استرداد جائز نہیں ذکرہ العلامة شاہین جن محیط اور اگر مشتری نے ایسی چیز خریدی جو جلد بگڑتی ہے اور پھر قبضہ نہیں ہوا اور ثمن بیانشاک  
 کہ مشتری غائب ہو گیا تو بائع کو اسکا غیر سے بیچ لینا جائز ہے اور مشتری ثانی کو باوجود دریافت کے خرید کرنا جائز ہے اس واسطے کہ مشتری اول اس منسوخ سے بلا لائق  
 راضی ہو گیا اور بازار دن میں اکثر ہوا کرتا ہے اور بائع کو جس بیع سے استیصال کل ثمن جائز ہے اگرچہ ایک رقم باقی ہو بھی روک سکتا ہے لیکن اگر ثمن دینے کی ہمت مقرر ہو گئی ہے

تو روک نہیں سکتا اور اگر بعض شے حال ہی اور بعض موبل تو تا استیغاب شے حال میں کا اختیار ہے اور اگر مشتری نے کوئی چیز گورکھ دی یا ضمانت داخل کی تو اس سے حق جس سا قطن نہیں اور اگر بائع نے مشتری پر شے کا حوالہ کیا تو حق جس بالاتفاق سا قطن ہے اور اگر بائع نے بیع مشتری کو تسلیم کی قبل از قبضہ شے تو اس کا حق سا قطن ہو گیا اب بائع بیع کو استرداد نہیں کر سکتا تیل خرید کیا اور بوتل دی دن دن کرنے کے واسطے سو بائع نے دن تیل کا کر دیا مشتری کے سامنے یا اسکی قیمت میں تو قبضہ ہو گیا اور بیع صحیح ہے کہ اسکیل در روز دن کو جب چاہا کر کے یا تول کے مشتری کے برتن میں رکھ گیا قبضہ مشتری کا ثابت ہو گا اور اگر کپڑا خرید کیا اور بائع نے اس پر قبضہ کرنے کا حکم دیا سو مشتری نے اس پر قبضہ نہ کیا یا شک کہ اسکو دوسرے آدمی نے لے لیا تو اگر امر بالقبضہ کے وقت مشتری اسکو لے سکتا تھا بدون قیام کے تو تسلیم صحیح ہے والا نہیں اور زمین میں قبضہ تخلیہ سے ہوتا ہے اور مال منقول میں ایسے دوسرے مکان میں لیجانے سے قبضہ ثابت ہوتا ہے جو مکان بائع سے مخصوص نہیں رکھتا اور اگر بائع نے گھر بنا لیا اور مشتری کو اس پر قبضہ کرنے کا حکم دیا اور بائع اسکی لگام پکڑے ہوئے ہے اور گھوڑا دونوں کے ہاتھ سے ہمال گیا تو مشتری کا مال گیا بائع کا اس واسطے کہ تسلیم فرس اس طرح پر ہوتی ہے کہ ذاتی اطمینان اور مصلحت سے بیع مصلحت سے ہوتا ہے مثلاً سلمہا مع ما لم یکن احدہما دینا سلمہ و شے موبل اور متاع کی بیع میں اسکی مانند دوسری متاع سے اور شے کی بیع میں اسکی مثل دوسری شے سے بائع اور مشتری دونوں ساتھی تسلیم کریں جب تک کہ احد البدلیں دین نہ ہو چنانچہ مسلم فیہ اور شے موبل ہم بیعے اگر ایک متاع کو دوسری متاع سے بیچنا چاہے کتاب کو بعض تخت یا کپڑے کے بیچ یا دیو بیوں کا معاوضہ شرفیوں یا دیو بیوں سے کیا تو بائع اور مشتری بدلیں کو ساتھی بلا توقع تسلیم کریں اس واسطے کہ دونوں متاع متین ہیں یکساں اور دونوں شے غیر متعین ہیں برابر تقدیم ایک کی دوسرے پر ترجیح بلا مرجح ہے ہاں اگر بیع مسلم میں مسلم فیہ کی تسلیم ساتھی نہیں اس واسطے کہ اسپین تاجیل شرط ہے اور کثرت سلم کی ایک حد ہے اور اگر مشتری نے تسلیم شے کی کچھ مدت مقرر کر لی ہے تو اس پر تسلیم شے کا مطالبہ نہیں قبل مدت کے اور بائع بیع کو جس نہیں کر سکتا اس واسطے کہ تاجیل سے اس کا حق درباب میں سا قطن ہو گیا بجز الرائن میں ہے کہ در صورت اختیار مشتری بھی بائع مطالبہ شے کا قبل سقوط اختیار نہیں کر سکتا تو شارح کو مناسب تھا کہ اسکو بھی ذکر کرنا تھا تسلیم کیوں بالتحلیہ علی وجه ممکن عن القبض بلا مانع دلا مائل بعد اسکے دریافت کرنا چاہیے کہ تسلیم بیع یا شے تخلیہ سے ہوتی ہے اس طرح پر کہ بائع یا مشتری قبضہ کرنے پر قادر ہو بلا مانع اور بلا مائل کے ہم تخلیہ بلا مانع سے یہ مراد ہے کہ وہ چیز مشغول بحق غیر ہو اور تخلیہ بلا مائل سے مراد یہ ہے کہ اس کے سامنے ہو کذا فی الجلی و شرط فی الاجناس شرطاً ثالثاً ان یقول غلیت بینک و بین البیع تلوم بقیار و کان بعبید الم بصر قابضاً والناس عنہ فافلون فانتم بشر دن قریہ و یقرودہ بالتسلیم و القبض و ہوا لایصح بہ القبض علی الصحیح و کذا فی الہیۃ والعدۃ فانہ و تمامہ فیما علقناہ علی الملتقی اور اجناس میں عدم مانع اور عدم مائل کے سوا کسی شرط بھی مشروط کی ہے وہ یہ ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ میں نے تخلیہ کر دیا تیرے ما بین اور بیع کے ما بین میں تو اگر یونہی کہیگا یا بیع بعد ہو مشتری سے تو مشتری قابض نہ ٹھہرے گا اور لوگ اس مسئلے سے غافل ہیں اس واسطے کہ مثلاً گاؤں خرید کئے ہیں اور تسلیم اور قبضہ کا اقرار کرتے ہیں یعنی بائع تسلیم بیع کا اقرار کرتا ہے اور مشتری قبضہ کا اقرار کرتا ہے اور مالانکہ تسلیم اور قبضہ کے اقرار سے قبضہ صحیح نہیں ہوتا تا جب بقول صحیح کے اور اس طرح ہبہ اور خیرات میں قبضہ صحیح نہیں ہوتا تخلیہ بعد سے بکلاف تخلیہ قریب کے کذا فی النہا دہوہ را بیان اسکا ہم نے شرح ملحق میں کیا ہے ہم بیع بعد کے تخلیہ سے اگر قبضہ ثابت نہیں ہوتا لیکن عقد بیع نے نفسہ صحیح ہے ہاں اگر مشتری پر شے کا دینا بدون صحت قبضہ واجب نہیں اور اگر بیع ہلاک ہو گئی قبل قبضہ کے بائع یا بیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو مشتری شے کو پھر لے لے گا اگر شے سے چکا ہو کذا فی شرح ملحق بجز الرائن میں ہے کہ اگر گھوڑوں کو بالیوں میں بیچا اور بائع نے ان کو تسلیم کیا بالیوں سمیت تو تسلیم صحیح نہیں کہ مشغول بحق غیر ہے اور تسلیم شمار شمار فقط تخلیہ سے صحیح ہے اگر قبضہ کی ملک سے متصل ہے اور اگر کوٹھری کے گھوڑوں خرید کیے اور بائع نے کوٹھری کی کوٹھری کو دی ہے یا تخلیہ تو قبضہ صحیح ہے اور اگر کوٹھری کی کوٹھری کا کلام ہو گیا تو قبضہ نہیں ہوا کئی دینی گھر کی بیع میں تسلیم ہے اور مشتری

بلا تکلف اُسکو کھول سکے اور اگر بعد گھر کو پہنچا اور بائع بولا کہ میں نے گھر کو تھکوا تسلیم کیا اور مشتری نے کہا کہ میں نے اُسے قبضہ کیا تو یہ حقیقت قبضہ نہیں اور اگر گھر قریب ہی تو قبضہ ثابت ہوگا اگر گھر اس حال پر ہی کہ مشتری اُسکے نفل بند کرنے پر قادر ہی تو اُسکو قریب کہیں گے اور اگر ایسا نہیں تو بعد ہی اتنی کذا فی اطمینان و جدہ لے البائع اثنین زیو فالیس لہ استرداد السلعة و حبسها بہ سقوط حقه بالتسلیم و قال زفرہ ذک کہ لو وجد با رصاصا و ستوقه او متحقا و کالمترس غیہ بائع اثنین کو ایسا کھونٹا یا جاکا لینا و سنا سودا گروں میں مانع ہی مگر سرکار بادشاہی میں مقبول نہیں تو بائع کو متاع پھیر لینے اور اُسکے حبس کر رکھنے کا اس سبب سے اختیار نہیں بسبب ساقط ہونے حق بائع کے تسلیم کر دینے سے اور زفر نے کہا اُسکو اُسکا اختیار ہی چنانچہ اگر درہم راہگ کے ہون یا اُنپر چاندی کا پتر ہو یا غیر کی ملک ہوں تو استرداد متاع کا یا بالاتفاق اختیار ہی اور چنانچہ مرتن کو اختیار کذا فی اطمینان یعنی اگر راہن نے درہم دین کے ادا کیے پھر وہ درہم کھونٹے بھلے تو مرتن کو اختیار ہی کہ اُن کو پھیرے اور مرتن پر پیش سابق کے قبضہ کرے کذا فی حاشیۃ المدنی قبض بدل درہم اجمیاد اللتی کانت لعلی زید زیو قاعلی ظن انما جیاد شتم علم بانہا زیوت یر دہا ویسترد اجمیاد ان کانت قائمہ والا فلا یرد ولا یسترد قالہ نے اپنے گھر سے روپیوں کے بدلے جو زید پر قرض تھے کھونٹے روپیوں پر قبضہ کیا اس گمان پر کہ وہ گھر سے ہیں پھر معلوم ہوا کہ وہ کھونٹے ہیں تو اُن کو پھیرے اور گھر سے پھیرے اگر موجود ہوں اور اگر کھونٹے روپے خرچ ہو گئے ہوں تو نہ پھیرے اور نہ پھیرے کہا لو علم بذک عند قبض چنانچہ اس صورت میں پھیرنے کا اختیار نہیں جبکہ اُسکو قبضہ کرنے کے وقت اُسکا کھونٹا ہونا معلوم ہو گیا ہو و قال ابو یوسف یرد مثل الزیوت و یرجع باجمیاد کما لو کانت لصاصا و ستوقہ ابو یوسف نے کہا اگر کھونٹے روپے صرف ہو گئے ہوں تو ویسے اور کھونٹے پھیرے اور گھر سے پھیرے چنانچہ اگر راہگ کے ہوں یا اُنپر چاندی کا پتر ہو تو پھیرنا یا اتنا ثابت ہی مشتری شینا و قبضہ و مات مفلسا قبل نقد اثنین فالبائع اسوۃ للغرماء و قال الشافعی رحمہ اللہ ہوا حق بہ کما لو لم یقبضہ مشتری فان البائع اثنین بہ اتفاقا و ناولہ علیہ بصلوۃ و سلام اذ مات مشتری مفلسا فوجہ البائع متاع بعینہ فوا سواۃ للغرماء فشرح للبعین خرید کی کوئی چیز اور اُس پر قبضہ کیا اور مشتری مفلس ہو کر مر گیا قبل ادا کرنے اثنین کے تو بائع برابر ہی باقی قرض خواہوں کے یعنی داماسا ہی اور قرض خواہوں کے مانند بائع کو بھی قرض ملے گا اور امام شافعی نے کہا کہ بائع زیادہ تر حقدار ہی اُس چیز بیع کا چنانچہ اگر بیع پر مشتری نے قبضہ نہ کیا اور مفلس مر گیا ہو تو بیع کا بائع اثنین ہی بالاتفاق اور ہماری دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ جب مشتری مفلس ہو کر مرے پھر بائع اپنی متاع کو بعینہ پاوے تو وہ برابر ہی اور قرض خواہوں کے کذا فی شرح الجمع للبعین ہم امام شافعی کی دلیل صحیحین کی حدیث ہے کہ (من ادرك مالہ بعینہ عند رجل قد قلس فوا حق بہ من غیرہ) یعنی جو اپنا مال بعینہ مر و مفلس کے پاس پاسے تو وہ اُس مال کا زیادہ تر حقدار ہی اُسکے غیر سے اور حنفیہ کی دلیل یہ حدیث ہے جو شان نے ذکر کی اور سند اُسکی سنن ابوداؤد و دین مذکور ہی اور استدلال شافعی کا یہ جواب ہے کہ ہماری حدیث مفسر ہی اور شافعی کی حدیث مبہم اور مفسر مبہم پر قاضی ہوتی ہی اہم خص کی کچھ حاجت نہیں و تمامہ فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے بلع نصف المزرع بلا ارض ان باعہ لا کارب الارض جاز و بعکسہ لا الا اذا کان البذیر من لا کار فینبغی ان یجوز خانیۃ نصف کھیت بدون زمین کے ہی اگر اُسکو کشتکار نے زمین کے مالک کے ہاتھ ہی تو جائز ہی و بالعکس اسکے یعنی اگر زمین کے مالک نے آدھا کھیت کشتکار کے ہاتھ ہی تو جائز نہیں مگر کھیت کشتکار کا ہو تو لائق یہ ہی کہ بیع جائز ہو کذا فی اثنین بائع شجر او ذکر ما شمر الایدخل الثمر و حیث نہ یستعار شجر الی الادراک فلوا بی مشتری اعارتہ غیر البائع ان شارح ابطال البیع او قطع الثمر جامع لاصولین قال فی النہر و لافرق یظہر بین مشتری و البائع پھل دے درخت یا انگور کی بیل کو بیچا تو پھل حاصل بیع ہوگا اور اس وقت میں درخت عاریت لیا جاوے مشتری سے پھل کپتے تک پھر اگر مشتری عاریت دینے سے انکار کرے تو بائع مختار ہی چاہے بیع کو باطل کرے یا پھلون کو درخت پر سے توڑے کذا فی جامع لاصولین ہذا الفائق میں کہا کچھ فرق ظاہر نہیں ہوتا مشتری اور بائع میں م یعنی حنفیہ مذکور ہو چکا کہ اگر مشتری

ملفوظ کلامتین  
رسول صوریہ فیما  
رزا و فی اثنین و  
سلان مکرر اثنین و  
اد اعلیٰ صلی اللہ علیہ  
علیہ بیئہ زید نوالہ  
حق بیع نے اثنین  
اطمینان

فقط بچل خرید کرے بدون درخت کے تو اس پر نے احوال بچل توڑنا واجب ہے در صورت عدم اعارہ بائع اگرچہ بچل تمام ہون اور بیان بائع ابطال در قطع شرط  
میں مختار ہے اور مشتری مختار نہیں حالانکہ مشتری اور بائع میں کوئی وجہ فرق ظاہر نہیں ہوتی واللہ اعلم بالصواب

باب خيار الشرط

باب خيار الشرط

یہ باب ہے خيار الشرط کے احکام میں خيار یعنی اختیار ہے یعنی وہ اختیار جو بائع اور مشتری کو بسبب شرط کر لینے کے حاصل ہوتا ہے چاہے بیع کو قائم رکھیں چاہے  
توڑیں وجہ تقدیم مع بیان تقسیم میں ہے اللہ در خيار الشرط کی تقدیم کی وجہ اسکی تقسیم کی بیان کے ساتھ درین صحیح ہے ہم صاحب در نے کہا کہ بیع کا ہے لازم  
ہوتی ہے اور گاہے غیر لازم بیع لازم وہ ہے جس میں بعد موجود ہونے شرط بیع کے اختیار ہوا اور غیر لازم وہ ہے جس میں اختیار ہوا اور چونکہ لازم قوی ہے لہذا اسکو پہلے ذکر کیا  
اسکے بعد خيار الشرط کو بیان کیا اور خيار الشرط کو باقی خیارات پر اس واسطے مقدم کیا کہ خيار الشرط ابتداء حکم کا مانع ہے پھر خیارات اور یہ کہ ذکر کیا کہ وہ تمام حکم کا مانع  
ہے آخر کو خيار لعیب کا ذکر کیا کہ وہ بزدل حکم کا مانع ہے اور خيار بشرط چنانچہ قسم پر ہے ایک قسم بالاتفاق فاسد ہے چنانچہ مشتری کا یون کہتا کہ بھلو اختیار ہے یا بھلو  
چندر و تراختیا ہے یا بھلو ہمیشہ اختیار ہے اور ایک قسم جائز ہے بالاتفاق یعنی یون کہتا کہ بھلو تین دن یا اس سے کمتر میں اختیار ہے اور ایک قسم میں اختلاف ہے وہ  
یہ ہے کہ یون کہے کہ بھلو اختیار ہے ایک مہینہ یا دو مہینہ کہ یہ امام عظیم اور زفر اور امام شافعی کے نزدیک فاسد ہے اور ابو یوسف در محمد کے نزدیک جائز ہے انتہی ملخصاً گذارنے  
الطحاوی معلوم کرنا چاہیے کہ خيار الشرط خلاف قیاس ہے اس واسطے کہ حدیث میں بیع اور شرط سے نہی وارد ہے لیکن خيار الشرط نص سے ثابت ہے حاکم نے مستدرک میں  
عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ حبان بن منقر ایک مرد ضعیف تھا اور اس کے سر میں زخم لگا تھا تو اس کے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین دن تک  
اختیار مقرر فرمایا تھا اس چیز میں جو کہ وہ خرید کرے اور اسکی زبان پتیل ہوگی یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو خرید کیا کر اور کہد یا کر لا ظاہر ہے یعنی بھلو خرید  
نہ دینا اور وہ کوئی چیز خرید کر لا تا اپنے گھر والوں کی طرف سے سودہ لوگ کہتے کہ یہ تو گران قیمت ہے تو وہ جواب دیتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو  
بیع میں اختیار دیا ہے اور اس حدیث کو امام شافعی نے اور بیہقی نے اپنی سنن میں اور ابن ماجہ نے اور بخاری نے اپنی تاریخ اور مطہین اور ابن ابی شیبہ نے  
روایت کیا ہے کذا فی فتح القدر فی غم الخیارات بلغت سبعة عشر مہر دریافت کرنا چاہیے کہ خیارات کا شمار شرط تک پہنچا ہے الثلاثۃ البیوع نہا انہن سے تین خیارات  
وہ ہیں جنکے بیان کے واسطے باب مقرر ہوئے ہیں یعنی باب خيار الشرط اور باب خيار الرویہ اور باب خيار لعیب بخیار النعین وغین و نقد و کتیبہ و استحقاق و غیر  
فعلی و کشف حال و خیانتہ مراجعہ و تولیہ و قوات و صفت مرغوب فیہ و تفریق صفتہ بملاک بعض بیع و اجازۃ عقد لفضولی و ظہور البیوع مستاجر او مرہوناً  
اشباہ من احکام لفسوخ اور اختیار تعیین کا وہ ہے کہ دو یا تین غلام بچے اس شرط پر کہ مشتری ایک کو اختیار کرنے اگر ہر ایک کی قیمت جدا جدا مذکور ہوئی ہو تو صحیح ہے  
اور اختیار غبن یعنی اگر بائع یا مشتری یا دلال نے غبن فاحش کیا تو نسخ بیع میں اختیار ہے اور اختیار نقد یہ ہے کہ اس شرط پر بیع ہوئی ہو کہ اگر مشتری  
تین دن تک متن نہ لے تو بیع ہمیں اور اختیار کمیت یہ کہ خرید کی بعوض اُن در اہم کے جو اس برتن میں ہیں پھر بائع نے در اہم مذکورہ کو دیکھا  
تو اسکو اختیار ہے اور یہ خيار الرویہ نہیں اس واسطے کہ لغو میں خيار الرویہ نہیں ہوتا اور خيار استحقاق یہ کہ بعض بیع غیر کا ملوک ٹھہرے اور خيار  
تغریہ فعلی یعنی ایسا کام کرنا جس سے مشتری دھوکا کھائے چنانچہ بکری یا گائے کے عین چند روز یا مذہد رکھنا تا بہت دو دھار نظر پڑے سے  
بموجب ایک روایت کے مشتری کو پھر دینے کا اختیار ہے کذا فی البحر و کشف حال کا اختیار یہ ہے کہ خرید کی بعوض سونے کے جو اس پتھر کے ہوزن  
ہو اور خيار کشف میں خيار التکشف بھی داخل ہے وہ ہے کہ اناج کا ڈھیر بیچا ہر صلح عوض درم کے تو بیع صحیح ہے ایک صاع میں لیکن بسبب تفریق دفعہ مشتری  
اختیار ہے نہ بائع کو اور خیانت مراجعہ کا اختیار یہ کہ بیع المراجعہ میں بائع کے اقرار سے یا گواہوں سے یا بائع کے قسم نہ کھانے سے خیانت بائع کی ثابت ہو  
تو مشتری کو اختیار ہے چاہے کل متن سے لے چاہے نئے اور خیانت تولیہ کا اختیار یہ کہ بیع التولیہ میں با مور مذکورہ خیانت ثابت ہو تو مشتری مختار ہے اور



بقدر خیانت کم کر دینا جائز ہے اور وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے کا اختیار اس طرح کہ غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ کاتب ہی یا روٹی پکانا جانتا ہے پھر غلات اسکے ظاہر ہو تو مشتری کو اختیار ہے چاہے کل شے دیکرے یا نہ لے اور تفریق صنفہ کا اختیار سبب ہلاک ہونے بعض بیع کے اور یہ نہیں ہوتا مگر قبل قبض کے اور بیع فضولی کی اجازت کا اختیار ہی مالک کو چاہے جاری رکھے چاہے باطل کرے اور بیع کے مستاجر ہونے کے ظہور کا اختیار بیعہ اگر معلوم ہو کہ بیع کو کسی نے اجارہ لیا ہے تو مشتری کو لینے نہ لینے میں اختیار ہے اور بیع کے مریض ہونے کے ظہور کا اختیار بیعہ بعد بیع کے معلوم ہوا کہ بیع کسی کے پاس کر دی تو مشتری کو اختیار ہے اور اگر مستاجر یا مرتن اُسکو جائز رکھے تو اب مشتری کو فسخ کا اختیار نہیں کذا فی الاشبہ من احکام الفسوخ قال الفیض باقائدہ و تحالف فبلت تسعة عشر سبباً صاحب الشاہ نے کہا اور بیع فسخ ہوتی ہی اقالہ اور تحالف سے تو اب شمار غیارات کے اسباب کا اُمس کو پہنچا ہم اقالہ یہ ہے کہ عاقدین فسخ عقد پر راضی ہو جائیں اور تحالف کی صورت یہ ہے کہ مقدّمین یا مقدم اور بیع یا دونوں کی مقدار میں اختلاف ہو اور دونوں گواہ لانے سے عاجز ہوے اور ایک دوسرے کے دعویٰ پر راضی نہوا تو دونوں سے قسم لی جائیگی اور قاضی بیع کو فسخ کر دیکگا ایک عاقد کی طلب سے اور کل فسوخ کے عاقدین مباشر ہوتے ہیں سوائے تحالف کے کہ اُسکو قاضی فسخ کرتا ہے کذا فی الجلبی عن الاشباہ و اقلہا ذکرہ المصنف يعرف من مارسل کتاب در اختیارات کو مصنف نے جا بجا ذکر کیا ہے جو شخص کتاب کی مشغولی رکھتا ہے وہ جانتا ہے صحیح شرط للمتباعین معاً ولا حد ہما ولو وصیاً و لغير ہما ولو بعد العقد لا قبلہ تا تا خانہ شرط کرنا اختیار کا بائع اور مشتری کو ساتھی اور دونوں میں سے ایک عاقد کو اگرچہ وصی تمیم ہو اور شرط کرنا عاقدین کا اجنبی کے واسطے صحیح ہے اگرچہ شرط بعد عقد کے ہوتی ہو اور صحیح نہیں قبل عقد کے کذا فی التاتار خانہ ہم شرط کرنا اختیار کا اصیل اور وکیل اور وصی اور اجنبی کے واسطے صحیح ہے خواہ شرط عین عقد کے وقت ہو یا بعد عقد کے اور اگر قبل عقد اس طرح شرط کرے کہ میں نے تجھ کو اختیار دیا اُس بیع میں جسکو میں منعقد کر دیکگا پھر خرید واقع ہونی بلا شرط تو اختیار ثابت نہوگا کذا فی البحر فی بیع کلہ و بعضہ کثالثہ اور بعدہ ولو فاسد شرط اختیار صحیح ہے سب بیع میں یا بعض میں چنانچہ بیع کی تمائی یا چوتھائی میں اگرچہ وہ عقد جس میں شرط ہوئی ہے فاسد ہو دو اختلاف فی اشراطہ فالقول لثانیہ علی المذہب در اگر بائع اور مشتری میں اختلاف ہو اختیار کے شرط ہونے میں تو اُس کا قول معتبر ہے جو اختیار کی نفی کرتا ہے بنا بر مذہب صحیح کے اس واسطے کہ شرط اختیار خلاف اصل ہے کذا فی البحر و الترتیث ایام ادا قل خيار شرط صحیح ہے تین دن یا اس سے کمتر تین دن کا اختیار اس وقت صحیح ہے جبکہ بیع سریع الفساد ہو اس واسطے کہ سریع الفساد کا حکم ثانیہ میں مذکور ہے کہ اگر وہ چیز خرید کی جو جلد مٹ جاتی ہے تین دن کے اختیار پر تو قیاس یہ ہے کہ مشتری پر کچھ جبر نہیں لیکن استحسان میں مشتری سے یوں کہا جائیگا کہ یا بیع کو فسخ کر یا بیع کو سلب اور پھر تین کا دینا واجب نہیں یہاں تک کہ تو بیع کی اجازت دے یا بیع تیرے پاس فاسد ہو جائے تا جا نہیں کا ضرر دفع ہو کذا فی المطاوی و فسد عند اطلاق او تاہید اور بیع فاسد ہی اطلاق یا ہمیشگی کے نزدیک ہم یعنی اگر بیع واقع ہوئی بشرط اختیار بلا قید مدت یا بشرط دوام اختیار تو بیع فاسد ہے جلی نے کہا تو قیمت مچول بھی تاہید کے مانند ہی بحر الرائق میں ہے کہ اگر اطلاق اختیار صلیب عقد میں ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر بیع بلا اختیار ہوئی پھر بائع نے بعد مدت کے مشتری سے کہا کہ تجھ کو اختیار ہے تو یہ اختیار تا دوام مجلس ہی مانند اس قول کے کہ تجھ کو اقالہ بیع کا اختیار ہے لا اکثر والا فیسر فلکل شیء ظلالا ما صحیح نہیں تین دن سے زیادہ اور اگر تین دن سے زیادہ اختیار شرط کر لیا تو بیع فاسد ہوگی تو ہر عاقد کو اُسکے فسخ کرنے کا اختیار ہے کذا فی صاحبین کے نزدیک اختیار شرط در صورت ذکر مدت معین صحیح ہے خواہ مدت زیادہ ہو یا کم ہم عبد الرزاق نے انس سے روایت کی کہ ایک مرد نے اونٹ خرید کیا اور چار دن کا اختیار شرط کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع کو باطل کر دیا اور فرمایا (اختیار ثلثہ ایام) یعنی اختیار تین دن ہی دن ہے کذا فی انہر الغائق ہندوستان کے سوداگر بیع بشرط اختیار کو اپنی اصطلاح میں جا کر کہتے ہیں اور بعض تین دن سے زیادہ جا کر کہتے ہیں سو شرط جا بجا نہیں غیر لہ بجز ان جا میں لہ اختیار فی الثلثہ فیتقلب صحیحاً علی الظاہر تین دن سے زیادہ اختیار شرط صحیح نہیں مگر یہ کہ بیع جائز ہو جائے گی اگر صاحب

نہ  
کتاب  
بہر  
مختار  
جلد  
سوم  
ترجمہ  
اردو

اختیار تین دن کے اندر لزوم بیع کی اجازت دیگا تو فاسد منقلب صحیح ہو جاوے گی بنا بر ظاہر الروایۃ کے ہم اس واسطے کہ مفید دفع ہو گیا  
قبل ہی تقرر کے اگرچہ اجازت لیل رابعین ہوتا ہم طلوع فجر اور یہ قول حقیقہ عراق کا ہی اور حقیقہ خراسان نے کہا کہ عقد موتوت تھا کہ اجازت مدت مذکورہ سے  
ناذہ ہو گیا اور اگر لیل رابع بلا اجازت شروع ہوگی تو وہ فاسد ہی قائمہ خلاف کا یہ ہی کہ بقول دل مباشرت عقد حرام ہی اور بقول ثانی حرام نہیں کذا فی المطہای  
صحیح شرط بیعانی لازم محتمل الفسخ اور صحیح ہی شرط کرنا اختیار کا عقد لازم محتمل الفسخ میں بھی ہم لازم کی قید سے وصیت نکل گئی اس واسطے کہ موصی وصیت میں اپنی  
زندگی تک جو عہد کر سکتا ہی اور موصی نہ کو قبول اور عدم قبول میں اختیار ہی اور محتمل الفسخ کی قید سے مانند طلاق اور نکاح نکل گیا کھرا عہد و معاملہ و اجارہ  
و قسمہ صلح عن مال لوی غیر عینہ و کتابتہ و خلع و رہن و عتق علی مال کو شرط لزوم وجہ درہن و عتق محتمل الفسخ چنانچہ عقد مزاجعت اور معاملہ  
یعنی مساقاۃ اور اجارہ اور قسمت اور صلح دعوی مال سے اگرچہ صلح بغیر عین چیز ہوئی ہو اور کتابت اور خلع اور رہن اور عتق بشرط مال اگر اختیار شرط  
ہو اور زوجہ کے واسطے خلع میں اور درہن کے واسطے رہن میں اور صلح کے واسطے عتق میں ہم دو جہ اور درہن اور صلح کی قید اس واسطے لگائی کہ انکی جانب سے  
عقد لازم محتمل الفسخ ہی بخلات زوج اور موی کے کہ انکی جانب سے عقد لازم ہی لیکن محتمل فسخ نہیں اس واسطے کہ عین ہی اور بخلات ہر تین کے اس واسطے کہ اسکی  
جانب سے عقد لازم نہیں ہر تین کو ہر وقت فسخ رہن کا اختیار ہی کذا فی المطہادی عن المنع و نحوہا لکفالتہ وحوالہ و برابر تسلیم شفعۃ بعد الطلبین و وقف  
عند الثانی اشباہ و اقالہ بزاتیہ فی ستمہ عشر اور مانند عقود مذکورہ کے چنانچہ ضامن اور حوالہ اور برابر اور تسلیم شفعۃ و طلب کے بعد یعنی طلب مواثیہ  
اور طلب شہاد کے بعد اور چنانچہ وقت ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الاشباہ اور چنانچہ اقالہ کذا فی البرزازیہ تو یہ سولہ عقود ہیں بیع کو ملا کہ جنہیں شرط  
کرنا اختیار کا صحیح ہی ہم مطلق ضمانت میں خواہ حاضر ضامن ہو یا مال ضامن کنیل و رکفول کو شرط اختیار صحیح ہی بزازیہ میں ہی کہ ضامن میں دس دن یا زیادہ  
اختیار شرط کرنا صحیح ہی بخلات بیع کے اور وقف بھی ضمانت کے مانند ہی کذا فی المطہادی لانی نکاح و طلاق و عین و نذر و صرف و سلم و اقرار  
الاقرار بعد قبیل اشباہ و وکالہ و وصیۃ ہر فی تسعہ صحیح نہیں شرط اختیار نکاح اور طلاق اور عین اور نذر اور صرف اور سلم اور اقرار میں مگر اس عقد کا  
اقرار ہو جو شرط اختیار کا قابل ہی تو اس اقرار میں شرط اختیار صحیح ہی کذا فی الاشباہ اور وکالت اور وصیت میں شرط اختیار صحیح نہیں کذا فی النہر یہ نوع عقد ہو  
ہم جب اقرار کیا کہ مجھ پر اور ہم میں اس شرط پر کہ مجھ کو تین دن اختیار ہی تو اقرار لازم ہوگا اور شرط اختیار باطل ہوگی اس واسطے کہ اقرار خبر ہے  
نہ انشا اور خبر قابل شرط اختیار نہیں ہاں اگر یوں اقرار کر گیا کہ مجھ پر اور ہم میں اس بیع کی شن کے جسکو میں نے بشرط اختیار خرید کیا تو یہ صحیح ہی  
اور اختیار ثابت ہوگا اگر بائع اسکی تصدیق کرے اس واسطے بیع ان عقود سے ہی جو قابل اختیار ہیں کذا فی المطہادی عن حاشیۃ الاشباہ لابی اسعود و  
قد کنت غیرت بالظرف فی النہر فقلت اشعار یاتی اختیار الشرط فی الاجارہ و البیع والایراد الکفالتہ و الیومین العتق و ترک الشفعۃ و صلح و الخلع کذا  
و القسمہ و الوقف و الحوالہ و الاقالہ و لا الاصل و الاقرار و الوکالہ و ولا النکاح و الطلاق و سلم و نذر و ایمان فہذا یغتضم و اور میں نے بدل الا  
ہر الفائق کی نظم کو اور یوں کہا میں نے کہ شرط اختیار آتی ہی اجا سے میں اور بیع اور برابر اور ضمانت اور رہن اور عتق اور ترک شفعہ اور صلح میں اور  
اسی طرح خلع اور قسمت اور وقف اور حوالہ اور اقالہ میں نہ صرف اور اقرار اور وکالت میں اور نہ نکاح اور طلاق اور سلم اور نذر اور عین میں اس نظم کو  
ضمیمت جاننا چاہیے ہم شارح نے ہر الفائق کی نظم میں کچھ بھی تغیر نہیں کی سوائے اسکے کہ بجائے حوالہ قسمت لایا اور نہ کوئی عقد اس پر زیادہ کیا  
چنانچہ صاحب نہر کی نظم سے جو مائشہ پر مرقوم ہی ظاہر ہی قسم اول سے مزارعہ اور معاملہ اور کتابت نظم میں دخل نہیں و قسم ثانی سے وصیت  
قان اشتری شخص شیئا علی انہ ای اشتری ان لم یقرب ثمنہ لے ثلثہ ایام فلایصح استحقاقا لاقرب فلوم یقرب فی الثلثہ نہ نقد عتق  
بعد ہونی یہ وہ فلیحفظ اگر ایک شخص نے کوئی چیز خریدی اس شرط پر کہ وہ یعنی مشتری اگر اسکا ثمن نہ سے تین دن تک تو بیع نہیں یہ صحیح ہی بطریق

ع  
اور طلب اشباہ و اقبالہ  
بیع کو ملا کہ جنہیں شرط  
کرنا اختیار کا صحیح ہی  
تو اس اقرار میں شرط  
اختیار صحیح ہی کذا فی  
الاشباہ اور وکالت اور  
وصیت میں شرط اختیار  
صحیح نہیں کذا فی  
النہر یہ نوع عقد ہو  
ہم جب اقرار کیا کہ  
مجھ پر اور ہم میں اس  
شرط پر کہ مجھ کو تین  
دن اختیار ہی تو اقرار  
لازم ہوگا اور شرط  
اختیار باطل ہوگی اس  
واسطے کہ اقرار خبر  
ہے نہ انشا اور خبر  
قابل شرط اختیار  
نہیں ہاں اگر یوں  
اقرار کر گیا کہ  
مجھ پر اور ہم میں  
اس بیع کی شن کے  
جسکو میں نے بشرط  
اختیار خرید کیا تو  
یہ صحیح ہی اور  
اختیار ثابت ہوگا  
اگر بائع اسکی  
تصدیق کرے اس  
واسطے بیع ان  
عقود سے ہی جو  
قابل اختیار ہیں  
کذا فی المطہادی  
عن حاشیۃ  
الاشباہ لابی  
اسعود و  
قد کنت غیرت  
بالظرف فی  
النہر فقلت  
اشعار یاتی  
اختیار الشرط  
فی الاجارہ و  
البیع والایراد  
الکفالتہ و  
الیومین العتق  
و ترک الشفعۃ  
و صلح و الخلع  
کذا و القسمہ  
و الوقف و  
الحوالہ و الاقالہ  
و لا الاصل و  
الاقرار و  
الوکالہ و ولا  
النکاح و  
الطلاق و سلم  
و نذر و ایمان  
فہذا یغتضم  
و اور میں نے  
بدل الا ہر  
الفائق کی  
نظم کو اور  
یوں کہا میں  
نے کہ شرط  
اختیار آتی ہی  
اجا سے میں  
اور بیع اور  
برابر اور  
ضمانت اور  
رہن اور عتق  
اور ترک  
شفعہ اور  
صلح میں اور  
اسی طرح  
خلع اور  
قسمت اور  
وقف اور  
حوالہ اور  
اقالہ میں  
نہ صرف اور  
اقرار اور  
وکالت میں  
اور نہ نکاح  
اور طلاق  
اور سلم اور  
نذر اور عین  
میں اس نظم  
کو ضمیمت  
جاننا چاہیے  
ہم شارح نے  
ہر الفائق کی  
نظم میں کچھ  
بھی تغیر نہیں  
کی سوائے  
اسکے کہ بجائے  
حوالہ قسمت  
لایا اور نہ  
کوئی عقد اس  
پر زیادہ  
کیا چنانچہ  
صاحب نہر کی  
نظم سے جو  
مائشہ پر  
مرقوم ہی  
ظاہر ہی  
قسم اول سے  
مزارعہ اور  
معاملہ اور  
کتابت نظم  
میں دخل  
نہیں و قسم  
ثانی سے  
وصیت قان  
اشتری  
شخص  
شیئا علی  
انہ ای  
اشتری  
ان لم یقرب  
ثمنہ لے  
ثلثہ ایام  
فلایصح  
استحقاقا  
لاقرب  
فلوم یقرب  
فی الثلثہ  
نہ نقد  
عتق بعد  
ہونی یہ  
وہ فلیحفظ  
اگر ایک  
شخص نے  
کوئی چیز  
خریدی اس  
شرط پر کہ  
وہ یعنی  
مشتری اگر  
اسکا ثمن  
نہ سے تین  
دن تک تو  
بیع نہیں  
یہ صحیح  
ہی بطریق

استحسان کے برخلاف زفر کے اور جو تین دن میں نہ دیگا تو بیع فاسد ہوگی آزاد کرنا مشتری کا بعد تین دن کے نافذ ہوگا اگر غلام مشتری کے پاس ہو سو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اور اس طرح اگر مشتری تین دن سے اس شرط پر کہ اگر بائع تین پچیس دن میں بیع نہیں یہ بھی صحیح ہے لیکن پہلی صورت میں مشتری کو اختیار ہے اور دوسری صورت میں بائع کو غائبیہ میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ بیع مذکور فاسد ہی منسوخ نہیں تو اگر بیع غلام ہو اور مشتری اسکو آزاد کرے تین دن کے بعد تو عتق نافذ ہے کذا فی التہریر مشتری پر قیمت غلام لازم آوے گی اور اگر غلام بائع کے ہاتھ میں ہوگا تو عتق مشتری نافذ ہوگا کذا فی الطحاوی عن ابن خانیہ فان اشتری كذلك الی اربعة ایام لا یصح خلافا لھما اور اگر مشتری نے خرید کیا اس طرح چار دن تک تو بیع صحیح نہیں بخلاف محمد کے ہم یعنی مشتری نے اس طرح خرید کیا کہ اگر چار دن تک تین دن سے تو بیع نہیں تو امام اور ابو یوسف کے نزدیک یہ بیع صحیح نہیں اس واسطے کہ خیال نقد ملحق بخیار بشرط ہے اور خیار بشرط تین دن سے زیادہ صحیح نہیں فان نقد فی الثلثہ بما زاتفاقا لان خیار نقد ملحق بخیار بشرط فلو ترک التفریح نکاح ادلی پھر اگر مشتری نے چار دن کی مدت مقرر کر کے تین دن کے اندر تین دن دیا تو بیع بالاتفاق صحیح اور محمد کے جائز ہو جائیگی اس واسطے کہ خیال نقد ملحق ہی خیار بشرط سے تو اگر مصنف تفریح کو ترک کرنا تو بہتر ہو تاہم بیع مصنف اپنے اس قول یعنی فان اشتری میں فاسد تفریح نہ لانا تو خوب تھا اس واسطے کہ یہ مسئلہ خیار بشرط میں داخل نہیں بلکہ ملحق بخیار بشرط ہے اور بحان الفقہی بتا کرتے ہیں کہ بیع مقضی اسکی ہے کہ اسی کی انواع سے ہو چنانچہ صاحب کفر اور رد غرر نے اسکو بلا تفریح مذکور کیا ہے و لا یخرج طبع عن ہاکذا لیس مع خیارہ فقط اتفاقا فیہ ملک علی مشتری بقیمتہ سے بدلہ لیم مثلہ اذا قبض یا ذن البائع یوم قبضہ کا مقبوض علی سوم بشرط نافذ بعد بیان التین مضمون بالقیمتہ بالغتہ نابعدت نہر ولو بشرط مشتری عدم ضمانتہ بزاتیہ اور مال بیع بائع کی ملک سے نکل نہیں جاتا فقط بائع کے اختیار سے بالاتفاق تو بیع ہلاک ہوگی مشتری پر اپنی قیمت یوم قبض سے یعنی بدل بیع سے نامثلی کو بھی شامل ہے جس صورت میں کہ مشتری نے بائع کے اذن سے سہر قبضہ کیا ہو چنانچہ وہ چیز جو قبضہ خریداری مقبوض ہوئی ہو تو وہ تین کے بیان کرنے کے بعد مضمون بالقیمتہ یعنی اسکی قیمت پہنچے کذا فی التہریر یعنی اگر چہ تین مسمی سے قیمت میں زیادہ ہو ضمان اسکا لازم آوے گا اگر مشتری نے اسکا عدم ضمان شرط کر لیا ہو کذا فی البرزازیہ ہم دوسری خیار بائع خواہ مشتری نے بیع کو ہلاک کیا ہو یا بیع خود ہلاک ہو گیا ہو بہر صورت اسپر ضمان ہے اور مقبوض علی سوم بشرط میں بیان تین کی قید اس واسطے مذکور کی کہ فقہ ابو الیث نے عیون میں ذکر کیا ہے کہ اگر مالک نے گناہ لیا اس کپڑے کو اگر پسند کرنا تو خرید کر یا پھر وہ لے گیا اور وہ تلف ہو گیا تو اسپر ضمان نہیں اور اگر یون کہا کہ اگر راضی ہوتا تو دس درم کو خرید کرنا پھر وہ لے گیا اور تلف ہو تو اسکی قیمت کا اسپر ضمان لازم آوے گا اور اسی پر فتوے ہی انتہی اور یہ جو شارح نے فقط خیار بائع کی قید لگائی سو بلا وجہ ہے اس واسطے کہ اگر بائع اور مشتری دونوں کا خیار ہوگا یا متعاقدین نے صبی کو اختیار دیا ہوگا تو بھی یہ حکم ہے کذا فی الطحاوی اور ہر الفائق میں ہے کہ مشتری پر قیمت اس واسطے لازم آئی کہ ہلاک ہونے سے بیع صحیح ہو گیا اور بیع نافذ نہیں ہو سکتی بدون محل کے تو یہ مقبوض علی سوم بشرط کے مانند ہو گیا اور جو چیز مقبوض ہو خریداری کی بات چیت سے اسپر ہلاک ہونے سے قیمت ہی قیمتی میں اور مثل ہی مثل میں یہ اس صورت میں ہے کہ جب مدت خیار میں ہلاکی ہو اور اگر ہلاکی ہوئی مدت مذکورہ کے بعد تو تین کا ضمان ہی نہ قیمت کا انتہی دلو فی ید الوکیل صحتہ من مال بلا رجوع الا پھرہ بالسوم غائبہ اور اگر مقبوض علی سوم بشرط وکیل کے ہاتھ میں ہلاک ہو تو وکیل اسکا ضمان دیگا اپنے مال سے بلا رجوع کے موکل پر مگر جبکہ موکل نے وکیل کو اسکا امر کیا ہو کذا فی الخانیہ ہم وکیل شرار نے ایک کپڑا لیا خریداری کی بات چیت پر اور موکل کو دکھایا اسنے پسند نہ کیا اور پھر دیا پھر وکیل کے پاس وہ ضائع ہو گیا تو اسکا ضمان قیمت وکیل پر ہی موکل سے نہیں لے سکتا لہذا اس صورت میں لے سکتا ہے جب کہ موکل نے وکیل کو خریداری کی بات چیت پر قبضہ کرنے کا امر کیا ہو و اما علی سوم النظر فقیر مضمون مطلقا اور جس پر قبضہ ہوا نظر اور تامل کی بات چیت پر اس کا تادان مطلقا لازم نہیں خواہ اس کا تین مذکور ہو یا نہ ہو یا سوم النظر یہ ہے کہ ایک شخص ضائع سے بچے کہ یہ کپڑا محمد کو دے تائین اس میں نظر اور تامل کروں یا غیر کو دکھاؤں پھر کپڑا ضائع ہو گیا تو امام کے نزدیک اسپر کپڑا تادان نہیں لے سکتا

یعنی اس واسطے کہ وہ امانت تھا اور اگر یوں کیسے کہ یہ کپڑا مچھکوسے اگر میں راضی ہوں گا تو اسکو لوں گا پھر اگر ضائع ہوگا تو ضمان لازم آویگا اس واسطے کہ قبض  
 علی سوم الشراہوا سوم النظر باقی نہ رہا دوسرے فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں اُسے تامل وغیر کے دکھانے کے واسطے دیا تھا اور یہ بیع نہیں اور دوسری  
 صورت میں اس واسطے دیا کہ وہ راضی ہو اور خرید کرے اور یہ بیع ہی کذا فی التہر علی سوم الرهن بالماقل من قیمتہ ومن الدین اور جو چیز مقبوض ہوتی اگر  
 کرنے کی بات حیت پر تو جو کمتر ہوگا قیمت اور دین میں اسکا ضمان لازم آویگا صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص پر دین تھا سو اُسے گھر دکھنے کے قصد سے  
 ایک چیز نکالی صاحب دین نے اسپر قبضہ کیا رہن کی بات حیت پر پھر وہ چیز مرہن کے پاس ہلاک ہوگئی تو مرہن پر اقل کا ضمان لازم آویگا یعنی اگر  
 اُس چیز کی قیمت دین سے اقل ہے تو اسکا ضمان لازم ہے اور اگر دین کمتر ہے قیمت سے تو اسکا ضمان لازم نہیں ہے تو رہن کی گفتگو مانند حقیقت رہن کے  
 ہوتی کذا فی الطحاوی و علی سوم القرض بقرض ساور بادر جو چیز قرض لینے کی بات حیت پر مقبوض ہوتی تو اسکا ضمان قرض مذکور کے برابر ہی ہم صورت  
 اسکی یہ ہے کہ زید نے خالد سے دس روپے قرض مانگے خالد نے اسکو مثلاً ایک ملواری دی کہ اسکو دس روپے رکھ لے پھر ملواری زید کے پاس ضائع ہوگئی تو  
 زید پر دس روپے کا تاوان دینا لازم ہوگا اور اسیں اور رہن کے مسئلے میں دو وجہ سے فرق ہے ایک یہ کہ دین ثابت ہے یا رہن کے ذمے پر اور مستقرض کے  
 ذمے پر ثابت نہیں۔ دوسرے یہ کہ رہن مقبوض یا لاقل ہے اور یہاں ضمان بقدر قرض مسأوم علیہ کذا فی الطحاوی و علی سوم نکاح لائمہ بقیمتہا نہ اور اگر قبضہ  
 ہو الوطی کے نکاح کی بات حیت پر تو ضمان بقدر اسکی قیمت ہے کذا فی النہرم یعنی اگر قبضہ کیا غیر کی لاندی پر یا اُسکے مالک کے اذن سے نکاح کرے اور  
 وہ ہلاک ہوگئی اُسکے پاس تو اسکی قیمت کا ضمان اُسپر لازم ہے و یخرج عن ہذا بیان مع خيار مشتری فقط فیہما کہ فیہ بالثمن اور بیع خارج  
 ہو جاتی ہے یا بیع کی ملک فقط مشتری کے اختیار کے ساتھ تو ہلاک ہوگی بیع مشتری کے ہاتھ میں بعض مشن کے کم اس واسطے کہ ہلاکی مقدمہ عیب سے  
 خالی نہیں اور وجود عیب بائع وہی تو ہلاکی در صورت لزوم عقد ہوتی اور لزوم عقد مشن کا موجب ہے نہ قیمت کا اور مشن اور قیمت میں یہ فرق ہے کہ مشن وہ ہے جس پر  
 متعاقدین راضی ہو جائیں خواہ قیمت سے زیادہ ہو یا کم اور قیمت وہ جس سے شے کی تقویم ہو یعنی مقدار مالیت بمنزلہ معیار کے بغیر زیادتی اور نقصان کذا فی  
 الطحاوی کتیبہ فیہا عیب لایرفع کقطع یدماند معیوب ہو جانے سے بیع کے مدت اختیار میں ایسے عیب سے جو دور نہیں ہو سکتا چنانچہ ہاتھ کا ٹٹام یہ تشبیہ ہی  
 معیوب ہونے کی ہلاکی کے ساتھ دونوں صورتوں میں یعنی در صورت اختیار بائع یا در صورت اختیار مشتری اس واسطے کہ عیب مذکور مانند ہلاکی پہلی صورت میں  
 موجب قیمت کا ہے اور دوسری صورت میں موجب مشن کا کذا فی المنع فیلزمہ قیمتہ فی المسئلۃ الاولی واللبائع فسخ البیع واخذ نقصان القیمی لا المثلی لشہرۃ الربوا  
 حدادے تو مشتری کو عیب دار ہو جانے سے قیمت لازم آویگی پہلی صورت میں یعنی در صورت اختیار بائع اور بائع کو جائز ہے بیع کا فسخ کرنا اور نقصان قیمی  
 کا لینا نہ مثلی کا سود کے شہر کے سبب سے کذا فی اعدادی ہم یعنی اگر بائع نے مثلی چیز کو بیچا اور مشتری کو اختیار دیا سو مشتری کے پاس کچھ عیب اُس میں لاحق  
 ہوا باوجود باقی رہنے اسکی ذات کے تو بائع نقصان مثلی کا مشتری سے نہ لے سبب احتمال سود کے و ثمنہ فی الثانیۃ اور در صورت ثانی یعنی در صورت  
 اختیار مشتری عیب دار ہو جانے سے مشتری پر مشن لازم ہوگا و لویرفع کمرض فان زال فی المدۃ فموجباً علیہ و الا لزمہ العقد لتعذر الرد ابن کمال اور اگر بیع  
 کا ایسا عیب ہے جو زائل ہو سکتا ہے چنانچہ بیماری تو اگر عیب مذکور مدت اختیار میں زائل ہو گیا تو مشتری کو اختیار ثابت ہے چاہے بھیرے اور اگر مدت  
 اختیار میں زائل نہ ہو تو اسکو عقد لازم ہو گیا بسبب معتذر ہونے پھر دینے کے کذا ذکرہ ابن کمال ولا یملک مشتری خلافا لہما لایصیر سائیۃ قلت  
 السائیۃ ہی التي لا ملک فیہا لاحد ولا تعلق ملک والثانی موجود ہونا و لزوم اجتماع البیوعین والعود علی موضوعہ بالنقص بشرط قریبہ اور در صورت اختیار  
 مشتری بیع کا مالک مشتری نہیں ہوتا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک مشتری اُس کا مالک ہو جاتا ہے تا بیع سائیۃ یعنی  
 غیر ملوک نہ ٹھہر جائے اس واسطے کہ جب بائع کی ملک سے اختیار مشتری کے سبب مروج ثابت ہوا تو اگر مشتری بھی اُس کا مالک نہ ہو تو پھر بیع پر

بہتر ہے کہ بیع

یہاں



ساتھ ہونا صادق آئے ہم جناب دینے ہیں امام کی طرف سے کہ ساتھ وہ ہے جس میں کسی کی ملک نہ ہو اور نہ علاقہ ملک کا اور تعلق ملک کا یہاں موجود ہے اور اگر ملک مشتری ثابت ہو تو اجتماع بدلین لازم آئے اور خود کرنا اپنے موضوع پر لازم ہو پورا سطر متوض ہونے فائدہ خیار کے قرابت دار کی خریداری سے ہم در صورت خیار مشتری اگر بیع میں متعاقبین کی ملک ثابت نہیں لیکن علاقہ ملک متعاقبین موجود ہے اس واسطے کہ در صورت عدم خرید کے بائع کی ملک حقیقتاً خود کر لگی اور اگر مشتری نے اپنا اختیار ساقط کر کے لے لیا تو مشتری کی ملک ثابت ہوگی اور اگر مشتری کو مالک بیع قرار دیکھے جیسا صاحبین کا مذہب ہے تو یہاں دو خلل لازم آتے ہیں ایک اجتماع بدلین مشتری کی ملک میں بیع اور ثمن اس واسطے کہ ثمن ہنوز مشتری کی ملک سے خارج نہیں ہوا اور شرع میں اس کی کہیں اصل نہیں کہ بدلین ایک شخص کی ملک میں مجتمع ہوں اس واسطے کہ معاوضہ برابری کا مقضیٰ ہے اور دوسرا خلل یہ ہے کہ اختیار اس واسطے مشروع ہوا ہی تا عاقد غور اور تامل کر کے اپنی مصلحت کے موافق عمل کرے تو اگر ملک مشتری بیع میں ثابت ہو جائے اور بیع رقیق قرابت دار ہو مشتری کا فوراً آزاد ہو جائے بلا اختیار مشتری کے تو نظر اور تامل جبکہ واسطے خیار مشروع ہے بالکل فوت ہوا اور یہی مطلب ہے شارح کے اس قول کا و الیعدو علی موضوعہ بالنقص کذانی الطحاوی عن لیسر ولایخرج شیئاً منہما ای بیع و ثمن من ملک بائع او مشتری لکن اتفاقاً اذا کان الخیار لہما وایما فیخ فی المدۃ لنسخ البیع وایما اجاز بطل خیارہ فقط اور کوئی دونوں میں سے بیع بائع کی ملک سے اور ثمن مشتری کی ملک سے نکل نہیں جاتا جبکہ بائع اور مشتری دونوں کے واسطے اختیار شرط ہوا اور ان میں سے جو شخص کہ یگانہ دن کی مدت میں تو بیع فسخ ہو جائیگی اور جو دونوں میں سے بیع کو جائز رکھیگا تو فقط اسی کا اختیار باطل ہوگا نہ دوسرے کا ہم اور بائع کا تصرف کرنا بیع میں اور مشتری کا ثمن میں بجائے فسخ قوی ہے اور اگر دونوں سے نہ فسخ ثابت ہوا نہ اجازت اور مدت خیار گذر گئی تو بیع لازم ہو جائیگی اور اگر ایک سے فسخ ثابت ہوا اور دوسرے سے اجازت تو بیع باطل ہے بہر صورت اور اجازت کسی حال میں معتبر نہیں کذا فی المنع و ہذا الخلاف یظہر ثمرتہ فی عشر مسائل جمعاً یعنی فی قولہ اخرج عنک فخرج ان رموز کی حروف بکرت کرتا ہے الالف من الامتہ لاشراہ بخیارہ ہی وجہ علامہ یعنی نے اپنے اس قول اخرج عنک فخرج میں جمع کیا ہے بطور رمز کے چنانچہ شارح تشریح ان رموز کی حروف بکرت کرتا ہے الالف من الامتہ لاشراہ بخیارہ ہی وجہ بقی التکلیح الف اشارہ ہی امتہ سے یعنی اگر لونڈی کو خرید کیا بشرط خیار حالانکہ وہ منکوحہ ہے مشتری کی تو نکاح باقی ہے اس واسطے کہ مدت خیار میں از حسب زوج کی ملک میں داخل نہیں امام کے نزدیک اور جب خیار ساقط ہوگا تو نکاح باطل ہوگا اور صاحبین کے نزدیک نکاح فسخ ہو گیا کیونکہ زوجہ زوج کی ملک میں داخل ہوئی پھر اگر مشتری بیع کو فسخ کر گیا تو لونڈی اپنے مولیٰ کے پاس بلا نکاح جائیگی صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک منکوحہ جائیگی و اس میں لا استبرأ تمیضاً فی المدۃ لایعتبر استبرأ وادریں اشارہ ہے استبرأ سے تو لونڈی کا حیض مدت خیار میں اعتبار نہیں ہوگا ہم یعنی لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا اور اسکو حیض کی یا خیار کی مدت میں تو یہ حیض استبرأ میں نہ شمار ہوگا امام کے نزدیک اس واسطے کہ استبرأ نہیں ہوتا مگر بعد ملک کے بخلاف صاحبین کے کذا فی شرح الوقایہ اور اگر حکم خیار لونڈی بائع کو پھیر دیا جائے تو امام کے نزدیک استبرأ واجب نہیں اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے بعد بیع کر کے مشتری کے کذا فی اہرح من احرمت فلا یعتق محرمة مع اشارہ ہی محرمت سے تو مشتری کا محرمت آزاد ہوگا یعنی اگر مشتری نے قرابت دار محرمت کو بشرط خیار خرید کیا تو ایام خیار میں آزاد ہوگا امام کے نزدیک بسبب عدم ملک بخلاف صاحبین کے ق من اقربان منکوحۃ اشتراة فلردہا الا اذا انقضت سابق اشارہ ہی قربان بالکسر سے یعنی اگر زنی منکوحہ لونڈی بشرط خیار خریدی اور مدت خیار میں اس سے قرابت کی تو مشتری کو اسکا پھیر دینا جائز ہو مگر جبکہ اس میں نقصان لگ گیا ہو قرابت سے ہم پھیر دینا اس واسطے جائز ہوا کہ جملع یہ سبب نکاح کے ہوا نہ بسبب ملک میں کے امام کے نزدیک تو جملع اجازت بیع کا موجب ہوگا مگر در صورت طور نقصان خواہ لونڈی ماکرہ ہو یا طیبہ شارح نے مانر صاحب کا یہ کہ نقصان کو بوطی بکر مخصوص نہ رکھا اس واسطے کہ بحر الرائق اور نہ الفائق میں ثیبہ کے نقصان کو بھی امتناع رد کا مستوجب قرار دیا ہے اور صاحبین کے نزدیک طی بکس میں ہوئی نکاح فسخ ہو گیا اب مشتری اسکو پھیر نہیں سکتا اگرچہ لونڈی ثیبہ ہو گو نقصان بھی لاحق نہ ہو اور نہ الفائق میں

۴  
رنگ  
منہ  
ماری  
میں  
میں

درایہ سے منقول ہے کہ طمی زوجه کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر غیر منکوحہ لونڈی سے وطی ہوگی تو پھر دینا جائز ہوگا اگرچہ اس میں کچھ نقصان نہ عارض ہوا ہو  
ع من الودیة عند یا نفع فیما مک علی البائع لا یرتفع قبض بالرد لعدم الملك ح اشارہ ہے دو بیعت سے یعنی جب مشتری نے بشرط اختیار بیع پر قبضہ کیا یا بائع کے  
اذن سے پھر اسکو امانت رکھا بائع کے پاس پھر وہ ہلاک ہوئی تو بائع کا مال ہلاک ہوا بسبب اہل ہونے قبض مشتری کے پھر دینے سے جو اسطے عدم ہلاک کے  
یعنی چونکہ مشتری بسبب اختیار کے مالک بیع کا نہیں تو اسکا امانت رکھنا صحیح ہوا بلکہ مشتری کا دینا بائع کو دفع قبض ہوا تو ہلاکی قبض کی ثابت ہوئی لہذا  
بائع کا نقصان ہوا نہ مشتری کا اور صاحبین کے نزدیک چونکہ مشتری مالک ہے تو اسکی وصیت صحیح ہے اسکا قبضہ مرتفع ہوا تو گو یا مشتری کے ہاتھ میں ہلاکی  
ہوئی کذا فی شرح الوقایہ زمن الزوجة المشترية لو ولدت في المدة في البائع لم تصرام ولد ولو في يد مشتری لزمه العقد لان الولادة عیب درو ابن کمال  
تر اشارہ ہے زوجه سے یعنی اگر اپنی منکوحہ لونڈی کو بشرط اختیار خرید کیا اور وہ مدت اختیار میں لڑکا جنی بائع کے پاس تو وہ مشتری کی ام ولد ہوگی بخلاف صاحبین کے  
اور اگر مشتری کے قبض میں جنی تو عقد بیع لازم ہو گیا اس واسطے کہ ولادت عیب سے کذا فی الدرر وابن کمال ہم اسطرح شرح وقایہ میں بھی ہے کہ اگر مشتری کے  
پاس جنے کی ام ولد ہو جائے گی بالاتفاق اس واسطے کہ ولادت سے اس میں عیب لگ گیا تو اب مشتری اسکو پھر نہیں سکتا سو وہ اسکی ملک ہو گئی و سق  
البحر عن الخانیة اذا ولدت بطل خياره وان كان الولد ميتا ولم تقصمها الولادة لا يبطل خياره و اقتره المصنف اور بحر الرائق میں قانیہ سے ہے کہ جب لونڈی  
جنی یعنی مشتری کے پاس تو اسکا اختیار باطل ہو گیا اور اگر لڑکا مردہ ہو اور ولادت سے لونڈی میں نقصان نہ ہو تو مشتری کا اختیار باطل ہوگا بسبب  
عدم تعیب کے اور اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے کذا فی الطحاوی ک من الکسب للعبد في المدة فهو للبائع بعد الفسخ ك اشارہ ہے  
کسب سے یعنی اگر غلام مول لیا بشرط اختیار اور اس نے کچھ مال کمایا مدت اختیار میں تو وہ مال بائع کا ہی بعد فسخ بیع کے امام کے نزدیک در صاحبین کے  
زودیک مشتری کا مال ہے اور در صورت عدم فسخ ناکم بیع کا تابع ہے کذا فی الطحاوی ف من الفسخ کبیع الامة فلا استبراء علی البائع وقت اشارہ ہے فسخ سے  
یعنی اگر لونڈی خرید کی بشرط اختیار پھر فسخ کر کے پھر دی تو بائع پر استبراء واجب نہیں اس واسطے کہ استبراء واجب ہوتا ہے اسوقت جب انتقال ہو ایک  
ملک سے دوسرے ملک کی طرف سو انتقال بیان امام کے نزدیک پایا نہیں گیا کیونکہ مشتری اسکا مالک نہیں ہوا بخلاف صاحبین کے ف من الخمر فلو شرا ه  
ذمی من مثله بالخيار فاسلم احدهما فهو للبائع یعنی و تبعد المصنف لکن عبارة ابن کمال سلم مشتری ف اشارہ ہے خمر سے اگر شراب کو خرید کیا ذمی سے  
اپنے مانند دوسرے ذمی سے بشرط اختیار کے پھر کوئی ایک عاقد مسلمان ہو گیا تو وہ شراب بائع کی ہے کذا فی شرح یعنی اور مصنف اپنی شرح میں اسکا  
تابع ہوا ہے لیکن ابن کمال کی یہ عبارت ہے کہ مشتری مسلمان ہو گیا م شرح وقایہ میں بھی اسلام مشتری مذکور ہے علی نے کہا کہ مشتری بالیقین مراد ہے تو  
یعنی اور مصنف کی عبارت میں لفظ احد کا معین پر محمول ہے یعنی مشتری پر اتنے بائع اس واسطے شراب مذکور کا مالک ہے کہ اگر بیع باطل نہ کی جاوے باقی  
رہے تو اسقاط اختیار کے نزدیک مشتری اسکا مالک ٹھہرے تو شراب کا مالک ہونا مسلمان کے واسطے لازم آئے اور صاحبین کے نزدیک خریدنا فذہی  
اور اختیار باطل ہے اسلیئے کہ اگر اختیار باقی رہے تو وہ پھر دینے کا مالک ہے اور پھر دینا تکلیف ہے اور سلم تکلیف خمر کا مالک نہیں کذا فی شرح الوقایہ م  
من الماذون لو ابراه البائع عن الثمن صح استحسانا و بقی خياره لا یشلی عدم التمسک کل فک عنده خلافا لتمام رمن ہی ماذون سے یعنی عید  
ماذون نے کوئی چیز خرید کی بشرط اختیار پھر بائع نے اسکو من معات کر دیا یعنی مدت اختیار میں تو صحیح ہے بنا بر استحسان کے اور اختیار عید کا باقی ہے اس واسطے  
کہ عید ماذون نہ مالک ہونے کا اختیار رکھتا ہے یہ سب مسائل مذکورہ امام کے مذہب پر ہیں بخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک در صورت  
مذکورہ عید ماذون کا اختیار باقی نہیں رہتا اس واسطے کہ اگر باقی رہے تو اسکو رو کرنے کی ولایت ثابت رہے تو اسکا رد کرنا تکلیف بلا عوض ہوگا اور  
ماذون کو تکلیف بلا عوض کی ولایت نہیں اور امام عظیم کے نزدیک جبکہ عید ماذون من کا مالک نہ ہو تو اسکا رد کرنا امتناع ہوا تکلیف سے اور ماذون کو

Marfat.com

عدم تملک کی ولایت ثابت ہی اس واسطے کہ جب اسکی کوئی چیز نہ بچائے تو اسکو قبول نہ کرنے کا اختیار ہی کذا فی شرح الوقایہ قلت و زید علی ذلک مسائل منہا  
ت التعلیق کان ملکہ نہو حر فشرایع بخیار لم یعتق من کتایہون اور مسائل عشرہ مذکورہ پر چند مسائل اور زیادہ کیے گئے ہیں از انجملہ تعلیق ہی جسکا اشارہ ت ہی  
چنانچہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں غلام کا مالک ہوں تو وہ آزاد ہی پھر اسے غلام کو بشرط اختیار خرید کیا تو امام کے نزدیک ہ آزاد نہو گا بسبب عدم ملک کے  
بجلافت صاحبین کے ت واستدامتہ اسکنی با جارة ادا عارة لیس با اختیار ت اشارہ ہی استدامت سے یعنی دوام سکنی بسبب اجارہ یا عارہ کے اختیار  
نہیں ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر خرید کیا بشرط اختیار اور مالانکہ مشتری اسکا ساکن ہی بواسطہ اجارہ یا عاریت مانگنے کے پھر سکو ت مستدام ہوئی  
خواہ زیاد سے نے کہا کہ امام کے نزدیک استدامت سکنی ملک عین کا اختیار نہیں اور صاحبین کے نزدیک اختیار جامع لقصولین میں ہی کہ در صورت ابتدا  
سکنی اختیار باطل ہوگا ص و صید شراہ بخیار فاحرم بطل البیع ص اشارہ ہی صید سے یعنی شکار خرید کیا بشرط اختیار بصریح کا احرام بانڈھا یعنی در صورت  
قبض صید تو بیع باطل ہوگئی یعنی بیع بائع کو پھیر دی جائے امام کے نزدیک در صاحبین کے نزدیک بیع لازم ہی اور اگر بائع کا اختیار ہی تو بالاتفاق  
بیع مستقوض ہوگی کذا فی الطحاوی من ایحود الزوائد الحادثة فی المدة بعد الفسخ للبیع و اشارہ ہی زوائد کا یعنی جو چیزیں زوائد پیدا ہوں مدت  
خیار کے اندر سو بعد فسخ بیع کے بائع کی ہیں امام کے نزدیک یعنی اسواسطے کہ انکا مدت مشتری کی ملک میں نہیں ہو اور صاحبین کے نزدیک انکا  
مالک مشتری ہی عینی نے کہا زوائد عام ہیں زوائد متصل اور منفصل سے تو اس مسئلے کے علیحدہ ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ یہ آٹھویں  
مسئلے میں داخل ہی یعنی کسب میں جسکی رمز کاف ہی تو بعضی بیع مسلمین تو تخری فی المدة فسد خلافا لہا فینبغی ان یرمز لہا لفظ مقصد و یضم الرمز الی  
الرمز ولم ارہ لاحد فلیحفظ اشارہ ہی عصیر سے یعنی اگر دو مسلمانوں نے شیرہ انگور کا بشرط اختیار بچا اور وہ شراب ہو گیا مدت بیع کے اندر تو بیع فاسد ہوگی  
بجلافت صاحبین کے تو مناسب یہ ہے کہ ان مسائل خمسہ کو بلفظ مقصد رموز کیجیے اور یہ کہ اس رمز کو رمز اول سے ملائیے اور میں نے یہ نہیں دیکھا کہ  
کسی نے ان مسائل کو باین لفظ رمز کیا ہو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم رمز اول اور ثانی ملکہ یہ ترکیب ہوئی اسحق عزک فسخ مقصد یعنی اپنی عزت کو گڑبڑ ڈال جتنعالی  
کی تعظیم کو متثال اور اجتناب تو اسی سے اور لوگوں کی تعظیم کو بقدر ننگے مراتب کے تاحقائے اور لوگوں کے نزدیک تو صد نشین ہو ا جائز  
من لہ اختیار و لو جنبنا صحیح و لو مع جعل صاحبہ اجماعا الا ان یکن اختیار لہما و فسخ احدہما فلیس الاخر الا جازۃ لان المنسوخ لا تلحقہ الا جازۃ  
جسکے واسطے اختیار دیا گیا تھا اگرچہ صاحب اختیار جنبی ہو اسے بیع کو نافذ کر دیا تو صحیح ہی باوجود ناواقفی اپنے ساتھی کے بالاتفاق مگر یہ کہ بائع اور  
مشتری دونوں کو اختیار ہو اور ایک نے بیع فسخ کر دی ہو تو دوسرے کو اجازت کا اختیار نہیں اسواسطے کہ فسخ دالی چیز کو اجازت لاحق نہیں ہوتی  
م صاحب اختیار کی اجازت باوجود عدم اطلاع شخص ثانی اسواسطے صحیح ہے کہ اجازت عبارت ہی اپنے حق کے اسقاط سے تو دوسرے کا علم ضرور نہیں مانڈ  
اطلاق اور حقائق کے فان فسخ بالقول لا یصح الا اذا علم الاخر فی المدة فلو لم یعلم لزم بعقد پھر اگر صاحب اختیار نے بیع کو فسخ کیا قول سے تو صحیح  
نہیں جب تک دوسرا قاعدت کے اندر واقف نہو سوا گروہ فسخ سے ناواقف رہیگا تو بیع لازم ہوگی ہم اگر مدت میں بیع فسخ کی اور اسکے ساتھی کو  
علم نہو تو بیع موقوف ہی طرفین کے نزدیک ہے اگر بائع نے بیع جائز رکھی بعد فسخ کرنے مشتری کے قبل علم مشتری کے تو بیع جائز ہی اور فسخ باطل ہی و کھلیے  
ان سیتوق بکنیل مخافۃ العیبہ او یرفع الامر للحاکم لیتصیب من یرد علیہ عینی اور تدریر فسخ کی یہ ہے کہ مضبوطی کرے صاحب اختیار اپنے ساتھی سے ماضر  
ضامن لیکر اسکے غائب ہو جانے کے خوف سے یا حاکم سے نالش کرے تا حاکم اس شخص کو قائم کرے جسپر وہ بیع کیجائے کذا ذکرہ یعنی ہم جب  
معلوم ہوا کہ بد دن واقف ہونے عاقد ثانی کے بیع فسخ نہیں ہوتی اور صاحب اختیار ڈرے کہ سبب او وہ غائب ہو جائے تو مجھ کو فسخ کا اختیار  
نہ رہیگا تو اس کی یہ تدبیر ہے کہ اس سے حاضر ضامن لے یا حاکم سے نالش کرے تا وہ کسی شخص کو اس کی طرف سے ماضم قرار دے

پھر صاحب اختیار بیع یا ثمن اُسکو پھیرے ہو جیسا ایک قول کے اور دوسرے قول یہ ہے کہ حاکم کو مختصم کا قائم کرنا جائز نہیں کذا فی التہرید بالقول لصحة  
 بالفعل بلا علم اتفاقا کما افادہ بقولہ شارح کہتا ہے یعنی عدم صحت میں فسخ قوی کی قید لگانی بواسطے صحیح ہونے فسخ کے فعل سے بلا علم شخص ثانی کے  
 بالاتفاق چنانچہ اُسکو مصنف نے اپنے آئندہ قول میں تصریح کیا کہ فسخ بالفعل کی مثال یہ ہے کہ بائع نے اپنے واسطے اختیار شرط کیا پھر بیع میں تصرف مالکانہ  
 شروع کیے مثلاً بیع اگر فلام ہی اُسکو آزاد کر دیا یا اُسکو بیع ڈالایا لوٹدی سے وطن کی یا پوسہ لیا تو یہ فسخ مفعلی ہی اور اگر اختیار مشتری کے واسطے شرط ہوا اور  
 یہ افعال کر گیا تو بیع تمام ہوگی اور اگر ثمن عین ہو یعنی منجملہ نقد نہ ہو اور مشتری اُمین تصرف مالکانہ کرے تو عقد فسخ ہوگا در صورت اختیار مشتری کذا فی المطاوی  
 عن الطخ وغیرہ وہم العقد بوثہ اور بیع تمام ہو جاتی ہے اُسکی موت سے ہم یعنی جسکے لیے اختیار شرط تھا وہ مر گیا تو بیع پوری ہو گئی خواہ بائع ہو یا مشتری ہو  
 اگر بائع صاحب اختیار مر گیا تو ثمن اُسکے وارثوں کی ملک میں داخل ہوا اور اگر مشتری تھا تو بیع اُسکے وارثوں کی ملک میں داخل ہوئی اور بائع نے اگر  
 ثمن نہ پایا ہوگا تو اُسکے متردک سے لیکر اور اگر وہ عاقد مر گیا جسکے واسطے اختیار شرط نہ تھا تو دوسرے عاقد کو بالاجماع اختیار ثابت ہے کذا فی المطاوی اور  
 جنون اور بیوشی موت کے مانند ہے کذا فی التہرید بالتحلف الوارث اختیار رویت و تعزیر و نقد لان الادصات نا وراثت اور اختیار شرط میں وارث خلیفہ نہیں  
 ہوتا مورث کا جیسے اختیار رویت اور اختیار تعزیر اور اختیار نقد میں خلیفہ نہیں ہوتا اسواسطے کہ صفات مورث میں وارثت جاری نہیں ہوتی ہم یعنی بیع متفسخ  
 نہیں ہوتی وارث کے فسخ کر نیے جیسے مورث کے فسخ کر نیے بیع ہو سکتی ہے اُسکی حیثیت میں ہو سکتی ہے اختیار صارت ہوا اور ادا و مشیت سے سوا ارادہ مورث کا اُسکی موت سے  
 منقطع ہو گیا جیسے اور تصرفات اُسکے منقطع ہو گئے مانند علم اور قدرت کے خلاصہ یہ ہے کہ ارث اُمین جاری ہے جو انتقال پذیر ہے مانند حیان کے نہ بحین  
 جسمین انتقال مستور نہیں مانند اصناف کے منجہ انفراد میں ہے کہ اختیار تعزیر یہ ہے کہ بیع بغین فاحش واقع ہوئی ہو خواہ فریب بائع نے دیا ہو یا مشتری  
 نے انتہی طمطاوی نے کہا کہ عدم ارث اختیار تعزیر کی ظاہر بحث ہی مصنف کی اور اختیار نقد بحث ہی صاحب نیر الفائق کی تو شارح کو مناسب تھا کہ اکتفا  
 بطور نصوص مذہب ذکر نہ کرتا و اما اختیار لعین و تعیین و فوات الوصی لم غروب فیہ فیکلف الوارث فیما لانه یرث خیارہ دررہ فلیختلار اختیار العیب در  
 خیار تعیین اور وصف مرغوب نہیہ کے فوت ہونے کے اختیار میں وارث اپنے مورث کا خلیفہ ہوتا ہے اور مذکورہ میں یہ نہیں کہ مورث کے خیار کا  
 وارث ہوتا ہے کذا فی الدرر اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی اگر اصناف میں وارثت نہیں ہے تو اختیار لعین وغیرہ وارث کو کیوں ثابت  
 ہوتا ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ وارث کو یہ امور بطور خلافت ثابت ہیں نہ بطریق وارثت یعنی مثلاً اختیار لعین وارث کو ابتداءً ثابت ہے اسواسطے کہ مورث  
 اُس بیع کا مستحق ہے جو عیب سے سالم ہے سید طرح اُسکا وارث بھی اسواسطے کہ وہ اُسکا قائم مقام ہے تو عند التحیق مورث عین بیع ہی بصف سلامت  
 عیوب اور سید طرح خیار تعیین وغیرہ علامہ نوح نے کہا یہی تقریر ظاہر ہے صاحب ہدایہ اور صاحب کافی وغیرہ ہما کے کلام سے لیکن صاحب نقایہ  
 اور صاحب نقایہ نے تصریح کی ہے کہ خیار لعین و خیار تعیین میں وارثت جاری ہے تو ظاہر ہما سے مشائخ کے ہمیں دو قول ہیں و مضی المدق وان  
 لم یعلم لم نقل وانما والاعیان ولو لبعضہ و تو ایہ و کذا کل تصرف لا ینتہ اول الی الی الملک کا جبارہ ولو بلا تسلیم فی الاصح و نظر الی فرج داخل شہوت  
 القول لکن الشہوت فسخ اور بیع پوری ہو جاتی ہے مدت خیار کے گذر جانے سے اگرچہ صاحب خیار کو معلوم نہ ہو بسبب بیماری یا بیوشی کے اور بیع  
 تمام ہوتی ہے آزاد کرنے سے اگرچہ بعض ملک کا اعتناق ہو اور توابع اعتناق سے بیع تمام ہوتی ہے چنانچہ تدریر اور کتابت سے اور سید طرح ہر ایک  
 اس تصرف سے جو نافذ نہیں ہوتا یا اطلاق نہیں ہوتا بدون مالک ہونے کے چنانچہ بیع کو اجارہ دینا اگرچہ اجارہ بدون تسلیم کے ہو قول اصح میں اور  
 چنانچہ شرمگاہ درونی کو شہوت سے دیکھنا اور در صورت اختلاف متعاقبین منکر شہوت کا قول مجتہد کذا فی الفسخ ہم اجارہ اور نظر میں لغت و نشر  
 مرتب ہے یعنی اجارہ ایسا تصرف ہے جو بدون ملک نافذ نہیں ہوتا اور دروغی شرمگاہ کا دیکھنا وہ تصرف ہے جو بدون ملک کے حلال نہیں



مشتري کا کرایہ مانگنا ساکن دار سے اور غلام کی عجمت کر دانا اسکو دراپلانا کھیت کا سچا نام بیع کو بیع کے واسطے پیش کرنا مکان کی مرمت کرنا شکست  
 رخت کرنا یہ سب تصرفات مبطل خیار اور تمام بیع کے سبب ہیں کذا فی الطحاوی ومقاده انہ لو شرابا باختيار علی انہا یکر فوطیبا لیسلم ہی بکر ام لا کان لاجازہ  
 ولو وجد ہاشیا ولم یبیت فلا یردینا العیب نہر و سچی نے با با در قاعدہ مذکورہ کا مقتضی یہ ہے کہ اگر کوئی کو بشرط خیار خرید کیا اس شرط پر کہ وہ باکرہ ہی پھر  
 اس سے قربت کی تا معلوم ہو کہ باکرہ ہی یا نہیں تو یہ اجازت ہی بیع کی اور اگر اسکو باکرہ نہ پایا اور فوراً قربت سے باز رہا بلا توقف تو اسکو پھر دینے کا  
 اختیار ہی اس عیب کے سبب سے اگرچہ خیار شرط قربت سے ساقط ہو گیا کذا فی انہر اور عنقریب یہ مسئلہ خیار عیب کے باب میں آویگا اور اگر  
 بعد علم عدم بکارت قربت سے باز نہ رہیگا تو رضامندی ثابت ہوگی پھر بیع نہ کر سکیگا مگر جب یہ قاعدہ ٹھہرا کہ ایسے تصرف کرنے سے جو نافذ یا  
 حلال نہیں بدون ملک کے بیع لازم ہو جاتی ہے اور اختیار باطل ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ قربت کرنا امتحان بکارت کے واسطے اجازت بیع کا  
 موجب ہی اس واسطے کہ اس فعل کی اگرچہ امتحان کے واسطے حاجت ہی لیکن یہ حلال نہیں بدون مالک ہونے کے ولو فعل البائع ذلک کان فسخا اور  
 اگر بائع ایسا فعل کرے گا جو نافذ یا حلال نہیں بدون ملک کے تو ایسا تصرف فسخ بیع ہوگا و طلب الشفۃ وان لم یاخذہا معراج بہا ای بدار فیما خیار بشرط بخلات  
 خیار رویت و عیب معراج اور بیع تمام ہو جاتی ہے شفعہ طلب کرنے سے بواسطہ اس گھر کے جس میں خیار بشرط ہے اگرچہ شفعہ کو نہ لیا ہو کذا فی المعراج بخلات  
 خیار رویت و خیار عیب کے کذا فی المعراج ہم صورت اسکی یہ ہے کہ خریدنے ایک گھر بشرط خیار خرید کیا پھر اس کے پڑوس میں دوسرا گھر بیع ہوا سو خریدنے بسبب  
 خانہ اول کے خانہ ثانی کا شفعہ طلب کیا تو خانہ اول کی بیع تمام ہو گئی بخلات خیار رویت اور خیار عیب کے معنی اگر ایک گھر بدون رویت کے خرید کیا  
 اور اس کے ہمسایہ میں دوسرا گھر بواسطہ شفعہ کے لیا تو اسکو اختیار ہے کہ رویت کے بعد خانہ اول کو بسبب خیار رویت کے پھر دے کذا فی الدر من المشتري  
 اذا کان اختیارہ لاند دلیل لاجازۃ یعنی بیع تمام ہوتی ہے مشتری کے شفعہ طلب کرنے سے جب کہ اختیار اس کے واسطے مشروط ہو اس واسطے کہ شفعہ  
 طلب کرنا اجازت بیع کی دلیل ہی یعنی طلب شفعہ اس کی دلیل ہے کہ اس نے بیع کی ملکیت اختیار کی اس واسطے کہ بدون ملک طلب حق شفعہ نہیں ہو سکتی  
 پھر جب ملک اختیار کی تو مشروط خیار ساقط ہوتی ہے بیع تمام ہو گئی ولو بشرط المشتري او البائع کما فیہ کلام الدر و بہ جزم البہنسی اختیار بشیرہ  
 عاقدان او غیرہ بہنسی صحیح امتحان ثابت اختیار ہوا اور اگر مشتری یا بائع شرط کرے اختیار اپنے غیر کے واسطے خواہ غیر شخص عاقد ہو یا غیر عاقد کذا صحیح  
 بہ البہنسی تو یہ صحیح ہے بنا بر امتحان کے اور اس صورت میں دونوں کے واسطے اختیار ثابت ہوگا شایع ہے کہ اس حکم میں بائع بھی مشتری کے مانند ہے چنانچہ  
 درر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے دراسی کا یقین کیا ہے بہنسی نے ہم قیاس یہ ہے کہ غیر عاقد کے واسطے خیار صحیح ہو اس واسطے کہ خیار بخل احکام عقد ہی تو غیر کے  
 واسطے کیونکہ جائز ہو در امتحان یہ ہے کہ جنہی کے واسطے اختیار ثابت نہیں ہوتا مگر بطریق نیابت کے عاقد سے تو اختیار عاقد کے واسطے لازم ہوا پھر جنہی اس کا  
 نائب ٹھہرا گیا تا عاقد کا تصرف حتی الامکان صحیح ہو لغو نہ جائے پھر جبکہ اجنبی نائب ہوا تو نائب در ذمہ دونوں کے واسطے اختیار ثابت ہوگا کذا  
 فی المنع والنہر حموی نے مفتاح سے نقل کیا کہ تفسیر مشتری کی اتفاتی ہے اس واسطے کہ مسوط وغیرہ میں مصرح ہے کہ احد المتعاقدين کو غیر کے واسطے اختیار کا  
 شرط کرنا صحیح ہے جلی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شایع غیر کو فقط جنہی کو تفسیر کرنا اس واسطے کہ احد المتعاقدين کا اختیار اول باب میں مذکور ہو چکا و لکن ذانی لیس طحاوی  
 کہا اسکی صورت میں جنہی جبکہ بائع یا مشتری متعدد ہوں علی وجہ الاشتراک اور ایک مشتری دوسرے مشتری کے واسطے ایک بائع دوسرے بائع کے  
 واسطے اختیار شرط کرے فان اجازۃ احدہما من النائب والذمہ ان واقفہ الآخر پھر جبکہ نائب و ذمہ میں سے ایک نے بیع کو لازم کر دیا یا  
 فسخ کیا تو صحیح ہے اگر دوسرے نے اس کے ساتھ ہونے کی فان اجازۃ احدہما و عکس الآخر فالاسبق اولی لعدم المزاحم پھر اگر ایک نے اجازت دی  
 اور دوسرے بالعکس اس کے بیع فسخ کی تو اول مقدم ہے بسبب عدم مزاحم کے یعنی شخص اول کی اجازت یا فسخ نافذ ہے اس واسطے کہ اسوقت تعارض نہ تھا

Marfat.com

اور شخص متاخر کا فعل لغوی ولو کان معافاً لفسخ احوال فی الاصح ریحی لان المجاز لفسخ و لمفسوخ لایجا اذا ما اگر اجازت اور فسخ ساتھی زمانہ میں پائی گئی تو فسخ زیادہ تر ثابت ہی قول صحیح میں کذا فی شرح الریعی اس واسطے کہ اجازت دہنی چیز فسخ ہو سکتی ہے اور فسخ پذیر اجازت پذیر نہیں ہوتی و اعتراض بانہ بجا زمانہ فی المبسوط لوقفاً سما شتم تراضیا علی فسخ الفسخ و علی اعادۃ العقد منہما جازا فسخ الفسخ اجازۃ واجب منع کو نہ اجازۃ بل بیع ابتداء اور تعلیل مذکور پر اعتراض اور یہ کہ فسخ پذیر اجازت پذیر ہوتا ہی اس واسطے کہ ہر دو میں ہی کہ اگر عاقدین نے باہم بیع کو فسخ کیا پھر باہم راضی ہو گئے فسخ کے فسخ کرنے پر اور فیما بین خود ہا عقد کے اعادے پر تو جائز ہی اس واسطے کہ فسخ کو فسخ کر دینا بھی اجازت کی حقیقت ہی اس اعتراض کا یوں جواب دیا گیا ہے کہ ہم نہیں مانتے کہ فسخ الفسخ اجازت ہی بلکہ یہ دوسری بیع ہی سے ہم نہ الفائق میں ہی کہ فسخ کا ادنی ہونا یہ روایت ہی کتاب الما ذون کی اور ہی صحیح ہے اور کتاب البیوع کی یہ روایت ہی کہ تصرف مالک ادنی ہی اور بعضوں نے کہا کہ اول قول بویوسف ہی اور ثانی قول محمد ہی بلع عبد بن علی نہ با اختیار فی احدہما ان فصل ثمن کل واحدہما و عین الذی فیہ اختیار صحیح البیع للعلم بالبیع و ثمن بائع نے دو غلام بیچے اس شرط پر کہ اُسکو اختیار ہی ایک غلام میں اگر ہر ایک کا ثمن جدا جدا ذکر کیا اور اُس غلام کو معین کر دیا جس میں اختیار شرط کیا تو صحیح ہی بسبب معلوم ہونے بیع اور ثمن کے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہا تمہرے دو نوں غلام بیچے ہر غلام پان سو درم کو اس شرط پر کہ مجھکو اس غلام خاص میں اختیار ہی والا عین و الا یفصل اذ عین فقط او فصل فقط لا یصح بجمانہ لم یصح و ثمن واحدہما اور اگر بائع نے اُس غلام کی جس میں اختیار شرط کیا تعیین نہ کی اور نہ ہر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ ذکر کیا یا فقط غلام کی تعیین کی بلا تفصیل ثمن یا فقط ثمن کی تفصیل کی بلا تعیین غلام تو بیع صحیح نہ ہوگی بسبب مجہول ہونے بیع اور ثمن کے دو صورت عدم تعیین و تفصیل کے یا ایک کی جہالت کے سبب یعنی دو صورت تعیین غلام ثمن مجہول ہی اور دو صورت تفصیل ثمن بیع مجہول ہی ہم عدم تعیین اور تفصیل اس طرح کہ بائع نے کہا کہ میں نے دو غلاموں کو بیچا ہزار درم کے عوض اس شرط پر کہ ایک غلام میں مجھکو اختیار ہی تو کسی غلام کی بیع صحیح نہیں اس واسطے کہ جس میں اختیار شرط ہی وہ خارج ہی بیع سے اور جسکی بیع ہی وہ معلوم نہیں اس سبب کہ میں اختیار شرط ہی وہ مجہول ہی علاوہ اسکے ثمن بھی مجہول ہی اس واسطے کہ قیمت دہنی چیز میں بیع بیع پر برہنہ ہو کہ لولا کان اختیار مشتری تناقی ایضاً الا لوزع الاربعة اور ایسا ہی حکم ہی اگر اختیار نہ ہو مشتری کے واسطے شرط ہو اس میں بھی چاروں صورتیں حاصل ہوتی ہیں ہم یعنی اگر مشتری نے دو غلام خرید کیے اور ایک غلام میں اختیار شرط کیا تو دو صورت تفصیل ثمن تعیین بیع صحیح ہی اور اگر تعیین اور تفصیل نہیں یا فقط تعیین ہی یا فقط تفصیل ہی تو بیع صحیح نہیں بسبب جہالت کے فسخ مسئلہ ملحقہ شارح کا ذکر بیع بشرط اختیار بیع بشرط علم بجز ولو کلا بالشر او کالاتہ ہذا تغذ علی الوکیل الفرق ان اشر امتی لم یفصل علی الامر یفصل علی الما مور بخلاف البیع فتح دسجی فی الفصولی والوکالاتہ فلیحفظ وکیل کیا ایک نے دوسرے کو بیع بشرط اختیار میں سو وکیل نے اسکو بیچا بشرط اختیار تو بیع جائز نہیں اور اگر وکیل کیا خرید کرنے کے واسطے بشرط اختیار تو بیع نافذ ہی وکیل پر یہ موکل پر اور فرق دو توں صورتوں میں یہ ہے کہ خرید جب امر کرنے واسے پر نافذ ہوتی تو ما مور پر نافذ ہوگی بخلاف فروخت کے کذا فی الفتح اور یہ مسئلہ آدیگا بیع فضولی اور وکالت میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم جب بیع بشرط اختیار کا امر کیا تو مالک کی ملک بدون اسکی رضامندی کے زائل نہیں ہو سکتی لہذا اسکی مخالفت سے بیع نافذ نہ ہوگی و صحیح اختیار تعیین فی العیام لانی المشکیات لعدم تفاوتہما اور اختیار تعیین صحیح ہی قیمت والی چیز دن میں مشکیات میں بسبب تفاوت ہونے مشکیات کے ہم قیمت والی وہ چیز ہی جس کے افراد میں تفاوت ہو چنانچہ لو ٹڈی غلام کپڑا کتاب اس واسطے کہ ایک لو ٹڈی سو درم کی ہوتی ہی اور دوسری ہزار درم کی اور مثلی وہ چیز ہی جسکے افراد یکساں ہوں بلا تفاوت چنانچہ کیل اور ہر روزن پھر جب مشکیات میں تفاوت نہ ہو تو ان میں اختیار تعیین بشرط کہ نابینا نہ ہی و لولبا بیع فی الاصح کانی اختیار تعیین صحیح ہی اگرچہ بائع کے واسطے شرط ہو تو صحیح میں کذا فی الکافی ہم مشتری کے واسطے اختیار تعیین کی یہ صورت ہی کہ بائع مشتری سے کہے کہ میں نے ان غلاموں میں سے

اور صورت  
اسکی اختیار ہی ایک  
بیع صحیح نہیں اس  
واسطے کہ جس میں  
اختیار شرط ہی وہ  
معلوم نہیں اس  
سبب کہ میں اختیار  
شرط ہی وہ مجہول  
ہی علاوہ اسکے  
ثمن بھی مجہول ہی  
اس واسطے کہ قیمت  
دہنی چیز میں بیع  
بیع پر برہنہ ہو کہ  
لولا کان اختیار  
مشتری تناقی ایضاً  
الا لوزع الاربعة  
اور ایسا ہی حکم  
ہی اگر اختیار نہ  
ہو مشتری کے  
واسطے شرط ہو  
اس میں بھی چاروں  
صورتیں حاصل  
ہوتی ہیں ہم  
یعنی اگر مشتری  
نے دو غلام خرید  
کیے اور ایک  
غلام میں اختیار  
شرط کیا تو دو  
صورت تفصیل  
ثمن تعیین بیع  
صحیح ہی اور اگر  
تعیین اور تفصیل  
نہیں یا فقط  
تعیین ہی یا فقط  
تفصیل ہی تو بیع  
صحیح نہیں بسبب  
جہالت کے فسخ  
مسئلہ ملحقہ  
شارح کا ذکر  
بیع بشرط  
اختیار بیع  
بشرط علم بجز  
ولو کلا بالشر  
او کالاتہ ہذا  
تغذ علی الوکیل  
الفرق ان اشر  
امتی لم یفصل  
علی الامر یفصل  
علی الما مور  
بخلاف البیع  
فتح دسجی فی  
الفصولی  
والوکالاتہ  
فلیحفظ وکیل  
کیا ایک نے  
دوسرے کو  
بیع بشرط  
اختیار میں  
سو وکیل نے  
اسکو بیچا  
بشرط اختیار  
تو بیع جائز  
نہیں اور اگر  
وکیل کیا  
خرید کرنے  
کے واسطے  
بشرط اختیار  
تو بیع نافذ  
ہی وکیل پر  
یہ موکل پر  
اور فرق دو  
توں صورتوں  
میں یہ ہے کہ  
خرید جب امر  
کرنے واسے  
پر نافذ ہوتی  
تو ما مور پر  
نافذ ہوگی  
بخلاف فروخت  
کے کذا فی  
الفتح اور یہ  
مسئلہ آدیگا  
بیع فضولی  
اور وکالت  
میں تو اسکو  
یاد رکھنا  
چاہیے ہم جب  
بیع بشرط  
اختیار کا  
امر کیا تو  
مالک کی ملک  
بدون اسکی  
رضامندی کے  
زائل نہیں  
ہو سکتی  
لہذا اسکی  
مخالفت سے  
بیع نافذ نہ  
ہوگی و صحیح  
اختیار  
تعیین فی  
العیام لانی  
المشکیات  
لعدم  
تفاوتہما  
اور اختیار  
تعیین صحیح  
ہی قیمت  
والی چیز  
دن میں  
مشکیات میں  
بسبب  
تفاوت  
ہونے  
مشکیات  
کے ہم  
قیمت  
والی وہ  
چیز ہی  
جس کے  
افراد  
میں  
تفاوت  
ہو چنانچہ  
لو ٹڈی  
غلام  
کپڑا  
کتاب  
اس  
واسطے  
کہ ایک  
لو ٹڈی  
سو درم  
کی ہوتی  
ہی اور  
دوسری  
ہزار  
درم  
کی اور  
مثلی  
وہ چیز  
ہی جسکے  
افراد  
یکساں  
ہوں  
بلا  
تفاوت  
چنانچہ  
کیل  
اور ہر  
روزن  
پھر جب  
مشکیات  
میں  
تفاوت  
نہ ہو  
تو ان  
میں  
اختیار  
تعیین  
بشرط  
کہ  
نابینا  
نہ ہی  
و لولبا  
بیع  
فی  
الاصح  
کانی  
اختیار  
تعیین  
صحیح  
ہی  
اگرچہ  
بائع  
کے  
واسطے  
شرط  
ہو تو  
صحیح  
میں  
کذا  
فی  
الکافی  
ہم  
مشتری  
کے  
واسطے  
اختیار  
تعیین  
کی  
یہ  
صورت  
ہی  
کہ  
بائع  
مشتری  
سے  
کہے  
کہ  
میں  
نے  
ان  
غلاموں  
میں  
سے

ایک غلام تیرے ہاتھ پر اس شرط پر کہ انہیں سے تو ایک کو پسند کرے اور بائع کے واسطے اختیار تعیین کی یہ صورت ہے کہ مشتری کہے بائع سے میں نے ان غلاموں  
ایک غلام خرید کیا اس شرط پر کہ جو غلام تو چاہے مجھ کو بے قول مع کی یہ وجہ ہے کہ یہ بیع جائز ہے اختیار مشتری کے ساتھ تو بائع کے ساتھ بھی جائز ہوگی  
فتح القدر میں اسکو رد کیا ہے اس طرح پر کہ جواز اختیار تعیین اسواسطے ہی تا مشتری سے غبن دفع ہو خوب جانچ کے یا غیر سے دریافت کر کے جسکو اپنے موافق  
اور مناسب جانے اسکو خرید کرے اور بائع کو اسکی کچھ حاجت نہیں اسلیے کہ بائع کے پاس بیع مدت سے موجود ہی اسکو اسکا حال خوب معلوم ہی ہکا جو اشیا نے  
آئندہ قول میں دیالانہ قدریت قبیحا و یقینہ و کیلہ و لا یغیرہ فی بیعہ ہذا الشرط مستحاجہ الیہ نہ اسواسطے کہ بائع کا ہے قیمت والی چیز کو بطور وراثت کے  
پاتا ہے اور بائع کا وکیل سپر قبضہ کرتا ہے اور بائع اس چیز کو نہیں پہچانتا تو اسکو بشرط اختیار تعیین بیچتا ہے تو اس صورت میں بائع کو حاجت پڑی اختیار  
تعیین کی تا اسکو اپنی منفعت اور مصلحت میں اختیار رہے کذا فی انہرم سید حموی نے کہا کہ یہ صورت نادرا الوجود ہے اور سناط حکام قادر پر نہیں کذا فی المطحط  
فیما دون الایضہ لا ذناط الحاجۃ بالثقلہ لوجود جمید و روی و وسط اختیار تعیین صحیح ہے چار چیزوں سے کتر میں بسبب حاجت والی کے تین چیز سے  
بواسطے حاصل ہونے عمدہ اور ناقص اور متوسط کے مینے اختیار تعیین دفع حاجت کے واسطے مشروع ہے اور دفع حاجت تین میں بخوبی مشہور ہے کیونکہ  
عمدہ اور ناقص اور متوسط کا ہونا تین میں حال ہے تو چار چیز یا زیادہ میں اختیار تعیین کرنا حاجت سے زیادہ ہے تو غیر مشروع ہے و مدت اختیار شرط اور  
اختیار تعیین کی مدت اختیار شرط کے مانند ہے یعنی تین دن تک امام کے نزدیک مگر تین دن میں تعیین کرنے تو بہتر ہے اور اگر تین دن گذر گئے بلا تعیین  
تو متعین کرنے کے واسطے اسپر جبر کیا جاوے گا اور اگر تعیین کے ساتھ اختیار شرط بھی مشروع ہو تو اسکو اختیار بیع اور اجازت میں اور بعد اجازت کے  
اسکو اختیار تعیین ہوگا تین دن تک اجازت کے وقت سے کذا فی اکلہی عن احمد و لا یشرط مع اختیار شرط فی الاصح فتح اور اختیار تعیین کے ساتھ اختیار شرط کا ہونا  
مشروط نہیں قول اصح میں کذا فی الفتح مخرج لغار میں ہے کہ جب مشتری نے دو بیع کو بشرط اختیار تعیین کر لیا اور قبضہ کیا پھر ایک میں عیب لگ گیا تو بیعت  
بیع لازم ہوگی بشرط تعیین کے ساتھ اور دوسرے بیع امانت ہے اور اگر وہ دون ساتھی ہلاک ہو گئے تو دونوں بیع کا نصف نصف میں لازم ہوگا خواہ میں متفق ہو  
یا مختلف و لو شتر یا شینا علی انہما یا بخیار فرضی احدہما بالبیع صریحا و دلالت لایردہ الاخر بل یطلخیاً مطلقاً لہما و اگر دو شخصوں نے ایک  
چیز خریدی اس شرط پر کہ دونوں کو اختیار ہے پھر ایک شخص بیع سے راضی ہو گیا خواہ صراحتہ یا دلالتہ اسطرح پر کہ وہ تصرف کیا جو تاف نہ  
حلال نہیں بدون ملک کے تو دوسرے شخص اسکو رد نہیں کر سکتا بلکہ اسکا اختیار باطل ہو گیا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے و کذا اختلاف  
فی اختیار الرویہ و العیب قلیس لاجدہا المراد بعد روتہ الآخر و رضاه بالعیب مطلقاً لہما لضرر البائع بعیب الشركة اور بیع مخرات ہی امام اور صاحبین  
کا خیال الرویہ اور اختیار العیب میں تو ایک شخص کو پھر دینا دوسرے شخص کے دیکھنے کے بعد جائز نہیں بسبب ضرر ہونے بائع کی شرکت کے عیب سے  
مشرکت خیارات ثلثہ کی عدم ردگی علت ہے یعنی اگر دو شخصوں نے ایک چیز یا لاشرک خریدی بشرط اختیار پھر ایک شخص راضی ہوا تو دوسرا پھر نہیں سکتا  
یا ایک شخص نے بعد روتہ کے پسند کی اور دوسرے نے ناپسند کی یا ایک شخص اختیار العیب میں راضی ہو گیا تو دوسرا پھر نہیں سکتا اسواسطے کہ اگر ایک  
مشتری کا لینا اور دوسرے کا پھر دینا جائز ہو تو لینے والا بائع کا شرک ہو بیع میں نصفانصف میں صریحا بائع کا ضرر ہے کیونکہ اول بائع بلا شرکت  
اسکا مالک تھا اب اسکا شرک پیدا ہوا اور شرکت بلا شہہ عیب ہی اسواسطے کہ مشرک میں ہر شرک بالاستقلال تصرف نہیں کر سکتا کما یلزم از بیع  
لو شتری ریل عبد من علیین صنفۃ واحدہ علی ان اختیار لہما للباہین فرضی حد ہما دون الآخر قلیس لاجدہا الا افراد اجازۃ اور دوا خلافا لہما مجمع  
چنانچہ بیع لازم ہو جاتی ہے اگر ایک مرد نے غلام خرید کیا دو مردوں سے کیا بائع اس شرط پر کہ دونوں بائع مشارع میں بیع اور عدم بیع میں پھر ایک  
بائع راضی ہوا تو دوسرا تو ایک بائع کو اجازت یا رد بیع میں تنہائی جائز نہیں بسبب عیب شرکت کے بخلاف صاحبین کے کذا فی الجمع

اداکر مشتری نے نصف غلام ایک بائع سے لیا اور نصف باقی دوسرے سے خرید کیا بعد ثانی تو ہر شخص اجازت یا رد کا اختیار رکھتا ہے سو اسے کہ مشتری  
عیب بشرکت سے خود راضی ہو گیا مشتری عیب بشرط خیرہ اور کتبیہ کے حرقہ کذا کہ فطر بشرط خلاف بان لم یوید معہ اذنی ما یطلق علیہ ہم الکتاہ و ان یخیر  
اخذہ بکل الثمن ان شاء او ترک النعمات الوصف المرغوب فیہ غلام خرید کیا اسکی نان پڑی یا تحریر کی شرط سے یعنی روٹی پکانا اور لکھنا اسکا پیشہ ہی پھیر  
پر خلاف اسے ظاہر ہوا اس طرح پر کہ اس میں اتنا ہنر نہ پایا گیا جیسے ہم کتابت اور نان پڑی کا ادنیٰ رتبہ صادق آئے تو مشتری اسکو اگر چاہے تو پورے  
ثمن سے یا اسکو نہ بے سبب فوت ہونے وصف مرغوب نہیہ کے ہم در صورت خرید پورا ثمن اسواسطے لازم ہوگا کہ اوصاف کے مقابل میں کچھ ثمن  
نہیں پڑے تاکہ اوصاف عقد میں تابع ہوتے ہیں نہ اصل لیکن کتابت اور نان پڑی از بسکہ لائق رغبت کے وصف ہے لہذا مشتری کو اس کے  
نہ ہونے سے رومیع میں اختیار ہونا شایع ہے نان پڑی اور تحریر میں پیشہ وری کی قید ہوا سوسطے لگائی کہ ہر شخص بقدر دفع ہلاک نفس و طی پکا سکتا ہے  
یا اکثر لوگ بشرط لکھ لیتے ہیں اسقدر فعل سے اسکو نان پڑیا کا تب نہیں کہتے کذا فی ابجد و لو ادعی مشتری انہ لیس کذا کہ لم یخبر علی لقبض حتی یعلم ذکر و کذا  
سارا حکم اختیار اور اگر مشتری نے دعویٰ کیا کہ وہ ایسا نہیں یعنی غلام میں وصف شرط موجود نہیں تو اس پر قبضہ بیع کے واسطے زبردستی نہ کیا جاسکی  
یہاں تک کہ اس وصف کا موجود ہونا غلام میں مثلاً معلوم ہو جائے اور یہی حکم ہے باقی پیشوں کا کذا فی الاختیار و لو اتفق المرید بیع قوم کا تبا و غیر کا تب  
و رجح بالتفاد فی الاصح اور اگر غلام مذکور کا پھر دینا متنع ہو گیا ہو کسی سبب سے تو غلام کا تبا و غیر کا تب کی قیمت معین کی جائے اور جس قدر تفاد  
ہو دو نون قیمتوں میں اتنا مشتری بائع سے پھیرے قول صحیح میں مثلاً کا تب کی قیمت سو درم ہے اور غیر کا تب کی ساٹھ درم تو اگر مشتری نے سو درم بائع  
کو دیے ہوں تو خالیں سو درم پھیرے بخلاف شرائع شاعہ علی انہا حامل و تحلب کذا اطلاق و یخیر کذا اصاعا او کیتب کذا اقدرا فسد لانه بشرط فاسد  
لا وصف حتی لو شرط انہا حلوب اولیون جائز لانه وصف بخلاف خرید کرنے مشتری کے بکری کو اس شرط پر کہ وہ گاہن ہے یا اتنا دو دھرتی ہے یا غلام اتنے  
سیر فلن کی روٹی پکاتا ہے یا اتنے ورق لکھتا ہے تو بیع فاسد ہوگی اسواسطے کہ یہ شرط فاسد ہے وصف نہیں ہے بیان تک کہ اگر یہ شرط لکھا کہ مثلاً بکری دو دھار  
ہے یا شیر دار ہے تو بیع جائز ہوگی اسواسطے کہ یہ وصف ہے نہ شرط فاسد ہوا تا اسواسطے شرط فاسد ہوا کہ پیٹ کا حال فی الحقیقت معلوم نہیں ہو سکتا  
کیونکہ احتمال ہے کہ عمل ہو یا بیع یا بیماری اسپرطہ باقی شرائط کی حقیقت بالیقین معلوم نہیں ہو سکتی بسبب احتمال کی بیشی کے اور ظاہر کلام شایع  
ان پر دلالت کرتا ہے کہ بیع اوصاف کا ذکر کرنا عقد میں مفسد نہیں لاکہ ایسا نہیں اسواسطے کہ ہر الفاق میں مصحح ہے کہ بیع اوصاف کا عقد میں شرط کرنا  
صحیح نہیں بلکہ اسکا قاعدہ یہ ہے کہ جس وصف میں غرر ہو یعنی اس کے وجود میں تردید ہو تو اسکا شرط کرنا جائز ہے اور جسے وجود میں احتمال ہے اسکا شرط  
صحیح نہیں مگر بعض ہرارت میں شرط کرنا جائز ہے کہ وہ وصف مرغوب فیہ نہ ہوتی کذا فی الطحاوی عن الجوی دلقول للمکرر باختلاف فی شرط اختیار علی الظاہر  
اور قول منکر کا معتبر ہے اگر بائع اور مشتری مختلف ہوں شرط اختیار میں بنا بر ظاہر الروایۃ کے اسواسطے کہ اختیار ثابت نہیں ہوتا مگر شرط کرنے سے تو عوارض سے  
ہو الہذا نفی کرنے والے کا قول در صورت عدم شہادت معتبر ہوگا کما فی دعوی الاصل لمضی والا جازۃ والزیادۃ چنانچہ مدت اور اس کے گذر جانے  
اور اجازت اور زیادتی مدت کے دعویٰ میں منکر کا قول معتبر ہے یعنی ایک عاقد مدت بیع کا دعویٰ ہے اور دوسرا منکر یا ایک کہتا ہے کہ مدت گذر گئی اور  
دوسرا منکر ہے یا ایک کہتا ہے کہ صاحب اختیار نے بیع کی اجازت دی اور دوسرا منکر ہے یا ایک شخص زیادہ مدت کا دعویٰ ہے اور دوسرا منکر تو ان  
سب صورتوں میں منکر کا قول معتبر ہوگا مشتری جاریہ یا اختیار غیر یا بدلہ یا کلا یا تا المشرۃ فقال لبائع لیت ہی دلابتیر قال لقول  
المشتری بیئہ و ہاذا للبائع وطیما اور دہنقد بیع بالتعاطی فتح خرید کی لوٹری بشرط اختیار پھر مشتری نے عرض کیے دوسری لوٹری پھری یون  
کہ کہ یہ دوسری خریدی لوٹری ہی بائع نے کہا وہ یہ نہیں ہے اور بائع کے گواہ نہیں تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور بائع کو اس ٹری سے قربت



کہ ناجائز ہی کذا فی لہ و اور اس لوٹدی کی بیع معتقد ہوگی تعاطی سے کذا فی الفتح ہم جب یہ سبب بطریق تعاطی کے بیع ٹھہرا تو معلوم ہوا کہ بائع پر ہتھیار واجب ہی اور ہر بیع کا یہ حکم ہی لوٹدی کی مثال سوا سطلے دی کہ جب لوٹدی میں یہ حکم ہوا تو اس کے غیر میں بطریق ادنیٰ ہی حکم ہی سوا سطلے کہ فرض میں زیادہ تر احتیاط لازم ہی کذا فی الطحاوی و کذا فی الردی الودیعیہ فلیحفظ اور یہی حکم ہی امانت کے پھیر دینے میں تو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے کے پاس امانت رکھی لوٹدی ہو یا کچھ اور پھر امانت ارنے کوئی چیز اور بدل دی اور کہا یہی تیری امانت ہی اور امانت کھانے والا اسکا متکرر ہی اور اس کے گواہ نہیں تو وہ چیز اسکو صلال ہی طحاوی نے کہا ظاہر عاریت اور اجاسے کی چیز کا بھی یہی حکم ہی و اللہ اعلم و لوقال لبائع عند رده کان بحین لکنہ نسى عندک قال قول اللہ عزوجل لان الامل عدم الخیر والکتایہ فکان انظار ہر شاہد الہ اور اگر قلام کو بشرط نان پزی اور کتابت کے مول لیا پھر یہ وصف آئین نہ پایا گیا اور مشتری نے اسکو پھیر دینا چاہا تو بائع نے پھیرنے کے وقت کہا کہ اس کلام کو تو یہ خوب کرنا تھا لیکن وہ بھول گیا تیرے پاس تو مشتری کا قول معتبر ہوگا سوا سطلے کہ عدم نان اور کتابت اصل ہی تو ظاہر حال مشتری ہی کا شاہد ہی ہم صفات عارضہ میں عدم اصل ہی اور صفات اصل میں وجود اصل ہی چونکہ نان پزی اور کتابت صفات عارضہ سے ہیں لہذا آئین مشتری کا قول در صورت عدم شہادت معتبر ہی کیونکہ وہ اصل کام ہی ہی ولو اشتراہ من غیر شرط کتبہ و خبرہ و کان بحین لکہ ففسیہ فی بیع البائع رد علیہ لتغیر المبیع قبل قبضہ زلیعی قال لو اشتراہ اخذہ اخذہ کل الثمن لما مر ان لا وصفات لا یقابلا شئی من الثمن اور اگر غلام کو خرید کر بلا شرط کتابت اور نان پزی کے اور وہ یہ کام خوب کرنا تھا سوا سطلے کے پاس اسکو بھول گیا تو مشتری بائع کو غلام پھیر دے بسبب تغیر ہو جانے بیع کے قبل قبضہ مشتری کذا فی الزلیعی زلیعی نے کہا اور اگر مشتری باہیمہ اسکا لینا پسند کرے تو پورے ثمن سے لے اسوا سطلے کہ مذکور ہو چکا کہ اوصاف کے مقابل کچھ ثمن نہیں پڑتا ہم باوجود عدم شرط وصف پھیر دینا سوا سطلے جائز ہوا کہ ظاہر مشتری نے اسکو اسی وصف کے سبب سے خرید لیا تو باعتبار دلالت حال کے مشروط کے مانن ہو کذا فی لہ ہر فرض و مسائل ملحقہ شراح کے باع دارا بانہما من البذرع والابواب الخشب الخ لفاذا لیس فیہا شئی من لک لا خیال للمشتی لکھریچا ان چیزوں کے ساتھ جو آئین داخل ہیں منجملہ دھنیوں اور دروازوں اور لکڑیوں اور کھجور کے درختوں کے پھر آئین یہ چیزیں کچھ نہ نکلیں تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہیں یعنی سوا سطلے کہ در عبارت ہی عرصے سے اور شیا سے مذکورہ تابع ہیں در تابع کے مقابل ہیں کچھ ثمن نہیں پڑتا اور مرد عا اختیار سے یہ ہی کہ مشتری کو وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے اختیار رد حاصل نہیں تو اگر گھر کو وقت عقد کے مشتری نے نہ دیکھا ہوگا تو خیالاً روج البتہ اسکو ثابت ہوگا کذا فی الطحاوی شری دار علی ان بناؤہا آجر فاذا ہولین فارضا علی ان شجرہا کلہا مشرۃ فاذا احدثہ متہا لا یتشر او تو باعلیٰ نہ مصبوع بعضہ فاذا ہونہ عقراں فسد گھر کو خرید کیا اس شرط پر کہ عمارت اسکی بچتہ اینٹ کی ہی سودہ کچی اینٹ کی نکلی یا زمین اس شرط پر خریدی کہ اس کے سبب رخت پھلتے ہیں سو آئین سے ایک رخت غیر مشر نکلا یا کچھ خرید کیا اس شرط پر کہ اسپر کسم کا رنگ ہے اور آئین عقراں کا رنگ نکلا تو بیع ناسد ہوگی ہم سوا سطلے کہ صفات مذکورہ میں اگر ظاہرین نہایت بکثرت متفاوت ہوتے ہیں اور اختلاف فرض بجائے اختلاف ضمن ہی کذا فی الطحاوی عن شلیبی ولو علی انہا بقلۃ مثلا فاذا ابل جارہ خیر و لیس جارہ لا خیال لکونہ علی صفۃ خیر من الشرط معتبی فلیحفظ الضابطہ اور اگر خرید اس شرط پر ہوئی کہ بیع خجری ہی لیکن وہ خجرت نکلا تو جائز ہی اور اسکو اختیار ہی لینے نہ لینے میں اور اس کے بالعکس یعنی زکی شرط میں مادہ نکلی تو بیع جائز ہی بلا خیال یعنی پھیر دینے کا مشتری کو اختیار نہیں سوا سطلے کہ بیع ایسی شرط پر شامل ہی جو مشروط سے ہتھیار کذا فی لہ معتبی تو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے ہم قاعدہ یہ ہی کہ جب وصف مرغوب فوت ہوا تو مشتری کو اختیار ہی اور اگر وصف مشروط سے ہتھیار و عذرہ تو وصف ہو تو مشتری کو اختیار نہیں چنانچہ اگر لوٹدی اس شرط پر خرید ہو کہ وہ شیبہ ہی سودہ یا گروہ ہو یا غلام عیب ار خرید ہوا اور وہ بے عیب نکلی تو مشتری اسکو پھیر دینے کا اختیار نہیں بلکہ بیع باطل ہی بشرطی آئین و ثمنین موضعاً مذکورہ فی الاشباہ مع باطل نہیں ہوتی شرط سے بیس مقام میں جو اشباہ میں مذکور ہیں ہم مواضع مذکورہ کے سوا شرط کرنے سے بیع باطل ہوتی ہی بیان اسکا یوں ہی کہ جو شرط کہ بیع میں مشروط ہوئی یا ایسی شرط ہی جس کے

عقد مقتضی ہی بلا شرط تو اسکا شرط کرنا فساد عقد کا موجب نہیں اسلیطرح وہ شرط ہی کہ ہر چند اسکو عقد مقتضی نہیں لیکن عقد کے مناسب ہی بیعے موجب عقد کی  
 موکہ ہی اسلیطرح وہ شرط ہی کہ ہر چند مناسب عقد ہی نہیں لیکن شرع میں اسکا جواز ثابت ہے چنانچہ شرط اختیار اور شرط مدت اسلیطرح وہ شرط ہی کہ ہر چند شرع میں  
 اسکا جواز وارد نہیں لیکن اسکا رواج ہی چنانچہ پھٹا موزہ خریدنا اس شرط پر کہ بائع اسکو دوخت کرے یا پرا نا پھٹا کپڑا خرید کرنا اس شرط پر کہ بائع اسکو پوند کرے  
 کہ قیاساً جائز نہیں لیکن استحساناً جائز ہی چنانچہ تانیا خانہ میں ہی اور جنارات النوازل میں ہی کہ شرط مفسدہ معارضات میں بوا کے مانند ہیں نہ تبرعات میں اختی  
 اسواسطے کہ اس میں حد المتعاقدين کا نفع ہی بلا عوض کذا فی الطحاوی عن ابی اسود اور منجملہ شرط مذکورہ اشباہ کی بیع بشرط میں ہی یعنی بائع نے اس شرط بیع کی کہ  
 مشتری کوئی چیز جو عرض میں رہن رکھے بائع کے پاس اور از انجملہ بیع بشرط کفیل یعنی شن کا کسی کو خدا من دے اور از انجملہ شرط بیعی بیع اور از انجملہ شرط قطع ثما  
 مشتری پر اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہی تاملک مشتری کی بائع کی ملک سے جدا ہو جائے اور از انجملہ بیع دینا بیع کا اگر سمن عیب ہو اور از انجملہ گائے کا شیر دار  
 ہونا اور گھوڑے کا تیز قدم ہونا وغیر ذلک شرط علی التمام غنیۃ ان للتبری لایفسد وان المرغوبہ تسد بائع بیع میں یہ شرط کی کہ لو مذی مغنیۃ ہی اگر یہ شرط بیعاری کے واسطے  
 ہی تو بیع فاسد نہیں اور اگر رغبت کے واسطے ہی تو فاسد ہی کذا فی البدایع ہم مرد و از بسا کہ شرعاً حرام ہی لہذا اگر اسکی خواہش سے شرط کی تو بیع فاسد ہی ولو بشرط  
 جبہا ان الشرط من مشتری فسد وان من البائع جاز لان جبہا عیب مذکورہ لہذا مراد منہ سے لوکان نے بلدی عینوں نے شرار الاموال و فسد خانیتہ اور اگر کوئی مذی کی  
 بیع میں اسکا حالہ ہونا شرط ہو تو اگر یہ شرط مشتری کی طرف سے ہی تو بیع فاسد ہی اور اگر بائع کی طرف سے ہی تو جائز ہی کہ حاملہ ہونا لو مذی میں عیب ہے تو بائع کا ذکر کرنا  
 حل کو برات کے واسطے ہی یعنی اس عیب سے وہ پاک ہی تو اگر یہ شرط اس شہر میں واقع ہوئی جس میں لوگ لو مذیوں کی خرید میں راعنہ ہیں انکی اولاد لینے کے  
 واسطے تو بیع فاسد ہوگی کذا فی الخانیۃ یعنی اسواسطے کہ رواج شہر و رغبت کی دلیل ہی تو اب اس شرط حل کو برات عن العیب پر محمول کرنا نہیں ہو سکتا  
 ہم اگر مشتری نے حل جاریہ شرط کیا تو بیع فاسد ہی اسواسطے کہ مقصود مشتری کا زیادہ طلبی ہی اور زیادتی ہو ہوم ہی اس احتمال سے کہ معلوم نہیں کہ حل ہی یا باجاری  
 کذا فی الطحاوی ولو بشرط انما ذات لمن جاز علی الاکثر قلت والضاہط الاوصاف ان کل وصف لا غرنیۃ فاشترط جائز لا ما فیہ غرر الا ان یرغب فیہ اور  
 اگر یہ شرط ہوئی کہ جاریہ شیر داری تو بیع جائز ہی بنا بر قول اکثر فقہاء کے میں کہتا ہوں اور قواعدہ اشراط اوصاف کا یہ ہی کہ جس وصف میں تردد نہ ہو چنانچہ شیر دار  
 ہونا یا غلام کا کاتب ہونا تو اسکا شرط کرنا جائز ہی نہ اس وصف کا جو محتمل ہو چنانچہ حل مگر از راہ سے رغبتی اور بیعاری کے البتہ اسکی شرط مفسد نہیں  
 و فی الخانیۃ فی فصل الشروط المنسدة من عین ما یعرف بالعیان الخی الخرد اور خانیتہ کی شرط مفسدہ کی فصل میں ہی کہ جب مشتری نے دیکھ لیا اس  
 چیز کو کہ جو شاہدہ کرنے سے معلوم ہو سکتی ہی احتمال فریب کا دور ہو گیا ہم اگر ستو کو خرید کیا اس شرط پر کہ بائع نے انہیں سیر بھر گھی لت کیا ہی اور تقاض  
 بلین ہو چکا اور مشتری اسکو دیکھا ہی پھر ظاہر ہوا کہ بائع نے اسکو ادھر سیر گھی سے لت کیا تو بیع جائز ہی اور مشتری اسکو پھر نہیں سکتا اسواسطے کہ یہ چیز  
 بالعیان معلوم ہوتی ہی پھر جب معائنہ کیا تو فریب نہ رہا چنانچہ اگر صابون خرید کیا اس شرط پر کہ اتنے تیل سے بنا ہی پھر ظاہر ہوا کہ اسقدر سے کم تیل تھا  
 اور مشتری نے صابون کو خرید کے وقت دیکھا تھا یا تمیص خرید کیا اس شرط پر کہ وہ دس گز سے تیار ہو ہی پھر معلوم ہوا کہ دو گز سے تیار ہو ہی تو مشتری کو  
 اختیار نہیں پھیرنے کا فریضہ اسکی کثیر ہیں اور عمارت صیر اگر تو اول تقصیر سے ہی تو تکشیر بھی بے فائدہ ہی کذا فی النہر

بیع

باب خيار الشرط

باب خيار الشرط

یہ باب ہی خيار الشرط کے احکام میں یعنی وہ اختیار کہ مشتری کو بیع کے دیکھنے کے بعد حاصل ہوتا ہی من اصنافہ اسباب لی اسبب ماقبل من اضافۃ  
 الشئ لے شرط غیر ظاہر لہذا ہی ان لا مرد قبل الردیۃ اضافت اختیار کی رویت کی طرف از قبیل اصنافت سبب کے ہی سبب کی طرف اور وہ جو بعضوں نے کہا  
 کہ منجملہ صافت شے کے ہی اپنی شرط کی طرف ہو ظاہر ہی اسواسطے کہ دیکھا کہ مشتری کو پھر دینا جائز ہی قبل ورت کے یعنی تو معلوم ہوا کہ رویت سبب سے

ثبوت اختیار کی شرط مثبت فی اربعة مواضع الشراء والاعیان والاعبارة والقيمة واصلح عن دعوی الممال علی شیء بعینه لان کلامہا معا وقتہ  
 فلیس فی دیون وقتود وعتود لا ینسخ بالفسخ خيار الروية فتح خيار الروية ثابت ہی چار مقام میں اعیان کی خرید اور اجارہ اور قیمت اور صلح میں بیعتے ۵۰  
 صلح جو شے معین پر ہوئی ہو مال کے دعوی سے اس واسطے کہ ہر ایک ان چار زمین سے معاوضہ ہی تو دیوں اور نقد اور ان حقوق میں جو صلح کرنے  
 سے فسخ نہیں ہوتے خيار الروية نہیں گذرنے الفسخ ہم فتح القدر میں ہی کہ جب دیون میں خيار الروية نہ ہو تو مسلم نہیں ہوگا اور نقد سے اہمان خالصہ  
 مراد میں تو اگر بیع چاندی یا سونے کا برتن ہوگی تو اس میں خيار ہی اور عتو وغیرہ منفسد چنانچہ اور بدل صلح قصاص سے اور بدل صلح اگرچہ مہر وغیرہ عیان کے  
 ہو صلح الشراء والبیع لما لم یسہل یسہل صحیح ہے مول لینا اور بیعنا اس چیز کا جسکے بائع اور مشتری نے نہیں دیکھا خواہ بیع حاضر ہو یا نہ ہو کذا فی الطحاوی  
 عن المنتقی والاشارة الیہ لے البیع اوالی مرکا یہ شرط اجوازہ فالولم یسہل لکم یجز اجاعا فتح وکثر فی حاشیہ اصحی زادہ الامح اجوازہ اور اشارہ کرنا بیع  
 کی طرف یا اس کے مکان کی طرف شرط ہی جو انکی اور اگر بیع یا اس کے مکان کی طرف اشارہ نہ کیا تو بالاتفاق بیع جائز نہیں گذرنے الفسخ والبیع اور انکی زیادہ کے  
 حاشیہ میں قول صحیح یہ کہ بلا اشارہ بھی بیع جائز ہے مہر خلاصہ میں ہی کہ اگر گہون شہر میں دو جگہ ہوں تو بیع جائز ہی بلا اشارہ اور ہی صحیح ہی اور بیع میں  
 ہی کہ اگر گہون غیر معین اور غیر مشار الیہ ہوں تو بیع جائز ہی اگر بائع کی ملک میں ہوں اور محیط میں ہی کہ اگر اپنے پاس کے گہون بیچے اور اشارہ انکی طرف  
 نہ کیا تو جائز ہی انتہی یہ قول دلالت کرتے ہیں کہ بیع جائز ہے اگر بیع بائع کے پاس حاضر نہ ہو اور مشار الیہ نہ ہو اور سب طرح اطلاق متون مذہب اور بعض  
 شرح کا اور اطلاق قدوری کا دلالت کرتے ہیں کہ انکی طرف اشارہ ہی عتو وغیرہ منفسد نہیں ہے بعد ذکر اشتراط اشارہ حواشی سعیدی سے نقل کیا کہ  
 اشارہ کی شرط جو ہونے میں علی مخصوص بالاجماع کلام ہی واما عند علم ولہ لے مشتری ان پردہ اذ ارادہ اور مشتری کو جائز ہی کہ بیع کو پھر دے  
 جب اسکو دیکھے مہ ابن ابی شیبہ اور بیعتی میں کجول خامی سے حدیث مرسل مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی چیز ایسی  
 مول سے جسکو نہیں دیکھا تو اسکو اختیار ہی جبکہ دیکھے اگر چاہے تو لے اور نہ چاہے تو ترک کرے اور حدیث مرسل کثیر اہل علم کے نزدیک حجت ہی اور ہی  
 مذہب ہی امام مالک نے ماصح کا اور حدیث میں روایت سے علم بالمقصود مراد ہی بطریق عموم مجاز کے بدل میں ان مسائل اتفاقیہ کے جنہیں فقہودیت کفایت  
 نہیں کہتی چنانچہ بیع جبکہ سو گھنٹے سے معلوم ہوتی ہو تو اگر مشک دیکھا مول لیا تو اسکو اختیار ثابت ہی سو گھنٹے کے وقت تو بیع صحیح کا اسکو اختیار ہی سو گھنٹے کے  
 وقت بعد رویت کے اس طرح اگر چیز کو دیکھا خرید کیا پھر اسکو متغیر یا یا اس واسطے کہ وہ رویت معرفت مقصود میں کافی نہیں اور اس طرح انھی کی خرید میں اختیار  
 ثابت ہی جب کوئی بیع کا حال اس سے بیان کرے تو اسکے حق میں بیان شخص غیر بچے رویت ہوگا کذا فی الفتح الا اذا علم البائع لیس مشتری فلا یردہ اذ ارادہ الا اذا  
 اعادہ لے البائع اشاہ بعد رویت کے مشتری کو اختیار ہی کہ جبکہ بیع کو بائع اٹھا لیا مشتری کے گھر تو اسکو نہ پھرے جبکہ اسکو دیکھے مگر اس طرح بعد صلح کے  
 بھی پھر سکتا ہی مگر جبکہ بیع کو پونچنے بائع کے مکان کی طرف گذرنے اشاہ وان رضی بقول قبلہ قبل ان یراہ لان خیارہ معلق بالروية بانص و  
 لا وجود للمعلق قبل الشرط خيار الروية ثابت ہی اگر مشتری رضی ہو گیا ہو زبانی قبل اسکے دیکھنے کے اس واسطے کہ اختیار مشتری کا معلق ہی رویت کے ساتھ  
 بنص حدیث مذکور اور معلق بالشرط کا وجود نہیں قبل شرط کے مہ رضائے قولی ہی اس واسطے قید لگائی کہ اگر اجازت فعلی قبل رویت پائی جائے اس طرح کہ اس میں  
 تصرف کرے تو اختیار اسکا زائل ہوگا گذرنے اشربہ لیتو لوفی قبلہما قبل الروية صحیح نسخہ فی الاصح بحر لعدم لزوم البیع بسبب جواز البیع قائم ہے  
 اور اگر مشتری نے بیع کو فسخ کیا قبل رویت کے تو صحیح ہی فسخ اسکا قول صحیح میں گذرنے ابھر بسبب لازم ہونے بیع کے جمالت میں کے سبب بیع صحیح  
 ہی واقع ہوئی تھی لہذا صحیح مشتری قبل رویت صحیح ہی اور مثبت اختیار الروية مطلقا غیر موقوف بہہ ہوا لان عنایہ لا ینقض البیع مہر و بیع مطلق اور  
 خيار الروية مطلقا ثابت ہی بلا تقرر مدت یعنی تمام عمر جب تک نہ دیکھا اختیار ثابت ہی ہی قول صحیح ہی کہ اسنے عنایہ بسبب مطلق ہونے

نص مذکور کے تا وقتیکہ بطل اختیار نہ پایا جائے ہم اور غیر صحیح یہ قول ہے کہ خیار البروتی ہوتے ہوتے وقت امکان فسخ ہر دیت کے بعد وہ بطل خیار بشرط مطلقاً  
 معنی الرضی بعد البروتی لا قبلہا اور خیار البروتی کا بطل نہ ہو خیار بشرط کا بطل ہی مطلقاً یعنی صراحتاً یا دلالتاً اور جو معنی ہی رضامندی کا بعد دیت کے  
 نہ قبل دیت کے کذا فی اللہ ہم معنی اختیار نہ بیع کا قبضہ کرنا اور اسکو بیع کے واسطے پیش کرنا اور جن شفعینا فلا اللغو بالشفقة ثم رد الاول باروتی در  
 من خيار بشرط لیمحفظ جب مفید رضا قبل دیت بطل خیار نہوا تو مشتری کو جائز ہی لینا بسبب شفعہ کے پھر بیع اول کو پھر دینا بسبب دیت کے کذا  
 فی اللہ من باب خيار بشرط تو اسکو یاد رکھنا چاہیے مشتری نے گھر یا بن دیکھے پھر دوسرا گھر اسکے پاس پکے لگا تو اسکو بسبب شفعہ کے خرید کیا پھر بعد  
 اسکے پہلا گھر دیکھا تو اسکو پھر سکتا ہی و بشرط الفسخ علم البائع بالفسخ خون الغرر اور بیع فسخ ہونے کے واسطے دریافت کرنا بائع کا فسخ کو شرط ہی تا دھوکا  
 نہ پڑے بیع خرید سے بائع کو طمان ہو تا ہی تو دوسرے مشتری کو وہ طلب نہیں کرتا لہذا علم بائع بشرط فسخ ہوا تا وہ دھوکا نہ کھاوے و لا خيار للبائع ما لم يره  
 في الاصح اور اختیار نہیں اس بائع کا جسے بیع کو بن دیکھے یا قول صحیح میں ہم ایک شخص کو ایک چیز وراثت میں ملی اور اسے بڑا دیت کے بیچ ڈالی تو بعد دیت  
 اسکو فسخ میں اختیار نہیں ہر ایہ وغیرہ میں تصریح ہے کہ ادا امام عظیم کے نزدیک خیار بائع ثابت تھا پھر آخر عدم خیار کی طرف رجوع کیا طحاوی نے کہا  
 مجتہد کا قول مرجوع عنہ شیخ کے مانند ہرگز معتبر نہیں ہوتا تو شاہ کو اسکا صحیح کہنا مناسب تھا اس واسطے کہ اصح کا مقابل صحیح ہوتا ہی و کفی روتیہ ما یوذن  
 بالمقصود کو بصیرت و دقیق اور سقدار دیکھنا کافی ہے جس سے مقصود معلوم ہو جائے چنانچہ ڈھیر کے اور پرکاسطی دیکھنا اور مملوک کا منہ دیکھنا ہم معنی تمام بیع  
 کا دیکھنا ضرور نہیں بسبب تعدد کے لہذا اتنا دیکھنا کافی ہو جس سے بیع کا حال معلوم ہو جائے ڈھیر سے کیلوات اور موزونات کا ڈھیر مراد ہی یعنی جب نالج کا  
 مثلاً ڈھیر دیکھ کر لیا تو بائع کو بسبب خیار البروتی کے پھر نہیں سکتا اسواسطے کہ بعض کا دیکھنا بجائے کل کے ہی ہر ان اگر ڈھیر کے اندر ناقص نالج ہو گا تو اسکا  
 پھر نالج لعیب کے سبب جائز ہو گا کہ خیار البروتی سے اور اگر انار یا امرود تو کمری میں ہوں تو بیان بعض کا دیکھنا کافی نہیں اسواسطے کہ اسکی افراد میں تفاوت  
 کثیر ہوتا ہی تو جب تک سب کو نہ دیکھیا اختیار ساقط ہو گا بجز اراق میں ہی ہونے کی غلام کی ہتھیلیاں اور زبان در دانت بالکل دیکھنا ہمارے نزدیک شرط نہیں شرط  
 میں ہر کہ تہی آدم میں اگر جمیع اعضاء دیکھے سوسے چہرہ تو خیار البروتی باقی ہی کذا فی الطحاوی و وجہ دایۃ ترکیب و کفہا ایضاً کافی الاصح اور سواری کے جانور کا  
 چہرہ اور کپٹھا دیکھنا بھی ضروری قول صحیح میں یعنی چہرہ اور کپٹھا دونوں کا دیکھنا ضروری ہے سواری کی قید سے بکری گلے نکل گئی کہ اسکا حکم آویگا اور یہ ظاہر  
 تو بطلی و قال قرلاب بن بشر کلہ ہوا مختار کیا فی اکثر معتبرات قال المصنف در لفظ کپڑے کی ظاہر کی تہ دیکھنا کافی ہی اور زفر نے کہا اس کپڑے کو سب  
 کھولنا ضروری اور یہی مختار ہی چنانچہ اکثر متبرہ میں ہی ایسا کچھ کہا ہی مصنف نے اپنی شرح میں قول قراب سوسے مختار ہوا کہ اس زمانے میں ثياب کے  
 ظاہر و باطن میں بہت اختلاف ہوتا ہی کذا فی لفتح عن البسط و داخل ہوا قال قرلاب بن بشر وید داخل البیوت ہوا صحیح و علیہ الفتوی جمعہ و ہذا اختلاف  
 زمان قرلاب بن بشر لاکرم البستان اور داخل ایضاً گھر کا صحن دیکھنا کافی ہی اور زفر نے کہا کہ داخل بیوت یعنی دالان در کو مٹھ پین کے اندر بھی دیکھنا ضروری  
 اور یہی قول صحیح ہی اور اسی پر فتویٰ ہوا ہے بنا بر مختلفان مان ہی نہ اختلاف حجت در بہان اور سیطر حکم ہی باغ کا گنجان در جنت ہوں یا مستغرق ہم  
 امام اوہما حدیث کے نزدیک گھر کا صحن دیکھنا یا قباح سے دیکھنا کافی ہی اور صحیح یہ ہی کہ بنا بر انکی عادت کے ہی اسواسطے کہ کو ذہ اور بغداد کے گھر مختلف  
 ہوتے تھے کپڑے اور بزرگی میں یا قدیم یا جدید ہونے میں بجلا تہاے دیا رکے کہ انہیں نہایت تفاوت ہوتا ہی اسواسطے مکانات سرما اور گر ما  
 اور مکانات علویہ اور سفلیہ اور مرقع اور مطبخ اور مطوح مختلف ہوتے ہیں تو با بن سب کا دیکھنا ضروری ہوا اور یہی معتبر ہی دیا مصر اور شام اور عراق میں تو معلوم  
 ہو گیا کہ یہ اختلاف باعتبار اختلاف مصر کے ہونے باعتبار اختلاف دلیل کے اور سیطر باقات میں ہی خارج سے دیکھنا کافی ہمیں کذا فی اہمروسے کف  
 جس شاة لحم اور گوشت کی گوشت کا ٹھونکا کافی ہی اگر گوشت کے واسطے دھبہ یا پیٹھ بول لیتا ہو تو اگر ہا قدر سے اسکو بٹول لیا تو خیار البروتی ساقط ہی اسواسطے



فدائے شاہ فقہیہ قال فی بیع با اختیار

اس طرح سے کسی اور زیادتی گوشت کی معلوم ہو جاتی ہے تو اگر دوسرے نظر کی اور ہاتھ نہ لگا یا تو اختیار ثابت ہے اس واسطے کہ گوشت کا حال کثرت پشم سے بدن  
 ٹوٹنے کے معلوم نہیں ہوتا کہ انہی لفظوں میں لفظی و لفظی جمع جسد شاہ فقہیہ للدر والی منسل مع ضمیر عاظمیر تیار جو گوشت کا سودا اور بیع لینے کے واسطے ہوتا ہے  
 تمام بدن کا دیکھنا تصنون کے ساتھ کافی ہے کہ انہی لفظوں میں لفظی و لفظی جمع جسد شاہ فقہیہ للدر والی منسل مع ضمیر عاظمیر تیار جو گوشت کا سودا اور بیع لینے کے واسطے ہوتا ہے  
 اس واسطے کہ وہی مقصود ہے کہ انہی لفظوں میں لفظی و لفظی جمع جسد شاہ فقہیہ للدر والی منسل مع ضمیر عاظمیر تیار جو گوشت کا سودا اور بیع لینے کے واسطے ہوتا ہے  
 کما اور وہی مقصود ہے کہ انہی لفظوں میں لفظی و لفظی جمع جسد شاہ فقہیہ للدر والی منسل مع ضمیر عاظمیر تیار جو گوشت کا سودا اور بیع لینے کے واسطے ہوتا ہے  
 کافی نہیں بسبب جو حاصل کے و کفی روتیہ وکیل قبض در کافی ہے دیکھنا وکیل قبض کام وکیل قبض وہ ہے جس سے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو  
 میرے بن دیکھی خریدی چیز کے قبضہ کرنے میں و وکیل شراہ اور کافی ہے دیکھنا خرید کے وکیل کا خرید کا وکیل وہ ہے جس سے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو  
 فلامی چیز خرید کر لا روتیہ رسول مشتری دبیانی اللہ کافی نہیں دیت مشتری کے پیامی کی اور بیان انکا در زمین ہم صورت رسالت یہ ہے کہ مشتری  
 ایک سے کہے کہ تو میرا پیام ہو چاہے قبضہ کرنے کا تو وکیل قبض کی رویت بالاجماع مسقط اختیار ہے اور وکیل خرید کی رویت امام کے نزدیک مسقط اختیار ہے  
 جبکہ وکیل نے بیع قبضہ کیا ہو دیکھا اور صاحبین کے نزدیک وکیل بالقبض اور رسول بلا یہ کہ انہی لفظوں میں لفظی و لفظی جمع جسد شاہ فقہیہ للدر والی منسل مع ضمیر عاظمیر تیار جو گوشت کا سودا اور بیع لینے کے واسطے ہوتا ہے  
 کا لبصیر اللانی ثنی عشرہ مسئلہ مذکورہ فی الاشباہ اور صحیح ہے عقد کرنا اندھے کا اگرچہ اسے غیر کے واسطے بطریق دکالت خریداری کی ہو اور اندھا بصیر کے ہاتھ  
 ہی بگیا رہ سکون میں جو مذکورہ اشباہ میں ہم انہی لفظوں میں لفظی و لفظی جمع جسد شاہ فقہیہ للدر والی منسل مع ضمیر عاظمیر تیار جو گوشت کا سودا اور بیع لینے کے واسطے ہوتا ہے  
 آدنی لائق قضائہ امامت عظمیٰ یعنی بادشاہی اور اسکی آنکھ میں دیت نہیں بلکہ حکومت واجب ہے اور اسکی امامت نازمین کر وہ ہے کہ اسوقت کہ وہ نہیں  
 جبکہ سب سے زیادہ تر عالم ہوا اور اسکا آزاد کرنا کفائے سے صحیح نہیں اور اس کے ذبیحہ اور شکار اور حضانت کا حکم میں نے تمین دیکھا اور وہ بیع بجائے اسکی  
 رویت کے ہے کہ انہی لفظوں میں لفظی و لفظی جمع جسد شاہ فقہیہ للدر والی منسل مع ضمیر عاظمیر تیار جو گوشت کا سودا اور بیع لینے کے واسطے ہوتا ہے  
 چکھنے سے اس چیز میں جو معلوم ہو جاتی ہے اس سے یعنی ٹوٹنے اور ٹوٹنے اور چکھنے سے و وصف عقار و شجر و عبد و کذا کل ما لا یعرف بحسب شتم و ذوق حداد  
 اور ساقط ہوتا ہے اختیار اندھے کا زمین اور درخت اور غلام کی صفت بیان کرنے سے اور اس طرح جو چیز کہ ٹوٹنے اور ٹوٹنے اور چکھنے سے معلوم نہیں ہوتی  
 اس میں ذکر و وصف بجائے رویت مسقط اختیار ہے ہم بیان اوصاف اشیاء مذکورہ بالا بلوغ و وجوہ ممکنہ لازم ہے تا اعمیٰ کے نزدیک ذکر اوصاف بمنزلہ رویت ہو  
 اور بنظر وکیلہ ولو ابصر بعد ذلک فلا خیار لہ یا اختیار اندھے کا ساقط ہوتا ہے اس کے وکیل کے نظر کرنے سے اور اگر اندھے کو سوچنے لگے بعد وصف و نظر وکیل کے  
 تو اسکو اختیار نہیں بیع کے فتح کو نیکام اور اگر بصیر نے ایک چیز میں دیکھی خریدی پھر وہ اندھا ہو گیا تو اسکا اختیار بیان وصف کی طرف منتقل ہو گا کہ اگر  
 نے لفظی و لفظی جمع جسد شاہ فقہیہ للدر والی منسل مع ضمیر عاظمیر تیار جو گوشت کا سودا اور بیع لینے کے واسطے ہوتا ہے  
 سے بالذکر اوصاف اشیاء مذکورہ فی الاشباہ اور صحیح ہے عقد کرنا اندھے کا اگرچہ اسے غیر کے واسطے بطریق دکالت خریداری کی ہو اور اندھا بصیر کے ہاتھ  
 اور یہ ایک بعضہ عندہ ولو قبل لرویتہ یہ سب کچھ اسوقت ہی جبکہ اشیاء مذکورہ چنانچہ سوچنے لگے اور دیکھنا انکھیا لے کا و بصیر اور اس کے  
 مانہ کو کہ انہی لفظوں میں لفظی و لفظی جمع جسد شاہ فقہیہ للدر والی منسل مع ضمیر عاظمیر تیار جو گوشت کا سودا اور بیع لینے کے واسطے ہوتا ہے  
 فتح بیع ساقط ہے اور اگر امور مسطورہ بعد خرید کے ہوئے تو اسکو بواسطہ اشیاء مذکورہ کے اختیار ثابت ہے یہ نہیں کہ امور مذکورہ بعد خرید مسقط  
 اختیار نہیں جیسا کہ بعضوں نے اسکو غلط سمجھا ہے تو اسکا اختیار مندر رہیگا تمام عمر بنا بر قول صحیح کے جب تک کہ مشتری سے وہ چیز نہ پائی جائے  
 جو رضامندی پر دلالت کرے منقول یا عمل کے یا بیع عیب دار ہو جائے یا بعض بیع ہلاک ہو جائے مشتری کے پاس اگرچہ عیب ہلاکی قبل رویت ہو

م در صورت عیب اسوا سٹے پیر دیتا درست نہوا کہ بائع کے پاس زمین عیب تھا تو اب پیر نے میں اسکا نقصان ہوگا اور ہلاک میں بیع کی یہ صورت ہے مثلاً دو کپڑے مشتری نے خرید کیے پھر ایک کپڑا بیجا یا مہیجہ تسلیم کیا تو اگر دوسرا کپڑا پیر سے تو تفریق صفتہ لازم آوے و لو اذن للکاران فی عیما قبل کہ ہر قدر عیما بطلان فعلہ بامرہ کفعلہ یعنی اور اگر مشتری نے خریدی زمین میں مزارع کو زراعت کرنے کا اذن دیا قبل دیت زمین کے پھر اسے زمین پر عیما تو خیار البرود باطل ہو گیا اسوا سٹے کہ فعل مزارع کا مشتری کے حکم سے مشتری کے فعل کے مانہ ہو گا ذانی العینی و لو مشتری نافجہ مسک فخرج مسک منہا لم یرود بخیار البرود و لا عیب لان الاخراج یدخل علیہ عیبا ظاہر انہ را در اگر مشک کا نازہ خرید کیا پھر زمین سے مشک نکال لیا تو اسکو نہ پیر سے بسبب خیار البرود کے اور نہ خیار العیب کے اسوا سٹے کہ اخراج نے زمین عیب ظاہر دہل کر دیا کذا فی انہرم مطاوی نے کہا انہر الفائق میں خیار العیب مذکور نہیں اس مسئلے میں لیکن حکم ہی ہے جو شایع ہے مذکور کیا اسوا سٹے کہ خیار العیب اسوقت تک ہے جب تک مشتری کے پاس دوسرا عیب نہ پیدا ہوا ہو اور یہ بیان اخراج سے ناذہ معیوب ہو گیا و من اسے احد ثوبین فاشترایہما ثم راسے الاخر فله ردہما ان شاء لا رد الاخر و حدہ لتفریق الصفتہ اور جسے دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا دیکھا پھر دونوں کپڑے خرید کیے بعد اسکے دوسرا کپڑا دیکھا تو اسکو دونوں کا پیر دینا جائز ہے اگر وہ چاہے نہ پیر دیتا فقط دوسرے کپڑے کا بسبب تفریق صفتہ کے یعنی چند چیزیں ہمیشہ یعنی پیر بعض کا لینا اور بعض کا پیر دینا ممنوع ہے و لو مشتری ماری حال کو نہ قاصد لشراۃ عند روثہ قلو راہ لا القصد شرا ثم شراہ فیل الخیار تمیرتہ و وجہ ظاہر لانه لا یتامل المتامل المقید بقول المصنف لقوة مدکہ عولنا علیہ عالما بانہ مرئیتہ لسابق وقت الشراء فلو لم یعلم خیر لعدم الرضی در فلا خیارہ اذ تغیر بخیر اور اگر خرید کیا اس بیع کو جبکو بحالت قصد خرید دیکھا تھا خریداری کے وقت یہ جانکر کہ یہ بیع وہی اگلی دیکھی چیز ہے تو اسکو پیر دینے کا اختیار نہیں مگر جبکہ وہ تغیر ہو گئی ہو حالت سابقہ سے تو اب اسکو اختیار ہوگا اگر بیع کو بلا قصد خریداری دیکھا پھر اسکو خرید کیا تو بعضوں نے کہا کہ اسکو اختیار ہی کذا فی الظہیرتہ اور اسکی وجہ ظاہر ہے اسوا سٹے کہ جو بقصد خریداری نہیں دیکھتا وہ خوب تر تامل مفید نہیں کہ تا کذا فی البحر اسکی رویت کا عدم ہے مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور بسبب قوت دلیل اس قول کے ہنہ اسپر اعتقاد کیا علم وقت شرا کی قید اسوا سٹے لگائی کہ اگر مشتری یہ نہ جانے کہ اسکو میں دیکھ چکا ہوں تو اسکو اختیار ہوگا بسبب ضمانندی کے کذا فی الدرر وقایہ ذکر میں یہ مسئلہ بلا قید مذکور ہے اسطرح کہ دیکھی چیز کے خریدنے میں بلا تغیر اختیار نہیں لیکن صاحب ہدایہ نے یہ قید لگائی کہ وقت خریداری مشتری نے یہ جاننا ہو کہ یہ میری دیکھی چیز ہے اور مصنف نے اپنے اس متن میں دیت بقصد خریداری کی قید زیادہ کی اور شرح میں اسکی وجہ بیان کی کہ قوت دلیل موجب اعتقاد تقید مذکور کی ہوئی یعنی اگرچہ ظہیر میں یہ قید بصیغہ تفریق مذکور ہے اور صورت عدم علم کی ایک کڑی ہے ایک کڑی دیکھی پھر نقابدار لو نڈی خریدی وہ اسکو معلوم نہوا کہ یہ وہی کڑی ہے جسکو میں دیکھ چکا ہوں پھر معلوم نہوا کہ یہ وہی کڑی ہے تو مشتری کو اختیار ہوگا یا ایک کپڑا دیکھا پھر دوسرے کپڑے میں لپیٹا نازہ خرید کیا تو بیع میں اختیار ہوگا راہی شیا یا تفریق البائع بعضہا ثم مشتری السابقی ولا یعرفہ فله خیارہ و کذا لو کان ملفوفین و ثمنا استفادہ تلافیہ لایکون لاروی بالاکثر شادا کیچے چند کپڑے پھر بائع نے کوئی کپڑا اٹھا لیا پھر باقی کو خرید کیا اور مشتری باقی کپڑے کو نہیں پہنچا تو اسکو خیار البرود تہ ثابت ہے اور اسطرح اگر دو کپڑے کسی چیز میں پیچیدہ ہوں اور دونوں کا متن مختلف ہو تو اختیار ہے اسوا سٹے کہ شاید ناقص کپڑا زیادہ متن کو پڑے و لو بھی لکل احد من البیاب مشرۃ لا خیار لیلان لہن لما لم یختلف استویانی الا درصاف بحر اور اگر منہا ثابہ ہر کپڑے کی قیمت میں مثلاً معین ہو گئی تو مشتری کو اختیار نہیں اسوا سٹے کہ جب متن مختلف ہو تو دونوں درصاف میں برابر ہو گئے کذا فی البحر والقول للبائع بمینہ اذا اختلف فی التفریق الوالمدۃ قریبہ وان یسیرہ قال قول مشتری علیا بظاہر و الظہیرتہ الشتر فاوقہ یبید و فی التفریق الشتر فی مثل الدابۃ والملوک قلیل اور قول بائع کا معتبر ہے قسم کے ساتھ جب کہ بائع اور مشتری مختلف ہوں بیع کے متغیر ہو جائے میں یہ اسوقت ہو کہ اگر مدت قریب ہو اور اگر مدت بعید ہوگی تو مشتری کا قول معتبر ہوگا ظاہر ہے عمل کرے اور ظہیر میں ہے کہ اگر ہمیتا اور اس سے زیادہ بعید ہے اور فتح تقدیر میں ہے کہ جانور اور غلام کے مانہ میں ایک بیغیہ میں یہ ہم عمل بظاہر دونوں سکون کا

قال  
 فی انہما یصفتہ  
 التقدیر الذی  
 شایع فی بیع  
 المسبب بقصد  
 و کذا فی البحر  
 البیغ فی خبر  
 بیغ علی بیغ  
 صاحبہ فی مطاوی  
 من البحر ۱۰

ظاہر تھیل ہی بینے مدت قلیل میں ظاہر حال عدم تغیر پر دلالت کرتا ہی اور مذکورہ قول بائع معتبر ہو اور مدت بعد میں ظاہر حال تغیر کا شاہد ہی لہذا مشتری کا قول معتبر ہو اور مشتری نے کہا کہ مدت مختلف ہوتی ہی باعتبار اختلاف اشیاء کے اور تغیر اشجار سال کے اندر ہوتا ہی اور جانوروں کا تغیر اس سے کم مدت میں ہوتا ہی چارہ وغیرہ کی قلت سے لہذا ذلیعی نے مدت بعد کی حد مذکورہ میں کی اور سیطرح صاحب ہائیس نے کذا فی الطحاوی کہا ان اقوال مشتری ہمینہ لو اختلافی اصل الرویة لانه نکر الرویة جیے مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہی اگر دونوں اہل دیت میں مختلف ہوں ہوسکتے ہی مشتری نے کہہ دیت کا اور اعتبار متکرر کے قول کا ہی وکذا لو انک البائع کون لمردو وبعانی بیع بات اور فیہ خيار شرط اور ویة فالقول للمشتري او لمسطرح اگر بائع نے انکار کیا کہ مشتری نے جو چیز پھیر دی وہ بیع نہیں بیع قطعی بلاخيار میں یا اس بیع میں جس میں خيار شرط یا خيار الرویة ہی تو مشتری کا قول معتبر ہی ہم بیعے بیعے تلمذ مذکورہ میں جب تعیین بیع میں اختلاف ہوگا تو مشتری کا قول معتبر ہی اور بیع بلاخيار میں پھیر دینا بیع کا بطریق اقال یا بظہور خیانت تولى یا امر بکفہ میں یا وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے ہوگا و لو فیہ خيار عیب فالقول للبائع وانفرد ان مشتری غیر بالفسخ فی الاول والاخیر اور اگر بیع میں خيار عیب ہی تو بائع کا قول معتبر ہی اور فرق یہ ہی کہ مشتری فسخ بیع میں منفرد ہی اول قسم میں بیعے جس میں مشتری کا قول معتبر ہی بیعے مسئلہ خيار شرط اور خيار الرویة میں نہ قسم ثانی میں بیعے خيار عیب میں سواسلے کہ خيار میں عقد منفسخ نہیں ہوتا مشتری کے فسخ کرنے سے بلا حکم قاضی تو مشتری مدعی حق فسخ ہو اور بائع متکرر لہذا متکرر کا قول معتبر ہو کذا فی الطحاوی مشتری عدلان من متاع ولم یرہ و باع اولیس منہ نہر تو یا بعد القبض او وہب سلم ردہ بخیار عیب بخیار الرویة او شرط الاصل ان رد لبعض یوجب انفراق الصفقة و ہو بعد تمام جائز لا قبله بخیار شرط والرویة یمنعان تمام بخیار عیب یمنع قبل القبض لا بعدہ خرید کی گھڑی حالانکہ دیکھی نہیں اور ایک پڑا زمین سے بیچا بعد قبض کے یا اپن لیا کذا فی انہر یا یہ کیا اور قبضہ کر دیا تو اسکو پھیر سکتا ہی خيار عیب سے نہ خيار الرویة یا خيار شرط سے قائم رہ سکتا ہی کہ بعض بیع کا پھیر دینا موجب تفریق صفقة کا ہی اور تفریق بعد تمام ہو جاتے بیع کے جائز ہی نہ قبل تمامی کے تو خيار شرط اور خيار الرویة صفقة تمام ہونے کے مانع ہیں اور خيار عیب تمام ہونے کا مانع ہی قبل قبض کے نہ بعد قبض کے وہل یعود خيار الرویة بعد سقوطه عن اثنان لا بخیار شرط و محصر قاضی جان غیر اور کیا عود کرتا ہی خيار الرویة بعد اس کے ساقط ہونے کے ابو یوسف سے منقول ہی کہ عود نہیں کرتا جیسے خيار شرط بعد سقوط کے عود نہیں کرتا اور اس قول کو قاضی جان غیر نے صحیح کہا ہی یعنی اگر کوئی چیز میں دیکھی خریدی پھر مشتری نے دوسرے کے ہاتھ بیچی یا مہی کی اور پھر موبلے کا قبضہ کر دیا پھر اسی طرف اسی چیز نے عود کیا سبب فسخ بیع یا رد ہب کے تو اسکو بائع اول کی طرف پھیر نہیں سکتا سواسلے کہ بیع یا ہب یا صلحت ہی کہ ضمان پر دلالت کرتا ہی اور خيار الرویة سبطل ہی اور جب چیز ساقط ہوگئی تو اسکا عود بلا سبب قبی ہی نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی فروع مسائل لمحہ شراح کے شری فیہا لم یرہ لیس للبائع مطالبتہ بہن قبل الرویة ایک چیز میں دیکھی خریدی تو بائع ثمن کو قبض دیکے طلب نہیں کر سکتا سواسلے کہ ہنوز بیع پوری نہیں ہوئی ولو تباعا عینا بعین فلما اخیار تجتلی ورا اگر عاقدین نے باہم شرط فرخت کی عین کی عوض میں کے مثلاً کتاب مباد کہ پڑے یا گھوڑے سے کیا تو دونوں کے واسطے خيار الرویة ثابت ہی کذا فی التتبی سواسلے کہ ہر واحد مشتری ہی اس عوض کا جو اسکو حاصل ہوگا کذا فی الطحاوی عن ابی ہریریہ جاریہ بعد ولف نقابنا ثم رد بائع اجماعاً بخیار الرویة لم یطل البیع نے اجماعاً بحمدہ الالف ظہیر یہ ما امرتہ لاخيار فی الدین خرید کیا لو نڈی کو عوض غلام اور ہزار درم کے پھر دونوں نے باہم قبضہ کیا پھر لو نڈی کے بائع نے غلام کو پھیر دیا سبب خيار الرویة کے تو بیع باطل نہوگی لو نڈی میں بقدر حصہ ہزار درم کے کذا فی الظہیر یہ سواسلے کہ مذکور ہو چکا کہ اختیار ثابت نہیں میں بیعے نہ تقدیر میں اراد بیع ضیقہ ولا یكون للمشتري خيارنا بحیث ان یقر ثوباً لسان ثم بیع بظہیر مع ضیقہ تم اقر استحق الثوب تقر فیہیل خيار مشتری لزوم تفریق الصفقة و ہوا لوجوہ اللی اشفقہ ولو کجبارا وہ کیا زمین کی بیع کا اور جاہا کہ مشتری کو اختیار نہ ہے فسخ کا تقدیر اسکی یہ کہ کسی شے کا اقرار ہے ایک انسان کے واسطے پھیر سکتا ہی پڑے کو نڈی کے ساتھ بیع کرے پھر مقرر اس کی پڑے کا مستحق ہوگا جسکا اقرار کر چکا تو مشتری کا اختیار زمین میں باطل ہو جاوے گا سبب لازم آئے تفریق صفقة کے

اور وہ جائز نہیں بلکہ شفعہ میں کذا فی لولو بجیہ ہم مطاوی سے کہا یہاں تفریق محققہ سے کچھ ضرر نہیں ہوا سوائے کہ اگر مشتری دنوں میں بیع کو رد کرتا تو یہی مستحق کپڑے کو لیتا  
 گو ایوں سے اسکا اقرار ثابت کر کے تو وہ ہر حال میں موقوفہ ہی علاوہ اسکے یہ ضرر خود بائع کی طرف سے پیدا ہوا اسکے اقرار کرنے سے خری نہیں ہوا عیب بائع کا  
 رد العیب الالاکم خری کیا دویزوں کو اور ایک چیز میں عیب ہی اگر دو دنوں پر قبضہ کر چکا ہو تو فقط معیوب کو پھیر سکتا ہے اور نہیں چنانچہ گذر گیا ہم مذکور ہے بد چکا کہ  
 بعض بیع کا پھیر دینا خیار العیب میں بعد قبضہ کرنے کے جائز ہے سبب تمام ہوجانے صفحہ کے ذیل قبضہ کے سبب ایک دن قبضہ صفحہ نا تمام ہی کذا فی المطاوی و ہذا علم

**باب خیار العیب**

یہ باب خیار العیب کے حکم میں ہولغہ یا نحو عنہ اصل العطرۃ اسلیتہ عیب لغت عرب میں وہ چیز جس سے فطرت سلیمانی ہو یعنی جو اصل خلقت میں داخل ہو و  
 شرعاً نا اقادہ بقولہ و در مطلق شرح میں حقیقت عیب ہی جسکو مصنف نے اپنے آئندہ قول میں مذکور کیا اس میں حد بمشربہ یا ناقص لہتم فی لوسییر اجوبہ عند  
 التی بالمدوم ارباب العرفہ سیکل تجارہ و صنعتہ قالہ المصنف خذہ کل لہتم ادر وہ جس نے اپنی خریدی چیز میں ایسی چیز پائی جس سے شگفتہ جاتا ہو سو اگر دن کے  
 نزدیک اگرچہ تھوڑی ہی نقصان ہو کذا فی الجوبہ تو بیع کو تمام شمن دیکرے یا اسکو پھیرے سو اگر دن سے وہ لوگ مراد ہیں جنکو شناخت ہی ہر تجارت اور صنعت کی  
 ایسا کچھ مصنف نے کہا ہے اپنی شرح میں ہم تو معلوم ہوا کہ فقہ میں عیب اسکا نام ہی جس سے قیمت کم ہو جائے وقف کا رون کے نزدیک خواہ عیب سے عین بیع میں  
 نقصان ہو یا تو بلکہ فقط نوادہ ہونے سے عیب صادق آتا ہے اگرچہ صنعت میں کچھ نقصان نہ ہو چنانچہ سیاہ ناخن تندرست در آور غلام کا عیب میں داخل ہی تجار کو  
 عام ہوا سوائے کیا کہ گاہے بیع مصنوعات سے ہوتی ہے تو وہاں کارگیروں کا عرف معتبر ہو گا نہ تجار کا حل ہی نے کہا ہر تجارت میں اسکے لوگ معتبر ہیں اور صنعت میں  
 اسکے اہل کا اعتبار ہی اتنی اور یہ مراد نہیں کہ عیب ہی جسکو سب سوداگر اور بیع ارباب صنائع ناقص کہیں اگرچہ انکی تجارت اور صنعت میں سے نہ مشتری کو  
 یہ عیب میں ہوا سوائے قنیا ہو کہ مطلق عقیدے علی کا مقتدی ہی اور شمن اور اسطے نکم ہوا کہ اوصاف کے مقابل میں کچھ شمن نہیں ہوتا ہاں اگر بیع کے بعد بائع کے فعل سے  
 عیب پیدا ہو گا تو بقدر اسکے شمن کم ہو گا اور اگر مشتری اسکے لینے کا ارادہ کر گیا اور اسکا خیار العیب میں چند قیود کا ملحوظ رکھنا ضروری آتا ہے کہ عیب بائع کے پاس حادث ہو  
 نہ مشتری کے پاس مشتری کو بیع کے وقت معلوم ہو سکتا ہے عند قبضہ ہی معلوم ہو م اذالہ عیب پر بلا مشقت قادر ہو اور اگر مشتری قادر ہو اذالہ پر چنانچہ تحلیل احرام جاریہ  
 یا کپڑے سے خون کا حوڑا تا دھورت عدم نقصان تو عیب سے ثابت ہو گا ۵ عدم شرط تجارت ایک عیب سے یا جمیع عیوب سے ۶ وہ عیب کے وال ہر یہ قبضہ کے سوا اگر  
 زائل ہو گیا ہو چنانچہ انکی سفیدی جبکہ رد ہو جائے یا تپنے اہل ہو جائے تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہو گا کذا فی المطاوی ما لم یسین مسا کہ کلا لہن نامہ ادا حدتہ  
 در صورت عیب موت تک اختیار ہی جبکہ مساک بیع متعین ہو گیا ہو چنانچہ در حلال مرد و نہیں سے ایک نے دوسرے سے شکار بول لیا پھر دونوں نے احرام باجرا  
 یا ایک نے تو اب رد بیع متعین بقدر نقصان پھیر لینا چاہیے کذا فی کلی فی الجہود صی و دلیل و عیب ما دن شری شیئاً بالفہ قیمتہ ثلاثہ آلات لم یرد بعیب

بسم الله الرحمن الرحیم

بجلائ خیار شرط و الردۃ اشباہ للاضرار بتیم و موکل ہولی دے مشتری الرجوع بالنقصان کو اور ف شری من لرتکہ کفنا و وہ عیباً و لو شرع بالکفن اجنبی لیرجع  
 اور جہیز میں ہر وصی یا وکیل یا عید مادون نے کوئی چیز ہزار کو خریدی اور قیمت اسکی تین ہزار دین تو رد بیع نہ کرے بسبب عیب بیع کے بخلان خیار شرط اور خیار الردۃ  
 کہ زمین رد بیع کر سکتا ہے کذا فی اشباہ وصی وغیرہ کو رد بیع جائز ہوا بسبب ضرر ہونے قیمت اور موکل و وصی کے اور ہر انفاق میں کہا ہے لایون ہی کہ وصی  
 وغیرہ کو رجوع بقدر نقصان عیب جائز ہی ہوتا اس وارث کے جسے تر کے سے کفن خرید گیا اور اس میں عیب پایا اور اگر کفن دینے میں شخص اچھی حسان  
 کرے میت کے ساتھ تو رجوع بالنقصان عین دہرہ احدی مست مسائل لا رجوع فیما بالنقصان مذکورہ فی البزاز تیرا رہے یعنی عدم رجوع بالنقصان  
 ایک مسئلہ ہے ان پھر مسلون سے جن میں رجوع بالنقصان نہیں جو مذکور ہیں بزاز یہ میں و ذکر نلے شرحنا للملتی معزیا للفقینۃ انہ قد یرد بالعیب لایرجع  
 بالکفن اور ہر نے اپنی ملتی کی شرح میں قنیا سے نقل کر کے مذکور کیا ہے کہ گاہے بسبب عیب کے رد بیع ہوتا ہے اور شمن میں پھیر لیا جاتا نام چنانچہ



غلام کو بیع کیا اور اسکو تسلیم کر دیا پھر قبض ثمن کے واسطے ایک دیکھیل مقرر کیا سو دیکھیل نے اقرار کیا کہ میں نے ثمن پر قبضہ کیا لیکن وہ میرے پاس ضائع ہو گیا یا دیکھیل یوں کہا کہ میں نے ثمن ہوکل کو دیا اور دیکھیل اسکا منکر ہے تو مشتری ہی الذمہ ہو گیا اور دیکھیل پر ضمان نہیں پھر اگر مشتری نے غلام میں عیب پایا اور اسکو پھر دیا تو ثمن کو بائع سے نہیں پھر سکتا بسبب اقرار دیکھیل کے اور بائع سے عدم ثبوت بیع بائع کے اور نہ دیکھیل سے سکتا ہے کیونکہ وہ امین ہے اور عاقبہ نہیں کذا فی المنہ عن القتیہ کا لایاق الا اذا بن من مشتری لے البائع نے البلایة ولم تحق عند ذلک لیسین بعیب چنانچہ غلام میں بھاگنا عیب ہی مگر جبکہ غلام مشتری کے پاس بھاگا اور اسی ثمن میں بائع کے پاس گیا اور اسکے پاس چھپنے رہا تو یہ بھاگنا عیب نہیں بیخے اگر دو ستر میں بائع کے پاس بھاگ گیا یا مخفی ہو گیا تو عیب ثابت ہوگا واختلف فی الثور والاسن ان عیب اور اختلاف ہی بیل کے بھاگنے میں کہ عیب ہی یا نہیں اور قول بہتر یہ ہے کہ بیل کا بھاگنا بھی عیب ہی ہم آہمیں تین قول میں ایک قول کو تو شارح نے ذکر کیا اور دوسرا قول یہ کہ بھاگنا عیب نہیں تیسرا قول یہ کہ ہمیشہ بھاگنا عیب ہی دو تین بار کا بھاگنا عیب نہیں اور ظاہر اور جانور دن کا بھی ہی حکم ہے کذا فی المطھاوی ولیس للمشتري مطالبة البائع بالثمن قبل عودہ من الایاق ابن مالک قتیہ اور مشتری کو مطالبة ثمن کا بائع سے قبل لپٹ آنے غلام کے فرار سے جائز نہیں کذا فی شرح ابن مالک القتیہ والبول فی القنات السرق الا اذا سرق شیدا للال من لمولی اذ یسرق الفلین وچنانچہ بستر پر پیشاب کرنا اور چوری کرنا مگر جبکہ کوئی چیز کھانے کے واسطے چورادے سولی سے یا کتر چیز چورادے چنانچہ پیسا اور دو پیسے تو عیب نہیں ہم اگر بیچنے کے واسطے چوری کرے یا کھانے سے زیادہ چورادے یا موٹے کے سوا کسی اور شخص کی چیز چورادے تو عیب ہی ولو سرق عند مشتری ایضا انقطع رجوع بایع الثمن بلطفه بالثمن جمیعاً اور اگر غلام نے مشتری کے پاس بھی چوری کی سو اسکا ہاتھ کاٹا گیا تو مشتری چارم ثمن پھیرے بسبب اسے موقوف ہونے کے دونوں چور دن سے ملا کہ رجوع ثمن کے رجوع کی یہ وجہ ہے کہ غلام کے ہاتھ کاٹنا جو ہا اسکی نصف قیمت ہے اور نصف تلف ہوا دو سبب سے یعنی ایک چوری بائع کے پاس اور دوسری مشتری کے پاس کی تو موجب متنصف ہوگا تو نصف متنصف کا رجوع ہوا بیخے رجوع کا کذا فی المطھاوی لو رضی البائع باخذہ رجوع ثلثہ اربع ثلثہ علی در اگر بائع راضی ہو گیا غلام کے لینے سے تو مشتری تین رجوع اسکے ثمن کے پھیرے یعنی پون قیمت کذا فی العینی وکما اختلف صخرای مع التمییر قدر وہ خمس ثمن ویا کل ولیس حد و تمامہ فی الجوسرہ فلو لم یاکل ولم یلیس حد لم یکن عیباً ابن مالک ذکر الایمان فی صخر لقصو عقل وضعف مثانہ عیب فی لکبر سوء اختیار ودر باطن عیب خرا ورجوع عیب ثلثہ متنصف بسبب ہین طفلی اور جوانی میں اسواسطے کہ طفلی میں بھاگنا اور چوری عقل کی کمی سے اور پیشاب کرنا ضعف مثانہ سے عیب ہے اور جوانی میں بھاگنا اور چوری خیمت اور بد ذاتی سے اور پیشاب کرنا مرض باطنی سے دوسرا عیب ہی طفلی سے مراد طفلی یا تیز ہی اور فقہانے تیز کا اندازہ پانچ برس کا کیا ہی یا بلا اعانتہ نہ تھا کھانے پینے لگے اور پورا بیان اسکا جو ہر ہین ہی سوا کہ وہ بذات خود نہ کھاتا پوتہ کپڑا پہنتا ہو تو بھاگنا اور چوری اور پیشاب کر دینا اسکے حق میں عیب نہیں کذا فی شرح ابن مالک فعند اتحاد الحالی بان ثبت اباته عند بائع ثم مشتری کلاهما فصحہ او کیر لہ اور اتحاد بسبب حالت متحد ہونے میں اسطرح کہ غلام کا بھاگنا ثابت ہو بائع کے پاس سے پھر مشتری کے پاس سے دونوں بار کا بھاگنا اسکی طفلی میں ہو یا جوانی میں تو مشتری کو اسکا پھیر دینا جائز ہے بسبب متحد ہونے بسبب کہ ہم جب طفلی یا جوانی میں دونوں کے پاس سے بھاگا تو اسکا سبب ایک ہی ٹھہرا طفلی میں تصور عقل اور جوانی میں بد ذاتی لہذا مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہوگا کیونکہ یہ عیب قدیمی ثابت ہوا نقطہ مشتری کے پاس حالت نہیں ہوا کہ بد متنوع ہو وعند الاختلاف لکن عیباً حادثاً اور اختلاف سبب کے نزدیک مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہیں اسطرح وہ دیا عیب ہی ہم بیخے جب ثابت ہو غلام کا بھاگنا بائع کے پاس سے حالت طفلی میں اور مشتری کے پاس سے جوانی کی حالت میں تو اب مشتری اسکو اس عیب سے پھیر نہیں سکتا کیونکہ طفلی کا سبب ضرار عقلی ہے اور جوانی کا سبب ضرار شرارت اور بد ذاتی ہے تو معلوم ہوا کہ یہ عیب دوسرا ہے ہوا سو اس عیب کے جو قبل اسکے بائع کے پاس تھا اور پھر دینا جائز نہیں مگر اس عیب سے جو بائع کے پاس ہو کہ ہم عند بائع ثم مشتری یہ ان میں تو عدلہ ردہ والا لایسینی چنانچہ وہ غلام جسکو تپائی بائع کے پاس پھر تپائی مشتری کے پاس اگر تپائی کسی تپ کی قسم ہے تو اسکو پھیرنا جائز ہے اور اگر دوسری قسم ہے تو بائع نہیں کذا فی شرح العینی ہم غلامین مذکورہ کہ نوع عمومی سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی

وقت میں دونوں کے پاس تپائی ہو اور اگر اسکے غیر وقت میں تپائی ہو تو پھیرنا جائز نہیں ہی محفوظ ہی ہمارے اصحاب کے کذا فی الطحاوی یعنی نوو جدد  
یوں ہم تعیب حتی ربح بالنقصان ہم بلع بل لبان ان سترده نقصان لند وال ذلک العیب بالبلوغ یعنی نعم فتح باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر مشتری نے صغیر غلام کو  
بستر پر پیشاب کرتا یا پھر سہمن و سرا عیب پیدا ہو ایسا نیک کہ مشتری نے بقدر نقصان بائع سے من پھیر لیا پھر غلام بائع ہوا تو کیا بائع کو جائز ہے کہ نقصان  
پھیرے مشتری سے بسبب اکل ہو جانے اس عیب کے جو ان ہونے سے جو اب مناسب بقواعد مذہبت ہے کہ ہاں سترده نقصان جائز ہے کذا فی الفتح عن نظیرتہ  
و جنون ہو و حلال القوتہ التي بہ ادراك الکلیات تلوح اور چنانچہ جنون یعنی دیوانہ ہو جانا جنون عبارت ہے اس قوت کے ختمال سے جسکے سبب ادراک کلیات ہوتا ہے  
کذا فی التلویح ہم یہ تعریف جنون کی صاحب بھرنے کی ہے اور تلویح میں یوں ہے کہ جنون عبارت ہے اس قوت کے ختمال سے جو ہمیشہ ہی اخیالے حسنہ اور قوی میں در انجام  
کار کی مرک ہے کذا فی الطحاوی یہ علم تعریف عقل نہ القوتہ المذكورہ و معدنہ لقلب و شعائہ فی لمد بآ در اور جنون کی تعریف سے عقل کی تعریف معلوم ہو گئی کہ عقل  
عبارت ہے قوت مذکورہ سے یعنی جو قوت کہ مرک ہے کلیات کی اسکا نام عقل ہے اور اسکی کان ل ہے اور اسکی روشنی دماغ میں ہوتی ہے کذا فی الدر و ہوا مختلف ہما  
الاتحاد و سبب بخلات امر ذیل مختلف یعنی اور جنون مختلف نہیں ہوتا طفلی اور جوانی سے اسکے ایک ہی سبب ہونے سے بخلات اسکے جو عیب کہ مذکور ہو چکے  
یعنی ایاق اور بول و سرقہ اور قول ضعیف یہ ہے کہ جنون بھی طفلی اور جوانی سے مختلف ہوتا ہے کذا فی شرح لعینی ہم جہاں اختلاف سبب ہوا تو اگر غلام جنون ہوا  
طفلی میں بائع کے پاس پھر جنون ہا مشتری کے پاس طفلی میں یا بعد جوانی کے تو یہ عیب بعینہ اول عیب ہے تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہے و مقدارہ فوق یوم  
وسلیتہ اور مقدار جنون کی ایک ات اور دن سے زیادہ ہے یعنی اسقدر سے کم جنون ہونا عیب نہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایک ساعت کا بھی جنون عیب ہے اور سراسر  
قول یہ ہے کہ جنون مطین عیب ہے غیر مطین کذا فی البحر والایمن معاودتہ عند مشتری فی الاصح والافلار والالانی ملت زنا کبارتہ والتولد من الزنا والولادة  
فتح اور جنون کا عود کہ نام مشتری کے نزدیک ضروری قول اصح میں اور نہیں تو بلا معاودت عیب پھیر دینا جائز نہیں مگر تین عیب میں رد مبیع بلا معاودت جائز  
ہے لونڈی کی زنا کاری میں اور زنا سے متولد ہونے میں اور ولادت میں کذا فی الفتح ہم ولادت ہو اسطے عیب ہوتی کہ اس سے ایسا ضعف حاصل ہوتا ہے  
کہ گاہے ناکل نہیں ہوتا فتح بقدر میں کہا کہ اسی قول پر فتوے ہی قلت لکن فی البرازیة الولادة لیست بعیب لان توجب نقصاناً و علیہ الفتوی معتبرہ فی النثر  
میں کتا ہوں لیکن برازی میں یہ کہ ولادت عیب نہیں مگر یہ کہ نقصان کی موجب ہوا اور ہی پر فتوی ہے اور اسی قول پر نثر الفائق میں اعماد کیا ہم پہلا قول بھی مفتی  
ہے تو بیان قاضی اور مفتی محیر بین کھیل عیب بنات آدم لانی ایہا کم اور نثر الفائق میں ہے کہ حاملہ ہونا عورتوں میں عیب ہے نہ جانور و نہیں و اجنام و لمبر من العی  
د اور و الخمل الصمم و الخرنس المخرج والامراض عیوب و رکن ہری اور سفید داغ اور اندھا اور کاٹا اور ٹھیک کا اور بہرا اور گونگا ہونا اور زخم اور بیماریاں عیوب  
ہیں و کذا الا در و ہوا انتفاع الا تین و العین و اخصی عیب و اسطر حقق یعنی دونوں قوطے پھولنا اور نامہ اور اخصی ہونا عیب ہے ہم بہتر یہ تھا کہ شاخ  
یوں کہ اتار العتہ و اخصا عیان اور ظاہر ایک قوطہ بھی پھولنا عیب ہے کذا فی الطحاوی و اذا اشتری علی اخصی قوجہ فحل فلا خيار لہ جوہرہ اور جب کہ  
مشتری نے غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ عیب ہے پھر اسکو تندرست پایا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار نہیں کذا فی البحر تہ اسطیکہ بے عیب نکلا تو مشتری  
سے عہد پایا و البحر متن العم والذفر متن الابط و کذا متن الالف بناریہ والزنا والتولد منه کلما عیب فیہا لانیہ ولو امر ذنی الاصح خلاصتہ اور بحر یعنی  
گندہ دہنی اور ذفر یعنی گندہ بعلی اور سطر گندہ مہنی کذا فی البرازیۃ اور زنا اور زنا سے پیدا ہونا یہ سبب عیب ہیں لونڈی میں نہ غلام میں اگرچہ غلام  
امر سادہ و ہوا قول اصح میں کذا فی الخلاصتہ ہم امور مذکورہ لونڈی میں اسوا سطے عیب ہوسے کہ مقصود کے نکل میں یعنی لونڈی کی خرید سے ہم بستر  
اور طلب لہ مقصود ہے اور گندہ دہنی و غیر قریبت کے مانع ہیں اور غلام سے مقصود خدمت لینا ہے اور یہاں اسکے نکل در مانع نہیں خواہ غلام مرد ہو  
یا غیر مرد الا فیحش الاولان فیہ ہمیشہ منع اقرب میں ہوں مگر یہ کہ گندہ دہنی اور گندہ بعلی غلام میں بشدت ہوں اسطر پر کہ میان کے پاس

ع  
انسانیت  
فخیر  
رات دن  
سہی  
ع  
نعمتوں  
بھلا  
سبک  
مفید  
اور  
کرم

آسنے کی مانع ہون تو البتہ عیب میں غلام میں بھی اور یوں ان زمانہ ادا کے بان تیکر اکثر من مرتین یا یہ کہ زنا کاری کی غلام کو عادت پر لگی ہو اس طرح پر کرنا  
اس سے مکر ہو جو دو بار سے زیادہ تو عیب ہی غلام میں بھی واللہ لواطہ بہ عیب مطلقا اور لواطت لوندی میں عیب ہی مطلقا یعنی خواہ مفت ہو یا اجرت  
لیکر اس واسطے کہ مانع ہم بستری ہی کذا فی البحر وہ ان مجانا لاندہ لیل لاینتہ وان باجر لا قنیتہ اور لواطت غلام میں عیب ہی اگر مفت ہو اس واسطے کہ علت ابنہ کی  
دلیل ہے اور اگر اجرت لیکر ہو تو ہمیں کذا فی القنیتہ ہم ابنہ اس علت کا نام ہی حسین ایسی چل ہو میر زمین کہ بدرون مہی کے قرار نہ پڑے اور یہ سخت عیب ہی یہاں تک  
کہ جانورون میں بھی اور لواطت بعض اجرت غلام میں ایسا عیب نہیں کہ مشتری رد بیع کرے کیونکہ وہ علت ابنہ کی دلیل نہیں بلکہ حصول مال کی علامت ہی اور  
یہ مرد نہیں کہ لواطت باجرت مطلقا عیب نہیں شرعاً اس واسطے کہ شرعاً اقبح اور معیوب تر ہی زنا سے دنیا شری حمار اتجاوہ کمران طایع نعیب الالا اور قنیتہ میں  
ہی کہ خرید کیا گدھا جسیر گدھے پر مہتے ہیں اگر برضا مندی اسکی یہ فعل ہے تا ہی تو عیب ہی کہ مرض کی دلیل ہے اور نہیں تو عیب نہیں انما الخنزیر بلین صوت و تکس مشی  
فان کثره لان قل تباذیہ اور زنا اور جملہ ہونا نرم آواز بنا کر اور چال مشکاکر اگر بکثرت ہو تو غلام کو مشتری پھیرے اور اگر بقلبت ہو تو نہ پھیرے کلانہ لہذا تباذیہ واللفظ باقیا  
و کذا الرضی الاعتزال کھو کھتا عیب فیما اول مشتری ذمیا سراج اور سب قسم کا کفر اور اس طرح فضل و اعتزال کذا فی البحر بشا الا انما عیب ہی لوندی غلام میں اگر یہ  
مشتری کا فرضی ہو کذا فی اسراج ہم عوی نے کہا کہ صاحب کھرنے رافضی سے یہ مراد لی کہ جو علم تفضلی کو اور صحابہ سے فضل کہتے ہیں نہ وہ رافضی جو شیخین کو پڑا کہے  
اس واسطے کہ وہ کافر میں داخل ہی کذا فی الطحاوی و عدم حیض لبتت سبوتہ عشر و منہا خمسہ عشر و یعرف بقولہا اذا انضم الیہ لکول البائع قبل  
القبض و بعدہ ہوا صحیح ملتی اور حیض نہ آنا سترہ برس کی لوندی کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک پندرہ برس کی لوندی کو عیب ہی اور عدم  
حیض معلوم ہوتا ہی لوندی کے کہنے سے جبکہ اسکے ساتھ بالغ قسم سے انکار کرے قبل قبض کے اور بعد قبض کے ہی قول صحیح ہی کذا فی الملتقی ولا صحیح  
فی ال من ثلثہ شہر عند اثنائی اور مسوع ہو گا دعوی عدم حیض کا تین مہینے سے کتر میں ابو یوسف کے نزدیک ہم اور محمد رحمہ کے نزدیک چار مہینے میں دن و  
امام رحمہ کے نزدیک دو سال سے کتر میں دعوی مسوع ہو گا لیکن عدم حیض جوان لوندی میں عیب ہی نہ صغیرہ اور آئسہ میں کذا فی الطحاوی فتح اقتدیہ میں ہی  
کہ اگر قاضی مجتہد ہو تو مجتہد اپنے اجتہاد کے عمل کرے اور اگر مقلد ہو تو وہ دو سال پر عمل کرے والا استیاضتہ و اسعال تقدیم لاعتقاد اور استفاضہ اور قدیم  
کھانسی عیب ہی نہ عادت کی کھانسی ہم بحر الیقین میں ہی کہ مرض کی کھانسی عیب ہی قدیم ہو یا غیر قدیم کذا فی الطحاوی الدین الذی یطالی فی احوال الیوم  
باعتقادہ لیس عیب کما نقلہ مسکین عن ابنہ خیرہ اور لوندی غلام پر اس دین کا ہونا عیب ہی جبکہ اے احوال مطالبہ ہونہ وہ دین جسکی مدت اسکی آگاہی پر  
معین ہو اس واسطے کہ وہ عیب نہیں چنانچہ اسکو مسکین نے ذخیرے سے نقل کیا ہم دین کو اصل بعق وہ ہی جو غلام پر خرید کرنے سے لازم ہوا ہو بلا ذن  
مولی لکن عم الکمال و علا نقصان لاء ویرثہ لیکن کمال الدین محقق نے ہر دین کو عیب کہا ہی اور دلیل تعیم کی نقصان و لا او نقصان میراثہ بیان کی ہی  
ہم و بونقصان ولا او میراثہ یہ ہی کہ ارباب یون مولی اور عہدات پر مقدم میں کذا فی الطحاوی و اشعر الدناتی لعین کذا اکل مرض فیما فہو عیب معراج  
لسبل و حوص کثرة و مع و اثلول بثلثہ کہ نبود بشر صغیر صلب مستدیر علی صورتی جموت تا لیل قاموس قیدہ بالکثرة بعض شرح العداۃ اور پر ال در زوال آب  
اکثر میں اور اس طرح ہر مرض آنکھ میں عیب ہی کذا فی الاحراج چنانچہ سرج جالا اور کو یہ تک ہونا اور آنسو کا اھلکا اور سا فورول بثلثہ برون نبول  
چھوٹی سخت پھنسی گول یا شکل مختلفہ جسکو اہل ہند سا پوتے ہیں اور جمع اسکی تا اسمیل ہی کذا فی القاموس و زہدایہ کے بعض شارحین نے سے میں  
کثرت کی قید لگائی ہی یعنی مسون کی کثرت عیب ہی نہ قلت کذا الکی عیب لو عن دار و الالا اور ہر طرح داغ عیب ہی اگر سے بسبب بیماری کے  
دلخ دیا ہو اور نہیں تو عیب نہیں و قطع الاصح عیب فی الاصبغان عیبان و الاصابیح مع اللف عیب واحد از ایک انگلی کا کٹنا ایک عیب درود  
انگلیوں کا مقطوع ہونا و عیب ہیں اور سب انگلیوں کا قطع ہونا ہتیمی کے ساتھ ایک عیب ہی و اسر و ہون میں عمل یہاں ہ فقط الالا

لا غیر صدق  
یہ دو صورت  
الصدق  
یہ دو صورت  
یہ دو صورت



ان میں بائین ایضاً کفرین الخطاب فی الشرحہ اور جو شخص کہ فقط اپنے بائین ہاتھ سے کام کرے مگر جو شخص داپنے ہاتھ سے بھی کام کرے چنانچہ فاروق اعظم عمر  
 ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کام کرتے تھے تو عیب نہیں بلکہ عمدہ وصفت ہی و اشیب شرب شمر جبراد قماران عدیبیا اور پیری اور شراب پینا علانیہ اور قمار بازی اگر  
 عیب تھا چنانچہ نزد اور شرطیج کا قمار اور مانڈا کے کذافی لخطادی من البحر و عدم ختاہما لوبکیرین مولدین اور لوٹڈی غلام کا فتنہ نہونا اگر بالغ دارالاسلام کے  
 پیدا ہوئے ہوں ہم بالغ کی قید اس واسطے لگائی کہ صغیر کا فتنہ نہونا عیب نہیں اور اسی طرح جو غلام داز الحرب سے گرفتار ہوا اسے صغیر جو یا کبیر اس کا عدم  
 ختان عیب نہیں اور قاضی خان کے فتادی میں ہے کہ لوٹڈی کا فتنہ نہونا زمان سابق میں عیب تھا اب ہمارے زمانے میں عیب نہیں کذافی لخطادی و  
 عدم من حار و قلة اکل و داب و کلج و کذب و نمیتہ و ترک صلوة لکن فی القنیۃ ترکمانے العبد لا یوجب رد اور نہ بولنا گدھے کا اور کہ کھانا جا نوردن کا اور  
 لوٹڈی غلام کا کلج ہونا اور چوٹ پوندا اور خیل خرسی اور ترک نماز عیب ہی لیکن قنیہ میں ہے کہ ترک نماز غلام میں ہو جبے در بیع نہیں و فیما لو ظہران الدار  
 مشورہ یعنی ان میں من البر و لان الناس لا یرضون فیہا اور قنیہ میں ہے کہ اگر ظاہر ہو کہ گھر منجوس ہی تو لائق یہ ہے کہ مشتری رد بیع پر قادر ہو اس واسطے کہ لوگ ایسے  
 گھر کے لینے میں خواہش نہیں کرتے و فی منقولہ الجحیۃ و الخال عیب لوعلی الذقن او الشفة لا یخذد العیوب کثیرة برا تا اندر منہا اور منقولہ مجیبین ہی کہ قال  
 عیب ہی اگر ٹھوڑی یا ہونٹ پر ہونڈہ گال پر اور اس کے سوا عیب بہت ہیں حق تعالیٰ ہکوان سے بجا دے آئین حدیث عیب آخر عند مشتری  
 بغیر فعل البائع فلو بعد القبض ربح بخصۃ من الثمن رد جب لا یش دانا قبلہ فلا فذہ اور وہ بکل الثمن مطلقا پیدا ہو اور دوسرا عیب مشتری کے پاس بدون فعل  
 بائع کے سوا اگر بائع کے فعل سے دوسرا عیب پیدا ہو بعد قبض مشتری کے تو مشتری بقدر حصہ عیب قدیم من پھیرے اور عیب جدید کا جرمانہ بائع پر واجب  
 ہو گا اور قبض قبض کے تو مشتری کو اختیار ہی چاہے اسکو سے حصہ نقصان کو کم کر کے یا اس کو پھیرے کل من لیکر ہر طرح یعنی خواہ عیب قدیم ہو یا نہ ہو  
 کذافی اعلیٰ ہم علی نے کہا قول بکل الثمن متعلق ہی بقولہ اور وہ سے فقط اور اس کی کچھ حاجت نہ تھی کیونکہ معلوم ہی بلا اشتباہ بلکہ یہ قول خلاص مراد کا موہم  
 ہی یعنی قولہ فلا فذہ کے متعلق ہونے کا کما لایخفی معلوم کرنا چاہیے کہ حدیث نقصان دو حال سے خالی نہیں یا نقصان بائع کے پاس پیدا ہو یا مشتری  
 پاس اگر بائع کے پاس پیدا ہو اسکی بائع صورتیں ہیں بائع کے فعل سے یا مشتری کے فعل سے یا اجنبی یا بیع کے فعل سے یا آفت آسمانی سے سوا اگر بائع کے  
 فعل سے ہو تو مشتری مختار ہی خواہ قدیم عیب ہو یا نہ ہو چاہے اسکو چھوڑے اور چاہے حصہ نقصان کو گھٹا کر اور اگر عیب مشتری سے ہو تو اسپر تمام  
 من لازم آیا من کو بقدر نقصان کم نہیں کر سکتا اور اگر نقصان بفعل اجنبی ہو تو مشتری مختار ہی چاہے بیع کو سے سب من دیکر اور اجنبی سے جرمانہ سے اور  
 چاہے بیع کو ترک کرے اور اسپر سے من ساقط ہے اور اگر نقصان آفت آسمانی سے ہو یا بیع کے فعل سے تو چاہے مشتری اس کو ترک کرے چاہے لے  
 بقدر نقصان من گھٹا کر اور اگر نقصان مشتری کے پاس پیدا ہو تو اگر مشتری یا بیع کے فعل سے ہو تو آفت آسمانی سے تو اس کو عیب قدیم کے  
 سبب سے پھیر نہیں سکتا لیکن بقدر نقصان قدیم من کم کر سکتا ہی اور اگر بائع ناقص لینے پر راضی ہو تو پھیر دینا بھی جائز ہی اور اگر نقصان بائع یا اجنبی کے  
 فعل سے ہو تو مجرم پر جرمانہ واجب ہی اور پھیر دینا ممنوع ہی اور بقدر حصہ عیب قدیم من پھیر لینا جائز ہی کذافی البحر جبکہ یہ معلوم ہو تو دریا نت کرنا چاہیے کہ  
 مصنف نے حدیث عیب ثانی کو بعد قبض فرض کیا ہی چنانچہ قولہ عند مشتری اسپر دلالت کرتا ہی اور مذکور ہو چکا کہ قبض کے بعد مشتری کو بقدر نقصان عیب  
 قدیم من پھیر لینا یا نچون صورتوں میں جائز ہی کہ شارح نے فقط فعل بائع کا مستثنیٰ کر لیا اس واسطے کہ بائع کی رضامندی سے اسپر پھیر دینا ممکن نہیں لیکن شارح  
 پر یہ اعتراض ہوتا ہی کہ فعل اجنبی کا بھی یہی حکم ہے جو بائع کے فعل کا حکم ہی تو شارح پر لازم تھا کہ یوں کہتا بقدر فعل البائع او الاجنبی کذافی اعلیٰ و فیما لو یوزن البائع علی حدیث  
 والمشری علی قدر ما نقل البائع و البینۃ للمشری اور اگر گواہ لایا یا بائع عیب کے جدید ہونے پر اور مشتری گواہ لایا اس کے قدیم ہونے پر تو بائع کا قول معتبر ہی اور گواہ مشتری کے  
 مقبول ہیں ہر الفائق میں قاضی خان کی شرح سے صحیح ہی کہ در صورت عاقبتین کی گواہی مشتری کی گواہی مقبول ہی کیونکہ وہ قہر اختیار ہی اور قول بائع کا معتبر ہے کیونکہ

منقولہ



وہ اختیار کا متکرر اتنی جو بائع کا قول سوقت معتبر ہے جبکہ مشتری کے گواہ ہوں اور شایع کی عبادت اس پر دلالت نہیں کرتی کما لایحیی ولا یرد جبراً ما راعی و مؤنۃ الایمان  
بلکہ العقد بجزا و نہ پھیرے مشتری زبردستی اس بیع کو جس کے واسطے بار برداری اور خرچ کی حاجت ہو مگر جس شہر میں عقد بیع واقع ہوا ہو اسی میں پھیر دینا جائز ہے  
باوجود بار برداری کے بھی کذا فی الجرم اس واسطے کہ حاجت بار برداری بمنزلہ عیب حادث کے ہے کذا فی الجرم جمع بقصائدہ الانبیاء استثنیٰ و عندہ مالوا اشتراہ تولیۃ او  
خاطہ لطفہ زلیعی اور رضی بہ البائع جو ہر ہینے اگر مشتری کے پاس دوسرا عیب بغیر فعل بائع پیدا ہوا ہو تو مشتری بقدر نقصان عیب قدیم میں پھیرے مگر ان مسائل  
میں رجوع نہیں چکا استثناء ہو گیا چنانچہ وہ مسائل سے جداول مذکور ہو چکے ہرگز یہ سے اور انہما بخلہ یہ ہے کہ اگر مشتری نے بیع کو بطور تولیت خرید کیا یا اس کو  
اپنے طفل صغیر کے واسطے قطع کیا اور یا کذا فی الزلیعی یا بائع ناقص پھیر لینے پر راضی ہو گیا کذا فی الجرم جمع بقصائدہ انقصان کا یہ طریقہ ہے کہ اول بیع کی قیمت  
بلا عیب کی جادے پھر عیب کے ساتھ کچھ جائے یعنی عیب قدیم کے ساتھ اور دونوں قیمتوں میں تفاوت دیکھا جائے اگر تفاوت عشر قیمت ہو تو من سے  
دسواں حصہ پھیرے اور اگر اس سے کم زیادہ ہو تو دسواں حصہ ہی کرے مثلاً اگر دس درم کو خرید کیا ہو اور قیمت اسکی سو درم ہو اور عیب نے دسواں حصہ کم کر دیا تو من کا  
دسواں حصہ پھیرے یعنی ایک درم اور اگر من دو سو ہو اور قیمت ایک سو ہو اور نقصان عیب عشر ہو تو بیس درم پھیرے و علی ہذا القیاس کذا فی انہما لفاق مسئلہ  
اخیرہ کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی کہ بعد اسکے من میں موجود ہی وہ عدم رجوع بیع التولیۃ کی ہے کہ اگر ایک چیز بطور تولیت خریدی اور مشتری کے پاس  
اس میں دوسرا عیب پیدا ہوا اور اس میں ایک قدیم موجود تھا تو اس میں نہ رجوع جائز ہے نہ بدون رضامندی بائع کے رد کرنا کیونکہ اگر رجوع کرے تو من ثانی من  
اول سے کم ہو اور بقصائدہ تولیت یہ ہے کہ برابر ہوا اور قطع اور خیاطت طفل کے واسطے تکلیف ہی اور قبض میں باپ کا نائب ہی تو اگر باپ بیع مقطوع عیب کے  
عیب قدیم پر مطلع ہو تو اب بقدر حصہ نقصان رجوع نہیں کر سکتا اس واسطے کہ وہ حابس ہو بیع کا تکلیف کر کے کذا فی المطاہدی ولہ الریاضی البائع اور  
اسکو پھیر دینا جائز ہی بائع کی رضامندی سے ہم یعنی اگر بائع کے پاس بیع میں عیب ہوا اور مشتری کے پاس دوسرا عیب پیدا ہوا بلا فعل بائع تو مشتری مختار ہی  
چاہے عیب قدیم کے حصے کے موافق من پھیرے چاہے بیع پھیرے بشرط رضائے بائع کے رضائے بائع اس واسطے شرط ہوئی کہ پھیر دینے میں ضرر نہ ہی  
بائع کا اس واسطے کہ جب بیع اسکے ملک سے خارج ہوئی تھی تو عیب حادث سے سالم تھی لہذا رجوع باقصان معتبر ہو اگر در صورت رضائے بائع مشتری مختار  
ہی پھیر دینے میں یا کہ لینے میں بلا رجوع نقصان کذا فی اکلہی الامان عیب و زیادہ کان مشتری ثوباً فقطو فاطلع علی عیب قدیم جمع ہو اسے  
بقصائدہ لتغذرا لہ رد بالقطع بشرط رضائے بائع پھیر دینا جائز ہی مگر بسبب عیب کے جمانع ہی رد کا یا بسبب یادت مانعہ کے پھیرنا جائز نہیں چنانچہ ایک کپڑا خرید کیا  
پھر اسکو قطع کیا پھر مشتری اسکے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان من پھیرے اس حالت میں پھیر نہیں سکتا بسبب تغذیر ہونے رد کے قطع کرنے سے ہم یہ  
مثال چھب مانع کی اور زیادتی کی مثال ذمت اور نکتہ غیرہ میں آدگی فان قبلہ البائع کذا لہ ذلک نہ استقطع پھر اگر بائع نے پھاڑا ہوا کپڑا قبول  
کر لیا تو اسکو جائز ہی اس واسطے کہ اس نے اپنا حق ساقط کر دیا اور مشتری بعیر انفرہ فوجد معارہ فاسد الا رجوع لافساد مالیتہ اور اگر ادنیٰ خرید کیا پھر اسکو حلال کیا اول  
اسکی انتر دیون کو مٹا گلا یا یا تو رجوع نقصان جائز نہیں بسبب بگاڑ دینے بائع کی مالیت کے یعنی ملال کرنے سے مالیت فاسد ہو گئی کہ گوشت لالہ گندگی  
ہو گیا بخلاف قطع ثوب کے کہ اس میں فساد مالیت نہیں لہذا اس میں رجوع درست ہوا نہ ہمیں کما لایرجع لو بائع مشتری الثوب کلا و بعضہ او ہب بعد لقطع  
جو از ردہ مقطوعاً لا یطہا کما انادہ بقولہ چنانچہ رجوع نہیں کر سکتا اگر مشتری نے سب یا تھوڑا کپڑا بیع کیا یا ہب کیا بعد قطع کے بسبب جائز ہونے پھیر دینے  
بیع کے کاٹ کر نہ ہی کہ چنانچہ اسکو مصنف نے اپنے آئندہ قول میں بیان کیا فلو قطع مشتری و خاطہ او صیغہ یای صیغہ کان صیغہ اولت السوق بسبب او  
خبر الدقیق اد غرسا و بنی ثم اطلع علی عیب جمع بقصائدہ لاقتناع الری بسبب الزیادۃ حق الشرح حصول الری حی لہ و رضائے علی لہ و رضائے علی لہ و رضائے علی لہ  
در درابن کمال پھر اگر کپڑے کو مشتری نے قطع کیا اور یا اسکو کسی ہاتھ سے لگین کیا کذا فی الجرم جمع بقصائدہ انقصان کا یہ طریقہ ہے کہ اول بیع کی قیمت  
بلا عیب کی جادے پھر عیب کے ساتھ کچھ جائے یعنی عیب قدیم کے ساتھ اور دونوں قیمتوں میں تفاوت دیکھا جائے اگر تفاوت عشر قیمت ہو تو من سے  
دسواں حصہ پھیرے اور اگر اس سے کم زیادہ ہو تو دسواں حصہ ہی کرے مثلاً اگر دس درم کو خرید کیا ہو اور قیمت اسکی سو درم ہو اور عیب نے دسواں حصہ کم کر دیا تو من کا  
دسواں حصہ پھیرے یعنی ایک درم اور اگر من دو سو ہو اور قیمت ایک سو ہو اور نقصان عیب عشر ہو تو بیس درم پھیرے و علی ہذا القیاس کذا فی انہما لفاق مسئلہ  
اخیرہ کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی کہ بعد اسکے من میں موجود ہی وہ عدم رجوع بیع التولیۃ کی ہے کہ اگر ایک چیز بطور تولیت خریدی اور مشتری کے پاس  
اس میں دوسرا عیب پیدا ہوا اور اس میں ایک قدیم موجود تھا تو اس میں نہ رجوع جائز ہے نہ بدون رضامندی بائع کے رد کرنا کیونکہ اگر رجوع کرے تو من ثانی من  
اول سے کم ہو اور بقصائدہ تولیت یہ ہے کہ برابر ہوا اور قطع اور خیاطت طفل کے واسطے تکلیف ہی اور قبض میں باپ کا نائب ہی تو اگر باپ بیع مقطوع عیب کے  
عیب قدیم پر مطلع ہو تو اب بقدر حصہ نقصان رجوع نہیں کر سکتا اس واسطے کہ وہ حابس ہو بیع کا تکلیف کر کے کذا فی المطاہدی ولہ الریاضی البائع اور  
اسکو پھیر دینا جائز ہی بائع کی رضامندی سے ہم یعنی اگر بائع کے پاس بیع میں عیب ہوا اور مشتری کے پاس دوسرا عیب پیدا ہوا بلا فعل بائع تو مشتری مختار ہی  
چاہے عیب قدیم کے حصے کے موافق من پھیرے چاہے بیع پھیرے بشرط رضائے بائع کے رضائے بائع اس واسطے شرط ہوئی کہ پھیر دینے میں ضرر نہ ہی  
بائع کا اس واسطے کہ جب بیع اسکے ملک سے خارج ہوئی تھی تو عیب حادث سے سالم تھی لہذا رجوع باقصان معتبر ہو اگر در صورت رضائے بائع مشتری مختار  
ہی پھیر دینے میں یا کہ لینے میں بلا رجوع نقصان کذا فی اکلہی الامان عیب و زیادہ کان مشتری ثوباً فقطو فاطلع علی عیب قدیم جمع ہو اسے  
بقصائدہ لتغذرا لہ رد بالقطع بشرط رضائے بائع پھیر دینا جائز ہی مگر بسبب عیب کے جمانع ہی رد کا یا بسبب یادت مانعہ کے پھیرنا جائز نہیں چنانچہ ایک کپڑا خرید کیا  
پھر اسکو قطع کیا پھر مشتری اسکے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان من پھیرے اس حالت میں پھیر نہیں سکتا بسبب تغذیر ہونے رد کے قطع کرنے سے ہم یہ  
مثال چھب مانع کی اور زیادتی کی مثال ذمت اور نکتہ غیرہ میں آدگی فان قبلہ البائع کذا لہ ذلک نہ استقطع پھر اگر بائع نے پھاڑا ہوا کپڑا قبول  
کر لیا تو اسکو جائز ہی اس واسطے کہ اس نے اپنا حق ساقط کر دیا اور مشتری بعیر انفرہ فوجد معارہ فاسد الا رجوع لافساد مالیتہ اور اگر ادنیٰ خرید کیا پھر اسکو حلال کیا اول  
اسکی انتر دیون کو مٹا گلا یا یا تو رجوع نقصان جائز نہیں بسبب بگاڑ دینے بائع کی مالیت کے یعنی ملال کرنے سے مالیت فاسد ہو گئی کہ گوشت لالہ گندگی  
ہو گیا بخلاف قطع ثوب کے کہ اس میں فساد مالیت نہیں لہذا اس میں رجوع درست ہوا نہ ہمیں کما لایرجع لو بائع مشتری الثوب کلا و بعضہ او ہب بعد لقطع  
جو از ردہ مقطوعاً لا یطہا کما انادہ بقولہ چنانچہ رجوع نہیں کر سکتا اگر مشتری نے سب یا تھوڑا کپڑا بیع کیا یا ہب کیا بعد قطع کے بسبب جائز ہونے پھیر دینے  
بیع کے کاٹ کر نہ ہی کہ چنانچہ اسکو مصنف نے اپنے آئندہ قول میں بیان کیا فلو قطع مشتری و خاطہ او صیغہ یای صیغہ کان صیغہ اولت السوق بسبب او  
خبر الدقیق اد غرسا و بنی ثم اطلع علی عیب جمع بقصائدہ لاقتناع الری بسبب الزیادۃ حق الشرح حصول الری حی لہ و رضائے علی لہ و رضائے علی لہ و رضائے علی لہ

بنائی پھر مشتری اس کپڑے کے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان شن سے پھیرے بواسطے اقلع پھیر دینے کے سبب زیادہ ہو جانے بیع کے اور یہ اقلع رد  
 بواسطے حق شرع کے ہی سبب حاصل ہونے ربوا کے بیان تک کہ اگر بائع اور مشتری دونوں رد بیع پر راضی ہو جاوے تو حاکم اسپر حکم نہ کرے کذا فی الدرر و  
 ابن کمال ہم زیادتی بیع میں اقلع رد اس واسطے ہوا کہ اصل بیع میں بلا یا دست فسخ نہیں ہو سکتا کیونکہ زیادتی جدا نہیں ہو سکتی اور بیع زیادتی فسخ کی کوئی وجہ  
 نہیں تو بہر صورت فسخ متنع ہوا شایع کو مناسب تھا کہ چون کہتا محضول شہتہ الربوا اس واسطے کہ حرمت ربوا قدر اور غنس سے ہوتی ہی سو بیان دونوں مفقود ہیں  
 کذا فی الطحاوی کہا بیع لو باعہ سے اقلع ردہ فی ہذہ الصورۃ بعد ویت العیب قبل الرضی بہ صریحا و دلالت چنانچہ مشتری رجوع بقدر نقصان کرتا ہی اگر بیع  
 متنع الربو کو بیجا اس صورت مذکورہ میں عیب دیکھنے کے بعد قبل اسکے ساتھ راضی ہونے کے بطور صراحت یا دلالت کے ہم بیعے اگر اول ضمانندی ثابت  
 ہوگی تو بیع سے رجوع نقصان ہوگا رضایطریق دلالت اس طرح ہی کہ بیع کو لباس یا روکب میں استعمال کرے اقلع رد کی قید سے شایع سے اشارہ کیا کہ اتنا  
 سابق ہی بیع پر تو بیع کو اقلع میں کچھ تاثیر نہیں تو مشتری بیع سے عا بس بیع کا نہ ٹھہر لہذا رجوع نقصان میں اسکو اختیار ہوگا کذا فی الطحاوی او مات العبد  
 المراد ہلاک المبیع عند مشتری اور عمقہ اور ہرہ اور ہتولہ اور وقت قبل علمہ بعیبہ یا غلام مر گیا موت عید سے ہلاک بیع مراد ہی مشتری کے پاس خواہ بیع آدی ہو یا غیر  
 اسکا یا غلام کو مشتری نے آزاد کر دیا یا مر گیا یا نوٹری کو حرم بنایا یا بیع کو وقت کیا اسکے عیب ریانت ہونے سے پہلے او کان المبیع طعاما فاکل کلہ و  
 بعضہ او اطعمہ عیدہ اور ہرہ او دام دلہہ او لبس الثوب حتی تحرق فاندہ یرجع بالنقصان احتسابا عند ہا و علیہ الفتوی بجز و عنہما یرد ما بقی و یرجع بنقصان ما اکل و علیہ  
 الفتوی اختیار و قستانی یا بیع طعام تھا سو مشتری نے اسکو سب یا تھوڑا کھا یا اپنے غلام یا مدبر یا ام دلہ کو کھلایا یا کھرا پتا یا نیک کہ بھٹ گیا  
 تو بقدر نقصان شن پھیرے گا صاحبین کے نزدیک بدلیل استحسان اور اسی قول پر فتویٰ ہے کہ کذا فی البحر و صاحبین سے دوسری وایت یہ ہے کہ  
 باقی کو پھیرے اور جب قدر کھانا کھا یا ہی اسکے نقصان کو پھیرے اور اسی قول پر فتویٰ ہی کذا فی الاختیار و قستانی ہم صیے افاق اور تدریر اور تہیلہ اور وقت  
 میں شرط کی یہ فعال قبل علم بالعیب ہون دیکے ہی اکل طعام اولیس ثوب میں بھی شرط ہی کہ قبل علم بالعیب ہوں چنانچہ ہر ایسے معلوم ہوتا ہی کہ شایع کو مناسبت  
 تھا کہ قید مذکور لبس ثوب کے بعد مذکور کرنا تا مسائل عشرہ کو شامل ہوتا اور صاحبین کے قول پر فتوے فقط اکل طعام میں ہی اور شایع کے بیان سے  
 معلوم ہوتا ہی کہ بیع مسائل یا مسئلہ اخیرہ میں فتویٰ ہی اور صاحبین کے قول کو بحر الرائق میں استحسان کہا ہی اور ہر ایہ اور عنایہ اور فتح القدر اور شرح ذیلی میں یون  
 مصرح ہی کہ استحسان عدم رجوع ہی اور ہی قول ہی امام عظیم کا کذا فی تجلی و لکان فی دعائین فلذہ الباقی بخصتہ من لثمن اتفاقا ابن کمال ابن ملک سجی و قلت  
 فعلی مانى الاختیار و قستانی بیع القیاس نتیجہ اور اگر طعام دو ہر تون میں ہو تو مشتری کو باقی طعام کا پھیر دینا اسکے حصے کے موافق کم شن کر کے باتفاق امام اور  
 صاحبین کے درست ہی کذا صرح ابن کمال فی ایضاح الاصلاح و ابن ملک در یہ مسئلہ اسی باب میں آدیکار میں کہتا ہوں بموجب اختیار و قستانی کی عبارت کے  
 قیاس راجع ہو گیا موخر دار ہو یا ہم قیاس سے رجوع نقصان ہی قول صاحبین ہی بیان شارح کا بیان ہر ایہ اور عنایہ اور فتح القدر اور شرح ذیلی کے موافق  
 ہو گیا کہ قول صاحبین قیاس ہی نہ استحسان کذا فی تجلی و عمقہ علی مال ارد کاتبہ او قتلہ او ابن او اطعمہ طفلا او امراتہ او مکاتبہ او ضیفہ مجتنبہ بعد اطلاق  
 علی العیب کذا ذکرہ المصنف تبعا للیینی فی المرزکن ذکر فی الجمع نے الجمع قبل الردیہ و اقترہ شرارہ حتی لینی فیغیر البعدیہ بالاولیۃ فتنبہ لای جمع بٹے لا تخلو  
 الردیۃ و اگر مشتری نے غلام کو بیعوض مال کے آزاد کیا یا اس کو مکاتب کیا یا مار ڈالا یا ذہ بھاگ گیا یا کھاتا اپنے طفل یا ذہب یا مکاتب یا اپنے  
 مہان کو کھلایا کذا فی اجتبی بعد مطلع ہونے مشتری کے عیب پر ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں تابع ہو کر عینی کار مرز الحقائق شرح کنز الدقائق  
 میں لیکن جمع میں جمع مسائل میں قبل دیت کو ذکر کیا ہی اور اس کے شارحین سے اس قید کو مسلم رکھا ہی بیان تک کہ عینی نے بھی حصر جمع میں تو کلام عینی میں  
 بعد دیت اسے ہونے کی مفید ہونی خبر دار رہنا تو مسائل مذکورہ میں مشتری کچھ بھی رجوع نہیں کر سکتا بسبب متنع ہونے و کے اسکے فعل سے ہم عینی کے

۴  
 بیع  
 عیب

کلام میں تناقض ہی شرح کتر میں بعدیت مذکور ہے اور شرح مجمع میں قبل بعدیت جلی سے کہا روایت مجمع ہی حق ہے والا ان مسائل میں بیع اعتاق بالماضی  
 آخر تک در مسائل سابقہ میں بیع اور بیعت اور اعتاق اور بعد میں کچھ فرق نہیں رہتا والا اصل ان کل موضع للبلایۃ اخذہ معینا لا یجوز باخر اجاب من غلکہ والا رجح  
 اختیار اور قاعدہ کلیہ ان مسائل میں یہ ہے کہ جہاں کہیں بائع کو بیع کا با عیب لینا درست ہے تو وہاں مشتری میں کو بقدر نقصان پھیرے نہیں سکتا بسبب  
 اخراج بیع کے اپنی ملک سے والا پھیر سکتا ہے کذا فی الاختیار ہم بحر الرائق میں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں اصل یہ ہے کہ جب بیع منع ہو مشتری کے فعل میں  
 چنانچہ قتل اور تملیک غیر تو رجوع بالنقصان منع ہے اور جب منع ہو بلا جہت مشتری یا مشتری کی جہت سے ہو مگر بغیر مضمون چنانچہ ہلاک ہوا آفت آسانی سے  
 یا جمع کا کم ہو جانا یا زیادہ ہو جانا اس طرح پر کہ مانع رہو یا اعتاق اور ترمیر اور ترمیرا تو رجوع بالنقصان منع نہیں کذا فی الطحاوی و فیہ القوی علی قولہما  
 فی الاکل و اقترہ القستانی اور اختیار میں ہے کہ قوت سے صاحبین کے قول پر ہی اصل طعام میں اور ثابت رکھا ہے اسکو قستانی نے ہم ذکر قوت سے عنقریب مذکور  
 ہو چکا تو مکر ہو گیا مشتری نحو بیض او بطیخ کچھ وقتاً کسرا فوجیدہ فاسدہ منتفع بالوعلقا للرداب قلہ لم ینادل بہ شیئا بعد علمہ بعیدہ نقصانہ خرید  
 کیے انڈے اور خریدنے کے مانند کوئی چیز چنانچہ اخروٹ یا کگری کھیر پھر اسکو توڑا تو ایسا بگاڑ پایا یا جو لائق انتفاع ہے اگرچہ جانور دن کا چارہ ہو سکے تو اسکو  
 بقدر نقصان میں پھیر لینا جائز ہے اگر اسی میں سے بعد عیب دریافت ہونے کے کچھ نہ کھایا ہو یعنی بعد چکھ لینے کے کچھ پھیر لینا درست نہیں کذا فی التہر  
 الا اذا رضی البائع بہ مگر جب کہ بائع اسے پھیر لینے پر راضی ہو تو رجوع نقصان جائز نہیں بلو علم بعیدہ قبل کسرہ قلدردہ اور اگر مشتری اسکا عیب  
 جان گیا قبل اس کے توڑنے کے تو اس کو پھیر دینا جائز ہے و ان لم ینتفع بہ اصلا قلہ کل الثمن لبطلان البیع اور اگر لائق انتفاع نہوا من طرح پر  
 کہ انڈا گندہ ہو یا کگری کڑوی ہو یا اخروٹ خالی بے مغز ہو تو کل ثمن مشتری کا ہی بسبب باطل ہونے بیع کے اسواسطے کہ توڑنے کے بعد  
 معلوم ہوا کہ وہ مال نہیں کذا فی التہر بلو و فید کثرا فاسداً جاز بحصہ عندہما شر اور اگر اکثر انڈوں اور خریدنے کو فاسد پایا اور کتر کو صحیح تو بقدر صحیح بیع  
 جائز ہے صاحبین کے نزدیک کذا فی التہر ہم نہایہ میں ہے کہ صاحبین کا قول اصح ہے قلیل وہ ہے جس سے اخروٹ خالی ہونے ہوں عادت میں چنانچہ  
 سو میں ایک اور دو تو ایک دس میں کثیر ہے چنانچہ قنیہ میں مصرح ہے اور مشتری نے کہا کہ تین عقوبتیں بیعت سو میں کذا فی التہر العاقب و فی الجنبی لو  
 کان سمناً ذالکما فاکثرتم اقر بالو بقرع فاقترہ فیدرج بنقصان لعیب عنہما وہ یفیعہ اور محتجب میں ہے کہ اگر گھی پگھلا ہوا اور اسکو مشتری نے کھایا پھر اسے  
 بائع نے اسی میں چوسے گرنے کا اقرار کیا تو مشتری نقصان عیب کو پھیرے صاحبین کے نزدیک اور اسی کا قوت ہے ہم یعنی ظاہر گھی کی قیمت کیجائی  
 پھر نجس گھی کی جو اس نجاست سے نجس ہو گیا ہو پھر قدر تفاوت کو بائع سے پھیرے کذا فی الطحاوی و باع ما اشتراہ فرد مشتری الثانی علیہ  
 بعیب ردہ علی بائعہ لو رد علیہ بقصبت از لاند شیخ مالہم بحدث بہ عیب آخر عندہ فاند یرجع بالنقصان مثلاً زید نے بیجا اس کو جس کو خرید  
 کیا تھا خالد سے سو مشتری ثانی نے زید کو وہ چیز پھیر دی بسبب عیب کے تو زید اسے بائع کو بیعتے خالد کو پھیر دے اگر رد بیع بحکم قاضی ہوا  
 ہو اسواسطے کہ زید بحکم قاضی شیخ ہی اصل بیع کا تا وقتیکہ مشتری ثانی کے پاس دوسرا عیب سوائے عیب قدیم کے نہ پیدا ہو گیا ہو تو اب مشتری  
 ثانی نقصان پھیرے گا مگر مشتری ثانی کے رد بیع کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر بیع کی پھر مشتری عیب قدیم پر مطلع ہوا اور دوسرا عیب اس کے  
 پاس پیدا ہوا اور اس نے عیب قدیم کا نقصان پھیر لیا تو امام کے نزدیک بائع اس کے بائع سے یعنی مشتری اول بائع سے عیب قدیم کا نقصان  
 نہیں پھیر سکتا ہے اور صاحبین کے نزدیک پھیر سکتا ہے کذا فی الطحاوی عن البحر و ہذا لو بعد قبضہ قلوب قبلہ ردہ مطلقاً فی غیر اعتقاد  
 کا رد بختیار ردیہ او شرط در ردیہ یعنی رد بیع کے واسطے حکم قاضی کا شرط ہونا اس وقت ہی جب کہ مشتری ثانی کے قبض کے  
 بعد ہوا ہو سو اگر مشتری ثانی نے بیع کو قبل قبض کرنے کے پھیر دیا تو مطلقاً خواہ بقضا ہو یا برضا پھیر سکتا ہے عیب راضی

غیر ارضی میں مانند رویت اور خیار الشرط کے کذا فی الدرر یعنی اگر مشتری ثانی نے خیار الر و تیار الشرط میں رد بیع کی تو مشتری اول کو بھی پھر دینا اسکا بیع پر مطلقاً جائز خواہ بقضا ہو یا رضاً تو یہ تشبیہ و مطلق میں در ارضی کو اس واسطے اٹھایا گیا کہ اس میں مشتری اول بیع پر رد نہیں کر سکتا بدو حکم قاضی کذا فی لطمطادی و ہذا اذا باع قبل اطلاع علی العیب فلو بعد فلا رد مطلقاً بجز اور یہ یعنی جو زر و وقت ہو جبکہ مشتری اول نے امر کو پچھا ہو عیب پر مطلع ہونے سے پہلے سو اگر بعد اطلاع کے بیع کی تو مطلقاً رد جائز نہیں کذا فی البحر یعنی اگرچہ حکم قاضی ہو اس واسطے کہ بیع کرنا بعد اطلاع عیب لیل ہو رضامندی کی و ہذا فی غیر نقدین لعدم تیار الشرط مطلقاً شرح جمع اور یہ یعنی تفصیل مذکورہ بیع میں باعتبار قضا اور رضائے نقدین کے غیر منہبیت متین ہونے نقدین کے بیع میں تو نقدین مطلقاً رد بیع جائز ہے کذا فی شرح مجمع بحر الرائق میں ہے کہ بیع میں عین ہونے کی قید لگائی تا صرف سے احتراز بجا آوے اس واسطے کہ اس میں رد بیع صحیح ہو بلکہ فرق فضلہ رضائے اس واسطے کہ دینار متین نہیں عقود میں تو جبکہ دینار و درم سے سولے پچھری دینار دوسرے کے اتھارے پھر مشتری ثانی نے دینار میں عیب پایا اور کو پچھریا تو مشتری اول بیع کو پچھریے کذا فی لطمطادی و لور وہ برضاہ بلا قضا بلکہ ان لم یجد ثمنہ کے الصح لانه اقالہ اور اگر مشتری ثانی نے بیع کو مشتری اول کی رضامندی سے پچھریا بلا حکم قاضی تو مشتری اول کو بیع پر نہیں پچھریا اگرچہ اس عیب کا مثل نہ پیدا ہوتا ہو قول صحیح میں اس واسطے کہ وہ اقالہ ہے اور وہ بیع جدید و ثالث یعنی بیع کے حق میں کذا فی انہرم اور قول غیر اصح یہ ہے کہ جو عیب رت ہو سکتا ہو پچھریا نہ پچھریا ہو سکتا ہو مشتری اول بیع پچھریا سکتا ہے اس واسطے کہ بالیقین ثابت ہو عیب بیع اول کے پاس موجود تھا کذا فی المنع ادعی عیباً موجباً للفسخ او حط من جسد قبضۃ المبیع لم یحجز مشتری علی دفع الثمن للبايع بل میرا بیع مشتری لاثبات العیب او کجالت بالثمن علی قبضہ و دفع ثمن ان لم یکن شہود مشتری نے دعویٰ کیا اس عیب کا جو موجب فسخ بیع یا کم کرنے ثمن کا ہے بعد قبضہ کرنے بیع کے تو مشتری پر حیر ہوگا بیع کو ثمن دینے پر لگے گواہ لادے مشتری اثبات عیب کے یا بیع اسکا قسم کھاوے نفی عیب پر اور مشتری ثمن سے اگر گواہ ہوں وہ ان ادعی غیثہ شہودہ دفع الثمن ان حلف بانہ ادا کر مشتری نے بیٹے گواہوں کی عدم حضوری کا دعویٰ کیا تو ثمن دینا چاہیے اگر بائع نے نفی عیب کی قسم کھائی ہو مگر مشتری اسکے بعد گواہ لادے گا تو ثمن پچھریا جائیگا ولو قال حضر ہم الی ثمنہ ایام اجلہ اور اگر مشتری نے کہا کہ میں گواہوں کو حاضر کرتا ہوں تب تک قاضی شکوہ ملت دے ولو قال لا یتبہ لی خلفہ تم اتی بہا قبلت خلافاً لفتح اور اگر مشتری نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں اور قاضی نے بیع سے قسم نہ پچھری گواہ لایا تو شہادت مقبول ہوگی بخلاف صاحبین کے کذا فی الفتح و لزوم العیب بنکولہ الی البایع عن خلف و عیب لایم ہوگا بیع کے قسم کھانے سے اس واسطے کہ اس قسم حجت ہے اس واسطے کہ کذا فی الفتح و مشتری باقاً دعوہ ہا بشرط ردہ وجود عیب ہا کبول امر قہ و جنون لم یحلف بانہ اذا انکر قیامہ الحال حتی میرا مشتری انہ قد باق عندہ فان برین حلف بالثمن عند ما باق و ما سرق ما جن قط دلی الکبیر باللہ ابق فبیع مبلغ الاجال لا خلافہ صحراؤ کثیرا مشتری نے غلام کے بھلنے کا دعویٰ کیا اور بھاگنے کے اندوہ عیب ہی جیسے پچھرینے کے واسطے وجود عیب عاقدین کے پاس مشر و طہر چنانچہ لول و سر قہ او جنون تو قسم نہ بیجا لگی اسکے بائع سے جب وہ اس عیب کے بالفعل موجود ہونے کا سکر موتا وقت تک مشتری گواہ لادے کہ غلام بھاگ گیا مشتری کے پاس سے تو اگر یہ امر سچو ہی ثابت کرے گا تو قاضی صاحبین کے نزدیک اسکے بائع سے یون قسم لے گا کہ قسم خدا کی کہ وہ کبھی نہیں بھاگا اور نہ چوری کی اور نہ دیوانہ ہوا اور جو ان غلام میں یون قسم کھائے کہ قسم خدا کی کہ وہ نہیں بھاگا جس کے وہ جوان مردوں کے برابر ہو سکیں اسباب مختلف ہونے کی سبب سے غلام کے طفلی اور جوانی میں یعنی طفلی میں گزرتی عیب نہیں در جوانی میں عیب ہی کما سابقاً اور اگر بائع نے قیام عیب الحال کا اقرار کیا تو اس سے سوال ہوگا کہ تیرے پاس بھی یہ عیب ہے جو دیکھا تو اگر تیرے پاس بھی تھا تو پچھریا جائیگا مشتری کی تمنا سے اور اگر وہ عیب اپنے پاس نہ لے گا تو مشتری سے گواہ طلب ہونے سے پچھریا بیع کے پاس بھی موجود تھا سو اگر تیرے گواہوں کا ثابت کیا تو پچھریا جائیگا



اور اگر مشتری گواہ نہ لایا تو بائع سے قسم لیا اسکی کذانی لہذا علم ان بیعوب نوع ضمنی کا باقی و علم حکمہ معلوم کر کہ عیب چند قسم ہیں ایک قسم کا عیب مخفی ہے  
 چنانچہ بھاگنا اور اسکا حکم معلوم ہو چکا مہم بدن معلوم ہو چکا کہ گاہے متحقق ہوا عیب عاقدین کے پاس باوجود تاحا و حالت شرطی اور گاہے شرط نہیں اور  
 اسکو اختیار قبول در ردین کیجئے کہ دوسرا عیب سے پاس پیدا ہو مگر مقدم کر تھگی کے مانند وہ عیب سے جو معلوم ہو بدون تجربہ و راز دانش کے چنانچہ سزاوار  
 بول فی انفراتل و رجون کذانی لوططادی و ظاہر کوہ و صبح زامدة او ناقصہ بعضی بالرد الیہین للیقین لہ ذالم بیع الرضی اور دوسری قسم عیب ظاہری  
 چنانچہ ایک جسمی انگلی اور زیادہ یا کم انگلی تو قاضی بیع کا حکم کرے بدون قسم یعنی بائع کے سبب یقین ہونے اس عیب کے مشتری و بائع کے پاس  
 جبکہ بائع نے یہ دعویٰ نہ کیا ہو کہ مشتری اس عیب سے رضی ہو گیا تھا مگر اسی طرح اگر بائع نے دعویٰ کیا کہ مشتری اس عیب کا و اکتفا تھا خرید کے  
 وقت یا اسے ابرا عیب کا دعویٰ کیا سو اگر اسکا دعویٰ ثابت ہوگا اور اس سے یا مشتری کے اقرار سے تو حکم رد نہیں ہو سکتا والا مشتری سے قسم  
 لیا اسکی بھڑ سے اگر قسم کھائی تو پھر وے اور اگر قسم سے انکار کیا تو رد ممتنع ہے کذانی لہذا لایعرفہ الا الاطبا لیکد فیکفے قول عدل و لا اشارة عند بائع  
 قول عدلین اور دوسری قسم وہ عیب ہے جسکو کوئی نہیں جانتا سو اسے اطبا کے چنانچہ رد و جگر تو کفایت کرتا ہے ایک عادل طبیب کا قول و اس عیب  
 ثابت کرنے کے واسطے اسکے بائع کے پاس و عدل طبیبوں کا قول کافی ہے م اور اگر قاضی خود طبیب ہو تو خود اسکو دریافت کرے کذانی لہذا  
 عن بیدار و الا لایعرفہ الا النساء کرتن فیکفے قول لواحدة ثم یخلف البائع عنی اور چوتھی قسم وہ عیب ہے جسکو کوئی نہیں جانتا مگر عورت چنانچہ عورت  
 کی شہر گاہ کی سنگی تو ایک رت کا قول کافی ہے پھر بائع سے قسم لیا جائے کذانی لہذا لایعرفہ الا النساء کرتن فیکفے قول عدل و لا اشارة عند بائع  
 قول کافی ہے پھر اگر یہ اختلاف بعد قبض کے ہو تو رد بیع نہیں ہوتا تو ان کے قول سے بلکہ تخلف بائع ضروری ہے کذانی لہذا لایعرفہ الا النساء کرتن فیکفے قول عدل و لا اشارة عند بائع  
 و النساء نفی شرح قاضی خان شری جاریہ و ادلی انما ضمنی حلف البائع بن کہتا ہوں بائی ہی یا جو بن قسم عیب کی جسکو نہ مرد دیکھیں نہ عورت نہ مرد  
 قاضی خان کی شرح میں ہے کہ خرید کی نوڈی اور مشتری نے دعویٰ کیا کہ وہ غنشی ہو تو اس میں بائع سے قسم لیا جائے یعنی جب اسکو نہ مرد دیکھ سکے نہ عورت  
 نہ بجز قسم بائع انفصال کا کوئی طریقہ نہیں استحقاق قبض لیسع فان کان استحقاقہ قبل القبض لیسع فی کل لتفرق بصنفاة بعض بیع میں غیر بائع  
 کی بلکہ کا استحقاق ثابت ہو سو اگر استحقاق قبل قبض کرنے کل بیع کے ہو تو مشتری ہر ایک قسمی میں اور مثلی میں مختار ہے بائی میں بیع قائم رکھے  
 چاہے پھر دے بسبب متفرق ہونے صنفہ کے ہم کل ثانی سے کل بیع مراد نہیں جیسا بعضوں نے سمجھا اور اس واسطے کہ قبض مستحق میں بیع باطل ہے  
 بلکہ کل سے قسمی اور مثلی مراد ہے کذانی لہذا لایعرفہ الا النساء کرتن فیکفے قول عدل و لا اشارة عند بائع اور اگر استحقاق بعد قبض کے  
 ہو تو مشتری مختار ہے قسمی میں و رد غیر قسمی میں اس واسطے کہ قبض قسمی کی عیب مثلی کی چنانچہ اور گام میں اگر استحقاق سے بائی میں عیب پیدا ہو چنانچہ گھرا زمین باغلام  
 تو مشتری بائی میں مختار ہے چاہے اسکے حصے کے موافق ٹن دیکرے چاہے پھر وے اور اگر بیع دو چیزوں ہوں جو ہرگز نہ شو و احد کے میں  
 حکم میں پھر ایک چیز مستحق نکلی تو بھی اسکو بائی میں اختیار ہے اور اگر استحقاق سے عیب نہ ثابت ہوتا ہو بائی میں چنانچہ بیع دو کپڑے یا دو غلام ہوں پھر ایک  
 مستحق نکلے یا انجان کا دھیر ہو اور اس میں بعض مستحق غیر ہو تو اسکی قبض میں ضرر نہیں تو بائی کا لینا مشتری کو لازم ہے اس میں اختیار پھر نے کا نہیں کذانی لہذا لایعرفہ الا النساء کرتن فیکفے قول عدل و لا اشارة عند بائع  
 شری تسلین قبضل حد ہما دون الاخر فیکفے حکم ما قبل قبضہما فلوا استحقاق اور قبض حد ہما نیز اور اگر دو چیزیں خریدیں سو ایک قبضہ کیا نہ دوسری  
 ہر نواد کا حکم وہ ہے تو اس قبض کا حکم ہے یعنی اگر ایک میں استحقاق ثابت ہو تو مشتری مختار ہے وہاں ہی اختیار عیب بعد ردیہ عیب علی الشراعی علی المتعد و  
 لانی کا وہی عیب ہوا رد یعنی اختیار عیب بعد دیکھنے عیب کے تراخی ہے یعنی فی انفراتل و رجون کذانی لہذا لایعرفہ الا النساء کرتن فیکفے قول عدل و لا اشارة عند بائع  
 یعنی قول ضعیف ہے کذانی لہذا لایعرفہ الا النساء کرتن فیکفے قول عدل و لا اشارة عند بائع اور وہ جو حادی میں ہے سو عیب ہے  
 یعنی قول ضعیف ہے کذانی لہذا لایعرفہ الا النساء کرتن فیکفے قول عدل و لا اشارة عند بائع اور وہ جو حادی میں ہے سو عیب ہے

کتاب بیع باب بیع عیب  
 رد و مختار طبع سوم  
 ۱۱

اسکو پھرنے کا اختیار نہیں کذانی ظہری قولنا صحیح تم ترک تم عاودوا صحیح فالہ لروالم بوجہ مطلق کہ لیل رضی قح تو اگر مشتری نے بیب عیب کے بھگوانا  
 کیا پھر بھگوانا چھوڑ دیا بعد بت پھر آیا اور بھگوانا اسکو پھرنے کا اختیار تو وقتیکہ مطلق اختیار نہ پایا گیا ہو چنانچہ دلیل ضامندی کی کذانی انفع و  
 فی الخلاصہ لولم یجد البائع حتی ملک سبج بالنقصان در خلاصہ میں ہے کہ اگر مشتری نے بعد اطلاق عیب کے بائع کو نہ پایا بیان ملک کہ بیع ہلاکت کی توقع  
 نقصان شن سے پھرنے والی پس الرکوب واللد اواۃ کہ دہ یعنی رضی بالعیب الذی بادیہ فقط الم تقصیر برجندی اور بنیاد سوار ہونا رضامندی  
 ہو عیب کی اور بیع کی دو اگر بائع نے بیع کو علاج میں صرف کرنا کذانی یعنی رضامندی ہو فقط اسی عیب کی جبکی دوا کی تا وقتیکہ واسے مشکوٰۃ ناقص کر دیا ہو  
 کذانی البرجندی ہم یعنی اگر بیع غلام ہو اور مشتری نے اسے عیب کی دوا کی تو یہ رضامندی کی دلیل ہے اسلئے رکھ لینے کی لیکر غلام میں دو بیماریاں ہیں ایک  
 بیماری کی آسے دوا کی تو دوسری بیماری کے سبب سے اسکو پھرنے کا اختیار ہر شہر طیکہ دو سے نقصان زیادہ ہو گیا ہو چنانچہ غلام کے ہاتھ میں ہونے والا  
 اور اسکی دوا سے اٹھا سکا مثل ہو گیا اسکی سفیدی تھی اور دوا کرنے سے آنکھ بھوٹ گئی تو ایک دوسرے عیب کے سبب سے اسکو پھرنے میں  
 اور اسلئے کہ مشتری کے پاس اس میں دوسرے نقصان پیدا ہو گیا کذانی لسطحاوی بو کذا اکل مفید رضی بعد انکم بالعیب منج الرود والارشاد وہی اسی طرح ہر قول  
 اور فعل مفید رضامندی کا بعد دریافت کرنے عیب کے پھرنے کا اور بقدر نقصان شن پھرنے کا مانع ہے ومنہ العرض علی البیع الا لدرہم او اذ جہل بوقا  
 فخرضا علی البیع فلبس رضی کعرض توب علی خیاط النیظرا کیفیہ ام لا اور عرضہ علی المقومین ليقوم اور منجملہ دلائل رضامندی پیش کرنا ہی بیع کا بیچنے کے واسطے  
 سوائے درہم کے جب کہ انکو کھوٹا پایا پھر انکو بیع کیواسطے پیش کیا تو پیش کرنا رضامندی نہیں چنانچہ اگر اسے کرنا درزی کے تاکہ وہ دیکھے کہ اسے  
 تمیص وغیرہ کو کفایت کرتا ہو یا نہیں یا اسے کرنا بیع کا قیمت والون کے آگے تا اسکی قیمت ٹھہرائی جاوے رضامندی نہیں م اور منجملہ دلائل  
 رضامندی اجارہ اور بن اور کتابت ہے بعد اطلاق عیب کے اور صحیح یہ ہے کہ دوسری بار کا خدمت لینا رضامندی ہے طویل بار کا استعمال کذانی ہنر و لو  
 قال لا لباع تبیعہ قال نعم لزم و لو قال لا لالان نعم عرض علی البیع ولا تقیر لملکہ ترازینہ اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کیا تو اسکو بچتا ہو اسے کہا ان تو  
 بیع لازم ہو گئی باب خیار العیب سے نہیں پھر سکتا اور اگر مشتری نے کہا کہ نہیں تو بیع لازم نہیں سوائے کہ ہاں کہنا بیع کیواسطے پیش کرنا ہو اور نہیں کہنا  
 بائع کی ملک ثابت رکھنا ہے کذانی البزار یعنی چیز میری ملک نہیں ہو اسلئے کہ میں اسکو پھرنے والا بلکہ یہ تیری ملک ہے لایکون رضی الرکوب لادنی  
 بلع او لشراء العلف لہا او للستی و الحال ان اشتری لا بد لہ منہ ای الرکوب بعجز و عنوۃ رضامندی نہیں سوار ہونا بائع کو پھرنے کے واسطے یا  
 جانور کے چارہ خرید کرنے کے واسطے یا اسکو پانی پلانے کے واسطے اور حالانکہ مشتری کو سواری کی ضرورت ہے مبیع ہی عاجزی کے یا جانور کی کشتی  
 کے ہم بیعے مشتری اتوانی سے امور مذکورہ کے واسطے بدل نہیں جاسکتا یا جانور سرگش ہو کہ بدون سوار ہونے کے نہیں ٹھہرتا تو ایسا سوار ہونا دلیل  
 رضامندی کی نہیں تو معلوم ہوا کہ سواری بلا ضرورت رضامندی ہو بل ہو قید الام خیرین و اللیثۃ و سطر البرجندی الثانی و عمدہ المصنف یقال لہ رد بھو و  
 ہنسنہ و غیر ہم الادل در کیا ضرورت سواری کی خیرین یعنی چارہ خرید کرنے اور پانی پلانے کی قید ہر باتینوں کی تید برجندی نے ثانی کو قوی کہا ہوا  
 اسی پر مصنف نے عماد کیا ہے اپنی شرح میں در راو بخر الرافق اور ثمنی کا بیع ہو کر اور اسے غیر اور مصنفین نے اول کو قوی کہا ہے ہم مصنف نے اپنی شرح  
 منہ التنازین کہ لا بد لہ منہ قیدہ و خیرین کی درسی پر ہمارے استاد نے بخر الرافق من عماد کیا ہے انتہی تو اول سے خیرین مراد ہیں در ثانی سے امور ثلثہ اور اگر  
 شلح بجائے اول کی کہتا تو بہتر تھا یعنی تاہلات تبادرت و تاہلاصہ یہ ہے کہ بیان ہو تو قول میں ایک قول میں طلاق ہے اور دوسری میں تفصیل ہے کذانی لسطحاوی  
 و لو قال بائع رکبنا ما جتک قال مشتری لابل او ما قال قول مشتری بخر اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کہ تو جانور سوار ہوا ہے کام کے واسطے اور مشتری نے  
 کہا نہیں بلکہ اس کے پھرنے کے واسطے تو مشتری کا قول منبر کذانی لبحر و فی الفتح و جد باعیانی السفر فلما انوعدرا و رفع القدر میں ہے

Marfat.com

کہ جانور میں عیب پایا حالت سفر میں پھر اس پر بوجھ لاوا تو یہ عذر ہی یعنی بعد صفو کے اسکو پھیر سکتا ہے مگر طحاوی نے بزاز سے نقل کیا کہ بوجھ لا دینے سے پھیر نہیں سکتا ہے اگرچہ اسباب کے راہ میں ڈال مینے سے خوف تلف ہو جائے گا ہوا اور قول ضعیف یہ کہ پھیر سکتا ہے بقیاس اسکے چارہ لا دینے کے نتیجے میں معلوم ہو کہ روایت فتح القدر کی ضعیف ہے اختلافاً بعد التقابض فی عدول المبیع او احداً متعدد و لتوزع الامتن علی تقدیر الرد او فی عدول مقبوض فالقول للمشتري لانه قابض والقول للقابض مطلقاً قدر او صفة او تعیناً اختلاف کیا بائع اور مشتری نے بعد تقابض بدین کے بیع کے عذر میں کہ ایک ہے یا چند عدد تا قیمت منقسم ہو جاوے پھیرنے کی صورت میں یا اختلاف کیا مقبوض کے شمار میں تو مشتری کا قول معتبر ہے اس واسطے کہ وہ قابض ہے اور قابض ہی کا قول لائق اعتبار ہے ہر طرح بمقدار بیع میں یا اسکی صفت میں یا تعین میں م عدول مقبوض کے اختلاف کی یہ صورت ہے کہ دو غلام خریدے گئے بائع نے مشتری سے کہا کہ تو نے دو غلام مقبوض کئے اور مشتری نے کہا کہ میں نے تمہارے نہیں کیا مگر ایک غلام پر فلو جا رہا ہے وہ بخیر شرط اور بیع کا قول لائق نہیں ہو مبیع کا قول للمشتري فی تعیینہ ولو جار لیردہ بخیر عیب فالقول للبائع كما لو اختلفا فی طول المبیع وعرضه فتح تو اگر مشتری آیتا مبیع کو پھیرے بسبب خيار الشرط کے یا خيار الردیہ کے اور بائع نے کہا کہ یہ وہ بیع نہیں تو مشتری کا قول معتبر ہو گا اسکی تعین میں اور اگر لیا گیا اسکو پھیرے بخیر العیب کے سبب سے تو بائع کا قول معتبر ہو گا چنانچہ اگر دونوں نے بیع کے طول و عرض میں اختلاف کیا تو بائع کا قول معتبر ہے کذا فی فتح اختلاف طول و عرض کا اختلاف صفت میں داخل ہے تو اس میں مشتری کا قول معتبر ہے چنانچہ فی القابض اور شرح حموی میں ہے ظہیر سے خلافاً لفتاویٰ کذا فی الطحاوی و مشتری عبد بن ای شکیں منتفع باحدہما و حدہ صنفه و حدہ غیرہ کے دو غلام یعنی وہ دو چیزیں بصفقہ واحد خرید کیں مگر ان میں سے فقط ایک چیز سے اتنا ہی تصور ہو م شایح نے تصریح کر دی کہ ذکر دو غلاموں کا تین میں بطور مثال کے ہے نہ بطور قید کے اور نہ بصفقہ کی صورت ہے کہ دونوں میں بعد از ان کو نہیں کیا اور اگر بعد ازاں ہر ایک چیز کا نہ کو رہا تو مشتری کو عیب والی چیز کا پھیر دینا جائز ہے و قبض حاصل ہوا وہ جدید و یا لاخر عیب الم تعلم بل لا بعد القبض خذہما اور وہاں دو چیزوں میں سے ایک پر قبضہ کیا اور دوسری چیز میں وہ عیب پیدا ہوا جسکا مشتری کو علم نہوا اگر قبضہ کر کے بعد تو دونوں کو لے یا دونوں کو پھیرے م یعنی فقط عیب والی چیز کو پھیرنا یا لے لینا اور بقدر نقصان میں کم کرنا جائز نہیں اس واسطے کہ اس میں تفریق صفت پر قبضہ تمام ہو نیلے اس واسطے کہ نامی قبضہ کرنے سے ہوتی ہے اور قبل قبضہ تفریق جائز نہیں ولو قبضہ ہا و عیب بخصۃ سالما و حدہ بحدہ تفریق بعد اتمام و مگر دونوں چیزوں پر قبضہ کر لیا تو فقط عیب چیز کو پھیرے بیع سالم کے حصے کے موافق میں بیکر عیب جائز ہو نے تفریق صفقہ کے بعد تمام ہو جانے صفقہ کے اس واسطے کہ خيار عیب میں صفقہ قبض سے تمام ہوتا ہے کذا فی الطحاوی عن ابیہر کہا لو قبض کیلینا اور زینا اور زوجی نصف و نحوہ زوجی ثور الف احدہما بالان

بجنت لایمل بحدہ و حدہ عیباً فان لہ رد کلہ او اخذہ بعینہ لانہ کشتی و احد لونی دعائن علی الاظہر عنایہ و ہوا الصح برمان چنانچہ اگر قبضہ کیا ایک چیز جیسے گیون اور جو یا وزنی چیز پر چنانچہ کھی و زعفران یا قبضہ کیا موزے کی جوڑی پر اور مانند اسکے چنانچہ سیلون کی ایسی جوڑی کہ ایک نیل دوسرے نیل سے ایسا ہی کیا ہے کہ کام نہیں کرتا ہوا اس کے اور بعض کیلی یا درتی میں یا ایک موزے یا ایک نیل میں عیب پایا تو مشتری کو جائز ہے کہ سب کو پھیر دے عیب اگر بھی رکے اس کے عیب کے ساتھ اس واسطے کہ ایٹلے مذکورہ شیء و احد کے مانند ہیں اگرچہ تو ان کی کسی چیز پر نہ ہوں میں ہونا بقول ظہر کے کذا فی الخیار اور یہی صحیح ہے کہ کذا فی البران مشتری جاریہ فوطہما او قریلہما او مسہا مشہوتہ ثم وجدہما عیباً لم یردہما مطلقاً و ثوباً خلافاً لاشعری و حر و حدہ ہونا انہ استونی ما ہو جزو و ما خرید کی لوندھی در اس سے قیمت کی یا بوسیہ یا اسکو ساس کہا شوکت پھر اس میں عیب پایا تو اسکو نہ پھیرے کسی طرح اگر وہ باکرہ ہو بخلاف امام شافعی اور احمد کے اور ہماری یہ دلیل ہے کہ مشتری نے مسبب قیمت کے اسکی منی نکالی اور منی اس کا جو وہ میں ہے م یعنی اگر اب پھیر دے تو ایسا ہو کہ گویا اس نے بعض بیع کو یا اور باقی کو پھیر دیا کذا فی الطحاوی من اشرئلا لیتہ اور قبضہ او و ساس میں

Marfat.com



اگر چه خرچ منی نہوں لیکن چونکہ مقدمہ ہر دو طلی کا لہذا حکم و طلی میں ہر دو الواطی زوہجان ثیمبا رد ہوا ان کرا لا کھر اور اگر قربت کرنے والا نوڈی  
 کا خرچ ہو اگر وہ ثیمبہ ہو تو اسکو پھیر دے اور اگر باکرہ ہو تو نہ پھیرے کذا فی البحر و مرجع بالنقصان لا امتناع الرد یعنی اگر مشتری طلی کا عیب پاس  
 تو بقدر نقصان ثمن پھیرے بسبب نہ جائز ہونے پھیر دینے کے ولی المنطوقۃ المجتہدہ لشرط بکار تہا ثبات تیبالم بردہا بل یرجح اربعین وہس  
 نقصان ہذا العیب فی کجادی و ملتقط ایویہ لیت بعیب الا اذا شرط البکارۃ فی رد بالغدم المشرطہ اور منطوقہ مجتہدہ میں ہے کہ اگر مشتری نے نوڈی  
 کی بکارت کی شرط کی پھر وہ ثیمبہ ظاہر ہوئی تو اسکو نہ پھیرے بلکہ جائیس درم نقصان اس عیب کا پھیرے اور عادی اور ملتقط میں ہے کہ ثیمبہ ہونا عیب  
 نہیں مگر جب کہ بکارت شرط کی ہو تو اسکو پھیر دے اگر ثیمبہ ہو بسبب نہونے مشرطہ کے ہم منطوقہ کی روایت میں مراد یہ ہے کہ اسکا ثیمبہ ظاہر ہونا مشتری کی  
 و طلی سے ہونا تا قبل کے موافق ہو جاوے اور عادی اور ملتقط کی روایت اس پر محمول ہے کہ اسکا ثیمبہ ہونا بقیہ و طلی کے مشتری کو معلوم ہو جاوے  
 نواب و دون روایتوں میں تعارض نہ ہا کذا فی الطحاوی الا اذا قبلہا البائع لان الامتناع صحفہ فاذا رضی زوال الامتناع و لعود الرد بالعیب  
 القدییم بعد زوال العیب کما دت لعود الامتناع بزوال المنع در فی رد المبیع مع النقصان علی الراجح نہر کچھ بعد و طلی مشتری کے بائع نے اس نوڈی  
 کو قبول کر لیا تو پھر دینا جائز ہے اس واسطے کہ امتناع رد بسبب بائع کے حق کے تھا سو جبکہ وہ راضی ہو گیا تو امتناع زائل ہو گیا اور پھر دینا پھر جائز  
 ہو گیا بسبب عیب قدیم کے بعد زائل ہونے عیب حادث کے بواسطے عود کرنے ممنوع کے بسبب اکل ہونے مانع کے کذا فی الدرر تو بیع کو اب پھیر دے  
 نقصان کے ساتھ بنا بر قول راجح کے کذا فی انہرم نقصان کیساتھ پھیر دے یعنی جبکہ پھیرنا ممنوع تھا اور مشتری نے بقدر نقصان قدیم ثمن  
 پھیر لیا تھا اسقدر ثمن کو بھی پھیر دے کذا فی الطحاوی و ظہر عیب بمشتری البائع الغائب و زبنتہ عند القاضی فوضعه عند عدل  
 فاذا ہلک ہلک من مشتری الا فی القاضی بالرود علی البائع لان القضا علی الغائب با خصم فیذ علی الاظہر و رزظا ہر ہوا عیب اس چیز میں جو  
 خرید ہوئی تھی بائع غائب سے اور مشتری نے عیب کو ثابت کیا قاضی کے پاس سو قاضی نے بیع کو کشف متبر کے پاس رکھوایا تو اگر وہ چیز ہلاک  
 ہوگی تو مشتری کا مال ہلاک ہوگا نہ بائع کا اگر حیلہ قاضی اسے پھیر دینے کا بائع یہ حکم دے تو بائع کا مال ہلاک ہوگا اس واسطے کہ قضا علی الغائب ہلا  
 حضور نافذ ہو جاتی ہے بنا بر قول اظہر کے کذا فی الدرر مع نفاذ قضا علی الغائب میں در روایت میں کتاب المفقود میں نفاذ کی روایت کی تھی اور کتاب  
 القضا میں نفاذ کی روایت کی تھی صحیح صحیح میں ہے کظاہر کلام فقہا سیر ولایت کرا ہے کہ قاضی سے قاضی مجتہد یا قاضی غیر حنفی المذہب مراد ہے  
 جسکے مذہب میں قضا علی الغائب جائز ہے اور حنفی المذہب قضا علی الغائب کو نہ مکرانی رائے پر قرار دے سکے حالانکہ اسکے واسطے کوئی راہ نہیں  
 باوجود اعتقاد کرنے انہی نام کے بذریعہ کذا فی الطحاوی لمقتول العبد لمقتول و قطع بسبب کذا فی البائع کقول اوردۃ رد المقطوع او اسکے  
 بیع بیعت شتمہ صحیح و اخذ ثمنہا اسی ثمن المقطوع و مقتول را گیا غلام مقبوض مشتری کا یا اسکا ہاتھ کا گیا اس سبب جو قطع ہوا تھا بائع کے پاس  
 چنانچہ قطع ازتہ او یا سرقہ غلام کا مشتری غلام مقطوع کو پھیر دے اور دونوں کا ثمن پھیرے یعنی مقطوع اور مقتول کا ثمن یا مقطوع کو رکھ لے اور اسکا نصف  
 ثمن بائع سے پھیرے کذا فی البحر و مرجع ادرا اگر غلام نے بائع اور مشتری دونوں کے پاس چوری کی اور مشتری کے پاس اسکا ہاتھ کا گیا تو صاحبین کے نزدیک  
 بقدر نقصان ثمن پھیرے اور امام اعظم کے نزدیک ثمن پھیرے اور اگر بائع اسکا پھیر لیا قبول کرے تو پھر ثمن پھیرے کذا فی الطحاوی عن محمد بن یونس و ائمۃ اللہ  
 قطع عند الاخیر و نقل صحیح الباعہ بعضہم علی بعض دان علو ابواب لکن کونہ کالاتحقاق لا کالیس خطا فالہا اور اگر اسکی مع خید باریت بدست ہوئی پھر خیر  
 مشتری کے پاس اسکا ہاتھ کا گیا یا وہ مقتول ہو تو بعض بائعین بعض سے بیع کرین یعنی ایک بائع دوسرے بائع سے ثمن پھیرے اگرچہ انکو اس قطع یا نقل کا سبب معلوم ہو بسبب لی اس  
 قطع اقل کے مانند تحقیق کے زمانہ عیب کے بخلاف صاحبین کے ہم یعنی جیسے علم بالاستحقاق بائع رجوع نہیں دیتے ہی اسکا علم بھی بائع رجوع نہیں اور صاحبین کے نزدیک



مشتري خیر ایے بلع سے ثمن بھریے اور وہ اپنے باع سے نہ پھرے اس واسطے کہ وہ بمنزرت عیب کی کذانی لطمطاوی صحیح البیوع بشرط البر اقر من کل عیب وان لم یسم خلافا للشافعی لان البراءة عن حقوق مجهولة لا یصح عنده و یصح عندنا عدم انقضاء الی المنازعة ویدخل فیہ الموجد و الحاکم و بعد انعقد قبل القبض فلا یردہ بعیب او صحیح و صحیح بشرط بری الذمہ ہونے کے ہر عیب سے اگر باع نے عیب کو معین نہ مذکور کیا ہو بخلاف امام شافعی رحمہ کے اس واسطے کہ بری الذمہ ہونا حقوق مجهولہ سے انکے نزدیک صحیح نہیں اور تاکہ سے نزدیک صحیح ہو اس واسطے کہ عدم معین برات میں منازعت کو نہیں ہونی چاہی اور اس شرط میں اخل ہو وہ عیب موجود ہو قبل عقد کے اور جو پیدا ہو بعد عقد قبل قبض کے تو اب مشتری بیع کو پھر نہیں سکتا مگر عیب کی بصورت ہو کر باع نے مشتری سے کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے اچھے سچے اس شرط پر کہ میں بری الذمہ ہوں ہر عیب کذانی نہیں تو اب مشتری کسی عیب قدیم یا حادث سے اسکو پھر نہیں سکتا اس واسطے کہ عرض اس شرط سے یہ کہ عقد لازم ہو جائے اور مشتری کا حق درباب سلامت عیوب قطعاً اور یہ اصل نہیں ہوتا مگر عیب قدیم اور حادث کی برات سے خواہ باع عیب کا عالم ہو یا نہ ہو اور مشتری اسکا واقف نہ ہوا تو اسکی طرف اشارہ کیا ہوا کیا ہو خصوصاً مالک بالوجود کقولہ من کل عیب بہ اور محمد اور امام مالک نے برات کو عیب قدیم کے ساتھ مخصوص کیا ہے عیب قدیم کے ساتھ خاصاً بیعوں کا باع کا کہ میں بری الذمہ ہوں اسکے ہر عیب سے جو کہ ساتھ بالاتفاق مخصوص ہے تو اس میں عیب و ثبالات جملہ داخل نہیں کذانی لہجرتی اگر بعد عقد قبل قبض عیب سے اسکو گانواں اس صورت میں مشتری پھر سکتا ہے تو قال ما یحدث صحیح عندنا ثانی و عندنا الثالث نہرا اگر باع نے کہا کہ میں بری الذمہ ہوں اس عیب کو چاہے وہ تو صحیح ہے ابو یوسف کے نزدیک و قاسم یہ بیع صحیح ہے کہ نزدیک کذانی لہجرتی اس واسطے کہ باع نے اضمات کا نہیں تو یہ شرط قاسم ہونی اور ابو یوسف کی دلیل ہے کہ عرض اس سے زیادتی ہو اس طرح ہر کہ استحقاق سلامت عیوب میں نہ رہے کذانی لہجرتی ہر آہ من کل وارث و علی المرض و قبل علی مانی الباطن و عمدہ المصنف صحیح بتلا الاختیار و کچھ ہر لانا المعروف فی العادة و اسواہ فی اعرف مرض یا لے نہ ابرا کیا ہر وہا سے تو وہ مرض بر محمول ہے اور بعضوں نے کہا کہ باطن کے مرض بر محمول ہے اور اسی قول ثانی پر مصنف نے اعتماد کیا ہے اختیار اور جو ہرہ کا باع ہو کر اس واسطے کہ لفظ و اعادة میں مرض باطنی میں مشہور ہے اور سوائے بیماری باطن کے عرف میں مرض مشہور ہے مگر مشہور ہی ہے کہ در مطلق مرض ہے اس واسطے کہ لغت میں مرض ظاہر اور باطن دونوں کو وار کہتے ہیں لیکن عرف میں بیٹ کی بیماری کو وار کہتے ہیں چنانچہ تلمی بائنا و حیض کی بیماری کذانی لہجرتی دلوا بر آہ من کل غائبة فی السر و الباقی الزمادور اگر باع نے ابرا کیا ہر غائبة سے مراد سرکہ اور گر کچلی اور زناہم ہر چند لغت میں غائبة یعنی شر اور بدی ہو لیکن یہ شخص عیب اس واسطے کہ مدار حکام عرف پر ہے مشتری عبد انتقال لمن ساومہ یاہ اشترہ فلا عیب بہ فلم یفقد بیعاً البیوع فوجد مشتری یہ عیباً قد رده علی باعہ بشرط ولا یمنع من الرد علیہ اقرابہ السابق بیدم العیب لانا مجاز عن الترویج خرید کیا غلام کو پھر مشتری نے اس سے کہا جو اس خریداری کی گفتگو کرتا تھا تو اس غلام کو خرید کر اس میں کوئی عیب نہیں پھر دونوں میں بیع کا اتفاق ہوا پھر مشتری نے اس غلام میں عیب پایا تو اسکو پھر دینے کا اختیار ہے اس کے باع کو بیع کی شرط کے موافق اور پھر دینے کا مانع ہو گا اسکا اگلا اقرار عدم عیب کا اس واسطے کہ وہ مجاز ہے ترویج سے معنی ہے عیب سے کہتر خالی ہوتا ہے تو قاضی یقین کرے گا کہ نفی کرنا مطلق عیب کا ظاہر امر اور نہیں لہذا یہ کا کلام ترویج مال بر محمول ہو گا چنانچہ مولی کا کتنا اپنی لوندی سے یا زانیہ یا مجنونہ عیب کا اقرار نہیں بلکہ شتم بر محمول ہے اور ترویج کی شرط گواہ میں یا اقرار باع کا یا ہر قسم کذانی لطمطاوی ولو عیبتہ ای عیب فقال لا عور بہ اولاً شلل لایر وہ لاحقاً العلم بہ الا ان لا یحدث مثله کلا صحیح بہ زائدہ فوجد بانلہ رده اللیقین کذبہ اور اگر مشتری مذکور نے عیب کا نام لیا اور یوں کہا اس شخص سے جو خریداری ظاہر کرتا ہے کہ اس غلام میں عیب یک چشمی یا بیکاری دست نہیں اور اس نے خرید نہ کیا اور پھر ہی عیب اس میں ظاہر ہوا تو اب مشتری اسکو پھر نہیں سکتا لہذا یہ بافت ہونے کے اس عیب کے بخوبی تمام

مگر یہ کہ ایسا عیب ہو کہ ویسا پیدائش ہو جائے چنانچہ بائع کا یون کہنا کہ اسکی زائد انگلی نہیں پھر مشتری نے زائد انگلی اس میں بائی تو اسکو اس صورت میں پھر دینا جائز ہے باوجود نفی عیب مذکور بسبب متیقن ہو جانے اسکے جھوٹ کے قال لاخر عبدی ہذا الباق فاشترتہ منی فاشترتہ اولی من آخر فوجدہ المشتري الثاني ابقالا پر وہ باسبق من اقرار البائع الاول بالم سیرین انہ الباق عندہ لان اقرار البائع الاول ليس كحجج على البائع الثاني بل موجود منہ اسکو ت کہادوسرے سے کہ میرا غلام بھگور اہو تو اسکو مجھے خرید کیے سو اسے اسکو مول لیا اور دوسرے شخص کے ہاتھ سے پھر مشتری ثانی نے اسکو بھگور پایا تو مشتری ثانی اسکو پھر نہیں سکا بائع اول کے اگلے اقرار سے تا وقتیکہ گواہوں سے ثابت نہ کرے کہ وہ اسے پاس سے بھاگا اسواسطے کہ بائع اول کا اقرار حجت نہیں بائع ثانی پر جس سے سکوت حاصل ہوا اور بائع ثانی کا سکوت بائع اول کے اقرار کا صدق نہیں ہو سکتا کذا فی الطحاوی و مشتری جاریہ لہا لہن فارصفت صبیالہ تم وجدہا عیباً کان لہ ان مردہ لان استعمال خرید کی شیر و لوندی سو اسے دودھ پلایا مشتری کے لڑکے کو پھر اس میں عیب پایا تو اسکو پھر دینے کا اختیار ہوا سو اسے کہ دودھ پلوانا خدمت لینا ہوم یعنی اور خدمت لیکر پھر دینا جائز ہے بخلاف اشارة المصراة فلا رد مانع لہنا اذ صلح من تمزق ریح بالنقصان علی التماس شرح مجمع و حذرہ فیہا غلقناہ علی المناز بخلاف اس کبری کے جو کم شیر تھی سو اسکے بائع نے تھکن بانڈھے یعنی دو چار روز و دودھ نہ دولا تا میں دودھ جمع ہو رہے اور مشتری گمان کرے کہ بہت دودھ والی ہے تو اس کبری کو نہ پھرے اسکے دودھ کے ساتھ باا کساع کھجور کے ساتھ ملکہ بقدر نقصان شن پھرے بقول مختار کذا فی شرح الجمع اور معنی اسکی تخریر کی ہونمار کی شرح میں کہا لو استخذ مسانی غیر ذلک یعنی الملبوط الاستخدام بعد علم بالعیب

لیس برضی استخانا لان اناس یوسون فیہ دہولاً اختیار و فی البراز یہ اصح انہ رضی فی المدة البانیة الا اذا کان فی نوع آخر و فی الصغری انہ مرفوس برضی الاعلی کرہ من العن بخرنا نیا اگر مشتری نے خدمت لی لوندی سے دودھ پلوانے کے سو کسی اور کام میں تو پھر دینا جائز ہے اور ملبوطین ہر کہ استخدام بعد دریافت ہونے عیب کے باعتبار استحسان کے رضامندی نہیں اس واسطے کہ استخدام میں لوگوں کے نزدیک سحت ہو تگی نہیں اور استخدام آزمائش کے واسطے بھی ہوتا ہے کہ ملوک لائق کار ہوں یا نہیں اور برازیہ میں ہے کہ صحیح قول ہے کہ دوبارہ خدمت لینا رضامندی سے ہے گر جبکہ ملوک سے دوسرے قسم کا کام لیا تو رضامندی نہیں اور صغریہ میں ہے کہ ایک بار خدمت لینا رضامندی نہیں مگر ملوک پر زبردستی کر کے خدمت لینا البتہ رضامندی کی دلیل ہے کہ انی لبحر اسواسطے کہ آدمی اپنی ملوک چیر کرتا ہونہ غیر کی ملوک پر قال مشتری لیس بہ اسے بالمبیع اصح زائدہ او نحو ہا جلا یحدث مثله فی تلک المدة ثم وجدہ بوزلک کان لہ الرد بلا میں لما مشتری نے کہا کہ بیع میں زائد انگلی پائید اسکے ویسا عیب نہیں جو اتنی مدت میں پیدا ہو سکے پھر اس اقرار کے بعد ہی عیب پایا جگادہ انکار کر چکا تو اسکو پھر دینے کا اختیار ہے بدین قسم کے بدیل گذشتہ یعنی نفی عیب مذکور میں کذب مشتری متیقن ہے کیونکہ انگلی اتنی مدت میں پیدا نہیں ہو سکتی تو معلوم ہوا کہ یہ عیب قدم ہے جو بائع کے پاس موجود تھا بلع عبدی اوقال مشتری بریت الیک من کل عیب بہ الا الباق فوجدہ ابقا فلہ الرد و لو قال لا افاقہ لاراد فی الاول لم یصف الباق للبدول وصفہ بہ فکمن اقرارہا باقہ للحال دے الثانی رضانہ الیہ فکان اختیاراً بانہ الباق فیکون رضیاً بل انشاء جانیہ غلام کو اور مشتری سے کہا کہ میں بری الذمہ ہوا تیرے جانب اسکے ہر عیب سے سو اسے گریختگی کے پھر اسکو مشتری نے بھگور پایا تو اسکو پھر دینے کا اختیار ہے اور اگر اس نے کہا کہ میں اسکے ہر عیب سے بری الذمہ ہوں سو اسے اسکے بھاگنے کے تو پھر دینے کا اختیار نہیں اسواسطے کہ پہلی صورت میں بائع نے گریختگی کی نسبت غلام کی طرف نہیں کی اور نہ اسکو موصوف گریختگی کہا تو اس کا قول غلام کی فی الحال گریختگی کا اقرار ہوا اور دوسری صورت میں گریختگی کو اسکی طرف نسبت کیا تو اسے خبر کر دی کہ یہ بھگور اہو تو مشتری

راضی ہو چکا اس عیب سے قبل خریداری کے کذا فی اشحانیۃ اور بعد رضا بالعیب ربيع میں اختیار نہیں دیا اور بڑی من کل حق قبلہ دخل  
العیب لا الذکر اور خانہ میں ہو کہ اگر مشتری نے اپنے ہر ایک حق سے قبل اس کے برات کی تو اس قول میں برات عیب خاص ہوگی نہ کہ  
عم یعنی اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ میں نے اپنا ہر ایک حق چھوڑا تو اس میں عیب داخل ہو نہ درک معنی اب وجود عیب پھر نہیں سکتا اور اگر بیع  
مستحق غیر ثابت ہو گا تو ضمان میں مشتری ساقط ہو گا یعنی اگر یہ قول کفیل بالذکر سے کہا ہو گا تو کفالت باطل ہوگی شاید اس واسطے کہ حق  
مشتری ہنوز متحقق نہیں جو اسکی برات سے ساقط ہوتا کہ انی لطمطادی مشتری العبد او اسنہ قال عتق البائع العبد او ویراواستولد لادارہ  
ہو حر الاصل و انکر البائع حلف بعجز مشتری عن الاثبات غلام یا نوٹھی کے خریدار نے کہا کہ بائع نے غلام کو آزاد کر دیا یا نوٹھی کو  
ام ولد بنایا یا وہ حر صلی ہو اور بائع نے اسکا انکار کیا تو بائع سے قسم لیا جائے بسبب جزم ہونے مشتری کے اس عیب کے اثبات سے یعنی در صورت  
شہادت قاضی قسم لیا فان حلف قضی علی مشتری بما قالہ امن لعتق رجوعہ لا تضرہ بذاک پھر اگر بائع نے قسم کھالی تو مشتری حکم ہو گا  
بوجوب اسے قول کے یعنی عتق اور مانند اسکے اس واسطے کہ مشتری اسکا اقرار کر حکام یعنی عتق اور نہ بیہ غلام اور استیلا اور حریت صلی ملوک کی  
ثابت ہو جائیگی مشتری کے اقرار کے سبب سے نوات ملک دعوی مشتری کر سکتا ہے نہ میں پھر سکتا ہے رجوع بالعیب ان علم بلان منطل بالرجوع  
از العین لکہ الی غیرہ بالثناء او اقرارہ ولم یوجدتی لوقالہ باعہ وہو ملک فلان و صد فلان واخذہ لایرجع بالنقصان لانا لہ باقرار  
کا نہ وہیہ اور مشتری بقدر نقصان عیب بائع سے من پھر لے اگر عیب ہونا اس غلام یا نوٹھی میں معلوم ہوا اس واسطے کہ رجوع نقصان کا منطل  
مشتری کا اذالہ ہو اپنی ملک سے غیر کو مالک کر کے انشاء تملیک سے اپنے اقرار سے اور وہ موجود نہیں یعنی رجوع نقصان اس صورت  
میں درست ہوتا کہ اگر مشتری نے غلام کو غیر کا ملوک کر دیا ہو تابع وغیرہ سے یا اقرار ملک غیر سے سو یہاں کوئی بات حاصل نہیں تو اگر مشتری  
نے اسکا دعوی کیا بائع نے غلام کو بیجا اور فلان شخص کی ملک ہو اور فلان شخص نے بھی اسکی تصدیق کی اور اس غلام کو بے بسا تو مشتری بائع  
سے رجوع بالنقصان نہیں کر سکتا سبب زالہ اسکی ملک کے خود مشتری کے اقرار سے گویا مشتری نے اسکو بیجا اور جدید مشتری عنینہ محرزہ ہوا اور  
غیر محرزہ لوبیع من الامام او امینہ بحر قال لمصنف فقید محرزہ غیر لازم علی الایر و علیہما لان الذین لایقتضی بیا غنیمت خریدار نے جو محفوظ ہو گئی  
اور الاسلام میں اگر یا غنیمت غیر محفوظ ہو اگر مشتری نے خریدگی امام سے یا اسکے ابن سے کذا فی لہ مصنف نے اپنی شرح میں کہا غنیمت میں محفوظ ہونے کی قید لازم نہیں  
مشتری بابت عیب امام اور اسکے ابن کو نہ پھرے اس واسطے کہ ابن صاحب خصوصیت نہیں ہو سکتا امام سے عام مراد ہوتی تا کہ اصل مراد کے موافق ہو جاوے اس واسطے  
کہ خود امام بھی امانت دار ہو بیت المال کذا فی لطمطادی بل نصیب الامام خصما فیہ و علی منسوب امام ولا یحلف لان فائدہ حلف انکون لایصح کو اذ اقرارہ بلکہ اگر  
مشتری عیب غنیمت کا دعوی ہو تو امام کے واسطے ایک شخص کو بدعا علیہ بنا کر قائم کرے اور مشتری بیع کو منسوب پروردگار سے اور امام نے منسوب اس واسطے کہ قائم قسم کا نکول ہے  
یعنی انکار قسم اور حالانکہ کول منسوب کا صحیح نہیں م تو اب تصور نہیں بدون گواہوں کے کذا فی المنع فاذا رد علیہ العیب بعد شریع و یدفع الثمن  
الیہ ویر و النقص و نقصان الی محلہ لان انعم بانعم در پھر جب عیب طلی چیز اسکو پھر دے بد ثبوت عیب کے تو وہ دوبارہ بھی جا دے اور  
شخص مشتری کو دیا جا دے اور کی اور زیادتی پھر جا دے اسکے محل میں اس واسطے کہ نقصان مقابل منفعت کے ہو کہ انی لدرم یعنی امام اسکو بیع کو  
اگر ثمن ثانی ثمن اول سے کم ہو تو اگر بیع منجز چار خمس کے ہو تو اس میں سے ثمن پر کر دے اور اگر خمس میں سے ہو تو اس میں سے دے اور بیع  
اگر ثمن ثانی ثمن اول سے زیادہ ہو تو زیادتی کو بھی دہن رکھے جہاں کی بیع ہو کذا فی المنع و جدید مشتری بیشتر یہ عیب دار اور الودبہ فاصطی علی ان  
یدفع البائع الدرہم الی مشتری ولا یرد علیہ جاز و یجبل خطاسن الثمن مشتری نے اپنی خریدی چیز میں عیب پایا اور دونوں چیزیں اسکی بیع کیا یا بیع

اسی طرح مذکور ہے کہ اگر مشتری نے اپنے ہر ایک حق سے قبل اس کے برات کی تو اس قول میں برات عیب خاص ہوگی نہ کہ عم یعنی اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ میں نے اپنا ہر ایک حق چھوڑا تو اس میں عیب داخل ہو نہ درک معنی اب وجود عیب پھر نہیں سکتا اور اگر بیع مستحق غیر ثابت ہو گا تو ضمان میں مشتری ساقط ہو گا یعنی اگر یہ قول کفیل بالذکر سے کہا ہو گا تو کفالت باطل ہوگی شاید اس واسطے کہ حق مشتری ہنوز متحقق نہیں جو اسکی برات سے ساقط ہوتا کہ انی لطمطادی مشتری العبد او اسنہ قال عتق البائع العبد او ویراواستولد لادارہ ہو حر الاصل و انکر البائع حلف بعجز مشتری عن الاثبات غلام یا نوٹھی کے خریدار نے کہا کہ بائع نے غلام کو آزاد کر دیا یا نوٹھی کو ام ولد بنایا یا وہ حر صلی ہو اور بائع نے اسکا انکار کیا تو بائع سے قسم لیا جائے بسبب جزم ہونے مشتری کے اس عیب کے اثبات سے یعنی در صورت شہادت قاضی قسم لیا فان حلف قضی علی مشتری بما قالہ امن لعتق رجوعہ لا تضرہ بذاک پھر اگر بائع نے قسم کھالی تو مشتری حکم ہو گا بوجوب اسے قول کے یعنی عتق اور مانند اسکے اس واسطے کہ مشتری اسکا اقرار کر حکام یعنی عتق اور نہ بیہ غلام اور استیلا اور حریت صلی ملوک کی ثابت ہو جائیگی مشتری کے اقرار کے سبب سے نوات ملک دعوی مشتری کر سکتا ہے نہ میں پھر سکتا ہے رجوع بالعیب ان علم بلان منطل بالرجوع از العین لکہ الی غیرہ بالثناء او اقرارہ ولم یوجدتی لوقالہ باعہ وہو ملک فلان و صد فلان واخذہ لایرجع بالنقصان لانا لہ باقرار کا نہ وہیہ اور مشتری بقدر نقصان عیب بائع سے من پھر لے اگر عیب ہونا اس غلام یا نوٹھی میں معلوم ہوا اس واسطے کہ رجوع نقصان کا منطل مشتری کا اذالہ ہو اپنی ملک سے غیر کو مالک کر کے انشاء تملیک سے اپنے اقرار سے اور وہ موجود نہیں یعنی رجوع نقصان اس صورت میں درست ہوتا کہ اگر مشتری نے غلام کو غیر کا ملوک کر دیا ہو تابع وغیرہ سے یا اقرار ملک غیر سے سو یہاں کوئی بات حاصل نہیں تو اگر مشتری نے اسکا دعوی کیا بائع نے غلام کو بیجا اور فلان شخص کی ملک ہو اور فلان شخص نے بھی اسکی تصدیق کی اور اس غلام کو بے بسا تو مشتری بائع سے رجوع بالنقصان نہیں کر سکتا سبب زالہ اسکی ملک کے خود مشتری کے اقرار سے گویا مشتری نے اسکو بیجا اور جدید مشتری عنینہ محرزہ ہوا اور غیر محرزہ لوبیع من الامام او امینہ بحر قال لمصنف فقید محرزہ غیر لازم علی الایر و علیہما لان الذین لایقتضی بیا غنیمت خریدار نے جو محفوظ ہو گئی اور الاسلام میں اگر یا غنیمت غیر محفوظ ہو اگر مشتری نے خریدگی امام سے یا اسکے ابن سے کذا فی لہ مصنف نے اپنی شرح میں کہا غنیمت میں محفوظ ہونے کی قید لازم نہیں مشتری بابت عیب امام اور اسکے ابن کو نہ پھرے اس واسطے کہ ابن صاحب خصوصیت نہیں ہو سکتا امام سے عام مراد ہوتی تا کہ اصل مراد کے موافق ہو جاوے اس واسطے کہ خود امام بھی امانت دار ہو بیت المال کذا فی لطمطادی بل نصیب الامام خصما فیہ و علی منسوب امام ولا یحلف لان فائدہ حلف انکون لایصح کو اذ اقرارہ بلکہ اگر مشتری عیب غنیمت کا دعوی ہو تو امام کے واسطے ایک شخص کو بدعا علیہ بنا کر قائم کرے اور مشتری بیع کو منسوب پروردگار سے اور امام نے منسوب اس واسطے کہ قائم قسم کا نکول ہے یعنی انکار قسم اور حالانکہ کول منسوب کا صحیح نہیں م تو اب تصور نہیں بدون گواہوں کے کذا فی المنع فاذا رد علیہ العیب بعد شریع و یدفع الثمن الیہ ویر و النقص و نقصان الی محلہ لان انعم بانعم در پھر جب عیب طلی چیز اسکو پھر دے بد ثبوت عیب کے تو وہ دوبارہ بھی جا دے اور شخص مشتری کو دیا جا دے اور کی اور زیادتی پھر جا دے اسکے محل میں اس واسطے کہ نقصان مقابل منفعت کے ہو کہ انی لدرم یعنی امام اسکو بیع کو اگر ثمن ثانی ثمن اول سے کم ہو تو اگر بیع منجز چار خمس کے ہو تو اس میں سے ثمن پر کر دے اور اگر خمس میں سے ہو تو اس میں سے دے اور بیع اگر ثمن ثانی ثمن اول سے زیادہ ہو تو زیادتی کو بھی دہن رکھے جہاں کی بیع ہو کذا فی المنع و جدید مشتری بیشتر یہ عیب دار اور الودبہ فاصطی علی ان یدفع البائع الدرہم الی مشتری ولا یرد علیہ جاز و یجبل خطاسن الثمن مشتری نے اپنی خریدی چیز میں عیب پایا اور دونوں چیزیں اسکی بیع کیا یا بیع

اور ہم مشتری کو اس اور مشتری کو بچھڑے تو جائز ہے اور یہ معاملہ من کا گھٹا دینا قرار دیا جاوے گا مگر اللق بن کما کہ بیان کتا ہر گویا کہ خیاری العیب ساقط ہوتا ہے  
وقت بیع یا وقت قبض کے دریافت ہونے سے پاراضی ہو جانے سے بعد بیع اور قبض کے اور شرط برادت ہر عیب سے اور کسی چیز پر صلح کر لینے سے و علی العکس  
و ہوان لعلی ان یدفع مشتری الدرہم الی البائع و یرد علیہ الصبح لانه لا وجہ لہ غیر الرشوۃ قالوا بجزا اور بالعکس کے وہ یہ ہے کہ دونوں سپر صلح کریں کہ مشتری چند  
درہم بلع کو دیکر مبیع پھیر دے تو صحیح نہیں اس واسطے کہ اس دینے کی کوئی وجہ نہیں ہوا ہے رشوت کے تو جائز نہوگی کیونکہ رشوت حرام ہے ہم سوداگر دن کی اصطلاح  
میں اسکو احتفاء کہتے ہیں ہوا معلوم ہوا کہ حرام ہے کیونکہ رشوت ہوا ہوا رشوت ہوا کی شرح قدوسی میں ہے کہ رشوت اور ہدیہ میں یہ فرق ہے کہ رشوت وہ ہے جو ایک شخص سے  
کو کچھ دے شرط اسکی اعانت کے اور ہدیہ میں اعانت شرط نہیں ہوتی اصغری ہدیہ عیب فاضلہ علی مال ثم ہدیہ او ظن ان لا عیب فیہ فللبائع ان یرجع بما دوسے  
و لو زال بجا لہ مشتری لاقنیۃ اور صغری میں ہے کہ مشتری نے عیب کا دعویٰ کیا اور بائع نے اس سے مصالحتہ کر لیا کچھ مال پر پھر وہ عیب زائل ہو گیا  
یا ظاہر ہوا کہ اس میں کچھ عیب نہیں تو بائع کو جائز ہے کہ جو دیا ہے اسکو پھیرے اور اگر عیب زائل ہوا مشتری کے صالحہ کرنے سے تو پھیر لینا جائز نہیں کذا فی القنیۃ  
رضی الوکیل بالعیب لزوم الموکل ان کان البیوع مع العیب البذی بیساوی لثمن کسی والا یساده لایلزم الموکل راضی ہو گیا وکیل بیع کے  
عیب سے تو موکل کو یہ بیع لازم ہوگی اگر مبیع اس عیب کے ساتھ جو اس میں موجود ہے قیمت میں برابر ہو تو ثمن بھی کے اور اگر قیمت اسکی ثمن میں سے برابر نہو تو  
موکل کو بیع لازم نہیں چاہے تو پھیر دے فروع مسائل ملحقہ شارح کے لایکل کمان العیب فی بیع او ثمن لان الفش حرام الا فی مستثنیٰ حلال نہیں چھپا عیب  
کا بیع یا ثمن میں اس واسطے کہ غش یعنی تدلیس اور اخفا عیب حرام ہے مگر در صورت میں حرام نہیں الا وہی الا سیر لو مشتری شیشا ثمہ و دفع الثمن من شوشا جاز  
ان کان حرکالا عبدی صوریہ ہے کہ مسلم سپر اگر کوئی چیز دہان یعنی دار الحرب میں خرید کرے اور کھو جائے تو جائز ہے اگر وہ آزاد ہونے غلام م شاہ میں  
جہان سے شارح نے یہ مسئلہ نقل کیا ہے کہ خرید کیا مسلم سپر کو دار الحرب سے اور ثمن کھو گیا من شوشا و با تو جائز ہے اگر امیر آزاد ہو اور اگر غلام ہو تو جائز نہیں  
انتہی اور اسی کے موافق قاضی خان میں یوں ہے کہ ایک مرد نے قیدیوں کو ہل حرب سے خرید کیا تو انکو کھوٹے اور من شوشا درم دینے جائز ہیں اس واسطے کہ احوار  
کی خرید و حقیقت خرید ہی نہیں اور اگر قیدی غلام ہیں تو کھوٹے درم دینے جائز نہیں انتہی تو معلوم ہوا کہ اسیر مبیع ہے نہ مشتری فور کر کے کذا فی الطحاوی یعنی شارح  
نے اشباہ کی عبارت میں دھوکا کھا یا اسیر کو مشتری قرار دیا الثانیہ بجز اعطاء الزیون و ہاتھ فی الجبایات اشباہ دوسری صورت یہ ہے کہ کھوٹے اور ناقص درم  
دینے عالم کے غلام میں جائز ہیں کذا فی الاشباہ جبایات با موعده نہ یوں چنانچہ بعض غلط سمجھے ہیں اور وہ جمع میں جبایت کی جبایت وہ ہے جو لوگوں سے ظلم مال  
لیا جاوے کذا فی الطحاوی و فیہما رد المبیع بعیب بقضائے فی حق اکل الا فی مستثنیٰ و اشباہ میں ہے کہ پھیر دینا مبیع کا عیب کی علت سے حکم قاضی فسخ مبیع ہے  
سب لوگوں کے حق میں مگر در صورت میں فسخ نہیں مگر سب کے حق میں فسخ ہے یعنی بائع اور مشتری کے حق میں فسخ ہے اور فسخ باعتبار استقبال کے ہے نہ باعتبار راضی کے لہذا زائد  
مبیع مشتری کے ملک میں تو انکو اصل کے ساتھ پھیرے کذا فی الطحاوی عن البحر احدہما لو احوال البائع بالثمن ثم رد المبیع بعیب بقضائے لم یطل الموالہ ایک  
صورت یہ ہے کہ اگر بائع نے ثمن کا حوالہ کیا پھر مبیع پھیر دی گئی عیب سے حکم قاضی تو حوالہ باطل نہیں ہوتا مگر صورت اسکی اخیر میں یوں ہے کہ غلام سب ایک مرد نے  
ہزار درم کو پھیرا یعنی اپنے قرضخواہ کو مشتری پر حوالہ کیا بقید ثمن پھر غلام مر گیا قبل قبض کے یہاں تک کہ ثمن ساقط ہوا یا غلام پھیر دیا گیا خیاری العیب یا خیاری شرط  
یا خیاری العیب سے قبل قبض کے یا بعد قبض کے تو حوالہ باطل نہیں سمجھتا اور اگر مشتری نے حوالہ کیا تو قاضی اسکو باطل کرے لگا انتہی لخصا اس سے معلوم ہوا کہ لفظ  
بائع شارح کی عبارت میں مرفوع ہے بنا برنا علیت کے کذا فی الطحاوی الثانیہ لو باع لہ العیب بقضائے من غیر مشتری و کان منقولاً لم یجز قبل قبضہ ولو کان منقولاً لجاز  
بغیر مشتری ہذا اگر بائع نے مبیع کو بیجا غیر مشتری سے بعد اس کے پھیر دینے کے عیب کی علت سے حکم قاضی اور مبیع مال منقول تھا تو یہ بیع جائز نہیں قبل اس کے قبضہ کرنے  
کے اور اگر وہ بائع حکم قاضی ہوا تو بیع جائز ہوتی مگر مشتری کی قید اس واسطے لگائی کہ مشتری سے دوبارہ بیع کرنا جائز ہے کیونکہ مبیع اس کے پاس ہے اور



مشغول کی قید اس واسطے لگائی کہ راضی کی بیع قبل قبض صحیح ہونی البراز یہ شری بعد الغنم ارجل عیوبہ فاطع علی عیب وردہ لم یضمن لانه ضمان  
 بعدہ وضمنہ الثانی لانه ضمان العیوب ان ضمن السرقۃ واکثرۃ او الجنون والعمی فوجدہ کذک ضمن الثمن اور برازیہ میں ہر کہ ایک غلام خرید کیا اور ایک مرد  
 کے عیوب کا ضمان ہو پھر مشتری کسی عیب پر مطلع ہوا اور اسے غلام کو پھیر دیا تو وہ مرد ضمان نہیں اس واسطے کہ یہ ضمانت عمدہ کی ہو اور ضمانت  
 عمدہ امام کے نزدیک باطل ہے اور ابو یوسف نے اسکو ضمان کہا ہے اس واسطے کہ یہ ضمانت عیوب ہے اور ضمان عیوب جائز ہے اور اگر وہ مرد وزدی یا  
 آزادی یا دیوانگی یا نابینائی کا ضمان ہو پھر مشتری نے اسکو اسی طرح پایا تو وہ شخص ثمن کا ضمان ہے ہونی جو اسے الفقادی شری ثمرہ کرم دلا لیکن قضا فیما  
 بینہ الزنا بیران بعد قبض لم یردہ وان قبلہ فان انقص البیع بتناول الزنا یر فیک العیوب الصیغۃ علیہ اور جو اسے الفقادی میں ہر کہ خریدے پھر انکو رکے  
 اور مکن نہیں انکا توڑنا بھڑوں کی کثرت کے سبب سے اگر قبض غلبہ ہوا ہو تو نہ پھیرے کیونکہ یہ عیب مشتری کے پاس حادث ہوا اور اگر قبض نہیں ہے اور پھیل گیا  
 ہو گئے ہوں بھڑو کے کھا جانے سے تو اسکو بیع میں اختیار ہے سبب متفرق ہونے صفت کے مشتری پر یعنی جس قدر پھیل خریدے تھے وہ پورے باقی نہیں بھڑوں کے کھا جانے

### باب البیوع الفاسد

یہ باب ہے بیع فاسد کے احکام میں م بیع صحیح کو اس واسطے اول ذکر کیا کہ وہ مقصود کی موصول ہے کیونکہ مشروعیت عقود سے سلامت دین مقصود ہے تا انکے بیع ہو اور  
 حاجات دنیویہ حاصل ہوں اور بیع فاسد کو اس واسطے موقوف کیا کہ مخالف دین ہے اور فاسد مشتق ہے فساد سے جو ضد صلاح ہے اور اصل معنی لغوی تفسیر صفت کی طبع راجع ہے  
 اور اصطلاح شرعی میں فاسد وہ ہے جسکی اصل مشروع ہونہ وصف اسکا اور مشروعیت اصل سے مراد یہ ہے کہ مال مقوم ہو اور اسکا جو از اور صحیح ہونا مراد نہیں ہے اس واسطے کہ  
 ہونا اسکی صحت کا مانع ہے کذا فی الطحاوی اور اس باب کو لقب بفساد کیا باوجودیکہ باطل کو بھی شامل ہے اس واسطے کہ فاسد کثیر الوقوع ہے تعدد اسباب کے سبب سے  
 کذا فی التہ المراد بالفاسد المنوع مجازاً عرفیاً فیم الباطل والمکر وہ وقد ذکر فیہ بعض الصحیح تبعاً فاسد سے مراد منع ہے اعتبار مجاز عرفی کے تو اب فاسد بیع باطل اور کمرہ کو  
 بھی شامل ہو گئی اور گاہے اسباب میں بعض قسم بیع صحیح کے بھی بالبیع مذکور ہوتے ہیں م مجاز عرفی کا قول بہتر ہے اشتراک کے قول سے اور عرف سے عرف  
 فقہا مراد ہے کیونکہ اہل فقہ ایسے لوگ ہیں جو تفرقہ کرتے ہیں فاسد اور باطل میں بخلات اہل لغت کے کہ انکے نزدیک فاسد اور باطل میں کچھ فرق نہیں کیونکہ لغت میں باطل  
 یعنی فاسد یا ساقط الحکم کے ہے اور فقہ میں بیع باطل وہ ہے جسکی اصل اور وصف دونوں مشروع نہ ہوں اور حکم باطل ہونے تک ہر قبضہ ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا  
 کمرہ لغت میں ضد محبوب ہے اور اصطلاح فقہ میں مکروہ ہے جسکی اصل اور وصف دونوں مشروع ہوں لیکن وہ منہی ہے سبب مجاہد کے چنانچہ بیع اذان جمعہ کے وقت  
 کذا فی الطحاوی دکل ما اورث فلالانی رکن البیوع فہو باطل وما اورث فی غیرہ ففسد اور جو چیز باطل ہے اس کے رکن میں بیع باطل ہے اور جو باطل پیدا کرے رکن  
 کے سوا اور امور میں وہ فساد ہے بیع کا شرح بیع میں ہے کہ رکن بیع یعنی بیع اگر ہر ایک ظل سے سالم ہو تو بیع صحیح ہے اور اگر سالم نہ ہو بیع  
 پر کہ ایجاب اور قبول میں ظل پڑے عدم اہمیت تصرف سے سبب ہونے عاقد کے کسی غیر مینر یا جنون یا بیع میں ظل پڑے سبب اس کے ہونے کے  
 زرار یا خون یا شراب تو بیع باطل ہے جو اسلئے عدم اجماع ارکان اور شرائط کے اور بیع فاسد وہ ہے جسکار کن اور محل ظل سے سالم ہو لیکن اس کے ثمن میں ظل  
 واقع ہو اس طرح ہر کہ ثمن شراب ہو یا سوریہ یا لیل ہلک بیع مقدر تسلیم نہو یا اس میں ایسی شرط ہو جو مقنا سے عقد کے مخالف ہے تو اس طرح کی بیع فاسد ہے  
 نہ باطل کیونکہ رکن اور محل بیع ظل سے محفوظ ہے انتہی تو بہتر ہے تھا کہ شارع یوں کتا کہ جو موث ظل ہے رکن بیع اور اس کے محل میں بیع باطل ہے تو فقہاء کے مقصد  
 کلام سے ظاہر ہوا کہ اصل بیع عیارت ہے رکن بیع اور بیع سے بیع مال مقوم اس واسطے کہ بنا بیع انھیں دونوں چیزوں پر ہے اور اصل بیع اسکی کلام ہے  
 جس پر اس سے کی بنا ہو اور یہ ظاہر ہوا کہ وصف بیع اس سے عبارت ہے جو رکن اور محل بیع سے خارج ہو چنانچہ ثمن ہونا کہ یہ صفت ہے عقد کی کیونکہ عقد  
 کے تابع ہے اور چنانچہ شرط مخالف مقصد عقد کذا فی الطحاوی باطل بیع مالیس بہال المال بایمیل ایہ الطبع ویجسری فیہ البذل

باب البیوع الفاسد

والنوع در فخر التراب ونحوه باطل ہے بیع اس چیز موجود کی جو مال نہیں مال وہ ہے جسکی طرف طبیعت انسان کی مائل اور راغب ہو اور اس میں بینا بطریق  
بیع یا ہبہ کے اور فیر کو منع کرنا اور اسکے تصرف سے باز رکھنا ہماری ہو کذا فی الدرر اللالی کی تعریف سے مٹی اور مانند اسکے چنانچہ تاذورات فالسہ نکل گئے  
موجود کی قید در کے موافق اس واسطے مترجم نے لگائی تا خارج ہو وہ معدوم جسکی طرف طبیعت مائل ہوتی ہے چنانچہ وہ مال جس کی آدمی آرزو رکھتا ہے اور  
مٹی سے فالس مٹی مراد ہے تو اگر مٹی وقاذورات سے ملکر پانس ہو جاوے تو اسکی بیع باطل نہیں چنانچہ مذکور ہوگا کالدم المسفوح خرج بیع کبد وطحال غیر  
مال کی بیع باطل ہے چنانچہ خون جاری کی تو جاری کی قید سے کھچی اور تلی کی بیع خارج ہو گئی باطل سے کیونکہ کبد اور طحال اگر چہ مائل انکی خون ہے لیکن جاری  
نہیں و المتیہ سوی سمک وجراد و لافرق فی حق المسلمین التي ماتت تحت الفم او بنحو ونحوہ اور چنانچہ مردہ جانور سوا سے مچھلی اور نڈھی کے کہ  
ان کی بیع باطل نہیں اور کچھ فرق نہیں مسلمان کے حق میں اس مردار جانور میں جو خود بخود مر گیا یا کسی نے اس کو گلاداب کے یا کسی اور سبب سے  
سوا سے ذبح شرعی کے مردار کیا و الح و البیوع بہ ای جملہ شہاد خال الباء علیہ ان رکن البیوع مبادلتہ المال بالمال ولم یوجد اور چنانچہ بیع حر کی اور  
حر سے کسی چیز کو خرید کر باطل ہے اس واسطے کہ رکن بیع مبادلہ ہے مال کا دوسرے مال سے سو پایا نہ گیا حر سے خرید کرنا یعنی حر کو ٹمن ٹھہرانا اس پر  
بہا جا رہا داخل کر کے م غت غرب میں حر کو ٹمن قرار دینا اس طرح ہوتا ہے کہ بنگالہ دار بہذا اکثر یعنی میں نے گھر بیچا بوض اس حر کے تو خراس مثال میں  
ٹمن ہے نہ بیع خلاصہ یہ ہے کہ خون اور مردار اور حر کی بیع باطل ہے خواہ یہ چیزیں بیع قرار دی جاویں یا ٹمن بسبب نہ پائے جانے رکن بیع کے ولعدم  
**بیع حق التعلای** علو سقلا نہ معدوم اور چنانچہ معدوم کی بیع جیسے حق تعلی کو بیچنا یعنی وہ بالا خانہ جسکی عمارت گر پڑی ہے تو اس موضع کی  
بیع باطل ہے کیونکہ وہ معدوم ہے حق تعلی کی مثال یہ ہے کہ ایک گھر در منزلہ ہے نیچے کامکان ایک شخص کا ہے اور اوپر کامکان دوسرے شخص کا ہے دو لون  
درجہ یا اوپر کا درجہ گر پڑا اور نیچے کا درجہ باقی رہا اور صاحب علو نے موضع کو بیچا تو بیع باطل ہے اس واسطے کہ حق تعلی معدوم محض ہے اور اس واسطے کہ وہ  
متعلق بہا ہے اور ہوا مال نہیں کیونکہ مال وہ ہے جسکا رکھ چھوڑنا حاجت کے وقت کے واسطے ممکن ہو اور ہوا میں یہ امر حاصل نہیں و منہ بیع ما اولہ  
قائب کبیر و جمل او بعضہ معدوم کہ دو یا سیمین و ورق قرصا و جوزہ مالک لتعال الناس و بہ انتی بعض مشائخنا و عملا بالاسحسان و ہذا اذا نہت  
ولم یعلم وجودہ فاذا علم جازلہ خیار الرویہ و تکفی رویہ البعض عند ہما و علیہ الفتوی شرح مجمع اور مجملہ بیع معدوم اسکی بیع ہے جس کی جرط نظر سے غائب ہو  
چنانچہ گاجر اور مولی یا بعض بیع معدوم ہے چنانچہ گلاب اور چنبیلی کے پھول کہ تبدیل پیدا ہونے میں اور توت کے پتوں کی بیع امام مالک نے  
اس بیع کو جائز کہا ہے لوگون کے معمول کے سبب سے اور ہمارے بعض مشائخ مانند امام فضلی وغیرہ نے اسکے جواز کا فتویٰ دیا ہے قیاس چھوڑتھان  
پر عمل کیے اور یہ اختلاف جواز اور عدم جواز کا وقت ہے جبکہ گاجر وغیرہ جی ہوا اور اسکا موجود ہونا معلوم ہو پھر جبکہ معلوم ہو جاوے تو بیع جائز ہے  
اور شتری کو خیار الرویہ ثابت ہے اور بعض بیع کا دیکھنا صاحبین کے نزدیک کافی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی شرح المجمع والمصنوعین مانے لہو الا باو  
من النخی اور مصنوعین کی بیع باطل ہے مصنوع جمع ہے مضمونہ کی یعنی وہ منی جو نرون کی پٹھوں میں ہے یعنی جانور کا لطفہ بیچنا جو ہنوز اسکی پشت سے  
جدا نہیں ہوا باطل ہے معدوم ہونے کے سبب سے والملاصیح جمع ملقوتہ مافی البطن من الجنین اور ملاصیح کی بیع باطل ہے ملاصیح جمع ہے ملقوتہ کی ملقوتہ وہ  
کچھ جو مادہ کے پیٹ میں ہے والنتلج کبیر النون جملہ ای نلج النتلج لواجہ او آدمی اور باطل ہے بیع نتلج کی نتلج کبیر لون عمارت ہے اور کبیر  
سے یعنی جانور یا آدمی کے بچے کا بچہ جملہ اس بچہ کا بچہ جو ہنوز پیٹ میں ہے و زائد جاہلیت میں دستور تھا کہ گاجن اوٹنی کے بچے کے بچے کو خرید  
کرتے تھے یعنی مشتری پون کتا تھا کہ اگر یہ گاجن اوٹنی مادہ بچہ جنے تو اسکے بچے کو میں نے خرید کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو  
باطل کر دیا کذا فی العینی صحیحین اور سنن میں ابن عمر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبل الجبلہ کی بیع سے نبی فرمائی اور وہ طایین

بیع باطل ہے جسکی طرف طبیعت انسان کی مائل اور راغب ہو اور اس میں بینا بطریق بیع یا ہبہ کے اور فیر کو منع کرنا اور اسکے تصرف سے باز رکھنا ہماری ہو کذا فی الدرر اللالی کی تعریف سے مٹی اور مانند اسکے چنانچہ تاذورات فالسہ نکل گئے موجود کی قید در کے موافق اس واسطے مترجم نے لگائی تا خارج ہو وہ معدوم جسکی طرف طبیعت مائل ہوتی ہے چنانچہ وہ مال جس کی آدمی آرزو رکھتا ہے اور مٹی سے فالس مٹی مراد ہے تو اگر مٹی وقاذورات سے ملکر پانس ہو جاوے تو اسکی بیع باطل نہیں چنانچہ مذکور ہوگا کالدم المسفوح خرج بیع کبد وطحال غیر مال کی بیع باطل ہے چنانچہ خون جاری کی تو جاری کی قید سے کھچی اور تلی کی بیع خارج ہو گئی باطل سے کیونکہ کبد اور طحال اگر چہ مائل انکی خون ہے لیکن جاری نہیں و المتیہ سوی سمک وجراد و لافرق فی حق المسلمین التي ماتت تحت الفم او بنحو ونحوہ اور چنانچہ مردہ جانور سوا سے مچھلی اور نڈھی کے کہ ان کی بیع باطل نہیں اور کچھ فرق نہیں مسلمان کے حق میں اس مردار جانور میں جو خود بخود مر گیا یا کسی نے اس کو گلاداب کے یا کسی اور سبب سے سوا سے ذبح شرعی کے مردار کیا و الح و البیوع بہ ای جملہ شہاد خال الباء علیہ ان رکن البیوع مبادلتہ المال بالمال ولم یوجد اور چنانچہ بیع حر کی اور حر سے کسی چیز کو خرید کر باطل ہے اس واسطے کہ رکن بیع مبادلہ ہے مال کا دوسرے مال سے سو پایا نہ گیا حر سے خرید کرنا یعنی حر کو ٹمن ٹھہرانا اس پر بہا جا رہا داخل کر کے م غت غرب میں حر کو ٹمن قرار دینا اس طرح ہوتا ہے کہ بنگالہ دار بہذا اکثر یعنی میں نے گھر بیچا بوض اس حر کے تو خراس مثال میں ٹمن ہے نہ بیع خلاصہ یہ ہے کہ خون اور مردار اور حر کی بیع باطل ہے خواہ یہ چیزیں بیع قرار دی جاویں یا ٹمن بسبب نہ پائے جانے رکن بیع کے ولعدم بیع حق التعلای علو سقلا نہ معدوم اور چنانچہ معدوم کی بیع جیسے حق تعلی کو بیچنا یعنی وہ بالا خانہ جسکی عمارت گر پڑی ہے تو اس موضع کی بیع باطل ہے کیونکہ وہ معدوم ہے حق تعلی کی مثال یہ ہے کہ ایک گھر در منزلہ ہے نیچے کامکان ایک شخص کا ہے اور اوپر کامکان دوسرے شخص کا ہے دو لون درجہ یا اوپر کا درجہ گر پڑا اور نیچے کا درجہ باقی رہا اور صاحب علو نے موضع کو بیچا تو بیع باطل ہے اس واسطے کہ حق تعلی معدوم محض ہے اور اس واسطے کہ وہ متعلق بہا ہے اور ہوا مال نہیں کیونکہ مال وہ ہے جسکا رکھ چھوڑنا حاجت کے وقت کے واسطے ممکن ہو اور ہوا میں یہ امر حاصل نہیں و منہ بیع ما اولہ قائب کبیر و جمل او بعضہ معدوم کہ دو یا سیمین و ورق قرصا و جوزہ مالک لتعال الناس و بہ انتی بعض مشائخنا و عملا بالاسحسان و ہذا اذا نہت ولم یعلم وجودہ فاذا علم جازلہ خیار الرویہ و تکفی رویہ البعض عند ہما و علیہ الفتوی شرح مجمع اور مجملہ بیع معدوم اسکی بیع ہے جس کی جرط نظر سے غائب ہو چنانچہ گاجر اور مولی یا بعض بیع معدوم ہے چنانچہ گلاب اور چنبیلی کے پھول کہ تبدیل پیدا ہونے میں اور توت کے پتوں کی بیع امام مالک نے اس بیع کو جائز کہا ہے لوگون کے معمول کے سبب سے اور ہمارے بعض مشائخ مانند امام فضلی وغیرہ نے اسکے جواز کا فتویٰ دیا ہے قیاس چھوڑتھان پر عمل کیے اور یہ اختلاف جواز اور عدم جواز کا وقت ہے جبکہ گاجر وغیرہ جی ہوا اور اسکا موجود ہونا معلوم ہو پھر جبکہ معلوم ہو جاوے تو بیع جائز ہے اور شتری کو خیار الرویہ ثابت ہے اور بعض بیع کا دیکھنا صاحبین کے نزدیک کافی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی شرح المجمع والمصنوعین مانے لہو الا باو من النخی اور مصنوعین کی بیع باطل ہے مصنوع جمع ہے مضمونہ کی یعنی وہ منی جو نرون کی پٹھوں میں ہے یعنی جانور کا لطفہ بیچنا جو ہنوز اسکی پشت سے جدا نہیں ہوا باطل ہے معدوم ہونے کے سبب سے والملاصیح جمع ملقوتہ مافی البطن من الجنین اور ملاصیح کی بیع باطل ہے ملاصیح جمع ہے ملقوتہ کی ملقوتہ وہ کچھ جو مادہ کے پیٹ میں ہے والنتلج کبیر النون جملہ ای نلج النتلج لواجہ او آدمی اور باطل ہے بیع نتلج کی نتلج کبیر لون عمارت ہے اور کبیر سے یعنی جانور یا آدمی کے بچے کا بچہ جملہ اس بچہ کا بچہ جو ہنوز پیٹ میں ہے و زائد جاہلیت میں دستور تھا کہ گاجن اوٹنی کے بچے کے بچے کو خرید کرتے تھے یعنی مشتری پون کتا تھا کہ اگر یہ گاجن اوٹنی مادہ بچہ جنے تو اسکے بچے کو میں نے خرید کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو باطل کر دیا کذا فی العینی صحیحین اور سنن میں ابن عمر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبل الجبلہ کی بیع سے نبی فرمائی اور وہ طایین

بیع مضایع اور مائع اور جل الجبلہ کی نہیں مروی ہے اس احتمال سے کہ شاید اونٹنی نہ بینے یا مر جائے بچہ ہونے سے پہلے کذا فی الفتح بیع امۃ تبیین اند ذکر الضمیر تذکر الخیر عبید و عکسہ بخلات البہائم اور اس لو نڈی کی بیع باطل ہے جس کا غلام ہونا ظاہر ہو اور بالعکس اس کے لینے اس غلام کی بیع جس کا لو نڈی ہونا ثابت ہو باطل ہے بخلات جانور دن کے مصنف ضمیر مذکر لایا بسبب تذکر خیر کے والاصل ان الذکر والا ستے من بنی آدم جنسان کلما یبطل و فی سائر حیوانات جس واسطے بیع و بیع لغوات الوصف اور تا عدہ جواز اور عدم جواز کا یہ ہے کہ ترا اور مادہ بنی آدم میں دو جنس ہیں باعتبار حکم شرع کے تو دوسری جنس ہونے سے بیع باطل ہوگی اور باقی حیوانات میں ترا اور مادہ ایک جنس ہیں تو بیع صحیح ہوگی اور مشتری کو لینے نہ لینے میں اختیار ہوگا بسبب فوت ہونے و صفت مرغوب فیہ کے م آدمی میں ترا اور مادہ اس واسطے دو جنس ٹھہرے کہ مرد اور عورت کے خرید کرنے میں اغراض بکثرت متفاوت ہیں بخلانہ بہائم کے کہ انہیں چند ان تفاوت اغراض نہیں تو اگر کبیرا خرید کیا اور وہ بکری نکلی تو بیع صحیح ہوگی و متروک التسمیۃ عمدہ اولوں کا فر بزازیتہ و کذا ما ضم علیہ لان حرمتہ بالنفس اور اس ذبیحہ کی بیع باطل ہے جس کے ذبح کے وقت نام خدا عمدہ متروک ہو اگرچہ کافر کے ہاتھ اسکو بیچا ہو اور اسی طرح اس چیز کی بھی بیع باطل ہے جو متروک التسمیۃ کے ساتھ ملا کر بیچے اس واسطے کہ متروک التسمیۃ حرام ہونا نص قرآنی سے ثابت ہے متروک التسمیۃ عمدہ انام شافعی کے نزدیک حلال ہے اگر ذابح اسکا مسلم ہو اس واسطے کہ نام خدا ہر مسلم کے دل میں ہے تو اگر کوئی کہے جب کہ متروک التسمیۃ عمدہ مجتمع فیہ ہو تو چاہیے کہ اسکے ساتھ والی کی بیع جائز ہو جیسے مدبر کے ساتھ والی کی بیع جائز ہے صاحب کافی نے اسکا جواب دیا کہ متروک التسمیۃ کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہے اور مورد نفس میں مسلخ اجتماد نہیں تو یا اختلاف معتبر نہیں اور کلمہ قاضی بھی نافذ نہیں و بیع الکلب و کرمی الا نہار لانیس بال متقوم بخلانہ بیع بنا و شجر مفعول اذالم بشرط ترکہما ولو اجمیۃ اور کھیت جوتے اور نہر کھودنے کی بیع باطل ہے اس واسطے کہ یہ موجود مال نہیں بخلانہ عمارت اور درخت کے کہ وہ مال متقوم ہے تو بیع اسکی صحیح ہے بشرط اسکے عدم ترک کے کذا فی اللو لواجبۃ م لینے ایک شخص نے دوسرے شخص سے زمین اجارہ لی پھر اس زمین کو زراعت کے واسطے جو تا اور اس میں ہل چلا یا اٹھین پالی کی نہر کھودی پھر اجارہ نسخ ہو گیا یا اسکی مدت منقض ہو گئی پھر متا جرنے چاہا کہ پانہ علی بیعے تو جائز نہیں کیونکہ یہ مال متقوم نہیں کذا فی الطحاوی و مانی حکمہ حکم مالیس ہاں کام الولد و المکاتب والمدبر المطلق فان بیع ہولاء باطل ای بقا فلم یملکوا باقبض ابتداء فصح بیعہم من النقص و بیع فن ضم الیہم و ررا و رجو چیز کہ حکم مذکور میں ہو لینے جو چیز کہ مال نہیں ہے چنانچہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق تو انکی بیع باطل ہے لینے باعتبار انجام کار باطل ہے اشخاص مذکورین ملوک نہیں ہوتے قبض مشتری سے اور باطل نہیں انکی بیع باعتبار ابتداء کے تو انکو بیچنا خود انکی ذات سے صحیح ہے اور اسن ملوک کی بیع صحیح ہے جو انکے ساتھ ملا کر بیچا گیا کذا فی الدررہم حرکی بیع ابتداء اور بقا دونوں طرح باطل ہے کیونکہ وہ کسی طرح محل بیع نہیں اور ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق کی بیع ابتداء باطل نہیں کہ وہ فی الجملہ محل بیع ہیں کیونکہ حقیقت حریت بالفعل انہیں موجود نہیں لیکن باعتبار انجام کار کے انکی بھی بیع باطل ہے اس واسطے کہ استحقاق عتق ام ولد میں حدیث سے ثابت ہے کہ اسکو اسکے ولد نے آزاد کر دیا اور سبب حریت مدبر میں فی الحال متحقق ہے کیونکہ بدموت اہلیت باطل ہے اور مکاتب کا استحقاق اپنے تصرف ذاتی سے ثابت ہے تو اگر انکی ملک بیع سے ثابت ہو تو یہ سب حقوق باطل ہو جاوین کذا فی الطحاوی و قول ابن کمال بیع ہولاء باطل ہو قوف ضیفہ فی البحر بان المرجع اشتراط رضی المکاتب قبل البیوع و عدم نفاذ قضاء بیع ام الولد و صحیح فی الفتح نفاذت للذبحہ توقفہ علی قننا، آخر امتنا اور داعینی و نہر فلیکن التوفیق اور ابن کمال کے اس قول کی کہ انکی بیع باطل ہو قوف ہے تضعیف کی ہے اس قول کی بحر الرائق میں کہ مرجع اشتراط مناس مکاتب ہے قبل بیع کے نہ بعد بیع کے اور مرجع عدم نفاذ قننا ہے ام ولد کی بیع میں اور فتح القدیر میں نفاذ قننا کی صحیح ہے میں کتا ہوں کہ تو ی تر یہ ہے کہ قننا سے بیع ام ولد دوسرے قاضی کے حکم پر ہو قوف ہے

بیع الکلب و کرمی الا نہار لانیس بال متقوم بخلانہ بیع بنا و شجر مفعول اذالم بشرط ترکہما ولو اجمیۃ اور کھیت جوتے اور نہر کھودنے کی بیع باطل ہے اس واسطے کہ یہ موجود مال نہیں بخلانہ عمارت اور درخت کے کہ وہ مال متقوم ہے تو بیع اسکی صحیح ہے بشرط اسکے عدم ترک کے کذا فی اللو لواجبۃ م لینے ایک شخص نے دوسرے شخص سے زمین اجارہ لی پھر اس زمین کو زراعت کے واسطے جو تا اور اس میں ہل چلا یا اٹھین پالی کی نہر کھودی پھر اجارہ نسخ ہو گیا یا اسکی مدت منقض ہو گئی پھر متا جرنے چاہا کہ پانہ علی بیعے تو جائز نہیں کیونکہ یہ مال متقوم نہیں کذا فی الطحاوی و مانی حکمہ حکم مالیس ہاں کام الولد و المکاتب والمدبر المطلق فان بیع ہولاء باطل ای بقا فلم یملکوا باقبض ابتداء فصح بیعہم من النقص و بیع فن ضم الیہم و ررا و رجو چیز کہ حکم مذکور میں ہو لینے جو چیز کہ مال نہیں ہے چنانچہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق تو انکی بیع باطل ہے لینے باعتبار انجام کار باطل ہے اشخاص مذکورین ملوک نہیں ہوتے قبض مشتری سے اور باطل نہیں انکی بیع باعتبار ابتداء کے تو انکو بیچنا خود انکی ذات سے صحیح ہے اور اسن ملوک کی بیع صحیح ہے جو انکے ساتھ ملا کر بیچا گیا کذا فی الدررہم حرکی بیع ابتداء اور بقا دونوں طرح باطل ہے کیونکہ وہ کسی طرح محل بیع نہیں اور ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق کی بیع ابتداء باطل نہیں کہ وہ فی الجملہ محل بیع ہیں کیونکہ حقیقت حریت بالفعل انہیں موجود نہیں لیکن باعتبار انجام کار کے انکی بھی بیع باطل ہے اس واسطے کہ استحقاق عتق ام ولد میں حدیث سے ثابت ہے کہ اسکو اسکے ولد نے آزاد کر دیا اور سبب حریت مدبر میں فی الحال متحقق ہے کیونکہ بدموت اہلیت باطل ہے اور مکاتب کا استحقاق اپنے تصرف ذاتی سے ثابت ہے تو اگر انکی ملک بیع سے ثابت ہو تو یہ سب حقوق باطل ہو جاوین کذا فی الطحاوی و قول ابن کمال بیع ہولاء باطل ہو قوف ضیفہ فی البحر بان المرجع اشتراط رضی المکاتب قبل البیوع و عدم نفاذ قضاء بیع ام الولد و صحیح فی الفتح نفاذت للذبحہ توقفہ علی قننا، آخر امتنا اور داعینی و نہر فلیکن التوفیق اور ابن کمال کے اس قول کی کہ انکی بیع باطل ہو قوف ہے تضعیف کی ہے اس قول کی بحر الرائق میں کہ مرجع اشتراط مناس مکاتب ہے قبل بیع کے نہ بعد بیع کے اور مرجع عدم نفاذ قننا ہے ام ولد کی بیع میں اور فتح القدیر میں نفاذ قننا کی صحیح ہے میں کتا ہوں کہ تو ی تر یہ ہے کہ قننا سے بیع ام ولد دوسرے قاضی کے حکم پر ہو قوف ہے



حکم اول کے جاری رکھے ہیں یا رو کرنے میں کذانی یعنی والہنہ تو اسی قول کو وافع اختلاف فرار دینا چاہیے یعنی بکر الرائق کا قول عدم نفاذ اس صورت پر محمول ہے جب دوسرے قاضی نے قاضی اول کے موافق حکم مذکور ہو اور نفع القدر کے نفاذ کا قول اس صورت پر محمول ہے جبکہ دوسرے قاضی نے اسکو جاری کر دیا ہو بیع ام ولد کا مسئلہ صدر اول میں مختلف نہ تھا عمر فارق رضہ اسکی بیع کے مجوز نہ تھے اور علی مرتضیٰ رضہ مجوز تھے پھر تابعین کا اجماع ہو گیا عدم جواز پر پھر اگر بعد اسکے قاضی جواز بیع کا حکم دے تو رافع خلافت سابق ہوگا یا نہیں بعضوں کے نزدیک رافع نہیں اور ہمارے نزدیک رافع ہی خلافت کا فضول سردی میں ہے کہ قضا سے بیع ام ولد میں دور دایتن میں اظہار الدین میں یہ کہ نافذ نہیں اور جامع میں یوں ہے کہ قضا کے قاضی دوسرے قاضی کے حکم پر متوقف ہے اگر وہ جاری کر دے تو نافذ ہے والا باطل اور یہ اوجہ الا قایل ہے کذانی الطحاوی عن ابنی دنی السراج ولد ہولاء کم بیع بعض کھراؤں سراج میں ہے کہ ام ولد اور مکاتب اور برکی اولاد اسکے مانند ہے عدم جواز بیع میں اور عبد معنی بعض حر کے مانند ہے بطلان بیع میں و بطل بیع مال غیر متقوم ای غیر مباح الانتفاع برابن کمال فلیحفظ اور باطل ہے بیع مال غیر متقوم کی یعنی وہ مال جس سے فائدہ لینا مسلم کو شرعاً جائز نہیں کذا صرح ابن کمال سکوا در کھنا چاہئے م ابن کمال نے کہا کہ تلویح میں مذکور ہے کہ تقوم و تقوم تقوم عربی یعنی احوال اور غیر محرز چنانچہ اشکار اور گھاس مال متقوم نہیں اور تقوم شرعی یعنی جس سے انتفاع مباح ہو وہی یہاں مراد ہے کذانی الطحاوی و کتھ و خنزیر مینہ لم تمت حقیقۃ الفہام بل باحق دعوہ فانہا مال عند ذمی کتھ و خنزیر مال غیر متقوم چنانچہ شراب و سرور اور مردہ جانور جو تو بخود نہیں مر گیا بلکہ گلا دینے اور مانند اسکے چنانچہ مارنے سے مر گیا کہ ایسا مردہ مال و کفار ذمیوں کے نزدیک جیسے شراب و سرور و ذرا ان بیعت بالثمن ای بالذین کدرام و ونایز و کلیل و موزون بطل فی کل وان بیعت بین کعرض بطل فی الخمر و سدنی لمرض فیلکہ بالقبض تقبیۃ ابن کمال درہ پے یعنی شراب اور سرور اگر انکی بیع ہو تو بیع ہو تو شراب اور ونایز اور کلیل اور موزون سے تو بیع اور ثمن ہر ایک میں بیع باطل ہے یعنی قبضہ کرنے سے بھی ملک نہیں ہوتے اور اگر انکی بیع ہوئی بیع عین یعنی متاع اور اسباب سے تو شراب وغیرہ میں بیع باطل ہے اور اسباب میں فاسد ہے تو متاع کا مالک ہوگا قبضہ کرنے سے اسکی قیمت دیکر کذا صرح ابن کمال و بطل بیع قن ضم الی حر و ذکیۃ صمت الی مینہ ماتت حقیقۃ الفہام قیدہ بتکون کالحر وان سخی ثمن کل ای فصل ثمن خلا فالہا اور باطل ہے بیع اس ملک کی جو ملا یا گیا آزاد سے اور اس ذبیحہ کی بیع باطل ہے جو ملا یا گیا اس مردار کے ساتھ جو خود بخود مر گیا اگر ہر ایک کا ثمن سخی ہو یعنی جلدہا ثمن مذکور ہو بخلاف صاحبین کے مصنف نے خود بخود مرنے کی قید لگائی تا مردار آزاد کے مانند ہو جاوے عدم مالیت میں مسلم اور ذمی دونوں کے نزدیک وہی اختلاف ان الصفۃ لا تعد بجز تفصیل الثمن بل لا بد من تکرر لفظ العقد عندہ خلا فالہا فظاہر النہایۃ یقید انہ فاسد اور امام اور صاحبین کی بنا سے خلافت یہ ہے کہ صفقہ یعنی عقد متعدد نہیں ہوتا بجز تفصیل ثمن کے بلکہ تعدد وہیں کر رہے کھنا لفظ عقد کا ضروری ہے امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک تفصیل ثمن بلا تکرار لفظ عقد تعدد صفقہ میں کافی ہے اور نہایت کا ظاہر اسکا مفید ہے کہ بیع عبد بضم حراء و بیع ذبیحہ بضم مینہ فاسد ہے بخلاف بیع قن ضم الی مد بردخوہ او قن غیرہ و ملک ضم الی وقف غیر مسجد الامرانہ کا کہ بخلاف العامر البعیر الخزاز فکمد برشاہ من قاعدۃ اذا جمع الحرام و اخلال بخلاف بیع غلام ملک کے جو ملا یا گیا مردار اسکے مانند ام ولد اور مکاتب کے ساتھ یا غیر کے غلام کے ساتھ بیع مال ملک کی جو ملا یا گیا وقف کے ساتھ سو اسے مسجد آباد کے ساتھ یا مسجد آباد کے ساتھ ملکر بیع کی تو اسکی بیع باطل ہے جیسے آزاد کے ساتھ باطل ہے بخلاف یہاں مسجد کے کہ اسکے ساتھ ملک کی بیع جائز ہے جیسے مدبر کے ساتھ جائز ہے چنانچہ یہ لیسع شاہ بن ہر مجلہ اسقلا حد سے کہ جب امام اور حلال مجتہع ہوں تو حرام ہی غالب ہے تاہو ولو محکو ما یہ فی الاصح خلا فالہا اتی بالملا ابو السواد اگرچہ لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہو گیا ہو تو بھی ملک کی بیع صحیح ہے قول صحیح میں بخلاف ملا ابو السواد مفتی روم کے فتوے کے م مفتی مرحوم

بیعت بالثمن ای بالذین کدرام و ونایز و کلیل و موزون بطل فی کل وان بیعت بین کعرض بطل فی الخمر و سدنی لمرض فیلکہ بالقبض تقبیۃ ابن کمال درہ پے یعنی شراب اور سرور اگر انکی بیع ہو تو بیع ہو تو شراب اور ونایز اور کلیل اور موزون سے تو بیع اور ثمن ہر ایک میں بیع باطل ہے یعنی قبضہ کرنے سے بھی ملک نہیں ہوتے اور اگر انکی بیع ہوئی بیع عین یعنی متاع اور اسباب سے تو شراب وغیرہ میں بیع باطل ہے اور اسباب میں فاسد ہے تو متاع کا مالک ہوگا قبضہ کرنے سے اسکی قیمت دیکر کذا صرح ابن کمال و بطل بیع قن ضم الی حر و ذکیۃ صمت الی مینہ ماتت حقیقۃ الفہام قیدہ بتکون کالحر وان سخی ثمن کل ای فصل ثمن خلا فالہا اور باطل ہے بیع اس ملک کی جو ملا یا گیا آزاد سے اور اس ذبیحہ کی بیع باطل ہے جو ملا یا گیا اس مردار کے ساتھ جو خود بخود مر گیا اگر ہر ایک کا ثمن سخی ہو یعنی جلدہا ثمن مذکور ہو بخلاف صاحبین کے مصنف نے خود بخود مرنے کی قید لگائی تا مردار آزاد کے مانند ہو جاوے عدم مالیت میں مسلم اور ذمی دونوں کے نزدیک وہی اختلاف ان الصفۃ لا تعد بجز تفصیل الثمن بل لا بد من تکرر لفظ العقد عندہ خلا فالہا فظاہر النہایۃ یقید انہ فاسد اور امام اور صاحبین کی بنا سے خلافت یہ ہے کہ صفقہ یعنی عقد متعدد نہیں ہوتا بجز تفصیل ثمن کے بلکہ تعدد وہیں کر رہے کھنا لفظ عقد کا ضروری ہے امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک تفصیل ثمن بلا تکرار لفظ عقد تعدد صفقہ میں کافی ہے اور نہایت کا ظاہر اسکا مفید ہے کہ بیع عبد بضم حراء و بیع ذبیحہ بضم مینہ فاسد ہے بخلاف بیع قن ضم الی مد بردخوہ او قن غیرہ و ملک ضم الی وقف غیر مسجد الامرانہ کا کہ بخلاف العامر البعیر الخزاز فکمد برشاہ من قاعدۃ اذا جمع الحرام و اخلال بخلاف بیع غلام ملک کے جو ملا یا گیا مردار اسکے مانند ام ولد اور مکاتب کے ساتھ یا غیر کے غلام کے ساتھ بیع مال ملک کی جو ملا یا گیا وقف کے ساتھ سو اسے مسجد آباد کے ساتھ یا مسجد آباد کے ساتھ ملکر بیع کی تو اسکی بیع باطل ہے جیسے آزاد کے ساتھ باطل ہے بخلاف یہاں مسجد کے کہ اسکے ساتھ ملک کی بیع جائز ہے جیسے مدبر کے ساتھ جائز ہے چنانچہ یہ لیسع شاہ بن ہر مجلہ اسقلا حد سے کہ جب امام اور حلال مجتہع ہوں تو حرام ہی غالب ہے تاہو ولو محکو ما یہ فی الاصح خلا فالہا اتی بالملا ابو السواد اگرچہ لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہو گیا ہو تو بھی ملک کی بیع صحیح ہے قول صحیح میں بخلاف ملا ابو السواد مفتی روم کے فتوے کے م مفتی مرحوم



کایہ فتویٰ ہو کہ اگر لڑوم وقف کا قاضی نے حکم کیا تو اس کے ساتھ ملک کی بیع فاسد و غیر الفائق میں اس قول کو رد کیا ہے اور اطلاق قولنا  
 کی بیع صحیح بھستہ فی القن عبدہ و الملک نہ مال فی الجملہ تو صحیح ہے بیع بقدر اسکے حصے کے غلام میں بدر کے ساتھ اور بائع کے غلام میں غیر کے غلام کے  
 ساتھ اور ملک میں وقف کے ساتھ اسو سطلے کہ بدر اور غیر کا غلام اور وقف فی الجملہ مال میں دو بوع قریہ و لم یستثنی المساجد و المقابر لم یصح صحیحی اور  
 اگر ایک نون سجا اور دہان کے مساجد اور مقابر کو بیع سے استثناء نہ کر لیا تو بیع صحیح نہیں کذا فی البیہن م بحر الرائق میں محبط سے منقول ہے کہ اگر قریہ سجا اور  
 اسین کے مساجد اور مقابر کو استثناء نہ کر لیا تو قول اصح ہے کہ ملک میں بیع صحیح ہے اسو سطلے کہ مساجد اور مقابر بنا بر عادت کے مستثنیٰ ہیں طحاوی نے  
 کہا کہ بحر الرائق کا قول ادلیٰ ہے اسو سطلے کہ جو عرت میں معلوم ہو وہ مشروط کے برابر ہو گا بطل بیع صبی لایعقل و مجنون شیدا جیسے باطل ہے  
 بیچنا صغیر غیر عاقل و مجنون کا کسی چیز کو غیر عاقل کی قید اسو سطلے لگائی کہ صبی عاقل کی بیع اور شرعاً منع ہے اور اسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہے  
 و بول و ریح آدمی کم غلب علیہ تراب فلو غلبوا بہ جاز کسرتین و بعد و کتفی فی الجملہ بجز و خلطہ تراب و باطل ہے بیع آدمی کے شباب  
 اور گویہ کی جسرٹی نہ غالب ہو گئی ہو اور اگر مٹی غالب ہو اور وہ منلو بے تو بیع جائز ہے جسے گوبر اور مٹی کی بیع جائز ہے اور بحر الرائق میں کتفا  
 کیا ہے بجز آدمی کے لئے کے قطع نظر مٹی کے غالب ہونے کے م طحاوی نے کہا اگر کوئی کے کہ نقطہ گویہ مال نہیں اور خالص مٹی مال نہیں بھر دونوں کے  
 اجتماع سے کیونکر مالیت پیدا ہوگی اس کا جواب یہ ہے کہ جواز مع کما در طلت ارتفاع ہے اور خلطہ سے ارتفاع جائز ہے نہ بدون خلطہ کے و شعر انسان  
 الادی و لو کافر اذکره المصنف و غیرہ فی بحث شعر اخصیر اور آدمی کے بال کی بیع باطل ہے بسبب آدمی کی بزرگی اور عزت کے اگرچہ آدمی  
 کافر ہو مصنف و غیر نے اسکو سو کے بال کی بکت میں مذکور کیا ہے و بیع بالیس فی ملکہ بطلان بیع المعلوم و مالہ خط العدم اور باطل ہے بیع اس  
 چیز کی جو آدمی کی ملک میں نہیں ہے بسبب باطل ہونے بیع معدوم کے اور جہنم نیستی کا خطرہ لگا ہے م صفو علیہ کی شرط ہے کہ مال موجود مقوم ملک سے  
 نفع ہو اور بائع کی ملک ہو یا اسکے موکل کی اور مقدر و التسلیم ہو اور جو چیز اس کے پاس نہیں تو وہ نہ اسکی ملک ہے نہ مقدر و التسلیم ہے اور  
 جہنم نیستی کا خطرہ لگا ہے اسکی بیع بھی جائز نہیں چنانچہ محل ادخون کا دودھ اور شراب و زرع قبل از ظہور اور بیع خر بوز سے کے اندر اور کھلی کھجور کے  
 اندر اور گوشت اور چربی اور کلہ یاٹے زندہ بکری کے اندر کے اور کھلی تلون کے اندر کدانی انخ لا بطریق السلم فانہ صحیح لانه علیہ الصلوٰۃ و  
 السلام نہی عن بیع مالیس عند الانسان و رضی فی السلم جو چیز آدمی کے پاس نہیں اسکی بیع بطریق سلم باطل نہیں بلکہ صحیح ہے اسو سطلے کہ نبی صلی اللہ  
 علیہ و آلہ وسلم نے منع فرمایا اسکی بیع سے جو انسان کے پاس نہیں اور شخصت وی سلم من م اصحاب سنن نے حکیم بن حزام سے روایت کی کہ میں نے کہا  
 یا رسول اللہ بعضا شخص میرے پاس خرید کرنے کو آتا ہے اور میرے پاس وہ چیز نہیں ہوتی سو کیا میں اس سے بیع کیا کروں پھر اس کو بازار سے خرید کر دیا  
 کروں فرمایا لا بیع مالیس عندک یعنی نہ بیع اسکو جو تیرے پاس نہیں ہے کذا فی البیہن و بطل بیع صحیح ثقفی الثمن فیہ لانہ ام الرکن و ہو المال و  
 باطل ہے وہ بیع جہنم یعنی ثمن کی تصریح ہے بسبب نے کہ بیع یعنی مال م اور اگر سکوت ہو ثمن سے تو بیع فاسد منع ہے کی چنانچہ مذکور ہو گا و بیع الباطل حکم عدم  
 ملک مشتری ایہ اذ قبضہ فلا ضمان لو ملک المبیع عندہ لانہ امانۃ صحیح فی القنیۃ ضمانہ قبل و علیہ القوی اور بیع باطل کا حکم عدم ملک  
 مشتری ہے یعنی مشتری بیع کا قبضہ کرنے سے مالک نہیں ہوتا تو مشتری پر تادان نہیں اگر بیع اسکے پاس ملک ہو اسو سطلے کہ وہ امانت ہے و اقبضہ میں  
 تادان دیکھ کی تصریح کی ہے بعضوں نے کہا اسی قول پر فتویٰ ہے ہم حموی میں ہے کہ مشتری کے نزدیک ضمان محض اذ قبضہ میں وجہ صحت ہے مذکور ہے  
 کہ مشتری نے اسکو اپنی ذات کے واسطے قبضہ کیا تو مشابہ غصب ہے ہو اور حاشیہ سری الدین میں قاضی خان سے منقول ہے کہ ضمان دنیا صحیح ہے تو  
 خلاصہ یہ ہے کہ دونوں قول صحیح ہیں کذا فی الطحاوی و بیہا بیع الحر لی اباہ او ابتر میل باطل و قبل فاسد فی ما ہا بیع الی مال الیمین نہیں فاسد باطل

وقبل فاسد درج اور قینہ میں ہو کہ بیجا حلی کا اپنے باپ یا بیٹے کو بعضوں کے نزدیک باطل ہے اور بعضوں کے نزدیک فاسد ہے اور قینہ کی مصلحت میں ہے کہ بیجا حلی کا بیع کے ال کو  
 یہ نقصان صحیح باطل ہے اور بعضوں کے نزدیک فاسد ہے اور اسی کی ترجیح ہے بعضوں کے نزدیک فاسد فائدہ خلاف کا یہ ہے کہ وہ صورت باطل ہونے کے بعد قبض  
 بیع ملوک نہیں اور فاسد میں ملوک ہو وہی لہفت بیع المضطر و شرارہ فاسد اور وقت میں ہو کہ مضطر کا بیچنا اور خرید کرنا فاسد ہے وہ صورت اسکی یہ ہے  
 کہ ایک شخص کھانے یا پانی یا لباس کی طرف با مضطر اجا جتمند ہے اور بائع ایشیائے مذکورہ کو نہیں بیچنا مگر کثرت میں زیادہ کر کے اور سی طرح مضطر سے خرید کرنا ہوتا  
 من کو کہ کر کے کذا فی المنع ابو اور میں علی مرتضیٰ سے روایت ہے کہ نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع المضطر یعنی حضرت نے منع فرمایا مضطر کی بیع سے  
 کذا فی التیسیر و فی بیع ماسکت ای وقع السکوت فیہ عن لثمن اور فاسد ہے وہ بیع جس میں سکوت واقع ہوا لثمن سے چنانچہ بائع نے کہا کہ میں نے یہ کپڑا  
 بیجا اور مشتری نے کہا میں نے خرید کیا اور دونوں نے لثمن کو ذکر کیا تو بیع فاسد ہے اور اگر لثمن کی تصریح ہوگی تو بیع باطل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ہے  
 بقیمتہ جیسے بیع کی مقدار اسکی قیمت کے فاسد ہے وہ بیع لثمن قیمت بخل پر بیع فاسد ہے وہ بیع عرض ہوا المتلاع یعنی بن کمان بخر و علم  
 یعنی قدرتی العرض لاکھ کما اور فاسد ہے بیع متلاع اور اسباب کی شراب سے اور شراب کی بیع متلاع سے تو بیع منعقد ہوگی اسباب میں شراب میں بیع  
 صورت چنانچہ عقرب گئے گیا عرض عبارت ہے متلاع قیمت والی سے کذا صحیح ابن کمال تو ردیہ و اثرنی اور انا بیع عرض نہیں وہ بیع عیسیٰ العرض  
 بام الولد والمکاتب والمد حرثی لوقفا بضامک مشتری اللرض العرض الما اہم مال فی اجازہ اور فاسد ہے بیع متلاع قیمتی کی ام ولد و مکاتب  
 اور مدبر سے یہاں تک کہ اگر متقاعدین تقابض مدین کرینگے تو متلاع کا خریدار متلاع کا مالک ہوگا اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مکاتب و عیزہ فی الجہد ال بین  
 بخلاف شراب سورام دار کے وہ بیع سہم لم یصد لوبالعرض والا باطل لعدم الملك صدر الشریعہ اور فاسد ہے بیع اس مچھلی کی جو ہاتھ میں نہ  
 کے شکار کرنے سے بشرطیکہ اسکی بیع اسباب ہو اور اگر وہ بیع درویش یا گیل اور موزوں سے ہو تو بیع باطل ہے کذا فی شرح ابو قایہ صدر الشریعہ نے شرح قایہ  
 میں کہا کہ جو مچھلی شکار نہیں ہوئی تو سزاوار ہے کہ بیع باطل ہو اور اگر وہ بیع اور ذانیہ سے ہو اور اگر متلاع سے ہو تو فاسد ہے اس واسطے کہ وہ مال غیر مقوم ہے اسلئے کہ  
 مقوم احراز سے ہوتا ہے اور احزابان حاصل نہیں اور عید تم لقی فی مکان لا یؤخذ منه الا بجاہ اللعین التفسیر مچھلی شکار ہونی پھر ذالی ایسے مکان میں بیع عرض نہیں  
 میں کہ اس میں سے گرفتار نہیں ہونی مگر حال کے چلے سے تو بیع فاسد ہے بسبب عاجز ہونے کے تسلیم سے وان احدید و نہما صحیح و اخبار الرویہ اور اگر مچھلی کپڑ  
 لچائے بدن جلد ہال کے تو بیع اسکی صحیح ہے اور مشتری کو خیار الرویہ ہے الا اذا و حل بنفسہ ولم یصد فلو سدہ لک کہ جبکہ مچھلی خود عرض میں  
 گھس گئی اور اسے اسکا دخل بند نہ کر دیا تو اسکی بیع صحیح نہیں بلکہ باطل ہے بسبب عدم ملک کے اور اگر اسے اسکا دخل بند کر دیا تو اسکا مالک ہوگا اس واسطے کہ  
 بند کرنا فعل اختیاری ہے اور موجب ملک کا جیسے حال میں ہر نام موجب ملک ہے بجز الرائق میں ہے کہ جب مچھلی عرض میں گئی آدمی کی تہ بیر سے تو وہ اسکا مالک  
 ہو گیا اور اسکی بیع موجب قبضیل مذکور ہے یعنی در صورت تسلیم صحیح ہے والا غیر صحیح اور بعضوں نے کہا مطلقاً صحیح صحیح نہیں ہوا بطل عدم احراز کے اور خلاف  
 اس صورت میں ہے جبکہ انسان نے وہ عرض شکار کے واسطے نہ بنایا اور اگر بنایا ہوگا تو باطل ملک ہوگا کذا فی الخطاری ولم یجز اجارۃ بکہ میھا و نہما  
 الملک بخر اور اجازہ نہیں اجارہ عرض اور لاکھ تاکہ اس میں سے مچھلیوں کا شکار کیا جاوے کذا فی البحر و بیع طبری ابو اور لایرجع بعد ارسالہ من مدہ اما  
 قبل صیدہ اصلا باطل لعدم الملك در فاسد ہے بیع ان چیزوں کی جو میں جو بیٹ نہیں آتیں ہاتھ سے چھوڑ دینے کے بعد اور انکا بیچنا قبل کے شکار کرنے  
 کے تو باطل ہے بسبب عدم ملک یعنی اگر خریدیا کو کپڑے چھوڑ دیا اور وہ ہوا میں اڑتی بھرتی ہے اور اسکی بیٹ آنے کی عادت نہیں تو اسکی بیع فاسد ہے اور اگر  
 ہنوز اسکو نہیں کپڑا تو بیع باطل ہے اور اگر وہ ہوا میں اڑتا ہے تو بیع ہوئی ہے تو فاسد ہے مچھلی کے انڈے کذا فی تجلی انکان لعیرو بیع کا لہام  
 صحیح و فیل لا درجہ فی النہر اور اگر چٹا ایسی ہو کہ اڑ جاتی ہو اور بھرتی ہو بیٹ کر چنانچہ پا کو بیٹ تو اسکی بیع اڑنے کی حالت میں صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ

ذکر بیع فاسدہ

صحیح نہیں اور اسی قول کی ترجیح دی نہ الفائق میں ہم و جمعیت ہو کہ معلوم بطریق عادت واقع کے مانند ہو اور یہ احتمال کرنا کہ شاید بیع اسے منع جواز بیع نہیں خیار بیع  
ہا کہ بیع قبل بیع یا بیع نہیں پھر در صورت عروض ہلاک بیع نسخ ہوتی ہو اسی طرح بیان و صورت وقوع عدم معتاد قبل قبض کی بیع نسخ ہوگی کذا فی الفتح تہذیب میں  
کہا ہے نیز اس واسطے کہ شرط صحت بیع سے قدرت تسلیم پر بعد بیع کے ولہذا بندہ اگر بیعت کی بیع جائز نہیں انتہا میں کہا ہو کہ جواز بیع در صورت عادت ہو و نہانی قدرت تسلیم  
کی نہیں اس واسطے کہ جب پھر آنے کی عادت ہوئی طائر کی تو مقدر و تسلیم ہو اور قدرت تسلیم کا دعویٰ بعد عقد کے لازم نہیں اور اگر بعد عقد عدم رعیت ہو و فرض کیجئے  
تو بیع نسخ ہو جائیگی بخلاف بندہ اگر بیعت کے کہ عادت میں اس کا عود کرنا معتاد نہیں کذا فی لفظ طحاوی عن سعید بن جبیر کہ بیع کحل کی کچھین و جزم فی لفظ بطلان کا لشیخ اور  
ہر بیع کحل یعنی بیعت کے کچھ کی در بھر الرائق میں اس کے باطل ہونے کا یقین کیا ہے و ولد الولد کے مانند مصنف نے بتبع صاحب بیع کحل کو فاسد کہا اور بکر الرائق  
اور برہان اور حموی میں اس کو باطل کہا ہے اس واسطے کہ یہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی فرمائی ہے اس کی خرید سے جو جانور دن کے بیٹ میں ہر ماضع رواہ احمد والترمذی  
و ابن ماجہ اور اس واسطے کہ مشکوٰۃ لوجود ہر کذا فی لفظ طحاوی و ائمہ الاصلہا الفسادہ بالشرط بخلاف ہتہ و وصیہ اور فاسد بیع لوندی کی سوائے اسکے  
کحل کے سبب فاسد ہونے بیع کے شرط فاسد سے بخلاف ہتہ اور وصیت کے یعنی لوندی کا ہتہ یا وصیت کرنا بدون کحل کے صحیح ہے و لیس فی صرع و جزم  
البرجندی بطلانہ اور فاسد ہو و دودھ کی بیع تھن کے اندر اور برجندی نے اسکے بطلان کا یقین کیا ہے ہم فاسد بیع کے چند وجوہ ہیں اسلوم نہیں کہ تھن میں  
دودھ ہو یا بیع ۲ اختلاف دوہنے کی کیفیت میں غالباً نزاع واقع ہو گا سبب جائز ہے کہ دوہنے سے پہلے اور دودھ پیدا ہو تو مال بائع مخلوط ہوا مشتری  
کے مال سے اس طرح برکہ تخلص اس کی تصور نہیں ہم امام شافعی نے ابن عباس سے اس کی نبی روایت کی اور صوف علی ظہر الغنم کی کذا فی لفظ طحاوی و لؤلؤ فی  
صدق للفرس اور فاسد بیع موتی کی سببی کے اندر سبب خطرہ ہستی کے یعنی اس کا وجود اور مقدار معلوم نہیں و صوف علی ظہر غنم و جوزہ اتالی  
و مالک اور فاسد بیع اون کی بھڑکی میٹھ پر اور ابو یوسف رح اور امام مالک نے شکوہ جائز کہا ہے فاسد بیع کا یہ سبب ہے کہ صوف نیچے سے بڑھتا ہے تو بیع غیر  
بیع سے مختلط ہوگی کذا فی التہذیب فی السراج یوسلم الصوف واللبن بعد القدر لم یقلب صحیحاً اور سراج میں ہے کہ اگر بائع نے صوف اور دودھ تسلیم کر دیا مشتری کو  
بعد عقد کے تو بیع منقلب ہو کر صحیح ہو جائیگی و کذا فی اکل ما اتصا لخلق کجا جو ان نوی ترو بزر بطیخ لما مرانہ معدوم عرفا اور اسی طرح جس چیز کا اتصا ل بیعتی ہو  
جیسے کھال جانور کی اور گھٹلی کھجور کی اور بیج خر بوزے کا کہ اس کی بیع فاسد ہے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ خیال سے مذکورہ عرف میں بعد ہم و ناما صحیح بیع  
الکرات و شجر الصفصاف و اوراق التوت باحصانہا للتعامل در گندنا اور درخت بیدار توت کے پتوں کی بیع کو شاخون کے ساتھ فقہائے صحیح کہا ہے  
نقطہ رواج کے سبب سے ہم یہ جواب ہے اس سوال کا جو فقہوں کے اس قول پر وارد ہوتا ہے کہ صوف علی ظہر الغنم کی بیع اس واسطے فاسد ہے کہ وہ نیچے سے بڑھتا  
ہے تو بائع اور مشتری کی ملک میں اختلاط ہوتا ہے خلاصہ سوال یہ ہے کہ گندنا بیچنا جائز ہے اور حالانکہ گندنا بھی نیچے سے بڑھتا ہے حموی نے نبی  
شرح میں کہا کہ گندنے کی بیع جائز ہے اگر وہ نیچے سے بڑھتا ہے سبب رواج کے اتنی لیکن بیدار توت میں اس تعلیل یعنی تعامل اور رواج کی کچھ حاجت  
نہیں کیونکہ وہ دونوں درخت اوپر سے بڑھتے ہیں تو ملک مشتری بائع کی ملک سے مختلط نہیں ہوتی لیکن قبضہ میں ہے کہ توت کی بیع اس وقت صحیح  
ہے جب کہ موضع قطع معلوم ہو صراحۃً یا عرفاً کذا فی لفظ طحاوی و فی القصد بیع اوراق توت لم یقطع قبلہ بیعتہ جاز و سنتین لالانہ یشتبه موضع قطع عرفا اور  
قبضہ میں ہے بیچا اس توت کے اوراق کو جو قطع نہیں ہوا قبل بیع کے ایک سال سے تو بیع جائز ہے اور اگر دو سال سے قطع نہیں ہوا تو بیع جائز نہیں اس  
دہا سیکہ قطع کرنے کا مکان عرف میں مشتبہ ہو گا تو نزاع متصور ہے و جہد معین فی سقف الاعتر المین فلا یقلب صحیحاً ابن کمال اور فاسد بیع اس مشتبہ  
اور کسری معین کی جو جھت میں منسوب ہے اور غیر معین کی بیع تو بعد قطع کے بھی منقلب بصحت نہیں ہوتی کذا فی اصح ابن کمال م معین مشتبہ اور کسری  
کی بیع اس واسطے ناجائز ہوتی کہ اس کی تسلیم میں لزوم ضرر ہے بائع کے واسطے اور غیر معین میں دو علتیں ہیں ایک لزوم ضرر

دوسری جہالت بیع ابن کمال نے عدم انقلاب صحت زاہدی کی شرح قدوری سے نقل کیا اور علامہ نوح نے زاہدی کی شرح مختصر طحاوی سے انقلاب صحت نقل کیا ہے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی وذلک عن ثوب لیسرہ التبیین فلو قطع سلم قبل فسخ مشتری عامہ و یوم بیعہ القطع لکریاس جازلاً نصفاً و المانع اور فاسد ہے بیع ایک گز کی اس کپڑے سے جسکو پھاڑنا ضرر کرتا ہو چنانچہ عامہ اور تمیں پھر اگر بالبع نے ایک گز اس کپڑے سے پھاڑ دیا یا کڑی کو چھت سے کھو دیا قبل فسخ کرنے مشتری کے تو بیع صحیح ہو جائیگی اور اگر کپڑے کو پھاڑنا ضرر نہو چنانچہ ایک گز کا پھاڑنا تھان سے تو بیع جائز ہے۔

تھان سے بیع کے ممانع بیع وجود ضرر تھا سلیم کے وقت سو تھان میں ضرر نہ کو حاصل نہیں ہذا اسکی بیع جائز ہوئی اور جب تمیں وغیرہ سے بالبع نے ایک گز پھاڑ دیا تو اسواسطے بیع صحیح ہوگی کہ مفید بیع زائل ہو گیا بعد اس کے موجود ہونے کے طحاوی نے کہا شایع کو مناسب تھا کہ یوں کہتا نا قطع او قطع تا شتر کا بھی حکم مفہوم ہوتا ہذا مترجم نے اسکا ترجمہ زیادہ کر دیا وضرر بہ القاض بقاوت و لون الصا لہ اور فاسد ہے بیع شکاری کی ایک بار حال لگانا اور بیچنے کی قاض بقاوت و لون عبارت ہے شکار کر نیوالے سے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ شکاری کہے کہ میں نے تیرے ہاتھ اسکو بیچا جو ایک بار کے جال لگانے اور کھینچنے میں نکلے تو یہ بیع جائز نہیں کیونکہ وہ چیز مہول ہے علاوہ اس کے جمال ہے شکار حال میں آوے یا نہ آوے کذا فی المسخ و القاض بغین مجتہد العول فاسد ہے بیع غوص کر ایک بار غوط لگانا اسکی قاض بغین مجتہد صا و ہلہ غوط مار نیوالا ہم صورت اسکی یہ ہے کہ غوص سوداگر سے کہے کہ میں ایک بار غوط مارتا ہوں تیرے واسطے جو موتی وغیرہ نکلے سو تیرے بعض اتنے مال کے اور وجہ عدم جواز وہی ہے جو سابق مذکور ہو چکی و البیوع فیہما باطل للفرع بجز و نہر الکمال ابن کمال قال بصفت وقد نظر لاخر و فی سلک الفاسد بقبضہ فی المختصر و یجب ان یزاد بہ الباطل لانه مما یس فی ملکہ کما مر اور حال لگانے اور غوط مارنے میں بیع باطل ہے غور کے سبب کذا فی البحر والنہر والفتح والایضاح مصنف نے شرح میں کہا کہ ملاحظہ فرمیں اس بیع کو فاسد کی لڑی میں پر و یا سو میں بھی ان کلبیرو ہو گیا اس مختصر میں اور واجب ہے کہ فاسد سے باطل مراد ہو اسواسطے کہ یہ بیع اس قسم سے ہے جو بالبع کی ملک میں نہیں چنانچہ گز گیا کہ جو چیز آدمی کی ملک میں نہیں اسکی بیع باطل ہے رسولے سلم کے فالخر انہ ہی بیع الرب علی النخل تہر مقطوع مثل کیلہ تقدیر شرح مجتہد مثالی العنب بالزیب عنایہ اللنی و شجرہ الربوا قال المصنف فلو لم یکن رطباً جازلاً لاختلاف الخس اور فاسد ہے مزانبہ وہ بیع ہے جو کھجور کی کی جو لگی ہے درخت پر خشک کھجور مقطوع سے بڑ بڑ کے پیمانے کے گمان اور پھل سے کذا فی شرح الجمع اور امتداد کے انگور ترکی بیع ہے جو درخت پر لگا ہے خشک انگور سے کذا فی النہایہ بیع مذکور فاسد ہے بسبب نہی شایع کے اور بیاج کے مشبہ سے بسبب احتمال کی بیشی کے مصنف نے کہا اور اگر سچہ کھجور نہ ہو بلکہ گدڑ ہو تو بیع مذکور جائز ہے بسبب اختلاف جنس کے یعنی اختلاف جنس میں مشبہ بیاج کا نہیں ہم اکثر کتب میں تفسیر مزانبہ یوں مذکور ہے کہ ہی بیع اشتر بالثلثۃ علی راس لخل تہر بالتا و الثلثاۃ لیکن یہ خلاف تحقیق ہے سو اسے کہ تہر بالتا و الثلثۃ عبارت ہے بار درخت یعنی یعنی پھل سے اور پھل پنچتہ اور گدڑ دونوں کو شامل ہے حالانکہ گدڑ کھجور کا بیچنا خشک کھجور سے بطریق ظن تخمین جائز ہے اختلاف جنس کے سبب لہذا تفسیر مزانبہ ہی بہتر ہے جو شایع نے کی و الملامتہ للمسلمۃ اور فاسد ہے بیع الملامتہ یعنی بیع میں ہاتھ لگانے سے بیع کا واجب ہونا م مغرب میں ہے کہ بیع الملامتہ اور بیع الماس یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہو کہ جبکہ تو نے میری کپڑا چھوایا میں نے تیرا کپڑا چھوایا تو بیع واجب ہوگی اور منتفی میں امام سے ہے کہ بیع الملامتہ یہ ہے کہ کہے میں تیرے ہاتھ یہ متلع بیچتا ہوں تو کو سوجیکہ میں تجھکو چھون اور ہاتھ لگاؤں تو بیع واجب ہے یا مشتری اسی طرح کہے کذا فی الطحاوی فتح القدر میں کہا ملامتہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کا کپڑا بلاتال چھوئے تو چھوئے والیکو بیع لازم ہو جائے بل اختیار الودیۃ اور یہ اس طرح ہے کہ مثلاً اندھلیہ ہو یا کپڑا لپٹا ہو و المناذرۃ ہی بندہ مشتری اور فاسد ہے المناذرۃ یعنی بیع کاٹا نا مشتری کے سامنے ہم مناذرۃ یہ ہے کہ بالبع کہے کہ میں کپڑا تیری طرف ڈالوں یا مشتری کہے کہ تیرے اپنا کپڑا میری طرف ڈالو بیع واجب یعنی باطل و باخیا فسخ و القاد و سحر علیہما اور فاسد ہے بیع شکر نہ ڈالنے کی بیع پر ہم القاد و سحر کی یہ صورت ہے کہ شکر نہ ڈالے اور ہاں چند کپڑے ہوں تو جس کپڑے پر شکر نہ ڈالے

Marfat.com



بیع واقع ہو جائے اور بلا رد میں و بلا خیال کے اسکے بعد ہی من جوع البیوع یعنی جو بیع ہوا وہ فاسد ہے اور بیع یعنی  
 ملامت اور منازعت اور القادح جزا نہ کفر کی بیوع میں سے ہیں اور شرع میں ان سب سے منع ہوئی کذا فی شرح البیوع البیوع الفاسد  
 بیوع فاسد میں اگر ثمن کا ذکر پہلے ہو چکا ہو کذا فی البیوع میں وجود قمار ہی بواسطہ معلق ہونے تکلیف کے افعال مذکورہ پر گویا بالغ نے یون کہا مشتری  
 سے کہ جس کپڑے پر تو سنگریزہ ڈالے یا سبکو تو ہاتھ لگا دے تو میں نے تیرے ہاتھ اسکو بیچا ثمن مذکور ہو یا نہ ہو ہر صورت بیوع مذکورہ فاسد میں باطل نہیں  
 بواسطہ عدم تصریح نفی ثمن کے ذکر ثمن کی اسواسطہ قید لگائی کہ متوہم صحت بیع ہی ذکر ثمن کے وقت کذا فی الطحاوی صحیحین میں ابو سعید خدری سے  
 مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملامت اور منازعت فی البیوع سے فرمائی اور صحیحین میں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 بیع الغر اور بیع الحماة سے فرمائی کذا فی التیسیر اور صحیحین میں جاہر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور محافلہ سے فرمائی کذا فی  
 الفتح محافلہ یہ کہ بیون کو اسکی بالیون میں بیچے بعض گہیون کے برابر پانے میں ظن تخمین سے کذا فی النہر و بیع ثوب من ثوبین اور عبد بن عبد بن  
 بجمانہ البیوع اور فاسد ہی بیع ایک کپڑے کی دو کپڑوں میں سے یا ایک غلام کی بیع دو غلاموں میں سے بسبب جہالت بیع کے یعنی معلوم نہیں کہ  
 دو کپڑوں میں سے کون کپڑا یا دو غلاموں میں سے کون غلام بیع ہو تو متازعت پیدا ہوگی بالغ نہیں جانتا کہ کسکو تسلیم کیے اور مشتری نہیں جانتا کہ کس  
 پر قبضہ کرے بجز الرائق میں قیمت والی چیز کی اسواسطہ قید لگائی کہ بیع میہم کی مثلی میں جائز ہے ولو قبضہ ما و ہکما معاً ثمن نصف قیمتہ کل اذا فاسد بجز البیوع  
 اگر مشتری نے دونوں کپڑوں یا غلاموں پر قبضہ کیا اور دونوں ساتھ ہی ہلاک ہو گئے تو مشتری تاوان سے ہر ایک کی نصف قیمت کا اس واسطے کہ بیع فاسد  
 معتبر ہے بیع صحیح سے م ہر ایک کی نصف قیمت کا ضمان اسواسطہ ہوا کہ ایک کپڑا تو مضمون بالقیمت ہو کیونکہ مقبوض بکلم بیع فاسد ہی اور دوسرا  
 کپڑا امانت ہی اور ایک اولی نہیں دوسرے سے تو امانت اور ضمان دونوں میں ضائع ہو گئے کذا فی المنع اور بیع صحیح کی یہ صورت ہے کہ دو کپڑوں پر قبضہ  
 کیا اس شرط سے کہ ایک میں مشتری مختار ہی پھر دونوں ضائع ہو گئے تو ہر ایک کے نصف قیمت کا تاوان سہ لازم ہوگا اور قیمت بیع فاسد میں جیسے ثمن صحیح میں  
 کذا فی البیوع و لو تمہین قیمتہ الاول لتعذر ردہ اور اگر دونوں کپڑے ایک بعد دوسرے کے ضائع ہوئے تو اس کپڑے کا تاوان لے جو اول ضائع ہوا کیونکہ اس کا  
 پھیرنا بسبب ہلاکی کے متعذر ہے یعنی در صورت تعذر رد مالک اسکا مضمون ہونا مستحب ہو گیا تو دوسرا کپڑا امانت باقی رہا والقول لا ضمان ہذا اذا لم یشرط  
 اختیار التعمین فاو شرط اخذ ایما شا اجازلا مراد تعمین مضمون میں ضمان یعنی مشتری کا قول معتبر ہی جیکہ اس نے دعویٰ کیا کہ اول فلا کپڑا یا غلام ہلاک  
 ہوا نہ فلا تا تو اسکی تصدیق ہوگی اور یہ یعنی فساد بیع ایک کپڑے کی دو کپڑوں میں سے اسوقت ہی جیکہ مشتری نے اختیار التعمین کو شرط نہ کیا ہوا اور اگر  
 شرط کیا ہوگا ایک کا لینا دوسرے سے سہ کو چاہے تو بیع جائز ہی چنانچہ اختیار التعمین میں مذکور ہو چکا والمرعی ای الکلاء واجار تہا ابطلان بیعہا لعدم  
 الملك بحديث الناس شرکاء فی ثلث فی الماد والکلاء والنار اور فاسد ہی بیع گھاس اور چارے کی اور اجارہ اس کا بطلان اس کی بیع کا تو  
 تو بسبب عدم ملکیت کے ہی بدلیل اس حدیث کہ سب لوگ شریک ہیں تین چیزوں میں پانی اور گھاس اور آگ میں م ابو داؤد میں حدیث مذکور ہے  
 لفظ ہے کہ المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماد والکلاء والنار بجز الرائق میں ہے کہ پانی کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ غیر کے کنوئین اور حوض اور تالاب اور نہر سے  
 ہر شخص کو پانی پینے اور جانوروں کے پانی پلانے کا اختیار ہے اور گھاس کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ ہر شخص کو گھاس چھیلنا اور کاٹنا زمین درست یعنی مالک اور  
 غیر مالک میں برابر ہیں اور آگ کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ اگر آگ جلتی ہو تو ہر شخص کو تانپا اور کپڑے خشک کرنا جائز ہے لیکن حکار الدینا بئذ ذن مالک جائز  
 نہیں اور محل شرکت مذکورہ کا وہ ہے کہ پانی کو برتنوں میں نہ رکھ چھوڑا ہوا اور گھاس کو کاٹ نہ رکھا ہو اسواسطہ کہ در صورت برتن میں بھر رکھنا اور گھاس  
 کاٹ رکھنے پانی اور گھاس کی بیع جائز ہی کیونکہ وہ شخص بسبب حراز کے ان کا مالک ہو گیا اور عدم جو بیع کا یہ بھی محل ہے جب کہ گھاس خود رو ہو اور اگر

Marfat.com

ایک شخص نے پانی بیچ کر گھاس جالی ہر تو اسکی بیع جائز ہے کیونکہ وہ اسکا مالک ہے چنانچہ ذخیرہ اور محیط اور نوازل میں اور یہی قول ہے اکثر فقہاء کا خلافاً  
 للقدوری کذا فی الطحاوی تبصرہ واما بطلان اجارہ ہا فلانہما علی استہلاک عین ابن کمال اور گھاس کے اجارے کا بطلان اسواسطے ہے کہ یہ اجارہ شے کے  
 مباح کے استہلاک پر ہے کذا صرح ابن کمال حالانکہ شے مملوک کے استہلاک کا اجارہ جائز نہیں چنانچہ گائے کو اجارہ لینا دودھ پینے کے واسطے تو مباح  
 کا بطریق اولی جائز ہے گھاس کذا فی البحر نیز اذانت بنفسہ وان ابنتہ بسقی و تربیۃ ملکہ و جائز بیع عینی وقیل لایعنی گھاس کی بیع نہ جائز ہونا اسوقت ہے جبکہ گھاس  
 ہو اور اگر اسکو پانی دیکر اور پرورش کر کے جایا پتہ اسکا وہ مالک ہے اور اسکی بیع جائز ہے کذا فی العینی اور بعضوں نے کہا یعنی قدوری نے کہ جائز نہیں قال  
 و بیع بقصیل و الرطب علی ثلثۃ اوجارہ بلقطعہ ولیر حل واتبہ فثاکلہ جائز وان لیرتکم لم یحرم عینی نے کہا اور خود اور رطب کی بیع میں طرح پر ہے اگر اسواسطے  
 ہے کہ اسکو کاٹ لے یا اسواسطے کہ اپنے جانور بوسٹین چھوڑے کہ اسکو کھائے تو بیع جائز ہے اور اگر اسواسطے ہے تا مشتری اس کو قائم رکھے تو جائز نہیں ہم  
 قصیل بقاف وصاد حملہ خود ہے اور رطبہ ایک قسم کا چارہ ہے ولایت میں اسکو بونے ہیں فارسی میں اسکو سپست کہتے ہیں و حیلۃ ان لیتا جبر الا ان  
 لضرر فسطاطہ و لایقاف و واپہ و لشفقہ آخری کمقیل و مرج و تمامہ فی دقت الاشباہ اور گھاس کے اجارہ لینے کی تدبیر یہ ہے کہ زمین کو اجارہ لے اپنے  
 خیمے کھڑے کرنے کے واسطے یا اپنے چرواہوں کے بانٹنے کے یا اور منفعت کے واسطے چنانچہ آدھے دن یا دن ڈھلنے کے بعد جانور دن کے ٹھکانے  
 کے واسطے اجارہ لے اور پورا بیان اسکا اشباہ کے وقت میں ہے یعنی اس طرح اجارہ لینے میں دونوں مطالب حاصل ہیں منافع مذکور بھی اور وہاں کی  
 گھاس بھی و بیع دود لقرای الابریم و بیضہ ای بندہ و ہونیر الفلیق الذی فیہ الدود اور جائز ہے بیع ریشم کیر کی اور اسکے اند کی یعنی اسکو بیچ کی جسکو  
 بذر الفلیق کہتے ہیں جس میں ریشم کا کیر پیدا ہوتا ہے و لخل المحر و ہود و العسل اور جائز ہے بیع نخل محرز کی یعنی شہد کی کھی مقدور التسلیم کی اس طرح پر کہ شہد دھتے  
 کے ساتھ اسکی بیع ہو کذا فی الطحاوی و ہذا عند محمد و بہ قالہ الثلثہ و بیستی بنی و ابن ملک خلاصہ غیر ہا اور یہ یعنی ریشم کے کپڑے اور اسکے اٹسے اور  
 شہد کی کھی کی بیع مجید کے نزدیک ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلاثہ مالک و شافعی اور احمد کا اور اسی قول کا فتویٰ ہے کذا فی العینی ابن ملک و الخلاصہ وغیر ہم  
 نخل محرز کی بیع اسواسطے جائز ہے کہ شہد منفعت کی چیز ہے حقیقت میں اور شرعاً مقدور التسلیم ہے اگرچہ کھی ناکول نہیں جیسے خجرا و گدھ کی بیع کذا فی الشرح  
 الحموی اور ریشم کے کپڑے کی بیع اسواسطے جائز ہوئی کہ لائق انتفاع ہے اور اسکے اٹسے کی بیع بسبب ضرورت کے جائز ہے کذا فی الطحاوی و اجاز ابو اللیث  
 بیع ابلق و بیعتی للحاجۃ محتجی اور فقیہ ابو اللیث نے علق کی بیع جائز رکھی جسکو فارسی میں زلوا اور ہندی میں کیشری اور جو تک کہتے ہیں اور اسی کا فتویٰ ہے  
 بسبب حاجت و ضرورت کے کذا فی المحتجی بخلاف غیر ہا من الہوام فلا یجوز اتفاقاً کحیات ضرب مانی بجر سرطان الا اسکے ما جاز الانتفاع بجلدہ و اعطیہ و الحاصل  
 ان جواز البیوع یدر مع حل الانتفاع بحقیقہ و عمدہ اہنہ فی التفرقات بخلاف اور کیشرون کے سواے ریشم کے کپڑے اور شہد کی کھی کے کہ ان کی بیع  
 بالاتفاق جائز نہیں چنانچہ سانپ اور گدھ اور ان حیوانات کی جو دریا میں رہتے ہیں کہ انکی بیع جائز نہیں سوائے کھلی کے اور اس جانور کے جسکی کھال اور  
 ہڈی سے فائدہ لینا جائز ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہے کذا فی المحتجی اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور اسکا  
 بیان باب المتفرقات میں آویگا فرغ مسئلہ لمحکمہ شارح کا انا تجوز الشریکۃ فی الفز اذا کان البیض منہا و لعل منہا و ہونیر الفضا فالا اتلا ثا فلود فہ بر الفز  
 او بقسرة ادر جا لا اخر بالعلف مناصفۃ و الخایج کلہا مالک لحدوثہ من ملکہ و علیہ قیۃ العلف و اجز مثل العامل عینی لمعضاً و مثلاً دفع البیض کما  
 لایخفی شریک ریشم میں جائز نہیں مگر جب کہ اٹسے ریشم کے کپڑے کے دونوں شریکوں کے ہوں اور عمل یعنی پرورش بھی دونوں  
 سے ہو اور جو ریشم پیدا ہو وہ دونوں میں آدھا آدھ ہونہ تین تہائی تو اگر ایک نے ریشم کا بیج یا گائے یا مرغیان دوسرے  
 شخص کو دین نصفانصت پر ابر چرائی کے بدلے تو جو ریشم یا بیج گائے اور مرغی کے پیدا ہوں گے وہ مالک کے مملوک ہوں گے واسطے

Marfat.com

پیدا ہونے کے اسکی ملک سے اور مالک پر چارے کی قیمت اور مال کی اجرت مثل واجب ہوگی کذا فی العینی ملخصاً اور اس کے مانند ہوا نڈون کا دینا دوسرے شخص کو چنانچہ یہ پوشیدہ نہیں م فتاویٰ عالمگیری میں باب الاجارہ میں مذکور ہے کہ ایسا اجارہ فاسد ہے اور اس قسم کے مسائل کا حیلہ یہ ہے کہ نڈون کا مالک اور ہوا نڈے اور مرغیوں کا مالک آدمی مرغیان اس شخص کے ہاتھ بیچ کرے پھر نڈن سے ابرا کرے تو اب جو کچھ پیدا ہوگا وہ دونوں میں نصفاً نصفاً ہوگا کذا فی المطاوی والالباق دلو طفلہ ولتیم فی حجرہ دلوں میں ہوا صحیح عینی و ما فی الاشباہ تحریف نہر اور فاسد ہوا میں غلام گریختہ کی اگرچہ باپ اپنے فرزند سے یا اس قیمت سے جو اسکی گورن میں ہے بیچ کی ہو اور اگر اسے طفل یا یتیم کو غلام گریختہ سے کیا ہو تو صحیح ہے اور جو اشباہ میں ہے وہ تحریف ہے کذا فی النہم نہر نڈون میں مذکور ہے کہ طفل اور یتیم کے ہاتھ بیچ درست نہیں ہے درست ہے اور خانیہ کو بعض نسخے میں اس کے بالعکس مذکور ہے اور دوسرے نسخے میں اس کے موافق ہے اور خانیہ پہلا نسخہ تحریف ہے اور صاحب سیر نسختانہ پر مطلع نہیں ہوا انتہی شارح کو مناسب تھا کہ بعض نسخہ خانیہ کی طرف تحریف کو نسبت کرتا تا اشباہ مطہر سبک اشباہ کی روایت ہی کے موافق ہے کذا فی المطاوی والنہر الامن نیز عم انہ ای الا بق عمدہ فیندہ بجز عدم المانع غلام گریختہ کی بیچ فاسد ہے مگر اس شخص سے بیچنا فاسد نہیں جسکو یہ گمان ہے کہ وہ یعنی غلام گریختہ اس کے پاس وجود ہے تو اب اسکی بیچ جائز ہے بواسطے عدم مانع کے یعنی مانع جو ازہ قادر ہو تسلیم ہے پھر مشتری نے اس کے مقروض ہونے کا اقرار کیا تو تسلیم کی کچھ حاجت لہی دہل بصیر قابضان قبضہ نفسہ و قبضہ لم یشہد نعم اور کیا مشتری اس کا قبضہ کا قبضہ ٹھہر چکا یا نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اسے اس قبضہ کیا ہے تو اپنے واسطے یا قبضہ کیا اور کسی گواہ نہ کیا تو مشتری قابض ٹھہر چکا یعنی اس کے قبضہ کا قبضہ ہے اور وہ بجائے قبضہ عن البیع ہے کیونکہ وہ قبضہ ضمان اور قبضہ بیع کے امتزاج ان اشہد لانا قبضہ مانا فلا ینوب عن قبضہ الضمان لانا تو ہے عنایت اور اگر قابض مذکور نے غلام گریختہ کے قبضہ کرنے کے وقت لوگوں کو گواہ کیا ہے کہ میں اس کے مالک کے واسطے قبضہ کرتا ہوں تو وہ قابض نہ ٹھہر چکا اس واسطے کہ یہ قبضہ امانت ہے تو وہ قائم مقام قبضہ ضمان کے ہوگا اس واسطے کہ قبضہ ضمان قوی تر ہے قبضہ امانت سے کذا فی العنا یہ مگر غلام مذکور ہلاک ہوگا مشتری کے پاس قبل تجدید قبضہ کے تو بالغ کا مال ہلاک ہوگا مشتری کا والا اذالباق من القاصب فباعہ لمالک منہ فانہ یصح لہ ان یزوم لتسلیم قبضہ اور بیچ غلام گریختہ کی فاسد ہے مگر جب کہ غلام بھاگ گیا غاصب کے پاس سے پھر مالک نے اس کے ہاتھ بیچا تو بیچ صحیح ہے اور سبب لازم ہونے تسلیم کے کذا فی الذخیرۃ م یہ قول عطف ہے اور امن نیز عم پر ولو باعہ ثم عا و سلمہ تم البیع علی القول بفسادہ ورجحہ الکمال وقیل لا یتیم علی القول بفسادہ ورجحہ الکمال من الروایۃ واختارہ فی المداویہ وغیرہ و یہ کان یشی الشی وغیرہ بجز ابن کمال اور اگر مالک نے اپنے غلام گریختہ کو بیچا پھر غلام بھاگ آیا اور مالک نے اسکو مشتری کے قبضہ میں کر دیا تو بیچ تمام ہو جائیگی بیچ مذکور کے فاسد ہونے کے قول پر اور اسی کی توجیح دی جو ابن ہمام نے اور دوسرے قول یہ ہے کہ بیچ تسلیم بھی بیچ تمام نہیں ہوتی اس کے باطل ہونے کے قول پر یعنی جبکہ نزدیک بیچ باطل ہے تو تسلیم سے بھی صحیح نہیں ہوتی اور یہی قول ظاہر الروایۃ ہے اور اسی کو صاحب ہدایہ وغیرہ نے پسند کیا ہے اور بخنی ہے وغیرہ اسی کا فتویٰ دیتا تھا کذا فی البحر و ابن کمال م فتح القدر میں ہے کہ بطلان بیچ غلام گریختہ مثل بیچ اور بخی ہے بتائے مثلثہ و ذم کذا فی المطاوی ولین امرأۃ ولونی فدعا ولوا علی الاظہر لانا جزاً آدمی والرق مختص بالخی ولا خیافۃ فی اللبن فلا یحل الرق اور فاسد ہے بیچ عورت کے دودھ کی اگرچہ وہ دودھ برتن میں ہو اور اگرچہ عورت لڑکی ہو یا بچہ بقول اظہر کے اس واسطے کہ دودھ آدمی کا جسٹہ ہے اور مملوک ہونا جائداد کے ساتھ مخصوص ہے اور حالانکہ دودھ میں حیات نہیں تو ہمیں ملک کا حصول نہیں و شعر نخع مہم لہجاستہ عدیۃ فاندہ بطل بیع ابن کمال وان جائز الانتفاع بہ لضرورۃ الخیر فی حقہ لولم یوجد بلاتمن جائز الشراء للضرورۃ و ذکرہ البیوع فلا یطیب ثمنہ ولیفد الما علی الصحیح خلافاً لحد قیل فانی المنتوت اما لجز و رفظا ہر عتاتہ اور سور کے بال کی بیچ باطل ہے اس کے نجس العین ہونے کے سبب سے کذا صرح ابن کمال اگرچہ اس سے فائدہ لینا جائز ہے موزہ مانگنے کی ضرورت سے بہانہ تاکہ



کہ اگر بدون ثمن کے نہ لے تو اسکا خرید کرنا بسبب ضرورت کے جائز ہے اور بائع کو اسکی بیع مکروہ ہو تو حلال اور پاک نہیں ثمن اسکا اور بال اسکا پانی کو بقول صحیح فاسد لینے نجس کر دیتا ہے بخلاف محمد کے بعضوں نے کہا کہ یہ حکم ہے اٹھاڑے ہوئے بال میں اور تراشا ہوا بال ظاہر ہے کذا فی الغنائم ہم سور کا بال سحر بر سخت ہوتا ہے انگلی کے مقدار اور بعد اسکے نرم ہونا ہوتا ہے مین گروہ دینے کے لائق لہذا زمانہ قدیم میں سوچی اس سے جو تیمان اور موزے سینے تھے جیسے اب سوزن سے سینے مین ابن ابی یوسف کی روایت ہے کہ مکرہ ہے موزہ سینا سور کے بال سے کیونکہ وہ نجس ہے اور اسی واسطے علماء اسلف ایسا موزہ نہیں پہنتے تھے چنانچہ اس کو کہا لا یغنی اور اب یوسف سے روایت ہے کہ مکرہ ہے موزہ سینا سور کے بال سے کیونکہ وہ نجس ہے اور اسی واسطے علماء اسلف ایسا موزہ نہیں پہنتے تھے چنانچہ اس کو خمرستانی نے ذکر کیا ہے اور شاید کہ یہ بیع سور کے بال سے انتفاع لینا علماء سابقین کے زمانہ میں تھا اور ہمارے زمانے میں اس کی کچھ حاجت نہیں لینے بسبب سوزن وغیرہ کے چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہیں ہم صاحب بھرنے کہا کہ ظاہر اکلام فقہاء اس پر دلالت کرتا ہے کہ در صورت عدم ضرورت یعنی جبکہ اسکے سوا اور چیز سے دوخت تصور ہو تو اس سے فائدہ لینا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی و جلد ثانیہ قبل البیع لویا الغرض ولو بالثمن فباطل ولم یفصل ہنا اعتماد علی ما سبق قال الرافی فلیحفظ اور فاسد ہے بیع جانور مردہ کی کھال کی اسکی دباغت سے پہلے اگر بیع بعض اسباب کے ہو اور اگر بیع کچے چمڑے کی ثمن لینے چاندی یا سونے سے ہو تو باطل ہے اور مصنف بیع یعنی صاحب ڈرنے بیان فاسد اور باطل کی تفصیل نہ کی بیان سابق کے اعتماد پر ایسا کچھ کہا دانی محشی ڈرنے اسکو یاد رکھنا چاہیے ولقد ہ ای الذی بیع الاجلہ انسان و خنزیر و حیة اور بعد دباغت کے لینے چمڑا بکانے کے اس کی بیع جائز ہے

مگر آدمی اور سورا اور سانپ کے چمڑے کی بیع جائز نہیں و یتفح بہ بطہارۃ چندی لغیر الاکل و لو جلد ما کول علی الصحیح سراج لقولہ لولا انی حرمت علیکم المیتة و ہذا جزا ہا اور جانور مردہ کی کھال سے فائدہ لیا جائے بسبب اسکے پاک ہوجانے کے اس وقت میں انتفاع جائز ہے سوائے اسکے کھانے کے اگرچہ کھال یا کول اللحم مردہ کی ہو قول صحیح بدلیل حق تعالیٰ کے اس قول کے کہ تمہیں حرام کر دیا جانور مردہ اور یہ لینے کھال جزئ ہے مردہ کی دنی الجمع و تجزیر بیع المیتة من الانتفاع بہ فی غیر الاکل بخلاف الودک اور صحیح میں ہے کہ ہم جائز جانتے ہیں ناپاک تیل کی بیع اور اس سے فائدہ لینا سوائے کھانے کے بخلاف مردہ کی جربہ کی ہم غیر کلہ کا انتفاع چنانچہ چیلغ میں جلانا سوائے سجد کے و رک عبارت ہے جربہ اور ہڈیوں کے گودے سے کذا فی الطحطاوی کما یتفح بالاحتکام حیوۃ مہما کصبھا و صو فہا کما فی الطہارۃ جیسے فائدہ لینا مردے کی اس چیز سے جائز ہے جس میں زندگی حلول نہیں کرتی چنانچہ اس کا پٹھا اور اون چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب الطہارۃ میں ہم بال اور پر اور جو بیچ اور سم اور کھڑ مردہ جانور کے پاک ہیں کیونکہ ہم ان میں حیات کا دخل نہیں کہ موت داخل کرے اور ہاتھی دانستہ کی بیع جائز ہے اور ہاتھی سے انتفاع لینا بوجہ لارنے اور سوار ہونے اور مقابلہ کر کے لینے

ہو کذا فی البیع و قد شہر انما باع بنفسہ او بولیکیلہ من الذی اشتراہ ولو حکما کما رثہ بالاقول من قدر الثمن الاول قبل نقد کل الثمن الاول ضررۃ باع شیئا بالبشرۃ ولم یقبض الثمن ثم شہر انما یخیر دان رخص السور للرد اخلافا لالشافعی اور جو چیز بنات خود اپنے وکیل کے بیچ اس کا خرید کرنا اس سے جس نے اسکو خرید لیا اگرچہ مشتری حکمی ہو چنانچہ مشتری کے وارث سے خرید کرنا بعض کثر ثمن کے ثمن اول کی مقدار سے قبل پانے تمام ثمن اول کے فاسد ہے صورت اسکی یہ ہے کہ کوئی چیز مثلاً دس درم کو بیچی اور ثمن پر قبضہ نہ کیا پھر اسکو پانچ درم سے خرید کیا تو جائز نہیں اگرچہ اس چیز کا نرخ ارزان ہو گیا ہو فساد بیع بسبب بیع کے ہے بخلاف نام شافعی کے مذہب کے ہم جب دس درم کو بیچا پھر پانچ کو خرید کیا تو پانچ درم زیادہ بلا عوض باقی رہے تو یہ فائدہ ہے اور صورت عدم ضمان کے حالانکہ یہ حرام ہے کذا فی شرح الزیلعی مشتری کے وارث کی قید سوائے کھالی کے بائع کے وارث کو اتل ثمن خرید کرنا جائز ہے قبل قبض ثمن کی قید سوائے کھالی کے بعد قبض ثمن کے خرید کرنا فاسد نہیں اور کل ثمن کی قبض کی قید سوائے کھالی کے اگر قبضہ ہم بھی باقی رہے گا تو خرید جائز ہوگی کذا فی الطحطاوی و شہر انما لا یخیر شہادۃ لہ کا بنہ و ابیہ کثر لہ بنفسہ فلا یخیر ایضا خلافا لمانی عمیدہ و سکا تبہ اور



خرید کرنا اس کا جبکہ گواہی بالغ کے فائدے کے واسطے جائز نہیں چنانچہ اسکے بیٹے اور باپ کی خرید بالغ کی ذات کی خرید کے برابر ہے تو اس کا خرید کرنا بھی جائز نہیں بخلاف صابون کے کہ ان کے نزدیک بالغ کے اصول اور فروع کو کتر ثمن سے خرید کرنا جائز ہے سوال کے غلام اور کتاب کے ولا بدوہم بجز ان سے اتحاد جنس الثمن و کون البیوع بجانہ ثمان اختلاف جنس الثمن او تعیب البیوع جاز مطلقاً لکن شراہ بازید و بعد التقدا و ضروریہ عدم جواز کے واسطے جنس ثمن کا متحد ہونا اور بیوع کا بحال خود باقی رہنا اور اگر جنس ثمن مختلف ہو یا بیوع میں مشتری کے پاس عیب لگ جائے تو ہر طرح بیع جائز ہے خواہ نقصان ثمن بقدر عیب کے ہو یا زیادہ چنانچہ بیع جائز ہے اگر بالغ نے ثمن اول سے زیادہ ثمن کو خرید کیا یا بعد قبض کرنے ثمن کے کتر ثمن سے خرید کیا والدراہم والدنا نیر جنس واحدنی ثمان مسائل منہما ہنادنی فقہاء دین و شفقہ و اگر اہ و مضاربتہ ابتدا و انتہا و بقا و امتناع مرا بحتہ و نیراد زکوٰۃ و شریکات و قیم متلفات و ارزش جنایات کما بسطہ المصنف معربالی التحدیہ اور دراہم اور دنائیر ایک ہی جنس میں اٹھ مسئلوں میں از انجملہ یہ مقام ہے اور اول دین میں اور شفقہ اور اگر اہ و مضاربتہ میں باعتبار ابتدا و انتہا اور بقا کے اور امتناع مرا بحتہ میں اور چھٹے مسائل مذکورہ پر زیادہ کیے گئے ہیں زکوٰۃ اور شریکات اور اشیا متلفہ کی قیمتیں اور جنایات کی دبت چنانچہ اسکو مفرح بیان کیا مصنف نے اپنی شرح میں عادیہ کی طرف نسبت کر کے ہم اقل ثمن سے خرید کی صورت ہے کہ عقدا اول دین ہم سے تھا پھر بالغ کو اسکو دنائیر سے خرید کر لیا کتر قیمت ہی دراہم سے تو جائز نہیں اسواسطے کہ باعتبار استعسان دراہم اور دنائیر بیان متحد کنیں ہیں اور اول دین کی بصورت ہی کہ ایک شخص پر دراہم کا دین تھا سو اس نے اول دین میں پہلو تہی کی پھر اسکے دنائیر تھانی کے ہاتھ میں پڑے تو قاضی کو جائز ہے کہ دنائیر کو دراہم سے بدل کر اول دین کرے اور غیر دنائیر کے اور مال سے قاضی اول دین نہیں کر سکتا امام کے نزدیک خلافا للعدا جین اور شفقہ کی بصورت ہی کہ شفیح کو خرید ہوئی کہ مشتری کو گھر کو خریدے اور م سے خرید کیا پھر تسلیم شفقہ ہوئی پھر ظاہر ہوا کہ مشتری نے دنائیر سے گھر خرید کیا جبکہ قیمت ہزار درہم ہیں یا زیادہ تو اسکو دراہم کا مطالبہ نہیں ہو چکتا اور اگر اہ کی بصورت ہی کہ ایک شخص پر زکوٰۃ دینی ہوئی کہ اپنا غلام ہزار درہم کو بیچے سو اسنے پچاس دینار کو بیچا جبکہ قیمت ہزار درہم ہی تھی بیع علی حکم الکرہ اور اگر گلی یا وزنی یا اسباب سے جبکہ قیمت اتنی ہی بیع ہوگی تو بیع زکوٰۃ دینی کی ہوگی اور ابتدائے مضاربت کی بصورت ہی کہ ایک شخص نے ہزار دینار پر عقد مضاربت منعقد کیا اور دائرہ بیان کر دیا پھر مضارب کو اسنے درہم لے چکی قیمت ہزار دینار ہیں تو مضارب بیع ہو اور قائمہ برقرار ہی شرط کے موافق اور اسی طرح ہتھ اور بقاے مضاربت ہی اور امتناع مرا بحتہ کی بصورت ہی کہ ایک کپڑا اس درہم کو خرید کیا پھر اسکو بطور مرابحہ بابت درہم کو بیچا پھر اسکو ایک تیار سے سول لیا تو اب اسکو بطور مرابحہ بیع نہ کرے اور اسی طرح اگر دس درہم کو خرید کرے اور ایک دینار کو بیچے جبکہ بارہ درہم قیمت تو مرابحہ متنع ہی اور زکوٰۃ کی بصورت ہی کہ درہم کا دنائیر سے کرنا اور زکوٰۃ نکالنا ایک جنس کا دوسری جنس سے جائز ہی اور شریکات کی بصورت ہی کہ جب ایک شریک مال درہم ہوں اور دوسرے شریک مال دنائیر ہوں تو دونوں میں شریکات متجانس منعقد ہوگی اور انیسے متلفہ میں قیمت کرنے والا مختار ہے چاہے درہم سے اسکی قیمت مقرر کرے چاہے دنائیر سے اور جنایات کی دبت کی بصورت ہی کہ موصیہ میں نعت عشر دیت اور ہاشمہ میں عشر ہے اور منقلہ میں عشر اور نصف عشر ہے اور جائزہ میں نعت ہے اور دبت یا ہزار دینار ہیں یا دس ہزار درہم ہیں تو اشیا مذکورہ میں چاہے دبت سو بیکی مقرر کرے چاہے چاندی کی کدانی اٹھ طہاری دنی الخلاصہ کل عوض ملک بعقد نیفخ ہبلا کہ قبل نبذہ لم یصلت ہرت نیہ قبل تبذہ اور خلاصہ میں ہے کہ جو عوض کہ ملک ہو ایسے عقد سے موصیہ ہو جائے عوض کی ہلاکی سے قبل اس کے مقبوض ہونے کے تو اس عوض میں تصرف جائز نہیں قبل اسکے قبض کے ہم چنانچہ مال منقول کو جبکہ خرید کرے تو مشتری کو نہیں تصرف کرنا قبل قبض کے صحیح نہیں عوض مذکور کی نعت سے ثمن نکل گیا کہ اس میں تصرف بطور ہب یا بیع کے قبل اسکے مقبوض ہونے کے جائز ہی خواہ ثمن میں ہجرت ہو تیسین سے چنانچہ کیل یا متعین نہ ہو جاتا ہو چنانچہ نفود اور اسکی علت یہ ہے کہ عقد بیع فیج نہیں ہوتا ثمن کی ہلاکی سے پہلے کہ قبل بیع میں بیع ہی

بابت بیع زکوٰۃ  
میں دینار اور دینار  
میں جنس ایک ہی ہے

نیشن صحیح البیع فیما ضمن الیہ کان باع بعشرۃ ولم یقبہنہا ثم شرع شیء آخر بعشرۃ فمدنی الاول وجازنی الاخر فینقسم الثمن علی قیمتہا ولا ینبع الفساد لانه طارح  
ولکان الاجتہاد اور صحیح اور صحیح اس چیز میں جو مال کی اسکی طرف چنانچہ تخت، بچاؤں، درم کو مثلاً اور ثمن پر قبضہ نہ کیا پھر اسکو دوسری چیز یعنی مثلاً  
کپڑے کے ساتھ دس درم کو مول لیا تو بیع اول یعنی تخت میں بیع فاسد ہوگی اور دوسری یعنی کپڑے میں بیع جائز ہوگی تو ثمن اس کی قیمت پر منقسم  
ہوگا اور بیع اول کا فساد بیع ثانی میں نہ شائع ہوگا اس واسطے کہ وہ طاری ہو لے ہیچھے سے اور بسبب محل اجتناب کے بیان تک کہ اگر قاضی  
اس کے جواز کا حکم کرے تو بیع صحیح ہوگی کذا فی الزیلعی و بیع زیت علی ان یرتہ لظرفہ و یطرح عنہ کل ظرف کذا رطلان مقتضی المقصد  
طرح مقدار وزن کا افادہ بقولہ بخلاف شرط طرح وزن النظر فانہ یجز کما لو عوت قدر وزنہ اور فاسد ہی بیع زینون کے تیل کی اس شرط پر  
کہ بائع تیل کو تول دے اس کے ظرف کے ساتھ اور اس سے کم کر ڈالے بمقابلہ ہر برتن کے اتنے رطل اس واسطے کہ مقتضی مقصد کے عقد کم کر ڈالنا ہی برتن کے  
وزن کے برابر اور وہ اس شرط میں عالی التحقیق حاصل نہیں چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے اس قول سے بیان کیا کہ بخلاف شرط کم کر ڈالنے وزن ظرف کے  
کہ وہ جائز ہی جیسا یون بھی بیع جائز ہو کہ اگر مقدار وزن ظرف معلوم ہو جائے ہم زینون کا تیل بطریق مثال کے ہی اور یہی حکم ہے جو بیع موزنات کا نیز انفال  
میں کہا اس واسطے یہ بیع جائز نہ ہوئی کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں اور اس میں احد المتعاقذین کا نفع ہی اس واسطے کہ ظرف کا وزن شاید کمتر ہو مشروط  
تو اس میں مشتری کا نفع ہی یا زیادہ ہو تو بائع کا فائدہ ہے اور اگر وزن ظرف کا ساتھ کرنا مشروط ہی تو بیع صحیح ہے اس واسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہے  
اس مقدار بیع معلوم ہو جاوے غیر بیع سے تو ثمن مخصوص ہو جاوے بیع کے ساتھ ولو اختلفا فی نفس النظر وقدرہ فالقول للمشتري بینهما لانہ  
او متکرر اور اگر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا نفس ظرف یا اسکی مقدار میں تو مشتری کا قول معتبر ہے قسم کے ساتھ اس واسطے کہ وہ قاضی ہے یا متکرر ہم  
طحاوی نے کہا قدرہ کا وار یعنی ادوی یعنی مالہ الخ لاس واسطے کہ گاہے طرف کی مقدار واحد ہوتی ہے اور وہ ظرفون کی ذات مختلف ہوتی ہے لہذا بیع  
نے اسی کے موافق ترجمہ کیا اور مشتری کے قابض یا متکرر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ جیسا مشتری نے ظرف پھیر دیا اور وہ تو لا گیا اور اسکا وزن دس رطل بھلا تو بائع کو کہا  
کہ یہ ظرف اس کے سوا اور تھا جبکہ وزن بائع رطل تھا تو بیان مشتری ہی کا تول معتبر ہوگا اس واسطے کہ یہ اختلاف با طرف مقبوض کے تبیین میں ہی یا ثمن کی  
مقدار میں اگر ادلی ہے تو مشتری قابض ہے اور قول نہیں مگر قابض کا اور اگر ثانی ہے تو فی الحقیقہ ثمن کا اختلاف ہی تو بھی مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ  
منکر ہے زیادتی ثمن کا اور قول معتبر نہیں مگر منکر کا قسم کے ساتھ اور اگر بائع گواہ لاوے گا تو مقبول ہوگا صحیح طریق دنی الشربلانیۃ عن الخانیۃ لا یصح اور  
صحیح ہے بیع راہ کی اور شربلانیۃ میں خانیۃ سے مذکور ہے کہ راہ کی بیع صحیح نہیں من قسمۃ وہبانیۃ شعر ولیس ہم قال الامام تقاسم + برہا لم ینفذ البیع  
یکرہ اور وہبانیۃ کی کتاب القسۃ سے یہ بیت ہے کہ امام اعظم نے فرمایا کہ اہل کوچہ کو باہم تقسیم کر لینا کوچہ غیر نافذہ کا جائز نہیں اور اسی طرح اُسکی  
بیع بھی مذکور ہے یعنی بیع بھی جائز نہیں اور غیر نافذہ کی تیسرا واسطے لگائی تاکہ معلوم ہو جاوے کہ کوچہ نافذہ یعنی شامع عام کی بیع بطریق اولیٰ جائز  
نہیں کذا فی المخطاوی دنی معایاتہا دارقطنی فی الغا زالاشباہ شعر و مالک لا یرض لیس یلک بیعہا + لیس شریک ثم لیسہ بنظر + اور  
وہبانیۃ کے سوال مشکل مسکت میں یہ بیت ہے اور اشاہ کی پہیلیوں میں اس کو پسند کیا ہے کہ مالک زین کوچہ غیر نافذہ کے بیچنے کا مالک نہیں  
سولے اپنے شریک کے پھر اگر اپنے شریک سے نیچے تو اس میں نال ہے یعنی ناظم اس کے جواب پر مطلع نہیں ہم عدم جواز بیع طریق خانیۃ میں مذکور ہے اور  
مشائخ بیع جواز کے قائل ہیں کذا فی المخطاوی اور ہا یہ اور دقاہ میں بھی بیع طریق اور اسکے ہبہ کی صحت مذکور ہے حدیث میں نہ طول وعرض  
اولاد ہتہ بیع طریق کی صحیح ہے خواہ اس کے حدود یعنی طول اور عرض مذکور ہو یا نہ ہو اور اسی طرح اس کا ہبہ بھی صحیح ہے و انما لم یبین بقدر عرض  
باب الدار العظیۃ اور جب کہ بیع یا ہبہ طریق میں حدود کا بیان نہ ہو تو اس کا عرض بڑے گھر کے دروازے کے عرض کی برابر گھر یا جاوے

Marfat.com

ہم بہتر یہ تھا کہ شایع باب لدار الا عظم کتاب یعنی اس واسطے کہ عظم صفت ہی باب کی اور مراد اس سے پہلا دروازہ گھر کا انتہی لیکن فتح القدر وغیرہ  
 میں بھی باب لدار العظمیٰ وارد ہے تو ظاہر اظہار عظم کہنے کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ بڑے گھر کا اکثر بڑا دروازہ ہوتا ہے جسکو ہند میں پھاٹک بولتے  
 ہیں واللہ اعلم لا بیع میل الماء وہبتہ لجمالتہ اذلا بیری قدر ما یثقلہ من الماء صحیح نہیں پانی بہنے کے مکان کی بیع اور نہ ہبہ اس کا سبب  
 اسکے مجہول ہونے کے اس واسطے کہ جتنا پانی مکان میں پھیلتا ہے اسکی مقدار معلوم نہیں م ماسیل سے یا رقبہ میل مراد یعنی وہ مکان  
 جس میں پانی ہتا ہے چنانچہ شر یا سطح یعنی چھت اور طریق سے یا رقبہ طریق مراد یعنی وہ مکان جس میں در واقع ہی تو مقدار میل مجہول ہے لہذا اس کی  
 بیع اور ہبہ جائز نہیں اور رقبہ طریق معلوم ہی اگرچہ اسکی حدود مذکور نہ ہوں تو اسکی بیع اور ہبہ جائز ہے یا میل سے حق تسلیل یعنی پانی بہنے کا حق مراد ہے  
 تو اگر زمین پر میل ہو سو مجہول ہو اور اگر چھت پر ہے تو وہ حق تعلیٰ ہی جسکو بقائین یا طریق سے حق مراد ہے اسکے بیع میں دو روایتیں ہیں جب  
 بطلان یہ ہو کہ یہ مال نہیں اور وجہ صحت یہ ہو کہ اسکی طرف حاجت ہو اور وہ حق معلوم ہو اور عین باقی سے متعلق ہو یہ اس صورت میں ہی جب میں حیث اسل  
 اعتبار ہو اور اس کا طول اور عرض نہ بیان ہو اور اگر میل کو نہ ہونے کی حیثیت سے اعتبار کیجئے تو وہ زمین مملوک ہو اور اسکی بیع جائز ہے چنانچہ سرخسی  
 نے ذکر کیا ہے یا من حیث اسل اعتبار کیجئے لیکن اسکے حدود مذکور ہوں تو بھی اسکی بیع جائز ہے بقول قاضی خان کذانی شرح الوقایہ وحاشیہ للحنبل  
**وصحیح بیع حق مرور تبالارض بلا خلاف و مقصود واحدہ فی رواۃ وہ اخذتہ المشایخ شنی دلی اخری لاد صحیح ابو الیثم اور صحیح ہے**  
 بیع حق مرور یعنی راہ چلنے کے حق کی بیع زمین کے ساتھ بالاتفاق بلا خلاف اور بالذات فقط حق مرور کی ایک روایت میں بیع جائز ہے اور اسی  
 روایت کو اکثر فقہانے لیا ہے اور دوسری روایت میں بیع اسکی صحیح نہیں اور فقہ ابو الیثم نے اسکو صحیح کہا ہے م حق مرور کی بیع زمین کے ساتھ  
 صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص زمین کا مالک ہو اور اسکو دوسری زمین میں ہو کر اپنی زمین میں آنے کا حق ثابت ہو اس شخص نے اپنی زمین اور حق  
 مرور کو بیع کیا تو بیع صحیح ہے کذانی اٹھلاوی و کذا بیع الشرب و ظاہر الروایۃ فسادہ الایضا فانہ شرح دہبانیہ و تحقیق فی احوال الوات اور اسی طرح شرب  
 بالکسر کی بیع یعنی زراعت سینچنے اور جانور دن کے پانی پلانے کو پانی لینے کی باری کی بیع جائز ہے زمین کی بیع یا تھالاجاع اور فقط باری بیجا بدولت میں  
 کے ایک روایت میں جائز ہے اور یہی مشایخ بلخ کا مختار ہے اور دوسری روایت میں جائز نہیں اور یہ ذل مشایخ بخارا کا مختار ہے کذا فی المنج  
 اور ظاہر الروایۃ میں یہ بیع فاسد ہے مگر زمین کو ساتھ کذانی النخانیۃ و شرح الوصایۃ اور م اسکی تحقیق کریجئے احوال الوات کی کتاب میں لاصح صحیح حق تسلیل  
 وہ ہبتہ شوکان علی لارض کمالہ محلہ کما مراد علی اسطلاح لاد حق التعلیٰ و قدر بطلان صحیح نہیں بیع حق تسلیل کی اور ہبہ اسکا خواہ بطلان آب کا حق زمین پر  
 ہو سبب مجہول ہونے اس کے مکان کے چنانچہ مذکور ہو چکا قبل اسکے باجہت ہو اس واسطے کہ وہ حق تعلیٰ ہے اور اس کے بطلان کی  
 وجہ پہلے مذکور ہو چکی و لا بیع شمس من قبل الی التیر و زوہر و اول یوم من الربیع کل فیہ الشمس برج اکمل و ہذا یروى السلطان زبیر و الجوس  
 یوم کل فی الحوت و عدہ البر حنبلی سبتہ فاذا لم یبینا فالعقد فاسد ابن کمال برج اور صحیح نہیں بیع اس شمس سے جو مؤجل ہے نور و تک  
 نور و ہنادن ہے فصل ربیع کا جس میں آفتاب برج حمل میں آئے اور یہ نور و سلطان ہے اور جو بیوں کا نور و دن ہے جس میں  
 آفتاب برج حوت میں آئے اور برج حنبلی نے سات نور و شمس کے ہیں پھر جب عاقدین نے نور و کی مدت بیان کی اور تصریح نہ کی  
 کہ کون نور و مراد ہے تو عقد فاسد ہے کذا صرح ابن کمال روح یعنی سبب مجہول ہونے مدت کے و **المہرجان**  
 اول یوم من الخریف کل فیہ الشمس برج میزان اور بیع صحیح نہیں مہرجان کی مدت تک مہرجان پہلادن ہی فصل خریف کا جس میں  
 آفتاب برج میزان میں آئے م مہرجان معرب ہے مہرگان کا جو نیکو وہ دن بھی متعدد ہے نور و کے مانند لہذا بیع صحیح نہیں

و صوم النصارى و فطر الیہود و صومہم فالنصارى یذکر احدہما سراج اذ نصاری کے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کی مدت اور یہودیوں کے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کی مدت سے صحیح نہیں مصنف نے نصاری کے صوم اور یہودیوں کے فطر پر اکتفا کی اختصار کے واسطے کذا فی السراج اذ المہدیہ للفقہان نیز روزہ باعدہ فلو عرفناہ جاز بیع اس وقت صحیح نہیں جبکہ متعاقدین نوروز اور اس کے بعد کی مدت کو نہ جانتے ہوں اور اگر دونوں اوقات مذکورہ کو جانتے ہوں علی تحقیق تو بیع جائز ہے یعنی اس واسطے کہ اب جہالت کی مدت باقی نرہی بخلاف فطر النصارى بعد ما بشر عوانی صومہم للعلم بہ وہو خسون یوناما بخلاف نصاری کے روزہ توڑنے کی مدت مقرر کرنا ان کے روزہ شروع کرنے کے بعد تو بیع صحیح ہے بسبب اسکے معلوم ہونے کے اور وہ یعنی صوم نصاری کی مدت پچاس دن ہیں اور میں تمناشی سے صوم نصاری کی مدت پچاس دن مذکور ہیں اور فتح القدر اور زمر الفائق اور حموی میں پچاس دن کی اور ہستانی بن سبتیس دن مسطور ہیں ولالی قدوم الحجاج و اخصاص للزیرج والریاس للحب و القطفان للغب لاہنا مفت دم و متاخر اور صحیح نہیں بیع حاجون کے آنے اور کھیت کاٹنے اور خرمن کو بی بیٹھلیمان مانند اور انکو توڑنے کی مدت تک اس واسطے کہ امور مذکورہ میں تقدم اور تاخر واقع ہوتا ہے تو جہالت باعث سناعت ہوگی ولولای عموماً عنہما ای عن ہذہ الاجال ثم اعل الثمن الدین الباجل المبیع اور الثمن یعنی مفسدہ لوالی معلوم شمنی الیہما صحیح الباجل اور اگر مطلق بیع کی بیٹھلایا ذکر اوقات مذکورہ کے پھر ثمن دین کی مدت اوقات مذکورہ میں مقرر کی تو اس طرح مدت ٹھہرانا صحیح ہے اور بیع اور ثمن عین کی مدت ٹھہرانا مفسدہ بیع ہے اگرچہ مدت معلوم اور معین ہو کذا فی الثمنی م ثمن دین کی اس طرح تا جیل صحیح ہے بقول اصح اس واسطے کہ یہ دین کی تا جیل ہے اور تا جیل بعد بیع تبرع ہے تو تا جیل مجہول کو قبول کرے گا پس مفسدہ وہ تا جیل مجہول ہے جو صلب عقد میں واقع ہو کذا فی المنع کما لو کفیل الی ہذہ الاوقات لان اجمال الیسیرۃ تمیز فی الدین و الکفالتہ لا الفاحشۃ چنانچہ ضامن ہا ان اوقات تک صحیح ہے اس واسطے کہ کثیر جہالت دین اور ضمانت میں مختل ہو نہ جہالت فاحشہ کثیرہ چنانچہ ہبوب ریح اور قدوم غائب اور اسقطا المشتري الاجل فی الصور الذکورۃ قبل حلولہ قبل فسخہ و قبل الافتراق حتی لو تفرقا قبل الاسقاط تاکد الفساد ولا ینقلب جائزاً اتفاقا ابن کمال وابن ملک کجا نہ فاحشہ کہ ہبوب ریح و محی مطر فلا ینقلب جائزاً اذ ان اطل الاجل یعنی ایسے مشتری مدت کو ساقط کرے مثلاً مذکورہ میں قبل آنے مدت کے اور قبل فسخ کرنے سے بیع کے اور قبل افتراق کے یہاں تک کہ اگر عاقدین متفرق ہو جاوین قبل اسقاط مدت کے تو فساد بیع مضبوط ہو جائیگا اور منقلب ہوگا باتفاق کذا اصح ابن کمال وابن ملک مانند جہالت فاحشہ کے جسے ہوا چلنے اور نتیجہ برسنے کی مدت سے بیع بدل کر جائز ہوگی اگرچہ مدت مذکورہ کو باطل کر دے کذا فی العینی او امر المسلم بیع حمرا و حمزہ برا و شرار صھای و کل المسلم و میا او امر المحرم غیرہ ای غیر المحرم بیع صیدہ یعنی صحیح ذکب عند الامم مع اشد کراہتہ کما صح امر لان العاقدین صرف بالیۃ و انتقال الملک الی الامر حکمی و قال لا یصح و ہوا الا ظہر شریکاً لایۃ عن البران یا جسے امر کیا مسلم نے بیعے وکیل کیا مسلم نے ذمی کو شراب یا سور کے بیچے یا خرید کرنے کے واسطے یا محرم نے غیر محرم سے کما اپنے شکار کے بیچنے کے واسطے یعنی یہ توکیل اور بیع اور شراب امام کے نزدیک صحیح ہے نہایت کراہت کے ساتھ جسے ضمانت ساتھ صحیح ہے اس واسطے کہ عاقدین یعنی ذمی وکیل پہلی صورت میں اور غیر محرم وکیل دوسری صورت میں تصرف کرتا ہے بیع اور شراب میں ابی الہیت سے نہ موکل کی الہیت سے اور انتقال ملک کا موکل کی طرف امر حکمی ہے اور صاحبین رحمتے کما کہ بیع مذکور صحیح نہیں یعنی باطل ہے اور یہی قول ظاہر ہے کذا فی انشر نیلا لایۃ عن البران م جب امام کے نزدیک جواز بیع اور شراب کراہت کے ساتھ ہوا تو مسلم کو واجب ہے کہ در صورت خرید شراب کو سرکہ بنا دے یا اسکو زمین پر بہا دے اور کو چھوڑ دے اور در صورت بیع اسکے ثمن کو تصدق کرے کذا فی الطھادی عن الحموی و لای بیع بشرط عطف علی امیروز اور صحیح نہیں یعنی فاسد ہے بیع شرط کے ساتھ شاری نے کہا بیع بشرط عطف



بیع شرط

ہو نیز درہم بلکہ معطوف علیہ بیع الی ایسے روزہ نہ لفظ نیز مذکور کہ لایحی شرط سے بیع ہو بیع ناسہ ہو کہ حدیث مزعومین کا اور شرط سے ہی وارد ہو گا  
 فی الخطا دی یعنی الاصل ایجاب فی فساد العقد بسبب شرط لا یقتضیہ العقد ولا یلائمہ و فیہ نفع للاحد ہا و فیہ نفع لمبیع وہو من اہل الاستحقاق  
 لنفع بان یكون آدمیا فلو لم یکن کشرطان لایرکب الذبۃ البیعة لم یکن مفسد اما سببہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قول بیع بشرط سے وہ قاعدہ کلیہ مراد رکھا  
 جو جامع ہو فساد عقد کا ایسی شرط کے سبب سے جبکہ عقد بیع مقتضی نہیں اور نہ اس کے مناسب ہو اور اس میں فائدہ ہو بانع یا مشتری کا یا اس میں  
 فائدہ ہو اس بیع کا جو اہل ہواستحقاق منفعت کا اس طرح ہے کہ بیع آدمی ہو اور اگر بیع آدمی ہو چنانچہ بانع کا بیع شرط کرنا کہ مشتری خرید سے  
 جائز ہو اور نہ تو یہ شرط مفید ہے بیع نہیں چنانچہ اس کا ذکر اوگام جو شرط عقد بیع سے واجب ہے چنانچہ بانع کا عقد کرنا میں اور مشتری کا بیع میں اس  
 شرط کو عقد مقتضی ہو اور جو شرط عقد سے واجب نہیں اس کو عقد مقتضی نہیں اور مناسب عقد وہ شرط ہے جو ہو کہ ہو عقد کی اور غیر مناسب ہے کہ بر  
 خلاف ہو اور اگر ایسی شرط جو بیع بانع مشتری کی ضرورت ہو جسے کہ اس بیع اس شرط پر کہ مشتری اس کو نہ بیچے یا اسے نہ کرے تو بقول مزین بیع جائز ہوا فلا یابی  
 یوسف اور اسی طرح اگر ایسی شرط جو بیع نہ نفع ہو نہ ضرر چنانچہ خرید کرنا طعام کا بشرط اس کے کھانے کے یا کپڑا مول لینا بشرط پہننے کے تو بھی بیع جائز ہو گا  
 الخطا دی و لم یحکم العرف بہ ولم یرد الشرح علیہ کما انہ الامور جن لعل بیع نخل مع شرط بشرط کہ درود شرح ہے بخار شرط فساد اور ایسی شرط ہو کہ  
 اس کا رواج نہ جاری ہو اور شرح میں اس کا جائز ہونا مذکور ہو اور اگر اس شرط کا رواج جاری ہو جیسے بیع نیلین کی نشرباگے شراک لگانے کی شرط کے  
 ساتھ یا اس شرط کی اجازت شرح میں وارد ہو چنانچہ خیار الشرط تو ایسی شرط سے بیع فاسد نہیں کشرطان ان یقطع البائع و یخیرہ قباہ مثال لما لا یقتضیہ  
 و قبہ نفع للمشری چنانچہ یہ شرط کرنا کہ کپڑے کو بانع قطع کرے اور اس کی قبایہ سے یہ مثال ہے اس شرط کی جبکہ عقد مقتضی نہیں اور اس میں فائدہ ہے  
 مشتری کام اور اگر بخلاف یہ شرط ہو کہ بیغ کی بیع میں بانع اس کے گرد کی دیوارین باخندق بنادے یا زمین کی بیع میں بہ شرط کرے کہ بانع اس میں مسجد بنا دے  
 باطل نام کی بیع اس شرط سے کہ اس کو خیرات کرے ایسی شرط سے بیع فاسد ہو اور مستخدمہ مثال لما نفع للبائع و انما مال شہر المامران انخار  
 انما کان ثلثۃ ایام جازان بشرط فیہ الاستخدام ذر بابلون شرط کرنا کہ بانع کو بیوی یا شام سے ایک مہینہ خدمت سے بہ مثال اس شرط کی جس میں  
 بانع کا فائدہ ہو مصنف نے پہلے کی قید اس واسطے لگائی کہ مذکور ہو چکا ہو کہ جب خیار الشرط میں دن کا ہو تو اس میں استعمال کا شرط کرنا جائز  
 ہو گا ذانی الدر او لعیقہ فان اعتقد صح ان بعد قبضہ و لزوم اللین عندہ الا لا شرح صحیح یا یہ شرط کی کہ غلام کو مشتری آزاد کرے پھر اگر وہ آزاد کرے گا  
 تو حق بیع ہو اگر اعتقاد بعد اسکے قبضہ کے واقع ہو اور شن مشتری پر لازم ہو گا امام کے نزدیک اور اگر اعتقاد بعد قبضہ نہیں ہو تو اعتقاد صحیح  
 نہیں کذانی شرح الجمع او بدیرہ او یکا تیرہ دیستولہ ہا اولایحج لکن عن لکنہ مثال لما نفع لمبیع بشرط یا یہ شرط کی کہ مشتری غلام کو بدیرہ یا یکا تیرہ  
 کرے یا بیوی کو حرم بنادے یا مملوک مشتری کی ملک سے بطریق عتق وغیرہ کے خارج ہو یا عتاق وغیرہ اس شرط کی مثال ہے جس میں  
 نفع ہے اس بیع کا جو مستحق ہو نفع کام عتاق وغیرہ میں منفعت مملوک صحیح ہو اور عدم اخراج عن ملک میں بھی فائدہ ہو اس واسطے کہ مملوک بند  
 یہ آتا ہے کہ دست بدست نہ پھرے کذانی الخطا دی ہم فرج علی الاصل بقولہ فیصح البیع بشرط یقتضیہ العقد کشرط المملک للمشری  
 بشرط جس البیع لا یستفاد الا من اولای یقتضیہ ولا نفع فیہ لاحد ولو اجنبیا ابن ملک فلو شرط ان یسکنا فلان اولان یقتضی البائع مشتری کذا  
 فالاطهر الفساد ذکرہ اخی زادہ و ظاہر البجرت صحیح الصحیح پھر مصنف نے قاعدہ مذکورہ پر تفریح کی اپنے اس قول کی تو بیع صحیح ہو اس شرط سے جبکہ  
 عقد مقتضی ہے جیسے شرط کرنا ملک بیع کا مشتری کے واسطے اور شرط کرنا جس بیع کا شن لینے کے واسطے یا ایسی شرط ہے جبکہ عقد مقتضی نہیں  
 اور اس میں کسی شخص کو فائدہ نہیں اگرچہ وہ شخص اجنبی ہو کذا صحیح ابن ملک تو اگر بانع نے بہ شرط کی کہ گھر میں فلانا شخص اجنبی ہو یا بانع مشتری

اسکو اتنا قرض دے تو قول اظہر فساد ہو اس بیع کا خیانہ انھی زادہ نے اُسکو ذکر کیا ہے اور بحر الرائق کا ظاہر کلام صحت بیع کی تہجیح پر دلالت کرتا ہے کشرط ان لایبیع عبر ابن کمال بان لیرکب لدا تیر و لم یعیقہ فانہا لیسبیل للتعق شرطا غیر مانع جبکہ عقد مقتضی نہیں جیسے یہ شرط کرنا کہ بیع جانور کو مشتری نہ بیچے اور ابن کمال نے یون تبسیر کی ہے کہ مشتری جانور پر سوار ہوا سو اسطے کہ جانور مستحق نفع نہیں کیونکہ اہلیت استحقاق منفعت آدمی میں منحصر ہے اولاً یقتضیہ لکن بلائکہ کشرط من معلوم و کفیل حاضر ابن ملک یا وہ شرط جبکہ عقد مقتضی نہیں لیکن وہ مناسب ہے عقد کے جیسے رہن معین اور کفیل حاضر کا شرط کرنا کہ اصح ابن ملک کہ بیع مشتری سے کہے کہ میں بیچتا ہوں اس شرط سے کہ بابت ثمن کے تو فلائی چیز میرے پاس رہے رکھتا ہوں اس شخص کو ثمن کا ضامن دے تو بیع صحیح ہے ایسی شرط سے بحر الرائق میں کہا کہ رہن کا معین ہونا خواہ باشارہ ہو یا بقرینہ اگر کسی اور اشارہ ہو تو جسا نہ نہیں مگر جب کہ دونوں اسکی تعیین میں مجلس عقد کے اندر راضی ہو جاویں اور قبل تفرق مشتری اُسکو تسلیم کرے یا مشتری ثمن بیچنے میں تعجل کرے اور عاقدین رہن کو باطل کر دیں حضور کفیل کی قید سو اسطے لگائی کہ اگر ضامن غائب ہو اور قبل تفرق قبول کرے یا حاضر ہو اور ضمانت قبول کرے تو جائز نہیں اور جری العرف بہ بیع لعلی صرم ماہ باسم یا یؤد الیہ یعنی علی ان یخذہ البائع و یشرک الیہ بیع علیہ الشراک ہو اور بیع شراک شریک بقرینہ استحقاق اللغزائل بلائکہ بیع باعدت جاری ہوگی ہو اس شرط کی جیسے نعلین کی بیع اس شرط پر کہ بائع چمڑا کاٹے اور سپرد وال لگائے اور اسی کے مانند کیلین خریدنا ہو کھڑا دن کا اس شرط سے بیع صحیح ہے سبب تعامل اور رد داج کے بلا انکار اس علم شاخ نے کہا مصنف نے بیع چمڑے کا نعل نام کھانا اعتبار انجام کار کے کہ انی یعنی شراک کسب اول عبارت ہے سیر سے بیع میں مطلقہ و سکون یا سے تحانیہ یعنی وہ دو ال در شریک جو نعلین میں بیعت قدم پر رہتا ہے صرم بفتح صاد و عرب ہے صرم فارسی کا کذا انی لفظ صادمی و ہذا اذا علقہ بکلمۃ علی ان یکتبہ ان البطل البیع اللانی بعتان یعنی غلام ذوقہ کفیل الشراک اشاہ من الشرط و التعلیق و خبر من مسائل شتی۔ یعنی شرط مذکور سے بیع صحیح ہونا اسوقت ہے جب کہ شرط کو بلفظ علی تعلیق کرے اور اگر بلفظ ان شرطیہ مطلق ہوگی تو بیع سب صورتوں میں باطل ہے مگر اس مثال میں کہ میں نے بیع کی اگر فلا نا شخص راضی ہو اور اسکی رضامندی کی مدت میں دن معین کی خیار الشرط کے مانند کہ انی الا اشاہ من الشرط و التعلیق دو الخبر من مسائل شتی و اذا قبض مشتری البیع برضی عبر ابن کمال باذن بالعمہ صرحا او و لایئ بان قبض فی مجلس العقد بخضرتہ اور واجب کہ مشتری نے بیع پر قبضہ کیا اسکے بائع کی رضامندی سے خواہ رضامندی صریحا ہو یا باعتبار دلالت حال کے اس طرح کہ مشتری اسپر قبضہ کرے مجلس عقد میں بائع کے سامنے ابن کمال کے بیان میں بیعت رضائے بائع اذن بائع مذکور ہے صرم ابن کمال نے اذن ذکر کیا نہ رضا سو اسطے کہ بیع فاسد میں رضائے بائع معتبر نہیں اور صاحب کنز نے تعبیر امر بائع کی اور امر بائع شامل ہے بیع اکراہ اور تسلیم اکراہ کو کہ اس سے ملک ثابت ہوتی ہے باوجودیکہ رضامندی اکراہ میں ثابت نہیں اگر مصنف کنز کے مانند بیعت رضائے بائع کتنا تو بہتر تھا کہ انی لفظ صادمی عن ابی اسودنی البیع الفاسد وہ صحیح الباطل مقدم مع حکم مشتری نے قبضہ کیا بائع کے امر سے بیع فاسد میں اور بیع فاسد کی قید سے بیع باطل نکل آئی اور اسکا حکم پہلے مذکور ہو چکا ہے بیع باطل کا حکم مذکور ہو چکا کہ باطل میں قبض سے مشتری کی ملک ثابت نہیں ہوتی اگر اسکے پاس بیع ہلاکت تو اسپر جان و ان نہیں کیونکہ وہ امانت ہے اور قبضہ میں تاوان کی تصحیح کی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے وجوبہ فلا حاجتہ بقول امدادیہ والعیانہ وکل من عوضیہ مال کما افادہ ابن کمال لکن اجاب سعدی بانہ لما کان الفاسد لیم الباطل مجازا لکما مرحق اخراجه بذلک قبضہ اور اسوقت میں یعنی جبکہ بیع باطل بیع فاسد کے ذکر سے خارج ہوگی تو کچھ حاجت نہ رہی اخراج کی باطل کے واسطے ہدایہ اور عنایہ کے اس قول کی اور بیع فاسد کے دونوں موصوفین میں سے ہر ایک خود من مال ہو چنانچہ اسکو ابن کمال نے بیان کیا ہے لیکن سعدی نے جواب دیا ہے اس طرح کہ جب فاسد مال ہے باطل کو مجازا چنانچہ اس باب کی ابتدا میں مذکور ہو چکا تو اخراج باطل کا ہر ایسے کے اس قول سے محقق ہو گیا خبر دار رہنا

۲۰  
۲۱  
۲۲  
۲۳  
۲۴  
۲۵  
۲۶  
۲۷  
۲۸  
۲۹  
۳۰  
۳۱  
۳۲  
۳۳  
۳۴  
۳۵  
۳۶  
۳۷  
۳۸  
۳۹  
۴۰  
۴۱  
۴۲  
۴۳  
۴۴  
۴۵  
۴۶  
۴۷  
۴۸  
۴۹  
۵۰  
۵۱  
۵۲  
۵۳  
۵۴  
۵۵  
۵۶  
۵۷  
۵۸  
۵۹  
۶۰  
۶۱  
۶۲  
۶۳  
۶۴  
۶۵  
۶۶  
۶۷  
۶۸  
۶۹  
۷۰  
۷۱  
۷۲  
۷۳  
۷۴  
۷۵  
۷۶  
۷۷  
۷۸  
۷۹  
۸۰  
۸۱  
۸۲  
۸۳  
۸۴  
۸۵  
۸۶  
۸۷  
۸۸  
۸۹  
۹۰  
۹۱  
۹۲  
۹۳  
۹۴  
۹۵  
۹۶  
۹۷  
۹۸  
۹۹  
۱۰۰



کہ بیع کے ہلاک ہونے اور تذررد کے بعد مشتری پر قیمت لازم ہوگی م اس واسطے کہ قبل ہلاکی اور عدم تذررد کے موت وغیرہ سے رو میں ایجب ہی  
 قیمت کذا فی النہر والقول فیہا للمشری لانکار الزیادۃ اور قیمت میں مشتری کا قول معتبر ہو بواسطہ انکا زیادت یعنی مشتری یا دق قیمت کا نکر پڑو معتبر  
 قول منکرہ وجب علی کل واحد منہما نسخۃ فی البیع ویکون امتناعاً عند ابن مالک اور واجب ہر ایک پر بلع اور مشتری سے نسخ کرنا بیع فاسد کا  
 قبل قبض بیع کے اور یہ نسخ باز رہنا ہوگا بیع سے کذا ذکر ابن مالک م بہتر یہ تھا کہ شارج لفظ یکنون کو حذف کرنا امتناعاً عند مفعول کہ ہوتا اعدا کے مانند کذا  
 فی الطحاوی او بعدہ ما دام البیع بجا جو ہر فی مشتری اعدا الفساد لانه معیستہ فیہ بقہا بجز بالبد قبض نسخ واجب ہر جب تک کہ بیع بجا خود بلا تصرف  
 مشتری کے ہاتھ میں ہو یہ وجوب نسخ فساد طے کرنے کے واسطے ہے کہ بیع فاسد گناہ ہے تو اسکا دور کرنا واجب ہے کذا فی البحر م اور اگر بیع میں کچھ تصرف مانند  
 بیع اور اعتاق کے ہوگا تو نسخ منع ہوگا چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آوگا ولذا لا یشرط فیہ قضاء قاض لان الواجب شرعاً لا یتحتاج للقضاء اور چونکہ  
 اعدا فساد ہر ایک عاقد پر واجب ہے لہذا نسخ کرنے میں حکم قاضی شرط نہیں اسواسطے کہ جو چیز شرعاً واجب ہے وہ حکم قاضی کی محتاج نہیں کذا فی الدرر و اذا  
 اصر احدہما علی ماسا کہ علم بہ القاضی فله نسخہ جبر علیہما حقاً للشرع بزاتیہ اور جب کہ بائع یا مشتری اسکا بیع پر اصرار کرے اور قاضی کو معلوم ہو تو  
 اسکو نسخ کر دینا بیع فاسد کا دنوں پر زبردستی کر کے جائز ہے حتیٰ شرع کے واسطے کذا فی البزازیہ م طحاوی نے کہا مصنف کو مناسب تھا کہ علیہ نسخہ کما س  
 واسطے کہ رفع معیستہ قادر پر واجب ہے اسواسطے کہ وجوب سے جواز متفاد ہوتا ہے نہ عکس اسکا و کل بیع فاسد وہ مشتری علی بالعم بہتہ او صدقہ  
 او بیع اولو جہنم الوجوہ کا عارۃ واجارۃ وغصب و وقع فی ید بالعمہ فهو متارکہ بلع وبری مشتری من ضمانہ قنیۃ اور جس بیع فاسد کو  
 پھیرے مشتری اسکا بائع پر بطریق ہبہ یا صدقہ یا بیع کے یا کسی اور وجہ سے چنانچہ عاریت دینا اور اجارہ اور غصب و واقع ہو بیع اسکا بائع کے ہاتھ  
 میں تو یہ باہم ترک بیع ہے اور مشتری اسکا تاوان سے بری الذمہ ہوگا کذا فی القنیۃ م اگرچہ یہ متارکہ بیع ہے لیکن ظاہر ابدن تو بہ ارتفاع گناہ نہ گیا واصل  
 ان مستحق بختہ از اوصل الی مستحق بختہ اخری باعتبار اصلاحک مستحقہ ان کل الیمن المستحق علیہ والا فلا و تاسہ فی جامع الفصولین اور سلسلہ سابقہ  
 کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز کہ مستحق ہو ایک جہت سے جبکہ وہ پہنچے شخص مستحق کو دوسری جہت سے تو وہ بخت مستحقہ وہیں معتبر ہوگی بشرطیکہ مستحق کو  
 مستحق علیہ کی طرف سے پہنچے اور اگر اسکی طرف سے نہ پہنچے تو وہ اصل معتبر ہوگی اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین میں ہے م اگر مشتری نے  
 بیع فاسد غیر بائع کو ہبہ کی یا نمیر کے ہاتھ پہنچی اور اسنے بائع کو ہبہ کی اور تسلیم کی تو مشتری قیمت سے بری الذمہ نہوگا اسواسطے کہ بائع کو بخت مستحقہ سے  
 پہنچی مستحق علیہ کے ہاتھ سے یعنی مشتری کے ہاتھ سے نہ پہنچی کذا فی المنہج اب آگے مصنف نے وہ مسائل شروع کیے جنہیں بیع فاسد کا نسخ کرنا ممنوع ہے  
 فان باع مشتری مشتری الفاسد میجا بھیجا یا ناقلاً فاسداً وینیار لم یمنع الفسخ لغير بالعمہ فلو منہ کان نقضاً للاول کما علمت بغير مشتری نے بیع فاسد کو  
 بیجا بطریق بیع صحیح بلا شرط کے اگر بیع فاسد کے طور پر بیجا یا بیجا بشرط بیع کی تو نسخ کرنا بیع کا اسکے غیر بائع سے ممنوع نہوگا اور اگر مشتری نے خود اسکے  
 بائع سے بیع کی تو یہ بیجا اول کا نقض ہوگا چنانچہ تو ابھی معلوم کر چکا یعنی مصنف کے اس قول میں کل بیع فاسد الخ و فسادہ بغير الاکراہ فلو بیع فی قبض  
 کل تصرفات مشتری اور حالانکہ فساد اس بیع کا بدن اکراہ کے ہے اور اگر فساد اسکا زبردستی کی جہت سے ہے تو بیع تصرفات مشتری کے منقوض اور  
 جائز ہونگے اور ہبہ و سلم او عتقہ او کاتبہ او استولہ ہا ولولم یقبل ردہا مع عقربا اتفاقاً سراج یا مشتری نے بیع ہبہ کی غیر بائع کو اور قبضہ کر دیا  
 یہ غلام کو آزاد کر دیا یا اسکو مکاتب کیا یا لونڈی کو نرہم بنایا اور اگر وہ حاملہ نہوگی ہو تو اسکو پھیر دے اسکے ہر مثل کے ساتھ بالاتفاق کذا فی  
 السراج بعد قبضہ فلو تسلیم یمن بقتل یمن البائع بامرہ وکل الوامرہ بطین الخیظۃ او فوج الشاة فیصیر مشتری قابضاً نقضاً نقدکما للمور لا یلک الامر  
 آزاد کیا غلام کو بعد اسکے قبض کے تو اگر قبل قبض آزاد کرے گا تو آزاد نہوگا مشتری کے آزاد کرنے سے یعنی بسبب عدم ملک کے



بلکہ بامشتری بائع کے آزاد کرنے سے آزاد ہو گا یعنی اگر قبض منہ کے مشتری بائع سے کہے کہ اس غلام کو میری طرف سے آزاد کر اور بائع آزاد کرے تو آزاد ہو گا اور اسی طرح اگر مشتری نے قبض گیموں یا بکری کے بائع کو امر کیا کہ گیموں کو پیسے یا بکری کو ذبح کرے تو مشتری اس طرح کے امر کرنے کا بائع ہو گا بطریق اتصاف کے اور یہ عجیب بات ہے کہ البتہ شخص امور مالک ہو اسکا جسکا امر کرنے والا مالک نہیں وہ مانی النانیہ علی خلاف ہذا مار دیتا اور غلط من الکاتب کا سبب العادی اور جو خانیہ میں برعکس سکے قول ہی یا دوسری روایت ہے یا اغلاط کاتب سے ہے چنانچہ عمادی نے اسکو شرح بیان کیا ہے م خانیہ میں ہے کہ جب غلام کو بشراف فاسد خرید کیا اور قبل قبض بائع سے کہا کہ اسکو آزاد کرے میری طرف سے پھر بائع نے اسکی طرف سے آزاد کر دیا تو یہ غنم بائع کی طرف سے ہو گا نہ مشتری سے اور اسی طرح گیموں اور بکری کا مسئلہ کذا فی المنع اوقفہ وقتاً صحیحاً لانہ استلکھ عن قبضہ عن ملک درمانی جامع الفصولین علی خلاف ہذا غیر صحیح کما سبب المصنف یا مشتری نے بیع فاسد کو وقف صحیح کیا اسواسطے منع ہو گا کہ مشتری نے بیع کو مستلک کیا جبکہ اسکو وقف کیا اور اسکو اپنی ملک سے نکالا اور جو روایات جامع الفصولین میں بر خلاف اسکے ہیں سو صحیح نہیں چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں اسکو مفصل بیان کیا ہے م جامع الفصولین میں ہے کہ اگر بیع فاسد کو وقف کیا یا سجدہ قرار دیا تو حق نسخ باطل نہیں تا وقتیکہ عمارت بنا دے انتہی تہ الفائق میں اسکو روایت ثانیہ قرار دیا ہے اور یہ بہتر ہے تغلیط سے اور بجز الرق میں اسکو عدم تسبیل قاضی پر محمول کیا ہے کذا فی الططادی اور بہتہ او اوصی اوصی اذ تصدق بہ نقد بیع الفاسد فی بیع امر و تمنع الفسخ تعلق حق العبدہ الانی الرابع مذکورۃ فی الاشباہ یا بیع فاسد کو رہن رکھا یا اسکی کسی شخص کے واسطے وصیت کی یا خیرات کی تو بیع فاسد نافذ ہو جائیگی جمیع تصرفات مذکورہ میں یعنی بیع یا ہب یا اعناق یا کتابت یا استیلا دیا وقف یا رہن یا وصیت یا تصدق کرنے سے اور اب نسخ منع ہو گا بسبب متعلق ہو جانے حق العبد کے اس سے مگر چار صورت میں جو اشباہ میں مذکور ہیں م اشباہ میں ہے کہ عقد فاسد تعلق حق العبد سے لازم ہو جائتا ہے اور فساد مرتفع ہو جائتا ہے مگر چند مسائل میں اجارہ فاسد دیا پھر متاخرینے اجارہ صحیح دوسرے کو دیا تو شخص دل کو اسکا توڑنا جائز ہے ایک شخص نے مکرہ سے کوئی چیز مولیٰ پھر اسکی بیع صحیح کی تو مکرہ کو اسکا توڑنا درست ہے مشتری نے بیع فاسد کو اجارہ دیا تو بائع کو اسکا توڑنا جائز ہے اور اسی طرح اگر نکاح کر دیا انتہی چونکہ کلام تن کا تعرف مشتری میں ہے تو مسئلہ اولی کا استثنا صحیح نہیں اور اسی طرح مسئلہ ثانیہ کا کہ خود تن میں موجود ہے اور اسی طرح مسئلہ ثالثہ اور رابعہ خود شارح کے آئینہ قول میں موجود ہے کذا فی الجلبی و کذا کل تصرف قولی غیر اجارہ و نکاح اور اسی طرح بیع وغیرہ کی مانند ہر تصرف قولی سوائے اجارہ اور نکاح کے چنانچہ تدبیر موجب سے نفاذ بیع فاسد کام اجارہ اور نکاح سے اسواسطے منع نہیں ہوا کہ اجارہ منع ہو جائتا ہے عذر سے اور رفع فساد بھی عذر ہے اور نکاح میں اضرار عن الملک نہیں وہیں تبطل نکاح الاثر بالفسخ المتخارنم و لو اجبتہ اور کیا نکاح لو بطلی کا باطل ہو جائتا ہے اسکے نسخ بیع فاسد سے قول مختار ہے کہ ہاں باطل ہو جاتا ہے کذا فی الولو اجبیم یہاں گفتگو اس میں ہے کہ مشتری بعد قبض نکاح کر دے چنانچہ یہی موضوع ہے جمیع مسائل سابقہ میں اور کلام و لو اجمی قبل قبض میں مفروض ہے تو یہ جواب کیونکہ صحیح ہو گا کذا فی الططادی لمخصا ومتی زال المانع کز جمع ہتہ و غیر مکاتبہ نک میں عاد حق الفسخ لو قبل الفضا بالقیمۃ لا بعدہ اور جبکہ منع نسخ کا دور ہو جاوے چنانچہ پھر لینا و اہب کا اپنی ہبہ کو اور عاقر ہونا مکاتب کا بدل کتابت سے اور خلاص ہونا رہن کا تو بیع فاسد کا حق نسخ خود کر لگا اگر زوال مانع کا قبل فضا ہو قیمت کے ساتھ یعنی قاضی نے ہنوز مشتری پر ادائے قیمت کا حکم نہ کیا ہو نہ بعد فضا کے یعنی اگر بعد حکم قاضی مانع زائل ہو تو حق نسخ خود نکریگا کیونکہ اب ابطال فضا لازم آوے گا اور یہ جائز نہیں و لا تبطل حق الفسخ بموت احد ہا مختلفہ الوارث یہ یعنی اور حق نسخ باطل نہیں ہوتا بائع یا مشتری کے مر جانے سے تو میت کا وارث اسکا خلیفہ ہو گا نسخ کرنے میں اسی کا فتویٰ ہے و بعد الفسخ لایا خذہ البتہ حتی یر و کمنہ المنقوذ بخلاف مالہ شرعی من مدیونہ بدینہ شراہ فاسداً

لے نقل الططادی عبارتہ  
الولو اجبیم زوج قبضہ  
بجب قبضہ  
تول البیوع  
الانی لا یصح  
بفسخ  
سکرین  
اطراد  
مستند  
انما کما بعد  
فی سراج  
الا مندر  
شراہ  
فی الفسخ  
ذات الفسخ  
فی الفسخ

تیس مشتری حسبہ لاستیفاء دینہ کا جارہ دہن و عقد صحیح والفرق فی الکافی اور بیع فاسد کے بیع اسکا بائع نہ لے تا وقتیکہ اس کا ثمن منقود  
پھر دے ثمن منقود سے ثمن مقبوض مراد ہوتا ہے تا غیر نقدین کو بھی شامل رہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر صاحب دین نے اپنے دیون سے بوجھ اپنے دین  
کے چیز بطور شرعاً فاسد کے خرید کی تو مشتری صاحب دین کو بعد بیع کے جس کرنا بیع کا اپنے دین کے لینے کے واسطے جائز نہیں انند اجارہ فاسدہ دہن  
فاسد اور عقد صحیح کے اور فرق دین اور غیر دین کا کافی میں مذکور ہے شرح زیلعی میں ہے کہ اگر اپنے دیون سے بطور شرعاً فاسد غلام خرید کیا بوجھ دین سابق کے  
اور غلام پر قبضہ کیا باذن بائع پھر بائع نے استر او غلام کا ارادہ کیا بکلم فساد کے تو مشتری کو جس غلام استیفاء دین کے واسطے جائز نہیں بخلاف بیع صحیح کے اور اگر  
اگر اجارہ فاسدہ بدین سابقہ ہو پھر موجد اجارہ شرح کرے تو متاجر کو جس کرنا اجرت لینے کے واسطے جائز نہیں بخلاف اجارہ صحیحہ کے اور یہی حکم ہے دین  
کا بدین سابق انہی قولہ بخلاف صحیح کا یہ مطلب ہے کہ اگر بیع صحیح یا اجارہ صحیحہ بدین سابق ہو پھر عقد صحیح ہو کسی وجہ سے تو مشتری کو جس بیع کا پڑ دین کے  
لینے کے واسطے جائز ہے اور اسی طرح متاجر کو جس جائز ہے جب یہ معلوم ہو تو ظاہر ہو گیا کہ شایع کا قول عقد صحیح غلط ہے بلکہ یوں کہنا تھا بخلاف عقد  
الصحیح کذانی الطحاوی لخصاً اور اسی طرح نہ الفائق میں ہے فان مات اعدہما او الموجد او المستقرض او الراہن فاسد یعنی وزیلعی بعد الفسخ فالمشتری  
و نحوہ احق بہن سائر الغرما بل قبل تخییرہ فله حق حسبہ حتی یاخذ بالہ پھر اگر بائع یا مشتری یا اجارہ فاسدہ کا موجد یا قرض فاسد کا مستقرض یا رہن  
فاسد کا رہن مر جائے بعد بیع کے کذانی العینی والزیلعی تو مشتری اور راہن اسکے چنانچہ وارث مشتری کا جب مشتری مر جائے اور متاجر اور  
مقرض اور مرثین زیادہ تر حق دار ہیں باقی ارباب دیون سے بلکہ حق ہیں قبل تخییر میت کے تو مشتری وغیرہ کو جس عین کا حق ہے یہاں تک کہ اپنا  
مال لیوے بعد الفسخ نفس علی المتوہم ہے اس واسطے کہ یہی حکم قبل الفسخ بھی ہے بطریق اولیٰ عبارت زیلعی کا یہ معنون ہے کہ اگر بائع مر گیا تو مشتری یعنی بائع  
ہو تا استیفاء ثمن کیونکہ اسکی تقدیم پر بائع کی حیات میں اسی طرح اسکی تقدیم ہوگی اسکی تخییر پر اسکی وفات کے بعد اور اسی طرح اگر اجارہ فاسدہ  
اور اجرت تسلیم کی یا رہن فاسد یا قرض فاسد دیا اور بواسطے قرض کے کوئی چیز رہن رکھی تو اسکو اجارے کی چیز اور مرہون کا جس جائز ہے  
تا وقتیکہ اپنا مال پاوے اور اگر موجد یا رہن یا مستقرض مر جاوے تو وہ شو مقبوض کا زیادہ تر حقدار ہے باقی غریبوں سے کذانی الطحاوی فی اخذ  
المشتری در اہم الثمن بعینہا لو قامتہ و مثلہا لو بالکف بنا علی تعین الدر اہم فی البیع الفاسدہ ہو الاصح تو مشتری در اہم ثمن کو بعینہا لے گا اگر در اہم  
ثمن کے موجود ہوں اور انکے اند اور در اہم کو لے گا اگر وہ موجود نہ ہوں بنا بر معین ہونے در اہم کے بیع فاسد میں اور یہی قول تعین کا صحیح ہے یہاں  
سوال وارد ہوتا ہے کہ شایع نے کہا کہ بیع فاسد میں در اہم کا متین ہونا صحیح قول ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ بائع کو منفعت ثمن کی حلال ہو بیع  
مشتری کو منفعت بیع کی حلال نہیں کیونکہ علت حرمت کی بیان تعین مال ہے تو جب ثمن بھی بیع کے مانند متعین ہو تو بائع کو بیع کیونکر حلال ہوگا اور  
حالانکہ بائع کو بیع حلال ہے نہ مشتری کو اسکا جواب شایع نے مصنف کے قول میں تصرف کر کے دیا و انما طالب للبیع ما یخرج فی الثمن علی الروایۃ  
الصیحۃ المتقابلۃ للاصح بل علی الاصح ایضاً لان الثمن فی العقد الثانی غیر متعین لایضرب لعیثہ فی الاول کما افادہ سعدی اور یہی بات ہے کہ بائع کو جو حلال ہو اور  
وہ قابلہ جو اسکو ثمن میں حاصل ہوا ہے وہ روایت صحیحہ پر جو مقابل ہے قول اصح کے بنی نہیں بلکہ علت بھی دوسرے قول اصح پر مبتنی ہے اس واسطے کہ عقد ثانی  
ثمن میں غیر متعین ہے کیونکہ بیع فاسد نہیں اور عقدا اول میں ثمن کا متین ہونا مضر نہیں چنانچہ اسکو علامہ سعدی آندی نے بیان کیا ہے ہم خلاصہ جواب  
یہ ہے کہ بائع کے واسطے نفع اسلئے حلال ہو کہ وہ پیدا ہوا ہے ثمن سے باعتبار عقد ثانی کے اور ثمن عقد ثانی میں غیر متعین ہے اور صورت مسئلہ جامع غیر متعین  
امام اعظم سے یوں مروی ہے کہ ایک مرد نے لونڈی ہزار درہم کو بعد فاسد خرید کی اور دونوں میں تقابض البدلین واقع ہوا اور پھر ایک کو نفع حاصل ہوا اپنے  
مقبوض میں امام نے فرمایا کہ جس نے لونڈی پر قبضہ کیا وہ نفع کو غیر ات کرے اور جس نے در اہم قبض کیے اسکو نفع حلال ہے انہی بواسطے مشتری کو نفع حلال ہوا

کہ عقد متعلق بالمتعین یعنی جاریہ ہر توختہ اس میں جم گیا اور بائع کو اس واسطے حلال ہوا کہ عقد ثانی مال متعین سے متعلق نہیں بلکہ اس کا ثمن ہر چیز سے  
توختہ اس میں ممکن نہوا تو اس کا تصدق واجب نہوا یہ حکم ہر اس خبث کا جو بسبب فساد ملک کے تھا اور اگر بسبب عدم ملک کے خبث ہو چنانچہ منقوب اور  
امانات میں جبکہ اس میں امانت و ارجحیت کرے تو طرفین کے نزدیک مال متعین اور غیر متعین دونوں کو خبث شامل ہوگا چنانچہ بیوع ایضا جبکہ عرفی عقد  
میں تصدق کرے اور نفع حاصل ہو تو طرفین کے نزدیک تصدق نفع لازم ہر یعنی اگرچہ دونوں نے ضمان لیا کیا ہو اور علت نفع بائع اور حرمت نفع مشتری کا  
محل ہر جب تک بیع مقابلاً نہ ہو کیونکہ اس میں دونوں کو نفع حلال نہیں چنانچہ عقد صرف میں دونوں کو نفع حلال ہے کذا فی اللطیفات للعلیہ لیس فی بیوع  
بیوع متعین متعین ہاں بعد از تعلق العقد بسبب فساد ملک فی الرجوع فی تصدق بہ حلال نہیں مشتری کو جو فائدہ حاصل ہوا اس میں بیع متعین ہر بیوع میں اس طرح پر کہ بیوع مذکور  
کو زیادہ تر ثمن سے بیعے بسبب متعلق ہونے عقد کے عین بیوع سے تو خبث جم گیا نفع میں تو اس کو تصدق کرے مطلقاً ہی نہ کہ با عدم خلط  
عقد اول میں منحصر ہو اور اگر بیوع بیکر اس کے ثمن سے تجارت کرے اور نفع حاصل ہو تو یہ فائدہ حلال ہوگا بسبب عدم تعین کے عقد ثانی میں کیا اس طرح  
مال و عاہ علی آخر تصدق علی ذلک نقضی ای اوفاہ ایہ ثم ظہر عدم تصدق تھا انہ لم یکن علیہ شی لان بدل المستحق ملوک لہما فاسد او الخبث  
لفساد الملک انما یعمل فیما تعین لافیا لای تعین چنانچہ حلال ہر نفع اس مال کا جس کا مدعی نے دوسرے شخص پر دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس کی  
تصدیق کی پھر اس نے مدعی کو مال ادا کیا بعد اسکے تصدق طرفین سے اس کا عدم ظاہر ہوا اس طرح پر کہ مدعا علیہ پر کچھ مال مدعی کا نہ تھا ہوا اس نفع حلال ہوا  
کہ مستحق کا عوض ملوک ہوتا ہے بلکہ فاسد اور جو خبث کہ بسبب فساد ملک کے ہوتا ہے وہ فقط مال متعین میں عمل کرتا ہے نہ غیر متعین میں ممدعی مذکور کو نفع  
اس وقت حلال ہوگا جبکہ نقدین کا دعویٰ کیا ہو نہ عروض کا کیونکہ عروض میں تعین ہر نہ نقدین میں صورت مسئلہ جامع غیر میں یوں مذکور ہے کہ اگر ایک نے  
دوسرے مرد سے کہا کہ میرے تجھے ہزار درہم ہیں سو انکو ادا کر لے ادا کیے پھر دونوں نفی مال متفق ہوئے اور مدعی نے مال مذکور میں تصرف کیا اور دائرہ  
اسکو حاصل ہوا تو یہ فائدہ اسکو حلال ہر اسول سے کہ دین اقرار سے ثابت ہوتا ہے پھر جب مدعا علیہ نے اقرار کیا اور ادا کیا مدعی کو اپنی ملک میں نفع حاصل ہوا  
پھر جب اسکے بعد دونوں نے عدم دین پر اتفاق کیا تو درہم مقبوضہ بمنزلہ بدل مستحق کے ہوتے مستحق سے مراد یہاں دین ہر اور بدل سے مراد درہم مقبوضہ میں کذا فی  
اللطیفات وی دانا الخبث لعدم الملک کا نصب فیما کما بسبب خسر و اہن الکمال ورجوختہ کہ بسبب عدم ملک کے ہو چنانچہ غصب سے متعین اور غیر متعین دونوں میں  
عمل کرتا ہے چنانچہ لاخسر و اہن کمال نے اسکی تصریح کی ہر وقال الکمال لولم یکن الذب فی دعواہ الدین لایملکہ اجلا و قواہ فی لہنہ اور کمال الدین نے تصدیق میں  
کہ اگر مدعی مذکور عند دعویٰ دروغ اپنے دین میں کر گیا تو نفع کا اصلاً مالک ہوگا اور نہ الغالیق میں اس قول کی تقویت کی ہر ہم نہ الغالیق میں کہا کہ فقہانے  
کتاب الاقرار میں تصریح کی ہے کہ اگر مقررہ جانتا ہو کہ مقرر کا ذب ہے اپنے اقرار میں تو اسکو زبردستی مال لینا حلال نہیں ہاں اگر اسکو شبہ ہو تو محمد کے نزدیک حلال ہر  
نہ ابو یوسف کے نزدیک تو اس وقت میں اسکو نفع حلال ہوگا اور یہاں کلام ظن مدعی پر محمول کہ یعنی مدعی کو گمان ہوا کہ میرے باپ کا قرض مدعا علیہ ہے پھر معلوم ہوا  
کہ مدعا علیہ کے وکیل نے اسکے باپ کو قرض ادا کر دیا تھا سو دونوں کا دین پر تصدق ہوا تو اب نفع حلال ہوگا اور یہ نہایت خوب قسم ہر اسکو غور کر کے انتہائی  
الحرام فیقتل فلودخل بایان و اذ مال حربی بلارضناہ و اخرجه الینا لک و صح بیعہ لکن لا یطیب لہ ولا للمشری منہ بخلاف البیوع الفاسدہ لا یطیب لہ لہذا عقدہ و یطیب  
المشری نہ لہذا عقدہ اور اسی کتاب میں ہے کہ حرام انتقال کرتا ہوا ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ تک سو اگر مسلم دار الحرب میں امان لے کر داخل ہو  
اور حربی کا مال بدون اسکی خوشی کے لے اور دار الاسلام کی طرف نکال لاوے تو اسکا مالک ہوگا اور اسکی بیع صحیح ہوگی لیکن چونکہ اسکی ملک میں  
خبث ہو دغا کے سبب سے تو وہ مال اسکو حلال نہ ہوگا اور نہ اسکے خریدار کو بخلاف بیع فاسد کے کہ بائع کو حلال نہیں اسکے عقد کے فساد کے سبب سے  
اور جس نے اس سے خرید کیا اسکو حلال ہر بسبب اسکی صحت عقد کے م جب معلوم ہوا کہ حرمت منتقل ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ مال منہوب اور طعام منہوب کی

کہ بیع متعین متعین ہاں بعد از تعلق العقد بسبب فساد ملک فی الرجوع فی تصدق بہ حلال نہیں مشتری کو جو فائدہ حاصل ہوا اس میں بیع متعین ہر بیوع میں اس طرح پر کہ بیوع مذکور

خریداری حرام ہے مگر یہ کہ عارت گراور فاضل اسکی قیمت ادا کرے یا مالک اسکو معاف کر دے تو اب اسکو عمل لینا درست ہے کذا فی الطحاوی فی خطبہ شہادۃ  
 الحرمۃ متعدد مع العلم بہا الا فی حق الوارث اور شاہ کی کتاب المظہر میں ہے کہ حرمت متعدد ہوتی ہے اسکے دریافت ہونے کے ساتھ مگر وارث کے حق میں نہیں م  
 اگر حرمت کا علم ہو تو اشخاص متعددہ میں بھی تحقق ہوتی ہے سوائے وارث کے یعنی اگرچہ وارث جانتا ہو کہ مورث نے یہ مال بوجہ حرام پیدا کیا تو بھی اسکے حق میں  
 وہ مال حلال ہے و قد فی الظہیر بان لا یعلم ارباب الاموال و مستحقہ ثمة اور ظہیر یہ میں علت وارث کو بائیں قید مقید کیا ہے کہ وارث ارباب اموال کو نہ جانتا ہو اور  
 ہم اسکی تحقیق کریں گے اسکے مقام میں ہم نے اگر وارث جانے کہ مورث نے فلاں فلاں شخصوں کا مال بسر کیا یا غضب یا رشوت لیا ہے تو پھر واجب ہے کہ انکو یا انکی  
 وارثوں کو مال نہ دے اور اگر نہ پھیرے گا تو وارث پر وہ مال حرام ہے بجز جہتی میں ہے کہ مورث مر گیا اور کسب اسکا حرام ہے تو میراث حلال ہے پھر اسنے  
 کہا کہ ہم اس روایت کو نہیں لیتے ہیں بلکہ میراث وارثوں پر مطلقاً حرام ہے اتنی اس قول سے معلوم ہوا کہ در صورت علم وارث حرمت ثابت ہے اگرچہ  
 ارباب اموال کو نہ جانتا ہو کذا فی الطحاوی بتعریف نبی او غرض فی اشتراہ فاسد شروع فیما یقطع حق الاسترداد من الاضلال بحیث بعد الفراغ من  
 القویہ لزمہ قیمتہا و امتنع الفسخ مشتری نے گھر بنایا درخت گھایا اس میں جب کو فاسد خرید کیا تو اسکو گھر اور زمین کی قیمت کا دینا لازم ہو گیا اور  
 فسخ تمتع ہو گیا شایع کتاب ہے یہ شروع ہے ان مسائل میں جن میں حق استرداد قطع ہو جاتا ہے و افعال حسیہ کے سبب سے بعد فایز ہونے کے افعال قولیہ سے یعنی  
 اول اقوال تا لحد فسخ کو ذکر کیا لہذا اسکے اب افعال حسیہ کا ذکر شروع کیا و قال لا یغنیہا ویرد المبیع و رحمہ اللہ مال اور صاحبین نے کہا کہ مشتری عارت کو توڑے  
 اور درختوں کو اکھاڑے اور بیع کو پھیر دے اور اسی قول کو ترمذی نے کہا کہ مال الدین نے ہم کمال الدین نے فسخ القدر میں کہا ہے جو امام کی دلیل ہے شایع فسخ میں  
 کہ عارت بنانے اور درخت لگانے سے دوام مقصود ہوتا ہے سو مبیع ہے اسواسطے کہ اجارہ میں اگر درخت لگا دے تو بالاتفاق قطع واجب ہے تو ظاہر ہے کہ بنا اور  
 فسخ گاہے دوام کے واسطے ہوتا ہے اور گاہے نہیں و تقیہ فی التمر لخصوما تبلیط البائع اور کمال الدین کی ترمذی کا تعقب کیا ہے یعنی منع کیا ہے نہر العالق  
 میں بواسطے حاصل ہونے بنا اور غرض کے بائع کے مسلط کرنے سے ہم صاحب نہر نے کہا کہ جو عارت کہ بائع کی تسلیط سے حاصل ہو اس سے دوام مقصود  
 ہوتا ہے بکلمات اجارہ کے کیونکہ اس میں تسلیط نہیں تو معلوم ہوا کہ عدا استلال بائع کی تسلیط پر ہی انتہی طحاوی نے کہا ہے تعقب اسوقت مسلم ہو جبکہ بائع کے  
 حق کے سبب سے فسخ ہوتا ہے کنا کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے کہ اسنے اپنا حق تسلیط سے ساقط کر دیا حالانکہ مذکور ہو چکا کہ بیع فاسد کا فسخ کرنا حق ہد کے سبب ہے تو اب کچھ  
 فرق نہ پانچ اور اجارہ میں و کذا کل زیادة تعلیہ غیر متولدة کسب و خیاطہ و طمن حنطہ و لیس موئق و غیر اظن و جاریہ علق مترا و اسی طرح الفسخ ہے ہر ایک وہ  
 زیادتی جو بیع سے متصل ہے اور اس سے پیدا نہیں ہوتی چنانچہ رنگ اور دوخت کپڑے میں اور پینا گھون کا اور لت کرنا تو کا اور کانا روئی کا اور لونڈی جو حامل  
 ہو گئی مشتری سے م طحاوی نے کہا کہ حل جاریہ بچہ ازیادت غیر متولدة ہے بظن مردی نہی کے فلو متولدة کو لدا و متولدة کسب فذلہ الفسخ و یغنیہا باہتمام کما سوسے مفصلہ  
 غیر متولدة جو ہر سو اگر زیادتی مفصل ہو یعنی غیر متولدة چنانچہ دلہ یا لادتی متولدة ہو جیسے فرسی تو اسکو فسخ کا اختیار ہے اور اسکا تادان دے اسکے  
 و استمالک سے سوائے مفصل غیر متولدة زیادتی کے کذا فی الجہرۃ م زیادتی مفصل غیر متولدة چنانچہ کسب خلاصہ یہ ہے کہ چاروں قسم کی زیادتی میں سے مفصل  
 غیر متولدة زیادتی میں فسخ تمتع ہے اور مشتری پر قیمت واجب ہے باقی میں ذلے جامع الفصولین لولعظ فی بد مشتری بغض مشتری او بائع  
 سادۃ بغذہ البائع مع الارش ولو بغض البائع صار مترا و لو بغض اجنبی غیر البائع اور جامع الفصولین میں ہے کہ اگر مبیع ناقص ہو گئی مشتری کے  
 ہاتھ میں مشتری کے فضل سے یا مبیع کے فضل سے یا آفت سادی سے تو بائع مبیع کو لے دیت کے ساتھ یعنی بقدر نقصان کچھ مال مشتری سے  
 لے اور اگر نقصان ہوا ہو بائع کے فضل سے تو مبیع مسترد ہوگی ادا اگر اجنبی کے فضل سے نقصان ہو تو بائع مختار ہے یعنی چاہے مشتری سے نقصان کا  
 موافقہ کرے چاہے اجنبی سے کذا فی الجہرۃ و تحریر جامع العمۃ البیوع عند الاذان الاول اذا تباعد ہما یشیان فلا یاس بہ لتعلیل النسی الاضلال لیس

مذموم انتقال حرمت ال  
 وحق وارث در صورت  
 علمی و قبول صاحب بچہ  
 است وارث کا لہذا ثابت

بجہت



فاذا اتتعتی اور کرودہ تحریمی ہے صحت کے ساتھ بیع کرنا جمعے کے دن اذان اول کے وقت اگر جبکہ بالغ اور شری نے خرید فروخت کی نماز کے واسطے چلنے کی حالت میں تو کچھ معائنہ نہیں ہوا سے تبدیل نہیں کے چلنے کی خلال نمازی سے پھر جب خلال نمازی کی نفی ہوئی تو بی بی کی نفی ہو گئی م قرآن مجید میں مخصوص ہے کہ اذان سن کر نماز کے واسطے سعی کرنا اور ترک بیع واجب ہے اگر بعد اذان خرید فروخت واقع ہو تو سعی واجب میں غلطی سے اس معلوم ہو چکے چلنے کی حالت میں بیع کرودہ نہیں کیونکہ بیع سعی کی نہیں ہکذانی العناۃ والشمایۃ اور شرح زبیدی اور بحر الرائق میں اسکو بھی کرودہ کہا ہے یعنی اسواسطے کہ مخصوص معطل نہیں کذافی الطحاوی وقد خص منه من لاجبۃ عمیرہ ذکرہ المصنف اور البتہ مخصوص ہے اس سے بیع اسکی جسپر جمعہ فرض نہیں مصنف نے اسکو اپنی شرح میں ذکر کیا ہے یعنی عورتیں اور مسافر اور بیارون کی بیع اور اذان کے کرودہ نہیں کیونکہ بیع سعی واجب نہیں وکرہ النخبہ مفتیح وکین ان یزید و لایزید البشراء او یورثہ مالیس فیہ بیع وجہ اور کرودہ ہے لڑا یا پن بخش بیع نون دھیم اور سکون جم بھی جائز ہے اسکو کہتے ہیں کہ قیمت بڑھا دے اور خریداری کا ارادہ کرے یا بیع کی سعی تعریف کرے جو اس میں نہیں تاکہ اسکی خریداری پر لوگ غبت کریں و بھری فی الشکاح وغیرہ اور لڑا یا پن نکاح وغیرہ میں بھی جاری ہو م یعنی حرمت لڑا یا پن کی قطع میں خاص نہیں نکاح وغیرہ میں بھی حرام ہے اسواسطے کہ حدیث میں وارد ہے لاتنا جثوا یعنی لڑا یا پن مکروا وریہ نمی عام ہے بیع کو بھی اور نکاح وغیرہ کو بھی تم النبی محمول ہے ما اذا كانت السلعة بطلت قیمتہا اما اذا لم تبطل لایکرہ ہتھا الخذاع عنایہ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ بیع کی محمول ہے اس صورت پر جب کہ چیز کی قیمت پوری ہوگی ہو اور اگر ہنوز قیمت پوری نہ ہوئی ہو تو بلا قصد خرید میں کا زیادہ کر دینا بقدر قیمت کرودہ نہیں بسبب نفی ہونے فریب کے کذافی العناۃ یعنی اس صورت میں بلع کا نادرہ ہے اور مشتری کا بھی کچھ نقصان نہیں لہذا کرودہ نہیں والسوم علی سوم غیرہ ولو ذمیا و مستامنا اور کرودہ ہے مول چکانا غیر کے مول چکانے پر اگرچہ شخص غیر کافر ذمی یا متامن ہو م صحاح ستہ میں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مول نہ چکا دیس مرد اپنے بھائی کے مول چکانے پر اور بیع کرے اپنے بھائی کی بیع پر اور نہ پیام نکاح کا دے اپنے بھائی کے پیام پر کہ انی التیسیر اگر کوئی کہے کہ حدیث مذکورہ میں بھائی کا لفظ وارد ہے تو مسلم مراد ہے ذمی و متامن اسکا جواب شارح نے اپنے آئندہ قول میں دیا و ذکر اللخ فی الحدیث لیس قید اہل لزیادۃ التفسیر نہ اور بھائی کا ذکر حدیث مدوح میں قید نہیں کافر کے اخراج کے واسطے بلکہ زیادتی تغیر کے واسطے ہے کہ انی التیسیر یعنی مسلم کے ساتھ یہ فعل کرنا زیادہ تر بیع لائق تفسیر ہے و ذالذال اتفاق علی مبلغ الثمن او اللہ واللا لیکرہ لاد بیع من یزید و قد باع علیہ الصلوۃ والسلام قد حاد طسا بیع من یزید اور یہ یعنی کراہت مول چکانے کی مول پر اور منگی کی منگی پر بعد متفق ہونے مشتری اور بائع کے ہر مقدار میں پر یا ہر در صورت پیام نکاح اور اگر طرفین کا ہنوز ثمن یا ہر پر اتفاق نہیں تو کراہت نہیں ہو اسطے کہ بیع من یزید ہے اور حالانکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پیالہ اور کلبی بطریق بیع من یزید کے بی بی م عنایہ میں ہے کہ اتفاق میں کی حدیث ہے کہ دو شخص مول چکانے کا اور بائع اور مشتری ثمن پر راضی ہو جاویں اور ہنوز عقد بیع مستعد نہ کریں کہ تیسرے شخص دے اور مول زیادہ کرے تو یہ جائز ہے لیکن کرودہ ہے کیونکہ اس میں وحشت انگیزی اور ضرر رسانی ہے تو یہ کرودہ ہے اگر بائع بیع کی طرف مال ہو چکا ہو بعد انفصال ثمن کے اور یہی حکم ہے نکاح کا اور اگر بائع ہنوز بائع نہ ہو تو مول چکانا کرودہ نہیں انتہی اور جامع ترمذی میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک انصاری صحابی ہوا کہ آیا حضرت نے فرمایا کیا تیرے گھر میں کوئی چیز نہیں اسنے کہا کیوں نہیں ایک کلب ہے جسکو کچھ مین اور چھتا ہوں اور کچھ بچھتا ہوں اور ایک پیالہ ہے جس میں پانی پیتا ہوں فرمایا کہ انکو میرے پاس لے آو وہ دونوں چیزیں لے آیا حضرت نے انکو لیا اور فرمایا کہ کون شخص ان دونوں کو خرید کرے تاہو سو ایک دے لے کہا میں انکو بوجہ لے کر دوں خرید کر تا ہوں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دوبار یا تین بار من یزید علی درہم کون ہے جو ایک درہم سے زیادہ دے تو ایک مرد نے کہا کہ میں دو درہم کو لیتا ہوں سو حضرت نے دونوں چیزیں اسکو دین اور دونوں درہم مرد انصاری کو دے اور فرمایا کہ ایک سے طعام خرید کر کے اپنے اہل عیال کو دے اور دوسرے سے کھاری کرے

پاس خرید کر لے لوہا لہا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں اپنے دست مبارک سے بینٹ ڈالا پھر فرمایا کہ جانکر بیان لایا کر اور پورا کر اور میں تم کو  
پندرہ دن نہ دیکھوں اُسے ایسا ہی کیا پھر وہ آیا اور اسکو دس درم حاصل ہوئے سو اُسے کچھ درہنوں سے کپڑا خرید کیا اور کچھ سے کھانا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
نے فرمایا یہ تیرے حق میں بہتر ہے تیرے آنے سے سوال میا ہی کا داغ غیر منحرف ہو قیامت کے دن کذابی الطحاوی م یہ حدیث جو از نیلام کی جو اہل بیت میں مشہور ہے  
اصح ہے و تعلق الجلب یعنی الجلوب اور کمرہ ہے انج کی بھرتی کو آگے بڑھ کر لینا اور خرید کر نا جلب یعنی مجلوبت جالب ہر م تعلق جلب کی صورت  
ایسی جانی نے یوں ذکر کی ہے کہ ایک شخص کو اہل شہر سے خبر ملی کہ انج کا بڑا قافلہ آتا ہے اور اہل شہر قحط میں گرفتار ہیں سو وہ شخص قافلے میں جا کر بلا اور اُسے سب مل  
خرید کر لیا اور شہر میں آ کر اسے خاطر خواہ بیچا اور اگر یہ شخص نہ جاتا اور قافلہ شہر میں آتا تو اہل شہر کو کٹا نش ہوتی در صورت قحط تعلق جلب کردہ اور اگر اہل شہر کو تعلق جلب سے  
ضرورت نہ ہو کہ وہ نہیں اور بعضوں نے کہا صورت اسکی یہ ہے کہ شہر والا قافلے کو آگے بڑھ کر لے اور شہر کے نرخ سے سستا خرید کر لے اور حالانکہ اہل قافلہ کو نرخ شہر کا معلوم نہیں ہے  
یہ خرید جائز ہے لیکن کردہ ہے بسبب فریب کے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہ ہو کذابی الطحاوی عن الاقانی و ہذا اذا کان یضرب اہل البلدۃ او یطیس السعر  
الواردین عدم علم فیہ فیکرہ للضرر والغرر اور یہ کہ اہت یعنی تعلق جلب اسوقت ہے جبکہ اہل شہر کو ضرر ہو یا وہ شخص غلہ لانے والوں پر شہر کے نرخ کو تخفی رکھے بسبب اہلی  
لائی کے تو کردہ ہے بسبب ضرر اہل شہر کے پہلی صورت میں اور بسبب صحو کا دینے کے دوسری صورت میں اما اذا انتقیان فلا یکرہ اور جبکہ ضرر اور طیس نرخ منستی ہوں  
تو تعلق جلب کردہ نہیں ذکر فرمایا ضرابی اور کردہ ہے بیع حاضر کی واسطے باوی کے یعنی شہر کا ہنسنے والا شخص بیرونی کا مال لالی کر کے بیچے صحیح مسلم وغیر میں  
حاضر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبی فرمائی کہ حاضر بادی کے واسطے بیع کرے اور چھوڑو لوگوں کو تا آمدت تاملے روزی دے یعنی  
آدمیوں کو بھڑوں سے و ہذا فی حالہ قحط وغیر والا لا لاعدلہم الضرر اور یہ کہ اہت قحط اور حاجت کی حالت میں ہے اور اگر قحط نہ ہو تو شخص بیرونی کا مال بیچ دینا  
بطریق دلالی کے کردہ نہیں بسبب منعدم ہونے ضرر کے م یعنی قحط کی حالت میں باہر کا آدمی انج بیچے لایا اور شہر دے لے نفاس سے کہا کہ تو بیچ میں جلدی نہ کریں تم کو  
گر ان بیع دو لگا تو اس واسطے کردہ ہے کہ اس میں اہل شہر کو ضرر رسائی ہو بخلاف فرخ سالی کے قبل الحاضر الماکن البادی لشرعی الاصح کما فی الجنبی انہما یساردا البائع لکوا فقتہ  
آخر الحدیث و عوام الناس یرزق اللہ بعضہم من بعض ولذا عدی باللام بمن با بعضوں نے کہا کہ حاضر سے مالگ ملو ہے اور بادی سے مشتری اور قول صحیح تر  
چنانچہ جتبی میں ہے کہ حاضر سے مراد دلال ہے اور بادی سے بلن بسبب افق ہونے اس تفسیر کے آخر حدیث سے یعنی چھوڑو لوگوں کو تا آمدت روزی دے یعنی بھڑوں کو بھڑوں سے  
اور بیوہ طرح کا تہذیب لاش سے ہوا من سے م یہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے سنن ابو داؤد میں لیکرہ بیع من یرید لما یرید یعنی بیع وہ لالہ کردہ  
نہیں بیع من یرید بیل حدیث گذشتہ جس میں بیلا اور کل کا قصہ مذکور ہو چکا اور اس بیع کو اہل مصر کے عرف میں بیع الدلالہ کہتے ہیں کذابی الفتح اور بیع من یرید ما یرید  
اسکو نیلام بولتے ہیں اسکو بیع من یرید اس واسطے کہ لکھ بائع زیادتی میں چاہتا ہے لہذا کہتا ہے کہ اس شخص سے کون شخص زیادہ دیتا ہے ولا یفرق وبالذی ہا لہ فی  
بیع عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من فرق بین والد و ولدہ و رخ واخیر رواہ ابن ماجہ وغیرہ یعنی اومن الثانی فسادہ مطلقاً وہ قال الفرولانہ لیس لیسین غیر غیر بالذی و  
رحم محرم منہ ای محرم من جہۃ اللہ لا لرضاع کا بن عم ہونے رضا عاقص اور جدائی نہ کی جائے یعنی غیر بلوغ اور اسکے قرابت دار محرم کے درمیان یعنی وہ محرم بسبب  
نسب کے نہ رضاعت سے چنانچہ چچا کا بیٹا جو رضاعی بھائی ہو تو اسکو بوجھلے شہر کہتا ہے مصنف نے نبی تفریق کوئی کر تفسیر کیا مہلکے کو واسطے من بیع میں  
بسبب اہت کرنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسکو جو جدائی ڈالے درمیان باپ اور اسکے بیٹے کے اور درمیان ایک بھائی اور اسکے کوسرے بھائی کے روایت کیا  
اس حدیث کو ابن ماجہ وغیرہ نے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ یہ بیع فاسد ہے ہر طرح سے خواہ قرابت دلاوت ہو یا نہ ہو نفی میں مبالغہ منع کیا ہے واسطے  
تفریق کو محال مدیم الوقع شہر آیا اور من غیر میں غیر بلوغ کی قید اس دہم کے دفع کے واسطے لکنانی کہ من غیر سے وہ مراد ہے جو اپنا ضروری کام کر کے تو اس قید سے اہت یعنی  
قریب مہلکے ہی من غیر میں داخل رہا الا اذا کان التفریق باہتاق و تو ابہ و لو سے مال اذ بیع من معلق بعتقہ او کان التکلیف کا فر الدم حی طبعہ بالشرائع

یعنی حدیث مذکور میں  
کون اور ہوا ہے  
ب  
"بیع حاضر  
"بیع حاضر

اور متعدد اولاد اور لطف خدا و مکتبہ فلا باس بہ او تعدد محارمہ فلیبیع ما سوسہ واحد غیر الا قرب ذلک ابو یوسف الخلی بن یحییٰ کہ تفریق بسبب اعتقاد اور اس کے  
توابع کے ہو چنانچہ تدبیر اور استیلا اور کتابت اگرچہ اعتقاد بوض مال کے ہو یا اس شخص کے ہاتھ بیع کے سبب سے تفریق ہو جسے غلام بیع کے آزاد کرنے  
کی قسم کھانی یا مالک غلام کا کافر ہو کیونکہ کافر مخاطب باحکام شرعیہ نہیں یا مالک متعدد ہوں اور اگر دوسرا غلام جس کے غلطی کا کتاب ہو تو تفریق میں کو مفسد  
نہیں یا غلام کے محارم چند ہوں تو مالک کو محارم کا بیچنا جائز ہے سوائے ایک محرم غیر اقرب اور والدین کے اور جو طوق بوالدین پر کذا فی الفہم اگر صغیر کی ذی اور  
عمہ اور خالہ ہو تو عمہ اور خالہ کی بیع جائز ہے نہ داوی کی کیونکہ وہ مان کے برابر ہو اور بقی مستحق کفر و بے استحقاق یا تفریق بوسطہ حق مستحق کے ہو چنانچہ ایک غلام کا  
مستحق نکلنا یعنی زید کے پاس دو غلام محرم ہیں اور ایک غلام اسمین دوسرے شخص کا مملوک نکلا تو اب تفریق منع نہیں کذا فی حدیث جالبہ النبیۃ و صحیحہ بالذین  
اور باتلات مال الغیر و وہ بعیب لان النظر فی دفع الضر عن الغیر لانی الضرر بالغیر اور چنانچہ دینا دو عین سے ایک غلام کو بسبب اس کے ارتکاب جنایت کے اور  
بیع غلام کی غلام کے دین کے سبب سے یا غلام کا دینا غیر کے مال تلف کر ڈالنے سے اور پھر دینا غلام کا عیب ظاہر ہونے سے تو ان امور مذکورہ سے تفریق  
جائز ہے سوائے کہ مالک کو جو تفریق غلام صغیر اور اس کے محرم میں منع ہو تو بظن دفع ضرر غیر کے ہو صغیر سے نہ غیر کے ضرر میں م بظن منظور شرع ہے کہ صغیر سے ضرر  
دفع ہو لہذا صغیر کو جدا کرنا اس کے محرم سے منع فرمایا اور یہ منظور نہیں کہ غیر کو یعنی مالک کو ضرر پہنچے تو اگر مطلقاً تفریق منع ہو تو در صورت جنایت غلام مالک  
پر فدیہ لازم آوے اور دوسری صورت میں قرض خواہوں کو قیمت دینی پرے اور غیر صورت میں عیب لینا پرے کذا فی المطاویٰ خلاف الکبیر من  
والزوجهین فلا باس بہ خلافاً لاحمدنا المستثنیٰ احد عشر مخالفت کبیرین اور زوجین کی تفریق کے کہ اسمین کو مفسدات نہیں بر خلاف امام احمد بن حنبل رحمہ  
کے مذہب کے تو مستثنیٰ کیا رہ ہیں م یعنی صغیر اور اس کے محرم نسبی میں تفریق بطریق بیع یا ہبہ جائز نہیں مگر گیارہ صورتوں میں جائز ہے ۱ اعتقاد ۲  
توابع اعتقاد ۳ اس کے ہاتھ بیچنا جسے غلام کے آزاد کرنے کی قسم کھانی ۴ جب کہ مالک غلام کا کافر ہو ۵ جبکہ مالک متعدد ہوں ۶ جبکہ صغیر کے محارم کلی شخص  
ہوں ۷ جبکہ محرم صغیر کا مستحق نکلے ۸ دینا غلام کو غلام کی جنایت میں ۹ بیچنا غلام دیون کے دین میں ۱۰ غلام کا بیچنا اتلات مال غیر میں ۱۱ پھر دینا  
بسبب عیب کے محارم میں بار صوبین صورت یہ زیادہ کی ہے جبکہ صغیر قریب البیوع ہو اور اسکی مان اسکی بیع سے راضی ہو و کیا کہ تفریق بیع  
و غیر من سباب الملک کعدۃ و وصیتہ بیکرہ بشرط الامن حربی ابن مالک لقسیمہ فی المیراث و العتاق جو ہرہ اور بیع تفریق کر وہ ہے بیع سے اور  
اس کے سوا اور سباب ملک سے چنانچہ ہدقہ اور وصیت سے اسی طرح خرید کرنے سے بھی کر وہ ہے مگر حربی سے خرید کر وہ نہیں کذا ذکرہ ابن مالک و میراث  
عتاق میں قسمت کرنے سے تفریق کر وہ ہے کذا فی الجوسرہ م ایک شخص دو بیٹے اور دو غلام محرم جن میں ایک صغیر ہو چھوڑ کر مر گیا اور ایک ایک غلام ایک کھانی کو  
ہو چھوڑا تو واجب ہے کہ دونوں غلاموں کو ایک بیٹا خرید کرے اور دونوں بھائی انکا ثمن قسمت کر لیں اور بیع غنیمت کے نام اور بیع تفریق جرم ہے کیونکہ غنیمت  
بیشتر مشتری کے ہو کذا فی المطاویٰ بابا کے شرح بیع کر وہ کا حکم بیان کرتا ہے بعد ذلک بیع کر وہ کے و اعلم ان فتح المکر وہ واجب علی واحدہما ایضا جو غیرہ لوف  
الائم بیع اور معلوم کر کہ بیع کر وہ کا بیع کرنا ہر ایک بیع اور مشتری پر واجب ہے یعنی جیسے فاسد کا بیع واجب ہے ویسے ہی کر وہ کا بیع واجب ہے کذا فی الجوسرہ بسبب  
اور کر ڈالنے گناہ کے کذا فی الحج و فی شرح شرا کافر مسلماً و صحف الامام جبار علی اخرجنا عن مالک و یحییٰ فی التفرقات و احد اعلم اور بیع میں بھی روایت ہے  
کہ بیع کتنے ہیں شرا کافر مسلمان غلام اور صحف کو اخرج عن الملک کی اجبار کے ساتھ اور یہ مسئلہ تفرقات میں آویگا و اللہ تعالیٰ اعلم یعنی اگر کافر مسلمان  
غلام یا صحف کو خرید کرے تو بیع صحیح ہے بل یا فاسد نہیں لیکن کافر چھوڑ گیا جائیگا لکن اسکی ایک عین زکے نام مسلمان دولت سے اور قرآن مجید ابانت سے محفوظ ہے  
واللہ اعلم بالصواب فی الفصول فی بیع ضوولی فیصل ہے بیع ضوولی کے احکام میں م ضوولی نسبت ہے ضوولی کی طرف جمع ہے فیصل یعنی زیادت کے چنانچہ انصاری اور  
کتاب ظاہر مناسب بیع ضوولی کی بیع فاسد ظاہر ہے کذا فی توفیق کی ملکیت پر تو توفیق ہی یعنی فاسد میں نہیں پراد و توفیق میں اجازت پر کذا فی الخلی فی ذکرہ فی المنز

بعد الاستحقاق لادن صورہ اور کنزین بیع فضولی کو بابت استحقاق کے بعد ذکر کیا ہے اس واسطے کہ فضولی استحقاق کی صورتوں میں مجہوم وجہ اسکی ہے کہ مستحق دعوی کے وقت یہ کہتا ہے کہ یہ بیع میری ملک ہے اور جسے تیرے ہاتھ پہنچی اسنے بلا اذن میرے بی بی سوہی بعینہ بیع فضولی کی حقیقت پر اور دوسری جہ سے کہ بیع فضولی کے بعد اگر اجازت نہ ہو تو ظاہر ہوتا ہے کہ بیع غیر کا حق ہے ہونے سے متعلق بالاعتینہ فالقائل لن یا امر بالمعروف نہت فضولی کبھی علیہ کفر فتح یعنی فضولی لغت میں اسکو کہتے ہیں جو مشغول ہو بیغائکہ کام میں تو جس نے کہا اس شخص سے جو امر بالمعروف کرتا ہے کہ تو فضولی ہے تو سپر کنفر تاخونہ ہو کذا فی الفتح و اس کے امر بالمعروف شرعا واجب ہے اور فاعل کو مفید ہے تو اسکو فضولی کہنا ظاہر اللفی وجوب پر دلالت کرتا ہے اور قال مذکور کی فی حقیقت تکفیر نہ ہونی ہونے سے کہ اس کلام سے نفی وجوب مقصود نہیں ہوتی و اصطلاحاً من تصرف فی حق غیرہ بمنزلة الجنس لغیر اذن شرعی فصل حج بہ نحو وکیل و ولسی اصطلاح فقہ میں فضولی ہے جو اپنے غیر کے حق میں تصرف کرے بدون اذن شرعی کے تصرف کرنا حق غیر میں بمنزلة جنس کے ہے تو اس میں وکیل اور ولسی اور ولی اور فضولی سب مثل ہیں اور بغیر اذن شرعی فصل ہے جنس سے انند وکیل اور ولسی کے چنانچہ قاضی نکل گیا فضولی کی تعریف سے کل تصرف صدر منہ تلیکا کان کبیع زوجہ سقا طلاق و اعماق و لہ مجیزی لہذا التصرف من یتدر علی اجازتہ حال تو عمہ لغت ہو تو نا جو تصرف کہ سادہ ہو فضولی سے خواہ وہ تصرف تلیکا ہو چنانچہ بیع اور تزویج یا اسقاط ملک ہو چنانچہ طلاق اور اعماق اور حالانکہ اسکا مجیز ہے یعنی اس تصرف کے واسطے وہ شخص موجود ہے جو قادر ہے اسکی اجازت پر تصرف کے واقع ہونے کے وقت میں تو یہ تصرف منع ہو گا مالک کی اجازت پر موقوف ہو کر یعنی اگر مثلاً زید نے خالد کے مال کی بیع کی یا اسکا کسی عورت سے نکاح کر لیا یا اسکی زہد کو طلاق دی یا اسکا غلام آزاد کر دیا تو اگر خالد اجازت دیکھا اور جائز رکھیا گا تو بیع اور تزویج اور طلاق اور اعماق نافذ ہو گا والاہل کا دانا مجیزہ حالہ العقد لا ینقذ اصلاً بیاہنہ بیع باع مثلاً بیع قبل اجازتہ ولیہ فاجاز بنفسہ جائز ان لا ولیہ بخیر و حالہ العقد بخلاف ما لو طلق مثلاً بیع فاجازہ بنفسہ لم یخیر لانه وقت العقد بخیر لہ فیصل لم یقل او قتمہ فیصح انشا الا اجازتہ کما بسطہ العمدی اور جس تصرف کا کوئی مجیز نہیں حالت عقد میں تو وہ اصلاً منع ہو گا تفصیل اس اجال کی ہے کہ ایک صغیر نے اپنا مال بیجا مثلاً پھر وہ بالغ ہوا قبل اجازت اپنے ولی کے سوائے بیع سابق کو جائز رکھا تو بیع مذکور جائز ہوگی اس واسطے کہ اس بیع کے واسطے صغیر کا ولی اجازت دینے والا حالت عقد میں موجود تھا بخلاف اسکے کہ اگر صغیر نے مثلاً اپنی زوجہ کو طلاق دی پھر وہ بالغ ہوا اور اسنے بذات خود طلاق مذکور جائز رکھی تو طلاق جائز ہوگی اس واسطے کہ عقد طلاق کے وقت اسکا کوئی مجیز نہ تھا یعنی صغیر سبب عدم بلوغ کے اسہلیت طلاق کی نہ رکھتا تھا اور اسکے ولی کو طلاق میں بطلان دخل نہیں تو طلاق مذکور باطل ہوگی جب تک بعد بلوغ یوں نہ کہے کہ میں نے طلاق واقع کی تو اب طلاق صحیح ہوگی بطور انشا طلاق کے نہ بطریق اجازت کے چنانچہ اسکو عمدی نے شرح بیان کیا ہے ہر چند صغیر تصرفات مذکورہ میں فضولی نہیں کیونکہ غیر کی ملک میں تصرف نہیں لیکن چونکہ اسکا تصرف اپنے مال میں نافذ نہیں لہذا اسکو فضولی قرار دیا وقت بیع مال الغیر ان الغیر بالاعاقل صغیر او جنوناً لم ینقذ اصلاً کما فی الزد اہر معری الحاموی اور غیر کے مال کی بیع متوقف ہے اگر شخص غیر بالغ عاقل ہو تو اگر غیر شخص صغیر یا جنون ہو تو بیع اصلاً منع نہ ہوگی چنانچہ زواہر الجواہر میں ہے ہادی سے نقل کر کے و ہذا ان باعہ علی انہ لما لکھ ادریہ یعنی تو حق بیع عورت میں ہے اگر فضولی نے بیع کو اس شرط پر کیا ہے کہ بیع مالک کے واسطے ہے یعنی بیع فضولی جو اجازت پر موقوف ہوتی ہے تو فقط اسی شرط سے ہے ابالو باعہ علی انہ لنفسہ او باعہ من لفسنہ و شرط بخیار فیہ طالعہ المکلف او باع عرضا من غاصب عرض آخر لما لک بہ فالبیع باطل اور اگر اسکو بیجا اس طرح پر کہ بیع میرا مال ہے یا اسکو بیجا اپنی ذات سے یعنی خود خرید کیا یا اس میں اسکے مالک کے واسطے خیار شرط کیا یا فضولی نے متاع کو بیجا اس شخص سے جس نے دوسری متاع مالک کی غضب کی لوجن متاع منصوب کے تو بیع ان چار صورتوں میں باطل ہے م ابو سعود نے حاشیہ اشاہ میں ذکر کیا کہ دو شخصوں نے ایک شخص کی دو متاع کو غضب کیا پھر ایک غاصب نے دوسرے غاصب سے متاع میں مضمون کی بیع کی پھر مالک نے اس بیع کو جائز رکھا تو بیع جائز ہوگی اس واسطے کہ فائدہ



بیع کا مالک قبہ اور تصرف ہو سو مالک کو بدون عقد بھی بدلین میں حاصل ہوتا ہے بیع منعقد نہ کی تو اجازت بھی اسکو لاحق نہوگی اور اگر وہ غاصبوں کی  
دو شخصوں کی متاع کو غصب کیا اور بیع منعقد کی اور دونوں مالکوں نے اجازت دی تو جائز ہے اور ظاہر ایسی حکم ہے دو فضولیوں کا جنھوں نے بیع کیا غصب  
کی کچھ قید نہیں اور متاع کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر وہ غاصب ایک شخص کے فقو کو غصب کر کے عق صرف کرے تو صحیح ہوگا اس واسطے کہ فقو معادلات میں  
متین نہیں کذافی الطحاوی فی الحاصل ان بیع موقوف الافی ہذا الخمسة فباطل اور حاصل کلام یہ ہے کہ فضولی کی بیع موقوف ہو مگر ان پانچ صورتوں میں  
باطل ہے ۱) چار صورتیں تو یہی ہیں جو ابھی مذکور ہو چکیں اور ایک صورت مال صغیر اور جنھوں کی بیع ہو قید بالبیع لانا ہوا مشتری لغیرہ فذہب علیہ الاذاکان مشتری  
صغیرا و مجور علیہ فی وقت مصنف نے فضولی کی بیع کو قید توقف مقید کیا اس واسطے کہ اگر فضولی غیر کے واسطے کوئی خرید کر لیا تو مشتری یعنی فضولی پر  
نافذ ہوگی مگر جب کہ مشتری صغیر یا ممنوع التصرف ہو تو اسکی اجازت پر خرید موقوف ہوگی جسکے واسطے خرید واقع ہوئی م جب فضولی پر خرید نافذ  
ہوئی تو اگر غیر اب اجازت بھی دے تو بھی اسکے واسطے نافذ نہوگی کیونکہ اجازت موقوف کو لاحق ہوتی ہے نہ نافذ کو پھر اگر فضولی خریدی چیز غیر کو دے اور  
خمن اس سے لے تو دونوں میں بیع المعاطی اب ہو جائیگی کذافی الطحاوی عن البحر اذا لم یغضه الفضولی الی غیرہ فلو اذناہ بان قال بیع ہذا البیوع لفلان فقال  
البايع بعت لفلان توقف بزانیہ وغیرہ یا یعنی خرید کا نافذ ہونا فضولی پر اس وقت ہے جبکہ اسنے خریداری کو اپنی غیر کی طرف منسوب کیا ہو تو اگر غیر کی طرف  
نسبت کی ہوگی اس طرح ہر کہ بائع سے کہا ہو کہ اس غلام کو بیع فلانے شخص کے ہاتھ سے بائع نے کہا کہ میں نے اسکے ہاتھ سے بائع اسکی اجازت پر خرید موقوف ہوگی  
کذافی البنائیزہ وغیرہ بان بیع لنفسه باطل کما فی البحر والاشباہ عن البدائع کانه لانه غاصب اس واسطے کہ فضولی کی بیع اپنے واسطے باطل ہے کذافی البحر والاشباہ  
عن البدائع شاید کہ یہ بیع اس واسطے باطل ہے کہ فضولی غاصب ہے بیع کام علی نے کہا کہ شارح کے قول سابق یعنی بائع باطل کی تعلیل ہے طحاوی نے کہا  
ہتر یہ ہے کہ مصنف کے قول یعنی مالک کی یہ قول تعلیل ہو کہ ان نفسہ لان الواحد لا یتولی طرفی البیع الا بالکما مر اور اسی طرح فضولی کا خرید کرنا اپنے  
واسطے باطل ہے اس واسطے کہ ایک شخص بیع کے دو طرفوں کا یعنی ایجاب و قبول کا متولی نہیں ہوتا اس واسطے باپ کے چنانچہ کتاب البیوع کے اول میں مذکور  
ہو چکا و عبارتہ الاشباہ بیع الفضولی موقوف الافی ثلث فباطل اذا باع لنفسه بدائع و اذا شرط لالتمار فیہ لئلا تکتمع و اذا باع عرضا من صاحب عرض لئلا تک  
برقع کمن یضغ المصنف رد الاوای فی الغنا الفروع الذہب لتصریحہم بان بیع الغاصب موقوف و بان البیع اذا استحق فمستحق اجازة علی الظاہر مع ان  
البايع باع لنفسه لئلا تک الذی ہو مستحق مع ان توقف علی الاجازة اور عبارت اشباہ یہ ہے کہ بیع فضولی کی موقوف نہ مگر تین صورتوں میں  
باطل ہے جبکہ فضولی نے اپنے واسطے بیع کی کذافی البدائع اور جبکہ اشبین مالک کے واسطے خیار شرط کیا کذافی التلخیص اور جبکہ فضولی نے متاع ہی میں  
شخص کے ہاتھ سے مالک کی متاع غصب کی بوض متاع منسوب کے لیکن مصنف نے یہی شرح میں اعلی صورت کو ضعیف کہا ہے بسبب اس کے مخالف  
ہونے کے مسائل مذہب سے کیونکہ فقہانے تصریح کی ہے کہ بیع غاصب کی موقوف ہے نہ باطل اور اسکی تصریح ہے کہ بیع جب غیر بائع کی مستحق نکلی تو شخص مستحق  
اس بیع کی اجازت درست ہے بنا بر ظاہر قول کے باوجود کہ بائع نے بیع کو اپنے واسطے بیجا مالک مستحق کے واسطے ساتھ اسکے کہ وہ مالک کی اجازت پر موقوف  
ہو داما الثالث فی النہر و ینبغی الغنا الشرط فقط قلت و عاصمہ کما قالہ فیہننا ان بیع موقوف ولو لنفسه علی الصحیح انتہی اور دوسری صورت کی ضعیف نہ الغناقی  
میں یوں ہے اور فقط شرط خیار کا لفظ کر دینا لائق ہو شرع کتاب میں کہتا ہوں اور حاصل کلام صاحب نہ چنانچہ ہمارے ہاں فرمایا ہے کہ بیع فضولی  
کی در صورت شرط خیار موقوف ہے اگرچہ بیع اپنے واسطے ہو بنا بر قول صحیح کے انتہی کلام شیخ الشارح کذافی الطحاوی و لکن نے ماشیہ الاشباہ لابن مصنف  
وجودت علیہ سہلستین من الحادی و ہل بیع الفضولی مال صغیر و جنھوں لایعقد اصلا الی ہنا لیکن ابن مصنف کے ماشیہ اشباہ میں ہے اور میں نے  
اشباہ کے میں مسئلوں پر دو مسئلے لدر زیادہ کیے ہیں مادی سے اور وہ دونوں یہ ہیں بیع فضولی کی مال صغیر و جنھوں کو کہ بیع ہرگز منعقد نہیں ہوتی

یعنی باطل بر اتسی طحاوی نے کہا الیٰ ہنا یعنی اتسی ہر دو وقف بیع العبد والعیبہ مجربین علی اجازۃ المولیٰ والولیٰ وکذا المعنوی اور غلام ممنوع التصرف اور  
صغیر ممنوع التصرف کی بیع موقوف ہر مولیٰ اور ولیٰ کی اجازت پر اور اسی طرح ستوہ کی بیع ولیٰ کی اجازت پر موقوف ہر ولیٰ العادیہ وغیرہ بالابطل  
اقابیر العبد ولاعتقودہ و صحفۃ فی الحجر اور عادیہ وغیرہ باین ہی کہ غلام کے اقرار منعقد نہیں ہوتے اور نہ اس کے عقود اور اسکی ہم تحقیق کرینگے کتاب الحجر میں  
ظاہر عادیہ کی عبارت تن کے مخالف ہے اسو سئلک بیع مغلہ عقود کے ہے اور وہ موقوف ہے نہ غیر منعقد اور جواب سکا یوں ہمکن ہے کہ غیر منعقد سے غیر لازم مراد ہے ووقف  
بیع مال من فاسد عقل غیر رشید علی اجازۃ القاضی اور بائع کا بیجا بیع مال کو مرد فاسد عقل غیر رشید سے قاضی کی اجازت پر موقوف ہے ہم غیر رشیدہ سے  
جو تصرف کرنا بخوبی نہ جانتا ہو بیع المرہون و مستاجر الارض فی مزارعہ الغیر علی اجازۃ مرتین دستا جرد مزارع اور جو چیز کر دہی در غیر کے اجازت میں  
ہو اور حد میں غیر کے پاس بٹائی میں ہر اسکی بیع مرتین اور مستاجر اور مزارع کی اجازت پر موقوف ہے ہم مرتین اور مستاجر اجازت بیع کے مالک میں نہ فسخت کے لیکن  
گرا بیسی نے کہا کہ مرتین اجازت اور نسخہ دونوں کا مالک ہے نہ مستاجر کذا فی الطحاوی ووقف بیع شیء بقیمہ ی بالکتوب علیہ فان علم المشتري فی المجلس بیع نفذ  
والا بطل و موقوف ہے بیع شیء کی اسکی رقم پر یعنی ثمن کی علامت اسپر لگی ہو اسو اگر مشتری نے مجلس بیع میں علامت مذکورہ کو دریافت کر لیا تو بیع نافذ ہے اور نہیں تو  
باطل ہے مصنف نے اس بیع کو صحیح عارض الفاسد قرار دیا ہے اور ذکر الراقی اور شرح بن لالیہ میں اس کے بالعکس ہے قلت و فی مراکبہ البحرانہ فاسدہ عرفیۃ  
والعقودہ لا بالعکس ہو صحیح علیہ فخرم مباشرتہ علی الضعیف لاین کتابہون اور ذکر الراقی کے باب المراکبہ میں ہے کہ بیع بالرقم فاسد ہے جسکو صحت عارض  
ہو سکتی ہے یعنی علم فی المجلس سے نہ بالعکس کے بیع صحیح عارض الفاسد نہیں ہی قول صحیح ہے تو بنا بر قول صحیح کے مباشرت اس بیع کی حرام ہے اور بنا بر قول  
ضعیف کے جسکو مصنف نے لیا ہے مباشرت حرام نہیں و ترک المصنف قول الدرر و بیع البیع من غیر مشتری یہ لہ خولہ فی بیع مال الغیر اور مصنف نے درر کے  
اس قول کو ترک کیا اور بیع بیع کی اسکی غیر مشتری سے بسبب داخل ہونے اس بیع کے مال غیر کی بیع میں م در میں ہے کہ ایک شے زید کے ہاتھ چلی پھر اس کو  
بکر کے ہاتھ بچا تو بیع ثانی نافذ نہیں بیان تک کہ اگر بیع اول کو عاقدین نسخ کر دیں تو بھی ثانی منعقد نہوگی لیکن مشتری کی اجازت پر موقوف ہونی اگر بعد قبض بیع  
ہوئی ہو مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ میں نے اس بیع کے ذکر سے اعراض کیا واسطے کہ یہ فی الحقیقت بیع مال غیر کی طرف راجع ہے جسکا ذکر پہلے ہو چکا ہو واسطے  
کہ مشتری بیع کا مالک ہو گیا خرید کرنے سے کذا فی الطحاوی لمنصا و بیع المرئد و بیع مرتبہ موقوف ہے اسکی اجازت بعد الاسلام پر امام کے نزدیک اطلاق فالصالحین  
و البیع بائع فلان و البائع یعلم و البیع مثل ما بیع الناس بالہ و مثل ما اخذہ فلان فان علم فی المجلس صح و الا بطل اور  
بیع موقوف ہے جو بوضو اس ثمن کے جو فلا نے شخص نے بچا اور حالانکہ بائع انکو جانتا ہے اور مشتری نہیں جانتا اور بیع اس ثمن کے مانند جسپر کو بیع کرتے ہیں  
یا مانند اس ثمن کے جس ثمن سے فلا نے شخص نے لیا تو اگر مشتری نے مجلس عقد میں ثمن کو دریافت کر لیا تو تینوں صورتوں میں بیع صحیح ہے نہیں تو باطل ہے  
و بیع اشیء بقیمتہ فان بین فی المجلس صح و الا بطل وانی اور موقوف ہے بیع شیء کی اسکی قیمت پر سو اگر قیمت مصرح ہو گئی مجلس عقد میں تو صحیح ہے نہیں تو باطل ہے  
کذا ذکرہ العلامة الوانی و بیع فیہ خیار المجلس اور موقوف ہے وہ بیع جب میں خیار مجلس شرط ہے یعنی اگر مجلس میں اختیار کرے گا تو صحیح والا غیر صحیح ووقف  
بیع غاصب سے اجازۃ المالك یعنی اذا باع المالك لانتفسه علی امر عن البائع اور موقوف ہے بیع غاصب کی مالک کی اجازت پر یعنی بشرطیکہ  
غاصب نے اس کے مالک کے واسطے بیع کی ہو نہ اپنے واسطے چنانچہ بدائع سے مذکور ہو چکا ووقف ایضا بیع المالك المضمون علی البیتہ او قرار غاصب اور  
بیع موقوف ہے بیع مالک کی شے منسوب کو گواہوں پر یا غاصب کے اقرار پر یعنی در صورت انکار غاصب اگر گواہوں سے خصمیت تکلیف غاصب نے  
خود غصب کا اقرار کیا تو بیع صحیح ہے و الا نہیں و بیع انے تسلیم ضرر سے تسلیم نے المجلس اور بیع اس چیز کی جسکی تسلیم میں ضرر ہے بائع کا اسکی تسلیم  
فی المجلس پر موقوف ہے ہم چنانچہ صحت کی گڑھی بیجا بیع المرعیض لوارثہ علی اجازۃ الباقی اور پورٹ مرعیض کی بیع اپنے ایک وارث کے واسطے

Marfat.com

باقی دارتوں کی اجازت پر موقوف ہو و بیع الورتہ الترتکہ المستغرقة علی اجازة الغراء اور بیجا وارثوں کا ترکہ مستغرقة کو وراثت کے قرض خواہوں کی اجازت پر موقوف ہے بیع احد الوکیلین والوصیین اذ انظرین اذا باع بحضرة الآخر توقف علی اجازة اولیئہ قبائل باورد و وکیلون یا دو وصیوں یا دو وارثوں میں سے ایک کو کسلی وصی یا ناظر کی بیع دوسرے کے سامنے موقوف ہو دوسرے کی اجازت پر یا دوسرے کی غیبت میں بیع کی تو باطل ہے و اولیئہ فہذا فی بیع الوصیین اور نہ الفائقین میں بیع موقوف کو پیش اور کئی قسم تک پہنچایا ہوا نہ الفائقین میں اور تیس قسمیں بیع موقوف کی مذکور ہیں از انجملہ مصنف اور شارح نے تیس قسمیں ذکر کی ہیں جو حکمہ ای بیع الفضولی لولہ بجز حال وقوعہ کما مر قبول الا اجازة من المالك اذا كان البائع والمشتري في المبيع قائما بالان التیغیر للبیع بحت بعد شیا اثر ان اجازة کا بیع حکما اور حکم یعنی اثر ترتب بیع فضولی کا اگر اسکے واسطے بجز ہو وقوع بیع کے وقت چنانچہ گذر گیا قبول کرنا اجازت کا ہو مالک سے جبکہ بائع یعنی فضولی اور مشتری اور بیع قائم ہو اس طرح پر کہ بیع متغیر ہو گئی ہو اس طرح پر کہ دوسری چیز شمار ہو گئی ہو اس واسطے کہ اجازت مالک کی بیع حکمی کے برابر ہے بیع تغیر بیع کی یہ صورت ہے کہ مثلاً گہرے کی قطع اور دوخت نہونی ہو والا اجازت مفید ہوگی کیونکہ اب اس کا نام کپڑا ہوا قبایا قبایا قبایا نام ہو گیا بخلاف کپڑا رنگین کرنے کے کہ اس میں اجازت مفید ہوگی ایسا کہ مصنف نے اپنی شرح میں لیکر جلال اللقین میں اسکے خلاف ہے یعنی بعد رنگ کر کے اجازت غیر مفید ہو کر لائق الطحاوی و کذا بشرط قیام الثمن ایضا لو كان عرضا مینا لا بیع من وجہ فیکون علی الفضولی و علیہ لیس بیع لیسلیا والا فقیمہ و غیر العرض ملک بجز امانت فی بیع الفضولی لیسقی اور اسی طرح شرط ہے قائم رہنا ثمن کا بھی اگر ثمن عرض معین ہو اس واسطے کہ عرض معین بیع ہو سکتا ہے ایک ماہ سے تو فضولی مشتری ٹھہر گیا اور خرید فضولی خود فضولی پر نافذ ہے تو عرض مذکور فضولی کا ملک ہو گا اور فضولی پر بیع واجب ہو گا اگر بیع منعی ہو اور نہیں تو قیمت اس کی واجب ہوگی اور جو ثمن کہ غیر عرض ہے یعنی منجملہ نقدی تو وہ مالک حیز کی ملک ہے فضولی کے ہاتھ میں امانت ہو کذا فی اللقینی و کذا بشرط قیام صاحب المتاع ایضا فلا یجوز اجازة دارثہ لبطانہ بموتہ اور اسی طرح صاحب متاع کا بھی قیام شرط ہے تو جائز نہیں اجازت اسکے وارث کی بوسطہ باطل ہو جائے اجازت کے اسکی موت سے و حکمہ البنان اخذ المالك الثمن و طلبہ من المشتري کیون اجازة عمادیہ اور بیع فضولی کا یہ بھی حکم ہے کہ ثمن لینا مالک کا اور اگر ثمن انگنہ مشتری سے اجازت ہو کذا فی العمادیہ ذیل للمشتري الرجوع علی الفضولی بشکل لو ہاک فی یدہ قبل الاجازة الاصح ثم ان لم یعلم فضولی وقت اذ اذ ان علم فقیہ زاعمدہ ابن التتمة واقره المصنف و جزم الزلیعی دابن ملک بانہ امانتہ مطلقا اور کیا مشتری کو جائز ہے بیع ثمن کا بجز لینا فضولی سے اگر ثمن فضولی کے ہاتھ ہلاک ہو جائے قبل اجازت مالک کے قول اصح یہ ہے کہ ان رجوع بالمثل جائز ہے اگر مشتری ادا کے ثمن کے وقت یہ بخاشا ہو کہ وہ فضولی پر اور جائز نہیں اگر اسکو فضولی جان چکا ہو کذا فی القنیۃ اور اسی قول کو مستند جانا ہے ابن شیمہ نے اولیئہ کو ثابت کیا ہے مصنف جمع ہونے ہی شرح میں اور زیلعی اور ابن ملک نے اس پر یقین کیا ہے کہ ثمن امانت ہے مطلقا یعنی خواہ قبل اجازت کے ثمن ہلاک ہو یا بعد اجازت کے کذا فی المنہج اور در صورت امانت رجوع مثل ثمن جائز نہیں و قولہ اسات نہر بیس ماصنعت او حذت او صبت علی ثمن متاع اور مالک کیوں کہ ثمن فضولی سے کہ ہر ایک یا تو نے کذا فی النہر بری چیز تو نے کی یا خوب کیا تو نے یا اچھا کیا تو نے اجازت ہے بقول جہا کذا فی الفتح م اور غیر متعارف قاضی خان کا قول کہ امانت اور اصبت اجازت نہیں کیونکہ استہزا کے واسطے بھی بولتے ہیں کذا فی الطحاوی و ہتہ ثمن من المشتري التصدیق علیہ باجازة الوبیع قائم عمادیہ اور ثمن ہبہ کرنا مالک کا مشتری سے اور ثمن کا تصدیق کرنا مشتری پر اجازت ہے بیع کی بشرطیکہ بیع قائم ہو کذا فی العمادیہ و قولہ لا یجوز لای بیع الوتوفی فلو اجازة لم یجز لان لم یفسخ لایجاز بخلاف التاجر لو قال لا اجیر بیع التاجر ثم اجازہ جازا اور مالک کا یوں کہنا کہ میں اجازت نہیں دیتا بیع موقوف کا رد کرتا ہے اگر بعد اسکے اجازت دیکھا تو جائز نہیں اس واسطے کہ مفسخ ایجاز پذیر نہیں ہوتا بخلاف متاجر کے اگر کہے کہ میں اجازت نہیں دیتا اجازہ دینے والے کی بیع کو بجز خرید کے اسنے اجازت دی تو جائز ہے و افاد کلامہ جواز الاجازة بفعل القول ان المالك الاجازة و افسخ للمشتري لیسخ الا اجازة و کذا فی الفضولی قبیلہ نے بیع لایک لایفسخ فی بعض

۱۰۱

بزازیہ اور مصنف کے کلام سے ثابت ہوا اجازت کا جائز ہونا فعل سے اور قول سے اور یہ کہ مالک کو بیع کا جائز رکھنا اور اس کا فسخ کو بیع ناجائز ہے اور مشتری کو فسخ جائز  
ہونے اجازت اور اسے مطر فصولی کو قبول اجازت مالک کے بیع میں فسخ کرنا جائز ہونے کا بیع میں کیونکہ فصولی نکاح میں بیع غیر محض ہے کذا فی البزازیہ ہم جب فصولی نکاح میں بیع ہوا  
تو حقوق نکاح وکیل سے متعلق ہونگے نہ فصولی سے بخلاف بیع کے کہ اس میں فصولی کو فسخ کا اختیار ہے نہ حقوق اپنی ذات سے دفع کرے اس واسطے کہ اجازت مالک سے  
بعد فصولی نیز وکیل ہوگا تو حقوق عقد اس کی طرف راجع ہونگے یعنی مطالبہ بالتسلیم اور مخاصم بالعیب ہوگا اور اس میں اس کا ضرر ہو تو اس کو اپنے اوپر سے ضرر ہٹانا قبول ہے  
بشوت کے جائز ہوا کذا فی المنع و فی الجمع لو باجاز احد المالكین خیر مشتری فی حصہ و الزمہ محمد بن ابی اور محمد بن یزید اگر دو مالکوں میں سے ایک مالک نے بیع جائز رکھی تو مشتری  
نحوار ہی اسکے حصہ لینے میں اور محمد نے مشتری پر حصے کی بیع لازم رکھی ہے بلا اختیار مع ان فصولی یا بیع ملکہ فاجاز وہم العلم مقدار الثمن فلما علم رد البيع  
فالمعتبر اجازتہ بصیرتہ بالاجازۃ کالوکیل حتی یصح حط من الثمن مطلقاً بزازیہ مالک نے سنا کہ فصولی نے اس کا مال بیع ڈالا سو اس نے بیع کو جائز رکھا اور حالانکہ  
اس کو ثمن کی مقدار معلوم نہیں پھر جب اس کو علم ہوا مقدار کا تو اس نے بیع کو رد کیا تو اس کی اجازت ہی معتبر ہوگی نہ رد بسبب ہوجانے فصولی کی اجازت سے مانند  
وکیل کے تاہم اس کا کم کر دینا ثمن سے صحیح و مطلقاً کذا فی البزازیہ یعنی جبکہ فصولی وکیل کے مانند ہوا اجازت دینے سے تو وکیل کو بیع کرنا قلیل اور کثیر سے  
جائز ہے مطلقاً فواد مالک کو اس کا علم ہوا نہ کذا فی المنع مشتری من غاصب عبد افانعمہ مشتری او باعہ فاجاز المالك بیع الغاصب وادی  
الغاصب الضمان الی المالك علی الاصح ہدایہ وادی مشتری الضمان الیہ علی الصحیح زیلعی نفع الاول و ہو العتق لا التالی و ہوا بیع لان  
الاعتاق انما یقتر للک وقت نفاذہ لا وقت ثبوتہ خرید کیا غاصب سے غلام کو پھر مشتری نے اس کو آزاد کر دیا یا اس کو بیع ڈالا پھر مالک نے غاصب کی بیع جائز رکھی  
یا غاصب نے تاوان دیا مالک کو برابر صحیح قول کے کذا فی امدادیہ یا مشتری نے مالک کو تاوان دیا بنا بر صحیح قول کے کذا فی شرح الطبری تو اول یعنی عتق نافذ ہوگا  
نہ ثانی یعنی بیع اس واسطے کہ اعتاق محتاج ہو ملک کا اپنے نافذ ہونے کے وقت نہ ثابت ہونیکے وقت ہم یعنی تا عدم اجازت عتق موقوف تھا مالک کے دفع ضرر  
کے واسطے اور بعد اجازت کے نافذ ہو گیا اور اس حدیث شریف میں کہ (لا عتق لابن آدم فی الاصلک) عتق نافذ فی الحال مراد ہے بخلاف بیع کے کہ وہ محتاج ملک ہے  
بشوت کے وقت قید بعت مشتری لان حقی الغاصب لا یفیذ با دار الضمان لبشوت بلکہ بزلیعی مصنف نے عتق مشتری کی قید لگائی اس واسطے کہ غاصب کا آزاد  
کرنا نافذ نہیں تاوان دینے سے بسبب ثابت ہونے کی ملک کے تاوان سے کذا فی الزلیعی ہم یعنی غاصب کی ملک تاوان سے ثابت ہونے غصب کیونکہ غصب  
ملک کا سبب نہیں تو عتق موقوف واقع ہوا جبکہ اصل ملک نہ تھی لہذا نافذ ہوگا بخلاف مشتری کے ضمان کے کہ اس میں ملک ثابت ہوگی بیع کے وقت کذا فی  
الطحاوی ولو قطعت یدہ مثلاً عند مشتریہ فاجیز البیع فارشہ ای القطع نہ و کذا کل ما یحدث من المبیع کالکسب الولد والعقرو لقبول الاجازۃ  
یكون للمشری لان المالك تم من وقت الشراء بخلاف الغاصب لما مر اور اگر ہاتھ کاٹا گیا مثلاً غلام بیع کا اس کے مشتری کے پاس پھر اس کی بیع کی اجازت ہوئی  
تو قطع کی دیت مشتری کی ہی اور اسی طرح جو چیز پیدا ہو بیع سے چنانچہ اس کا کسب اور لونڈی کا لڑکا اور مر اگر قبیل اجازت ان کا حدوث ہو مشتری کے  
مملوک میں اس واسطے کہ اجازت کے سبب سے مشتری کی ملک پوری ہوگی خرید کے وقت سے تو قطع وغیرہ اس کی ملک میں حادث ہوا بخلاف غاصب کے  
چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اس کے ملک تاوان دینے سے ثابت ہوتی ہے نہ غصب سے و تصدق بازار علی نصف الثمن و ہوا بعدم فصولی ضمان نفع اور  
بمس قدر دیت زیادہ ہو غلام کی نصف ثمن پر اس کو مشتری تصدق کرے بنا بر وجوب کے بسبب نہ داخل ہونے زائد ان نصف ثمن کے اس کے ضمان میں کذا  
فی الفتح ہم ایک ہاتھ کی دیت غلام میں نصف قیمت ہی اور مشتری کے ضمان میں اس قدر داخل ہے جو مقابلہ ثمن کے ہو تو نصف ثمن سے جس قدر دیت  
زیادہ ہوگی اس میں شبہہ جو عدم ملک کا لہذا اس کا تصدق کرنا واجب ہو کذا فی الطحاوی عن الفتح یباع عبد غیرہ بغیب را مرہ قید اتفاقی  
غیر من مشتری مثلاً علی اقرار البائع الفصولی او علی اقرار رب العبد انہ لم یامرہ بالبیع للعبد و اراو مشتری رد البیع ردت بنیۃ

بیع باطل ہے  
بیع باطل ہے  
بیع باطل ہے  
بیع باطل ہے



ولم یقبل قوله للتناقص فضولی نے غیر کا غلام بدین اسکے امر کے بیچا پھر مشتری نے گواہ گذرانے مثلاً بائع فضولی کے اقرار پر یا گواہ لایا یا غلام کے مالک کے اقرار پر کہ مالک نے فضولی کو بیع کے واسطے نہ کہا تھا اور مشتری نے بیع کے پھیر دینے کا ارادہ کیا تو اس کے گواہ مردود ہیں اور اس کا قول مقبول نہ ہوگا بسبب تناقض کے شایع نے کہا بغیر مالک کے قید اتفاق ہی یعنی ہوا واسطے کہ محل بیع اور مشتری میں تو یہی امر ہے وجہ تناقض یہ ہے کہ عاقدین عاقلین کا اقدام عقد پر صحت بیع اور اس کے نفاذ پر دلیل ہے اور گواہ مقبول نہیں ہوتے مگر صحیح دعویٰ پر پھر جب دعویٰ باطل ہو تو گواہ بھی مقبول نہ ہونگے کما لو اقام البائع البینۃ انہ بائع بلا امر او برہن علی اقرار مشتری بذلک واصلہ ان من سعی فی نقض ما تم من جہتہ لا یقبل الا فی مسلیتین چنانچہ گواہ مقبول نہیں اگر بائع گواہ لایا اس پر کہ اس نے بیع کی بلا امر مالک کے یا گواہ لایا مشتری کے اس طرح کے اقرار پر اور قاعدہ اسکا یہ ہے کہ جو شخص کسی کرب اس چیز کے توڑنے میں جو کسی شخص کی جہت سے کامل اور پوری ہوئی ہو تو اسکی سعی مقبول نہیں مردود ہے مگر دو مسالوں میں مقبول ہے ایک مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے غلام کو خرید کیا اور اس پر قبضہ کیا پھر دعویٰ کیا کہ بائع نے اسکو قبل اس کے فلا نے شخص غائب کے ہاتھ بیچا تھا اور اس پر گواہ لایا تو گواہ اس کے مقبول ہیں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک لوندی کسی کو بہ کی اور وہ بوبالہ نے اسکو حرم بنا یا پھر ذاہب نے دعویٰ کیا کہ اسکو میں نے مدبرہ کیا تھا اور اس پر گواہ لایا تو گواہ مقبول ہیں تو لوندی پھیرے اور اس پر محمول ہوگا کہ اس نے یہ فعل کیا پھر وہ تاب ہو اور اسے تدبیر کا اقرار کیا تا گناہ میں گرفتار نہ رہے کذا فی الطحاوی

وان اقر البائع المذكور دونہ غیر القاضی بجر بان رب العبد ثم یامرہ بالبیع ووافقہ علیہ علی عدم الامر مشتری نقض البیع لان التناقص لا یمنع صحۃ الاقرار لعدم التتمۃ فاذا توافقا بطل فی حقیقہ الا فی حق المالك للعبد ان کذبہا و ادعی انہ کان یامرہ فیطالب البائع بالثمن لانه وکیل لا مشتری خلا فالشانی اور اگر بائع مذکور نے اقرار کیا اگرچہ قاضی کے سوا اور کسی کے پاس اقرار کیا ہو کذا فی البحر اس طرح پر کہ غلام کے مالک نے مجھکو اسکی بیع کا امر نہیں کیا اور عدم امر پر مشتری بھی بائع کے موافق ہو تو بیع ٹوٹ جائے گی اسواسطے کہ ایسا تناقض عدم امر کی صحت اقرار کا مانع نہیں بسبب نہ ہونے تمت کے اپنی ذات کے اقرار میں پھر جب متعاقدین موافق ہوں تو بیع باطل ہوگی دونوں کے حق میں نہ غلام کے مالک کے حق میں اگر وہ دونوں کی تکذیب کرے اور اسکا مدعی ہو کہ بیع میرے امر سے ہوئی تھی تو مالک بائع سے ثمن کا مطالبہ کرے گا کیونکہ وہ وکیل ہے نہ مشتری سے بخلاف ابو یوسف کے مذہب کے یعنی ان کے نزدیک مشتری سے بیع مطالبہ کر سکتا ہے سوا اگر مشتری ثمن ادا کرے تو بائع سے بھرنے کذا فی الطحاوی و بیع دار غیرہ بغیر امرہ و قبضہا مشتری نہ و اما ادخالہ فی بنا مشتری فقید اتفاق و دراپنے غیر کا گھر بیچا بدین اس کے امر کے اور اس پر مشتری کا قبضہ کر دیا کذا فی النہ اور گھر کا داخل کرنا مشتری کی عادت میں چنانچہ کمزین واقع ہے سو قید اتفاق ہی نہ احترازی کذا فی الدررہم بلا امر مالک کے قید اتفاق ہی کیونکہ یہی محل نزاع ہے ثم اعترف البائع الفضولی بالغصب وانکر مشتری لم یضمن البائع قیمۃ الدار لعدم سرایۃ اقرارہ علی مشتری پھر بائع فضولی نے غصب کا اقرار کیا اور مشتری نے غصب کا انکار کیا تو بائع گھر کی قیمت کا تادان نہ دیگا بسبب سرایت کرنے اقرار بائع کے مشتری پر ہم عدم سرایت اقرار بائع اس کے عدم ضمان کی علت نہیں بلکہ عدم سرایت عدم نزاع و انکی علت ہے یعنی مشتری کے ہاتھ سے گھر نہ نکالا جائیگا بل بیع کے اقرار سے اور عدم ضمان بائع کے باوجود اقرار غصب کے یہ علت ہے کہ زمین کا غصب کرنا شخص کے نزدیک صحیح نہیں اور محمد کے نزدیک بائع قیمت دار کا ضمان ہے اور ابو یوسف کا بھی پہلا قول ہی تھا کذا فی الطحاوی فان برہن المالك اخذ بالانه لورد عوادہا اور اگر مالک گواہ لایا غصب پر تو گھر کو بیگا اسواسطے کہ اس نے اپنے دعویٰ کو شہادت سے روشن اور ثابت کر دیا فروغ مسائل بحقہ شایع کے باعہ فضولی و آخرہ اور وجہ اور منہ فاجیز اصابت الاتوی فقیر مملو کہ لازمیہ فتح غیر کے غلام کو فضولی نے بیچا اور دوسرے فضولی نے اسکو اجارہ دیا یا اسکا نکاح کر دیا یا برہن رکھا پھر دونوں فضولیوں کے فعل کی اجازت ہوئی ساتھی یعنی بلا تقدیم اور تاخیر تو قوی تر عقد ثابت ہوگا اور لوندی مملو کہ ہوگی نہ وجہ کذا فی الفہم یعنی اسواسطے کہ بیع قوی تر ہے نکاح سے اور اگر دونوں عقد برابر ہوں چنانچہ ایک شخص کا دو فضولیوں نے دو عورتوں سے نکاح کیا یا غلام کو دونوں نے جہاد بیچا پھر دونوں کے واسطے اجازت ہوئی

ساتھ ہی تو کج باطل ہوگا اور دونوں شریوں کو نصف نصف غلام کے لینے یا ترک کرنے میں اختیار ہوگا کہ لینی یا بیع سکوت الممالک عند العقد میں اجازت  
خانیہ من آخر فصل الاقالات مالک کا سکوت عقد کے وقت اجازت نہیں چنانچہ خانیہ میں یہ فصل اقالہ کے اخیر سے

**باب الاقالات**

باب الاقالات

یہ باب ہوا اقالہ کے احکام میں ہم نسبت اقالہ کی فضولی سے یہ ہے کہ اقالہ عبارت ہے بیع عقد سے اور عقد فضولی د صورت عدم اجازت مرفوع ہوتا ہے ہی لفظ  
الرفع من اقال اجوف یا اقال لغت میں رفع ہوا اقال اجوف یا اقال سے ہم بعضوں نے کہا کہ اقالہ قول سے مشتق ہے اور پھر نہ سلب کا ہے شایع نے اسکو رد کیا کہ اقالہ  
قیل سے مشتق ہے نہ قول سے علامہ فوج نے کہا کہ عرب بولتے ہیں قلت البیع بالکسر اگر قول سے مشتق ہوتا تو قلت بالضم بولتے دوسری وجہ یہ ہے کہ اسکا مصدر  
ثلاثی یا اقال ہے نہ داوی جمع اللغۃ میں کہا اقال البیع قیل نسخہ تیسری وجہ یہ ہے کہ اہل لغت مانند صاحب صحاح و قاموس وغیرہ نے اسکو قیل کے ماورے  
میں مذکور کیا ہے نہ قول میں و شرعاً رفع البیع اور شرع میں اقالہ عبارت ہے رفع بیع سے یعنی بیع کو بعد اس کے ثبوت کے زائل کرنا اور مٹا دینا و عمر فی الجوبہ  
فہر بالحق اور جوہر میں اقالہ کو عام کہا ہے تو یوں تعبیر کیا ہے کہ اقالہ عبارت ہے رفع عقد سے تو یہ تعبیر بیع اور اجارہ وغیرہا کو شامل ہے و تصحیف بلفظین ماضیین  
وہذا کہنا اور احدهما مستقبل کا فلتی فقال اقلک لعدم المسادۃ فیہا نکات کالنکاح اور اقالہ صحیح ہے دو ماضی لفظوں سے اور یہ اقالہ کارکن ہے یا ایک  
لفظ ماضی ہو اور دوسرا مستقبل چنانچہ شری نے کہا کہ مجھ سے اقالہ کر بائع نے کہا کہ میں نے تجھ سے اقالہ کیا کیونکہ اقالہ میں مول چکانا نہیں تو اقالہ نکاح  
کے مانند ہوا ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ ابو یوسف رحمہ کے نزدیک جمع الوجوہ سے اقالہ بیع ہے اور امام کے نزدیک بعض وجوہ سے بیع ہی  
اور حالانکہ بیع لفظ مستقبل سے منعقد نہیں ہوتی خلاصہ جواب یہ ہے کہ اقالہ اس میں در حکم بیع نہیں اس واسطے کہ مول چکانا اقالہ میں جاری نہیں بخلاف بیع کے  
وقال محمد کالبیع قال لبرجدی و ہوا المختار اور محمد نے کہا کہ اقالہ بیع کے مانند ہے منعقد ہوگا نہ دو ماضی لفظوں سے یا ماضی اور حال سے برجدی نے کہا  
یہی قول مختار ہے و تصحیف ایضاً بفاستحاک ترک و تارکتا و رفعت اقالہ صحیح ہوتا ہے ان الفاظ سے بھی جو متن میں مذکور ہوئے یعنی میں نے تجھ سے  
بیع نسخ کی اور ترک کی اور تجھ سے میں نے متارکہ بیع کا کیا اور بیع کو میں نے اٹھا ڈالا مضمون نے اشارہ کیا کہ اقالہ فقط اقلک کے لفظ پر منحصر نہیں بلکہ الفاظ  
مذکورہ سے بھی صحیح ہے و بالتعاطی و لومین احد الجانین کالبیع ہوا صحیح و بزازیہ اور اقالہ صحیح ہے تعاطی سے بھی اگرچہ تعاطی ایک ہی طرف سے ہو بیع کے مانند  
یہی قول صحیح ہے کہ ذانی البراریہ یعنی اگر مشتری بیع بائع کو تسلیم کرے اور بائع من مشتری کو تسلیم کرے بلا لفظ اقالہ وغیرہ یا ایک شخص تسلیم کرے بلا لفظ اور  
دوسرا لفظ اقالہ وغیرہ زبان پر لادے تو بقول صحیح اقالہ صحیح ہوگا جیسے بیع صحیح ہوتی ہوئی اسراجیہ لا بد من التسليم و القبض من الجانین اور صاحبین نے کہا  
تسلیم بیع اور قبض من مرفوع ضروری دونوں جانب سے ہم یہ قول مقابل ہے قول صحیح مذکور کے یعنی غیر صحیح ہے و توقف علی قبول الاخر فی المجلس و لو کان القبول  
فلا لکما لو قطعہ بقبضہ فیرید قول مشتری اقلک لان من شر العطاء اتحاد المجلس اور اقالہ ہوتی ہے طرث ثانی کے قبول کرنے پر اسی مجلس میں اگرچہ قبول فعل ہوتا ہے  
چنانچہ بائع نے بیع کو قطع کیا یا اس پر قبضہ کر لیا فی الفور مشتری کے اس قول کے بعد کہ اقلک اس واسطے کہ اقالہ کی شرطوں سے اتحاد مجلس ہے مرفعی الفور سے  
مراد یہ ہے کہ قبول اسی مجلس میں واقع ہوا شرط اتحاد مجلس پر وہ مسئلہ متفرع ہے جو قبضہ میں مذکور ہے کہ دلال نے ایک چیز کو بائع کے امر مطلق سے چاہے اسکا متن  
بائع کے پاس لایا بائع نے کہا کہ میں اس متن پر نہ دوں گا سود لال نے یہ مشتری کو دی مشتری نے کہا کہ میں بھی نہیں چاہتا تو بیع مذکور نسخ ہوگی بہ سبب نہ  
متحد ہونے مجلس کے و رضی المتعاقدين او الورثۃ او الوصی اور منجملہ شرط اقالہ رضا خندی ہے متعاقدين کی یا ان کے وارثوں یا وصی کی و بقا الحال تعاقب للفسخ  
بخیار فلور و زیادۃ من الفسخ لم تصح خلافاً ما اور شرط ہی باقی رہنا اس عمل کا جو قابل نسخ ہے بواسطہ خیارات ثلاثہ یعنی شرط اور خیاری عیب اور خیاری ریت  
کے تو اگر بیع میں ایسی زیادتی ہوگی جو نسخ کی مانع ہو تو اقالہ صحیح ہوگا خلافاً لاصحابین ہم زیادت مانع نسخ زیادت متعلقہ غیر متعلقہ ہے چنانچہ رنگ اور دخت

اور زیادت منفصلہ متودہ چنانچہ ولد اور غیر قبض بدلی الصفت فی اقالہ اور شرط قبض کرنا صحت کے بدلین کا صحت کے اقالہ میں وان لا یسب البائع الثمن للمشتري  
قبل قبضہ اور یہ شرط ہے کہ بائع نے مشتری کو شے نہ دیا ہو قبل اُس کے قبضہ کرنے کے ہم طحاوی نے کہا مشتری سے غلام ماؤن مراد ہے اگر بائع نے  
اسکو من قبل قبضہ سہ کیا تو اقالہ صحیح نہیں وان لا یكون البیع باكثر من القيمة فی بیع ماؤن ووصی دمتولی اور یہ شرط ہے کہ بیع اُس من سے ہو جو قیمت سے  
زیادہ تر غلام ماؤن اور وصی تیم اور متولی وقت کی بیع میں ہم یعنی ایک چیز کی قیمت ایک دم ہو اور غلام ماؤن یا وصی یا متولی نے اسکو بعض دودرم  
یا زیادہ کے بیچا تو اب اقالہ صحیح نہیں برعایت متولی اور تیم اور وقت کے اور اسی طرح اگر کثیر قیمت کو کم قیمت قلیل خرید کیا ماؤن وغیرہ نے تو بھی اقالہ صحیح نہیں  
و تصحیح اقالہ المتولی ان غیر الوقت والالا الاصل ان من ملک البیع ملک اقالہ الا فی خمس الثالثه المذكورة والوکیل بالشرا قبل وباسلم اشباہ اور  
صحیح و اقالہ کرنا متولی کا اگر اقالہ وقت کے واسطے بہتر ہو اور نہیں تو نہیں اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو بیع کا مالک ہو وہ اقالہ بیع کا بھی مالک ہو مگر یا بیع  
صورتوں میں مالک بیع کا مالک اقالہ نہیں تین صورتیں مذکور ہو چکی ہیں یعنی بیع ماؤن اور وصی اور متولی اور جو کچھی صورت خرید کا وکیل بعضوں نے کہا  
اور پانچویں صورت مسلم کا وکیل ہے کذانی الاشباہ یعنی مسلم فہ کی خرید کا وکیل اقالہ نہیں کر سکتا ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اور طرفین کے نزدیک  
اسکا اقالہ جائز ہے کذانی بطحاوی عن حاشیہ الاشباہ للمحوی د لا اقالہ فی نکاح و طلاق و عتاق جو ہرہ اور اقالہ جاری نہیں نکاح اور طلاق اور عتاق میں  
کذانی ابو ہریرہ اسواسطے کہ شارع نے نکاح کے واسطے رافع مخصوص قرار دیا ہے یعنی طلاق یا فسخ وغیرہ اور طلاق بعد واقع ہونے کے مرتفع نہیں ہوتی  
عتاق کے مانند ابراہیم من باب التحالف اور اقالہ نہیں ابراہیم کذانی البحر من باب التحالف اس واسطے کہ دین ابراہیم ساقط ہو گیا اور ساقط پھر  
خود نہیں کرتا ہی مندو تہ للحدیث اور اقالہ بیع مستحب ہے بدلیل حدیث شریف ہم ابو اؤد اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ  
علیہ وآلہ وسلم نے من اقال مسلماً بیعتہ اقال اللہ عشرتہ یوم القيمة یعنی جو مسلمان سے اپنی بیع کا اقالہ کرے حق تعالیٰ روز قیامت میں اسکی زلت اور لغزش کو  
دور کرے اور بیعتی کی روایت میں ہے مسلماً ناوانا دارہو کذانی فتح القدر و تحب فی عقد کردہ و فاسد کفرہ و فاسد کفرہ فیما اذا عرہ البائع لیسر انہ یختار فلو فاشا فله الرد کما بیع  
اور اقالہ واجب ہے عقد کردہ اور فاسد میں کذانی البحر اور اس میں اقالہ واجب ہے جب کہ بائع نے مشتری کو غوراً فریب دیا ہو کذانی النہر بجا اور جو بائع نے  
اسکو زیادہ فریب دیا ہو تو مشتری کو رد بیع کا اختیار ہے چنانچہ اوگیا و حکمنا انہا فسخ فی حق المتعاقدين فیما ہو من موجبات بفتح الجیم ای احکام  
العقد اور اقالہ کا حکم یہ ہے کہ اقالہ فسخ ہے متعاقدين کے حق میں اُس چیز میں جو بخلہ احکام عقد کے ہے موجبات بفتح جیم سے احکام عقد مراد ہیں ہم موجبات  
عقد وہ امور ہیں جو بنفس عقد ثابت ہوں بدون شرط کے امام اعظم کے نزدیک اقالہ فسخ ہے خواہ قبل قبض ہو یا بعد قبض کے اور غیر متعاقدين کے حق  
میں بیع جدید نہیں مگر جبکہ بعد قبض کے ہو اور ابو یوسف کے نزدیک اقالہ بیع ہے مطلقاً متعاقدين کے حق میں اور غیر متعاقدين کے حق میں بھی اور محمد  
کے نزدیک فسخ ہے مطلقاً اما لود جب بشرط زائد کان بیجا جدید فی حقہما ایضاً کان شری بدینہ الموجل عینا ثم تقابلہ لیر الابل فیصیر دینہ حالاً کا نہ باعہ منہ  
دور وہ بجا بقضاً و عا د الاصل لانه فسخ ولو کان کفیل لم تعد الکفالة فیما خانیہ اور اگر عقد بیع بشرط زائد واجب ہو تو اقالہ متعاقدين کے حق میں بھی بیع  
جدید ہو گا چنانچہ صاحب دین نے بعض اپنے دین بوجہ کسی جنس کو خرید کیا پھر متعاقدين نے اُس بیع کا اقالہ کیا تو دین کی مدت اعادہ نہ کرے گی  
تو اسکا دین فی الحال لازم الادا ہو جائیگا گو یا صاحب دین نے اُس جنس کو دیوں سے بچا اور اگر صاحب دین نے بیع کو بسبب خیار العیب کے حکم  
قاضی پھیر دیا کذانی النہر تو مدت دین کی پھر ثابت ہوگی کیونکہ یہ رد کرنا فسخ ہے بیع نہیں اور اگر دین مذکور کا کوئی کفیل ہو تو کفالت دونوں میں عود نہ کرے گی  
کذانی الخانیہ ہم یعنی اقالہ اور بالعیب میں کفالت کا اعادہ ہو گا خلاصہ یہ ہے کہ بیع میں مدت اور کفالت کا اعادہ نہیں بعد اقالہ کے اور رد بالعیب میں مدت کا  
اعادہ ہونہ کفالت کا کذانی بطحاوی ہم ذکر لکونہ فسخاً و عا فاولاً نہ تبطل بعد لادۃ لمبیعتہ لتعذر الفسخ بالزیادۃ المنفصلۃ بعد قبض صلا للشرع لا قبلہ مطلقاً ابن الملک

اور بائع کو غوراً فریب دیا ہو کذانی النہر بجا اور جو بائع نے اسکو زیادہ فریب دیا ہو تو مشتری کو رد بیع کا اختیار ہے چنانچہ اوگیا و حکمنا انہا فسخ فی حق المتعاقدين فیما ہو من موجبات بفتح الجیم ای احکام العقد اور اقالہ کا حکم یہ ہے کہ اقالہ فسخ ہے متعاقدين کے حق میں اُس چیز میں جو بخلہ احکام عقد کے ہے موجبات بفتح جیم سے احکام عقد مراد ہیں ہم موجبات عقد وہ امور ہیں جو بنفس عقد ثابت ہوں بدون شرط کے امام اعظم کے نزدیک اقالہ فسخ ہے خواہ قبل قبض ہو یا بعد قبض کے اور غیر متعاقدين کے حق میں بیع جدید نہیں مگر جبکہ بعد قبض کے ہو اور ابو یوسف کے نزدیک اقالہ بیع ہے مطلقاً متعاقدين کے حق میں اور غیر متعاقدين کے حق میں بھی اور محمد کے نزدیک فسخ ہے مطلقاً اما لود جب بشرط زائد کان بیجا جدید فی حقہما ایضاً کان شری بدینہ الموجل عینا ثم تقابلہ لیر الابل فیصیر دینہ حالاً کا نہ باعہ منہ دور وہ بجا بقضاً و عا د الاصل لانه فسخ ولو کان کفیل لم تعد الکفالة فیما خانیہ اور اگر عقد بیع بشرط زائد واجب ہو تو اقالہ متعاقدين کے حق میں بھی بیع جدید ہو گا چنانچہ صاحب دین نے بعض اپنے دین بوجہ کسی جنس کو خرید کیا پھر متعاقدين نے اُس بیع کا اقالہ کیا تو دین کی مدت اعادہ نہ کرے گی تو اسکا دین فی الحال لازم الادا ہو جائیگا گو یا صاحب دین نے اُس جنس کو دیوں سے بچا اور اگر صاحب دین نے بیع کو بسبب خیار العیب کے حکم قاضی پھیر دیا کذانی النہر تو مدت دین کی پھر ثابت ہوگی کیونکہ یہ رد کرنا فسخ ہے بیع نہیں اور اگر دین مذکور کا کوئی کفیل ہو تو کفالت دونوں میں عود نہ کرے گی کذانی الخانیہ ہم یعنی اقالہ اور بالعیب میں کفالت کا اعادہ ہو گا خلاصہ یہ ہے کہ بیع میں مدت اور کفالت کا اعادہ نہیں بعد اقالہ کے اور رد بالعیب میں مدت کا اعادہ ہونہ کفالت کا کذانی بطحاوی ہم ذکر لکونہ فسخاً و عا فاولاً نہ تبطل بعد لادۃ لمبیعتہ لتعذر الفسخ بالزیادۃ المنفصلۃ بعد قبض صلا للشرع لا قبلہ مطلقاً ابن الملک

پھر اقالے کے نسخ کے چند فرغ ذکر کیے فرغ اول یہ ہو کہ اقالہ باطل ہوتا ہے بعد ولادت مبیعہ کے بواسطہ استعذر ہونے سے فرغ بیع کے زیادت منقصہ سے بوجہ قبض کے  
 بشرط حق شرع شریف نہ قبض کے قبل مطلقاً کذا ذکرہ ابن ملک یعنی زیادت قبل قبض مانع اقالہ نہیں مطلقاً خواہ زیادت منقصہ ہو یا منقصہ غلاصۃً فرغ یہ ہے  
 کہ اقالہ بعد ولادت باطل ہو اگر اقالہ بیع ہوتا تو بعد ولادت باطل ہوتا تو ثابت ہو کہ اقالہ نسخ ہے نہ بیع ثالث فی الصبح بمثل الثمن الاول بالسکوت عنہ  
 و فرغ ثانی یہ ہو کہ اقالہ صحیح ہو ثمن اول کے برابر سے اور ثمن کے سکوت سے یعنی در صورت سکوت ثمن اول واجب ہو گا بالا جماع تو اگر اقالہ بیع ہوتا تو سکوت  
 ثمن سے جائز نہ ہوتا و رد مثل المشروط و لو لمقبوض احواد اور ثمن بھیر دیا جائے مانند شرط یعنی جو ثمن کہ بیع اولیٰ میں شرط ہوا تھا وہی دیا جائیگا اگرچہ  
 قبوض نہایت کفر ہو یا نہایت کھوٹا اگر ثمن دینا رہتا اور مشتری نے اس کے عوض درم پیسے پھر دونوں نے اقالہ کیا حالانکہ در اہم اذان ہو گئے تو مشتری  
 دینا ریکانہ درم کہانی انہر و لو تقیلا و قد کسدت رد الکاسد اور اگر متعاقبین نے اقالہ کیا اور حالانکہ در اہم کاسد ہو گئے تو کاسد پھر سے کذا فی المنہ عن الفیض الا اذا  
 باع المتولی او الوسی للوقت او للضعیف شیئاً باکثر من قیمتہ او اشتر یا شیئاً باقل منها للوقت او للضعیف لم یجز اقالہ ولو بمثل الثمن الا ان کذا الماذون  
 لکما مر ثمن اول اور سکوت سے اقالہ صحیح ہو مگر جب کہ متولی نے وقت کے واسطے اور وسی نے ضعیف کے واسطے کوئی چیز بیچی اسکی قیمت سے زیادہ یا دونوں نے  
 کوئی چیز خریدی وقت یا ضعیف کے واسطے اسکی کمتر قیمت سے تو اقالہ اسکا جائز نہیں اگرچہ ثمن اول کی مثل سے اقالہ ہو اور اسی طرح علامہ ماذون کا حکم ہے  
 بنا علیہ عنقریب مذکور ہو چکا وان وصلیہ شرط غیر جنسہ او اکثر منہ او اقلہ و کذا فی اللؤلؤ مع تعینہ فیکون منھا بالاقبل لو بقدر العیب لا ازید ولا نقص  
 بل الا بقدر ما یغایب الناس فیہ ثمن اول اور سکوت سے اقالہ صحیح ہو اگرچہ غیر جنس ثمن مشروط ہو یا ثمن سے زیادہ تر مشروط ہو یا ثمن کی مدت مشروط ہو  
 اور اسی طرح کمتر ثمن میں مگر بیع کے بیوب ہو جانے کے ساتھ اقل ثمن سے اقالہ صحیح ہو تو یہ نسخ بالاقبل ہو اگر قلت ثمن بقدر عیب کے ہونہ زیادہ تر  
 کمتر بعضوں نے کہا مگر اس قدر کی زیادتی اور کمی میں کچھ مضائقہ نہیں جس میں لوگ متناہن ہونے میں شایع نے کہا ان شرط کا ان وصلیہ ہے نہ فصلیہ  
 ان شرط متعلق ہو یا قبل اثنتا سے تو اسکی تقدیم اثنتا پر مناسب تھی کذا فی الجلی و الثالث لا یفسد بالشرط الفاسد وان لم یصح تعلیقہ بہ  
 ما یصح اور فرغ ثالث یہ ہو کہ اقالہ فاسد نہیں ہوتا شرط فاسد سے اگرچہ اسکی تعلیق شرط فاسد سے صحیح نہیں چنانچہ کتابا لہرت سے پہلے آویگا تخلیق کی  
 صورت یہ ہو کہ خالد نے کپڑا زید کے ہاتھ بیچا اور کہا کہ تو نے ارزان خرید کیا تو زید نے کہا کہ اگر تو زیادہ ثمن دینے والا خریدار پائے تو اسکے ہاتھ بیچ لیجیو  
 و خالد نے زیادہ ثمن کو بیچ کی تو بیع ثانی منعقد ہوگی اسواسطے کہ یہ اقالے کی تعلیق ہی شرط سے کذا فی الطحاوی عن ابی جابر اللیبالیع بیع المبیع  
 منہ ثانیاً بعد ہا قبل قبضہ ولو کان بیعانی حقاً بطل کہیہ من غیر مشتری یعنی اور فرغ رابع یہ ہو کہ بائع کو جائز ہے بیع کا بیچنا مشتری سے دوسرے  
 بعد اقالے کے قبل قبض کرنے سے بیع کے اور اگر اقالہ بیع ہوتا دونوں کے حق میں تو بیع ثانی باطل ہوتی ہے بائع مذکور کی بیع غیر مشتری سے باطل ہے کذا فی الہندی  
 م بطلان بیع سے فساد بیع مراد ہے و فساد بیع منقول ہے قبل اسکے قبض کے و الفاسد جاز قبض المکمل و الموزون منہ بعد ہا بلا اعادہ کسلہ و وزنہ  
 و فرغ خامس یہ ہو کہ جائز ہے قبضہ کرنا مکمل اور وزن کا مشتری سے بعد اقالہ کے بلا اعادہ اسکے کیل اور وزن کے یعنی اگر اقالہ بیع ہوتا تو بلا اعادہ قبض جائز ہوتا  
 سادس جائز ہے المبیع منہ بعد الاقالہ قبل القبض ولو کان بیعانی حقاً لاجاز کل ذلک اور فرغ سادس یہ ہو کہ جائز ہے بیع کا مشتری کو بائع  
 کے واسطے بعد اقالہ قبل قبض کے اور اگر اقالہ بیع ہوتا بائع اور مشتری کے حق میں تو فرغ ستہ میں یہ سب کچھ جائز ہوتا ہم و حدہ عدم جو ازہمہ یہ ہے کہ بیع  
 نسخ ہو جاتی ہے اگر مشتری بائع کو بیع ہے کہ قبض قبض و انما ہی بیع فی حق الثالث لو بعد القبض بلفظ الاقالہ فذ قبلہ فی نسخ فی حق الكل فی غیر العقار  
 و اقالہ تو بیع ہوتا متعاقبین کے سوا تیسرے شخص کے حق میں بشرطیکہ اقالہ بعد قبض کے بلفظ اقالہ قبل قبض کے ہو تو وہ نسخ ہے سب کے حق میں سوا اسے  
 میں کے ہم زمین کا اقالہ اسواسطے نسخ ہوا کہ بیع زمین کی قبض کرنے سے پہلے جائز ہے بطلان منقول کے ولو بلفظ مفاہیجہ متارکہ او تراو لم یجعل بیعاً اتفاقاً  
 باہم نسخ کرنا ۱۱ باہم ترک کرنا ۱۲



ولو بلفظ البيع فبيع اجماعا اور اگر اقالہ بلفظ مفاصمہ یا تارکہ یا تارکہ یعنی باہم رد کرنے کے ہو گا تو بافتاق مامم اور صاحبین کے بیع ٹھہرایا نہ جاوے گا اور اگر اقالہ بلفظ بیع ہو گا تو بالاجماع بیع ہی بلفظ بیع اقالہ کی یہ صورت کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ میرے ہاتھ بیچ جسکو تو نے خرید کیا اور تیرے فی موانع فالاول لوکان المبيع عقارا سلم لشفيع الشفعة ثم تقابل القضي له بها لكونه ميوجا جديدا لكان الشفيع ثالثا اور اسکا فقرہ یعنی حق ثالث میں اقالہ کی بیع ہونے کا فقرہ چند مواضع میں ہے سو موضع اول یہ ہے کہ اگر بیع زمین ہو اور شفیع نے شفعہ سے انکار کر دیا پھر بائع اور مشتری نے اقالہ کیا ہو تو اب اگر شفیع مدعی ہو گا تو شفعہ اُسکو دلا یا جاوے گا سبب اس کے ہونے کے بیع جدید تو شفیع متعاقدين کا تیسرا ہوا و الثاني لا يرد البائع الثاني على الاول بعيب علمه بعد بالانه يعني حقه اور موضع ثانی یہ ہے کہ بائع ثانی بائع اول پر رد بیع نہیں کر سکتا سبب اس عیب کے جو اُسکو معلوم ہوا بعد اقالہ کے ہوا سبب کہ وہ بیع صحیح ہے اس کے حق میں ہے یعنی جبکہ مشتری نے بیع کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر دونوں میں اقالہ ہوا پھر معلوم ہوا کہ بیع میں عیب تھا بائع اول کے پاس اور بائع ثانی نے چاہا کہ اُسکو پھر سے بائع اول کو تو اُسکو یہ جائز نہیں اس واسطے کہ یہ اس کے حق میں بیع ہو گا یا بائع ثانی نے اپنے مشتری سے خرید کیا کذا فی النعم والثالث ليس للمواهب الرجوع اذا باع الموهوب له الموهوب من آخر ثم تقابل لانه كالشترى من المشتري منه اور موضع ثالث یہ ہے کہ دہب کو پھر پھر لینا جائز نہیں جبکہ موهوب نے موهوب کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر دونوں میں اقالہ ہوا اس واسطے کہ موهوب نے مشتری کے مانند ہوا اپنے مشتری سے و الرابع المشتري اذا باع المبيع من آخر قبل نقد الثمن جاز للبائع شراء منه بالاقبل اور موضع رابع یہ ہے کہ مشتری نے جبکہ بیع کو بیچا دوسرے کے ہاتھ قبل نقد ثمن کے تو بائع کو اس سے خرید کرنا کتر ثمن سے جائز ہے صورت اسکی یہ ہے کہ کوئی چیز خریدی اور قبضہ کیا اور ہنوز ثمن نہیں دیا پھر اُسکو دوسرے کے ہاتھ بیچا پھر بائع ثانی اور مشتری ثانی میں اقالہ ہوا اور مشتری اول کے پاس وہ چیز پھر آئی پھر بائع اول نے مشتری نہ کو سے اُسکو خرید کیا قبل نقد ثمن کے ثمن اول سے کتر کو تو جائز ہو گا یا بائع اول نے مشتری ثانی سے خرید کیا کذا فی الخطاوی والخامس اذا اشترى بعروض التجارة عبد للمختر بعد ما حال عليها الحول ووجد به عيبا فزده بغير قضا واستر والعروض فملكته في يده لم تسقط الزكوة فالفقير ثامنا انما رد بعيب بلا قضا اقالته اور موضع خامس یہ ہے کہ جب اجناس تجارت سے خدمت کے واسطے غلام خرید کیا بعد گذر جانے سال کے اجناس مذکورہ پر اور غلام میں کوئی عیب نکلا مشتری نے اسکو بغیر حکم قاضی پھر دیا اور اجناس کو پھر لیا اور اجناس ہلاک ہو گئیں مالک کے ہاتھ میں تو انکی زکوٰۃ ساقط ہوگی پس یہاں فقیر تیسرا ہے متعاقدين کا ہوا سبب کہ ہوا سبب عیب کے پھر دینا بلا حکم قاضی اقالہ ہوا غلام میں خدمت کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر تجارت کا غلام ہو گا تو اس کی خرید و استلاک ہو گا کیونکہ مال تجارت کو تجارت کے مال سے بدلنا استلاک نہیں اور غیر تقاضا کی قید کا یہ فائدہ ہے کہ حکم قاضی رد کرنا سبب کے حق میں فسخ ہے تو گویا بیع واقع ہوگی اور اجناس ہلاک ہو گئیں تو زکوٰۃ واجب ہوگی رد با عیب بلا قضا اس واسطے اقالہ ہوا کہ وہ بیع جدید ہے فقیر کے حق میں تو مشتری بیع اول سے اجناس کا مستملک ٹھہرنا زکوٰۃ واجب ہوئی اور اگر اقالہ فسخ ہوتا فقیر کے حق میں تو بیع اول سے مرتفع ہوجاتا کذا فی الخطاوی ويزاد التقابل في الضرر ووجوب الاستبراء لانه حق الله تعالى فاقصدنا الله صدر الشريعة اور مواضع خمسہ پر تقابل ضرر کا اور وجوب استبراء کا زیادہ کیا گیا ہے اس واسطے کہ استبراء حق الله ہے تو الله تعالى تیسرا ٹھہرا متعاقدين کا کذا فی صدر الشريعة ہم وجوب استبرائی یہ صورت ہے کہ کوئی خریدی اور اسے قبضہ کیا پھر اقالہ بیع ہوا تو یہ اقالہ نہیں بیع کے ہے حق ثالث میں تو بائع اول کو و طی اسکی جائز ہوگی مگر بعد استبرائے کے و الاقالات بعد الاجارة والرهن فالرهن ثامنا نهن في تسعة اور مواضع مذکورہ پر زائد ہے اقالہ بعد اجارہ اور رهن کے تو مرن تیسرا ہے متعاقدين کا کذا فی النهر مواضع متن اور شرح کے نو ہونے ہم نہر الفائق میں کہا کہ مجھ سے سوال ہوا اقالہ بعد الرهن سے تو میں نے جواب دیا کہ اقالہ موقوف ہے بیع کے مانند بدلیل قول فقہا کہ اقالہ بیع جدید ہے ثالث کے حق میں اور ثالث یہاں مرن ہے اور اسے طرح اگر اجارہ دیا پھر اقالہ کیا انتی تو اقالہ بعد رهن کے اجازت مرن یا قضا دین پر موقوف ہے اور اقالہ بعد اجارہ کے مستاجر کی اجازت پر موقوف ہے اگر اسے جائز رکھا تو نافذ ہے اور نہیں تو باطل ہے شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ مرن اور مستاجر ثالث ہے کہ اسے الخطاوی و الاقالات متبع حتما ہلاک المبيع ولو حاله باق اور صحت اقالہ کا مانع ہے ہلاک ہونا بیع کا اگر قبضہ ہلاک حقیقی نہیں بلکہ حکمی ہو چنانچہ جہاں جہاں غلام کا ہم درکار ہلاک بیع کی

یہ بیع صحیح ہے اور اگر بیع صحیح ہو تو زکوٰۃ واجب ہے

Marfat.com

بعد اقالہ کے ہووے تو اقالہ باطل ہو کر بیع بھر قائم ہوگی کذا فی البحر لا العین و لونی بدل نصرت نہ ہلاکی میں کی بدل صرفت میں واقع ہو مگر چونکہ اصل بیع میں بیع ہے نہ میں لہذا ہلاکی بیع مانع صحت اقالہ ہے نہ ہلاکی میں کی وہلاک بعضہ منع الاقالات بقدرہ اعتبار اللجز بالکل در بعض بیع کا ہلاک ہو جانا مانع اقالہ کا نہیں بقدر باقی کے جز کو کل کے ساتھ اعتبار کر کے ہم از انجملہ یہ ہے کہ زمین کو خرید کیا کھیت کے ساتھ اور کھیت کا ٹ لیا پھر اقالہ کیا تو زمین میں بقدر اسکے حصہ کے اقالہ صحیح ہے چنانچہ شراح اُسکو تفسیر سے مذکور کر چکا ہیں منہ مالو شری صابونانجھت فتاویٰ بقا اکل المبیع فتح اور ہلاک بعض بیع سے یہ صورت نہیں اگر صابون خرید کیا پھر وہ خشک ہو گیا پھر دونوں نے اقالہ کیا بسبب باقی رہنے تمام بیع کے کذا فی النفع تو مشتری کو زمین کم کرنا سبب خشکی صابون کے جائز نہیں و اذ اہلک احد البین فی المقایضہ و کذا فی المسلم صحت الاقالات فی الباقی منها و علی مشتری قیمتہ الممالک ان قہمیا و مثله ان مثلیا و لو ہلک باطلت الاقالات نصرت و وجب کہ احد البین مقایضہ اور اسب طرح سلم میں ہلاک ہو جائے تو اقالہ صحیح ہے باقی بدل میں اور مشتری پر ہلاک کی قیمت لازم ہے اگر وہ قیمت والی چیز ہو اور مثل ہلاک لازم ہے اگر وہ مثل ہو اور اگر دونوں بدل ہلاک ہو گئے تو اقالہ باطل ہے مگر صرفت میں باطل نہیں ہم مقایضہ عبارت ہے بیع العین بالعین سے یعنی متاع کو بعض متاع کے بیچنا اور صرفت کا اشتنا منقطع ہے تقایلا فابق العبد من ید مشتری و غیر عن تسلیمہ او ہلک المبیع بعد ہا قبل القبض لطلت بزاتیہ متعاقدین نے اقالہ کیا پھر ملام بھاگ گیا مشتری کے ہاتھ سے اور وہ عاجز ہوا اُسکی تسلیم سے یا بیع ہلاک ہوئے بعد اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہے کذا فی البرزاتیہ و ان مشتری و ان مشنای شجرہ قطعہ او عبد انقطع یدہ واخذ از شہانم تقایلا صحت و لزومہ جمیع الثمن لاشی لبالعہ من ارض الشجر والید ان عالما بہ قطع امید الشجر وقت الاقالات و ان غیر عالم خیر بین الاخذ بجمیع الثمن او ترک قبضہ اور اگر درخت دالی زمین خرید کی پھر درخت کاٹ لیا یا غلام خرید کیا اور اُسکا ہاتھ کاٹا گیا اور مشتری نے اسکا خون بہا لیا پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے اور تمام ثمن اُسکو لازم ہے اور اُسکے بائع کو درخت اور ہاتھ کے عوض سے بچھو نہیں اگر بائع قطع دست اور درخت سے آگاہ ہو اقالہ کے وقت اور وہ اگر گاہ نہ ہو تو وہ مختار ہے تمام ثمن کے لینے میں یا ترک کرنے میں کذا فی القیئہ وینہا شر رضا مزودۃ ثم حصدا تم تقایلا صحت فی الارض بھستہا اور قنیہ میں ہے کہ زمین مزودہ خرید کی پھر کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے زمین میں اُسکے حصے کے پر ہم یہ صورت بعض بیع کے ہلاک میں داخل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا و لو تقایلا بعد اذ را کہ لم یجز اور اگر دونوں نے اقالہ کیا کھیت کی ٹھگی کے بعد تو جائز نہیں اس واسطے کہ عقد خرید پر ارد ہے نہ کیوں پر کذا فی البحر وینہا تقایلا تم علم ان مشتری کان وطی لمبیعہ رد ہا واخذ منها اور قنیہ میں ہے کہ دونوں نے اقالہ کیا پھر بائع کو معلوم ہوا کہ مشتری نے کوئی بیع سے دلی کی ہے تو اُسکو پھیرنے اور اُسکا ثمن سے دینا موزیہ الرطی البائع مطلقا اور قنیہ میں ہے کہ پھیرنے کا بیع بائع پر ہی ہر طرح یعنی خواہ اقالہ بیع کے حضور ہو یا اُسکے غیبت میں کذا فی المنع لیکن یہ اطلاق قنیہ کی عبارت میں پایا نہیں جانا کذا فی الجلی و تصح اقالہ الاقالات فلو تقایلا لبیع ثم تقایلا سے الاقالات ارفعت و عا و البیع الاقالات سلم فانہا لا تقبل الاقالات لکن المسلم فیہ دینا سقط و اساقط لا یعد و اشباہ اور صحیح ہے اقالہ کرنا اقالہ کا اس بیع کا اقالہ کیا پھر اقالہ کا اقالہ کیا تو اقالہ ہاتھ جائیگا اور بیع پھر آویگی سوا اقالہ سلم کے کہ وہ اقالہ کو قبول نہیں کرتا اس واسطے کہ سلم میں مسلم فیہ دین ہے کہ ساقط ہو گیا اور ساقط ہوا وہ پھر نہیں لکذا فی الاشباہ وینہا راس مال بعد الاقالات کو قبلا فلما تصرف فیہ بعد ہا قبلا اور اشباہ میں ہے کہ راس مال بعد اقالہ کے ویسا ہی جیسا قبل اقالہ کے تھا تو ثمن تصرف کرنا اقالہ کے بعد جائز نہیں جیسے قبل اقالہ تصرف جائز نہیں ہم یعنی مسلم فیہ کو قبل قبض راس مال کے ثمن تصرف جائز نہیں جیسے راس مسلم کو بعد اقالہ قبض راس مال کے تصرف جائز نہیں یعنی کوئی چیز راس مال سے خرید نہیں کر سکتا کہ انی العطاوی الانی مسلمین لو اختلفا فیہ بعد ہا فلا یحییون <sup>کذا فی الجلی</sup> لکن راس مال کا قبل اقالہ اور بعد اقالہ کے یکساں ہوگا و صورت میں یکساں نہیں ایک صورت یہ ہے کہ اگر رب سلم اور سلم الیہ نے اختلاف کیا راس مال میں اقالہ کے تو دونوں پر باقیم نہیں ہم اس صورت میں مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں نے قبل اقالہ کے اختلاف کیا تو دونوں قسم کھائیں گے یعنی در صورت عدم بینہ کہ اقل العطاوی و یفرق قبل قبضہ الانی نصرت اور اگر رب سلم اور سلم الیہ متفرق ہوئے قبل قبض کرنے راس مال کے بعد اقالہ کے تو جائز ہے مگر صرفت میں جائز نہیں ہم اور اگر متفرق ہوئے

قبل قبض راس المال کے قبل اقالہ کے توجا از نہیں ہوا سب سے قبض راس المال بقا عقد کی شرط ہے قولہ الا فی نصرت استثناء منقطع ہے کیونکہ کلام راس المال میں ہے و فیما اختلف المتباہیان فی بصحة و البطلان فالقول مدعی البطلان فی بصحة و الفساد مدعی بصحة اور اٹباہ میں ہے کہ متباہیین نے اختلاف کیا بصحة عقد اور بطلان میں تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور صحت اور فساد کے اختلاف میں مدعی صحت کا قول معتبر ہے قلت الایسئلہ اذا ادعی المشتري بصحة من بالعه باقل من الثمن قبل النقد ادعی البائع الاقالہ فالقول للمشتري مع دعواه الفساد من کتابا ہون گرا ایک صورت میں مدعی فساد کا قول معتبر ہے جبکہ مشتری نے بیع کی بیع کرنے کا دعویٰ کیا بائع سے بعض کتر ثمن کے قبل اذ اگر ثمن کے اور بائع نے اقالہ بیع کا دعویٰ کیا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا باوجود دعویٰ فساد کے ہم اس صورت میں مدعی فساد مشتری ہے کیونکہ مشتری کا بیع کرنا بائع سے قبل واجب ثمن فاسد ہے اور بائع مدعی صحت ہے ہوا سب سے کہ ادعا اقالہ مستلزم صحت بیع ہے کیونکہ اقالہ صحیح نہیں مگر صحیح میں تو باوجودیکہ بیان صحت اور فساد میں اختلاف ہوا لیکن مدعی فساد کا قول معتبر ہوا نہ مدعی صحت کا اور جو کہ اقالہ قیام المبیع الا اذا استلک فی ید البائع غیر المشتري اور اگر اس کے بالعکس ہوئے یعنی بائع مدعی ہو کہ میں نے بیع کو مشتری سے باقل ثمن خرید کیا اور مشتری مدعی اقالہ ہو تو دونوں پر قسم لازم آدگی بشرطیکہ بیع قائم ہو مگر جبکہ بیع کو مشتری کے سوا کسی اور شخص نے بائع کے ہاتھ میں ہلاک کر ڈالا ہو تو وہ فون قسم نہیں ہم جبکہ غیر مشتری نے بیع کو ہلاک کیا تو قیمت بیع قائم مقام ہے بیع کی اور جبکہ مشتری نے بائع کے ہاتھ میں بیع کو ہلاک کیا تو وہ قابل ضمان قرار دیا جائیگا اور اقالہ ممنوع ہوگا کذا فی الطحاوی و رایت مغزیا للخلاصۃ بع کراد سلمہ فاکل مشتریہ نزلہ ثم تقایم المبیع اور مبوب بخلاصہ میں نے یہ مسئلہ دیکھا کہ انکور کا باغ بیجا اور تسلیم کیا سو مشتری نے اسکا پھل کھا یا ایک سال پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہیں ہم نزلہ بضم نون و زائے معجر اگرچہ یعنی روزی و معانی کے ہے لیکن بیان پھل انکور کا مراد ہے

باب المراجعة والتولية

یہ باب ہے مراجعہ اور تولیہ کے احکام میں لما بین المتین شرعی فی القمن مصنف نے جبکہ بیع ثمن کے بیان سے فراغت پائی تو اب ثمن کا بیان شروع کیا ہے یعنی اب تک ان بیع کا بیان تھا جن میں جانب بیع ملحوظ تھا اب ان بیع کا بیان شروع ہوا جن میں جانب ثمن ملحوظ ہے چنانچہ مراجعہ اور تولیہ اور ربا اور صحت اور نقدیم اول کی ثانی پر ہوا سب سے ہوئی کہ بیع میں بیع اصل ہے نہ ثمن نہ الفاق میں ہے کہ تولیہ اور مراجعہ کی طرف ہوا سب سے حاجت ہے کہ ناواقف محتاج ہے تاجر و افکار کے فعل کی طرف تو اس کے مانند ثمن سے یا قدر سے منفعت کے ساتھ خرید کرنے سے ناواقف کی خاطر جمع ہوگی اور بروایت صحیح ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پھر فرما ارادہ کیا تو صدیق نے دو اونٹ خرید لیے حضرت نے فرمایا کہ ایک اونٹ بطور بیع التولیہ ہے جو کہ صدیق نے کہا وہ آپ کے واسطے منفعت ہے سو حضرت نے نہ لیا مگر ثمن دیکر وہ بیع کر مسامحتہ و الرضیۃ لظہور ہوا اور مصنف نے مسامحتہ وضعیہ کا ذکر نہ کیا بسبب ان کے ظاہر ہونے کے ہم مسامحتہ بیع ہے جس کے ثمن میں متعاقبین کا اتفاق ہو کوئی ثمن کیوں نہ ہو تو ثمن میں ثمن اول کی طرف التفات نہیں اور یہی قسم بیع کی اکثر لائح ہے اور وضعیہ بیع ہے کتر ثمن اول سے اور اسکا رواج سود اگر ثمن کتر ہے کیونکہ تجارت سے غرض استرجاع ہے المراجعة مصدر راج یعنی مراجعہ ہے یعنی بیع التنازع اور مشتری مراجعہ یعنی بیع التنازع کو یا خرید کیا بطور مراجعہ کے جبکہ ہر قدر ثمن کا نفع مقرر کر دیا و شرعاً بیع مالک من العروض و لو بقبہ و ارث او بیعہ او عصب فانہ اذا ائتمنہ بما قام علیہ افضل مؤتمنہ وان لم تکن من جنسہ کاجر قفار و نحوہ تم بامہ مراجعہ علی ملک ائتمنہ جاز بسوط اور اسطلاح شرعی میں مراجعہ عبارت ہے اس چیز کی بیع کرنے سے جس کا بائع مالک ہو گیا ہے منجملہ اسباب اور متاع کے اگرچہ ملکیت بسبب ہبہ یا ارث یا وصیت یا عصب کے ہو تو جبکہ اسکا ثمن یا قیمت اتنی مقرر کر گیا جتنے کہ ملک اسکو حاصل ہو اور ساتھ زیادہ کرنے ثمن کے اگرچہ ثمن مضروبہ بیع کی جس سے ہونچنا پھر دوری دھوبی کی اور مانند اسکے پھر بائع اسکو بیع کرے اس قیمت یا ثمن پر توجا از ہے کذا فی مہبوطہم خلاصہ یہ ہے کہ مراجعہ فقط اسی میں منحصر نہیں کہ بیع بائع کی خرید ہو اور ثمن اول پر نفع ہے کہ بیع چنانچہ عبارت کتر اور وقایہ اسپر دال ہے بلکہ ہر ملک چیز میں مراجعہ جاری ہے سو اگر بیع خریدی بائع کی تو ثمن مراجعہ یوں ہے کہ ثمن اول پر نفع بڑھا کر بیعے اور اگر بائع کو بیع بطریق ہبہ یا ارث یا وصیت کے ملی ہو تو ثمن مراجعہ یوں ہے کہ اس چیز کی قیمت اور مالیت پر نفع زیادہ کر کے بیع طحاوی نے

باب المراجعة والتولية



کہا کہ عرض کی قدرت سے درہم کا مارجہ نکل گیا تو اگر درہم کو فانی سے خرید کیا تو بیع درہم بطور مارجہ جائز نہیں چنانچہ بحر الرائق میں ہے اور عاشریہ زیلی میں ہدایہ سے اسکا جو از منقول ہے غصب کی صورت میں کہ غصب کے پاس ضائع ہوا اور غاصب نے اسکی قیمت کا تاوان دیا پھر غصب مل گیا تو وہ مملوک ہو گیا غاصب کا تو اس کو بیچنا بطور بیع مارجہ کے جائز ہے یعنی ضمان پر نفع لے کر چلی ہے کہا کہ شراح نے مصنف کی تعریف میں نصرت کر کے کچھ کچھ کر ڈالا حالانکہ مراد مصنف یہ ہے کہ مارجہ عبارت ہے بیع مملوک سے ساتھ ضمان اور زیادتی منفعت کے اور یہ عبارت ٹھیک تھی وائذا علم والتولیة معددی غیر جلدہ الیا اور تولیہ مصدر ہے ولی غیرہ کا یعنی غیر کو والی اور کار ساز قرار کیا و شرعاً معینہ الاول لوطی یعنی بقیمہ سے جو غنما بہ لاندہ الغائب در اصطلاح شرع میں تولیہ بیع ہے مملوک چیز کی اس کے ضمان اول سے اگرچہ ضمان حلی ہو مراد ضمان حلی سے اس چیز کی قیمت ہے اور مصنف نے قیمت کو ضمان سے تعبیر کیا اس واسطے کہ تولیہ میں اکثر بیع ہر مملوک چیز کی اس کے ضمان اول سے اگرچہ ضمان حلی ہو تعریف بیع غاصب کو شامل نہ تھی جبکہ وہ غصب کو بقبضہ میں قیمت کے بطریق تولیہ بیع کرے لہذا شراح نے ضمان کو عام ٹھہرایا ضمان حقیقی اور ضمان حلی سے تا اس کو بھی شامل ہو جائے طحاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شراح لفظ غنما کو حذف کرتا اس واسطے کہ ضمان سے مراد وہ ہے جو قیمت کو بھی شامل ہو نہ یہ کہ ضمان سے فقط قیمت ہی مراد ہے و شرط صحیحہ کون العوض مثلیاً اذ قبضہ مملوکاً للمشتري اور مارجہ اور تولیہ کے صحیح ہونے کی شرط ہونا عوض یعنی ضمان اول کا مثلی یا ہونا عوض کا قیمت والی چیز مملوک مشتری کی ہم ضمان مثلی چنانچہ درہم اور دنانیر اور کیل اور موزون اور عددی تقارب اور مثلی ہونا ضمان کا اس واسطے شرط ہے۔ ہوا کہ اگر ضمان غیر مثلی ہو چنانچہ کپڑا بھوس غلام کے خرید کیا تو بیان مارجہ اور تولیہ قیمت غلام پر ہوگا اور حالانکہ قیمت محمول ہے بان اگر مشتری اسی قیمت والی چیز کا مالک ہو جو عوض تھا بائع کی خرید میں تو غیر مثلی سے بھی مارجہ جائز ہے صورت اسکی یہ ہے کہ گھر خرید کیا عوض کپڑے کے اور اسکو تسلیم کر دیا پھر گھر کے بائع نے وہی کپڑا مثلاً زید کو بطریق بیع یا ہبہ کے دیا پھر گھر کے مشتری نے گھر بیچا زید کے ہاتھ بھوس اسی کپڑے اور کچھ منفعت کے تو جائز ہے کیونکہ زید اس کے دینے پر قادر ہے کذا فی النہر تبصرہ و کون الریح شیار معلوما و لوقیمیا مشارا لیه کذا لثوب الانتفاہ الجہالۃ حتی لو باعہ بریح دہ یا زیدہ ای العشرۃ باحد عشر لم یجز الا ان یتعلم بالتمسک فی المجلس فی غیر شرح الجمع یعنی اور شرط صحیحہ مارجہ ہونا نفع کا چیز معلوم اگرچہ نفع مثلی ہو بلکہ قیمت والی چیز مشا رالیہ ہو چنانچہ کپڑا بسبب نفع ہونے جہالت کے تو اگر بیع کر گیا وہ یازدہ کے نفع یعنی دس کو بھوس گیا وہ کے بیچے گا تو جائز ہوگا مگر یہ کہ مشتری کو ضمان اسکا مجلس عقد میں معلوم ہو جائے تو اسکو لینے لینے میں اختیار ہوگا کذا فی شرح الجمع یعنی ہم وہ یازدہ کے نفع سے کل ضمان اسکا معلوم ہوا لہذا بیع جائز نہ ہو ولیضم البائع الی راس المال جبر القصار والصبغ بای لون کان والطرز بالکسر علم الثوب والقتل وحمل الطعام وسوق الغنم واجرة الغسل والنجا طمۃ وکسوۃ و طعام البیع بلا سرت و سقی الزرع و الکر و مکسما و کرمی المسناۃ و الانمار و غرس الاشجار و بتخصیص الدار اور ملا لے بائع راس المال کی طرف مزدوری و صوبی اور رنگ کی کوئی رنگ کیوں نہ ہو اور مزدوری کپڑے کی نقش کاری کی اور دھال وغیرہ کے ڈورے بٹنے کی مزدوری اور غلہ اٹھالانے اور بھیر بکریوں کے ہانک لانے کی مزدوری اور شوب اور دخت کی مزدوری اور پوشاک اور طعام بیع کا بدن اسرات کے اور سچائی کھیت اور انور کی اور اسکی جا رب کشی اور بھون اور نہون کی صفائی اور دخت گانا اور گھر کی چونہ کاری ہم اور اسکی طرح مگر وہی سے دروازہ بنانے اور موتی میں سورج کرنے کی مزدوری اس کے ضمان کے ساتھ ملاوے کذا فی النہر واجرة السمسار ہوالدلال علی مکان السلۃ و ما جہا المشروط فی العقد علی جزم بنی الدر و درج فی البحر الاطلاق اور راس المال کے ساتھ ملاوے سمسار کی وہ مزدوری جو عقد اول میں مشروط تھی اسی قید پر یقین کیا ہے در میں اور بحر الرائق میں غلاق کو ترجیح دی ہے سمسارہ شخص ہے جو متاع اور صاحب متاع کو تاکے ہم اہل لغت کے نزدیک سمسار اور دلال میں کچھ فرق نہیں صاحب قاموس نے کہا کہ سمسار اور دلال وہی ہے جو متوسط ہوا بکے اور مشتری میں لیکن عرف فقہاء میں دونوں میں فرق ہے سمسارہ جو بیع نے ذکر کیا اور دلال وہ ہے جس کے ساتھ متاع ہو غائبانہ الفائق میں ہے کہ عدم ضمان اجرت دلال بالاجماع ثابت ہے و ما بطل کل بائع فی البیع اذ فی قیمتہ یضم صدقہ اعتماد یعنی وغیرہ عادیۃ التجار بالضم اور قاعدہ کلیہ شیا مذکورہ کے ملانے کا یہ ہے کہ جو چیز بیع میں زیادہ ہو جائے جیسے رنگ وغیرہ یا اسکی قیمت میں زیادہ ہو چنانچہ حمل طعام اور خیاطت تو وہ ملالی جاوگی کذا فی الدر اور یعنی وغیرہ نے سودا گروں کے ملانے کی عادت پر اعتماد کیا

Marfat.com



یعنی جسکو تجارت پر بیعت عرف میں راس المال کے ساتھ ملائے ہوں اسکو ملانا چاہیے ویقول قام علی بکذا ولا یقول شریک لانه کذب اور مال کے کہ یہ چیز اتنے کو پڑی اور یوں کہ  
 کہ میں نے اتنے کو خرید کی اسواسطے کہ یہ بھوت ہو مثلاً ایک کپڑا چار روپے کو خرید کیا اور ایک روپیہ سبکی سلانی میں صرف ہوا تو ایک اسکے بیچنے کے وقت یوں کہے  
 کہ یہ قمیص یا یہ قباجسکو پانچ روپیہ کو پڑی اور یوں نہ کہے کہ میں نے پانچ کو خرید کی کہ صاف بھوت ہو یہ اس صورت میں ہے جبکہ بیع بطریق مراجعت یا تولیہ کے منظور ہوا اور اگر بطریق بیع  
 بیعنا منظور ہو تو بلا بیان ثمن اور سلانی وغیرہ کے جس قدر کو چاہے بیچے وکذا اذا قوم المورث ونحوه اوباع برقمه لوصادقانی رقم فتح اور اسی طرح مراجعت جائز ہے جبکہ بیع  
 موروث وغیرہ کی قیمت ٹھہراوے یا بیع کو انکی رقم پر بیچے بشرطیکہ بیان رقم میں سچا ہو کذا فی الفتح ہم رقم عبارت ہو اس علامت سے جو کپڑے پر لکھی ہو اور ثمن پر دلالت  
 کرے صدق فی رقم سے مراد یہ ہے کہ مشتری رقم کو نہیں پہچانتا اور کپڑے پر دس روپے کی رقم لکھی ہے تو اگر بائع نے کہا کہ یہ دس کی رقم ہے میں اس پر اتنا نفع لے کر  
 بیچوں گا خواہ وہ رقم اصل ثمن کے موافق ہو یا زیادہ تو جائز ہو اور اگر دس کو گیارہ بتا دیا تو بیع صحیح ہوگی لا یضم اجر الطیب والمعلم در ردو للعلم والشعر وہ فیہ ما فیہ فلذا عللم  
 فی المبسوط بعدہم العرف نہ ملائے طیب اور معلم کی اجرت کذا فی الدرر اگرچہ معلم علم اور شعر کا ہوا اور عدم ضم تعلیم کی علت میں جو کچھ کہہ ہو سو ہی اسی واسطے مبسوط میں عدم ضم  
 تعلیم کی اجرت میں عدم عرف کو علت قرار دیا ہو بعض علماء نے عدم ضم کی علت یہ بیان کی ہے کہ تعلیم سے کوئی چیز ملک میں زیادہ نہیں ہوجاتی حال آنکہ یہ غلط ہے بلکہ  
 تعلیم سے غلام کی قیمت زیادہ ہوجاتی ہے تو مبسوط کی تعلیل خوب ہے یعنی اگر رواج ہونے سے کہ ملائے والا نہ ملائے کذا فی الفتح ملخصاً والدلالة والمراعی اور نہ ملائے  
 راس المال کے ساتھ اجرت دلال اور چرانے والے کی دل الفقه نفسہ اور نہ ملائے اپنی ذات کا خرچ ہم یعنی جو سود اگر کا خرچ ہو اپنی ذات کے طعام اور کسوت  
 میں سفر تجارت کے اندر اسکو بھی اسکو بھی اس بیع میں حساب نہ کرے ولا اجعل عمل بنفسہ ليطوع به طوع اور نہ ملائے اجرت اس عمل کی جو بذات خود کیا یعنی مثلاً اپنا  
 رنگ اور سینا حساب نہ کرے یا کسی نے کوئی عمل مفت کر دیا اسکی اجرت بھی نہ ملائے وحمل الایق وکرا بیت الحفظ بخلاف اجرة الخزن فانها تضم کما صرحوا بہ  
 کا نہ للعرف والا فلا فرق بظہر قد بر اور غلام گرختیہ کے پکڑلانے کی اجرت اور بیت الحفظ کا کرایہ نہ ملائے بخلاف اجرت مخزن کے کہ اسکو راس المال کے ساتھ ملاوے  
 چنانچہ فقہانے اسکی تفسیر کی ہے اور گویا کہ ضم اجرت مخزن اور عدم ضم کرایہ بیت الحفظ بسبب رواج ہے ہوا اور کرایہ علت نہیں تو کچھ فرق ظاہر نہیں ہوتا بیت الحفظ اور مخزن  
 میں سوتامل کرے ویا یوضفی الطرف من الظلم الا اذا جرت العادة بضمہ ہذا ہوا الاصل کما علمت فلینک المعول علیہ کیفیہ کلام المال در راس المال کے ساتھ  
 نہ ملائے اس خرچ کو جو لیا جاتا ہے راہ میں ظلم سے مگر اسوقت ملانا چاہیے جبکہ رواج میں اسے ملانے کی عادت ہو عادت اور رواج ہی اصل ہے عدم ضم میں چنانچہ معلوم ہے کہ  
 تو یعنی وغیرہ کے کلام سے تو یہی قول متمد علیہ ہے چنانچہ کلام کمال الدین صاحب فتح القدر پر دلالت کرتا ہے موطاوی نے کہا کہ عموم اعتبار عرف اسکو تقضی ہے کہ  
 در صورت رواج اپنی ذات کے خرچ کو بھی راس المال کے ساتھ ملائے فان ظہر خیانتہ فی مراجعتہ باقرارہ او برہان علی ذلک او بکونہ عن الیمن اخذہ  
 مشتری بلکل مشنہ اور وہ لغوات الرضی پھر اگر بائع کی خیانت ظاہر ہو مراجعت میں اسے اقرار سے یا گواہوں سے یا انکار کرنے سے تو مشتری اس کو لے اس کے  
 پورے ثمن سے یا اسکو بھیرنے بسبب فوت ہونے رضامندی کے یعنی در صورت خیانت مشتری اس بیع سے کیونکر راضی ہوگا ہذا اسکو لینے نہ لینے میں  
 اختیار ہوگا نہ الفائق میں ہے خیانت یہ کہ ثمن کے ساتھ اسکو ملائے جسکا ملانا جائز نہیں یا جو نورم کو مثلاً خرید کی ہو اسکو دس درم کی تباہی و لہ المحوط قدر انخیانہ  
 فی التولیة لتحقق التولیة اور مشتری کو اختیار ہے مقدار خیانت کا کم کڑا نا تولیہ میں تا تولیہ تحقق ہو یا واسطے تحقق ہونے تولیہ کے ہم یعنی اگر قدر خیانت کو کم نہ کرے تو  
 تولیہ ثابت ہو اسواسطے کہ تولیہ ثمن اول سے زیادہ نہیں ہوتا بخلاف مراجعت کے ولو ہلک المبیع او استملک فی المراجعتہ قبل ردہ او حدث بہ یا منع منه من الرد  
 لزمہ بجمع الثمن المسی و سقط ضیارہ اور اگر مبیع ہلاک ہو جائے یا اسکو مشتری ہلاک کرے مراجعت میں اسکو بھیرنے سے پہلے یا وہ چیز حادث ہو جو مانع ہے رد کی  
 چنانچہ عیب یا زیادت مانعہ تو مبیع اسکو لازم ہوگی تمام ثمن مسمی سے اور اس کے پھیرنے کا اختیار ساقط ہوگا و قد منا انہ لو وجد المولی بالمبیع عیباً تم حدث آخر لم یرجع  
 بالنقصان اور ہم اول ذکر کر چکے ہیں کہ اگر صاحب تولیہ بیع میں عیب پائے پھر دوسرا عیب میں پیدا ہو تو قدر نقصان کو نہ پھیرے ہم موطاوی ہم مفعول ہے تولیہ سے رجوع

بالنقصان ہوا سے جائز نہیں کہ بوجع سے بیع ثانی کتر ہوگی بیع اول سے اور حالانکہ تالیہ تسادی عقیدین کا تقضی ہو کذا فی الطحاوی و شراہ ثانیاً بجنس الثمن الاول  
بعد بوجع بینک فان راجح طرح راجح قبل ذلک خرید کیا اسکو دوبارہ ثمن اول کے بجنس سے بعد اسکے بیچنے کے نفع لے کر پھر اگر اسکا مراجعہ کیا چاہے تو کم کر ڈالے  
اسقدر جو نفع لے چکا ہو قبل اسکے ہم صورت اسکی یہ ہو کہ ایک کپڑا مثلاً دس کو خرید کیا پھر وہ پندرہ کو بیچا پھر اس کے مشتری سے بعد تقابض کے دس کو خرید کیا تو  
اب اگر دوسری بار فائدہ لیکر بیچنا چاہے تو کپڑے سے پانچ کو ساقط کرے امام کے نزدیک اور یوں کہے کہ یہ کپڑا مجھکو پانچ کو پڑا پھر اسپر جتنا چاہے نفع لے اور  
قید بجنس ثمن کا فائدہ یہ ہو کہ اگر ثمن اول متاع یا دابہ ہو اور ثمن ثانی دس درم ہوں تو اسکو دس درم پر نفع زیادہ کرنا جائز ہو اسواسطے کہ خرید ثانی بجنس ثمن اول کے  
ہوئی تو اسکا طرح کرنا مشورہ نہیں مگر قیمت سے اور حالانکہ قیمت کو مراجعہ میں دخل نہیں کذا فی النہر دان استغرق الرجح ثمنہ لم یکن یرجع خلاف الہما و ہوار فی قولہ  
ادق بحر اور اگر فائدہ اسکے ثمن کو مستغرق ہوا سطح پر کہ دس درم سے خرید کر کے بیس درم کو بیچے بطور مراجعہ کے پھر اسکو مشتری سے خرید کر کے بوجع دس درم کے تو اب  
دوسری بار امام کے نزدیک بطور مراجعہ ہونے سے بیچے بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک دونوں صورتوں میں ثمن اخیر پر نفع لینا بلا بیان جائز ہو اور یہ قول خلق پر سکتا ہے  
اور امام کا قول مضبوط تر ہے کذا فی البحر والبیوع ذلک اوباء بجنس او تخلل ثالث جاز اتفاقاً فتح اور اگر اسکو بیان کرے سطح پر کہ میں نے اسکو بیچا تھا اتنا نفع لیکر پھر  
اسے کو خرید کیا اور اب میں اتنے نفع پر بیچتا ہوں یا بیچے بغیر جنس ثمن اول کے یا تیسرا شخص درمیان میں واقع ہو یعنی زید نے خالد کے ہاتھ بیچا اور خالد نے محمود کے  
ہاتھ پھر محمود سے زید نے خرید کیا تو خرید ثانی پر باتفاق امام اور صاحبین کے نفع لینا جائز ہو کذا فی الفتح راجح سے جازان بیع مراجعہ لیسرہ سید شری من مکاتبہ  
او ما ذونہ ولو المستغرق وینہ لقیمتہ فاعتبار ہذا القیید تحقیق الشرا فی غیر المدیون بالاولی علی ما شری الما ذون کعکسہ فقہا للتمتہ مراجعہ کرے یعنی بطور مراجعہ  
غیر شخص سے بیع کرنا جائز ہے اس مولیٰ کو جس نے اپنے مکاتب یا ما ذون سے خرید کیا اگرچہ ما ذون کا دین اسکی گردن کو مستغرق ہو مراجعہ کرے ما ذون  
کی خرید پر جیسے بالعکس اسکے یعنی ما ذون اگر اپنے مولیٰ سے خرید کرے تو مراجعہ مولیٰ کی خرید پر کرے تمت دور کرنے کے واسطے شایح نے کہا اس قیید یعنی تفریق  
دین کا اعتبار خرید کی تحقیق کے واسطے ہو اسواسطے کہ اگر غلام ما ذون مدیون ہوگا تو مولیٰ کا اس سے خرید کرنا صحیح ہوگا کیونکہ وہ مولیٰ کا مال ہے تو غیر مدیون میں بطریق  
اولیٰ ہی حکم ہوگا ہم صورت مسئلہ یہ ہو کہ ما ذون مدیون یا مکاتب یا مدبر نے کپڑا دس درم کو خرید کیا پھر اس کے مولیٰ نے اس سے پندرہ درم کو مولیٰ لیا تو مولیٰ نے  
دس درم پر نفع لے کر بیچے اور اس سطح اگر مولیٰ نے کپڑا دس درم کو خرید کیا پھر اسکے غلام مذکور نے اس سے پندرہ کو مولیٰ لیا تو غلام دس درم پر بطور مراجعہ بیع کرے  
باتفاق امام اور صاحبین کے ہونے سے کہ یہ عقد اگرچہ صحیح ہو کیونکہ ملک غیر میں تصرف کو مفید ہو مگر اس میں عدم عقد کا شبہ ہو اسواسطے کہ غلام کا مال حق مولیٰ سے خالی نہیں تو  
گو یا مولیٰ نے اپنے ذاتی ملک کی اپنی ذات سے خرید فرخت کی لہذا حکم مراجعہ میں اس عقد کو مدد فرض کیا تمت خیانت کی نفی کرنے کے واسطے کذا فی النہر و کذا  
کل من لا قبل شہادۃ لہ کاصلہ و فرعہ و لو بین ذلک راجح علی شرا فی نفسہ بن الکمال و راجح طرح حکم ہو ہر ایک اس شخص کا جسکی گوہی اس کے حق میں مقبول نہیں  
چنانچہ اسکی اصل اور فرع اور مولیٰ یا غلام یا اصل یا فرع بیان کرے کہ میں نے اسکو اپنے غلام یا مولیٰ سے یا اپنی اصل یا فرع سے خرید کیا ہو تو اپنی ذات کی خرید پر  
نفع لے کر بیچے کذا صحیح ابن الکمال ہم اس حکم میں احوال الزوجین اور احوال المتفان و ضعیف اصل اور فرع کے ساتھ برابر ہیں اور یہ مذہب ہو امام کا خلاف اللہ صاحبین کذا فی  
الطحاوی و لو کان مضاراً بامو عشرۃ بالنصف اتتری بہا و با و باعہ من رب المال ثمنہ عشر باع الثوب مراجعہ رب المال بائنی عشر و نصف  
لان نصف النزع بلکہ و کذا عکسہ کیا بیعی فی باہر و تحقیق فی النہر اور اگر بائع ایسا مضارب ہو جسکے پاس دس درم ہیں بالناصفہ نفع پر بیچیں درون سے اسے کپڑا  
خرید کیا اور صاحب مال سے پندرہ درم کو بیچا تو کپڑے کو بطور مراجعہ صاحب مال کا ساڑھے بارہ درم کو بیچے ہوا اسطے کہ نصف نفع یعنی اڑھالی درم ملک ہو صاحب مال  
کی اور اس سطح اس کے بالعکس میں حکم ہو یعنی جبکہ صاحب مال بائع ہو اور مضارب مشتری چنانچہ اسکا ذکر کتاب المضار تبیین آویگا اور تحقیق اسکی ہر اتفاق میں جو بیع راجح  
مزید بلا بیان لے من غیر بیان انہ الشراہ سلیما اما فی النفس العیب و واجب تعقیب عمدہ بالتعیب باقہ ساریہ او یصح المبیع و وطی الثیب و لم یقصہا الوطی

بیع بین مدیون و غیر مدیون  
میں مذکورہ مواضع  
ہو کہ ہر ایک اس  
کا حکم اسکی ہے

لے جو شخص بیع کرے گا ہے ۱۱۲

کفرض فادحرق نارالثوب مشتری وقال ابو یوسف وزفر وائلثالثہ لابدین بلیہ قال ابو الیثیب وہ ناخذ ورجع الکمال اقره الصنف مرید مرابحہ نفع سے کر  
 بیع بلا بیان یعنی بیع جائز ہی بدون اسطرح بیان کرنے کے کہ اسے بیع کو باسلامت خرید کیا تھا سو اس میں عیب لگ گیا اس کے پاس بحق عیب نالی سے  
 بسبب آفت آسانی کے یا بیع کے فعل سے اور ثبوت کے جاع سے بشرطیکہ جاع سے نہیں کچھ نقصان نہو گیا ہو چنانچہ چوبے کا کاٹنا اور آگ کا جلانا اور کپڑے کو  
 شارج نے کہا لیکن بیان نفس عیب واجب ہو قطع نظر اس سے کہ مشتری کے پاس عیب حادث ہو یا بائع کے پاس اور ابو یوسف اور زفر اور ائمہ ثلاثہ نے کہا کہ عیب نالی  
 کا بیان کو دنیا مرابحہ میں ضرور ہونی چاہیے اور الیثیب نے کہا اسی قول یعنی وجوب بیان کو ہم لیتے ہیں اور کمال الدین نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے اور صنف نے بھی اسی کو  
 اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے ہم بیان نفس عیب سوا سطر واجب ہے تا فریب یا لازم نہ آئے خلاصہ میں ہے کہ ایک مرد نے شاع معیوب کو بیجا اور وہ عیب کو جانتا ہی  
 تو پھر بیان کو دنیا واجب ہے یعنی مشتاج نے کہا کہ در صورت عدم بیان فاسق مردود الشہادۃ ہوگا انتہی معلوم ہوا کہ کتمان عیب گناہ کبیرہ ہو کذا فی الطحاوی ویراجح  
 بییان التعیب ولو فعل غیر بغير امره وان لم یاخذ الارش وقید اخذہ فی الهدایۃ وغیرہ اتفاقی فتح اور نفع سے کہ بیع عیب ار کر دینے کے بیان سے یعنی اگر اللسان  
 فعل سے عیب لاحق ہو تو بیان اسکا مرابحہ میں واجب ہو اگرچہ غیر مالک کے فعل سے بدون اس کے امر کے عیب لاحق ہو گیا ہو گو کہ مالک نے غیر شخص سے عیب  
 لگانے کا خون بہا اور نقصان نہ لیا ہو اور قید خون بہا لینے کی ہدایہ وغیرہ میں اتفاقی ہے نہ احترازی کذا فی الفروع ووطی البکر کتکسر بشرہ وطلیہ صیرورۃ الاوصاف  
 مقصودۃ بالاتلاف ولذا قال ولم یقصہا الوطی اور نفع سے کہ بیع جاع باکرہ کو بیان کر کے چنانچہ بیان شکستگی کپڑے یا کاغذ کا اسکے کھولنے یا پلٹنے سے لازم ہو بسبب  
 ہوجانے اوصاف کے قصود تلف کر ڈالنے سے اور اسی واسطے شارج نے جماع ثبوت میں یہ قید لگائی کہ عدم بیان ہوسکتا ہے جبکہ جاع سے اس میں نقصان نہو گیا ہو  
 ہم ہر خرید اوصاف کے مقابل میں نہیں بڑھتا لیکن در صورت اتلاف اوصاف مقصود ہوجاتے ہیں تو ان کے مقابل میں واقع ہوگا چون کہ جاع باکرہ ازالہ بکارت کا  
 موجب ہے لہذا اسکے مقابل میں واقع ہوا بخلاف جماع ثبوت کے ہاں اگر ثبوت میں جاع سے نقصان لاحق ہوگا تو ثابت ہوگا کہ واطی نے اتلاف کا قصد کیا  
 اسواسطے کہ واطی بلا قصد اتلاف اکثر موجب نقصان نہیں ہوتی اشتراہ بالعت نسیتہ وباع برزخ مائتہ بلا بیان غیر مشتری ادھا خرید کیا ہزار درم  
 سے اور بیجا سودرم کے نفع پر لینے گیا رہ سو کو بیجا بدون بیان کرنے مدت مذکورہ کے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے کل میں نقد سے خرید کرے چاہے ترک کرے  
 فان تلف البیوع بتعیب او تعیب فاعلم بالا جمل زمرہ کل الثمن حال اچھ اگر بیع تلف ہوتی تعیب ار ہوجانے سے یا عیب ار کر دینے سے پھر مشتری کو  
 علم ہوا مدت کا یعنی اسکو معلوم ہوا کہ بائع نے اسکو ادھا خرید کیا تھا تو مشتری کو پورا ثمن نقد بلا مدت لازم ہوگا وکذا حکم التولیتہ فی جمیع مامر اور اسطرح مرابحہ کا نکتہ  
 تولیہ کا حکم ہے جمیع مسائل مذکورہ میں ہم یعنی در صورت معیوب کر دینے اور واطی باکرہ کے بیان کرنا ضروری ہے اور در صورت عیب دار ہوجانے کے آفت آسانی سے  
 اور واطی ثبوت میں بیان کرنا ضروری نہیں اور تولیہ مرابحہ کے مانند ہے ادھا خریدنے میں بھی وقال ابو جعفر الخزاز للفتوی الرجوع بفضل ما بین الحال والمحل بحسرو  
 مصنف اور ابو جعفر نے کہا کہ محتار فتوے کے واسطے پھر لینا ہی زیادتی کا جو ما بین ثمن حال اور ثمن محل کے ہو کذا فی البحر شرح المصنف ہم یعنی اگر ثمن حال مثلا پندرہ  
 ہوں اور ثمن محل میں تو مشتری بعد علم مدت کے پانچ درم بائع سے پھرے ولی رجلا شیئا اسی باعد تولیہ بما قام علیہ او بما اشتراہ ولم یعلم مشتری  
 بکم قام علیہ فسد البیوع لجماع الثمن وکذا حکم المرابحۃ وخر مشتری میں اخذہ وترکہ وعلی فی مجلسہ الا بطل تولیہ کیا ایک مرد سے کسی چیز کا یعنی اسکو بجز تولیہ بیجا  
 بوض اشد کے جتنا اسپر بڑا از ثمن اور صارت کے یا تولیہ کیا بوض اس ثمن کے جس سے اسکو خرید کیا اور حالانکہ مشتری کو معلوم نہیں کہ کتنا اسپر بڑا تو بیع مذکور  
 فاسد ہے بسبب نہ معلوم ہونے ثمن کے اور ہی حکم مرابحہ کا اور مشتری محتار ہوگا اسکے لینے اور چھوڑنے میں بشرطیکہ مجلس عقد میں ثمن مذکور معلوم ہو گیا ہو اور اگر مجلس  
 میں نہ معلوم ہوتو بیع باطل ہے ہم بطلان بیع سے استقرار فساد مراد ہے کیونکہ بیع باطل نہیں فاسد ہے کذا فی الطحاوی عن البحر واعلم انہ لا یجوز فاشح ہو ما لا  
 یرفل تحت تقویم المتوین فی ظاہر الروایۃ وبراہینی بضم مطلقا کانی الفیۃ تم رقم وقال ولقی بالروایۃ باناس وعلیہ اکثر روایات المتضار بقرہ وبقی تم رقم

وقال ان غره امي غره المشتري البائع او بالعكس ادعوه الدلال فله الرد والالا او بلفظي صدر الاسلام وغيره ثم قال وتصرف في بعض المبيع قبل علمه بالغبن غير مانع  
من فبره مثل ما ألفه ويرجع بكل الغبن على النوايا انتهى لمخصا جان اس بات کو کہ رو بیع نہیں ظاہر روایت میں غبن فاحش یعنی نقصان ظاہر سے غبن فاحش  
وہ ہی جو قیمت بھڑانے والوں کی قیمت نکر کرنے میں داخل ہو اور اسی عدم رد کا بعضوں نے فتویٰ دیا ہی مطلقاً خواہ اُسکو دھوکا دیا ہو یا نہ دیا ہو کذا فی القیئہ بھر  
صاحب قیئہ نے رمز لکھے اور کہا کہ غبن فاحش میں پھر دینے کا فتویٰ دیا جائے لوگوں پر آسانی کرنے کے واسطے اور اسی قول پر کتاب لمضاربتہ کے اکثر روایات میں  
اور اسی کا فتویٰ ہی پھر صاحب قیئہ نے رمز لکھے اور کہا کہ اگر اُسکو دھوکا دیا یعنی مشتری نے بائع کو یا بائع نے مشتری کو دھوکا دیا یا اُسکو دلال نے دھوکا دیا تو اُسکو  
رو بیع کا اختیار ہو اور نہیں تو نہیں یعنی اگر اُسکو کسی نے دھوکا نہیں دیا تو رو بیع میں اختیار نہیں اور اسی قول کا فتویٰ دیا ہی صدر الاسلام وغیرہ نے پھر صاحب قیئہ نے  
کہا اور تصرف کرنا مشتری کا بعض بیع میں قبل دریافت ہونے غبن کے مانع رو نہیں تو مشتری اُسکا مثل پھر دے جسکو اُسے تلف کیا اور سب میں پھر دے بنا ہو ماب  
قول کے انتہی قول القیئہ لمخصا صمد تصرف کیا اُسکے رد مثل کے ساتھ باقی بیع کو بھی رد کرے چنانچہ قیئہ میں صرح ہے لیکن شایع نے رد باقی کو ساقط کیا تا اُسکا قول مردود  
ہو جو قابل ہے کہ رد باقی جائز ہو اُس کے حصے کے موافق میں لیکر کذا فی الجملی بقی لوکان قیئہ المردہ باقی رہی یہ بات کہ اگر بیع قیمت والی چیز ہو اور اُس میں غبن فاحش ہو  
میں نے اس مسئلہ کو صرح نہیں دیکھا قلت وبالایض جزم الامام علاء الدین السمرقندی فی تحفۃ الفقہار صحیح الزیلعی وغیرہ میں کہتا ہوں قول ایض یعنی اگر غبن فاحش  
فریب دینے سے ہی تو رد جائز ہو والا نہیں یقین کیا ہی امام علاء الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہا میں اور اسی کی تصحیح کی ہے زیلعی وغیرہ نے صاحب تحفہ نے کہا کہ ہمارے  
اصحاب کہتے ہیں کہ مغبون رد نہ کرے ولیکن یہ حکم اُس مغبون میں ہی جسکو کسی نے دھوکا نہیں دیا اور اگر اُسکو فریب دینے سے غبن ہو تو اُسکو پھر دینے کا اختیار  
ہی انتہی صاحب تحفہ نے قول مطلق کو مفصل کی طرف رد کیا کذا فی المطحطاوی و فی کفالتہ الاشباہ عن بیوع الخانیۃ من فصل الغرور والغرور لا یوجب الرجوع الا فی ثلاث نہا  
بذہ اور اشباہ کی کتاب الکفالتہ میں خانیہ کی کتاب البیوع فصل غرور سے منقول ہے کہ غرور یعنی دھوکا پڑنا موجب رجوع نہیں مگر تین صورت میں اگر انجملہ ایک یا دو صورتوں  
ہو جو تین میں مذکور ہو چکی یعنی غبن فاحش سے رد ہی اگر اُسکا دھوکا دیا ہو وضابطہ ان کیوں فی عقد رجوع لغفہ فی الدافع کو دلیتہ واجارۃ فلو ہا کما تم استحقاق رجوع علی الدافع  
بما صمنہ اور قاعدہ اسکا یہ ہے کہ غرور اُس عقد میں ہو جسکا نفع دافع کی طرف رجوع ہو چنانچہ ودیعت اور اجارہ پھر اگر دونوں تلف ہوں پھر مستحق نہیں نکلیں  
تو دافع سے بھرے جسقدر اُس نے تاوان دیا وہ دافع شامل ہی بائع اور مشتری اور رجوع اور رجوع کو واسطے کہ ودیعت رکھنے والا اپنے حفظ مال سے اور رجوع اگر مستحق  
منتفع ہوتا ہی ودیعت کی صورت یہ ہے کہ زید نے کوئی چیز خالد کے پاس امانت رکھی یہ ظاہر کر کے کہ میں اسکا مالک ہوں پھر ودیعت ہلاک ہوئی خالد کے ہاتھ میں پھر  
غیر کی مستحق نکلی تو مالک کو جائز ہے کہ خالد سے تاوان لے اور خالد کو اختیار ہے کہ زید سے بقدر ضمان بھرے کیونکہ اُسے اُسکو دھوکا دیا اس بات میں کہ ودیعت میری ملک ہے  
اور صورت اجارہ یہ ہے کہ مثلاً جانور اجارہ دیا یہ ظاہر کر کے کہ یہ میرا ملک ہے پھر وہ مستاجر کے پاس ہلاک ہو گیا پھر مستحق غیر نکلا اور مالک اُسے اُس سے ضمان لیا تو مستاجر کو رجوع سے  
بقدر ضمان پھر لینا جائز ہے کذا فی المطحطاوی ولا رجوع فی عاریۃ وہبہ لکون القیئہ در رجوع نہیں فریب لینے سے عاریت اور ہبہ میں کیونکہ قبضہ عاریت اور ہبہ میں اپنی ذات  
کے واسطے ہی لینے جب مستعار اور ہبہ مستعیر اور ہبہ نہ کے پاس تلف ہوا پھر وہ مستحق نہیں نکلی اور مستعیر اور ہبہ نہ سے مالک تاوان لے تو دونوں شخص میرا ہوں اور ہبہ سے  
رجوع نہیں کر سکتے کیونکہ مستعار اور ہبہ مستعیر اور ہبہ کی طرف رجوع تھا نہ میرا اور ہبہ کی طرف لٹا نہ ان کیوں فی ضمن عقد و عاریتہ کی ایوا عبدی او ابی فقد  
اذنت لکم ظہر حرا و ابن الغیر رجوع علیہ للغرور ان کان الاب حرا والا فبعد العتق اور دوسری صورت یہ ہے کہ غرور عارضہ کے ضمن میں چنانچہ مثلاً زید نے اہل بازار سے کہا کہ میرے  
غلام یا میرے بیٹے سے خریدو فروخت کرو مقررین نے اُسکو تجارت کا اذن دیا ہی پھر ظاہر ہوا کہ غلام آزاد ہی یا وہ غیر کا بیٹا ہے نہ زید کا تو اہل بازار زید سے پھر لینے بسبب غرور کے  
بشرطیکہ باسبب تہی اذن دینے والا شخص آزاد ہو اور اگر وہ غلام ہو تو اُسکے آزاد ہونے کے بعد پھر لینے و ہذا ان اضافہ الیہ امر بالحبیۃ اور یعنی دھوکا دینے والے سے بھر لینا  
اہو وقت ہے کہ جب آئے ماذون کی نسبت اپنی طرف کی ہو یعنی یوں کہا ہو کہ یہ میرا غلام یا میرا بیٹا ہے اور اُسکے ساتھ خریدو فروخت کا امر کیا ہو و منہ لوبی مشتری او استولم استحقاق



رجع علی البائع بقیمة البنا والولد اور منجملہ غرور مقدمہ وضع کی یہ صورت ہے کہ اگر مشتری نے گھر میں عمارت بنائی یا لونڈی حرم بنائی پھر گھر اور لونڈی غیر کی مستحق نکلی تو بائع سے عمارت اور ولد کی قیمت بھرے ہم بائع سے قیمت لینا عمارت کا اس وقت ہے جبکہ عمارت بائع کو تسلیم کر دے لیکن تسلیم ولد کو فقہانے ذکر نہیں کیا مگر ان کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ ولد مشتری کو دایا جائے اور وہ آزاد پھرے اور مشتری قیمت ولد کی لونڈی کے مالک کو دے اور بائع سے اس قیمت کو بھرے

والفدا علم کذا فی الخطاوی ومنه ما یاتی فی باب الاستحقاق اشترى فانا عبد بنات ارتنی اور از انجمله وہ مسئلہ ہے جو باب استحقاق میں آویگا کہ ایک شخص نے کہا کہ مجھ کو خرید کرے کہ میں غلام ہوں بنات یوں کہنے کے کہ مجھ کو بہن رکھ لے ہم یعنی اسکے کہنے سے اسے خرید کیا پھر وہ آزاد نکلا تو اگر بائع حاضر یا غائب بغیبت معلوم ہو تو فریب لینے والے پر کچھ نہیں والا مشتری اسی سے بھرے اور وہ بائع سے کذا فی الخطاوی معلوم کر کہ در المختار کے نسخہ بیان مختلف ہیں اکثر نسخوں میں یوں ہے کہ اشترى فانا عبد ارتنی اور بعض نسخوں میں یوں ہے بنات ارتنی جو کہ نسخہ ثانیہ صحیح تھا اور خود اس کتاب کے باب الاستحقاق کے موافق لہذا ترجمہ نے ہی کو اختیار کیا کیونکہ کتب فقہیہ میں مصرح ہے کہ خرید کرنے میں رجوع ضمان ہونہ بہن رکھنے میں وانداعلم لثانثہ اذا کان الغرور بالشرط كما زوجه امرأة علی نهاره ثم استحققت رجعی الخ بقیمة الولد المستحق ویسعی آخر الدعوی سے تیسری صورت ہے جبکہ غرور سبب شرط کے ہو چنانچہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا نکاح کر دیا ایک عورت سے اس شرط پر کہ وہ عورت آزاد ہو پھر وہ لونڈی مستحق غیر کی نکلی تو نکاح ولد مستحق کی قیمت بخرے سے بھرے اور یہ مسئلہ کتاب الدعوی کے آخر میں آویگا ہر مسئلہ بلحاظ شارح کا بلکہ نقل اردو بالعمدہ لال الوارث استظهر المصنف لا التصحیح بان الحقوق الجوزة لا تورث قلت ذنی حاشیة الاشباہ لابن المصنف وبلذنی شیخنا العلامة علی المقدسی مفتی مصر قلت قد قد منافی خیار الشرط معز بالدرر کیا انتقال کرتا ہے رد بیع فریب لینے سے وارث کی طرف یعنی اگر مورث کو فریب دیا ہو تو اسکا وارث اسکو پھیر سکتا ہے یا نہیں مصنف نے اپنی شرح میں عدم انتقال کو قوی کیا ہے سبب تصریح کرنے فقہا کے کہ حقوق مجردہ موروث نہیں ہوتے حالانکہ یہ حق مجرد عن العوض ہے کیونکہ عبارت ہے فقط ارادہ اور مشیت سے میں کہتا ہوں کہ شیخ صالح ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ میں یوں ہے کہ اسی عدم انتقال کا قوی دیا ہے ہمارے استاد علامہ علی مقدسی مفتی مصر نے میں کہتا ہوں اور ہم اسکو پہلے ذکر کر چکے ہیں خیار الشرط میں

درست نقل کر کے لکن ذکر المصنف فی شرح منظومہ الفقہیہ ما یقال فی انہ یورث کنیا والعیب نقل عنہ ابنی کتابہ معونۃ المفتی فی کتاب الفرائض وایدہ ما فی بحث القول فی الملک من الاشباہ قبیل التاسع ان الوارث یرد بالعیب یعی غروراً بجلدات لوصی فقام لیکن مصنف نے اپنی منظومہ فقہیہ کی شرح میں جسکا تحفۃ الاقران نام ہے ذکر کیا ہے وہ جو اس کے مخالف ہے اور مصنف مائل ہوا اسکی طرف کہ رد بیع غرور سے مورث ہوتا ہے خیار العیب کے مانند اور مصنف سے اسکے بیٹے شیخ صالح نے اپنی کتاب معونۃ المفتی میں کتاب الفرائض کے اندر موروث ہونے کو نقل کیا ہے اور اسکی تائید کی ہے اشباہ کے اس قول کی بحث سے جو قاعدہ تاسعہ کے قبل آئے ہے کہ وارث رد بیع کرتا ہے سبب عیب مبیع کے اور غرور پھر جاتا ہے بنات وصی کے کہ وہ غرور نہیں ہوتا سبب عدم ملک کے سو اسکو مائل کر ہم وجہ تائید ہے کہ وارث کا غرور ہونا اسکو مفید ہے کہ خیار الغرور مورث ہوتا ہے یعنی وارث غرور پھر مورث کے دھوکھا لینے سے قد مناعن الخانیۃ انہ متی عاین بالعرفت بالعیان نقلی الغرور قد برا ورحم نے مقدمہ ذکر کیا ہے باب خیار الشرط میں خانیہ سے کہ جب اسے مشاہدہ کی وہ چیز معلوم ہو جاتی ہے مشاہدہ کرنے سے تو خطرہ نیستی ساقط ہو جاتا ہے غرور کر کے

فصل فی التصرف فی البیع والتمن قبل القبض والزیادۃ والحظ فیما وتاجیل المدیون یہ فصل ہے مبیع اور تمن کے تصرف کرنے میں قبل قبضہ کرنے کے اور زیادہ اور کرنے دونوں میں اور دونوں کی مدت مقرر کرنے میں صحیح بیع عقار الخیشی ہلا کہ قبل قبضہ من بالوہ عدم الضرر لندرة ہلاک العقار حتی لو کان علواً علی شرطہ وغیرہ کلان لکن قول فلا یصح اتفاق بیع عقار کی یعنی اس مال غیر منقول کی جسکے تلف ہونے کا خوف نہیں قبل اس بات کے کہ اسکے بائع سے لیکر اسے قبضہ کیا صحیح ہے سبب مخرطہ انفساخ عقد کے بر تقدیر ہلاکی کے کیونکہ ہلاکی عقار نادرا لوجود ہے تو اگر عقار بالا خانہ ہو یا زمین ہو دیا کے کنا سے پر حمل اسقوط اور وانداسکے چنانچہ خون ہوز میں یا گھر کے چھت چاکیا ریت سے تو اسوقت میں غیر منقول مانند منقول کے ہوگا عدم صحت بیع میں تو اسکی بیع بالاتفاق قبل قبض کے صحیح نہیں ہم امام شافعی اور محمد کے نزدیک بیع عقار کی قبل قبض کے جائز نہیں کیونکہ حدیث شریف میں غیر قبوض کی بیع سے نبی وارد ہے شیخین کہتے ہیں کہ نبی کی علت یہ ہے کہ بر تقدیر ہلاکی بیع کے انفساخ صحیح ہے اور ہلاکی عقار میں

ملک سے اسکا مال مطلق ہے

اور نادر کا کچھ اعتبار نہیں صحیح التفاز میں ہے کہ معنی نے تعبیر بعت کی نہ نفاذ اور لزوم اس واسطے کہ نفاذ اور لزوم بعت تقدیر میں یا رضائے بائع پر موقوف ہیں تو بائع کو قبل  
اُسکے ابطال بعت جائز ہے طحاوی نے کہا کہ قولہ من بائع قبض سے متعلق ہے نہ بعت سے کلتا بہ و اجارہ و بعت منقول قبل قبضہ دونوں بائع کا بے سببی جیسے بالاتفاق صحیح نہیں  
کتابت غلام کی اور اجارہ زمین کا اور بعت منقول کی قبل اُسکے قبض ہونے کے اگر بعت غیر قبض کی اُسکے بائع سے ہو چنانچہ غنیمت میں اور یگانہ کذا فی الطحاوی بخلاف  
عقودتہ و تہیہ و ہبہ و الصدق بہ و اقرضہ و رہنہ و اعارتہ من غیر بائع فانہ صحیح علی قول محمد و ہوا لا صحیح بخلاف آزاد کرنے منقول کے قبضہ کرنے سے پہلے  
اور اُسکے مدبر کرنے اور اُسکے ہبہ اور تصدق کرنے اور قرض دینے اور رہن رکھنے اور عاریت دینے کے دوسرے شخص کو اُسکے بائع کے سوا کہ وہ صحیح ہے محمدی قول پر اور  
یہی صحیح ہے ہم نے اگر منقول خرید کیا اور ہنوز اُس قبضہ نہیں کیا تو اُس کا عین یا رد تہیہ اور ہبہ اور تصدق اور اقرضہ اور رہن اور اعانہ محمدی کے قول پر صحیح ہے خلاف  
لابی یوسف و ہر قول محمدی یہ ہے کہ یہ تصرفات جائز نہیں مگر بعد قبض کے اور غیر بائع مشتری کا نائب ہو سکتا ہے قبض میں تو قبضہ ماورجائے قبضہ مشتری ہو گا  
اول بطریق نیابت کے پھر بالاصالت اپنی ذات کے واسطے قابض ہو گا تملیک سے بخلاف بعت کہ وہ مفید ملک نہیں قبل قبض کے اور تملیک بعت قبل  
قبض کے فاسد ہے اور غیر بائع کی قید اس واسطے لگائی تا معلوم ہو کہ ہبہ وغیرہ تصرفات بائع سے بطریق اولی صحیح ہیں کذا فی الطحاوی والاصل ان کل عوض ملک  
بعقد یفسخ بہ لا قبل قبضہ فان تصرف فیہ غیر جائز و الا فی الزعمی اور صحت تصرفات مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو عوض کہ ملک ہو بسبب ایسے عقد کے جو فسخ پذیر ہے  
ہلاکی عوض سے قبل اُس کے مقبوض ہونے کے چنانچہ بعت اور اجرت بشرطیکہ عین ہونے نقد تو اس میں تصرف قبل قبض جائز نہیں اور جو عقد کہ فسخ نہ ہو ہلاکی عوض  
سے چنانچہ ہر اور عتق عوض مال تو اس میں تصرف کرنا قبل قبض کے جائز ہے کذا فی العینی والمنقول لو وہی من البائع قبل قبضہ فقبل البائع یتقض البیع  
ولو باعہ قبل منہ لم یصح ہذا البیع ولم یتقض البیع الاول الا ان ابہتہ مجاز عن الاقارہ بخلاف بیعہ قبلہ فانہ باطل مطلقاً جو ہر قلمت دے  
المواہب و فسد بعت المنقول قبل قبضہ یعنی و لے العتقہ جہا ما تقدیر اور بعت منقول اگر ہبہ کیا بائع کو قبل اُس کے مقبوض ہونے کے سو بائع نے اُس کو قبول  
کیا تو بعت ٹوٹ جائیگی اور اگر منقول کی بعت کی بائع سے تو یہ بعت ثانی صحیح نہیں اور بعت اول نہ ٹوٹے گی اس واسطے کہ یہ مجاز ہے اقالہ سے یعنی اقالہ کو ہبہ ہونا بطریق مجاز  
کے جائز ہے کیونکہ اقالہ غیر لفظ اقالہ بھی صحیح ہے بقول مختار بخلاف بعت منقول قبل قبض کے کہ وہ باطل ہے مطلقاً خواہ بائع سے ہو یا غیر بائع سے کذا فی الجوهرة میں  
کتا ہوں اور مواہب الرحمن میں ہے کہ بعت منقول قبل قبض کے باطل ہے انتقی اور نفی صحت باطل اور فاسد دونوں کو قائل ہے غور کرے ہم یعنی بعت منقول کی  
قبل قبض کے بقول صاحب جوہرہ باطل ہے اور بقول صاحب مواہب فاسد اور مصنف نے ہشکو غیر صحیح کہا تو باطل و صحیح میں دونوں محمل ہیں کیونکہ باطل کو بھی  
غیر صحیح کہتے ہیں اور فاسد کو بھی طحاوی نے کہا فاسد ہونا اس بعت کا ظاہر ہے اس واسطے کہ بعت کے دونوں رکن یعنی بعت اور رضن ثابت ہیں تو فساد آیا دوسری جہت سے یعنی  
خطر الفساق عقد و صورت ہلاک بعت اور اطلاق باطل کا فاسد پر کثرت ہے مشتری کیلئے بشرط الکیل حرم ای کہہ تحریراً بیعہ اکلہ حتی یکلیہ و قد مرہ و الفسادہ بانہ  
لا یقال لاکلہ نہ اکل حرم و عدم التزام کما بسطہ اللہ مال لکنہ اکل لکنہ خرید کیا کیل کو بشرط الکیل کے تو حرام ہے یعنی کہ وہ تحریری ہے اُس کا بیچنا اور رکھنا تا وقتیکہ اُس کو ناپائے او البتہ  
طمانے اُس کے فساد بعت کی تصریح کی ہے اور اُسکی کہ اُسکے کھانے والے کو حرام خوردہ کہیں گے بسبب عدم التزام کے یعنی فساد کو حرمت لازم نہیں چنانچہ کمال الدین نے ہشکو  
مشریح بیان کیا ہے حرام خوردہ اس واسطے نہ کہیں گے کہ وہ اپنی ملک چیز کا کھانے والا ہے و گروہ گنہگار ہو گا کیونکہ اُس نے کیل کرنے کے حکم کو ترک کیا کذا فی الفتح ابن ماجہ نے جابر سے  
روایت کی نفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن بعت الطعام حتی یجری فیہ الصاعان صاع البائع و صاع المشتري یعنی حضرت نے طعام کی بعت سے منع فرمایا تا وقتیکہ اس میں دو صاع  
جاری ہوں ایک صاع بائع کا اور دوسرا صاع مشتری اور اس ہشکو کو سختی اور ہزار اور عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اگرچہ اس حدیث میں ضعیف ہے  
لیکن بسبب کثرت طرق اور اجماع ائمہ اربعہ کے واجب العمل و رجحان ہے کذا فی فتح القدر عدم جواز کی علت نفقہ کو شایع بعد اس کے بیان کر گیا و مثلاً الموزون والمعروف بشرط  
الوزن و العدل احتمال زیادہ وہی للبايع اور کیل کے مانند ہنوز وزن اور عدد و خرید کرنا بشرط وزن اور شمار کے بسبب احتمال زیادتی کے اور حالانکہ زیادتی بائع کا ہے یعنی

جب کیل اور روزوں اور معدود کو خرید کیا بشرط کیل اور وزن اور شمار کے تو اس میں تصرف کرنا قبضہ کرنے کے بعد بدو ناپسے اور تولیے اور شمار کرنے کے جائز نہیں کہ شاید زیادہ ہو مثلاً بائع نے کہا کہ یہ چیز دس پیانے یا دس سیر ہو تو اگر وہ قین وہ باہر سیر ہوئی تو دس سیر بائع کا مال ٹھہرے گا مشتری کو ناپنا اور تولنا اور شمار کر لینا واجب ہوا تاغیر کے مال میں تصرف کرنا لازم نہ آوے اور دوسرا فائدہ کیل اور وزن اور شمار کا یہ ہے کہ اگر بیع کم ہو شرط سے تو مشتری آٹنا میں کم کر ڈالے فتح القدر میں کہا کہ عدوت عدوی تقارب مراد ہے چنانچہ انڈا اور اخروت بخلات مجازتہ لان الکل للمشری بخلات بیع کیل اور روزوں اور معدود کے بطور تخمین اور اکل کے بلا شرط کیل اور وزن اور شمار کے چنانچہ ایک ڈھیر گیون کا خرید کیا تو اسکا تولنا اور ناپنا لازم نہیں اسواسطے کہ وہ بالکل مشتری کا مال ہو تو اس میں احتمال زیادتی کا نہیں و تہیہ بقولہ غیر الدرہم والذہب لحوالہ التصرّف فیہما بعد القبض قبل لوزن کیسب التعالی فان لا یحتاج فی الموزونات الی وزن مشتری ثانیاً لان صواباً بالقبض بن الوزن فقیہ وعلیہ الفتوی خلاصہ اور مصنف نے موزون میں غیر درہم اور ذہب کی قید لگائی بسبب جائز ہونے تصرف کے درہم اور ذہب میں بوقبض قبل وزن کرنے کے مانند بیع التعالی کے سواسطے کہ موزونات میں دوبارہ مشتری کے وزن کرنے کی حاجت نہیں کیونکہ قبض بعد لوزن بیع ہو گیا کہ انی الفیئہ اور اسی پر فتویٰ ہو گا انی الفیئہ خلاصہ یہ ہے کہ بیع موزونات میں دو صورتیں ہوتی ہیں مشتری کو دوسرے بار وزن کر لینا شرط نہیں ایک درہم اور ذہب کے عقد صرف میں اسواسطے کہ انکی مقدار مقرری میں غالباً تفاوت نہیں ہوتا اور دوسرے بیع التعالی میں تو جب مشتری نے درہم چنے اور بائع نے مقدار معلوم کیل یا وزن کر دیا تو بیع منعقد ہوگی بطریق تعالی کے کذا فی المطاوی و کفی کیلہ من البائع بحضرت اسی مشتری بعد البیع لاقبایہ اصلاً و بعد بنیۃ فلو کیل بحضرت رجل بشرہ فباع قبل کیلہ ثم بخر وان اکتالہ لسانی بعد کیل اول فلم یکن قابضاً فتح اور کفایت کرتا بائع کا کیل کرنا یعنی چمانے سے ناپنا مشتری کے سامنے بعد انعقاد بیع کے نہ قبل بیع کے مطلقاً خواہ اس کے سامنے کیل ہو یا بیچھے یا بعد بیع کے مشتری کے بیچھے تو اگر کیل ہوا اجنبی مرد کے سامنے پھر اسے کیل کو خرید گیا پھر اسکو بشرط کیل بیچا قبل اس کے کیل کرنے کے تو جائز نہیں اگرچہ مشتری ثانی نے اسکو کیل کر لیا ہو بسوا سطر عدم کیل مشتری اول کے تو وہ قابض ہی نہ ٹھہرے گا انی الفیئہ تو اسکی بیع غیر قبوض کی بیع ہوئی ہم حضور مشتری میں کیل بائع سواسطے کافی ہو کہ بیع معلوم ہوگی کیل واحد سے اور تسلیم ثابت ہوگی اور قبل بیع کے کیل کرنا سواسطے کافی نہ ہو کہ بیعت بائع اور مشتری کا اطلاق دونوں پر صحیح نہیں ولو کان المکیل والموزون مناجاز التصرف فیہ قبل کیلہ ووزنہ لجزا قبل القبض فقبل کیل اولی اور اگر کیل اولی اور روزوں میں تصرف قبل اس کے کیل اور وزن کے بسبب جواز تصرف میں کے قبل قبض کے تو قبل کیل کے تصرف بطریق اولی جائز ہی یعنی کیل اور وزن تمام قبض سے ہیں پھر جب میں تصرف قبل قبض کے جائز ہو تو قبل تمام بطریق اولی جائز ہوگا لایحرم المذرع قبل ذرع وان اشتراه بشرط الا اذا اذ لکل ذراع ثمانون درہم اذ کر کموزون والاصل امراران الذرع وصفه لا قدر فیکون کل الذرع الا اذا کان مقصود ادا ستین ابن کمال من الموزون ما یضره بتجیض لان الوزن حیذ فیہ وصف حرام نہیں بیع مذرع قبل از پالش گرا اگرچہ اسکو بشرط پالش خرید کیا ہو مگر جبکہ جدا جدا ہرگز کا متن مقرر کیا ہو تو اب مذرع بیع وغیرہ کی حرمت میں موزون کے مانند ہو گیا اور قاعدہ اسکا وہ ہے جو چند بار مذکور ہو گیا کہ گز وصف ہو نہ مقدار تو کل مذرع مشتری کا ہو چکا اگر جبکہ گز مقصود بالذات ہو جائے یعنی ہرگز کا جدا متن مقرر کرنے سے اور ابن کمال نے موزون سے اس موزون کو مستثنیٰ کیا ہے جس کو تجیض یعنی ٹکرے کرنا مضر ہو اسواسطے کہ اب موزون میں وزن مقدار نہ رہا وصف ہو گیا مضر ہے تجیض موزون چنانچہ تلے وغیرہ کا برتن قطع سے لائق استعمال کے نہیں رہتا تو ہوتے میں موزون میں تصرف کرنا قبل اس کے وزن کے جائز ہی اگرچہ بشرط وزن خرید کیا ہو مناسب یہ تھا کہ اسکو وزن کی بحث میں شارح ذکر کرتا کہ ذنی المطاوی وجاز التصرف فی الثمن بہتہ اذ بیع وغیرہ ما لو عینا ای مثلاً الذیہ لونیفا التصرف فیہ لیکہ من علیہ الدین ولو یعوض ولا یجز من غیرہ ابن ملک قبل قبضہ اور قبضہ کرنے سے پہلے میں تصرف کرنا جائز ہی بطریق سہہ یا بیع کے یا اور طرح بشرطیکہ میں میں اسکی طرف اشارہ ہو سکتا ہے متاع ہو یا نقد اور اگر متن دین ہو تو اس میں تصرف اسکی ملک کا ہو دیوں کو اگرچہ تملیک بعض ہوا سطر پر کہ دیوں سے کوئی چیز خرید کرے عوض میں کے جو دین ہو اور تملیک دین جائز نہیں غیر دیوں سے کہ اصح ابن ملک سوا تعین یا تعین کیل اور لاقبوی فلو بیع ابلہ بار ہر بار بخارنہ اخذہا شیئاً آخر قبض قبض ثمن میں جائز خواہ میں ہو جائے

Marfat.com

یعنی کہ خریدنے والے کیلئے یا تمین نہ ہوا ہو تب سے چنانچہ نقد و اگر امانت درم یا گھون سے بچا تو درم اور گھون کے عوض کوئی اور چیز لینا جائز ہے جو عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ ہم  
 امانت قبض میں بیچتے تھے تو درم کی جگہ دینار اور دینار سے دینار درم لیتے تھے اور بنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکو جائز رکھتے تھے کذا فی النسخ و کذا فی کل دین قبل قبضہ  
 کھروا جرحہ و ضمان متلف و بدل خلع و حق بال و موردش و وصی بہ و الحاصل و از التصرف فی الامانہ لولین ہما قبل قبضہ یعنی سوئی صرف دینار یا جو از اخذ خلاف  
 جنسہ لغوات شرط اور یہی حکم ہے ہر دین میں قبل اسکے مقبوض ہونے کے چنانچہ ہر اور اجرت اور تلف کی چیز کا تادان اور بدل خلع اور مال کا اور ارث اور وصیت کی  
 چیز خلاصہ یہ ہے کہ تمام امان اور دیون میں قبل ان کے مقبوض ہونے کے تصرف کرنا جائز ہے کذا فی العینی سولہ صرف اور سلم کے کہ ان میں خلاف جنس میں لینا جائز نہیں سبب  
 فوت ہونے کی شرط کے معنی شرط صحت صرف اور سلم قبض میں ہے تو قبل اسکے تصرف میں جائز نہیں وضع الزیادۃ فیہ دیون غیر جنسہ فی المجلس او بعدہ من المشتري و اذ  
 خلاصہ و لفظ ابن ملک ادمن اجنبی اور صحیح ہے زیادہ کر دینا جنس میں اگرچہ زیادتی اسکے خلاف جنس ہونے کی مجلس عقد میں ہو یا بعد اس کے مشتری کی طرف  
 سے زیادتی ہو یا اس کے وارث سے کذا فی الخلاصہ ابن ملک نے کہا یا زیادتی اجنبی کی طرف سے ہو مگر اجنبی کی زیادتی بام مشتری ہے تو مشتری پر واجب ہے نہ اجنبی پر اگر  
 اسکے بلا امر ہو تو اگر مشتری نے قبول کر لی تو پھر لازم ہے و لا باطل ہے اور اگر اجنبی نے زیادہ کرے کے وقت مشتری کی طرف سے ذمہ کر لیا یا اپنے مال سے دینے کا اظہار کیا پھر  
 اگر یہ بام مشتری تھا تو اجنبی مشتری سے بھرے اور نہیں تو نہیں کذا فی الخطاوی عن البحران فی غیر صرف و قبل البائع فی المجلس و لو بعدہ بطلت خلاصہ زیادتی جنس کی صحیح ہے اگر غیر  
 صرف میں ہو اور بائع میں زیادتی کو مجلس میں قبول کرے اور اگر مجلس کے بعد قبول کرے تو زیادتی باطل ہو جائیگی کذا فی الخلاصہ صرف میں زیادتی اور کمی جنس کی جائز نہیں کیونکہ سود ہے  
 و فیہ لوندہ بعد از اذ اجبر و خلاصہ میں ہے کہ اگر مشتری جنس زیادہ کرنے کے بعد پچھتاوے تو پھر جبر کیا جائے یعنی حاکم زبرد و لاکے و کان المبیع قائما فلا تصح بعد ہذا کہ ولو  
 حکما علی الظاہر بان باعہ تم شراہ تم زادہ اور زیادتی صحیح ہے بشرطیکہ مبیع قائم ہو تو زیادہ کرنا صحیح نہیں بعد ہذا کہ ہونے مبیع کے اگرچہ ہلاکی حکمی ہو بنا بر قول ظاہر کے سطح پر کہ  
 مشتری نے ہکو بچا پھر اسکو خرید کیا پھر جنس زیادہ کیا یعنی خرید اول میں مبیع کو ہلاک حکمی ہوا اسلئے کہ اسکا اختلاف ایسی اختلاف سلمہ کے برابر ہے اور اگر بیع کے بعد بلا خرید ثانی جنس زیادہ  
 کرے گا تو بطریق اولی جائز ہے کذا فی الخطاوی و زادنی الخلاصہ و کونہ عملا للقبالۃ فی حق مشتری حقیقۃً لیس بعد قبضہ و بعد اذ کتابا و اتمت انشاء فزاد لم یحجر لغوات محل البیع بخلاف مالو  
 اجراء من اجل الحدید سیفا و فتح انشاء لقیام الاسم و الفوریہ و بعض المنافع اور خلاصہ میں زیادتی جنس کی مشتری شرط زیادہ کی ہے یعنی بیع مبیع کا محل مقابله زیادتی و راجح الیک  
 مقابله حقیقی مشتری کے حق میں سطح پر کہ مبیع مشتری کے ہاتھ سے خارج ہوگی بیع وغیرہ سے تو اگر مشتری نے ہکو بچا بعد قبض کے یا غلام کو مدبر یا مکاتب کیا یا بکری مرگئی  
 پھر مشتری نے زیادہ جنس کر دیا تو جائز نہیں سبب فوت ہونے محل بیع کے بخلاف اسکے کہ اگر مبیع کو باجارہ دیا یا اسکو رہن رکھا یا اوہ سے کی تاوار ثانی یا بکری ذبح کر ڈالی تو ان  
 صورتوں میں زیادہ کرنا جائز ہے سبب قائم ہونے نام اور صورت اور بعض منافع بیع کے ہم بعد ذکر ہلاک حکمی کے قول خلاصہ کے ذکر کی کچھ حاجت نہ تھی ہوا اسلئے کہ بیع اور تدریر اور  
 کتابت اور موت ہلاک حکمی میں داخل نہیں کذا فی الجلی و صحیح الخطاویہ و لو بعد ہلاک المبیع قبض میں اور صحیح ہے کہ کر دینا جنس کا یعنی بائع کی جانب سے اگرچہ کم کرنا بعد ہلاک مبیع اور قبض  
 میں ہے و الزیادۃ و المحط علی حقان یا صل الحقد یا الاستناد و قبل حط الکل اور زیادتی اور کمی جنس اصل عقد سے ملحق ہے بطریق استناد کے یعنی گویا زیادتی اور کمی ابتداء عقد سے  
 ثابت ہوئی تو باطل ہے تمام جنس کا کم کر دینا ہم وجہ بطلان ہے یہ کہ سہیل عقد کی تبدیل ہے کیونکہ بعد عقد کے تمام جنس کا گرا دینا یا ہبہ بیع بلا جنس ہے تو فاسد ہے کذا فی الزلیعی و اثر  
 الاتحاق فی تولیہ و مراجعہ و شفقتہ و تحقیق و ہلاک و جس مبیع و فساد صرف کن انما یظہر فی شفقتہ المحط فقط اور زیادتی اور کمی کے الحاق کا اثر ظاہر ہوتا ہے تولیہ اور مراجعہ و شفقتہ اور ہلاک  
 اور جس بیع اور فساد صرف میں لیکن شفقتہ میں تو فقط کمی کا اثر ظاہر ہوتا ہے نہ زیادتی کا ہم یعنی اگر اول دن کی خریدتی پھر مشتری نے پانچ درم جنس میں زیادہ کر دیے تو تولیہ اور مراجعہ بندہ  
 درم پر کرے اور در صورت کم کر دینے جنس کے باقی پر تولیہ اور مراجعہ کرے اور اگر بیع مستحق غیر ملکی مشتری کل جنس زیادتی کے ساتھ پھیرے اور بیع کو جس مبیع میں تا قبض زیادتی اختیار  
 ہے اور صرف میں زیادتی اور کمی مفید عقد ہے اور شفقتہ میں شفقتہ کو زیادتی ہوا لازم نہ ہوئی کہ اسکا حق ثابت ہو چکا تھا بیع اول سے تو زوم زیادتی میں اس کے حق کا ابطال ہے  
 اور حالانکہ بائع اور مشتری اس کے ابطال کے ایک نہیں وضع الزیادۃ فی المبیع و زوم البائع و نہما ان فی غیر سلم یعنی قبل مشتری اور مبیع میں زیادہ کر دینا صحیح ہے بائع کی جانب سے

عہ اور ازادہ کر دینا  
 صحیح ہے

لیکن اگر مالک کا  
 مختلف ہونا  
 البیاع صحیح ہونے کی  
 شرط ہے



اور بلوغ کو اسکا دینا لازم ہے بشرطیکہ زیادتی مسلم فیہ من ہو کذلک فی الریعی اور مشتری اسکو قبول کرے ہم زلیسی نے کہا مسلم فیہ من زیادہ کرنا صحیح نہیں کیونکہ وہ تحقیقت معدوم ہے اسکو تو موجود فرض کیا ہے مسلم فیہ کے دفع حاجت کے واسطے اور مسلم فیہ من زیادہ کرنا اسکی حاجت کا دفع نہیں بلکہ موجب فرید حاجت ہے لہذا جواز نہیں ہے بلکہ صحیح البیوع بالاعتقاد ولو ملکات الزیادۃ قبل قبض سقط حصتها من الثمن اور بیع کی زیادتی بھی مانند زیادت ثمن اصل عقد سے ملتی ہے تو اگر بیع کی زیادتی ہلاک ہوگئی قبل قبض کے تو اسکا حصہ ثمن سے ساقط ہوگا مثلاً تین درم کو چھپے بیس بی اور بلوغ نے بعد عقد کے تین سیر اور زیادہ کر دی پھر تین سیر تلف ہوئی قبل قبض کے تو مشتری کو دو درم کا دینا لازم ہوگا ایک درم ساقط ہو جائیگا دگر الزیادتی الثمن عرفنا ہوا کہ قبل تسلیم الفسخ العقد بقدرہ قنیہ از اسی طرح اگر مشتری نے ثمن میں اسباب زیادہ کر دیا پھر وہ تلف ہو گیا قبل تسلیم کے تو عقد منفسخ ہوگا بقدر اسباب کے کذا فی القنیہ ہر مثلاً ایک پیر سو درم کو خریدی اور بعد تقابل بعد لین مشتری نے ثمن میں ایک کتاب زیادہ کر دی جسکی قیمت پچاس درم تھی پھر کتاب ضائع ہوگئی قبل تسلیم کے تو بیع کی ایک تالی میں بیع منفسخ ہوگی کذا فی بیع یعنی سوا سے کہ پچاس ڈیڑھ سو کی تالی ہی طحاوی نے کہا چونکہ بیع قائم ہے تو اسکا تقضی یہ ہے کہ مشتری کتاب کی قیمت کا ضمان سے دانہ تعالیٰ اعلم ولا یشرط للزیادۃ ہذا قیام المبیع مقع بعد ہلاک بخلافہ فی الثمن کما اور شرط نہیں بیان کی زیادتی میں یعنی زیادت بیع میں قائم رہنا بیع کا شرط نہیں تو زیادہ کرنا صحیح ہے بعد اس کے ہلاکی کے بخلاف ثمن کی زیادتی کے کہ میں قیام بیع شرط ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا ویصح المحط من المبیع ان کان المبیع دینا وان عینا لا یصح لانه سقطا و اسقاطا عین لا یصح بخلاف الدین فرج بادفع فی براتہ الاسقاط لانی براتہ الاستيفاء اتفاقاً اور صحیح ہو کہ دینا بیع سے اگر بیع دین ہو اور اگر بیع عین مشارا لہ ہو تو کم کرنا صحیح نہیں سوا سے کہ کم کرنا اسقاط ہے اور اسقاط عین کا صحیح نہیں بخلاف دین کے کہ اسکا اسقاط صحیح ہے تو پھر بے جو اسے دیا تھا برات اسقاط میں نہ برات استیفاء میں بالاتفاق ہر محیط میں ہے کہ متعین گھوٹن پیمانہ بھر خرید کے پھر بارغ سے مشتری نے چہارم گھوٹن ساقط کر دیے قبل قبض کرنے کے تو جائز نہیں سوا سے کہ گھوٹن عین میں یعنی متعین مشارا لہ میں اور حالانکہ اسقاط عین صحیح نہیں اور اگر گھوٹن کے ڈھیر سے بقدر ایک پیمانے کے خرید کے پھر چہارم ساقط کے قبل قبض کے تو جائز ہے سوا سے کہ گھوٹن بیان دین میں اور اسقاط دین صحیح ہے انتہی برات اسقاط کی مثال یہ ہے کہ مشتری کہے بلوغ سے کہ میں نے تجھ کو بری الذمہ بطریق برات اسقاط کے کیا اور برات استیفاء کی مثال یہ کہ میں نے تجھ کو بری الذمہ کیا بطریق برات استیفاء اور قبض کے کذلک فی الطحاوی ولو اطلقا فقولان اور اگر برات کو مطلق کہا بلا تقييد اسقاط یا استيفاء کے تو اس میں دو قول ہیں یعنی جواز رجوع اور عدم رجوع میں اختلاف ہے واما البراءة المضافات الی الثمن فصیح و لویہ و اوسطی فرج مشتری بامدفع علی ما ذکرہ الخسی فی تعامل عند الفتوی بجاور وہ ابراہون کی طرف مضاف ہے وہ تو صحیح ہے اگرچہ ابراہون بطن ہے یا کم کرے ثمن کے ہو تو مشتری پھر بے جو اسے ثمن دیا تھا موجب مشتری کے قول کے تو مطلق کو تامل کرنا چاہیے فتویٰ دینے کے وقت کذا فی البحر میں شیخ الاسلام کے نزدیک ابراہون تفصیل ہے کہ برات اسقاط میں رجوع ہے نہ برات استیفاء میں اور ثمن دین مشتری کے نزدیک برات ثمن بعد استيفاء اور قبض کے صحیح ہے تو بلوغ برات ثمن بعد قبض واجب ہے اور جب برات استیفاء میں رجوع جائز ہو تو برات اسقاط میں بطریق اولیٰ جائز ہوگا اور جب میں اختلاف ہو تو مطلق تامل کر کے فتویٰ دینا لازم ہوا شراح نے جو مسئلہ سابقہ میں رجوع کرنا برات اسقاط میں اور عدم رجوع برات استیفاء میں باتفاق علما نقل کیا ہے سو خلاف طاق ہے کذا فی الطحاوی وقال فی التمر وهو المناسب للاطلاق ہر اتفاق میں کما اور وہ یعنی خسی کا قول اطلاق کے مناسب ہے یعنی البرزقہ باعہ علی ان بیع من الثمن کذا لا یصح ولو علی ان یخط من ثمنہ کذا جاز للقول المحط باصل العقد دون البتہ اور برزقہ میں بیع کی اس شرط پر کہ مشتری کو ثمن سے ہقد رہے کہے تو صحیح نہیں اور اگر اس شرط پر بیع کی کہ ثمن سے تامل کرنا تو صحیح ہے بسبب لاحق ہونے اسقاط کے اصل عقد سے سوا سے کہ ہے یعنی ہر اصل عقد سے لاحق نہیں ہوتا والا استحقاق بلوغ اور مشتری شفیع متعلق باوقع علیہ العقد وخلق بالزیادۃ ایضا فلورہ جو عیب سبب مشتری بالکل در استحقاق بلوغ اور مشتری اور شفیع کا اس سے متعلق ہوتا ہے جسے عقد واقع ہو اور زیادتی سے بھی متعلق ہے تو اگر عیب وغیرہ سے بیع پھر جائے تو مشتری سبب پھر یعنی ثمن اور زیادت ہم سبب استحقاق کل سے متعلق ہوا تو بلوغ کو جنس بیع کا اختیار ہے یا قبض یا برات اور اگر بیع مستحق غیر کلے تو مشتری بلوغ سے ثمن سے زیادت پھر لے اور جب شفیع بیع کو مستحق شفیع ہے تو اس زیادتی کے ساتھ جسکو بیع نے بیع زیادہ کر دیا ہے عقد کے کذا فی الطحاوی و لزم تامل

کل دین ان قبل المدیون اور لازم ہے تعیین مدت ہر دین کی اگر مدیون قبول کرے ہم دین وہ ہو جو گردن پر واجب ہو بسبب عقد یا استملاک کذا فی الطحاوی عن السمرقندی  
 نہر الفائق میں ہے تا جیل ہر دین کی صحیح ہے خواہ ثمن بیع ہو یا سولے اسکے واسطے کہ ماسدین کو معاویہ کر دینا جائز ہے تو تاخیر مطالبہ بطریق اولیٰ جائز ہوگی بشرط قبول مدیون  
 اور جو مدیون مدت کو قبول کرے تو دین حال یعنی بلا مدت باقی رہے گا اور خانیہ میں ہے کہ اگر مدیون نے کہا کہ میں نے مدت کو باطل کیا اسکو چھڑا تو دین حال ہو جائیگا اور اگر  
 مدیون بولا کہ میں مدت سے بری ہوں یا بھگا اسکی کچھ حاجت نہیں تو یہ قول بطلان ہل ہوگا انتہی مافی النہر الا فی سبع علی مافی مدانیات الاشباہ بدلی صرفت سلم و ثمن عند  
 اقالہ بعد ما واذ بہ لشفع و دین المیت و السایع القرض مگر سات صورتوں میں تا جیل دین لازم نہیں چنانچہ اشباہ کی مدانیات میں ہے صرفت کے دونوں مضمون میں اور سلم میں  
 یعنی براس المال میں اور ثمن میں اقالہ کے وقت اور اسکے بعد اور اس دین میں جس کے عوض شفع نے شفعہ کیا اور دین میت میں اور ساتویں قرض میں ہم خبر الائی میں ہے کہ  
 اگر مشتری شفع سے ثمن کی مدت مقرر کرے تو صحیح نہیں خلاصہ میں ہے کہ اگر مدیون مر گیا اور دین حال ہو گیا اور دائن نے اسکے وارث سے دین کی مدت مقرر کی تو صحیح نہیں  
 نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر کلام فقہا اسپر اللت کرتا ہے کہ مسائل مذکورہ میں تا جیل صحیح نہیں نہ یہ کہ صحیح غیر لازم ہے چنانچہ ظاہر خبر الائی ہے ناطق ہے کیونکہ صاحب نے مسائل مذکورہ کو قرض کے  
 ساتھ لکھی کیا ہے اور لازم تا جیل قرض کی لازم نہیں ہم وجہ اسکی یہ ہے کہ قرض باعتبار تبدل کے اعادہ اور صلہ ہے و لہذا بلغظ اعادہ صحیح ہے اور جتہ کا مالک نہیں وہ قرض دینے کا بھی مالک نہیں  
 چنانچہ وہی اور وہی اور کاتب اور عیادون پھر عیادت پھر تا جیل لازم ہوتی کیونکہ غیر کو اگر سے عاریت کی مدت پھرانی ہو تو پھر لینا قبل مدت کے جائز ہے اور باعتبار اتنا  
 قرض معاوضہ ہے کیونکہ ثمن مدخل واجب ہے تو ہر اعتبار سے تا جیل صحیح نہیں کیونکہ لازم آتا ہے کہ درہم کی بیع درہم سے ادھار ہوا اور مقبضی فساد قرض ہے حالانکہ یہ خلاف جماع ہے لہذا علمائے  
 قائل ہوتے کہ تا جیل قرض صحیح غیر لازم ہے کذا فی الزلیعی و فی النہر یعنی اگر قرض عینہ بھر کے وعدہ سے پر دیا ہو تو قرض مستقرض سے فی الحال مطالبہ کر سکتا ہے الا فی الایع اذا کان محموداً تا جیل  
 قرض لازم نہیں مگر چار صورتوں میں لازم ہے جبکہ قرض بچوہ یعنی مستقرض نکار کرتا ہو اور صورت عدم شہادت ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مستقرض قرض سے کتا ہو کہ میں ترے قرض کا اقرار کروں گا  
 تا جیل کو اسکی کچھ مدت نہ مقرر کرے یا اصل مال سے کچھ کم کر کے پھر قرض نے ایسا ہی کیا تو صحیح ہے تو اب ت لازم ہوگی کہ کفافی الحال مطالبہ نہیں کر سکتا ایں صورت میں ہے جبکہ اسنے پیشہ  
 کہا ہو اور اگر علانیہ گما ہوں کے رد ہویہ کہ تو مقرنی الحال اخذ ہوگا کذا فی الطحاوی او حکم مالکی بلزومہ بعد ثبوت اصل الدین عندہ یا مالکی مذہب سے لزوم مدت کا حکم کیا ہو بعد ثبوت فی اصل دین  
 کے مالکی کے نزدیک ادا حال علی جہا بلہ المقرض ادا حال علی مدیون موعیل وینہ لان الحواتہ مبرتہ یا مستقرض نے قرض کا وادہ دوسرے شخص پر کیا تو قرض نے حال علیہ کے واسطے کچھ مدت مقررہ  
 کردی یا مستقرض نے اپنے میں یوں چھوڑا کیا جس کا دین موعیل ہے سولے کے وادہ بری لازمہ کہ دینے والا بچیل کا ہم حال کی دونوں صورتیں ملکر ایک سلسلہ میں جیسے سلسلہ رالہ یعنی وصیت میں دو صورتوں  
 میں و الایع الوصیت موسیٰ بان لقرض من لالف درہم فلانا الی ستمہ فیلرم من ثلثہ و سابع فیما نظر الوصی او وصی بتاجیل قرضہ الذی نہ علی زید ستمہ فیصح و یلزم چھٹی صورت  
 لزوم تا جیل قرض کی وصیت ہے یعنی ایک شخص نے وصیت کی کہ اسکے مال سے ہزار درہم فلا نے شخص کو قرض دے جہا میں سال بھر کی مدت پر تو وصیت لازم ہوگی اسکے ثلث مال سے اور  
 ہسانی کی جائیگی سال کی مدت میں بلحاظ قیل موسیٰ کے یا ایک شخص نے اپنے اس قرض کی جو زید پر سال بھر کی مدت پھرانی تو وصیت صحیح ہے اور مدت لازم ہے و الحال اصل ان تا جیل الدین علی ثلثہ  
 اذ جبہ باطل فی بدل صرفت سلم و صحیح غیر لازم فی قرض اقالہ و شفع و دین میت و لازم فیما اعدا ذلک قرض المعصفت و تعقب فی النہر بان الملتحق بالقرض تا جیلہ باطل و خلاصہ یہ ہے کہ تا جیل دین کی  
 تین طرح پر ہے بدل صرفت اور سلم میں تو تا جیل باطل ہے اور تا جیل صحیح غیر لازم ہے قرض اقالہ اور شفع اور دین میت میں اور تا جیل لازم ہے سولے دیوں مذکورہ کے او صاحب بکری اس  
 تقریر کو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے لیکن نہر الفائق میں ہے اعتراض کیا ہے کہ لہجات قرض یعنی اقالہ اور شفع اور دین میت کی تا جیل باطل ہے ہم قول صاحب نہر کا سابق میں مفسلاً  
 مذکور ہے چنانچہ قلت من جیل تا جیل القرض کفالتہ لوجہ ایتنا آخر عن الاصل لان الدین داہر بھر و نہر فی خامسہ فلتحفظ میں کتا ہوں اور بخلاف ماہر تا جیل قرض کی ضمانت ہے قرض کی مدت پھر کر  
 تو مطالبہ قرض کا پھیل سے ضمانت آخر ہو جائیگا سوا سولے کہ دین تو ایک ہی ہے کذا فی البحر والنہر تو یہ باجوہ صورت عدم جواز تا جیل قرض سے مستثنی ہوتی اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم نے اگر زید نے  
 مثلاً سوا درہم خالص سے قرض لیا اور چاہا کہ اولے قرض کی کچھ مدت مقرر ہو جائے تو اسکا طریقہ یہ ہے کہ زید جو کوہنا میں ہے اور چاہا کہ سال یا ایک مہینے کی مدت ضمانت کرے تو ضمانت زید سے  
 مطالبہ ہٹ جائیگا لیکن نہر الفائق میں سراج سے منقول ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک صورت ضمانت قرض ضمانت سے تا مدت معلوم مطالبہ ہوگا مگر مستقرض سے بالفعل مطالبہ ہے

شاید کہ حیلہ مذکورہ طرفین کے مذہب پر مبنی ہو و اللہ تعالیٰ اعلم فی حیلہ الاشباہ و جملة تاجیل دین المیتان لقر الوارث بانہ ضمن باعلی المیت فی حیاتیہ لوجہ الی کذا و یصدق الطالب اذ کان  
 لوجہ علیہا و یقر الطالب بان المیت لم یرک شیئاً الا لامر الوارث بابیع للدين و بذاعلی ظاهر الروایۃ من ان الدین اذا حل بموت المدیون لا یحل علی کفیلہ اشباہ کے باب الحیل من تاجیل دین  
 میت کا یہ حیلہ مذکور ہے کہ وارث اقرار کرے کہ وہ یعنی وارث ضامن ہوا تھا میت کے دین کا اتنی مدت مقرر کرے کہ وارث طالب میں اسکی تصدیق کرے کہ میت اور اسکا کفیل پر دین میں  
 تھا اور طالب یہ اقرار کرے کہ میت نے کچھ متروکہ نہیں چھوڑا اور اگر متروکہ ہوگا تو اس کے بیچ ڈالنے کا دلے دین کے واسطے وارث کو حکم ہوگا اور یہ حیلہ ظاہر الروایۃ پر مبنی ہے کہ  
 جب بن مویل فی الحال انجب الادا ہو جاتا ہے مدیون کی موت تو میت کے کفیل پر نے الحال لازم الادا نہیں ہوتا مگر غریب مذکور ہو چکا کہ ضامن پر دین مویل ہونا ہے  
 اگرچہ اصیل پر دین حال ہو تو اس کے واسطے فقط تصدیق ضامن کافی ہے علاوہ اسکے اگر طالب کی مراد تاخیر ہو تو اس تکلف کی کچھ حاجت نہیں خلافت واقع ظاہر کر کے کذا فی الطحاوی  
 و قلت سبھی فی آخر کتاب نہ لوجل بقرہ و اد اقبل طولہ لیس لمن المراجعة الا بقدر ما مضی من الايام و ہو جواب المتأخرین میں کہتا ہوں آخر کتاب میں آویگا کہ اگر دین مدیون  
 کی موت فی الحال لازم الادا ہوا یا مدیون نے دین کو قبل اسکی مدت کے ادا کر دیا تو اس کے واسطے منافع تجارت سے کچھ نہیں لگے بقدر ایام گذشتہ اور یہ جواب ہے  
 متاخرین فقہا کا یعنی جو مراجعة جاری ہو یا مدیون اور ان کی بیچ میں اس میں سے مدیون کچھ نہ پاسے گا لگے بقدر ایام گذشتہ کذا فی الطحاوی عن القنیۃ فصل  
 فی القرض یہ فصل ہے قرض کے بیان میں ہولنہ ما تعطیہ لبقا ضاہ قرض لغت عرب میں وہ چیز ہے جسکو تو دے تا اسکا تو تقاضا کرے مگر چیز عام ہے قرض اور مثلی ہے اور  
 تقاضا بھی عام ہے عینہ ہو یا بثلہ تو قرض لغوی عام ہے قرض شرعی سے دشرعاً ما تعطیہ من مثلی لتقاضاہ وہا خص من قولہ اور شرع میں قرض وہ ہے جس کو تو دے بثلہ  
 مثلیات کے تا اسکا تو تقاضا کرے اور یہ تعریف قرض کی مختصر تر ہے مصنف کی تعریف آئندہ سے موطاوی نے کہا لیکن یہ تعریف اسپر بھی صادق آتی ہے جس میں عین  
 سے کا تقاضا ہوتا ہے چنانچہ ودیعت عقد مخصوص بلفظ القرض دخوہ یرو علی دفع مال بمنزلہ اجنس مثلی خرج القیمی لأخر لیر و مثلم خرج خود دیتہ دہبہ قرض وہ عقد  
 مخصوص ہے جو در بدل مال مثلی کے دینے پر دوسرے شخص کو تا وہ شخص ویسا ہی مال پھیر دے شایع نے کہا عقد مخصوص بلفظ قرض ہو یا ما نذ اس کے چنانچہ یون کہنا  
 کہ جب کو اتنے درم سے تین تھکوں مثلی اسکے پھیر دوں دفع مال بمنزلہ اجنس کے ہے اور مثلی کی قید سے قیمت والی چیز نکل گئی اور در مثل کے قید سے مانند ودیعت اور  
 سبہ نکل گئے ہم ودیعت کے مانند عاریت ہے کیونکہ ودیعت اور عاریت میں رد میں ہونہ رد مثل و دہبہ کے مانند صدقہ ہے کہ دونوں میں رد میں ہونہ رد مثل و صبح القرض  
 فی مثلے ہو کل ما یفسد بالمثل عند الاستدراک و صحیح ہے قرض مال مثلی میں مال مثلی وہ ہے جسکے تلف کر ڈالنے سے اسی کے مانند ادا دینا پڑے ہم مال مثلی چنانچہ کسی اور دینی  
 چیز اور عددی متقارب چنانچہ اندہ اور اثروت و حیوانات اور ثياب اور عدویات متفاوتہ میں قرض صحیح نہیں کذا فی العالمگیرہ ظاہر اینٹ نچتہ اور خام عددی متقارب  
 ہے بشرطیکہ قالب یکساں ہو لائی غیرہ من القیمیات کچھوان و طب و عقار و کل تفاوت متعذر رد مثل قرض صحیح نہیں مثلی مال کے سوا قیمت والی چیز دن میں چنانچہ  
 حیوان اور کلابی اور زمین اور ہر تفاوت چیز بسبب تعذر ہوجانے رد مثل کے ہم چونکہ مثلیات کے سوا قیمتات میں رد مثل نہیں ہو سکتا لہذا قرض ان میں صحیح  
 نہوا فتاویٰ عالمگیری میں ہے متفاوت چیز میں قرض صحیح نہیں چنانچہ ریاضین رطبہ اور قبول میں لیکن حنا اور دسمہ اور ریاضین یا سبہ کا استقراض بطریق کیل کے کچھ مضامین  
 نہیں و اعلم ان القبوض بقرض فاسد کقبوض بیع فاسد سوا نجرم الانتفاع بالامیۃ لثبوت الملك جامع الفصولین اور دریافت کر کہ جو چیز قبوض بقرض فاسد ہے وہ بیع  
 فاسد کے قبوض کی برابر ہے تو اس سے فائدہ لینا حرام ہے لیکن اسکا بیع و انما حرام نہیں بسبب ثابت ہونے ملک کے کذا فی جامع الفصولین ہم قرض فاسد جیسے  
 گھر کا قرض لینا بلکہ سائر اعیان کا قرض فاسد ہے انتفاع اسواسطے حرام ہوا کہ شارع کی سبب اجازت نہیں اگرچہ متعاقدین راضی ہو جاوین کذا فی الطحاوی فی بیع استقراض  
 الدراہم الذانیہ و کذا کل ما یکال او یوزن او یعد مقدارہ بافصح استقراض خبز و بیض و کاغذ عدد و لحم و زنا و غیر ذلک و عدد الکما سبھی تو صحیح ہے قرض لینا درہم ان  
 دنیاہ کا اور اسی طرح ہر ایک شے جو کچھ جیسے پیمانہ کرنا اور تولد جاری ہے یا اسکا شمار ہوتا ہے بشرط تقارب مقدار پس صحیح ہے قرض لینا اثروت اور اڈٹے کا اور کاغذ کا  
 شمار کرنے اور گوشت کا تولد اور ردی کا تولد اور گن کر چنانچہ باب الربا میں آویگا موطاوی نے کہا کہ کاغذ کے استقراض سے فقہانے عمدگی اور کمی اور زیادتی کو مستثنیٰ رکھا

Marfat.com

استقرض من الفلوس المراجحة والعدلی فکسرت فعلیهما کاسرة ولا یغرم قیمتہا کذا اکل ما یجالی دیوزن لما مرانہ مضمون مثله فلا عبرة بغلانی اور خفہ کرنی

المبسوط من غیر خلاص و جملوانی البراریہ وغیرہ بقول الامام وعند الثانی علیہ قیمتہا یوم القبض وعند الثانی قیمتہا فی آخر یوم رواجہا علیہ القوی ایک شخص نے فلوس مرودہ اور عدلی قرض سے بچھڑا نکال دیا جاتا رہا تو پھر باندھنا اسکے غیر مروج فلوس لازم الادا ہیں اور وہ شخص انکی قیمت کا تاوان نہیے اور اسے طرح پر کیلی اور روزنی چیز کے قرض کا حکم اور اسے کہ مذکور ہو چکا کہ قرض میں ضمان بالمثل ہو تو کچھ اعتبار نہیں سکی گرائی یا ارزانی کا بسوط میں اسکو بلا ذکر خلاص مذکور کیا ہی اور بزازیہ وغیرہ میں وجوب مثل کو امام اعظم کا قول ٹھہرایا ہی اور ابو یوسف کے نزدیک اسپر یوم قبض کی قیمت ہی اور محمد کے نزدیک رواج فلوس کے پچھلے دن کی قیمت اسپر لازم ہوا اور اسی قول پر فتویٰ ہی ہم گرائی اور ارزانی کا سوت اعتبار نہیں جبکہ قرض لینا اور اسے قرض کرنا ایک ہی شہر میں ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا عنایتاً یہ میں ہے کہ ظاہر عدلی جمع ہی عدلی کی اور بحر الرائق کے باب الصرت میں بنایا ہے منقول ہے کہ عدلی بفتح عین مہملہ وتخفیف دال مہملہ ولام مکسورہ وہ درہم میں جو عدلی کی طرف سے ہے شاید عدلی بادشاہ کا نام ہے جسکی طرف دہا ہم معشوشہ کی نسبت ہے کذا فی الخطاوی وقال وکذا الخلاف اذا استقرض طعاما بالعراق فاخذہ صاحب القرض بکفۃ فعلیہ قیمتہ بالعراق یم استقرضہ عند الثانی وعند الثانی یوم اختصا ولیس علیہ ان یرجع معہ الی العراق فیاخذ طعامہ صاحب بزازیہ نے کہا اور اسی طرح مسئلہ فلوس کے باندھنا ائمہ ثلاثہ میں خلاص ہے جبکہ ایک شخص نے گھوٹن یا مطلق اناج قرض لیا عراق میں سوستقرض سے صاحب قرض نے مواخذہ کیا مکہ شریف میں تو اسپر قیمت طعام واجب ہے وہ قیمت جو عراق میں تھی اس کے قرض لینے کے دن ابو یوسف کے نزدیک اور محمد کے نزدیک وہ قیمت لازم ہے جو برز صحت ہے اور صاحب قرض پر واجب نہیں کہ مستقرض کے ساتھ پھر جائے عراق کی طرف اور وہاں اپنا طعام لے ہم اس مسئلہ میں قیمت عراق اور قیمت مکہ منظرہ کا حال بیان نہیں کیا سو اگر دونوں شہروں کی ایک ہی قیمت ہے تو قیمت عراق کا کچھ اعتبار ضرور نہیں اور اگر قیمت مختلف ہے تو یہ حکم مسئلہ لاحقہ کے مخالف ہے ولو استقرض الطعام ببلد الطعام فیہ نہیں فلفقیہ المقرض فی بلد الطعام فیہ مال فاخذہ الطالب بحقہ فلیس لہ حبس المطلوب یوم المطلوب بان یوثق لہ بکفیل حتی یعطیہ طعامہ فی البلد الذی اخذ منہ اور اگر اناج قرض لیا اس شہر میں جس میں اناج ارزان ہے پھر قرض لینے والے نے اس شہر میں قرض لینے والے سے ملاقات کی جس میں اناج گران ہے اور طالب اپنے حق کا اس سے مواخذہ کیا تو طالب کو قید کرنا مطلوب کا جائز نہیں اور مطلوب کو حکم ہوگا کہ اعتماد کرادے ضمان دیکر یا شخص مطلوب طالب کا اناج سے اس شہر میں جس میں اس سے قرض لیا تھا استقرض شیئاً من الفواکہ کثیراً او زناً فلیقبضہ حتی یقطع فانہ یجوز صاحب القرض علی تاخیرہ الی محی الحدیث الا ان یراضیا علی القیمۃ عدم وجود بخلاف الفلوس اذا کسدت وتامت فی طرف الخانیۃ قرض لیا کوئی میوہ ناپ کر پانے سے یا نزل کر اور قرضدار نے صاحب قرض کو ادانہ کیا بیان کہ میوہ منقطع ہو گیا یعنی سکی فصل جاتی رہی تو صاحب قرض پر مبر کیا جائیگا تاخیر قرض پر تازہ میوہ پیدا ہونے تک مگر یہ کہ دونوں سکی قیمت پر راضی ہو جاوین بسبب موجود ہونے میوے کے بخلاف فلوس کے جبکہ ادکا رواج جاتا رہے تو انکی قیمت دینا جائز نہیں کیونکہ فلوس غیر مروجہ ناپید نہیں اور پورا بیان اسکا خانہ کے باب الصرت میں ہے

ویلیک المستقرض القرض بنفسه القبض عند جمالی الامام ومحمد خلافا للثانی فله رد المثل ولو اذنا حالہ بنا علی نقادہ بلفظ القرض و فیہ تعیمی ان یجوز اعتماد الانفق اد

لا فادۃ الملک الحال بحر اور مالک ہو جاتا ہی مستقرض قرض کا بجز دینے کرنے کے امام اعظم اور محمد کے نزدیک برخلاف ابو یوسف کے تو طرین کے نزدیک رد مثل جائز ہی اگرچہ قرض موجود ہو بخلاف ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک تا قیام قرض اسکا رد مثل جائز نہیں طرین کے قول کی بنا قرض کے انقضاء پر بلفظ قرض یعنی بد دن اسکے ہتلاک کے اور اس میں انقضاء اور عدم انقضاء دونوں قولوں کی تصحیح وارد ہے اور لائق ہے اعتماد کہ یا انقضاء قرض پر بسبب اسکے مفید ہونے کے ملک کوئی الحال کذا فی البحر یعنی بجز بلفظ قرض اور قبض کے ملک عین فی الحال ثابت ہو جائی ہی تو ثابت ہوگا ہتلاک عین پر انقضاء موقوف نہیں فجاز شرار المستقرض لقرض ولو قائل من المقرض بیدارم قبوضہ ولو فرقا قبل قبضہا بطل لانه انقراض عن دین بزازیہ یہ لفظ توجا ہے مستقرض کو قرض کا خرید کرنا اگرچہ قرض قائم ہو خرید جائز ہی قرض سے بعض لاہم قبوضہ کے پھر اگر دونوں شخص تفرق ہوئے قبل قبض درہم مذکورہ کے تو خرید باطل ہے کیونکہ یہ انقراض عن الدین ہی بلا قبض کذا فی البرزازیہ ہم خرید مستقرض فادہ



مک پر مقرر ہو یعنی جبکہ مستقرض قرض کا مالک ہو تو اس کے ذمہ رمضان مثل ثابت ہو گیا تو اب اسکو کھانا خرید کر کھانا نہیں نقد جائز ہو اگر الزام میں ہے کہ صحیح الدین  
 بالذین جائز ہے بشرطیکہ جب قبض بدین اقرار ہو صورت میں یا قبض احد البدین اقرار ہو غیر صورت میں کذا فی الطحاوی بقرض صبیحاً بقراناً فاستلک الصبیح  
 لا یضمن خلافاً للثانی وکذا الخلفاء لوباعه وادعه وقتله المعنوه قرض دیا صغیر ممنوع التصریح کو اور صغیر نے سکو تلف کیا تو پھر ضمان نہیں بخلاف ابو یوسف کے اور اسی طرح  
 خلافت ہو طریق اور ابو یوسف کا اگر صغیر کے ہاتھ کوئی چیز بیع کی یا اس کے پاس مانت رکھی اور اسے تلف کر ڈالی اور صغیر کے مانند بیوش ہو م ابو یوسف کے نزدیک صغیر  
 ضمان قرض ہوتا دی عالمگیری میں عیسوی سے منقول ہے کہ جی قول صحیح ہو کذا فی الطحاوی ولو کان المستقرض عبداً محجوراً لا یؤخذ به قبل العتق خلافاً للثانی و ہو  
 کا لو ولیعہ سوا خانہ اور اگر قرض لینے والا عبد ممنوع التصریح ہو تو اس سے قرض کا مواخذہ نہیں اس کے آزاد ہونے سے پہلے بخلاف ابو یوسف کے اور قرض  
 اور ودیعت حکم میں برابر ہیں کذا فی الخانیہ وغیرہا استقرض من آخر دراهم فاتاه المقرض بها قال المستقرض انما اقالها قال محمد لاسئ  
 علی المستقرض وکذا الذین واسلم بخلاف الشرک والودیعة فانه بالاقبال بعد القبل والفرق ان له اعطاء غیر فی الاول لا الثانی وعزاه لغریب الروایۃ اور خانہ میں ہے  
 کہ ایک شخص نے دوسرے سے دراهم قرض مانگے سو مقرض اس کے پاس دراهم لایا مستقرض نے کہا کہ انکو پانی میں ڈال دے اور اسے دراهم پانی ڈال دیے  
 محمد نے کہا کہ مستقرض کسی چیز کا مواخذہ نہیں اور جی حکم دین اور سلم کے پاس المال کا جو بخلاف خرید اور رات کے کہ وہ یعنی مشتری اور صاحب ودیعت پانی میں ڈال  
 دینے سے قابض گنا جائیگا اور فرق دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ ماور کے غیر کے دینے کا اختیار پہلی صورت میں یعنی قرض اور دین اور اس مال میں دوسری صورت  
 میں یعنی خرید اور ودیعت میں اور صاحب خانہ یعنی قاضی خان نے اس قول کو روایت غریبہ نادرہ کی طرف نسبت کیا ہے ہم خرید سے مراد یہ ہے کہ بائع بیع کو مشتری کے کھنڈے  
 پانی میں ڈال دے اور من منقود کا پانی میں ڈالنا مراد نہیں کذا فی الطحاوی دینہا القرض لا یعلق بالیائز من الشرط فانما یبطل ولا یلغو شرط و  
 شی آخر فلو استقرض الدرہم المسکوره علی ان یودی صحیحی کان باطلاد کذا لواقفہ طعا ما بشرط ردہ فی مکان آخر وکان علیہ مثل قبض اور خانہ میں ہے  
 کہ قرض متعلق نہیں ہوتا جائز شرط سے یعنی تعلیق بالشرط کو قرض قبول نہیں کرتا تو شرط فاسد قرض کو باطل نہیں کرتی لیکن دوسری چیز کے پھرنے کی شرط لغو ہو جاتی ہے  
 تو اگر ٹوٹے پھوٹے دراهم قرض لے اس شرط پر کہ مستقرض صحیح اور ثابت دراهم ادا کرے گا تو یہ شرط باطل ہے اور یہ صیغہ القرض نے مستقرض کو اناج قرض دیا اس شرط پر کہ اس کو  
 دوسرے شہر میں ادا کرے اور واجب ہوگا مستقرض پر باندھ قرض کے یعنی ٹوٹے پھوٹے دراهم کا دینا اور یہ صیغہ ہی شہر میں اناج کا دینا جہاں قرض لیا جائے انصوب لیں  
 میں ہے کہ قرض میں محل ایفا شرط نہیں اور قرض کا محل تعیین ہو کذا فی الطحاوی فان عتقہ اجدد بشرط جائز بیکر الدین علی قبول الاجود قبل لا یجوز اگر مستقرض نے نہایت  
 کھری جنس والی بدون مشروط ہونے عمدگی کے لوجائز ہے اور صاحب دین پر زبردستی کی جائیگی کھری چیز کے قبول کرنے پر اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگر زبردستی نہیں کی جائیگی کذا  
 فی البحر قول ثانی یعنی عدم صحیح ہے جیسے ناقص تمکے قبول میں جبر نہیں کذا فی عالمگیری اور اگر دین قبول تھا اور اسے قبل عدت کے ادا کیا تو اس کے قبول میں جبر ہوگا شارع نے  
 اسکا حکم بیان نہ کیا جبکہ مستقرض قرض سے زیادہ سے لوقتا دی عالمگیری میں ہے کہ اگر ایسی زیادتی ہو جو دو وزنوں میں جاری اور مزج ہو چنانچہ ایک دانگ یعنی بقدر  
 چھ جو کے سو درم میں تو جائز ہے نہ ایک درم اور دو درم کی زیادتی اور نصف درم کے جواز اور دو درم جواز میں دو قول ہیں اور اگر ایسی زیادتی ہو جو دو وزنوں میں جاری اور  
 مزج نہیں اور دیون ہو گیا جاتا تو اسکو پھیر دینا چاہیے اور اگر دیون زیادتی کو جانتا ہو تو اگر اس چیز کو تمیض یعنی سکا کاٹنا یا جدا کرنا ضرر ہو تو جائز نہیں اور اگر  
 دراهم کا توڑنا ضرر ہو تو اگر تمیز زیادت بدون توڑنے کے ممکن ہو اس طرح پر کہ ان میں کوئی خیف اور وزن درم بقدر زیادت موجود ہو تو جائز نہیں اور اگر تمیز بدون توڑنے کے  
 ممکن ہو تو جائز بطریق ہے کے انتھی لخصاً اور تیسرے الحارم میں ہے کہ اگر مستقرض نے زیادت ہے کہ وہی قرض کو توڑ دے تو صحیح نہیں کیونکہ یہ مشاع محتمل القسۃ میں جائز نہیں اور  
 غیر محتمل القسۃ میں جائز ہے کذا فی الطحاوی و فی الخلامۃ القرض بالشرط اذ لم یشرط لوجوب ان یقرض علی ان یتب بالی بلکہ کذا یعنی دینہ اور ذوالا صہ میں ہے کہ شرط کر کے قرض یا حرام  
 ہے اور شرط لغو ہے اس شرط پر کہ مستقرض اسکو فلا نے شہر کی طرف لکھ دے تا اسکا دین وہاں دیا جائے ہم اور اگر مستقرض مطلقاً بشرط ہوا اور بعد اس کے

ذکر

افراد

ایفا دین دوسرے شہر میں ہو تو مکروہ نہیں کذا فی عالمگیری یہ اس صورت کو ہندوستان میں ہندوی کہتے ہیں اور باقی بیان ہندوی کا کتاب الحوالہ میں آویگا دینے  
 الا شہادہ کل قرض جہ نفعاً حرام فکرہ لہم من سکے المرہونۃ باذن الراہن اور شہادہ میں ہے کہ جو قرض کہ نفع کھینچ لائے وہ حرام ہے تو مرہون کو گروی مکان میں راہن کے  
 اذن سے رہنا مکروہ ہے یعنی اس واسطے کہ قرض سے سکونت کا فائدہ حاصل ہو اور بعضوں نے کہا کہ سکونت باذن حلال ہے چنانچہ مصنف کتاب الراہن میں بیان کر گیا کہ  
 کرنی نے کہا کہ نفع قرض کا ہوتے حرام ہے جبکہ نفع مستقر ہو اور اگر مشروط ہو اور مستقر قرض عمدہ تر اور اگرے تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر قرض نے درم ہو اس واسطے قرض دینے  
 تا مستقر قرض اس سے متعلق غالی خرید کرے تو کرنی کے نزدیک جائز ہے اور طحاوی کے نزدیک مکروہ تشریحی ہے اور سلف نے جو اسکو حرام کہا ہے تو شیخ الاسلام نے حرمت کو شرط نے  
 الا مستقر قرض پر محمول کیا ہے اور افضل یہ ہے کہ قرض تحفہ مستقر کا قبول کرے اگر جانے کہ یہ قرض کے سبب ہے اور اگر دستی اور قراہت کے سبب ہو یا مستقر قرض یعنی مشہور ہو تو تحفہ  
 لینے سے بہتر نہ کرے اور اگر معلوم ہو کہ دوستی کے سبب تحفہ ہے یا قرض سے تو بہتر نہ کرنا چاہیے اور دعوت قبول کرنا بھی اس طرح حکم ہے شمس لائے کہ یہ جو محمد نے کہا ہے کہ مدین  
 کی دعوت کا کچھ مضائقہ نہیں تو پھر محمول ہے کہ قبل قرض کے بھی دعوت کرنا ہو اور اگر دعوت کی عادت ہو یا نسبت سابق کے مکرر دعوت کرنا ہو یا اقسام اطعمہ زیادہ کرے  
 سابق سے تو قبل دعوت حلال نہیں اور اگر دین مدیون کے درہم پائے بشرطیکہ دین مؤجل ہو اور درہم عمدہ تر ہوں تو اسکو لینا جائز ہے والا جائز نہیں چنانچہ اگر درم  
 قرض ہوں اور اس کے دینار پائے تو لینا درست نہیں کذا فی الطحاوی المصنف فروع مسائل لمحقہ شرح کے مستقر عشرہ درہم وارسل عمدہ لاخذہا فقال المقرض دفعۃ الیہ و  
 اقر العبد بربو قال دفعتمالی ہولای و انکر المولی قبض عبد العشرۃ فانقول ما دلالتی علیہ ولا یرجع المقرض علی العبد لانه اقر انہ قبضہا بحق اتقی بحر قرض مانگے دین درم اور  
 اپنے غلام کو انکے لینے کے واسطے بھیجا اور قرض نے کہا کہ میں نے غلام کو قرض دیا اور اس کے لینے کا غلام نے اقرار کیا اور کہا کہ میں نے درم اپنے مولی کو دیے اور مولی نے  
 قبض غلام کا انکار کیا یعنی دین درم غلام کے قبض میں نہیں آئے تو مولی ہی کا قول معتبر ہوگا اور اگر کچھ لازم نہ آویگا اور قرض غلام سے نہ بھرے گا اس واسطے کہ غلام قرض ہے کہ  
 اسے درہم پر بوجہ قبضہ کیا اتنی کذا فی البحر داجی قبض کی وجہ سے یہ کہ غلام نے بواسطہ مستقر قرض ہونے کے درہم پر قبضہ کیا تو معلوم ہوا کہ اگر عمل قبض غلام کا اقرار کرے گا تو ادا  
 قرض پھر لازم ہوگا کذا فی الطحاوی وعن الخایۃ عشرین رجلاً جاوا واد استقرضوا من رجل امر وہ بالعتق لانه ہم ندرت فیس لہ ان یطلب منہ الاضتہ قلت و مفادہ صحۃ  
 التوکیل بقبض المقرض الا بالاستقرض تقیہ میں مردائے اور قرض مانگا ایک مرد سے اور اسکو امر کیا اپنے گردہ میں سے ایک مرد کے دینے کا سو قرض نے ایک کو دیا  
 تو قرض مطالبہ نہیں کر سکتا اس شخص سے مگر بقدر اس کے حصے کے میں کتا ہوں اس قول سے استفاد ہوا کہ قبض قرض کی توکیل صحیح ہے نہ قرض مانگنے کی توکیل کذا فی البقیۃ  
 ہم فتاوی عالمگیری میں کہا خلاصہ یہ ہے کہ اقرض کی توکیل جائز ہے اور مستقر قرض کی توکیل جائز نہیں اور مستقر قرض کی پیام رسالی امر کے واسطے جائز ہے اگر مستقر قرض کے کس نے  
 بطور رسالت کے کلام کیا اس طرح برکھلائے شخص مرسل کو قرض دے تو قرض امر کے واسطے ہوگا اور اگر بطریق دکالت کے کلام کیا یعنی قرض کو اپنی ذات کی طرف نسبت کیا اس طرح  
 پر کچھ قرض دے فلائے شخص مرسل کے واسطے تو کیل اپنی ذات کی واسطے مستقر قرض ہوگا اور جو درہم کہ قرض ہے وہ اسی کے ملوک ہونگے اسکو اختیار ہے چاہے مولی  
 کو نہ دے کذا فی الطحاوی ویضا استقرض العین وزنا جو زنی جازنی النخیرۃ بلا وزن سل علیہ العلوۃ والسلام عن حمیرۃ یعللہا بالبحران کیون رہوا افعال ماراہ المسلمون حسنا  
 فوعدا عند حسن و ماراہ المسلمون قبیحا فوعدا عند قبیح اور قینہ میں ہے کہ قرض لینا گو نہ دے آئے کا تو لکر جائز ہے اور لفق ہے جائز ہونا قرض کا خیر میں بدون وزن کے رسول خدا  
 صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا اس غیر کا جسکو پڑوسی ایک دوسرے کو دیا لیا کرتے ہیں کہ کیا یہ بیاج ہے تو فرمایا کہ جسکو مسلمان اچھا جانیں وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک خوب ہے اور  
 جسکو مسلمان برا جانیں وہ خدا کے نزدیک برا ہے ہم مختار الفتویٰ میں ہے کہ مستقر قرض عین بطریق وزن کے قبل مختار بحر الرائق میں ہے کہ وزن کی قید سے اکل نکل گئی تو اکل سے قرض  
 بلا وزن جائز نہیں اور حدیث ماراہ المسلمون کی مسند احمد میں ابن مسعود سے مروی ہے اور یہ حدیث سورت حسن ہے یعنی ابن مسعود کا قول ہے نہ رسول کریم علیہ العلوۃ والسلام  
 کا کذا فی الطحاوی عن المقاصد الحسنة ویضا اشار الی البیوع من قال لحاجة القرض بحد ویکرہ وقرہ المصنف اور قینہ میں ہے کہ کترہیز کا خرید کرنا منکر ان سے بسبب  
 حاجت قرض کے جائز ہے اور مکروہ ہے اور مصنف نے اسکو اپنی تشریح میں ثابت رکھا ہے اسکی گفتگو فقہیہ مذکور ہوگی قلت فی موصفات الفتی الی حدود لادان زیوالعشرۃ

باشی عشر او ثلثه عشر بطریق للعالمه فی زماننا بعد ان در دالام السلطانی و نسوی شیخ الاسلام بان لا تعنی العشرة با زید من عشرة ونصف و نه علی ذلک فلم یتمثل ما ذایرنا  
 فاجاب یعر و یکس الی ان تظہر توبہ وصلیہ فیرک من کتابا ہون اور نفی ابو سوسو کے معروضات میں یہ سوال ہے کہ اگر زید نے دس درہم بارہ بارہ یا تیرہ درہم پر قرض  
 لے ہمارے زمانہ میں بطریق معاملہ کے بعد اس بات کے حکم سلطانی اور نسوی شیخ الاسلام کا وارد ہوا ہے اس پر کہ دس درہم ساڑھے دس سے زائد پر زیدے جا دین اور زید کو  
 اسپہ آگاہ کر دیا گیا ہو اور اسے نہ مانا گیا سزا اسپر لازم ہے تو نفی مرحوم نے جواب دیا کہ سکو تقویہ دیکھو اور قید کیا جائے یہاں تک کہ اسکی توبہ اور سزا حیت ظاہر ہو تب اسکی  
 خلاصی ہو م معاملہ سے مراد بیع العینہ ہے جسکا ذکر کتاب الکفالتہ میں آدیا گیا صورت اسکی یہ ہے کہ زید نے محمود سے قرض مانگا اور اسے یہ حیلہ کیا حصول نفع کے واسطے کہ  
 ایک کپڑا جسکی قیمت بازار میں دس درہم تھی وہ زید کے ہاتھ بارہ درہم کو بیجا پھر زید نے سکو دس درہم کو بیچ لیا تو محمود کو دو درہم زیادہ حاصل ہئے اور زید کو دس درہم  
 دنی ہذہ البیوعہ بن برد ما اخذہ من الربح لیساجہ فاجاب ان حملہ نہ من بالتراضی و دالام بعدم الرجوع لکن یظہر ان المناسب لامر بالرجوع واقع من ذلک سلمتی ان بعض اقوی  
 قدر بہت ہذا ان خصوص امتی اور اسی صورت مذکورہ میں سوال ہے کہ کیا صاحب بن پیر سے جو اپنے نفع لیا ہو دیون سے تو نفی صحیح ہے جواب یا کہ اگر اسکو نفع اس سے  
 بتراضی حاصل ہوا تو حکم سلطانی عدم رجوع پر وارد ہوا ہے لیکن ظاہر ہے کہ اسکا حکم مناسب ہے اور بیع العالمہ سے مراد سلم ہے یہاں تک کہ بیع تریات میں نفع مخصوص سے دیران ہو گئے  
 امتی جواب امتی المرحوم بیان سلم سے ایک قسم خاص مراد ہے یعنی دواہم قلیلہ سے اور بہت سے گیون یا گھی وغیرہ ٹھہرے ہر طرح کے درہم مدفعہ نصف ثمن ہو سلم فیکما کتر کذانی بطریق العینہ

باب الربوا

یہ باب ہے ربو یعنی سود اور بیاج کے احکام میں ہم مراجعہ کے بعد ربوا کو ہوا سے ذکر کیا کہ دونوں میں زیادت ہے کہ یہ کہ مراجعہ کی زیادت حلال ہے اور ربوا کی زیادت حرام قطعی  
 قال اللہ تعالیٰ (یا ایہا الذین آمنوا لا تأکلوا الربوا یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایمان والو بیاج نہ کھاؤ اس آیت میں ربوا سے مراد قدر زائد ہے خواہ زائد قرض میں یا اول ربویہ کی  
 بیع میں ہو اور گاہے ربوا نفس زیادت کہی کہتے ہیں یعنی مصدری قال اللہ تعالیٰ (و احل اللہ البیوع و حرم الربوا) یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ حلال کیا اللہ نے بیع کو  
 اور حرام کیا ربوا کو یعنی اموال ربویہ کے قرض اور بیع میں زیادہ دینے لینے کو کذافی شیخ القدر بلخصاً معلوم ہوا کہ جیسے بیع میں سود حرام ہے ویسے ہی قرض میں بھی حرام ہے  
 تو یہ جو بعض ناقص الفہم کہتے ہیں کہ سود تو فقط بیع میں حرام ہے نہ قرض میں سو غلط ہے صحیح مسلم وغیرہ میں ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نسبت کی  
 سود کھانے اور کھلانے دے کر ربوا و اود اور تریندی میں اتنی روایت زیادہ ہے کہ سود کے دونوں گواہوں کا کتاب پر نسبت فرمائی اود اود اور نسائی میں ابو ہریرہ سے  
 روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آدیا گیا کہ کوئی باقی نہ رہا مگر سود کھا گیا اور اگر سود نہ کھا تو سکو کی بجا پگی اور ایک  
 روایت یوں ہے کہ اسکا غبار گایا کذافی التیسیر ہو لہذا مطلق الزیادۃ ربوا لغت میں مطلق زیادت کو کہتے ہیں یعنی خواہ کین وزن میں زیادت ہو یا سولے اسکے دشرا فضل و لو کما  
 ربوا البیوعہ و البیوعہ الفاسدہ فکلہا من الربوا فیجب رد عین الربوا لوقا مالاً رد ضماناً لانه یلک بالقبض تزیید و غیر شرع میں ربوا عبارت ہے زیادتی سے اگرچہ زیادتی حقیقی ہو بلکہ  
 حکمی ہو پس تقیم سے ربوا البیوعہ یعنی تاخیر کاربوا اور بیوع فاسدہ ربوا کی تعریف میں افضل ہوگیں ہوا سے کہ بیع بیوع فاسدہ منجملہ ربوا ہیں تو واجب ہے پھر دینا عین ربوا کا اگر  
 قائم ہونہ اسکا رد ضمان ہوا سے کہ ربوا میں عوض ملوک ہو جاتا ہے قبضہ کرنے سے کذافی القیئہ و البیوعہ نسبیہ کی یہ صورت ہے کہ درہم کو درہم سے بیچے سو ایک م نقد  
 اور دوسرے درہم کا وعدہ ہوا ایک دن یا دو دن کا تو اگر بیع بیان قیمتی زیادتی نہیں لیکن حکمی ہے کیونکہ نقد بہتر ہے نسبیہ سے اور اسبیع بیوع فاسدہ فضل حکمی سے خالی نہیں  
 چنانچہ بیع بالشرط میں خالی عن عوض شرح مسئلہ صرفت الجنس بخلاف جنسہ بواہ زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہو پس قید سے مسئلہ صرفت جنس کا اسکے مخالف جنس سے  
 نکلیا ہم باب الصرف میں مذکور ہو گا کہ اگر بیع نہ ہو گیون اور بیع نہ ہو گیون اسکے دو چند گیون اور جو سے بیع کرے تو جائز ہے کیونکہ گیون بقابل جو اور جو بقابل گیون اور بیع  
 تو یہ زیادتی خالی عن عوض سے نہ ٹھہری کہ بیع جناب ہو بمعیار شرعی ہوا کیونکہ وزن قلینس الذرع و الثور ربوا زیادتی خالی عن عوض بمعیار شرعی سے ہوا بمعیار شرعی سے اور  
 وکیل اور وزن ہے تو گز اور شمار ربوا کی پھر نہیں ہم یعنی کمالی و ذہنی کی زیادتی عوض سے خالی ربوا ہے تو گز اور شمار کی زیادتی ربوا نہیں شمار گز ثوب ہر ہی کو بیع گز

انہما

اللہ



توب ہر وی سے دست بردست بیچارہ انہیں کیونکہ مقدار شرعی منقہی ہو اور اسے طبع ایک اندسے کو دو اندون سے دست بردست بیچارہ انہیں مشروط ذلک الفضل  
 لاضر المتعاقدين لے بالغ او خسر فلو شرط غیر ہا غلیس بر بوابل بیع فاسد اور یہ زیادتی احد المتعاقدين کیواسطے مشروط ہو یعنی بالغ یا شتر ہی کیواسطے تو اگر ان دونوں کے  
 سوا اجنبی کے واسطے زیادتی مشروط ہو تو یہ ربوا نہیں بلکہ بیع فاسد ہی ہم ربوا نہیں یعنی معطل ربوا انہیں والا مذکور ہو چکا کہ بیع فاسد ربوا میں داخل ہے ہستانی نے کہا کہ  
 شرط فضل کا ترک کرنا ہتر ہی اسواسطے کہ یہ شتر ہی اسکا کہ ثبوت ربوا شرط فضل پر قوت ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے متعاقدين کی تفسیر بالغ اور شتر ہی سے بطور مثال کے ہے  
 کیونکہ فرض اور مستقرض اور رہن میں بھی بالغ اور شتر ہی کے برابر ہیں تو شرط انتفاع میں چنانچہ مستخدم اور رکوب اور زراعت اور لبس اور شرب میں باور  
 مریہ سب حرام ربوا ہے چنانچہ ہا ہر اور تمتع میں مخرج ہے انقی کذانی لطمطاوی فی المعاوضۃ فلیس الفضل فی البتہ بر بوا فلو تشری عشرۃ ولا ہم ففتمہ بشرہ درہم و زادہ  
 وانقا ان وہیہ منہ الخدم الربوا ولم یفسد الشر او ہذا ان ضربا لکسر لانہا ہتہ مشاع لا یقسم کافی المنع عن الذخیرۃ عن محمد ربوا وہی جسمین فضیل مذکور معاوضہ کے اندر مشروط  
 ہو تو فضل ہے بین ربوا انہیں اگر خرید کے دس درم چاندی کے عوض دس درم کے اور ایک دانگ یعنی چھوٹی برابر چاندی میں زیادہ ہے اگر یہ زیادتی بالغ کو  
 ہے کہ وہی شتر ہی نے تو ربوا معدوم ہو گیا اور خریدنا فاسد نہ ہوئی یعنی اسواسطے کہ یہ فضل فی البتہ ہے نہ فضل فی المعاوضۃ اور فضل فی البتہ ربوا نہیں اگرچہ فضل  
 مشروط ہو کذانی لطمطاوی عن الدر المنقہ اور یعنی صحت ہے ہتہ ہتہ وقت ہے جبکہ بقدر دانگ درم کا توڑنا درم کو مضر ہو اسواسطے کہ یہ ہتہ ہتہ مشاع کا ہے جو قسمت پذیر ہے  
 کذانی المنع عن الذخیرۃ عن محمد فی صحت الجمع ان صحتہ الزیادۃ والحط قول الامام وان محمد اجاز الحط وجملہ ہتہ تبداء کحط کل الثمن البطلان الزیادۃ قال ابن الملک الفرق  
 بینہما حتی عندی اور جمع کے باب نصرت میں ہے کہ زیادہ کرنے اور کم کر ڈالنے کی صحت امام کا قول ہے اور محمد نے کم کرنا جائز رکھا ہے اور اسکو ہتہ ابتدائی قرار دیا ہے  
 تمام میں کم کرنے کے مانند اور زیادہ کرنے کو باطل کہا ہے ابن ملک نے کہا کہ زیادہ اور کم کرنے کے درمیان فرق کرنا میرے نزدیک امر مخفی ہے  
 ہم ططاوی نے کہا یہ مسئلہ مستقل ہے موضوع اسکا یہ ہے کہ متعاقدين نے عوض متساویں پر عقد کیا پھر ایک عاقد نے عوض کم کر ڈالا یا زیادہ کر دیا بعد عقد کے  
 اور مسئلہ سابقہ کا موضوع ان دو درمون کے مسئلہ کے مانند ہے جس میں ایک درم کا وزن زیادہ ہے قال ولی الخلاصۃ لو باع درہما بدرہم واحد ہا اکثرہ ذنا غلڈ  
 زیادہ جاز لانہ ہتہ مشاع لا یقسم ولو باع قطعہ لحم کثرتہ نا فوسب الفضل لم یجز لانہ ہتہ مشاع یقسم ابن ملک نے کہا اور خلاصہ میں ہے کہ اگر ایک درم کی  
 بیع کی دوسرے درم سے اور ایک درم کا وزن زیادہ تر ہے پھر زیادہ کو اسنے حلال کر دیا یعنی بطریق ہتہ کے تو جائز ہے کیونکہ یہ ہتہ مشاع غیر قسمت پذیر کا ہے اور اگر  
 گوشت کا ٹکڑا ہے یا دوسرے گوشت کے ٹکڑے سے جسکا وزن اکثر ہے سو زیادتی کو اسنے ہتہ کر دیا تو جائز نہیں کیونکہ یہ ہتہ مشاع قسمت پذیر کا قلت و ما قدرنا  
 عن الذخیرۃ عن محمد صریح فی عدم الفرق بینہما وعلیہ فاکل من الزیادۃ والحط والعقد صحیح عند محمد کذا عند الامام سوی القہ فی فساد عدم التساوی علی حفظ فانی لم ار من  
 نہ علی ہذا میں کتابوں کہ ہتہ جو ذخیرہ سے محمد کا قول نقل کیا وہ صریح ہے عدم فرق میں زیادہ کرنے اور کم کرنے کے اور موجب اس کے تو زیادہ کرنا اور کم کر ڈالنا  
 اور عقد سب کچھ صحیح ہے محمد کے نزدیک اور اسی طرح امام اعظم کے نزدیک سولے عقد کے کہ وہ فاسد ہے کیواسطے عدم تساوی عوضین کے اسکو یا در رکھنا چاہیے  
 کہ میں نے وہ شخص نہیں دیکھا جس نے ہتہ آگاہ کر دیا ہو ہم ططاوی نے کہا کہ شراح نے بیان ایک مقام کو دوسرے مقام سے خلط کر ڈالا اسواسطے کہ موضوع  
 ذخیرہ وہ ہے جبکہ زیادت ظاہر ہوگی ہو احد العوضین میں یعنی بلا قصد اور جمع کا موضوع وہ ہے جبکہ عقد متساویں ہو ہوئی ہو پھر احد المتعاقدين نے اپنے عوض میں  
 زیادہ کر دیا ہو تو اول میں ہتہ کی تفصیل جاری ہے اور ثانی میں زیادت باطل ہے اور عقد صحیح ہے وعلیہ ای علیہ تحریم الزیادۃ القدر المعهود کیل اور وزن بیع نہیں  
 علت اسکی یعنی تحریم زیادت کی علت وہ مقدار ہے جو فقہاء کے نزدیک متعین ہے کیل یا وزن سے ساتھ جنس کے ہم مصطلح فقہ میں علت وہ ہے جسکی طرف حکم منسوب ہو  
 بلا واسطہ اور ہتہ لفظ قدر ذریع اور عدد کو بھی شامل ہے لیکن جب قدر معهود فقہ امر ہوئی تو سولے کیل و وزن کے ذریعے اور عدد کو شامل نہیں کذانی لطمطاوی میں  
 عبارت ہے و مشاکلت حالی سے اور اختلاف جنس معلوم ہتہ ہتہ اختلاف ہم فاعل اور اختلاف مقصود سے اور اصل میں باب میں وہ حدیث ہے جو صحیح ترین سولے بخاری کے





بند ہو جاوین ہم یہ جواب ہو سوال قدر کا قہر رسوال یہ ہو کہ حدیث مشہور میں وارد ہو کہ در صورت اختلاف جنس فضل جائز ہو اور تاخیر حرام تو اس سے لازم آتا ہے کہ نقدینے  
 در ہم اور پانچ کو اس مال قرار دینا موزونات میں چنانچہ زعفران اور روئی وغیرہ میں جائز ہو حالانکہ یہ بالاجماع جائز ہو تقریر جواب یہ ہے کہ تحریم تاخیر سے سلام نقد موزونات  
 میں بالاجماع مستثنیٰ ہو الا سلام کے اکثر ابواب بند ہو جاوین اور یہاں میں اس کے جواز کی دوسری علت بیان کی ہے یعنی نقد کا وزن تولون اور اشون سے ہونا ہوا اور زعفران  
 روئی وغیرہ کا سیردن سے پھر جب طریقہ وزن کا مختلف ہو اور باعتبار صورت کے دونوں مختلف ہو گئے علاوہ اس کے اختلاف معنی اور حکمی بھی یہاں ثابت ہو اختلاف  
 معنی یہ ہے کہ نقد متن غیر متعین ہیں اور زعفران اور روئی غیر متعین اور حکمی اختلاف یہ ہے کہ نقد میں تصرف قبل قبض کے جائز ہی بخلاف متن کے تو نقد اور موزونات کو ہر دو سے  
 قدر جامع نہدی و نقل ابن کمال عن اخیایہ جواز اسلام الخلفہ فی الزیت قلت وفادہ ان القدر بالفردہ لا یحرم النساء بخلاف الجنس لیجوز وقد مر فی السلم حرمة النساء تحقیق  
 بالجنس و بالقدر المتفق فتنہ اور ابن کمال نے غایۃ تحقیق سے نقل کیا گیون کی سلم کا جائز ہونا روغن زیتون میں منکتا ہوں اور ابن کمال کے کلام سے استفاد  
 ہوا کہ فقط قدر تاخیر کی محرم نہیں بخلاف جنس کے تو اسکی تنقیح کرنا چاہیے اور سلم میں گذر گیا کہ حرمت تاخیر کی جنس اور قدر متفق سے ثابت ہوتی ہے گاہ رہنا چاہیے ہم عبارت  
 ابن کمال یہ ہے کہ (قد نص علی جواز اسلام الخلفہ فی الزیت عندنا انقی بلفظہ) یعنی ہمارے مذہب میں گیون کا سلم زیتون میں مخصوص ہوا اور جب اسکی ہے کہ دونوں مختلف القدر  
 کیونکہ گیون کیلی ہیں اور زیتون وزنی تو ابن کمال کے کلام سے کہان یہ نکلا کہ فقط قدر محرم تاخیر نہیں کیونکہ اسے اسلام کیل کا موزون میں فرض کیا ہی اور حالانکہ وہ دونوں  
 مختلف القدر ہیں تو جواز اسلام موزون کا موزون میں یا کیل کا کیل میں کیونکہ نکلا تو اب مقام خوب متفق ہو گیا زیادہ اس سے کچھ تنقیح کی حاجت نہ رہی اور جب سلم میں  
 یہ ثابت ہوا کہ قدر متفق تاخیر کی محرم ہے تو اس کے سوا کچھ تنقیح باقی نہ رہی کذا فی الخطاوی ثم فرغ علی الاصل الاول بقوله محرم بیع کیلی و وزنی بحیثہ متفاضلا  
 ولو غیر مطعوم خلاف اللشانی کبھی کیلی و حدید وزنی شارح کتابا ہی پھر اصل اول یعنی در صورت وجود قدر اور جنس پر مصنف نے تصریح کی اپنے اس قول سے  
 تو حرام کیلی کی بیع اپنی بحیث کیلی سے اور وزنی کی بیع اپنی بحیث وزنی سے بڑھا کر اگر کیلی اور وزنی کھانے کی چیز ہو بخلاف امام شافعی کے چنانچہ کیلی اور  
 نو ہا وزنی ہم جیسے کیلی کیلی سے اور وزنی کا وزنی سے تفاضل حرام ہو ویسے ہی نسبی حرام ہو لیکن مصنف نے اس واسطے ترک کیا کہ حرمت تفاضل کو حرمت  
 نسبیہ لازم ہو بالکس اور حلت تاخیر کو حلت تفاضل لازم ہو بالکس کذا فی الجلی ثم اختلاف بحیث بعرف باختلاف الاسم الخاص و اختلاف المقصود کا بسطہ کمال  
 پھر معلوم کرنا چاہیے کہ اختلاف جنس کا معلوم ہوتا ہی اسم خاص کے اختلاف سے اور مقصود کے اختلاف سے چنانچہ شرح کیا ہی اسکو صاحب فتح القدر نے ہم  
 فتح القدر میں ہے کہ اختلاف جنس اختلاف اسم خاص اور اختلاف مقصود سے معلوم ہوتا ہی تو گیون اور جو دو جنس ہیں اور ثوب ہوی اور مروی و حبیبین میں بناوٹ کے اختلاف  
 کے سبب اور قیام ثوب کا صنعت کی جہت سے ہے اور تقریبی کچھ کا پھل سب ایک ہی جنس ہے اور لوہا اور راگا اور تیل اجناس مختلفہ ہیں اور سطح صوف اور بالون کا  
 سوت اور گلے بھیر اور بکری کا گوشت اور بٹے کی حکمتی اور گوشت اور پیٹ کی چربی اجناس مختلفہ ہیں اور روغن بفتہ اور ہیری دو جنس ہیں اور ادھان جن کے ہول  
 مختلف ہیں وہ اجناس مختلفہ ہیں انتہی بلوغا اور کرم اہل جنس واحد ہیں اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ لحم طیر کی بیع بعض طیر کی بعض سے زیادہ کر کے درست ہے اگر چہ  
 طیر نوع واحد ہو اسواسطے کہ جڑیوں کا گوشت موزون ہو کر بیع نہیں ہوتا عادت میں کذا فی النہر وحل بیع ذکب متماثل الا تفاضلا اور بیع اسکی یعنی متحد القدر و جنس  
 کی بیع برابر حال ہے نہ بڑھا کر بل معیار شرعی فان الشرع لم یقدر العیار بالذره و بہا دون نصف صاع کحفنہ کحفنہ و ثلث و خمس لم یبلغ نصف صاع اور حال ہے بیع  
 مع التفاضل بدون معیار شرعی کے سواسطے کہ شرع نے بقدر جو اور نصف صاع سے کتر کی کوئی معیار مقرر نہیں فرمائی چنانچہ بیع ایک لب بھری دودھ سے اور تین اور  
 پانچ سے جب تک نصف صاع کو نہ ہوئے ہم معیار عبارت ہے پانگ سے یعنی وہ آہ جس سے مساوات کیلی یا وزنی معلوم ہو جائے نہ اتفاق میں ہے کہ لب دودھ کی  
 بیع اسواسطے صحیح ہوتی کہ معیار جو و نہیں جس سے مساوات معلوم ہو اسواسطے کہ شارح نے واجبات مالہ میں چنانچہ کفار ات اور صدقہ فطر میں نصف صاع سے کتر  
 قدر نہیں فرمائی تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر نصف صاع سے کتر کوئی پایہ موضوع ہو چنانچہ بیع اور تین قحصر میں مانع ہو تو اسکا تفاضل معتبر نہیں یہ اس صورت میں ہے کہ جب

Marfat.com

احد البدلین نصف صاع کو نہ ہو پے اور اگر نصف صاع ہوگا تو بیع جائز نہیں فتح القدرین کہا کہ قول صحیح یہ ہے کہ لب و لبین بھی بواثبات ہی استی و نقا حتر  
بمفا حیثین و فلسفین او اکثر باعیا ہوا خواہ لکان اولی لسانی النہر نہ قیدی اکل فلوکانا غیر معینین او احد ہا لم یجز اتفاقا اور حلال ہے بیع ایک سبب کی دو  
سبب سے اور ایک پیسے کی دو پیسے سے یا زیادہ سے بشرطیکہ دونوں بدل تعیین ہوں شایع نے کہا کہ اگر نصف پین بدلیں کی شرط سبب شالون کے بعد اتا  
تو خوب تر ہوتا ہوا سوا سے کہ نہ اتفاق میں ہو کہ تعیین سبب میں قیدی ہو تو اگر دونوں عوض غیر معین ہوں یا ایک غیر معین تو بیع جائز نہیں بالفاق شیخین اور محمد کے وفقرۃ تخرین  
و بیضیۃ بیضیتین جوزۃ بجز تین دسیت بیضین و دواۃ بدو امین وانا بانا نایین نقل منہ مالہ مین من حدانقہین فیتمتع المتفاضل فتح اور حلال ہے ایک کھجور کی بیع دو کھجور سے  
اور ایک اندسے کی دو اندرون سے اور ایک اخروٹ کی دو اخروٹ سے اور ایک تلوار کی دو تلوار سے اور ایک دوات کی دو دوات سے اور ایک برتن کی دو برتن  
بجاری سے بشرطیکہ برتن سونے یا چاندی کا ہو اور اگر سونے یا چاندی کا برتن ہوگا تو تفاضل متمتع ہی کہ انی الفتح و ابرۃ با برتن و ذرۃ من ذہب و فضۃ  
مما لا یدخل تحت الوزن مثلاً ما فجاز الفضل فقد القدر و حرم النساء لوجود الجنس حتی و اتمنی کھنہ بر بقضتے شیخ فیصل مطلقاً عدم العتۃ حرم اکل مجموع کا اقلہ الکمال  
اور حلال ہے بیع ایک سوئی کی دو سوئی سے اور ذرہ برابر سونے اور چاندی کی بیع جو تحت الوزن داخل نہیں دونوں کے مماثل، محسن سے یعنی ایک ذرہ کی بیع  
دو ذرے سے تو فضل جائز ہے جمع اشکۃ سابقہ میں سبب ہونے مقدار کے یعنی اشیاء مذکورہ کیلی اور ذنی نہیں اور تاخیر حرام ہے سبب پائے جانے جنس کے  
یعنی چونکہ بدلیں متحدہ جنس میں لہذا تاخیر حرام ہے یہاں تک کہ اگر جنس بھی منتفی ہو چنانچہ ایک لب بھر گہوون کی بیع جو کے دلہ سے تو تاخیر حلال ہے مطلقاً خواہ فعل ہو  
یا نہو بسبب عدم ہوجانے علت ربوا کے اور حرام کہا ہے محمد نے سبب کو یعنی اشکۃ سابقہ کی بیع کو اور اس قول کی تصحیح ہوئی ہے چنانچہ اسکو کمال بدین نے فتح القدر میں  
نقل کیا ہے فتح القدر میں یون ہے کہ اس سے تسکین خاطر نہیں ہوتی بلکہ جب علت تحریم ربوا صیانت اموال ناس بھری تو واجب ہے تحریم ایک سبب کی دو سبب اور  
ایک لب کی دو لب سے اور اگر مکایل نصف صاع سے کمتر ہوں چنانچہ ہمارے دیار مصر میں ہیں تو کچھ بھی شک نہیں اور عدم تقدیر شرعی کمتر از نصف صاع اسکی مستلزم نہیں  
کہ تفاوت تعیین کو باطل کر دیکھے اور جھکو فقہائے اس کلام سے نہایت تعجب آتا ہے اور حالاکہ علی نے عمر سے روایت کی ہے کہ انکے نزدیک کو وہ ہر تری بیع و قدر سے اور محمد نے کہا ہے  
کہ جو شے کثیر میں حرام ہو وہ اسکے قلیل میں بھی حرام ہے انتی بخصا و مالض الشارح علی کو نہ کیلیا کہرو شیخ و متوجع او وزینا کہ ہر ہفتہ نہو کہ لک لا تغیر اہد افلم یصح  
بیع حنطۃ بحنطۃ و زنا کا باع ذہب با ذہب و فضۃ بفضۃ کیلا و لومع التساوی لان البض اقوی من العرف فلا یرک الاقوی بالاقوی اور جس چیز کے کیلی ہونے پر صاحب  
شرع نے تصریح کی چنانچہ گہوون اور جو اور کجور اور ننگ یا جس کے ذنی ہونے پر تصریح فرمائی چنانچہ سونا اور چاندی سو وہ اسبصر ح ہوا قیامت کا ہے نیز ہوگا تو صحیح  
نہیں ہے گہوون کی گہوون سے تو لکر کیونکہ وہ ذنی ہیں اگرچہ تساوی بدلیں کے ساتھ بیع ہو ہوا سوا سے کہ نص شایع قوی تر ہے عزت سے تو اقوی تر ہوگا ادنی سے من نقل  
عرف سے اقوی ہے کہ رواج گا ہی باطل پر ہوجاتا ہے جیسے ہمارے زمانے میں متعارف ہے کہ شمع اور چراغ قبرستان میں بجائے ہیں عید کی راتوں میں اور نص شایع بعد از ثبوت  
باطل پر نہیں ہو سکتی اور عرف اہل عرف پر حجت ہے اور نص کل پر حجت ہے کہ انی فتح القدر و مالہ نہیں علیہ حمل علی العرف اور جس چیز کے کیلی یا ذنی ہونے پر شایع  
سے تصحیح نہیں تو وہ رواج بر محمول ہے یعنی اگر رواج ہو اسکے کیلی کا تو وہ کیلی ہے اور اگر وزن کی عادت ہو تو وہ ذنی ہے و عن الثانی اعتبار العرف مطلقاً و رحمہ الکمال اور  
ابو یوسف کے نزدیک عرف کا اعتبار ہے ہر طرح سے اگرچہ کیلی یا وزن کا رواج مخالف شرع ہو اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال بدین نے ہم ابو یوسف کے نزدیک  
عرف مطلقاً سوا سے معتبر ہو کہ گہوون وغیرہ کا کیلی ہونا اور چاندی سونے کا ذنی ہونا جو شرع میں وارد ہوا ہے تو اسوجہ سے ہے کہ شایع علیہ السلام کے زمانے میں اشیاء مذکور  
کیلی یا ذنی مرجح تھیں پھر جب رواج بدل جائے تو رواج ہی کا اعتبار ہوگا وخرج علیہ عدی آندی استقرض الدرہم عدد او بیع الدینق و ذناتی زمانہ یعنی بتلا اور ابو یوسف  
کے قول پر عدی آندی نے استخراج کیا ہے درہم کا فرض لینا گن کر اور بیع کے کی ہمارے زمانے میں اسکے مانند سے تو لکر میں ہی درہم ذنی ہیں اور اعلیٰ تو جواز استقرض درہم  
اور آئی کی بیع اشکی مثل سے تو لکر جائز نہیں مگر عرف کے اعتبار پر اور بھی توجیہ جواز استقرض پر ہو سکتی ہے کہ باعتبار عادت کے درہم کے وزن میں اختلاف نہیں ہوتا فتاویٰ مالگیری



میں تانا رغانیہ سے مع سقراض و درہم کن کر وارد ہو اور فیثیمین ہا یوسف سے منقول ہو کہ استقراض حق تو لکر جائز ہی اگر لوگوں میں رواج ہو اور اسی پر فتویٰ ہے  
 تو اب سعدی آفندی کے استخراج کی کچھ حاجت نہ ہی کذانی لفظاوی دینی الکافی الفتوی علی عادیۃ الناس محررہ المصنف اور کافی میں وارد ہو کہ لوگوں کی عادت پر  
 فتویٰ ہی کذانی البور و مصنف نے اپنی شرح میں اسکو ثابت رکھا ہوم کافی کے فتویٰ کے موافق ہندوستان میں گیہوں کا بدلنا گیہوں سے اور جو کچھ سے تو لکر جائز ہی  
 کیونکہ کیل بیان راجح نہیں وزن ہی مرخ ہی و اللہ تعالیٰ اعلم والمعتبر تعیین الربوی فی غیر الصرف و صوغ ذہب نفضہ بلا شرط تقابض حتی لو باع برابر  
 بعینہا و تفرقا قبل القبض جاز خلافا للشافعی فی بیع الطعام اور مال ربوا کا تعیین ہونا معتبر ہی غیر صرت میں اور سونے چاندی کے برتن اور زیور کے غیر میں  
 بلا شرط تقابض کے تو اگر گیہوں گیہوں سے بیچے معین کر کے اور بائع اور مشتری متفرق ہوے قبل قبض کے تو جائز ہے بخلاف امام شافعی کے بیع طعام  
 میں تو واحد ہا دینا فان ہوا الثمن و قبضہ قبل التفرق جاز اور اگر احد البدین دین ہو تو اگر وہ ثمن ہو اور اس پر قبضہ کرے قبل تفرق کے تو بیع جائز ہی ہوم مثلاً  
 گیہوں کو گیہوں سے بیچا اور ایک دین ہے تو اگر وہ ثمن ہو یعنی مدخل با جبارہ ہی اس طرح کہ (بعت منک ہذا النقیض من الخیضہ بقیض خیضہ) اور جو مدخل با جبارہ نہیں  
 وہ بیع ہی قبضہ اس واسطے شرط جاز ہوا کہ دین متعین نہیں ہوتا مگر قبض سے والا البیوعہ بالیس عندہ سراج اور اگر دین ثمن ہو بلکہ بیع ہو تو بیع جائز نہیں کیونکہ یہ بیع اس  
 چیز کی ہی جو اس کے پاس نہیں کذانی السراج و جبر مال الربوا الا حقوق العباد و رویہ سوا اور ربوا کا کھرا مال اور کھونٹا برابر ہے اور حقوق عباد میں کھرا  
 کھونٹے کے برابر نہیں ہم ربوا میں کھرا کھونٹا اس واسطے برابر بٹھرا اگر جودت اور وراثت کا تفاوت معتبر ہو تو بیع کا باب بند ہو جائے اس واسطے کہ خیر گیہوں دوسرے  
 گیہوں کے مثل نہیں ہو سکتے ہر وجہ سے اور اس واسطے کہ وصف کو عت میں تفاوت شمار نہیں کرتے اور اس واسطے کہ حدیث میں وارد ہی (جید ہا در دیہا سوا) کذا  
 فی لفظاوی پھر جب کھرا مال اور کھونٹا برابر بٹھرا تو ایک کی بیع دوسرے سے کم زیادہ کر کے جائز نہیں مال ربوا کی قید اس واسطے لگائی کہ حقوق العباد میں جودت وراثت  
 کے برابر نہیں تو اگر زید خالہ کا مال تلف کر گیا تو اس کے برابر مقدار اور جودت میں زید پر دینا لازم آویگا اگر مال مثلی ہو والا قیمت اسکی لازم ہوگی ولیکن مستحق جودت بقصد  
 بیع ہوگا کذانی لفظاوی الا فی مال وقف و تمیم و مریض دینی القلب لربن اذا انکسر اشباہ مگر چار مسائل میں مال ربوا کی جودت اور وراثت برابر نہیں وقف اور  
 تمیم اور مریض کے مال میں اور گروی یک لکھ کنگن میں جبکہ وہ ٹوٹ جائے کذانی الاشباہ مال وقف کو مال تمیم سے صاحب عمر نے لہج کیا ہی بطریق بحث کے تو اگر وہی ہونے  
 کے مال سے ایک قیض جید گیہوں ردی گیہوں کی قیض سے بیع کرے تو جائز نہیں اور اگر مریض قریب الموت جید گروی سے بیع کرے تو یہ تصرف ثلث مال میں نافذ ہوگا یعنی  
 برایت حق و رتہ اور اگر گروی کنگن مرتن کے پاس ٹوٹ کر قیمت ہو جائے تو مرتن پر قیمت غیر منکر کا ضمان لازم آویگا کذانی لفظاوی و باع فلو ساء بمثلہا او بدر اہم او  
 ونا یر فان نقد احدہما جاز فان تفرقا بلقبض احدہما لم یجز کم الفلوس کو بیجا فلوس سے یا در اہم یا دنائیر سے پھر اگر احد البدین کو نقد دیا تو جائز ہی اور اگر بائع اور مشتری  
 متفرق ہوے بلا قبض احد البدین کے تو بیع جائز نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا ہم حادی میں ہو کہ بیع مذکور اس واسطے صحیح ہی کہ بیع الفلوس بالفلوس میں اور بیع الفلوس باحد نقد  
 میں تقابض شرط نہیں چنانچہ کلام قدوری سپر دالت کرتا ہی اور کلام محمد امین غلغلت ہوا نقی اور بیع الفلوس بالفلوس میں شرط تعیین مذکور ہو چکا نہ قبض کذانی علی گسا جاز  
 بیع لحم حیوان ولو من جنسہ لانہ بیع الموزون بالیس بموزون فیوز کیف ما کان بشرط تعیین مالیتہ فلا یمسح جائز ہی بیع گوشت کی جانور سے اگر چہ گوشت جانور کے جنس سے  
 ہو مثلاً گائے کا گوشت گائے یا بیل سے بیع کرے تو جائز ہی کیونکہ یہ بیع وزنی چیز کی ہی غیر وزنی سے تو جائز ہی جسطرح سے کہ ہو برابر یا کم بیش بشرط تعیین کے اور بطریق  
 نسبیہ تو جائز نہیں ہم اگر گوشت جانور کی جنس سے ہو تو ظاہر ہی کہ اتحاد جنس میں تاخیر حرام ہے اور اگر خلاف جنس سے ہو گا گائے کا گوشت بکری سے بیع کرے تو اگر نسبیہ  
 بکری میں ہی تو یہ سلم ہی حیوان میں اور اگر اس کے بدلے میں ہی تو یہ سلم ہی گوشت میں حالانکہ حیوان اور لحم دونوں میں سلم جائز نہیں بشرط محمد زیادۃ المجانس اور محمد نے شرط  
 کیا ہی زیادہ ہونا جنس کا ہم جنس سے گوشت مقطوع مراد ہے تاکچہ گوشت جانور کے گوشت کے مقابل ہو اور کچھ گوشت اس کے جگہ اور طمان غیرہ کے مقابل ہو  
 والا ربوا ثابت ہوگا کذانی علی و لو باع مذبوہ بکتیہ اور مذبوہ جاز اتفاقا کذا المسلمون ان تساوا ووزنا ابن ملک و دارا و بالسلوۃ المفصولۃ عن السقطہ کترت

ب  
قلب



واسع و اگر نہ ہو جانا اور کو زندہ جانور سے یا مذبح سے بچا تو باتفاق بخین اور محمد کے جائز ہے اور اسے طرح کھال دھیرے دو جانوروں کی باتفاق سے جائز ہے اگر دونوں وزن میں برابر ہوں کذا ذکر ابن ملک اور طحاوی نے مسلوخ سے اس جانور کا ارادہ کیا اور جھڑی اور قریبوں وغیرہ سے جدا ہو کر انی البحر عم طحاوی نے کہا کہ بحر الرائق میں ضمیر اراد طحاوی کی طرف راجع ہو شایع کو مناسب تھا کہ اسکا کلام ذکر کرنا تا اسکا ربط اس سے ہو جائے تا مع انفاز میں ہو کہ سقط لفتحین وہ ہے جسیر گوشت کا نام منطبق نہیں ہونا چنانچہ کھال اور جھڑی اور تریبان اور تلی و کما جائز ہے کہ اس لفظ قطن وغزل مطلقاً کیف ما کان لا خیاراً لہما جنسا اور جیسے جائز ہے بیع روئی کے کپڑے کی روئی اور سوت سے مطلقاً جس طرح سے ہو برابر یا زیادہ بسبب مختلف ہونے دونوں کے باعتبار جنس کے یعنی سواسطہ کہ کپڑے بعد نقص کے سوت اور روئی نہیں ہوجاتا کذا فی البحر مبیع قطن بغزل قطن فی قول محمد وہو الاصح حاوی جیسے روئی کی بیع روئی کے سوت سے جائز ہے مطلقاً محمد کے قول میں اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الحاوی والقدسی فی القنیۃ لا بأس بغزل قطن ثياب قطن بیدار یا لہما لیسوا بموزون ولا جنسین وکذا لک غزل کل جنس بشیابہ اذا لم یوزن اور قنیۃ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں روئی کے سوت کی بیع میں روئی کے کپڑوں سے دست بدست سواسطہ کہ دونوں موزون نہیں ہوزیادتی جائز ہوا اور دونوں مختلف الجنس نہیں کہ دست بدست شرط ہوا اور اسی طرح مطلقاً دست بدست جائز ہے بیع جنس کے سوت کی اس کے کپڑے سے بشرطیکہ سوت موزون نہ ہوتا ہو ہم مسئلہ سابقہ سے معلوم ہوا کہ سوت اور کپڑے مختلف الجنس ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کی بیع دوسرے سے بطریق نسبی بھی جائز ہو سکتی قنیۃ کا قول اقرب بقول ابی ہریرہ کہ لفاضل جائز ہے نہ تاخیر کذا فی الطحاوی عن ابوہریرہ مبیع رطب برطب تم تماثل کیل الا ذرنا خلافاً للینی فی الحال لا المال خلافاً لہما فلو بیع جائزہ او موازنہ لم یجر انفاساً ابن ملک اور حیا نے جائز ہے بیع تر کجور کی تر کجور سے اور خشک کجور سے برابر برابر کیل کی رو سے نہ وزن سے بخلاف عینی کے کہ وہ تامل وزنی کا قائل ہے امام کے نزدیک ولسای رطب کی مقرر سے فی الحال شرط ہے نہ انجام کار میں بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک فی الحال کی تسادی کافی نہیں پھر جب تامل کی شرط ہوا تو اگر بیع بطور تخمین اور موازنہ ہوئی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں کذا صحیح ابن ملک صاحبین اور باقی ائمہ ثلثہ کے نزدیک رطب کی بیع مقرر سے سواسطہ جائز نہیں کہ رطب کم ہوجاتا ہے خشک ہو کر انجام کار میں اور امام عظیم کے نزدیک مساوات عقد کے وقت معتبر ہے اور ثانیاً حال کا کم ہوجانا مساوات فی الحال کا مانع نہیں بشرطیکہ موجب اسکا امر خلقی ہو مساوات کیلی سواسطہ بالاتفاق شرط ہوئی کہ تخمین اور وزن سے مساوات معلوم نہیں ہوتی سواسطہ کہ ایک چیز دوسری چیز سے بھاری ہوتی ہے ترازی میں اور پیانے میں ہلکی ہوتی ہے کذا فی الطحاوی امام اعظم جب بغداد میں وارد ہوئے تو اہل حدیث نے سوال کیا کہ رطب کی بیع مقرر سے جائز ہے یا نہیں امام نے کہا کہ دعوا علی خالی نہیں کہ رطب مقرر ہے یا نہیں اگر مقرر ہے تو عقد جائز ہے بدلیل حدیث التمر بالتمر اور اگر نہیں ہے تو بھی فقہ جائز ہے بدلیل حدیث اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف ما شئتم بطل حدیث نے وہ حدیث وارد کی جو بوطا اور سنن اربعہ میں زید بن عیاش عن سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال ہوا خرید کرنے تم کا رطب سے تیار شاد ہو کہ رطب کیا کم ہوجاتا ہے خشک ہو کر لوگوں نے کہا ہاں تو اس سے ہکو منع فرمایا انقی امام عظیم نے جواب دیا کہ اس حدیث کا مدار روایت زید بن عیاش پر ہے اور زید بن عیاش کی حدیث مقبول نہیں بعضوں نے یوں جواب دیا ہے کہ بر تقدیر صحت سند حدیث مذکور بیع کی بطریق نسبی مراد ہے سواسطہ کہ بودا اور حاکم اور دارقطنی اور طحاوی نے شرح معانی الآثار میں بھی بن کثیر سے روایت کی کہ ابو عیاش نے جب کا نام زید بن عیاش ہے سعد بن ابی وقاص سے سنا دینی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن بیع الرطب بالتمر نسیۃ یعنی منع فرمایا بیعنا رطب کا مقرر سے بطریق تاخیر کے تمام فی فتح القدر و عن ابن عمر بسبب تماثل کذا لک حیا نے جائز ہے بیع تر کجور کی تر کجور سے یا خشک کجور سے برابر برابر سیرطح یعنی فی الحال نہ فی لمان کذا کل ثمرۃ تجف کتین و ران بعل رطباً بوطباً او بیاباً او رطباً جو بھل کہ خشک ہوا چنانچہ اخیر اور انار اور اسکا تر بیجا جائے تر سے اور خشک سے کبیر برطباً او مبلولاً بثلثمہ وبالیا بس جیسے جائز ہے بیع تر یا بھلے گہوون کی اپنی مثل سے اور خشک سے کذا صحیح تراویسب منقوع بثلثمہ او بالیا بس نہما خلافاً لہما علی اور سیرطح جائز ہے بیع بھلے خشک کجور یا انکور کی اس کے مانند سے یا دونوں کی خشک سے بخلاف محمد کے کذا فی الزیلعی کذا لک نزدیک حنظلہ یا بسہ کی بیع مبلولہ سے جائز نہیں بشرط تفاخ والا جائز ہے کذا فی الطحاوی عن خلاصۃ فی العنازیۃ کل تفاوت علی کا رطب بالتمر و جدید اردی فریساتظ

غزل بخین میں جنس نہیں ہوتا اور اس سے بیع سواسطہ جائز ہے

کندم خشک ۱۲ پھر لانا ۱۲

الاعتبار کل تفاوت بصنع العباد کا محطہ بالذوق والخطۃ المقلیۃ غیر بالفسد کی سببی اور غنایہ میں ہر کہ جو تفاوت پیدا ہوتی ہے چنانچہ تزکیہ اور خشک اور عمدہ اور ناقص  
پس وہ ساقط الاعتبار ہے یعنی ان میں تفاضل جائز نہیں اور جو تفاوت کہ آدمیوں کے فعل سے ہے چنانچہ گیہوں کی بیج اٹے سے اور بچنے گیہوں کی بیج بن گھنے سے  
فسد ہے چنانچہ اگے مذکور ہو گا و کسب محوم مختلفہ ببعض تفاضل ایہا بیدارہ حیثیہ کر بیع محوم مختلفہ کی بعض کی بعض سے زیادہ کر کے دست بدست  
م محوم مختلفہ میں تفاضل جائز ہوا بسبب اختلاف جنس کے اور دست بدست کی شرط ہوتی بسبب تفاوت قدر کے و لیکن بقر و غنم اور جائز بیع گائے کے دودھ کی بخرط  
برکی کے دودھ سے بڑھا کر دست بدست بخلاف برکی اور بخرط کے دودھ کے کہ ان میں تفاضل جائز نہیں کہ دونوں ایک ہی جنس میں کذا فی الطحاوی و خل و قیل بفتح یاء التثنیۃ  
فحصہ باعتبار الوحدۃ بخل غنم اور جائز ہے ناقص کھجور کے سر کے کی بیج انگوری سر کے سے بڑھا کر قیل بفتح دال قات عبارت ہے ناقص کھجور سے سلو مخصوص بزرگ کیا  
باعتبار عادت کے یعنی ہر کھجور کے سر کے کا یہی حکم ہے لیکن عادت خلق یہ ہے کہ ناقص کا سر کہ بناتے ہیں انہذا فقط سلو مذکور کیا و ثم یطبخ بالیتیم الفع الیسیرہ العوام لیسرہ و ثم اور جائز  
ہو بیع پیٹ کی چربی کی ربنے کی چکیتی سے یا گوشت سے اگر چہ ربنے کا گوشت ہو کذا فی الطحاوی و الیسیرہ الفع وہ ہے جسکو عوام عرب الیسیرہ کہتے ہیں و غیر ذلک من بیعہ و یطبخ و قیل  
اور جائز ہوتی کی بیج گیہوں اور اٹے سے اگر چہ گیہوں کی روٹی اور گیہوں کا آٹا ہو تو بھی زیادتی جائز ہے اس واسطے کہ روٹی بسبب فعل عباد کے دوسری جنس ہوگی کیل  
زہی بخلاف گیہوں اور اٹے کے کہ وہ دونوں کیل میں تو قدر اور جنس دونوں مفقود ہیں یہاں تک کہ بیع بطریق نسبیہ بھی جائز ہو کذا فی الطحاوی عن الجوزیت بیع غیر مطبوخ و  
دھن مری بالنسب غیر المرئی منہ متفاضلا اور ذائقہ کان لا اختلافات جنسا فلوا اذ لم یجز متفاضلا الا فی لحم الطیر لانہ لا یوزن عادیۃ حتی یوزن لحم بقر یطبخ اور جائز ہے بیع ذوزن  
پختہ کی غیر پختہ سے اور روغن بفتہ کی روغن سادہ سے بڑھا کر یا تو لکڑی طرح سے ہو بسبب مختلف ہونے انکی اجناس کے یعنی محوم مختلفہ سے لیکر روغن بفتہ تک کی بیج میں  
تفاضل اس واسطے جائز ہو گا کہ اجناس مختلفہ ہیں اگر متحد الجنس ہوں تو تفاضل جائز نہیں مگر خرچوں کے گوشت میں باوجود اتحاد جنس تفاضل جائز ہو کیونکہ انکا گوشت بوزن  
نہیں رواج میں اگر اسکا بھی تولد راجح ہو تو تفاضل جائز نہیں کذا فی الرلیعی و فی الفتح لحم الذجاج والاوز و زنی فی عادیۃ مصر فی النہر لعلہ فی زمنہ اما فی زمانہ انما حاصل  
ان الاختلاف باختلاف الاصل والقصد و تبدل الصفۃ فلیحفظ اور فتح القدر میں ہے کہ مرغی اور بطخ کا گوشت وزنی ہے مصر کی عادت میں اور نہ اتفاق میں ہے کہ  
شاید وزنی ہونا اس کے زبے میں ہو گا چارے زبے میں تو مصر میں وزنی نہیں اور خلا صد یہ ہے کہ اختلاف جنس کا اصل کے اختلاف سے ہے یا اختلاف مقصود سے یا تبدل  
صفت سے سلو یاد رکھنا چاہیے ہم اختلاف اصل چنانچہ گائے کا گوشت برکی کے گوشت کے ساتھ اور اختلاف مقصود چنانچہ چربی اور ربنے کی چکیتی میں اور تبدل صفت چنانچہ زیت  
مطبوخ غیر مطبوخ کے ساتھ و جاز الا فری و الخیر نسیتہ یعنی در راجح ذاتی بشرط مسلم حاجہ الناس و الا و ما المنع اذ قلما یقبض من جنس سببی اور جائز ہے ایہ صورت یعنی روٹی کی بیج  
گیہوں اور اٹے سے اگر چہ روٹی کی تسلیم میں تاخیر ہو اسی کا قوی ہے کذا فی الدررینی تاخیر اسوقت جائز ہے جب سلم کی شرط پوری ہو جائے فتویٰ ہو اور بسبب حادث آدمیوں  
کے اور زیادہ تر اعتیاد سے مسلم جنس اس واسطے کہ کتر قبض واقع ہوتا ہے سببی کی جنس سے ہم یعنی اکثر ہوتا ہے کہ سلم ہوتا ہے گیہوں کی روٹی میں اور قبض جو کی روٹی ہوتی ہے  
تو ہمیں استہدایا مسلم فیہ ہوا اس کے قبضہ ہونے سے پہلے اور یہ جائز نہیں ذنی القہستانی معنی بالخیر انہ الا حسن ان بین قائما متلا من الخباز بقدر ما یرید من الخبز و یجیل  
الخبز الموعود بصفتہ معلومہ تراحتی بصیر دینانی ذمہ الخباز و سلم الخاتم ثم یسعی الخاتم بالبر اور قستانی میں خزانہ سے منقول ہے کہ بہ طریقہ گیہوں کے سلم کرنے کا روٹی میں یہ  
ہے کہ مثلاً انگوٹھی بیجے نانباہی سے بقدر ادر روٹی کا اور اس روٹی کو دو حصوں بصفہ میں ہوش قرار دے تاکہ وہ نانباہی کے ذمے پردین ہو جاوے اور انگوٹھی سلو  
تسلیم کرے پھر انگوٹھی گیہوں سے خرید کرے یعنی اس طریق سے شرعا سلم شرط ہونگی و فیہ معنی باللہ صراحت یجز المسلم فی الخبز و ناو کذا عدد او علیہ الفتویٰ و سببی جواز استقر احسن  
ایضا اور قستانی میں حضرت سے منقول ہے کہ سلم جائز ہوتی میں تو لکڑی اور اس طرح لکڑی اور اسی پر فتویٰ ہے اور روٹی کا جواز استقر افس مذکور ہے کہ سلم کا ہی از روٹی  
میں لکڑی قستانی میں کو نہیں علاوہ اس کے روٹی بعد و منضبط نہیں تو سلم کو نکرو صحیح ہوگی اور حاشیہ ابو سعید میں نہر الفائق سے منقول ہے کہ روٹی میں سلم ابو سعید  
کے نزدیک جائز ہے کیونکہ وہ وزنی ہے ان کے نزدیک تو سلم جائز ہے بشرط وزن اگر چہ رواج شمار کا ہو کذا فی الطحاوی و جاز بیع اللبن بالخبز باختلاف التماحد

ولاسم حلوی اور جائز ہو دوسرے کا بیچنا پیر سے بسبب اختلاف مقاصد اور اختلاف نام کے کذا فی الاموال لا يجوز بیع البر بدیق او سويق ہوا بخروش ولا بیع دقین  
 بسويق مطلقا دونسا ویا عدم السوی فی جم سببہ الربو اخلاقا لہما جائز نہیں گیون کی بیع گیون کے آٹے یا اس کے ستوسے اور نہ بیع آٹے کی ستوسے کسی طرح اگرچہ  
 دونوں برابر ہوں ہواسطے کہ دونوں کا برابر کرینے والا کوئی پیمانہ نہیں تو بیع حرام ہی بسبب شہد ربوا کے بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک آٹے کی بیع ستوسے بسبب اختلاف  
 نام اور اختلاف مقصود کے جائز ہو دست بدست مگ گیون کی بیع آٹے یا ستوسے امام کے نزدیک مطلقا جائز نہیں تفاسل ہواسطے جائز نہیں کہ دونوں جنس واحد ہیں  
 کیونکہ آٹا دیتو گیون کے اجزا ہیں اور ساوی ہواسطے جائز نہیں کہ معیار دونوں میں کیل ہو اور کیل سے تسویہ نہیں ہوسکتا کیونکہ گیون پیسے سے زیادہ ہوجاتا ہو واما بیع  
 الدیق تساو یا کیلا اذا کان کیوسین فبائز اتفاقا ابن ملک کی بیع سويق بسويق دھنہ مقلیہ تعلیہ واما المقلیہ لہما فاسد کما مر اور بیع آٹے کی آٹے سے برابر پیمانہ کر کے بشرطیکہ  
 دونوں کو پیمانے میں داب داب کر پھر ہوا تو جائز ہی باتفاق امام اور صاحبین کے کذا مر ابن ملک جیسے ستو کی بیع ستوسے اور جیسے گیون کی بیع جیسے گیون سے جائز  
 اور جیسے گیون کی بیع غیر جیسے سے تو فاسد ہی چنانچہ گذر گیا مہونے سے گیون ہلکا ہوجاتا ہی لہذا اسکی بیع غیر جیسے سے فاسد ہی طحاوی نے زیلی سے نقل کیا کہ اگر آٹا  
 آٹے سے بیچے تو اگر تو سیمین دروایتین ہیں ولا الزیتون بزیت و اسلم محل عملہ الشیخ حتی یکون الزیت و اسلم محل العمل لکن تدرک لہ  
 والرائد بالتفصل وکذا کل ما لتفلیحہ کجوزیدہ ولین سببہ و غنہ بعصیرہ فان لا قیمتہ لہ کبج تراب ذہب بذہب فسد بالزیادۃ لربوا افضل اور جائز نہیں زیتون کی  
 بیع روغن زیتون سے اور نہ تل کی بیع بیٹھے تیل سے یہاں تک کہ روغن زیتون اور تیل زیادہ تر ہو پس روغن سے جو زیتون اور تل میں ہے تاکہ روغن کی مقدار  
 روغن کے مقابل میں ہو اور روغن زائد کھلی کے مقابل ہو اور اسی طرح حکم ہی ہر ایک اس چیز میں جسکی کھلی اور کھوجر کی قیمت ہو جیسے اخروٹ کی بیع اس کے تیل سے  
 اور دودھ کی اس کے گھی سے اور انگور کی اس کے شیر سے سو اگر کھوجر کی قیمت ہو جیسے زرد آلو مٹی کی بیع سونے سے تو بیع فاسد ہی سونا زیادہ ہونے  
 سے بسبب زیادتی بیاج کے ولستقرض النجز و زنا وعدوا عند محمد و علیہ الفتوی ابن ملک فاستحسن الکمال و اختارہ المصنف تسیر اور ردی قرض بیجائے تول کر  
 اور گن کر چھوڑ کے نزدیک و راسی ہفتوی ہی کذا ذکرہ ابن ملک اور مستحسن جانا ہی اسکو کمال الدین نے اور پسند کیا ہی معنی نے اپنی شرح میں آسانی کے واسطے  
 دلی الجتیبہ بیع عینا تقدیر عین سیمتہ جائز ہو کسہ لادجاز بیع کسیر اتہ کیف کان اور مجتہب میں ہو کہ ایک نقد ردی بیجی ادھار دکر دیتوں سے تو جائز ہے اور بالعکس  
 اس کے بیچے نقد دور دیتوں کی بیع ایک ردی ادھار سے جائز نہیں اور ردی کے کھروں کی بیع ہر طرح جائز ہی یعنی نقد اور سید و عبدہ دلورہ والا کتا  
 اور بیاج نہیں در بیان مولیٰ اور اس کے غلام کے اگرچہ غلام بدر ہونہ مکاتب ہم غلام کا مال ملوک ہو مولیٰ کا بیع بیاج ہے یہاں ربوا کو کیا دخل ہو بخلاف مکاتب کے  
 کہ وہ بیجائے حوکے ہی بیع اور تصرف کی راہ سے اذالم یمن دینہ مستغرقا لقیمتہ و کسبہ فلو مستغرقا تحقیق الربو اتفاقا ابن ملک غیرہ لکن فی البحر عن العراج تحقیق  
 الاطلاق و انما یرد الزائد لا للربو بل لتعلق الغرا غلام اور لیان کے ما بین ہوقت بیاج نہیں جبکہ غلام کا دین اسکی ذات اور کالی کو مستغرق نہو سو اگر مستغرق ہو  
 تو بیاج ثابت ہوگا بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ لیکن بحر الق میں معراج سے منقول ہے کہ تحقیق اطلاق ہی معنی س طرح بیاج نہیں خواہ اسکا دین مستغرق ہو یا نہو  
 اور غلام دیوں کا زائد مال جو پھیر دیا جاتا ہی تو بیاج کے سبب سے نہیں بلکہ قرض ہوا ہون کے حق متعلق ہونے سے ولا ربوا بین تغا و غنین و شرعی عنان اذا  
 تبایعا من مالہای مال الشکرۃ زلیعی اور بیاج نہیں دو متفادض اور عنان کے دو شرکیوں میں جبکہ دونوں نے خرید فروخت کی ہو شرکت کے مال سے  
 کذا فی الزیلی ہم قید مذکور شرکت عنان میں ہواسطے کہ متفادض کے پاس مال شرکت کے سوا کوئی مال مستقل نہیں دونوں صورتوں میں بیاج ہواسطے ثابت  
 نہیں کہ شریک اور بیع میں دونوں شریک ہیں تو احد الوضین کا فضل اس کے ملک سے بیاج نہیں ہوتا کہ ربوا متحقق ہو ولا بین حربی و مسلم متان لہ بقصد فاسد و قمار تمہ  
 لان ما فیہ بیاج فخل بوضاہ مطلقا بلا غدر خلا فاللثانی والثالثہ اور بیاج نہیں کافر حربی اور اس مسلم میں جو حربیوں کا ستامن ہی اگرچہ عقد فاکر یا قمار بازی سے ہو بیاج  
 نہیں وہاں یعنی دار الحرب میں ہواسطے کہ حربی کا مال ارا حرب میں بیاج ہی مانند صل و صدقہ کے تو حلال ہوگا اسکی وصا مندی سے ہر طرح بدون غا بازی کے بخلاف بویوسف

ذات بین ہذا  
 اور بیاج نہیں ہوا  
 بیع بیاج نہیں ہوا  
 اور عنان کا بیع بیاج نہیں ہوا  
 بیع بیاج نہیں ہوا



اور ائمہ ثلاثہ کے ہم حلت رہا اور دار الحرب کی قید ہوا اس لئے لگائی کہ اگر کافر حربی دارالاسلام میں آویگا اور مسلمان سے ایک درم عوض دو درم کے بیع کرے تو بالاتفاق جائز ہوگا اور اباحت مال حربی کی تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ بیع شہوت نہیں جبکہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اور حالانکہ بیع عام ہو خواہ زیادت مسلم کی طرف سے ہو یا حربی کی طرف سے اور جواب مسئلہ حلت دونوں صورتوں کو شامل ہے کذا فی الطحاوی فتح القدر میں ہے کہ ابویوسف اور ائمہ ثلاثہ کی یہ دلیل ہے کہ نصوص حرمت رہا مطلق ہیں خواہ دار الحرب میں رہا ہو یا دارالاسلام میں اور طرفین کی دلیل یہ حدیث ہے کہ (لا رہا بین مسلم و کافر حربی فی دار الحرب) اور یہ حدیث غریب ہے بسو طمین کہا کہ یہ حدیث کھول کی ہے اس لئے سے ہے اور کھول فقہی اور ایسے شخص کی مرسل حدیث مقبول ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ قبل ہجرت جب سورہ روم نازل ہوئی تو صدیق نے غلبہ روم کی فاریس پر شرط کی تھی مشرکین کے سے اور حکم صاحب شرح مال شرط کا زیادہ کر دیا تھا پھر جب اہل دم فارس پر غالب ہوئے تو صدیق نے مال شرط مشرکین کے سے لیا اور یحییٰ بن عمار نے کہا کہ شہوت دار الحرب تھا اور تیسری دلیل یہ ہے کہ مال اہل حرب بیع ہو بشرط عدم غدر اور اطلاق نصوص کامل مخطور میں ہے نہ مال بیع میں اور علماء نے نہ سبب دین میں التزام کہا ہے کہ حلت رہا اور فارس سے فقہا کی مراد وہ ہے کہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اگرچہ اطلاق جواب اس کے مخالف ہے انتہی مافی النفع لمنصہ حکم میں مسلم فی دار الحرب لم یباح کفری فللمسلم الریاضہ خلاف الامالان بالمعنی معصوم فلو باجر الینا ثم عاد الیم فلا رہا بالاتفاق وہ ہرہ قلت ومنہ لیم حکم من سلمتہ ولم یباح اور جو حربی مسلمان ہو گیا دار الحرب میں اور اسے دارالاسلام کی طرف ہجرت نہ کی اسکا حکم حربی کے مانند ہے تو مسلم کو اس کے ساتھ بیع درست ہے بخلاف ابویوسف اور شافعی کے ہوا سبب کہ اسکا مال قبل ہجرت کے معصوم نہیں اگر اسے ہجرت کی ہاری طرف بعد اس کے پھر گیا اہل حرب کی طرف تو رہا بالاتفاق نہیں کذا فی الجوهرة میں کہتا ہوں مصنف کے قول سے معلوم ہو گیا حکم ان دونوں شخصوں کا جو دار الحرب میں مسلمان ہوئے اور دارالاسلام کی طرف انھوں نے ہجرت نہ کی کیونکہ دونوں حربی کے مانند ہیں حکم میں ہم یہ جو شارح نے جوہرہ سے نقل کیا کہ در صورت اسلام و ہجرت رہا نہیں ہو غلط ہے ٹھیک یہ ہے کہ اس صورت میں بالاتفاق رہا جائز نہیں چنانچہ منع انفار میں ہے کذا فی الطحاوی اور ایسی طرح ہر اتفاق میں ایضاً کربالی سے منقول ہے کہ جب اسے ہاری طرف ہجرت کی اور پھر گیا انکی طرف اس کے ساتھ بیع جائز نہیں ہوا حاصل ان الریاضہ احرام اللہ ہذا اثنتہ مسائل در خلاصہ یہ ہے کہ بیع حرام ہے مگر ان چھ مسئلوں میں حرام نہیں ہم صواب یہ تھا کہ شارح چھکی جگہ بیع کہتا مباح ہے کہ ساقط کر کے ایمان کو اپنے غلام کے ساتھ ۴ و شریک مفادض ۳ و شریک عثمان ہم مسلم کو حربی کے ساتھ دار الحرب میں ۵ مسلم کو اسکے ساتھ جو دار الحرب میں مسلمان ہوا اور اس نے ہجرت نہ کی اور اگر وہ مسلم غیر مہاجر کو مسلمہ سادہ فرار دیکھے تو صحیح ہے و اللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الطحاوی

ملک جمع ملک اور  
 حدیث مسلم وہ صحیح ہے  
 انھیں صحت علی انھیں  
 علیہ السلام  
 روایت کرے اور صحیح  
 کا واسطہ دیکھ کر

الست  
 باب الحقوق

باب الحقوق فی البیع

اخر ہا بیعتنا و بیعتہ تربیب البیوع الصغیر یہ باب بیوع کے حقوق میں مصنف اس باب کو مسائل بیع کے پیچھے لایا بسبب تابع ہونے حقوق کے اور بسبب اقبل ترتیب جامع صغیر کے ہم حقوق جمع ہی حق کی در اصطلاح فقہ میں حق وہ ہے جو بیع کا تابع ہو اور بیع کے واسطے ضروری ہو اور مقصود نہ ہو مگر بیع کے سبب چنانچہ راہ وغیرہ جو نہ مصنف کی جھڑکی جامع صغیر کی ترتیب کا التزام کیا ہے لہذا باب الحقوق کو بعد مسائل بیوع کے لایا والا قیاس یہ چاہتا تھا کہ اول کتاب البیوع میں قبل خیارات کے اسکو ذکر کرنا شری بہتیا فوقہ آخر لاری دخل فیہ العلو مثلثا بعین و لوقال بکل حق ہولہ او بکل قلیل و کثیر ما لم یضی علیہ لان الشی لا یستیع مثلہ خرید کی کو ٹھری جسپر دوسری کو ٹھری ہے تو اس خریدین بالا خانہ داخل ہوگا اگرچہ بائع نے بیع کے وقت بکل حق ہولہ یا بکل قلیل و کثیر کہا ہوتا وقتیکہ تصریح نہ کر دی بالا خانہ کے بیع کی ہوا سبب کہ چیز اپنی برابر وال چیز کی تابع نہیں ہوتی شارح نے کہا انھیں علو مثلثا بعین ہے یعنی بعین پر حرکات ثلاثہ جائز ہیں اور لام ہر حال ساکن ہے ہم دریافت کرنا چاہئے کہ میان دین چیز کا معلوم کرنا ضروری ہے بیت اور منزل اور دار کا بیت وہ ہے جسکی ایک چھت ہو اور شب باشی کے واسطے وہ بنا ہوا اور بیعتوں کے نزدیک بیت میں تو بیعت کا ہونا بھی شرط ہے اور حکم اسکا یہ ہے کہ بیت کی بیع میں بالا خانہ داخل نہیں ہوتا اگرچہ بکل حق ہولہ یا بکل قلیل و کثیر اسے کہا ہوا سبب کہ بالا خانہ بیت کے مانند ہے جو بیعت ہونے اور شب باشی میں اور شے اعلیٰ تابع ہوتی ہے نہ برام کی اور منزل بیت سے فوق اور دار سے کتر یعنی وہ مکان جو دو تین بیت پر مشتمل ہے جو میں بات دن دی رہتا



اور آسین باہر چھڑا اور باخانہ بھی ہوگا اسکا صحن غیر مستقیم نہیں اور آسین صطل نہیں اور دار نام ہو اس ساخت کا جس کے گرد و دیوار اور وہ مکان بیوت اور  
اصطلح ہو صحن غیر مستقیم پر مشتمل ہو کہ ذانی الفتح و کذا لا یدخل اعلو بشر منزل ہو الا اصطلح فیہ الا بکل حق ہو لہ و غیر افقہ ای حقوۃ کطریق دلوخہ و عند  
التانی المرافق الثلثہ اشباہ ادا سیطرہ بالاخانہ داخل نہیں منزل کی خرید میں منزل وہ جو صحن صطل نہیں مگر بکل حق ہو لہ یا بندہ مرافق البتہ بالاخانہ داخل خرید ہوگا مرافق سے  
مراد حقوق میں چنانچہ راہ وغیرہ اور ابو یوسف کے نزدیک مرافق سے منافع مراد ہیں کذا فی الاشباہ ہم مرافق جمع ہو مرافق کی کبھی معنی دفع نام مرافق عبارت میں توابع سے  
چنانچہ شرب اور سیل درحق وہ جو جمع کا تابع ہو اور بکل قلیل اور کثیر کا فہم بطریق مبالغہ مذکور ہوتا ہے تو تابع کا حق مع سے ساقط ہو جائے اسکی تحصیل چیزوں سے اور  
جامع انصوفین میں ہے کہ حقوق عبارت میں سیل در طریق وغیرہ سے بالاتفاق اور مرافق ابو یوسف کے نزدیک منافع دار میں اور ظاہر روایت میں مرافق حقوق ہیں کذا فی النہر  
اور بکل قلیل و کثیر ہو فیہ او مشتمل بالاخانہ منزل کی خرید میں داخل ہوتا ہے بکل قلیل کثیر ہو فیہ او منہ سے یعنی قلیل اور کثیر کہ منزل میں داخل ہو یا اس سے متعلق ہے  
وہ معنی ہے کہ منزل دار اور بیت دونوں سے مشابہ ہو لہذا بالاخانہ بذکر توابع داخل ہوگا دار کی مشابہت اور اگر ذکر توابع نہیں تو داخل ہوگا بیت کی مشابہت  
سے و یدخل اعلو بشر اور ان لم یندر شید اولو البتہ برابر اور نجیام اور قباب اور داخل ہوگا بالاخانہ دار کی خرید میں اگرچہ کچھ مذکور ہو یعنی بلا ذکر حقوق یا مرافق یا کل  
قلیل و کثیر بالاخانہ دار کی مع میں داخل ہو اگرچہ مکانات دار کے مٹی کے ہوں یا نیسے یا حراگاہ و ہذا تفصیل عرف الکوفۃ فی عرفنا یدخل اعلو بل ذکر فی الصور کما نفع و کافی  
سوارکان المبیع بتیانوۃ علو او غیرہ الادار الملک قسسی سرای نہر اور تفصیل بیت اور منزل اور دار کی بموجب رواج کوفہ کے ہے اور ہمارے عرف میں بالاخانہ داخل  
مع ہو جاتا ہے بدون اسکے ذکر کے سب صورتوں میں کذا فی الفتح و کافی خواہ بیت کے اوپر بالاخانہ ہو یا سولے اسکے گرد اور السلطان قسسی لہر ای ہے کذا فی النہر  
ہم شتا کردار ملک کا کلام سابق سے مرتبط نہیں اور یہ غلط پیدا ہوا نہر الفائق کی عبارت کے حذف سے عبارت اسکی یہ ہے (فی عرفنا یدخل من غیر ذکر فی الصور کما  
سوارکان المبیع بتیانوۃ علو او منزل کذا لکن کل مسکن لسی خانہ فی العجم و لو علو سوارکان صغیرا البتہ او غیرہ الادار الملک قسسی سرای قسسی) اور چونکہ اہل حکام کی عرف  
ہے تو ہر ایک قلم اور ہر زمانے میں وہاں کے لوگوں کا عرف معتبر ہوگا کذا فی اطلحاوی کما یدخل فی شرا دار الکینف و غیر الماد والاشجار القتی فی صحنہا و کذا  
البتستان اند داخل دان لم یصرح بذک عیسے داخل ہوتا ہے دار کی خرید میں باخانہ اور پانی کا کنواں اور وہ درخت جو طر کے صحن میں واقع ہیں اور سیطرہ داخل  
مع ہے وہ باغ جو گھر کے اندر داخل ہو اگرچہ اس کے معنی کی تصریح نہ کی ہو لہذا البستان الخارج الاکان صغیر شہا فیہ رجل تجاہد مثلا او اگر لہذا الا بالشرط لیلی یعنی داخل  
مع نہیں ہے باغ گھر کے باہر کا اگر اسوقت داخل مع ہے بطریق جمعیت کے جبکہ باغ گھر سے چھوٹا ہو اور اگر گھر کے برابر یا بڑا تو داخل نہیں مگر شرط سے کذا فی لیلی و لیلی  
و انطلت لا تدخل فی بیع الدار لیسما علی طریق فاخذت حکمہ الا بکل حق ونحوہ ہمارے قول ان فقہانی الدار تدخل کا علو اور حیثیت داخل نہیں ہوا گھر کی مع میں  
ہو اسلئے کہ اسکی بنا راہ پر ہوتی ہے تو اسے راہ کا حکم یا اگر گھر کے کل حق یا مانند اس کے چند کور ہو چکا البتہ حیثیت داخل ہوگا اور صاحبین نے کہا کہ اگر چھتے کا دروازہ گھر کے  
اندر ہی تو گھر کی مع میں داخل ہے بالاخانہ کے مانند و یدخل اباب الا عظمیٰ بیت او دار مع ذکر المرافق لانہ من مراعتھا خانیتہ اور بڑا دروازہ داخل ہوتا ہے  
اور دار کی مع میں ذکر مرافق کے ساتھ ہو اسلئے کہ دروازہ گھر کے مرافق میں داخل ہے کذا فی الخانیہ لا یدخل طریق و اسلئے شرب لا بکل حق ونحوہ مامر داخل  
مع نہیں راہ اور پانی کی جگہ اور پانی لینے کی باری مگر مانند کل حق سے جو مذکور ہو چکا یعنی بذکر مرافق یا کل قلیل و کثیر مع عدم دخول طریق سے طریق خاص اور جو  
انسان کی ملک میں ہے لیکن وہ راہ جو کوچہ غیر نافذہ کی طرف ہو وہ داخل مع ہے چنانچہ بحر الرائق میں معراج سے منقول ہے اور گھر کی راہ کا عرض اس گھر کے دروازے کے  
عرض کے برابر ہو اور طول اسکا شارع عام تک ہے چنانچہ قسستانی میں ہے اور سیل وہ مکان ہے جسے بارش وغیرہ کا پانی ہوتا ہے اور شرب کسروان سکون ثانی عبارت ہے پانی کے  
مع سے کذا فی اطلحاوی بخلاف اجات الدار الارض فتدخل بلا ذکر لانہا تعدل لانتفاع لا غیر بخلاف گھر اور زمین کے اجا سے کے تو طریق اور سیل اور شرب جاہر میں داخل ہو  
بلا ذکر حقوق اور مرافق کے ہو اسلئے کہ عقد جاہر انتفاع کیو اسلئے ہے نہ سولے اسکے یعنی زمین بلا طریق وغیرہ سے انتفاع حاصل نہیں بخلاف مع کے کہ زمین قطع نظر انتفاع کے ملک

نظا اور ہمارے عرف میں  
بالاخانہ داخل ہے دونوں  
میں بالافاضہ سب صورتوں میں  
زیر کی سب صورتوں میں  
خواہ معنی بیت ہو یا منزل  
کیونکہ بیت اور منزل  
میں سب صورتوں میں  
بیت یا چھڑا ہوا  
لیکن بادشاہ کے  
کمان کو اگرچہ باغ  
میں داخل ہے لیکن  
میں داخل ہے لیکن

کذا فی لیلی و لیلی

رقبہ بی مقصود ہو اور زمین والوقت خلاصہ اور بخلات زمین اور وقت میں طریق اور سبیل اور شرب بلا ذکر حقوق داخل میں لو  
 اقربا اور صالح علیہا او وصی بہا ولم یذکر حقوقہا و مراعاتہا لا یدخل الطریق کا بیع اور اگر ایک شخص نے گھر کا اقرار کیا کہ فلا نے کا ہی یا اسپر صلی کی یا اس گھر کی  
 وصیت کی کسی شخص کے واسطے اور اسے گھر کے حقوق اور مراعات ذکر نہ کیے تو راہ داخل ہوئی بیع کے مانند لا یدخل فی القسمہ وان ذکر الحقوق والمرافق الا بصی صریح نہ عن الفسخ  
 اور قسمت میں راہ داخل نہیں اگر حقوق اور مراعات مذکور ہوں مگر صریح رہا مندی سے کذا فی النہر عن الفسخ فی الخواشی لبعوثیہ یعنی ان کیوں زمین کا بیع اذ لا یقصد بہ الا نقل  
 قلت مجید لولا الخلفۃ المنقول کما و لفظ الخلفۃ و یدخل طریق فی زمین و الصدقۃ الموقوفہ کالجارۃ و اعتمدہ المعنی بتعالیہ اور خواشی لبعوثیہ یہ زمین ہی لائق یوں ہے کہ زمین  
 بیع کے مانند ہوا واسطے کہ ہوں سے انتفاع مقصود نہیں ہوتا میں کہتا ہوں کہ یہ کلام مجید ہو اگر اسکی مخالفت منقول سے ہوتی چنانچہ خلاصہ سے مذکور ہو چکا اور  
 عبارت خلاصہ یہ ہے اور داخل ہے طریق زمین اور صدقہ موقوفہ میں اجاے کے مانند اور اس قول پر مصنف نے اکتفا کیا ہے بجز الرائق کا تابع ہو کر نعم و منفی ان کیوں  
 البتہ و النکاح و الخلع و الخلق علی مال کا بیع والوجه فیہ لا یعنی انتہی بان لائق یوں ہے کہ بہہ اور نکاح اور خلع اور خلع بوجہ مال بیع کے مانند ہوا عدم دخول طریق میں اور وہ یہ سکی  
 محلی نہیں انتہی مافی النہر ہمہ وغیرہ میں استحداث ہے اس ملک کا جو سابق میں نہ تھی تو اشیاء مذکورہ مانند بیع ہوں تو مناسب ہے کہ ان میں بیع کا حکم جاری ہو کذا فی الخطاوی

باب الاستحقاق

باب الاستحقاق

ہو طلب الحق یہ باب ہے استحقاق کے احکام میں استحقاق لغت میں عبارت ہے طلب حق سے ہم اور استحقاق فقہ میں عبارت ہے ہو جانے شخص سے مستحق واسطے ایک  
 شے کے حق اس باب کا یہ تھا کہ تمام ابواب بیوع کے بعد مذکور ہونا کیونکہ عبارت بیوع و بیوع و بیوع سے بعد تمام ہونے بیع کے ولیکن جبکہ استحقاق حقوق سے مناسب  
 ہو لفظاً یعنی لہذا اس کے بعد مذکور ہوا کذا فی الخطاوی الاستحقاق لوعان احدہما مبطل للملک بالکلیۃ کا الحق والحرۃ الاصلیۃ و نحوہ کتبہ و کتابتہ  
 استحقاق دو قسم ہے ایک قسم مبطل ہے ملک کی بالکل چنانچہ حق اور اصل جرمین اور مانند اس کے چنانچہ بدبر اور کتاب ہونا ہم یعنی جبکہ یہ ثابت ہو کہ بیع غلام آزاد یا اصلی یا مذکور  
 یا کتابتہ ہو تو یہ استحقاق باطل اور شری کی ملک کا بالکلیۃ مبطل ہوتا ہے چنانچہ ناقلاً <sup>۱۱۱</sup> زمین شخص الی آخر کا الاستحقاق بہ ای بالملک بان ادعی زید علی بکر ان مانی یدہ من الختم  
 ملک نہ دبر میں اور قسم ثانی استحقاق کی ملک کی نقل کرنے والی ہے ایک شخص سے دوسری کی طرف چنانچہ ملک کے سبب مستحق ہونا اس طرح پر کہ زید نے بکر پر دعویٰ کیا کہ جو اسکے  
 قبضے میں غلام ہے وہ میرا ملک ہے اور اسپر گواہی گذرانی فالناقل لا یوجب فسخ العقد علی الظاہر لانه لا یوجب ابطالان الملک تو استحقاق ناقلاً فسخ عقد کا موجب نہیں بنا بر  
 ظاہر روایت کے ہوا اسطے کہ ناقلاً بطلان ملک کا موجب نہیں ہے یعنی عقد سابق مستحق کی اجازت پر وقت رہے گا اور تا عدم رجوع شری فسخ عقد نہ گا و المحکم حکم علی ذوی  
 الید و علی من تلقی ذوالید الملک منہ ولو یرثہ فیتقوی الی بقیۃ الی لایبایہ اشباہ فلا یتسمع دعوی الملک منہم للحکم علیہم اور استحقاق کا حکم کرنا یہ حکم ہے قابض پر اور شخص پر  
 جس سے قابض نے ملک حاصل کیا اگرچہ وہ شخص قابض کا وارث ہو تو یہ حکم باقی دار ثون تک متعدی ہوگا کذا فی الاشباہ و تمسوع ہوگا دعوی ملک کا شخص مذکورین سے  
 کیونکہ اپنے حکم ہو چکا یعنی جب حکم استحقاق بقیہ و نہ تک متعدی ہو تو اب کوئی وارث من حیث الارث دعوی نہیں کر سکتا بل دعوی انتہا بلکہ دعوی نتاج کا مسجع ہوگا  
 اس طرح پر کہ بالعیین میں سے کوئی بائع کہے کہ میں نہیں پھیرتا کیونکہ مستحق کا ذب ہوا واسطے کہ بیع میرے ملک میں جہی ہے یا میرے بائع کی ملک میں ہوا اسطے یا اسطے

معتبر

کذا فی الجلی بلخصاً و لا یرجح احد من المشتري علی بالوہ بالمہرین علیہ الاعلیٰ الکفیل بالکفیل علی المقض علی المقبول عنہ لئلا یجتمع ثمنان فی ملک واحد لان بدل المشتق ملوک  
 اور کوئی مشتری من نہ پھیرے اپنے بائع سے جب تک اس سے من نہ پھیر لیا جائے یعنی مشتری او سطر رجوع من نہ کرے تا فقیہ کہ مشتق غیر اس سے نہ رجوع کرے اور  
 خاص من سے من پھیرے جب تک مقبول عنہ پر قابض کا حکم نہ تواد من ایک ملک میں مجتمع ہو جائیں اس واسطے کہ چیز مستحق کا بدل ملوک ہو ہم اجماع نہیں کی تحلیل غیر شری  
 غیر اور غیر بائع اول میں ظاہر جہی ہے یعنی بالعیین تو مسطین میں اس واسطے کہ تو مسطین میں سے ہوا احد کے پاس ایک من ہو تو اگر یہ شخص متوسط من پھیرے قبل پھیرنے کے تو  
 اسکی ملک میں رجوع ہو جائیں اور حالانکہ بیع انہ نہیں ہو سکا لیکن دلیل ادا برا من منہ بعد حکم نہ رجوع علیہ فلانہ ان بیع علی بالوہ یعنی ابدال ملوک اور مشتری

مصلح کر لی بالغ سے کمتر چیز پر یا من سے بالغ کو بری الذمہ کر دیا بعد اس بات کے کہ قاضی کا حکم ہو گیا مشتری کو بالغ سے من پھیر لینے کا تو مشتری کے بالغ کو اپنے بالغ سے من پھیر لینا جائز ہی بسبب زائل ہونے بدل کے مشتری کی ملک سے یعنی جب مشتری نے بعد حکم رجوع کے ابرا کر دیا من سے تو گویا اسے بالغ سے لیا کذا فی المطحی فی فلو حکم للستی۔ فصلح مشتری لم یرجع لانه بالصلح ابطال حق الرجوع وتمامہ فی جامع الفصولین اور اگر مستحق کی واسطے حکم ہو اور مشتری سے مستحق نے مصلح کر لی کچھ من پھیر تو اب مشتری بالغ سے من نہ پھیرے ہو واسطے کہ مشتری نے مصلح سے حق رجوع کو باطل کر دیا اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین میں ہے یعنی مستحق نے مشتری سے کہا کہ کچھ تھوڑا من مجھ سے لے اور میں مجھ کو تے تو اب مشتری اپنے بالغ سے رجوع نہیں کر سکتا و لم یبطل لوجوبہ ای یوجب فسخ العقود اتفاقاً اور استحقاق مطلق موجب ہے فسخ عقود کا بالاتفاق یعنی جو عقود کہ بالعمین میں جاری ہوتے ہیں ان کے فسخ ہونے میں قاضی کے حکم کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الدرر و لکل واحد من بالکف المرجموع علی بالکف وان لم یرجع علیہ تو ہر ایک مشتری کو من کا پھیر لینا اپنے بالغ سے جائز ہی اگرچہ اس مشتری سے من نہ پھیر لیا گیا ہو و یرجع ہو ایضا کذا لک علی المغنیل ولو قبل الفضا علیہ لعدم اجتماع الثمنین از بدل الحیر لیلک اور مشتری اس مصلح اپنے بالغ کے فنان سے بھی من پھیرے اگرچہ قاضی کا حکم فنان پر پھیر لینے کا نہوا ہو بسبب عدم اجتماع الثمنین کے واسطے کہ آزاد کا بدلہ ملک نہیں ہوتا بخلاف استحقاق ناقص کے چنانچہ مذکور ہو چکا و احکم بالحریۃ الاصلیۃ حکم علی الکافۃ من الناس سوا اکان سنیۃ او بقولہ انا حر اذا لم یسبق منہ اقرار بالرق اشباہ اور اصلی آزادی حکم سب آدمیوں پر حکم ہے خواہ ثبوت آزادی گواہی سے ہوا ہو یا خود اس کے اس قول سے کہ میں آزاد ہوں بشرطیکہ اس قول سے پہلے اس سے غلامی کا اقرار نہ ہو گیا ہو کذا فی الاشباہ ہم صورت اسکی یہ ہے کہ زید نے خالد پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا غلام ہے خواہے کہہ کہ میں حر اصلی ہوں اور سابق میں اُسے غلامی کا اقرار نہیں کیا اور مدعی گواہی سے عاجز ہوا اور قاضی نے اسکی حریت اصلی کا حکم کر دیا تو یہ حکم حریت کا سب لوگون پر ہو گا کذا فی الجلی فلما سمع دعوی المملک من احد تو جب حریت اصلیہ کا حکم سب لوگون پر ہوا تو کسی شخص کی ملک کا دعویٰ پھر شروع نہ ہو گا کذا العتق و فروعہ بمنزلہ حریۃ الاصل اور اس مصلح عتق اور فروع عتق ماند حریت اصلیہ کے ہیں ہم فروع عتق کتابت اور تدبیر اور استیلاہی اور عتق سے مراد ہے جو ملک مطلق میں ثابت ہو و اما احکم بالعتق فی ملک المورخ فعلی الکافۃ من وقت التاریخ ولا یكون قضاء قبلہ کما بسطہ ملاخسر و یعقوب باشا نا حفظہ فان اکثر الکتب عنہ خالیۃ اور عتق کا حکم مورخ میں سب خلق پر ہوتا ہی تاریخ کے وقت سے اور حکم نہیں ہوتا قبل تاریخ کے چنانچہ اسکو ملاخسر و اور یعقوب باشا نے شرح بیان کیا ہے اسکو یاد رکھنا چاہیے کیونکہ اکثر کتب فقہ اس تفرقہ سے خالی ہیں ہم خلاصہ یہ ہے کہ عتق کا حکم ملک مطلق میں بمنزلہ حریت اصلیہ کے ہے کہ سب خلق پر حکم ہے اور ملک مورخ میں عتق کا حکم سب خلق پر ہی تاریخ کے وقت سے یعنی قبل تاریخ سب پر حکم نہیں تو اگر زید نے بکے کہا کہ تو میرا غلام ہے میں تیرا مالک ہوں بالغ برس سے اور بکے نے کہا کہ میں تو مجھ کا غلام تھا چھ برس سے سو اُسے مجھ کو آزاد کر دیا اور اُسے اس دعویٰ پر گواہ گذارنے تو زید کا دعویٰ منقطع ہو گا پھر اگر جامد بکے سے کہے کہ تو میرا غلام ہے میں تیرا مالک ہوں سات برس سے اور تو اب تک میرا مالک ہے اور اس دعویٰ کو اُسے گواہی ثابت کیا تو حریت کا حکم فسخ ہو گا اور بکے کا مالک ٹھہر جائیگا کذا فی المطحی من الدرر و اختلاف فی القضاء بالوقت قبل بالحریۃ وقیل لا فتع فی دعوی ملک آخر و وقت آخر و ہذا مختار دھمی العمدی اور فقہانے اختلاف کیا ہے وقت کے حکم میں بعضوں نے کہا کہ حریت کے حکم کے ماند ہے اور بعضوں نے کہا کہ وقت حریت کا ماند نہیں تو وقت میں دوسری ملک اور دوسرے وقت کا دعویٰ شروع ہو گا اور یہی قول مختار ہے اور عمدی نے اسکو صحیح کہا ہے و فی الاشباہ انقضای دعوی فی ریح حریۃ و نسب و نکاح و دلار و فی الوقت یقصر علی الاصح اور اشباہ میں ہے کہ قضا متعمد ہی چار صورت میں حریت اور نسب اور نکاح اور ولایت اور وقت میں قضا متعمد نہیں مقصود ہے بنا بر قول اصح کے معنی جہ قاضی مورث کے نکاح کا ایک آدمی سے حکم کرے یا نسب یا دلار عتادہ کا حکم کرے پھر دوسرے کا دعویٰ سمع نہیں و مثبت رجوع مشتری علی بالکف بالثمن اذا کان بالاستحقاق بالبیئۃ کما یسعی انہا حجت متعدیہ اور ثابت ہونے پھیر لینا مشتری کا اپنے بالغ سے جبکہ استحقاق گواہی سے ہو واسطے کہ آویگا کہ شہادت حجت متحدہ ہے و اما اذا کان الاستحقاق باقرار مشتری او بکولہ او باقرار وکیل مشتری بالخصومتہ او بکولہ فلا رجوع لانه حجت قاصرہ

لعلہ  
آزاد کا  
کے  
کے



اور اگر استحقاق مشتری کے اقرار سے ہو یا اس کے انکار سے یا مشتری کی خصومت کے وسیلے کے اقرار سے یا اس کے انکار سے تو من پھیر لینا ثابت نہیں اس واسطے کہ اقرار حجت قاضیہ ہے نہ تعدیہ والاصل ان البیعتہ حجتہ تعدیہ تطہیری حق کافہ الناس لکن لانی کل شیء کما ہو ظاہر کلام الزلیعی والیعنی بل فی غنم و بقرہ کما مر ذکرہ المصنف اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ شہادت حجت تعدیہ ہے جبکہ ظہور سب آدمیوں کے حق میں ہوتا ہے لیکن ہر چیز میں نہیں چنانچہ یہ ظاہر کلام زلیعی اور عینی ہے تاکہ عتق اور اس کے مانند عینی کتابت اور تدبیر اور استیلا اور نکاح اور نسب اور ولایت میں چنانچہ مذکور ہو چکا ذکر کیا ہے اسکو مصنف اپنی شرح میں لا الاقرار بل حجت قاضیہ علی المقدم ولا یثب علی غیرہ نہ اقرار عینی اقرار حجت تعدیہ نہیں بلکہ اقرار حجت قاضیہ ہے بقرہ بسبب ہونے ولایت مقر کے اپنے غیر پر ہم چونکہ تقر کی ولایت غیر ثابت نہیں لہذا اسکا اقرار حجت ہر غیر پر بخلاف شہادت کے اسواسطے کہ شہادت حجت نہیں ہوتی مگر قاضی کے حکم سے اور قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہے لہذا کا ذہن کے حق میں نافذ ہو کذا فی المنع بقی لواجتماعان تبسالحق بہا نقضی بالاقرار الا عند الحی جتہ فالبیعتہ اولی فتح و نہر باقی رہا یہ احتمال کہ اگر شہادت اور اقرار دونوں مجتمع ہوں سو اگر حق دونوں سے ثابت ہو تو اقرار پر حکم کیا جائیگا مگر حاجت کے وقت پھر تو شہادت پر حکم کرنا اولیٰ ہے کذا فی الفتح والنہم اجتماع کی صورت یہ ہے کہ مدعی نے اپنا دعویٰ شہادت سے ثابت کیا پھر مدعا علیہ نے اسکی ملک کا اقرار کیا تو بیان اقرار پر حکم ہوگا اسواسطے کہ گواہی منکر پر مجموع ہوتی ہے نہ فقرہ مگر جبکہ حاجت پڑے چنانچہ مشتری کو بالغ سے من پھیر لینے کی حاجت ہو تو گواہی اقرار پر مقدم ہے کذا فی بطوطی فلو استحققت مبیعتہ ولدت عند مشتری لا باستیلا وہ بیعتہ یتیمما ولدا بشرط القضاء لہ ای بالولد فی الاصح زلیعی وکلام البرزلی یغیر تقییدہ بانہ اسکت الشہود فلو بنا انہ لذی الیاد والوالا اندری لا یقضی بہ نہر پھر اگر وہ بیع جو جنی مشتری کے پاس بلا استیلا مستحق غیر کی نکلی گواہی سے تو اسکا بیع اس کے تابع ہوگا بشرطیکہ قاضی کا حکم ولد پر ہو گیا ہو قول اصح بین کذا فی الزلیعی اور برزلی کا کلام مفید ہے اس نتیجہ کا جبکہ گواہوں نے سکوت کیا ہو سو اگر گواہوں نے یہ بیان کر دیا ہو کہ بیع قابض کا ہی یا یون کہا کہ ہم نہیں جانتے تو قاضی ولد کا حکم کرے کذا فی النہم استیلا وہ لا یمنع استحقاق الولد بالبیعتہ فیکون ولد المفروض البیعتہ مستحقہ کا مرتبی باب دعویٰ نسب پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قابض کا استیلا اور بیع استحقاق کو گواہی سے مانع نہیں تو شخص مفروضہ کا ولد آزاد ہوگا اس کے مستحق کو ولد کی قیمت دے کر چنانچہ دعویٰ نسب کے باب میں مذکور ہو چکا وان اقر ذوالہد بہا لرجل لا یتبہا فیاخذ ہما وحدہا والفرق ما من الاصل اور اگر قابض نے لونڈی کا اقرار کیا ایک مرد کے واسطے تو اسکا بیع لونڈی کے تابع ہوگا تو وہ مرد فقط اس لونڈی کو لے گا اور فرق گواہی اور اقرار کا مذکور ہو چکا قاعدہ مذکورہ میں یعنی گواہی حجت تعدیہ ہے اور اقرار حجت قاضیہ ہے و ہذا اذا لم یذمہ المقر لہ فلو ادعاہ تبس او کذا ساکر الذم لہم لاضمان بجل انما کزوائد المنصوب اور یہ یعنی نہ تابع ہونا ولد کا بیعتہ کے بقوت ہے جبکہ مقر نے ولد کا دعویٰ نہ کیا ہو اور اگر دعویٰ کیا ہوگا تو ولد تابع ہوگا اپنی والدہ کا اور ایسا ہی حکم ہے باقی زوائد چنانچہ درخت کے پھل و درخت کے تابع نہیں اگر مستحق کے واسطے قابض کے درخت کا اقرار کیا مگر در صورت دعویٰ مقر ہاں یہ البتہ ہے کہ ہلاک زوائد سے ضامن نہیں مانند زوائد منصوب کے و لم ینکر النکول لانہ فی حکم الاقرار قستانی معنی اللہاد یہ اور مصنف نے انکار قسم کو مذکور نہ کیا اسواسطے کہ وہ اقرار کے حکم میں چنانچہ قستانی نے سکون کر لیا ہے عمادی کی طرف منسوب کر کے و منع التناقض ای التناقض فی الکلام دعویٰ الملک لعین او منفعت لسانی اصغری طلب نکاح الامتہ منح دعویٰ ملکہما اور تناقض یعنی مخالفت کلامی ذات یا منفعت کے دعویٰ ملک کی مانع ہے اسواسطے کہ اصغری میں ہے کہ لونڈی کا نکاح طلب کرنا اس کے مالک ہوئے کے دعویٰ کا مانع ہے ہم تناقض اسواسطے مانع ہے کہ قاضی کلام تناقض پر حکم نہیں کر سکتا اسواسطے کہ ایک دوسرے اولیٰ نہیں تو دونوں ماقط الاعتبار ہوسے چنانچہ ایک لونڈی کے مالک ہونیکا دعویٰ کرنا پھر اس کے نکاح کی درخواست کرنا صحیح ہے کیونکہ مملوکہ منکوحہ نہیں ہوتی یہ مثال ہے ملک عین کے دعویٰ کی اور ملک منفعت کی یہ مثال ہے کہ ایک عورت کے نکاح کا دعویٰ کرنا پھر اس کے نکاح کا پیغام دینا کما ینہما النفس علی العہد الا اذا وفق اور جیسے تناقض اپنی ذات کے دعویٰ کا مانع ہے اس طرح اپنے غیر کے دعویٰ کا مانع ہے مگر جبکہ توفیق یعنی رفع تناقض ہوسکے ہم برازیہ میں ہے کہ اول دعویٰ کیا کہ یہ چیز میرے فلا نے توکل کی ہے پھر دعویٰ کیا کہ دوسرے توکل کی ہے تو یہ دعویٰ مقبول نہیں مگر در صورت توفیق اس طرح ہے کہ یہ چیز میرے فلا نے توکل کی تھی جسے مجھ کو خصومت میں دیکھ لیا تھا پھر اسے دوسرے

دعویٰ مستحق سے من پھیر لینا ثابت نہیں اس واسطے کہ اقرار حجت قاضیہ ہے نہ تعدیہ والاصل ان البیعتہ حجتہ تعدیہ تطہیری حق کافہ الناس لکن لانی کل شیء کما ہو ظاہر کلام الزلیعی والیعنی بل فی غنم و بقرہ کما مر ذکرہ المصنف اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ شہادت حجت تعدیہ ہے جبکہ ظہور سب آدمیوں کے حق میں ہوتا ہے لیکن ہر چیز میں نہیں چنانچہ یہ ظاہر کلام زلیعی اور عینی ہے تاکہ عتق اور اس کے مانند عینی کتابت اور تدبیر اور استیلا اور نکاح اور نسب اور ولایت میں چنانچہ مذکور ہو چکا ذکر کیا ہے اسکو مصنف اپنی شرح میں لا الاقرار بل حجت قاضیہ علی المقدم ولا یثب علی غیرہ نہ اقرار عینی اقرار حجت تعدیہ نہیں بلکہ اقرار حجت قاضیہ ہے بقرہ بسبب ہونے ولایت مقر کے اپنے غیر پر ہم چونکہ تقر کی ولایت غیر ثابت نہیں لہذا اسکا اقرار حجت ہر غیر پر بخلاف شہادت کے اسواسطے کہ شہادت حجت نہیں ہوتی مگر قاضی کے حکم سے اور قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہے لہذا کا ذہن کے حق میں نافذ ہو کذا فی المنع بقی لواجتماعان تبسالحق بہا نقضی بالاقرار الا عند الحی جتہ فالبیعتہ اولی فتح و نہر باقی رہا یہ احتمال کہ اگر شہادت اور اقرار دونوں مجتمع ہوں سو اگر حق دونوں سے ثابت ہو تو اقرار پر حکم کیا جائیگا مگر حاجت کے وقت پھر تو شہادت پر حکم کرنا اولیٰ ہے کذا فی الفتح والنہم اجتماع کی صورت یہ ہے کہ مدعی نے اپنا دعویٰ شہادت سے ثابت کیا پھر مدعا علیہ نے اسکی ملک کا اقرار کیا تو بیان اقرار پر حکم ہوگا اسواسطے کہ گواہی منکر پر مجموع ہوتی ہے نہ فقرہ مگر جبکہ حاجت پڑے چنانچہ مشتری کو بالغ سے من پھیر لینے کی حاجت ہو تو گواہی اقرار پر مقدم ہے کذا فی بطوطی فلو استحققت مبیعتہ ولدت عند مشتری لا باستیلا وہ بیعتہ یتیمما ولدا بشرط القضاء لہ ای بالولد فی الاصح زلیعی وکلام البرزلی یغیر تقییدہ بانہ اسکت الشہود فلو بنا انہ لذی الیاد والوالا اندری لا یقضی بہ نہر پھر اگر وہ بیع جو جنی مشتری کے پاس بلا استیلا مستحق غیر کی نکلی گواہی سے تو اسکا بیع اس کے تابع ہوگا بشرطیکہ قاضی کا حکم ولد پر ہو گیا ہو قول اصح بین کذا فی الزلیعی اور برزلی کا کلام مفید ہے اس نتیجہ کا جبکہ گواہوں نے سکوت کیا ہو سو اگر گواہوں نے یہ بیان کر دیا ہو کہ بیع قابض کا ہی یا یون کہا کہ ہم نہیں جانتے تو قاضی ولد کا حکم کرے کذا فی النہم استیلا وہ لا یمنع استحقاق الولد بالبیعتہ فیکون ولد المفروض البیعتہ مستحقہ کا مرتبی باب دعویٰ نسب پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قابض کا استیلا اور بیع استحقاق کو گواہی سے مانع نہیں تو شخص مفروضہ کا ولد آزاد ہوگا اس کے مستحق کو ولد کی قیمت دے کر چنانچہ دعویٰ نسب کے باب میں مذکور ہو چکا وان اقر ذوالہد بہا لرجل لا یتبہا فیاخذ ہما وحدہا والفرق ما من الاصل اور اگر قابض نے لونڈی کا اقرار کیا ایک مرد کے واسطے تو اسکا بیع لونڈی کے تابع ہوگا تو وہ مرد فقط اس لونڈی کو لے گا اور فرق گواہی اور اقرار کا مذکور ہو چکا قاعدہ مذکورہ میں یعنی گواہی حجت تعدیہ ہے اور اقرار حجت قاضیہ ہے و ہذا اذا لم یذمہ المقر لہ فلو ادعاہ تبس او کذا ساکر الذم لہم لاضمان بجل انما کزوائد المنصوب اور یہ یعنی نہ تابع ہونا ولد کا بیعتہ کے بقوت ہے جبکہ مقر نے ولد کا دعویٰ نہ کیا ہو اور اگر دعویٰ کیا ہوگا تو ولد تابع ہوگا اپنی والدہ کا اور ایسا ہی حکم ہے باقی زوائد چنانچہ درخت کے پھل و درخت کے تابع نہیں اگر مستحق کے واسطے قابض کے درخت کا اقرار کیا مگر در صورت دعویٰ مقر ہاں یہ البتہ ہے کہ ہلاک زوائد سے ضامن نہیں مانند زوائد منصوب کے و لم ینکر النکول لانہ فی حکم الاقرار قستانی معنی اللہاد یہ اور مصنف نے انکار قسم کو مذکور نہ کیا اسواسطے کہ وہ اقرار کے حکم میں چنانچہ قستانی نے سکون کر لیا ہے عمادی کی طرف منسوب کر کے و منع التناقض ای التناقض فی الکلام دعویٰ الملک لعین او منفعت لسانی اصغری طلب نکاح الامتہ منح دعویٰ ملکہما اور تناقض یعنی مخالفت کلامی ذات یا منفعت کے دعویٰ ملک کی مانع ہے اسواسطے کہ اصغری میں ہے کہ لونڈی کا نکاح طلب کرنا اس کے مالک ہوئے کے دعویٰ کا مانع ہے ہم تناقض اسواسطے مانع ہے کہ قاضی کلام تناقض پر حکم نہیں کر سکتا اسواسطے کہ ایک دوسرے اولیٰ نہیں تو دونوں ماقط الاعتبار ہوسے چنانچہ ایک لونڈی کے مالک ہونیکا دعویٰ کرنا پھر اس کے نکاح کی درخواست کرنا صحیح ہے کیونکہ مملوکہ منکوحہ نہیں ہوتی یہ مثال ہے ملک عین کے دعویٰ کی اور ملک منفعت کی یہ مثال ہے کہ ایک عورت کے نکاح کا دعویٰ کرنا پھر اس کے نکاح کا پیغام دینا کما ینہما النفس علی العہد الا اذا وفق اور جیسے تناقض اپنی ذات کے دعویٰ کا مانع ہے اس طرح اپنے غیر کے دعویٰ کا مانع ہے مگر جبکہ توفیق یعنی رفع تناقض ہوسکے ہم برازیہ میں ہے کہ اول دعویٰ کیا کہ یہ چیز میرے فلا نے توکل کی ہے پھر دعویٰ کیا کہ دوسرے توکل کی ہے تو یہ دعویٰ مقبول نہیں مگر در صورت توفیق اس طرح ہے کہ یہ چیز میرے فلا نے توکل کی تھی جسے مجھ کو خصومت میں دیکھ لیا تھا پھر اسے دوسرے

بیشک تناقض کرنا مانع دعویٰ نہیں



مؤکل کے ہاتھ آسکو جی اور اسے بھی جھکھو صومت کے واسطے وکیل کیا کہ ذالی طوطاوی بل یعنی امکان التوفیق فلاں و تحقیقہ فی تصرفات تصفا اور کیا امکان توفیق دفع  
 تناقض کے واسطے کافی ہے یا توفیق بالفعل بھی ضروری نہیں اختلاف ہے عمل کا اور اسکی ہم تحقیق کرنے کے کتاب تصفا کی تصرفات میں و فرغ ہذا الاصل کثیرہ یعنی کتاب  
 الدعوی و نہما ادعی علی خزانہ اخوہ و ادعی علیہ النفقہ فقال المدعی علیہ لیس ہو باخی تم بات المدعی عن ترکہ فجا المدعی علیہ یطلب میراثہ ان قال ہو اخی لم یقبل للتناقض ان  
 قال ابی ذبی قبل در اس اصل یعنی منع تناقض کی بہت فرغ میں جو کتاب الدعوی میں آدینگی اور الاصل یہ ہے کہ دعویٰ کیا دوسرے پر کہ یہ میراث بھائی ہے اور میراث نفقہ کا  
 دعویٰ کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ میراث بھائی نہیں پھر مدعی کچھ ترکہ چھوڑ کر مر گیا تو مدعا علیہ آیا اسکی میراث طلب کرتا اگر اسے کہا کہ وہ میراث بھائی تھا تو قبول ہوگا سبب  
 تناقض کے اور اگر اسے کہا کہ میراث بھائی یا بیٹا تھا تو قبول ہوگا مگر شراح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مدعی نے اول اخوت کا دعویٰ کیا اس کے بعد مدعا علیہ نے ابوتہ یا بونہ  
 کا دعویٰ کیا حالانکہ ایسا نہیں ہے اور شراح کو یہ دھوکھا صاحب بحر وغیرہ کے کلام سے پڑ گیا بلکہ مطلب وہاں کا یہ ہے کہ اگرچہ دعویٰ اخوت مدعی بونہ یا ابوتہ  
 کا دعویٰ کر گیا تو دعویٰ مدعا علیہ کا قبول ہوگا کیونکہ اصول در ذوق کا تناقض مقبول ہے بخلاف اخوہ کے کذافی طوطاوی لفظ الاخریہ کلام کا تناقض دعویٰ حریت کا مانع  
 نہیں والاصل ان التناقض لا یمنع دعویٰ ما یخفی سببہ کالنسب والطلاق و کذا الاخریہ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ تناقض اس کے دعویٰ کا مانع نہیں ہے جسکا سبب  
 مخفی ہے خیا نہ نسب اور طلاق اور حریت ہم تناقض نسب کی یہ صورت ہے کہ زید کے پاس ایک غلام پیدا ہوا اور اسے اسکو بیچا اور مشتری نے دوسرے کے ہاتھ بیچا پھر زید نے  
 دعویٰ کیا کہ غلام اسکا بیٹا ہے دعویٰ اسکا مسوع ہوگا اور بیع اول و ثانی باطل ہوگی ہوا سبب کہ نسب کی بنا عاقل پر ہے اور یہ نطفہ رہنا مخفی ہے تو مدعی تناقض میں  
 معذور ہے اور اسے طرح اگر بولا کہ میں اسکا وارث نہیں پھر بولا کہ میں اسکا وارث ہوں تو مسوع ہے اگر سبب تناقض مذکور کرے اور تناقض طلاق کی صورت یہ ہے کہ زید  
 نے اپنے زوج سے خلع کیا پھر زوجہ گواہ لئی کہ زوج نے اسکو قبل خلع سے طلاق دی تھی تو دعویٰ مقبول ہے اور خلع کا مال وہ پھیرے گی اگر یہ کلام تناقض ہے ہوا سبب کہ  
 زوج ایضا طلاق میں مستقل ہے اور اسکی اطلاع زوجہ کو ضروری نہیں کذافی طوطاوی عن الخلع فلو قال عبدالمشتر اشترنی فانما عبد لزید فاشترہ معتدا علی نقالتہ فاذا ہوا  
 حرای نام حسر فان کان البائع حاضر او غائباً غیبہ معروفہ یعرف مکانہ فلا شی علی العبد لوجود القابض تو اگر غلام نے کہا مشتری سے کہ تھک خرید کر کہ میں زید کا  
 غلام ہوں سو اسے خرید کیا اس کے کلام پر اعتماد کر کے اور وہ آزاد نکلا یعنی اسکا آزاد ہونا ظاہر ہو گیا پس اگر بائع حاضر ہو یا غیبت معروفہ غائب ہو یعنی مکان اسکا معلوم ہو  
 تو غلام پر کچھ نہیں سبب جو دہینے قابض کے یعنی قابض سے من پھیر لینا متصور ہے والا رجح المشتري علی العبد بالنقض خلاف اللسانی اور اگر بائع حاضر ہو یا مکان غیبت  
 اسکا معلوم نہ ہو تو مشتری غلام سے من پھیرے بخلاف ابو یوسف کے ہم عدم رجوع ابو یوسف کا مذہب نہیں بلکہ ایک روایت ہے کہ کذافی طوطاوی عن البحر ولو قال اشترنی  
 فقط ادانا عبد فقط لا رجوع علیہ اتفاقاً اور اگر اسے کہا کہ تھک خرید کر فقط یا یون کہا کہ میں غلام ہوں فقط تو اس پر رجوع نہیں بالاتفاق کذافی الدرر عدم رجوع کی وجہ  
 پہلی صورت میں یہ ہے کہ کبھی آزاد کی خریدگی خلاصی کی واسطے ہوتی ہے چنانچہ مسلم اسیر کی خرید اہل حریت اور عدم رجوع کی دوسری صورت میں یہ ہے کہ ایک شخص کا ہے غلام  
 ہوتا ہے کسی کا اور اسکا خرید کرنا بیع نہیں چنانچہ مکاتب کی خرید و رجح العبد علی البائع اذا نظرتہ اور غلام من پھیرے بائع سے جب اسکو باؤسے بخلاف الرہن  
 بان قال ارہنی فانی عبدی من اصل الاصل ان التعذر یوجب ضمان فی عقد المعاوضۃ لا الوثیقۃ بخلاف رهن کے سطر پر ایک شخص نے کہا من سے کہ تھک خرید کر کے  
 میں غلام ہوں پھر ظاہر ہوا کہ وہ آزاد ہے تو ضمان ہوگا اصلاً اور قاعدہ یہ ہے کہ دھوکھا موجب ضمان ہے عقد معاوضہ کے ضمن میں نہ عقد وثیقہ کے ضمن میں یعنی بیع میں ضمان  
 ہوا سبب ہے کہ وہ عقد معاوضہ ہے اور رهن میں ہوا سبب ضمان نہیں کہ وہ عقد وثیقہ ہے نہ عقد معاوضہ باع عقار انتم برہن انہ وقت محکوم بل و نہ قبل الالان لان  
 مجرد الوتف لا یریل ملک بخلاف الاعناق فتح واعتمده المصنف تب اللی علی خلاف ما صوبہ لایلی و تقدیم فی الوتف یعنی فی آخر کتاب ایک شخص نے زمین چھی پھر تیار ہوا یا کہ  
 وہ زمین موقوف ہے جس کے لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہو گیا ہے تو یہ تناقض مقبول ہے اور نہیں تو نہیں یعنی وقف غیر محکوم کا تناقض مقبول نہیں ہوا سبب کہ فقط وقف بلا علم قاضی  
 یریل ملک نہیں بخلاف اعناق کے کذافی الفتح اور اسکی قول پر مصنف نے اعتماد کیا بحر الرائق کی پیروی کر کے بخلاف تصویب بلخی کے اور اسکا ذکر کتاب الوتف میں ہو گیا

Marfat.com

اور آخر کتاب میں آویگا حکم اشتراک قاضی لزوم وقف میں امام کا قول ہے اور فتویٰ زوال ملک پر مطلقاً مشتری شیعاً و لم یقضی حیاً و علماً آخرانہ لہذا لیسع و عواہ  
بدون حضور البائع والشرعی للفقہاء علیہا خریدی کی ایک چیز اور اسپر قبضہ نہیں کیا تا ایک دوسرے شخص نے اسکا دعویٰ کیا کہ وہ چیز میری ہے تو دعویٰ اسکا سمجھ نہیں  
بدون حاضر ہونے بائع اور مشتری کے تا حکم قاضی اپنے جاری ہو و قاضی نہ بحضور تھا تم برہن احد ہا علی ان مستحق باعہ من البائع تم ہو باعہ من مشتری قبل ولزم البیع و تمام  
فی الفسخ اور اگر مدعی کے واسطے بائع اور مشتری کے سامنے حکم قاضی ہو جائے پھر بائع یا مشتری اسپر گواہ لائے کہ مستحق نے اسکو بائع کے ہاتھ بیچا تھا پھر بائع نے اس کو  
مشتری کے ہاتھ بیچا تو قبول ہو اور بیع لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا فقہ القدر میں ہے ولا عجرۃ بتاریخ الغیبۃ بل العجرۃ بتاریخ الملك فلو قال استحق عند  
الدعوی غابت عنی ہذہ الداہیۃ منذ سنۃ قبل القضاء ہا المستحق اذ ہا مستحق علیہ البائع عن القصة فقال لبائع لی بنیتہ انہا کانت ملکالی منذ سنین  
مثلاً و برہن علی ذلک لا یتدرع الخصم بل یعنی ہا المستحق بقا و عواہ فی ملک مطلق خال عن التاریخ من الطریقین نہیں کچھ اعتبار غائب ہونے کی تاریخ کا بلکہ  
مالک ہونے کی تاریخ کا اعتبار ہو تو اگر مستحق نے دعویٰ کے وقت کہا کہ میرے پاس سے یہ جانور غائب ہو گیا ایک برس سے تو قبل اس کے کہ قاضی مستحق کو واسطے  
جانور کا حکم کرے مستحق علیہ نے اس حال کی بائع کو خبر کی سو بائع نے کہا کہ میرے پاس اس کے گواہ موجود ہیں کہ یہ جانور میرا ملک تھا دو برس سے مثلاً اور پھر گواہ  
لایا تو خصومت مندرج ہوئی بلکہ مستحق کے واسطے جانور کا حکم ہو گا بسبب باقی رہنے اس کے دعویٰ کو ملک مطلق میں جو خالی و تاریخ سے دونوں طرف سے یعنی  
داخل سک و خروج ملک کی تاریخ مذکور نہیں اگر کوئی کہے کہ بائع کے کلام میں تاریخ موجود ہو اسکا جواب یہ ہے کہ منع الغائبین محیط سے منقول ہے کہ ایک شخص کا تاریخ ذکر کرنا امام  
کے نزدیک معتبر نہیں تو ذکر تاریخ سادہ الاعتبار ہے اور ملک مطلق کا دعویٰ باقی ہے لہذا مستحق کو جانور کا حکم ہو گا لہذا فی الطحاوی و العلم بکونہ ملک الغیر لا ینفع من الرجوع علی البائع  
عند الاستحقاق فلو استولت مشرأہ علم غصب البائع ایہا کان الولد رقیقاً لا یندم الفرد و برج بائع وان اقر بملکیۃ البیع للمستی و درر اسکا معلوم ہونا کہ مبیع غیر کی  
ملوک ہی بائع سے من پھیر لینے کو استحقاق کے نزدیک مانع نہیں تو اگر مشتری نے ام ولد بنایا اس خریدی تو مذہبی کو جس کو جانتا ہے کہ بائع نے اسکو غصب کیا ہے  
تو ولد غلام ہو گا مالک کا بسبب انہوں نے فریب کے اور مشتری من پھیرے بائع سے اگر چہ ملکیت بیع کا واسطے مستحق کے اقرار کرتا ہو یعنی مشتری حقیقت حال سے  
مطمئن ہو تو بائع کا فریب ثابت نہیں کہ ولد آزاد ہوتا رہی القینۃ لو اقر بالملک للبائع تم مستحق من یدہ در رخ لم یقبل ترارہ فلو اول لیسبب اہر تسلیم الیہ بخلاف ما اذا لم یقر لانه  
متمثل بخلاف انہو اور قینہ میں ہو کہ اگر مشتری نے ملک بائع کا اقرار کیا پھر مبیع مستحق غیر کی مشتری کے قبض میں اور مشتری نے بائع سے من پھیر لیا تو مشتری کا اقرار  
باطل ہو گا اگر مبیع ہو کہ مشتری کو کسی سبب سے یعنی خرید یا ہبہ یا وصیت سے ہو چکی تو اسکو حکم ہو گا کہ بیع بائع تو تسلیم کرے بخلاف اس صورت کے جبکہ مشتری نے ملک  
بائع کا اقرار نہ کیا ہو کیونکہ وہ متمثل ہی بخلاف صحیح اقرار کے یعنی اگر چہ خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہے لیکن یہ متمثل ہے اور صریح اقرار متمثل نہیں لاکھم القانی بسجل الاستحقاق  
بشراۃ انہ کتاب قاضی کذا لان الخطیۃ شہادۃ علی النفس بل لا بد من الشہادۃ علی مضمونہ لیسقط المستحق علیہ بالرجوع بائع من حکم کرے  
قاضی استحقاق کی سجل پر اتنے ثبوت سے کہ یہ نوشتہ ہی نہ لائے قاضی کا واسطے کہ ایک خط دوسرے خط سے مشابہت رکھتا ہے تو فقط سجل پر اعتماد جائز نہیں بل سجل  
کے مضمون پر شہادت کا ہونا ضرور ہے تا مستحق علیہ کے واسطے من پھیر لینے کا حکم دیا جائے ہم ذفرہ میں ہو کہ بخارا میں ایک شخص کے پاس ایک گدھا مستحق غیر کا  
تھا اور مستحق علیہ نے اسکی سجل بانی پھر بائع کو اپنے گمزدار میں پایا سو اسکو سمر قند کے قاضی کے پاس لے گیا اور من پھیر لینے کا ارادہ کیا اور قاضی بخارا کی سجل ظاہر کی وہ  
بائع نے بیع کا اقرار کیا لیکن استحقاق اور سجل کا منکر ہوا تو مستحق علیہ نے گواہ گڈرانے کہ یہ سجل قاضی بخارا کی سجل ہے تو سمر قند کے قاضی کو اسپر عمل کرنا اور من پھیر لینے کا  
حکم دینا جائز نہیں تا وقتیکہ گواہ اسکی گواہی نہیں بخارا کے قاضی نے مستحق علیہ کے ہاتھ سے گدھا لیا کہ مستحق کو د لایا اور مستحق علیہ کے واسطے من پھیر لینے کا اس بائع  
سے حکم دیا کہ لانی الطحاوی و کذا حکم فیما سوی نقل الشہادۃ فالوکالۃ من حاضرہ و مملوک لان المقصود کل منہا الزام خصم بخلاف نقل کالۃ و شہادۃ لانہما  
لخصم لیس علیہم البیوع و لہذا الزام اسلامہم ولو اخصم کافر اسی طرح وہم اعتماد کا حکم ہے سو اسے نقل شہادت اور وکالت کے منجملہ حاضر اور مملوکات اور مملوک کے

ع  
توضیحات  
اوسے مستحق



اس واسطے کہ ان میں ہر ایک سے الزام خصم کا مقصود ہے بخلاف نقل وکالت اور شہادت کے ہواستے کہ دونوں قاضی کے علم حاصل کرنے کے واسطے ہیں اور اسی واسطے  
 اسلام شہود لازم ہے اگرچہ خصم کافر ہو ہم یعنی نقل شہادت اور وکالت میں تو البتہ قاضی کا نوشتہ کافی ہے اور حضور اور جلال اور منگ بلا شہادت اس کے معنیوں کے مقبوض  
 نقل شہادت کی یہ صورت ہے کہ گواہوں نے خصم غائب پر گواہی دی تو قاضی اس پر حکم نہ کرے بلکہ گواہی لکھے تاکہ قاضی کو قاضی مکتوب الیہ سپر حکم کرے اور مکتوب شہود طریق کو سپر  
 کرے اور نقل وکالت کی یہ صورت ہے کہ شہادتی نے قاضی کے سامنے کسی کو اپنا دلیل مقرر کیا تاویل ایک شخص پر دعویٰ کرے دوسرے قاضی کی حکومت میں اور قاضی  
 وکالت نامہ لکھے کہ اس قاضی کو وکالت سے مطلع کرے محضر وہ ہجرت میں قاضی حضور خصمین اور تلامذہ اور شہادت لکھے اور جلال وہ ہجرت میں ہی کے مانند لکھے اور وہ اس کے پاس  
 اور عکس ہو جو مشتری اور تصفیہ غیر ہالو لکھدے کہ ذاتی بطحاوی و لار جوع فی دعویٰ حق مجہول من دار صلوح علی شتی استحقاق بعضہا لحوارہ بخواہ فیما لقی و لو مستحق کلہ  
 روکل العوض الذلول المدعی فی استحقاق اور بدل صلح کا پھیر لینا نہیں ایک گھر کے حق مجہول کے دعویٰ میں جس کا مصالحہ ہو گیا تو نہیں پر اور بعض گھر مستحق غیر نکلا ہواستے کہ  
 ہو کہ مدعی کا دعویٰ باقی میں ہونہ مستحق میں اور اگر تمام گھر مستحق غیر نکلا تو تمام غرض پھیرا جائیگا بسبب داخل ہونے مدعا کے مستحق میں و مستفیض منہ ای من جواب السئلہ امران احد  
 صحیحہ الصلح عن مجہول علی معلوم لان جہالتہ اسقطت لافضی الی المنازعة والثانی عدم اشتراط صحیحہ الدعوی صحیحہ لجمانہ المدعی جہتی لو برہن لقبل الم بیع اقرارہ پلا  
 اس سے یعنی جو ب مسئلہ مذکورہ سے دو امر حاصل ہئے ایک صحیح ہونا صلح کا دعویٰ مجہول سے شوعین پر اس واسطے کہ نادانی شوسا قسطی منازعت کو نہیں ہو چاتی دوسرے  
 نہ مشروط ہونا صحت دعویٰ کا واسطے صحیح ہونے صلح کے بسبب مجہول ہونے اس چیز کے جس کا دعویٰ کیا گیا تا نکلا اگر دعویٰ مجہول پر گواہ لادیکا تو قبول ہونے کے جب تک یہ دعویٰ  
 نہ کرے کہ مدعا علیہ نے حق مجہول کا اقرار کیا ہے یعنی اگر اس ترار پر گواہ لادیکا تو گواہی قبول ہوگی درقر سے زبردستی بیان کرایا جادیکا ذاتی بطحاوی و رجع المدعی علیہ  
 بجمہتہ فی دعویٰ کلہا ان استحقاق شتی منہا لغوات سلامتہ البدل اور سب گھر کے دعوے میں اگر کچھ نہیں سے مستحق غیر نکلے تو مدعا علیہ بقدر اس کے حصے کے پھیرے  
 فوت ہونے سلامت بدل صلح کے یعنی تمام گھر کا مدعی نے دعویٰ کیا اور مدعی علیہ نے مال میں دیکر اس سے صلح کر لی پھر بعض گھر مستحق غیر نکلا تو مدعا علیہ بقدر استحقاق مدعی  
 پھیرے کیونکہ بدل صلح استحقاق کی جہت سے سلامت نہ بقید بالجمول لانه لو ادعی قدر معلوما کر بعد الم بیع باوام فی یدہ ذلک بقدر ان لقی اقل بیع بحساب ما استحق من  
 مصنف نے دعویٰ مجہول کی قید لگائی ہواستے کہ اگر مدعی قدر میں کا دعویٰ کر گیا چنانچہ چوتھالی گھر کا دعویٰ تو بدل صلح کو نہ پھیرے جب تک اس کے ہاتھ میں اس قدر حصہ ہی چوتھا  
 باقی ہو اور اگر اس مقدار سے کتر باقی رہے تو استحقاق کے حساب کے موافق مدعی سے پھیرے یعنی شہادتی نے بیع کا دعویٰ کیا اور استحقاق کے بعد مدعا علیہ کے پاس میں باقی  
 تو بقدر حصہ میں کے مدعی سے پھیرے کہ ذاتی بطحاوی فرج مسئلہ ملحقہ شارح کاو صلح من الدنا نیر علی دراہم و بعضہا فاستحققت بعد تفرق بیع بالذنا نیر لان ہذا الصلح فی معنی بصرف  
 فاذا استحق البدل لطل الصلح و جب الرجوع در وقتہا فرج اخر فلنظرا لمدانیہ سے صلح کی دراہم پر اور اس پر قبضہ کیا سو دراہم مستحق غیر نکلے بعد تفرق ہونے کے تو دنا نیر کو پھیرے ہواستے کہ  
 صلح بزرگ مرث کے ہے پھر جب بدل صلح میں استحقاق ثابت ہوا تو صلح باطل ہوگی تو اصل یعنی دنا نیر کا پھیر لینا واجب ہو گیا کہ ذاتی الدر را و راسی کتاب میں اس طرح کی چند فرج اور  
 انکو دیکھنا چاہیے دنی منظومہ الجیبہ صحتہ منہا اور منظومہ مجیبہ میں چند مسائل صمد ضروریہ میں از النجلیہ چند مسائل کو شارح ذکر کیا ہے و اشعار و مستحقا طہر المبیع + لہ علی بالمد الرجوع +  
 بالتمن الذی نہ قدر دفا جلا اذا السل لہ ہنا ادعی + بانہ کان قد یا اشتری + ذلک من ذال مشتری بلام را + اگر بیع کا مستحق ظاہر ہو تو مشتری کو اس کے بالغ سے اس میں کچھ لینا  
 اس کو دیا ہو جائز ہو کر جبکہ بالغ نے یہاں یہ دعویٰ کیا کہ میں نے اس بیع کو زمان قدیم میں اسی مشتری سے خرید کیا تھا بلا شک یعنی اگر اس دعویٰ کو بالغ نے ثابت کیا تو رجوع نہیں بشرط  
 اتحاد میں اور اگر میں زیادہ ہو تو رجوع بقدر زیادت جائز ہو کہ ذاتی بطحاوی اشعار و بشری خرابہ و انفا + شیعا علی تعمیر او طفا + ذلک لسوی بعدہا اکامہ + تم استحق رجل تمامہ +  
 فالاشتری فی ذلک لیس راجعا بل علی الذی عد التکاب بانوا + و لا علی ذال استحق مطلقا + ہذا الذی کان علیہا الفقہ + اگر ویران زمین خریدی اور کچھ اسکی مرمت میں خرچ کیا اور اس  
 مشتری نے بعد اس کے اس کے ٹیلوں کا برابر کرنا شروع کیا پھر ایک مرد میں تمام زمین کا مستحق نکلا تو مشتری میں پھیر نہیں سکتا اس کے بالغ سے اور نہ اس شخص مستحق سے مطلقا  
 پھیر سکتا ہو اس مال کو جو کسی درستی میں مرث کیا مستحق سے مطلقا رجوع جائز نہیں میں نہ صرف تعمیر کا اور بالغ سے رجوع صرف تعمیر جائز نہیں لیکن رجوع میں جائز ہو کہ ذاتی بطحاوی اشعار

تفسیر مختار جلد سوم  
 کتاب بیوع باب الاستحقاق  
 فی دعویٰ حق مجہول من دار صلوح علی شتی استحقاق بعضہا لحوارہ بخواہ فیما لقی و لو مستحق کلہ  
 روکل العوض الذلول المدعی فی استحقاق اور بدل صلح کا پھیر لینا نہیں ایک گھر کے حق مجہول کے دعویٰ میں جس کا مصالحہ ہو گیا تو نہیں پر اور بعض گھر مستحق غیر نکلا ہواستے کہ  
 ہو کہ مدعی کا دعویٰ باقی میں ہونہ مستحق میں اور اگر تمام گھر مستحق غیر نکلا تو تمام غرض پھیرا جائیگا بسبب داخل ہونے مدعا کے مستحق میں و مستفیض منہ ای من جواب السئلہ امران احد  
 صحیحہ الصلح عن مجہول علی معلوم لان جہالتہ اسقطت لافضی الی المنازعة والثانی عدم اشتراط صحیحہ الدعوی صحیحہ لجمانہ المدعی جہتی لو برہن لقبل الم بیع اقرارہ پلا  
 اس سے یعنی جو ب مسئلہ مذکورہ سے دو امر حاصل ہئے ایک صحیح ہونا صلح کا دعویٰ مجہول سے شوعین پر اس واسطے کہ نادانی شوسا قسطی منازعت کو نہیں ہو چاتی دوسرے  
 نہ مشروط ہونا صحت دعویٰ کا واسطے صحیح ہونے صلح کے بسبب مجہول ہونے اس چیز کے جس کا دعویٰ کیا گیا تا نکلا اگر دعویٰ مجہول پر گواہ لادیکا تو قبول ہونے کے جب تک یہ دعویٰ  
 نہ کرے کہ مدعا علیہ نے حق مجہول کا اقرار کیا ہے یعنی اگر اس ترار پر گواہ لادیکا تو گواہی قبول ہوگی درقر سے زبردستی بیان کرایا جادیکا ذاتی بطحاوی و رجع المدعی علیہ  
 بجمہتہ فی دعویٰ کلہا ان استحقاق شتی منہا لغوات سلامتہ البدل اور سب گھر کے دعوے میں اگر کچھ نہیں سے مستحق غیر نکلے تو مدعا علیہ بقدر اس کے حصے کے پھیرے  
 فوت ہونے سلامت بدل صلح کے یعنی تمام گھر کا مدعی نے دعویٰ کیا اور مدعی علیہ نے مال میں دیکر اس سے صلح کر لی پھر بعض گھر مستحق غیر نکلا تو مدعا علیہ بقدر استحقاق مدعی  
 پھیرے کیونکہ بدل صلح استحقاق کی جہت سے سلامت نہ بقید بالجمول لانه لو ادعی قدر معلوما کر بعد الم بیع باوام فی یدہ ذلک بقدر ان لقی اقل بیع بحساب ما استحق من  
 مصنف نے دعویٰ مجہول کی قید لگائی ہواستے کہ اگر مدعی قدر میں کا دعویٰ کر گیا چنانچہ چوتھالی گھر کا دعویٰ تو بدل صلح کو نہ پھیرے جب تک اس کے ہاتھ میں اس قدر حصہ ہی چوتھا  
 باقی ہو اور اگر اس مقدار سے کتر باقی رہے تو استحقاق کے حساب کے موافق مدعی سے پھیرے یعنی شہادتی نے بیع کا دعویٰ کیا اور استحقاق کے بعد مدعا علیہ کے پاس میں باقی  
 تو بقدر حصہ میں کے مدعی سے پھیرے کہ ذاتی بطحاوی فرج مسئلہ ملحقہ شارح کاو صلح من الدنا نیر علی دراہم و بعضہا فاستحققت بعد تفرق بیع بالذنا نیر لان ہذا الصلح فی معنی بصرف  
 فاذا استحق البدل لطل الصلح و جب الرجوع در وقتہا فرج اخر فلنظرا لمدانیہ سے صلح کی دراہم پر اور اس پر قبضہ کیا سو دراہم مستحق غیر نکلے بعد تفرق ہونے کے تو دنا نیر کو پھیرے ہواستے کہ  
 صلح بزرگ مرث کے ہے پھر جب بدل صلح میں استحقاق ثابت ہوا تو صلح باطل ہوگی تو اصل یعنی دنا نیر کا پھیر لینا واجب ہو گیا کہ ذاتی الدر را و راسی کتاب میں اس طرح کی چند فرج اور  
 انکو دیکھنا چاہیے دنی منظومہ الجیبہ صحتہ منہا اور منظومہ مجیبہ میں چند مسائل صمد ضروریہ میں از النجلیہ چند مسائل کو شارح ذکر کیا ہے و اشعار و مستحقا طہر المبیع + لہ علی بالمد الرجوع +  
 بالتمن الذی نہ قدر دفا جلا اذا السل لہ ہنا ادعی + بانہ کان قد یا اشتری + ذلک من ذال مشتری بلام را + اگر بیع کا مستحق ظاہر ہو تو مشتری کو اس کے بالغ سے اس میں کچھ لینا  
 اس کو دیا ہو جائز ہو کر جبکہ بالغ نے یہاں یہ دعویٰ کیا کہ میں نے اس بیع کو زمان قدیم میں اسی مشتری سے خرید کیا تھا بلا شک یعنی اگر اس دعویٰ کو بالغ نے ثابت کیا تو رجوع نہیں بشرط  
 اتحاد میں اور اگر میں زیادہ ہو تو رجوع بقدر زیادت جائز ہو کہ ذاتی بطحاوی اشعار و بشری خرابہ و انفا + شیعا علی تعمیر او طفا + ذلک لسوی بعدہا اکامہ + تم استحق رجل تمامہ +  
 فالاشتری فی ذلک لیس راجعا بل علی الذی عد التکاب بانوا + و لا علی ذال استحق مطلقا + ہذا الذی کان علیہا الفقہ + اگر ویران زمین خریدی اور کچھ اسکی مرمت میں خرچ کیا اور اس  
 مشتری نے بعد اس کے اس کے ٹیلوں کا برابر کرنا شروع کیا پھر ایک مرد میں تمام زمین کا مستحق نکلا تو مشتری میں پھیر نہیں سکتا اس کے بالغ سے اور نہ اس شخص مستحق سے مطلقا  
 پھیر سکتا ہو اس مال کو جو کسی درستی میں مرث کیا مستحق سے مطلقا رجوع جائز نہیں میں نہ صرف تعمیر کا اور بالغ سے رجوع صرف تعمیر جائز نہیں لیکن رجوع میں جائز ہو کہ ذاتی بطحاوی اشعار

Marfat.com

وان بیع مستحقاً ظہراً ثم القاضی علی من اشتري به بفصل الذي ادعاه به فصولاً علی من اشتري به او اذ به يرجع في ذاك بكل الثمن + علی الذی قد باعه فاستثنى به اور اگر ایک بیع مستحق  
غیر ظاہر ہوئی پھر قاضی نے مشتری پر استحقاق کا حکم کیا مشتری نے اس کے مدعی سے کچھ اس کے مال مودی پر صلح کر لی تو مشتری اس میں تمام ثمن اس کے بائع سے پھرے  
یعنی ہوا اسلئے کہ گویا مشتری نے بیع کو مستحق سے خرید کر نیا کذا فی المطاوی و فی المینۃ شری والدی فیہا فاستحققت ربح بالثمن و قیمتہ البنا و بنیا علی البائع اذ سلمت من غیر  
یوم تسلیم ان لم یسلم البائع الا غیر اور منہ میں ہو کہ ایک گھر خرید کیا اور اس میں عمارت بنائی پھر وہ گھر مستحق غیر کا نکلا تو مشتری بائع سے ثمن اور بنی بنائی عمارت کی قیمت جو  
اس کے تسلیم کے دن قیمت گھر سے پھرے بشرطیکہ منقوض یعنی لکڑی اور اینٹ وغیرہ بائع کے قبضے میں کرے اور اگر قبضہ کر دیا ہو تو فقط ثمن پھرے نہ کچھ اور کما لو  
استحققت بجمع بنا ہوا لہذا لقران الاستحقاق منی و رد علی ملک مشتری لا یوجب الرجوع علی البائع بقیمۃ البنا و بنیا چنانچہ اگر گھر مستحق غیر کا نکلا یعنی تمام عمارت کے ساتھ تو  
رجوع ثابت نہیں مگر ثمن کا ہوا اسلئے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ استحقاق جبکہ ملک مشتری پر وارد ہوتا ہے تو بائع سے قیمت بنا کی مثالاً پھر لینے کا موجب نہیں ہوتا و لو حضر بمرکب  
البالوعۃ اور من الدار شیئاً ثم استحققت لم یرجع بشئ علی البائع لان الحكم یوجب الرجوع بالقیمۃ لا بالنفقہ کما فی مسئلۃ الخرابۃ حتی لو کتب فی الصک فالنقۃ مشتری ہیما  
من نفقۃ اور من ہیما من مرۃ فعلی البائع یفسد البیع اور اگر مشتری نے کنواں کھودا یا نجاسات کا چھینچہ پاک کیا یا گھر میں کچھ مرمت کی پھر وہ گھر مستحق غیر نکلا تو اس قسم کا  
صرف اس کے بائع سے کچھ پھرے ہوا اسلئے کہ قاضی کا حکم استحقاق رجوع قیمت کا موجب ہے نہ رجوع صرفت کا چنانچہ دیران زمین کے مسالہ میں مذکور ہو چکا یہاں تک  
کہ اگر بائع نے بیٹھے میں لکھ دیا کہ جو مشتری گھر میں صرفت کرے گا اور اس میں کچھ مرمت کرے گا تو وہ بائع کے ذمہ ہو و بیعت نظور استحقاق تو بیع فاسد ہوگی  
مہم فساد بیع کی وجہ یہ ہے کہ یہ شرط ملائم بیع نہیں اور عقد اسکو تقضی نہیں و لو حضر بمرکب او باہرین بقیمۃ اعلیٰ لایقیمۃ الحفر فاذا اشترط فسد اور اگر کنواں کھودا اور اس کی  
من بنائی تو من کی قیمت پھرے نہ کھونے کی قیمت تو اگر بائع اور مشتری دونوں قیمت کی شرط کر لیں تو بیع فاسد ہوگی و کذا لو حضر ساقیۃ ان قنطر علیہا ربح بقیمۃ بنا  
القنطرۃ لایفقہہ حضر ساقیۃ و بالجملة فانما یرجع اذ ابی فیما او غرس بقیمۃ مایکن بقیمۃ و تسلیم الی البائع فایرجع بقیمۃ حصص او طین و تمانی فی الفصل الخامس  
من الفصولین اور اسی طرح اگر نہ کھودی تو اگر اسپرل بنا یا تو بنائی پل کی قیمت پھرے نہ نہ کھونے کے خرچ کو اور خلاصہ یہ ہے کہ پھر لینا تو اسوقت ہے جبکہ  
اس میں کچھ عمارت بنا ہے یا درخت بوئے ہے چیز کی قیمت پھرے جسکو توڑنا اور بائع کا ہر قبضہ کر دینا ممکن ہو تو چونہ اور مٹی کی قیمت نہ پھرے اور پورا بیان  
اسکا فصولین کی بندھوں میں فصل میں ہے ذنیہ شری کر یا فاستحققت نصفہ رد الباقی ان لم یغیر فی یدہ ولم یاکل من ثمرہ اور فصولین میں ہے کہ المیر کا باغ خرید کیا  
اور نصف باغ مستحق غیر نکلا تو مشتری کو باقی باغ کا پھر دینا جائز ہے اگر باغ اس کے پاس متغیر نہ ہو اور اسے اسکا پھل نہ کھا یا ہو و لو شری او من فاستحققت  
ادعہا ان قبل قبض فی مشتری دان بعدہ نزمہ غیر مستحق بھمتہ من الثمن بلاخیار اور اگر دو قطعہ زمین کے خرید کے اور ایک قطعہ مستحق غیر نکلا اگر استحقاق  
قبل قبض کے ہو تو مشتری مختار ہے چاہے دوسرے قطعہ کو لے چاہے پھرے اور اگر استحقاق بعد قبض کے ہو تو ہر دو قطعہ ثانیہ غیر مستحق کی بیع لازم ہوگی اسکی قیمت  
کے حصے کے موافق بلاخیار و لو مستحق العبد و البقرۃ لم یرجع بالفق و لو استحق ثیاب القن او بڑعتہ لہما لم یرجع بشئ یدخل فی البیع تبعاً لاصتہ لہ من الثمن و لکن  
یحیی مشتری ذنیہ اور اگر غلام یا بیل مستحق غیر نکلا تو اس پر خرچ کیا ہے اسکو نہ پھرے اور اگر غلام کے کپڑے یا گدھے کی چھو پر کی کلمی مستحق غیر نکلی تو پھرے  
پھرے اور جو چیز کہ بیع میں بالتبع داخل ہوتی ہے قیمت میں سے اسکا کچھ حصہ نہیں ہوتا و لیکن مشتری مختار ہے چاہے لے چاہے پھرے کذا فی القینہ و لو مستحق  
من ید مشتری الاخر کان قضا علی جمیع الباعۃ کل ان یرجع علی بانہ بالثمن بلاعادۃ بنیۃ لکن لایرجع قبل ان یرجع علیہ مشتری عند ابی حنیفہ و قال ابو یوسف  
لہ ان یرجع قال لاری ان مشتری الثانی لو ابر الادل من الثمن کان لا اول الرجوع کما لو وجد العبد و الکل الرجوع قبلہ فایتمہ اور اگر بیع مستحق نکلی پھر مشتری کے ہاتھ  
سے تو یہ استحقاق کا حکم ہوگا جمیع بائعین پر تو ہر ایک کو جائز ہے کہ ثمن پھرے اپنے ہائے سے بلاعادۃ شہادت لیکن نہ پھرے قبل اس کے کہ اسکا مشتری اس سے  
پھرے امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور ابو یوسف نے کہا کہ اسکو پھر لینا قبل رجوع ہی درست ہے ابو یوسف نے کہا کہ کیا تو نہیں دیکھا کہ مشتری ثانی اگر مشتری





نقل وزن زادت قیمتہ و آخر کما احت وزن زادت قیمتہ فلا بد من بیان مع الذبح اور چنانچہ ذریعہ یعنی وہ چیز جو گز سے پائی جاتی ہے جیسے وہ کبیرہ جسکی مقدار صرح ہوئی ہو باعتبار طول  
اور عرض کے اور صفت اسکی صرح ہوئی ہو چنانچہ رولی کا کبیرہ یا کتان کا یا دونوں سے مرکب و اسکی صنعت کا بیان ہو گیا ہو چنانچہ شام کا بنا یا مصر کا یا زید کا بنا یا عمر کا اور یہ تصریح  
ہوئی ہو کہ ہر ایک ہو یا کاڑھا اور قول اسکی شرح ہوئی ہو اگر وہ کبیرہ کپڑا وزن سے بکتا ہو اسطرح کہ دیبا جتنا گران وزن ہوتا ہے قیمت اسکی زیادہ ہو جاتی ہو اور حریر جتنا کہ ہلکا ہوتا ہے قیمت  
اسکی زیادہ ہوتی ہو تو ایسے کپڑے میں وزن کا بھی بیان مندر ہے گز کے بیان کے ساتھ ہم امور مذکورہ کا بیان ہوا ہے صحت سلم کیلئے شرط ہوا تا آخر کار نزارع نہ واقع ہو اور گفتگو کا مقام نہ باقی رہے  
لاصحیح فی عدوی تفاوت ہما تفاوت یا صحیح وقوع و در دوران فلم یجر عدد بلا میز صیح نہیں سلم عدوی تفاوت میں عدوی تفاوت وہ ہے جسکی مالیت میں تفاوت ہو یعنی  
باوجود اتحاد جنس کے اس کے افراد کی قیمت مختلف ہو چنانچہ خربوزہ اور گرد اور رولی و رانار تو ایسی چیزوں میں سلم جائز نہیں گن کر بلا میز یعنی بلا ذکر ضابطہ چنانچہ طول یا غلط یا غیر  
ذلک فقط ذکر عدد سے جائز نہیں کذا فی المنع و اجازہ عدد اجازہ اور نازنا ہر دو میں سلم جائز ہے گن کر گن کیلئے اور وزن سے بھی سلم درست ہے کذا فی النہم اور ہمیں کیل  
جائز ہے گن کر سلم جائز ہے اور ہمیں وزن جائز ہے بقول معتاد کچی اینٹ میں کیل یا وزن جائز ہے کذا فی الطحاوی عن البحر و لصیح فی سماک علیح لعمرو لہذا یہ اور صحیح ہے  
سلم خشک مچھلی تک سود میں شارح نے کہا سماک علیح نخت فصیح ہے اور سماک مالح کننا نخت ردی ہے و فی طریحین یو جود زنا و صر با ای لوعا قید لہما اور صحیح ہے سلم تازہ مچھلی  
میں ہوتے جبکہ وہ پائی ہو وزن سے اور اسکی قسم بیان کر کے بیان وزن اور قسم خشک و زنا زد دونوں کی قید ہے ہم طحاوی نے کہا جواز سلم بوقت وجود ظاہر اور  
مچھلی کی قید ہے ہوا ہے کہ خشک مچھلی بازا و دن میں ہر وقت ملتی ہے ان اگر بعضے وقت بازا میں منقطع ہو تو سلم جائز نہیں استام مچھلی کے بکثرت ہیں چنانچہ روہو اور چال  
اور بڑھن وزن اور بیان قسم ہوا ہے مشروط ہوا تا یقین حاصل ہو جائے و لا عدد و التفاوت جائز نہیں سلم مچھلی میں باعتبار شمار کے بسبب تفاوت کے یعنی مچھلی کی بیان  
نہیں جو شمار کفایت کرے اور نزارع واقع ہو و لوصنا راجاز و زنا و کیل اور اگر مچھلیان چھوٹی ہوں تو ان میں وزن اور پیمانہ دونوں جائز ہیں یعنی ہن ذکر نوع کے تازہ منقطع ہو  
و فی الکبار و اتیان مجتبی اور بڑی مچھلیوں میں دو روایتیں ہیں کذا فی المجتبےم جواز اور عدم جواز امام سے وزن میں مردی ہوا کیل تو بروایت واحدہ جائز نہیں اور متون  
میں تو جواز ثابت ہے کذا فی الطحاوی و لانی حیوان ما خلا فالشائعی سلم جائز نہیں کسی جاندار میں بخلاف امام شافعی کے م حیوان آدمی ہو یا غیر آدمی سلم نہیں جائز نہیں اسطرح  
کہ حدیث میں نہیں وارد ہے سلف فی حیوان سے اور اسوا سے کہ باطن حیوان منضبط نہیں ہو سکتا اگر ضبط ظاہر ممکن ہے کذا فی البحر و اطرافہ کروس و کاعرج خزافا لما تک رج  
جائز و زانی روایت اور سلم جائز نہیں جانور کے اطراف میں چنانچہ اسکے کلمہ پانوں میں بخلاف امام مالک کے اور ایک روایت میں سلم جائز ہے تو لکر و لانی حطب بالخرم و طیبہ  
بالحرز الا اذا ضبط بالالیو دی الی النزارع و جاز و زنا فتح اور سلم جائز نہیں لکڑیوں میں گٹھے باندھ کر اور نہ رطبہ میں مٹھی باندھ کر مگر جبکہ اسطرح ضبط اور تعین ہو جائے کہ  
باعتبار نزارع نہ ہو اور لکڑیوں اور رطبہ میں تو لکر سلم جائز ہے کذا فی الفتح ہم تعین قاطع نزارع کی یہ صورت ہے کہ جس رستی سے گٹھا باندھا جاتا ہے اسکا طول صرح ہو جائے اسطرح پر کہ  
تمام گفتگو باقی نہ ہو ہم ہم حلی و فتح سے مجمع جمع ہے خرم کی یعنی گٹھا اور جرز بضم حیم و فتح سے ملنے جمع جرزہ کی یعنی بقدر قبضہ کذا فی الطحاوی و جواہر و خراز اور سلم جائز نہیں جو اہرات  
اور پر سے کی چیزوں میں ہم خرزہ بالتحریک وہ چیز ہے جو تانے میں پر پٹی جائے مانند موئی تو غیر کے ظاہر جو اہرات اور موتیوں میں بطریق وزن کے بھی سلم جائز نہیں ہوا ہے کہ دو موتیوں  
میں تفاوت فاحش ہوتا ہے مالیت میں اگر ہم عدد اور وزن میں اتفاق ہو کذا فی الطحاوی الا صغار لو لو تبارع و زنا لانه اما یعلم بہ لکڑیوں نے موتی بیچے جاتے ہیں تو لکر  
اسوا سے کہ انکی قیمت تو تونے ہی سے معلوم ہوتی ہے طحاوی نے کی سے نقل کیا کہ یہی حکم ہے صغار جواہر کا و منقطع الایو جرز فی اسواق من وقت العقدا لی وقت الاستحقاق  
اور اس نایاب چیز میں سلم جائز نہیں جواز و دن میں نہیں ملتی عقد سلم کے وقت سے استحقاق کے وقت تک ہم بازار کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر ایک چیز بازار میں نہو اور گھر میں  
ہو تو اسکا اعتبار نہیں و لو قطع فی اقلیم دون آخر لم یجزئی المنقطع اور اگر منقطع ہو ایک اقلیم میں نہ دوسری اقلیم میں تو سلم جائز نہیں منقطع میں یعنی اقلیم عدم الوجود میں سے منقطع کی سلم  
جائز نہیں اسوا سے کہ اسکا لانا ہر دن کثرت عظیم کے تصور نہیں تو بجز عن التسلیم لازم آیا و لو قطع لولا الاستحقاق غیر سلم میں انظار وجودہ و الفسخ و اخذ راس مالہ اور اگر  
سلم فیہ منقطع ہوئی بعد استحقاق قبل ایفا سلم فیہ کے تو ب سلم کو اختیار ہے چاہے اس کے پائے جانے کا انتظار کرے اور چاہے عقد سلم کو فسخ کرے اور اپنا راس مال لے و حکم

ولو تزوج عظم جوزاہ اذ ابین وصفہ ووصفہ لانه مؤذن معلوم وبقالت الامۃ المسلمۃ وعلیہ الفتویٰ بحر شرح مجمع اور گوشت میں سلم جائز نہیں امام کے نزدیک اگرچہ بے ہڈی کا گوشت  
 ہوا در صاحبین نے سکوا جز کہا ہے جبکہ اسکا وصف بیان ہو گیا ہو یعنی موٹا یا ڈبلا اور گوشت کا مکان معرچ ہو یعنی دست کا گوشت یا ران یا پہلو کا سوا سب کے گوشت ہونے اور  
 معلوم چیز اور یہی قول ہے تینوں اماموں کا اور اسی پر قوی ہو کذا فی البحر و شرح المعجم القانی نے کہا صاحبین کے نزدیک گوشت میں سلم جائز ہے بشرط بیان جنس اور نوع اور صفات  
 اور موضع اور مقدار کے یعنی گائے کا گوشت یا بکری کا جانور کیسا نہ ہو یا کدو پیش نہ ہو یا مادہ موٹا ہو یا ڈبلا پہلو کا گوشت ہو یا اور موضع کا دسٹل میر یا کدو پیش کذا فی المطحیٰ لکن  
 فی لغتستانی انہ یصح فی المنزج بلا خلاف انما الخلاف فی غیر المنزج فتنہ لیکن تستانی میں ہے کہ بے ہڈی کے گوشت میں سلم جائز ہے بلا خلاف امام اور صاحبین کے خلاف تو اس گوشت  
 میں جو کسی ہڈی جدا نہیں ہے جو در ہوں صرح غیر بار وایتین مقدم لیکن غیر تستانی نے تصریح کی ہے دو درایتوں کی سبباً کرنا ہم یعنی امام سے دو درایتیں ہیں ایک ایت میں  
 مطلقاً سلم جائز نہیں اور دوسری روایت میں تفصیل مذکور ہے مطحیٰ نے کہا کہ استدراکین کا حذف کرنا بہتر تھا یعنی ہوا سب کے جب قوی صاحبین کے قول پر ہوا تو اب استدراک  
 کی کیا ضرورت ہے و لو حکم جو از صرح اتفاقاً نزائیہ اور اگر قاضی جو از سلم حکم کا حکم کرے تو بالاتفاق صحیح ہو کذا فی البزازیہ و فی العینی انہ فی غنہ مثلی عندہا اور عینی میں ہے  
 کہ گوشت امام کے نزدیک قبیح ہے اور صاحبین کے نزدیک مثلی ولا یکمال و ذراع مجبول قید فیہا اور جائز نہیں سلم پیمانہ مجبول اور گز مجبول سے شارج نے کہا  
 مجبول دونوں کی قید ہے نہ فقط ذراع کی مصلحتی نے کہا پیمانہ معین اور گز معین مراد ہے اسوا سب کے کہ وہ محتمل لہذا کہ ہے تو ایفا معتد ہے مجبول کی قید ہوا سب کے لگائی کہ اگر پیمانہ یا  
 گز معلوم مقدار ہو گا تو سلم جائز ہے جو را نشانی فی الما تقر بالمتعال فتح اور ابویوسف نے سلم جائز رکھا ہے پانی میں مشکون ہر کے سبب ذراع کے کذا فی الفتح ہم یعنی سب سے  
 چند مشکین پانی کی خرید کرنا معین مشکت جائز ہے و ہر قریہ یعنی ہا و قریہ لثمرۃ او غلۃ او قریہ بیان الصفۃ لا التبعین الخراج قلع مرعی دہلری  
 بدیانا فاما لغہ القصد العرف فتح اور جائز نہیں سلم مخصوص گاؤں کے گیہوں اور عین کھجور کے درخت کے پھل میں مگر جبکہ نسبت پھل اور کھجور کے درخت اور گاؤں  
 کے بیان صفت کیواسطے ہونہ واسطے معین کرنے شیخ خراج کے جیسے مرغزاری یا شہری گیہوں کی نسبت ہمارے ملک میں بیان صفت کے واسطے ہوتی ہے تو مانع  
 اور عینی سلم کا عرف ہی ہے یعنی اگر اسکا عرف ہو کہ نسبت کا ذکر کرنا بیان صفت کیواسطے ہوتا ہے تو جائز ہے والا غیر جائز قریہ معینہ کے گیہوں یا درخت معین کے پھل میں  
 سلم اسوا سب کے ناجائز ہے کہ شاید کسی آفت سے گیہوں اس گاؤں میں یا پھل اس درخت میں نہ پیدا ہوں تو قدرت علی التسلیم باقی رہی ہے میں احتمال فسخ عقد کا ہے اسدا صحیح  
 نہیں علاوہ برین وہ چیز فی الحال معدوم بھی ہے قریہ کی قید سے تعلیم سے اقرار ہو گیا کیونکہ تعلیم کی طرف نسبت کرنا صحیح ہے اور یہ احتمال کہ شاید تعلیم میں بھی گیہوں نہ پیدا ہوں  
 احتمال ضعیف ہے ولانی حنظلہ حدیثیہ قبل حدیثہا لانا منقطعہ فی الحال و کونہا موجودہ وقت المقدالی وقت الحاصل شرط ہے اور صحیح نہیں سلم نے گیہوں میں قبل سکے پیدا ہونے  
 کے اسوا سب کے کہ منقطع فی الحال ہے اور ہونا اسکا موجود عقد سلم کے وقت سے تا وقت حلول مدت شرط ہے کذا فی الفتح ہم فتح القدر میں ہے کہ مسلم فیہ کا موجود ہونا  
 عقد کے وقت سے تا وقت حلول مدت شرط ہے تو اگر عقد کے وقت منقطع ہوا در طول کے وقت موجود ہو یا بالکسلس میں کے یا دونوں وقتوں کے مابین منقطع ہوا اور عقد حلول  
 کے وقت موجود ہو تو سلم جائز نہیں اور یہی قول ہے اور زائی کا اور شافعی اور مالک اور احمد اور اسحق کے نزدیک وجود وقت حلول کافی ہے و فی البوہرۃ سلم فی حنظلہ  
 جدیدۃ ادنی ذرۃ حدیثیہ لم یجز لانہ لا یدری کیوں فی تکاسنتہ تہی ام لا قلت وعلیہ ما یکتب فی یتیمہ مسلم من قولہ جدیدۃ عارضۃ فی قبل وجود الخدیہ اما بعدہ فیصح کما  
 لا یخفی اور جو ہرہ میں ہے عقد سلم کیانے گیہوں یا سنے چنے میں تو جائز نہیں کیونکہ معلوم نہیں کہ اس سال میں وہ پیدا ہو گا یا نہیں میں کہتا ہوں اور جو جب اس روایت  
 کے وہ جو یتیمہ سلم میں یہ قول لکھا جاتا ہے کہ اس سال کے نئے گیہوں سو فسد سلم یعنی فسد سے قبل پیدا ہونے جدید کے اور جو پیدا ہونے کے تو سلم صحیح ہے چنانچہ  
 مخفی نہیں و شرط اسے شرط صحیحہ الی تذکر فی العقد سبعة بیان جنس کبر او قمر و بیان نوع کسے و بجلی و صفۃ کجید و ردی و قدر کذا کیلا لا ینقبض و  
 لا ینبسط اور شرط سلم کی لینے صحت سلم کی وہ شرط جو عقد میں مذکور ہوتی ہیں اسات میں اس بیان ہے مسلم فیہ کی جنس کا چنانچہ گیہوں یا کھجور یا بیان نوع کا چنانچہ  
 آدمیوں کے سینے یا بارش آسانی کے سینے ہم بیان اس کی صفت کا چنانچہ عمرہ قسم یا ناقص خالص گیہوں یا کجی ہم بیان مقدار سلم فیہ کا کہ اتنے کیل ہوگی اس

لہ یعنی دونوں  
 حکم و شارج کے  
 کلام میں اس  
 صفت بالضم و  
 بیخ چنانچہ

Marfat.com

بیان شرط صحیحہ



کیل سے جو کرے اور پہلے نہیں داخل اقلہ فی السلم شہر پہنچتی ۵۵ بیان مدت کا اور مدت سلم میں ایک مہینہ ہو اسی کا فتویٰ ہو مقدار مدت میں اختلاف ہو اور صح وہ جو بعد سے ہر دی کی ایک مہینہ ہو کیونکہ ادنیٰ اجل اور اقصیٰ اجل ہو اور اخذ ہو مسئلہ ائین سے یعنی جو قسم کھائے کہ دین کو بعد ادا کر گیا اور اسے قبل تمام ہونے میں سے ادا کر دیا تو عانت ہو گا تو معلوم ہو گا کہ ما دون شہر حکم عاجل میں ہو اور شہر و ما فوق اس کے اجل ہو علمائے کما اسی پر فتویٰ ہو گا ذانی نفع القدری فی الحادی لا باس فی السلم فی نوع واحد علی ان يكون حلول بعضی وقت وبعضی وقت آخر اور حادی میں ہو کہ سلم کرنا کچھ مضائقہ نہیں نوع واحد میں اس شرط پر کہ حلول بعض کا ایک وقت میں ہو اور بعض کا دوسرے وقت میں و مطبل الاجل بون السلم الیہ الاموت رب السلم فیما اذا سلم فیہ من ترکہ حال البطلان الاجل موت المدیون لا الدائین لہذا شرط دوام وجودہ لثبوت القدرۃ علی تسلیم بوجہ باطل ہو جاتی ہو مدت سلم الیہ کی موت سے تو رب السلم سلم فیہ کو مسلم الیہ سے لے گا بسبب باطل ہونے مدت مدیون کی موت نہ دامن کی موت اور اس واسطے یعنی ترک سے مسلم فیہ کی موت کو واسطہ وہ وجود مسلم فیہ مشروط ہو اسی وصحت سلم میں تا اسکی تسلیم پر قدرت ہمیشہ رہی مسلم الیہ کی موت یعنی تا مسلم الیہ کا وارث بعد اسکی موت تسلیم پر قادر ہو بیان قدر راس المال ان تعلق العقد بعد ان کما فی کسول موزون و عددی غیر تفاوت و اختیابا بالاشارة کما فی مروع و حیوان ۱ مقدار راس المال کا بیان اگر عقد تعلق ہو راس المال کی مقدار سے چنانچہ کسول و موزون اور عددی غیر تفاوت میں اور صاحبین نے اشارہ پر کفایت کی ہے جیسے مذروع اور حیوان میں صاحبین نے کہا کہ جب راس المال کی طرف اشارہ ہو تو اب بیان اسکی مقدار کا ضرور نہیں چنانچہ اگر راس المال مذروع یا حیوان ہو تو وہ ان اشارہ بالاتفاق کافی ہو اس واسطے کہ مذروع میں گزوں کا معلوم ہونا مشروط نہیں کیونکہ عقد اسکی مقدار سے تعلق نہیں اس واسطے کہ مسلم فیہ گزوں کے شمارہ نہیں ہوا اس لیے کہ گز و صفت ہوں گے کے قابل میں کچھ متن نہیں پڑتا تو اسکی جمالت سلم فیہ لازم نہیں کذا فی الطحاوی قلنا ربنا لا یقدر علی تحصیل السلم فیہ فیحتاج الی رد راس المال بن کمال ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف سے لگا ہے مسلم الیہ قادر نہیں ہوتا مسلم فیہ کی تحصیل میں تو راس المال کے پھیر دینے کی حاجت ہوگی کذا صرح ابن کمال یعنی اگر مقدار راس المال کی معلوم نہ ہوگی تو نزع واقع ہوگی و قد یفوت بعضہم برباقیہ عبیدافیرہ ولا یستبدلہ رب السلم فی مجلس ارضی منفسخ العقد فی المودود و بیانی غیر فیلزم جہالت المسلم فیہ فیما لقی ابن ملک توجب بیانہ اور گاہے مسلم الیہ بعض راس المال کو فرج کر دیتا ہے باقی راس المال کو عیب پارہ پاتا ہے تو اسکو پھیر دیتا ہے اور رب السلم مجلس رد میں اسکو بدل نہیں دیتا تو عقد مسلم منفسخ ہوگا مقدار راس المال میں جو پھیر دیا گیا اور عقد باقی رہیگا غیر مردود میں تو جمالت سلم فیہ لازم آویگی بالقی من کذا ذکرہ ابن ملک تو واجب ہو بیان راس المال کی مقدار کا و اسالیح بیان مکان الا یفا المسلم فیہ فیما لم یحل و مؤتہ اور ایفا المسلم فیہ کے مکان کا بیان ہی اس مسلم فیہ میں جن میں بار بردار اور کلفت ہو یعنی جس سلم فیہ کی بار برداری میں کلفت اور شقت ہو وہاں بیان مکان ایفا شرطیہ نہ اندیشہ اور موتی کے مثلہ الثمن والاجرۃ و القسمة اور انہ سلم کے متن اور اجرت اور قسمت ہر متن کی صورت یہ ہو کہ ایک شخص نے عبد حاضر کو کسول یا موزون سے ادھا خرید کیا یا متعین کر کے تو امام کے نزدیک مکان ایفا شرطیہ اور اجرت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے گھر یا جانور یا جارہ لیا جو کسول یا موزون کے مدت مقرر کر کے تو امام کے نزدیک مکان ایفا شرطیہ اور قسمت کی صورت یہ ہے کہ دو شخصوں نے ایک گھر قسمت کر لیا اور ایک شخص نے اپنے حصے سے زیادہ لیا اور بقا لبرائے کے کسول موزون کے دینے کا وعدہ کیا مدت میں کر کے تو امام کے نزدیک بیان مکان ایفا شرطیہ بخلاف صاحبین کے کذا فی الطحاوی و عینا مکان عقد و بہ قال الثلثہ کبج و قرض اطلاق و غصب تعلق نہ و اجبہ ایم فی الحال بخلاف الاول و صاحبین نے مکان عقد سلم کو معین کر دیا ہے واسطے ایفا المسلم فیہ کے اور بھی مذہب ہے باقی تینوں اماموں کا چنانچہ بیع اور قرض و اطلاق مال و غصب میں واسطے تسلیم بیع اور قرض اور بدل تلف اور غصب کے مکان بیع اور قرض و اطلاق اور غصب کا معین ہے ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف سے کہ یہ اشیا یعنی بیع اور قرض وغیرہما واجب تسلیم میں فی الحال انداز نہیں وہی مکان متعین ہو گیا بخلاف پہلی صورتوں کے یعنی مسلم فیہ و متن اور اجرت اور قسمت شرط ایفا فی ہدنیہ و کل محل اہما سوا فیہ فی الحال حتی لو اذناہ محلیہ منہا بری و لیس لان بطالیہ فی محلیہ اخری یزایہ ایفا المسلم کو شرط کیا ایک شہر میں تو سب محلے اس نے برابر میں ایفا میں تو اگر وہ تسلیم کرے اس شہر کے کسی محلے میں بری الذمہ ہوگا اور رب السلم کو اختیار نہیں کہ اس سے بطالیہ کرے دوسرے محلے میں کذا فی البراز یہ و فیما قبلہ شرط حلیہ منزلہ بعد الا یفا فی مکان المشروط لم یصح ان یغنی عن الاجر و یزایہ من قبل مسلم سابقہ کے ہو کہ رب السلم نے مسلم فیہ کا لدرک ہو چکا ہے گھر تک بعد ایفا کے مکان مشروط کے شرکاء تو بیع نہیں بسبب جمع ہوجانے



دو عقد کے یعنی اجارہ اور تجارت ہم اجارہ تو شرط محل بعد الایفا سے ثابت ہو اور تجارت تو خود عقد سلم سے ثابت ہو والاصل کہ مکسک کا فوراً و صفاً و لولاً لیس شرط فیہ بیان مکان الا ایفاً و اتفاقاً و یوفیہ حیث شأنی الاصح و صحیح ابن الکمال مکان العقد اور جس چیز میں اٹھانے کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ مشک و روکا فوراً و چھوٹے موتی تو اس میں مکان ایفاً و سلم فیہ کیا بیان کرنا شرط نہیں با اتفاق امام اور صاحبین کے اور پونچا سے جہاں اسکا جی جاہی ہو قول صحیح میں اور ابن کمال نے مکان متحد کی تصحیح کی ہے صحیح محل و موتی اس چیز میں نہیں چھوٹے پلانے اور حال کی مزدوری دینے کی حاجت نہیں اور یہی قول محمد بن کزانی بطحاوی و یوسف بن یحییٰ بن ابی اسحاق فی الاصح فتح لانه یفید سقوط شرط الطریق اور اگر مکان معین کر لیا اس میں جو مذکور ہو چکا لیکن جس میں بار برداری کی حاجت نہیں تو مکان مشروط و معین ہو جائیگا قول صحیح میں کذا فی الفتح اس واسطے کہ تعین مکان سقوط شرط راہ کی مفید و وقتی من شرط قبض راس المال و لولاً و یفاً قبل الافراق بابت اہتمام ان ناما او مشیافاً و غیراً اور باقی رہا شرط سے راس المال کا قبض ہونا ابدال عاقدین کے افراق سے پہلے اگر چہ راس المال عین ہونہ نقد اور گوکہ عاقدین سو گئے ہوں یا بقدر فرسخ یا زیادہ ساھی چلے گئے ہوں ہم مصنف اور شارح نے بیان شرط میں تفسیر سلوب اس واسطے کیا کہ یہ شرط یہی نہیں ہے جکا ذکر کرنا شرط ہوا اسکا وجود بلا ذکر کافی ہے و لولاً و یفاً لیسخرج الدرہم ان توارى عن السلم لیسطلون ان بحیث براہ لا اور اگر با سلم مکان میں داخل ہوا تا در اہتم کمال لا و سے اگر سلم ایہ سے چپ گیا ہو تو سلم باطل ہو گیا اور اگر سطح پر داخل ہوا ہو کہ اسکو دیکھتا ہو تو سلم باطل نہیں و صحت الکفانہ و الحمانہ و الارتمان براس مال بزادیہ اور ضمانت اور و الیاد گو رکھنا سلم کے راس المال کی واسطے صحیح ہے تو اگر سلم ایہ نے راس المال کو محال علیہ یا عاقدین یا سلم سے قبض کیا تو عقد سلم تام ہو بشرط انما مجلس در اعتبار و تعین مجلس کا ہو نہ محال علیہ و ضمانت کی مجلس کا اور در صورت عدم قبض مذکور سلم اور ضمانت اور حوالہ باطل ہو اور صحت کفالت اور حوالہ کی یہ ہے کہ فائدہ ملا قبض اور محال علیہ کی طرف متوجہ ہو گا کذا فی الطحاوی و ہو شرط بقاۃ علی الصحة لا شرط النفاذ و لولاً و یفاً فی عقد سلم صحیحاً ثم یطل بالافراق بلا قبض اور قبض راس المال سلم کے صحیح باقی رہنے کی شرط ہے نہ شرط ہے انعقاد سلم کی بوضوح صحت تو در صورت عدم قبض سلم صحیح منعقد ہو گا پھر بلا قبض افراق ابدال عاقدین سے باطل ہو جائیگا و لولاً و یفاً سلم ایہ قبض راس المال چہ علیہ خلاصہ و اگر سلم ایہ قبض راس المال سے انکار کر گیا تو پھر زبردستی کجا جائیگا کذا فی الخلاصہ و وقتی من شرط کون راس المال ملقودا و عدم الخیار وان لا یشتمل البذلین احدی علی الریاء و ہوا قدر المتفق او الجنس لان حرمة النساء تحقق با و باقی رہا شرط سلم سے ہونا راس المال کا نقد اور خیار شرط کا ہونا اور شامل ہونا بطلین کا ایک علت کی ربا کی دو علتوں سے کہ وہ علت یا قدر متفق علیہ ہے یا جس سے اس واسطے کہ حرمت تاخیر ثابت ہو جاتی ہے ایک علت کا ہونے سے ہم قدر متفق علیہ کی تید سے سلم ملقود کا گیون میں اور سیطرع زعفران اور گھی میں صحیح ہوا اس واسطے کہ اگر چہ بطلین میں وزن متفق ہے لیکن کیفیت وزن مختلف ہے کہ نقد کے ہاٹ علیہ ہین اور زعفران وغیرہ کے جدا چنانچہ باب ربا میں ہدایہ سے اسکا ذکر ہو چکا و عدم یعنی تجا لئالیہ سبوت عشا و عینی نے باتباع غایہ تحقیق کے سلم کی شرطیں سترہ شمار کی ہیں ہم از الجملہ چھ شرطیں راس المال میں یعنی بیان جنس اور نوع اور صفت اور قدر راس المال اور اسکا منقود اور قبوض ہونا اور نو خطین مسلم نہیں یعنی بیان جنس اور نوع اور صفت اور قدر مکان ایفا اور مدت اور عدم القطاع اور ایسا مال ہونا جو تعین و تعین سے اور مضبوط ہونا و معن سے چنانچہ اجناس رابعہ جیسے کھیل و روزون اور مذہب اور معدودہ تقاریر و ایک شرط عقد سے متعلق ہے یعنی عقد کا لازم ہونا جس میں خیار شرط ہوا اور ایک شرط بنظر بطلین یعنی ربا کی دو علتوں میں سے ایک علت کا ہونا کذا فی الطحاوی عن المنع و اذ المصنف وغیرہ القدر علی تحصیل سلم فیہ اور اپنی شرح میں مصنف وغیرہ نے ایک شرط اور زیادہ کی ہے یعنی قادر ہونا سلم فیہ کی تحصیل پر ہم قدرت کی شرط کی کچھ حاجت نہیں باوجود ان شرط عدم القطاع کے ہر الفائق میں کہا قدرت علی تحصیل ہے کہ وہ چیز منقطع ہو تم فرع علی شرط الثامن بقولہ فان سلم مالاً و رحم فی کرہم فتشددتوتون تفرز او تفرز ثانیہ مکا یک و الملوک صلح و نصف یعنی ہر حال کون الما حین بقسوتہ ما تہ دینا علیہ ای علی سلم ایہ و ما تہ نقد اللہ تبارک و اعرف قاعلی و ذلک سلم فی حتمہ الی باطل لانه دین بدین و مع فی حتمہ بقدر لم یصح الفساد لانه طاری حتی لو نقد الدین نے مجلسہ صحیح فی الکل مصنف نے شرط ثامن یعنی قبض راس المال پر اپنے

طاری

اس قول کو متفرع کیا کہ اگر عقد مسلم کیا دوسرے کا ایک کر گھوٹوں میں حالانکہ دوسو یا بن طریق مضموم ہیں کہ ایک سو درم مسلم الیہ پر دین بن اور ایک سو نقد جن کو رب المسلم نے فی الحال دیا اور دونوں عاقد اسی حال پر جدا ہو گئے تو دین کے حصے میں مسلم باطل ہے کیونکہ مبادلہ ہو دین کا دین سے اور یہ جائز نہیں اور مسلم صحیح ہے نقد کے حصے میں اور یہ نسا و تمام عقد میں شامل ہوا کیونکہ یہ نسا و صحیح لگ گیا یعنی مسلم کل میں صحیح واقع ہوا بعد اُس کے بقدر دین باطل ہو گیا تا نکہ اگر مجلس عقد میں دین کو ادا کر گیا تو کل دوسو درم میں مسلم صحیح ہوگا شراحت نے کہا کہ بضم کات و نشد بیدارے مطلق عبارت ہو ساتھ فقیر سے اور فقیر اٹھ لوگ کا ہوتا ہے اور ہر لوگ ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہے اور صاع اٹھ رطل بجز اسی ہے اور ہر رطل ایک سو تیس درم کا دلو اور نما و نایز لعلی غیر العاقد نسد فی الکمال در اوردن سو میں ایک سو دینار ہوں اور ایک سو درم غیر عاقد پر دین ہوں تو سب دونوں سو میں مسلم فاسد ہے و لا یجوز التصرف للمسلم الیہ فی راس مال الرب المسلم فی قبضہ بنحو بیع و شریکۃ و مرابحۃ و التولیۃ و لومن علیہ حتی لو دہبہ من کان اقالہ اذ قبل اور جائز نہیں مسلم الیہ کو تصرف کرنا راس مال میں اور نہ رب المسلم کو مسلم فیہ میں اس کے قبضہ کرنے سے پہلے یا نہ بیع اور شریک اور مرابحہ اور تولیہ کے اگرچہ تصرفات مذکورہ اسی شخص سے کیے ہوں جبہ راس مال یا مسلم فیہ ہی یا تا تک کہ اگر رب المسلم مسلم فیہ مسلم الیہ کو سپرد کرے تو یہ اقالہ ہوگا مسلم کا اگر مسلم الیہ یہ قبول کرے راس مال میں ہوا اسے تصرفات جائز نہیں کہ وہ مستحق القبض ہے مجلس عقد میں اور تصرف کرنا اسی سے قبل قبض کے قبض کو فوت کرنا ہی اور مسلم فیہ میں ہوا اسے تصرف درست نہیں کہ وہ بیع ہی اور بیع منقول میں قبل قبض کے تصرف جائز نہیں شریک کی یہ صورت ہے کہ رب المسلم دوسرے شخص سے لے کر تو بھجک نصف راس مال سے تا نصف مسلم فیہ تیرا ہو اور مرابحہ اور تولیہ کی یہ صورت ہے کہ غیر شخص سے لے کر راس مال پر بھجک فوائد زیادہ سے یا اسکے برابر سے تا مسلم فیہ بالخصوص تیرا ہو دینی بصغری اقالہ بیع مسلم جائزہ اور قادی صغریٰ میں ہے کہ قبض مسلم کا اقالہ کرنا جائز ہے یعنی بعض مسلم میں اقالہ کرنا اور بعض کو قائم رکھنا جائز ہے بشرطیکہ باقی معلوم ہو پانچ نصف وغیرہ خواہ ہر طول بل ہو یا قبل اُس کے کذافی بطحاوی و لا یجوز لرب المسلم شراشی من المسلم الیہ براس مال بعد الاقالہ فی عقد المسلم الصحیح فان کان فاسدا جاز الاستبدال کسائر الدیون اور جائز نہیں رب المسلم کو خرید کرنا مسلم الیہ سے جو میں راس مال کے بعد اقالہ کے صحیح مسلم کے عقد میں اور اگر مسلم فاسد ہو تو استبدال رخصت مال سے جائز ہے جیسے باقی دیون میں جائز ہے قبل قبضہ حکم الاقالہ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لا تاخذ الا سلک اور اس مال کی ای اسلک حالت قیام العقد اور اس مالک حال خصافہ فاقع الاستبدال خرید مذکور جائز نہیں قبل قبضہ کرنے راس مال کے حکم اقالہ مسلم بدلیل قول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ نہ لے لو اگر اپنا مسلم یا اپنا راس مال یعنی اپنا مسلم فیہ لے دوسرے قیام عقد مسلم یا اپنا راس مال لے درحالت انفساخ عقد تو بدلنا منع ہو گیا یہ حدیث بلفظ مذکور اقطنی نے روایت کی ہے اور اہل حدیث کو اس میں گفتگو ہے لیکن یہ حدیث ابو داؤد و ابن ماجہ اور ترمذی میں بالمعنی باہر لفظ ابو سعید خدری سے مروی ہے (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اسلم فی شیء فلا یصرف فی غیرہ) یعنی جو ایک چیز میں مسلم کرے وہ اسکو اسکے غیر میں نہ بھیرے اور تقضی ہی اسکو کہ نہ لے کر اسی چیز کو کذافی الفتح بخلاف بدل صرف حیث یجوز الاستبدال عنہ لکن بشرط قبضہ فی مجلس الاقالہ بجواز تصرف فیہ بخلاف المسلم بخلاف بدل صرف کے کیونکہ اُس سے استبدال جائز ہے لیکن بشرط قبض ہونے بدل صرف کے اقالہ کی مجلس میں بسبب جائز ہونے اسکے تصرف کے بدل صرف میں بخلاف مسلم کے یعنی راس مال میں تصرف جائز نہیں ہے یعنی اگر عاقدین نے عقد صرف کا اقالہ کیا تو صحت اقالہ کی شرط یہ ہے کہ بدل صرف قبضہ کر لیا ہوا اقالہ کی مجلس میں ہوا اسے صرف میں قبضہ حاصل نہیں ہوتی بدون قبض کے کیونکہ اسکا استبدال جائز ہے تو اس میں قبض فی مجلس نہیں کیوں اسے ضرور ہو بخلاف مسلم کے کہ اسکے اقالہ میں استبدال جائز نہیں تو اس میں قبض کی حاجت نہیں لہذا اس میں قبض واجب ہوا بلا رعایت مجلس اقالہ کذافی بطحاوی ولو شری مسلم الیہ فی کر او امر مشتری رب المسلم قبضہ قضا رعا علیہ لم یصح للزوم المکیل من رب المسلم لوجوب حرج مسلم الیہ نے مسلم قبول کیا ایک کر میں اگر اُس نے ایک کر گھوٹوں شرا خریدے اور خریدار نہ کرنے رب المسلم کو امر کیا اُس کے قبضہ کرنے کا اپنے اوپر سے دین ادا کرنے کیواسے تو صحیح نہیں بسبب لازم ہونے کیل کے دوبارہ حالانکہ وہ بیان یا یا نہیں گیا ہوا ناپا و با لاسوا سے واجب ہوا کہ وہ عقد واقع ہوے ایک عقد مسلم الیہ اور اُس کے بل میں اور دوسرا عقد مسلم الیہ اور رب المسلم میں اور دونوں عقد بشرط کیل میں سو بیان حاصل نہیں لہذا صحیح نہیں اور صل میں وہ

حدیث جو حسین سے طعام سے نبی وارد ہوا وقتیکہ کھین دو صاع جاری نہون ایک صاع مانع کا اور دوسرا مشتری کا اور محل حدیث وہ ہو جبکہ دو عقد جمع ہوں اور ایک عقد میں تو ایک ہی بار کا پیمانہ کرنا کافی ہو اور قید کیل کی اتفاقی ہے تو یہ حکم ہو موزون اور عدد کا گذانی لفظاوی صحیح لوکان الکفر قرض اور قرضہ یہ لانا بھارتہ لا استبدال اور اگر ایک قرض ہو اور اپنے قرض کو وہ قبض کا امر کرے تو صحیح ہو اس واسطے کہ قرض عاریت دینا ہونہ بدینا ہم صورت قرض یہ ہو کہ زید نے خالد سے ایک گریون قرض لے لیا پھر زید نے ایک گریون خرید کے اور خالد کو یہ قبضہ کرنے کا امر کیا اور اسے قرض کی واسطے اور دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ دین اول مسلم تھا پھر جب مدت ہوئی تو مسلم الیہ نے ایک شخص سے ایک گریون قرض لے اور رب المسلم کو امر کیا یہ قبضہ کرنے کا قرض سے تو جائز ہو گا لفظی جو کما صحیح لو امر المسلم الیہ رب المسلم قبضہ منہ لہ تم لفظی فاکتاہ مرتین لڑواں المانع چنانچہ قبض صحیح ہو اگر مسلم الیہ نے رب المسلم کو امر کیا اپنی خریدی چیز کے قبض کا اس کے مانع سے اپنی ذات کے واسطے بعد اس کے امر کیا رب المسلم کے واسطے قبض کرے گا اور رب المسلم نے ایسا ہی کیا اور اس کو دوبار پیمانہ کیا یعنی ایک بار مسلم الیہ کے قبض کے واسطے اور دوسری بار رب المسلم کے واسطے تو یہ قبض صحیح ہو سبب دور ہو جانے مانع کے یعنی مانع قبض عدم کیل مرتین تھا سو بیان دوبار پیمانہ کرنے سے زائل ہو گیا امر ای رب المسلم الیہ رب المسلم الیہ فی طرفہ فکا لہ فی طرفہ ای دعا رب المسلم بغیبہ اما بضر تہ فیصیر قابضاً بالغایۃ او امر مشتری البائع بذک فکا لہ فی طرفہ طرف البائع لم یکن قابضاً الحقہ بخلاف کیلہ فی طرفہ مشتری باہرہ فانہ قبض الان حصہ فی الحین والاول فی الذمہ رب المسلم نے مسلم الیہ سے کہا کہ مسلم الیہ کو ناپ سے ہر طرف بن سوائے ناپ دیا اس کے طرف میں یعنی رب المسلم کے برتن میں رب المسلم کی غیبت میں اور اگر رب المسلم کے سامنے ناپ دیا تو وہ قابض ہو جائے گا بسبب قلیے کے یا مشتری نے ناپ سے کہا اسی طرح کے ناپ کو سوائے ناپ دیا بائع کے طرف میں کو وہ یعنی رب المسلم اور مشتری اپنے حق کا قابض ہو گا بخلاف ناپ دینے بائع کے مشتری کے طرف میں مشتری کے امر سے کہ وہ تو قبض ہی ہو اس واسطے کہ حق مشتری کا عین حاضر میں ہو اور اول یعنی رب المسلم کا حق ثابت فی الذمہ ہو مخلصہ یہ ہو کہ بیان سلم اور خرید میں فرق ہو کہ دوسری مذکورہ مشتری قابض بھڑکا ہو اس واسطے کہ مشتری کا حق شے موجود میں ہو تو وہ مالک ہو گیا پھر عقد کے تو بائع اس کا ذکیل ہو گیا اس کا طرف میں بخلاف سلم کے اس واسطے کہ رب المسلم کا حق ثابت فی الذمہ ہو سوائے مالک نہیں ہو سکتا بدون قبض کے پھر جب قبض صحیح نہ ہو تو مسلم الیہ مشتری طرف ہو گیا اپنی ملک چیز کے رکھنے کے واسطے کیل العین المشتراة تم کیل الدین المسلم فیہ وجعلہ فی طرفہ مشتری قبض باہرہ للبیۃ الدین پیمانہ کرنا خریدے عین کا پھر پیمانہ کرنا دین سلم فیہ کا اور دونوں کا پھر دینا مشتری کے طرف میں قبض ہو یا مشتری بسبب مانع ہونے دین کے عین کو ہم صورت مسلمہ یہ ہو کہ ایک شخص نے سلم کیا گیون کے ایک گریون پھر جب سلم کی مدت آئی تو رب المسلم نے مسلم الیہ سے متعین گیون بقدر ایک گریون کے خرید کیے پھر رب المسلم نے سلم الیہ کو ایک برتن دیا کہ دونوں قسم کے گیون یعنی دین اور عین میں بھرتے تو اگر اسے پہلے عین گیون کا پیمانہ کیا طرف میں تو عین کا قابض ہو گیا کیونکہ عین امر کرنا صحیح ہو اور دین سلم فیہ کا بھی قابض ہوا باتباع عین کے اور اگر پہلے دین کا پیمانہ شروع کیا تو عین اور دین کسی کا قابض ہو گا دین کا تو اس واسطے قابض ہوا کہ عین امر کرنا صحیح نہیں ہو اور عین کا اس واسطے قابض نہ ہو کہ ملک کا غلط ہو گیا قبل تسلیم کے اور غلط امام کے نزدیک استلاک ہو گا ذانی لفظاوی بلخصہ او عکسہ ہو کیل الدین ادلالاً لیکون قبضاً وغیرہ بین لفظی البیع والشراۃ اور اس کے بالعکس یعنی پہلے دین کا پیمانہ کرنا ہو گا قبض اور صاحبین نے مشتری کو مختار کیا ہے قبض سے اور شرکت میں ہم چونکہ غلط صاحبین کے نزدیک استلاک نہیں لہذا مشتری مختار ہو جا ہے مع کو تو زوڈاے جا ہے اتنے مال میں بائع کا شریک ہو جاے مسلم امرہ فی کریر قبضت تقایلا المسلم فانت قبل قبضہا حکم الاقالہ بقی عقد الاقالہ امت تقایلا صح بقا العقود علیہ وهو المسلم فیہ وعلیہ قیمتہ ایوم القبض فیما فی المسلمین لانه سبب الضمان لوزی کا عقد سلم کیا ایک گریون میں اور توڑی پوزی قبضہ ہو گیا پھر رب المسلم اور مسلم الیہ نے سلم کا اقالہ کیا سو توڑی مگر قبل اس کے کہ حکم اقالہ وہ قبض ہو تو عقد اقالہ باقی ہو یا توڑی پہلے مگر اس کے بعد اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہو سبب باقی رہنے عقود علیہ یعنی مسلم فیہ کے اور سلم الیہ پر توڑی کی قیمت لازم ہو دونوں صورتوں میں وہ قیمت توڑی کی جو ہم قبض صحیح اس واسطے کہ قبض ہی تو سبب ہے ضمان کا لہذا ایوم القبض ہی کی قیمت معتبر ہونی ہم صورت ثانیہ میں اقالہ اس واسطے صحیح ہو کہ صحت اقالہ بقا عقد پر ممتد ہے اور بقا عقد صحیح کی بقا پر ہوتا ہے تاکہ وہ

مقبوض ہو اور اس میں کچھ شک نہیں کہ بیع یعنی مسلم نے مسلم الیہ کے ذمے باقی ہے تو ہلاک اور عدم ہلاک نو نڈی کا مسلم فیہ کو عدم نہیں کرتا اور جو نکرہ نو نڈی کا رد میں معتذر ہے  
 لہذا اسکی قیمت واجب ہوئی کہ انی انہ لکرا حکم فی المقایضہ اور اسبیطح سلم کے مانند حکم ہے مقایضہ میں ہم معنی اقالہ صحیح ہے خواہ دونوں عوض باقی ہوں یا ایک ہلاک  
 ہو گیا ہو اسواسطے کہ بیع المقایضہ میں ہر عوض بیع ہے من وجہ اور من ہی من وجہ تو باقی بیع قرار دیا جائیگا اور ہلاک من پھر بیع بخلاف الشرا بالثمن فیہا لان  
 لامۃ اصل فی بیع بخلاف خرید کرنے کے من سے دونوں صورتوں میں ہواسطے کہ نو نڈی اصل ہی بیع میں ہے یعنی اگر نو نڈی کو مثلاً ہزار درم سے خرید گیا پھر نو نڈی مری  
 بعد اقالہ قبل قبض کے تو اقالہ باطل ہو گیا یا اقالہ ہوا اسکی موت کے بعد تو صحیح نہیں ہواسطے کہ اس صورت میں نو نڈی اصل ہی بیع میں کیونکہ وہ بیع ہی اور ہلاک بیع  
 قبل قبض مطلق اقالہ ہی بخلاف مسلم کے کہ وہ ان نو نڈی راس المال تھی نہ مسلم فیہ والحاصل جو ازالہ اقالہ فی السلم قبل ہلاک بجا رہتے و بعدہ بخلاف بیع اور خلاصہ  
 یہ ہے کہ اقالہ جائز ہے مسلم میں قبل ہلاک ہوتے جاری کے اور بعد ہلاک ہونے کے بخلاف بیع کے کہ نہیں اقالہ جائز نہیں دونوں طرح کے ہلاک میں تقابلاً بیع فی غبہ  
 فابقی بعد اقالہ من ید المشتري فان لم یقدر علی تسلیمہ للبائع بطلت الاقالہ والبیع بجالہ قنیہ بائع اور مشتری نے اقالہ کیا ایک غلام میں پھر غلام  
 بھاگ گیا بعد اقالہ کے مشتری کے ہاتھ سے ہوا اگر مشتری قادر نہ ہو سکی تسلیم پر واسطے بائع کے تو اقالہ باطل ہے اور بیع بجالہ خود قائم ہے کہ انی قنیہ والقول لمدعی  
 الرواۃ والتاجیل لا لئانی لوصف وہا الرواۃ والاجل اور معتبر قول نقصان اور تاجیل کے مدعی کا ہے نہ وصف اور اجل کی نفی کرنے والے کا ہے یعنی اگر ایک  
 شخص کہے کہ میں نے ردی یعنی ناقص شرط کیا ہے اور دوسرا کہے کہ میں نے کچھ شرط نہیں کیا تو مدعی کا قول معتبر ہے نہ نانی کا اور اسبیطح مدعی اجل کا معتبر ہوگا نہ نانی کا اور  
 رواست یعنی نقصان بیان بطور مثال کے ہو تو اگر ایک شخص مدعی ہوگا جو مدت کا اور دوسرا نانی ہوگا تو بھی ایسا ہی حکم ہوگا تاجیل عبارت ہو تقدیر اجل سے لیکن بیان  
 تاجیل سے اجل مراد ہے اور اجل عبارت ہو غایت وقت سے کہ نانی النہر والظہادی والاصل ان من خرج کلامہ تحتاً بالقول لصاحبہ بالاتفاق وان خرج خصوصاً ووقع  
 الاتفاق علی عقد واحد بالقول لمدعی الصصحۃ عندہما وعندہ المنکر اور مسلمہ سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس نے اپنا کلام بطریق تعنت کے نکالا تو دوسرے اسکے سامنے کا قول  
 معتبر ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اگر اُس نے اپنا کلام بطریق خصوصیت کے نکالا اور اتفاق واقع ہو گیا ایک ہی عقد پر تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے صاحبین کے  
 نزدیک اور امام کے نزدیک منکر کا قول معتبر ہے ہم تعنت لغت میں اس سے عبارت ہے کہ انسان وہاں گرسے جہاں سے نکل نہ سکے لیکن یہاں تعنت سے مراد یہ ہے  
 کہ اُسکا منکر ہو جو اُس کے حق میں نافع ہو تعنت کی صورت یہ ہے کہ رب سلم کہے کہ میں نے کچھ شرط نہیں کیا تو یہاں مسلم الیہ کا قول اشراط میں معتبر ہوگا اور چونکہ مسلم فیہ راس المال  
 پر عادت میں زائد ہوتا ہے تو رب سلم اپنی منفعت کا منکر ہوا اور اسبیطح سلم الیہ کا یوں کہنا کہ مدت نہ تھی اور رب سلم مدت کا قائل ہے تو رب سلم کا قول معتبر ہوگا ہواسطے کہ  
 مسلم الیہ تعنت ہے اپنے حق کے انکار یعنی مدت میں اور خصوصیت کا کلام وہ ہے کہ اپنے مضر چیز کا منکر ہو چنانچہ رب سلم کا یوں کہنا کہ میں نے ردی شرط کیا تھا اور مسلم الیہ نے  
 کہا کہ میں نے کچھ شرط نہیں کیا اور چنانچہ رب سلم نے کہا کہ اجل نہ تھی اور مسلم الیہ نے کہا بلکہ اجل شرط تھی تو پہلی صورت میں رب سلم کا قول امام کے نزدیک معتبر ہے کیونکہ  
 وہ مدعی ہے صحت کا اگرچہ دوسرا منکر ہے اور صاحبین کے نزدیک مسلم الیہ کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ منکر ہے اگرچہ صحت کا منکر ہے اور دوسری صورت میں امام کے نزدیک مسلم الیہ  
 کا قول معتبر ہے کہ مدعی صحت ہے اگرچہ دوسرا منکر ہے اور صاحبین کے نزدیک رب سلم کا قول معتبر ہے اگرچہ منکر صحت ہے صاحب دوسرے نے کہا خلاصہ یہ ہے کہ امام کے نزدیک  
 دونوں صورتوں میں یعنی تعنت اور خصوصیت میں مدعی صحت کا قول معتبر ہے اور صاحبین کے نزدیک منکر کا قول لائق اعتبار کے ہے جس تقریر سے معلوم ہوا کہ شراح کو یوں کہنا  
 مناسب تھا انقول لمدعی الصصحۃ عندہ وعندہ المنکر لانی الظہادی یعنی شراح نے امام کا قول صاحبین کی طرف نسبت کیا اور صاحبین کا امام کی طرف نہر الفائق میں بھی امام اور صاحبین  
 کا مذہب دوسرے کا نہ صریح ہو عطا دی نے کہا عقد واحد پر اتفاق ہونا چنانچہ اس مقام میں ہی ہواسطے کہ سلم عقداً واحد ہے کیونکہ سلم بلا مدت بھی سلم فاسد ہے دوسرا عقد نہیں بخلاف  
 اختلاف مضاربت کے کہ اگر وہ فاسد ہوگی تو اجارہ ثابت ہوگا اور خصوصیت صحت شرکت تحقق ہوگی ولو اختلفانی مقدارہ فالقول للمطالب مع بیئہ الکراہۃ الزیادۃ اور اگر  
 عاقبت میں اختلاف کیا مدت کی مقدار میں تو مطالب یعنی مدعی اقل کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے کیونکہ وہ زیادت کا منکر ہے ہم مطالب مراد رب سلم ہے جو اقل مدت کا مدعی ہے وای برہن



حک

مذکورہ بالا کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور اس سے مراد ہے کہ جو چیزیں اس میں داخل ہیں وہ اس کے تحت آتی ہیں۔

قبول ان برہنا قضیہ منیۃ المطلوب ای المسلم الیہ لاشباتا الزیادۃ اور دونوں میں سے جو گواہ لادیکہ کا قبول ہوئے اور دونوں گواہ لایکے تو مطلوب یعنی مسلم کے گواہوں پر قاضی کا حکم ہوگا بسبب ثبات کرنے زیادت کے یعنی زیادت اصل کے دان اختلاف فی مضیۃ فالقول للمطلوب ای المسلم الیہ منینہ الا ان ہر من لآخر ان برہنا منینہ لطلوبہ اور دونوں نے اختلاف کیا مدت کے گذرنے میں تو مطلوب یعنی مسلم الیہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے مگر جبکہ دوسرا گواہ لایکے اور اگر دونوں گواہ لادین تو مطلوب کے گواہ قبول ہوئے تو مختلفا ای مسلم تھا تھا استسنا نافع اور اگر دونوں مسلم میں اختلاف کون یعنی ایک شخص عقد سل کا مقرر ہو اور دوسرا مدعی تو دونوں قسم کھائیں بطریق استسنا کے کذافی النفع والا استصناع ہو طلب عمل الصنعة اور استصناع عبارت ہے طلب عمل صنعت سے یعنی کوئی چیز ہو یا نام یہ نفوی معنی ہیں اور شرح میں استصناع یہ ہے کہ صانع یعنی کاریگر یا چنانچہ روزگار یا فاشکرا یا ختمگیر سے کہے کہ جھکو اتنا لیا چڑا موزہ یا کفش بنا کے یا ایسی دیکھی جس میں اتنا ہمارے اور وزن ہکا اتنا اور شکل ایسی ہو اتنی قیمت کو بنا دے خواہ قیمت سے یا نہ سے اور صانع اس کو قبول کرے کہ انی البجر باعل ذکر علی سبیل الاستعمال لا الاستعمال فانہ لا یصیر سلما مسلم فقیر شرا لطلوبہ استصناع مسلم ہو اگر اس میں مدت علی سبیل الاستعمال مذکور ہو نہ بطریق استعمال کے سوا سبب کہ بطریق استعمال کے مدت ذکر کرنے سے استصناع مسلم نہیں ہوتا تا چھرب استصناع موجب مسلم ہو گا تو شرائط مسلم کی معتبر ہونگی یعنی قبض قبل الافتراق اور عدم خیار وغیر ذلک ہم اگر استصناع میں مسلم کی مانند مدت ہی چنانچہ ایک مہینہ یا زیادہ تو وہ امام کے نزدیک مسلم ہے بلا تفصیل اور اگر مدت مسلم کے لائق نہیں تو وہ استصناع ہے اگر کسی قائل جاری ہو اور اگر قائل نہیں تو وہ استصناع فاسد ہے اگر مدت علی سبیل الاستعمال مذکور ہو اور اگر مدت علی وجہ الاستعمال مذکور ہو اس طرح کہ اسے کہا ہو کہ صانع اپنے عمل سے کل فراغت کرے یا پرسوں تو یہ استصناع صحیح ہوگا کیونکہ یہ مدت فراغ کے واسطے ہے نہ تاخیر مطالبہ کے واسطے شرح زبلی وغیرہ میں ایسا کچھ مذکور ہے اور مصنف کا کلام اس مدت میں موضوع ہے جو مسلم کے لائق ہے تو معلوم ہوا کہ شایع کا کلام اپنے عمل پر نہیں کذافی لطلوبہ ای دریافت کرنا چاہیے کہ استصناع بطریق قیاس جائز نہیں اور یہی قول ہے زفر اور شافعی کا سوا سبب کہ وہ اجارہ نہیں ہو سکتا کیونکہ استصناع اس عمل پر جو اجیر کی ملک میں ہو جائز نہیں چنانچہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنا طعام اٹھائے چل اس مکان سے وہاں تک اتنی اجرت پر یا پنا کپڑا رنگین کر اتنی مزدوری پر تو صحیح نہیں اور نہ استصناع صحیح ہو سکتا کیونکہ مع عدم کی جائز نہیں دیکھیں علماء احنفیہ نے اس کو بطریق استسنا کے جائز رکھا ہو بسبب قائل اور رواج کے جو راجح ہے اجماع عملی کی طرف زائد رسالت سے اب تک بلا انکار اس طرح کا تعامل اس حدیث میں مندرج ہے کہ لا یجمع ائمتی علی بطلان یعنی میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی اور ثابت ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکو بھی جوئی تھی لہذا تعامل ناس پر استصناع مقصور ہوا اور حسین قائل ہیں اس میں عدم جوانی و بخل قیاس مذکور ہے چنانچہ جو لاسے سے بننا اس کے سوت سے یا قمیص سلوانا اور زری سے اس کے سوت سے کذافی نفع القدر جری فیہ تعامل ام لا اول اول استصناع استصناع بوجہ اصل مسلم ہے خواہ اس میں قائل جاری ہو یا نہ جاری ہو اور صاحبین نے کہا کہ اصل یعنی حسین قائل جاری ہے وہ استصناع ہے مسلم بحدہ نہ ہی الا قبل فیما فیہ تعامل الناس کف و تقویۃ طسوت بملہ و ذکر فی المغرب الشین العجوبہ و قد یقال طسوت صحیح الاستصناع اور بدون مدت کے حسین معمول لوگوں کا جاری ہے چنانچہ موزہ اور آنتا بر اور طاس میں استصناع صحیح ہے شایع نے کہا سنت میں جملہ ہے اور ضرب میں اسوشین مع ذکر کیا ہے اور گاہ ہے اسکو طسوت بھی بولتے ہیں ہم طسوت لغت طو میں طسین شدد تھا ایک سن کو تلے شتاہ نوقایہ سے بدل ڈالا اور طسوت جمع طسوت کی تو اگر شایع یوں کہتا دیکھا کہ فی جو طسوت تو ٹھیک ہوتا کذافی لطلوبہ ای بیجا لاعدہ علی صحیح غیر علیہ قبولہ استصناع صحیح ہے بطریق صحیح نہ بطریق وعدہ بقول صحیح پھر مصنف نے اس کے صحیح ہونے پر تصریح کی اپنے آئندہ قول سے فقیر الصانع علی غلہ لایبج الامر عنہ ولو کان عدہ لایزم تو کاریگر برز بردستی کی جائیگی اس کے ہمانے پر اور بنوانے والا اس سے پھر نہیں سکتا اور اگر استصناع وعدہ ہوتا صحیح تو صانع پر جبر اور امر پر عدم رجوع لازم ہوتا اور المبیع ہو العین لا عملہ لانا لبردی اور استصناع میں صحیح خودہ شرمعوع ہونہ عمل اسکا برخلات ابو سعید بردعی کے فان جاد الصانع بمصنوع غیرہ او بمصنوعہ قبل المحقق فاخذہ صحیح ولو کان المبیع عملہ لایصح تو اگر کاریگر اپنے غیر کی بنائی چیز لایا یا اپنا مصنوع لایا جسکو قبل عقد کے بنایا تھا سو امر نے اسکو لیا تو صحیح ہے اور اگر کاریگر کا عمل صحیح ہوتا تو اسکا لینا صحیح ہوتا ولایصح المبیع لای لا امر بلا ضماہ نفع مبیع لصانع لمصنوع قبل رد تہ امرہ ولو تعین لہ لصانع بیدہ اور صحیح تعین نہیں ہو جالی امر کے واسطے بدون اس کی

رضانندی کے تو صحیح ہی چھپانا کارنگار اپنی بنائی چیز کو قبل دیکھنے اس کے امر کے اور اگر بیع اس کے واسطے تعیین ہوتی تو اسکا بیچارہ دست نہ تھا اولہ ای لا امر اخذہ وترکہ  
 بخیار الرکبہ دفعادہ اندلاخیار اللصانع بعد روتہ المصنوع کہ وہ بالاصح نہ را در اسکو یعنی امر کو اس کے لینے نہ لینے میں اختیار ہے بسبب خیال الروتہ کے اور مفاد میں کلام کا  
 یہ ہے کہ صلح کو اختیار نہیں بعد دیکھنے اس شخص کے جس کے واسطے وہ چیز بنائی گئی اور یہی قول اصح ہے کہ ذانی النہر ولم یبیع فیما لا یتعامل فیہ کالتوب الالباب کما مر  
 اور مستصناع صحیح نہیں اس میں جس کے بنوانے کا لوگوں میں رواج نہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ مدت ٹھہرا کر چنانچہ باب السلم میں مذکور ہو چکا یعنی حسین تعامل نہیں اس میں  
 فراش صحیح نہیں بلکہ مدت پھر جب مدت مذکور ہوئی تو وہ مقدمہ ٹھہری تو اب مراعات جمع شرط سلم کی لازم ہوگی کہ ذانی لخطادی ہم بالفعل ہندوستان میں طبع  
 کتب بکثرت راجح ہو اور اکثر سوداگر اور اہل مقدر کتابین چھپاتے ہیں تو ظاہر ہے مستصناع صحیح ہے خواہ کل قیمت شکی دیکھائے یا بعض یا کچھ نہ دیکھائے کہ فراش میں یہ دفتر  
 ضرور ہے کہ ایسا کاغذ ہو اور ادق کا عرض و طول تنا اور خط ایسا اور تعیین اعداد نسخ اور تعیین مقدار منقول عنہ وغیر ذلک در صاحب فراش کو بعد رویت اخذ ترک میں اور  
 چھاپنے والے کو قبل رویت صاحب فراش کے بیع کتب میں اختیار ہے اور اگر شرط سلم میں معنی ہوں تو اس صورت میں عقد سلم منعقد ہوگا و اللہ تعالیٰ علم فان لم یصلح فسدان  
 ذکر الاجل علی وجه الاستعمال وان لا استعمال کحلی ان نفعہ غذا کان صحیحی اور اگر مدت سلم کی لائق نہ ہونے معنی سے کم مدت ہو تو مستصناع فاسد ہوگا اگر مدت غلی وجہ  
 الاستعمال تاخیر المطالبہ مذکور ہو اور اگر استعمال کی واسطے مدت مذکور ہو چنانچہ امر کا صلح سے یوں شرط کرنا کہ عمل سے کل تک فراغت ہونا تو یہ مستصناع صحیح ہوگا خطادی نے کہا  
 یہ تو صحیح ہوگی نہ وعدہ الی آخر تقدیر کو نہ کہ یہ مدت بمنزلہ حال کے ہر فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا سلم فی الدین لا یجوز لسانی اجارہ جو اہل الفتاویٰ لوجعل الدبس اجرة لا یجوز لانیس  
 بشلی لان التار طلت فیہ وکذا لا یجوز السلم فیہ فلا یجوز فی الذمۃ حتی لو کان بینا جاز عقد سلم ذمۃ شباب رطب میں جائز نہیں ہوا اسلئے کہ جو اہل الفتاویٰ کی کتاب لا جارد  
 میں مذکور ہے کہ اگر وہ شباب مذکور کو اجرت قرار دے تو جائز نہیں ہوا اسلئے کہ وہ مثلی نہیں کیونکہ آگ نے اس میں ایجا عمل کیا ہے اور اسی واسطے سلم اس میں جائز نہیں تو ذم  
 فی الذمۃ ہوگا تاہنگہ اگر میں صحیح حاضر ہو تو جائز ہے کیونکہ بعد عائدہ اس میں دھوکا نہیں ہم دلس بالکسر و بکسرین عبارت ہے غسل قمر سے سلم اس میں ہوا اسلئے جائز  
 نہیں کہ آگ کا اثر مختلف ہوتا ہے گاہے جلنے سے بہت گاڑھا ہو جاتا ہے اور گاہے پتلا توہکی صفت کا ضبط کرنا ممکن نہیں بخلاف گھی کے کہ اس میں تاثیر آگ کی  
 بعد معلوم ہوتی ہے اگر زیادہ اور کم ہو تو گھی بگڑ جائے کہ ذانی لخطادی قلت دیجی فی تعصب لکن الرب القطر واللحم والجم والجر والصابون والعصفر والسرقرین والجلود والصرم وغیر ذلک  
 بشیر قبی فلیفظ میں کتاب ہون اور آگ کے آگ کا کتاب تعصب میں کہ رب او قطر اور گوشت اور کولہ اور پکی اینٹ اور صابون اور کسم اور گوبر اور چرٹے اور کھال اور گھوٹوں  
 جو طے قیمت والی چیزیں ہیں مثلی نہیں ہو سکتا یا درکھنا چاہیے ہم شارح کا مطلب یہ ہے کہ جب اشیا مذکورہ قبی ہوئیں تو ان میں عقد سلم جائز نہیں خطادی نے کہا باب السلم میں  
 کہ رب وہ چیزیں جو فروٹ سے نکلے اور قطر ایک قسم ہے غسل تعصب سے اور محشی مذکور نے کتاب تعصب میں کہا کہ رب عبارت ہے بھیل کے پھولے پانی کا بعد جوش کے اور قطر کے  
 عرب میں وہ ہے جو شکر سے نکلے جو بالہ میں کہا کہ اصطلاح اہل میں رب عبارت ہے پانی سے جو نباتات اور شراعتے پھول جاتے پھر گاڑھا کیا جائے آگ سے جوش دیکر یا آفتاب میں رکھ کر

بعض امور  
 اسلوب ایک  
 کتاب کا نام ہے  
 جسے  
 ہندی میں  
 کہتے ہیں

باب المتفرقات

باب المتفرقات

من ابوابہا وغیر فی اکثر مسائل مشورۃ فی الدرر مسائل شتہ والمعنی واحد یہ باب ہوا ان مسائل کے ذکر میں جو اپنے ابواب سے تفرق ہیں اور کثرت میں ہیں باب کو مسائل  
 مشورۃ اور درر در میں مسائل شتہ سے تعبیر کیا ہے اور تعبیرات ثلثہ کا مطلب ایک ہی ہے ہم عبارت فقہا یہ ہے کہ جو مسائل کہ ابواب مقدمہ میں جوٹ گئے اور اپنے مواضع میں مذکور  
 ہوں تو ان سب کو یکجا مذکور کرتے ہیں اور انکو اساتے ثلثہ سے کسی ایک نام سے سے کرتے ہیں اشتری اور او فرسا من خردت لاجل استیناس البصیر لا یصح ولا  
 قیمتہ ولا لیس من متلفہ وقیل محل لہ بیع و نہیں قنیر خرید کیا بھیل یا گھوڑا بچتہ مٹی کا لٹکے کے جی گنے کے واسطے تو یہ صحیح صحیح نہیں اور اسکی کچھ قیمت نہیں اور اسکی تلف کرنے  
 والے پر تادان نہیں اور قبل منیعہ اس کے برخلاف ہے یعنی صحیح صحیح ہے اور متلف برضمان ہے کہ ذانی القنیر ہم جبکہ بقول صحیح اسکی صحیح صحیح نہیں تو اسکا خرید کرنا حرام ہوا اور متلف پر  
 ضمان ہوا اسلئے نہیں کہ نمونہ آلات ہو جو ذنی آخر خطا ہے یعنی عن ابی یوسف یجوز بیع اللبۃ وان یلعب بہا الصبیان اور مجتبیٰ کی کتاب الخطر کے آخر میں ابو یوسف رحمہ اللہ سے

روایت ہے کہ کھلونے کی بیع اور لڑکوں کا ہنس سے کھیلنا جائز ہے ہم طحاوی نے کہا کہ طرز زبان سپرد لالت کرنا ہے کہ یہ قول بھی ضعیف ہے و صحیح بیع الکلب ولو عقورا  
والفقد والفیل والقرد والبیاع بسائر النواہم اعمی الہرہ وکذا البیوع علمت وللسوی الخنزیر وہو الخنزیر والانتفاع بالہو بجلدہ لکما قد مناہ فی البیع الفاسد و صحیح بیع  
کتے کی اگرچہ قابل تعلیم نہوا در چیتے اور باہمی اور بندہ اور درندوں کی بیع انکی باقی اقسام کے ساتھ برائتک کہ بی کی بھی بیع جائز ہے اور اسپطرح درندوں پرندوں  
کی خواہ وہ معلم ہوں یا نہ ہوں سور کے اور بی قول صحت بیع کا اختیار ہے بسبب فائدہ لینے کے انے اور انکی کھالوں سے چنانچہ ہم اسکو بیع فاسد میں پہلے ذکر کر چکے ہیں  
ہم امام شافعی کے نزدیک بیع کلب مطلقا جائز نہیں بدلیل حدیث صحیحین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی فرمائی کہ کلب اور زانیہ کی خریدی اور کاہن کی شری سے  
لیکن ابوحنیفہ نے اپنی مسند میں ہشیم سے عن مکرم بن ابن عباس روایت کی (قال خص رسول صلی اللہ علیہ وسلم فی ثمن کلب اھمید) یعنی حضرت نے رضعت دی کلب شکاری  
کی ثمن میں اور سند اس حدیث کی حدیث واسو اسطے کہ ابن حبان نے ذکر کیا ہے کہ ہشیم ثقات تابعین سے ہوتا تھا فی بیع القدر والتمسخر بالقرد ان کان حراما لایمن بیعہ  
بل کرہ کیسے العصیر شرح وہبانیہ اور سخا بن کرنا بندہ سے اگرچہ حرام ہو مانع اسکی بیع کا نہیں بلکہ اسکی بیع کردہ ہے چنانچہ انکو کہہ پائی بیعنا شراب بنا ۷۰ دالے سے  
کذانی شرح وہبانیہ فرمے مسئلہ شایع کلا یعنی انکا ذکب لالحوث لھن اذیرہ فلا باس ذمۃ سائر البیاع یعنی لائق نہیں کتے کا پالنا اور رکھنا اگرچہ وغیرہ کے خوف سے  
تو کچھ مضائقہ نہیں اور کتے کے ماند باقی درندے میں کذانی اصیبنی ہم یعنی کتے کا گھر میں رکھنا جائز نہیں مگر چور وغیرہ کے خوف سے بدلیل حدیث صحیح (من اقتنی  
کلب الاکلب صید او ماشیۃ نقص من اجزہ کل یوم قیر اطان کذانی الفتح) یعنی جو کتارکھے گا سوائے شکار اور مویشی کے کتے کے تو اس کے ثواب سے  
ہر روز دو قیراط گھٹتے جا دیں گے و جاز اتنا وہ صید و حرامہ ماشیۃ و ذرع اجماعا اور جائز ہے کتے کا پالنا شکار اور بھیر بکری اور کھیت کی حفاظت کے واسطے  
بالاتفاق کما صحیح بیع خرو حرام کثیر ہے کہ بوتر کی بہت بیٹ کی بیع صحیح ہے طحاوی نے کہا کہ بہت بیٹ سے شاید مراد یہ ہے جسکی قیمت ایک پیسہ ہو واسطے کہ یہ اقل  
قیمت بیع ہے و صحیح بیعتہ قننیہ اور صحیح ہے اسکا ہبہ کرنا کذانی اھنیہ و ادنی القیمۃ التی تشرط لہ جواز البیع فلس اور کترہ قیمت جو جائز ہونے سے شرط ہے ایک  
پیسہ ہو ولو کانت کسرۃ خبر لا یجوز قننیہ اور قیمت اگر گرو اور ہور دی کا تو جائز نہیں کذانی القیمۃ یعنی اگر گرو اور دی کا پیسے کے مساوی نہ ہو تو بیع جائز نہیں کذانی الطحاوی  
کما لا یجوز بیع ہوام الارض کا تخافس والقنائف والقارب والوزغ والضب چنانچہ جائز نہیں زمین کے کبڑوں کا بیچنا مانند خنافس اور سی اور بچھو اور  
چھپکلی اور گوہ کے م خنافس جمع ہے و خفسا کی بضم خاے عجمہ و سکون نون و فتح فا کہ سیاہ کبڑا ہے گندہ بوساے جبل کے فارسی میں اسکو خفزدک کہتے ہیں طحاوی نے  
کہا محیط میں ہے کہ علق یعنی کیدی اور جنک کی بیع جائز ہے بقول صحیح ہواسطے کہ لوگ سکواں جانتے ہیں اور خون نکالنے کے معاملے میں اسکی طرف حاجت ہے  
ولا ہوام البحر کالسطان اور جائز نہیں دریائے کبڑوں کی بیع مانند کبڑے وغیرہ کے چونکہ جواز بیع کا مدار حلت استیعاب ہے اور کبڑوں سے فائدہ لینا حرام ہے  
لہذا انکی بیع جائز نہیں کذانی الطحاوی عن القستانی وکلا فیہ سوی سمک جننی القیمۃ بیع نالہن السفقور و جلود خز و جل الہا الوحیا واللق الحسن الجواز اور جو جانور کہ دیا  
میں ہیں سوائے مچھلی کے انکی بیع جائز نہیں اور قننیہ میں جائز کہا ہے اسکا بیچنا جو شہن والی چیز ہے چنانچہ سفقور اور کھال خزکی اور پانی کا اونٹ بشرطیکہ زندہ ہو اور سن  
اس کے جواز بیع کو مطلق کہا ہے یعنی بلا قید حیات ہم سفقور جانور ہے گوہ کے ماند دریائے نیل کے کنارے پر تقویت باہ میں بے مثل ہے اور خز نفع خاے عجمہ و زلف عجمہ مشدودہ  
دریائی جانور ہے ایک سون سے کپڑا بنا جاتا ہے بحر الجواہر میں ہے کہ صاحب خیر نے کہا کہ خز جانور ہے جسکا خصیہ خندید ہے ستر ہے صاحب خیر نے کہا کہ خز جانور کا نام ہے جو پیر نام اس  
کبڑے کا ہو گیا جو اس کے صوت سے بنا جاتا ہے و جذا ابو اللیث بیع احمیات ان بیع بہائی لا دویۃ والا اور وہ فی البدل بانہ غیر سید لان المحرم شرعا لا یجوز الاستیعاب  
بہ اللہ اوی کا لخر فلا یقع الحاجۃ الی شرع البیع اور فقہ ابو اللیث نے سانبون کی بیع کو جائز کہا ہے اگر انے فائدہ حاصل ہو دو اون میں چنانچہ تریاق فساروق  
وغیرہ میں اور اگر فائدہ نہیں تو بیع جائز نہیں اور اس قول کو بدلنے میں رد کیا ہے سطرک کہ یہ کلام راست اور درست نہیں ہواسطے کہ جو چیز شرعا حرام ہے اس  
سے فائدہ لینا بطریق دوا کے جائز نہیں مانند شراب کے تو اسکی بیع کے شرع کرنے کی حاجت واقع نہیں ہوتی ہم کتاب الطہارۃ میں مذکور ہے جو چکا

لے توئی انجانے  
سہا سہا  
خز و کبڑوں کے بیع سے  
عجمہ و زلف عجمہ  
کبڑوں کے بیع سے  
کبڑوں کے بیع سے

کہ حرام چیز سے ہوتے علاج کرنا جائز ہے جبکہ اسی میں شفا معلوم ہو اور کوئی دوا اسکے قائم مقام نہ ہو سکے تو توفیق باہن اقوالین یہ ہو سکتی ہے کہ قول فقہ مدنی ہی ہوتی ہے  
محمل ہو جبکہ شفا سنان کے استعمال میں منحصراً معلوم ہو اور بدائع کا قول اس صورت پر محمول ہے جبکہ سنان کا بدل دوسری دوا ہو سکتی ہو و اللہ تعالیٰ اعلم و بجز بیع دہن نجس  
ی متنجس کا قد منہ فی البیع الفاسد اور جائز بیع نجس تیل کی نجس سے مراد نجس ہو کہ بالذات نجس نہیں نجاس کے پڑنے سے ناپاک ہو گیا چنانچہ ہم اس کو مسائل  
بیع میں بیع فاسد کے باب میں مقدم ذکر کر چکے ہیں ہم متنجس کی قید سے مراد اور صورت کے تیل سے احتراز ہو گیا و منتفع بہ لایستصحاب فی غیر مسجد ملام اور فائدہ لیا  
جائے روغن متنجس سے چراغ روشن کرنا اس مکان میں مسجد کے سوا چنانچہ کتاب الطہارۃ میں گذر گیا و الذمی کا مسلم فی بیع کسرت و سلم و ربوا وغیرہا  
اور کا فر ذمی سلم کے مانند بیع میں چنانچہ مروت اور سلم اور بیاج وغیرہ میں ذمی سلم کے مانند سوا سلم ہو کہ مکلف حاجت مند ہے تو بیعات سلم کو جائز نہیں  
وہ ہو سکتی جائز نہیں اور جو سلم کو جائز نہیں وہ ہو سکتی جائز نہیں سوا مستثنیات آئندہ کے غیر انحر و الخیر و میتہ لم تمس حنف النفس  
بل جو خنوق اور بیع جو سی فانس انحر و قد امرنا بترکہ و ما یدون بیع میں ذمی سلم کے مانند سوا سلم شراب اور اور اس مرد اور اور کے جو خود بخود نہیں مر گیا بلکہ  
گلا دینے یا بچھڑنے کے بیع کرنے سے مراد وہ سور کے مانند ہو اور ہم مامورین اسکے عدم تعرض پر اور ان کے معتقدات کے ترک پر شایع نے اس قول سے اشارہ کیا  
کہ اہل اسلام کا عدم تعرض ان اشیاء میں سوا سلم نہیں کہ یہ چیزیں ان کے حق میں شرعاً بیع میں چنانچہ بعضی جہے میں بلکہ حرمت ان کے حق میں بھی ثابت ہے کیونکہ  
بقول صحیح کفار مخاطب با حکام شرعیہ میں لیکن وہ اشیاء مذکورہ کی بیع سے روکے نہیں جاتے کیونکہ وہ ان کی حرمت کے معتقد نہیں اور ہم مامورین اسکے اعتقادات  
کے عدم تعرض پر و صحیح شراہ ای الکافر کا قد منہ فی البیع الفاسد عید المسلم او مصفا و شققا منھا اور صحیح ہے کافر کو خرید کرنا مسلمان غلام کا و مصحف  
شریف کا یا دونوں میں سے کچھ حصہ مول لینا یعنی بیع یا نصف غلام یا مصحف چنانچہ ہم سکو بیع فاسد میں ذکر کر چکے ہیں و بجز علی البیع اور کافر پر زبردستی کی جانے کی  
بیع ڈالنے پر یعنی اگر کافر غلام مسلم یا مصحف مجید کو خرید کر گیا تو مالک ہوگا لیکن حاکم زبردستی اس سے بکواڈ اسے کیونکہ خدمت سے غلام مسلم کی ذلت ہوگی اور مصحف کی  
بے ادبی کا خوف ہو و لو ان شری منیر اجبر علیہ ولیہ فلو لم یکن اقام افاضی بدلیا اور اگر کافر مشری منیر ہو تو بیع بر اس کا ولی جبر کیا جائے اور اگر منیر کا کوئی ولی نہ ہو تو  
قاضی اسکے واسطے ولی قائم کرے تاکہ بیع میں زبردستی کی جائے و کذا الواسع عبدہ و متبعہ طفله اور اسے مطرح جبر کیا جائیگا بیع میں اگر کافر کا غلام مسلمان ہو جاوے  
اور غلام کا لڑکا غلام کا تابع ہوگا اسلام میں ولو اعتقه او کاتبہ جائز فان عجز اجبر ایضاً اور اگر کافر نے غلام مسلم کو آزاد کر دیا یا بکواڈ کتاب کیا تو جائز ہے پھر اگر کتاب آوا  
بدل کتابت سے عاجز ہو گیا تو اس کے مالک پر بھی جبر کیا جائیگا بیع ڈالنے کے واسطے و لو دبرہ او استولدہا سعیانی قیمتہا اور اگر کافر نے مسلمان غلام کو بدر کیا یا  
مسلمان لونڈی کو اپنا حرم بنایا تو دونوں محنت مزدوری کریں اپنی قیمت کے ادا کرنے میں و بیع ضرباً بطیہ سلمہ و ذلک حرام اور ذمی مستولد دروناک کیا جائے  
مارکوت کر مسلمان لونڈی کے جماع کرنے سے اور یہ وطی حرام ہے و فرغ مسئلہ المفقہ شارح کا بن عادتہ شرک المراد ان یحیر علی بیعہ دفعا للفساد نہ وغیرہ و کذا حرم اخذ  
حصید الیوم بار سالہ لونڈی کا خرید کرنا جسکی عادت ہو تو پھر مرد کی بیع پر جبر کیا جائے دفع فساد کے واسطے کذا فی المنہ وغیرہ اور اسی طرح جس محرم نے فکرا یا  
تو اس کے چھوڑ دینے کا حکم کیا جائے و لو سلم مقرضاً ثم سقطت ولو المستقرض فرو اتیان اور اگر شراب کا قرض لینے والا مسلمان ہو گیا تو شراب ساقط  
ہوگئی یعنی سوا سلم کہ شراب کا قبضہ کرنا مسلم کو معتذر ہے اور اگر قرض لینے والا مسلمان ہو گیا تو دو روایتیں ہیں ایک روایت امام سے سقوط شراب  
کی ہے اور دوسری روایت ادا سے قیمت کی اور یہی قول ہے محمد کا کذا فی بطوطا وی وطی زوج الامۃ المشترکہ التی اکھما مشترکاً قبل قبضہا قبضہ مشترکاً  
مصلوبہ بتسلیطہ فصا رفعہ کفعلہ جماع کرنا لونڈی کے شوہر کا جس خریدی لونڈی کا نکاح کر دیا اس کے مشتری کے پھر قبضہ کرنے سے پہلے قبضہ ہو اس کے مشتری کا  
بسبب حاصل ہونے جماع کے مشتری کے مسلط کرنے سے تو اسکے شوہر کا فعل مشتری کے فعل کے مانند ہو الا بعد نکاحہا استمساناً نہ فقط اس کا  
نکاح کر دینا بلا وطی زوج قبضہ ہے مشتری کا بطریق استمسان کے فلو تقض البیع قبل قبضہ بطل النکاح فی قول الشافعی ہو المختار

بعض



تو اگر بیع ٹوٹ گئی قبض سے پہلے تو نکاح باطل ہو گیا البیوع کے قول میں اور یہی مختار ہو دینہ الکبالی یا اذالمین بطلانہ ہوتا ہے اور قبض سے پہلے نکاح باطل ہے اور ان بطلان البیوع فیلزم البطلان نکاح کو کمال الدین نے مفید کیا ہے اس قید سے جبکہ بطلان بیع لوندی کی موت سے نو اور اگر بیع کا باطل ہو جانا اسکی موت سے ہو قبل قبضہ کرنے کے تو نکاح باطل ہوگا اگرچہ بیع باطل ہوگئی تو اس کے زوج پر مرد و بیعتی کا لازم ہوگا مگر بیعتی کے واسطے ہر کال لازم ہونا فتح القدیر میں مذکور نہیں اور شیخ شاہین نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ یہ کیونکر ہوگا کہ لوندی تو ہلاک ہو جائے کے مال سے اور مرد کا مالک مشتری ہو حالانکہ قول فقہا یہ ہے کہ نفع بدیہ نقصان کے ہو کذا فی الخطاوی مشتری شیدا منقولاً اذ العقار لا یبیعہ القاضی وغائب مشتری قبل القبض ولقد ائتمن غیبتہ معروفہ فاقام بالعمہ بنیۃ انہ باعہ منہ لم یبع فی دینہ لامکان ذہابہ الیسہ وان قبل مکانہ بیع البیوع ای باعہ القاضی وامورہ نظر الغائب دی ائتمن وان فضل یکمہ للغائب ان نقص تبعہ البائع اذ نظر بہ خرید کی چیز منقولہ در مشتری قبل قبضہ اور قبل دے غیب کے غائب ہو الغیبت معروفہ یعنی اس کا مکان معلوم ہے اور اس کے بائع نے گواہ قائم کیے ہیں کہ اسے اسکو بیچا شخص غائب کے ہاتھ تو وہ چیز اس کے دین میں نہ بھی جائیگی سو اس کے بائع کا جانا مشتری کے پاس ممکن ہے اور اگر مشتری غائب کا مکان معلوم ہو کہ کمان ہے تو بیع بھی جاوے گی یعنی قاضی اس کو بیچے یا غائب کا امور بیچے برعایت حال غائب کے اور غیب بائع ادا کرے اور جو غیب سے زیادہ ہو تو اسکو غائب کے واسطے رکھ چھوڑے اور اگر غیب سے کم ہو تو بائع اسکا بیچا کرے جبکہ اسکو پائے شارح نے کہا چیز منقولہ کی قید اس واسطے لگائی کہ زمین کو قاضی نہ بیچ کرے اور اگر مشتری غائب ہو اور قبض کے تو قاضی بائع کی نالاش نہ کرے کیونکہ بائع کا حق بیع سے متعلق نہ رہا اور بیع کے مانند ہوں ہو یعنی اگر اس غیبت منقطعہ غائب ہو گیا اور مدت نے لینے دین کے واسطے بیع مرد ہوں کی نالاش کی قاضی کے پاس تو لائق یہ ہے کہ بیع اسکی جائز ہو کذا فی الخطاوی عن جامع الفصولین وان مشتری ائتمن شیدا وغائب واحدنا فللمحاضر دفع کل غیبتہ و یجوز البائع علی قبول الکل و دفع الکل للمحاضر اور اگر دو شخصوں نے ایک چیز خریدی اور ان میں سے ایک شخص غائب ہو یعنی سطرچہ کہ اسکا مکان معلوم نہیں کذا فی النہر تو شخص حاضر کو محکوم غیب میں دینا جائز ہے اور بائع پر زبردستی کی جائے کل غیب کے قبول کرنے پر اور حاضر کو کل بیع کے لینے پر ولہ قبضہ وجسمہ عن شریکۃ ائتمن بخلاف احد المتاجرین اور حاضر کو جائز ہے بیع پر قبضہ کرنا اور اسکا روک رکھنا اپنے شریک سے جبکہ وہ سفر سے آئے یہاں تک کہ اسکا شریک غیب میں ادا کرے بخلاف احد المتاجرین کے یعنی اگر ایک متاجر غائب ہو قبل نقد اجرت کے سو دوسرے متاجر حاضر نے سب اجرت دی تو اسکو جس کرنا تا ادا سے اجرت جائز نہیں وافرقت ان للبائع حبس البیوع الاستیفاء ائتمن فان مضطر باع لزم اجراء فرق بیع اور اجارہ میں یہ ہے کہ بائع کو جس کرنا بیع کا پورا ائتمن لینے کو اس واسطے جائز ہے تو مشتری حاضر مضطر تھا لزم اجراء موجد کے ہم یعنی جبکہ بائع کو جس بیع کا اختیار ہو تو مشتری حاضر کو اپنے مال سے فائدہ لینا ممکن نہیں بدون ادا کرے جمع غیب کے تو حاضر مضطر تھا اور مضطر کو رجوع غیب میں اور جس بیع میں اختیار ہے بخلاف احد المتاجرین کے غائب ہونے کے کہ اگر متاجر حاضر سب اجرت دیکر تودہ شروع ہوگا نہ مضطر واسطے کہ بوجہ حبس دار کا استیفاء سے اجرت کے واسطے جائز نہیں کذا فی النہر اللهم الا اذا شرط تعیل الاجرة خداوند اگر جبکہ تعیل اجرت مشروط ہو یعنی در صورت شرط تعیل اجرت اجارہ در حکم بیع ہوگا یہ بحث ہے صاحب نہر الفائق کی نہ روایت مذہب بائع شیدا بالف شتال ہیبت فضتہ متصفا بہ ای بالتقال یجب مساہۃ متقال من کل منہا عدم الاولویۃ کوئی چیز بیچی سونے اور چاندی کی ہزار شقال سے تو سونا اور چاندی نصفان نصف ہونگے شقال سے تو بانسہ شقال ہر ایک سے واجب ہونگے سبب عدم اولویت کے ہم شقال چاندی اور سونے دونوں کی ہوتی ہے تو جب شقال کی منافات دونوں کی طرف برابر ہوئی تو بانسہ شقال سونا اور بانسہ شقال چاندی واجب ہے مشتری پر بسبب عدم ترجیح کے نہر الفائق میں کہا لیکن اس صورت میں بیان صفت جودت بغیر شرط ہے اور اگر کوئی کہہ کہ ہزار درہم اور دینار سے بجا تو بیان صفت شرط نہیں کہ ان جیدی مراد ہر ایک کو بیچ شیدا بالف من لذبہ بالف متصفا و لصرہ للوزن المعهود فان نصف من لذبہ شاقیل والنصف من الفضة درہم اور کسی چیز کی بیع میں جو بیس ہزار کے سونے اور چاندی سے سونا اور چاندی نصفان نصف ہونگے اور ہر ایک وزن تقرری مراد ہوگا تو سونے کے نصف سے شقال مراد ہونگے اور چاندی کے

غائب مشتری کا مکان معلوم ہے

فصل در ہم مراد ہونے سے یعنی پانسو دینار شقال اور پانسو درم چاندی کے مراد ہونے کیونکہ یہی متعارف ہے کذا فی المنہر و مشکوٰۃ علیٰ کرخطہ و شعیر و حکم لازم من کل ثلث کو ہذا قاعدتہ نے  
 المعاملات کلمہ اکہر و وصیۃ و ودیعتہ و غصب امارۃ و بدل خلع وغیرہ فی موزون وکیل معدود و مذکور عینی اور مانند بیع کے اقرار ہے چنانچہ یون کہنا کہ اسکا میر سے اور پر ایک کر  
 گیون اور بجا اور تل میں نہ ہر ایک اغیا ائمتہ سے کر کی تہائی لازم ہوگی اور یہی تفصیل اور انقسام قاعدہ کلیہ ہے جمیع معاملات میں مانند مراد و وصیت اور امانت اور  
 غصب و راجارہ اور بدل خلع وغیرہ کے موزون اور کلیل اور معدود اور مذکور عین کذا فی یعنی ہم ہر کی صورت یہ ہے کہ ایک عورت کا مرہن ہر شقال ہر سب اور نصف سے عین  
 کیا تو پانسو شقال و سب کے اور پانسو نصف کے واجب ہونگے اور اگر ہر از عین کے سونے اور چاندی کے تو ہر ایک کا وزن معوم مراد ہوگا یعنی پانسو دینار شقال اور پانسو  
 درم نصف کے و علی ہذا القیاس وصیت اور امانت وغیرہ موزون کی مثال یہ ہے کہ گھی اور شہد اور زیت کے ایک قنطار کا اقرار کیا تو ایک میں سے ثلث قنطار واجب ہوگا اور  
 کلیل کی صورت خود شرح بیان کر چکا اور معدود کی صورت یہ ہے کہ تھوڑے اور انار اور سب کا اقرار کیا اور مذکور عین کی مثال یہ ہے کہ تھوڑے کتان اور ریشم اور خز کا اقرار کیا  
 کذا فی لفظ طہاری و قوار و وزن سبعة قدم فی الزکوٰۃ اور نصف کا یہ قول وزن سبعة کتابہ زکوٰۃ میں مذکور ہو چکا ہم وزن سبعة سے مراد یہ ہے کہ نسل درم سات شقال کے وزن کے  
 برابر ہیں اور ہر شقال میں قیراط اور ہر درم چودہ قیراط اور ہر قیراط پانچ جو افا و ادا لکن ان ہم الدرہم مصروف للتعارف فی بلد العقدا فی مصر مصروف للفلوس و کمال الدین نے فائدہ بیان  
 کیا ہے کہ درم کا نام پھر تاجری اسکی طرف جو مشہور ہو عقد کے شہر میں تو مصر کے شہر میں درم سے فلوس مراد ہونگے و افا و ادا فی نہران قیمتہ مختلف باختلاف الازمان فافتنہ الملقانے  
 بانہ یساوی نصفاً و ثلثہ فلوس فلو اطلق الواقت الدرہم اعتبار زمانہ ان عوت والا صرت للفضۃ لانه الامثل کما لو قیدہ بالنعقۃ کو اوقت السیونیتہ و الصر غموشیتہ و  
 نحو ہما قیمتہ در ہما نصفان اور نہر الفائق میں تصریح کی ہے کہ درم کی قیمت مختلف ہے باعتبار اختلاف ازمان کے سو قال نے فتویٰ دیا کہ درم برابر ہے سارے میں فلوس  
 کے تو اگر وقت کرنے والا درم کو مطلق کہے چاندی یا تانبے کی قید نہ لگائے تو اس کے زمانے کا اعتبار ہوگا اگر اس کے زمانے کا عوت معلوم ہو اور نہیں تو درم چاندی کے  
 درم کی طرف مصروف ہوگا کیونکہ وہی اصل ہے چنانچہ اگر درم کو نقرہ کے ساتھ بقید کیا یعنی یون کہنا کہ نقرہ کا درم تو چاندی کا درم مراد ہوگا چنانچہ شیخونیتہ اور سر غموشیتہ اور  
 آنکے مانند درم نقری کی قید لگائی ہو تو اس کے درم کی قیمت دو نصف ہر ہم نقانی سے مراد علامہ ناصر الدین نقانی مالکی ہے کذا فی المنہر طہاری نے حموی سے نقل کیا کہ درم  
 کی قیمت دو نصف ہونا یہ کلام ہے صاحب نہر کا اور یہ بہ وقت مسلم ہے جبکہ درہم مذکورہ صاحب نہر کے نزدیک متغیر ہو گئے ہوں علاوہ اس کے صاحب نہر خود اول کر چکا ہے  
 کہ زمانہ واقفین کا اعتبار ہے تو اس سے عدول کرنا چاہیے و افا و ادا نصف ان النعقۃ تطلق علی النعقۃ والذہب علی فلوس نحاس بعرف مصر الآن فلا بد من مرجح فان  
 لم یوجد فاعل علی الاستیمارات القدیۃ لوقت کما عولوا علیہا فی نظائرہ کعمرۃ خراج و نحوہ قال و بانی الملل الباسع و افندی اور نصف نے اپنی شرح میں تصریح کی ہے  
 کہ نقرہ بولاجاتا ہے چاندی اور سونے اور فلوس ہی پر مصر کے افضل کے عوت میں تو درم نقری کی قید میں بھی مرجح ضرور ہو اسو اگر مرجح نہ پایا جاوے تو وقت کی عطا یا  
 قدیمہ پر عمل ہوگا چنانچہ فقہانے نظائر وقت میں اس پر اعتماد کیا ہے چنانچہ معرفت خراج اور اس کے مانند میں مصنف نے کہا اور اسی کا فتویٰ دیا ہے ملا ابو سعود  
 افندی نے ہم مرجح عدل وہ ہے جو صاحب نہر نے بیان کیا ہے یعنی اعتبار زمانہ واقفین اگر معلوم ہو سکے والا بقول مصنف استیما قدیم متبر ہوگا استیما قدیم سے مراد عطا  
 قدیمی ہے کذا فی لفظ طہاری و لوقبض زینا بدل حمید کان لہ علی آخرہا بلا بفلو علم و النعقۃ کان قضا و تقاضا و لفق او النعقۃ نلو قسما یردہ اتقا فانہ قضا الحقہ اور اگر  
 ایک شخص نے کھوئے درم نادانستی سے قبض کیے عوض کھرے درون کے جو دوسرے شخص پر اس کے تھے اور درم خرچ ہو گئے یا اسے خرچ کر ڈالے تو یہ اس کے حق سے ادا  
 ہو جاتا ہے طرفین کے نزدیک سو اگر کھوٹا ہونا اسکو معلوم ہو اور اسے خرچ کر ڈالا تو ادا سے حق باتفاق طرفین اور ابو یوسف ہے اور اگر نادانستی سے کھوئے درم لیے  
 اور وہ نہ موجود میں نہ لگا بالاتفاق پھر سے ہم بجز الرائق میں کہا کہ ابو نصر نے کہا درہم زین عبارت ہے درم منشوش سے نہر الفائق میں ہے کہ درم زین وہ ہے جو بیت المال  
 میں داخل ہو و قال ابو یوسف اذا لم یعلم یرد شل زینہ یرجع بحیدہ استعنا نالما لو کانت ستونۃ او ہر جہ و خمارہ للفتویٰ ابن کمال قلت در جہر فی البی و المنہر  
 و الشر بن الیہ نیتہ یعنی اور ابو یوسف نے کہا کہ جب صاحب حق کو درم کا کھوٹا ہونا معلوم نہ ہو تو درم خرچ ہو جانے کے اسکے مانند کھوٹے درم پھر سے اور کھرے درم ہیں

بیان ترجمہ  
 الفاظ کے مطابق  
 نہیں ہے میری  
 رائے  
 وزن نقاشی نام  
 درم کے ہیں اور  
 قید نقرہ کے لگانے  
 کی مثال ہے جو  
 یون کا ہے درم  
 سے عقیدہ کیا شد  
 ان دونوں میں سے  
 درم کو وقت کیا  
 کہ نسبت اور نصف  
 میں داخل شقال اس  
 بالعباس

پھر لے بطریق استعسان کے چنانچہ اگر ستوتہ اور نہر جہ درم ہوں تو در مثل جائز ہو اور اسی قول کو پسند کیا ہو ابن کمال نے قوی فیئہ کے واسطے میں کتاب ہون اور  
 اسی قول کو ترجیح دی ہے بحر الرائق اور نہر الفائق اور نہر بنی اللیہ میں تو اسی کا قوی دیا جائے ہم ستوتہ درم سپر چاندی کا پتر ہو اور نہر جہ درم جو دار الفرب سلطان  
 میں نہ بنا ہو و لو فرخ او باض طیرنی ارض اصل و تکبیر فیہا ظبی ای انکسر رطلہ بنفسہ فلکسر ہارجل کان للکاسر الاخذ فلو لا اخذ لیسق بیدہ لمباح اور اگر  
 چڑھانے بچہ یا اندھا دیا ایک مرد کی زمین میں یا ہرن کا پائون سین خود بخود ٹوٹ گیا تو وہ اسکا ملک ہو جسے سکو پایا اور لیا کیونکہ اسکا قبضہ مباح چیز پر پہلے ہو گیا  
 تو اگر کوئی مرد اس کے پائون کو توڑ گیا تو ہرن توڑنے والے کا ہوگا نہ پکڑنے والے کا الا اذا ہیا ارضہ لذلک نمود کہ جبکہ صاحب زمین نے اپنی زمین کو  
 اسی کے واسطے مہیا کر رکھا ہو تو صاحب زمین اسکا مالک ہوگا نہ اخذ او کان صاحب الارض قربا من التصید بحیث یقدر علی اخذہ لو مدیدہ فلو لصاحب الارض  
 تملک منہ فلو اخذہ غیرہ لم یملکہ نہر یا زمین کا مالک شکار سے قریب ہو سطح پر کہ قادر ہو اس کے پکڑ لینے پر اگر اپنا ہاتھ پھیلائے تو وہ شکار زمین کے مالک کا ہو بسبب  
 اس کے قادر ہونے کے شکار پر تو شکار غیر مال پکڑ لیا تو اسکا مالک ہوگا کذا فی النہر و کذا مثل ما مر فی تعلق بشبکہ نصبت للبحفات افضل دار جبل  
 و در ہم او سکر شرفی وقع علی توب لم یعد رہا بقا ولم یکتف لاحقا فلو اعده او کفہ ملکہ بهذا الفعل و در سیطرح مسئلہ مذکورہ کے مانند جو وہ شکار جو بھنس گیا اس جال میں  
 جو پھیرا یا گیا تھا خشک کرنے کی واسطے یا شکار داخل ہو گیا ایک مرد کے گھر میں اور درم یا شکر جو اچھالے گئے لینے والوں کے واسطے سو اس کپڑے پر پڑے جو سابق  
 سے درم یا شکر لینے کے واسطے مہیا نہیں کر رکھا اور نہ کپڑا سمیٹا گیا بعد اس کے تو اگر درم اور شکر لینے کے واسطے کپڑا مہیا کیا ہو یا کپڑا سمیٹ لیا ہو بعد پڑنے درم اور  
 شکر کے تو کپڑے کا مالک درم اور شکر کا مالک ہوگا اس فعل سے فروع مسائل ملحقہ شارج کے غسل النعل فی ارضہ ملک مطلقا لانه صار من انزالہا شکر کسی کا جو اس کی  
 زمین میں تو وہ اسکا مالک ہوگا مطلقا خواہ زمین شکر کے واسطے مہیا ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ شکر زمین کی زیادات پیدایشی سے ہو گیا ہم انزال بافتح وضع ہو نزل یقیمین کی کوئی  
 بیج و زیادات فروع کذا فی الطحاوی و شری دار انظلمب مشتری ان یکتب البائع صدکا لا یجیر علیہ لا علی الا شہاد و الخرج الیہ الا اذا جاره بعد ول و صک طیسرا  
 الاتناع من الاقرار کھر خرید گیا اور مشتری نے بائع سے بیعنامہ لکھنا چاہا تو اسپر زبردستی نہ کی جائیگی اور نہ گواہ کرنے پر اور نہ مکان سے باہر نکل کر شاہد کرنے پر کہ جبکہ  
 مشتری بائع کے پاس شاہد عدول اور بیعنامہ لایا تو بائع کو اس باقرار بیع سے اتناع جائز نہیں ہم صکت وہ بیعہ جو بیعین اقرایع اور بیعین من کا اقرار ہو بائع  
 پر بیعنامہ اور شہاد کے واسطے جہ اس نے جائز نہیں کہ یہ مقتضای عقد بیع سے نہیں ہے اور شاہد عدول کی قید بیع مشتری کے ہو اس واسطے کہ مشتری عدول  
 ہی شاہدوں کو لاویگا فریاد تمام کے واسطے والا اگر مشتری فاسق گواہوں کو لاویگا تو بائع پر شہاد ضرور ہو کذا فی الطحاوی و شری تطنا فخر لہ امراتہ فکلہ لہ ردولی خرید  
 کی سوا کسی زوجہ نے شکا سوت کا تاو سب سوت مرد کا ہو ہم چونکہ زوجہ نے اجرت کاٹنے کی شرط نہیں کی تو ظاہر از بیع پر اجرت لازم ہوگی لمرأۃ اذا کفنت بلا اذن اور نہ  
 کفن شلکہ رغبت فی الترتہ زوجہ نے جبکہ بلا اذن درتہ کے زوج کو کفن مثل دیا تو مرد کے زوج سے بیع کرے ولو اکثر لا ترجح شری قال رضہ اند ولولینل بیع بقیمہ کفن المش  
 لا یعد اور اگر کفن زائد ہو کفن مثل سے تو زوجہ کو رجوع مرد کے سے جائز نہیں قائل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اور اگر یون کہا جائے کہ کفن مثل کی قیمت مرد کے سے  
 بھرے تو بعد نہیں طحاوی نے کہا کہ مرجع ضمیر قال پر میں مطلع نہیں ہوا ہم ظاہر مرجع ضمیر لقطعک معصفت ہر جان سے شارج نے یہ فروع نقل کین ہیں اور بیعین کہ  
 خود شارج مرجع ضمیر ہوا فذا علم کتیب حرام و شری ہر اوبالہ را ہم المنصوبہ شیئا قال لکرخی وان تقدیر لبیع تصدق بالزح والا او ہذا قیاس وقال بو بکر لا ہما سوا  
 ولا یطیب کہ سب حرام سے کچھ پیدا کیا اور اس سے یاد را ہم منصوبہ سے کوئی چیز خریدی کرخی نے کہا کہ اگر من دیا قبل بیع کے تو بیع کے فائدے کو خیرات کرے اور اگر قبل  
 بیع من نہیں دیا تو خیرات نہ کرے اور یہ قول قیاس ہے اور ابو بکر نے کہا کہ قبل بیع اور بعد بیع کے دینا دونوں برابر ہیں اور سکو فائدہ لینا حلال نہیں ہم تصدق کرنا منعت کا در ہم  
 منصوبہ کے ضمان کے بعد مراد ہے اور ظاہر اقول ابو بکر کا استعسان ہے تو وہی حتم ہوگا اور سب حرام کی ایک صورت یہ ہے کہ غلام کو غصب کیا اور اسکو بوض دوسرے غلام کے بیچ  
 پھر دوسرے غلام کو بوض عرض کے بیچ پھر عرض کو در ہم سے بیچا تو امام کے نزدیک قیمت حرم منسوب کی ضمان سے جس قدر زیادہ منعت حاصل ہو سکو تصدق کرے کذا فی الطحاوی

بیع لہ لیس بایون  
 بیعنامہ لکھا  
 کردن بیع زمین  
 کہ درم و سوت  
 مشتری دینے  
 و تکرار ان کا اقرار

عن ابی یوسف وکذا الواسطی ولم یقلین ہذا الدرہم واخطی من الدرہم اور اس طرح اگر کوئی چیز خریدی اور یہ نہ کہا کہ بوضو ان درہم کے خریدی اور تم نے دیا اور ہم سے یعنی درہم سے یعنی ہم فتاویٰ عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ اگر مال غصب کیا یا دینت اور مضاربت میں مخالفت مالک کے عمل کیا اور فائدہ حاصل ہوا تو امام کے قول میں زائد مال کو تصدق کرے اور ابویوسف نے کہا کہ زائد مال سکولال ہو اور اگر کوئی چیز غیر غصب خریدی اور غصب کا ثمن دیا یا بیوی غصب خریدی اور غیر غصب کے ثمن دیا تو وہ بھی اس طرح ہو ابویوسف کے قول میں اور امام نے کہا کہ ہمیں تصدق نہ کرے کذا فی الطحاوی شیخ مالہ مضاربتہ لرجل جاہل جازا فذریعہ الم علم انہ اکتسب الحرام اپنا مال دیا بطریق مضاربتہ اس مرد کو جو مسائل مضاربت سے جاہل ہو تو اسکی نفعیت لینا جائز ہے جب تک معلوم نہ ہو کہ اُسے کسب حرام سے حاصل کیا ہو طحاوی نے کہا مناسب مقام وہ مسئلہ ہے جو خانہ میں مذکور ہے کہ ایک مرد نے کچھ خرید کیا تو پھر یوں سوال کرنا کہ وہ حلال ہے یا حرام ہے لازم ہے یا نہیں تو تامل کرنا چاہیے کہ اگر بائع اُس شہر اور اُس زمانے میں ہو جس کے بازاروں میں اکثر مال حلال ہے تو مشتری پر پوچھنا لازم نہیں اور بنا حکم ظاہر پر رکھے اور اگر غالب مال حرام ہو یا بائع حلال حرام دونوں بیچتا ہو تو احتیاط کرے اور سوال کرے من رمی تو بہ لایجوز لاحد اخذہ مالہ لقیل حین رمی لیاخذہ من ارادہس نے اپنا کپڑا پھینکا یا تو کسی کو اسکا لینا جائز نہیں جب تک کہ اُسے اپنا کپڑا پھینکے کہتے یوں نہ کہا ہو کہ اسکو جس کا بیچ چاہے ہم یہ قول ظاہر اباحت ہے نہ یہ کہ یہ بیچنا ہو بہ نہ متعین نہیں اور بیع کہ کو مستلک بیع کا بیع کی ملک پر جائز ہے اور جبکہ اباحت یا عدم اباحت کا قول معلوم نہ ہو تو ظاہر لینا جائز نہیں کیونکہ بقا ملک مالک اصل ہے کذا فی الطحاوی بائع الاب ضیعۃ طفلة والاب ففسد اسق لم یجز بیعہ تمسنا ہا اپنے بچے کی زمین بیچی اور حالانکہ باپ فسد اسق ہے تو بیچ جائز نہیں بطریق استحسان کے شرط لطفلما علی ان لا ترجع علیہ بالثمن جازو ہو کا لبتہ استحسانا مان نے اپنے طفل کے واسطے کوئی چیز خریدی اس شرط پر کہ صغیر بر رجوع ثمن نہ کرگی تو جائز ہے اور یہ خرید سہی کی مانند ہے بطریق استحسان کے قال الاسیر استثنیٰ او فکئی فشرہ رج بادی کا نہ اقرضہ قیدی نے دوسرے سے کہا کہ مجھ کو خرید کر یا مجھ کو خلاص کر سو اُس نے اسکو خرید کیا تو جو اُسے دیا ہو پھرے قیدی سے گویا اُسے شکو قرض دیا ہو پھر لینا احد القولین ہے اور نفی بہ عدم رجوع ہے اور اسیر کے مانند وہ شخص ہے جو سکو سلطان نے مسادرہ کے واسطے بکرا کذا فی الطحاوی وعن جامع الفصولین ولو قال بالعت فشرہ بالکثر لم یلزمہ الفضل لانه تخلیص الاشرار اور اگر اسیر نے کہا کہ مجھ کو مثلاً ہزار درہم سے خرید کر سو اُسے شکو زیادہ ہزار درہم سے خرید کیا تو اسیر ہزار درہم سے زیادہ لازم ہوگا اسواسطے کہ یہ خلاص کرنا ہی نہ خرید کرنا ہم جامع الفصولین میں لزوم رجوع ففعل مذکور ہے اور تعلیل تخلیص فسید لزوم ہے نہ عدم لزوم کذا فی الطحاوی لم یخصا شری دارا ودرغ وناذی حیرانہ ان علی الذم بیع وعلی النذرۃ قبل منہ ادرا یک کفر خرید کیا اور زمینیں بیعت یعنی چمرا بجا یا اور اس کے پڑوسی اذیت پانے لگے تو اگر بیعت علی الدوام کرتا ہو تو منع کیا جائے اور اگر گاہے کرتا ہو تو برداشت کرنا چاہیے ہم جامع الفصولین میں ہے ایسے مسائل میں قیاس ہے کہ جو اپنے ملک خاص میں تصرف کرے وہ رد کا نہ جائے اگرچہ غیر کو ضرر ہو لیکن یہ قیاس متروک ہے وہاں جہان غیروں کو ضرر ہو لیکن بعض مصلحتوں نے کہا ہے کہ اکثر مشائخ نے لیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الطحاوی شری لھا علی انہ لحم غنم فوجہ لحم معزۃ الرد گوشت خرید کیا اس شرط پر کہ وہ بھڑکا گوشت ہے اور اسکو بکری کا گوشت پایا تو اسکو پھر دینا جائز ہے ہم غنم بکری کو بھی شامل ہے سو پھر دینے کی کیا وجہ ہے کہ یہ کہ عرف میں غنم بھڑکے ساتھ مخصوص ہو قال ابن لی من ہذا اللحم تلثہ اطفال فوزن لہ اجسہ ومن ہذا الخبز فوزن لم یجز مشتری نے کہا کہ مجھ کو اس گوشت سے تین رطل تولدے سو اُس نے تول دیا تو مشتری پر جبر کیا جائیگا اُس کے لینے پر اور اگر کہا کہ اس روٹی میں سے تولدے اور اُسے تولدی تو اُسپر لینے کے واسطے جبر ہوگا مشتری پر زاجر فیما فاذا ہو یہی مشتری پر زالطیع فاذا ہو زانقار ان قانار وہ ان مستلک کا نعلیہ مثلاً خرید کیا خریف کا بیج اور وہ بیج نکلا یا خرید کیا خربوٹے کا بیج اور وہ ککڑی کا بیج نکلا اگر قائم ہو تو پھرے اور اگر مستلک ہو تو اُسپر اُس کے مانند پھر دینا جائز ہے ہم پھر دینے کی وجہ یہ ہے کہ جو مشتری نے لیا وہ غیر بیع ہے سادہ صاحب لزجاج فدرغہ قدھا بنظرہ فوق منہ علی قداح فانکرت منہ الا قداح للاقصح الواقع ایک شخص نے خریدی گفتگو کی شیشے والے سے اور اُسے پیالہ دیا کہ اس کو دیکھے سو اُسکے ہاتھ سے پیالہ گر پڑا اور پیالوں پر کہ وہ دت سے تو تاوان سے پیالوں کا ناس پیالے کا جو گر پڑا ہم پیالوں کا ضمان ہو اسطے لازم ہوا کہ لوگوں کے اموال میں خطا معاف نہیں اور اُس پیالے کا ضمان اس واسطے



نہیں کہ وہ مقبوض علی سوم الشراذ یا علی سوم النظر ہے بلایمان میں تو وہ امانت ہے کہ بلا تعدی ہلاک ہوئی لہذا مطلقاً مضمون نہیں شری شجرہ باصلہا و فی قلعہا  
من الاصل ضرر بالبايع نقيطه من وجه الارض من حيث لا يتضرر به البائع ولو انهم من سقوطه حائط ضمن القلع ما تولد من قلعه ايک درخت خرید کیا جڑ سمیت  
اور جڑ سے اُس کے اکھاڑنے میں بائع کا ضرر ہو تو اُس کو کاٹ لے زمین کے اوپر سے جہاں سے بائع کو ضرر نہ ہو اور اگر اُس کے ساقط ہونے سے کوئی دیوار گر جائے  
تو درخت کا اکھاڑنے والا اسکا تاوان لے جو اُس کے اکھاڑنے سے پیدا ہوا بیع در اہم زینا فاکسر ہا مشتری لاشی علیہ لعم باصنع حیث غشہ و خانہ و کذا و ذلک فی المیہ  
لینظر المیہ فکسرہ کھوٹے درم جیسے مشتری نے انکو توڑ ڈالا تو ہر کچھ نادان نہیں اور اُسے بہت اچھا کیا کیونکہ اُس نے اس کو دغادی اور خیانت کی اور  
اسی طرح اگر اُس نے سکو دیا تا وہ سکو دیکھے اور اُسے سکو توڑ ڈالا تو اُس پر کچھ نہیں ہم مناسب یہ تھا کہ شارج بجائے مشتری بائع کتا یا یہ مسئلہ عقد صرف پر معمول  
ہے کہ وہاں ہر عاقد پر بائع اور مشتری صادق آتا ہے لا باس بیع المعشوش اذا بین غشہ او کان ظاہر ایزاہ و کذا قال ابو حنیفہ رحمہ اللہ فی حنظلہ فیما الشعیر  
والشعیر ری لا باس بیعہ وان طعنہ لا بیع کچھ مضائقہ نہیں معشوش چیز کی بیع میں جبکہ بائع اُسکی ملوثی بیان کرے یا علی چیز ظاہر ہو کہ مشتری اُس کو دیکھتا  
ہو اور اسی طرح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا اُس گھون میں جس میں جو مخلوط ہوں اور جو نظر آتے ہوں اُس کی بیع میں کچھ مضائقہ نہیں اور اگر مخلوط کا آٹا  
پیا تو نہ بیچے ہم اس واسطے کہ پیسے سے امتیاز نہیں رہتا ہاں اگر بیان کرے تو بیع جائز ہے و قال الثانی فی رجل مع نفضۃ نحاس لا یسیرا حتی یسین اور  
ابو یوسف نے کہا اُس مرد کے باب میں جس کے پاس تانبا ملی چاندی ہو کہ اسکو بیع کرے یہاں تک کہ بیان کرے و کل شیء لا یجوز فانه یسفی ان یطبخ ویباقب  
صاحبہ اذا انفقہ وہو عر فہ اور جو چیز کہ جائز نہیں سولائق یہ ہے کہ کاٹ ڈالی جاوے اور اسکا مالک راجا ہے جبکہ معشوش کو وہ خرچ کرے جان بوجہ شری فلوسا  
بدرہم فدعما الیہ قال ہی بدرہمک لا ینفقما حتی یجد ہا بیع خرید کیے درم سے سو بائع نے سکو پیسے دیے اور کہا کہ یہ ترے درم کے عوض ہیں تو اُن کو خرچ  
نہ کرے جب تک کہ شمارہ کرے ہم ظاہر شمار کرنا ہے صورت پر معمول ہے جبکہ بیع بطریق عدد کے ہوئی ہو نہ بطریق وزن کے شمار کرنا اس احتمال سے ضرور ہوا کہ  
شاید درم باعید ہوں تو فلوس کے خرچ کر ڈالنے کے بعد معلوم ہو کہ کتنے پیسے تھے شری بالدرہم الزینت و رضی باقل مما یشری بالبحید جل نہ کوئی چیز خریدی گئی  
درم سے اور جب قدر کرے درم سے مول لیتے ہیں اُس کے کتر سے راضی ہو گیا تو اسکو حلال ہے یعنی ایک چیز کھڑے درم سے مثلاً سیر بھرتی ہے اور اُسے کھوٹے درم سے آدھیر  
فی راضی ہو کر تو ہوس کے واسطے حلال ہے شری تیا با بجد اعلیٰ ان یونی ثمنہ بقرنہم بجز بجمالہ الاجل کیے خرید کیے بغداد میں اس شرط پر کہ اسکا شمن سہر مند میں اور اگر گنا  
تو جائز نہیں بسبب مجہول ہونے مدت کے باع نصف ارضہ بشرط خرچ کلہا علی مشتری فہو فاسد ایک شخص نے اپنی نصف زمین بیچی اس شرط پر کہ ساری  
زمین کا خرچ مشتری پر ہو تو بیع فاسد ہے یعنی ہوا اسلے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں اور اس میں بائع کا فائدہ ہے و اخذ الخراج من الاکار لہ ان یرجع علی البیعتان  
استحسانا خراج لیا گیا کشتکار سے تو اسکو زمیندار سے بھرنی بطریق استحسان جائز ہے شری الکریم مع الغلۃ و قبضہ ان رضی الاکار جاز البیوع و لہ حصۃ من الثمن ان  
لم یرض لم یجز بیعہ انکور کے درخت خرید کیے پھلون کے ساتھ اور اُس پر قبضہ کیا اگر کشتکار راضی ہو تو بیع جائز ہے و اگر کشتکار کو بقدر اُس کے حصے کے ثمن ملے گا و  
اگر وہ راضی نہیں تو شکی بیع جائز نہیں ہم مراد وہ کشتکار ہے جسکا پھلون میں حصہ ہے قضاہ درہما و قال الفقہ والافروہ علی قبضہ و لم یفیکہ لہ ردہ استحسانا  
بخلات جاز یہ وجہ ہا عیبا فقال عرضہا او لہا فان نفقت والار د ہا عرضہا علی البیع سقط الرد مشتری نے بائع کو درم دیے اور کہا اسکو خرچ کر اور اگر خرچ  
نہو تو مجھکو پھیرے سو بائع نے سکو قبول کیا اور خرچ نہ کیے تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہی بطریق استحسان کے بخلات ہیں و نندی کے حسین مشتری نے  
عیب پایا سو بائع نے کہا کہ سکو بیع کے واسطے پیش کر یا بیع ڈال سو اگر بک جائے تو بہتر ہے والا مجھکو پھیرے سو مشتری نے سکو بیع کے واسطے پیش کیا تو  
پھیر دینا ساقط ہو گیا ہم دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ درم مقبوض عین حق قابض نہیں بلا تجوز بخلاف تصرف فی العین کہ وہ عین ملک قابض ہے لہذا  
اس میں اختیار باطل ہے کذا فی الطحاوی لم یضاقا ابو حنیفہ رحمہ اللہ اذا اذنی رجل مہ تم زوجا مکانہ فللزینج و طیبما بلا استبراء و قال ابو یوسف رحمہ اللہ استبیح



عدم التفریح اور مالک کے اس قول میں غاصب راستے کہ گھر کو فروغ کرے اور نہیں تو کرایہ سکا ہر مہینے میں اتنا ہو جائے جو چنانچہ متفرقات جا رہے ہیں اور کیا باوجودیکہ یہ تعلق ہو  
 عدم تفریح پر وال اجازتہ بالذات بقول بکر اجرت النکاح ان رضیت علی مطلق الاجازة بزاتیہ اور اجازت بزاتیہ مجرہ تو باکرہ کا یون کہنا کہ میں نے نکاح کو جائز رکھا اگر میری بان رضی  
 ہو مطلق ہو اجازت کا کذا فی الزاریہ و کذا اکل اللیغ تعلیقہ بالشرط اذا انعقد موقوفاً للیغ تعلیق اجازتہ بالشرط بقصر علی اللیغ تصور کما وقع فی النکح اور اس طرح جسکی تعلیق  
 شرط پر صحیح نہیں یعنی جبین تلیک یا تقید ہو جبکہ وہ موقوف منعقد ہو تو کسی تعلیق صحیح نہیں شرط پر کذا فی بجر تو منعقد کرنا تعلیق اجازت کا صحیح تصور بیان ہے چنانچہ  
 منع انفار میں واقع ہو اور مخطاوی نے کہا منع انفار میں بیعت کی تمثیل واقع ہو اور مثال سے تفصیل ثابت نہیں ہوتی اور کلیہ صاحب بکر کو مصنف خود ذکر کیا ہے

یعنی تو اب کچھ تصور زیادہ الرجحہ قال مصنف انما ذکرتمہا لکن وغیرہ قال شیخنا فی بجرہ وہ خطا اور الصواب انہا لا یبطل بالشرط اعتبارا لہما باصلہا وہو النکاح واطال  
 الکلام لکن تعقیبہ فی التفریق بانہا لا یفسد شہود و مردہ رجعت اہمہ علی حرقہ لکما بعد اطلاقہا و بطل بالشرط بطلات النکاح اور رجعت مصنف نے اپنی شرح میں  
 کہا کہ میں نے تو رجعت کو باجماع کفر وغیرہ کے ذکر کیا ہے ہمارے استاد نے اپنی کتاب بجر الرائق میں کہا کہ رجعت کا بیان ذکر کرنا خطا ہے اور عینک بات یہ ہے کہ  
 رجعت شرط سے باطل نہیں ہوتی باعتبار اپنی اصل کے اور وہ اصل نکاح ہے یعنی جیسے رجعت کی اصل یعنی نکاح شرط سے باطل نہیں ہوتا ویسے ہی رجعت بھی باطل نہیں  
 ہوتی اور صاحب بجر نے بیان بہت گفتگو دراز کی ہے لیکن نہ الفائق میں سہر اعتراض کیا ہے اور فرق بیان کیا ہے رجعت اور نکاح میں اس طرح پر کہ رجعت میں گواہوں  
 اور مرد کی حاجت نہیں اور مرد کو رجعت کرنا لوندی کا اس حرہ پر جس سے نکاح کیا بعد اس کے طلاق کے جائز ہے اور رجعت باطل ہوتی ہے شرط سے بطلان نکاح کے کہ اس میں  
 گواہوں اور مرد کی حاجت ہے اور نکاح لوندی کا حرہ پر جائز نہیں اور نکاح باطل نہیں ہوتا شرط سے مخطاوی نے کہا کہ ظاہر ہے اعتراض قوی نہیں کیونکہ چند احکام کی مخالفت سے  
 یہ لازم نہیں کہ رجعت نکاح کے مخالف ہو اس حکم میں بھی اور تعجب ہے صاحب نہر سے کہ اسے صورت نزل کو مخالفت کی صورت میں مذکور کیا اور الصلح عن مال بان رجعت

اور صلح مال کی بعض مال کے کذا فی لہ رد وغیرہ بانی النہر الظاہر الاطلاق حتی لو کان عن سکوت او انکار کان فدا فی حق النکر ولا یجوز تعلیقہ اور نہ الفائق میں ہے کہ ظاہر اطلاق صلح اور  
 ہے یعنی صلح کی تفصیل نہیں یہاں تک کہ اگر صلح سکوت یا انکار سے ہوتی ہے فدا ہوگا حق شکر میں اور اسکی تعلیق جائز نہیں ہم حلی نے کہا کہ حق تعقید ہے نہ اطلاق کیونکہ بیان گفتگو اسکی ہے جو  
 شرط فاسد سے باطل ہوتا ہے یعنی معاہدات ایہ اور سکوت اور انکار کی صلح معاہدات مالیدہ سے نہیں اور ہر چیز اسکی تعلیق صحیح نہیں لیکن کلام ہر اس کے بطلان میں شرط فاسد  
 سے والا برار عن الدین لہ تلیک من جبہ اور دین سے بری الذمہ کر دینا کیونکہ وہ تلیک ہے ایک ہا سے ہم منع انفار میں ہے کہ ابراہم الدین ایک وجہ سے تلیک ہے لہذا بجز  
 ہر دو کرنے سے اگر جہ میں سے ہر قاطع ہوتی حلی نے کہا کہ ابراہم الدین میں مبادلہ مال کا مال سے نہیں تو لائق یہ ہے کہ شرط سے باطل ہو اور تلیکات میں ہر قاطع ہونا دلالت نہیں کرتا  
 مگر اس کے بطلان پر توہیں صورت میں مناسب ہے تاکہ قسم ثانی میں مذکور ہوا الا اذا کان الشرط متعارفاً تعلیق ابراہم نہیں مگر جبکہ شرط مشہور ہو چنانچہ بقوتہ نے زوج سے کہا کہ میں نے

تجھ کو بری الذمہ کیا مگر سے بشرطیکہ تو تجدید نکاح کرے بعض مرد کے اور اسکا مثل ہو مرد بری الذمہ ہوگا بدون شرط کے کذا فی مخطاوی اور علقہ ہر کان کان اعطیتہ شری  
 فقہا ہر ایک وقد اعطاه صحیح یا ابراہم حلق کرے امر ماضی محقق پر چنانچہ طالب کا مدیون سے کہنا کہ اگر تو نے فلان چیز میرے شریک کو دی تو البتہ میں نے تجھ کو بری الذمہ کیا اور والا کہ  
 مدیون اس کے شریک کو دیکھا ہے تو تعلیق مذکور صحیح ہے و کذا ہوتے دیکھوں وصیہ ولو وارث علی ما بقرہ فی النہر اور اس طرح تعلیق صحیح ہے طالب کی موت سے اور تعلیق مذکور وصیت ہوگی اگر صحیح  
 اپنے وارث کو واسطے ہو چنانچہ صاحب نہر الفائق نے اسکو بطریق بحث کے ذکر کیا ہے وغیرہ لکھنا اور الاعکاف اور معزول کہنا وکیل کا اور اعکاف ہم چنانچہ یون کہنا اپنے وکیل سے  
 کہ میں نے تجھ کو معزول کیا بشرطیکہ تو مجھ کو تحفہ دے یا فلانا شخص آئے اور حق تعالیٰ کے واسطے مجھ پر اعکاف واجب ہے اگر میرا وصیت ہائے یا فلانا شخص آئے یا فلانا ایسا مایعین بہ  
 ظہر بجز تعلیقہ بالشرط ہوا اسطے کہ معزول وکیل اور اعکاف اس جس سے نہیں جنہ قسم نکالے ہوں تو انکی تعلیق شرط سے جائز نہیں وہ ذانی امدی لروایتیں کا بسطہ فی النہر اور یہ یعنی  
 عدم جواز تعلیق دو روایتوں میں سے ایک روایت ہے چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے نہر الفائق میں مذکور ہے کہ شری کی روایت میں تعلیق بالشرط جائز ہے اور عدم جواز  
 تعلیق اعکاف منافی ہے اسکی جواز اعکاف میں مذکور ہے کہ ایک خانہ سے اعکاف معلق کے جواز پر یہاں ثابت ہوتا ہے اور جب اسکی تعلیق ہوتی تو شرط فاسد سے باطل نہیں ہوتی

۴  
 صورت کر  
 طلاق  
 صحیح

عاج الفلین میں ہو کہ جسکی تعلیق بالشرط جائز ہو وہ شرط فاسد سے باطل نہیں ہوتا انتہی واضح الحاق الاحکام بالذرا و ملحق کرنا احکام کا نذرت یعنی عبادات مندورہ سے صحیح قول ہم طحاوی نے کہا یوں کناداض ترعا کہ صحت تعلیق احکام صحیح ہے کیونکہ وہ عبادت ہے اور اسکی صحت تعلیق نہیں ہے اسواسطے کہ وہ عبادت اسکا ہے نہ یہ کہ وہ ملحق عبادات ہو المراد علیہ اور مزاحمت چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے اپنی زمین تجھکو بطریق فراغت دی اس شرط پر کہ تجھکو اپنا قرض سے یا فلا نا شخص سے اور المعاملۃ ای المساقاة لانما اجازۃ اور معاملہ یعنی دھڑون کی سہلی چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے تجھکو اپنا باغ بطور مساقات کے دیا بشرط قرض فراغت اور مساقات کی تعلیق ہواسے صحیح نہیں کہ دونوں اجارہ ہیں والا قرار اور قرار سطر ح برکہ زید کے مجھے ہزار درم میں اگر وہ مجھکو قرض سے یا فلا نا شخص سے یا فلا نا شخص سے یا فلا نا شخص سے معاوضات مالہ سے نہیں لیکن اسکی تعلیق صحیح نہیں اور وہ باطل ہو جاتا ہے شرط فاسد سے الا اذا علقہ علی العبادۃ فیجوز ویلزم الحال یعنی قرار باطل ہوتا ہے شرط سے کہ جب ہسکول کے آنے یا اپنی موت پر حلق کرین تو جائز و اور فی الحال اسپر لازم ہو جاتا ہے کذا فی العینی ہم قرار کیا کہ مجھے ہزار درم میں جبکہ مہینہ پورا ہو یا لوگ صوم سے انظار کرین تو یہ قرار جائز و اور دعوی مدت کا باطل گر جبکہ مدت شہادت یا مالک کے اقرار سے ثابت ہو اقرار کیا کہ گواہ رہیو کہ فلا نے شخص کے مجھے ہزار درم میں اگر میں مر جاؤں تو ہسپ ہزار درم ثابت ہے خواہ وہ زندہ رہی یا مر جائے کذا فی الطحاوی والوقف اور وقت کی تعلیق صحیح نہیں چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے اپنا گھر وقف کیا اگر فلا نا شخص سفر سے آئے اور الی عشر التحکیم کقول المحکمین اذا اهل الشر فاعلم مینا لانہ صلیع فلا یصح تعلیقہ و اضافة عند الشافی و علیہ القوی کما فی القضاء الخائتہ اور جو دھون حکم مقرر کرنا چنانچہ محکمین کا یوں کہنا کسی شخص سے کہ جب مہینہ کا چاند نمود ہو تو بیعت کرے ہمارے درمیان ہواسطے کہ حکیم صلح ہوئی الحقیقت تو اسکی تعلیق اور زمان مستقبل کس طرف اضا کرنا صحیح نہیں ابو یوسف کے نزدیک و راسی پرتوی ہے چنانچہ خانیکی کتاب نقض میں ہم تو صحیح اسکی یہ ہو کہ یہ صورت تویت اور معنی صلح ہو تو باعتبار صلح کے تعلیق اور اضافة صحیح نہیں اور باعتبار تویت کے صحیح ہے تو شک دراحتمال کے ساتھ صحیح نہیں اور محمد کے قول غیر منہی بہ میں اسکی تعلیق اور اضافة صحیح ہے یعنی ابطال لاجل نفی البرازیہ انہ یبطل بالشرط الفاسد و کذا الجرجانی مافی الاشباہ اور ان مسائل سے جو شرط فاسد سے باطل ہو جاتے ہیں ابطال مدت باقی رہا سبب برازیہ میں ہو کہ ابطال مدت شرط فاسد سے باطل ہو جاتا ہے اور اسی طرح عہد مذون کے نقرت کو روکنا جب اس روایت کے و اشباہ میں ہم ابطال جمل کی صورت یہ ہے کہ مدیون نے کہا کہ میں نے وہ مدت جو میرے لئے دین کی تھی وہ باطل کر دی اس شرط پر کہ ان مجھکو فلانی چیز پہ کرے اور دائن راضی ہو گیا تو یہ ابطال باطل ہے اور مدت باقی ہو و صلح و لا یبطل بالشرط الفاسد لعدم المعاوضۃ المالیۃ سبتہ و عشرون علی ما عدہ المصنف تعالیٰ یعنی و زوت ثانیۃ اور جو مسائل کہ صحیح رہتے ہیں اور شرط فاسد سے باطل نہیں ہو جاتے بسبب عدم معاوضۃ مایہ کے وہ ستائیس ہیں چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں شمار کیا ہے یعنی کا تابع ہو کر اور میں نے آٹھ مسائل در زیادہ کیے ہیں جو مجموع مسائل تن اور شرح کے پچیس ہیں چنانچہ رقم اعداد سے معلوم ہو گا القرض الہتہ و لصدقہ و الفلح والطلاق والخلع والفق و التوق و الرہن الا انما اول قرض ۲ ہبہ ۲ صدقہ ۳ نکاح ۵ طلاق ۶ فلع ۷ عتق ۸ دہن ۹ ہم قرض نے کہا کہ میں نے تجھکو اپنا قرض دیا اس شرط پر کہ تو ایک مہینہ میری خدمت کرے تو اس شرط سے قرض باطل نہیں ہوتا و آہستہ کہ میں نے یہ نوڈی تجھکو سہ کی یا صدقہ دی اس شرط پر کہ اس کے پیٹ کا پیہ میرا ملک ہے زوج نے کہا کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا اس شرط پر کہ تیرا کچھ مہینوں تک صحیح ہے اور شرط فاسد ہے اور شرط باطل ہے اور شرط باطل ہے اور شرط باطل ہے اور شرط باطل ہے اور شرط باطل ہے اور شرط باطل ہے بشرطیکہ تجھکو ایک ہفتہ یا ایک مہینہ اختیار ہے تو طلاق واقع ہوگی اور مال بھی واجب ہو گا موتی نے کہا فلا مہ سے کہ تو آزاد ہو اس شرط پر کہ تیرا دن تک مجھکو اختیار ہے اور میں نے اپنا غلام تیرے پاس رہن رکھا بشرطیکہ وہ مہینہ مجھ میری خدمت کرے یا اگر میں اسکو اتنی مدت تک نہ چھوڑاؤں تو وہ غلام تیرا ہے تو شرط باطل ہے اور رہن صحیح ہے و کذا فی الطحاوی والا یصلح و کذا فی صیغۃ التزوج بنتی کسی کو اپنا وصی مقرر کرنا چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے تجھکو وصی مقرر کیا اس شرط پر کہ تو میری بیٹی سے نکاح کرے والوصیۃ او وصیت چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے تیرے واسطے ثلث مال کی وصیت کی بشرطیکہ تو اپنے والد کا کالج میری بیٹی سے کرے تو ایسا اور وصیت صحیح ہے اور شرط باطل ہے والشرکۃ الا شرت چنانچہ یوں کہنا کہ تجھکو میں نے اپنا شریک کیا بشرطیکہ تجھکو اتنا حصہ ہے والفقار بہ ۱۳ مضاربت سطر ح کہ اسکو ہزار درم سے بشرطیکہ ربا مال مضارب کو ایک سال تراعت کے واسطے زمین سے یا گھر سے کوئے تو شرط باطل ہے اور مضاربت صحیح ہے کذا فی النہ و کذا فی القضاء والامارۃ کو لیک ہلکہ امو بد صلح و بطل شرط فاسد بل لا یجوز اور

Marfat.com



اسی طرح ۱۳ قاضی کرنا ۱۴ حاکم اور امیر مقرر کرنا چنانچہ بادشاہ کا یون کنا کہ میں نے تم کو غلامی میں مقرر کیا دہائی تو صحیح ہے اور شرط باطل ہے تو بادشاہ کو اس کے معزول کر دینا باطل ہے  
 اختیار ہم ولایت موبہ سے مراد یہ ہے کہ گاہی اسکو معزول نہ کرے وہاں شرط لہجہ عزلمہ کہ دریں ابدہ السلطان ان بقول جمع عن التامیرانی بعضہم بذکرک اختار فی النہج اطلاق لہجہ  
 اور قاضی دہائی یا امیر دہائی کے معزول کرنے کی صحت میں مانند اس مدرس کے جسکو ہمیشہ پواسطہ سلطان نے مقرر کیا یون کنا کیا شرط ہے کہ میں نے تامل یعنی ہمیشہ منصوب رکھنے سے  
 رجوع کیا یعنی علمائے اسکا توی دیا ہے اور نہ انفاق میں اطلاق صحت کو پسند کیا ہے یعنی غلام رجوع کرے یا رجوع نہ کرے ہوتے معزول کا بادشاہ کو اختیار ہے ولی البرازتہ تو شرط علیہ ان لا  
 یرتبی ولا یشرب ثم ولا یشرب قول حدیث لا یمنع خصوصتہ زید مع التقلید والشرط اور ہزار یہ میں ہے کہ اگر بادشاہ قاضی سے یہ شرط کرے کہ وہ رشوت نہ لے اور شراب نہ پیے اور کسی کا کنا  
 نہ لے اور زید کی مشاخصت نہ لے تو تقلید تھا اور شرط دونوں صحیح ہیں یعنی اگر زمین سے کوئی فعل کرے گا تو معزول ہوگا اور زمان گذشتہ کا حکم باطل ہوگا اور اسکا حکم خصوصت  
 زید میں نماند ہوگا اور سلطان پر واجب ہے کہ اگر اسکا تفسیر پیش ہو تو آپ فیصلہ کرے کہ ذانی اطمحادی عن البرازتہ والکفالیۃ ۵۵ انما ہی اطمح کہ میں تیرے غریب کا خاص ہوں اگر تو  
 مجھکو قرض سے والحوالہ ۱۰۰ احوالہ اطمح کہ میں نے تیرا دین مثلاً زید پر حوالہ کیا ہے شرط سے کہ در صورت انکار یا موت زید کے تو مجھ سے مطالبہ نہ کرے الا اذا شرط فی الحوالہ الامین عن ال  
 الخجل قفسہ دم قدرہ علی الوفا بالما ترم کا عراہ المصنف للبرازتہ واجاب فی التمر بان ہذا من المحتمل وعدہ لیس کلام فیہ فلیحفظ کما جب حوالہ میں شرط ہو جائے کہ کا دینا حیل کے حکم کے  
 متن سے تو حوالہ فاسد ہے کیونکہ محتمل کا در اس کے ادراہ نہیں جسکا اسے التزام کیا چنانچہ اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں براہیہ کی طرف نسبت کیا ہے اور نہ انفاق میں جواب دیا کہ  
 یہ قول محتمل کی جانب سے وعدہ ہے اور وعدے میں کلام نہیں تو اسکی نتیجہ کرنا چاہیے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ کلام صاحب نہر غیر منقطع ہے کیونکہ یہ شرط ہے نہ وعدہ اور یہ شرط محتمل  
 کی جانب سے ہے نہ محتمل کی طرف سے کہ ذانی اطمحادی والوکالۃ ۱۰۰ احوالہ اطمح کہ میں نے تم کو غلامی میں مقرر کیا دہائی تو صحیح ہے اور شرط باطل ہے تو بادشاہ کو اس کے معزول کر دینا باطل ہے  
 اقلہ کہ میں اس شرط پر کہ میں زائد ہوں باطل سے یا کمتر تو اقلہ صحیح ہے اور شرط تو کہ ذانی اطمحادی والوکالۃ ۱۰۰ احوالہ اطمح کہ میں نے تم کو غلامی میں مقرر کیا دہائی تو صحیح ہے اور شرط باطل ہے  
 بشرطیکہ تو شرط سے باہر نکلے یا فلا نے سے معاملہ نہ کرے یا تو فلائی قسم کی سوداگری کرے تو کتابت صحیح ہے اور شرط باطل ہے کہ ذانی النہج الا اذا کان الفسادی صلب العقدا فی نفس العبد لکن  
 علی شرط ففسد بہ وعلیہ یحل اطلاقہم کا حرہ خسرو مگر جبکہ فساد صلب عقدا میں یعنی نفس بدل کتابت میں ہو چنانچہ اسکا مکاتب کرنا شراب پر تو اس سے کتابت فاسد ہو جاتی ہے اور یہی پر  
 اطلاق فقہا محمول ہے چنانچہ اسکو ملائیس نے در میں تحریر کیا ہے ہم عمادی اور استروشی وغیرہ نے کہا کہ کتابت کی تعلیق شرط سے جائز ہے اور شرط فاسد سے کتابت باطل ہو جاتی ہے  
 ملائیس نے کہا کہ یہ اطلاق اس فساد کے بطلان پر محمول ہے جو صلب عقدا میں ہو لیکن ہزار یہ کی یہ روایت اس محل کے مخالف ہے کہ حاملہ لوزی کو مکاتب کیا اس شرط پر کہ اسکا محل داخل کتابت  
 نہیں تو کتابت فاسد ہے ہوا سطر کہ کتابت شرط فاسد سے باطل ہو جاتی ہے امتحی تو اگر اختلاف روایت پر محل کیا جائے تو اشکال زائل ہو کہ ذانی اطمحادی واذن العبد فی تجارتہ  
 ۲۰ غلام کو اذن دینا تجارت میں چنانچہ یون کنا کہ میں نے تم کو غلامی میں مقرر کیا دہائی تو صحیح ہے اور شرط باطل ہے تو بادشاہ کو اس کے معزول کر دینا باطل ہے  
 ہوگا اور شرط باطل وودعہ الولد کذا الولد یعنی ان رضیت امراتی ۲۱ ولد کے لسنجا دعوی کرنا چنانچہ یہ لڑکا میرا ہے اگر میری عورت راضی ہو یعنی نسبت باطل ہے اور شرط باطل والصلح  
 عن ہم العہد ۲۲ قتل عمد سے صلح کرنا یعنی جو شخص عمداً قتل ہوا اسکا ولی قاتل سے کسی سے صلح کرے اس شرط پر کہ قاتل اسکو قرض سے یا تعلقہ تو صلح صحیح ہے اور شرط فاسد اور قصاص  
 سابق کیونکہ استقامت سے ہے اور شرط کا محتمل نہیں کہ ذانی النہج وکذا الابراہمہ ولم ینکحہ وکذا با صلح در ۲۳ اور اسی طرح قتل عمد سے ابراہرنا شرط فاسد سے باطل نہیں ہوتا اور  
 فقہائے ابراہرنا کو زید نہیں کیا صلح پر کفایت کرے کہ ذانی الدرہم وجہ کفایت یہ ہے کہ صلح اور برابر میں چندان فرق نہیں ہوا سطر کہ جب لی نے قاتل عمد سے کہا کہ میں نے تم کو غلامی میں  
 کیا اس شرط پر کہ تو اس شہر میں نہ رہی یا اس سے صلح کرے تو برابر اور صلح صحیح ہے کہ ذانی اطمحادی عن الدرہم عن البحر احۃ التی فیہا القود ولا لکان من القسم الاول ۲۴ صلح کرنا اس زخم سے  
 جسمین قصاص لازم ہے اور اگر ایسا زخم ہے جسمین دیت لازم ہے تو وہ قسم اول سے ہوگا یعنی دیت میں اموال کا طریقہ جاری ہے تو گو یا وہ معاونات المہین ہے تو وہ شرط فاسد سے باطل  
 ہوگا عن جنایہ غصب دینہ وعاذتہ اذ ضمنا رجل وشرط فیہا حوالہ او کفالیۃ در ۲۵ صلح کرنا جنایت غصب سے یعنی جنایت غصب سے صلح کرنا جنایت دینہ سے ۲۶ صلح کرنا جنایت عاریت سے  
 جبکہ کوئی عوجنایات ثلثہ کی صلح کا خاص ہوا اور ان میں حوالہ یا فہات شرط کے کہ ذانی الدرہم یعنی غاصب منصوب میں ورامات دارا مات میں و مستعیر عاریت میں جنایت کرے

سلسلہ حجتی تفسیر  
 سلسلہ حجتی تفسیر  
 سلسلہ حجتی تفسیر  
 سلسلہ حجتی تفسیر  
 سلسلہ حجتی تفسیر

مستروشی

اور کچھ مال پر صلح کرنے کے بدلے بدل صلح میں کوئی شخص بخلی کا قاضی ہو اور قاضی کا مالہ یا ضمانت نہیں شرط کرے اس طرح کہ مضمون کا امانت یا عاریت کی ضمانت کی بدل صلح میں  
 ضمانت ہو بشرطیکہ فلا نا شخص قاضی ہو یا فلا نا شخص پر مالہ ہو تو صلح صحیح ہے اور شرط باطل کہ ذاتی لفظاوی عن اللہ و صلح القصلین و المنصب لیس علی المادون نہ ہو نہ حسب ۱۹ عدیہ یا ذون  
 تصرف کا مال کا ذاتی لفظ نہ حسب مودہ ولدین مذکور ہو چکا لیکن وہ ولد میں خاص ہو اور عام ہو تو شرط فاسد سے باطل ہوگا و حسب مان نفوس شہادہ ۲۰ حسب ۳۱ المان نفوس کذا فی الاثر  
 ہم یعنی جنہی کو ان دینا بشرط صلح صحیح ہے اور شرط باطل یعنی نسو نہیں بجائے امان نفوس مان لفظ مذکور ہو لفظاوی نے کہا کہ نصیب سے شاید ضمانت ذات مضمون بشرط عوامی و الا لفظ حسب میں  
 اشراط شرط بلا وجہ ہو عقد الذمہ ۳۲ عقد ذمہ اس طرح پر کہ بادشاہ کے اس کا فرجی سے کہ جو دارالاسلام کی قاضی کا ارادہ رکھتا ہو کہ میں نے تجھ پر یہ مقرر کیا بشرطیکہ تو مجھ کو تحفہ دے  
 کذا فی لفظاوی و عن الحموی لفظی الرد بالعیب ۳۳ رد بالعیب کو معلق کرنا اس طرح پر کہ اگر میں بیچ میں کچھ عیب پاؤں گا تو تجھ کو پھر دو گا بشرطیکہ تو مجھ کو بعض چیزیں بھی دے کر دے لفظاوی نے  
 کہا یہ مثال مناسب عام و بخلات یعنی وغیرہ کی مثال ہے و تعلیقہ نجیہ اشراط ۳۴ رد بجایا شرط کو معلق کرنا اس طرح پر کہ اگر میں بیچ کو تین دن میں جاری کروں تو تجھ کو پھر دوں بشرطیکہ  
 میں تجھ کو تحفہ دوں یا تو مجھ کو تحفہ دے لفظاوی نے کہا یہی مثال مناسب عام و عزل القاضی اکثر تک ان شاء اللہ فی غیر ان بیطل شرط لانا ذکرنا انما کلمہ ایست بجا و ضمتہ ایست لفظاوی نے  
 بیضا شرط فاسدہ ۳۵ قاضی کا عزل کرنا چنانچہ بلو شاہ کا لون کہنا قاضی سے کہ میں نے تجھ کو عزل کیا اگر فلا نا شخص چاہے تو قاضی عزل ہوگا اور شرط مذکور باطل ہوگی اس طرح  
 کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ جمع تصرفات مذکورہ یعنی فرض سے عزل قاضی تک معاوضہ مالینہ میں تو انہیں شرط فاسدہ انہیں کو تین دن میں مذکور ہو چکا کہ شرط فاسدہ بیع کی طرف  
 راجع ہیں اور بیع محقق نہیں ہوتا اگر معاوضات مالہ میں بیعی یا بجز تعلیق یا بشرط ہو محض بالاستقامات المحضۃ التي یعلق بها الطلاق و عتاق و بالالتزامات التي یعلق بہا کسج  
 و صلوة و التولیات کتفارا و امارۃ یعنی در لفظی اور باقی رہو وہ تصرفات جنکی تعلیق شرط سے جائز ہو اور وہ مضمون ہے ان استقامات خالصہ سے جن سے کمالی جاتی ہے چنانچہ طلاق اور  
 عتاق اور ان التزامات سے مضمون ہے جن سے کمالی ہے چنانچہ بیع اور نازارہ خصوصاً یہ تولیات سے چنانچہ قضاء و امانت کذا فی العینی و الزلیلی ہم اور جمع تصرفات مذکورہ شرط فاسدہ  
 سے باطل نہیں ہوتے کما مرزا و فی النہر الاذن فی التجارۃ و تسلیم الشفۃ و الاسلام ہر الفائق میں یا بجز تعلیقہ میں اذن فی التجارۃ اور تسلیم شفۃ و اسلام کو زیادہ کہا ہے و حرر لصف  
 دخول لاسلام فی قسم الاول لانہ من الاقرار و دخول کفر سنا لانہ ترک و مضمون ابی شرح میں منع کیا ہے و دخول اسلام کا قسم اول میں یعنی جسکی تعلیق شرط سے صحیح نہیں کیونکہ اسلام نرا کر قسم سے  
 ہے اور منع کیا ہے دخول کفر کا بیان یعنی جو از تعلیق میں کیونکہ کفر عبارت ہے ترک اسلام سے ہم اسلام عبارت ہے انوار سے علماء میں مشہور نہیں بلکہ تحقیق یہ ہے کہ اسلام عبارت ہے تصدیق  
 قلب سے اور اقرار کام و دینو یہ کے اجر کی شرط ہے بلکہ عدم صحت تعلیق اسلام کی وجہ یہ ہے کہ تصدیق قلب کی تعلیق شرط صحیح نہیں ہے اس لئے کہ یہ معلوم ہے کہ جو کافر اپنے اسلام کو کسی فعل میں پلٹ کر تاہو وہ  
 غالباً اس فعل سے نفرت رکھتا ہے و تعلیق علیہ کی تحصیل کا ارادہ نہیں رکھتا و اسکو کوئی کفر مسلمان قرار دینے کے باوجود اس تقرر کے جو تعلیق سے لے کر ظاہر کیا ہے اور خود مضمون ہے کہ اگر کلام میں  
 بیان کیا ہے کذا فی لفظاوی و صلح تعلیق بہ حیوانہ و کفالتہ و ابرار عنہا ہلائم اور صلح جو معلق کرنا ہے لفظاوی نے اور کفالت کا اور کفالت کی بار کا شرط مناسب پر ہم فرما دیا ہے کہ کتابا بیع میں جو کہ تعلیق یہ  
 بلغتان شرط یہ باطل ہے اور بلغتان علی جائز ہے اگر شرط لائم ہو چنانچہ بشرط عوامی و اگر شرط خاص ہے تو شرط باطل ہے اور یہ صحیح ہے اور تعلیق کفالت اگر متعارف ہو چنانچہ مطلوب کا آنا تو صحیح ہے اور اگر  
 شرط خاص ہو چنانچہ دخول ارادہ ہو تو شرط باطل کذا فی لفظاوی و الصلح مضافۃ علی الزمان المستقبل الا جارة و فسخنا و المزارعة و المعاملة و المضاربات  
 و الوکالة و الکفالة و الایضار و الوصیۃ و القضا و الامارة و الطلاق و العتاق و الوقف فی رجبۃ مشرور حسب کما اضافت کذا فی زمان مستقبل کی طرف صحیح ہے و وہ اجارہ ہے  
 اور فسخ اجارہ اور مزارعت اور وکالت یعنی مساکت اور مزارعت اور وکالت اور کفالت کسی کو وصی مقرر کرنا کسی کے واسطے وصیت کرنا اور قضا و امارت اور طلاق اور عتاق اور وقف تو یہ  
 جو کہ صرف ہیں یعنی تصرفات مذکورہ کو ایذا پہنچانے کی طرف ممانعت کرنا یا بیعتہ تعلیق صحیح ہے کیونکہ ذکر تعلیق سے فراغت ہوگی اور قائلہ صحت اضافت کا یہ ہے کہ مستاجر تقاضا میں کر سکتا ہے  
 زیادہ ممانعت الیہ کے لئے کیونکہ اور بجز کچھ چیزیں نہیں کاس کے غیر کو اجازت سے اضافت اجارہ کی مثال ہے کہ جو کہ میں نے تجھ کو اجارہ دیا ہے لفظاوی نے کہا کہ ابدیک یعنی کے اور وقف کی مثال یہ  
 کہ میں نے اپنا کچھ بیع وقف کیا ہے اپنی موت اور جو اضافت فسخ اجارہ یہ ایک قول شرط لائم میں ہے کہ اختیار عدم صحت اضافت معتمد ہے کذا فی لفظاوی و بیع امانتہ و الاذن فی التجارۃ  
 فیضان مضافین الصلح عادیہ اور باقی ہذا کما عرفت اور اذن فی التجارۃ کہ یہ دونوں بھی ممانعت بزبان آیت صحیح ہیں کذا فی لفظاوی و مال الصلح اضافتہ الی مستقبل عن شرط الصلح

بعض لفظاوی



ای مجلس صحیح تو اگر نقدین یعنی چاندی سونے سے بل او وزن بطور تخمین اور انکل کے یا زیادہ کر کے بیجا اور عاقدین نے عوضین کو باہم قبض کیا محاسبت کے  
 اندر تو صحیح ہر دم ہر قریح ہر تقابض پر یعنی جب تک کہ جنس میں تعلق تھا قبض شرط ہوا بلا تاویل تو بیع تمینی اور قطعی دونوں درست ہیں اگرچہ ایک شرفی سے ہزار روپے خرید  
 کے یا ایک روپے سے ہزار شرفی مول نے بشرط تقابض فی مجلس اور اگر سونے کو سونے سے بیجا پانڈی کو چاندی سے بیجا بطور تخمین بلا وزن تو جائز نہیں پھر اگر کسی مجلس  
 میں تساوی عوضین معلوم ہو گئی اور تقابض طرفین واقع ہو تو بیع صحیح ہو جائیگی اور عوضان تعیینان صحیح مستقر ضافاً یا قبلاً فخر اقامہ او اسکما ما اشار الیہ فی العقد او یا مستلماً حاز  
 اور دونوں عوض متعین نہیں ہوتے بیع صرف میں یہاں تک کہ عاقدین نے عوضین کو ایک دوسرے سے قبض لیا پھر قبض ادا کیا جاتا ہے پہلے یا رکھ دیا اس نقد کو  
 جس کی طرف عقد میں اشارہ کیا تھا اور مثل عوضین کو ادا کیا تو بیع جائز ہر دم اسی طرح اگر ہر عوض مستحق غیر مطلقاً اور ہر عاقد نے بدل سکا پھر بیع مستحق ادا کیا تو جائز ہر کذا فی المذبح  
 ویفسد صرف بخیار الشرط والاصل لا اطلاقاً بالقبض اور فاسد ہو جاتی ہے بیع صرف بخیار الشرط اور مدت مقرر کر کے اس واسطے کہ بخیار الشرط اور مدت قبض کے خلال اندر میں  
 یعنی اس واسطے کہ جب تک اختیار باقی رہے گا استحقاق قبض متعلق ہوگا کیونکہ استحقاق قبض ملک یعنی ہر اور اختیار اسکا مانع ہر اس طرح مدت یا قبض ہر نصیح مع اطلاق ہر فی مجلس زوال  
 مانع اور صحت صحیح ہر دونوں کے استقاط کر کے ساتھ سبب ہو جانے مانع کے یعنی اگر اول بخیار الشرط اور مدت کا ذکر ہو پھر اسی مجلس میں دیکھو اسقاط الاعتبار کر دیا تو بیع صحیح  
 ہوگی یعنی بشرط تقابض البدلین فی مجلس و صحیح بخیار و تہ عیب فی مبیوعہ نقد اور بخیار الرویت و بخیار العیب چاندی سونے کے زیور یا برتن میں صحیح ہر نقد میں م خیار الرویت نقدین  
 صحیح نہیں کیونکہ انکا عقد نقدین کے مثل پر ہوتا ہے عین نقدین پر بخلاف زیور اور برتن کے اور ظاہر کلام شارح دلالت کرتا ہے کہ نقدین بخیار العیب بھی نہیں ہوتا حالانکہ ایسا نہیں  
 ہر بخیار العیب نقد میں داخل ہوتا ہے تو اگر سبب عیب کے مجلس میں پھیر دیا گیا صرف باقی ہر اسکا بدل اہل کر گیا ہی مجلس میں اور اگر بعد از اتمام بیع صرف  
 باطل ہوگی کذا فی الطحاوی فرع سلسلہ شرح کاشیہ شرح الفاسد بتحقق باطل العقد عند خلاف الفاعل بشرط فاسد صل عقد سے لاحق ہو جاتی ہے اہم کے نزدیک بخلاف صاحبین کے  
 کذا فی انہم مراد وہ شرط فاسد ہر جو بعد عقد کے مذکور ہو مگر بعض اشخاص نے یوسف افردہ منقص فیہ فقط کچھ نہیں کھو مانگلا سو اسے اسکو پھیر دیا تو بیع صحیح ہوگی یعنی  
 اس واسطے کہ عین قبض نہ ہو اور دوسرے عوض میں نون خرید کر کے بیجا لینے کے بشرطیکہ اس میں کوئی ایسا دینا نہ ہو جو میں مردود کی مقدار ہو کذا فی الطحاوی لا یتصرف فی ثمن تصرف  
 قبل قبضہ لہو جو بفساد تقابض کرنا یا بیع صرف کے ثمن میں قبضہ کرنے سے پہلے سبب واجب ہونے قبض کے ثمن امدت علی کی ہمت سے فلو باع دینار ابد رہم  
 و اشتري بہا قبل قبضها تو بائناً فبیع الثوب صرف بجا رہے تو اگر بیجا دینا کو بعض درم کے اور درم سے مثلاً پڑا خرید کیا قبل قبض درم کے تو کپڑے کی بیع فاسد ہے  
 و بیع صرف بجا خود باقی ہر باع اسے تعدل لہم مع طوق نقضہ فی عنقا قیمۃ العتاقنا بین قیمتہا لیس فی تقاسم ثمن علی الثمن اور غیر جنس الطوق والا  
 فالعبرۃ نوزن الطوق لا قیمتہ نقدہ قابل ہر باقی با جا رہے بیجا نوٹڈی کو جسکی قیمت ہزار درم کے برابر ہو اس چاندی کے طوق کے ساتھ جو اسکی گردن میں جو طوق  
 کی قیمت ہزار درم ہر صنعت نے نوٹڈی اور طوق کی قیمت صرف اس واسطے بیان کی تا انقسم ثمن کا ثمن پر معلوم ہو یا یہ معلوم ہو کہ واقعی غیر نقد جنس طوق کی بیع ہر در  
 نہیں تو وزن طوق کا اعتبار ہر اسکی قیمت کا تو ثمن برابر طوق کے طوق کے مقابل ہوگا اور باقی ثمن نوٹڈی کے مقابلے میں واقع ہوگا م نوٹڈی کی قیمت کا طوق کی قیمت برابر ہونا  
 شرط بلکہ اصل یہ ہے کہ جب نقد کو غیر نقد کے ساتھ ملا کر بیع بعض نقد جنس کے تو یہ ضروری ہے کہ نقد مضموم الیہ سے ثمن یاد ہو یا الضمن متعلق باع و نقد میں ثمن اتفاقاً و  
 یا عہداً بالضمین لہم نقد و الہم نسبتہ او باع سیفاً حلیۃ خمسون و خلیص بلا ضرر فباء ہما تہ و نقد خمسون فاما نقد فثمن نقضہ سواہرکت و قلل  
 عقد ہذا من ثمنہما تحریماً لہما از جاریہ مسطورہ اور طوق مذکور کو بیجا بعض ہزار درم کے اور ثمن سے ہزار درم لے یا یا بیجا کو بیجا بعض ہزار کے سطر حکم ایک ہزار نقد اور دیگر ہزار  
 کا وعدہ یا تلوار بیجا کی یا زیور بیجا اس درم کا ہے کہ بلا ضرر ہر سوا اسکو بعض سو درم کے بیجا اور بیجا اس درم میں لے سو جو نقد ادا کیا وہ چاندی کا ثمن ہے خواہ مشتری سکت  
 رہا یا بیون بولتا کہ یہ کے دونوں کے ثمن میں سے شایع نے کہا ثمن ہر دو کو چاندی کا ثمن قرار دیا بیع صرف کے درست ہو جانے کی واسطے چونکہ عاقدین مسلمان ہیں تو  
 یا اعتبار ثمن میں کے کما فعل حتی الامکان صلح پر محمول ہوا تو ثمن بمحال سکا پھر بیجا میں شرط ہے اگرچہ اسے یہ بھی کہا ہو کہ دونوں کا ثمن ہر اس واسطے کہ ثمن سے گاہے اصل بیجا





منوگے ہوں بعد اجازت مستحق کے اور اس صورت میں عاقدینے بائع وکیل ہو جائیگا اجازت دینے والے کا تو عقد کے احکام عاقد سے متعلق ہونگے نہ مجھ سے تا میں کہ  
 عقد باطل ہوگا عاقد کی مفارقت سے نہ مستحق کی جدائی سے کذا فی الجوبہرہ ولو باع قطعہ منقرۃ فاستحق بعضہا اخذ المشتري القبی بقسطہ بلا اختیار لان التبعض لغيره  
 اور اگر چاندی کا ڈالا جائے اور اس میں سے کچھ مستحق غیر نکلا تو مشتری القبی کو بقدر اس کے حصے کے بلا اختیار و بیع اس واسطے کہ اس کے حصے کو مشتری کو مستحق  
 اختیار نہوا کہ بقدر حصہ بائع کا تا میں ممکن ہو بلا ضرر بخلاف طرف کے کہ اس میں قطع کرنا ضرر ہو لہذا استحقاق طرف میں مشتری مختار ہو و ہذا لو کان الاستحقاق بعد قبضہما و  
 ان قبل قبضہما لاختیار تفرق الصفقة و کذا الدینار والدرہم جو پہرہ اور یہ یعنی عدم اختیار مشتری ثابت ہے اگر استحقاق ظاہر ہو بعد قبضہ کرنا چاہے کہ اس کے اور اگر قبل قبضہ ہونے  
 مشتری کو اختیار ہو بسبب تفرق ہونے عقد کے اور یہی حکم ہے و تیارو۔ م کا کذا فی الجوبہرہ م یعنی اگر دنیا زیادہ خرید کے اور بعض نیا زیادہ مستحق غیر نکلا تو مشتری القبی کو اس کے  
 حصے کے موافق بلا اختیار اس واسطے کہ دنیا اور درم کی شرکت عیب میں اصل نہیں کیونکہ استیفاء کل حق عوض ہو مگر ممکن ہے کذا فی الطحاوی صحیح بیع درہم میں دینار بدرہم و  
 دینار میں بصرف آنجنس بخلاف جنسہ و صحیح بیع درہم اور ایک دینار کی ایک م اور دینار سے جنس کو جنس کی بیعت بقابلہ دینار اور دینار بقابلہ درہم واقع ہوگی  
 ہوگی کیونکہ در صورت اختلاف جنس تساوٰی بدین خسرت نہیں مسئلہ بیع کرہ و کرہ شعیب کرہی بر کرہی شعیب و سائر سابقہ کے مانند ہر ایک گریوں و ایک کرہ کی بیع گریوں کے  
 دو کرہ جو کے دو کرہ سے یعنی گریوں کا ایک کرہ جو کے دو کرہ کے مقابل ہو کر اور جو کا ایک کرہ جو کے دو کرہ کے مقابل ہو کر صحیح ہوگی برابری شرط نہی و کذا بیع احد  
 عشر درہم العشرۃ درہم دینار اور بیع صحیح بیع گیا درہم کی دس درہم اور ایک دینار سے م اگر یہ مسئلہ صرف جنس کی خلاف جنس سے معلوم ہو چکا لیکن بعض نے  
 اس واسطے کہ ذکر کیا تا معلوم ہو کہ دو جنس مختلف دونوں عوض نہیں سے ہر ایک عوض میں بائی جاوین یا فقط ایک عوض میں دونوں تو نہیں کچھ فرق نہیں کذا فی الطحاوی صحیح  
 بیع درہم صحیح و درہم میں غلہ نفع مستند یا روہیت المال قبیلہ التجار بدرہم صحیح میں درہم غلہ للمساوۃ و زنا و عدم اعتبار الجودہ اور صحیح بیع ایک م صحیح  
 اور درہم غلہ کی درہم صحیح اور ایک م غلہ سے سبب برابر ہونے درن کے اور نہ مستند ہونے جوہر و عدگی کے غلہ نفع جنس عجمہ و تشدید لام وہ درہم ہر جسکو بیت المال یعنی ہر کا مطلق  
 پھیرنے اور نہ لاکو لیتے ہوں م عدم قبول بیت المال سوجہ سے نہیں کہ وہ درہم کو ٹا بلکہ درہم غلہ قطع کر دتے ہیں ان میں سے کوئی غلہ بیع درہم ہوتا ہے اور کوئی نہیں و اس سے کتر اور  
 بیت المال میں نہیں لیتے گریوں کذا فی الطحاوی عن ابی عن ابیران صحیح بیع جنس علیہ عشر درہم جنس ہی الذی من انفسہ بیعہ دینار ایہا اتفاقا وقع المقام  
 بنفس العقد لا لروانی دین سقط اور صحیح بیع اسکا بیع درہم قرض میں جسکے بقدر سے جسکے درہم میں یعنی اپنے دائرے سے تو دیوں کو اس سے نیا رکا یہی بیع عوض درہم  
 مذکور کے صحیح ہے اور مقاصد قرض ہو جائیگا بجز عقد کے ہوا سے کہ سود نہیں اس میں جنس سابقہ ہوا م خلاصہ یہ کہ ایک کے دس م خالہ دین میں خالہ نے ایک نیا عوض دہے کہ وہ  
 کے بی تو یہ بیع بالاتفاق صحیح ہے اور بجز عقد کو مقاصد ہو جائیگا یعنی جنس میں جنس ہو کر عقد میں حساب میں ہر سزا ہو جائیگا بلا ذکر تمام خلاف مسئلہ آئندہ کے کہ وہاں مقاصد  
 کر تکی ضرور حاجت ہے طحاوی نے کہا کہ اگر اتن یون کتا و صحیح بیع دیوں العشرۃ درہم من اذ دنیا را بہا تو واضح تر اور مختصر ہوتا اور بیع العشرۃ مطلقہ عن التقیید بدین  
 علیہ ان وقع البائع الدینار المشتري تقاصا العشرۃ امن بالعشرۃ الدین ایضا تمسنا یا صحیح بیع دیوں کی جو جنس ایسے درہم کے جو مطلق ہیں قید دین  
 بشرطیکہ بائع نے دینار مشتری کو دیا ہو اور دونوں نے دس دس میں ہر ایک کر لیا ہو بطریق استحسان کے م و صورت اطلاق درہم مقاصد شرط ہے  
 تو اگر عاقدین یا ہم مجرہ کر لینگے تو بالاجماع مقاصد واقع ہونگا چنانچہ عنایہ میں صرح ہے خواہ دین موجود ہو قبل عقد صرف کے یا بعد اسکے حال ہوا ہو بقول صحیح ہر استحسان  
 یہ کہ عیاق دین نے مقاصد کیا تو عقد اعلیٰ مستحق ہو گیا اور در عقد صرف مقاصد الی الدین منعقد ہوا الاضافۃ الی الدین بطریق تقضائے ہوگی کذا فی الطحاوی ماقاب  
 قضتہ و وہی قضتہ و درہم حکم اور حین چاندی غالب ہو وہ چاندی کے حکم میں ہے اور حین سونا غالب ہو وہ حکم سونے کے ہے مثلاً آٹھ ماشے چاندی ہو اور تین  
 ماشے سونا تو وہ شرعاً چاندی کے برابر ہے اس واسطے کہ نقد ہو اس واسطے کہ غش سے کتر خالی ہوتے ہیں اور گلابے غش خلقی ہوتا ہے چنانچہ ردی قسم  
 میں ہذا تملیل ما قطل الاعتبار ہوا شرعاً فلا یصح بیع الخالص و لا بیع بعضہ بعضاً الا متساویاً و نا صحیح نہیں خالص چاندی اور سونے کی

۴  
 ایک دینار سے ایک دینار کا بیع صحیح ہے  
 ایک دینار سے ایک دینار کا بیع صحیح ہے  
 ایک دینار سے ایک دینار کا بیع صحیح ہے  
 ایک دینار سے ایک دینار کا بیع صحیح ہے  
 ایک دینار سے ایک دینار کا بیع صحیح ہے  
 ایک دینار سے ایک دینار کا بیع صحیح ہے  
 ایک دینار سے ایک دینار کا بیع صحیح ہے  
 ایک دینار سے ایک دینار کا بیع صحیح ہے  
 ایک دینار سے ایک دینار کا بیع صحیح ہے  
 ایک دینار سے ایک دینار کا بیع صحیح ہے

بمع غالب الفضة والذهب سے اور نہ بیچ اسکے بعض کی بعض سے مگر برابر تول کر کیونکہ غالب حکم خالص ہے وکنز الاقرض بہا الاوزن انما عرفی ما بہ اور اسی طرح غالب الفضة والذهب کا قرض لینا صحیح نہیں مگر وزن کر کے خالص کے مانند چنانچہ بار القرض میں مذکور ہو چکا اور غالب طلیمیر الغش منہ علی حکم عرفی اعتبارا بالغالب اور جس میں غش یعنی تانبہ یا ایسا غالب ہے چاندی سونے سے وہ سب ایک را جناس کے حکم میں ہے غالب کو معتبر جان کر ہم اعتبار بالغالب سلسلہ ساقی اور لاحقہ دونوں کی علت ہے صحیح ہے یا تخیل ان کا ان الخالص اکثر من غشوش لیکون قدرہ تبدل الزائد بالغش کا مر تو صحیح ہے صحیح غالب الغش کی خالص چاندی یا سونے کے خالص زیادہ تر ہو غشوش سے نامقدار مثل مقابل مثل ہو اور زیادہ مقابل غش واقع ہو چنانچہ مسئلہ جاریہ اور سیت میں مذکور ہو چکا وکلیتہ متفاضلا و زیادہ عدد البصر البحتس جملہ اور صحیح ہے صحیح غشوش کی اپنی جنس سے زیادہ کر کے تول و شمار میں بسبب پھیرے جنس کے مخالف جنس کی طرف ہم شرا ایک غشوش میں تول بھر چاندی ہو اور دو تول تانبہ اور دوسرے غشوش میں دو تولے چاندی ہو اور ایک تول یا زیادہ تانبہ تو ان دونوں کی بیچ باہم جائز ہے کی چاندی اسکے تانبے کی طرف پھیر کر اور تانبے کو چاندی کے مقابل کر کے بشرط التقابض قبل الافرق فی المجلس فی صورتیں ضرر التمییز صحیح ہے بشرطیکہ عاقدین کا قبضہ آتے ہو جدا کرنے سے پہلے مجلس میں دونوں صورتوں میں بسبب پھیرنے تمیز کے م دونوں صورتیں یعنی بیچ خالص کی غشوش سے اور بیچ غشوش کی غشوش سے تقابض قبل الافرق اس واسطے شرط ہو کہ صرف فی بعض ہے کیونکہ چاندی یا سونا دونوں جانب میں موجود ہے اور غش میں اس واسطے تقابض شرط ہوا کہ اسکے جدا کرنے میں چاندی یا سونے سے ضرر ہو ان کا ان الخالص مشابہی مثل غشوش اوقل مرتہ اول لیدی قلا الصبح البیع للبروانی الاولین لتمام فی التالیات اور اگر خالص بار ہو غشوش کے یا اس سے کمتر ہو یا معلوم نہ ہو کہ کتنا ہے تو بیچ صحیح نہیں بسبب بیچ کے پہلی صورتوں میں یعنی در صورت تساوی اور قلت و بسبب محتمل کھنے کے بیان کے تیسری صورت میں یعنی در صورت عدم علم مقدار خالص کیونکہ شہدہ بوجہ حقیقت بوجہ اور در صورت تساوی اس واسطے بوجہ کہ چاندی غش چاندی کے مقابل پڑی اور غش خالی عن العوض باقی باہر ہو یا غالب الغش لا تعین بالتعین ان راجح التمییز حقیقہ زور یعنی غالب الغش متین نہیں ہوتا معین کرنے سے اگر اسکا چلن ہو گیا ہو بسبب اسکے من ہو جانے کے اہوت میں م غالب الغش راجح اس واسطے کہ کیا کہ نسبت اصطلاح و چلن پر وقت ہے تو جب تک اسکا چلن باقی رہے گا تو نسبت باطل نہیں یعنی اگر غالب الغش ہلاک ہو جائے گا قبل قبضہ تو عقد باطل ہو گا جبکہ خالص ویسے یا اشرفی کی ہلاکی سے بطلان عقد نہیں بلکہ اسکا مثل دیا جائے گا والبیع تعین بہ سلفہ اور اگر غالب الغش مروج نہیں تو معین کر نیسے تعین ہو جائے گا مانند فاش اور جنس کے معین اس واسطے ہو گا کہ وہ اصل میں بوجہ سبب و فاش کے ہو اور من ہو گیا تھا بسبب اصطلاح اور رواج کے پھر جب اس سے معاملہ کرنا لوگوں میں متروک ہو گیا تو اسے سببی اصل پر رجوع کیا تو ایسے کے باقی قبضہ سے عقد باطل ہو گا یہ صورتیں ہر جگہ متعاقدین اسکا حال جانتے ہوں اور ہر عاقد یہ جانتا ہو کہ دوسرا عاقد بھی اسکو جانتا ہو سو اگر دونوں میں سے جزو انہوں یا جزو انہوں مگر ہر ایک یہ نہ جانتا ہو کہ دوسرا عاقد جانتا ہو تو درہم راجح سے بیچ متعلق ہوگی مگر جبکہ درہم غیر مروجہ کی طرف اشارہ دیا ہو لہذا فی لفظاوی عن انہو ان قبلہ بعض نکویون یتعلق العقد بحسنہ لفظان علم البائع بالمالا فنجسہ حیدا اور اگر غالب الغش کو قبضہ کر لیتے ہوں اور بعض نہ لیتے ہوں تو وہ ناقص ہونے کے برابر ہے تو اسکے ہمیں ناقص درم سے عقد متعلق ہوگا اگر بائع اسکا حال جانتا ہو اور اگر جانتا ہو تو اسکے ہمیں عمدہ درم سے تعلق عقد ہوگا صحیح لیسبب الغیر والاقراض علی مروج منہ عملا بالعرف فیما لا یصح فیہ اور صحیح ہے یا ہم خرید فروخت کرنا اور قرض لینا اس غالب الغش سے حکار و راجح ہو عرف پر عمل کر کے نہیں ہیں تصریح نہیں فان راجح وزنا زیادہ عدد اقلہ و بہا فیکل تمہا سو اگر اس میں وزن ایک ہو یا شمار مروج ہو یا وزن اور شمار دونوں جاری ہوں تو وزن اور عدد ہر ایک سے ہوا اور استقرض صحیح ہے و التساوی غش و فضتہ و ذمہ کو غالب الفضة والذهب فی تالیات و استقرض فلم یجز الابالوزن الا اذا اشار الیہا لکن فی الخالصہ اور جس میں غش اور چاندی یا سونا برابر ہے وہ غالب الفضة یا غالب الذہب کے مانند ہے خرید فروخت اور قرض لینے میں تو بیچ اور استقرض اس میں جائز نہیں مگر تول کر لیں جبکہ دونوں کی طرف اشارہ کر دیا تو وزن کو تالار ہم نہیں چنانچہ درہم یا ذمہ خالصہ میں ہم ہتھار فقط تالیات کی طرف راجح ہے یعنی استقرض بہر صورت بلا وزن صحیح نہیں اور مراد وہ بیچ ہے جو صرف کے ہوا ہے اور اگر صرف کا حکم جدا اسکے مذکور ہوگا و اما فی البصر فغالب الغش فیصح باعتبار المار اور بیچ البصر میں تو غالب الغش کے مانند ہے تو صرف صحیح ہوگی یا اعتبارا

لہ ایک نسخہ میں اختلاف ہے جگہ سے اختلاف کی بنا پر

یعنی اگر قبضہ خاص سے بیع صرف ہوئی ہو تو ضروری ہے کہ خالص اس سے اکثر ہو الا جائز نہیں اور اگر اپنے ہم جنس سے ہو تو قاضی جائز ہو اور خلاص جنس سے بھی جائز ہے  
 یا وجود قبضہ کے دونوں صورتوں میں کذا فی الطحاوی مشتری فی غلب الغش ہونا قیاساً و فی غلب الغش ہونا قیاساً و فی غلب الغش ہونا قیاساً و فی غلب الغش ہونا قیاساً  
 البیع کا اناقطع عن یدعی الناس نائہ کالسداد خرید کی کوئی چیز غالب الغش سے اور حالانکہ وہ راجع ہو یا فلوس مروجہ سے خرید کی پھر اسکا اطلاق جاتا رہا قبل تسلیم  
 یا بیع کے قبضہ باطل ہوگی چنانچہ اگر وہ منقطع ہوئی ہوں لوگوں کے ہاتھ سے تو انقطاع کساد کے ماتحت ہو و کذا حکم الدراہم لو کسدت اناقطع بطل اور یہی حکم ہے اگر  
 انکار فرما جاتا ہے یا وہ منقطع ہو جائے تو بیع باطل ہے و صحاح فقہیہ البیع و بیع رقباناس خبر و حقائق اور صاحبین نے بیع کی قیمت سے بیع کو صحیح کہا ہے اور اسی کا  
 فتویٰ ہے لوگوں کی آسانی کے واسطے کذا فی البحر و الحقائق ہم بجائے قیمت بیع کے کساد کنا صواب تھا علامہ نے کہا در صورت بقا قیمت کساد واجب ہے  
 ابو یوسف کے نزدیک بیع کی قیمت اور خرید کے نزدیک بیع کساد کی قیمت معتبر ہے صاحب خیرہ اور خلاصہ وغیرہ نے شرح کفر میں کہا کہ ابو یوسف کے قول پر  
 فتویٰ ہے اور صاحب محیط اور ترمذی و حقائق نے کہا کہ خرید کے قول پر فتویٰ ہے لوگوں کی آسانی کے واسطے اتنی تو جو اجمال کہ شراح کے ظاہر میں ہے اس تقریر سے معلوم ہو گیا  
 کذا فی الطحاوی حد کساد ان ترک المعاملۃ بہمانی جمع البیعا و لوراجت فی بعض الموطا بل تخیر البائع تعینا اور کس لوعنی عدم رواج کی حد یہ ہے کہ آئسے معاملہ کرنا  
 صحیح بلا میں متروک ہو جائے تو اگر بعض بلاد میں راجع ہوں تو بیع باطل نہیں بلکہ بائع مختار ہے نسبت کے عیب اور ہونے کے مگر بعضی اگر بائع کے شہر میں راجع نہ ہوں تو اسکو  
 اختیار ہے چاہے انکو سے چاہے انکی قیمت نے کذا فی البحر و حد الاقطاع عدم وجود فی السوق ان حد فی یدعی البیعا و لوراجت کذا ذکرہ فی غلب الغش  
 خلافاً لانی نسخ المصنف قد غرہ اللہ یریدہ فیما داند علم اور انقطاع کی حد نہ موجود ہونا بازار میں اگرچہ صرفوں کے پاس درگزر نہیں موجود ہو اسی طرح اسکو ذکر کیا یعنی  
 اور ابن ملک نے بحرف عطف یعنی فی البیوت کا لفظ لواء عطفہ مذکور ہے بخلاف شرح مصنف کے نسخوں کے کہ انہیں عطف مذکور نہیں اور مصنف عدم عطف کو بیداری کی  
 طرف منسوب کیا ہے اور میں نے ہدایہ میں اسکو نہیں دیکھا و اسدا علم طحاوی نے کہا کہ یہ عبارت ہدایہ میں اس مسئلہ کے بیان میں مذکور نہیں شاید درجہ میں مذکور ہوئی  
 البرزازیہ اور اجت قبل فسخ البائع بیع عادی جاز عدم افساخ العقد بلا فسخ و علیہ فقوال المصنف بطلان بیع ہی ثابت لبائع ولا یریدہ فسخ و اسدا الموفق اور برزازیہ میں ہے کہ اگر دوسری  
 بار رواج ہو گیا قبل اس کے کہ بائع بیع کو فسخ کرے تو جائز ہوگی بیع پھر کے بہ سبب فسخ نہ ہونے سے بیع کے بدون فسخ کرنے کے اور یہ وجہ اسکے تو مصنف کا ہوں  
 کہتا کہ قبل تسلیم کے عدم رواج سے بیع باطل ہوگی اسکا مطلب یہ ہے کہ بائع کو اسکے فسخ کی ولایت اور اختیار ثابت ہے اور حق تعالیٰ توفیق دینے والا ہے و قید بکلام  
 لانہ لو نقصت قیمت قبل قبضہ فالبیع علی حالہ اجاباً و لا تخیر البائع اور بطلان بیع میں مصنف نے کساد کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر غالب الغش کی قیمت  
 کم ہو جائے قبل قبضہ کے تو بیع بحال خود قائم ہے بالاجماع اور بائع فسخ میں مختار نہیں ہے جب غالب الغش کی ارزانی اور گرائی قیمت کا حکم معلوم ہو تو غالب الغش کا حکم  
 بطریق اولیٰ ثابت ہو گیا و عکسہ غلبہ قہر اور اذات فلذک البیع علی حالہ لا تخیر مشتری و یطالب بقدر الذک العیار الذی کان وقع وقت البیع فتح اور بالعکس  
 اسکے اگر غالب الغش کی قیمت گران ہو گئی اور زیادہ ہو گئی تو بیع صحیح بحال خود قائم ہے اور مشتری مختار نہیں اور مشتری سے اسقدر نقد کا مطالبہ ہوگا جو بیع ہو وقت تھا  
 کذا فی التعمیر عیار سے مراد وہ مقدار ہے جو وقت معتد مذکور ہوئی اور بعد اسکے قیمت زیادہ ہو جانے کا اعتبار نہیں کذا فی الطحاوی قید بقولہ قبل تسلیم لانہ لو باع  
 و لال و کذا فتویٰ متاع غیر تعمیر اذ نہ بدرہم معلوم متوقفاً فلسدت قبل فہما الی بل متاع لا یفسد البیع لان حق القبض لہ یعنی وغیرہ  
 اور مصنف نے بطلان بیع میں کساد قبل تسلیم کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر دلال اور واسطہ رضوی نے غیر کی متاع کو بدون اسکے اذن کے درہم معلوم سے بیع  
 اور درہم مذکورہ مشتری سے پورے پھر لے پھر انکار رواج ہو تو وہ ہو گیا صاحب متاع کے دینے سے پہلے تو بیع فاسد ہوگی اسواسطے کہ حق قبضہ کا دلال اور رضوی کے  
 واسطے ثابت ہے کذا فی العینی وغیرہ کیونکہ عاقد وہی ہے نہ صاحب متاع ہی اسکی طرف اگر موکل نے ایک مرد کو وکیل کیا کہ درہم سے فلوس خرید کرے سو اسے فلوس خرید  
 کیے اور پھر قبضہ کیا پھر انکار رواج جاتا رہا تو وہ فلوس موکل کے ہیں اور اگر کساد قبل قبضہ و کس لوعنی ان فلوس مذکورہ وکیل کے ہیں کذا فی الطحاوی عن ابن  
 مالک



صحیح بالفلوس اتفاقاً وان لم یتمین اور صحیح بربیع فلوس را کجہ سے اگر یہ وہ متین نہیں رہوں گے مانند فلوس کے بیع اس واسطے صحیح ہے کہ وہ بیعہ انواع مال میں ہر ایک کے مانند تاکہ اگر ہلاک ہوں قبل قبض تو عقد منفسخ نہیں اور اگر فلوس مل کرے تو جائز ہے اور فلوس ایک متعین اس واسطے نہیں کہ لکھا گیا ہو داخل ہون اور قبض نقد کی تعیین واجب نہیں بلکہ اگر قبض کی تعیین کرے تو بھی متعین نہیں ہوتا اگر قبض کا تعیین یوں نہیں کرے تعلق حکم کا فلوس نہیں اسے ارادہ کیا تو بالبیعہ تعلق عقد کا بیعہ فلوس کے ہو گا کذا فی النہر وبالکاسدۃ حتی یسینا کسلیع اور فلوس کا سکہ غیر را کجہ سے صحیح نہیں تا وقتیکہ انکو معین نہ کرے چنانچہ قماش اور اسباب سے بیع بلا تعیین صحیح نہیں تعیین اس واسطے ضروری ہے کہ در حالت عدم رواج فلوس بیع میں نہ ہوں اور بیع کا متعین ہونا ضروری ہے کذا فی النہر و کجہ علی استقرض لہ و مثل فلوس القرض اذ استقرض واجب ہے قیمتہا یوم الکساد و علیہ الفتویٰ بزاتیہ اور قرض لینے والے پر قرض کے فلوس کے مانند کا پھر دینا واجب ہے جبکہ فلوس کے رواج جاتا ہے اور محمد نے فلوس کی قیمت یوم الکساد واجب کی ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الزاتیہ تم محل خلاف اس صورت میں ہے کہ جب بعد قرض کے فلوس ہلاک ہو گئے ہوں پھر کار و راج ہوتے ہو گیا ہو اور اگر مستقرض کے پاس فلوس باقی ہوں تو بیعہ انکو پھر دینا چاہیے بالاتفاق کذا فی الطحاوی عن الشرنبلالیہ من شرح مجمع فی النہر و تاخیر صاحب المدیۃ و علیہما ظاہر فی اختیار تو ہوا اور نہ الفائق میں ہے کہ بیعہ لانا صاحب ہدایہ کا صاحبین کی دلیل کو ظاہر ہے صاحبین کے قول کے مختار ہونے میں یعنی صاحب ہدایہ کی عدالت ہے کہ قول مختار کی دلیل کو بیعہ ذکر کرتا ہے اور شریکیا بیعہ درم مثلاً فلوس صحیح بلا بیان عددہ اللعلم و علیہ فلوس تباع بنصف درم و کذا ثبتت درم اور بیعہ خرید کی کوئی چیز مثلاً نصف درم کے فلوس کے تو خرید صحیح ہے بدون بیان کرنے فلوس کے شمار کے بسبب اس کے معلوم ہونیکے اور شریکیا بیعہ فلوس کا واجب ہے جو نصف درم کو بیعہ جاتے ہیں اور بیعہ شلٹ درم یا ربع درم کے فلوس سے خرید کرنا صحیح ہے درم کے نزدیک یہ مذکور صحیح نہیں کیونکہ فلوس علی دی چیز میں تو بلا بیان عدد تم مجہول ہو گا جو ایک سکا ہے کہ تم مجہول نہیں بلکہ معلوم ہے کہ بیعہ نصف درم کو ذکر کیا ہے نصف کو موصوف فلوس کیا اور حالانکہ نصف درم کا فلوس ہوتا ممکن نہیں تو معلوم ہو گیا کہ قول مذکور سے اتنے فلوس کا اتنے ارادہ کیا ہے جو نصف درم سے بیعہ جاتے ہیں اور یہ معلوم ہے تو ذکر عدد فلوس کی کجہ حاجت نہیں کذا فی النہر و کذا لوال شریکیا بدرم فلوس اور بدرم فلوس جاز عند التانی وہو الاصح للعرف کافی اور اسی طرح اگر خرید کی کوئی چیز ایک درم کے فلوس سے یا دو درم کے فلوس سے تو جائز ہے ہر مال بویست کے نزدیک لہری صحیح ہے بیعہ و شریکیا کذا فی النہر و من عطی صیر فیہا کبیر فقال عطی بہ نصف درم فلوس یا نصف صفت نصف نصف فلوس الا جہت صحیح و لیکن الاجتہاد بشذوذ ما بقے بالفلوس اور جس نے صرف کو درم کبیر یعنی درم کامل یا پھر بولا کہ نے مجھ کو عوض اسکے نصف درم فلوس اور نصف چاندی کا درم صغیر بقرہ جہ یعنی وہ درم صغیر جو وزن میں بقدر نصف درم کبیر ہو ایک جہہ کہ کذا فی النہر تو عقد صحیح ہے اور ہو گا نصف درم کبیر بمقابلہ نصف درم کے اور بالقی بمقابلہ فلوس کے شارح نے کہا کہ لفظ فلوس مفعول صفت ہے نصف کی ولو کر لفظ نصف بطل فی کل للزوم الربو اور اگر نصف کا لفظ دوبار کہا اس طرح کہ عطی نصف فلوساً و نصف فلوساً الا جہت یعنی نے مجھ کو عوض نصف درم کبیر کے فلوس اور عوض نصف درم کے درم صغیر صحت کا وزن بقدر نصف درم کبیر ہے اگرچہ تو فلوس اور درم صغیر میں بیع باطل ہے بسبب لازم آنے بیان کے م بیع اس واسطے لازم آیا کہ نصف درم کبیر بقدر جہہ زائد کٹھن اور درم صغیر سے تو بقدر جہہ خلی عن العوض رہا نہر الفائق میں ہے کہ عقد مذکور امام کے نزدیک باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک فلوس میں عقد صحیح ہے اور جو مقابل ہے چاندی کے اس میں باطل ہے اور اگر لفظ اعطا کو کر کہا یعنی اس طرح کہ عطی نصف فلوساً و عطی نصف فلوساً الا جہت تو فلوس میں بیع جائز ہے اور چاندی میں باطل اتنی و کذا فی الطحاوی و بما تقرظہ ان الاموال ثلثہ الاول تم کل حال ہوا نقد ان صحبۃ البیاد اولاً قول مجتہد اولاً اور جو ثابت اور مذکور ہو چکا اول کتاب البیوع سے یہاں تک کہ اس سے ظاہر ہوا کہ سبب ال تین قسم ہیں قسم اول وہ مال ہے جو تم میں وہ چاندی اور سونا ہے خواہ اس پر بار چارہ آئے یا نہ آئے خواہ اپنی جنس سے مقابل ہو یا نہ ہو مذکور ہو چکا کہ تم ہے جو واجب فی الذمہ ہو بلا تعیین التانی بیع کل حال کا ثبوت الدواہل و قسم ثانی وہ مال ہے جو بیع ہر حال میں چنانچہ کبیر اور جانور بیع ہر حال میں یعنی خواہ اپنے جنس سے مقابل ہوں یا غیر جنس سے بار چارہ آئے یا نہ آئے و الثالث تم میں بیع ہر حال میں چنانچہ کبیر اور جانور بیع ہر حال میں یعنی خواہ اپنے جنس سے مقابل ہوں یا غیر جنس سے بار چارہ آئے یا نہ آئے

نہی کی تعیین واجب نہیں بلکہ اگر قبض کی تعیین کرے تعلق حکم کا فلوس نہیں اسے ارادہ کیا تو بالبیعہ تعلق عقد کا بیعہ فلوس کے ہو گا کذا فی النہر وبالکاسدۃ حتی یسینا کسلیع اور فلوس کا سکہ غیر را کجہ سے صحیح نہیں تا وقتیکہ انکو معین نہ کرے چنانچہ قماش اور اسباب سے بیع بلا تعیین صحیح نہیں تعیین اس واسطے ضروری ہے کہ در حالت عدم رواج فلوس بیع میں نہ ہوں اور بیع کا متعین ہونا ضروری ہے کذا فی النہر و کجہ علی استقرض لہ و مثل فلوس القرض اذ استقرض واجب ہے قیمتہا یوم الکساد و علیہ الفتویٰ بزاتیہ اور قرض لینے والے پر قرض کے فلوس کے مانند کا پھر دینا واجب ہے جبکہ فلوس کے رواج جاتا ہے اور محمد نے فلوس کی قیمت یوم الکساد واجب کی ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الزاتیہ تم محل خلاف اس صورت میں ہے کہ جب بعد قرض کے فلوس ہلاک ہو گئے ہوں پھر کار و راج ہوتے ہو گیا ہو اور اگر مستقرض کے پاس فلوس باقی ہوں تو بیعہ انکو پھر دینا چاہیے بالاتفاق کذا فی الطحاوی عن الشرنبلالیہ من شرح مجمع فی النہر و تاخیر صاحب المدیۃ و علیہما ظاہر فی اختیار تو ہوا اور نہ الفائق میں ہے کہ بیعہ لانا صاحب ہدایہ کا صاحبین کی دلیل کو ظاہر ہے صاحبین کے قول کے مختار ہونے میں یعنی صاحب ہدایہ کی عدالت ہے کہ قول مختار کی دلیل کو بیعہ ذکر کرتا ہے اور شریکیا بیعہ درم مثلاً فلوس صحیح بلا بیان عددہ اللعلم و علیہ فلوس تباع بنصف درم و کذا ثبتت درم اور بیعہ خرید کی کوئی چیز مثلاً نصف درم کے فلوس کے تو خرید صحیح ہے بدون بیان کرنے فلوس کے شمار کے بسبب اس کے معلوم ہونیکے اور شریکیا بیعہ فلوس کا واجب ہے جو نصف درم کو بیعہ جاتے ہیں اور بیعہ شلٹ درم یا ربع درم کے فلوس سے خرید کرنا صحیح ہے درم کے نزدیک یہ مذکور صحیح نہیں کیونکہ فلوس علی دی چیز میں تو بلا بیان عدد تم مجہول ہو گا جو ایک سکا ہے کہ تم مجہول نہیں بلکہ معلوم ہے کہ بیعہ نصف درم کو ذکر کیا ہے نصف کو موصوف فلوس کیا اور حالانکہ نصف درم کا فلوس ہوتا ممکن نہیں تو معلوم ہو گیا کہ قول مذکور سے اتنے فلوس کا اتنے ارادہ کیا ہے جو نصف درم سے بیعہ جاتے ہیں اور یہ معلوم ہے تو ذکر عدد فلوس کی کجہ حاجت نہیں کذا فی النہر و کذا لوال شریکیا بدرم فلوس اور بدرم فلوس جاز عند التانی وہو الاصح للعرف کافی اور اسی طرح اگر خرید کی کوئی چیز ایک درم کے فلوس سے یا دو درم کے فلوس سے تو جائز ہے ہر مال بویست کے نزدیک لہری صحیح ہے بیعہ و شریکیا کذا فی النہر و من عطی صیر فیہا کبیر فقال عطی بہ نصف درم فلوس یا نصف صفت نصف نصف فلوس الا جہت صحیح و لیکن الاجتہاد بشذوذ ما بقے بالفلوس اور جس نے صرف کو درم کبیر یعنی درم کامل یا پھر بولا کہ نے مجھ کو عوض اسکے نصف درم فلوس اور نصف چاندی کا درم صغیر بقرہ جہ یعنی وہ درم صغیر جو وزن میں بقدر نصف درم کبیر ہو ایک جہہ کہ کذا فی النہر تو عقد صحیح ہے اور ہو گا نصف درم کبیر بمقابلہ نصف درم کے اور بالقی بمقابلہ فلوس کے شارح نے کہا کہ لفظ فلوس مفعول صفت ہے نصف کی ولو کر لفظ نصف بطل فی کل للزوم الربو اور اگر نصف کا لفظ دوبار کہا اس طرح کہ عطی نصف فلوساً و نصف فلوساً الا جہت یعنی نے مجھ کو عوض نصف درم کبیر کے فلوس اور عوض نصف درم کے درم صغیر صحت کا وزن بقدر نصف درم کبیر ہے اگرچہ تو فلوس اور درم صغیر میں بیع باطل ہے بسبب لازم آنے بیان کے م بیع اس واسطے لازم آیا کہ نصف درم کبیر بقدر جہہ زائد کٹھن اور درم صغیر سے تو بقدر جہہ خلی عن العوض رہا نہر الفائق میں ہے کہ عقد مذکور امام کے نزدیک باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک فلوس میں عقد صحیح ہے اور جو مقابل ہے چاندی کے اس میں باطل ہے اور اگر لفظ اعطا کو کر کہا یعنی اس طرح کہ عطی نصف فلوساً و عطی نصف فلوساً الا جہت تو فلوس میں بیع جائز ہے اور چاندی میں باطل اتنی و کذا فی الطحاوی و بما تقرظہ ان الاموال ثلثہ الاول تم کل حال ہوا نقد ان صحبۃ البیاد اولاً قول مجتہد اولاً اور جو ثابت اور مذکور ہو چکا اول کتاب البیوع سے یہاں تک کہ اس سے ظاہر ہوا کہ سبب ال تین قسم ہیں قسم اول وہ مال ہے جو تم میں وہ چاندی اور سونا ہے خواہ اس پر بار چارہ آئے یا نہ آئے خواہ اپنی جنس سے مقابل ہو یا نہ ہو مذکور ہو چکا کہ تم ہے جو واجب فی الذمہ ہو بلا تعیین التانی بیع کل حال کا ثبوت الدواہل و قسم ثانی وہ مال ہے جو بیع ہر حال میں چنانچہ کبیر اور جانور بیع ہر حال میں یعنی خواہ اپنے جنس سے مقابل ہوں یا غیر جنس سے بار چارہ آئے یا نہ آئے و الثالث تم میں بیع ہر حال میں چنانچہ کبیر اور جانور بیع ہر حال میں یعنی خواہ اپنے جنس سے مقابل ہوں یا غیر جنس سے بار چارہ آئے یا نہ آئے

فان اتصل بها الباقون والا فبیع سواک مثلثات کے ساتھ باوجود متصل ہو اس طرح کہ اکثر تبت الثوب با محنتہ تو اس اہ سے ہمت ہی اور اگر متصل نہ ہو تو اس اہ سے وہ بیع ہم بحر ابراق میں یوں ہو کہ اگر مثلثی معین ہو عقد میں تو وہ بیع ہی اور اگر معین نہ ہو اور اسپر بارہا رہا ہے اور اسکے مقابل بیع واقع ہو تو وہ تین ہو اما اقلو س فان راجعہ تکلمن والا فبیع اور فلو س اگر راجع ہوں تو تین کے مانند ہیں اور نہیں تو جنس اور قماش کے مانند ہیں ان تین میں حکم عدم اشتراط وجودہ فی ملک العاقد عند العقد وعدم بطلانہ ای العقد مہلک الای التمن ولصح الاستبدال بہ فی غیر الصرف المسلم لا فیتما اور بجز احکام تین نہ مشروط ہونا اسکے وجود کا ہے عاقد کی ملک میں عقوبت کے وقت اور نہ باطل ہونا عقد کا پختہ ہونے کے ہلاک ہوجانے سے اور صحیح ہو بدل لینا تین سے یعنی اسکو خرچ کر ڈالنا اور اسکے عوض اور دینا غیر صرفت اور مسلم میں بیع و نونین یعنی بیع صرف اور مسلم میں تین اور اس مال کا استبدال صحیح نہیں حکم المبیع خلافت ای التمن فی کل شئ شرط وجود المبیع فی ملک و ہذا اور حکم بیع کا بطلان تین کے ہر بیع امور مذکورہ میں تو مشروط ہے بیع کا موجود ہونا عاقد کے ملک میں عقد کے وقت اور اسی طرح باقی امور میں بیع باطل ہوجاتی ہے بیع کے ہلاک ہوجانے اور بیع کا استبدال جائز نہیں تین حکم اور بیع کا مساوی عند المقابله باجنس فی المقدرات کا تقرر اور تین اور بیع کی برابری کا واجب ہونا بجز احکام کے ہر مقابلہ جنس کے وقت مقدرات میں یعنی کیلیات اور موزونات میں چنانچہ مذکور اور ثابت ہو چکا ہے باب لربوا میں یعنی کیلی یا موزون میں بصورت اتحاد جنس تین اور بیع دونوں کا برابر ہونا واجب ہے تدریب فی بیع العینہ ویاتی تسانی الکفالتہ و بیع التکلیفہ ویاتی متسانی الاقراریہ کتاب البیوع کا دنبالہ ہے بیع العینہ کے ذکر میں اور اس کا بیان کتاب الکفالتہ کے تین میں آویگا اور بیع التکلیفہ کے بیان میں اور ہکا ذکر کتاب الاقراریہ کے تین میں آویگا تدریب عبارت ہے اس سے جسکو آخر کلام میں لا دین اور اسکو کلام سابق سے تعلق ہو سو وہ صدر ہے یعنی مقول اس تدریب میں بیع العینہ کے ذکر کا کچھ فائدہ حاصل نہیں تو بہترین تھا کہ شارح کتابتہ اقسام بیوع سے بیع العینہ بتائی ہے سو اسکا ذکر کتاب الکفالتہ میں آویگا کذا فی الطحاوی وہوان نظیر عقد اولایریدہ بلجا الیہ خوف عدم ہولیس بیع فی الحقیقہ بلکہ لہزل کہا بسطہ فی آخر شرح علی المنازاد وہی بیع التکلیفہ ہے کہ عقد کو وہ شخص ظاہر کریں اور اسکا دل میں قصد نہ کریں ایسے عقد کی طرقت تجارتی ہوتی ہے دشمن کے خوف سے اور وہ حقیقت میں بیع نہیں ہے بلکہ لہزل اور یہودگی کے مانند ہے چنانچہ اسکو میں نے شرح بیان کیا ہے انہی شرح سنار کے آخر میں ہم مغرب میں ہے کہ تلجیہ عبارت ہے اس کے کہ نیسے جسکا باطن مخالفت ہے اسکے ظاہر کے فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ تلجیہ وہ عقد ہے جسکو انسان بضرورت شامرا بجا کرتا ہے تو وہ مدفع الیہ کے مانند ہوجاتا ہے اور تلجیہ تین قسم ہے پہلی قسم یہ ہے کہ نفس بیع میں تلجیہ ہو اس طرح کہ کسی مرد سے کہے کہ میں یہ ظاہر کرتا ہوں کہ میں نے ہنہا گھر تیرے ہاقد بچا اور یہی الحقیقت ہے بیع نہیں اور اسپر گواہ کرے پھر ظاہر میں بیع کے تو باطل بیع ہے دوسری قسم یہ ہے کہ تلجیہ بدل میں ہوجانے عاقدین باطن میں اسے متفق ہوں کہ تین ہزار درہم ہیں اور ظاہر میں دہر کہ بیع کریں تو تین وہی ہے جو باطن میں مذکور ہوا اور زیادت میں گویا انھوں نے ہزل کیا اور ابو یوسف سے ایک روایت یوں ہے کہ تین وہی ہے جو ظاہر میں مذکور ہوا تیسری قسم یہ ہے کہ عاقدین باطن میں اپنے اتفاق کریں کہ تین ہزار درہم ہیں اور ظاہر میں سو دینار سے بیع کریں محمد نے کہا قیاس ہے کہ عقد باطل ہو اور ستمسان میں ہونیا سے بیع صحیح ہے اور اگر دونوں اپنے اتفاق کریں کہ اس بیع کا اقرار کریں جو نہیں آتی ہوتی پھر اسکا اقرار کریں تو وہ بیع باطل ہے اور ان دونوں کی جارت سے بیع جائز نہیں طحاوی نے کہا کہ شارح کی عبارت میں غرض ہے جسکا ایضاً یہی وقت عن التلویح ان الاقسام تالیہ و بیوع کر میں نے نقل کیا شرح مذکورہ میں یہ تلویح سے بیع التلویح کی تفسیر میں ہیں عقد لقا ضنی ان فضلا آخر الاکراہ مخصر بیع منعقد غیر لازم کا بیع یا بخیار اور قاضی خان نے آخر گواہ میں بیع التلویح کے واسطے ایک فصل منعقد کی ہے خلاصہ آگیا ہے کہ تلجیہ بیع منعقد غیر لازم ہے بیع الخیار کے مانند ہے باقی فاسد اور باقی تلجیہ کو بیع فاسد قرار دیا ہے و اذنی احد ہما مع التکلیفہ و انکر الاخر فالقول المدعی بحدیہ یا و اگر ایک شخص نے بیع تلجیہ دعویٰ کیا اور دوسرے نے اسکا انکار کیا تو مدعی کا قول اسکی قسم کے ساتھ معتبر ہے م طحاوی نے کہا شاید یہ اسواسطے ہے کہ اصل یہ مدعی ہزل خلاصہ ہے ہذا اسکا قول معتبر نہ ہو اور ہر ہذا ہذا قاضی خان نے اور دونوں میں سے اگر کوئی گواہ لائے اپنے دعویٰ پر تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر دونوں گواہ لادین تو مدعی تلجیہ کی گواہی مقبول ہوگی یعنی اسواسطے کہ شہادت معتادہ ظاہر کے ثبات کے واسطے ہے ولو تبا یعنی العلانیہ ان اعترفا بجانہ علی التلویحہ فالبیوع باطل بالاتفاق انما ہذا لربوا والا فلازم ولو لم تحضر ہما تیبہ فی باطل علی الظاہر ہے

کتاب الکفالتہ  
بیع التکلیفہ  
بیع العینہ

بایقین اس سلسلے میں

اور اگر دونوں نے علائق بیع کی اگر دونوں اقرار کریں کہ بنا بیع بلجیہ یعنی تو بیع باطل ہی سبب متفق ہونے دونوں کے اس پر کہ انہیں بیع کا ہر ل کے طور پر تھا اور نہیں تو بیع لازم ہی یعنی اگر دونوں اعراض پر متفق ہوئے یا بنا اور اعراض میں مختلف تھے تو بیع لازم ہے اور اگر دونوں کو بیع کے وقت کوئی نیت حاضر نہ ہوئی نہ ہا کی نہ اعراض کی تو بیع باطل ہی قول ظاہر ہے کہ ذانی المتیم سنا میں مصرح ہے کہ در صورت عدم حضور نیت عقد صحیح ہے اور نیت سے معلوم ہوا کہ باطل ہے تو شاید بیان وقول میں کذا فی ظہاری بایقین اس سلسلے میں وقول میں چنانچہ قول منیہ یعنی علی الظاہر اس پر دلالت کرتا ہے و اللہ تعالیٰ اعلم قلت مفادہ انما یؤتی الوفا علی الوفا قبل العقد ثم عقدا فیما عن شر الوفا فی العقد جائز ولا عبرة للمواضع بین کتابہوں کہ منیہ کے قول سے استفادہ ہوا کہ اگر عاقدین وفاء میں جھگڑا ہو تو بیع صحیح ہے اور نیت سے معلوم ہوا کہ باطل ہے تو شاید بیان وقول میں کذا فی ظہاری ہے اور کچھ اعتبار نہیں مواضع یعنی ظہار کھنے کام وجہ افادہ یہ ہے کہ بیع المتجلیہ اس وقت باطل ہے جبکہ دونوں اسکا اعتراف کریں کہ بنا علائقہ بلجیہ یعنی اب بیع لازم ہے تو معلوم ہوا کہ اگر اسکا صدور وعدہ وفاء ہو تو بیع باطل نہیں جائز ہے بیع الوفا ذکر کرتے ہیں اللہ رر اور بیع الوفا کو میں نے بیان ذکر کیا در کتاب بیوع ہر صورت میں بیع العین بالعت علی انہ اذار و علیہ الثمن رد علیہ العین سماہ الشافیۃ بالربہن المعاد یعنی بھری بیع الامانہ وبالسام بیع الاطمانہ اور بیع الوفا کی صورت میں کونسی جنس بیع کرے ہر اردم سے مثلاً اس شرط پر کہ جب بائع مشتری کو شے بھریے تو مشتری اسکو جنس بیع بھریے اور شافی مذہب اسکو ہرین معاد کہتے ہیں در ضمن بیع الامانہ بولتے ہیں اور شام میں بیع الاطمانہ کہتے ہیں ہرین معاد کے تسمیہ کی وجہ یہ ہے کہ اسکا عودہ ہرین کی طرف ہوتا ہے ایضاً مقبوض کی وقت اور بیع الامانہ کی وجہ یہ ہے کہ عودہ اس بیع کا امانت پر مبنی ہے کہ صاحب درم نے بائع کو امین جان کر درم دیا ہے اور بائع نے صاحب درم کو امین سمجھ کر بیع دی کہ جب میں اسکو درم دیکھا تو وہ بلا تکرار بیع کو بھریے گا اور یہی وجہ ہے بیع الاطمانہ کی کہ ایک دوسری اخاعت کا مستند ہے بعد وجود شرط کے قبل ہرین فقہین نے وائد اور بعضوں نے کہا بیع الوفا یعنی بیع ہرین ہے تو زوائد اسکے معنوں میں یعنی مشتری کو منافع بیع حلال نہیں مانند ہرین کے وقیل بیع یقید الامتاع اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفا حقیقت بیع ہے کہ بیع سے فائدہ لینے کے مفید ہوتی آقا نے شرح الجمع علی التہامیہ و علیہ الفتوی اور شرح جمع کے باب الاقالین نہایہ سے منقول ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے یعنی بیع بولنے پر وقیل ان بلفظ بیع لم یکن رہنا اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفا اگر بلفظ بیع ہے تو ہرین ہونگی ہم اسواسطے کہ بیع اور ہرین ہر واحد عقد مستقل ہے شرعاً اور ہر ایک کے احکام متعلق ہیں کذا فی الدرر ثم اذا ذکر الفسخ فیہ او قبلا او زعماء غیر لازم کان بیعا فاسداً بھریہ جبکہ عاقد نے بیع الوفا کے اندر یا قبل اسکے فسخ کو ذکر کیا یعنی شرط کیا یا دونوں نے اسکو بیع غیر لازم گمان کیا تو بیع فاسد ہوگی ولو بعدہ علی وجہ المعیاد جاز و لزوم الوفا بہ لان المواعید قد تكون لازمة لی بیع الناس ہوا صحیح کما فی الکافی والنجاشیہ و اقرہ خسرو بننا و المصنف فی باب الاکراہ و ابن ملک فی باب الاقالات بجاؤہ اور اگر فسخ کو بعد بیع الوفا کے بطریق وعدہ مذکور کیا تو بیع جائز ہے اور اس وعدے کا وفا لازم ہے اسواسطے کہ مواعید گاہے لازم الیفا ہو جاتے ہیں لوگون کی حاجت کیواسطے اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الکافی والنجاشیہ اور ثابت رکھا ہے اس قول کو بلا خسرو نے بیان در مصنف نے باب الاکراہ میں در ابن ملک نے باب الاقالین زیادہ بیان کے ساتھ و فی الظہیرہ تو ذکر الشرط بعد العقد متحقق بالعقد عندی حقیقہ و لم یذکر ان فی مجلس العقد و بعدہ اور ظہیرہ میں ہے کہ اگر شرط مذکور ہوگی بعد عقد کے تو وہ شرط عقد کے ساتھ لاق ہوگی اور صاحب ظہیرہ نے ذکر نہیں کیا کہ ذکر شرط مجلس عقد میں ہوا یا بعد اسکے م جب شرط فسخ امام کے نزدیک متحقق عقد سے ہوئی تو بیع فاسد ہوگی اگرچہ شرط بعد مجلس ہو کذا فی الطحاوی فی البرزخ و لو باء الآخر یا ما توفقت علی اجازہ مشتری وفاء ولو باء مشتری طلبا لبح اور ثمرہ حق الاسترداد اور بزاد یہ میں ہے اور اگر بیع الوفا کے بائع نے بیع کو بیچا دوسرے مشتری کے ساتھ بطریق بیع لازم کے تو بیع اسکے مشتری اول کی اجازت پر موقوف ہوگی جسے بطریق بیع الوفا کے خرید کیا تھا اور اگر مشتری باوقانے اسکو بیچا تو اسکے بائع اور بائع کے وارثوں کو حق استرداد ثابت ہے مشتری کی اجازت پر اسواسطے بیع موقوف ہوئی کہ حق مشتری اس سے متعلق ہو گیا اور بائع اور اسکے وارثوں کو حق استرداد ہوا بطریق ذہن و افادنی الشرطیۃ ان در شہ کل من البائع و مشتری تقوم مقام سورہ نظر بجانب ہرین فلیحفظا و شرطہا لیسین ذکر کیا کہ بائع اور مشتری ہر ایک کے وارث اپنے وارث کے قائم مقام ہیں بنظر جانب ہرین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م ہی حکم فتاویٰ عالمگیری میں خواہرا خلاطی سے منقول ہے و لو استاجرہ بالعم



لا یزید الا لاجرا لانه حکم فی الاصل الاتقاع به اور اگر بیع الوفا کے بائع نے بیع کو اجارہ دیا تو اسکو اجرت لازم نہیں اس واسطے کہ وہ حکم رہن پر یہاں تک کہ اس کے فائدہ لینا حلال نہیں مہ قول بیع الوفا کے رہن ہونے پر بیعتی ہو قلت فی فتاویٰ ابن الجلبی ان صدرت الاجارة بعد قبض المشتري المبیع وفارو نوالبنا و حد فی صحیحہ والاجرة لازمة للبائع طول مدة التواجر انتی فتبہ ورین کتابہون اور ابن الجلبی کے فتاویٰ میں ہے کہ اگر اجارہ صادر ہوا بعد قبض کرنے مشتری کے بیع باوفا کو اگر قبض فقط بئکے واسطے ہو تو اجارہ صحیح ہے اور اجرت بائع کے واسطے لازم ہے بقدر طول مدت تو اگر انتی تو آگاہ ہو جام یہ قول بیع الوفا کے بیع ہونے پر بیعتی ہے بشرطالیہ میں مذکور ہے کہ بیع الوفا میں بقول ابن ازہجدہ بعضے علماء محققین کا یہ قول جامع ہے کہ بیع الوفا بعضے احکام میں تو فاسد ہے یہاں تک کہ بائع اور مشتری ہر واحد فسخ کا مالک ہے اور بعضے احکام میں صحیح ہے چنانچہ منافع بیع کے حلال ہونے میں اور بعضے احکام میں بیع الوفا رہن پر یہاں تک کہ مشتری اسکی بیع اور رہن کا مالک نہیں صاحب جہر الرائق نے بعد نقل کرنے اس قول کے کہا لائق یون ہے فتویٰ دینے میں اس قول جامع سے عدول صحیحاً طوع انتی و نتیجہ منافع اسکے کے اجارہ دینا اور اجرت لینا ہے تو جو فتاویٰ خیر میں عدم جواز اجارہ مذکور ہے تو وہ بیع الوفا کے رہن ہونے پر بیعتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الخطاوی قلت و علیہ فلو مضت لمدة و بقی فی یدہ فاتی علماء الروم بلزوم اجرت علی بیع الاستقلال میں کتابہون اور بموجب فتاویٰ ابن الجلبی رح کے اگر مدت اجارہ منقضی ہو جائے اور اسکے ہاتھ میں باقی ہے تو علماء روم نے لزوم اجرت مثل کا فتویٰ دیا ہے اور علماء مدو حیل میں بیع کو بیع استقلال کہتے ہیں و فی الدرر صحیح بیع الوفا فی العقار استحسانا و اختلف فی المنقول و رد در میں ہے کہ بیع الوفا زمین میں صحیح ہے بطریق استحسان کے اور منقول میں اختلاف ہے یعنی بعضے صحیح کہتے ہیں اور بعضے غیر صحیح م اور بموجب قول صحت بیع نوٹڈی سبب کی و طی بائع اور مشتری کو حلال نہیں اس واسطے کہ زمین و نوٹڈا حق متعلق ہے تو گویا وہ بمنزلہ مشتری نوٹڈی کے ہو گئی اور اس طرح کھانا اور پینا جائز نہیں اگر بیع ماکول یا لبوس ہو کذا فی الخطاوی فی الملتقط و المینة اختلاقان البیع بات او فواجد و ہر لاقول مدعی الجود و البتات الابقریة المزاج الوفا اور ملتقط اور مینہ میں ہے کہ بائع اور مشتری نے اختلاف کیا کہ بیع لازم ہے یا بیع الوفا ہوا یعنی بیع ہر یا نہ ل اور یہودی تو اسکا قول معتبر ہے جو واقعی ہونی اور لزوم بیع کا مدعی ہے مگر بقریہ نہ ل اور وفا مدعی نہ ل اور وفا کا قول معتبر ہو گا م قرنیہ نہ ل یہ ہے کہ ثمن نہایت حقوقاً ہو بہ نسبت بیع کے کذا فی الخطاوی قلت لکنہ ذکر فی الشہادات ان القول مدعی الوفا استحسانا کما سبجی فی خطبہ میں کتابہون لیکن صاحب ملتقط نے کتاب الشہادات میں ذکر کیا کہ بیع الوفا کے مدعی کا قول معتبر ہے بطریق استحسان کے چنانچہ اس کتاب کی کتاب الشہادات میں آدیکھا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م تو معلوم ہوا کہ قول سابق بطریق قیاس تھا و لوقال البائع بعک بیعاً باقاً لاقول لہ الا ان یدل علی الوفا نقصان ثمن کثیر الا ان یدعی صاحب بقیع السعرا و اگر بائع نے مشتری سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ بیچے بطریق بیع لازم کے تو اسی کا قول معتبر ہے مگر یہ کہ بیع الوفا پر نہایت کی ثمن لالت کرے تو اسوقت دعویٰ لزوم بیع معتبر نہیں مگر یہ کہ مدعی لزوم بیع معتبر ہو جائے بیع کا دعویٰ کرے تو باوجود نقصان کثیر مدعی لزوم کا قول معتبر ہو گا و فی الاشباہ فی اواخر قواعد العادۃ محکمہ عن المذنبۃ و در غزالی حاکم تسمیہ بالخصم جوہر مشایخ بخار العرف تم نقل فی امر ہا عن اجارة البرازیة ان باقی مشایخ بلخ و خوارزم و ابو علی نسفی ایضاً قال الفتویٰ علی جواب کتاب اللطمان لارخصہ علیہ فی لزوم الطال النصل وراشباہ میں اواخر قواعد العادۃ محکمہ کے اندر مینہ سے منقول ہے کہ اگر سوت دیا جو لاپس کو تا اسکو بے ادھے کپڑے کی مزدوری لینے پر اسکو مشایخ بخار نے جائز کہا ہے بسبب عرف اور عادت کے پھر صاحب اشباہ نے اسی قاعدے کے آخر میں برازیہ کی کتاب الاجارہ سے نقل کیا کہ اسکے جواز کا فتویٰ دیا ہے مشایخ بلخ اور خوارزم اور ابو علی نسفی نے بھی کہا صاحب اشباہ نے اور صحیح فتویٰ تو مسئلہ طمان کے جواب پر ہے جو کتاب یعنی قدوری میں مذکور ہے یعنی عدم جواز اس واسطے کہ مسئلہ طمان کا جواب منصوص علیہ ہے تو جواز مسئلہ حاکم سے ابطال نص لازم آتا ہے م فتی ابو سعود نے کہا کہ فقہاء کے عرف میں کتاب سے مراد عند الاطلاق قدوری ہے اور علی حثی نے کہا کہ بسوط محمد مراد ہے جسکو حمل ہوتے ہیں کیونکہ اول عبارت اشباہ میں بسوط مذکور ہے یا کمالہ طمان یہ ہے کہ اگر اسکو اتنے کا اجارہ کرے کچھ آٹے کو اجرت مقرر کرے تو جائز نہیں اور چونکہ مسئلہ نک مستطمان کے مانند ہے تو وہ بھی جائز نہیں کذا فی الخطاوی ملخصاً

۲۰  
 حکم بیع الوفا  
 و الا





عبارت ہونے سے ذمہ کفیل سے ذمہ اصل کی طرف مطالبہ میں مطلقاً خواہ مطالبہ ذات کا ہو یا دین کا یا عین کا چنانچہ مقصود غیر و صیغہ صیغہ اسکا ذکر آویگا اسواسطیکہ مطالبہ  
شامل ہوا اس کو کو یعنی نفس اور دین اور عین کو ہدایہ وغیرہ میں صریح ہے کہ کفالت ضم فی المطالبہ سے عبارت ہے ذمہ فی الدین سے اور یہی قول صحیح ہے یعنی کفیل پر  
مطالبہ دین ثابت ہوتا ہے اور دین ثابت نہیں ہوتا اور بعضوں کے نزدیک کفالت ضم فی الدین یعنی ضامن کے ذمہ دین ثابت ہوتا ہے بلا سقوط اذ ذلہ اصل امر قیول غیر صحیح ہے  
طحاوی نے صیغہ سے نقل کیا کہ ذمہ عبارت ہے لغت میں عہد اور امان اور ضمان سے نہ الفائق میں تحریر سے منقول ہے کہ ذمہ وہ صفت شرعی ہے جس سے وجوب مالہ اور مالگیری کی صفت ثابت  
ہوتی ہے اور فقہ الاسلام نے ذمہ کو نفس رقبہ صاحب عہد تفسیر کیا ہے اور مراد ذمہ سے عہد و ریشاق ہے دین عرفاً باہم فی الدین نماز اور تعریف نوعی نہما ہو کفالت با مال لازم محل اختلاف اور  
جسے کفالت کی تعریف ضم فی الدین کی ہے اسے تو کفالت کی ایک قسم کے بیان کا ارادہ کیا ہے یعنی ل ضمانتی کا کیونکہ وہی محل خلاف ہے ہم فقہا کا عین اختلاف ہے ذمہ دین کے کفیل کے ثابت  
ہوتا ہے یا نہیں کذا فی النہجی و البیہقی عما ذکرہ ملاخسر و اور مصنف کی تعریف سے حاجت نہیں ہتی اس تعریف کی حسب ملاخسر و نے ذکر کیا ہے ہم ملاخسر و نے در دین کفالت  
کی یون تعریف کی ہے ذمہ الی الذمۃ فی مطالبۃ النفس و المال و التسلیم شارح کا مطلب یہ ہے کہ جب مطالبہ کو علی الاطلاق کہا تو اقسام ثلاثہ کو شامل رہا تفصیل کی  
کچھ حاجت باقی نہ رہی و کہتا ایجاب قبول بلا الفاظ الا تیبہ و لم یجعل التثانی تثنیٰ رکنا اور ضمانت کا رکن ایجاب قبول ہے الفاظ آئیدہ سے اور ابو یوسف  
نے قبول کو رکن نہیں ٹھہرایا یعنی ابو یوسف کے نزدیک فقط ایجاب کفیل سے کفالت تمام ہوتی ہے طرف ثانی قبول کہے یا نہ کہے و شرطہا کون الی کفول ہے  
نفسا و مالا مقدور لتسلیم من الکفیل فلم تصح کید و لا قود اور شرط ضمانت یہ ہے کہ جس چیز کی ضمانت ہو خواہ نفس یا مال مقدور لتسلیم ہو ضامن سے یعنی ضامن  
اسکی تسلیم پر قادر ہو تو وحد اور قصاص کی ضمانتی صحیح نہیں یعنی اسواسطے کہ وحد اور قصاص کے ضامن پر اقامت نہیں ہوتی بلکہ حرم برو فی الدین کو نہ صحیح قائم  
لا سا قاطبہ و مفلسا و لا ضعیفا کید کتابہ و نفقۃ زوجہ قبل حکم بہا اور دین کی ضمانت میں ہونا دین کا صحیح قائم شرط ہے نہ کہ دین کا سا قاطبہ ہونا یا یون کے مفلس  
مرجانے سے اور نہ ضعیف ہونا دین کا چنانچہ بدل کتابت اور زوجہ کا نفقہ قاضی کے حکم دینے سے پہلے دین صحیح وہ ہے جو بدون ادایا یا ابرا سا قاطبہ ہو صحیح کی تیسرے  
دین ضعیف نکل گیا چنانچہ بدل کتابت کیونکہ وہ در صورت عجز مکاتب سا قاطبہ ہوتا ہے اور دین قائم کی قید سے مفلس کا دین نکل گیا اور ظاہر کلام شارح ابیر  
دالت کرتا ہے کہ نفقہ زوجہ بھی دین ضعیف کی مثال ہے حالانکہ نفقہ بدون حکم قاضی یا رضامندی اہل دین نہیں ہوتا اور وہ دین غیر قائم کی مثال ہے خلاصہ یہ ہے کہ بدل کتابت  
اور مفلس کے دین کی ضمانت جائز نہیں اور عدم جواز ضمانت نفقہ یہ بحث ہے صاحب نہر کی نہ روایت مذہب لیس نیا بالاولیٰ نہ تو جو حیر کر دین نہیں چنانچہ نفقہ  
زوجہ قبل حکم اور نما اسکی کفالت بطریق اولیٰ صحیح نہیں یعنی جبے بن ضعیف کی کفالت صحیح ہوتی تو غیر دین کی بطریق اولیٰ صحیح نہیں و حکم الزوم مطالبہ سے لکھیل  
ہا ہو علی الاصل نفسا و مالا اور کفالت کا حکم یعنی آخر مرتب لازم ہونا مطالبہ کا ہے کفیل پر اس چیز کا جو اصل پر واجب ہے باعتبار نفس یا مال کے معنی اگر حاضر ضمانتی ہے  
تو ضامن سے حاضر کر دینے کا مطالبہ ہوگا اور اگر مال ضمانتی ہے تو اسکا مطالبہ ہوگا و اہل اس ہوا لالتحیر و فائدہ من مجنون و لا صلی لا اذا استدان کہ وہیہ و امر وان  
یقول لیل عنہ فصیح و کیون اذانی الا اذا محیط اور ضمانت کا اہل وہ ہے جو تبرع کا اہل ہے یعنی ہر عاقل بالغ تندرست تو ضمانت نافذ نہیں مجنون سے اور نہ صغیر سے مگر  
سوقت جب اسکے واسطے اسکے ولی نے قرض لیا اور صغیر کو امر کیا کہ میرا مال ضامن ہو تو یہ ضمانت صحیح ہے اور یہ ضمانت صغیر کا اذن ہوگا ادا سے قرض میں کذا فی محیط  
م مال ضمانتی کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کو اپنے ولی کی حاضر ضمانتی کرنا درست نہیں اسواسطے کہ ضمان دین صغیر پر بلا شرط لازم ہے تو شرط سے کوئی چیز زیادہ ہونگی سوا  
مالک کے تو صغیر متبرع نہ ٹھہرا ضمانت ضمان نفس کے اور یہی حکم ہے وہی درتیم کا کذا فی الحجر و مفادہ ان یصی بطالب بہذا المال بموجب کفالت و لولا ہا لثوب لولی نہر  
و صحت ضمانت صغیر کا مفاد یہ ہے کہ صغیر سے اس مال کا مطالبہ ہوگا بموجب ضمانت کے اور اگر ضمانت ہوتی تو ولی سے مطالبہ ہوتا کذا فی التہر و لامن مریض لاسن  
نقشہ او ضمانت نافذ نہیں مریض سے مگر ثلث مال سے یعنی ضمانت تبرع ہے اور مریض کا تبرع صحیح نہیں مگر اسکے ثلث مال میں کیونکہ وہ ثلث میں وارثوں کا حق  
تعلق ہو گیا و لامن عبد و لو اذانی التجارۃ و یطالب بعد التعلق الا اذا اذن له المولیٰ اور ضمانت نافذ نہیں غلام سے اگرچہ غلام ماذون ہو تجارت کی نہیں و غلام سے

مطالبہ

Marfat.com









ہتی اوکھا طلب فلاصل شہر صحت و لااجل شہر مذلتہ فاذا تم الشہر فطالبہ لزم التسليم ولااجل له تاہیما اور بزایہ میں ہر ایک شخص نے ضامن کی اس شرط پر کہ جو  
 اور ہر پارکے اس سے مطالبہ ہو تو اسکے واسطے ایک مہینے کی مدت ہو تو ضامن صحیح ہو اور اسکو ایک مہینے کی مدت ہوگی جسے کہ طالب ضامن سے طلب کریگا یعنی طلب  
 دل کے بعد پھر چوب مہینہ پورا ہوگا پھر طالب اس سے مطالبہ کریگا تو ضامن کو حاضر کرنا مکفول بہا لازم ہوگا اور ضامن کی واسطے دوسری بار مدت مقرر نہوگی مگر یعنی مطالبہ سے  
 ایک مہینہ کے بعد تعلق باطل ہوگی کیونکہ اگر ابطال نہو تو ابطال ضمانت لازم آئے عدم مطالبہ سے مطلقاً قائم قائل کفیل علی الزمان یا غیرہ عشرۃ ایام او اکثر صحیح بخلاف کفیل لان با  
 علی التوسع پھر صاحب بزایہ نے کہا کہ ضامن نے ضامن کی اس شرط پر کہ دس دن یا زیادہ اسکو اختیار ہے یعنی چالیس دن میں ضامن کرے یا نہ کرے تو صحیح  
 ہے بخلاف بیع کے کہ اس میں تین دن سے زیادہ حیار شرط صحیح نہیں اسواسطے کہ ضمانت کی بنا کشادگی پر ہے وان شرط تسلیم فی وقت بعدیتہ حاضر فیہ  
 ان طلبہ کہین موجل حل اور اگر شرط ہوگی ہو مکفول بہ کی تسلیم معین وقت میں تو ضامن اسکو اسوقت میں حاضر کرے اگر مکفول بہ طلب کرے جیسے بیع موجل حل کا  
 اور اگر تا لازم ہے جسکی مدت ہو چکی ہو طحاوی نے کہا کہ فقط شرط کو مجبول پڑھنا چاہیے تاکفیل اور کفول نہ دونوں کی شرط کو شامل ہے فان حضورہما والا احدیہما حکم  
 حتی یطیر مطلق پھر اگر کفیل مکفول بہ کو حاضر کرے مدت مشروط میں تو خوب ہے اور نہیں تو حاکم اسکو قید کرے جبکہ اسکا ماننا ظاہر ہو مخرج کو یوں کہتا ہے ہر تھکا اذا ظہر  
 مطالبہ سواسطے کہ جہ الرائق میں ہے کہ ضامن کو حکم قید نہ کرے تاقتیکہ اسکا ماننا ظاہر نہو کیونکہ جس ظلم کی جزا ہے اور وہ ٹانے سے پہلے ظالم نہیں اتنی اور بعض نسخوں میں  
 حین یظہر مطالبہ ہے اور یہ ظاہر ہے خانیہ اور بزایہ میں ہے کہ جس اسوقت ہے کہ ضامن مقرر ہو اور اگر ضمانت کا سکہ ہو اور گوہون سے اسکی ضمانت ثابت ہو تو ہوتی اسکے جس  
 میں جلدی کرے کذانی الطحاوی نو ظہر عنہ ابتداء لایحییہ یعنی اور اگر ضامن کی عاجزی حاضر نہیں شروع سے ظاہر ہو تو اسکو قید نہ کرے کذانی یعنی قلن غایہ  
 املہ مدۃ ذبابہ و یا بادر احراب یعنی دابن ملک پھر اگر مکفول بہ غائب ہو تو ضامن کو اسکے پاس جانے اور آنے کی مدت تک ہمت سے اگرچہ مکفول بہ احراب میں ہے  
 کذانی یعنی ابن ملک لو لم یعلم مکانہ لا یطالب بہ لانه اجزان ثبت ذلک تصدیق لطالب یعنی زانی الجرا و سنیہ اقامہ الکفیل سند البانی اقلیتہ  
 اور اگر ضامن مکفول بہ کا مکان نہ جانتا ہو کہ کون شہر میں وہ گیا ہو تو اس سے مطالبہ نہ کیا جائے کیونکہ وہ عاجز ہے بشرطیکہ عدم علم مکان کا طالب کے تصدیق  
 کرنے سے ثابت ہو اور کذانی الزلیعی بحر الرائق میں اتنا زیادہ کیا ہے یا ضامن کے گوہون سے ثابت ہو ہوتیہ کی عبارت سے استدلال کر کے ہم طحاوی نے کہا ہے  
 یہ نقل ہے کہ یہ گواہی اس چیز کی نفی ہے پھر علیہ شاہد محیط نہیں غائب مکفول بہ فللدائن ملازمۃ کفیل حتی یخیرہ مکفول بہ غائب ہو گیا تو صاحب دین کو ملازم کفیل  
 جایز ہے تا وقتیکہ اسکو حاضر کرے وحیۃ وفہ ان بدعی الکفیل علیہ ان خصک غائب غیتہ لا تدری فیمن فی موضع فان برہن علی ذلک ترفع عنہ خصوصۃ اور وضع  
 ملازمۃ کا یہ حیلہ ہے کہ دعویٰ کہے ضامن طالب پر کہ تیرا خصم غیبیت غیر معلومہ غائب ہے سو اسکا مکان مجھ سے بیان کرے پھر اگر ضامن اپنے اس دعویٰ پر گواہی گزرنے  
 تو طالب کی خصوصیت اس سے مندرج ہو جائیگی ولو اختلفا فان لہ خرجه للتجارۃ معوفۃ اور الکفیل بالذباب لایزالا طعنۃ لادری موضعہ اور اگر طالب و ضامن  
 میں اختلاف ہو یعنی ضامن کہتا ہو کہ میں مکفول بہ کا مکان نہیں جانتا اور طالب کہتا ہو کہ تو جانتا ہے تو اگر مکفول بہ سوداگری کے واسطے جاتا ہو اور وہ  
 مکان مشہور ہو تو ضامن کو اس تک جانے کا حکم ہوگا اور نہیں تو اس سے قسم لیجائے کہ وہ اسکا مکان نہیں جانتا مگر فی کل مواضع قلنا بذباب لایزالا طالب  
 ان یتوق بکفیل من الکفیل لئلا یغیب الآخر جس مکان میں ہینے ضامن کے جانے کو کہا تو طالب کو جائز ہے یہ کہ ضامن سے مضبوطی کہے ضامن لیکر  
 تاکہ دوسرا غائب نہو جائے ویرا لکیفای النفس بموت المكفول بہ ولو عبد اراد بدفع توہم ان العبدان فاذا تعدر تسلیمہ لزم قیتمہ و سبھی بالوکفیل برقیتمہ  
 اور بری الذمہ ہو جاتا ہے حاضر ضامن مکفول بہ کی موت سے اگرچہ مکفول بہ غلام ہو مصنف نے غلام کے ذکر کیسے اس ہم کو دفع کیا کہ غلام تو مال ہے پھر صاحب  
 اسکی تسلیم متعد ہوئی تو اسکی قیمت ضامن پر لازم ہوئی اور آگے آویگا رقبہ غلام کی ضمانت کا سلسلہ و بموت الکفیل و قبل یطالب رقبہ او وصیہ حضارہ  
 سراج اور برات حال ہوتی ہے ضامن کی موت سے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ضامن کے وارث سے یا اسکے وصی سے مکفول بہ کے حاضر کرنا مطالبہ ہوگا کذانی لایحییہ

لاہوت الطالب بل واثره او وصیہ لطلب الکفیل لقیل میرا وہایتہ والمذہب الاول قوی اور ضامن بری الذمہ نہیں ہوتا طالب کی موت سے بلکہ طالب وارث یا اسکا  
وصی ضامن سے مطالبہ کرے گا اور قول ضعیف یہ ہے کہ طالب کی موت سے ضامن بری الذمہ ہو جاتا ہے کذا فی الوہبانیہ و قوی مذہب پہلا ہے و سیرا بقولہ فی کفیل  
حیث ای فی موضع یکن حی صمتہ سوا و قبلہ الطالب ولا وان لم یقل وقت الکفیل ذاد وقتہ الیک نام بری ذمہ بتسلیم مرتہ قال سلمتہ الیک بحتہ الکفالت  
اولا ان طلبہ نہ والا فلا بد ان بقول ذلک اور بری الذمہ ہو جاتا ہے ضامن کفول بلہ کو سپرد کر دینے سے اس مکان میں جہاں اسکو ضمانت ممکن ہو خواہ طالب  
اسکو قبول کرے یا نہ کرے اگرچہ ضامن نے ضمانت کی وقت یوں نہ کہا ہو کہ جب میں کفول بہ کو تیرے سپرد کروں تو میں بری الذمہ ہوں اور بری الذمہ ہو جاتا ہے ایک  
تسلیم سے خواہ ضامن نے طالب سے یوں کہا ہو کہ میں نے اسکو سپرد کیا تیری طرف کفالت کی جہت سے یا نہ کہا ہو یہ اس شرط پر ہے جبکہ طالب نے اس سے کفول بہ کو طلب  
کیا ہو اور اگر طلب نہ کیا ہو تو یہ کہنا ضروری ہے کہ میں نے اسکو جہت کفالت چھو سپرد کیا مگر مکان ممکن الخ صحت کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر جگہ ایسا دیہات میں تسلیم ہوگی تو ضامن  
بری الذمہ نہ ہوگا کیونکہ طالب بان خصمت پر قادر نہیں ہوگا شرط تسلیم فی مجلس القاضی سلمتہ فیہ ولم یخیر تسلیمہ فی غیرہ یعنی فی زمانہ التماون الناس فی عانۃ حق  
اور اگر تسلیم کفول بہ کی مجلس قاضی میں شرط ہو تو ضامن میں اسکو حاضر کرے اور اسکی تسلیم غیر مجلس قاضی میں جائز نہیں اسی کا فتویٰ ہے ہمالیہ زمانے میں بسبب  
سستی کرنے لوگوں کے امر حق کی بددکاری میں ہم یہ زفرہ کہ قول مفتی بہ ہے و لو سلم عند الامیر او شرط تسلیم عند القاضی سلمتہ قاضا خراجا اور اگر در صورت شرط  
مجلس قاضی ضامن نے اسکو امیر کے پاس حاضر کیا یا اسکی تسلیم اس قاضی کے پاس شرط تھی سوائے دوسرے قاضی کے پاس سپرد کیا تو جائز ہے کذا فی التبرکات و سلمتہ فی مجلس  
سجن لہذا القاضی و سجن امیر البلد فی ہذا المصر جاز بن ملک و اگر اسکو قید خانہ میں سپرد کیا تو اگر اس قاضی کا قید خانہ ہے یا حاکم شہر کا قید خانہ ہے اس شہر میں تہ جائز ہے  
لذاصرہ ابن ملک فی شرح الجمع و کذا فی الکفیل بتسلیم المطلوب نفسہ حصول المقصود و تسلیم کفیل بقیامہ عمارہ رسول اللہ صلا علیہ وسلم غیرہ کالاجنبی اور  
اسی طرح ضامن بری الذمہ ہونا ہر مطلوب کی تسلیم سے اپنی ذات کو یعنی اگر کفول بہ خود حاضر ہو تو ضامن بری ہوگا بسبب مہمل ہونے مقصود کے اور ضامن بری الذمہ ہونا  
ہر اپنے وکیل کی تسلیم سے بسبب قائم ہونے وکیل کے مقام اسکے اور بری الذمہ ہونا ہر ضامن و مستادہ کی تسلیم سے طالب کی طرف اس واسطے کہ ضامن کفالت فرستادہ عیال کی طرف  
اجنبی کے ہاتھ ہر تسلیم مطلوب سے اس وقت ضامن بری الذمہ ہوتا ہے کہ جب کفالت باہر مطلوب ہو اور اگر اس کے بجز امیر ہو تو بری نہیں ہوتا اور غیر طالب کی طرف تسلیم  
رسول کی یہ صورت ہے کہ ضامن نے ایک شخص سے کہا کہ اسکو اور فلا نے شخص کو سپرد کرنا وہ طالب کو سپرد کرے پھر رسول نے خود طالب کو سپرد کیا تو یہ اجنبی  
کے ہاتھ ہے اور تسلیم اجنبی کی یہ صورت ہے کہ شخص اجنبی نے مطلوب کو طالب کی طرف سپرد کیا اور کہا کہ میں اسکو تیرے پاس ضامن کی جانب سے سپرد کرتا ہوں سو اگر طالب  
اسکو قبول کرے تو ضامن بری الذمہ ہو گیا اور اگر چاہے تو ضامن بری نہیں کذا فی الطحاوی فی تفسیر شریعہ قبول الطالب بشیر حلال بقول کل من ہوا لا یسکت لیلہ  
عن الکفیل در من کفالتہ ای حکم الکفالتہ عینی والا لیرا بن کمال علی حفظہ او تسلیم رسول میں قبول کرنا طالب کا شرط ہے اور یہ شرط ہے کہ ہر شخص مذکورین سے یعنی  
مطلوب اور ضامن کا وکیل اور ضامن کا رسول غالب سے کہے کہ جتنے چھو سپرد کیا ضامن کی جانب سے کذا فی الدرر اسکی ضمانت سے یعنی حکم ضمانت سپرد کیا کذا فی العینی  
اور اگر اس طرح نہ کیے تو ضامن بری الذمہ نہ ہوگا کذاصرہ ابن کمال تو اسکو یاد رکھنا چاہیے فان قال ان لم اواف ای آت بہ خدا تو ضامن لما علیہ  
من المال فلم یواف بہ مع قدرۃ علیہ فلم یخیر لجلس و مرض لم یز مل المال الا اذا عجز بموت المطلوب و جنونہ کما افادہ بقولہ پھر اگر حاضر ضامن نے کہا لا اگر  
میں مطلوب کو مکمل نہ لے آؤں تو میں ضامن ہوں اس مال کا جو امیر ہو سو وہ مطلوب کو نہ لایا وجودیکہ لانے پر قادر تھا تو اگر ضامن لانے سے عاجز  
ہو بسبب قید یا بیماری کے تو اس پر مال لازم نہیں مگر اس وقت جبکہ مطلوب کی موت یا دیوانگی سے حاضر نہ کر سکے چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے آئینہ قول میں  
بیان کیا م اور اگر ضامن عاجز ہو طالب کے غائب ہو جانے سے تو مال لازم ہوگا خلاصہ میں ہے کہ جب طالب غائب ہو تو قاضی اسکی طرف سے وکیل  
قائم کرے کذا فی الطحاوی بمخصا اومات المطلوب فی صورتہ المذكورۃ ضمن المال فی صورتین لانه علق الکفالتہ بالمال بشرط تعارف فصیح یا مطلوب

در گیا صورت مذکورہ میں تو ضامن ہوگا مال کا دونوں صورتوں میں یعنی نہ حاضر کرنے میں یا وجود قدرت اور مطلوب کے مرجع جانے میں اس واسطے کہ ضامن نے مال ضامنی کو شرط متعارف پر معلق کیا تو تعلق صحیح ہوگا مطلوب کی موت سے ضمانت درحق تسلیم باطل ہوگی نہ درحق مال ولا یبرأ عن کفایۃ نفس نعم لئالی اور ضامن مال ضامنی سے حاضر ضامنی سے بری الذمہ ہوگا سبب عدم مخالفت کے یعنی مال ضامنی اور حاضر ضامنی میں مخالفت نہیں ہوگی نہ سکین فلواراۃ ہما لولایت بہ لم یحیی مال فقد شرط سو اگر در صورت مذکورہ طالب نے ضامن کو حاضر ضامنی سے بری الذمہ کر دیا پھر ضامن نے مطلوب کو حاضر نہ کر دیا تو اس پر مال اجنبی ہوگا سبب نہ جانے اسکی شرط کی یعنی شرط وجوب مال عدم تسلیم مطلوب حتی در صورت بقاے حاضر ضامنی سو ابراہم طالب سے وہ باقی نہ رہی قید موت مطلوب نہ لوات اطلاق طالب وارثہ ولومات الکفیل طلب وارثہ در صنف نے موت مطلوب کی قید لگائی اہو واسطے کہ اگر طالب مر گیا تو اسکا وارث طلب کر گیا اور اگر ضامن مر گیا تو اسکے وارث سے مطالبہ ہوگا کذا فی الدرر فان وقع الوارث الی الطالب برمی فان لم یدفع صحیح معنی الوقت کان مال علی الوارث یعنی من تزکۃ المیت یعنی پھر اگر ضامن کے وارث نے مطلوب طالب کو سپرد کیا تو وارث برمی الذمہ ہو گیا اور اگر اسکو نہ دیا میان تک کہ وقت گذر گیا تو مال لازم ہوگا ضامن کے وارث پر یعنی میت کے متروکہ سے مال دینا لازم ہوگا کذا فی العینی ولو اختلفا فی الموافقة وعدما فالقول للطالب لانه سکر با و حیثینذ فالمال لازم علی الکفیل خانیہ اور اگر دونوں نے مطلقاً کی موافقات اور عدم موافقات میں اختلاف کیا تو طالب کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے اور اسوقت میں تو مال لازم ہوگا ضامن پر کذا فی الخانیہ فیہما لوان اختلفی الطالب فلم یجدہ الکفیل تصب عنہ القاضی وکیلا اور خانیہ میں ہے کہ اگر کھپ رہا طالب سو ضامن نے اسکو نہ پایا تو قاضی اسکی طرف سے ایک وکیل قائم کرے یعنی تا مطلوب اسکو سپرد کیا جائے ولا یصدق الکفیل علی الموافقة الابحۃ اور ضامن کی تصدیق نہ کی جائے موافقات پر یعنی مطلوب کے حاضر کرنے پر بدون گواہی کے یعنی علی الآخر حقاً یعنی او ماتہ دینار و لم یبیینہا اجیدۃ ام روتہ ام شرفیۃ تصح الدعوی ایک شخص نے دوسرے پر غیر معین حق کا دعوی کیا کذا فی العینی یا سو دینار کا دعوی کیا اور اسکی صفت کا بیان نہ کیا کہ دینار عمرہ یا ناقص یا شرفی ہے تاکہ دعوی صحیح ہوتا فقال رجل للمدعی عد فانما کفیل تہر وان لم یوافقک عند افعلا ما تہم لم یوافق الرجل بہ عند افعلیۃ الماتہ ای اتی نہیں المدعی اما بالبتیۃ او باو المدعی علیہ سو مدعی مذکور سے ایک مرد نے کہا کہ مدعا علیہ کو چھوڑنے میں اسکا حاضر ضامن ہوں اور اگر وہ کل دانا کر گیا تو مجھ پر سو دینار ہیں سو اسے کل دانا کیا تو ضامن پرسو واجب ہونگے یعنی ہ سو دینار جو مدعی نے بیان کیا ہے یعنی ثابت کیا ہے یا گواہی سے یا مدعا علیہ کے اقرار سے وھم الکفالتان لانہ اذ لمین اتحق البیان باصل الدعوی فقین صحتہ الکفالتان بانفس فترت علیہا الثانیۃ اور صحیح ہونگی دونوں ضامنیان یعنی حاضر ضامنی اور مال ضامنی اسواسطے کہ جب دعوی کا بیان ہو گیا تو یہ بیان اصل دعوی سے معلق ہو گیا تو حاضر ضامنی کی صحت ظاہر ہوگی تو کبار دوسری یعنی مال ضامنی مسترب ہوگی یعنی ہر چند اول دعوی مجبول غیر میں تھا لیکن جب آخر کار اسکا بیان ہو گیا تو ہما لت مرتفع ہوگی اور حاضر ضامنی صحیح ہوگی پھر جب حاضر ضامنی صحیح ہوئی تو اس پر مال ضامنی کی بھی صحت مرتب ہوگی والقول لہ ای الکفیل فی البیان لانه مدعی صحتہ الکفالتان اور بیان میں اسکا قول معتبر ہے یعنی کفیل کا کیونکہ صحت کفالت کا مدعی ہر شایع ارجاع ضمیر لہ میں صاحبہ رک کا تابع ہو گیا اور حالانکہ صواب یہ ہے کہ مرجع ضمیر مذکور کقول لہ ہونچا پھر میں ہر سو واسطے کہ اس قصوب پر تحلیل مذکور دال ہے یعنی لانه مدعی الصحۃ کیونکہ ضمیر مدعی کی کقول کہ یطرت راجع ہے کذا فی الطحاوی کلام اسراج بقیدہ اطراط اقرار المدعی علیہ بالمال قلیج را در سراج کلام مال کے مدعا علیہ کے اقرار شرط ہوتے کا مقید ہے تو اسکی تہقیر کرنا چاہیے م طحاوی نے کہا اعتماد کے لائق وہ ہے جو ہدایہ اور کثر اور اصلاح اور جمع اور در رو غیر ہا میں ہے کہ مدعا علیہ کا اقرار شرط نہیں بلکہ مدعی کا بیان کافی ہے لایحیر المدعی علیہ علی اعطاء الکفیل یا بنفس فی دعوی حدود مطلقاً مدعا علیہ پر جب نہیں حاضر ضامنی دیتے کیواسطے حدود قصاص کے دعوی میں مطلقاً دالا کبیرتی تو در حد قدرت و سرقہ کتہریر لانه حق آدمی والمراد بالجبر الملازمۃ لا تجبس اور صاحبین نے کہا کہ مدعی علیہ پر حاضر ضامنی دیتے کیواسطے جبر یہ قصاص اور حد قدرت اور سرقہ میں تہقیر کے مانند کیونکہ وہ آدمی کا حق ہے اور جبر سے مراد بقول صاحبین ملازمۃ ہے یعنی ساتھ نہ چھوڑنا نہ قید کرنا ولو اعطی برضاہ کفیلانی تو در



وقد تدرست جاز اتفاقاً بن کمال فظاہر کلام انہما فی حقوقہ تعالیٰ لا یجوز نہر قلت وسیعی انہما لا تصح نفس حدوقہ فلیکن بالتوفیق اور اگر مدعا علیہ نے اپنی خوشی سے  
خاص دیا قصاص اور سرقہ کے دعویٰ میں تو بالاتفاق جائز ہے کما صرح بہ کمال تو فقہا کا ظاہر کلام یہ ہے کہ ضمانت حق تعالیٰ کے حقوق میں جائز نہیں کذا  
فی النہر من کتابہون کہ آگے آویگا کہ ضمانت نفس حد اور قصاص میں صحیح نہیں تو دونوں قول میں اتفاق ہوا چاہیے ہم نفس حد اور قصاص میں اس واسطے تھا  
صحیح نہیں کہ استیفائے حد اور قصاص ضامن سے ممکن نہیں وجہ توفیق جو از اور عدم جواز ضمانت میں یہ ہے کہ ہر حد و دفعہ میں ضمانت کا مجوز نہ چنانچہ  
تو وہ بطریق تبرع کے قابل ہے بخلاف اس کے جو جواز ضمانت کا مانع ہے تو اب و نون کلام میں تناقض نہ ہوا صحتی شہدہ لہن مستوران و و احد علی غیر  
القاضی بالعدالت ان الحبس للتمتہ مشروع و کذا التعزیر المتم بحر اور حد اور قصاص میں قید کرنا جائز نہیں جب تک کہ شہادہ دستور العداۃ و الفسق گواہی میں یا ایک  
شہادہ عادل حکمی عدالت کو قاضی جانتا ہو اس واسطے کہ قید کرنا بسبب تمت کے مشروع ہے اور اس واسطے کہ تعزیر تمہی مشروع ہے کذا فی الجرح امدیہ چند فائدے ہیں جبکہ  
شمارح نے زیادہ کیا لایزم احد احضار احد فلا یلزم الزوج احضار زوجہ لسمع دعویٰ علیہا الا فی اربع کیفیل نفس و سجان قاضی الاب فی صورتین فی الاشباہ و لازم  
نہیں کسی پر حاضر کرنا کسی کا تو زوج پر لازم نہیں اپنی زوجہ کا حاضر کرنا دعویٰ کی سماعت کی واسطے مگر چار شخصوں پر حاضر کرنا لازم ہے حاضر ضامن پر تو قاضی  
کے دار وقتہ حبس پر اور باپ پر و مور تو نہیں کذا فی الاشباہ و تمہی میں ہے کہ بیون کو قاضی نے قید کیا اور دار وقتہ حبس نے اسکو چھوڑ دیا تو صاحبین کو وار و نہ  
سے اسکے حاضر کرنے کا مطالبہ جائز ہے اتنی باپ نے اجنبی سے کہا کہ میرے بیٹے کا ضامن ہو سو ضامن نے اسکو طلب کیا تو باپ پر اسکا حاضر کرنا لازم ہے اور اگر  
موتور ہے کہ باپ نے اپنی بیٹی کا ہراس کے زوج سے مانگا سو زوج نے دعویٰ کیا کہ وہ اس سے قربت کر چکا ہے یعنی ہر دو یکجا ہو اور اسے زوجہ کے حاضر کا مطالبہ کیا  
تو ہر دینا اس کتابت ہو تو اگر وہ عورت اپنی حاجات کی واسطے نکلتی ہو تو قاضی حکم کرے کہ باپ اسکو حاضر کرے اور نہیں تو میں اسکے پاس بھیجے وہی حالت میں بلصفت  
معز یا لا حکامات العادیۃ الاب یطالب باحضار طفله اذا تعیب و را بن مصنف کے حاشیہ اشباہ میں ہے حکامات عمادیہ سے نقل کر کے کہ باپ سے اسکے صغیر کے حاضر  
کرنے کا مطالبہ ہو گا جبکہ وہ غائب ہو جائے ابو سعود نے کہا کہ شاید یہ اس صورت میں ہے جب باپ نے صغیر کو تجارت کا اذن دیا ہو اور وہ قرضدار ہو کر غائب  
ہو گیا ہو کذا فی الطحاوی فیما القاضی یاخذ کیفیلاً باحضار المدعی کذا المدعی علیہ فی الراجح مکاتبہ و ما ذور و وحی و کمال ذالمثبت المدعی لوصایتہ و لو کانت اور اشباہ میں  
ہے کہ قاضی ضامن نے مدعا پر کرنے کی واسطے اگر وہ مال منقول ہو کذا فی التاثر خانیہ اور اسی طرح مدعا علیہ کے حاضر کرنے کی واسطے ضامن نے مگر چار صورتوں  
میں ضامن نے اسکے مکاتبہ اور ما ذون میں اور وصی اور وکیل میں جبکہ مدعی نے وصایت اور وکالت ثابت نہ کی ہو مگر مولیٰ نے مکاتبہ پر بدل کتابت یا کسی  
اور دین کا دعویٰ کیا تو اس سے ضامن لیا جاوے گا اور عبد ما ذون غیر مدیون نے اپنے مولیٰ پر دین کا دعویٰ کیا یا بالعکس تو مولیٰ سے حاضر ضامن لیا جاوے گا  
اور اگر مدعی وصایت اور وکالت کو ثابت کر چکا ہو اور مدعا علیہ میت یا غائب پر اثبات دین کا ارادہ کرے اور مدعا علیہ سے تین دن کی ضامنی طلب کے تالیف  
کو ہوں کو حاضر کرے تو قاضی اس وقت وصی اور وکیل سے ضامن لے گا کذا فی الطحاوی دنی شرح اجمع عن محمد اذا کان المدعی علیہ معروفاً لا یقبل علی لکفیل لو کان غریباً  
لا یقبل اتفاقاً بل حقنی ہمین فقط اتنی اور شرح جمع میں محمد سے ایک روایت یہ ہے کہ جب مدعا علیہ شہور شخص ہو تو اس پر نہیں ضامن دینے کی واسطے اور اگر مدعا علیہ شہور ہو تو  
بالاتفاق خبر نہیں بلکہ اسکا حق فقط قسم میں ہے یہ روایت ظاہر روایت کے مخالف ہے برابر الاصل ہے الا کفیل لنفسه الا اذا قال الحق لی قبلہ لا لو کالی ولا یتیم نا و حدیثاً  
انا متولیہ فینذیر اللفظ لکفیل اشباہ اصل کے بری لزمہ کرنے سے ضامن بھی لزمہ ہو جاتا ہے مگر حاضر ضامن بری لزمہ نہیں ہوتا لیکن اس صورت میں جبکہ طالب  
یون کرے کہ اسکی جانب میرا کوئی حق نہیں اور نہ میرے موکل کا حق اور نہ اس قسم کا جسکا میں وصی ہوں اور نہ اس وقت کا جسکا میں متولی ہوں تو ضامن بری لزمہ  
ہو گا کذا فی الاشباہ و ما کفالتہ المال فتصح بوجہ المال جمہولاً اذا کان ذلک لئلا یتبصر صحیحاً الا اذا کان المدین شہراً کما سبجی لان قسمہ لدین قبل قبضہ لا یجوز ظہر  
اور ضامنی تو صحیح ہے اگرچہ مال جمہول غیر معین ہو بشرطیکہ یہ مال دین صحیح ہو مگر جبکہ دین شہرک ہو تو ضامنی صحیح نہیں چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا اس واسطے کہ دین

مصرحاً فی کتاب الفرائض ج ۱ ص ۱۸۱

سائر مال قاضی



قسمت کرنا اسکے قبضہ کرنے سے پہلے جائز نہیں کذا فی الفہم تہم دین مشترک کے ضمانت کی یہ صورت ہے کہ حامد اور محمود کا دین زید پر ثابت ہو سوا دین زید سے  
تقاضا کیا محمود اسکے حصہ کا ضامن ہو تو یہ ضامن صحیح نہیں اگرچہ دین صحیح ہو کیونکہ ہمیں قسمت دین قبل قبض لازم آتی ہے وہ صحیح نہیں والا فی مسئلۃ النفقۃ المقررة  
تصحیح مع انہما تسقط بموت و طلاق اشباہ و کاتھم اخذوا فیہما بالاسحسان للی جہ لا بالقیاس سوا سے دین صحیح کے ضمانت صحیح نہیں مگر فقہ مقررہ کے مسئلہ میں تو  
ضامن صحیح ہو باوجودیکہ نفقہ موت اور طلاق سے ساقط ہو جاتا ہے کذا فی الاشباہ اور گویا کہ قہمانے مسئلہ نفقہ میں اسحسان پر عمل کیا ہو حاجت کے سبب نہ قیاس یعنی  
اگرچہ نفقہ دین صحیح نہیں مگر ضامن اسکی صحیح ہو تو یہ صحت استحسانی ہوگی نہ قیاسی والا فی بدل السعیۃ عنہ بزازیہ و کاتھ الحق بدل الکتا بہ والاندولہ لیسقط لاندہ لیسقط  
تعلیغ لے دین صحیح و لا تصح الکفالة بردای دین ضعیف و تصح بر دین صحیح میں ضمانت صحیح ہو مگر بدل سعایت میں اگرچہ وہ دین صحیح ہو اسکی ضامن صحیح نہیں امام کے نزدیک  
اور گویا کہ امام نے بدل سعایت کو بدل کتابت کے ساتھ ملحق کیا اور اگر بدل سعایت کو بدل کتابت سے ملحق نہ کیجئے بلکہ اسکو دین غیر صحیح قرار دیکئے تو صحیح نہیں کہ  
وہ ساقط نہیں ہوتا سوا سطلے کہ وہ تعجیر کو قبول نہیں کرتا تو بطریق حیثیتان اور پہلی کے پوچھتے ہیں کہ کون صحیح دین ہے جسکی ضامن صحیح نہیں تو جواب اسکا یہ ہے کہ بدل  
سعایت ہے اور کون دین ضعیف ہے جسکی ضمانت صحیح ہو تو جواب یہ ہے کہ نفقہ ہرم دین مشترک اور بدل سعایت کا استثنا بنظر عدم صحت ضمانت کے ہے اور نفقہ کا استثنا بنظر  
صحت کے ہے والدین صحیح ہو بالاسیقط الابا لاداروا لابرار و لو حکم بالفعل لریزہ سقوط الدین فیسقط دین لہم سوا و عتہا لابن الزوج لابرار حکم ابن کمال اور  
دین صحیح وہ ہے جو ساقط نہ کسی طرح بدون ادایا ابرا کے اگرچہ ابرا حکمی ہو اس فعل سے جسکو سقوط دین لازم ہے تو ساقط ہوگا عورت کا دین ہر ان زوج کی مطاوعت  
سے یعنی اگر زوج اپنے زوج کے فرزند کی وطنی سے راضی ہو تو ہر اسکا ساقط ہو جائیگا بسبب ابرا حکمی کے کذا صرح ابن کمال فلا تصح بدل الکتا بہ لاندہ لیسقط  
بدونہما بالتعجیر و لو کفل وادی رجح بما وادی بحر یعنی لو کفل بامرہ و سحی قید آخر تو ضامن صحیح نہیں بدل کتابت کی کیونکہ بدل کتابت بدون ادایا ابرا تعجیر کا  
سے ساقط ہو جاتا ہے اور اگر کوئی شخص مکتب کا ضامن ہو اور اسنے بدل کتابت ادا کیا تو مکتب سے پھیرے جتنا اسنے دیا یعنی اگر وہ ضامن ہو اہو مکتب  
کے امر سے اور آگے دوسری قید آدگی م قید آئندہ یہ ہے کہ ضامن ادا کرے اس گمان سے کہ مجھ پر ادا کرنا لازم ہے ضمانت کے سبب بکفالت متعلق صحیح عتہ با  
مشال المعلوم ضامن صحیح ہے اس لفظ سے کہ میں اسکا ضامن ہوا ہر اردم کا یہ مثال ہے دین معین کی ضمانت کی شارح نے کہا بکفالت کا لفظ تصح کے لفظ سے متعلق ہے  
و مثال طہول باربعۃ اشذہ بالاک علیہ بما یدرک فی ہذا البیع و ہذا سی ضمان الدرک و درصفت نے دین مجہول کی چار مثالیں کو کہیں پہلی مثال یہ ہے کہ میں  
ضامن ہوا اتنے مال کا جو تیرا سپر ہے دوسری مثال یہ ہے میں ضامن ہوا اتنے مال کا جو تجھکو دینا پڑے اس بیع میں و اسکو ضمان الدرک کہتے ہیں ہم کہتے ہیں  
و بسکون ثانی عبارت ہر ثمن پھیر لینے سے جب بیع میں استحقاق ثابت ہو کذا فی الطحاوی و در ضمان درک کو ضمان استحقاق بھی کہتے ہیں یعنی ثمن پھیر دینے کی  
مشری سے ضمانت کہے اگر بیع کا کوئی شخص مستحق بچے کذا فی شرح الوقاہ طحاوی میں سراج سے منقول ہے کہ جب بیع مستحق غیر ہو تو مشتری کو چاہیے کہ اصل  
پلے سے خصوصت لے پھیرے استحقاق ثابت ہو تو مشتری کو اختیار ہے چاہے بائع سے ثمن پھیرے چاہے ضامن سے اور ظاہر الروایۃ میں ضامن سے پہلے خصوصت  
کرنا مشتری کو جائز نہیں و بما بالبعیت فلانا فعلی و کذا قول الرجل لامرأۃ العیر کفالت لک بالنفقۃ ابداماد است الزوجیۃ خایئہ تیسری مثال میں مجہول کی ضمانت کی  
یہ ہے کہ جو تونے بچا فلا نے شخص سے سو مجھ پر اور اسی طرح مرد کا کہنا غیر کی عورت سے کہ میں تیرے نفقہ کا ضامن ہوا ہمیشہ جب تک کہ زوجیت قائم ہے کذا فی الخانیۃ  
و ما غضبک فلان فعلی بالبتا شرطیۃ ای ان بالعیۃ فعلی لانا بشرطیۃ لیسعی ان الکفالة بالبیع لا تجوز اور جو غضب کر لیا تجھ سے فلا نے شخص سے وہ مجھ پر لفظ  
کا مثال لکٹ اور رابع میں شرطیہ ہے یعنی اگر تو مجھ کا فلا نے سے تو وہ مجھ پر نہ وہ چیز جو تو خرید کرے اس کے سوا سطلے کہ آگے آدیکہ بیع کی ضامن صحیح نہیں ہم  
جو لفظ لزم پر دلالت کرے وہ ضمانت کے مانند ہے چنانچہ یون کہنا کہ جو اسے ہے وہ مجھ پر یا مجھ پر ہے کہ میں را کروں جو کہہ رہا میں نے لازم کر لیا جو تیرا دین ہے  
ہے یا تانہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قہمانے نزاک ایک قسم ضمانت کی ضمان تھا بھی ہر چنانچہ ایک مرد نے دوسرے سے اپنا دین طلب کیا سو ایک نے طلب

سے کہا کہ میں تیرے دین کا ضامن ہوں کہ اس سے لیکرے دو گنا تو یہ مال ضامن نہیں بلکہ ضمان تھا ضامن کا کفالتی الطحاوی شرطی اکل القبول ایسی نود لایا جانے  
 باعہ اور غصب نہ لجاں نہ اور ضمانت کی سب صورتوں میں قبول کرنا شرط ہے یعنی اگرچہ قبول باعتبار دلالت حال کے ہو اس طرح ہے کہ اس سے بیع کی ہو یا اس  
 غصب کیا ہو کذا فی النہرم قبول غیر صریحی بحث ہے صاحب نہر کی یعنی زید نے خالد سے کہا کہ جو تو محمود سے خرید کر گیا یا جو تجھے محمود غصب کیے گا اس کا میں ضامن  
 ہوں پھر فی الفور بیع یا غصب واقع ہو تو ضامن صحیح ہے اگرچہ قبول ضمانت صریح نہیں ہو باج تانیا لم نیرم الکفیل الا فی کل ما وقیل لیریم الا فی اذا علیہ القستانی بشرط ان لا  
 یلتحق اور اگر دوسری بار بیع کر گیا تو ضامن پر ضمانت لازم نہ ہوگی مگر کلمہ کے لفظ میں لازم ہوگی اور قول ضعیف یہ ہے کہ لازم ہوگی مگر اذ کے لفظ میں لازم نہیں  
 اور اسی قول پر قستانی اور شرنبلالی ہر تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م یعنی نے مجرد سے نقل کیا کہ امام اعظم نے کہا کہ اگر ضامن نے کہا کہ ما بالیعت فلانا فعلی پھر اسے چند بار  
 بیع کی تو اس پر ضمانت لازم نہیں مگر اول بار کی اتنی اور قول ضعیف میں لفظ ما کما کا مفید ہے کذا فی الطحاوی لیریم القفیل قبل ما یایدہ صحیح بخاری الکفالات  
 بالذوب اور اگر ضامن ضامن سے رجوع کر گیا قبل خرید فروخت کے تو رجوع صحیح ہے بخلاف ضمانت بلفظ ذوب م یعنی اگر ضامن اس طرح کی کہ ما بالیعت فلانا فعلی اس قبیل بیع  
 اسے ضمانت سے انکار کیا تو صحیح ہے اور اگر یوں کہا کہ اذ اب کب علی فعلی یعنی جو تیرا دین اس پر واجب اور ثابت ہو وہ مجھ پر ہے تو رجوع ضمانت سے صحیح نہیں کیونکہ یہ ضمانت  
 ہے دین متاخر الظہور کی و بخلاف ما غصبک اناس و من غصبک من الناس و بالیک و قتلک و من غصبک و قتلک فانما کفیل فائدہ باطل اور بر خلاف اس قول کے  
 کہ جو تجھے غصب کریں لوگ یا جو شخص لوگوں میں سے تیرا مال غصب کرے یا جو شخص تجھے یا جو شخص تجھے یا جو شخص تجھ کو قتل کرے یا جو شخص تجھ کو قتل کرے  
 تو میں اس کا ضامن ہوں تو یہ ضامن باطل ہے م اس واسطے باطل ہے کہ اشلہ مذکورہ میں یا کفول عنہ کی جہالت ہے یا کفول لکی کقولہ ما غصبک بل ہذہ الدرار فانما  
 ضامن فائدہ باطل حتی لیسبی انسانا بعینہ چنانچہ یوں کہنا کہ جو تجھے غصب کریں اس گھر کے لوگ تو میں ضامن ہوں سو یہ ضامن باطل ہے چہ تک ایک انسان  
 معین کا نام نہ لے م بخلاف اس قول کے کہ جماعت حاضرین سے کہا کہ جو تم لوگ اس شخص سے بیع کرو گے تو میں ضامن ہوں تو یہ ضامن درست ہے پھر جو شخص  
 اس سے بیع کر گیا تو ضامن پر ضمانت لازم ہوگی کذا فی النہر و علقہ بشرط صریح ملائم ای ووافق الکفالات باحد او ثلثہ یا ضامن کی تعلیق ہو بشرط صریح ملائم یعنی  
 وہ شرط جو موافق اور مناسب ہو ضامن کو واسطے اور ثلثہ سے م او علقہ عطفت ہر کان پر یعنی کفالات المال تصح اذا کان المال لیریم صحیح او علقہ بشرط بکو نہ شرط لازم ہو  
 نحو قوله ان استحق البیع او حیدک لم یؤدع او غصبک کذا او قتلک و قتل ابنک و صیدک فعلی الدیہ و رضی بہ مکفول جائز بخلاف ان اکلمک بیع ہونا شرط کا مست  
 ضمانت اس طرح ہے کہ وہ لازم ہونے حتی کی اصل پر شرط ہو یعنی وہ شرط جو مستحق کا سبب ہو چنانچہ یوں کہنا ضامن کا کہ اگر بیع صحیح غیر منکلی یا امانت داری  
 امانت کا انکار کرے یا کوئی چیز تجھ سے غصب کرے یا تجھ کو یا تیرے فرزند کو یا تیرے شکار کو قتل کرے تو مجھ پر دیت ہے اور مکفول یعنی مکفول نہ اس سے  
 راضی ہو تو جائز ہے بخلاف اس شرط کے کہ اگر تجھ کو درندہ کھا جائے تو میں ضامن ہوں م بعضے نسخے میں بجائے صیدک صدیقک ہے اور دیت سے مراد  
 وہ ہے جو قیمت کو بھی شامل ہے اور قتل مخاطب قتل سے خطاب مراد ہے اس واسطے کہ قتل عمد میں حقیقہ کے نزدیک قصاص ہے نہ خون بہا اکل بیع کی شرط اس واسطے  
 صحیح نہیں کہ درندہ مکفول عنہ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا اور اس واسطے کہ اس کا فعل بدیہ او شرط لا مکان الاستیقا انخوان مہر زید فعلی علیہ  
 من الدین ہو یعنی قولہ ہوا می احوال ان زید مکفول عنہ اور ضار بہ او مودعہ او خاصہ جارت الکفالات المتعلقہ بقدمہ لیریم لادار یا شرط ہو امکان استیقا کی یعنی  
 ضامن کو اصل سے حاصل کرنا ممکن ہو چنانچہ اگر زید کے تو مجھ پر وہ دین جو اس پر اور یہی مطلب ہے مصنف کے اس قول کا اور حالانکہ وہ یعنی زید مکفول عنہ ہے  
 یا ضامن کا ضارب یا امانت دار یا اس کا غاصب ہے تو وہ ضامن جو اسکے آنے سے متعلق ہے جائز ہے بسبب قیادہ ہونے ضامن کے ابراہم دین پر او شرط انعقدہ  
 ای الاستیقا انخوان غائب یعنی المصرفی و اشلہ کثیرہ فمذہبہ الشرط الیٰ یوز تعلیق الکفالات بہا یا شرط ہو اسکے تقدیر کی یعنی استیقا دین کے تقدیر کی چنانچہ یوں  
 کہنا کہ زید شہر سے غائب ہو تو اس کا دین مجھ پر ہے اور تقدیر کی مثالین بہت ہیں سو یہ بالکل ہ شرط میں چہ متعلق کرنا ضمانت کا جائز ہے م سجدہ کثیرہ مذکورہ ہے

یہ مثالیں ہیں کہ اگر تیرا مال جو فلاں ہے پر ہر تلف ہو یا وہ مر جائے یا تیرے دین کا وعدہ آوے اور وہ ندمے یا تیرا دین چھوڑ دینے تک نہ دے تو میں ضامن ہوں  
 والاصح ان علققت بغیر ملائم نحو ان ہیبت ما لیریح او جای المطر لانه تعلیق باخطر قبطل ولا یلزم المال ومانی الهدایۃ سو کما مرہ ابن کمال اور ضامن صحیح نہیں  
 اگر اسکی تعلیق ہو شرط غیر موافق سے چنانچہ اگر ہو اپنے یا بندھے آئے تو مجھے ہر کیونکہ یہ تعلیق خطر ہے ہر معنی وجود اسکا بالیقین معلوم نہیں تو ایسی شرط باطل  
 ہوگی اور مال لازم ہوگا ضامن پر اور جو ہدایہ میں ہے وہ سو ہے چنانچہ اسکو ابن کمال نے تحریر کیا ہے مخلصہ ہدایہ یون ہے کہ تعلیق بسبب کج کلمی ہر اگر صحیح  
 نہیں مگر ضمانت صحیح ہے کیونکہ جب کفالت کی تعلیق شرط صحیح ہوئی تو شرط فاسدہ سے باطل ہوگی لانه طلاق اور عتاق کسوق القدیہین کما خلاصہ یہ ہے کہ شرط غیر ملائم کے  
 ساتھ کفالت اصلاح صحیح نہیں ہوتی اور اجل غیر ملائم کے ساتھ فی الحال صحیح ہوتی ہے اور مدت باطل ہو جاتی ہے اور اس مقام میں بہت گنگو ہے اسکا کچھ شرط نہیں  
 سوائے اس خلاصہ کے کہ ذانی الطحاوی نعم یوجہ جلا کفالت و لزم المال للحال فلیفظ بان اگر شرط غیر ملائم کو ضامن ت ضمان قرار دے تو ضمانت صحیح ہوگی  
 اور مال فی الحال لازم ہوگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے مدت قرار دینا اس طرح کہ ضامن کے کہ میں ضامن ہوں تا یہو بسبب کجی مطر والاصح ایضا کما لہ الملکول غیر  
 فی تعلیق و اضافۃ لا تخیر کفالت بما لک علی فلان او فلان قصح و التعمین للمکفول لانه صاحب الحق اور صحیح نہیں ضامنی مکفول عنہ کی ہر حالت سے صحیح تعلیق اور ضمان  
 میں نہ تخیر میں چنانچہ میں ضامن ہوں تیرے اس مال کا جو فلاں ہے پر ہر یا فلاں ہے پر تو تخیر میں یہ ضمانت صحیح ہے اور ایک کا معین کہ لینا مکفول کہ ہے تیار ہیں  
 ہے کیونکہ وہ صاحب حق ہے تعلیق کی مثال یہ ہے کہ اگر تجھے کوئی انسان کوئی چیز غصب کے تو میں ضامن ہوں اور اضافت کی مثال یہ ہے کہ جو لوگوں پر تیرا دین ہے تو  
 اسکا میں ضامن ہوں کہ ذانی الطحاوی نے کہا کہ اس مثال کو اضافت کی مثال ٹھہرانا بلا وجہ ہے اور جو علی نے تعلیق کی مثال کی اسکو عماد میں ضمانت کی مثال  
 میں ذکر کیا ہے اور حالانکہ یہ بھی اضافت نہیں تو شاید اضافت سے زمان مستقبل کی اضافت مراد ہے و اللہ تعالیٰ علم والا کما لہ الملکول لہ و بربطاً اور صحیح نہیں ضامنی مکفول  
 اور مکفول بہ کی ہر حالت سے ہر طرح خواہ تعلیق ہو یا اضافت مکفول بہ سے مراد یہاں نفس ہے نہ مال سوائے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ ہر حالت میں ضمانت نہیں تم  
 لوقال کفالت جلا عرفہ بوجہ لا باسمہ جاز و ای جل اتی بے حلف انہ ہو بری بزاز یہ بان اگر ضامن کے کہ میں ضامن ہوں اس مرد کا جسکا تھو چا تھو ہوں نام  
 اسکا تو ضامنی جائز ہے اور جس مرد کو لادیکھا اور قسم کھا دیکھا کہ یہی شخص مکفول ہے تو وہ بری الذمہ ہوگا ضمانت سے کہ ذانی ابن الزبیر فی السراجیہ قال لقیفہ وہو یخاف علی دابۃ من  
 الذب ان اکل الذب حمارک فانما ضامن فاکل الذب لم یضمن اور سراجیہ میں ہے کہ صاحب خانہ نے اپنے نعمان سے کہا اور حالانکہ نعمان اپنے جانور  
 پر پھیرے سے ڈرتا ہے کہ اگر کھیرے یا تیرا گدھا کھا جائے تو میں ضامن ہوں سو اسکو پھیرے یا کھا گیا تو وہ ضامن نہیں م علت عدم ضمان اکل ذب اکل سبب  
 مذکور ہو چکی نحو ما ذاب ای ثابت لک علی الناس ل و علی احدنم فعلی مثال للافل و نحو ما بالیت بہ احد من الناس معین المتقی چنانچہ جو ثابت ہو تیرا  
 دین لوگوں پر یا کسی شخص پر سو مجھے ہے یہ مثال ہر اول کی یعنی مکفول عنہ کی ہر حالت اور مانند اسکے یہ ہے کہ جو توبیح کرے کسی سے لوگوں میں سے مجھے ہے کہ  
 فی معین المتقی او ما ذاب علیک للناس ل و لاحدنم علیک فعلی مثال للثانی یا جو ثابت ہو لوگوں کا مجھے یا کسی لوگوں میں سے مجھے سو مجھے ہے مثال کی مثال ہے  
 یعنی مکفول کی ہر حالت کی الاصح بنفس حد و قصاص لان الثیابۃ لا تجزی فی العقوبات و صحیح نہیں ضمانت نفس حد و قصاص کی سوائے کہ نیابت جاری  
 نہیں ہوتی عقوبات میں لا کما لہ ایہ نعینہ مستاجرۃ او خدمتہ عبد معین مستاجر لہ ای الخیرۃ لانه یلزم تغیر المعقود علیہ اور ضمانت صحیح ہے معین جانور کی بار بار  
 کی جسکو کر ایہ بار برداری کیواسطے اور نہ ضمانت خدمت گزار کی غلام معین کی جسکو کر ایہ یا خدمت کیواسطے کہ ضمانت میں معقود علیہ کا تغیر لازم آتا ہے  
 م تغیر معقود علیہ اسواسطے لازم آتا ہے کہ جب جانور معین ہوا تو ضامن اسکی تسلیم سے عاجز ہے کیونکہ اسکو قدرت نہیں غیر کے جانور پر اور اگر ضامن نے جانور  
 تسلیم کرے تو مستحق اجرت ہوگا اسواسطے کہ وہ جانور لایا جس پر عقد اجارہ منعقد نہیں کہ ذانی الطحاوی عن ابجر خلاف غیر معین لوجوب مطلق الفعل لا لتسلیم  
 خلاف غیر معین جانور کے اجارہ کے کہ اس میں ضمانت صحیح ہے بسبب واجب ہونے مطلق فعل کے نہ تسلیم کے معنی غیر معین جانور میں مطلق بار برداری ہے



اور ضامن پسر تاہر جو اس طرح سے کہ اپنے جانور پر بوجہ اپنا لادے اور تسلیم پسرو واجب نہیں بخلاف معین جانور کے کہ وہ ان تسلیم واجب ہے نہ بار برداری شایع نے عدم  
وجوب تسلیم سے تعلیل ثانی کی طرف اشارہ کیا ہنسکو ابونصر قطع نے مذکور کیا ہے اس طرح کہ ضمانت محل واجب ہے نہ اس واسطے جائز نہیں کہ جب جانور معین ہو تو موہر بر تسلیم  
جانور واجب ہے نہ بار برداری پھر جب بار برداری کی ضمانت کر جائے تو اسکا ضامن ہوا جو مکفول عنہ پر واجب نہیں لہذا صحیح نہیں اور اگر جانور غیر معین ہو تو وہ ان ایسا نہیں  
کیونکہ وہ ان موہر بار برداری واجب ہے سو اسکا حاصل ہونا ضامن کے منصوبہ ہے لہذا اسکی ضمانت صحیح ہے کذا فی الخطاوی والابحیح قبل قبضہ و مرہون و امانتہ بایمانہا  
اور صحیح نہیں ضمانت معین معین کی قبل اس کے قبض کے اور نہ معین مرہون اور نہ معین امانت کی ہم امور مذکورہ کی ضمانت صحیح نہیں بسبب فقدان شرط ضمانت وہ ہے کہ مکفول  
مضمون ہوا میل پر اس طرح کہ معین مکفول ہے یا اس کے بدل کو اور یہاں ایسا نہیں کیونکہ معین مضمون بالثمن اور مرہون مضمون بالبدین ہے اور امانت کا عدم ضمانت خواہ  
ہے کذا فی النہر فلو تسلیم صحیح فی کل درہم و درہم لکمال تو اگر ضمانت ہو اور مثلہ مذکورہ کے تسلیم کی تو بے ضمانت صحیح ہے کذا فی الدرر اور تزجیح دی ہے اس قول کو کمال الدین نے کہ چونکہ  
تسلیم امور مذکورہ صحیح ہے تو اسکا التزام ضامن کو ممکن ہے کذا فی النہر فلو بلک المتساوی مثلاً لاشی علیہ لکفیل النفس تو اگر تسلیم ضمانت کی صورت میں اجارہ کا جانور یا  
غلام وغیرہ مثلاً ہلاک ہو جائے تو ضامن پر کچھ واجب نہیں حاضر ضامن کے ماذم متاجر یہاں لفتح جم ہے وجہ عدم لزوم یہ ہے کہ جانور وغیرہ کے ہلاک سے اجارہ  
فسخ ہو گیا تو اصل مطالب بالتسلیم نہ اور واجب تو یہاں اجرت پھر دینا ہے اور ضامن اسکا ضامن نہیں اور یہی حکم ہے ہر لاک بیع اور مرہون کا کذا فی الفتح و صحیح ایضاً  
لو مکفول ہر مثلاً کونہ دینا صحیح علی مشتری الا ان یکن صبیحاً محجوراً علیہ فلا یزیم لکفیل تجا لکمل خانیۃ اور بھی ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ بن بوجہ سبب ہونے ثمن کے  
دین صحیح مشتری پر اگر سوت دین صحیح نہیں جبکہ مشتری صغیر محجور علیہ ہو تو اب ضامن پر بھی ثمن لازم ہوگا کما میل کی نسبت سے کذا فی الخانیۃ یعنی جب صغیر محجور علیہ پر  
ثمن مضمون ہو تو اس کے ضامن پر کیونکر لازم ہوگا و کذا الو منصوباً او مقبوضاً علی سوم الشراء ان کمی الثمن والا فهو امانتہ کما مر اور اسی طرح ضمانت  
صحیح ہے اگر مکفول ہر مقبوض یا مقبوض ہر خریداری کی طلب پر بشرطیکہ ثمن معین ہو گیا ہو اور نہیں تو مقبوض مذکور امانت ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی در صورت  
عدم تسمیۃ ثمن ضمانت اسکی صحیح نہیں کیونکہ امانت میں ضمانت نہیں وہی عا قاسداً او بدل صلح عن عدم و صلح و مر خانیۃ اور اسی طرح ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ بیع  
فاسد ہو یا بدل صلح کا خون سے یا عوض ہر صلح کا یا ہر جو کذا فی الخانیۃ و جمعۃ اشیاء مذکورہ کی ضمانت کی یہ ہے کہ یہ چیزیں باطل نہیں ہو جائیں ہلاک ہونے  
یعنی کیونکہ ضمانت قیمت اشیاء مذکورہ ان کے قائم مقام ہوجاتی ہے تو ایجاب ضمان ضامن پر ممکن ہوا لخطاوی نے کہا اولی یہ ہے کہ لفظ مر منسوب ہے یعنی تبادل صلح  
پر عطف ہو کہ جو کہ صلح پر عطف اسکا ہے معنی ہے والا صلح بالاعیان المضمونۃ بنفسہا لا یفر بالابال امانات اور مسائل مذکورہ میں قاعدہ کلیہ ہے کہ ضمانت  
صحیح ہے اعیان مضمونۃ بنفسہا کی نہ اعیان مضمونۃ بغيرہا کی اور نہ امانات کی ہم دریافت کرنا چاہیے کہ اعیان میل پر مضمون ہیں یا غیر مضمون تو اعیان غیر مضمون چنانچہ و معت  
اور مال مضاربت اور شرکت اور عاریت اور متاجر بفتح جیم متاجر کے پاس اور اعیان مضمون یا مضمون بغيرہا میں بی بی و صورت ہلاک ان کی قیمت واجب نہیں چنانچہ  
صحیح قبل القبض کہ مضمون بالثمن ہے اور چنانچہ رہن کہ وہ مضمون بالبدین ہے ہر کفالت اعیان مضمون بغيرہا کی صحیح نہیں یا اعیان مضمون بنفسہا میں بیجے انکی  
قیمت واجب ہے در صورت ہلاک چنانچہ مقبوض اور بیع فاسد کا بیع اور مقبوض علی سوم الشراء تو اسکی کفالت صحیح ہے اور ضامن پر وہ واجب ہے جو  
اصل پر واجب ہے یعنی دفع عین اور اگر عاجز ہو تو قیمت اسکی یا مثل اسکا ضامن پر واجب ہے کذا فی الفتح والنہر مضموناً لصلح الکفالتہ بنومہا بلا قبول  
الطالب او نائبہ و نوافضو لیا فی مجلس العقد اور دونوں قسم کی ضمانتی یعنی مال ضمانتی اور حاضر ضمانتی صحیح نہیں بدون قبول کرنے طالب کے مجلس عقد میں یا قبول کرنے  
اس کے نائب کے اگرچہ نائب وکیل ہو فضولی ہرچہ تو اگر اصل راضی ہو جائے ضمانت سے طالب کے قبول کرنے سے تو ضمانت کا مال اصل سے ضامن بھرے  
اور اگر وہ راضی ہو بعد اس کے قبول کرنے کے تو نہیں لے سکتا اور اگر فضولی عقد ضمانت کی مجلس میں ضامن قبول کرے تو وہ طالب کی اجازت پر موقوف  
ہے اور ضمانتی سے آپ کو نکال سکتا ہے ضامن قبل اجازت کے کذا فی الخطاوی و جز ہا الثانی بلا قبول و بی بی فی در و بزاید واقعہ فی البحر وہ قاسم لائتہ الشیش

Marfat.com



سیدنا ابوالفضل  
محمد بن علی  
رضی اللہ عنہما

لکن نعل المصنف عن لطرطوسی ان الفتوی علی قولہا واخارہ شیخ قاسم ہذا حکم الاشارة اور ابو یوسف نے جائز رکھا ہے ضامن کو بدون قبول کرنے طالب کے اور اسی کا  
فتویٰ ہے کہ ذانی الدر والبرازیہ اور ثابت رکھا ہے اسکو بحر الرائق میں اور یہی قول ہے تینوں اماموں کا لیکن مصنف نے اپنی شرح میں لطرطوسی سے نقل کیا ہے کہ فتویٰ امام اور محمد  
کے قول پر ہے اور شیخ قاسم نے اس کو پسند کیا ہے یہ جینی عدم تحت ضمانت بلا قبول طالب نشا ضمانت کا حکم ہے ولو اخر عنہما بان قال انما کفیل بال فلان علی  
فلان حال غیبتہ الطالب وکفل وارث المریض الملئ عنہ بامرہ بان یقول لریض لوارثہ اکتل عنی باعلی من الیمن فکفل بہ عن غیبتہ الغیرا صحیح فی الصحیحین بلقبول  
اتفاقا احسانا لانا وصیۃ فلو قال لاجنبی المصحیح وقل صحیح شرح الجمع اور اگر ضامن نجرت ضمانت سے اس طرح پر کہ کہہ کہ میں فلا نے کے مال کا ضامن ہوں جو  
فلا نے پر ہے یہ خبر دی طالب کے غائب ہونے کے وقت یا ضمانت کی مریض لدار کے وارث نے مریض کی طرف سے اُس کے اس طرح پر کہ مریض کے اپنے وارث کے  
کہ تو میری طرف سے ضامن ہو اُس مال کا جو مجھ پر ہے سو وہ ضامن ہو یا موجود غائب ہونے ار با ب دیون کے تو ضمانت صحیح ہے دونوں صورتوں میں بلا قبول  
طالب کے باتفاق طرفین اور نزدیک ابو یوسف کے بطریق احسان کے کیونکہ ضمانت مریض مذکور کی وصیت ہے کہ اگر مریض مذکور ضمانت کے واسطے کہے تو ضمانت  
صحیح ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ صحیح ہے کہ ذانی شیخ الجمع م کفالت وارث اس واسطے جائز ہوئی کہ مریض قائم مقام ہے طالب کا اس ضرورت سے کہ مریض  
قاریع الذمہ ہو جائے اور اس میں طالب کا فائدہ ہے تو گو وہ بذات خود حاضر ہے شایع نے تعلیل مسئلہ اولیٰ مذکورہ کی بسبب اُس کے ظاہر ہونے کے اس واسطے کہ  
اخبار عن العقد اخبار ہے اُس کے دونوں رکن سے یعنی ایجاب و قبول سے و فی الفتح الصوۃ اوجہ وخلق انہا کفالتہ لکن یرعیلہ توقفا علی المال لورفع القدرین ہے کہ ضمانت  
اجنبی کا صحیح ہے یا زیادہ تر موجد ہے اور ثابت کیا ہے کہ وہ یعنی ضمانت وارث کفالت ہے نہ وصیت لیکن اُس پر اعتراض وارد ہوتا ہے بوقوف ہونے کفالت کا مال پر اگر کفالت  
ہوتی تو مطلقا جائز ہوتی مال پر بوقوف ہوتی ولولہ مال علی غائب ہل یوم الغریم بامطارہ او یطالہ لکفیل لم ارہ و یغنی علی الہ وصیۃ ان ینظر لعلی انہا کفالتہ اور اگر مریض کا  
مال غائب ہو تو کیا صاحبین کو اُس کے انتظار کا امر کیا جائے یا کیا وہ ضامن سے مطالبہ کرے یعنی اُسکو کسی کتاب میں نہیں کیا اور اُس کے وصیت ہونے پر لائق ہے کہ شخص غائب کا  
انتظار کیا جائے نہ اُسکی کفالت ہونے پر یہ بحث ہے صاحب نہر کی اور صاحب بحر الرائق نے بیان کیا ہے کہ مریض مذکور کی ضمانت طرح ضمانت نہیں ہے اس واسطے کہ صحیح نہیں  
بدون مال مریض کے تا اگر مطلقا کفالت ہوتی تو مطلقا صحیح ہوتی اور وصیت نہیں ہے طرح اس واسطے کہ اگر وصیت ہوتی مطلقا تو شخص صحیح سالم کا امر بھی صحیح ہوتا حالانکہ ایسا  
نہیں و قیدنا بامرہ لان تبرع الوارث بضمانہ فی غیبتہ لایصح وروی الحسن الصوۃ اور قید لگائی رہنے ضمانت مریض میں اُس کے امر کی اس واسطے کہ تبرع وارث کا اُسکی ضمانت میں  
صحیح ہے یون کی غیبت میں صحیح نہیں اور یہی قول معتبر ہے کہ ذانی لاطحا وی اور حسن نے صحت کی روایت کی ہے بدون امر کے بھی بلوغت بعد موت صحیح سراج و لعلہ قول الشافعی للمتر  
اور اگر وارث تصامن ہو ایت کا اُسکی مدت کے بعد تو صحیح ہے کہ ذانی السراج اور شاید کہ ابو یوسف کا قول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ ذانی النہرم مذکور یہ ہو چکا کہ ابو یوسف کے  
نزدیک قبول کرنا شرط نہیں و فی البرازیہ اختلاف فی الاخبار والانشاء فالقول للخبیر اور برازیہ میں ہے کہ دونوں نے اختلاف کیا کفالت کے اخبار اور انشانوں نے میں  
تو خبر کا قول مستند ہے یعنی مدعی اخبار کا اور وہ طالب ہے اس واسطے کہ اصل صحت ہے اور صحت عقد نے یہاں کلام کو اخبار قرار دیا کہ ذانی لاطحا وی ولا تصح بدین ساقط  
ولو من وارث عن میت مفلس الا اذا کان کفیل اور من سراج او نظر مال تصح بقدرہ ابن ملک اور صحیح نہیں ضمانت اُس دین کی جو ساقط ہے وصیت  
مفلس سے اگرچہ ضمانت میت کے وارث کی ہو مگر اس وقت دین ساقط نہیں جبکہ دین میت کا کوئی کفیل ہو گیا ہو اُسکی زندگی میں رہن ہو کہ ذانی المعراج  
یا اُسکا مال ظاہر ہو گیا ہو تو ضمانت صحیح ہوگی بقدر مال مذکور کے کہ ذکرہ ابن ملک سقوط دین میت مفلس دنیا کے احکام میں ہے بسبب ضرورت کے تو بقدر  
ضرورت اُسکی تقدیر ہوگی تو جو کفالت اُسکی حیات میں ہوئی یا اُسے کچھ رہن رکھ دیا تو اب دین اُسکا ساقط نہ ہوگا بسبب عدم ضرورت کے فقہین میں ہے  
کہ ایک شخص نے کفالت کی میت مفلس کی پھر میت کا مال ظاہر ہوا تو بقدر مال کی ضمانت صحیح ہوگی اور حقیقت دین بعد موت قطع الکفالت بان حضرت امیر علی الطریق قلف  
شئی بعد موت لزمہ ضمان المال فی مال و ضمان النفس علی عاقلۃ لثبوت الدین مستند الی وقت السبب و هو الحفر الثابت حال قیام الذمہ بحریا

یست کو دین لایق ہوا اسکی موت کے بعد تو اسکی کفالت صحیح ہر اس طرح پر کہ میت نے کنوان کھودا تھا راہ میں یعنی اپنی غیر ملک میں پھر اس سے کوئی چیز تلف ہوگئی بعد اسکی موت کے تو لازم آوے گا ضمانت مال کا اسکے مال میں اور ضمانت نفس اسکے اہل محارہ اور برادری پر بسبب ثبوت ہونے دین کے بعد کے وقت سے مستند ہو کر اور بسبب کنوان کھودنا ہر جو ثبوت ہر قیام ذمہ کی حالت میں کذا فی البحر و بذاعندہ و صحیحاً مطلقاً وہ بہ قالت الثلثۃ اور یہ یعنی عدم صحت ضمانت دین میت مفلس امام کے نزدیک ہر اور صاحبین نے ضمانت کو صحیح کہا ہر مطلقاً خواہ اسکا مال ظاہر ہو یا نہ ہو اور یہی قول ہر ائمہ ثلاثہ کا ولیعبر بہ احد صحیح اجماعاً اور اگر کسی شخص نے بطریق تبرع ضمانت کی تو صحیح ہر بلاجماع اسواسطے کہ تبرع کا اعماد قیام دین پر نہیں کذا فی الطحاوی ولا تصح کفالت الوکیل بالثمن للموکل فیما وکل بیعہ لان حق القبض بالاصالة فی بیع ضمانتاً لنفسہ اور صحیح نہیں ضمانتی وکیل کی ثمن میں واسطے موکل کے اس چیز میں جسکے بچنے کے واسطے اسکو وکیل کیا اسواسطے کہ قبض ثمن کا حق وکیل کے واسطے ہے بالاصالة تو وکیل اپنی ذات کے واسطے ضمانت ٹھہرے گا اور حالانکہ یہ صحیح نہیں ہم وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ ضمانت رسول صحیح ہر اور تو وکیل بالبیع کی قید اسواسطے لگائی تا وہ صورت نکل جائے جبکہ موکل دوسرے شخص کو وکیل کرے قبض ثمن کا وکیل سے تو اب ضمانت وکیل کی صحیح ہر اور ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ بیع کے وکیل کو ہر کا ضمانت ہونا صحیح ہر کذا فی النہر و مفادہ ان الوصی و انما لا یصح ضمانتھا الثمن عن المشتري فیما باعہ لان القبض لہما و لذلک الوارء عن الثمن صحیح و ضمانت اور تعلیل مذکور کا مفاد یہ ہر کہ وصی اور نذر وقف کا ضمانت ہونا مشتری کی طرف سے اس چیز میں جسکو دونوں نے بچا ہر صحیح نہیں اسواسطے کہ قبض ثمن کا حق انھیں دونوں کے واسطے ہر و لہذا اگر دونوں مشتری کو بری الذمہ کر دین ثمن سے تو صحیح ہر اور دونوں پر ضمانت لازم ہو گا ہم یہ استنباط ہر صاحب نہر اور ہر کا فقہاء کے کلام سے ولا تصح کفالت المضارب لہ مال بہ ای بالثمن لہام و لان الثمن امانۃ عندہما فالضمان تغییر حکم الشرع اور صحیح نہیں مضارب کو ضمانت ثمن کی صاحب مال کے واسطے اس دلیل سے جو وکیل کی ضمانت میں مذکور ہو چکی اور اسواسطے وکیل اور مضارب کی ضمانت صحیح نہیں کہ ثمن مانت ہر وکیل اور مضارب کے پاس تو ضمانت ہونا اجماعاً حکم شرع کا بدل ڈالنا ہر کیونکہ امین پر ضمانت نہیں ہم طحاوی نے کہا کہ امین ہر ناد دون کا بدون قبض ظاہر نہیں اور عدم صحت کفالت کا حکم عام ہر قبض اور عدم قبض سے ولا تصح للشریک بدین مشترک مطلقاً و لو بائث لانه لو صح الضمان مع الشریک یتصور ضمانتاً لنفسہ ولو صح فی حصۃ صاحبہ یودی فی حصۃ الدین قبل قبضہ و ذلک لا یجوز اور صحیح نہیں ایک شریک کو دوسرے شریک کو واسطے ضمانت ہونا یا دین مشترک میں کسی طرح کا اشتراک ہو اگرچہ بطریق ارث کے اشتراک ہو اسواسطے کہ اگر ضمانت شریک کے ساتھ صحیح ہو تو شریک اپنی ذات کا ضمانت ہو یعنی اسواسطے کہ جو قبض یا کثیر مشتری یا ضامن ثمن اور اگرچہ تو شریک اس میں حصہ ضرور ہو گا اور اگر اپنے شریک کے حصے میں ضمانت صحیح ہر تو قسمت دین قبل اسکے مقبوض ہونیکے لازم آتی ہر اور یہ یعنی ضمانت لنفسہ اور قسمت دین قبل قبض جائز نہیں نعم تبرع جائز مالو کا انفقین ہاں اگر شریک بطریق تبرع ضامن ہو گا تو جائز ہر چنانچہ اس صورت میں ضمانت شریک جائز ہر جب ہر ایک شریک عقد بیع جدا جدا ہو ہم جہاں عتقاد امام کے نزدیک اس طرح ہر کہ لفظ بیعت کر رہو اور صاحبین کے نزدیک اس طرح کہ ثمن جدا جدا مذکور ہو تو اب ایک شریک کو دوسرے شریک کے حصے کا ضمانت ہونا صحیح ہر کیونکہ ہر ایک کا حصہ جدا جدا ہو گیا تو شریک باقی نہ رہی ولا تصح الکفالت بالعہدۃ لثبوتہا المراد ہا اور عہدہ کی ضمانت صحیح نہیں کیونکہ عہدہ کی مراد میں شہادہ ہر ہم ضمانت عہدہ اس طرح ہر کہ غلام کو خرید کرے اور ایک شخص مشتری سے عہدہ کا ضمانت ہو اور مشتری اور ضامن اسپر سکوت کر میں بیان نہ کریں کہ عہدہ سے کیا چیز مراد ہر تو ضمانت صحیح نہیں اسواسطے کہ عہدہ کا لفظ اس وقت میں مستعمل ہر جو ملک بائع کا شاہد ہو اور وہ بائع کا ملک ہر تو اگر اسکی تسلیم کا مشتری کیواسطے ضامن ہو تو اسکا ضامن ہوا اسپر قادر نہیں اور شریک ہر عقد میں اور اسکے حقوق اور درک و اختیار شرط میں اور چونکہ عمال سپر قبل بیان ہر سبب جہالت کے لہذا اسکی ضمانت صحیح نہیں ہر اطل ہر کذا فی الطحاوی والا بالاختصاص ہی بخلیص مدیع مستحق لہجہ عہدہ اور نہ ضمانت خلاص کی یعنی ثمن مدیع کے خلاص کو کبھی ضمانت صحیح نہیں ہر مستحق ہر بسبب عاجز ہونے ضامن کے اس سے ہم لو ضمن بخلیصہ و لو بشر ان قدر و الا فیرو الثمن کان کالذکر عینی ہاں اگر بخلیص مدیع کا ضامن ہو اگرچہ بخلیص اسکی خرید کرے سبب ہر اگر قدرت ہو خرید پر اور دین میں تو ثمن مشتری کو پھر سے تو یہ ضمانت مثل ضمانت رکے صحیح ہر کذا فی العینی خاویہ فایہر جسکو شراہ زیادہ کیا

سنی ادوی بکفالت فاسدہ ریح کھنکھ جلع العصبین ثم قال لظہر لو کفل بدل الکتا بلم یصح فرج بما ادى اذ حسب انه مجبر علی ذلک لزمانه السابق واقره المصنف فی حاشیہ کہ کفالت  
نے سبب کفالت فاسدہ کے دین ادا کیا تو مطلوب سے بھرے کفالت صحیحہ کے مانند کذافی جامع الفصولین پھر صاحب فصولین نے کہا اور ظہر اسکی یہ ہے کہ اگر ضمانت کی  
بدل کتابت کی تو صحیح نہیں پس کتابت سے بھرے اس دین کو جو اُسے دیا بشرطیکہ ضامن کو یہ گمان ہو اور کہ میں مجبور ہوں اُسکے لیے پورا اسے اپنی ضمانت سابقہ کے  
اور ثابت رکھا پھر مصنف نے اپنی شرح میں تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے م تو معلوم ہوا کہ اگر ادا کر گیا بلا ظن لزوم دین یا بلا بوقت ضمانت و بجا تو رجوع جائز نہیں و کفالت پھر  
ای ہام المطلوب بشرط قولہ عنی او علی اذ علی و ہر غیر صبی و جہ مجبورین ابن ملک و کفالت کرے مطلوب کے اسے بشرطیکہ مطلوب نے یوں کہا ہو کہ میری طرف سے تو ضامن  
ہو یا اس شرط پر کہ وہ مجھ لازم الادا ہو اور حالانکہ مطلوب صبی مجبور اور ضامن مجبور نہیں کذا صحیح ابن ملک م تو معلوم ہوا کہ صبی یا ذون اور عہد ما ذون کا امر صحیح ہے لائق رجوع و رجوع  
علیہ بما ادى ان ادی یا ضمنہ و الا فہا ضمنہ فان ادی ادا ہو لکن لہ دین بالاداء فکان کالطالب کما لو ملکہ بتا عارث یعنی اگر مطلوب کے امر سے ضامن ہو اور تو مطلوب سے  
بھرے جو اُسے ادا کیا اگر اُسے ضمانت کے موافق ادا کیا اور اگر اُسے ضمانت کے مخالف ادا کیا اس طرح پھر کہ کفول بہ جید تھا سو اُسے روی دیا یا بالعکس تو ضمانت کے موافق بھرے  
اگرچہ اُسے بدتر ادا کیا ہو سبب لکھنے ہونے ضامن کے دین کو سبب لکھنے کہ نیکے تو اب ضامن ہو گیا طالب کے مانند اور چنانچہ اگر ضامن بن کا مالک ہو جائے سبب بہ یا عارث کے  
کذافی یعنی ہم ضامن کے مالک ہونے کی یہ صورت ہے کہ طالب ہر جائے اور ضامن ہر سکا وارث ہو یا طالب نے اُسکا اپنی حیات میں بن مذکور رہا اور یہ ہے کہ کفیل کی واسطے جائز ہے  
اگرچہ غیر مدیون کی واسطے بہ دین جائز نہیں کیونکہ یہاں دین مقول ہو ا کفیل کی طرف بقتضایہ سبب ضرورت کے کذافی الطحاوی ان غیرہ و لیرج لہ بعد الا اذا اجاز  
فی المجلس فرج عادیہ اور اگر غیر مطلوب کے ضمانت کی ہو تو جو مال ضامن دیا ہو اُسکو مطلوب کے بھرے سبب سے تبرہ کے مگر جبکہ مطلوب نے مجلس ضمانت میں ضمانت کو  
جائز رکھا تو مطلوب کے مال مذکور بھرے کذافی العادیہ وجلیۃ الرجوع بلا امر ان یہ الطالب لہ دین و یوکلہ بقبضہ ولو اوجیۃ اور جلیہ بھرنے ضمانت ہلا امر کا یہ ہے کہ طالب لہ دین  
کو دین رہے کرنے اور اُسکو قبضہ میں کا وکیل کرے اپنی جانب سے کذافی اولو البیتہم ولو اوجیۃ میں یہ جلیہ یعنی کفالت نفس مذکور ہر شان سے اشارہ کیا کہ یہ جلیہ  
کفالت مال میں بھی امتداد جاری ہے بعضوں نے کہا یہ جلیہ اُسوقت جاری ہے جبکہ ضامن نے بقدر دین دیا اور یہ ذکر نہ کیا کہ یہ اصل کا دین ہے اور اگر اُسکو اصل کا دین کہل  
دیجائے تو اصل دین سے بری ہو جائیگا پھر یہ جلیہ صحیح ہوگا کذافی الطحاوی لایطالب کفیل امیلا بال قبل ان یودی الکفیل عنہ لان تکلیف بالاداء نعم لکفیل خذ من من  
الاصیل قبل اداۃ خانیۃ اور مطالبہ کرے ضامن اصیل سے قبل اُسکے کہ ادا کرے ضامن اصیل کی جانب سے اس واسطے کہ ضامن اُسکا مالک ہوتا ہوا اگر نیسے بان ضامن  
کوئی چیز گروہ میں لینا اصیل سے قبل ادا مال جائز ہے کذافی الخانیۃ فان لو زعم الکفیل لازمی لازم ہوا الاصل الصیاحی بخلصہ پھر اگر طالب نے ضامن کو وہ بھی پکڑنے  
اصیل کو تا اُسکو وہ چھوڑا دے و اذ اجسہ لہ جسہ و اذا کفل لہ و لم یمن علی الکفیل للمطلوبین من شلہ والا فلا لازمہ و لا جس سراج اور جبکہ طالب ضامن کو قید  
کرے تو ضامن کو مطلوب کا قید کرنا جائز ہے یہ اُس صورت میں ہے جبکہ اُسے ہام مطلوب ضمانت کی ہو اور ضامن پر مطلوب کا دین ضمانت کے مال کے مانند ہو اور  
اگر بلا ضمانت ہو یا مطلوب کا اُس دین ہو تو نہ ملازم ہے نہ جس کذافی السراج و فی الاشیاء اداء الکفیل یوجب براتہما للطالب اور اشیاء میں ہے کہ ضامن کا ادا کرنا  
طالب کو ضامن ادا اصیل کی برادہ کا موجب ہے م للطالب تعلق ہوا اسے ہا و جو فصل کے کذافی الحموی لا اذا احالہ الکفیل علی مدیونہ و شرط برادہ نفسہ فقط اگرچہ ضامن  
طالب کا حوالہ کرے اپنے مدیون پر اور فقط اپنے نفس کی برادہ شرط کرے تو اصیل بری لزمہ ہو گا م مدیون قید نہیں بلکہ مطلق حوالہ بشرط قبول طالب اور حال علیہ  
یسی حکم رکھتا ہے وہی الکفیل با داء الا اصیل اجاعا الا اذ بر من علی اداۃ قبل الکفالت فیہر فقط کما لو حلف بجا اور بری الذمہ ہو گا ضامن اصیل کے ادا کرنے سے  
بالاتفاق مگر جبکہ اصیل گواہ لاوے اپنے ادا کرنے پر قبل ضمانت کے تو فقط اصیل بری ہو گا چنانچہ اگر اصیل قسم کھائیگا کہ میں نے قبل کفالت کے ادا کیا تو فقط اصیل  
بری بری لزمہ ہو گا کذافی لہم مسئلہ کا منع الفقاریین قید سے مقول ہے تو یہ جو ضامن نے ہر الریق کی طرف نسبت کیا ہے سبب سے محل ہے ظاہر ہے مسئلہ مشکل ہے کیونکہ  
مطلوب عمی ہے تو اُسپر کوئی قسم آئے تو تصویر اسکی یہ ہے کہ معنی نے مال کا دعویٰ کیا سو کوئی اُسکا کفیل ہو اور عا علیہ مال کا منکر ہے اور دعویٰ کے پاس گواہ نہیں پھر دعویٰ علی

Marfat.com

قسم کھائی تو ہی بری الذمہ ہوگا کفیل کذا فی الخطاوی ولو ابرأ الطالب الاصلی واخر عنه ای اجله بری الکفیل تعالی الاصلی الا کفیل النفس کما مر اور اگر بری الذمہ  
 کرے طالب الاصلی کو یا اس سے تاخیر کرے یعنی اولے دین کی کچھ مدت مقرر کرے تو ضامن بری الذمہ ہوگا اصل کا تابع ہو کر کفیل نفس بری ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا  
 حاضر ضامن کی بحث میں و تاخر الذمہ تعالی الاصلی الا اذا صلح الکاتب عن قتل العمد بال ثم کفله انسان ثم عجز المکاتب اخذت مطالبته المصلح الی اعتق الاصلی  
 ولو مطالبته الکفیل لآن ائباہ اور تاخر ہوگا مطالبہ دین کا ضامن سے اصل کا تابع ہو کر جبکہ صلح کی مکاتب نے قتل عمد سے بعض مال کے پھر مکاتب کوئی آدمی  
 ضامن ہو پھر عاجز ہو مکاتب بدل صلح کے ادا کرے تو مطالبہ صلح کرنے والے کا یعنی وارث مقتول کا تاخر ہو جائے گا یعنی اصل یعنی مکاتب کے آزاد ہونے تک وارث  
 وارث مقتول کو ضامن سے مطالبہ کرنا بالفعل جائز ہے کذا فی الائباہم خانیہ میں مذکور ہے کہ علت تاخیر مطالبہ تنگ دستی اور افلاس اصل ہے بجز الرائق میں کہا تو معلوم  
 ہوا کہ جب اصل مفسد تنگ دست ہو تو طالب اس سے مطالبہ نہیں کر سکتا اور ضامن کر سکتا ہے اگر وہ مقدر والا ہو کذا فی الخطاوی ولا ینعکس لعدم تبحر الاصل للفرج اور حکم مذکور  
 منعکس نہیں یعنی برات کفیل بابت اصل کی موجب نہیں اور نہ تاخیر عن الکفیل تاخیر عن الاصل کی موجب ہے بسبب تابع ہونے اصل کے واسطے فرع کے نم تو مکفل بالجال ہو جلا  
 ماجل عنہما لان تاخیر علی الکفیل تاخیر علی طالب ان اگر فی الحال مال کی ضامن نہمانت کرے مدت مقرر کرے تو اصل اور کفیل دونوں سے مطالبہ تاخر ہو جائے گا اس واسطے کہ  
 طالب کا مات و ینا ضامن پر اصل اور ضامن دونوں پر ہمت دینا ہے و فیہ بشرط قبول الاصل الا براد و التاجیل لا الکفیل اور کتاب مذکور میں ہے کہ قبول کرنا اصل کا ابرا اور  
 تاجیل کو شرط ہے قبول کرنا کفیل کا م ظاہر ضمیر فیہ بجز الرائق کی طرف راجع ہے جو قبل اسکے مذکور ہے اور حالانکہ یہ عبارت اسپین نہیں بلکہ اسپین نہایت سے یوں مذکور ہے کہ  
 ابرا اصل اور تاجیل اسکے رد کرنے سے پھر تاجیل اور تاجیل اسکی نہیں پھرتی انتہی خلاصہ اسکا یہ ہے کہ ابرا قبول پر ہوتوں نہیں لیکن رد کرنے  
 سے پھر تاجیل کذا فی الخطاوی الا اذا وہبہ او تصدق علیہ و رد قبول کفیل شرط نہیں مگر جبکہ طالب نے اسکو ہبہ کر دیا یا اسپر تصدق کیا تو قبول شرط ہے کذا فی الدرر مہر صورت  
 غنی ہونے کفیل کے ہے اور صدقہ بحالت فقیر ہونے کے قبول اس واسطے شرط ہوا کہ ہبہ اور صدقہ دین میں تسلیط علی المدیون شرط ہے قلت دنی فتادی ابن نجیم اجلہ علی الکفیل ماجل  
 علیہا وعراہ للھاوی القدسی فلیخلف من اکتاہون اور ابن نجیم کے فتادی میں ہے کفیل اور اصل دونوں پر ہمت ہو جاتی ہے اور اس قول کو  
 ابن نجیم نے حاوی قدسی کی طرف منسوب کیا ہے تو یاد رکھنا چاہیے مخطاوی نے کہا یہ قول مستثنی صورت پر محمول ہے یعنی تو مکفل بالحال الخ تو اب متن سے کچھ  
 سناقات نہی دنی القیۃ طالب لادن الکفیل فقال له اصبر حتی یجی الاصل فقال لا تعلق لی علیہ لما تعلق علیک بل براء جاب نعم و قیل لا و ہوا مختار اور قیہ میں  
 ہے کہ صاحب دین نے ضامن سے مطالبہ کیا سوائے کہا کہ صبر کر تا کہ اصل آ جائے سو صاحب دین نے کہا کہ اسپریر کہ تعلق نہیں میرا تعلق تجھی پر ہے کیا اس قول سے  
 اصل بری الذمہ ہو جائے گا جواب دیا کہ ہاں بری الذمہ ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ بری الذمہ ہوگا اور ہی قول مختار ہے مگر وہ مختار ہونے قول مذکور کی نسخ الغفار میں  
 قیہ سے یوں منقول ہے کہ ایسے قول سے نفی تعلق کا ارادہ نہیں کرتے بلکہ نفی تعلق ہی کا ارادہ کرتے ہیں انتہی اور ظاہر امر اس قول سے تصبیق ضامن ہے نہ برات  
 اصل و اذا اجل الدین الموکل علی الکفیل ہوتہ لاجل علی الاصل فلو اداہ وارثہ لم یرجع لو الکفالت بامر الالی اجله خلا فالر فرور اور جبکہ دین موکل حال  
 ہو جائے ضامن پر اسکی موت سے تو حال نہیں ہوتا اصل پر تو اگر ضامن کا وارث اسکو ادا کرے تو اصل سے بھرنے لے اگر کفالت اسکے امر سے ہو مگر اسکی مدت تک  
 یعنی دون آنے مدت کے اصل سے لے نہیں سکتا بخلاف زفر کے کما لاجل الموکل علی الکفیل اتفاقا اذا حل علی الاصل ہے ای ہوتہ ولو تاخیر الطالب اور چنانچہ  
 حال نہیں ہوتا دین موکل ضامن پر بالاتفاق جبکہ دین حال ہو اصل پر اسکی موت سے اور اگر ضامن اور اصل دونوں مر گئے تو طالب مختار ہے کذا فی الدرر یعنی اسکو اختیار  
 ہے چاہے ضامن کے مزد سے لے چاہے اصل کے صلح احد ہمار بل مال عن الفلذین علی نصفہ مثلا بربا الا ان المسلمہ مرتبہ اصل یا کفیل نے صلح کر لی  
 صاحب مال سے ہزار درم دین کی صلح کی اسکے نصف پر مثلا یعنی بعض دین پر صلح کی تو دونوں بری الذمہ ہو گئے مگر صلح کا چار صورت کو محتمل ہے ہم ایک صورت  
 ہے کہ دونوں کی برات صلح میں شرط کی فقط اصل کی برات شرط کی صکت واقع ہو برات سے ہم فقط کفیل کی برات شرط کی مخطاوی نے کہا بلکہ مسئلہ ششم ہے یعنی

کے لفظ تاجیل  
 کے لفظ تاجیل  
 کے لفظ تاجیل  
 کے لفظ تاجیل



ان صورت کو محمل ہے چار صورتیں باعتبار صلح امیل کے اور چار باعتبار صلح کفیل کے فاذا شرط براتھا او برات الاصل او سکت بریا تو جبکہ دونوں کی برات شرط کی صلح میں یا برات امیل یا برات سے سکوت کیا تو دونوں بری الذمہ ہو گئے واذا شرط براتہ الکفیل وحصہ کانت فخاللکفالتہ الاستطالاصلاصل الدین اور جبکہ صلح میں فقط کفیل کی برات شرط کی تو فیسخ رضانت کا نہ استطاق امیل دین میں فسخ کفالت استقر دین میں جو صلح واقع ہوئی مثلاً نصف دین نہ کل دین میں فیبر او موحدہ عن خمسائہ دون الاصل فقیلہ لالف فرج علیہ الطالب خمسائہ والکفیل خمسائہ لو بامرہ فقط کفیل کی برات میں فقط کفیل ہی بری الذمہ ہوگا پانسو امیل تو امیل پر ہزار باقی رہینگے اگر طالب امیل سے پانسو بھرے اور کفیل سے پانسو بھرے اگر رضانت امیل کے امر سے ہوئی ہو و لوصاح علی جنس آخر برص بالالف کما مر اور اگر کفیل نے صلح کر لی طالب سے کئی مری جنس مثلاً بیوض دین کے کپڑا یا کو کفیل امیل سے ہزار دین بھرے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم ہزار اس واسطے لیا کہ وہ ہمارے دین کا مالک ہو گیا صلح الکفیل الطالب علی شیء لیبر من الکفالتہ لم یصح الصلح ولا یجب للمال علی الکفیل غایبہ وہو باطلہ لایصح الکفالتہ بالمال والنفس بصریح کی خاصیت طالب سے کسی چیز طالب کو رضانت سے بری الذمہ کرنے تو صلح صحیح نہیں اور کفیل پر مال صلح کا واجب نہیں کذا فی الخائینہ وروہ یعنی عدم صحت صلح بسبب اپنے اطلاق کے مال ضامنی اور حاضر ضامنی دونوں کو شامل ہے کذا فی البحر کفالت میں عدم صحت صلح بالاتفاق ہے تو اگر ضامن طالب کو دس دین شراعتی تھا اسکو حاضر ضامنی سے بری الذمہ کرے تو اسکو عوض لینا باتفاق روایات مسلم نہیں اور اسکی برات میں کفالت کے دور دو امین ہیں کذا فی البحر والنہر قال الطالب للکفیل برت لی من المال لندی کفالت یہ صلح الکفیل للمال علی المطلوب ذاکانت الکفالتہ بامرہ لاقرارہ بالقبض علی طالب نے نہ صلح کر برت لی یعنی تو بری الذمہ ہو چکا تھو تکس مال سے جس کا تو ضامن ہوا تھا تو ضامن مطلوب کے مال بھرے جبکہ رضانت مطلوب کے امر سے ہوئی ہو بسبب قرار کرنے طالب کے قبض مال کا ضامن ہے م اقرار قبض کا حکمنا ہے برت لی کی ترکیب سے اس واسطے کہ فقط الی موضوع ہوا تھا اسے غایت کیواسطے اور تکم صاحبین منتمی ہے اس ترکیب میں تو ضرور ہے کہ نہ ہی کیواسطے بتطامی ہو سو یہاں ابتدا نہیں مگر کفیل مخاطب کے کلام سے برات مال سے ثابت ہوئی جسکی ابتدا کفیل سے ہے تو گویا طالب نے دین کہا کہ تیرے مجھ کو مال دیا تو اب طالب ضامن اور امیل سے نہیں لے سکتا تو ضامن امیل سے مال مذکور نہ لے گا و اسد عدم و مفادہ براتہ المطلوب للطالب قرارہ کہ کفیل اور فاذا تعلیل برات مطلوب ہے طالب کی طرف سے بسبب کے اقرار کے ضامن کے مانند یعنی طالب کا مطالبہ مطلوب ہے تو چونکہ نہیں ہو سکتا بسبب قرار قبض کے کفیل سے کیونکہ ایک دین و ہا رہیوں نہیں ہوتا و فی قولہ للکفیل برت بلا الی او ابراہیم لارجوع کقولہ انت فی حل لائہ ابراہیم الاقرار بالقبض اور طالب کے دین کتنے میں کفیل سے کہ برات بدون لفظ الی یعنی تو بری ہو گیا یا میں نے بھگو بری کر دیا رجوع نہیں یعنی کفیل مطلوب کے مال نہیں لے سکتا چنانچہ اس قول میں رجوع نہیں کہ انت فی حل یعنی تو ضامنی در کشادگی میں ہے کیونکہ یہ بری کر دیا ہے طالب کی طرف سے نہ اقرار قبض مال کا م برت محمل ہے ہر لے طالب اور دے کفیل کا تو رجوع ثابت نہیں ہو سکتا بسبب شک کے اور ابراہیم تک میں تو صاف ابتداء استطاق ہے نہ اقرار قبض کا کیونکہ تکلم نے فعل کو اپنی ذات کی طرف نسبت کیا اور کفیل مالک دین نہیں ہوتا مگر ایسا ہے تو اس لفظ میں بالاتفاق رجوع نہیں مگر طالب نے دین کو مطلوب سے لیا کیونکہ اس نے تو فقط کفیل کو بری الذمہ کر دیا ہے نہ مطلوب کو اور انت فی حل استطاق ہے باجماع ائمہ اربعہ کیونکہ لفظ حل برات بالابراہیم مستعمل ہے نہ براتہ بالقبض میں کذا فی المطاوی خلا قالابی یوسف فی الاول ای برات فانہ جملہ کالاول علی فی قولہ ہو قول الامام واخبارہ فی الہدایۃ و ہوا قرب الاصلین فکان اولی نمر عنہ بالعیانۃ بخلاف ابو یوسف کے لفظ اول میں یعنی برت میں اس واسطے کہ ابو یوسف نے برت کو لفظ اول یعنی برت الی کے مانند کہا ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ امام اعظم کے قول ہے کہ اول ہر ایہ میں اسی کو پسند کیا ہے اور وہ یعنی ابو یوسف کے قول اول قرب لایحالیہن ہے تو وہی بہتر ہے کذا فی النہر عن العنایمہ دو مثال یعنی برات استیفا اور برات استطاق و اجماع انہ لو کتبہ فی الصک کان اقرارہ بالقبض علی بالعرف اور اجماع علماء ہر کہ اگر طالب لفظ برات کو کاغذ میں لکھیں گے تو یہ قبض مال کا اقرار ہوگا ہر عمل بالعرف کے ہم یہ راجح ہے مسئلہ خلا فی کی طرف یعنی اگر لفظ برات طالب لکھ دیا تو ضامن در اہم رضانت سے بری ہو جائیگا بالاتفاق اس واسطے کہ عرف میں کتابت نہیں مگر ایسا ہے مال کے بعد تو کتابت اقرار ٹھہر گئی کذا فی المطاوی و ہذا کلمہ مع خبیثۃ الطالبین مع حضرت یحییٰ فی البیان مرادہ اتفاقا لانه اجل وریہ یعنی جو تفصیل مسائل ثلاثہ کی مقدم ہو چکی طالب کے غائب ہونے کے ساتھ ہے اور اس کے حاضر ہونے کے ساتھ اس کی طرف رجوع ہوگی اس کے بعد کے بیان میں

بالاتفاق کیونکہ اسکا کلام محل ہے یعنی طالب سے پوچھا جائیگا کہ تو نے قبض مال کا ارادہ کیا ہے یا نہیں اور یہ لفظ بحر الرائق میں نہایت سے اور فتح القدر میں بلفظ قبل مذکور ہے کذا فی  
الطحاوی مثل الکفالت الحوائج اور ما نذ کفالت کے حوالہ ہے یعنی اگر محال نے محال علیہ سے کہا کہ برت لی تو محال علیہ محال سے مال بھر لے گا اور اگر ابراہیم کیسکا تو رجوع نہیں  
اور اگر برت کے کافق تو اس میں اختلاف ہے و بطل تعلیق البراءة من الکفالت بالشرط الی غیر الملام علی ما اشارہ فی النسخ والمراج و اقراء المصنف ہنا و فی التفرقات  
لکن فی التفرقات الزلیعی وغیر ترجیح الاطلاق اور باطل ہے تعلیق براءت کی کفالت سے شرط غیر موافق پر بوجہ اختیار فتح القدر اور مروج کے اور اسی قید کو مصنف نے  
نے یہاں ثابت رکھا ہے اور تفرقات میں لیکن نہ اتفاق میں ہے کہ ظاہر کلام زلیعی وغیرہ سے ترجیح اطلاق نکلتی ہے یعنی بہر صورت تعلیق باطل ہے خواہ شرط موافق ہو  
یا غیر موافق شرط غیر ملام وہ شرط محض ہے جو جبین طالب کو قائمہ نہیں چنانچہ دخول و ارادہ بھی خدا اور شرط ملام چنانچہ استیفاء بعض مال یا تحیل بعض قید کفالت  
المال لان فی کفالتہ النفس تفصیلاً مذکور فی الخاتیمہ مصنف نے بطلان تعلیق براءت میں کفالت مال کی قید لگائی اس واسطے کہ کفالت نفس میں وہ تفصیل ہے جو  
خاتیمہ میں مذکور ہے مصنف نے قید کفالت مال میں مذکور نہیں کی تو یہ مطلب ہے کہ اثنائے مسائل کفالت میں اسکا ذکر کرنا بجا سے تعبیر ہے و اللہ اعلم خاتیمہ میں  
تفصیل مذکور ہے کہ جب حاضر ضامن کی براءت معلق بشرط ہو تو اسکی چند وجوہ ہیں ایک وجہ ہے کہ براءت جائز اور شرط باطل چنانچہ طالب نے کفیل نفس کو بری  
کیا تو اس درم دینے کی شرط پر اور دوسری وجہ یہ کہ براءت اور شرط دونوں جائز ہیں چنانچہ ایک شخص مال ضامن اور حاضر ضامن ہے سو طالب نے کفیل سے کہا کہ  
اگر تو مال سے تو حاضر ضامن سے بری ہو جاوے اور تیسری وجہ یہ کہ براءت اور شرط دونوں جائز نہیں چنانچہ فقط حاضر ضامن سے طالب نے یہ شرط کی کہ طالب کو وہ  
مال ہے اور شرط ہے اسکا پھرنے تو یہ باطل ہے کذا فی الطحاوی عن المنع مخلصاً لا یتسر واصیل علی ادی الی کفیل بامرہ لیدفع الی الطالب ان لم یعطہ طالبہ پھرنے  
اصیل اس مال کو جو اس کفیل کو جو ضامن ہوا اصیل کے امر سے اس واسطے کفیل کو دیا یا کفیل وہ مال طالب کو ہے اگرچہ کفیل مال مذکور اسکے طالب کو نہ دے م  
اور جو کفیل طالب کو نہ دے تو بھی اصیل کو نہیں پھیر سکتا اس واسطے کہ ضمانت بامر اصیل سے دو دین ثابت ہوتے ہیں ایک دین طالب کفیل پر اور دوسرا دین  
کفیل کا اصیل پر کن دین طالب کا حال اور دین کفیل کا موجد وقت اسے ہے تو جب بعد وجود سبب اداسے دین میں اصیل عیلت کریگا تو اداسے صحیح ہوگا اور کفیل اس کا  
مالک ہو جائیگا اصیل اسکو پھیر نہیں سکتا کذا فی شرح الوقایہ لہذا عن الادار لو کفیل بامرہ والاعمل لانه جینئذ یلک لاسر واد بقرہ المصنف لکنہ قدم قبل  
بما لفظ ظہر اور کچھ عمل کریگا تو کنا اصیل کا اداسے دین سے اگر وہ ضامن ہوا اصیل کے امر سے اور اگر ضمانت بامر اصیل نہیں تو اسکا روکنا عمل کریگا اس واسطے کہ  
اصیل اس وقت میں اسر واد کا مالک ہے کذا فی البحر اور ثابت ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں لیکن شرح مذکورہ میں قبل اسکے اس مضمون کو مقدم کر چکا ہے جو اسکے  
مخالف ہے تو اسکی تحریر کرنا چاہیے ہم طحاوی نے کہا کہ جب صاحب نہر اور جو بھی بحر الرائق کے قول کو ثابت رکھا تو اب اسکے مخالف قول کا کچھ اعتبار نہیں یعنی اب تحریر کی  
کچھ حاجت نہ رہی وان سجد الکفیل ہ طالب لہ لانه نہر مالکہ حیث قبضہ علی وجہ الاقتضاء فلو علی وجہ الرسالہ فلا تحضہ امانہ خلافاً للثانی اور اگر مال مذکور میں کفیل  
کو نفع حاصل کریگا تو اسکو حلال طیب ہے کیونکہ نفع مذکور اسکے مال کی زیادتی اور بڑھوتی ہے بشرطیکہ کفیل نے مال کو بوجہ اقتضاء قبضہ کیا ہو تو اگر بوجہ  
رسالت قبضہ کیا ہو تو نفع اسکو حلال نہیں کیونکہ وہ مال خالص امانت ہے بخلاف ابو یوسف کے م قبض بطریق اقتضا کی یہ صورت ہے کہ اصیل کفیل سے کہے کہ  
میں ڈرنا ہوں کہ کہیں طالب مجھ سے اپنا حق نہ لے لے اس مال کو قبل اپنے ادا کرنے کے اور قبض بوجہ رسالت اس طرح ہے کہ اصیل کفیل سے کہے کہ یہ مال لے  
اور طالب کو دے اور اگر اصیل نے بیان اقتضایا رسالت سے سکوت کیا تو بطریق اقتضایا ہی واقع ہوگا پھر جب قبض بطریق اقتضایا ہوگا تو منفعت کفیل کو حلال ہے  
خواہ کفیل طالب کا دین ادا کرے خواہ اصیل کذا فی الطحاوی و ندب ر وہ علی الاصل اذا قضی لہ بنفسہ و ر فیما تعین بالتعین کحفظہ لا فیما  
لایعین لفقو فلا یندب اور مستحب ہے منفعت کا پھیر دینا اصیل کو جب کہ اصیل بذات خود دین ادا کرے کذا فی الدرر اس دین میں پھیر دینا مستحب ہے جو تعین  
پر ہوتا ہے تعین کر نیسے چنانچہ گویا نہ اس دین میں جو تعین سے تعین ہوتا ہے چنانچہ فقو تو وہاں رد کرنا مستحب نہیں م جامع صغیر میں استجاب

روکے واسطے ادائے اخیل کی قید مذکور نہیں لیکن زور کی عبارت مہم ہو خلاف مقصود کے کذا فی الخطاویٰ ہے آنجناب کی یہ ہے کہ اس میں خبث آگیا ہو بسبب شقاق ہونے سے من  
 مطلوب کے لیکن حاکم کے پھر وادینے پر خبر نہیں کر سکتا کذا فی الزہر و لورده بل لطیب اللامیل الاشمہ نعم ولو ضیا عنایہ اور اگر تقدیر کی منفعت کیفیل اخیل کو پھیرے تو کیا اخیل کو  
 وہ حلال طیب ہو یا نہیں قول اشمہ ناہق یہ ہے کہ ہاں حلال طیب ہو اگرچہ اخیل غنی ہو کذا فی الفنا فی الادل الاخیل کیفیل بعیع العینۃ اسی مع العین بالبرج السنیتہ لبیعہا المستقرض  
 باقل لیقضیہ وینا اخترعہ کاتہ الربا و ہو مکروہ مذموم شرعاً لما فیہ من الاعراض عن ہرہ الاراض انکر کیا اخیل نے اپنے ناس کو بیع العینۃ کا یعنی بیچا عین کا ادھار فائدہ دے کر  
 تا قرض لینے والا اسکا ثمن اول سے کتر بچے لے تا وہ اپنا دین ادا کرے بیع العینۃ کو سود و خوارون نے ایجاد کیا ہے اور وہ بیع شرع میں مکروہ اور مذموم ہے کیونکہ اس میں قرض  
 دینے کے احسان سے روگردانی ہر دم عینہ بکسر عین جملہ عمارت ہر سلف سے اسکو بیع العینۃ اسواسطے کہا کہ اس میں میلان ہر دین سے بیع العین کی طرف سکیں نے کہا عینہ  
 شتی ہر عین سے بیع العین بالبرج کی صورت یہ ہے کہ دس روپیہ کی قیمت کا کپڑا پندرہ روپے کو ادھار بیچے منفعت حاصل کرنے کے واسطے پھر وہ مشتری وہ کپڑا  
 دس روپے کو بیچے اور پانچ روپے کا نقصان اٹھاوے اور بعضوں نے کہا صورت اسی ہے کہ عین خرید کرے زیادہ تر اسکی قیمت سے تا اس ثمن سے کتر کو بیچے  
 غیر بائع کے ہاتھ پھر بائع اول شخص غیر سے بھوس اتنے ثمن کے لئے جتنے کو غیر نے خرید کیا اور بائع اول شخص غیر کو کتر ثمن سے اور غیر شخص مشتری مدیون کو سے مثلاً زید نے دس  
 روپیہ کی قیمت کا کپڑا خالد کے ہاتھ بیس روپے کو ادھار بیچا پھر خالد نے محمد کے ہاتھ دس روپے کو بیچا پھر محمد نے زید سے دس روپے کو خرید کیا اور دس روپیہ اسکو دیے  
 محمد نے وہی دس روپے خالد کو دیے تو سلسلہ شخص غیر اسواسطے فرض ہوا تا خرید کرنا بائع کا کتر ثمن اول سے قبل از نقد ثمن لازم نہ آئے اسی طرح بیع العینہ کی چند صورتیں اور بھی  
 ہیں محمد نے کہا کہ یہ بیع ہر سے دل میں پہاڑوں کے برابر ہے اسکو مؤخر خوارون بیع اخترع کیا ہے اور شارع علیہ السلام نے اسکی مذمت کی ہے سو فرمایا کہ اذا تبایعتم بالعیۃ و اتبعمتم  
 انتاب البقرۃ للتم و ظہر علیکم عدوکم یعنی جب تم خرید و فروخت بطریق بیع العینہ کے کرو گے اور بیلوں کے دو من کچھ بیچو تو گنہ گار بنو گے یعنی میں مشغول ہو کر جہاد کر رہے ہوں گے تو ذلیل  
 ہو جاؤ گے اور تمہارے دشمن یعنی کفار پر غالب بنے اور ابو یوسف نے کہا کہ بیع مکروہ نہیں کہو کہ اکثر صحابہ ایسا کیا ہے کمال الیدین فتح القدر میں کہا کہ بیع اول میں یہ آتا ہے کہ جکوا نافع  
 اخراج کرنا ہر اگر سے ایسی صورت کی بیع کی جہیں وہ چیز سب یا بعض نافع کیطرح عود کر آئی جیسے کپڑے کا عود کرنا پہلی صورت میں اور چنانچہ یہ صورت کہ پندرہ روپے قرض  
 دینے سے پھر اسکے ہاتھ دس روپے کا کپڑا پندرہ روپے کو بیچا اور پندرہ روپے جو قرض دینے سے پھر لے تو نافع سے خارج نہوے مگر دس اور جو خارج ہوا تھا اس میں بعض پھر کیا  
 تو ایسی بیع مکروہ ہے یعنی مکروہ تحریمی اور اگر عین بیع اسکی طرف راجع ہوئی تو اس بیع میں کراہت نہیں مگر خلاف اولیٰ ہے شیخ الاسلام مفتی ابو سونے کہا کہ جو فتح القدر میں مذکور ہے  
 وہ توفیق بین القولین کی صلاحیت رکھتا ہے اس طرح کہ قیل محمد کراہت بیع العینۃ اس صورت پر محمول ہے جبکہ نافع کیطرح کل یا بعض عین پھر آوے اور قول ابو یوسف بعدم  
 کراہت اس صورت پر محمول ہے جبکہ نافع کیطرح کچھ عود کرے اسی طرح حدیث بھی سی صورت پر محمول ہے جس پر محمد کا قول محمول ہوا تواب و دشبہہ ساقط ہو گیا کہ ابو یوسف بیع العینۃ  
 کی عام کراہت کے کیونکر قائل ہوے باوجود اس حدیث کے جو کہ تخفی ہر مذمت کی واسطہ اعلم کذا فی الخطاویٰ ہم فتح القدر میں مذکور ہے کہ جب نافع کیطرح وہ عین جو اسکے ہاتھ سے  
 خارج ہوئی عود کرے تو وہ بیع صحیح ہے بیع العینۃ ہوگی کیونکہ وہ ماخوذ ہے عین سے جو سے بیع نافع عین سے والہا بیع بیع العینہ سے جافعل الکفیل ذلک بالمبیع الکفیل و زیادۃ  
 الراجح علیہ لانا العاقو لا شئی علی الامر لانہ اماضمان الخسران او ذکیل محمول و ذلک ناظر ہے فیقینے ویسا ہی کیا یعنی ہر جہاں بیع بطریق بیع العینہ سے خرید کی تو بیع مذکور کفیل  
 کے واسطے ہے اور زیادتاً منفعت کی جو باہر کو حاصل ہوئی اسکی منفعت کفیل ہی ہے کیونکہ کفیل ہی عاقد ہے اس بیع کا اور کچھ لازم نہیں اخیل کر کرنے والے پر کیونکہ وہ یا ضمانت  
 ہے نقصان کی یا جمول کی توکیل ہے اور وہ یعنی ضمان نقصان یا توکیل جمول باطل ہے ہم خلاصہ یہ ہے کہ یہ صورت کفالت فاسدہ یا وکالت فاسدہ کیطرح راجح و ضمان خسران اسواسطے  
 باطل ہے کہ ضمان نہیں ہوتا مگر مضمون کا اور نقصان کسی پر مضمون نہیں تو اگر بائع بازار میں گئے مشتری کے جو نقصان بھگول لاجتی ہوا وہ پھیرے یا غلام کے خریدار سے کہے کہ اگر غلام  
 بھاگ گیا تو وہ پھیرے تو جائز نہیں وکالت فاسدہ کی وجہ یہ ہے کہ مقدار بیع اگر مضمون مذکور نہیں کفیل عن بطل یا ذاب لہ اذ ہا قضی لہ علیہ و ہا لزمہ عجاۃ الدرر لزم  
 بلا ضیرونی المہدیۃ و ہذا ما ضاریدہ استقبال کقولہ اطال المدتی تا کہ ضامن ہوا ایک مرو کی طرف سے اس مال کا جو کفول لہ کیواسطے ثابت اور واجب ہوا اس مروی یعنی

و اگر بیع اس صورت میں ہو گیا  
 بیع عینہ میں اسکی بیعت اور  
 بیع عینہ میں اسکی بیعت اور  
 بیع عینہ میں اسکی بیعت اور  
 بیع عینہ میں اسکی بیعت اور  
 بیع عینہ میں اسکی بیعت اور  
 بیع عینہ میں اسکی بیعت اور  
 بیع عینہ میں اسکی بیعت اور  
 بیع عینہ میں اسکی بیعت اور  
 بیع عینہ میں اسکی بیعت اور  
 بیع عینہ میں اسکی بیعت اور  
 بیع عینہ میں اسکی بیعت اور  
 بیع عینہ میں اسکی بیعت اور

یعنی اصل پر یا اس مال کا ضامن ہو جس کا قاضی اہم حکم کرے یا جو مال کہ اسکو لازم ہو اور کی جہالت میں لفظ لازم بدون ضمیر کے ہر اور ہر ایہ میں ہر کہ یہ یعنی لفظ قیاب اور  
فرضی یعنی ہر اور مراد اس کے مستقبل ہر چنانچہ اطال لہذا بقا کہ میں غائب لا اصیل فیہ من المدعی علی الکفیل ان لہ علی الاصل کذا لہم تبصیر ہا نہ ہی فیضا الغائب یعنی  
علیہ فیہ تبصیر لہذا اصیل پھر ضمانت مذکورہ کے بعد اصیل غائب ہوا سو مدعی نے ضامن پر گواہی ثابت کیا کہ مدعی کا اصیل پر اتنا مال ہر تو گواہی اسکی مقبول ہوگی جب تک  
کہ اصیل غائب حاضر نہ ہو پھر جب وہ آجگا تو اس پر مال مذکور کا حکم دیا جائیگا پھر ضامن پر مال نہ لایا لازم آوے گا با تبصیر اصیل ہم وہ اسکی یہ ہر کہ کفیل نے اس مال کا التزام کیا جو پھر  
قاضی ضمانت مستقبل میں حکم کرے یا جو اصیل پر واجبہ وراثت ہو زمان آئندہ میں تو یہ ضمانت ہر اس مال کی جو اصیل پر ثابت ہو بعد عقد کفالت کے نہ قبل کفالت کے اور  
مدعی کا دعوی مطلق ہر کیونکہ اسنے وجوب مال بعد کفالت کا تعرض نہیں کیا بلکہ محتمل ہر کہ قبل کفالت کے واجب تھا اور وجوب قبل کفالت تحت کفالت داخل نہیں تو  
دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی سموع نہیں کذا فی الطحاوی عن الانتانی وان برہن ان لہ علی یہ الغائب کذا ان المال ہر موالی الخ اکثر کفیل قضی بالمال علی الکفیل فقط اور  
اگر مدعی نے گواہی ثابت کیا کہ اسکا زید غائب پر اتنا مال ہر اور وہ یعنی شخص حاضر ضامن ہر غائب کا تو فقہ ضامن پر مال کا حکم کیا جائیگا ولو راو با مرہ قضی علیہا لکن کفیل  
الوجع لان الکفیل ہر اتنا مال مطلق فاکن اثبات بخلاف ما تقدم اور اگر مدعی نے قول مذکور میں اتنا زیادہ کہا کہ شخص حاضر ضامن ہر غائب کا اس کے امر سے تو ضامن اور  
تو یہ غائب دونوں پر مال کا حکم کیا جائیگا تو اب ضامن کو مال کا پھر لینا اصیل غائب سے جائز ہر اس واسطے گواہی سموع ہوئی کہ کفیل یہ بیان یعنی مسئلہ ثانیہ میں  
مال مطلق ہر تو اسکا اثبات ممکن ہر بخلاف ما تقدم کہ ہم گواہی یہاں مقبول ہوئی نہ مسئلہ مقدمہ میں اس واسطے کہ وہاں کفیل بہ مال مقید ہے یعنی جو مال کہ ضامن  
پر بعد کفالت کے ثابت ہو اور دعوی مدعی کا مطلق تھا تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی مقبول نہ ہوئی اور یہاں کفیل بہ مال مقبول ہر اور مال کا دعوی بھی مطلق ہر  
تو دعوی صحیح ہوا لہذا گواہی مقبول ہوئی کیونکہ وہ صحت دعوی پر مبنی ہر دعوی نے کہا کہ اگر یہ نضا علی الغائب ہر مگر یہ کہ حکم ضمنی ہے اور اکثر شئی نہیں اتنا ثابت  
ہوئی ہر اور قصد اثبات نہیں ہوتی کذا فی الطحاوی وغیرہ حیثہ اثبات الدین علی الغائب اور یہ یعنی مسئلہ ثانیہ جلد ہے اثبات دین کا غائب پر یعنی ضمنی

کفالت غائب پر دین ثابت ہر وجاہ ہر ولو خاف الطالب موت الشاہد تراضع مع رجل ویدعی علیہ مثل بندہ الکفالت فی فقر الرجل بالکفالت وینکر الدین فیبر من المدعی  
علی الدین فیقضی بہ علی الکفیل والا صیل ثم یبرأ الکفیل فبقی المال علی الغائب وکذا الحوائج و ما من فی الفتح والبرہر اور اگر الطالب یعنی صاحب دین شاہد کے مرجع سے  
پورے تو موافقت کرے کسی مرد کے ساتھ اور اس پر کسی طرح کی کفالت یا اللہ کا دعوی کرے پھر وہ کفالت کا اقرار کرے اور دین کا منکر ہو جائے پھر مدعی گواہی  
دین ثابت کرے تو دارالقضا میں ضامن اور اصیل پر ثبوت دین کا حکم کیا جائیگا پھر مدعی ضامن کو بری الذمہ کرے تو غائب پر مال باقی رہیگا اور اسی طرح کفالت  
کے مانند حوالہ ہر اور پول بیان اسکا فتح القدر اور بحر الزائق میں ہر کفالت بالدرک تسلیم منہ لم یبع کفالت بالدرک تسلیم ہر واسطے بیع کی جانب کفیل سے مدعی  
جسے ثمن کی ضمانت کی در صورت تحقیق بیع تو اسنے تصدیق اور اقرار کیا کہ بیع بائع کی ملک ہر تو اگر بعد اس کے یہ دعوی کہو لگا کہ بیع مذکور میری ملک ہو تو  
دعوی اسکا سموع نہوگا کیونکہ کما تقدم علی الکفالت ملک بائع کا اقرار ہر اس کے بیع کے وقت تو بعد اس کے اپنے ملک کا دعوی صحیح نہیں کذا فی الطحاوی کشفة فلا دعوی  
لہ مانہ شفعہ کے پھر اسکا دعوی نہیں یعنی کفالت بالدرک تسلیم ہر شفعہ کی تو اگر ایک شخص شفعہ ہو ایک جو علی کا اور جو علی کا مالک ہو سکتی ہے اور شفعہ در صورت تحقیق  
بیع ثمن کا ضامن ہو تو اب شفعہ کا دعوی کرنا بعد ضمانت مذکورہ کے صحیح نہیں لکن شہادتہ فی حکم کتب فیہ باع ملکہ او باع بیعانا فذبا ما فاذ تسلیم البیعا چنانچہ  
اپنی گواہی لکھنا اس کا خد میں حسین یہ لکھا ہر کہ بائع نے اپنی ملک سچی یا بیع نافذ لازم کی تو یہ شہادت بھی تسلیم اور تصدیق ہر ملک بائع کی کما لہ شہد بالبیع عندہ لکن  
قضی بہا اولیٰ چنانچہ یہی ملک بائع کی تصدیق ہر اگر گواہی مدعی کی حکم کے نزدیک حواہ حکم نے گواہی کے بموجب حکم دیا ہونہ و یا ہوم موی نے نقل کیا اگر گواہی  
بیانغا بیع کا اقرار ہر اتفاق روایات لایوں تسلیم شہادتہ فی حکم بیع مطلق عاذا کر تسلیم نہوگا اپنی گواہی کا لکھنا اس بیع کے کا خد میں جو مطلق ہر  
بیود مذکورہ سے ہم قیود مذکورہ سے وہ مراد ہر جو اعتراض ملک بائع کے مفید ہو چنانچہ قید ملکیت بائع اور بیع کا نافذ اور لازم ہر بنا تو اگر ایسی قیود بیع نامے میں



نہوں تو گمراہی لکھنے سے تسلیم اور تصدیق ثابت ہوگی بلکہ دعویٰ لکھتے شہادہ بعد اسکے سموع ہوگا کیونکہ اس میں وہ بات نہیں جو ملکین کے اقرار پر دلالت کے ہو سکتی ہے  
 بیع گا ہی غیر مالک سے صادر ہوتی ہے چنانچہ فضولی سے اور شاید اس واسطے گواہی لکھی ہوتی واقعہ یاد رہے بعد اسکے اثبات میں کو ششش کرے یا تامل کرنے کے واسطے  
 گواہی لکھی ہو کہ اگر اس میں مصلحت معلوم ہو تو اسکو جائز رکھے کذا فی المطاوعی و کتب شہادت علی اقرار العاقین لاندہ و اخبار فلان ناقض اپنی گواہی لکھے عاقین  
 کے اقرار پر تو بھی تسلیم اور تصدیق ملک مانع نہیں کیونکہ بیع و اخبار ہر دو کچھ ناقض نہیں یعنی دعویٰ ملک شہادہ سموع ہوگا کیونکہ شہادت بیع میں شرط نہیں اور  
 نہ گواہی ملک کا اقرار ہے اس واسطے کہ بیع گواہی مالک سے صادر ہوتی ہے گاہے غیر مالک کذا فی الزمومہ پیکر الختم لاندہ وقع اتفاقا باعتبار عادت ہم اور سنسف نے کتاب شہادت  
 کے ساتھ مہر کو نامہ کو نہ کیا چنانچہ کنز وغیرہ میں مذکور ہے اس واسطے کہ مہر کا ذکر اتفاقی ہے باعتبار عادت خدیہ اہل زمانہ کے یعنی اہل زمانہ سابق کی عادت یہ تھی کہ بعد  
 کتابت اپنے نامین کے مہر بھی کر دیتے تھے تا نیر اور تزویر سے محفوظ رہے لیکن حکم ہر صورت ایک ہی ہے مہر ہوا ہو یا نہ ہو قال الکفیل ضمنہ لک فی شہرہ قال الطالب  
 بسو حال فالقول للمطالب لاندہ یکر المطالبہ ضامن نے کہا کہ میں اسکا بھیسے ضامن ہوا ہوں ایک مینے تک اور طالب نے کہا کہ وہ یعنی دین حال ہے نہ ہو  
 تو ضامن ہی کا قول مہر ہو کیونکہ وہ مطالبہ عالیہ کا منکر ہے و عکسہ ہی حکم المذکور فی قولک علی ما تہ الی شہر تملًا اذا قال الآخر و ہر المقلہ حالہ لان للمقلہ  
 یکر الاجل اور حکم مذکور کے بالعکس حکم ہے اس قول میں کہ تیرے بھیسے سو ہوں ایک مینے کی مدت تک شہادہ کہ دوسرے شخص یعنی مقلہ نے کہا کہ سو حال میں  
 نہ ہو بل اس واسطے کہ مقلہ مدت کا منکر ہے و حیاتیہ لمن علیہ دین مؤجل و خاف الکذب او حلوہ باقرارہ ان یقول امو حال او مؤجل فان قال حال انکرہ  
 و لاجع علیہ زلیلی اور جس پر دین مؤجل ہو اور وہ کذب یا حلول دین سے بسبب اپنے اقرار کے ڈرے تو اسکا جلد یہ ہے کہ کہے صاحبین سے کہ تیرا دین مجھ پر  
 حال ہے یا مؤجل پھر اگر دین کے کہ دین حال ہے تو یہ یوں اسکا انکار کرے اور اس انکار میں اسپر کچھ بیع نہیں کذا فی الزلیلی م خوف کذب در صورت انکار دین  
 ہے اور حلول کا خوف یعنی مواخذہ حلول دین کا بسبب قرار دین مؤجل کے ہے انکار حلول میں اس واسطے کہ بیع نہیں ہے کہ وہ اس میں صادق ہے و لایؤخذ ضامن  
 بالدرک ذالک و اسحق البیوع قبل القضاء علی المباع بالتمسک بالحدود الاتصاف لانیقض البیع علی الظاہر کما زور یا خود نہیں ہوتا ضامن درک کا جب کہ بیع صحیح غیر تکلیف قبل اس  
 بات کے کہ بائع پرین پھیر دینے کا حکم ہو اس واسطے ضامن لیتو نہیں ہوتا کہ بعد تحقیق کے بیع منقوض نہیں ہوتی بنا بر ظاہر مذہب کے چنانچہ کتاب البیوع میں مذکور  
 زیوج کا وضع ضمان الخراج ای الموقوف فی کل سنت و ہوا یجب علیہ فی الذمۃ بقریۃ قولہ والمرہن بہ اذا رہن بخراج المقامۃ باطل نہر علی خلاف ما اطلقہ فی البحر اور  
 صحیح ہر ضمانت خراج کی یعنی خراج مؤلف کی جو ہر سال ایک بار ہوتا ہے خراج مؤلف وہ ہے جو کشتکار کے ذمہ ہوا ہے واجب ہوتا ہے قید مؤلف کی مصنف کے اس قول  
 کے ترہین سے لگائی اور صحیح ہے جو اسطہ خراج کے رہن لینا اس واسطے کہ رہن لینا بذریعہ خراج مقاسمہ باطل ہے کذا فی النہر بر خلاف اطلاق بحر الرائق کے ہم  
 خراج مؤلف کی تخصیص ضمانت کی یہ ہے کہ مؤلف دین جس کا مطالبہ من جہۃ العباد ہو تو مؤلف باقی دیون کے مانند ہو گیا مضمون ہونے میں بخلاف خراج  
 مقاسمہ کہ وہ غیر مضمون ہے بیان تک کہ اگر کھیتی تلف ہو جاوے تو کشتہ کار پر کچھ واجب نہیں اور کفالت ایمان غیر مضمونہ کی جائز نہیں اور صاحب بحر نے  
 اطلاق اور تعبیر دونوں نقل کے ہیں تو اسپر اعتراض وارد نہیں کذا فی المطاوعی لخصاً و کجوز الزلیلی رہن فی کل ما تجوز بہ الکفالت بجامع التوفیق منقوض  
 بالدرک لجانا الکفالتہ بہ دون الرہن اور جواز رہن کہنا زلیلی کا ہر ایک اس چیز میں جس کی کفالت جائز ہے بواسطے جامع توفیق کے منقوض ہے درک سے بوجہ جائز  
 ہونے کفالت بالدرک کے نہ رہن بالدرک کے ہم جامع توفیق یعنی حصول وثوق کفالت اور رہن میں یکساں ہے مطاوعی نے کہا نقض مذکور صاحب بحر سے ہے  
 اور تاخرین مضمین اسکے تابع ہیں دعویٰ نے اسکا جواب دیا ہے کہ فقہاء کے قضایا اظہیہ میں نہ کلیہ اور انکو کلیہ جو کہتے ہیں تو بائین معنی کہ داخل تحت شئی نہیں ہیں  
 نہ بائین معنی کہ ہر فرد پر تطبیق ہیں و کذا النوائب اور اسی طرح نوائب کی ضمانت صحیح ہے ہم نوائب جمع ہونا نہ کی جسے مصیبت و حادثہ بیان ہر ادوہ مال ہے جو جسکو  
 حاکم لوگوں پر مقرر کرے نہ الفائق میں ہے کہ نوائب دو قسم ہیں واجبی اور غیر واجبی نوائب واجبی جیسے نہر شترک کا صانت کرنا جس سے سب خلق کو فائدہ ہے اور

طے بیع بانی کے فرق کے مومن اس میں لیا جا ہی ہے ۱۱

ہو گیا ہر حملہ کی اجرت اور جو مال کہ بادشاہ اسلام لشکر اسلام کے سامان کے واسطے اور مسلمان قیدیوں کے چھوڑانے کے واسطے معین کرے وہ ہر تیکہ بیت المال خالی ہوتو ایسے نواب کی کفالت بالاتفاق جائز ہے کیونکہ اس وقت مذکورہ ہر سلم مالدار پر واجب ہیں اس واسطے کہ اطاعت بادشاہ اسلام کی اس امر میں حسین مصلحت ہے مسلمین کی واجب ہے ہر تیکہ بیت المال میں کچھ مال نہ ہو ورنہ نواب غیر واجب چنانچہ جباہات یعنی مظالم سلطانی جو ہمارے زمانے میں لوگوں پر باق مقرر ہو گئے ہیں ان کی صحت کفالت میں اختلاف ہے لیکن ایضاً الاصلاح میں صحت کفالت پر فتویٰ ہے انتہی مختصاً ولو بغير حق کجایات زمانہ فافانہ فی المطالبینہ کالذیون بل فوقہما حتی لو اخذت من الاکارفہ الرجوع علی مالک الارض وعلیہ الفتویٰ صدر الشریعہ وافرہ المصنف وابن الکمال کفالت نواب کی صحیح ہے اگرچہ نواب غیر واجب اور ناحی ہوں چنانچہ مظالم سلطانی ہمارے زمانے کے کیونکہ وہ مظالم مطالبہ میں دیوں کے مانند ہیں بلکہ اُن سے بھی فوق ہیں یہاں تک کہ اگر مزایع سے بابت زمین کے ناحی مال حاکم لے تو مزایع کو مالک زمین سے اُسکا بھر لینا جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی شرح الوقایہ اور مصنف نے اپنی شرح اور ابن کمال نے ایضاً الاصلاح میں اُسکو مسلم رکھا ہے م ورنہ منتقلی میں ہے کہ اُسکو معلوم کرنا چاہیے اُس پر فتویٰ دینا چاہیے فتح القدر میں ہے کہ جباہات مؤلفہ لوگوں پر ہمارے زمانے میں بلاد فارس کے اندر دزدی اور رنگریز وغیرہم ہر بلوہ یا ہندیاویہ یا ہسہ باہی سلطان کے واسطے مقرر ہوئے ہیں یہ ہے کہ مصیبت کرے کس پر یعنی مصادرہ سلطان وہ قطعاً حرام ہے اور اُسکی کفالت جائز نہیں کذا فی الطحاوی و قدیمہ لائمہ با اذا امرہ بہ طائفاً فلو کمرہا فی الامر لم یعتبر امرہ بالرجوع ذکرہ الا کمل اور شمس لائمہ نے رجوع میں یہ قید لگائی ہے جب اُسکا امر کرے بخوشی ساگر اُس پر بدستی ہوگی امر کرنے میں تو اُسکا امر بالرجوع معتبر ہوگا ذکر کیا ہے اُسکو اکلنے عنایہ میں ہم یہ کلام مرتبط ہے محدوت سے جسکے حذف کرنے سے مطلب میں خلل پڑ گیا مضمون عبارت مصنف شرح الغفار میں یہ ہے کہ جو غیر کے نائبہ کو اسکے ام سے انا کرے تو اُس کے بھولے اگرچہ رجوع شرط نہ کیا ہو یہی صحیح ہے چنانچہ خانیہ میں ہے جیسے کہ ایک شخص نے غیر شخص کا دین اُسکے ام سے ادا کیا اور عنایہ میں ہے کہ شمس لائمہ نے کہا کہ یہ اُس وقت ہے جبکہ اُسکا یعنی ادا سے دین کا امر اکراہ سے نہ کیا ہو اور اگر بدستی سے امر کیا ہو تو اُسکا امر بالرجوع معتبر نہیں کذا فی الطحاوی و قالوا من قام بتوزیہما بالعدل اجر وعلیہ فلایفنیق حیث عدل و ہونا در اور علمائے کہ جو شخص تقسیم جباہات میں قائم بالانصاف ہو یعنی متولی قسمت بین المسلمین از روئے انصاف کے ہو وہ ماجور ہے یعنی ثواب پاویگا اور اُس قول کے بموجب متولی قسمت فاسق نہ ٹھہرے گا جبکہ وہ عدل کرے اور ایسا شخص در الوجود ہے کذا فی النہرونی وکالتہ البرزازیہ قال رجل خلعنی من مصادرہ الوالی او قال الایسر ذکک

فخاصہ رج بلا شرط علی الصحیح قلت و ہذہ تقع فی دیارنا اکثر اور ہوان الصولباشی مسک جلا و بحسبہ فیقول لآخر خلعنی فخصمہ بملغ فیسندہ رج بغير شرط الرجوع بل مجرد الامر قدیر کذا بخط المصنف علی حاشیہ ما فی حفظ اور بزازیہ کی کتاب الوکالتہ میں ہے کہ کسی شخص نے کہ مجھکو چھڑا مصادرہ حاکم سے یا قیدی نے اسی طرح کہا سو اُس نے چھڑایا تو مال تخلص میں جو خرچ کیا ہو وہ اُس شخص سے بھر لے بلا شرط رجوع بنا ہر صحیح مذہب کے میں کہتا ہوں اور ایسا حادثہ ہمارے ملک میں بکثرت ہوا کرتا ہے کہ مولباشی پکڑ رکھتا ہے کسی مرد کو اور اُسکو قید کرتا ہے تو وہ مجھوس دوسرے شخص سے کہتا ہے کہ مجھکو چھڑا لے سو وہ اُسکو چھڑا لیتا ہے کچھ مبلغ دیکر تو ایسے وقت میں مبلغ مذکور بھر لے مجھوس بلا شرط رجوع بلکہ مجرد اُسکے امر کرنے کے سوا مال کر ایسا کچھ مذکور ہے حاشیہ بنازیہ میں مصنف کے خط سے تو یاد رکھنا چاہیے

والقسمتہ ای النصب من النائبۃ وقل ہی النائبۃ الموظفۃ وقل غیر ذلک وایا ما کان فالکفالتہا صحیحہ صدر الشریعہ اور ضمانت قسمت یعنی نائبہ کے حصے کی صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ قسمت عبارت ہے نائبہ مؤلفہ میں سے اور بعضوں نے سوائے اُسکے تفسیر کی ہے اور جو کچھ کہ قسمت سے مراد ہو سوا سکی ضمانت صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ قسمت بتفسیر مذکور صدر ہے یعنی مقسوم نائبہ مؤلفہ سے نائبہ مرتبہ مراد ہے جو ہر ماہ یا سہ ماہی میں مقرر ہو بعضوں نے تفسیر قسمت یوں کی ہے کہ پہلے دونوں شریک قسمت کر لیں پھر ایک شریک دوسرے کے ذمہ نہ لے سوا سکا کوئی ضامن ہوا اور بعضوں نے یوں تفسیر کی کہ ایک شریک قسمت کی درخواست کرے اور دوسرا شریک نامانے پھر اُسکا کوئی ضامن ہو تو صحیح ہے کیونکہ اُس قسمت واجب ہے کذا فی الطحاوی قال رجل لآخر اسک انما الطریق فانہ امن فسک واخذ مالہ لیسمن ایک مدنے دوسرے سے کہا کہ یہ راہ چل سوا سیکہ اس راہ میں خوف نہیں یا من ہے پھر وہ شخص اس راہ میں گیا

اور اسکا مال چھین لیا گیا تو وہ شخص ضامن نہیں لو قال ان کان نحو قواد اخذ مالک فانا ضامن و اسلئے بحالہما من ما در اگر وہ مالک اگر یہ راہ خوفناک ہو اور ترمان چھین لیا جاوے تو میں ضامن ہوں اور یہ سلسلہ بدستور مسئلہ سابقہ پر یعنی بوجہ اس کے کہنے کے شخص اس ماہ میں گیا اور اسکا مال چھین گیا تو وہ شخص ضامن نہ بگاڑا اور عدلی قدرہ بقولہ ولا یصح بجمالیۃ المکفول عنہ کما فی الشرع بلایتہ یہ اعتراض وارد ہے مصنف کے اس قول مقدم پر کہ ضامن صحیح نہیں مکفول عنہ کی جہالت سے کذا فی الشرع بلایتہ یہاں صحت کی کفالت کی جہت نہیں تا اعتراض مذکور وارد ہو بلکہ ضامن سوچے ہو کہ قائل نے دھوکھا دیا اور فریب جو ع کا جو جب ہے اگر بشرط ہر چنانچہ اشباہ کی آئندہ عبارت میں ہر کذا فی الطحاوی عن ابی السمو والائل ان المذکور انما یرجع علی الغار اذا حصل الغرور فی ضمن المعاوضۃ وضمن الغار صفتہ السلاتہ للغرور وضاور تمامہ فی الاشباہ و مر فی المراجعتہ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ فریب کھانے والا فریب دینے والے سے اسی صورت میں رجوع کرتا ہے جب کہ فریب دہن میں عقد معاوضہ ہو یا فریب دینے والا سلامتی کی صفت کا فریب کھانی والے سے بصراحت ضمانت کرے کذا فی الدرر اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہے اور باب المراجعتہ میں مذکور ہو چکا کہ عقد معاوضہ احترازی ہے عقد تبرع ہے چنانچہ ہبہ اور صدقہ اور ضمانت سلامتی کی مثال میں مذکور ہے اس واسطے کہ تعلیق مذکور کا حاصل یہ ہے کہ وہ اس کے مال کے سلامت رہنے کا ضامن ہو اور قریب مسائل ملحقہ شارح کے ضمان الغرور فی الحقیقۃ ہو ضمان الکفالتہ فریب کا ضمان فی الحقیقۃ وہ ضمان کفالت کا ہے یعنی کفالت کے مانند ہے نہ ضمان اطلاق کے مانند لکھنیل منع الاصل من السفر و کفالتہ حالہ لخصہ نہما با واد او برابر مال ضامن کو روکنا اصل کا سفر سے جائز ہے اگر اسکی کفالت فی الحال کی ہو نہ موجب تاہم ضامن کو ضمانت سے خلاص کرے بسبب او کرنے دین کے یا معاف کر لینے طالب کے ہم تو معلوم ہو کہ ضمانت موجب میں روکنا اسکو جائز نہیں اگر ضامن چاہے اس کے ساتھ بنا رہے تا حصول مدت و فی الکفیل بالنفس یہ وہ ایہ کما فی الصغری اسی بارہ اور کفیل بالنفس میں تو یہ حکم ہے کہ حاضر ضامن اصل کو پھیر لائے اس کے پاس کما فی الصغری یعنی اگر حاضر ضامن اصل کے ہر سے ہر من تمام عن غیرہ واجب بامرجع بما دفع وان لم یشرط کالامر بالانفاق وبقضاء دینہ الا فی مسائل امرہ بعبودیت عن ہتہ و باطعام عن کفارتہ و باواز کوفۃ الروان ہب فلا تعنی النفاذ شخص غیر کی طرف سے مال واجب اس کے کہنے سے او اسے تو جو مال دیا ہو اسکو اس غیر سے بھر لے اگرچہ رجوع مال شرط نہ کیا ہو چنانچہ اتفاق زوجہ اور اس کے ادا سے دین کے امر میں مگر چار مسئلوں میں رجوع ال نہیں - پہلا مسئلہ یہ کہ غیر شخص نے امر کیا اپنے ہبہ کے عوض دینے کا ۲ - امر کیا اپنے کفارہ سے کھانا دینے کا ۳ - امر کیا اپنے مال کی زکوٰۃ دینے کا ۴ - امر کیا کہ فلا نے شخص کو میری طرف سے ہزار ہبہ کرے م فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر ایک مرد نے اجنبی کو مال ہبہ کیا پھر مہرب لہ نے دوسرے شخص سے کہا کہ واہب کو اپنے مال سے اس کے ہبہ کا عوض دے سو اس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہے اور یہ شخص امر سے رجوع ال کرے مگر بشرط رجوع اتھی اور استثنائاً نظر اس مسئلہ کے منقطع ہے کیونکہ عوض دینا مہرب لہ پر واجب نہیں فی کل موضع یملک الذی ذوق الیہ المال المدفوع الیہ مقابلہ ملک مال فان الما موریرج بلا شرط والا فلا تمامہ فی وکالتہ السراج واکل فی الاشباہ جہاں کہیں کہ وہ شخص جسکو مال دیا گیا وہ اس مال کا مالک ہو جائے بمقابلہ ملک مال کے تو ما مور امر سے اپنا مال بھر لے گا بدون شرط کے اور اگر ایسا نہیں تو رجوع نہیں اور پورا بیان اسکا سراج کی کتاب الوکالتہ میں ہے اور یہ سب فروع مذکور اشباہ سے منقول ہیں ہم مالکیت مال بمقابلہ ملک مال چنانچہ بانع ثمن کا مالک ہے بمقابلہ ملک ہونے بیع کے واسطے مشتری کے تو اگر مشتری کسی مرد سے کہے کہ میری طرف سے ثمن ادا کر تو بیع ہو گا اور ما مور اپنا مال بھر لے گا مشتری سے اور اسی طرح اگر غاصب اپنی طرف سے غصب کا بدلہ کسی سے دلا دے تو بیع ہے کیونکہ منسوب نہ مالک ہوتا ہے بدل کا بمقابلہ منسوب اور اگر ملک بمقابلہ ملک نہیں چنانچہ کسی سے اپنے کفارہ دینے کا امر کیا یا اپنی طرف سے حج کرنے کا امر کیا تو یہاں مدفوع الیہ طعام یا مال ملوک بمقابلہ ملک مال نہیں تو ما مور تو یہاں اپنا مال بھر لینا امر سے جائز نہیں الا بشرط رجوع کذا فی الطحاوی و فی المنطقہ لکھنیل للختلۃ بالہا علی الزوج من الدین لایبر او یجدوا النکاح بینہما اور ملقبہ میں ہے کہ جو ضامن ہے مختلفہ کے اس مال کا جو اس کے زوج پر دین ہے وہ بری الذمہ نہیں ہوتا ضمانت سے دونوں میں نیا نکاح ہو جائے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ زوج نے اپنے زوج سے ضلع کیا اور بدل ضلع او کر دیا اور زوج پر اسکا دین ہے جو اس نکاح کے تعلقات سے نہیں ہوا اس دین کا کوئی شخص





اُنسے چھین لیا اور انکا منزل کرنا جائز ہو سوا اگر انکی ضمانت کسی وقف مخصوص میں معلوم ہو جائے تو اُس مال کو اسی وقف میں داخل کرے اور نہیں تو بیت المال میں رکھے کذا فی النہر والبحریم سد جوئی نے کہا کہ یہ مسئلہ اُس قسم کا ہے جو دیرانت کیجیے اور چھپا ڈالیے اور اُسکا فتویٰ دینا جائز نہیں کیونکہ یہ فتویٰ ارتکاب ممنوع کا ذریعہ ہوگا اسواسطے کہ اگر ہمارے زمانے کے حاکموں کو اُسکا فتویٰ دیا جائے تو وہ عمال مذکورین کے امرا ل کو چھین لیں نہ اوقاف میں اُن اموال کو داخل کریں نہ بیت المال میں بلکہ اُنکو لائق امور میں صرف کریں یعنی اپنی خواہش نفسانی میں تو اُسکو خوب یاد رکھنا چاہیے کذا فی الطحاوی و فی التلخیص لو کفل الحال مؤجلہ تاخر عن الایصال ولو فرض ان الدین واجب قلت وقدنا انها حیاتیہ تا جیل القرض اور تلخیص میں ہے کہ اگر دین فی الحال کی ضمانت کرے کوئی مدت مقرر کرے تو شرط ہو جو جائز کا اسیل سے اگرچہ دین قرض ہو اسواسطے کہ دین تو ایک ہی ہے میں کہتا ہوں اور ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں کہ کفالت مؤجلہ تا جیل قرض کا جملہ ہے جو بھی ان لم دیون بسفر قبل حلول الدین ولیس للدین نفع و لکن یسافر معہ فاذا حل منہ لیوفیہ اور آج کا کہ دیون کو سفر کرنا قبل حلول دین جائز ہے اور صاحب دین کو اُسکا روکنا درست نہیں ولیکن صاحب دین اُسکے ساتھ سفر کرے پھر جب دین کی مدت ہو چکے تو اُسکو سفر سے روکے تا وہ اہلے دین کرے ممنتقیے میں ہے کہ در صورت ارادہ سفر دیون صاحب دین کو ضامن لینا جائز ہے اگرچہ دین مؤجل ہو اور بعضوں نے کہا کہ اگر دیون اداسے دین میں مثال مال کرتا ہو تو ضامن سے اور نہیں تو نہیں کذا فی الطحاوی و الحسن ابو یوسف **خذ کفیل شہر الامراة طابت کفیلہ بالنفقة لسفر الزوج و علیہ الفتویٰ اور ابو یوسف نے بطریق احسان جائز رکھا ہے ایک بیٹے کا ضامن دینا اُس عورت کے واسطے جس نے اپنے نان نفقہ کا ضامن مانگا بسبب سفر کرنے زوج کے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کہ جواز کفالت نفقہ بطور احسان ہے اور بطریق قیاس اُسکی کفالت صحیح نہیں کیونکہ نفقہ دین صحیح نہیں وقاس علیہ فی الجملہ بقیۃ الدیون لکن مع الفارق کما فی شرح الوہابیۃ للشرنبلالی اور محیط میں کفالت نفقہ پر بقیہ دین کا قیاس کیا ہے لیکن وہ قیاس مع الفارق ہے چنانچہ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے م یعنی صاحب محیط نے بقیہ دین مؤجلہ کو قیاس کیا ہے کہ کفالت اُسکی بجائے بسبب سفر کرنے دیون کے علامہ عبدالبر نے کہا کہ یہ ترجیح قول ہے صاحب محیط سے قیاس مع الفارق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دیون قوی ترین نفقہ سے کیونکہ وہ مدت گذر جانے اور موت دیون سے ساقط نہیں ہوتی بخلاف نفقہ کے علاوہ برین منتقیے میں تجوز تکفیل دیون مسافر صحیح ہے اگرچہ دین مؤجل ہو اور بلا شک صاحب محیط کی ترجیح میں لوگوں کو آسانی ہے کذا فی الطحاوی لکن فی النظرۃ الجلیۃ اشعار لو قال دیونی مراد السفر واجل الدین علیہ استقر بہ و طلب تکفیل قالوا لیمزم بہ علیہ اعطاء کفیل یعلم لیکن منظومہ عجیبہ میں ہے کہ اگر صاحب دین نے کہا کہ میرے دیون کی مراد سفر ہے اور دین کی مدت اُسپر ہنوز مستقر نہیں اور اُس نے تکفیل کی طلب کی تو فقہانے کہا کہ اُسکو ضامن کا دینا لازم ہے وہ کفیل جو معامد اور مشہور ہو یعنی اسواسطے کہ کفیل جمہول لائق اعتماد نہیں اشعار لو جس تکفیل قالوا اجازلہ **اذا اراد جس من قکفلہ لانه قد کان لاجلہ **جس فیلجازہ بفعلہ **اگر ضامن مجوس ہو تو عدلانے کہا کہ جب وہ جس اصل کا ارادہ کرے تو اُسکو جائز ہے کیونکہ ضامن کی مجوسی اسی کے واسطے ہوئی ہے تو چاہیے کہ وہ اُسکو بردے اپنے فعل سے اشعار ثم الکفیل ان بیت قبل لاجلہ **لا شک ان الدین فی ذالک حال حل **علیہ فالوارث ان اداہم یدیرح بہ من قبل التاجیل ثم **پھر اگر ضامن مر جائے قبل مدت کے تو بیشک اس حالت میں دین فی الحال اُسپر واجب الادا ہو گیا تو اگر ضامن کا وارث اُسکو ادا کرے تو اصل سے نہ بھرے قبل تمام ہونے مدت کے م اصل میں یون تھا کہ لم یرج من قبل ماتم الاجل مامصر یہ ہے اور فاعل فعل مقدم ہو گیا اپنے فعل پر اور یہ بعضوں کے نزدیک جائز ہے**************

بابتہ اور خبر سے کذا فی الطحاوی

**باب کفالت الرجلین**

یہ باب ہر دو مردوں کے ضامن ہونے کا ہے چونکہ کفالت رجلین ہر کس کے مانند ہے تو بعد فراغت مفرد اُسکو شروع کیا دین علیہا لاخر بان اشتراک

باب کفالت الرجلین

عبد اباہ و کفل کل عن صاحبہ بآہ جازوم یرجع علی شریکہ الی اباہ او اہل علی النصف لرجحان ہمتہ الاصلۃ علی النیابۃ دین ہے دو شخصوں پر دوسرے آدمی کا اس طرح پر کہ دونوں نے اُس سے ایک غلام سو روپے کو خرید لیا اور ضامن ہوا ہر دونوں اپنے ساتھی کا اُسکے ارے تو جائز ہو اور نہ بھرے اپنے شریک سے مگر اتنا جتنا زیادہ ادا کیا نصف سے بسبب غالب ہونے ہمت ہمت کے نیابت کی ہمت پر یعنی ضمانت کی ہمت پر کیونکہ پہلے ہمت دین ہے اور دوسرے مطالبہ ہم بہ حکم اُس صورت میں ہے جبکہ دونوں دین صفت اور بسبب میں برابر ہوں اور اگر صفت مختلف ہو اس طرح پر کہ ایک شخص پر دین موجد ہو اور دوسرے پر حال تو اگر صاحب اجل اور اگر توفیق کی تعیین اپنے شریک کی جانب سے صحیح ہے اور اُس سے بھرے اور اُسکے بالعکس میں رجوع نہیں اور اگر سبب مختلف ہو اس طرح پر کہ ایک پر عرض ہو اور دوسرے پر ثمن بیع تو تعیین مودی اپنے شریک کی جانب سے صحیح ہے اس واسطے کہ دو جس مختلف میں نیت معتبر ہے نہ جس واحد میں اور دونوں کی کفالت اس واسطے شرط کی کہ اگر ایک اپنے شریک کا ضامن ہو گا نہ دوسرا اور ضامن ادا کرے گا اور اپنے شریک کی جانب سے اُسکو ٹھہرا دیا جائے تو اسکی تصدیق ہوگی اور نصف سے مراد وہ ہے جو اُسکے حصے سے زیادہ ہو اگر نصف حکم یا زیادہ ہو گا فی الخطا وی ولانہ لورج نصفہ لاوی انی الدردردر اور اس واسطے کہ اگر رجوع نصف میں کرے گا تو دوسرا موجب ہوگا کذا فی الدرر اس واسطے کہ اگر نصف شریک کی جانب سے ہو بسبب کفالت کے تو اُسکو شریک سے بھر لینا جائز ہوگا اور شریک کو بھی رجوع کرنا جائز ہوگا اس واسطے کہ ادا لے نائب یعنی ادا سے کفیل ہمارا اصل مال نداد کرنے اصل کے ہے اور اگر اصل آپ ادا کرنا تو رجوع کرنا اسی طرح نائب کے ادا کرنے سے رجوع کرنا جائز ہے کہ یہاں حقیقت در در اد نہیں کیونکہ وہ عبارت ہے توقف اشئی علی نفسہ سے اور فی الحقیقت یہاں تسلسل فی الرجعات لازم ہے وان کفلا عن رجل شئی بالتعاقب بان کان علی رجل من کفلا عن رجلان کل واحدہما جمیعہ منفرداً ثم کفل کل من الکتینین عن صاحبہ بآہ باجمیع وہنذہ القیود خالفت المادوی اور اگر دو شخص ضامن ہوں ایک مرد کی جانب سے بطریق تعاقب اس طرح پر کہ ایک مرد پر دین تھا اس کے دوسرے ضامن ہوں کا علیہ و علیہ ضامن ہوا پھر دونوں کیلون میں سے ہر کفیل اپنے ساتھی کا ضامن ہوا اُسکے ارے سے سب دین کا اور ان قیود ثلاثہ مذکورہ سے یہ سلسلہ پہلے سلسلہ سے جدا ہو گیا تعاقب کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر دونوں شخص جانب اصیل سے جمع دین کے ساتھ ہی ضامن ہوں پھر ہر شخص اپنے ساتھی کا ضامن ہوتا ہے پہلا سلسلہ ہوا جو ایسا کیونکہ دونوں پر دین نصفاً نصفاً منقسم ہو گا تو اصیل کے جمع دین کا ضامن نہ ٹھہرا اور جمع دین کی کفالت کی اس واسطے قید لگائی کہ اگر ہر شخص نصف نصف کا ضامن ہو گا پھر ہر واحد اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا سلسلہ ہوا جو ایسا اور اپنے ساتھی کے جمع دین کی ضمانت کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ہر شخص اصیل کے جمع دین کا ضامن علی التعاقب ہو پھر ہر واحد اپنے ساتھی کے نصف دین کا ضامن ہو تو پہلا سلسلہ ہو جائے گا فاما اداہ احدہما بارج نصفہ علی شریکہ لکن کل کفالت ہنا سو دونوں شخصوں میں سے جو شخص چنانچہ مال قلیل یا کثیر ادا کرے گا اُسکے نصف کو اپنے شریک سے بھر لیا کیونکہ کیونکہ بالکل کفالت ہر جم جب بالکل کفالت ہوئی بلا شائبہ اصالت تو رجحان یہاں ثابت ہوا بخلاف مسئلہ اولی کہ وہاں اصالت راجح ہے کفالت پر اور یرجح ان شاء بالکل علی الاصل کونہ کفل بالکل بآہ اگر چاہے اصیل سے سب مال مودی بھرے کیونکہ وہ کل دین کا ضامن ہے اصیل کے ارے فان ابراء الطالب حدیما اخذ الطالب کفیل الاخر بکلمۃ حکم کفالتہ اور اگر طالب بری الذمہ کر دے ایک ضامن کو تو طالب دوسرے ضامن سے مواخذہ کرے تمام دین کا حکم اُسکی کفالت کے ہے چونکہ صورت مفروضہ یہ ہے کہ ہر واحد کل دین اصیل کا ضامن ہے پھر ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہے پھر جب طالب نے ایک کو معاف کر دیا تو دوسرے شخص کی کفالت جمع دین کی باقی ہے لہذا کل دین کا مطالبہ اُس سے صحیح ہے ولو افرق المفاوضان و علیہما دین اخذ الغریم ای ایشاء منہما لکل الدین لکن لکفالتہ کما اور اگر دو شریک مفاوض میں اخراق ہو یعنی شرکت مفاوضہ باقی نہ رہے اور دونوں پر دین ہو تو صاحب دین ان میں سے جس سے چاہے اپنے دین کا مواخذہ اور مطالبہ کرے بسبب تضمن ہونے مفاوضہ کے کفالت کو یعنی ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہوتا ہے چنانچہ کتاب الشریک میں مذکور ہو چکا م دستور میں مذکور ہے کہ غریم وہ ہے جس کا دین ہو اور ہر دین ہو کذا فی الخطا وی یعنی دائن اور مدیون دونوں کو غریم کہتے ہیں ولانہ رجوع علی صاحبہ حتی یووی اکثر من النصف لما اور رجوع نہیں اپنے ساتھی سے تا وقتیکہ

اکثر نصف دین سے ادا کرے چنانچہ مسئلہ ادلی کی تعلیل میں مذکور ہو چکا کہ دو اہل سے نصف دین اور کفیل پر نصف باقی دین کو جو ادا کرے گا وہ اُس کے دین میں شمار ہوگا۔ بہت اصالت پھر اگر نصف سے زیادہ ہوگا تو زائد کفالت میں داخل ہوگا تو اسی قدر دین رجوع ہے کاتب عند یہ کتابتہ واحداة وکفل کل من العبدین عن صاحب صحیح آخسانا مولیٰ نے مکاتب کیا اپنے دو غلاموں کو ایک بارگی کتابت سے یعنی یوں کہا تھا کہ میں نے تم کو مکاتب کیا ایک ہزار درہم ہر ایک سال تک اور ہر غلام اپنے ساتھی دوسرے غلام کا ضامن ہو آتو صحیح ہر طریق آخسان کے ہم بطریق قیاس یہ کفالت صحیح نہیں کہ نہ کفالت مکاتب کی اور بدل کتابت کی کفالت علیہ وعلیہ صحیح نہیں تو در صورت اجتماع بطریق اولیٰ صحیح ہوگی وجہ آخسان یہ ہے کہ صرف انسان کا حتی الامکان واجب التصحیح ہے اور شایع کی ضمانندی عشق میں ثابت ہو کہ انی الطحاوی مخصا و جینڈ قما اومی احمد ہار جمع علی صاحبہ منصفہ لاسند اہما اور اس وقت میں جو کچھ کہ ایک مکاتب ادا کرے گا اپنے ساتھی سے اُس کا نصف مال بھر لیا بسبب برابر ہونے دونوں کے یعنی اصالت اور کفالت میں ولو اعتمق المولیٰ احدہما والمسئلۃ بحال صحیح و اخذ یا شاد منہما بخصتہ من لم یعتقہ المعتق بالکفالتہ والاخر بالاصالتہ اور اگر مولیٰ نے ایک مکاتب کو آزاد کر دیا اور مسئلہ بدستور سابق ہو تو صحیح ہے اور مواخذہ کرے مولیٰ دونوں میں سے جس سے چاہے اُس غلام کا حصہ جسکو اُس نے آزاد نہیں کیا غلام آزاد سے مطالبہ کرے بسبب کفالت کے اور دوسرے غلام غیر آزاد سے باعث اصالت کے فان اخذ المعتق رجوع علی صاحبہ کفالتہ وان اخذ الاخر لا لاصالتہ پھر اگر مولیٰ مواخذہ اور مطالبہ کرے آزاد غلام سے تو وہ اپنے ساتھی سے بھرنے بسبب اُس کی ضمانت کے اور اگر دوسرے غلام سے مطالبہ کرے تو وہ رجوع نہیں کر سکتا بسبب اپنی اصالت کے واذ کفیل شخص عن عبد مال موصوفاً بکونہ لم یظہر فی حق مولاه بل فی حقہ بدعتہ کمال لزومہ باقرار او استقراض او استہلاک وویعۃ فہو ای المال المذكور حال وان لم یسیمی الحلول لمحلی علی العبد وعدم مطالبۃ لعسرۃ وکفیل غیر معسر ورجوع بدعتہ لو بامرہ ولو کفیل بوجہ تاجمل کما مر اور جبکہ ضامن ہو ایک شخص غلام کی طرف سے اُس مال کا جس کا دین ہوا حق مولیٰ میں ظاہر نہیں بلکہ غلام کے حق میں ظاہر ہے بعد اس کے آزاد ہونے کے چنانچہ وہ مال جو غلام کو لازم ہوا اقرار یا استقراض یا استہلاک و دینت سے ہے تو وہ یعنی مال مذکور حال ہر نہ ہو بل اگرچہ اُس نے حلول کا نام نہ لیا ہو بسبب حال ہونے مال کے غلام پر اور عدم مطالبہ مال غلام سے بسبب نکی فیقری اور تنگدستی کے ہو اور کفیل اُس کا فقیر اور تنگدست نہیں اور ضامن غلام سے مال مذکور بھر لیا اگر کفالت غلام کے امر سے ہوئی ہو اور اگر ضامن نے مال کی ضمانت ہو جل کی ہو تو اُس صورت میں مال ہو جل ہو گا نہ حال چنانچہ مذکور ہو چکا دعویٰ شخص رقبۃ عند کفیل ہر رجل فمات العبد المکفول بہ قبل تسلیمہ فبر من المدعی انہ کان بلہ ضمن الکفیل قیتمہ بجاز یا بالاعیان المضمونہ کا مدعی کیا ایک شخص نے غلام کی گردن کا سوا سکا ایک مرضا من ہوا پھر غلام مکفول بہ مر گیا قبل اُس کی تسلیم کے مدعی نے بشہادت ثابت کیا کہ دو غلام اُس کا مملوک تھا تو ضامن ضمان و سے اُسکی قیمت بسبب جائز ہونے اعیان مضمونہ کی ضمانت کے چنانچہ مذکور ہو چکا اعیان مضمونہ سے اعیان مضمونہ بنفسہما را دین اور انین قابض بر عین واجب ہر اور بعد ملاکی عین رد قیمت واجب ہر اسی طرح ضامن پر شہادت کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ملک مدعی قابض کے اقرار سے یا عند التحلیف قسم کے انکار سے ثابت ہو تو قیمت عند مدعی علیہ پر لازم ہے نہ کفیل پر کذا فی الطحاوی ولو ادعی علی عبد مال لا کفیل بنفسہ لیس بعد رجل فمات العبد ہر الکفیل کما فی الحدیث اور اگر غلام پر مال کا دعویٰ کیا سو ایک مرد غلام کا حاضر ضامن ہوا پھر غلام مر گیا تو ضامن بری الذمہ ہو گیا چنانچہ آزاد کی حاضر ضمانتی میں مذکور ہو چکا یعنی اس واسطے کہ مکفول بہ کی موت سے ضمانت باطل ہو جاتی ہے بسبب تعدد تسلیم کے و لو کفیل عبد غیر مدیون متفرق عن سیدہ بامرہ جائز لان الحق لہ اور اگر وہ غلام جو مدیون متفرق بالیرین نہیں ضامن ہوا اپنے مولیٰ کی طرف سے اُس کے امر سے تو جائز ہے اس واسطے کہ حق ملکیت غلام مولیٰ کے واسطے ثابت ہے ہم ظاہر غلام میں لیاقت کفالت نہیں کیونکہ اہل تصحیح نہیں ہا نہ ضعیف کے مگر مولیٰ کے امر سے اُسکی عدیم التصرفی زائل ہو گئی پھر جبکہ غلام ہر دین ہو تو اُسکی مالیت میں مولیٰ کا حق ہے لہذا مولیٰ کا اذن اس کے ضامن ہونے میں کافی ہو گیا اگر غلام متفرق بالیرین ہوگا تو اُسکی کفالت صحیح نہیں کذا فی الطحاوی فاذا اتفق فاداه وکفل سیدہ عتہ بامرہ فاداه و لو بع



حقیقہ طریقی و احادیث صحیحہ و ائمه اربعہ علیہم السلام و غیرہ صحیحہ لایستوی لان کلامہا لا یستوی حیث بنا علیہ بالآخر فلا یقرب موجبہ لہ بعد ذلک پھر جبکہ غلام قبیل آزاد ہوا پھر اس نے مولیٰ کا دین ادا کیا یا مولیٰ غلام کا ضامن ہوا غلام کی طرف سے اس کے لئے پھر اس کا دین ادا کیا اگرچہ بعد عنق غلام دین ادا کیا ہو نہ رجوع کرے کوئی غلام اور مولیٰ دین سے دوسرے پر بسبب منقذ ہونے کفالت کے غیر موجب واسطے رجوع کے اس واسطے کہ ہر واحد غلام اور مولیٰ سے مستوجب دین نہیں دوسرے پر تو اب کفالت منقلب بايجاب دین نہوگی بعد اسکے یعنی بعد انعقاد غیر موجب کے کما لو کفالت حل عن محل العسر و قہر فواجب ان کفالتہ لم تفسد کفالتہ مع حرجہ للرجوع اذ اقلتاہ چنانچہ اگر ضامن ہو ایک مرد دوسرے مرد کی جانب سے پھر کفول عنہ کو کفالت مذکورہ کی خبر پہنچی سو اسے کفالت جائز رکھی تو یہ کفالت رجوع دین کی مستوجب نہوگی اس دلیل سے جسکو ہم کہتے ہیں یعنی انعقاد غیر موجب منقلب بايجاب رجوع نہیں ہوتا و قالوا فانما کفالتہ المولیٰ عن عمدہ و حرجہ مطالبہ مستحقہ بايقاض الدین من سائر اموالہ اور علمائے کبار مولیٰ کے ضامن ہونے کا فائدہ اپنے غلام سے مستوجب مطالبہ مولیٰ ہوا اسے دین کفالت کے واسطے جس کے باقی اموال سے یعنی غلام کے سوا اور جو کچھ مولیٰ کا مال ہو اس سے ادا دین غلام کو پھر کما لو کفالتہ العسر و قہر فواجب ان کفالتہ مع حرجہ للرجوع اذ اقلتاہ برقبہ و ہذا المصلیۃ المصنف متناہی شرحہ اور غلام کے ضامن ہونے کے فائدہ اپنے مولیٰ کی جانب سے متعلق ہونا دین کا ہر اسکی گردن سے اور یہ یعنی فائدہ کفالت مولیٰ و کفالت غلام کو مصنف نے اپنی شرح میں بطور متن کے ثابت نہیں کیا یعنی بطور شرح اسکو داخل کیا ہے نہ بطور متن و انما العلم و استغفر اللہ العظیم

کتاب الاحوال

کتاب الاحوال  
کتاب الاحوال  
کتاب الاحوال  
کتاب الاحوال

یہ کتاب جو حوالہ کے احکام میں ہم مناسبت حوالہ کی کفالت سے یہ ہر کہ دونوں محققین السرازمی اس میں کا جو اصیل پر ہوا واسطے وثوق اور اعتماد کے مگر یہ حوالہ میں اصل کی برات کی قید پر چنانچہ معلوم ہوگا بخلاف کفالت کے تو حوالہ مرکب کے مانند ہوا اور کفالت مانند مفرد اور مفرد مقدم ہوا اور کفالت کے لئے حوالہ ساخر ہو کفالت کفالتی الفصحی نفع النقل حوالہ لغت میں مجھے نقل اور زوان ہو و شرعا نقل الدین میں ذمہ الخلیل الی ذمہ الخلیل علم علیہ در اصطلاح شرع میں حوالہ عبارت نہیں کے نقل کرنے سے محیل کے ذمہ سے متناہی علیہ کے ذمہ کی طرف وہل توجیہ بلکہ اس من الدین اصح نعم فقہ اور کیا حوالہ عبارت دین کا موجب ہر قول صحیح ہے کہ ان یعنی محیل ہی الذمہ ہو جاتا ہے دین سے کفالتی الفصحی قول صحیح ہے اور تا تاریخانہ میں کما لایسی قول پر فتویٰ ہے اس میں سے کہ اگر محیل محیل کو دین ہے کہ یا اسکو بری الذمہ کرے بعد حوالہ تو صحیح نہیں اور اگر دین اس کے ذمہ پر باقی رہتا تو یہ اور برا صحیح ہوتا کفالتی الفصحی انہ الدین یوں محیل و الدین محیل لہ و محال لہ و محال لہ و یزاد فاس و ہو حویل فتح میون محیل ہر معنی حوالہ کرنے والا اور دان یعنی جسکا دین ہے وہ محال لہ و محال لہ اور محال لہ اور ان چار الفاظ پر بانچوان مزید لفظ حویل ہر کفالتی الفصحی و من یقبلہا محال علیہ محال علیہ فانفرق بالصلۃ قد تحذف من الاول و المال محال ہر اور جو شخص کہ حوالہ قبول کرے وہ محال علیہ اور محال علیہ ہر تو صاحب دین میں اور حوالہ قبول کرے والے میں فرق بواسطہ صلہ کے ہر یعنی دکن میں لہ کا لفظ صلہ ہے چنانچہ محال لہ اور محال لہ اور قبول کرنے والے میں لفظ علیہ صلہ ہے چنانچہ محال علیہ اور محال علیہ در گاہے اول یعنی دکن سے صلہ مذکور ہوتا ہے اور محال محال ہر جو ہم تقدیر محال بصیغہ اسم فاعل محمول کہ خبر ہو اور محال بصیغہ اسم مفعول محمول نفع و ادب اور لفظ کے صلہ کی محال اسم فاعل کے ساتھ کچھ حاجت نہیں بلکہ محال علیہ کے ساتھ صلہ ہے تو وہ محال علیہ اور محال علیہ ہر دونوں میں فرق بصلہ عدم صلہ ہر کفالتی الفصحی تصور الفاظ مذکورہ بطریق تشبیل یوں ہے کہ مثلاً ذمہ کے ہزار درم خالص قرض میں سو خالص لپنے قرض کا محمود چوا کیا یعنی بتاؤ قرض اس پر اتارا اور اس سے دلایا اور محمود نے قبول کیا تو اس صورت میں خالص محیل ہے اور زید محال اور محال لہ اور محال لہ اور محال لہ اور محال لہ اور محال لہ اور محال لہ اور ہزار درم محال ہے فائدہ حلیہ کن حوالہ ایجاب قبول ہے ایجاب محیل سے اور قبول محال علیہ اور محال سے ایجاب سطح کہ محیل کہے کہ میں تمہارا الزمان شخص پر کیا اتنے درم کا اور محال علیہ اور محال سے قبول سطح کہ ہر واحد کے میں نے قبول کیا یا میں افسی ہوا یا مانند اس کے جو قبول اور رضا پر دلالت کرے صاحب بدائع نے کہا کہ ای طرح ہائے صحیح موی ہر محیل میں نقل اور بیوغ شرط ہے اور یہ شرط نفاذ ہے تو صغیر عاقل کا حوالہ منعقد ہے اور اسکے ولی کی جارت پر موقوف ہے اور حریت محیل کی شرط



نہیں تو حوالہ عبد اذون اور مجور کا صحیح ہے اور رضائے محیل بھی شرط ہے مگر وہ کہہ کر وہ ہو گا تو صحیح نہ ہو گا اور صحت محیل شرط نہیں تو رضی کا حوالہ صحیح ہے اور محتمل میں بھی عقل و بلوغ شرط ہے تو صحیح عقل کل احتیال ولی کی اجازت پر موقوف ہو گا اگر محتمل علیہ محیل سے زیادہ تر مال دار ہو اور مجملہ شرط رضا ہے تو احتیال مکرہ غیر صحیح ہے اور ہونا اس کا محتمل احتیال میں شرط ہے تو اگر محتمل غائب ہو مجلس سے اور سکر جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہیں اور محال علیہ میں عقل اور بلوغ شرط ہے تو حوالہ قبول کرنا صغیر کا صحیح نہیں اگر چہ بام محیل ہو اور گو اس کا ولی اس کو جائز رکھے اس واسطے کہ بامر رضا ہے اور مجملہ شرط رضا ہے اور ہونا محال علیہ کا مجلس حوالہ میں اور یہ شرط انعقاد ہے اور محال بہ میں یہ شرط ہے کہ دین صحیح لازم معلوم ہو تو بدل کتابت کا حوالہ صحیح نہیں تو جس کی کفالت صحیح نہیں اس کا حوالہ بھی صحیح نہیں کذا فی الطحاوی عن ابی جبر والحوالہ شرط صحیح رضی الکل بلا خلاف الا فی الاول وہو اعمیل فلا شیئر ماعلیٰ الختار شر بنیاریہ عن انوار اور صحت حوالہ کے واسطے رضائندی سب کی بلا خلاف شرط ہے اگر اول یعنی محیل میں سواسکی رضائندی بنا بر قول مختار شرط نہیں کذا فی الشر بنیاریہ عن انوار مزیادات میں رضائے محیل شرط نہیں مگر قدوری میں شرط ہے رضائندی محتمل کی اس واسطے شرط ہے کہ دین متعلق حوالہ محتمل کا حق ہے اور لوگ حسن ادا اور اطل یعنی مثال بالمین تفادیت ہوتے ہیں تو اسکی رضائندی ضروری ہے کہ اسکا ضرر لازم نہ آئے محتمل علیہ کی نامہندی سے اور رضائندی محتمل علیہ کی اس واسطے شرط ہوئی کہ اسپر دین کا ذکر تا لازم ہوتا ہے اور لازم دین نہیں ہوتا مگر اسکے التزام سے اگرچہ محال علیہ محیل کا بدیون ہو کیونکہ لوگ تقاضا کرنے میں تفاوت ہوتے ہیں کوئی آسانی سے مانگتا ہے اور کوئی سختی سے اور رضائے محیل اس واسطے شرط نہ ہوتی بقول مختار کہ دین کا التزام یعنی قبول کرنا یہ تصرف ہے کہ محتمل علیہ کا اپنی ذات کے حق میں اور محیل کا اس میں کچھ ضرر نہیں بلکہ اس میں اسکا فائدہ ہے کیونکہ محتمل علیہ اسپر رجوع نہیں کر سکتا جبکہ حوالہ بام محیل نہ ہو کذا فی المنہ نام احمد بن حنبل اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلق یعنی ظلم اذا حیل احدکم علی غلیظتہ یعنی بالدار کا مال لانا اور اسے دین ذکر کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کسی کو حوالہ کیا جاوے مالدار پر تو چاہیے کہ حوالہ قبول کرے اگر اہل علم کے نزدیک ہے استحباب کا امر ہے اور امام احمد کے نزدیک مرد و عورت اور حق ظاہر ہے کہ یہ امر باجاست کا ہے یعنی دلیل ہے جو از نقل بن یاقن مطالبی بشرح کذا فی لفتح مفضل قال بن الکمال انما شرط قدوری الرجوع علیہ فلا اختلاف فی الروایہ بلکہ ابن کمال نے کہا کہ قدوری نے رضائے محیل اسی واسطے شرط کی ہے کہ اسپر رجوع درست ہو تو کچھ اختلاف نہیں روایت میں ہم یہ توفیق بین التولین ہے یعنی بشرط رضا کا قول اسپر محمول ہے کہ محتمل علیہ محیل یہ رجوع نہیں کر سکتا مگر جبکہ حوالہ اسکی رضائے محیل ہے اور عدم بشرط رضا کا قول صحت حوالہ یعنی حرد اتمما محمول ہے لکن شرطہ الا کل ان ابتداء اربان من اعمیل شرط ضروریہ والا لا اور اکل نے عنایہ میں قول ظاہر اسکو کہا ہے کہ ابتدا حوالہ اگر محیل کی طرف سے ہے تو رضائے محیل ضروری ہے اور نہیں تو شرط نہیں ہم یعنی اگر محیل کی جانب سے ہے تو حالہ اور یہ فعل اختیار ہی ہے کہ بدون ارادہ اور رضائے منقور نہیں اور یہ روایت قدوری کا محمل ہے اور اگر ابتدا اسکی محال علیہ کی حاجت ہے تو احتیال ہے کہ فقط رضائے محال علیہ سے تمام ہو جاتا ہے بدون رضائے محیل اور یہ روایت زیادات کا محمل ہے انتہی خلاصہ انعمایہ کا اصل حوالہ قدوری کے کلام میں یعنی حالہ ہے اور زیادات کے کلام میں یعنی احتیال ہے کذا فی الطحاوی عن الحموی و اراد بالرضی بقبول فان قبولہ فی مجلس الایجاب بشرط الاعتقاد کبر عن البدایع اور رضائے قبول کا ارادہ کیے یعنی عدم رد و بلا قبول مراد نہیں اس واسطے کہ حوالہ قبول کرنا ایجاب کی مجلس میں التفاد حوالہ کی شرط ہے کذا فی البحر عن البدایع ہم اور بعضے نسخے میں قبولہ ہے یعنی قبول محتمل اور محتمل علیہ شرط انعقاد ہے یہ مذہب ہے طرفین کا اور ابو یوسف کے نزدیک قبول نقاد حوالہ کی شرط ہے تو اگر محتمل علیہ غائب ہو مجلس سے پھر اسکو خبر ہو چکے اور وہ جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہ ہو گا طرفین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے اور صحیح طرفین کا قول ہے کذا فی البحر لکن فی الدرر وغیرہ بشرط قبول محتمل و نابہ و رضی ہما تین لاختصروہما و اقرہ المصنف لکن درر وغیرہ میں محتمل یا اسکے نائب کا قبول کرنا شرط ہے اور باقی شخصوں کی رضائندی شرط ہے نہ حاضر ہونا محیل اور محتمل علیہ کا وہ ثابت رکھا اسکو مصنف نے اپنی شرح میں ہم بزازیر اور خانیہ میں بھی یہی مذکور ہے اور اگر ان کتب کی وایات کو ابو یوسف کے قول پر محمول کیجئے تو منافات باقی نہیں رہتی لیکن مذکور ہو چکا کہ طرفین کا قول صحیح ہے نہ ابو یوسف کا کذا فی الطحاوی و تصحیح فی الدین العلوم لافعی العین زاد فی ابویسیرہ و لافعی الحقوق انتہی اور حوالہ صحیح ہے دین معلوم غیر محمول میں نہیں میں جو ہر دین زیادہ کیا اور حوالہ صحیح ہے حقوق میں انتہی ہم میں اس واسطے حوالہ صحیح نہیں کہ وہ ثابت فی الذمہ نہیں تو اسکا نقل کرنا

ایک طرف سے دوسرے ذریعہ کی طرف نہیں ہو سکتا اور یہ عدم صحت حوالہ مطلقہ میں ہے اور حوالہ مقیدہ میں تو حوالہ عین کا صحیح ہر کفائی میں ہے کہ حوالہ دو قسم ہے مقیدہ اور مطلقہ مقیدہ وہ ہے کہ محال علیہ تحصیل کا دین ہو یا اسکے پاس عین ہو محیل کا بطریق غصب یا ودیعت یا اور طرح سے اور مطلقہ وہ ہے کہ محیل حوالہ کو مقید بدین یا عین نہ کرے چنانچہ اس شخص پر حوالہ کرے کہ جس پر نہ اسکا دین ہے نہ اسکے پاس محیل کا عین ہے کذا فی المطحطاوی دیعرف ان حوالہ الغازی بحقہ من غنیمتہ محررۃ لا تصح اور جو بہرہ کی وایت سے معلوم ہو کہ غازی کو حوالہ کرنا اپنے حق کا غنیمت محررہ سے صحیح نہیں مگر تو غنیمت غیر محررہ سے بطریق اولی حوالہ جائز نہ ہو گا و کذا حوالہ المستحق معلوم متنی ابوقت علی ناظر نہر اور اسی طرح حوالہ مستحق ناظر پر اپنے وظیفہ معلوم کرنا وقت صحیح نہیں کذا فی التمریم قال بعد وقتین و ہذا فی الاحکام المطلقہ ظاہر و اما المقیدہ قضی بالبحران المال فی بیانناظر نیغیہ ان تصح کالاحکام علی الموعود والا لا انما مطالبہ اتھی و مقتضاہ صحبہا بحق الغنیمتہ و عندی قیہ ترد و کچھ صاحب نہرند و ورق کے بعد کہا اور یہ یعنی عدم صحت حوالہ وقت حوالہ مطلقہ میں ظاہر ہے یعنی اس واسطے کہ حوالہ مختص بدیون ہے اور اگر حوالہ مقیدہ ہے تو بحر الرائق میں ہے کہ اگر مال ناظر کے پاس ہے تو لائق یون ہے کہ حوالہ صحیح ہو چنانچہ حوالہ کرنا ودیعت رکھنے والے پر صحیح ہے اور اگر مال ناظر کے پاس نہیں تو حوالہ صحیح نہیں ہو سکتا وہ مطالبہ ہے اور مطالبہ ناظر پر نہیں بدون مال کے اور مقتضائے بحت صاحب بحر صحت حوالہ ہے بحق غنیمت اور میرے نزدیک اس میں تردید ہے ہم مطحطاوی نے کہا کہ مؤید صحت ثبوت ارشاد ہے یعنی غنیمت محررہ میں غازی کے ورثہ اسکا حصہ بطور ارشاد پاتے ہیں تو ملک کی غنیمت میں متاثر ہو گئی تو اب غنیمت ودیعت کے مانند ہوئی صحت حوالہ میں برمی الحیل میں مال دین و المطالبہ جبرئیا یا القبول من الممتثل للحوالۃ اور برمی الذمہ ہو جاتا ہے محیلین اور مطالبہ سب سے سبب قبول کرنے مگر اس کے حوالہ کو م قبول معتد بر اہت موقت بعد م ہلاک ہے اور فائدہ بر اہت کا یہ ہے کہ اگر محیل مر جائے تو محتمل بنیادین اسکے ترک سے نہیں لے سکتا لیکن محیل کے ورثہ اور اسکے ذریعہ یون سے ضامن ہے اس خوف سے کہ مبادا اسکا حق منافع ہو کذا فی شرح الجمع اور جیسے قبول محتمل شرط بر اہت ہے اسی طرح قبول محتمل علیہ بھی شرط ہے کذا فی شرح الجمع علی الحیل للابا التو بالقرہ و ہذا ہلاک مال لان البراۃ مقیدہ بسلامتہ حقہ تو محتمل رجوع ذکر کیا محیل پر اگر مال کی ہلاکی سے واسطے محیل کی بر اہت بسلامتی حق محتمل مقید ہو تو ہی باہت منقودہ عبارت ہے ہلاک ہونے مال سے اور بعضوں نے اسکو باہت محدود بھی کہا مگر تو ہی بروزن حصی لغت میں یعنی ہلاک مال ہے اور اسکے اصطلاحی معنی کو مصنف آگے ذکر کر چکا جب بر اہت مقید بسلامت حق محتمل ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ بر اہت استیفا ہے نہ بر اہت استقا و کچھ حسب استیفا سے حق مقدر ہوا تو رجوع اصل بدیون پر واجب ہوا مقیدہ فی البحر بان لا یون بالحیل ہوا محتمل علیہ تا رجوع در صورت ہلاک کو بحر الرائق میں اس طرح مقید کیا ہے کہ محیل ہی محتمل علیہ نہ ہوا ہر دوسری بار ہم صاحب بحر نے کہا کہ یہ مقید ہو سکتا لگائی کہ ذخیرہ میں ہے کہ ایک مرد نے اپنے دائن کا حوالہ کیا دوسرے مرد پر کچھ محتمل علیہ نے اسکا حوالہ دوسرے پر پہل میں ہے کیا تو محتمل علیہ اول بری ہو گیا پھر اگر ہلاک مال ہو گیا تو محتمل علیہ اول پر عود نہ کر گیا انتہی ایضاً اسکا یون ہے کہ حامد محمود کا دیون ہے سو حامد نے دین محمود کا حوالہ کیا زید پر پھر زید نے حامد پر حوالہ کیا تو در صورت ہلاک حامد پھر دین کا اعادہ زید پر نہ ہو گا کیونکہ زید برمی ہو گیا حوالہ تالیف سے ہو یا حامد میں ان کچھ محال علیہ لحوالہ و کھلیت ولا ینبئہ لامی محتمل الحیل و کمیو سلمی علیہ مفلس ابو یوسف دین و قیل و قال ابوداؤد بان فلس الحاکم اور وہ یعنی ہلاکی حد الامر میں سے ہے کہ محال علیہ حوالہ کا انکار کرے اور قسم کھائے اور محتمل اور محیل کے واسطے شہادت نہ ہو یا محال علیہ مفلس مر جائے بدون عین اور دین اور بلا کفیل اور صاحبین نے کہا ہلاکی ثابت ہوتی ہے دونوں امر مذکور سے اور طرح سے کہ محال علیہ حاکم مفلس ٹھہرے ولو احتلف قیہ فی فی مودہ مفلسا و کذا فی مودہ قبل انا دار و بعدہ فالقول للمحتمل مع ینبئہ علی العلم تسک بالاصل ہوا عسرہ زلیعی و قیل القول للمحیل ینبئہ قیہ اور اگر اختلاف کیا محیل و محتمل نے عملین یعنی محال علیہ کے مفلس ہو کر جانے میں اور اسی طرح اس کی موت کے اختلاف میں قبل ازلے دین اور بعد اسکے تو محتمل کا قول معتبر ہے اسکی قسم کے ساتھ علم پر یعنی تقی علم پر سبب تمسک ہونے محتمل کے اصل سے اور وہ عسرہ و تنگدستی ہے کذا فی الزلیعی اور بعضوں کے نزدیک محیل کا قول معتبر ہے اسکی قسم کے ساتھ ہم صورت اسکی یہ ہے کہ محتمل نے کہا کہ محتمل علیہ مفلس بلا متروکہ مر گیا اور محیل نے کہا کہ متروکہ چھوڑ کر مرا تو محتمل کا قول معتبر ہے اس طرح قسم کھا کر کہہ فائدہ چھوڑا اسکا مال دار ہونا معلوم نہیں اور موت قبل انا کا مسئلہ اگر صحیح ہو مگر بالصال عین علی العلم صحیح نہیں کیونکہ

Marfat.com









سختی کی کتاب جو اس کے ساتھ بیان کی باتیاع امام کردی فتح القدر اور نہ الفائق میں جو نہ سبست یون مذکور ہے کہ سفیجہ معاملہ فی الدیون ہے مانہ کفالت و حوالہ کے خطاوی نے علامہ اسی سے نقل کیا کہ ہندوی مشاہیر اس سے کہتے ہیں کہ قرض فرض تیسرا ہے مگر قرض حوالہ کرنا ہے اس نالک جو مستقرض پر ہونے دان یاد دہشت کے واسطے جو دوسرے شہر میں ہو قوالوا از انہم تکن النفعہ مشروطہ و استعارہ فلا باس اور فقہانے کہا کہ جب ہندوی میں نفع سے مذکورہ شرط اور متعارف نہ ہو تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں ہم ظاہر عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ قول متفق علیہ ہے اور حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ایک قیل ہے کہ اگر اس قیل کی مطلقاً چنانچہ اس میں اور کئی کئی کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے شرح ربیع نے کہا سناط کرہت جہ نفع ہے خواہ شرط ہو یا نہ ہو اور وہ سزا قول ہے کہ جب نفع مشروط نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور یہی قول ہے جو ہم کیا ہے قتائے صغریٰ میں اور واقعات حسامیہ اور کفالتہ شہید میں اور بزازیہ کے باب البصر میں بھی اسی کو مذکور کیا ہے کہ ذوالی نہ فتح القدر اور شرح صغریٰ میں واقعات سے شرط کی صورت اس طرح مذکور ہے کہ ایک دوسرے کو مال قرض یا اس شرط پر مستقرض سکون لکھدے فلائے شہر کی طرف اور اگر قرض یا بغیر اس شرط کے اور مستقرض نے لکھدیا تو جائز ہے فتح القدر اور نہ الفائق میں ہے کہ فقہانے کہا کہ عدم شرط کے ساتھ اس وقت حلال ہے جبکہ اس کا یعنی دوسرے شہر پر لکھدینے کا رواج اور عرف ظاہر نہ ہو اور اگر معرفت اور رواج ہو کہ یہ فعل اس واسطے ہوتا ہے یعنی یہ قرض سقوط خطر کے واسطے مروج ہو تو حلال نہیں اتنی خطاوی نے کہا اطلاق ہے کہ عدم شرط کے قیل پر حلت ہونے کا محل ہے جبکہ اس کا رواج نہ ہو واسطے کہ متعارف مشروط کے مانند ہے اتنی فرغ مسئلہ ملحقہ شرح کافی انہو البصر میں صرف بزازیہ و یون المستقرض ہے نہ بزازیہ کی لائنہ مشاع کیل القسمۃ نہو البصر میں بزازیہ کے باب البصر سے منقول ہے اور اگر مستقرض اس میں سے زائد کو ہبہ کرنے تو جائز نہیں کیونکہ وہ مشاع ہے تو مشاع ہبہ شایع رہنے اخصا کیا عبارت کا اور پوری روایت بزازیہ کی یون ہے کہ دیون کے ہدیہ قبول کرنے اور اس کی عورت قبول کرنے میں بلا شرط کچھ مضائقہ نہیں اور اسی طرح اگر عہدہ ترا داکرے مقبوض سے تو حلال ہے بلا شرط اور اگر ناقص تر یا وزن میں راجح ترا داکرے اگر وہ شیر ہے تو جائز نہیں اور اگر قلیل ہے تو جائز ہے اور جو تفاوت موازن میں داخل نہ ہو اور بین الکیلیں جاری نہ ہو وہ اسکو یعنی دائن کو سلم نہیں بلکہ اسکو پھیرنے اور ایک دم کو سود میں بالاتفاق پھیرد اور نصف درم میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ شیر ہے اور بعضوں نے کہا قلیل ہے اور اگر مستقرض زمین سے زائد ہبہ کرے تو جائز نہیں کیونکہ وہ مشاع محتمل القسمہ ہے اتنی اور اسکو تامل کر کہ اگر نصف نیا قرض لے اور پورا دینا راداکرے اور زائد کو ہبہ کرے تو وہ ایسا مشاع ہے جو محتمل القسمہ نہیں پھر میں نے عارف سنان ہندی کی تین نامی میں دیکھی کہ اول تو انھوں نے قاضی خان سے بزازیہ کے مانند نقل کیا پھر یہ کہا کہ جس میں احتمال قسمت نہ ہو جائز ہے یعنی یہ مشاع کفالتی الخطاوی نے لو توکل تحیل عن المحتمل القصدین الحوالتہ لصلح اور اگر قلیل ہو محتمل محتمل کی طرف سے دین حوالہ کے قبض کے کا تو صحیح نہیں ہم ہوا اسطے صحیح نہیں کہ محتمل نے واسطے عمل کرتا ہے تا براہ الاموال بصلح کرے کفالتی البصر خطاوی نے کہا بعضے نسخے میں بجائے عن المحتمل علی المحتمل ہے تو وہاں علی معنی من ہے و شرط المحتمل لصلح علی محتمل صح و یطالب یا شاہان احوالہ بشرط عدم برائۃ التحیل کفالتہ خانیہ اور اگر محتمل محتمل پر تاوان شرط کئے تو صحیح ہے اور مطالبہ کے جس سے چلے خواہ تحیل سے خواہ محتمل علیہ ہو واسطے کہ حوالہ بشرط عدم برائت تحیل کفالتہ کفالتی الخانیہ چنانچہ کفالت بشرط برائت تحیل حوالہ ہے کفالتی الخانیہ تیرہ فیما عن التانی یوقاب محتمل علیہ خیار الحوائج ادعی وجود مال لم یصدق ان برہن لان الشہود علی غائب قلو حاضر و حوالہ ولا ینتہکان المقول لہ وجعل مجودہ فسخا اور خانیہ میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر محتمل علی غائب ہو پھر محتمل اسے اور اسکے انکار مال کا دعویٰ کئے تو اسکی تصدیق نہوگی اگرچہ اس دعویٰ کو شہادت ثابت کرے اس واسطے کہ شہود علیہ یعنی محتمل علیہ غائب ہے سو اگر محتمل علیہ حاضر ہو اور وہ حوالہ کا انکار کرے اور گواہ نمون عقد حالہ کے تو محتمل ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسکا انکار فسخ حوالہ قرار دیا جائیگا تو اس صورت میں محتمل پر دین عہدہ کرے کیونکہ برائت محتمل مشروط بسلامت محتمل ہے اور یہ مسئلہ ہلاکت دین کا ہے جو سابق میں مذکور ہو چکا ہے مسئلہ ملحقہ شرح کتاب الوصی اذا اوصی اذا اوصی بالالتیم فان کان خیر اللتیم بان کان التانی اصلا صح سر اجیر اللہ بکافی مضاربہ جو ہر وقت مفاد ہما عدم اجواز و تسامیا و اعتبار ہبہ زمینی الخانیہ والوجہ لہ لا حیثہ ضمتال بحال البصیرہ والعقود انما شرعت للفاکدۃ اتنی باب یا ہبہ یا ہبہ کمال یتیم کا حوالہ قبول کرے تو اگر یتیم کے حق ہے

میں بستر و اسطرح پر کہ دوسرا شخص یعنی محال علیہ زیادہ تر مال دار ہو محیل سے تو صحیح ہے کہ کذا فی السراجیہ اور اگر زیادہ تر مال دار ہو تو جو القبول کرنا جائز نہیں چنانچہ جو پرہ کی کتاب فی الضارہ میں ہے کہ ہون کہ مفاد اشتراط خیریت عدم جواز الہیہ اگر دونوں شخصوں میں محیل اور محال علیہ تسادی ہوں مالدار می اور اسے دین میں یا دونوں تقارب ہوں اور اسی کا تعلق کیا ہے خانیہ میں اور دلیل بھی اسی کی تفسیر ہے اس واسطے کہ در صورت تساوی یا تقارب حال قبول کرنا اس چیز کا اشتغال ہے جو مفید نہیں اور ضرورت عقود نہیں مگر فائدہ کے واسطے اور اللہ تعالیٰ اعلم مدیون نے دائر کا حوالہ کیا سو محال علیہ شہر سے اسطرح غائب ہو گیا کہ اس کا مکان معلوم نہیں بسبب کسی عسرت اور عاجزی کے سو محال ہے چنانچہ اگر تیسرا محیل ہے تو اسکو جمع بالدرین محیلین جائز نہیں جبکہ محال علیہ کی ہوتی ہے کہ تعلق لفظی عن الحال لیکر تیسرا محیل ہے اور علم تیسرا محیل

### کتاب القضاء

پر کتاب پر مسائل قضائی جھگڑا فیصل کرنے میں لہا کان اکثر المنازعات تقع فی الدیون والبیعات باعتبار ما یقطنہا ہر گاہ کہ اکثر جھگڑے دیون و بیایعات میں واقع ہوتے ہیں تو مصنف نے دیون و بیایعات کے متعلق اسکو لایا جو انکی قاطع اور رافع یعنی قضا کہ رافع منازعات دیون اور بیایعات ہے دیون سے مراد وہ دیون ہیں جن میں قضا اور حوالہ واقع ہوتا ہے ہر دو یقیناً حکم قضا ہوتے ہیں اور ہاقت مقصورہ بھی یا ہر وقت میں حکم پر ہم ہر چیز قضا العنت میں یعنی حکم و فروع و ملاک اور ہونہا بعضی وضع و تقدیر مستعمل ہے کذا فی الجریں شرح نے فقط حکم پر اقتصار کیا تا معنی لغوی اور اصطلاحی کی مناسبت ظاہر ہو جائے بشرط انحصار خصوصیات قطع المنازعات اور اصطلاح شرح میں قضا عبارت فیصل کے خصوصیات اور قطع کرنے منازعات سے معنی ہے فیصلہ جو خصوصیات میں واقع ہو اسطرح کہ مقدار کا حق بیان ہو اور بطلان کا منع اور الزام ثابت ہو تو فیصلہ اصح معنی قطع ہے تو تعریف میں عطف تفسیری ہوا اور بہتر ہے کہ مصنف علی شہر خصوص کی قید زیادہ تر تا امیر و حکم کی فصل خصوصیات قضا سے نکالتے کذا فی الطحاوی قیل غیر ذلک کہ اسطرح الطولات اور بعضیوں نے تعریف قضا کی اسکے سوا اور طرح سے بھی کی ہے چنانچہ کتب مطولہ میں مصرع ہے کہ زانجلہ بالبع من تعریف دیون لکھو کہ قضا عبارت ہے حکم میں انسان باحق سے جو خدا کے نزدیک حکم عادات میں ثابت ہے خواہ حکم قطعی ہو اسطرح پر کہ اس پر دلیل قطعی ہو یعنی نص مفسر کتاب رسد متواترہ یا مشورہ یا اجماع سے خواہ حکم ظاہر ہو اسطرح پر کہ دلیل ظاہر قائم ہو جو غلبہ ظن کی وجہ ہے کتاب و رسد و قیاس سے اور قیاس ان مسائل اجتہاد میں جو میں اختلاف تھا ہر یا نہیں سلف سے روایت نہیں تو اگر قاضی وہ حکم کرے جو دلیل قطعی کے مخالف ہے تو جائز نہیں کیونکہ وہ حکم بالیقین باطل ہے اور یہی طرح موضع اختلاف میں وہ حکم کرے جو قائل تھا سے خارج ہے تو جائز نہیں کیونکہ حق اسے تباد نہیں اور یہ تفصیل منکر ہے تباداضی کے حق میں ہے اور نقل قاضی یعنی مغلطہ یا شافی پر تو وجہ ہے کہ اپنے مذہب کے معتقدوں پر حکم کرے تو وہ نسبت اپنے خلاف مذہب کے حکم کرنے میں معزول ہے اور اگر غیر مذہب کے موافق حکم کرے گا جان کر تو اسکا حکم جاری نہ ہو گا اور اگر تباداضی کے تو اسکا ابطال حکم مناسب ہے اور بعضی روایات میں اسکی قضا امام عظم کے نزدیک جائز ہے بخلاف صاحبین کذا فی الطحاوی عن ابی ہریرہ کا کہ علی بن ابی نعیر بن العرس بقولہ اشعار اطراف کل قضیۃ حکمیت ہے است یلوح بعدہ بالتحقیق ہو حکم و محکوم بہ و لہو و محکوم علیہ حاکم و طریق ہے اور انکان قضا کے چلے ہیں چنانچہ ابن العرس نے اپنے اس قول میں نظم کی ہے یعنی اطراف ہر قضیہ حکمیت کے چلے ہیں جبکہ شمار کرنے سے تحقیق ظاہر ہوتی ہے کہ حکم ہے محکوم بہ محکوم بہ محکوم بہ محکوم علیہ حاکم و طریق ہم ابن العرس نے بھر فرمایا کہ بدیر کا مصنف ہے اور اطراف سے مراد انکان ہیں اور قضیہ عبارت ہے ہر حادثہ سے جسکو عورت میں مقدمہ کہتے ہیں حکم و قسم ہے قولی فعلی حکم قولی یہ کہ قاضی کے کہ میں نے تجھ پر حکم کیا یا لازم کیا یا تجھ پر قضا میں نے جاری کی یا میرے نزدیک ظاہر یا صحیح ہو گیا یا میں جان گیا اور حکم فعلی اسطرح پر کہ قاضی نے شکایتیہ کا مال پر خرید کیا یا اپنا مال تمیم کے ہاتھ سپرد کیا تو جائز نہیں کیونکہ قاضی کی بیع حکم ہے اسکا اور وہ اپنی ذات کا قاضی نہیں ہو سکتا اور محکوم یعنی جس کا قاضی نے حکم دیا اسکی شرط یہ ہے کہ معلوم ہو اور محکوم یعنی مدعی اسکی شرط یہ ہے کہ دعویٰ اسکا صحیح ہو اور مدعی ان میں ہو جن کی شہادت قاضی کے واسطے مقبول ہے اور محکوم علیہ یعنی مدعا علیہ میں یہ شرط ہے کہ حاضر ہو کیونکہ قضا علی الغائب صحیح نہیں اور حاکم یعنی قاضی کی شرطیں ہیں ان محمل ہر بلوغ ۳ اسلام ۴ حریت ۵ سمع ۶ بصر ۷ نطق ۸ حذوف سے سلامت رہنا ۹ حکم دینے کے واسطے مقرر ہونا نہ فقط دعویٰ کی حالت میں

کتاب القضاء  
 شرح  
 ج ۱  
 ص ۲۰۷



اور مرد ہونا اور مجتہد ہونا شرط نہیں اور طریق عبارت ہے بینہ یا اقرار یا کول سے کذا فی الخطاوی لخصاً و اہلہ الی التہادۃ ای «انہما علی المسلمین کذا فی الخواصی السعدیہ اور لائق قضا کے ہر کو کو بھی لائق ہے یعنی جو ادا سے شہادت علی المسلمین کے لائق ہے کذا فی الخواصی السعدیہ ہم ادا سے شہادت کی تمیز سے تحمل شہادت خارج ہو گیا کیونکہ تحمل شہادت کا رقیبت اور کفر کجالت میں صحیح ہے نہ ادا سے شہادت اور مرد ماتن یہ ہے کہ قضا اور شہادت دونوں کا مخرج ایک چیز کی طرف ہے یعنی حر مسلم یا نفع علی بدل ہونا نہ اند صاحبہ مجتہد و فی القضا نہ بہر اگو نکا ہونا اور چونکہ اوصاف شہادت زیادہ تر مشہور تھے اوصاف قضا سے لہذا اوصاف قضا کو اوصاف شہادت سے بیان کر دیا اور اطرش یعنی جو حضور کی آواز سے تو قول اصح ہے کہ اسکا قاضی ہونا جائز ہے کذا فی النہر ویرد علیہ ان الکافر یجوز تصلیدہ القضا التحکم میں اہل الذمہ ذکر الزیلعی فی التحکیم و رکنیہ مذکورہ پر یعنی جو اہل شہادت علی المسلمین ہے وہ قضا کا اہل ہے یہ اعتراض رد ہوتا ہے کہ کافر کو تصدیق قضا جائز ہے تا وہ ذمیوں میں حکم کے چنانچہ زبعلی نے اسکو باب التحکیم میں ذکر کیا ہے ہم خلاصہ اعتراض یہ ہے کہ کافر یا وجودیکہ شہادت علی المسلمین کی اہلیت نہیں رکھتا مگر اسکا قاضی ہونا ذمیوں پر صحیح ہے تو کذا فی کور ہما ذق نہا یہ اعتراض ہے صاحب نہر کا جواب اعتراض یہ ہے کہ یہ قاضی خاص کی تعریف ہے یعنی قاضی مسلم کی اور یہ خود ظاہر ہے کہ شہاد علی المسلم شہاد علی الذمی ہوتا ہے تو ذمی پر اسکی قضا صحیح رہی ہوگی کذا فی الخطاوی و شرط اہلیتہا شرط اہلیتہ فان کلا منہما من باب العلامۃ والشہادۃ اقوی لانہما ملزمہ علی القاضی القضا ملزم علی الخصم فلذا قیل حکم القضا یتستفی من حکم الشہادۃ ابن کمال اور اہلیت شہادت کی شرط اہلیت قضا کی شرط ہے سو اسطے کہ شہادت اور قضا دونوں باہم لایت سے ہیں اور شہادت قوی تر ہے قضا سے کیونکہ شہادت قاضی پر لازم ہے اور قضا مخاصم پر لازم ہے اسی واسطے کہا گیا ہے کہ حکم قضا حکم شہادت سے مترتب ہے کذا صحیح ابن کمال ہم جلی نے کہا کہ ماتن کا یہ قول کفر ہو گیا اسکے قول سابق کے ساتھ خطاوی نے کہا کہ اگر کافر کا فائدہ یہ ہے کہ قول نیک یعنی والفسق اہلہ اس پر ترتیب ہو والفسق اہلہا فیکون اہلہ لکنہ لا یقلد سواہ و یا تم مقلدہ کا قابل شہادۃ برفیق اور فاسق اہل ہے شہادت کا تو قضا کا بھی اہل ہوگا لیکن واجب ہے کہ فاسق کو قاضی نہ کیجیے اور اسکا قاضی کرنے والا گنہگار ہوتا ہے جیسے کسی کو ہی قبول کرنے والا عاصی ہوتا ہے اسی کا فتویٰ ہے م مغرب میں ہے کہ لغت میں فسق خروج عن الاستقامۃ کو کہتے ہیں اور شرع میں ارتکاب کبیرہ یا اصرار علی الصغیرہ فسق ہے فاسق کو اسکا قاضی کرنا نہ چاہیے کہ قضا باب امانت سے ہے اور فاسق امدین میں امانت اسی کے لائق نہیں اسکی قلت بمالات کے سبب اور قول مفتی بر کے مقابلہ قول ہے جو بعضوں نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ شہادت فاسق مقبول نہ ہو اور اگر قبول کئے تو جائز ہے اور وہ قول ہے کہ قضا فاسق صحیح نہیں اور یہی قول ہے کہ غلثہ کا اور یہی مختار ہے خطاوی کا یعنی نے کہا کہ اسی قول پر فتویٰ دینا لائق ہے خصوصاً اس نے مانے میں نہر الفائق میں کہا کہ اگر اسکا اعتبار کیجیے تو قضا کا دروازہ بند ہو جائے خاص کر ہمارے زمانے میں لہذا جو مصنف نے اختیار کیا وہی اصح ہے چنانچہ خلاصہ میں ہے اور یہی اصح الاقادیل ہے چنانچہ عماد میں ہے کذا فی الخطاوی قیدہ القاعدیہ عاذا للہ علی ظن صدقہ فلیحفظ در راور قاعدیہ میں قبول شہادت کو اس طرح مقید کیا ہے جبکہ قاضی کے گمان میں فاسق کی صداقت اور راستی غالب ہو جائے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدرر یعنی اگر ظن غالب صدق کا نہ ہو یا صدق اور کذب گمان میں دونوں برابر ہوں تو اسکو قبول نہ کرے یعنی اصل قبول کرنا صحیح نہیں و مستثنی الثانی لفسق ذالجاہ والمرۃ فانہ یجب قبول شہادۃ بزادہ قال فی النہر وعلیہ فلایاتم ایضا بتولیتہ القضا حیث کان کذلک لان یفرق بینہما اسی قلت صحیحی لتضعیفہ فر احد اور ابو یوسف نے فاسق صاحب جاہ اور مروت کو مستثنیٰ کر لیا ہے کیونکہ اسکی شہادت قبول کرنا واجب ہے کذا فی البرزازیہ نہر الفائق میں کہا تو جو جب اس قول کے اسکے قاضی کرنے میں بھی گنہگار نہ ہوگا جبکہ فاسق صاحب جاہ اور مروت ہو مگر یہ کہ ابو یوسف قبول شہادت اور قضا کی تعلیل میں فرق کرتے ہوں انتہی ہانی النہر میں کہتا ہوں تضعیف اس قول کی آگے آویگی سواسکی طرف رجوع کر ہم کتاب شہادت میں فقہ القدر سے مذکور ہوگا کذا فاسق صحیح مروت کی گواہی مقبول نہیں کیونکہ یہ تعلیل بمقابلہ نص ہے و فی معروضات اہل السعدیہ فی قضاۃ زمانہ ہاں وجود العداۃ ظاہر اور والامر بتقدیم الاصل فی العلم الدیانتہ والعدالتہ اور مفتی ابو سعود کی معروضات میں ہے کہ ہر گاہ ظاہر التساوی واقع ہوئی ہمارے زمانہ کے قاضیوں میں جو عدالت میں تھیں تو ہر سلطانی وار دہوا اسکی تقدیم کا جو فصل یعنی زیادہ تر ہو علم اور دیانت اور عدالت میں ہم یہ مفتی ممدوح کے زمانے میں تھا اور اب عدالت میں





قرآن نے اختیار کیا ہے اور اسی پر صاحب جمع نے اپنے متن میں یقین کیا ہے اور طبعی کی شرح مجمع میں عبارت بلوغہ میں ماہر ہی اور تفسیر کا بھی عمل ہے وہاں ہر جہت پر  
 انہ لا یحل استفتاءہ اتفاقاً لکما بسط المصنف وجوہ قرین ہر اس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ فاسق سے فتویٰ لینا اور مسئلہ پوچھنا بالاتفاق حلال نہیں چنانچہ اسکو مصنف  
 نے اپنی شرح میں بیان کیا ہے و قبل نعم یصلح و بہ جزم فی اکثر لاندہ مجتہد حذر نسبتہ اخطار اور قول ضعیف یہ ہے کہ بان فاسق مفتی گری کی صلاحیت رکھتا ہے اور یہی  
 قول اکثرین یقین کیا ہے اس واسطے کہ مفتی فاسق قول صواب کے بتانے میں کوشش کرتا ہے نسبت خطا کے خوف سے یعنی اس خوف سے کہ کوئی اسکو غلطی شکم  
 طحاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شراح حذر نسبتہ اخطار اس واسطے کہ حذر یعنی حذر ہے یعنی معنی امر کذا فی القاموس اختلاف فی شرائط اسلام و عقدہ و شرط بعضہم تعلقہ  
 لآخر و ذکر وجہ و نطقہ فصیح استاء الاخرس الاقنارہ اور علماء میں خلاف نہیں مفتی کے اسلام اور عقل کے شرط ہونے میں اور بعضوں نے مفتی کی پوشیاری اور  
 بیماری شرط کی ہے مفتی کا آزاد ہونا اور اسکا مرد ہونا اور نہ گویا ہونا تو گوئیے کا فتویٰ نیا صحیح ہے نہ کئی نقصان گونگے کا فتویٰ دینا اسوقت صحیح ہے جبکہ اسکا  
 اشارہ مہتموم ہو بلکہ مفتی ناطق سے اگر کہا جائے کہ یہ چیز کیا جائز ہے پھر وہ سر ہلا سے یعنی بان کہہ سے تو اسکے اشارے پر عمل کرنا جائز ہے کذا فی المنہر فائدہ  
 جلیلہ فتاویٰ علی انگیری میں ہے سزا دہی ہے کہ مفتی خود مروت سے منزہ اور فقیہ النفس سلیم الذہن حسن التصرف ہو اور صحیح یہ ہے کہ فتویٰ نیا غیر مکروہ ہے اس شخص کا  
 جو اسکی بیعت رکھتا ہو اور حکم پر لازم ہے کہ شخص اور تلاش کے کہ کون علم فتویٰ دینے کے لائق ہے اور منع کسے فتویٰ دینے سے اسکو جو بیعت نہیں رکھتا اور  
 شرائط فتویٰ سے یہ ہے کہ ترتیب مستفتیوں کی یاد رکھے انعمیا اور اعوان سلطان اور امر کی طرف میلان نہ کرے بلکہ پہلے اسکا جواب لکھے جسے پہلے ہفت کیا  
 خواہ وہ غنی ہو یا فقیر اور آداب فتا سے یہ ہے کہ کاغذ استفتا کو بکثرت لے اور سوال کو پوشیاری سے بڑھے بار بار تا ایک حقیقت سوال خوب ظاہر ہو جائے پھر جواب لکھے  
 اور یہ شرط ہے کہ کاغذ کو کھینک نہ دے جیسے کہ بعضے لوگوں کی عادت ہے کیونکہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور تعظیم نام مقدس کی واجب ہے اور جب مفتی جو لکھ کر کہے  
 تو لائق ہے کہ جواب کے بعد اللہ اعلم بانہذا اسکے لکھے اور واجب ہے مفتی حلیم زہین نرم زبان اور خندان رہے ہو اور لائق نہیں کہ بیرون ہو کہ فتویٰ کو جسے احتجاج کے  
 اور اگر فتویٰ دینے میں چوک جائے تو رجوع کرے اور اس سے شرم نہ لے نہ گنگے اور یہ شرط ہے کہ اپنے امام کے مسائل علی و کلمہ اور اسکے قواعد اور رسالہ کو معلوم کرے اور  
 واجب نہیں انقلاں امر میں جو ہنوز واقع نہیں و فتویٰ میں تساہل کرنا اور جھیلوئی پیروی کرنا حرام ہے اگر غرض میں فساد واقع ہو اور فتویٰ سے اس حالت میں حکم ہو اسکا  
 متغیر ہونا و بہتر یہ ہے کہ بدلتے فتویٰ سے اور اگر میت المال سے رزق لے تو جائز ہے باوجود کفایت کے اور مستفتیوں سے اجرت نہ لے اور اگر اہل شہر اسکے واسطے کچھ روزہ ہی مقرر  
 کریں تو جائز ہے اور حکم لازم ہے کہ مدرس و مفتی کے واسطے بقدر کفایت روزہ مقرر کرے اور شہر کو واسطے اصطلاح ہوتی ہے پول حایل میں تو متعلقات لفظ سے اس شہر کو  
 فتویٰ نیا اس مفتی کو جائز نہیں جو اسکی اصطلاح لفظی سے واقف نہیں اور حکم اور مفتی کو قبول ہدیر اور اجابت عوت خاصہ جائز ہے اور یوسف سے منقول ہے کہ حیا سے کوئی  
 مسئلہ پوچھتا تو پوشاک میں عملہ باندھ کر بیٹھتا ہے اور فتویٰ دینے تعظیم افتاب کے سبب کہ اتنی لطحاوی بلخصاً محمد بن حسن سوال ہوا کہ مرد کو فتویٰ دینا کب حلال ہے فرمایا کہ جب  
 اسکا صواب اکثر ہاں کی خطا سے انتہی بعضوں نے کہا کہ اگر مفتی سے مسائل جوابیہ ہل سنت کا سوال ہو تو لائق ہے کہ اسکے جواب کے بعد اللہ الموفق بالحد التوفیق لکھنے کا  
 فی نہر و یکتفی بالاشارۃ ہولہ الامن القاضی للزوم صیغہ مخصوصہ کلمتہ الزمت بعد دعویٰ صحیحہ اور مفتی سے اشارہ کرنا کفایت کرتا ہے نہ قاضی سے سبب لایم صیغہ مخصوصہ  
 کے چنانچہ حکمت و الزمت بعد دعویٰ صحیح کے یعنی قاضی میں تلقاً صیغہ حکم بعد دعویٰ لازم ہے تو یہ گونگے کے اشارہ کرنا نہیں ہو سکتا بخلاف مفتی چنانچہ ذکر ہو چکا و اما  
 الاطرش من سیمع بصوت القوی لا صح بصوتہ بخلاف الالہم اور اطرش یعنی جو خوشگیاں وادنے تو صحت اصح قول ہے بخلاف اس پر کہ جو بطلق نہیں سنتا و فقہی القاضی نو  
 فی مجلس القضاہ ہو اصح در من لم یجہل صیغہ صیغہ و مستفیض اور فتویٰ دینے قاضی اسکو جو اسکے پاس فیصلہ کرنے نہیں یا کذا فی الظہیرۃ اور کلمہ صیغہ اصح ہو گا فتویٰ دینا  
 قاضی کا جائز ہے اگرچہ افتا مجلس قضا میں ہو اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الدرر خواہ مسئلہ معاملات کا ہو خواہ یا ناک کذا فی المنع و یا خذ القاضی کفایتی بقول ابی حنیفہ  
 علی الاطلاق اور قاضی مفتی کے ماتہ نام بوجہ کا قول ہے مطلقاً یعنی خواہ صاحبین امام کے ساتھ متفق ہوں یا نہ ہوں جامع فقہوں میں ہے اگر ایک مسلمین ہوں

ملہ طحاوی

مفتی کو کیا کیا لایین ضروری ہیں

اصحاب مختلف ہوں تو اگر ابوحنیفہ کے ساتھ صاحبین میں سے کوئی ہو تو دونوں کے قول کو لے لیتے ہیں اور اگر صاحبین کے اختلاف کی بنا پر ابوحنیفہ سے  
تو اگر اختلاف اٹکا ہے نہ ان ہو جیسے ظاہر عدالت پر حکم کرنا تو یہاں صاحبین کا قول یہی سبب تغیر حوالہ مردم اور مزاحمت و معاملات میں بھی صاحبین کے قول کو اختیار کرنے کی ہے  
متاخرین کا اجماع ہے اور اسکے سوا میں بعضوں نے کہا کہ مجتہد مختار ہونے پر ہمتا کے موافق عمل کرے اور بعضوں نے کہا کہ یہاں ابوحنیفہ کے قول کو لے آتی کذا فی الخطاوی  
بقول ابویوسف ثم بقول محمد ثم بقول فروخ حسن بن زیاد ہوا صحیح نذیرہ عبارۃ النہم بقول الحسن فقہتہ بھو ابوحنیفہ کے بعد ابویوسف کا قول ہے پھر ان کے  
بعد محمد کا قول ہے پھر ابی بکر بعد فروخ حسن ابن زیاد کا قول ہے اور یہی ترتیب ہے اور اس قول پر کذا فی النہم عبارۃ النہم لفظی طور پر کچھ فرق ہے جس میں زیاد کا  
قول ہے سو خبر ابوحنیفہ ہر شخص کا بعد از فروخ حسن بن زیاد اور سر اجیبہ میں زہرا و حسن بن زیاد ہر قسم میں حموی نے کہا کہ جب ایک مسئلہ میں دو قولوں کی تصحیح واقع ہوئی ہو  
تو مفتی مختار ہر جگہ چاہے فتویٰ سے اور یہ جائز نہیں کہ ایک مقدمہ میں دونوں قولوں کا فتویٰ نہ پنا ہے بلکہ زمانے کے بعض مفتیوں نے یہاں ہی واقع ہوا ہے جو فتویٰ کے اعتبار  
قوت ملکہ کذا اول ضبط اور طوسی قدسی میں اعتبار کرنے کی قوت مدد کی تصحیح کی ہے اور قول اول ضبط کذا فی النہم تصحیح حاوی طلاق متن کے مقابل ہے اور در کتب  
راصد ہے یعنی دراک یعنی دو مختلف قولوں میں تو تادراک معتبر ہے اور قوت دراک تصحیح کی قوت کی طرف یا دراک سے محل دراک مراد ہے یعنی دلیل صاحب نے قول اول یعنی  
نذیرہ و سر اجیبہ کے قول کو اس واسطے ضبط کیا کہ وہ خاص اور عام کو شامل ہے عام وہ شخص جو قوت دراک کو دراک نہیں کر سکتا اصلاح اسکے گاہے انسان کو بقدر اپنے دراک کے  
قوت معلوم ہوتی ہے اور واقع اسکے برخلاف ہوتا ہے یا حسب دلیل قوت معلوم ہوتی ہے اور صاحب نے یہ کی دوسری دلیل ہے چہرہ شخص مطلع نہیں ہوا لائق میں کہا کہ تصحیح حا  
قدسی اس صورت میں ہے جبکہ امام ایک جانب میں ہو اور صاحبین دوسری جانب میں صاحب جبر الائق نے کہا کہ اگر تو کہہ کہ مشایخ کو فتویٰ بنا لیں تو امام کو پھر جاد ہوا ہوا ہوا  
وہ مقلد ہیں امام کے میں کہتا ہوں کہ یہ شہر مجھ پر مدت دراد تک مشکل ہے ہا اور اسکا جواب میں نے نہیں دیکھا مگر جواب میں مجھ ہوں کہ کلام سے وہ یہ کہ مشایخ نے ہمارے  
صاحب نقل کیا کہ کسی کو فتویٰ بنا ہمارے قول کا حلال نہیں ہے جب تک یہ نہ جائے کہ ہم نے کہا ہے کہ ہا اور سر اجیبہ میں نقل کیا کہ عصام جوابم کی مخالفت کیا کہتے تھے تو اسکا  
یہی سبب تھا اور نہ خلاف قول امام اکثر فتویٰ بنا کرتے تھے کیونکہ امام کی دلیل انکو معلوم ہوتی تھی اور اپنے دوسری دلیل نظر ہوتی تو اسکے موافق فتویٰ دیتے تھے سو میں  
کہتا ہوں کہ شرط مشایخ سابقین کے زمانے میں تھی یعنی اس واسطے کہ انکو تجربہ اجتہاد حاصل تھا اور ہمارے زمانے میں تو حفاظی حفاظت احوال امام کافی ہے چنانچہ فقیر وغیر میں ہر کتاب  
فتویٰ بنا بقول امام حلال ہے بلکہ واجب ہے اگرچہ معلوم نہ ہو کہ امام نے کہاں سے کہا اور بوجہ اس تقریر کے جس قول کی حاوی نے تصحیح کی تھی وہی شرط مذکور پر مبنی ہے اور فقہان نے تصحیح کی ہے  
کہ فتویٰ بنا امام کے قول پر ہے تو نتیجہ یہ حاصل ہوا کہ ہمیں یعنی مقلدین پر افتا بقول امام واجب ہے اگرچہ مشایخ نے برخلاف اسکے فتویٰ بنا ہو کیونکہ انھوں نے برخلاف قول اکثر فتویٰ  
دیا بسبب نقصان شرط کے انکے حق میں یعنی واقع ہونا امام کی دلیل پر اور ہم پر افتا بقول امام لازم ہے اگرچہ انکی دلیل جہاں میں انتہی مضمون بجز کذا فی الخطاوی لاخیر اذالم یکن  
مجتہد اول المقلد تھی مخالفت معتد مذہبہ لانیفہ حکمہ و یقین ہوا مختار للفتویٰ کما سبطہ المصنف فی فتاواہ وغیرہ وقد تہا فی اول کتاب سجلی و قاضی مختار نہیں خاندہ ب  
میں جبکہ وہ مجتہد نہ ہو بلکہ قاضی مقلد ہے کہ اپنے مذہب کے معتد قول کا خلاف کر گیا تو اسکا حکم جاری نہ ہوگا بلکہ توڑ دیا جائیگا یہی قول مختار ہفتویٰ کے واسطے چنانچہ مصنف  
نے اسکو شرح بیان کیا ہے اپنے فتاویٰ میں اور غیر مصنف نے بھی وہم اس کتاب کے اول میں قبل کتاب الطہارۃ اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں اور آگے بھی مذکور ہوگا و  
فی القستانی وغیرہ الممان فی کل موضع قالوا الراجح فیہ للقاضی فالمراد قاضی بلکہ الاجتہاد انتہی و رقتانی وغیرہ میں ہے معلوم کہ جس مقام میں علمائے کہا کہ اسکا  
میں قاضی کی سلسلے ہے تو وہاں وہ قاضی مراد ہے جسکو قوت اجتہاد حاصل ہے انتہی و فی الخلاصۃ و ما فیہ القضا فی المجتہد فیہ ذاعلم انہ مجتہد فیہ و الا فلا و خلاصہ میں ہے  
کہ مجتہد فیہ یعنی جس میں اختلاف مجتہدین ہے اس میں تو اس وقت حکم قاضی نافذ ہوتا ہے جبکہ قاضی کو یہ معلوم ہو کہ وہ مجتہد فیہ ہے اور اگر یہ معلوم نہ ہو تو حکم اسکا نافذ نہیں م  
یہ حکم ہے قاضی مجتہد کا اس واسطے بھی معلوم ہو چکا کہ قاضی مقلد ہے اتل معتد مذہب واجب ہے غیر مذہب اسکو خلاف معلوم ہوا نہ ہو اور مجتہد کو علم مجتہد فیہ اس واسطے  
شرط ہوا کہ شاید صحابہ یا غیر صحابہ کے اجماع سے اسکا حکم مخالفت نہ ہو جائے کذا فی الخطاوی و اذا اختلف مفتیان فی جوابا دثر اخذ بقول افضھما



بعضان کیوں اور عہد سراجیہ اور جبکہ وقتی ایک مقدمے کے جوہر میں مختلف ہوں تو فقہیہ ترکا قول سے بعد متقی ترک کرنے کے کذا فی السراجیہ یعنی جو دونوں میں زیادہ تر  
 فقہیہ اور زیادہ تر پر ہیزگار ہوا اسکے قول پر قاضی عمل کرے وہی الملتقط و اذ انشکل علیہ مولانا راہی رفیقہ شاہ و العلماء و نظر احسن کا وہ یقینی جاراہ صواباً لا غیر سلطان  
 یمن غیر قوی فی الفقیہ و وجوہ الاجتہاد لہو ترکنا یہ برابرا و ملتقطین ہوا اور حیات قاضی پر کوئی امر مشکل ہوا اور اسکی لئے ہمیں نہ تو یعنی اسکا اجتہاد کسی نئے واقعہ نہ  
 تو علمائے مشورہ نے اور انکا قوال میں سے خوب تر قول کو تامل کئے اور جس قول کو ٹھیکہ حق جانے آپ حکم کے سناں قول پر کیا اسکے سوا ہرگز اس صورت میں  
 جبکہ غیر قاضی فقہ اور وجوہ اجتہاد میں قوی تر ہو تو بقیہ قاضی کو اپنا اجتہاد ترک کرنا بمقابلہ اجتہاد فقہیہ قوی کے جائز ہے ہم مجتہد قاضی کے حق میں معمول ہوتا ہے  
 عالمگیری میں ہر کہ اطراف جو انب کے علماء سے مشورہ لینا خط لکھ کر سنت قدیمہ ہے خواہ شترعیہ میں اور اگر قاضی مجتہد نہیں تو در صورت اختلاف جو اسکے  
 نزدیک فقہ اور اربع ہوا اسکا قول لے ہر چند ایک عالم سے مشورہ لینا کافی ہے لیکن چند علماء سے مشورہ لینا احوط ہے تم قال ان لم یکن مجتہداً فغلبتہ تعلیدہم و  
 اتباع راہم فاذا قضی بخلافہ لاینفذ حکمہ بھر صاحب ملتقط نے کہا اور اگر قاضی مجتہد نہ ہو تو اس پر تعلید اصحاب مذہب و رائی رے کا اتباع واجب ہے تو اگر بر خلاف  
 اسکے حکم کرے گا تو اسکا حکم نافذ نہ ہو گا یعنی در صورت اتفاق اتباع جمیع اصحاب واجب ہے اور در صورت اختلاف قول مستند کا اتباع لازم ہے کذا فی الطحاوی المصنوع  
 نفاذ القضاء فی ظاہر الروایۃ فی روایۃ النوادر لاینفذ فی القری و فی عقار لانی و لایۃ علی الصیح خلاصہ و بعضی بزاز نے شہر کا ہونا قاضی کے حکم  
 جاری ہونے کی شرط ظاہر الروایۃ میں اور روایت النوادر میں شہر کا ہونا شرط نہیں تو حکم اسکا جاری ہو گا دیہات میں اور اس میں میں جو اس قاضی  
 کی حکومت میں واقع نہیں بنا بر قول صحیح کے کذا فی الخلاصہ اور اسی قول غیر ظاہر الروایۃ پر فقوی ہے کذا فی بزاز نے اخذ القضاء و رشوت للسلطان اول قومہ و  
 ہو عالم ہما و بشفاعتہ جامع الفصولین و فتاویٰ ابن نجیم اور اشہی ہوا او اعوانہ بعلہ شربنا لیتہ و حکم لاینفذ حکم قاضی نے عہدہ قضا یا بادشاہ یا اسکی قوم  
 کو رشوت دیکر اور حالانکہ قاضی رشوت دینے سے واقف ہے یا سفارش کر کے قضالی کذا فی جامع الفصولین و فتاویٰ ابن نجیم یا قاضی نے خود رشوت لی یا  
 اسکے عملہ دیکار نے قاضی کی دانست میں اور حکم کیا تو اسکا حکم نافذ نہیں ہم جب قاضی مذکور کا حکم نافذ نہ ہو تو اسکے عقود اور فروع سب باطل ہیں حدیث  
 میں راشی اور مرتشی اور رایش پر لعنت وار د ہے راشی وہ جو رشوت دے اور مرتشی وہ جو رشوت لے رایش وہ جو دونوں میں متوسط ہو جسکے ہاتھ رشوت  
 حاصل ہوتی ہو جموی نے کہا کہ اس زمانے کے قاضیوں کو اس لعنت کی بشارت سنانا چاہیے خصوصاً مصر کے قاضیوں کو طر قا جرایہ ہر کہ بعضا قاضی جو رشوت دیکر  
 قضا لیتا ہے اگر اسکو ملامت کیجیے تو کہتا ہے کہ ہم اس واسطے رشوت دیتے ہیں تا نصب قضا محفوظ ہے اور جاہلون اور فاسقون کے ہاتھ میں نہ پڑے طر قہ حق تعالیٰ پر کوئی  
 چیز جتنی نہیں سراج دہاج میں نیامیج سے منقول ہے کہ ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر قاضی بددک لگے گون میں حکم کے بھر معلوم ہو کہ وہ رشوت خوار ہے تو جس قاضی کے پاس اسکے مقدمات  
 کا مرفوع ہو اسکو لائق ہے کہ اسکے جمیع قضا یا کو باطل کر دے بزاز نے میں ہر رشوت دیکر قضا لینا عام ہے کہ خود قاضی نے یا اور کوئی شخص قاضی کے علم میں بجا لائق میں ہر کہ  
 قاضی کے علم میں سے کوئی رشوت لیکر قاضی کی نادانستگی میں تو اس صورت میں قاضی حکم نافذ ہو گا اور یہ جو صنف نے اختیار کیا کہ رشوت لینے سے قاضی حکم نافذ  
 نہیں ہوتا یہ ایک قول ہے اقوال ثلثہ سے بلکہ بجا لائق میں حصول عبادی سے نقل کیا اس طرح کہ ایک قول یہ ہے کہ جس مقدمے میں رشوت نے ہمیں حکم نافذ نہیں اس کے سوا  
 اور مقدمات میں نافذ ہے اور یہ قول شمس الامم کا مختار ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ دونوں میں حکم نافذ نہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ دونوں میں نافذ ہے اور یہ زود مدعی قول ہے اور حق القضا  
 میں اسکو ترجیح دی ہے اس دلیل سے کہ حاصل امر رشوت یہ ہے کہ موجب فسق ہے اور حالانکہ فسق موجب عز نہیں تو ولایت اسکی قائم ہے و اللہ تعالیٰ علم کذا فی الطحاوی تم  
 رشوت بضم و فتح و کسر اول مراد و جعل ہے بعضوں نے کہا کہ رشوت وہ ہے جسکو بشرط اعانتہ دے اور ہر وہ جو جس میں اعانتہ شرط نہ ہو رشوت بجا قسم ہر ایک قسم ہے جو  
 اخذ اور عطی یعنی دینے والے اور لینے والے دونوں پر حرام ہے مثلاً تغلیب قضا اور امارات پر رشوت دینا اور دوسری قسم وہ ہے جو قاضی کو دے حکم کو واسطے یہ عادی خدا  
 صحتہ دونوں پر حرام ہے خواہ حکم حق ہو یا ناحق تیسری قسم وہ ہے کہ رشوت دے واسطے کہ اسکا امر درست کرے یعنی اسکا کام نیک سلطان و حکم کے نزدیک اور وضع خبر ہونا یا نہ ہونا

الرشوت و احکامہا

یہ لینے والے پر حرام ہے نہ دینے والے پر حرام ہے نہ کسی شخص نے قرض معاف کر دیا اس واسطے کہ اس کا کام سلطان کے پاس بنانے تو معاف نہ ہو گا کہ یہ رشوت ہے اور قسم تلافی کے لئے  
ہونے کا حیلہ لینے والے کے واسطے یہ کہہ کر آخذ کو ایک دن رات یا دو دن تک بقدر رشوت نوکر رکھ لے کہ یہ اجارہ صحیح ہے تو اسکے متنازع مملوک ہو جائیگا پھر اس کو سلطان  
کے پاس تلے کام کے واسطے بھیجے اور جو ادا شد فتویٰ سے یہ کہہ کر اوس پرانی شایستگی اپنی ات کا اجارہ کیا تھا بعضے اولے سے ہو واسطے کہ فلا نے شہر میں اسپر سے دفع ظلم کیا کریں پھر  
اوس پر شام گیا تو یہ اجارہ کیا صحیح ہے اور ستا جبر پر اجرت لازم ہے تو میں نے استفتا کا جواب یوں کیا کہ یہ اجارہ صحیح نہیں اس واسطے کہ یہ اجارہ تھا اس طاعت پر جو پھر اس حیلے میں بھیجی  
یعنی وہ شخص ناظم ملک تھا اور ناظم حفاظت رعایا اور دفع ظلم واجب ہے اور دلیل اس جواب کی وہ ہے جو ظلم وغیرہ میں مذکور ہے کہ بدیہ میں قسم ہوا کہ وہ جو دونوں کا جس حلال ہے  
صرف محبت کو واسطے دو قسمی قسم وہ جانہیں کہ حرام ہے یعنی بدیہ لیتا ظلم کی بدگامی کے واسطے تیسری قسم یہ ہے کہ لینے والے کی طرف سے حرام ہے نہ دینے والے کی طرف سے یعنی دفع ظلم کو  
تخفہ دینا اور حیلہ سکا یہ ہے کہ اس سے اجارہ کر لے تین دن کا کام کر سکے واسطے پھر وہ اس سے کام لے بشرطیکہ وہ کام کرنا سپر جائز ہو اتنی اور بلا شک سے فعلی اس کو یعنی اس  
باشا کو اجارہ کرنا جائز نہیں چنانچہ تو معلوم کر چکا یعنی دفع ظلم پر واجب ہے اور اجارہ جائز ہے جو صحیح قسم رشوت کی وجہ دفع خوف کو واسطے ہے یعنی ظالم مدفع امید کا خوف نہ ہو  
خواہ خوف جان کا ہو یا مال کا تو یہ رشوت دینے والے پر حلال ہے اور لینے والے پر حرام ہے اور در ایہ میں ہی قسم رابع سے اس کو ٹھہرایا ہے جس کو شاعر لیتا ہے کہ انہی فتاویٰ علی لکھی ہیں جو  
رشوت کی ایک قسم ہے کہ ایک دو مریکو کچھ مال بطریق بدیہ سے تا اس کا مطلب سلطان سے درست کر دے اسکی حاجت کا معین ہو اور یہ دو وجہ پر ہے جو اول یہ کہ حاجت اسکی حرام ہے  
تو اس جرم میں دینے والے کو دینا اور لینے والے کو لینا حلال نہیں ہے چنانچہ یہ کہ حاجت اسکی سبب ہو سکی بھی دوسریں میں پہلی صورت یہ کہ شرط کرے کہ بدیہ اس واسطے  
دینا ہے تا اسکی اعانت سلطان کے نزدیک کرے اس صورت میں کسی کو لینا حلال نہیں اور اس میں اختلاف ہے کہ دینا حلال ہے یا نہیں بعضوں نے کہا کہ حلال نہیں ہے اور بعضوں نے کہا  
حلال ہے اور علت اعطا اور اخذ کا یہ حیلہ ہے جس کے نزدیک کماہل مقدمہ اس سے ایک دن ات کا اجارہ مقرر کر لے تا وہ اس کا کام کے بعضوں نے اس مال کے جو اس کو دیا جاتا تھا تو یہ  
اجارہ صحیح ہے اور اجرت بھی جبر ہو گا پھر ستا جبر کو اختیار ہے چلے اس سے وہی کام لے چاہے دوسرا کام تھا کہ کہا کہ یہ حیلہ سو وقت صحیح ہے جبکہ وہ کام جس کے واسطے اس کو بطریق اجارہ دیا  
ایسا کام ہے جس پر شیخا ر صیح ہو چنانچہ پیام رسانی اور مانند اسکے ادا کر دتا جا رہا ہے انہوں کی تو اجارہ صحیح نہیں اور معطلی کو اعطادون اس حیلے کے حلال ہے یہ نہیں  
اس میں اختلاف ہے بعضوں نے نزدیک حلال نہیں ہے اور بعضوں نے نزدیک حلال ہے اور بدیہی حلت اعطا کا قول صحیح ہے یہ وقت ہے جبکہ اسے قبل رفتی مقدمہ دیا اور اگر بعد رفتی  
مقدمہ اور بعد نجات از ظلم دیا تو دینے والے کو دینا حلال ہے اور لینے والے کو لینا حلال ہے محیط میں کہا کہ یہی قول صحیح ہے دوسری صورت یہ ہے کہ رفتی مقدمہ کو صریحاً شرط  
کرے لیکن مطلب سکا بدیہ دینے سے یہی ہے کہ سلطان کے پاس اسکی اعانت کے اس صورت میں اختلاف مشائخ کا یہ قول ہے کہ یہ کہہ کر نہیں ہے سو وقت ہے جبکہ  
قبل اس مقدمہ کے دونوں میں ہماوات نہ ہوں یعنی باہم دینے لینے کی عادت نہ ہو اور اگر دونوں میں ہماوات کی عادت ہو قبل اسکے سبب رفتی یا رفتی کے پھر وہ بدیہ ہے چنانچہ  
قبل اسکے دینا تھا پھر وہ اس کا مقدمہ درست کرے تو یہ خوب بات ہے کیونکہ یہ عوض ہے احسان کا احسان سے اور کرم کا کرم سے اتنی فتح القدر میں ہے کہ اگر بدیہ بلا شرط ہو لیکن  
باقیم معلوم ہے کہ اس واسطے بدیہ لایا ہے کہ اسکی اعانت کے سلطان کے نزدیک مشائخ ہمارے اسپر ہیں کہ اس کا مضائقہ نہیں ہے اور اگر اس کا کام بلا شرط اور بلا طبع کے پھر  
بعد اسکے وہ بدیہ ہے تو وہ حلال ہے ہمیں کی یہ مضائقہ نہیں ہے اور عبداللہ بن مسعود سے جو ہمیں کراہت منقول ہے سو وہ درع اور تقویٰ ہے اتنی اور نہ مال و جملہ اہل بیت

فی کل شہر یا خذ منہ دیفوض الیہ قضاء ناحیۃ فتاویٰ المصنف و لکن فی النعم من قلدہ بواسطۃ اشغاف کمن قلدہ قسبا یا و مثلہ فی الزادیۃ زیادۃ وان لم یکل الطلب  
باشغاف اور اسی عدم نفاذ حکم میں سے یہ صورت کما وہی عمدہ قضا کے دینے والے کے لیے پھر دوسرے مقرر کرے کہ ہر مینے میں تم مجھ سے لے لیا کرو اور کسی  
پر کئے کی قضایا میرے حوالہ کر دے فتاویٰ المصنف لیکن فتح القدر میں ہے کہ جو قاضی ہو ابواسطہ سفارشیوں کے وہ اسکے مانند ہے جو قاضی ہو بطریق احتساب  
افتوح القدر کے مانند بزاز ہیں ہر اتنی زیادتی کے ساتھ اگر چہ طلب قضایا سفارشیوں کے واسطے حلال نہیں ہے ہر استدراک ہے جامع الفصولین کا جو قبل اس قبل  
کے مذکور ہے چنانچہ لو کان عدلا فمستحق خذنا وغیرہ انہی مظالم استحق العزل وجوباً و قبل یغزل و علیہ الفتو سے ابن الکمال وابن المکلاہ راگر





حکم کے قاضی جاہل غیر شخص کے فتویٰ سے ماسوائے کہ مقصود قضائی حقدار کو حق کا پہنچانا حاصل ہو سکتا ہے غیر کے فتویٰ سے کنڈانی اجرا بن غرض صاحب کے بعد بیچ  
 کہہ کہ فقہ کی مراد عامی سے جاہل محض نہیں بلکہ تاہل علم اور فہم ضروری اور کثر مرتبہ ہے کہ بعض حوادث اور مسائل دقیقہ کو خوب جانتا ہو اور طریقہ تحصیل احکام شرعیہ کا کتب  
 مذہب کے حدود و شرائع سے جانتا ہو اور وقائع اور دعاوی اور حج میں کیفیت ایسا اور اقتدار سے واقف ہو انتہی کنڈانی شرح محسوسی غیر ممکن ایمان انرا تیرا یعنی بدلتا  
 والقاضی یقضی بانظاہر علی ان الجاہل لا یکن القضاة بالتقویٰ ایضا فلا بد من کون الحاکم فی الدماء والعروج عالماتیا کالکبریٰ والاخر وین الکبریٰ والاخر وین العلم لیکن بزار  
 کی کتاب لایمان میں ہے کہ مفتی دیانت پر فتویٰ دیتا ہے اور قاضی ظاہر پر حکم کرتا ہے یہ قول اسپر دلالت کرتا ہے کہ جاہل کو غیر کے فتویٰ پر حکم دینا ممکن نہیں تو دما اور فروع  
 میں قاضی حاکم کو عالم اور دیندار ہونا ضروری ہے اور عالم دیندار ہونا کبریٰ حرم کے مانند ہے اور کمان ہے کبریٰ حرم اور کمان علم انتہی کلام بزاز ہی ہم یعنی جہت ثابت  
 ہوا کہ نئے فتویٰ دیانت پر ہے یعنی نیما بنیہ و بین اشدا ورنہ لے قضا ظاہر فقط ہے اور جبہ قرآن لالت کرین تو اب قاضی کو فتویٰ کے فتویٰ پر حکم کرنا غیر ممکن ہے یعنی  
 ہر مقدمے میں مقصود نہیں اسوائے کہ جائز ہے کہ فتویٰ بالدیانت نمودار اور فروع کو اسوائے خاص کے ذکر کیا کہ دونوں میں خود فریزی اور خلتان نسبتا  
 ضرر زائد ہے مطاوی نے کہا بعضوں نے اسکا جواب یوں دیا ہے کہ افتاس سے وہ مراد ہے جس پر قاضی عمل کرے اس طرح پر کہ قاضی مفتی سے سوال کے اگر کسی صورت  
 قاضی کے رد و پیش ہو تو وہ اس میں کیا حکم کرے علاوہ اسکے مخالفت دیانت کی قضا سے نادر مسائل میں ہے وہ ہر مسئلے میں و متعلقہ فی ذکر المفتی اور قاضی کے  
 نادر و صاف مذکور ہیں مفتی پر یعنی مفتی کا بھی موقوف بہ ہوتا ہے اگر ہر عفت اور عقل اور صلاح اور فہم اور حدیث اور آثار اور وجوہ فقہ کے علم میں ہے ہر مسئلہ الہدیین مجتہد  
 ہن یحییٰ اقوال مجتہد فلسفین مفتی و فتواہ لیس بقوی بل ہو نقل کلام کا بسطہ ابن الہمام و مفتی اصولیین کے نزدیک عبارت ہے مجتہد ہے اور جو اقوال مجتہد  
 کو یاد کرے وہ مفتی نہیں اور اسکا فتویٰ بھی فتویٰ نہیں بلکہ وہ نقل کلام ہے چنانچہ ابن ہمام نے اسکو فتح القدر میں شرح بیان کیا ہے ہر فتح القدر میں ہر کتاب  
 اصولیین اسپر مستقر ہو گئی ہے کہ مفتی وہ ہے جو مجتہد ہو اور غیر مجتہد جو مجتہد کا قول یاد کرے وہ مفتی نہیں اور جب اس سے کوئی سوال ہے تو اسپر جب ہے کہ مجتہد کا مثلاً  
 امام ابوحنیفہ کا قول بطریق حکایت کے ذکر کے تھاس سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے میں علمائے موجودین کا فتویٰ حقیقت فتویٰ نہیں بلکہ وہ کلام کی نقل  
 ہے اور اسکے نقل کرنے کے دو طریقے ہیں یا ایک ناقل کی اس نقل میں مجتہد مفتی تک سند ہو یعنی قول مجتہد بواسطہ روایت معتدین اسکو پہنچا ہوا یا نقل نے کتاب  
 مشہور سے جو دست بدست متداول ہے قول مجتہد کو لیا ہو چنانچہ محمد بن حسن شیبانی کی کتب یا مانند انکی تصانیف مشہورہ و معتدہ مجتہدین سے کوئی کتب کو رہنبر اخبر  
 متواتر یا مشہور کے ہیں ایسا کچھ ذکر کیا ہے رازی نے اتنی کلام الفتح والاطلب القضا و لطلبہ لایسا اور من خواہش کے قضائی اپنہل سے اور نہ اسکا سوال  
 کے اپنی زبان سے ہے یعنی اپنی ہی ہوا اور اور ترمذی اور ابن ماجہ میں اس سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قضا کا سوال کرے گا وہ اپنی  
 پس پر دیا جائیگا یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے توفیق خیر اسکو ہوگا اور جس پر کجا جائیگا یعنی جو زبردستی قاضی کیا جائیگا تو اسکی طرف فرختہ نازل کیا جائیگا وہ اسکو  
 طریق مستقیم پر قائم رکھیگا اور صحیح بخاری میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لے عبد اللہ بن عمرہ امارت کا سوال کیجیو اسوائے کہ اگر امارت سوال سے ہوگا  
 اور جائیگی تو اسکی طرف تو سپرد کیا جائیگا اور اگر وہ سوال تجھکو امارت دی جائیگی تو تیری اعانت کی جائیگی کنڈانی الفتح معلوم ہوا کہ طلبہ رسوا لاقضا کا حلال نہیں جہاں ہر اسوائے  
 کہ جب سوال سے اعانت ربانی ہوئی تو سوائے خدا ان دارین اسکا کیا اثر ہے اور اسوائے کہ طالب قضا اپنے نفس پر اعتماد رکھتا ہے تو محرم ہے اسکا اور جس پر ہر دہتی ہوگی وہ  
 اپنے رب پر توکل کرے گا تو وہ علم بالخیر ہوگا فی الخلاصہ مطالب لولایہ لالوتی الا لا العین علیہ القضا و کانت التوہیہ شرطہ لا وادعی ان العزل من القاضی الا لعل لفرجۃ  
 امر اور ظاہر میں ہے کہ جو ولایت طلب کرے اسکو حکومت نہ دی جائے مگر جب طالب پر قضا مستقیم ہو جائے یا تو لیت تفت اسکے واسطے شرط ہو یا متولی یا قاضی جدید  
 سے یہ دعویٰ کرے کہ معزولی میری قاضی دل کی جانب سے بلا مقصود ہے کنڈانی انہرم نہ الفائق میں ہے کہ جیسے طلبہ لڑ نہیں ویسی ہی لیت بھی طلب کی جائے نہیں  
 اور اس میں کچھ فرق نہیں مابین قضا اور لیت تفت اور وصایت کے اور در صورت مشروطیت تو لیت اگر طلب کرے گا تو یہ تفتی شرط کی طلب ہے اور در صورت دعویٰ

مجتہد ہر مسئلہ پر فتویٰ دیتا ہے



بقصوری اگر قاضی جدید سے بجالی عہدہ قدیمہ طلب کرنے تو قاضی اس سے کہے کہ تو اپنی اہلیت ثابت کر پھر اسکو موقی کرے اتنی عمر الرائق میں ہے کہ اگر قاضی تہمیں ہو  
اس طرح کہ اس کے سوا کوئی بیعت قضا نہ رکھتا ہو تو اب اسے طلب قضا واجب ہے تا حقوق مسلمین محفوظ رہیں اور ظلم ظالمین دفع ہو قال سبحان شافعیہ والمالکیت  
طلب القضا کا حامل الذکر ثلثہ اللعلم اور صاحب خلاصہ نے کہا اور شافعیہ اور مالکیہ نے مستحب کہا ہے طلب قضا کو شخص کم نام کو واسطے تاکہ اسکا علم ظاہر ہو و نیز التقلد لا اقلد والاولی  
اور سلطان قاضی کا معین کرنے والا اس شخص کو اختیار کرے جو قادر تر اور اس عہدہ کے واسطے بہتر ہو اپنے غیر سے یعنی تقیہ قضا میں قادر تر ہو اور اپنے غیر سے بہتر ہو  
یعنی جو علم اور رقم اور علم میں افضل ہو اسکو یہ عہدہ جلیب عطا کرے م طبرانی میں ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص متولی المسلمین ہو  
اسی شے میں پھر وہ حاکم اور عامل ہے اور مالک وہ جانتا ہے کہ انہیں یعنی مسلمین میں کوئی شخص ولی باہم عمل ہے اور اس سے زیادہ تر عالم کتاب شہادہ سنت رسول اللہ صلی  
توالدیہ آئے اللہ کی اور اسکے رسول کی اور جماعت مسلمین کی خیانت کی اور مانند اسکے مستدرک حاکم اور سند ابو یعلیٰ موصلی میں مروی ہے اور سلطان کو لازم ہے کہ قاضی  
کا رزق بیت المال سے مقرر کرے اور قاضی کو بیت المال سے لینا جائز ہے اگرچہ غنی اور فقیر والا ہوا اور اگرچہ نہ لے اور نہ عمل قضا کرے تو افضل ہے اور اصل یہ ہیں  
قول ہے اللہ تعالیٰ کا مال تم میں جسکو وہی اسکی کارندگی کا کرے اور من کان غنیاً فلیستغف من کان فقیراً فلیما کان المعروف یعنی جو غنی ہو وہ عفت اختیار کرے  
اور جو فقیر ہو تو دستور کے موافق کھائے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنے بھائی کو قضا کا عہدہ دیا ہے اور میں نے اس کے اور شریح قاضی کو  
سو درم شاہرہ دیتے تھے اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو پانچ سو درم دیتے تھے سو واسطے کہ شریح کی عیال اور قیام کے وقت میں کم تھی اور غلام ارزان تھا اور خلافت  
مرتضوی میں انکی عیال کثرت تھی اور غلام گران تھا تو قاضی کی روزی میں کچھ تقدیر اور حد نہیں بقدر کفایت چاہیے کیونکہ یہ اجرت نہیں ہوا اسے کہ قضا پر اجرت  
لینا حلال نہیں کذا فی الفقہ والیون قضا غلیظا جباراً عمید الانہ خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قاضی بدخلق سخت لستکبر غیباً لودنا حق پسند معاند حق نہ  
کیونکہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ یعنی حکام شرعیہ کے جاسی کرنے میں خلیفہ ہر م عینی ہے کہ مقصود قضا سے رفع فساد ہے اور اخلاق مہکورہ تو آپ ہی فساد  
ہیں و فی اطلاق اسم خلیفۃ اللہ خلافت تاتا تا خانیہ اور خلیفۃ اللہ کے نام ہونے میں خلافت ہے کذا فی التاتارخانیہ بعضوں کے نزدیک جائز ہے قاضی کو خلیفۃ اللہ کہنا  
اس واسطے کہ خلیفۃ اللہ خلیفۃ الرسول کے معنی پر محمول ہے اور بعضوں کے نزدیک جائز نہیں شاید اس واسطے کہ یہ لفظ مخصوص ہے انبیاء علیہم السلام سے ہاں نہ آدم و داؤد علیہما السلام  
کے و کہہ کر یا التقلد ای خذ القضاء لمن خاف الحیث ای الظلم و العجز کفی احدہما انی لکر استہاب کمال اور مکروہ تحریمی ہے قضا کا قبول کرنا اس شخص کو جو ظلم یا ناجزی  
سے ڈرے ظلم اور عجز میں سے ایک چیز کر است کی واسطے کافی ہے کذا ذکرہ ابن کمال ہم اکثر نسخہ در مختار میں کہہ اتقلید ہے اور مصنف کی شرح میں کہہ اتقلد ہے اور یہی مناسب ہے  
اور اسی طرح اگلے قول میں والتقلید رخصت ہے اور بہتر والتقلد رخصت ہے کذا فی المطاوی فی ان تعین ملکہ وامثله لایکرہ فتح ثمن ان یخص فرض عین والا کفایہ بکر اور اگر باوجود  
خوف ظلم عہدہ قضا اسکے واسطے متعین ہو یا وہ شخص ظلم یا عجز سے بے خوف ہو تو قبول قضا مکروہ نہیں کذا فی الفحیحہ اگر بیعت قضا ہی شخص میں منحصر ہو تو قبول  
کرنا فرض نہیں اور نہیں تو فرض کفایہ ہے کذا فی ابجرم فتح القدر میں ہے محل کہ است اس وقت ہے جبکہ قضا اس پر متعین نہ ہو اور اگر اسی پر انحصار ہو تو قبول قضا فرض  
عین ہے اور اس پر واجب ہے کہ آپ کو ظلم وغیرہ سے تھلمے رہے مگر یہ کہ سلطان سے فصل خصوصیات ممکن ہے کذا فی البرازہ رخصتہ ای مباح والتکرع عزمیہ عند العائتہ  
برازہ فالاولی عدمہ اور قضا کا قبول کرنا رخصت ہے یعنی مباح ہے اور ترک قضا عزیمت ہے اکثر فقہاء کے نزدیک کذا فی البرازہ تو عدم قبول قضا بہتر ہے در صورت عدم  
خوف ظلم قبول قضا مکروہ نہیں اس واسطے کہ کبار صحابہ اور تابعین نے قضا قبول کی ہے اور تمہا میں ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک قضا میں داخل ہونا جائز نہیں گزرتی  
سے اور ابو حلیفہ کا یہی مذہب ہے اور صحیح یہ ہے کہ دخول عزیمت ہے اور انتہام رخصتہ ہی تو بموجب اسکے اولی عدم دخول ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ دخول فی القضاء  
عزیمت ہے اور انتہام رخصتہ ہی کذا فی کما عامہ شیش قول اول برین ارفع القدر میں سی بریقین کیا ہے اس دلیل سے کہ اکثر خطایہ پڑتی ہے اس شخص کے گمان میں  
جو اپنے نفس پر استدال کا گمان رکھتا ہے پھر ہی سے خلافت اسکے ظاہر ہوتا ہے کذا فی انہر و حکم علی غیر الالہ الہ دخول فیہ قطعاً من غیر تردد

فی الحکمۃ فقیہ الاحکام نخست اور حرام ہونا اہل پر داخل ہونا تضامین بقیتا بلا تردیفی اگر نہ تو اس میں احکام خمسین ہم خلاصہ یہ ہے کہ قبول قضا گاہے فرض عین  
ہوتا ہے اگر وہی شخص متعین ہو قضا کے واسطے اور فرض گناہیہ واسطے متاہل کے جبکہ اسکے سوا اور لوگ بھی اہلیت قضا رکھتے ہوں اور مکر وہ جبکہ ظلم کا ثبوت  
ہو اور حرام ہو اگر ظلم کا ظن غالب ہو اور مباح ہو چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی صورت بیخفی ظلم و نیت انصاف کنڈانی الزام چندا حدیث رباب تخریر قضا نفل کرنا  
مناسب مقام ہے اصحاب سنن اربعہ نے ابو ہریرہ رضی سے روایت کی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من جعل علی القضا فقد فرج لیسر سکین یعنی نبی صلی اللہ علیہ  
وسلم نے فرمایا کہ جو قاضی بنایا گیا وہ بے چھری فرج ہو گیا ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور ابن عدی نے کہا کہ ابن عباس سے حدیث مرفوع روایت کی ہے  
من اعنتی فقد فرج لیسر سکین یعنی جس نے قضا طلب کی وہ بے چھری فرج ہو گیا ولذا اکثر سلف نے قضا سے پرہیز کیا چنانچہ امام عظیم ابو حنیفہ نے ضرب اور قید اختیار  
کی مگر قضا قبول کی اور یہاں تک صبر کیا کہ قید خانے میں مر گئے اور محمد بن حسن اسٹی ایک حدیث چندی روایت ہے ابو حنیفہ نے فرمایا کہ قضا عمیق سمندر پر پونہ  
اسکے پار ہو سکون تیز کر تو ابو یوسف نے کہا کہ بجز عمیق اور سینہ و شوق پر اور ملاح عالم و اقلت کار ہر تو امام نے فرمایا کہ (کافی بک قاضیا) یعنی شاید کہ تو قاضی ہو گا صحیح  
اسلم ابن ابوزر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ذر میں تیرے واسطے وہ چیز محبوب کھتا ہوں جو اپنی ات کو واسطے محبوب کھتا ہوں ہرگز نہ حکم  
کیجو وہ شخصوں پر اور مال تقسیم کا متولی نہ ہو جو اور ابو ذر میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قاضی تین میں دو دوزخ میں ہیں اور ایک بہشت  
میں ہے ایک مرد وہ جسے حق کو دریافت کیا پھر اسی کے موافق حکم دیا تو وہ بہشت میں ہے اور ایک مرد وہ جسے حق کو دریافت کیا اور پھر حکم دیا اور حکم میں جو  
کیا تو وہ دوزخ میں ہے اور ایک مرد وہ جسے حق کو نہ دریافت کیا اور لوگوں کا فیصلہ کیا نادانی اور جہل سے تو وہ دوزخ میں ہے اور صحیح ابن حبان میں ہے ما شہد صدقہ  
سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ قاضی عادل بلا باجا و بیگ قیامت کے دن تو شدت حساب میں آتا اگر نہ ہو گا کارز و  
کر گیا اپنی عمر میں دو شخصوں میں فیصلہ نہ کیا ہوتا اور نسائی میں روایت ہے کہ کھولنے کے کہ اگر مجھ کو اختیار دیا جائے میری گردن ہاں نہیں اور قضا قبول کر میں تو  
میت اپنی گردن کٹوانا اختیار کروں اور حکم نے ابن عباس سے حدیث مرفوع نقل کی کہ جو دس شخصوں پر حکم ہو پھر اسے تین انکی خوشی یا ناخوشی کے موافق حکم  
کیا تو وہ قیامت کے دن بلایا جائیگا اور اس کا ہاتھ گردن میں بندھا ہو گا سو اگر اسے قرآن کے موافق حکم کیا اور رشوت نہ لی اپنے حکم میں اور ظلم نہ کیا تو حق تعالیٰ اسکے  
نعل اور بندش کو چھوڑ دے گا اور اگر غیر قرآن کے حکم کیا اور اپنے حکم میں رشوت لی اور ظلم کیا تو اس میں اسکا بیان ہاتھ دہانے ہاتھ کی طرف بندھا جائیگا پھر وہ ڈالیا جائیگا  
جہنم میں کذا فی فتح القدر جو تھک القضا من السلطان العادل والی اور لو کا ذکر مسکین وغیرہ الا اذا کان بمنعہ عن القضا باحق فحرم اور ہاں ہر  
قبول کرنا قضا کا بادشاہ عادل و نظام سے اگرچہ بادشاہ کافر ہو ذکر کیا ہے اسکو مسکین وغیرہ نے مگر جبکہ بادشاہ مذکور قاضی کو قضا باحق سے منع کرے تو اب  
حرام ہے مگر عادل ہے جو ہر شے کو اسکے مقام پر رکھے اور بعضوں نے کہا جو تو سطا اختیار کیے افراد اور تقریب میں خواہ تو سطا عقاید میں یا اعمال میں یا اخلاق میں و  
قبل غیر ذلک رجحان بن یوسف کے ظلم میں کچھ شک نہیں اور حالانکہ علماء سلف نے اسکے زلم نے میں قضا قبول کی تا تا خانہ میں ہے کہ اسلام شرط نہیں اسباب و مشاہ  
میں جو قاضیوں کو مقرر کرتا ہے اور جو بلاد اسلام کافروں کے قبضے میں ہیں وہ بلا شک بلاد اسلام ہیں نہ بلاد حربیہ سو اسطے انھوں نے نہیں کفر کا حکم جاری نہیں  
کیا اور قاضی ہاں مسلمان ہیں اور لو کہ جو انکی طاعت بضرورت کرتے ہیں مسلمان ہیں اور اگر بلا ضرورت طاعت کرتے ہیں تو فاسق ہیں اور جس شخص میں کہ  
نفا کی طاعت سے مکمل مسلم ہو قاضی قیامت جمعا اور عید اور اخذ خراج اور تعلیم قضا اور ترویج ایامی جائز ہے کیونکہ اگر مسلم مستولی ہے اور طاعت کفر تو تجارت ہے اور وہ بلاد حنیہ  
نفا حکم میں مسلمانوں کو ان میں قیامت جمعا اور عید جائز ہے اور قاضی قیامت ہو جاتا ہے قاضی مسلمین سے اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ قاضی سے حکم مسلم کی نفا کرے  
انکی اور مسکین نے اسکو اپنی طرح میں اہل کثرت نسبت کیا ہے اور مانند اسکے جامع اہل میں ہیں کہ کذا فی الزہد و فضلہ ان اللہ یحب القاری علی المسلمین تعین ال امام بحجۃ  
صحیح اور حکم مفقود ہو سبب نذیبہ کفار کے تو مسلمین پر واجب ہے کہ انکی نفا حکم اور امام جمعہ کا کذا فی الفہم فتح القدر میں ہے اگر بادشاہ نہ ہو اور نہ وہ ہو جسے

در احادیث تخریر از اقلہ قضا



تقلید قضا جائز ہے چنانچہ بعض بلاد مسلمانین میں اب کا قریب ہو گئے ہیں جیسے قرطبہ میں تو مسلمانین پر واجب ہے کہ ہر مسلمان ایک شخص پر اتفاق کریں اور اس کو قاضی قرار دیں پھر وہ قاضی کو مقرر کرے تا وہ انہیں فیصلہ کیا کرے اور اسی طرح ایک شخص کو امام مقرر اورین جو انکو جمعہ پڑھایا کرے اتنی اور یہ وہ قول ہے جس کی طرف نفس مطمئن ہوتا ہے تو اسی پر اعتماد کرنا چاہیے کیونکہ انہوں نے سلطان انوار و اہل البغی و اذہمت التوریتہ صبح العزاک و اذہم قضا و الباعی الی قاضی العدل نقدہ ذلیل لا ادرہم اننا صحیح اور جائز ہے قضا قبول کرنا خارجیوں کے بادشاہ اور باغیوں سے اور جب کہ اہل بغاوت کی توبیت قضا صحیح ہوئی تو ان کا معزول کرنا بھی صحیح ہے نیز اگر قاضی عادل کو معزول کرے قاضی باغی مقرر کرے تو صحیح ہے اور جب کہ قاضی باغی کا مراد ہے ہو قاضی عادل کی طرف تو اس کو جاری رکھے اور بعضوں نے کہا کہ جاری نہ کرے اور اسی پر یقین کیا ہے تا صحیح نے ہم بحر الرائق میں ہے کہ قاضی باغی کی قضا نافذ ہے جیسے فساق اہل عدل کی قضا نافذ ہے اس واسطے کہ قول اصح میں فساق صلاحیت قضا کی رکھتا ہے اور یہی قول معتد ہے اتنی تو معلوم ہوا کہ قول نا صحیح خلاف معتد ہے فاذا تقلد القضا و طلب دیوان قاض قبل یعنی سجلات پھر جبکہ عدل قضا پر منصوب ہو تو قبل قاضی کے قاضی سے دیوان یعنی سجلات کو طلب کرے ہم دیوان اصل میں بنی جریہ حساب ہے ہم حساب پر اسکا اطلاق ہوا پھر موضع حساب پر اور یہاں مراد وہ تھیلیاں اور بستے ہیں جنہیں سجلات اور محضر وغیرہ ہوں ستوریہ ہے کہ قاضی و نسخے لکھتا ہے ایک اپنے پاس رکھتا ہے کہ شاید اسکی طرف گاہے حاجت ہو اور دوسرے خصم کے ہاتھ میں دیتا ہے اور جو خصم کے ہاتھ میں ہے وہ اعتماد کے لائق نہیں تو قاضی منصوب شخص یا ایک امین کو بھیجے تا قاضی معزول یا اس کے امین سے کاغذات مذکورہ لے اور ہر ایک کاغذ کا حال اس سے پوچھے اور ہر قسم کو علیہ و علیہ تھیلی میں رکھے تا کہ ہر آسان ہو پھر بعد قبض کے اس پر ہر کرے تغیر کے خوف سے سجل وہ حسین خصوصت متخاصمین اور اقرار عدلی علیہ یا انکار اور حکم شہادت یا انقبول اس طرح پر مذکور ہو کہ شہادت نہ لے اور اسکو محض بھیجے کہ تمہیں اور صحت حسین سے یا رہن اور اقرار وغیرہ مکتوب ہوا اور حجت اور وثیقہ تینوں کو شامل ہے اور حال کے عرف میں بھیجے ہے جسکو شاہدوں نے واقعہ میں لکھا اور قاضی کے پاس ہا اور اسپر قاضی کا خط نہیں اور حجت وہ حسین سجل سے واقعہ منقول ہوا اور اسکے اوپر قاضی کی عظامت ہو اور یہی اسکے شاہدوں کا خط ہوا اور خصم کو دیا جائے کہ ذاتی اطمینان اور نظر فی الحال المحبوسین فی سجن القاضی اور قاضی نظر کرے ان قیدیوں کے حال میں قاضی کے قید خانے میں ہیں یعنی قاضی ایک معتد کو قید خانہ میں بھیجے اور وہ قیدیوں کے نام اور انکی اخبار اور انکی مقید ہونے کا سبب لکھے اور دریافت کرے کہ کتنے انکو مقید کیا وانا المحبوسون فی سجن الی فی الامام انظر فی احوالہ اور جو شخص حکم کے قید خانے میں محبوس ہیں تو امام یعنی بادشاہ پر انکے حال کا نظر کرنا لازم ہے ہر قسم اور ادب دہ والا اطلاقہ سو جس قیدی کو ادب دہ یا نیا لازم ہو تو اسکو ادب دہ یعنی تعزیر دہ اور نہیں تو اسکو چھوڑے ہم یوں کہنا مناسب تھا جیسا کہ بحر الرائق میں شرح ادب سے ہے کہ اگر محبوس کا کوئی قضیہ نہ ہو تو چھوڑے اس واسطے کہ جائز ہے کہ محبوس لائق تادیب نہ ہو مگر اس سے قضیہ متعلق ہو والا بیت حدانی قید الا رجلا مطلقا باہم اور کسی کو شبہ باش نہ ہونے سے قید میں مگر اس مرد کو جو نیریزی میں ماخوذ ہو ولفقہ میں نہیں بلکہ فی بیت المال محبوس اس قیدی کو چھوڑ دیا جائے اس میں نہیں بیت المال میں ہے کہ ذاتی البغی یعنی محبوس کی خوراک اور پوشاک بیت المال میں ہے اور یہی حکم ہے ہر شخص کے محبوسوں کا اور نیز اور یہ ہے کہ اس کام کو ہر مرد صالح کو مقرر کرے جسکے پاس انکے نام لکھے ہوں اور ہر شخص کا خرچ ماہ بہ ماہ دیتا ہے اور ہر شخص کو بلا کہ اپنے ہاتھ سے لے کہ ذاتی اطمینان اور قضا و قضاوت علیہ عینہ الزمہ ایسی کرے کہ سکین قبل الحق سو محبوسین میں سے جو حق کا اقرار کرے یا اسپر گواہی قائم ہو تو اسکو جس لازم رکھے اسکو سکین نے شرح میں ذکر کیا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اسپر حق لازم کرنے سے قول عدلی اور ابن ہمام کا ہے والا تادی علیہ بقدر رابری تم طلقہ بکفیل بنفطان ابی تادی علیہ ہر ائم اطلاقہ اور اگر اقرار یا گواہی نہ ہو تو اسپر سنادی کرادے جس قدر کہ مدت قاضی کی لے میں آئے پھر محبوس کو چھوڑے اس سے حاضر ضامن لیکر سوا گروہ حاضر ضامن یعنی سے انکار کرے تو اسپر عینہ ہر سنادی کرادے پھر اسکو چھوڑے ہم طریقہ ندایوں ہے کہ قاضی اپنے جلوس کے وقت محل میں سنادی کو بھیجے کہ وہ کجا لے کہ جسکو فلان بن فلان محبوس ہے کہ دعویٰ ہو وہ ضرورتاً اسکی دہ جاری ہو و عمل فی احوال و غلات لوقف سیدتیہ اور اقرار ذمی الی اور قاضی عمل کرے انوال ولایت اور حاصل وقت

لغزہ عمل و صلہ بنت

میں گواہی بنا قاضی کے اقرار سے جمعی نے کہا کہ شاید یہ حکم تھا سے سابقین کے عرف پر مبنی ہو کہ ودائع اور وقت قاضی کے مین کے پاس تھے تھا اور ہمارے زمانے میں تو اموال وقت ناظرین کے تحت میں ہیں اور ودائع تمام کے اوصیاء کے قبضے میں ہیں اور اگر یہ فرض کیجئے کہ قاضی معزول نے غلط وقت یا ودیعت تمیم کو کسی امین کے پاس رکھ دیا تو اسی کے موافق عمل کرے جیسا کہ کتاب میں مذکور ہے و علم العمل الموالی بقول المعزول الاتحاق بالاعیاد شہادۃ الفرد لا قبل خصوصاً بفعل نفسہ درود مفادہ رد ہا و لو مع آخر ہمز اور قاضی مضموب عمل نکر سے معزول قاضی کے قول پر سبب ملحق ہو جائے معزول کے رعایا کے ساتھ اور اگر اسکو شاہد قرار دیکھو تو گواہی ایک شخص کی قبول نہیں خصوصاً اپنی ذات کے فعل کی گواہی کذا فی الدرر اور لفظ خصوصاً کا مفاد در شہادت معزول ہے اگرچہ دوسرے گواہ کے ساتھ ہو کذا فی الزہری یعنی جبکہ اپنے فعل نفس کی گواہی معزول کی قبول نہ ہوئی تو باقی رہ گیا ایک گواہ تو نصاب شہادت پوری نہ رہی اسکی گواہی بھی مردود ہوگی قلت لکن فتی قاری الہدایۃ بقولہما و تبعہ ابن نجیم تفسیر میں کہتا ہوں لیکن قاری ہدایہ نے قبول شہادت مذکورہ کا فتویٰ دیا ہے اور ابن نجیم صاحب فتاویٰ سکا تابع ہوا ہے تو خبر درہم طحاوی نے کہا بجز الرائق میں تو نہر الفائق کے مانند عدم قبول شہادت مذکور کیا ہے شاید ابن نجیم کے فتاویٰ میں قبول شہادت کا فتویٰ مذکور ہو الا ان لفقیر ذوالیعدانہ کے المعزول سلمہا ہی الودائع والذات الیہ فیقول فیہا انما یبدأ بالاداء وابدأ بالاداء لقرار لغیر غیر اقر تسلیم القاضی الیہ فاقر القاضی بانہا الاخر فیسلم للمقر لہ الاول و یضین المقر قیئہ او مثلاً للقاضی باقرارہ الثانی سیلہ من اقرار القاضی قول معزول پر عمل نہیں مگر جبکہ قاضی یہ اقرار کرے کہ قاضی معزول نے اسکو ودائع اور حاصل اوقات پر کیے ہیں تو اب ودائع اور حاصل میں معزول کا قبول مقبول ہوگا کہ وہ زید کے ہیں مگر جب کہ قاضی نے پہلے غیر کے واسطے اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ قاضی نے اسکو سپرد کیا سو قاضی معزول نے دوسرے شخص کے واسطے اقرار کیا تو اس صورت میں ودائع اور حاصل پہلے مقرر کو تسلیم کیے جائینگے اور تاوان دے مقرریت کا اگر ودیعت تمیمی ہو یا مثل کا اگر وہ مثالی ہو قاضی کو اس کے اقرار ثانی کے سبب سے پھر قاضی مضموب قیمت یا مثل قاضی معزول کے مقرر کو تسلیم کرے و یقضی فی المسجد وینتار مسجد فی وسط البلد یتیسر للناس یتدبر الفقہ کخطیب مدرس خانیزہ اور قاضی مسجد میں بیٹھ کر حکم کرے اور وہ مسجد اختیار کرے جو شہر کے درمیان ہو لوگوں کی آسانی کے واسطے اور پشت بقبلہ ہو کر بیٹھے مانند خطیب اور مدرس کے کذا فی الخیار معہ چونکہ قضاء عبادت ہے لہذا مسجد میں جائز ہے اور مشرک کو مسجد کے آنے سے منع نہ کرے اور اسکو جو بخش کہا ہے تو باعتبار نجاست اعتقاد ہی کے جمعی نے کہا قضائی مسجد بنظر ان سابق صحیح تھی اور ہمارے زمانہ میں تو مناسب نہیں کیونکہ اب لوگ مسجد کا ادب قرار واقعی نہیں کرتے اور مجال جناب جانے سے احتراز نہیں کرتے اور صاحبین وہ کام کرتے ہیں جو ہرگز لائق نہیں اجرة المحضر علی المدعی ہوا الاصح بجز عن البرازیہ و فی الخانیۃ علی المتروک ہوا الصحیح اور اجرت حاضر کرنے والے کی مدعی پر یہی قول اصح ہے کذا فی البحر عن البرازیہ اور خانیہ میں ہے کہ اجرت تندر کرش پر ہے اور یہ قول صحیح ہے ہم پہلا قول عمدہ ہے کیونکہ اصح مقدم ہے صحیح پر طحاوی نے کہا اور بعضوں نے کہا کہ اجرت حاضر کرنے والے کی بیت المال میں ہے بجز الرائق میں ہے کہ حاضر کرنے والے کی اجرت اسی شہر میں نصف درم سے ہر درم تک اور خارج شہر میں بحساب فی فرنگ تین درم سے چار درم تک در برازیہ میں ہے کہ حاکم کے اعوان سے احضار کی درخواست کرے و کذا السلطان والفقہی والفقہ اور اسی طرح سلطان اور فقہی اور فقہی یعنی مدرس فقہ کو مسجد میں جلوس جائز ہوا فی دارہ و یاذن عمومًا یا قاضی حکم کے اپنے گھر میں اور لوگوں کو آنے کی اجازت دے علی العموم مع خلاصہ یہ ہے کہ قاضی مشہور مکان مجمع الناس میں جلوس کرے اور دربان اور حاجب مقرر کرے یہی افضل ہے لیکن شرح ادب میں ہے کہ اگر دفع اندھام خصوصاً کیواسطے دربان مقرر کرے تو جائز ہے اور حکم نہ کرے شغل قلب کی حالت میں یعنی فرحت یا غضب یا تشویش یا حاجت جماع یا نہایت سردی یا گرمی یا بول برانہ کی حاجت میں اگر میں روز جلوس کا ارادہ کرے نقل وہ نہ رکھے اور نکلے حسن ثیاب را عدل حوالہ میں کذا فی الطحاوی فی رد ہیئۃ التکلیف التقلیل ابن کمال و قاضی ہدایہ و سوغات نے بھی پڑھے ابن کمال نے کہا کہ لفظ ہدایہ کا لہذا التقلیل کیواسطے یعنی مقوی حقیر چیز کا بھی ہدایہ لینا قاضی کو جائز نہیں ہے دینی کے نقطے سے معلوم ہوا کہ ہدایہ کو بیت المال میں رکھنے اور یہی قول ہے اکثر مشائخ کا اور بعضوں نے کہا بیت المال میں رکھے ہدایہ پڑھنے کا حکم ہو اسطے ہوا کہ وہ شہوت کے مشابہ ہے ہی طریقہ تھا صحیح کرام فی اللہ تعالیٰ تمک

اسکو جو اس وقت تک کہ اسکو ودائع اور حاصل اوقات پر کیے ہیں تو اب ودائع اور حاصل میں معزول کا قبول مقبول ہوگا کہ وہ زید کے ہیں مگر جب کہ قاضی نے پہلے غیر کے واسطے اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ قاضی نے اسکو سپرد کیا سو قاضی معزول نے دوسرے شخص کے واسطے اقرار کیا تو اس صورت میں ودائع اور حاصل پہلے مقرر کو تسلیم کیے جائینگے اور تاوان دے مقرریت کا اگر ودیعت تمیمی ہو یا مثل کا اگر وہ مثالی ہو قاضی کو اس کے اقرار ثانی کے سبب سے پھر قاضی مضموب قیمت یا مثل قاضی معزول کے مقرر کو تسلیم کرے و یقضی فی المسجد وینتار مسجد فی وسط البلد یتیسر للناس یتدبر الفقہ کخطیب مدرس خانیزہ اور قاضی مسجد میں بیٹھ کر حکم کرے اور وہ مسجد اختیار کرے جو شہر کے درمیان ہو لوگوں کی آسانی کے واسطے اور پشت بقبلہ ہو کر بیٹھے مانند خطیب اور مدرس کے کذا فی الخیار معہ چونکہ قضاء عبادت ہے لہذا مسجد میں جائز ہے اور مشرک کو مسجد کے آنے سے منع نہ کرے اور اسکو جو بخش کہا ہے تو باعتبار نجاست اعتقاد ہی کے جمعی نے کہا قضائی مسجد بنظر ان سابق صحیح تھی اور ہمارے زمانہ میں تو مناسب نہیں کیونکہ اب لوگ مسجد کا ادب قرار واقعی نہیں کرتے اور مجال جناب جانے سے احتراز نہیں کرتے اور صاحبین وہ کام کرتے ہیں جو ہرگز لائق نہیں اجرة المحضر علی المدعی ہوا الاصح بجز عن البرازیہ و فی الخانیۃ علی المتروک ہوا الصحیح اور اجرت حاضر کرنے والے کی مدعی پر یہی قول اصح ہے کذا فی البحر عن البرازیہ اور خانیہ میں ہے کہ اجرت تندر کرش پر ہے اور یہ قول صحیح ہے ہم پہلا قول عمدہ ہے کیونکہ اصح مقدم ہے صحیح پر طحاوی نے کہا اور بعضوں نے کہا کہ اجرت حاضر کرنے والے کی بیت المال میں ہے بجز الرائق میں ہے کہ حاضر کرنے والے کی اجرت اسی شہر میں نصف درم سے ہر درم تک اور خارج شہر میں بحساب فی فرنگ تین درم سے چار درم تک در برازیہ میں ہے کہ حاکم کے اعوان سے احضار کی درخواست کرے و کذا السلطان والفقہی والفقہ اور اسی طرح سلطان اور فقہی اور فقہی یعنی مدرس فقہ کو مسجد میں جلوس جائز ہوا فی دارہ و یاذن عمومًا یا قاضی حکم کے اپنے گھر میں اور لوگوں کو آنے کی اجازت دے علی العموم مع خلاصہ یہ ہے کہ قاضی مشہور مکان مجمع الناس میں جلوس کرے اور دربان اور حاجب مقرر کرے یہی افضل ہے لیکن شرح ادب میں ہے کہ اگر دفع اندھام خصوصاً کیواسطے دربان مقرر کرے تو جائز ہے اور حکم نہ کرے شغل قلب کی حالت میں یعنی فرحت یا غضب یا تشویش یا حاجت جماع یا نہایت سردی یا گرمی یا بول برانہ کی حاجت میں اگر میں روز جلوس کا ارادہ کرے نقل وہ نہ رکھے اور نکلے حسن ثیاب را عدل حوالہ میں کذا فی الطحاوی فی رد ہیئۃ التکلیف التقلیل ابن کمال و قاضی ہدایہ و سوغات نے بھی پڑھے ابن کمال نے کہا کہ لفظ ہدایہ کا لہذا التقلیل کیواسطے یعنی مقوی حقیر چیز کا بھی ہدایہ لینا قاضی کو جائز نہیں ہے دینی کے نقطے سے معلوم ہوا کہ ہدایہ کو بیت المال میں رکھنے اور یہی قول ہے اکثر مشائخ کا اور بعضوں نے کہا بیت المال میں رکھے ہدایہ پڑھنے کا حکم ہو اسطے ہوا کہ وہ شہوت کے مشابہ ہے ہی طریقہ تھا صحیح کرام فی اللہ تعالیٰ تمک



کذا فی الطحاوی وہی بالعیطی بلا شرط اعانتہ بخلاف الرشوة ابن مالک اور ہدیہ ہر دو دیا جائے بلا شرط اعانتہ بخلاف رشوت کہذا ذکر ابن مالک یعنی ہدیہ رشوت میں فرق ہے کہ ہدیہ میں اعانتہ شرط نہیں ہوتی اور رشوت میں مددگاری اور کار بر آری شرط ہوتی ہے تو توافقی اہل حدیث میں شرط قبول قیمت یا خلاصہ اور اگر ہدیہ لائے تو ان کو ہدیہ سے بچھو ہوتا قاضی اسکو بقدر اس کی قیمت کے عطا کرے کذا فی الخلاء لوتعدا رد لودم معرفتہ اول بعد کاتہ وضعہ فی بیت المال اور اگر ہدیہ کا پھر دینا اسکی عدم معرفت یا اسکے مکان کی دوری سے مستعد ہو تو اسکو بیت المال میں رکھے من خصوصاً علیہ السلام ان ہدیہ اولہ تا تارخائیزہ اور خصوصاً رسول معصوم علیہ السلام سے یہ ہدیہ لائے ہر ایک کے مملوک تھے کذا فی التارخائیزہ ہم یہ دفع دخل ہے یعنی اگر کوئی کہے کہ قاضی تو نایب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آنحضرت علیہ السلام تو ہدیہ قبول فرماتے تھے پھر کیا وجہ کہ قاضی قبول نہ کرے اسکا جواب دیا کہ یہ امر خصوصاً نبوی سے ہے اور فعل مخصوص میں اتباع جائز نہیں اور وہ خصوصیت شاید وائسرا علم ہے کہ آنحضرت علیہ السلام معصوم تھے رعایت خاطر ہمدی خلاف شرع حضرت سے متصور نہ تھی بخلاف قاضی کہ معصوم نہیں مفادہ انہ لیس الام قبول الہدیۃ والاکم خصوصیتہ وہیہا يجوز للامام الحقی واکم قبول الہدیۃ لانه انما یدعی الی العالم العلم بخلاف قاضی اور تارخائیزہ کا مفاد یہ ہے کہ امام معنی سلطان کو ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں خصوصیت نہیں بہت ہی دور تارخائیزہ میں ہے کہ امام اور معنی اور واقف کو ہدیہ قبول کرنا جائز ہے اسواسطے کہ عالم کو تو ہدیہ دیا جاتا ہے اسکے علم کے سبب بخلاف قاضی کی یعنی اسکے ہدیہ لینے میں تو دنیا کی کار بر آری کا خیال ہے ہم شارح نے اس تقریر سے تارخائیزہ کے دونوں قولوں میں منافات ثابت کی یعنی پہلے قول سے ثابت ہوا کہ قبول ہدیہ خصوصاً نبوی سے ہے تو سلطان کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہوا اور دوسرے قول سے سلطان کا ہدیہ قبول کرنا ثابت ہوتا ہے طحاوی نے اسکا جواب یوں دیا ہے کہ اختصاص ہوتی ہے یہ لادہ نہیں تاکہ سلطان ہدیہ قبول کریں اسواسطے کہ اگر وہ ہدیہ قبول کریں اور بیت المال میں رکھ دیں تو جائز ہے چنانچہ فضل جزیہ میں مذکور ہے چکا کہ اہل حرب کا ہدیہ لینا انکو جائز ہے اور کومصلح سلیس میں صرف کرے اور اگر امام سے امام سجدہ لے لے تو منافات مطلق باقی نہیں رہتی الامن ارجع السلطان الباشا اشباہ و مجرور فریہ الحرم لوم من حرت العادۃ بذکاب بعد عادتہ ولا خصوصیتہ لہما درر مگر چار شخصوں کا ہدیہ قاضی نہ پھیرے سلطان کا اور باشا یعنی نائب سلطان کا کذا فی الباشا و المجرور لے قرابتی محرم کلایا اس شخص کا جسکو ہدیہ لینے کی عادت ہو قبول زکوا بشرطیکہ ہدیہ بقدر عادت قدیم ہو اور خصوصیت نہ ہو دونوں کی کذا فی الدرر یعنی بشرطیکہ قریب اور متاد کا مقدمہ دار القضا میں رجوع نہ ہو تو اگر عادت سے ہدیہ زیادہ ہے اتنا پھیرے اور اگر مقدمہ رجوع ہو تو قرابت دار اور متاد دونوں کا ہدیہ قبول نہ کرے اور واجب ہے کہ سلطان اور اسکے نائب کے ہدیہ قبول کرنے میں بھی عدم خصوصیت کی قید لگائی جائے سلطان اور نائب کے ہدیہ قبول کرنے کی یہ وجہ ہے کہ انکا ہدیہ بیت المال میں سے ہے اور قاضی بیت المال کے مصارف میں سے ہے اور ظاہر قبول ہدیہ اس صورت میں ہے جبکہ حالت غالب ہو اور اگر حرت غالب ہو یا حالت اوہرت دونوں برابر ہوں تو سلطان اور نائب کا ہدیہ قبول نہ کرے فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ قاضی قرض نہ لے مگر اس دست اور شریک سے جو قبل از قضاء دست اور شریک تھا بشرط عدم خصوصیت و عدم تمت اعانتہ اور اسی طرح عاریت لینا کذا فی الطحاوی ویرد اجابتہ دعوتہ خاصہ وہی التي لا یتخذ با صاحبہا ولا حضور القاضی لہون محرم و متاد وقیل ہی کا ہدیہ اور قاضی دعوت خاصہ کے مان لینے کو قبول نہ کرے دعوت خاصہ ہے جسکو صاحب دعوت نہ کرے اگر قاضی ناسخے اگرچہ دعوت خاصہ محرم اور متاد کی ہو اور قول بعض یہ ہے کہ دعوت خاصہ ہدیہ کے مانند ہے بعضوں نے کہا دعوت محل اور ختمہ عام ہے اور انکے مواد دعوت خاصہ ہے اور بعضوں نے کہا انکے شخص تک دعوت خاصہ ہے اور اس سے زیادہ دعوت عامہ اور صنعت کی تفسیر صحیح ہے چنانچہ سر ابن ہریری معنی چنانچہ جبر الرقی میں ہے اور عدم اجابت دعوت خاصہ محرم ہے چنانچہ کاقبل ہے اور محرم کے کہا کہ دعوت خاصہ محرم کی قبول کرے کہ اس میں صلہ محرم ہے اور حضرات نے کہا کہ قبول کرے بلا خلاف چنانچہ اسی قول کو صاحب کافی نے اختیار کیا صاحب جبر نے کہا تو یوں کہتا بہتر ہے کہ ہدیہ اور دعوت خاصہ قبول کرے مگر محرم اور متاد سے تو معلوم ہوا کہ قول ثانی بھی صحیح ہے کذا فی الطحاوی فی السراج و شرح الجمع والایب دعوتہ خصم وغیر متاد و لو اعانتہ للتمتہ اور سراج اور شرح جمع میں ہے اور قاضی قبول نہ کرے دعوت خصم اور غیر متاد لگی اگرچہ دعوت عامہ ہو بیت کے ہم اگر ایک شخص کی عادت دعوت ہو ہر مینے میں ایک بار پھر وہ ہر ہفتہ میں بعد قاضی ہونے کے دعوت کرے تو قبول کرے اور اگر لو عام اکثر عادت

قانونی

تقریرات

قدیمی سے تو یہ قبول کرے مگر اس موت میں جبکہ شخص متاد کا مال زیادہ ہو گیا ہو کذا فی الخطا وی عن التارخانیہ ویشہد الجنازۃ ویجوز لمريض ان لم یکن لما  
 ولا علیہما دعویٰ شرعیاً لیس عن البرہان اور قاضی جنازہ پر حاضر ہو اور مریض کی عبادت کرے بشرطیکہ صاحب جنازہ اور مریض مدعی اور مدعی علیہ ہوں کذا فی ہشتاد و  
 عن البرہان مگر مریض کے پاس زیادہ بیٹھے کذا فی النہر و موسوی و جوبابین انھیں جلو سوا و اقبالا اشارہ و نظر او یمنع عن مسارۃ احدہما ولا اشارۃ الیہ و رفع صوۃ علیہ  
 اور واجب ہے کہ قاضی مساوات اور ہماری کسی سے بن انھیں یعنی مدعی اور مدعا علیہ کو کیاں رکھے باعتبار بیٹھے اور متوجہ ہونے کے اور باعتبار اشارہ کرنے کے اور دیکھنے کے  
 اور باز رہے ایک کی سرگوشی سے یعنی چپکے ایک کے کان میں بات نہ کرے اور باز رہے ایک شخص کی طرف اشارہ کرنے سے اور ایک پر آواز بلند کرنے سے یعنی دوسرے سے  
 زیادہ ایک پر شور نہ کرے ہم اور امور مذکورہ میں مساوات میں انھیں سوا سے واجب ہے جو تاد دوسرے کی دلکشی نہ ہو اور قاضی پر تمت نہ لگے اور ہوا سے کہ اسحق بن ہابو سے حضرت  
 ام سلمہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مبتلا بقضا میں لے لیں ہو وہ ان میں مساوات رکھے مجلس اور اشارہ اور نظر میں اور احد انھیں پر آواز بلند  
 کرے دوسرے سے زیادہ اور ابن عمر نے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ مساوات میں لباس کر اپنے متوجہ ہونے اور عدل در مجلس میں تزیین تیرے ظلم میں طبع نکرے اور ضعف تیرے  
 عدل سے ناسید نہ اور احد انھیں سے مخفی بات نہ کر اور نہ وہ تجھ سے مخفی بات کہے اور اسکو تلقین حجت نہ کر بیعت تمت کے لوزل اور فتاویٰ کبریٰ میں ہے کہ بادشاہ نے محاسمت  
 کی ایک مرد کے ساتھ سو بادشاہ قاضی کے پاس اسکی نشست گاہ میں آکر بیٹھا تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اٹھے اور بادشاہ کا منہ ہم وہاں بیٹھے اور قاضی میں میں بیٹھے  
 دونوں فیصلہ کرے اور اس پر دلیل قاضی شرح کا قہر ہے کہ انھیں نے امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہما کو اور اٹنے کا منہ کو اسکی طرح بیٹھایا اور بالفاق اہل علم یہ مستحب ہے کہ دونوں کو اپنے سامنے بیٹھائے اور  
 ایک کو اپنے دائیں اور دوسرے کو بائیں نہ بیٹھائے کیونکہ وہ اپنی طرف افضل ہے اور زمین کو لائق ہے کہ قاضی کے سامنے دو زانو بیٹھیں دو ہاتھ کے فاصلے سے  
 جیسے شاگرد بیٹھتا ہے استاد کے دربر اور چار زانو بیٹھا لیون پر نہ بیٹھیں اور اگر بیٹھیں تو تعظیم قضا کے سبب سے قاضی ان کو منع کرے اور اعوان قاضی کے  
 اس کے سامنے کھڑے رہیں بہیبت قاضی کے واسطے پھر جب زمین حاضر ہوں تو قاضی مختار ہے چاہے اُسے ابتدا بہ حکم کرے کہ تمہارا کیا مطلب ہے اور چاہے  
 سکوت کرے یہاں تک کہ وہی آغاز کریں پھر جب مدعی کلام شروع کرے تو دوسرا خاموش کیا جائے تا وقتیکہ وہ اپنا کلام پورا کر چکے کیونکہ دونوں کے کلام  
 ساتھ کرنے میں شور و شبہ ہو کہ حشمت مجلس قضا کے لائق نہیں پھر مدعا علیہ سے کلام کرادیا جائے اگر مدعی جواب اس سے نہ طلب کرے یہی قول صحیح ہے تا علم بالمقصود  
 حاصل ہو اور محمد کے نزدیک انفصال عادی میں فریب مختار ہے یعنی مدعی اول کا فیصلہ کرے پھر دوسرے کا پھر سیر سے و علی بذالقیاس ہوا ہے ایک لہن غیر مرتشی  
 مقولہ کہ وہ شخص سابق کی پہچان رکھے اور این کو چاہیے کہ قاضی کے دروازے پر علی الصبح حاضر ہو اور اگر سابق میں تردد واقع ہو تو فرمے ڈٹے اور خصوم پر شتابی نہ کرے  
 بلکہ مہلت دے کیونکہ شتابی میں حجت منتقل ہو جاتی ہے اور اگر آدمی بھول جاتا ہے اور معلوم کرے کہ قاضی کے دربر کھڑا ہونا معروف نہ تھا یعنی سلف صالح میں اسکا رواج  
 نہ تھا تو وہ بھی ان محدثات سے ہر جگہ کی طرف حاجت ہوتی کیونکہ لوگ مختلف الاحوال الادب میں تو قاضی عمل کرے بمقتضائے حال اس سے خیر کا ارادہ کرے نہ حشمت نفس جو  
 کبریٰ کی طرف ہو چاتی ہے اور لاجل ولا فوۃ الا بالشر اور مستحب ہے کہ قاضی میں عبوست یعنی خشک مزاجی ہو بلا غصہ و توبہ اضع اور انکسار ہو بلا ذلت و ضعف اور قاضی کو چاہیے کہ ایک  
 کتاب میں صالح واقعہ کا مقرر کرے جو محاضر اور سہلات کو لکھے تا بجل فاسد نہ ہو جائے بعضے شرط کے ترک کرنے سے چنانچہ وہ شرط کتاب سہلات والیہا فر میں مذکور  
 ہیں کذا فی فتح القدر و فیما نہر الفائق میں ہے کہ اخلاق سویت میں انھیں فی الجلس عام ہو کیلئے صغیر اور بادشاہ اور رعیت اور رذیل اور شریف اور باپ اویسے اور سلم  
 اور ذمی کو مگر یہ اگر بادشاہ مدعی علیہ ہو تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اٹھے اور بادشاہ اور اوسکے مدعی کو وہاں بیٹھلا دے اور آپ زمین پر بیٹھ کر فیصلہ کرے  
 انتہی و خشکی و ہبہ و کذا القیام لہ بالاولیٰ لاند قاضی باز رہے احد انھیں کے سامنے بیٹھنے سے اور اسی طرح ایک شخص کو واسطے اٹھنے سے پاد رہے بطریق اولیٰ ہم سوا  
 قاضی کے صحت سے وہ شخص اپنے خصم پر دلاورد ہو جائیگا کذا فی النہر و ضیافتہ اور قاضی ایک شخص کی دونوں میں سے ضیافت نہ کرے ہم اسحق بن ہابو سے اپنے مسند میں  
 نام حسن سے روایت کی کہ ایک شخص علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں آکر اتر آئے آپ نے اس کی ضیافت کی پھر جس نے یہ کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ ظلمے شخص سے خدمت کریں تو

مدعی اور مدعا علیہ کے سامنے بیٹھنے کا حکم ہے اور اگر کسی کی طرف سے حال  
 مدعی اور مدعا علیہ کے سامنے بیٹھنے کا حکم ہے اور اگر کسی کی طرف سے حال  
 مدعی اور مدعا علیہ کے سامنے بیٹھنے کا حکم ہے اور اگر کسی کی طرف سے حال



علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ تو بیان سے اٹھ جا اس واسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکو منع فرمایا اس سے کہ ہم ایک قسم کی ضیافت کریں مگر اس کے ساتھ اس کا ضم ہو اسی طرح  
 عبدلرزاق اور دارقطنی نے روایت کی اور اس واسطے کہ اس میں تہمت میلان ہو کذا فی الفتح نعم لو فعل ذلک جہا معا جاز نہ رہا اگر اسکو دونوں کیساتھ کہے تو جانتے ہیں کذا فی النہرم  
 نہر الغائبین میں کہ ضیافت میں ہد ہا کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر دونوں کے ساتھ ہی ضیافت کہے تو جائز ہے اور قیاس اسکا یہ ہے کہ اگر دونوں سے سرگوشی کہے یا دونوں کی طرف  
 ساتھ ہی اشارہ کہے تو جائز ہے اتنی دلائل صحیحہ فی مجلس حکم مطلقاً اور بغیر ہمالہ ہا بہا بہ اور قاضی خوش طبعی نہ کہے حکم کی مجلس میں مطلقاً اگر چہ خصم کے ساتھ کسی سے کہے ہر طے  
 کہ خوش طبعی سے مہابت اور رعب نہیں رہتا ولا لطفہ تجتہ عن انسانی لباس ہ عینی اور قاضی کسی مدعی یا مدعا علیہ کو عت نہ سکھائے اور ابویوسف روایت ایک یہ بھی ہے کہ  
 تلقین حجت میں کچھ مضائقہ نہیں کذا فی العینی ہم تلقین حجت اس واسطے جائز نہیں کہ اس میں تہمت ہو اور دوسرے کی دشمنی ہے ولا یطعن للشاہد شہادۃ وہ و حسنہ ابویوسف رحم  
 فیما یستفیدہ زیادہ علم اور قاضی شاہد کو تلقین شہادت ذکر ہے اور تلقین شہادت کو ابویوسف نے پسند کیا ہے جس تلقین میں شاہد کو زیادہ دست حاصل ہو م ابویوسف  
 اور شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ جس شاہد پر حرت اور ہجرت غالب ہو سو وہ شرط شہادت سے کچھ ترک کہے تو مضائقہ نہیں کہ قاضی اس کی اس طرح اجازت کہے  
 کہ تو یواہی دیتا ہو ایسی اور ایسی بشرطیکہ محل تہمت نہ ہو اور اگر محل تہمت ہو اس طرح پر کہ مدعی پندرہ سو کا دعویٰ کیے اور مدعی علیہ پانچ سو کا منکر ہو اور شاہد ہر لہ کی شہادت  
 دے تو قاضی کہے کہ شاید مدعی نے پانسو معان کر بیٹھے ہوں اور شاہد کو اس سے علم حاصل ہو سو معافی کے قول سے اپنی شہادت کو دعویٰ مدعی کے موافق  
 کہے جس طرح قاضی نے کو فریق دی تو یہ بالاتفاق جائز نہیں جیسے تلقین احد اخصمیں جائز نہیں اور مسوطین ہر طرفین کا قول عزیرت ہو اور قول ابویوسف حضرت  
 ہے اس واسطے کہ جب ابویوسف مبتلا بقضا ہوئے اور دیکھا کہ ہجرت مجلس قضا سے شاہد اولے شہادت سے بند ہو جاتا ہے تو کہا لگا کہ ہم اسکو تلقین نہ کریں تو حق ضائع ہو جا  
 کذا فی الفتح والفتویٰ علی قولہ فیما یعلق بالقضا زیادہ بھر تہم برازیہ اور فتویٰ ابویوسف کے قول پر بہت متعلقات قضا میں ابویوسف کے زیادہ تجربہ ہونے کے سبب سے  
 ہم اور فقہیہ میں بھی برازیہ کے موافق فتویٰ بقول ابویوسف مذکور ہے کذا فی النہر طحاوی نے کہا کہ فتویٰ بقول ابویوسف قضا میں غلبی ہے یعنی اکثری ہو کذا فی قول ابویوسف  
 حکلی ان ابایوسف حر دقت موتہ قال لہم لکم تعلم انی لم امل الی احد اخصمیں حتی بالقلب لانی خصوصاً نصرانی مع الرشید لم اسو بینا و فضیت علی الرشید تمہلے انتہی قاست بخوادہ  
 ان القاضی یعنی علی بن ولہ و فی اللقی و یصح لمن ولہ و علیہ سبھی اور دو لوجہ میں حکایت ہے کہ ابویوسف نے اپنی موت کے وقت کہا الہی تو جانتا ہے کہ میں نے  
 میلان نہیں کیا یعنی میں نہیں جھکا احد اخصمیں کی طرف بیان تک کہ دل سے بھی مگر ایک نظرانی کی غصومت میں ہارون رشید کیساتھ میں خود دونوں کو برابر نہیں کیا یعنی  
 مجلس میں اور حکم کیا میں نے ہارون رشید پر یعنی اسکو ہر ایا اور نظرانی کو جہا یا پھر ابویوسف روئے اتنی میں کتا ہوں اس حکایت کے مسئلہ سے معلوم ہوا کہ قاضی  
 کا حکم جاری ہے اس بادشاہ پر جس نے اسکو قاضی مقرر کیا اور ملتقی الا بحر میں ہے اور قاضی کا حکم صحیح ہے اس سلطان کے نفع اور مروت میں جسے اسکو  
 قاضی کیا اور اسکا ذکر آگے آدیکھا فروع مسائل ملحقہ شارح کے فی البدایع من جملہ ادب القاضی انہ لا یحکم احد اخصمیں بل ان لا یعرف الا خبر الداعین ہر کہ بخبر ادب  
 قاضی ہے ہر کہ قاضی کلام نہ کہے احد اخصمیں سے اس بولی میں جب کو دوسرا خصم نہیں جانتا یعنی اس واسطے کہ یمنزلہ کلام مخفی کے ہو فی التاثر خانہ والاصطوان  
 یقول لخصمیں حکم بنیکہ حتی اذا کان فی تقلید ظل بصیر حکما بکلیہما اور تاثر خانہ میں ہے اور زیادہ ترا احتیاط یہ ہے کہ قاضی مدعی اور مدعی علیہ سے کہے کہ تمہارے مابین  
 میں حکم کروں تو اگر قاضی کی تقلید قضا میں کچھ خلل ہو گا تو قاضی حکم اور بیخ ہو جائیگا دونوں کی حکیم سے ہم یعنی قاضی حکم کرنے کی دونوں سے اجازت چاہے  
 جب وہ کہے کہ حکم کیجئے تب حکم کرے فالرہ اسکا یہ ہے کہ اگر تقلید قضا میں کچھ خلل ہو مثلاً رشوت دیکر عہدہ قضا لیا ہو تو بطور بیجاہت کے فیصلہ صحیح ہو گا کذا فی  
 الطحاوی قاضی یعنی تم امیر سلطان بالاستیفاء بجز من العلماء لم یزہم برازیہ قاضی نے فیصلہ واجب کیا پھر بادشاہ نے اسکو حکم کیا کہ پھر سر نو سے علمائے سامنے فیصلہ کرے  
 یعنی دعویٰ اور گواہی سکر تو قاضی یہ سنیات لازم نہیں کذا فی البراندیہ م طحاوی نے کہا بحر الرائق میں برازیہ سے یوں مقول ہے کہ قاضی پر یہ فرض نہیں ہے معلوم ہوا  
 کہ ہتیناف جائز ہے طلب القضا علیہ نسخۃ اسبل من القضا لہ لیسرۃ علی العلماء ہو صحیح ام لانا متع الزمہ القاضی بذلک جو اہم القضا ہے جو بارائے نسخۃ اسبل کا مالک

عینی  
 صحیح

اس سے جو جتنا اسل کو عطا کرے اسے کرے کہ وہ صحیح ہی نہیں سنا سے فسخ نہ دیا تو قاضی اس پر سکا دینا لازم کر دے یعنی دلائل کے ذریعے جو ہر القضاوی فی لفتح متنی یا کن  
 اقامت الحق بلا ایثار صدر کا اولی اور فتح القدر میں ہو کہ جب تک اقامت حق بلا کیتا ملاسی قلوب تکن ہو تو بہتر ہو مگر طریقہ اسکا مبسوط میں یون مذکور ہے کہ جو شخص  
 یا راہی اس سے قاضی عذر کرے اور وہ حکم اس سے بیان کرے اور کہے کہ ہم نے تیری محبت سنی اور دریافت کی لیکن حکم شرعی اس طرح تھا اس کے سوا نہیں  
 ہو سکتا تھا یہ ہتزار اس واسطے ہے کہ وہ لوگوں سے شکایت کرے اور قاضی کو ظالم نہ جانے اور لوگ اسکی شکایت نہ کر دیاں نہوں لہذا فی الطحاوی میں لخصاً ہے بل قبل  
 اقصیٰ ان جلس للقضا والاخذ بالاولیٰ والاخذ بما فیہ الا اذا لم یلفظ صریحاً اور قاضی ہل مقدمات کی حکایات قبول کرے یا نہ کرے جواب اسکا یہ ہے کہ اگر قاضی فیصلہ  
 کے واسطے بیٹھ چکا ہے تو قبول نہ کرے اور اگر ہنوز نہ بیٹھا تو قبول کرے اور حکایات میں کوئی بات نہ پکڑے مگر اس بات کو البتہ پکڑے جس کو اس نے لفظ  
 صریح اتر کیا حکایات سے وہ حکایات مراد ہیں جو دعویٰ سے متعلق ہیں چنانچہ مضارب کا یون کہنا کہ میں مال مضارب کو سفر میں لیکھا اور فلا نے شہر  
 میں اسکو بیجا اور اس سے اجناس کو خرید لیا اور مانند اس کے اور وہ حکایات مراد نہیں جو تعلقات دعویٰ سے نہیں مجلس حکم میں سماع حکایات اس واسطے نہیں  
 کہ مجلس سماع دعویٰ اور بیانات اور اقرار اور حکم کی واسطے ہو اس طرح پر کہ مدعی کہے کہ اس کے پاس میرا مال مضاربت تھا سو یہ سفر میں لیکھا پھر اس نے وہاں گجانی  
 نکی سوا مال ضائع ہو گیا البتہ اس سے تاویل چاہتا ہوں تو مدعی علیہ جواب میں کہے کہ ہاں یا اسکا انکار کرے اور اقرار لفظ صریح اس طرح کہ مضارب کہے  
 کہ میں نے مال مضاربت سمندر کے کنارے پر بلا محافظ چھوڑا اور میں شہر میں جمال لانے کے واسطے لیا پھر جو کنارے پر آیا تو مال نہ پایا لہذا فی الطحاوی  
**فصل** فی الجہس فی فصل ہر جس کے حکام میں ہو کہ جس نے حکام قضا تھا اور مختص با حکام کثیرہ تھا لہذا مصنف نے اسکو علیحدہ فصل کر کے ذکر کیا جس  
 صدر ہے یعنی منع یعنی روکنا اور بند کرنا پھر موضع جس پر اسکا اطلاق ہو لہذا فی الحموی اہل ہند جس کو قید خانہ اور بندی خانہ اور جیل خانہ بولتے ہیں وہ مشروع قبول لہذا فی  
 ایضاً من الارض میں مشروع ہے حقیقتی اسکا اس قول سے بالفی کیلئے جائز نہیں ہے یعنی قطع لہذا فی م نفی سے نفی من جمیع الارض مراد نہیں کہ متصور نہیں ہے نفی سے جس  
 مراد ہو جس علیہ صلوة و السلام جلا لہتمہ فی السجد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ کو مسجد میں مجوس کیا م رسول علیہ صلوة و السلام کے زمانہ میں  
 اور صدیق اور فاروق اور عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں جس مسجد میں تھا یا ڈیوڑھی میں یا باندھ کر اور ایک قول یہ ہے کہ فاروق نے ایک گھر کو مظلہ میں  
 چار ہزار درم کو خرید لیا اور اسکو محبس ٹھہرایا اور حضرت اسحق بن علی رضی اللہ عنہ و بناہ من قصب سماہ نافعاً نقبہ للصوفی غیرہ من مد و سماہ مخیفاً لفتح الیاء و تکسر  
 موضع مخفی ہے ہو لہذا فی لیل اور ایضاً لہذا فی علی رضی اللہ عنہ نے قید خانہ ایجاد کیا اور اسکو بانس سے بنایا اور اسکا نام نافع رکھا سو اس میں کو بھیل دیا چونکہ  
 نے یعنی اور قید یون کو محکمل کے لئے پھر حضرت مرقی نے اس کے سوا اور محبس بنایا مٹی کے ڈھیلوں سے اور اسکا نام مخفی لفتح یا رکھا اور کسرہ یا بھی جائز  
 ہے مخفی موضع مخفی یعنی ذلیل کرنے کا مکان م مخفی ضمیم و فتح خا و فتح یا مع لہذا فی اسم ظرف ہو محل تذلیل اور کسر یا اسم نال ہے یعنی ذلیل کرنے والا  
 و فی قبیل علی رضی اللہ عنہ شہر الاثری کیسا کیسا بنیت بعد نافع مخیفاً حصناً حصیناً و ایذا کیسا اور اس میں علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کیا تو مجھ کو نہیں جانتا نافع  
 غیر کا عاقل بنانے والا میں نے بعد نافع کے مخفی بنایا مکان مضبوط اور اسپر دار و عنایت دار عاقل ٹھہرایا م خلاصہ یہ ہے کہ جس کتاب و سنت خلفائے راشدین  
 کے فعل سے ثابت ہو اور اسکے جواز پر اجماع امت قائم ہو کہ ذانی الزلیلی صفحہ ان کیوں موضع لیس لہ فراش فلا و طار لیس برفیو فی صفت قید خانہ یہ ہے کہ ایسا مکان  
 ہو جان فرش اور سورہ ہے کا بھونا نہونا مجوس کو تکلیف ہو تو دین او کرے م بہتر یہ تھا کہ مصنف ان کیوں موضع کتابت با جارہ اور و طار بوزن کتاب  
 و حساب غلات عطا ہو چنانچہ قاموس میں ہو معلوم ہو کہ فراش اور و طار ایک ہی چیز ہے اور بعضوں نے کہا کہ و طار وہ فرش ہو جو سونے کی واسطے ہتیا ہو تو اب عطف  
 خاص کا عام پر ہو گا لہذا فی الطحاوی و مفادہ انہ لہذا فی منع منہ اور مغا بھلیں یہ ہے کہ اگر مجوس کی واسطے بھون لایا جائے تو منع کیا جائے و لا یکن حدان یدخل علیہ  
 اللہ استیناس فی الاقرار یہ وہ میرا نہ لایا جہ لہذا فی اور کوئی قادر نہ لیا جائے اسکے پاس جانے پر ہی لگانے کی واسطے گرا اس کے ساتھ بہت دار

اس کا  
 نام زمین  
 لفظان



اور پڑھی جائے پادین شوری کی احتیاج کے سبب ہم یعنی اس واسطے کہ ان کے مشورے سے حصول مفسود و مشورہ یعنی ادائے دین و لایکثون عندہ طویل و افادہ  
ان زوجہ لایکس محدودی کا بستہ نہ ہو و لفظ ہر اور اقارب اور ہمسائے اسکے نزدیک زیادہ نہ ٹھہریں اور مفاد عدم طویل مکث اقارب یہ ہے کہ محبوس کی زوجہ اسکے  
ساتھ قید نہ کی جائے اگر قید کروا نیوالی وہی ہو اور یہ قول ظاہر ہے ہم زوجہ اقارب اور ہمسائے میں داخل نہیں تو افادہ مقرر کیا حاصل ہو اور یہ خلل پیدا ہوا نہ الفائق  
کی صدر عبارت کے خلاف کرنے سے نہ الفائق میں یوں مذکور ہے کہ جب محبوس جماع کا محتاج ہو تو اسکی زوجہ یا لونڈی اسکے پاس جائے لگو بان آڈ کا مکان ہو اور  
اُسین دلیل یہ ہے کہ زوجہ اسکی قید نہ کی جائے اسکے ساتھ اگر وہ عاہلہ ہو اسکی پوری ظاہر ہو انتہی لیکن اُسین بھی یہ خلل ہے کہ عاہلہ ہو اسکی قید یا مقدم سے  
مستفاد نہیں بلکہ عدم جس زوجہ مطلقاً ثابت ہوتا ہے و ہر الفائق میں ہے کہ اگر وہ ہر حال میں ہوا تو متاخرین کے نزدیک بیچ کیساتھ قید کیا کو کذا فی المطاوعی فی اللقی مین  
ولی ہارتہ لوفیر غلوۃ اور لمتقی مین کہ محبوس کی قدرت و بجائی اسکی لونڈی کی فریب پر اگر محبوس میں غلبت ہو و لایکس جمعہ و لایکس جمعہ و لایکس جمعہ و لایکس جمعہ  
نماز بعد از روزہ جماعت پنجگانہ اور نہ فرض حج کیواسطے تو غیر فرض یعنی حج و اجبہ حج نفل کے واسطے بطریق اولی نہ نکلے و لاکھنؤ جنازہ و لوکان کفیل یعنی فی الخلاء  
یخرج کفیل جنازہ اصول و فروع لا غیر ہم و علیہ الفتوی اور نہ نکلے جنازہ پر حاضر ہونے کیواسطے اگرچہ خروج ضامن دیکر موکذانی شرح الزلیعی اور خلاصہ مین ہے  
کہ ضامن دیکر نکلے اپنے اصول و فروع کے جنازہ کیواسطے نہ سولے اسکے اور اسی پر فتوی ہے و لو مرض مرضا اضناہ و لم یجد من یخدمہ یخرج کفیل و الا لا یفتی  
اور اگر بیمار ہی نے اُسکو عنیف اور فریب اسلاک کر دیا اور نہیں پاتا کسی کو جو اسکی خدمت کرے تو ضامن دیکر نکلے اور اگر ایسا نہ ہو یعنی سخت بیمار نہ ہو یا وہان کوئی خدمت کرے تو ایسا  
ہو یا ضامن نہ دے تو نہ نکلے اسی کا فتوی ہے و لایکس جمعہ و کسب قبل و لایکس جمعہ فیئہ لولہ دیون خروج لیا ہم تم محبوس خانہ اور نہ نکلے علاج اور کما فی کیواسطے بلکہ محبوس  
میں بھی کسب کرے اور اگر محبوس کے لوگوں پر دیون ہوں تو خود ہوتے کیواسطے قاضی کے پاس جلتے پھر قید کیا جائے کذا فی الخانیۃ و لایکس جمعہ محبوس الا نے  
ملت اذا منع عن کفارة الطہارہ و الانفاق علی قریبہ و تقسیم مین نسائہ بعد و عظم الضابطہ ایفوت بالماخیر لالی خلف اشباہ اور نہ محبوس پر مار پڑے مگر تین صورت  
میں ایک ہے کہ کفارة طہارہ ادا کرے یعنی باوجود قدرت و دستے یہ کہ اپنے فراہت دار محتج پر مال خرچ نہ کرے تیسرے یہ کہ اپنی زوجات کے درمیان باہمی  
فرک کرے نصیحت کرنے اور سمجھانے کے بعد اور قاعدہ کلید یہ ہے کہ جو حق کہ فوت ہو جائے تاخیر سے اور کوئی چیز اسکے قائم مقام ہو سکے اسکے ترک مین ضرب ہو کذا  
فی الاشباہ ہم ضرب سولے ہوتی کہ تاخیر کفارة مین زوجہ کا ضرب ہے اور زیادتی جس مین فراہت دار کا ضرب ہو کذا اسکا لفقہ ساقط ہو گا مدت گذر جانے سے اور اسی  
طرح مزید جس مین زوجات کا فوت ہو چکی ہو قلت زیادتی الوہانیتہ شعران فریضہ دون قید تاویب و تطیئین باب محبوس فی ائمتہ یذکرہ مین کتابہ یون اور مسائل فتنہ  
ضرب پر وہ مسئلہ زیادہ کیا جائے خود ہیا نیز مین ہے یعنی اگر محبوس بھاگے تو ادب دینے کیواسطے مارا جائے بدون پٹری ڈالنے کے اور دروازہ محبوس کو مٹی سے  
بند کرنا کشتی مین مذکور ہے ہم یعنی اگر محبوس کشتی ہو اور مال نذا و کرتا ہو تو دروازہ چن دیا جائے اور ایک سوراخ اس مین رکھا جائے جس سے روٹی پانی اُسکو دیا جائے اور دروازہ  
قول یہ ہے کہ اس مین قاضی کی رائے کو دخل ہے جیسا مناسب کیجے کہ کذا فی المطاوعی و لایکس جمعہ الا اذا خان فرارہ نتیقہ او یول فی سجن اللصوص و ہل الطین البابل لائے فیہ  
للقاضی بزازہ اور محبوس کے گلے مین طوق نہ ڈالا جائے مگر جبکہ اسکے بھاگ جانے کا خوف ہو تو پیرایان ڈالی جائیں اُس محبوس مین بدل دیا جائے جو چوڑی کیواسطے  
مخصوص ہے اور کیا دروازہ مٹی سے چن دیا جائے اُس مین قاضی کا اختیار ہے جیسا مناسب کیجے کہ کذا فی البرزازیہ و لایکس جمعہ اور نہ محبوس پر ہین کیا جائے کپڑے انا کر و لایکس جمعہ  
عن الفتنانی یوجز لقتضادینہ اور نہ محبوس سے عمت مزوری کرانی جائے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ مزدوری کرانی جائے اسکے ادائے دین کیواسطے و لایکس جمعہ مین  
یہی صاحب الحق اہانتہ اور نہ محبوس صاحب حق کے گے مگر ملکیا جائے اسکی ذلت کیواسطے و لوکان ببلدہ لاقاضی فیہ لازمہ لیل و نهارا حتی یاخذ حقہ جو اہل الفتاوی  
اور اگر صاحب حق اُس شہر مین ہو جان قاضی نہیں تو دیون کیساتھ لگا رہے رات اور دن یہاں تک کہ اپنا حق پا جائے کذا فی جو اہل الفتاوی ہم صاحب حق کو ملازمت  
میں اختیار ہے اور یہ اختیار نہیں کہ دیون کو کسب کرنے دے یا مگر مین نہ جانے دے اور اسکی طرف اشارہ حدیث شریف مین ہے کہ یصاحب الحق لیل اللسان ہاتھ سے ملازمت

یعنی  
و لایکس جمعہ  
اور زان سے





بکثرت ہوں کہ ذانی الزمۃ ہوا سے کہ ضامن نے دین کو پسند پر لازم کر لیا بسبب عقد کفالت کے مانند مہر کے اور یہ یعنی ثمن اور قرض اور مہر محل در دین کفالت میں مجبوس ہونا تصدق دعویٰ محتاجی قول مجتہد ہے و خلاص فتاویٰ قاضی خان کے سبب مقدم ہونے متون اور شرح کے فتاویٰ پر کذا فی البحر لو اسکو یاد رکھنا چاہیے م قاضی خان نے کہا کہ درصوت دعویٰ افلاس جس نہیں مگر ثمن اور قرض بن اور مہر محل اور دین کفالت میں جس نہیں لہذا مفسرین میں لیکن فتویٰ متون اور شرح نہ ہر یک مخالف ہے لہذا مستند نہیں شیار مذکورہ میں جس کی وجہ باوجود دعویٰ افلاس یہ ہے کہ جب مال کے ہاتھ میں آیا یعنی مسیح اور قرض تو اولے دین پر قدرت ثابت ہوئی اور جو دین کہ عقد الزام کیا مانند مہر اور کفالت کے ہمیں بھی قدرت ایفا ثابت ہے کیونکہ قبول مہر اور کفالت پر پیش قدمی کرنا دلیل ہے قدرت ایفا پر تو مجبوس ہوگا اور اس کا یہ قول کہ میں محتاج ہوں سوچ ہوگا کیونکہ یہ قول مناقض کے مانند ہے بسبب جو دلیل کشادہ دستی الحاصل اس علت میں حال غالب کو معتبر رکھا والا شیار مذکورہ کو باوجود افلاس بھی کرتے ہیں کیونکہ مناسط حکام غالب پر ہونا مذکورہ پر کذا فی الطحاوی لغم عدہ فی الاختیار لہذا الخلع ہنا خطا و قہنہ بان اختیار شرح مختار میں بدل خلع کو بیان شمار کرنا خطا ہے سو آگاہ رہنا ہم بدل خلع کو بیان شمار کرنا یعنی جہاں جس لازم ہے باوجود دعویٰ محتاجی ہذا اقلانسی انہ کیسے ایضاً نے کل میں بقدر علی سلیمہا کالعیین المصوبہ اور قلانسی نے شیار اور جہ مذکورہ پر یہ بھی زیادہ کیا ہے کہ مدعی علیہ جس کیا جگہ ہر ایک اس میں جی حکم سلیم پر وہ قدرت رکھتا ہے چنانچہ غصب کی ہر نئی چیز لایس فی غیرہ اسی غیر مذکورہ ہو تہ صور بدل خلع و مضمون و تلف و دم عمد و عتق خطا شریک و ارض جنایہ و نفقہ قریب و زوجہ و مہر موجد جس نہ کیا جائے اس کے غیر میں یعنی شیار اور جہ مذکورہ کے غیر میں اس کی تصویر میں بدل خلع ۲ بدل مضمون ۲ تلف یعنی جو چیز تلف کر ڈالی اس کا بدل ۴- دم عمد کا بدل ۵- شریک کا حصہ آزاد کر دینا جنایت کی دیت ۶- نفقہ قرابت دارہ ۷- نفقہ زوجہ ۹- مہر موجد قلت ظاہر لا طویل بعد طلاق میں کتا ہوں اور ظاہر الطلاق مہر موجد کا اسپر ولالت کرتا ہے کہ اسپر جس نہیں طلاق کے بعد بھی یعنی اگر مہر موجد طلاق سے معجل ہو گیا تو بھی جس نہیں دے لیا یعنی نفقات الزامیہ تبت ایسار بالاخبار ہنا بخلان سائر الدیون اور بزایہ کے نفقات میں ہے کہ کشادہ دستی خبرینے و ثابت ہونی ہر بیان یعنی نفقات میں بخلان باقی دین کے کہ وہ ان فقط اخبار سے ثابت نہیں ہوتی لیکن افتی ابن نجیم بان القول لہمینہ مالم یتبت غناہ و ارجہ لیکل بن نجیم نے فتویٰ دیا ہے کہ تنگ دستی میں مسفق کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے تا وقتیکہ اسکی لو انگری ثابت ہو تو اسکی طرف رجعت کر مہر ہر ہندرا ال اسپر ہے کہ تعبیر ثبوت سے متبادر یہ ہے کہ کشادہ دستی شہادت سے ثابت ہونا اخبار سے اور جواب یون ہو سکتا ہے کہ دین نفقہ میں ثبوت اخبار سے ہوتا ہے اور اس کے غیر میں شہاد سے کیونکہ اسکی عبارت میں تبیین نہیں کذا فی الطحاوی و لو اختلفا فقال الیون لیس بدل مال و قال الدارم ان من متاع القول للمدیون مالم یجر من ربلدین طوسی جتا و اوہ فی الزہر اور اگر دونوں میں اختلاف ہو اور دیون کتا ہو کہ مجھ دین بدل کا مال نہیں ہے اور دائن کتا ہو کہ وہ ثمن ہے متاع کا تو دیون ہی کا قول معتبر ہے تا وقتیکہ صاحب دین گواہی سے ثابت نہ کرے چنانچہ اسکو طوسی نے بطریق بحث کے بیان کیا ہے اور نہ الفائق میں اسکو ثابت رکھا ہے مہر دیون مجبوس ہوگا اگر مدعی فقیر ہو و فرغ مسئلہ لایس فی دین مؤجل و کذا لا ینع من السفر قبل حلول الاجل وان بعد و لہ السفر معہ فاذا حل منہ منہ حتی یوفیہ بدائع و قد مناہ فی الکفالت دیون مجبوس ہوگا دین مؤجل میں اور ہی طرح سفر جانے سے ممنوع نہیں ہو سکتا قبل آنے مدت دین کے اگرچہ سفر مجید ہو اور صاحب دین کی اختیار ہے کہ اس کے ساتھ سفر کرے پھر جب مدت دین ہو چکے تو اسکو سفر سے روکے تا ایفا دین کذا فی البدائع اور ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الکفالت میں ان و علی المدیون الفقیر اذا اصل لہ شیار و وجہ کے غیر میں مجبوس ہوگا اگر دیون اپنے افلاس اور فقیری کا دعویٰ کرے ایسے کہ اصل تنگ دستی ہے یعنی ہر شخص کے حق میں عسرت اصل ہے سو اسلئے کہ ہر آدمی عدیم المال پیدا ہوا کذا فی الفتح اور مدعی امر عارض کا دعویٰ کرتا ہے یعنی مالدار سی کا تو بدون شہادت اسکا دعویٰ مقبول ہوگا کذا فی البحر اللان سیر میں غیر علی غناہ اسی قدر علی الوفا و لو باقر اض و بقاضی غیر مگر یہ اسکا صاحب دین اسکی مالدار سی اور تو انگری گواہی سے ثابت کرے یعنی دیون قادر ہونا داسے دین پر ثابت کرے اگر قدرت قرض لینے یا اپنے دیون کے تقاضا کرنے سے حاصل ہو مہر شارح نے غنا کو

لہ ایک سخن خٹک بعد ظاہر بھی ہے ۱۱



قدرت علی لوفا اسوا سے تعبیر کیا تاکہ معلوم ہو کہ غنا سے غنا کے زکوٰۃ مراد نہیں تو اگر مدیون کو قرض دینے والا ملے اور وہ قرض نہ لے لو وہ ظالم ہو مجبوس ہو گا کیونکہ جس جزیلے ظلم پر اور اسکا ظلم نہایت ہو چکا جو مدیون سے اور اگر قاضی مدیون کی عسرت جانے لیکن اسکا مال دوسرے پر ہو تو اس سے تقاضا کرے تو اگر مدیون کا مدیون کشادہ دستی سے مجبوس ہو تو مدیون مجبوس ہو گا اور اگر مدیون اپنے مدیون سے تقاضا کرے تو مجبوس ہو گا کذا فی المطاویء فی حقیقتہ جزیلے بارے ولو یوما جو الصبح تو قاضی جس کے اس وقت میں جہت قدرت کہ اسکی ربا سے آئے اگرچہ ایک ہی دن جس کے یہی قول صحیح ہو مگر یعنی جب گواہی سے کشادہ دستی ثابت ہو تو مدت جس قاضی کی ربا سے پرغرض ہو سو اگر قاضی کا گمان غالب ہو کہ اگر اسکا مال ہوتا تو اتنی مدت کی جس میں آپ کو خلاص کروانا تو مجبوس سے سوال کر کے چھوڑ دے محمد کی روایت میں مدت جس دو یا تین مہینے ہیں اور سن کی روایت میں چار مہینے سے چھ مہینے تک ہدایہ میں لکھا کہ صحیح یہ ہے کہ تقدیر لازم نہیں اور قاضی کی ربا سے پرغرض ہو کیونکہ لوگوں کے حال متفاوت ہیں کذا فی لہنر فی شہادت المتقط قال ابو صیفیہ ر اذا کان المصروف بالعمسرة للمصروفی الحائیتہ ولو فقرہ ظاہر اسال عنہ علی یومین علی افتارہ دخلی سبیلہ نہ بلکہ متقطکی شہادت میں ہے کہ ابو صیفیہ نے کہا کہ جب مفلس مشورہ بافلاس ہو تو میں اسکو مجبوس نہ کروں یعنی اسکے جس کا حکم نہ کروں اور خانیہ میں ہے کہ اگر اسکی محتاجی ظاہر ہو تو اسکا حال جلد لوگوں سے دریافت کرے اور اسکا افلاس پر گواہی قبول کرے اور اسکو چھوڑ دے کذا فی لہنر فی الزانیۃ قال المدیون حلفانہ ما علم انی معراجہ القاضی فان حلف جسدہ لطلبہ ان کل علالہ واقره لمصنف وغیرہ اور بزاز یہ میں ہے کہ مدیون نے قاضی سے کہا کہ مدعی کو قسم دیجیے کہ وہ مجکو مفلس نہیں جانتا تو قاضی اسکو قبول کرے پھر اگر مدعی قسم کھائے تو اسکو جس کے مدعی کی درخواست سے اور اگر قسم نہ کھائے تو اسکو چھوڑ دے اور اس قول کو مصنف وغیرہ نے ثابت رکھا ہے قلت قد منا ان الراہی لمن لم یکن الا جہاد فثبتہ من کتابہون ہم پہلے ذکر کر چکے کہ اس قاضی کی ربا سے کا اعتبار ہے جسکو قدرت اجتہاد حاصل ہو سو جنورہ میں یعنی قاضی غیر مجتہد کی ربا سے کا کچھ اعتبار نہیں ہم جلی نے کہا کہ شایع ہے کہ ایسا ہے میں کتابہوں کہ ایسا امر یعنی تقدیر مدت جس قاضی کے مجتہد ہونے پر موقوف نہیں اتنی تم بعد جیسے باریہ لو حالہ مشکلا عند القاضی والا عمل ہا ظہر بجد عنہ لمصنف پھر مدیون کے جس کرنے کے بعد تقدیر اس مدت کے جو اسکی ربا سے آئے اگر اسکا مال شکل ہو قاضی کے نزدیک یعنی تنگ دستی اور کشادہ دستی اسکو نہ معلوم ہو سکتی ہو تو لوگوں سے اسکا حال دریافت کرے وہ اگر ظاہر ہو تو مجبوس ظاہر کے عمل کرے کذا فی لہنر اور مصنف نے اپنی شرح میں اس پر عماد کیا ہے سال عنہ امتیاطا لا وجوب اس جزیلہ کو علی عدل الغیبة الدائن پھر بعد جس اسکا حال اسکے پڑوسیوں سے پوچھے بنا بر صیاط کے نہ بنا جو جب اور کفایت کو تاہم ایک مرد عادل سے پوچھا صاحب بن کی عنیت میں یعنی اسکا حضور ضرور نہیں مگر جو خبر کہ اللق امر ہے اس میں ایک شخص عادل کا قول کافی ہے چنانچہ لو کہیں اور عدل کی خبر میں دو شخصوں سے دریافت کرنا احوط ہے اور کیفیت اخبار یہ ہے کہ خبر لکے کہ مدیون مجبوس کا حال محتاجوں کا سا حال ہے خود اگر لبر لباس میں اور حال سکا تنگ ہے اور ہم نے اسکا حال ظاہر اور مخفی دریافت کیا ہے کذا فی المطاویء

و اما المستوفان دافع قولہ رای القاضی علی بد والا لایفغ الوسائل تجتا اور اگر عدالت بافتی مخر مستور اور مخفی ہو تو اگر اسکا قول قاضی کی شک سے موافق ہو تو اس پر عمل کرے اور نہیں تو نہیں کذا فی الفع المسائل بتمامہ بقر الرائق میں ہے کہ قاسق کی خبر مقبول نہیں بلا بشرط حضرۃ الخصم ولا لفظ الشہادہ الا اذا تنازع عافی الیسار والاعسار قتانی اور شرط نہیں اخبار میں حاضر ہو نہ مدعی کا اور نہ لفظ شہادت مگر جبکہ مدعی اور مدعی علیہ تنگ دستی اور کشادہ دستی میں تنازع کرے کذا فی لہنر قتانی ہم یعنی اگر مدعی کہتا ہو کہ یہ کشادہ دستی ہے اور مدعی علیہ کہتا ہو کہ میں تنگ دست ہوں تو خبر کافی نہیں لفظ شہادت ضرور ہے اور یہی طرح خبر واحد دعوت تنازع مقبول نہیں بلکہ عینہ ضرور ہے قلت لکننا بالاعسار للفقہ ہی لیسیت بجزہ ولذلم جب سوال الفع المسائل فثبتہ میں کتابہوں لیکن تنگ دستی کی گواہی نفی غنا کی گواہی ہے اور نفی کی گواہی حجت نہیں ہے لہذا اسکے حال کا سوال کرنا واجب نہیں کذا فی الفع الوسائل سو خبر دار ہو جاہم بقر الرائق میں سخنافی سے منقول ہے کہ یہ شہادت نفی پر نہیں کیونکہ اعسار بعد لیسار کے امر حادث ہے تو یہ شہادت امر حادث پر ہوتی نہ نفی پر نہی اور علامہ بدوانی نے کہا کہ شہود کہتے ہیں کہ مدعی علیہ ضیق الحال کثیر العیال پھر اور نفی نہیں یعنی اثبات ہے کذا فی المطاویء فان لم یظہر مال خلاہ بلا الفیل لانی قلت مال شیم ووقف واذا کان الدائن غائبا پھر اگر مجبوس کا

المسائل



مال ظاہر ہو تو قاضی اسکو چھوڑ دے بلا ضمان مگر تین صورتوں میں ضمان لیکر چھوڑے نیم کے مال میں اور وقفہ کے مال میں اور جبکہ صاحب بن غائب ہو مفسس کے چھوڑ دینے کی وجہ یہ کہ عورت اسکی قاضی کے نزدیک ظاہر ہوگی تو وہ ہمت دینے کے لائق ہو گیا ہو جب بیت قرآنی کے تواجہ اسکے اسکو تہذیب کرنا ظلم ہے اور مال وقف کو صاحب بھرنے قیاس کیا ہو مال تمیم پر اور علمائے متاخرین اسکے تابع ہو گئے ہیں اس قیاس میں کذا فی الطحاوی ثم لا یجوز ثانی الاول والآخر حتی یشیت عن غیر غناہ بزاد یہ پھر جب مدیون افلاس کے سبب سے چھوٹا تو قاضی اسکو دوبارہ قید کرے اول مدعی کیواسطے اور نہ اسکے غیر کیواسطے تا وقتیکہ اسکا صاحب دین اسکی مالدار می ثابت نہ کرے کذا فی البزازیہ فی التفسیر بہن الجوس علی افلاسہ فارول الدائن لطلانہ قبل تفسیہ فعلی القاضی القضاہ حتی لا یعیذہ الدائن ثانیاً اور قنیہ میں ہے کہ مجوس نے اپنے افلاس پر گواہی گزاری تو صاحب بن نے اسکا چھوڑ دینا چاہا قبل اس بات کے کہ قاضی اسکی مفلسی پر حکم کرے تو قاضی پر لازم ہے اسکی مفلسی پر حکم کر دینا صاحب بن اسکو دوسری بار قید نہ کرانے میں شام نے یہاں ایک جملہ تفسیر کا حذف کر دیا اور مالک و ہر ضرور ہے یعنی صاحب بن قبل تفسیس اسکا اطلاق چاہے اور مجوس نہ نکلے بدول افلاس کے حکم کے تب قاضی پر حکم بافلاس لازم ہے کذا فی الطحاوی عن البحر وغیرہ فرغ مسئلہ طحاوی کا حضرت الجوس الدین غائب ہو کر مدیون صبر ان علیہ قدرہ افلاہ او کفیرا و خلاہ خانیتہ مجوس نے دین حاضر کیا اور صاحب بن غائب ہو گیا تطویل میں کارادہ کر کے اگر قاضی دین کو اور دین کی مقدار کو جانتا ہو تو اسکو لے یا مدیون سے ضمان لے اور اسکو چھوڑ دے کذا فی الخانیہ م ضمان لے یعنی مال ضمان اور حاضر ضمان لے کذا فی البحر علی الخانیہ فی الاشبہ والایحزاب لاطلاق الجوس لالبرضی خصمہ الا اذا ثبت عسارہ او حضرت الدین للقاضی فی غنیۃ خصمہ اور شبابہ میں ہے کہ چھوڑنا مجوس کا جائز نہیں مگر اسکے مدعی کی رضامندی سے مگر جبکہ اسکا افلاس ثابت ہو یا مدیون میں حاضر کرے تو قاضی کو اسکا چھوڑ دینا مدعی کی غیبت میں جائز ہے مگر بشرطیکہ قاضی مدعی اور دین اور مقدار دین کو جانتا ہو اگر مدعی اپنی غیبت سے تطویل میں کا باصرہ نہ ہو اور اس عبارت کے ذکر کرنے کا فائدہ تمیم ہے چنانچہ ہم نے اسکی طرف اشارہ کر دیا کذا فی الطحاوی و لوقال من یزادہ من عیضی و قضی دینی اجمل القاضی یومین او ثلثہ ایام ولا یجوز لان الثلثۃ مہ ضربت الایام الا عند اور اگر کہا اسے جسکے مجوس کر نیکی ارادہ ہو کہ میں اپنا سبب سمجھتا ہوں اور دین یاد کرتا ہوں تو قاضی اسکے واسطے دو یا تین دن کی مدت ٹھہرائے اور اسکو قید نہ کرے اسواسطے کہ تین دن آزمائش عذرات کیواسطے مدت مقہور ہو گئے ہیں یعنی اتنے عرصہ میں ارباب عذرات کا حال معلوم ہو جائے ہے لولہ عقار بحیثہ الی ان یشیعہ و قضی الدین الذی علیہ ولو تمین قلیل بزاد یہ وسیعی تماس فی البحر اور اگر شخص مذکور کے ذمہ یا باغ ہو تو اسکو جس کرے یعنی اسواسطے کہ تا اسکو بیچے اور وہ دین ادا کرے جو اس پر ہے اگر بیع بہ ثمن قلیل ہو کذا فی البزازیہ اور پورا بیان اسکا اسکے آدھکا کتاب البحر میں ملے منع غماہ عنہ علی الظاہر اور نہ روکے جائیں مدیون سے اسکے دین لے بنا بر ظاہر الرذایہ ہم یہ جملہ متن کے اس قول سے فان لم یظہر له مال غلاہ مرتب ہے یعنی اگر مجوس کا مال ظاہر نہ ہو تو قاضی اسکو چھوڑ دے اور اگر ارباب مدیون اسکے ساتھ رہنے کا قصد کریں تو قاضی اسکو نہ روکے یہی ظاہر الرایت ہے امام سے خلافاً للصاحبین امام کی دلیل یہ ہے کہ مجوس مفسس کو فرصت ہے تا حصول قدرت الیفا اور حصول قدرت ہو وقت ممکن ہے تو وہ اسکے ساتھ رہیں تاکہ وہ غنی نہ کر ڈالے کذا فی الطحاوی فیما زمو نہ ہمارا الایلا الا ان ینتسب فیہ لودین لمدیون مفسس کے ساتھ لگے رہیں تو نہ رات کو لگے کہ وہ رات کو گسب کرتا ہو تو رات کو بھی ساتھ رہیں اور ملازمت میں بہتر قول وہ ہے جو محمد سے مروی ہے کہ قیام او قعود میں ملازمت کرے اور اسکو جو رو لڑکون کے پاس جانے سے نہ روکے اور نہ اسکو دو دن وقت کے کھانے سے روکے اور نہ وضو سے اور نہ جائے ضرور کے جانے سے خواہ دائن آپ اسکے ساتھ رہے یا کسی اور کو ملازمت کیواسطے مقرر کرے اور یہ جائز نہیں کہ اسکو ہو پ میں رکھے یا ہرت پر یا جس مکان میں کہ اسکو اذیت ہو کذا فی الطحاوی ویسائر للمراة امراتہ ما تینہ اور عورت کیواسطے دو سری عورت لگے جو اسکے ساتھ نہ رہیں کذا فی التفسیر فرغ مسئلہ طحاوی کا لوالہ اختار المطلوب بحسب الطالب الملائمۃ فنی حج الہدایۃ یخیر الطالب لالاندر اور اگر مطلوب جس اختیار کرے اور طالب ملازمت تو ہدایہ کی کتاب البحر میں ہے کہ طالب کو اختیار دیا جائے مگر ضرورے یعنی اگر ملازمت سے ضرور ظاہر ہو اسطرح کہ طالب مطلوب کو اسکے طہر میں نہ جانے دے تو اب دفع ضرور کیواسطے جس بیع ہے کذا فی البزازیہ کفیل بنفس اور بزاد یہ میں حاضر ضمان دینے سے اسکو مکلف کیا ہے بزاد یہ میں ہے کہ اگر اس کی ملازمت میں اسکی

روزی جاتی ہے تو حاضر ضامن لیکر اسکو چھوڑ دے کذا فی الطحاوی للطالب لازمہ بلا امر قاضی لومقر الحق اور طالب کو اسکی ملازمت کا اختیار ہو بدون قاضی کے حکم کے اگر مطلوب اسکی حق کا مقر ہو ولا یقبل برہانہ علی افلاس قبل جبکہ تقیما علی نفی و صحیح غمی زاوہ اور مقبول نہیں دیون کے گواہ لانا اپنے افلاس پر مجبوس ہونے سے پہلے سبب قائم ہونے گواہی کے نفی پر یعنی نفی غنا پر اور غمی زاوہ سے اس قول کو صحیح کہا ہے ہم بلاتا سید جس گواہی نفی پر مقبول نہیں اسواسطے کہ جب چند مدت وہ مجبوس رہا تو ظاہر ہو گیا کہ اگر اسکے پاس مال ہوتا تو جس کی سختی نہ اٹھاتا اور اس قول کی صاحب نہا یہ اور اکثر مشائخ نے بھی تصحیح کی ہے کذا فی الطحاوی عن الہدایۃ و صحیح غیرہ تو ہما اور غیر غمی زاوہ اور علمائے قبول شہادت افلاس قبل بحبس کی تصحیح کی ہے ہم اور اسید کا فتویٰ دیا ہے محمد بن فضل و در اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفہ اور نصیر بن یحییٰ نے اور یہی قول ہے شافعی اور احمد کذا فی الطحاوی دلہول علیہ ایہ الامران علم عسارہ قبلہا والا لانہ فیہ یحفظ اور اسین معتد علیہ قاضی کی رائے ہے سو اگر قاضی اسکا افلاس معلوم کرے تو گواہی قبول کرے اور نہیں تو نہیں کذا فی الہمز تو اسکو یاد رکھنا چاہیے و بنیۃ یسارہ حق من بنیۃ عسارہ بالقبول لان الیسار عارض و البیات للاتبات اور گواہی مالدار ہی دیون کی اجتناب قبول ہے اسکا افلاس کی گواہی سے اسواسطے کہ مالدار ہونا امر عارض ہے اور گواہیان لواتبات کے واسطے ہیں نہ نفی اسواسطے یعنی اگر طالب گواہ لاوے مطلوب کی مالدار ہی پر اور مطلوب گواہ لائے اپنے افلاس پر تو اس صورت میں مالدار ہی کی گواہی اجتناب قبول ہے بدلیل گذشتہ نعم لوین سبب عسارہ و شہد اب مقدم لاتبات امر عارضنا فتح بحناد عمدہ فی الہمز بان اگر دیون اپنے مقلس ہو جائے گا سبب بیان کرے اور گواہ اسکی گواہی دین تو اب افلاس کی گواہی مقدم ہوگی بسبب ثابت کرنے شہادت مذکورہ کے امر عارض کو یعنی یہ گواہی اثبات کی ہوتی نہ نفی کی کذا فی الفتح بخنا اور اس پر نہ الفائق نے اعتماد کیا و فی تعیین ان لم یبنوا مقدرہ مالک جہت اللامکن قبولہا لانا قامت للمجوس ہونکر و لہنیۃ متی قامت للتمکد لا یقبل اور قضیہ میں ہے کہ اگر شہود مالدار ہی کے تعارض کے وقت نہ بیان کریں اس مقدار کو جبکہ دیون مالک ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر مقدار بیان کریں تو اسکا قبول کرنا ممکن نہیں اسواسطے کہ مجبوس کیواسطے گواہی قائم ہوتی ہے اور وہ منکر ہے اور گواہی جب منکر کیواسطے قائم ہو تو مقبول نہیں ہے ابجد جس المورس لہ جزا اظلم قلت و سبحی فی الحجر انہ برلع مالہ لہ عند ہا و بعتی و حینہ فلا یتا بد جسمہ قبتہ اور مجبوس مالدار کی دائمی کیجائے اسواسطے کہ جس بدلا ہو ظلم کا میں کہتا ہوں اور کتاب بجز میں آسکا و گیا کہ دیون کا مال اسکے دین کیواسطے بیچ لیا جاتا ہے صاحبین کے نزدیک اور اسید کا فتویٰ ہے اور اسوقت میں تو اسکا جس دائمی نہیں رہتا تو خبردار ہو جا ہم یعنی مجیب قول مفتی اب مال بچکر دین داکر کے وہ چھوڑ دیا جائیگا پھر دوام جس کہان باقی رہا ولا یحبس لہا معنی من نفقہ زوجہ و ولدہ اذا ادعے الفقر وان قضی ہما لانا لیست بدل مال و لازمہ معقد علی ما مر سے لو برہنت علی یسارہ جس بظہا اور قید نہ کیا جائیگا و جاور بیٹے کے نفقہ گذشتہ کیواسطے جبکہ وہ اپنی محتاجی کا دعویٰ کرے اگرچہ قاضی نے نفقہ دینے کا حکم بھی کر دیا ہو اسواسطے مجبوس نہوگا کہ نفقہ بدل مال نہیں اور نہ اسکو لازم ہو ہے بسبب عقد کے چنانچہ مذکور ہو چکا یہاں تک کہ اگر زوجہ زوج کی مالدار ہی شہادت سے ثابت کر لگی تو اسکی درخواست سے جس ہوگا م خلاصہ یہ ہے کہ نفقہ واجبہ مجتمعه میں جس نہیں در صورت اور علمائے فقہ مگر اس صورت میں جبکہ زوجہ اسکی مالدار ہی ثابت کرے کذا فی المنہل بحبس لہ و برہنت علی یسارہ بظہا لہا و ابی ان نفقہ علیہا و علی اصولہ و فرغہ مجبوس حیاء لہم بکذا زوج مجبوس ہو جبکہ اس کی مالدار ہی گواہی سے ثابت کرے عورت کی درخواست سے چنانچہ اگر مرد نکاح کرے زوجہ اور ولد پر خرچ کرنے سے یا اپنے اصول اور فرسوخ پر خرچ کرنے سے تو جس کیا جائے ان لوگوں کے جلائے کیواسطے قلت و بل بحس کمرہ لوانی مالدارہ و ظاہر تقیید ہم لالکن ہا من الاشباہ لا یضر ہا مجبوس لانی قلت یفیدہ فتا مل عند الفتویٰ میں کہتا ہوں اور کیا آدمی مجبوس ہوتا ہے اپنے محرم کے سبب سے اگر نفقہ دینے سے انکار کرے میں اسکو مصرح نہیں دیکھا اور ظاہر تقیید فقہا یہ ہے کہ مجبوس نہوے تقیید زوجہ اور اصول اور فرسوخ اسکی معقنی ہے کہ محرم کے نفقہ دینے سے مجبوس نہو لکن جو روایت اشباہ سے مذکور ہو چکی کہ نہ مارا جائے مجبوس مگر تین صورتوں میں مفید میں ہو تو نائل کیجیو فتویٰ دینے کے وقت ہم منہل صورت لیکر صورت یہ ہے جبکہ انفاق کرے اپنے قریب پر اور مراد قریب سے غیر اصول اور فرسوخ ہیں کیونکہ اصول اور فرسوخ اقارب میں



داخل ہوں اور قاربین کسی کا نفع واجب نہیں مگر قرابت وارحرم کا طحاوی نے کہا میں کہتا ہوں عدول جائز نہیں قول مرتب سے اس تعقید کی طاعت جو  
 ذکر عدو سے ماخوذ ہے وہی عیسیٰ لولی بدین الصغیر اور آگے آگیا مجموعہ ہونا ولی کا صغیر کے دین سے یعنی جو دین کہ ذمہ صغیر پر مرتب ہے اس کے ادا کرنے کی  
 اسکا مرتبائی کرے تو ولی مجموعہ ہوگا کذا فی المنع علی السراج لا یجس اصل ان علانی دین فرعی بل یفنی بقاضی تیز بن عین اللہ وغیرہ صحیح عند جمیع عقارہ  
 بحر فی حفظہ مجموعہ ہوا اصل اگر یہاں پناہ یعنی داہر و اداسر و ادالینہ فرعی کے دین میں بلکہ قاضی فرعی کا دین اصل کے عین مال ہو یا ولی کی قیمت سے ادا کرے اور  
 عا جین کے نزدیک صحیح ہے اسکی ماضی کی ہر مانند اس کے مال منقول کے کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ جس اصول سوائے جائز نہیں کہ جس عقوبت ہو اور  
 والد اپنے ولد کے سبب مستحق عقوبت نہیں ہوتا اسواسطیکہ جب اصل کو افسوسنا حرام ہو یا جو جب نہیں قرآنی کے تو جسوں سے فوق ہے اور اصل سے مراد وہ ہے جو مال کو بھی  
 شامل ہے اور اصل کی قید اسواسطے لگائی کہ ولد مجموعہ ہوگا اپنے اصل کے دین میں اور ایک قرابت دار دوسرے قرابت دار کے دین میں مجموعہ ہوگا عین مال اصل  
 سے اسوقت قضا دین کو جبکہ موجود حق دامن کی جنس سے ہو اور قیمت سے اسوقت جبکہ مال موجود اس کے حق کی جنس سے ہو کذا فی الطحاوی ولا یشتخلف قاضی نابا الا اذا  
 فوض لہ صریحاً کول من شئت اور لالہ کجملک قاضی القضاة والذلالہ ہنا اقوی لان فی الصریح لہذا کور سلکنا الاستخلاف لا العزل فی الدلالہ ہلکما بقولہ دل من شئت  
 و ہست لہ اختلاف من شئت فان قاضی القضاة ہو الذمی یتصرف فیہم مطلقاً علیہ او لا اور نہ خلیفہ مقرر کرے قاضی کسی نائب کو اگر اسوقت جبکہ بادشاہ کی طرف  
 سے اسکو نائب کرنا مفوض ہو گیا ہو صریح چنانچہ سلطان کا یوں کہنا قاضی سے کہ ولی کر جسکو تو چاہے یا تفویض باعتبار ولایت کے ہو چنانچہ یوں کہنا سلطان  
 کا کہ میں نے تجھ کو قاضی القضاة کیا اور ولایت یہاں قوی تر ہے مراحت سے اسواسطے کہ تفویض صریح مذکور میں قاضی نائب کر نیکا مالک ہے نہ معزل کر نیکا اور ولایت  
 میں نائب کرے اور معزل کرنے دونوں کا مالک ہے چنانچہ سلطان کے اس قول میں کہ ولی کر جسکو تو چاہے اور بدل ڈال یا خلیفہ کر جسکو تو چاہے اسواسطیکہ  
 قاضی القضاة وہ شخص ہے جو تصرف کرے قاضیوں میں ہر طرح منصوبہ و معزل کرنے میں غیر مفوض کو اختلاف میں اختیار نہیں اگرچہ اختلاف بعد ہر معنی ہوتے  
 اختلاف کی قید اسواسطے لگائی کہ قاضی کو لو کسب اور ایصال جائز ہے بلا اذن سلطان بخلاف اسواسطیکہ نائب قاضی ہر گز نہیں ہو سکتا اور وہی نہیں کر سکتا اور وقت  
 فساد نیابت قضا میں زیادہ ہے اور اگر قاضی نائب کو سماع قضیہ اور شہادت کا امر کرے اور کتابت قرار کی اجازت نہ دے اور نہ حکم دینے کی تو اس کے امر کے موافق  
 کرے اور اسکو حکم دینا جائز نہیں اور ہرازیہ میں ہے کہ نائب حکم کرے اس کو ابھی پر جو قاضی کے روبرو ہوئی اور قاضی حکم کرے جو نائب کے روبرو گواہی ہوئی  
 کذا فی الطحاوی و بخلاف الامور باقائہ المجموعہ فانہ یشتخلف بالافویض للاذن ابنا ملک غیرہ بخلاف اس شخص کے جو مامور ہوا سلطان کی طرف سے  
 جمعہ کی نماز پڑھانے کیواسطے اسواسطے کہ وہ خلیفہ کر سکتا ہے بدون تفویض کے بسبب اذن کے بنا بر دلالت حال کے کذا ذکرہ ابن ملک غیرہ م اسواسطے  
 کہ جمعہ کا ایک وقت معین ہے تو اگر اسوقت کوئی عارضہ مام جمعہ کو عارض ہو تو جمعہ فوت ہو جائے اور یہ ظاہر ہے کہ انسان نشانہ ہوا آفات اور بیماریوں کا تو کیا  
 سلطان نے اسکو نائب کرنے میں اذن دیا باعتبار ولایت کے اور یہ ممکن نہیں کہ سلطان کا انتظار کیا جائے اسواسطے کہ جمعہ تاخیر عن الوقت کا محتمل نہیں  
 بخلاف تاخیر سماع عدوت تا اذن سلطان کہ وہ ممکن ہے اور ظاہر تفسیر جو از اختلاف بلا سبق عدوت کو بھی مقتضی ہے چنانچہ خطیب اگر بیمار ہو جائے یا اسکو کوئی مانع عارض  
 ہو پھر وہ اپنی جگہ دوسرے خطیب کو نائب کرے تو جائز ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے امام جمعہ کو اختلاف اسوقت جائز ہے جبکہ نائب خطیب بنا ہو اور اگر خطیب نہ بنا ہو  
 تو جائز نہیں اسواسطے کہ سماع خطیبہ شرط افتتاح جمعہ سے ہے بخلاف اصل مام کے جسکا و ہونو ٹا اور اسے اسکو نائب کیا جو وقت خطیبہ حاضر نہ تھا تو وہ جائز ہے اسواسطے  
 کہ مامو یہاں بانی ہے مقتضی خطیبہ شرط افتتاح ہر وہ درحق اصل وجود ہے کذا فی الطحاوی عن الفتح و ما ذکرہ ملا خسر وقال فی البحر اصل الامور ہونہم نہیں بل بعض الجباران قد  
 مرفی جمعہ جو ملا خسر نے ذکر میں ذکر کیا بحر الرائق میں کہ اسکی کچھ اصل نہیں ہے تو اسکا فہم ہے جو بعض عیالات سے سمجھا ہے اور البتہ یفتکر جمعہ میں مذکور ہو چکی ہے ملا خسر  
 نے کہا کہ خطیب کو اختلاف ہر جائز نہیں بلا اذن انتہی یعنی بلا سبق عدوت اور عدوت عدت جائز ہے تو اختلاف فی الصلوۃ کو اسے بظہر جائز کہا اپنی شرح میں کذا فی الطحاوی

کتاب القضاہ جلد سوم



و نائب القاضی المفوض الیہ الاستنبابہ فقط لا العزل نائب عن المصلح ہو سلطان حینئذ فلا یلکین غیر القاضی بغیر تفویض منہ للعزل ایضا کوکیل و کل کذا  
لا یعزل ایضا بعد ولا بموت ولا بموت سلطان بل عزله زلیعی و عینی ابن ملک غیر ہم فی الوکالۃ و اعتماد فی الدرر الملتقی و فی البرازیہ و علیہ الفتوی و تمامہ فی الاشباہ  
و فی فتاویٰ اصنف و ہذا ہو لجمہ فی المذہب لا ما ذکرہ ابن الغرس الخالفہ للمذہب س قاضی کا نائب جو فقط نائب کرنا مفوض ہے نہ معزول کرنا وہ نائب ہو اصل  
سے یعنی سلطان کی طرف سے اور اس وقت میں تو قاضی اسکے معزول کر نیکا مالک نہیں بغیر تفویض کرنے سلطان کے معزول کو بھی ہاں تا اس کوکیل  
کے جس نے وکیل کیا دوسرے کو یعنی باذن موکل کہ وہ معزول نہیں ہوتا اسکے عزل سے اور اسی طرح نائب قاضی بھی معزول نہیں ہوتا قاضی کے معزول  
کرنے سے اور نہ اسکی موت سے اور نہ سلطان کی موت سے بلکہ نائب مذکور سلطان کے معزول کرنے سے معزول ہوتا ہے چنانچہ زلیعی و عینی اور ابن ملک نے کتاب الوکالات  
میں مذکور کیا ہے اور در راد راد ملتی میں سپر عماد کیا ہے اور برازیہ میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہے اور مصنف کے فتاویٰ میں ہے اور یہی قول مجتہد  
فی المذہب ہے نہ وہ قول جو ابن غرس نے ذکر کیا بسبب مخالفت ہونے اس قول کی واسطے مذہب کے ہم ابن غرس نے فواکہ بدریہ میں ذکر کیا کہ نائب قاضی ہمارے  
ذمے میں معزول ہو جاتا ہے قاضی کی معزولی اور موت سے کذا فی المطاوی عن الخ و نائب غیر المفوض لان قضی عندہ او فی غیبتہ و اجازۃ القاضی صحیح  
فصارہ لوانا بل لوقضی قضوی او ہونی غیر لوبہ و اجازہ جاز لان المقصود حصول الہ بحرقالہ علم دخول الفصولی فی القضاء اور غیر قاضی مذکور کا نائب یعنی جس قاضی  
کو نائب کرنا سلطان کی طرف سے مفوض نہیں اسکا نائب اگر فیصلہ کرے قاضی کے روبرو یا قاضی کی غیبت میں فیصلہ کرے اور قاضی اسکو جائز رکھے نائب  
کا فیصلہ صحیح ہے اگر نائب بل ہو قضا کا یعنی اگر قیق یا محدود فی العذف یا کافر ہو تو صحیح نہیں بلکہ اگر شخص جنہی یا خود قاضی اگر غیر فوت قضا میں فیصلہ کرے اور قاضی اسکو  
جائز رکھے تو جائز ہے اسواسطے کہ مطلب تو اسکی رائے حاصل ہونا ہے اور وہ ان صورتوں میں حاصل ہے کذا فی البحر صاحب بھرنے کہا اور اس سے معلوم ہو گیا فصولی کا  
داخل ہونا فضا میں فرغ مسئلہ ملحقہ شرح کافی الاشباہ و المنظومۃ لمحییۃ لوفوض لبعید ففوض غیرہ صحیح و لو حکم بقسم صحیح و دعوی قضی صحیح بخلاف صبی بلخ اشباہ اور  
منظومہ مجیدیہ میں ہے کہ اگر سلطان نے غلام کو عہدہ قضا مفوض کیا اور اسے غیر شخص کو جو لیاقت قضا رکھتا ہے قضا تفویض کی تو صحیح ہے اور اگر غلام نے خود حکم  
کیا تو صحیح نہیں اور اگر غلام مذکور آزاد ہوا پھر اسے حکم کیا تو صحیح ہے بخلاف غیر کے جو بالغ ہوا صاحب اشباہ نے حکام صبیان میں برازیہ و نقل کیا کہ سلطان یا والی اگر بالغ  
ہو چرکہ وہ بالغ ہو تو تقلید جدید کی حاجت ہوتی اور اس نے قاضی کا ذکر نہیں کیا اگرچہ عموم والی میں قاضی بھی داخل ہے کذا فی المطاوی و اذ ارفع الیہ حکم قاض  
خرج حکم و دخل الیت و العزول الخالف لراہ لاند مکرۃ فی سیاق الشراعیہ قائم آخر قیاد اتفاقا اذا حکم نفسہ قبل ذلک کذلک ابن کمال لفظہ اسی الزم حکم و العمل  
بمقتضاہ اور جبکہ مرافعہ ہو قاضی کی طرف دوسرے قاضی کے حکم کا تو اسکو نافذ کر دے یعنی اسکے حکم کو اور عمل بمقتضاہ حکم کو یعنی اپنے حکم سے اسکے حکم کو نافذ اور لازم  
کرے شرح نے کہا قاضی کی قید سے محکم نکل گیا اور قاضی میت اور قاضی معزول اور وہ قاضی جسے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا داخل ہو گیا ہو اسے کہ لفظ قضی  
مکرہ ہے سیاق شرط میں تو عام ہو گا صحیح انواع مذکورہ کو سوا اسکو سمجھ لے اور دوسرے قاضی کی تیر اتفاقا ہے اسواسطے کہ خود اس قاضی کا حکم قبل اسکے یعنی قبل مرافعہ کے  
ایسا ہی ہے یعنی اپنے حکم کو بھی بعد مرافعہ جاری کرنا چاہیے کذا ذکرہ ابن کمال ہم حکم کو اسواسطے نکالا کہ اگر اسکے حکم کا مرافعہ ہو قاضی کی پاس تو اگر قاضی کے مذہب کے موافق ہو جاری  
کرے اور اگر موافق نہ ہو باطل کرے اسواسطے کہ حکم کا دفع خلاف نہیں ہونا چنانچہ باب الحکم میں آویگا اور قاضی میں اہل نبی کا قاضی بھی داخل ہے اسواسطے کہ قاضی اہل  
عدل اسکے حکم کو نافذ کرے بشرطیکہ اہل عدل کے موافق ہوستانی میں معنی سے منقول ہے کہ قاضی ثانی پر قاضی اول کا حکم جاری کرنا واجب ہے تو وہ اسکو رد نہیں  
کر سکتا اور اگر دوسرے تو قاضی ثالث قاضی اول کے حکم کو جاری کرے اور ثانی کے رد کو رد کرے کذا فی المطاوی لوجہ تدرافیہ عالمنا باختلاف الفقہاء فیہ فلولم لعلم  
لم یخلفنا وہ و لا فیہ التانی فی ظاہر المذہب زلیعی و عینی و ابن کمال قاضی ثانی قاضی اول کا حکم نافذ کرے بشرطیکہ حکم محمد فیہ ہو یعنی جس امر میں محمد  
کا اختلاف ہو اور ہر قول مستند دلیل ہو اور قاضی جانتا ہو کہ اس میں فقہا یعنی مجتہدوں کا اختلاف ہے تو اگر قاضی نہ جانتا ہو اختلاف مجتہد میں

لہذا لایستحب  
تکلیف منہ

بنا





حامل ضمنی طحاوی یہ ہے کہ جب قاضی دل کا حکم صادر ہوا بلا دعویٰ صحیح وہ امتناعاً مقضاً تو اب قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق حکم کرے وہی آخر الکتاب ہے انہذا کتاب فی  
حکم الاول لطلب شہود الاصل اور آخر کتاب یعنی مسائل شتی میں قبل کتاب الفرائض کے مسئلہ مذکورہ آدھکا اور یہ آدھکا کہ جب قاضی ثانی کو تردد اور شبہ ہے قاضی اول کے  
حکم میں اسکو اختیار ہے کہ شہود اصل کو طلب کرے ہم اسباب کی قیاساً واسطے لگائی کہ اگر اسکو شک ہے تو اس سے متعرض ہونے کا فی الجملیٰ قال ہے عت ان تنافذ زمانا لا یجوز  
تک ما ذکر صاحب بھرنے کہا اور اس سے یعنی شرط صدور دعویٰ سے معلوم ہوا کہ پہلے زمانے کے تفرقات معتبر نہیں بسبب ترک کرنے اس چیز کے جو مذکور ہو چکی  
ہم یعنی قاضی ثانی کا جاری کر دینا اس واسطے معتبر نہیں کہ بلا دعویٰ اور بلا مادہ وہ جاری کر دیتا ہے واسطہ چہ کہ صاحب اقصہ گواہ گذرانا ہر فلا نے قاضی کے حکم پر قاضی  
ثانی اسکو لکھ دے کہ قاضی اول کا حکم اسکو ملا اور اسنے اسکو نافذ کر دیا چنانچہ بحر الرائق میں ہے کہ میں کتاب ہوں اور گاہ ہے یہ لکھ دیا جاتا ہے قاضی اول کے وقت  
پر بدون اثبات قضاء اول کذا فی لفظ طحاوی وقد تعارفوا فی زمانا القضاء بالموجب والیہ راجع ہو گیا ہے ہمارے زمانے کے قاضیوں میں قضا بالموجب یعنی موجب  
پر حکم کرنا ہم خارج نے قضا بالموجب کا مسئلہ نہر الفائق سے نقل کیا اور صاحب نہر نے ابن غرس سے مزید توضیح کی واسطے اصل کو نقل کرنا چاہیے ابن غرس نے فرمایا کہ  
بدیہ میں کہا قضا بالموجب کا ذکر سلف میں محون نہیں سلف میں تو صریح فیصلے ہوتے تھے مثلاً یون کہتے تھے کہ فلا نے کیا واسطے لکھ کر کا فیصلہ ہوا یا لکھوئے کا تسلیم میں بیع  
کا حکم یا بیع کا حکم ہو گا اگر تا عقد غیر ذلک اور اس طرح حکم صریح ہونا اصل ہے اس باب میں پھر قضا بالموجب متعارف ہو گئی توسع اور آسانی کی واسطے پھر لو ہو گئی کی یہاں تک  
نوبت پہنچی کہ جو قاضی کہ موجب کے مدلول اور معنی سے آگاہ نہیں ہو سکتا ہے کہ میں نے حکم بالموجب کیا اتنی اطمیناناً موجب لغت میں اسکو کہتے ہیں جب کو کوئی شہد واجب  
کرتے اور اسکو مقتضی ہوا وہ موجب کی اصطلاح شرعی شراح بیان کرتا ہے کذا فی لفظ طحاوی وہ عبارتہ عن المعنی المتعلق بالانسیف الیہ فی ظن القاضی شرعاً من حیث انہ یقتضیہ  
اور موجب عبارت ہے معنی متعلق بالعقد سے جو عقد کہ شرعاً مضان اور منسوب ہے موجب کی طرف قاضی کے ظن میں جس حیثیت سے کہ قاضی اسکا حکم کرتا ہے ہم مثال  
اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے بیع صحیح کی اور قاضی نے اسے موجب کا حکم کیا تو اس بیع کا موجب اس صورت میں مقتضی بیع ہے یعنی خارج ہونا بیع کا بائع کی ملک  
سے اور داخل ہونا اسکا مشتری کی ملک میں تسلیم و تسلیم اور رضی میں بیع غیر ذلک من مقتضیات البیع ولو از مرہ تو یہ معنی محکوم ہے جو مضان اور منسوب ہے بیع کی طرف اور بیع  
ہو قاضی کے ظن میں شرعاً ہی موجب ہے بیان اور اسکی کو عقد بیع مقتضی ہے اور حیثیت قضائی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ مثلاً قاضی حنفی الذہب نے بیع ارض کی صحت اور  
اسکے موجب کا حکم کیا تو اس حکم سے شفعہ ہمسایہ کا ثابت ہو گا اگرچہ شفعہ موجب بیع سے ہے اسواسطے کہ دعویٰ شفعہ حکم کے وقت موجود نہیں اور قاضی کو اسکا وہی  
بھی نہیں تو یہ موجب متعلق با حکم نہ ہو اس راہ سے کہ قاضی نے اسکا بھی حکم کر دیا قتال کذا فی لفظ طحاوی فاذا حکم حنفی موجب بیع لہد برکان محتاہ احکم بطلان البیع  
سو جبکہ قاضی حنفی نے بیع مدبر کے موجب کا حکم کیا تو طلب اسکا حکم بطلان بیع کا حکم یعنی ایک شخص نے اپنے غلام مدبر کو بیچا پھر اس بیع میں تنازعہ واقع ہوا اور مقدمہ حنفی قاضی کے  
اس رجوع ہوا اور قاضی نے اسکے موجب کا حکم کیا تو یہ حکم صحیح ہو گا اور طلب اسکا یہ بیع باطل ہے تو موجب اس صورت میں وہ معنی ہیں جو اس بیع حکم کی طرف مضان  
ہو شرعاً قاضی کے ظن میں یعنی اس بیع کا باطل ہونا کذا فی لفظ طحاوی ولو قال الموقوف حکم بقتناہ لایصح لان اشی لا یقتضی بطلان نفسہ اور اگر موقوف باقانی نے کہا اور بیع مدبر  
کی مقتضی کا حکم کیا تو حکم صحیح ہو گا اسواسطے کہ شرابی ذات کے باطل ہونے کو مقتضی نہیں ہوتی ہم یعنی اگر قاضی یا موقوف یون کہے کہ میں نے بیع مدبر کی مقتضی کا حکم  
کیا تو یہ حکم صحیح نہ ہو گا اسواسطے کہ بیع مدبر کا کوئی مقتضی حنفی کے نزدیک تو یہ حکم باطل ہے معنی ہوا تو قاضی شافعی اس کی صحت کا حکم دے سکتا ہے اور حنفی  
قاضی نے کیا وہ فعل شافعی کو مانع نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ مدبر کی بیع حنفی کے نزدیک باطل ہے تو مقتضی بیع مدبر حکم متوجہ ہوا اسواسطے کہ اس بیع کا کہ مقتضی  
ہی نہیں اسواسطے کہ بیع اپنی ذات کے بطلان کو مقتضی نہیں کذا فی لفظ طحاوی عن الفواکہ بطلان حکم بالموجب ہم نہر اور تقریر گذشتہ سے ظاہر ہو گیا کہ حکم بالموجب  
عام تر ہے حکم بالمتقنی سے کذا فی لہر ہم نہر الفائق کی عبارت مخترہ سے تبارک ظاہر ہوا ہے اور عموم تو ابن الغرس کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے ابن الغرس  
نے فرمایا کہ میں کہتا کہ لازم یہ آتا ہے کہ بیان حکم میں موجب ہم مقتضی سے تو موجب صادق آتا ہے بدون مقتضی بعضی صورتوں میں چنانچہ بیع المدبر کی





حرر حکم کرین یا اعلام بالغ پر یا صغیر مسلم یا کافر پر کذا فی الجلی فی قضا کافر علی مسلم اور خود کک کا تفریق بین الزوجین بہتہادۃ الصنعة لانیفنی لکل وقتنا  
 کافر کی مسلمان پر ہتھیہ اور ہتھیہ کے چنانچہ تفریق بین الزوجین کا حکم دینا دانی کی گواہی سے نافذ نہیں ہو تا قضا کے مجموع مسائل مذکورہ میں عد منہانی الاشیاء  
 نیفا اور العین اور سبہ الاحکام غیر نافذہ کے شاہ بین چالیس اور چند مسائل شمار کیے ہیں ہم شارح نے اشارہ کیا کہ مسائل مذکورہ شاہ بین بطریق حصر کے مذکور  
 نہیں جموی نے کہا اور جن مسائل میں قضا و قاضی مقفوض ہوتی ہے اسکا ذکر بحر الرائق اور بزاز یہ اور جامع الفصولین اور فانی اور یہ فیہ اور فتح القدر میں  
 ہو چکا ہے چاہے وہ کتب مذکورہ کی طرف مراجعت کرے مذکور فی الدرر لما یفید سبع صورہا لک الوضعت المرأة بحدہ خود و سببی متنا خلاف لانا ذکرہ المصنف شرح اور  
 در میں قضا نافذ کی سات صورتیں مذکور کیں ہیں ایک یہ موت ہو کہ اگر عورت حرا اور قصاص کا حکم کرے اور یہ سلاہ تن میں اور یگانگتا با قاضی الی  
 القاضی میں اسکے خلاف جبکہ مصنف نے شرح میں ذکر کیا ہم اس میں دو قول ہیں خانیہ میں نفاذ مذکور ہے اور بزاز و سببی نے قضا جامع کے مقدمہ میں عدم  
 نفاذ ذکر کیا کذا فی الطحاوی اصل القضا یصح فی موضع الاختلاف لا الخلف والفرق ان الاول دلیل الا التانی اور نفاذ قضا اور عدم نفاذ کا قاعدہ کلیہ  
 یہ ہے کہ قضا صحیح ہو موضع اختلاف میں اور خلاف میں فرق یہ ہے کہ اختلاف کیواسطے دلیل ثابت ہے نہ خلاف کیواسطے ہم یہ فرقہ عرفیہ  
 ہے والاقتد قال تعالیٰ (وما خلف فی الاذین او تو الکتاب) اور حال لک اہل کتاب کیواسطے کچھ دلیل نہیں اور مراد شارح یہ ہے کہ موضع  
 خلاف میں کوئی دلیل صحیح نہیں مخالف کی نظر میں الا اسکے قائل نے تو دلیل پر اعتماد کیا ہو کذا فی الطحاوی وہل خلاف ہذا نفی معتبر الا صحیح عدم صدر شریعیہ  
 اور کیا اختلاف شافعی کا معتبر ہے قول صحیح یہ ہے کہ ہاں معتبر ہے کذا فی شرح الوقایہ صدر شریعیہ ہم شرح وقایہ میں ہے ہدایہ میں کہا کہ معتبر اختلاف صدر  
 اول کا ہے یعنی صحابہ کرام کا لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ شرط نہیں تو شافعی کا بھی اختلاف معتبر ہے یوم الموت لایدخل تحت القضا بخلاف یوم القتل موت کا دن  
 تحت قضا داخل نہیں یعنی اس سے کوئی حکم متعلق نہیں بخلاف قتل کے دن کے کہ وہ داخل تحت قضا ہے اور اسکی تاریخ معتبر ہے اور قتل کے مانند نکاح ہے  
 اعتبار تاریخ میں کذا فی الطحاوی فلورہن علی موت ایہ فی یوم کذا تم بہنت امرأۃ ان الیست کما بعد ذلک قضی بالنکاح لو انکرت شخص گواہ لایا اپنے باپ کی موت  
 پر فلا نے دن چھ کوئی عورت گواہی لائی کہ میت مذکور نے اس سے نکاح کیا بعد اس دن کے تو ثبوت نکاح کا حکم دیا جائیگا ہم جب ثبوت نکاح کا حکم ہو تو ہر  
 اور میراث ابن کیساتھ ثابت ہوگی ہواسطے کہ یوم موت تحت حکم داخل نہیں اور بہت تحقیق میراث سبب سابق علی الموت ہے ہوتا ہے تو تاریخ موت ضرر عدم موت برابر  
 ہوگی لہذا دونوں کے گواہ مقبول ہونگے اور ہر ایک کے حق کا حکم دیا جائیگا کیونکہ دونوں گواہوں پر عمل ممکن ہے ولو برہن علی قتلہ فیہ بہنت ان المقول کما بعدہ لایقبل  
 اور اگر گواہ لایا اپنے باپ کے قتل پر فلا نے دن چھ عورت گواہ لائی کہ مقتول نے اس سے نکاح کیا بعد اس دن کے تو عورت کے گواہ مقبول ہوں گے ہم ہواسطے کہ  
 یوم قتل تحت قضا داخل ہے تو اسکی تاریخ معتبر ہوگی کذا جمیع العقود والمدانیات اور اسی طرح قتل کے ساتھ جمیع عقود اور مدانیات ہیں ہم عقود چنانچہ بیع اور ہبہ  
 اور وصیت اور صلح وغیرہ اور مدانیات چنانچہ قرض اور ودیعت سہلکہ یعنی جمیع عقود اور مدانیات کا حکم قتل کے مانند ہے تعلق قضائین کذا فی الطحاوی لانی سلاہ الزوج  
 النبی مہاولد فانہ لقبل بنتہا بتاریخ متناقض لما قضی القاضی بہن یوم قتل شاہ مگر اس زوجہ کے مسئلہ میں جسکے ساتھ لڑکا ہے ہواسطے کہ زوجہ کے گواہ مقبول  
 ہونگے اس تاریخ کیساتھ جو متناقض ہے یوم قتل کی قضا سے کذا فی الاشیاء ہم موت اسکی لو اہمیر میں یون ہے کہ ایک مرد نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے  
 اسکے باپ کو عداوت لوار سے قتل کیا ہے جس کی مدت سے اور میں اسکا وارث ہوں کوئی اسکا وارث نہیں ہولے میرے اور اس دعویٰ کو گواہوں سے  
 ثابت کیا چھ ایک عورت آئی اور اسکے ساتھ ایک لڑکا ہے ہواسے گواہی قائم کی اسپر کہ پندرہ برس گزے کہ اس ندعی کے باپے مجھے نکاح کیا اور یہ لڑکا  
 اسکا ہے اور اسکا وارث ہے اس ندعی کیساتھ امام ضعیف نے دیکھا کہ اس میں یہ ستمن جانتا ہوں کہ عورت کے گواہوں کو جائز رکھوں اور ولہ کو ثابت ہنسب  
 کہوں اور قتل کے گواہوں کو باطل کروں اور یہ حکم ان سب کی مبیاط کے سبب ہے ہوا اس دلیل ہے کہ اگر عورت فقط نکاح کا دعویٰ کرے اور لڑکا ساتھ نہ لائے تو اس ندعی کے

تفاوت اختلافات و خلافات

معاذ اللہ  
 اختلافات و خلافات  
 کذا فی الدرر لما یفید  
 کذا فی الطحاوی  
 کذا فی شرح الوقایہ  
 کذا فی فہرست  
 کذا فی حاشیہ



گواہ قبول ہونگے نہ عورت کے اور صاحبین کا بھی یہی قول ہے ہر تہی کذا فی الطحاوی ناستے نحو ہا من الاول مسائل ہنا ادعیہا میرا فلا یستقامتا رجا اور شاہ کے بیٹوں نے  
 ستنے کیا ہر چند مسائل کو اول سے یعنی یوم موت سے جو داخل قضا نہیں ہذا نجدہ مسئلہ ہر کہ دو شخصوں نے ایک چیز میں میراث کا دعویٰ کیا تو میراث اسکے واسطے ہر کسی  
 تاریخ سابق تر ہر شخص یہ کہتا ہے کہ یہ چیز میری ہو میرا اسکو اپنے پاس میراث میں پایا ہے اور وہ چیز تیسرے شخص کے قبضے میں ہے تو بیان تاریخ مقدم کا  
 اعتبار ہوگا اور اگر دونوں نے تاریخ مذکورہ کی یادوں کے ایک ہی تاریخ بیان کی تو وہ چیز دونوں میں نصفانصاف ہوگی کذا فی الطحاوی بہرہ الکیل علی کالت  
 وحکم ہر فادعی المطلب موت الطالب صح ارفع قبضہ دین کے وکیل نے اپنی کالت گواہی سے ثابت کی اور ثبوت و کالت کا حکم ہو گیا پھر مدیون مطلقاً اس  
 طالب کی موت کا دعویٰ کیا یعنی طالب کو بعد وکیل کے توفیق صحیح ہے یعنی وکیل بطلان نہیں کر سکتا ہوا اسلئے کہ موکل کی موت کے بعد وکیل کو اسلئے حق قبضہ  
 باقی نہیں رہتا طحاوی نے کہا یہاں حکم گمان ہے جو کہنے کے یوم اللوت تحت احکم داخل نہیں ہے لہذا قطع ہر دعویٰ کا بہرہ من انہ شرہ من ابہ مندرستہ وہر سن ذوالیہ علی  
 موتہ منہ سنتین لم یسمع وقیل سمع مدعی گواہ لایا کہ اسے فلانی چیز کو ذوالیہ کے ہاتھ سے خرید کیا ایک سال سے اور ذوالیہ گواہ لایا اپنے باپ کی موت پر دو سال سے  
 تو موت کی گواہی سموع ہوگی اور دو سال قول یہ ہے کہ سموع ہوگی سم استثنایہ نظر قول ثانی ہے اور عدم سماع عمر حافظ کا قول ہے قسیمیہ میں ہے کہ یہی قول صحابہ ہے کہ از  
 فی الطحاوی سران للقضا بالبنیۃ عبارتہ عن رفع النزاع وللموت من حیث انہ موت لیس محل النزاع لیرفع باثباتہ بجلان لقتل فائز من حیث ہو محسول للنزاع  
 کما لا یخفی اور جلیلہ کا یعنی موت اور قتل کے نفقہ کی حکمت کا یہ ہے کہ قضا بالبنیۃ عبارت ہے رفع نزاع سے اور موت اس راہ سے کہ موت ہو محل نزاع نہیں  
 کہ نزاع مرفوع ہو اثبات موت سے یعنی موت سے کوئی حکم متعلق نہیں اور میراث کا سبب منعقد ہر موت سے پہلے تو جو وقت کہ موت ہوگی مال سکا وراثت پایگا  
 بلا خصوصیت زمانہ موت بجلان قتل کہ من حیث لقتل محل ہے نزاع کا چنانچہ مخفی نہیں ہم اجناس میں مذکور ہے کہ مجھے دو لون میں فرق بیان کیا ہے اس طرح کہ  
 قتل ہر حق لازم متعلق ہوتا ہے اور موت میں کوئی لازم نہیں لہذا صحیح اس جہاں کی یہ ہے کہ قتل نظام خالی نہیں قصاص بادیہ سے اور عورت کے گواہ مقبول کرنا نکاح پر زمان  
 متاخر میں چنانچہ مسئلہ سابقہ میں مذکور ہو چکا اسقاط ہوا اسکا جو قتل سے لازم ہو گیا کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ آدمی مقتول ہو زمان سابق میں پھر زندہ باقی رہے  
 اور نکاح کے خلاصہ یہ ہے کہ ثبوت قتل چونکہ حق لازم کا متضمن ہے تو عورت کے گواہ لائق اعتبار کے ہونگے لہذا اسقاط حق لازم اور ابن کے گواہ  
 باپ کی موت پر ایسے نہیں ہوا اسلئے کہ یہاں عورت کے گواہ متضمن اسقاط حق ابن نہیں اسلئے کہ ابن ثبوت ہر وجہ کے ساتھ جس طرح حالت افراد میں وراثت  
 ہوتا ہے تو دونوں گواہیوں میں دربار ثبوت غرض ہوا اسکے سقاط اور اثبات میں لہذا عورت کے گواہ یہاں مقبول ہونے کذا فی الطحاوی ویفقد القضا  
 بشہادۃ الزور ظاہر او باطن اور نافذ ہر قاضی کا حکم کذب کی گواہی سے ظاہر اور باطن میں ہم امام کے نزدیک اگر مدعی بوسلہ سبب معین دعویٰ کرے اور چھوٹے  
 گواہ لائق اور قاضی تحلیل یا تحریم کا حکم کرے تو قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن میں کذا فی الفتح لفاذ ظاہر سے مراد یہ ہے کہ اگر ثبوت مدعی سے ایک عورت کے نکاح  
 کا دعویٰ کیا تو قاضی عورت کو مدعی کے پیر کرے اور عورت سے کہے کہ اپنی ذات اسکو تسلیم کر کہ وہ تیرا زوج ہے اور فقہ غیر لازم نہ حیث کا حکم کرے اور قضا باطن سے  
 مراد یہ ہے کہ مدعی اور عورت کو تکمیل عند اللہ طلال ہے ہوا اسلئے کہ رجال غلام میں اللہ تعالیٰ کے اور نسائے لونیان ہیں اور لونی کی ولایت اجازت ثابت ہے اپنے ملکوں  
 کے نکاح میں اور ولایت اللہ تعالیٰ کی کامل تر ہے زوجین کی ولایت سے اپنی ذاتوں پر کذا فی الطحاوی یعنی قاضی نائب ہر شارع کا اور پوری شہادت کے سماع  
 کا تو قضا بالنکاح گویا عقد جدید کا افشا ہے شارع کی جانب سے حیث کان محل قابل اہل و اہل قاضی غیر عالم بزور ہم قضا نافذ ہے بشرطیکہ محل قابل حکم کے ہو اور قاضی گواہوں  
 کے کذب نہ جانتا ہو محل قابل کی قید ہوا اسلئے لگائی کہ عورت کیسے منکوحہ ہو یا مستعدہ یا مردہ یا مدعی کی محرم ہو سبب عصابت یا رضاع کے تو قضا نافذ ہوگی کہ اگر  
 محل قابل اثبات نکاح نہیں ہے الرائق میں فتح بقدر ہے کہ اگر قاضی کذب شود کا عالم ہو تو قضا نافذ ہوگی کذا فی الطحاوی فی العقود کیسے نکاح و نکاح لفسوخ کا  
 وطلاق لاقول علی رضی اللہ عنہ شاہدک زوجا ک قضا بشہادت زور نافذ ہے عقود میں مانند نکاح کے اور فسوخ میں مانند اقرار اور طلاق کے

کتاب القضا  
 جلد سوم  
 صفحہ ۳۳۶



بدلیل قول علی رضی اللہ عنہ کہ تیرے دونوں شاہدوں نے تیرا نکاح کر دیا ہے امام کی دلیل ہے مردی ہے کہ ایک مرد نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا علی رضی اللہ عنہ کے سامنے اور دو گواہ اسے قائم کیے تو اپنے دونوں میں ثبوت نکاح کا حکم کیا تو عورت نے کہا یا امیر المؤمنین اگر مجھ کو یہ اور ناچار ہی ہے تو میرا نکاح اس سے کر دیجیے تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرے دونوں شاہدوں نے تیرا نکاح کر دیا تو اگر دونوں میں نکاح منقہ ہو جانا آپکی قضائے تو آپ تجدید نکاح سے متناع کرتے باوجودیکہ عورت طلب نکاح کر چکی تھی اور مرد خوب عقا اور البتہ اس میں دونوں کا محفوظ رہنا تھا زاناسے اور شوہر بلاشبہ کاذب تھے بدلیل فقہ مذکورہ کہ زانی اللہ ربیع کی صورت یہ ہے کہ مشتری غیر مرد دعویٰ کیا کہ اسے اس لوزی کو تین من سے بچا اور بائع نے انکار کیا سو مدعی نے شوہر و زقائم کیے سو قاضی نے لوزی کا حکم کیا مشتری کو اسے تو حکم نافذ ہو باطن میں بھی امام کے نزدیک اسکو اسکی طہی حلال ہے اور طلاق کی یہ عورت ہے کہ عورت نے اپنے زوج پر طلاق ثلاث کا دعویٰ کیا اور اسپر شوہر زور قیام کیے اور قاضی نے وقت میں ازوجین کا حکم کیا اور عورت نے بعد عدت دوسرے زوج سے نکاح کیا تو امام کے قول پر زوج اول کو اسکی طہی ظاہر اور باطناً حلال نہیں اور زوج ثانی کو ظاہر اور باطناً طہی حلال ہے خواہ زوج ثانی حقیقہ الحال جانتا ہو کہ زوج اول نے اسکو طلاق نہیں دی اسطرچہ کہ زوج ثانی احدیہا بن ہو یا حقیقت حال نہ جانتا ہو اسطرچہ کہ وہ جنبی ہو کہ زانی العالمیہ ہے اگر تو کہے کہ امام کا مذہب سخت مشکل ہے اسواسطے کہ حرام محض یعنی شہادت کاذبہ کیونکہ سبب ہوگی حلت کا تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہم حرام محض کو سبب حلت کا نہیں ٹھہرایا بلکہ قاضی نے سبب اپنے حکم دینے کے گویا عقد جدید کو انشاء کیا ولذا اکثر فقہائے نزدیک حضور شوہر شرط ہے یعنی دوسوت حکم نکاح اور قاضی کا حکم نہیں بلکہ وہ واجب ہے اسواسطے کہ قاضی کذب شوہر سے واقف نہیں اور قضائے مرتب ہے شہادت پر اور اس کے نزدیک شہادت حق ہے بنا بر عدم طہو قاضی شہادت لو حلت مرتب ہوئی انشاء عقد لازم پر قاضی کی جانب سے کذا فی الخطا مدعی صدر شہوتہ بہرہ اور امام کی قومی تردیل تحریم بالقضائے سے یہ ہے کہ اگر فرقہ میں ازوجین واقع ہو وچ کے ام سے تو نافذ ہو ظاہر اور باطن میں لوقی بامرشد اولی بالنفل ہے کیونکہ قاضی اسکا امور ہے حتی تعافی کی جانب سے کذا فی الفتح وقالوا وزفر الثلثہ ظاہر فقط و علیہ الفتویٰ شریبالعین البرہان اور صاحبین اور زفر اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ قضائے شہادت زور سے فقط ظاہر میں نافذ ہے اور اسی فتویٰ ہے کہ زانی شریبالیہ عن البرہان ہم یعنی قضائے شہادۃ زور ظاہر میں نافذ ہے نہ باطن میں اسواسطے کہ شہادت زور ظاہر میں حجت ہے نہ باطن میں تو قضائے بھی اسی طرح فقط ظاہر میں نافذ ہوگی نہ باطن میں اسواسطے کہ قضائے نافذ ہوتی ہے بعد حجت کے قستانی میں جمالت سے منقول ہے کہ عدم نفاذ باطن پر فتویٰ ہے بجز اللت میں فتح القدیر سے ہے کہ قول بوضیفہ ہو الا وجہ یعنی قومی ہے کذا فی الخطا مدعی بخلاف الاملاک المرسلۃ اسی المطلقہ عن ذل سبب الملک فقط اجماعاً لزم الاسباب بخلاف قضائے املاک مرسلۃ یعنی وہ املاک جو ذکر سبب ملک سے مطلق ہیں تو فقط ظاہر میں نافذ ہوگی بالا جماع بسبب تراجم اسباب کے کہ یعنی املاک مرسلہ عقود اور خ کے مخالف ہیں کہ ان میں ظاہر ہی میں فقط قضائے نافذ ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ مثلاً نکاح میں نکاح منقہ ہو جاتا ہے فقہا پر بطریق قضائے کے گویا قاضی نے کہا کہ میں نے تیرا نکاح اس سے کر دیا ہے تو دونوں میں نکاح کا حکم کیا قطع منازعت کیواسطے اور املاک مطلقہ میں ایسا نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ ملک کیواسطے کوئی سبب ضروری ہے اور بعض سبب لای نہیں بعض سبب تراجم اسباب ملک قیہان اثبات سبب سابق علی قضائے ممکن نہیں بطریق قضائے چہر باطن میں قضائے نافذ نہ ہوئی تو مقضی کہ کو طہی اور طہی وغیرہ حلال نہیں اور مقضی علیہ کو حلال ہے لیکن وہ پوشیدہ کیا ہے کیونکہ اگر ظاہر میں کر گیا تو لوگ اسکو نسبت بفسق کرینگے یا تعزیر دینگے کذا فی الخطا مدعی عن الوالوجیہ حتی لو ذکر سبباً معیناً فعلی الخلاف ان کان سبباً یکن انشاء ہ تو اگر املاک میں سبب معین کو مذکور کیے تو خلاف سابق پر محمول ہوگا بشرطیکہ وہ سبب ایسا ہو جسکا انشاء اور سبباً کرنا ممکن ہو قاضی کی قضائے سبب تراجم ہے یعنی اگر مدعی نے دعویٰ کیا کہ فلانی چیز میری ملک ہے بسبب خرید کے اور شہادت کاذبہ سہ قائم کی اور قاضی نے ثبوت ملک کا حکم کیا تو امام کے نزدیک قضائے نافذ ہوگی ظاہر اور باطناً اور صاحبین کے نزدیک فقط ظاہر ہی میں نافذ ہوگی نہ باطن میں الا لا یقذف انفاً کالارت اور اگر ایسا سبب مدعی نے مذکور نہیں کیا جسکا انشاء قاضی سے ممکن ہو تو قضائے باطن میں نافذ ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ اربت یعنی اربت اگرچہ سبب ملک ہے لیکن ایسا سبب نہیں ہے جسکو قاضی انشاء کر سکا اور ملا نفاذ قضائے امام کے نزدیک اس سبب پر ہے جو قاضی کے حکم سے پیدا ہو سکے خطا مدعی کا بائع میں ہے کہ میراث

اور مطلق ملک دعویٰ میں برابر ہیں اور اسی قول کو ہم کہتے ہیں آہی و کمالو کانت المرأة محرمة بجموعہ اور ذوق کمال علم القاضی بکذب شہود حیرت لایفقد صلا کا بقضائے یمن  
 لکازہ تیز یعنی نکاح لیس اور چنانچہ اگر عورت محرمہ یعنی مدعی پر حرام ہو بسبب عدت یا رتد اور غیر ہمسائے اور چنانچہ اگر قاضی کو تہمت کی درجہ ہو تو کسی سے واقف ہو جائے کہ ان اطلاق  
 نافذ ہوگی جو وہی قسم کی قضایا کے مانند کذا فی الذمیع نکاح فتح القدر یہ ہم بہتر یہ تھا کہ عورت محرمہ اور قاضی کے مسئلے کو شرح علیحدہ ذکر کرنا ہوتا کیسا تھا تمثیل ذمہ کیوں کہ دونوں  
 صورتوں میں اصلاً قضا نافذ نہیں نہ ظاہر میں نہ باطن میں بخلاف ارشاد کے کہ اس میں فقط باطن میں نافذ نہیں یمن کا ذمہ کی بصورت ہرگز اگر نہ ہوتے دعویٰ کیا کہ زوج نے  
 اسکو مطلق کیا بطلاقات ثلثہ اور زوج اسکا منکر ہو تو قاضی نے اسکو قسم دی اور اسے قسم نکھائی انکار پر اور عورت جاتی ہرگز بلا شرط طلاق واقع ہوئی تو اسکو زوج کے پاس  
 رہنا جائز نہیں اور نہ اسکی میراث لینا اسکو درست ہے خلاصہ میں ہرگز زوج کو اسکی طلی حلال نہیں جماعاً کذا فی الطحاوی ہی طلی سوا طے حلال نہیں کہ امام کے نزدیک  
 شہادت کا ذمہ سے قضا نافذ ہوتی ہے نہ یمن کا ذمہ سے قضی فی مجتہد فیہ بخلاف رایہی مذہبہ مجمع وابن کمال لایفقد مطلقاً ناسیاد و عاند اعندہ ہوا الا ثلثہ یعنی  
 مجمع دو قایم و طقی وقیل بالنفاذ یعنی قاضی نے حکم دیا مسئلہ مجتہد فیہا میں بخلاف اپنی رائے کے یعنی اپنے مذہب کے مخالف کذا فی مجمع وابن کمال کہ نافذ ہوگا مطلقاً  
 نہ بھول کر نہ عدا صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک اور اسی قول کا فتویٰ ہے کذا فی الجمع والوقایہ فی اللسقی اور قول منیف یہ ہرگز نفاذ پر فتویٰ ہے چنانچہ حضرت یمن کی سے فتویٰ بقول  
 ہرگز کذا فی الطحاوی ہم مسئلہ عقرب شہد مذکور ہو چکا ہے شرح الوہابیہ لائشر بلالی من لیس مجتہداً حنفیہ زماناً بخلاف مذہبہ عاملاً لایفقد القفا و کذا ناسیاد اعندہا اور شہد بلالی  
 کی شرح وہبانیہ میں ہرگز جو قاضی کہ مجتہد نہیں جیسے ہمارے زمانے کے قاضی حنفی لاندہر ہمسائے سے حکم دیا اپنے مذہب کے مخالف جان بوجھ کر تو حکم مذکور نافذ ہوگا با اتفاق امام  
 اور صاحبین کے اور اسی طرح اپنا مذہب بھول کر حکم نافذ ہوگا صاحبین کے نزدیک ہم حکم خلاف مذہب چنانچہ حنفی مذہب شافعی دیا مالکی حکم کرے یا عکس تو نافذ ہوگا  
 اور اگر حنفی ابو یوسف یا محمد ہو غیر ہا امام کے شاگردوں کے قول پر حکم کرے تو یہ حکم خلاف مذہب نہیں ہے چنانچہ در میں ہے یہ اس صورت میں ہرگز کہ قاضی کو حکم مذہب  
 امام کی تقیید نہ واقع ہوئی ہو الا وہ معزول ٹھہر گیا کذا فی الطحاوی لوفیہ سلطان الطبع مذہبہ کہ انما التقید بالاطلاق لکونہ معزولاً عنہ آہی اور اگر سلطان نے قضا کو اپنے  
 صحیح مذہب کیساتھ مقید کیا چنانچہ ہمارے زمانہ میں تقیید صحیح مذہب امام واقع ہوتی ہے تو قضا بالاطلاق مقید ہوگی بسبب ہونے قاضی کے معزول حکم مخالف مذہب  
 سے آہی کلام شہد بلالی در حدیث بیت الوہابیہ نقلت شعور و حکم القاضی حکم مخالف مذہبہ ما صح اصلہ سطر ذہ اور ائمہ میں نے متغیر کیا یہاں نیز کی بیت کو  
 سو یوں کہا اور اگر قاضی حکم کرے اپنے مذہب کے مخالف تو اصلاً صحیح نہیں نہ عاملاً نہ ساہیبا اسکو کھڑکھنا چاہیے قلت والامر الایم قتی صادقاً فصلاً مجتہد اقیہ لفظہ  
 لکامناہ عن سیر التارخانیہ وغیرہ بالمحفظین کتابوں اور امیر کا حکم تو جبکہ فضل مجتہد فیہ سے ملے گا تو امر اسکا نافذ ہوگا چنانچہ ہم نے اسکو مقدم ذکر کیا ہے کتاب السیر  
 تارخانیہ وغیرہ سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے لایقضی علی غائب لالہ اسی لایصح بل لایفقد علی لیسٹی بجز نہ حکم دیا جائے شخص غائب غیر حاضر پر اور نہ اس کے واسطے  
 یعنی غائب کی حضرت اور منعت کی واسطے حکم دینا صحیح نہیں بلکہ حکم نافذ ہی نہیں قول معنی ہے کہ کذا فی لیسٹی ہم امام شافعی اور مالکی احمد کے نزدیک غائب پر حکم کرنا  
 جائز ہے بدلیل حدیث ایشیہ علی مدعی لیسٹی علی من انکر حضور خیم کو شرط کرنا اس حدیث پر زیادت ہے بلادلیل اور ہمارے دلیل وہ حدیث ہے جو ابو داؤد میں مروی ہے  
 کہ جب علی رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی کر کے بھیجا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب میرے سامنے دونوں خصم بیٹھیں تو حکم نہ کیجیو جب تک دوسرے سے  
 نہ سن لینا جیسے اول سنا اور اس کو حمد اور اہل حق اور طیبی سیر اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا کلام معلوم ہونا حکم کا  
 مانع ہے اور یہ ثابت ہے خصم کے غائب ہونے یا اس کے نائب کے غائب ہونے سے اور اس واسطے کہ شہادت کا حجت ہونا اس پر موقوف ہے کہ منکر عاجز ہو  
 دفعاً و یمن فی شہادت سے اور اسکا عاجز ہونا یمن حاضر ہونے کے معلوم نہیں ہو سکتا کذا فی فتح القدر لاجنور ناسیہ اسی من یقوم مقام الغائب حقیقۃ  
 کو کیلہ و وصیہ و متولی الوقت غائب پر قضا نہیں کر اس کے نائب کے حضور میں ناسیہ مراد وہ شخص ہے جو قائم مقام ہو غائب کے حقیقہ چنانچہ غائب کاکیل  
 اور اس کا وصی و متولی وقت کا ہم خواہ وکیل خصوصاً اور دعویٰ کا ہر خواہ حکم کیواسطے اس طرح ہرگز دعا علیہ پر اقامت نہیں ہوئی سوائے کیوں کہ

ع  
 گواہی  
 کہ گواہی  
 کہ گواہی  
 کہ گواہی  
 کہ گواہی



مقرر کیا اسپر حکم ہوا قضیہ میں ہے اقامت فیسویل پر ہوتی سو وہ غائب ہو گیا اور مول اسکا حاضر ہوا یا ایک وارث پر اقامت ہوئی سو وہ غائب ہو گیا اور دوسرا حاضر ہوا سو بینہ مذکورہ سے اسپر حکم ہو گا جو حاضر ہوا انتہی اور وصی سے وہ وصی مراد ہے جو میت کی طرف سے ہے نہ قاضی کی طرف سے اور متولی وقف پر قضا جائز ہے اگرچہ وہ اصل ہو کذا فی الطحاوی اناد بالاستئذان القاضی غایب علی الغائب والیت لا علی الوکیل الوعی کتیب فی سبیل انہ حکم علی المیت و علی الغائب بحضرة و کلیلہ و بحضرة و صییر جامع الفصولین مصنف نے وکیل اور وصی کے ہشتا کرنے سے یہ فائدہ نکالا کہ قاضی تو فقط غائب اور میت پر حکم کرتا ہے نہ وکیل اور وصی پر تو قاضی سبیل میں یوں لکھے کہ میں نے میت اور غائب پر حکم کیا وکیل کے سامنے اور میت کے وصی کے رو برو کذا فی جامع الفصولین اناد بالکاف عدم بھرفان احد الوارثین کذا فی تصدیب خصما عن الباقین کذا حدیث شری الدین و ابن جنبی بیدہ مال یتیم و بعض الموقوف علیہم اسی لو وقف تا بترا گامر فی بارہ مصنف نے کاف تمثیلی سے فائدہ ظاہر کیا عدم حصر کا یعنی یا بت حقیقی وکیل اور وصی اور متولی وقف میں منہر نہیں اس واسطے کہ ایک شخص وارثوں میں سے اس طرح خصم قائم ہوتا ہے باقی وارثوں کی طرف سے اور اس طرح دین کے دو شریکوں میں سے ایک شریک خصم ہو جاتا ہے دوسرے شریک کی طرف سے اور اسی طرح وہ چھٹی جسکے ہاتھ میں یتیم کا مال ہے خصم ہو جاتا ہے یتیم کی جانب سے اور جن پر وقف ہوا ہے ان میں سے ایک دوسرے کا نائب ہو جاتا ہے یعنی اگر وقف ثابت ہو چنانچہ با بلو وقف میں مذکور ہو چکا اور نائبہ سے عا کو وصی نصیب القاضی خرج اس کا سببی یا قضا جائز ہے غائب پر اس کے شرعاً نائب کے سامنے جیسے غائب کا وہ وصی جسکو قاضی نے مقرر کیا قاضی کے وصی کی قید سے سخر نکل گیا چنانچہ عمر قریب اسکا ذکر آدیکام سخر وہ ہے کہ قاضی ایک وکیل مقرر کرے غائب کی طرف سے تا وہ مدعی کا دعویٰ سنے کذا فی الطحاوی عن البراد حکما بان یكون ما یدعی علی الغائب سبب الامحالة فلو شری امہ تم ادعی ان ہوا لا ہا و جہا من فلان الغائب لا ردہ العیب لا ردہ واج لم یقبل لاحتمال نہ تعلقا و ز ال العیب بن کمال لسا یدعی علی الحاضر یا قضا جائز ہے غائب پر اس کے حکمی نائب کے سامنے اس طرح کہ جو دعویٰ کیا جائے غائب پر وہی لامحالہ بل احتمال سبب ہے اس دعویٰ کا جو شخص حاضر پر دعویٰ کیا جائے تو اگر ایک شخص نے لوٹھی خریدی پھر لوٹھی کے مالک پر یہ دعویٰ کیا کہ اسے لوٹھی کا نکل فلاں شخص غائب سے کر دیا اور مدعی نے ارادہ کیا کہ لوٹھی کو پھر سے منکوم ہونے کے عیب سے تو دعویٰ اسکا مقبول ہو گا اس احتمال سے کہ شاید غائب نے اسکو طلاق دی ہو اور عیب زائل ہو گیا ہو کہ اصرح ابن کمال شایع ہے یہ تفریح کی لامحالہ کی قید زیادہ کرنے سے تو طلاق کے احتمال سے ادعا علی الغائب بالیقین سبب ہوا ادعا علی الحاضر کا یعنی تزوج غائب رد علی المولی کا سبب قطعی نہ پھر انفکاک کے احتمال سے مثالہ کما اذا ادعی دارانی یدر علی برین لمدعی علی ذی البیدانہ شری الدار من فلان الغائب فحکام علی ہی البیاد الحاضر کان ذلک حکماً علی الغائب ایضا حتی لو حضر وانکر لم یجبر لان الشر من المالک سبب المکیة لامحالة مثال سبب لامحالہ کی چنانچہ دعویٰ کیا اس گھر کا جو ایک مرد کے قبضے میں ہے اور مدعی قابض پر اس بات کے گواہ لایا کہ مدعی نے اس گھر کو فلاں شخص سے خرید کیا پھر حاکم نے قابض حاضر پر حکم کیا تو یہی حکم شخص غائب پر بھی ہو جائیگا تو اگر غائب حاضر ہو بعد اس حکم کے اور بیع کا انکار کرے تو مستبر نہ ہو گا اس واسطے کہ خرید کرنا مالک سے سبب ہے ملکیت کا لامحالہ قطعاً اس صورت میں دعا علی الغائب یعنی شرا دار سبب ہے ثبوت ادعا علی الحاضر کا یعنی مالکیت کا اس واسطے کہ مالک سے خرید کرنا سبب ہے ملکیت کا لامحالہ یعنی بلا احتمال انفکاک سببیت کذا فی الاکلیة و لہ صور کثیرہ ذکر نہائی المقتبی تسعا و عشرين اور غائب کی نیابت حکمی کی بہت صورتیں ہیں ان میں سے معتبی میں اُنٹیس صورتیں مذکور ہیں ہم انہ جملہ یہ ہے کہ مدعی گواہ لایا اسپر کہ اسکا فلاں غائب پر اتنا دین ہے اور یہ شخص حاضر اسکا ضامن ہے اس کے امر سے تو غائب اور حاضر دونوں پر حکم ہو گا اور اگر ضمانت با مر غائب نہ کہتا تو غائب پر حکم ہوتا اور از انجملہ یہ ہے کہ مدعی نے دعویٰ کیا حاضر پر کہ تو نے خرید کر لیا یہ گھر فلاں غائب سے اور میں اسکا شفیع ہوں اور حاضر مذکور ہوا اور مدعی گواہ لایا اسکی خرید نہ کر دے تو غائب پر حکم ہو گا اس سے خرید کر لینا اور حاضر پر زوم نفعہ کا اور از انجملہ مسئلہ میں ہے اور از انجملہ اثبات معق علی الغائب کا مسئلہ ہے جسکو شلن ذکر کرے گا کذا فی الطحاوی عن المنع عن المیتہ ولو کان

تاج



ماید علی غائب شرط الما بدعی علی الحاضر کما اذا اذاعی عبد علی بولادہ انہ علق علقہ بتطبیق زوجہ زید و برہن علی تطبیق بعینہ زید لا یقبل فی الاصح اذا کان فیہ ابطال حق الغائب فلو لم یکن کما اذا علق طلاق امراتہ بدخول زید لا یقبل لعدم ضرر الغائب و وجود دعوی کیا جائے غائب پر الزوہ شرط ہو اُس دعوی کی جو حاضر پر اذاعا ہوا چنانچہ اگر غلام نے اپنے میان پر اُسکا دعوی کیا کہ اُس نے معلق کیا میرے عتق کو زوجہ زید کی تطبیق پر اور گواہ لاوا زید کی زوجہ کے طلاق واقع ہونے پر زید کی غیبت میں تو گواہ مقبول نہوں گے قبال صحیح میں جبکہ اس میں حق غائب کا ابطال ہو چنانچہ مطلقہ ہونا زوجہ زید کا صورت مذکورہ میں تو اگر غائب کا حق باطل نہوتا ہو چنانچہ اگر زوج نے اپنی زوجہ کی طلاق زید کے دخول دار معلق کی یعنی یوں کہ اگر زید گھر میں داخل ہوتا کسی زوجہ مطلقہ پر تو ثبوت دخول دار کے گواہ مقبول ہونگے سبب عدم ضرر غائب کے یعنی زید کا کچھ ضرر نہیں دخول دار کے ثابت ہونے میں ہم قضائی الشرط میں اختلاف مشائخ ہر اور صحیح یہ ہے کہ مقبول نہیں سبب در شرط میں فرق یہ ہے کہ سبب اصل پر نسبت سبب تو حاضر غائب ہو گا صاحب سبب کا یعنی غائب کا مانند وکیل کے اور ایسا نہیں جب کہ شرط ہو یعنی شرط اصل نہیں ہے نسبت بشرط تو حاضر غائب کا نائب ہو سکتا کذا فی حدیث شریعہ و من حیث ثبات لعن علی غائب ان یہ سے

اشہود علیہ ان اشاہد عبدالان فی برہن المدعی ان اللہ الغائب علقہ تقبیل وراثت علق علی الغائب کیلین میں سے ایک حیلہ یہ ہے کہ مشہود علیہ یہ دعوی کرے کہ شاہد مدعی کا فلاں شخص کا غلام ہے سو گواہ لاوے مدعی کہ اُس کے مالک غائب نے اُسکو آزاد کر دیا ہو تو گواہ ہی عتق کی مقبول ہوگی و من حیث ابطال حیلہ الکفالتہ بہرہ معلقہ لطلاق او حیل طلاق سے حیلہ ہے عورت کے مہر کی کفالت کا معلق لطلاق عورت ہم صورت اُسکی یہ ہے کہ عورت ایک مرد پر دعوی کرے کہ تو نے کہا ہے کہ اگر تیرا زوج طلاق دے تو میں تیرے مہر کا ضامن ہوں جو زوج پر ہو اُسے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا اُس نے طلاق پر گواہ قائم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہو گا طحاوی نے کہا یہاں سے متن تک جتنے مسائل ہیں وہ قول ضعیف پر متفرع ہیں چنانچہ منہج الفقہاء میں اسکی تصریح ہے و سولے کہ من قبیل شرط مضرین غائب کی واسطے جامع لفصولین میں ہے کہ باوجود اسکے اگر قاضی اُس پر حکم کرے گا تو حکم نافذ ہو گا اختلاف مشائخ کے سبب سے و دعوی کفالتہ بنفقہ لعدہ معلقہ بالطلاق اور نفقہ عدت کی کفالت معلق لطلاق کا دعوی ہم صورت اُسکی یہ ہے کہ عورت نے ایک مرد پر دعوی کیا کہ تو نے کہا ہے کہ اگر تیرا زوج نکاح طلاق دے تو میں نفقہ عدت کا ضامن ہوں اُس نے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا سو عورت نے طلاق پر گواہ قائم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہو گا بر قول ضعیف و من اراد ان لا یزنی فلیتہ ما نے دعوی الزانیۃ ادعی علیہا ان زوجہا الغائب طلقها و الفضنت عدتہا و تزوجت بزوجیہ الغائب و انکرت طلاقہ فی من علیہا بالطلاق یعنی علیہا اتہام زوجہ الحاضر و لا یحتاج الی اعادۃ لینیۃ اذا حضر الغائب و جو شخص ارادہ کرے کہ زانا نکوے تو اُسکا حیلہ وہ ہے جو زانیہ کی کتاب الدعوی میں ہے کہ دعوی کیا ایک عورت پر اُسکا کہ اُس نے زوج غائب نے اُسکو طلاق دی اور اُس کی عدت مقیم ہو گئی اور مدعی نے اُس سے نکاح کر لیا سو عورت نے غائب کی زوجیت کا اقرار کیا اور اُس کے طلاق دینے کا انکار کیا تو مدعی نے عورت پر بر گواہی طلاق ثابت کر دی تو عورت پر حکم ہو گا کہ وہ زوجہ حاضر کی اور عادۃ شہادت کی حاجت نہوگی جبکہ شخص غائب حاضر ہو ہم طحاوی نے کہا کہ اگر یہ دعوی رہت ہے تو اُس کو حیلہ کہنا بلا وجہ ہے اور ذکر عدم ارادہ زانیہ موقع ہے اور طرز بیان شایع اُس کا موہم ہے کہ دعوی زوجہ میں یہ حیلہ جاری ہے اور حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ایسا فعل اکبر الکبار میں ہے اور ظاہر کلام بزانیہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ برہان طلاق مثبت زوجیت ہے حالانکہ دونوں میں تلازم نہیں سو اگر یہ مراد ہے کہ گواہی نکاح اور طلاق دونوں پر قائم ہوئی تو آپ ظاہر ہے اتق و کقضی علی غائب بل انائب بنقذ فی الظہر الروایتین عن اصحابنا ذکرہ ملاحظہ فی باب خیار لعیبہ و اگر قاضی نے حکم کر دیا غائب پر بدون نائب کے تو قضا نافذ ہوگی حنفی کی نظر الروایتین میں بیان کیا ہے اُسکو ملاحظہ کرنے کے خیال لعیب کے باب میں ہم طحاوی نے کہا کہ یہ معمول ہے اُس صورت پر جبکہ مفقود کی منفعت کی واسطے حکم ہوا ہو تو مطلق غائب پر بحر الرائق میں ہے کہ اس قول سے کہ قضا علی الغائب نفاذ پر فتویٰ ہے بہت لوگوں نے دھوکا کھایا ہے یعنی وہ عام سمجھے کہ خواہ مخواہ قضائی شایع ہے جس کے مذہب میں

Marfat.com

قضا علی الغائب جائز ہے خواہ مخفی جسکے نزدیک جائز نہیں اور ظاہر ہے فتویٰ اس قاضی کے حق میں ہے جسکے نزدیک قضا علی الغائب جائز ہے اس واسطے کہ خفیہ کا اجماع ہے کہ قضا علی الغائب جائز نہیں چنانچہ صدر شہید نے شرح ادا بالقاضی میں ذکر کیا ہے اور اگر عام ہوتی ہے صحاب کا ہم مذہب لازم نہ لاوے یا فتوے نفاذ کا منقویہ کے حق میں محمول ہے مطلق غائب میں وقیل لا ینفذ اور غیر واحد فی الہیئۃ والبرازیۃ مجمع الفتاویٰ علیہ فتویٰ درود اور قول یہ ہے کہ قضا علی الغائب بلاناہی بلفظ نہیں اور ہی قول کو راجع کہا ہے اگر خلائے اور منیہ اور برزاق اور مجمع الفتاویٰ میں کہا اور ہی قول پر فتویٰ ہے درج فی الصحیح لفقہ علی مضار قاض آخر اور فتح القدیر میں قضا علی الغائب کے موقوف ہونے کو ترجیح دی دوسرے قاضی کے جاری کرنے پر یعنی قضا علی الغائب سو وقت نافذ ہوگی جب دوسرے قاضی اُسکو جاری کرے ہم مخطاوی نے کہا بیان شایع اسکا مقتضی ہے کہ توقف کا قول تیسرا قول ہے حالانکہ یہ بعینہ وہی قول ہے عدم نفاذ کا وہی الجود والاعتدال القضاء علی السخر لا یجوز الا للضرورة وہی فی حق مسائل اور بحر الرائق میں ہے اور قول محمودہ ہے کہ حکم کرنا سخر جائز نہیں مگر ضرورت کے سبب اور یہ ضرورت پنج مسنون میں ہے ہم سخر کی تفسیر عنقریب گذری یعنی جسکو قاضی سماع خصومت کی واسطے وکیل مقرر کرے غائب کی طرف سے مشتری یا بخیار فتواری پہلا مسئلہ یہ ہے کہ کوئی چیز بشرط اختیار خرید کی سو بائع چھپ رہا ہے یعنی مشتری نے مدت بخیر میں رد و بیع کا قصد کیا اور بائع مخفی ہے تو مشتری قاضی سے درخواست کرے کہ بائع کی طرف سے وکیل قائم کرے تا اس کو بیع پھیرنے صاحب بخرنے اس میں وقول الفل کے ہیں بلاترجم مخفی الکفول کہ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مکفول لہ چھپ رہا ہے صوت اُسکی یہ ہے کہ ایک شخص کا حاضر ضامن ہوا اس شرط پر کہ اگر اُسکو کل حاضر نہ کرے تو مکفول عندہ کا دین کفیل پر ہے سو مکفول لہ کل غائب ہو گیا اور کفیل نے اُسکو نہ پایا ایمان تک کہ مدت گذر گئی تو کفیل پر مال لازم ہو گیا اور اگر کفیل نے قاضی سے نالشی کی سو اُسے مکفول لہ کی طرف سے وکیل قائم کیا اور کفیل نے اُسکو مکفول عندہ کے سپرد کیا تو کفیل پر ہی الذمہ ہو جائیگا اور یہ ظاہر الروایۃ کے مخالف ہے تو یہ ابو یوسف کی بعض روایت میں ہے کہ زانی الجرح عن جامع الفصولین حلف لیوفیہ الیوم فتعین الیوم تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ مدیون نے قسم کھائی کہ البتہ اُسکا دین آج ادا کرے گا سو دین غائب ہو گیا خواہ طلاق کی قسم ہو یا عتاق کی منجز ہو یا معلق اور حالف حث سے ڈرا تو قاضی غائب کی طرف سے وکیل قائم کرے اور اُسکو دین ادا کرے تو عانت نہ ہو خانیہ میں کہا کہ اسی قول پر فتویٰ ہے شرف الدین غزالی نے کہا کہ نصیب کیل کی کچھ حاجت نہیں اگر قاضی کو دین ادا کرے گا تو عانت نہ ہو گا بقول مختار مفتی ہے چنانچہ اگر کتب معتدہ میں ہے اور اگر ان قاضی نے عانت ہو گا بقول مفتی ہے کہ زانی لخطاوی و جعل امر بید با ان لم تصل لفقہما فتعینت چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ کو طلاق کا اختیار دیا اگر اُسکا نفقہ نہ ہوئے سو عورت چھپ رہی یعنی بقصد ایصال طلاق تو قاضی وکیل قائم کرے نفقہ قبض کرنے کی واسطے الخاتمۃ اذا الوارثی الخصم فالمتاخر و ان القاضی یضرب کیلانی لکل ہو قول لسانی خانیہ یا جوان مسئلہ یہ ہے کہ جب متخادم چھپ رہے دار الفقہاء میں حاضر ہو تو متاخرین نے کہا کہ قاضی وکیل قائم کرے سب صورتوں میں اور یہ قول ہے ابو یوسف کا کہ زانی الخانیہ قلت ولعل شرح الوہبانیۃ عن شرح ادا بالقاضی ان قول لکل وان القاضی یقیم بیئہ مدۃ یراہا ثم یصل لکیل اور وہبانیہ کے شارحین نے شرح ادا بالقاضی سے نقل کیا کہ یعنی نصیب کیل مام اور صاحبین سب کا قول ہے اور یہ کہ قاضی غیر حاضر کے گھر پر مہر کرے جمعہ مدت کہ اُسکو مناسب معلوم ہو پھر وکیل قائم کرے ولایۃ مع اہل ذمہ المستغفرہ بالذین للقاضی لا للورثۃ لعدم ملکیت کان الذین لغيرہم ولا یتبع ترکہ مستغرق بالذین کی قاضی کی واسطے ہے نہ وارثوں کو بسبب نہ مالک ہونے وارثوں کے جبکہ ذین ذمہ کے سوا اور کسی کا ہیم مثلاً مسترد کہ ہے یا نسو کا اور میت پر دین اتنا ہے یا زیادہ تو اب قاضی اُسکو بیچ کر ادا کرے دین کرے گا اُسکے ارشاد ہے جیکہ ارباب ذمہ سے راضی ہوں اور وارثوں کو استخلاص نہ ہو کہ حاجت ہے لو اوارث استخلاص کا قصد کرے اور مال نقد ادا کرے تو ارباب ذمہ سے زبردستی قبول کروا یا جاوے گا اور اگر وارث کہیں کہ ہم دین کو ادا کرنے کے اور مال نقد حاضر نہیں تو قاضی کو بیع مسترد کہ اختیار ہے کہ زانی لخطاوی لقرض القاضی مال الوقف والغائب اللقطة والیتیم من علی موتہ حیث لا وصی لاس لقیلہ مضار تب ولا مستغلا یشترہ قاضی قرض سے مال نقد اور مال غائب اہل لقطۃ لہ مال یتیم مال ارا مانت دار کو جبکہ یتیم کا کوئی وصی نہ ہو اور نہ شخص ہو جو مال کو بطریق عقد مضاربت قبول کرے اور نہ مستقل ہو جسکو قاضی خرید کرے ہم قاضی بسبب

کثرت استعمال کے بذات خود اموال مذکورہ کی حفاظت نہیں کر سکتا لہذا مستحب ہے کہ بطریق قرض کے دے کیونکہ قرض میں تاوان ہر ذریعہ میں اور قاضی کی کتاب سے  
ہو کہ قرض لینے والوں کا حال در یافت کرے تاکہ کسی کا حال پریشان دیکھے تو اس سے مال کو بے لے ہوا سے کہ قاضی اگرچہ مستحکم پر قادر ہو مگر غنی سے نہ محتاج سے  
ولہذا محتاج کو قرض دینا جائز نہیں اور قاضی کو یہ جائز نہیں کہ اپنی ذات کو اس سے مل مذکور قرض لے اور اگر تہیم کا کوئی بھی ہو تو قاضی کو قرض دینا ممنوع ہے چنانچہ فقہین میں  
ہر کذا فی الخطا وی مستغل وہ چیز ہے جس میں آمدنی ہو چنانچہ زمین زراعت کی یا مکان کر ایہ کا یا غلام کا سب لہذا المال من اب ہبہر دو صنفہ عدل یعنی اور قاضی  
کو جائز ہے فضول خرچ باب سے مال کا چھین لینا اور اسکو رکھو اچھوڑ نامہ عدل کے پاس کذا فی القنیۃ یعنی ہوا سے کہ ناطل صغیر کا مال بر بار نہ ہو جاوے و تیب  
اصک مذابہ الحفظہ اور کس لکھو ایہ جاے اموال مذکورہ کے قرض لینے والے سے بطریق استجاب کے قرض یاد ہے ہم جو ہی نے کہا صک عبارت ہر مال وغیرہ کے  
اقرانہ سے وہ فارسی عرب ہر لایقرض الالب ولو قاضیا لانه لا یقضی لولہ نہ قرض دے باپا سے قرض صغیر کا مال اگرچہ اب قاضی ہو ہوا سے کہ باپ قضا نہیں کر سکتا  
لے قرض کے واسطے ہم یعنی اگر مستقر قرض کا منکر ہو تو گواہی کی حاجت ہوگی اور اسکی سماعت اور حکم دینا قاضی سے متعلق ہے اور قاضی کو اپنے قرض دینا کیوں کہ اسے حکم  
دینا جائز نہیں تو جو از اقرض کی علت منتفی ہوگی کذا فی الخطا وی ولا الوصی ولا الملتقط فان اقرضوا صنوا لعمہ ہم عن تحصیل بخلاف قاضی اور نہ قرض دے  
وہی نیم کا مال اور نہ ملتقط لفظ کسی کو قرض دے سوا کہ باپ اور وصی اور ملتقط قرض دینگے تو تاوان دینا اسپر لازم ہوگا سبب ان کے عاجز ہونے تحصیل قرض سے بخلاف  
قاضی کے کہ وہ تحصیل پر قادر ہے ہم شارح نے قدرت تحصیل قاضی سے جواب دیا اس دوسری روایت کا کہ باپ کو طفل صغیر کا مال قرض دینا جائز ہے کیونکہ ولایت اسکی  
قاضی کی ولایت سے عام تر ہے ہوا سے کہ نفس اور مال میں ولایت کی ولایت کیسیان ہو مگر یہ شققت میں باپ یا بھوہ قاضی سے تو طاہر باپ کو قرض نہ دیکھا جو لیکر منکر ہو جائے  
خلاصہ جواب یہ ہے کہ جو از قرض اور عدم قرض میں قرب قربت اور زیادت ولایت کو دخل نہیں بلکہ تمام قدرت علی الاستیعاب کا اعتبار ہے بعد وجود اصل ولایت اور باپ کو چھوڑ  
پر قدرت نہیں بخلاف قاضی کے ہوا سے کہ اگر قاضی گواہوں کو نہ پائے بسبب موت یا عیبت کے تو اپنے علم اور دانست پر حکم کر گیا یا مال نکال لیا کذا فی الخطا وی عن  
الکمال و یستغنی اقرضہم للضرورة کحرق او نهب یا جوارا فاعلم اور عدم جوارا قرض سے اشخاص مذکورین کا قرض دینا مستحب ہے بسبب ضرورت کے چنانچہ آتش زنی  
یا غارتگری کا خوف تو ایسی ضرورت میں بالاتفاق جائز ہے کذا فی البحر متی جائز الملتقط التصدق فالاقراض اولی وجوبت کہ لفظ تصدق لفظہ جائز ہے تو اوقعتن قرض  
دینا بطریق اولی جائز ہوگا ہم یعنی جبکہ بنو نعلت کے لفظ کو ظن غالب عدم طلب کا ہو تو اسوقت اسکا خیرات کرنا جائز ہے تو اس حالت میں قرض دینا بھی  
جائز ہے و لو قرضی با بھو فالعزم علیہ فی مالہ ان معتمد او قریب الی العمد و لو خطا فالعزم علی المقضی لہ ذر اور اگر قاضی نے غیر واجب جوہر کا حکم دیا تو تاوان قاضی پر ہوا سکے  
فانی مال میں اگر بقصد حکم کیا اور اقرار بھی کیا تہم جوہر کا اور اگر خطا سے حکم دیا تو تاوان مقضی لہ پر ہوا یعنی جسکے واسطے حکم دیا کذا فی الدرر حکم قاضی جبکہ ظلاف حق واقع  
ہو تو دو وجہ سے خالی نہیں بطریق خطا یا بطریق عمد خطا کی دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ کہ حق اللہ میں ہو دوسری صورت یہ کہ حق اللہ میں ہو تو اگر حق العباد میں  
تذکیر اور رد ممکن ہو طرح پر کہ مال یا صدقہ یا طلاق یا عتاق کا حکم دیا پھر خطا ثابت ہوئی اس طرح کہ شوہر غلام یا کفار یا محدود فی القذف نکلے تو قاضی بنا حکم  
باطل کہے غلام مالک کو دے اور عویت اسکے زوج کو اور مال صاحب مال کو اور اگر خطا نہیں ہوئی جسکا پھیر نامکن نہیں اس طرح پر کہ قصاص کا حکم دیا اور سزا  
قصاص ہو چکا تو مقضی اسکے قصاص کا حکم دے کیونکہ شبہ قضا مانع ہے قصاص سے لیکن مقضی اسکے مال میں خون بہا واجب ہوگا یہ سب کچھ اس صورت میں ہے  
جبکہ قاضی کی خطا بینہ یا مقضی اسکے اقرار سے ثابت ہو اور اگر خطا قاضی کے اقرار سے ظاہر ہو تو مقضی اسکے عین ظاہر ہوگا جب تک اپنے حکم کو مقضی اسکے حق میں  
باطل کرے اور اگر قاضی نے حق اللہ میں خطا کی اس طرح پر کہ مدد یا ابادر نہ یا ابادر نہ حکم دیا اور ہم اور قطع اور حد کا سبب ہوا پھر ظاہر ہوا کہ شوہر عبید یا کفار یا محدود  
فی القذف ہیں تو تاوان یا سکا بیت المال میں ہوا اور اگر قاضی نے عمدہ حکم کیا ظلم میں اور اسکا اقرار کیا تو اسکے مال میں تاوان ہوگا سبب جوہر مذکورہ میں اور قاضی پر  
تعمیر ہوگی بسبب ارتکاب جرمیر عظیم اور معزول ہوگا نصلا سے کذا فی الخطا وی عن السید یہ قضا فی البع من بالارج قال محمد لو قال لعمدت لبحر الخزل عن القضا و

قاضی اگرچہ خطا کرے

نصیحہ





حکم گواہی کو سبب تمت کے قبول نہ کرے تو قاضی اور دوسرے پرخ کو اسکا قبول کرنا درست ہو اور پرخ کا حکم ایک وارث سے باقی وارثوں کی طرف نہیں پہنچتا اور حکم کا حکم  
 بنیبت بلع کے مانع کی طرف نہیں پہنچتا اگر جبکہ وہ تحکم سے راضی ہو اور اگر حکم نے وکیل پر عیب بیچ کا حکم کیا تو اسکا حکم موکل کی طرف نہیں متحد می ہوتا اور حکم  
 اسکا سفیک کے وصی پر نافذ نہیں جسین صغیر کا ضرر ہو اور حکم کا تحکم کے ساتھ مقید نہیں بلکہ اسکا حکم جائز ہے صحیح بلا دین یعنی بعد رضائے تمام میں اگر حکم میں  
 اختلاف ہو گواہی کے اختلاف کے سبب سو ایک گواہ کتا ہو کہ اسکو حکومت میں وکیل کیا ہر فلاسے فقہ کی طرف اور دوسرا شاہد کتا ہو کہ دوسرے فقہ کی طرف تو ایک فقیر کو حکم کرنا جائز  
 نہیں اور حکم کا حکم رافع خلاف نہیں بخلاف قاضی کے صحیح مسائل مذکورہ میں حللی نے لہا عمل ان مسائل کا باب التحکیم میں ہے اتنی مخصوص اور جملہ مسائل مذکورہ میں کہ لہا عمل میں  
 الزوہین میں حکم کا حکم جائز نہیں چنانچہ جندی میں ہے کہ ذانی الطحاوی فی الفصل الاول من جامع الفصولین القاضی بتا خیر حکم یا تمولیز ان لیز اور جامع الفصولین کی فصل اول میں ہے  
 کہ قاضی حکم کی تاخیر سے گنہگار ہوتا ہے اور عزل کیا جائے اور اسکو تفری بردی جلسے و فی الاشباہ لا یجوز ملقا معنی تاخیر حکم بعد وجود شرط اللافی ثلث لریہ لہا صلح اقرار انہ عمل  
 المدعی اور شہادہ میں ہے کہ جائز نہیں قاضی کو تاخیر کرنا حکم نے میں شرائط حکم کے پاس جانے کے بعد مگر تین وجہ سے تاخیر جائز ہے شک اور شہادہ کے سبب اور امید صلح  
 اقرار سے اور جبکہ مدعی مہلت چاہے مہ اشتباہ یہ کہ قاضی کو نمود میں شبہ پڑے چنانچہ اس طرح حکم میں گواہوں نے قاضی کے پاس ایک مقدمہ میں گواہی دی اور  
 ہنوز ان کی گواہی کے بموجب حکم نہیں ہوا کہ ایک گواہ انہ سے لولا استغفر اللہ میں نے جھوٹی گواہی دی اور قاضی نے یہ کلام سنا مگر یہ معلوم نہیں کہ تینوں میں سے  
 کس نے یہ کلام کیا سو قاضی نے اسکو اُسے پوچھا سو سب بولے کہ ہم اپنی گواہی پر قائم ہیں تو قاضی انکی گواہی پر حکم نہ کرے اور اسان الحکام میں ہے کہ جب قاضی کے  
 پاس بھائی یا چچیرے بھائی جھگڑا لادین تو قاضی کو لائق ہے کہ ان کو تھوڑا مالے اور ملدی حکم نہ دے شاید وہ باہم صلح کر لیں اس واسطے کہ حکم اگر حق ہو مگر اکثر عدولت  
 کا سبب ہو جاتا ہے بھائیوں میں علامہ شیخ صالح نے لکھا کہ تاخیر حکم باسید صلح اقرار میں مخصوص نہیں بلکہ اجانب میں بھی ایسا ہی کرنا چاہیے کیونکہ حکم قاضی کیسے کا  
 موث ہر توحی الامکان اس سے احتراز کرنا چاہیے اور مخالف نہیں تضانی لغیر کے واسطے کہ تضانی الفور اس صورت پر محمول ہے جبکہ قاضی کو حصول صلح کی توقع  
 نہوارا سا مؤید وہ ہو جو اختیار اور خراہ الاکل میں ہے کہ جب قاضی کو رضائے خصمین کی توقع ہو تو ان کے رد کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں اور دونوں میں حکم جاری  
 نہ کرے شاید صلح کر لیں اور انکو دوبار سے زیادہ دد نہ کرے اور اگر توقع صلح نہ ہو تو حکم جاری کر دے انتہی اور جیسے ہتمال مدعی سے تاخیر حکم جائز ہے ویسے ہی ہتمال  
 مدعی علیہ سے جبکہ وہ دفع دعوی کا مدعی ہو بشرطیکہ دفع صحیح کا مدعی ہو نہ دفع فاسد کا اور ایک صورت اور باقی رہتی جس میں تاخیر قضا جائز ہے یعنی جبکہ قاضی اہل شہر  
 کے فتویٰ پر اعتماد نہ کرے اور دوسرے شہر کے علماء سے فتویٰ دریافت کرے تو تاخیر قضا سے گنہگار نہ ہو گا چنانچہ خلاصہ میں ہے کہ ذانی الطحاوی وی لا یصح ہر  
 عن تضانی لافی ثلث لریہ لہا صلح اقرار انہ عمل مذکورہ اور اسکو باطل کر دینا جائز نہیں مگر تین صورتوں میں  
 اگر حکم کیا اپنے علم اور دانست پر یا حکم کی خطا ظاہر ہوگی یا اپنے مذہب کے مخالف حکم دیا م اپنے علم پر حکم کیا پھر ظاہر ہو گیا کہ اس کا علم وہم تھا چنانچہ قاضی  
 کے نزدیک ایک شخص نے دوسرے شخص کی واسطے مبلغ کا اقرار کیا اور دونوں وہاں سے غائب ہو گئے پھر دوسروں نے دعوی کیا قاضی کے پاس سو قاضی  
 نے ایک پر حکم کیا اس گمان سے کہ یہ شخص ہی متروک ہے پھر معلوم ہوا کہ یہ اسکے سوا کوئی اور ہے تو قاضی کو حکم تو دینا جائز ہے بلکہ واجب ہے اور اگر خطا کی حیثیت ہو کہ خطا ضعیف ہے  
 نہ شائع محفل القسرتہ کی صحت ہے کہ حکم دیا پھر اسکو اپنی خطا ظاہر ہوگی اور خلاف مذہب کا حکم دینا عمدتاً یا سو سالی متبفیل مذکور ہو چکا فتح الغدیر میں ہے کہ لہا عمل کے نزدیک  
 قاضی کو اپنے علم پر حکم کرنا جائز ہے اس شرط سے کہ جانتا ہو اپنے عمدہ قضا کے وقت اس شہر میں جہاں کا وہ قاضی ہے اس حق کا علم جو مدخل صمد نہیں چنانچہ فرض  
 یا بیع یا عصب یا تطلیق یا قتل عمد یا مدقذف اور اگر قبل عمدہ قضا جانتا ہو حقوق العباد میں پھر وہ قاضی ہو اور وہ مقدمہ اسکے سامنے لے آیا حال تاپی  
 قضا میں جہاں چکا غیر شہر میں پھر اس شہر میں داخل ہو اور مقدمہ اسکے پاس رجوع ہوا یا ایک حادثہ معلوم ہوا اور وہ اسی شہر میں قاضی ہے پھر وہ عزول  
 ہو گیا پھر مجال سابق منسوب ہوا تو امام کے نزدیک حکم نہ کرے اور صاحبین کے نزدیک حکم کرے اور درمنا جلد دوم میں بالاتفاق نافذ نہیں انتہی مختصر افضل

شرط قضا جائز قاضی

Marfat.com

القاضي حكم فلذو زوج البتية من لیسہ و انبہ لم یحجر قاضی کا فعل حکم ہو تو اگر قاضی تیم لکی کا نکل ج اپنی ذات سے یا اپنے بیٹے سے کہے تو جائز نہیں م فعل سے مراد وہ ہے جو قاضی سے صادر ہو بلاللفظ صیغہ حکم نکل ح مذکور اس واسطے جائز نہیں کہ قاضی کا فعل مذکور جبکہ حکم صہرہ تو جائز ہوا کیونکہ قاضی کو اپنی ذات کی واسطے یا اپنے فرزند کے واسطے حکم کرنا صحیح نہیں بلانی مسئلین مگر قاضی کا فعل دو صورتوں میں حکم نہیں م بہ استثنای فعل القاضی حکم سے نہ لہجہ سے کہ ذاتی لفظا و علی ذالذون لولی القاضی تہذیباً کان وکیلہ ایک صورت یہ ہے کہ جب ولی قاضی کو تزویج صغیرہ کا اذن دے تو قاضی وکیل ہو گا حکم قاضی جب وکیل ٹھہرے تو فعل تزویج حکم ہو گا تو اگر اسکے عقد کا مرافقہ ہو دوسرے قاضی مخالفت مذہب کی طرف تو اسکو نقض نکاح جائز ہے کہ ذاتی لفظا و علی اللاشاہ اذا اعلیٰ فقیر امن وقف الفقرا کان لہ اعطاء غیرہ دوسری صورت یہ ہے کہ قاضی نے ایک فقیر کو دیا فقرا کے وقف سے تو دوسرے قاضی کو اسکے غیر اور فقیر کو دینا جائز ہے م اس سلسلہ میں قید یہ ہے کہ قاضی نے فقیر کے واسطے راتبہ فقیر کو دیا ہو اور فقیر ثابت دار کیواسطے حکم نہ کر دیا ہو والا قاضی نانی کو نقض اسکا جائز نہ ہو گا کہ ذاتی لفظا و علی امر القاضی حکم اللی مثلہ الوقف المذكورہ فامرہ فتومی فلوصف غیرہ صحیح امر قاضی کا حکم ہے مگر اس سلسلہ میں جو مذکور ہو چکا تو امر اسکا فتومی ہو گا اگر اسکے سوا اور کی طرف صرف کرے تو صحیح ہے م مثلاً قاضی کا یون کہنا مدعی سے اقامت بران کے بعد کہ اس کو تسلیم کرایا دین اور اگر تو یہ حکم ہے شہابہ بن عمادیہ اور بزاز یہ سے ہے کہ وقف کیا فقرا پر پھر بعضے قرابت دار واقف کے مناج ہو گئے سو قاضی نے امر کیا کہ کچھ وقف میں سے انکو دیا جائے تو یہ امر بتر لہ فتومی ہے یہاں تک کہ اگر واقف یہ انا دہ کرے کہ اس کو دوسرے فقیر کی طرف صرف کرے تو صحیح ہے القاضی یحلف عزیم البیت ولو اقر بہ المریض قاضی قسم دے میت کے دین واسلے کو اگر چہ مریض نے اسکا اقرار کیا ہو یعنی میت نے مرض الموت میں دین کا اقرار کیا ہو تو بھی قسم دینا چاہیے اور اگر یہ وارث قسم نہ طلب کریں کہ ذاتی لفظا و علی لا یقبل قول من القاضی انہ حلف الحمد للہ الا بشاہدین قاضی کے امین کا یون کہنا کہ اسنے عورت پردہ نشین کو قسم دلائی مقبول نہیں مگر دوشاہدوں سے ہم بزدلی نے کہا مخدرہ وہ عورت پردہ نشین ہے جسکو غیر محارم نہ دیکھیں کواری ہو یا بیا ہی اور جو عورت جلوہ گاہ عروسی میں بیٹھی اور اسکو رجال جانب نے دیکھا چنانچہ بعضے بلاد میں عادت ہے وہ مخدرہ نہیں کہ ذاتی لفظا و علی من اعتمد علی امر القاضی الذی لیس شرعی لم یخرج عن العمدۃ اتھی جسے اعتماد کیا قاضی کے اس امر پر جو شرعی نہیں وہ عمد سے خارج ہو گا یعنی برمی لزمہ ہو گا اتھی کلام الاشباہہ مثال سکی یہ ہے کہ ایک دوسرے کو وصیت کی کہ فلا نے شہر کے فقروں کو سودینا خریدات کرے اور وہی دور ہوا شہر سے اور وہاں تک نہ پہنچ سکے اور بوسی کا اس شہر میں ایک مدیون ہے جس پر ہزار درم ہیں تو قاضی نے مدیون مذکور کو امر کیا کہ دراہم مذکورہ فقروں کو دے تو مدیون برا سکا دین بانی رہیگا اور مدیون کا و بنا الطوع عظم یگا اور وصیت بیست و سی پر مجال سابق قائم رہیگی کہ ذاتی لفظا و علی وقد منافی الوقف عن المنطوقہ لمحیۃ معز باللسو طان للسلطان مخالفت شرط الواقف لو غالب قرعی و مزاج و انہ لعل ہامہ دان غایر شرط فلیحفظ اور سابق ہم ذکر کر چکے ہیں منظومہ مجیبہ سے نسبت ہی سوطا کہ سلطان کو مخالفت کرنا شرط واقف کا جائز ہے اگر اکثر وقت دیات اور کشت زار ہوں اور یہ عمل کیا جائے سلطان کے امر پر اگرچہ اسکا امر مخالف ہو واقف کی شرط کا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم مفتی ابو سعید نے فتویٰ دیا کہ خلوک اور امرا کے اوقاف میں وقفین کی شرط کی رعایت نہیں اسواسطے کہ وہ اوقاف یعنی اراضی بیت المال کی خلوک یا بیت المال کی طرف راجع ہے اس طرح پر کہ واقف انکا قیق ہے بیت المال کا جسکی آزادی ثابت نہیں اتھی اور یہ حکم مطلق نہیں بلکہ ان اراضی میں جو جنہیں واقفین کی ملک ثابت نہیں اور اگر انکی ملک شرعی ثابت ہے تو شرط کی مخالفت صحیح نہیں کہ ذاتی لفظا و علی متصرف قلت و اجاب صنعی افندی بانہ متی کان فی الوقف ستم ولم یقصی او ا خدمتہ لا یمنع فتنیہ میں کتا ہوں اور صنعی افندی نے یون جواب دیا ہے کہ جب وقف میں گنجائش ہو اور جسکے واسطے سلطان نے وقف میں وظیفہ مقرر کر دیا بلالشرط واقف وہ اپنی خدمت کے ادا کرنے میں تھوڑے تو ممنوع نہیں یعنی اسکو وظیفہ لینا حرام نہیں سوا گاہ ہنام یہ بھی سی صورت پر معمول ہے جبکہ وقف واقف کا ملک نہ ہو یا جواب اس اعتماد پر ہے کہ گنجائش وقت ظاہر اس دلیل پر ہے کہ اصل سکمی بیت المال سے ہے کہ ذاتی لفظا و علی و فی الوہیانیۃ بحسب لولی بدین الصغیر حتی یوفیہ و لظہر فقرا صغیر قلت لکن قدم شارحنا عن قاضی خان الحدید و البالیع و البالیع فی الجس سوا و فلیتامل فقیر ہنا قال شر بن لالی اور وہ ہمانیہ میں ہے





قبول کرے اور مانے اسکے یہ ہے کہ حکم کے کہ میں تم دونوں میں حکم کرنا ہوں اور متخاصمین اسکو قبول کر لین مجھ میں ہے کہ اگر متخاصمین ایک مرد کو حکم مقرر کرین سو وہ قبول نہ کرے  
 تو اسکا حکم کرا جائز نہیں مگر تجدید حکم کذا فی المطاوی و شرطین جہتہ الحکم بالکسر لعقل الاحریہ والاسلام فیصح حکم ذمی ضمایا اور شرط حکم کی حکم بالکسر یعنی بیخ مقرر کرنے  
 والے کی طرف سے عقل ہو نا زاد ہونا اور نہ مسلمان ہونا اور صحیح ہو حکم ذمی کی ذمی کو صحیح ہونا ذمی کا سلیمین باطل ہے اور ذمیوں میں ذمی کا بیخ ہونا صحیح ہے کذا  
 فی النہایۃ و شرطین جہتہ الحکم بالفتح صلاحیۃ للمقتضا کما اور شرط تخلیم کی حکم بالفتح یعنی بیخ کی طرف سے لیاقت رکھنا اسکا ہے قضا کے واسطے چنانچہ اسکا  
 ذکر ہو چکا یعنی بیخ کی شرط یہ ہے کہ حکم بالغ عاقل عادل ہو نہ اندھ نہ بہرا نہ کوٹکانہ محدودنی لغت فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر فاسق حکم کرے تو واجب ہے کہ جائز  
 ہو ہمارے نزدیک انتہی ہم ظاہر فاسق کو بیخ مقرر کرنا مصیبت ہو گا جیسے کہ فاسق کو فاضی بنا نا گناہ ہے و ادنیٰ حکم و شرط الاہلیۃ مذکورہ وقتہ ای  
 احکیم وقت حکم جمیعاً فلو حکم عباد افتق او صبیحاً فیصلح او ذمیاً فاسلم ثم حکم لا ینفذ کما ہو حکم فی مقلد بفتح اللام مشدودہ بخلاف الشہادۃ اور اہلیت  
 مذکورہ شرط ہے بیخ مقرر کرنے کے وقت اور حکم کرنے کے وقت سب حالتوں میں تو اگر متخاصمین بیخ مقرر کرین غلام کو پھرہ آزاد ہو جائے یا صغیر کو پھرہ بالغ ہو جائے  
 یا ذمی کو پھرہ مسلمان ہو جائے پھرہ حکم کرے تو حکم نافذ ہو گا چنانچہ یہی حکم ہے فاضی میں بخلاف شہادت کے یعنی شہادت میں فقط اولے شہادت کے وقت  
 اہلیت شرط ہے تحمل شہادت کے وقت وقد منانہ انہ لو استقضی العبد ثم عتق فقضی صحیح وغیرہ سدھی آندی للبتنی اور پہلے ہم نے اسکو ذکر کیا ہے کہ اگر غلام فاضی  
 مقرر کیا جائے پھرہ آزاد ہو جائے پھرہ حکم کرے تو صحیح ہے اور سدھی آندی نے اس قول کو بتنی کی طرف نسبت کیا ہے مطاوی نے لہا یہ قول مخالف من کے ہے اور ظاہر  
 یہ ضعیف ہے حکم اصل معلوم نا اول حکم اول من یدخل المسجد یحرم ہر جا عا لہا لہ حکم ہنیا ہینہ او اقرار او نلول رضیا حکم صحیح لو فی غیر حد و قود و یہ علی عاقلہ  
 متخاصمین نے بیخ مقرر کیا ایک مرد میں کو سوائے دونوں میں حکم کیا گواہی یا اقرار یا انکار قسم سے اور دونوں اسکے حکم سے راضی ہو گئے تو حکم صحیح ہے اگر حد و قصاص  
 اور دیت علی العاقلہ کے غیر میں حکم کیا ہو مرد میں کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر متخاصمین بیخ مقرر کرین یا اسکو جواول سجد میں داخل ہو نا بالاجماع جائز نہیں ہے اسکا دلیل  
 ہو نیلے م شارج نے جو رضائے متخاصمین کی قید زیادہ کی وہ اگلے متن کے مخالف ہے اور فتاوی عالمگیری میں صاف مذکور ہے کہ رضائے متخاصمین وقت تخلیم شرط ہے حکم کے  
 وقت تو اگر شارج رضیا تجلیہ کہتا عوض رضیا حکم کے تو خوب ہوتا کہ تخلیم کرہ خارج ہو جاتی فتاوی ملگیری میں ہے کہ تخلیم اس میں صحیح ہے جسکے فعل کا متخاصمین کو اختیار ہو یعنی حقوق ایجاد  
 میں صحیح ہے حقوق اللہ میں تو تخلیم اموال و طلاق اور عتاق اور نکاح اور ضمان سرفہ میں جائز ہے نہ حد نہ زنا اور فرود و زلف میں انتہی اور فتاوی میں کذا طلاق اور عتاق اور کتابت اور  
 کفالت اور شفا و نفقہ اور دیون اور بیوع کو حکم شامل ہے انتہی اور دیت علی العاقلہ میں اسواسطے صحیح نہیں کہ عاقلہ ماضی نہیں لے سکے حکم سے اور بیخ کا حکم اس پر نافذ ہے جو ماضی  
 ہو کذا فی المطاوی فیضا الاصل ان حکم حکم بمنزلہ الصلح و ہذا لا یجوز باصلح فلا یجوز بالتخلیم اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ حکم حکم کا بمنزلہ صلح کے ہے اور یہ یعنی حد اور قصاص اور  
 دیت علی العاقلہ جائز نہیں صلح کرنے سے تو تخلیم سے بھی جائز نہ ہوگی وینفرو احد ہما بنقضہ امی تحکیم بعد وقوعہ کما ینفرو احد العاقلہ میں فی  
 مضاربتہ و شرکتہ و وکالہ بلا التماس طالب اور متخاصمین میں سے ایک شخص مختار ہے تحکیم کے تو دینے کا بعد وقوع تحکیم قبل از حکم کے جیسے احد العاقلہ میں مختار ہے  
 نقل عقد مضاربت اور شرکت اور وکالت میں بلا التماس طالب یعنی موکل کو اختیار ہے کہ وکیل کو معزول کرے جب چاہے خواہ وکیل طالب غل ہو یا ہونان حکم لہما و لا  
 حکم لہما الصدورہ عن الایۃ تشریحیہ ہے اگر حکم نے حکم کیا تو متخاصمین کو اسکا ماننا لازم ہو گیا اور اسکا حکم باطل نہیں ہوتا دونوں کے معزول کر دینے سے بسبب صادر ہونے حکم کے  
 ولایت شرعی سے ولایت عدوی حکم کی غیر الای مسئلہ ما و حکم احد الشریکین غیر لہما حکم بینہما الزم لشریک ندی لشریک الغائب ان حکم کا صلح جبر اور متعدی  
 نہیں ہوتا حکم حکم کا متخاصمین کے بیچ کی طرف گواہی میں کہ اگر احد الشریکین اور اس کے مدیون نے ایک مرد کو حکم ٹھہرا سو اسے دونوں میں حکم کیا اور شریک کو کچھ مال شریک  
 سے لازم کر دیا تو دوسرے شریک غائب کو حکم مذکور متعدی ہو گا اسواسطے اسکا حکم بمنزلہ صلح کے ہے کذا فی لہجہ یعنی اور صلح طریقہ ہے تجارت کا تو ہر شریک صلح سے راضی ہو گا  
 کذا فی المطاوی عن الای حکم ما فی عیب بیخ فقضی بہ وہ لیس للبا نبع وہ علی بالعمہ الاہرنی البہل اللول الثانی و شری تجلیہ بیخ تو اگر با نبع اور



شرعی نے اس کو مقرر کیا ہے کہ عیب بن سوائے رد بیع کا حکم کیا تو جائز نہیں بلکہ اس کا پھیر دینا اپنے ہاں پر گمراہی اور باطل ثانی اور شرعی کے راضی ہو جانے سے اس شخص کی تحکیم پر کذا فی الفتح ثم استثنى الثالث يفيد صحة التحكيم في كل مجتهدات كحكم بكون الكنايات رواج نسخ لغيره المضاف الى الملك وغير ذلك بغير دریافت کرنا چاہیے کہ تین یعنی صد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ کا استثناء کا مفید ہے صحت التحکیم کا مجمع مسائل مختلفہ مجتہدین میں چنانچہ کنايات کے جہی ہو یا حکم کرنا اور عین مضاف الی الملك کا نسخ کر دینا وغیر ذلک ہم از انجملہ ہے کہ خوش دامن کو ثبوت سے ماس کیا اور انتشار حاصل ہوا پھر زوجین سے ایک شافعی مذہب حکم مقرر کیا کہ وہ دونوں میں صلح کا حکم کرے امام شافعی کے مذہب پر تو بقول صحیح صحیح ہے کذا فی الخطا وی لخصاً لکن ہذا ما یعلم ویکتم وظاہر الہدایۃ انہ یحب بلا حیل قتال لیکن اس کو یعنی صحت تحکیم مجتہدات کو معلوم کیجئے اور چھپا ڈالیے اور ظاہر ہر ایہ ہے کہ مفتی جو اب دے کہ حلال نہیں سو تامل کر م یعنی اگر مفتی سے کوئی اس طرح کا سوال کرے جس کا کتمان مصلحت کی واسطے واجب ہے تو یوں جواب دے کہ حلال نہیں ہے اور اول قول پر مفتی سکوت کرے اور کچھ جواب نہ دے کذا فی الجلبی کتمان اس واسطے واجب ہے باعوام الناس ہم مذہب پر دلیر ہو جاویں فتح اخبارہ باقرار احدی خصمین وبعدها لہ اشاہد حال لایتمہ ای بقا تحکیم ہا اور صحیح ہے خبر دینا حکم کا احدی خصمین کے اقرار اور شاہد کی عدالت میں اپنی ولایت کی حالت میں یعنی در صورت بقا تحکیم متخاصمین ہم یعنی اگر مدعا علیہ کشری کرے اور حکم حاکم کو اس کے اقرار کی خبر دے اخراج حق کی واسطے یا مدعا علیہ شاہد کو فاسق کہے اور حکم اسکی عدالت ظاہر کرے تو صحیح ہے در حال بقا تحکیم کیونکہ اسکا اخبار اس حال میں قائم مقام ہے دو شاہدوں کی شہادت سے کذا فی الخطا وی لایصح اخبارہ بحکم القضاہ ولایتمہ صحیح نہیں ہے اسکا خبر دینا اپنے حکم کا بسبب مقتضی ہو جائے اسکی ولایت کے یعنی حکم کے بعد اسکی ولایت باقی رہی تو وہ شہادہ عیالیہ ہو گیا تو اب اسکا اخبار بجائے شہادت شاہدین نہیں ہو سکتا ولایصح حکم لالیہ وولدہ ووزوجتہ حکم القاضی اور صحیح نہیں حکم حکم کالین والدین اور والد اور زوجہ کی منقحت کی واسطے جبے قاضی کا حکم اشخاص مذکورین کی واسطے صحیح نہیں ہم اشخاص مذکورین کی قید معلوم ہو کہ بھائیوں اور چچوں اور انکی اولاد اور سرور اور داماد کی واسطے اسکا حکم صحیح ہے جبے انکے واسطے شہادت صحیح ہے کذا فی البحر بخلاف حکم ای القاضی و حکم علیہم حیث یصح کاشہادۃ بخلاف قاضی اور حکم کے حکم کے اشخاص مذکورین کی شہادت پر کہ وہ صحیح ہے جیسے شہادت حضرت کی صحیح ہے حکم علیہم فلما بد من اجتماع علی الحکوم بر مدعی اور مدعی علیہ من شخصوں کو بیخ مقرر کیا تو دونوں کا اجتماع محکوم پر ضرور ہے یعنی اب ایک ماے فیصلہ صحیح ہو گا تا وقتیکہ دونوں متفق رہیں ہوں و بعضی القاضی حکم ان وفاق مذہبہ الا الا بطلم لان حکم لایرفع خلافا اور قاضی حکم کے حکم جاری کرے در صورت رافعہ اگر قاضی کے مذہب کے موافق ہو اور اگر اسکے مذہب کے مخالف ہو تو حکم باطل کرے اسواسطے کہ حکم کا حکم خلاف مجتہدین کا رافع نہیں ہے اسواسطے کہ ولایت حکم میں نہیں ہے کہ وہ فقط محکمین پر مخصوص ہے بخلاف ولایت قاضی کہ وہ عام ہے اور حکم رافع خلاف ہو گا و لیس لہ ای حکم تفویض التحکیم الی غیرہ اور جائز نہیں حکم کو کسی اور شخص کو کسی اور شخص کو غیر حکم سے ماضی نہیں اور اگر غیر شخص حکم کرے اور محکوم اس کو جائز رکھے تو جائز نہیں مگر متخاصمین کی اجازت سے البتہ جائز ہو گا کذا فی الخطا وی و حکمہ بالوقف لایرفع الخلاف علی ائح خانہ اور لزوم وقف پر حکم کا حکم کرنا رافع خلاف نام نہیں بنا بر قول صحیح کذا فی الخانیۃ یعنی امام کے نزدیک عدم لزوم وقف ثابت ہے تو بقول صحیح حکم کے حکم سے یہ خلاف مرتفع ہو گا فلورفع الی موافق لمدہبہ حکم ابتدا بلزوم شرطہ ولا یضیئہ لایرفع معتبر اگر حکم کے حکم کا رافع ہو اس قاضی کی طرف جو حکم کے مذہب کے موافق ہو تو وہ لزوم وقف کا حکم کرے اسکی شرط کیساتھ اور حکم کے حکم کو جاری نہ کرے کیونکہ خبر نہیں واقع ہوا ہم لزوم وقف کی شرط ہے کہ صادر ہوا بل سے اپنے محل میں کذا فی الخطا وی و الحاصل انہ کالقاضی الانی مسائل عدنی البحر منہا سببہ عنہا الوارثۃ النزل فاذا سلم احجاج الی حکیم جدید بخلاف القاضی خلاصہ مقام یہ ہے کہ حکم قاضی کے مانند ہے مگر چند مسائل میں قاضی کے مانند نہیں ان میں سے بحر الرائق میں سترہ شمار کیے ہیں از انجملہ یہ ہے کہ اگر حکم تہ ہو جائے تو معزول ہو گا پھر جب مسلمان ہو تو تحکیم جدید کی حاجت ہوگی بخلاف قاضی کے کہ وہ اسلام بعد الارتراد سے معزول نہیں ہوتا و منها لور و شہادۃ لہم فلیفرہ قبولہا اور از انجملہ یہ ہے کہ اگر حکم و شہادت کرے پسب تہرکتہ تو غیر قبول شہادت جائز ہے و یعنی ان لایلی الجس و لم ارہ اور لائق یہ ہے کہ حکم شولی جس نہوا در میں نے اسکو مخرج نہیں دیکھا ہے



باب کتاب القاضی الی القاضی

ہم بچت صاحب بگری ہو طحاوی نے کہا صدر الشریعہ نے تصریح کی ہے کہ حکم کو جس کا اختیار ہو کہ المار حکم قبول الیہ یعنی ان لایجوز ان ابدی الیہ وقت التحکیم اور اسی طرح میں نے دیکھا حکم کے ہدیہ قبول کرنے کا حکم اور لائق یہ ہے کہ ہدیہ قبول کرنا جائز نہ ہو اگر تمنا صم نے اس کو ہدیہ دیا ہے حکیم کے وقت

### باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ

اور دیگرہ قولہ المرأة تقضے اگر یہ باب ہو قاضی کے خط بھیجے گا دوسرے قاضی کی طرف اور باب ہو غیر خط کا مصنف نے لفظ وغیرہ سے اپنے اس قول کا ارادہ کیا والمرأة تقضے اگر یعنی عورت قاضی ہوتی ہے حد اور قصاص کے سوا اور احکام میں مکتوب یعنی مکتوب ہو اور وغیرہ مکتوب پر کتاب پر کذا فی الطحاوی طحاوی خلاصہ ہے کہ اس باب میں قاضی کے خط کے احکام مذکور ہیں اور خط کے سوا اور بھی احکام آئیں ہیں القاضی بکتاب الی القاضی فی کل حق برفعی تمنا قاضی مکتوب لکھتا ہے دوسرے قاضی کی طرف ہر ایک حق میں اسی کا فتویٰ ہے بطریق استحسان کے معنی دین اور نکاح اور طلاق اور شفعہ اور وکالت اور وصیت اور ایصال اور موت اور وراثت اور قتل بوجوب مال اور نسب اور غضب اور امانت اور مضاربت اور عیال منقولہ اور غیر منقولہ سب حقوق میں خط لکھنا جائز ہے اور یہی مروی ہے محمد سے اور اسی پر متاخرین ہیں اور اسی کا فتویٰ ہے بسبب ضرورت کے کذا فی البحر غیر حد و قود للشہدۃ قاضی خط لکھے سوائے حد اور قصاص کے بسبب شہدہ کے یعنی شہدہ بدلت عن الشہادت سے اور اس واسطے کہ حد اور قصاص کی بنا اسقاط پر ہے تو ان میں خط پر عمل کرنا ان کے اثبات کی کوشش ہے کذا فی الدرر فان شہدوا علی خصم حاضر حکم بالشہادۃ وکتب حکمہ فحفظہ سوا اگر شہادہ گواہی دین خصم حاضر ہو تو قاضی بواسطہ شہادت حکم کرے اور اپنے حکم کو لکھے تا مخفوف ہے کہ قول مقصود بالذات نہیں بلکہ تحریر مکتوب الی القاضی کا تو یہ ہے کذا فی الدرر تحریر حکم کا فائدہ یہی ہے کہ طول مدت سے واقعہ قبول نہ جائے والا تحریر حکم کی حاجت نہیں کہ حکم قائم ہو جاتا ہے جو خصم سے یا اسکے وکیل سے مگر جب غائب ہو جائے حکم کے بعد یا حکم کا منکر ہو تو اب لکھنا چاہیے تا حقدار کا حق سلامت ہے اور قاضی کا حکم نافذ بنا ہے کذا فی التزیلی و کتاب حکم ہوا بسجل حکمی ای بکتاب الی القاضی الی القاضی ہذا فی عرفنا کتاب کی تصنیف فیہ و قولہ الناس اور حکم کتاب ہی سبب حکمی ہے یعنی وہ حجت اور سند جس میں قاضی کا حکم مندرج ہے یہ اصطلاح تھی سلف میں اور ہمارے عرف میں سبب حکمی وہ بڑی کتاب ہے جس میں لوگوں کے وقائع اور مقدمات لکھے جاویں مگر عرب میں ہے کہ سبب قاضی کا نوشتہ ہے جس میں اسے اپنا حکم لکھا ہو دوسرے قاضی کے پاس بھیجا یا دیکھا اور حضور وہ ہے جو قاضی کے سامنے ماجرا گذرا یعنی وصف دعویٰ اور سامی شہود اور درہم ہمتی اور کفار میں ہے کہ حضور وہ ہے جس میں دعویٰ لکھا گیا قبل جواب دہ سے کہ پھر جب اسے جواب دیا یا اقامت دینے ہوئی تو وہ توقع ہے اور جب قاضی نے حکم کیا تو وہ سبب ہے کذا فی الطحاوی وان لم یکن الخصم حاضر حکم لایدر حکم علی الغائب وکتب الشہادۃ الی قاضی یکن الخصم فی ذلک حکم القاضی المکتوب الیہ مہما علی راہہ وان کان مخالفا لرای الی کتاب لاننا نزل حکم وہ نقل الشہادۃ حقیقۃ وسمی المکتوب حکم لیس بسجل اور اگر خصم حاضر نہ ہو تو قاضی حکم نہ کرے کیونکہ یہ غائب پر حکم ہے اور لکھے گواہی کو اس قاضی کی طرف جس کی لایت میں خصم ہو تاکہ قاضی مکتوب الیہ گواہی سے اور مذہب کے موافق حکم کرے اگرچہ اسکا مذہب مخالفت ہو قاضی کا تب کے مذہب کے کیونکہ یہ اتہام حکم ہے اور وہ یعنی قاضی کا تب کا نوشتہ نقل ہے شہادت کی فی الحقیقۃ یعنی اس واسطے کہ قاضی کا تب نے اس میں حکم نہیں لکھا اور قاضی کا تب لکھتا ہے کہ کتاب حکمی ہے اور سبب نہیں ہم سبب اس واسطے نہیں کہ اس میں حکم مندرج نہیں اور اس کو کتاب حکمی کہا باعتبار انجام کار کے وقرأ الكتاب علیہم ادا علیہم بوقت عند ہم ای عند شہود بطریق اور قاضی کا تب کتاب مذکور کو شہود طریق پر پڑھے یا لکھو فقط مضمون سے مطلع کرے اور اپنی تہر کرے مکتوب پر ان کے سامنے شہود طریق وہ ہیں جو قاضی کا خط ہے بجا میں دوسرے قاضی کے پاس اور ان کے سامنے خط پڑھنے کا فائدہ یہ ہے کہ یاد رہے کیونکہ یاد گاری ضرور ہے وقت شہادت سے تا ادا سے شہادت طریق کے نزدیک کذا فی البحر اور فتویٰ اسپر ہو گا اگر خط شہود کے پاس ہو تو شرط نہیں اور اگر دعویٰ کے پاس ہو تو شرط ہے کذا فی القستانی و سلم الكتاب الیہم بعد کتابہ عنوان فی باطنہ ہوا ان کیتب قیاسا و اسم المکتوب الیہ و شہرتا اور سپرد کرے خط شہود کو سر نامہ لکھنے کے بعد خط کے اندر اور سر نامہ یہ کہ اسمین اپنا نام اور مکتوب علیہ کا نام اور شہرت دونوں کی لکھے ہم یعنی فقط نام اور کنیت عنوان میں کافی نہیں تا دلتیکہ وہ فقط اور لقب نہ لکھے جس سے دونوں مشہور ہیں اس واسطے کہ

Marfat.com

نام اور کنیت میں لوگ مشترک ہوتے ہیں اور عموماً سے کہا یہ شرط ہے کہ تاریخ لکھے اور اگر تاریخ نہ لکھی تو مقبول نہیں آتی اور یہ شرط ہے کہ مدعی اور مدعی علیہ کا نام اور ہجرتیازہ لکھے اور حق اس میں ذکر کرے اور چاہے تو شہود کا ذکر بھی مندرج کرے کذا فی الطحاوی فلو کان العنوان علی ظاہرہ لم یقبل قبل ہذانی عرفہ فی عرفنا کیون علی الظاہر علی سواک عنوان یعنی سرنامہ خط کے اوپر جو یعنی الفاظ پر مقبول نہ ہوگا بعضوں نے کہا کہ یہ سابقین کے عرف میں تھا اور ہا سے عرف میں عنوان ظاہر خط پر ہوتا ہے تو یہی پر عمل کیا جائیگا کذا فی الثانی بان شہد ہم انہ کتابہ علیہ الفتویٰ کما فی العزیمین اللغایہ فی الملحق ولیس کجبر کا لیمان اور ابو یوسف عمر اللہ نے کفایت کی ہے اس پر کذا فی کتاب شہادہ ون کو اس پر گواہ کرے کہ وہ اس کا خط ہے یعنی خط کا پڑھنا شہود طریق کے سامنے اور تسلیم کرنا جیسا کہ طرفین کا مذہب ہے ضرور نہیں اور اسی قول پر فتویٰ ہے چنانچہ غزالیہ میں ہے کفایت سے اور ملحق میں ہے کہ خبر دیکھنے کے برابر نہیں ہم یعنی ابو یوسف قاضی ہوے تھے اور انھوں نے وقائع کو دیکھا اور حسین مصلحت تھی اسکو معاذ اور معلوم کیا اور طرفین کو مصالح قضائہ معائنہ نہیں ہوا تو معائنہ تجربہ کار کا قول لائق فتویٰ ہے کذا فی الطحاوی فاذا وصل الی المکتوب لہ نظر الی ختمہ اولاً والی ثانی لایقرہ الا بحضور الخصم وشہودہ پھر جب خط پہنچے مکتوب الیہ کو تو اسکی مر کو پہلے دیکھے اور اسکو قبول نہ کرے یعنی اسکو نہ پڑھے مگر خصم اور اسکے شہود طریق کے سامنے تو اگر مدعی علیہ حق کا اقرار کرے تو خط کی کچھ حاجت نہیں اور اگر منکر ہو اور مدعی کہے کہ میرے ساتھ قاضی کا خط ہے تو اس خط کے گواہ طلب کرے یہی مطلب ہے مصنف کا کہ شہود کے سامنے خط پڑھے یعنی شہود خط اور شہود طریق کے سامنے اور شہود طریق یا دو مرد ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں جو اسکی گواہی دین کہ یہ فلا نے قاضی کا خط ہے کذا فی الطحاوی ولا بد من اسلام شہودہ ولو کان لمدعی علی غمی بشہادۃ تم علی فعل المسلم اور ضرور ہے شہود طریق کے اسلام سے اگرچہ قاضی کا خط ذمی کے واسطے ہو دوسرے ذمی پر سبب کے گواہ ہونے کے مسلم کے فعل پر یعنی اگرچہ مدعی اور مدعی علیہ کا فرہون تو بھی اسلام شہود ضرور ہے کیونکہ وہ مسلمان کے فعل کے گواہ ہیں یعنی قاضی نے انکو اپنے خط کا گواہ قرار دیا ہے الا اذا اقر الخصم فلا حاجۃ الیہم الی الشہود مگر جبکہ مدعی علیہ نے دعویٰ کا اقرار کیا تو شہود کی کچھ حاجت نہیں بکافات کتاب الامان فی دار الحرب حیث لا یحتاج الی بیتیہ لانیس بکلام بخلاف کتاب الامان کے دار الحرب میں کہ ہمیں شہود کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ وہ ملزم نہیں یعنی سلطان چاہے ان سے چاہے نہ سے منع العفارین عنایہ سے مقول ہے کہ جب خط آئے کفار کے بادشاہ کا طلب مان کے واسطے تو اب اسکی حاجت نہیں کہ شہود گواہی دین کہ یہ خط دار الحرب کے بادشاہ کی طرف سے ہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح بجائے فی دار الحرب کے من دار الحرب کذا فی الطحاوی وفی الاشباہ لا یعمل بالخط الانی سلاہ کتاب الامان و ملحق بہ البرات اور شاہ میں ہے کہ خط معمول ہے اور لائق عمل کے نہیں مگر کتاب الامان کے سلسلے میں اور کتاب الامان کے ملحق میں قرآن میں سلاطین در باب وظائف ہم برات سے مراد فرمانات سلطانیہ ہیں کسی انسان کی نظارت یا وظیفہ تدریس وغیرہ وظائف کے مقرر کرنے کی واسطے اور یہ احاق صاحب شہادہ کی طرف سے ہے نہ مضمون مذہب کذا فی الطحاوی و دفتر بیاع و صرف و مسار او خط پر عمل نہیں مگر بیاع اور صرف اور متوسطین البائع و مشتری کے دفتر یعنی انکے بھی کھاتے ہیں دفتر بیاع و دفتر بیاع عطف پر کتاب الامان پر کیونکہ وہ مضمون اہل مذہب ہے نہ ملحق ابو سعود نے خزانہ اکل سے نقل کیا کہ بیاع و دفتر بیاع و دفتر بیاع پر خرید و فروخت میں اعتماد کریں اور بیاع سے دلال مراد نہیں کیونکہ اسکے قول پر اعتماد نہیں شہادت میں تو کتابت میں کیونکہ اعتماد ہوگا انتہی علامہ عبد البر نے شرح منظوم میں بزار سے نقل کیا کہ علمائے بلخ نے کہا کہ یادگار بیاع کا جذب بیاع حجت لازم ہے اس پر تو اگر بیاع کہے کہ میں نے اپنا نوخص پایا کہ میرے اوپر فلا نے کے اتنے درم ہیں تو اس پر دین لازم ہوگا شخصی نے کہا اور اسی طرح صرف اور مسار کا خط ہے اتنی تو موضوع سلاہ صورت میں ہے کہ جب کتاب پر دین ہو نہ کتاب کا دین خزانہ اکل میں ہے کہ صرف نے اپنی ذات پر کچھ مال معین لکھا یعنی مجھے فلا نے کا اتنا دین ہے اور خط اسکا اہل شہر اور سودا گروں میں معلوم ہے پھر وہ لکھا اور اسکا صاحب دین گیا اور اسکے وارثوں سے دین کا مطالبہ کیا اور میت کا خط لوگ بچاتے ہیں تو اسکے دین کا حکم ہوگا اسکے ترکہ میں اتنی اطروشسی نے ان مسائل پر اعتراض کیا کہ فقہانے کہا ہے کہ خط شہادہ ہوتا ہے دوسرے خط کے اور یہاں اسکا اعتبار نہیں کیا اسکی وجہ نہیں کھلتی اشباہ میں کہا ہے میں نے اسکی جواب دیا کہ وہ اپنے دفتر میں نہیں لکھتا مگر وہ دین جو اسکا ہے اور اس پر ہجرتی حجب نے دائرہ ہمت وسیع کر دیا حالانکہ مسائل کتاب کی اصل وضع ہے



دین میں ہر جو کتاب پر ہر چنانچہ نصوص مستند ایما سے معلوم ہو چکا تو اگر اسے یہ لکھا کہ میرا دین فلاں ہے پر اتنا ہی اس پر ہرگز عمل نہ ہوگا اس واسطے کہ اسکو کسی نے نہیں  
 کہا بلکہ بعضے ناواقفوں نے ابن وہبان کی تعمیم سے اسکو سمجھا اور علامہ حموی نے ابن وہبان کا قول اس طرح رد کیا ہے کہ کمان سے یہ حکم معلوم ہوا کہ سولے مال اور  
 ما علیہ کے وہ کچھ نہیں لکھتا اس واسطے کہ گاہے صرافت وغیرہ اسکے سوا بھی لکھا ہوتا علی الخصوص جبکہ تاجر معتد علیہ سلم نہو چنانچہ اکثر ایسا ہی ہے اس زمانے میں تو  
 کیونکر عمل کیا جائیگا اسکے خط پر اسکے دین کے ثبوت میں اور جو اسکا فتویٰ ہے وہ جاہل ہے اصل تھیں خزانہ اکمل سے اور منشا غلط تعلیل ابن وہبان کی کہ کئی  
 اخطاوی مختصر وجودہ محمدی اور واقف شہدان یقین بہ قیل بہ نعتی اور محمد نے خط پر عمل کرنا جائز رکھا ہے راوی اور قاضی اور شاہد کے واسطے اگر اسکا یقین ہو بعضوں نے  
 کہا اور اسی کا فتویٰ ہم خزانہ اکمل میں ہے کہ ابویوسف اور محمد نے خط پر عمل کرنا شاہد اور قاضی اور راوی میں جائز رکھا ہے جبکہ وہ اپنا لکھا دیکھے اور حادثہ زیادہ ہوا سنتے  
 عیون سے کہا اور فتویٰ صاحبین کے قول پر ہر صورت یقین خط اگرچہ نوشتہ شاہد کے ہاتھ میں نہو اس واسطے کہ غلط نادر ہے اور تعلق اور جعل کے اثر پر اطلاع ممکن ہے  
 اور مکر شائبہ ہوتا ہے خط ہر وجہ سے توجیب یقین ہو جائے تو صاحب اعتماد جائز ہے تا کو کون پر وسعت ہو جائے تنگی میں باقی رہے کذا فی الخطاوی عن الحموی تبصرہ تہذیب  
 میں ہے کہ ایک شخص کے پاس زمین ہے ایک مرد آیا اور اسے دعویٰ کیا کہ وہ زمین فقہ ہے اور اسے صفا ہر کی جسمین خطوط میں حدود اور قضاۃ نامیہ کے اور قاضی سے  
 اسے حکم طلب کیا اس وقت کے حکم نامے کہا ہے کہ قاضی کو یہ جائز نہیں اس واسطے کہ قاضی تو فقط حجت سے حکم کرتا ہے اور حجت شہادت ہے اقرار یا نکل اور صدک یعنی توجیب  
 ہونے کی نیاقت نہیں رکھتا اس واسطے کہ خط شاہد ہوتا ہے دوسرے خط کے اور اسی خانیہ میں ہے کہ ایک مرد یہاں کا دعویٰ کیا سو مدعا علیہ نے انکار کیا تو مدعی نے مدعا علیہ  
 کے خط سے اسکا اقرار ظاہر کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا کہ یہ خط نہیں ہوا اس سے کچھ لکھا گیا اور دونوں کے خط میں مشابہت ظاہر ہو گئی تو اس میں علماء کا اختلاف ہے بعضوں نے  
 کہا کہ اگر حکم ہوگا اور بعضوں نے کہا حکم نہ ہوگا اور یہی قول صحیح ہے انتہی اور یہ جو حاوی زہدی میں ہے کہ گواہ یعنی وثیقہ قدیم ہوا اور کوئی شخص اس وقت کا باقی نہو اور  
 اس میں حکم شہادت یا اقرار سے اور حکم نے آخرت میں لکھا ہو کہ یہ ہے وقت حاجت کے واسطے لکھا تو یہ وثیقہ قائم مقام دو شاہدوں کے ہے تو جائز ہے اس کے موافق  
 حکم دینا بشرطیکہ مدعا علیہ تغیر اور ترمیم کی تمت اس میں نہ کرے اور اگر تمت کرے اور صاحب وثیقہ عدم ترمیم کی قسم کھائے تو بھی اسکا موافق حکم ہوگا کہ وہ شاہدین  
 کے قائم مقام ہے اور اگر قسم نہ کھائے تو اسکا حجت ہونا باطل ہے انتہی سو یہ قول حاوی کا مخالف قاضی خان کے خانیہ ہے جو اصل میں ہے کے موافق ہے کذا فی الخطاوی سے  
 والابین مسافرت ثلثہ ایام میں ما قاضیین کا الشہادۃ علی الشہادۃ علی الظاہر وجوز ہما الثانی بحیث لا یعود فی یومہ علیہ البتہ فی شہادۃ سر جہیہ اور حضور  
 کو اور شہادت علی شہادت کو جائز رکھا ہے انتہی مسافرت میں حسین آدمی عود کر کے اسی دن اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الشریعۃ السراجیہ ومیطل کتاب  
 بیوت الکاتب عن قولہ قبل وصول الکتاب الی الثانی او بعد وصولہ قبل القراءۃ و اجازہ الثانی اور باطل ہو جاتا ہے خط قاضی کاتب کی بیوت اور کسی  
 وصولی سے قبل پہنچنے خط کے دوسرے قاضی کی طرف یا بعد وصول خط قبل اسکے پڑھنے کے اور ابویوسف نے اسکو جائز رکھا ہے واما بعد ہما فلا میطل اور بعد  
 وصول کتاب اور بعد قرات کے اگر کاتب مریگیا یا معزول ہو گیا تو خط باطل نہیں یعنی اس پر عمل ہوگا و میطل مجتہون الکاتب روثہ صدہ بقذف عجاہ و فسخہ  
 علی التہذیب عن الالبیہ و اجازہ الثانی اور باطل ہو جاتا ہے خط کاتب کے مجتہون اور مرتد ہونے سے اور اسکے محمد و فی القذف اور اندھا ہونے اور فاسق ہونے  
 سے بعد اسکے عادل ہونے کے سبب بطلان کتاب کے بحیث اصناف مذکورہ الہیت قضا سے اور ابویوسف نے اسکو جائز رکھا ہے و کذا بیوت المکتوب الیہ و  
 خروج عن الالبیہ اور اسی طرح خط باطل ہو جاتا ہے مکتوب الیہ قاضی کی بیوت سے اور قراج ہو جائے لیاقت قضا سے الا اذا عم بعد تخصیص اسم المکتوب الیہ مگر اس وقت  
 مکتوب الیہ کی بیوت سے خط باطل نہیں ہوتا جبکہ قاضی کاتب بعد تخصیص اسم مکتوب الیہ کے تعمیم کر دے یعنی یون لکھے کہ یہ خط ہے فلاں نے قاضی کی طرف یا جو وہاں  
 کا قاضی ہو تو اب قاضی مکتوب کو عمل کرنا جائز ہے بخلاف ما لو عم ابتدا وجوزہ الثانی و علیہ عمل خلاصہ خلاف اسکے اگر ابتدا سے تعمیم کرے



تو جائز نہیں اور ابو یوسف نے تعیم ابتدائی کو جائز رکھا اور اسی پر عمل ہے کذا فی الخلاصہ لا یطیل بموت الخصم یا کان یتقام وارثا و وصیہ مقارنہ خط باطل نہیں ہوتا  
متخاصم کی موت سے کوئی ہو خواہ مدعی ہو یا مدعی علیہ سبب قائم ہونے کے وارث یا وصی کے اسکے مقام پر قلت و کذا لا یطیل بموت شہد الاصل کہ سیاتی تثنائی یا بقرینا  
لما وقع فی الخانیۃ ہنا فانہ مخالفت لہذا ذکرہ بقسۃ ترقبہ اور اسی طرح خط باطل نہیں ہوتا شہد الاصل کی موت سے چنانچہ شہادت علی الشہادت کے باب میں متن کے  
اندراویکا بخلاف اسکے جو خانیہ میں بیان واقع ہوا ہے کہ وہ مخالفت ہے اس قول کے جو خود صاحب خانیہ نے وہاں یعنی شہادت علی الشہادت کے باب میں ذکر کیا ہے  
سو خیر دار رہنا اس مخالفت سے خانیہ میں اس مقام پر مذکور ہے کہ شہادت فرع اصل کی موت سے باطل ہے کذا فی الجلبی و اعلم ان الکتاتبہ لعلمہ کا القضاء  
بعلمہ فی اللص کفر من جوزہ جوزہ باومن لافلا لان المعتمد عدم حکمہ لعلمہ فی زمانہ اشباہ اور معلوم کر کہ کتابت یعنی قاضی کا خط لکھنا دوسرے قاضی کو پواسطہ اپنی دانست  
کے ماتر حکم کرنے کے اپنے علم و دانست سے ہے قول اصح میں کذا ہے جو جسے قضاء علم قاضی جائز رکھی ہے اسے کتابت بھی اسکی دانست سے جائز رکھی اور جسے قضا علم  
ناجائز رکھی اسے کتابت بھی ناجائز کی مگر یہ حکم کذا قاضی کا اپنے علم سے ہمارے زمانے میں قول معتد نہیں کذا فی الاشباہ ہم یہ کہ جب قضا علم معتد ہو تو کتابت بعلم کو معتد  
ہوگی وہیہ الامام نقضی بعلمہ فی حد قذف و قود و تعزیر اور اشباہ میں ہے کہ سلطان حکم کرتا ہے اپنی دانست سے حد قذف اور قصاص و تعزیر میں قلت قبل الامام قید کا  
قد سنہ فی الحد و دلم ارہ لکن فی شرح الوہبانیۃ للشریحی و الامتار الان عدم حکمہ بعلمہ مطلقا میں کتابت ہون سو کیا سلطان قید ہے قضا باعلم کے سئلے میں چنانچہ ہم  
اسکو پہلے ذکر کر چکے ہیں حد و دین میں ہے اسکو مصرح نہیں دیکھا لیکن شریعی کی شرح وہبانیہ میں ہے اور مختار اب عدم حکم قاضی ہے اپنے علم سے مطلقا شرح نے شرح  
وہبانیہ سے استدراک کا قصد کیا ہے یعنی ذکر امام قید ہے کیونکہ قاضی حکم نہیں کرتا بقول معتد مطلقا خواہ حقوق العباد داخلہ میں حکم ہو خواہ حد قذف و قصاص و تعزیر میں کذا فی  
الخطاوی کا لاقضی بعلمہ فی الحد و الخالصہ مد تعلق کذا و ضم مطلقا جیسے قاضی حکم نہیں کرتا اپنی دانست سے حد و ضالعہ مد تعالیٰ میں چنانچہ زنا و ضرب میں مطلقا  
یعنی خواہ حالت قضا میں اسکو علم حاصل ہوا یا قبل قضا پھر وہ قاضی ہوا ہو خواہ شراب پینے سے مست ہو اہو یا نہ ہو چنانچہ اسے قول آئینہ دلالت کرتا ہے کذا فی الخطاوی  
غیر انہ یجوز من ہذا لکن لہتمہ مگر یہ کہ قاضی تعزیر دیتا ہے اس شخص کو جس میں آہر ہستی کا سبب تہمت کے ہم واسطے کہ تہمت سے تعزیر دینے کی اہل ہے فرعون میں عن الامام  
ان علم القاضی فی طلاق و عتاق و غصب تہیت اعمیو علی وجہ احتیاجہ لا القضاء اور امام سے روایت ہے کہ علم قاضی کا طلاق اور عتاق اور غصب میں حیثیت کو ثابت کرتا  
ہے بطریق احتساب کے بطریق قضا کے م یعنی اگر قاضی طلاق اور عتاق اور غصب سے واقف ہو اور گواہ ہون تو زوج کو امر کرے زوجہ کی عدم مخالفت کا بطریق محاطت  
از ولع اور معنی کو عدم استقامت قری اور عدم وطی کا امر کرے اور غاصب کو امر کرے و غصب کا یا اسکو کسی میں کے پاس رکھو اے لیکن یہ امر بطریق احتساب و لہ  
ثواب کے ہوگا یعنی بطور فتویٰ نہ بطور حکم کذا فی الخطاوی و لا یقیل کتاب القاضی من محکم بل من قاضی مولیٰ من قبل الامام ملک قائمہ اجماعہ و قبل قبل من قاضی  
رستاق الی قاضی مصر اور رستاق و اعتمدہ المصنف و الکمال اور مقبول نہیں کتاب القاضی محکم کی طرف سے بلکہ اس قاضی کی طرف سے جو معین ہے سلطان کی طرف سے جو اوقات  
جمیعہ کا مالک ہے اور بعضوں نے کہا کہ دیہات کے قاضی کا خط شہر کے قاضی یا دیہات کے قاضی کی طرف مقبول ہے اور اس تو اجماعا دیکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں  
اور کمال الدین نے کتب کتابا الی من یصل الیہ من قضاة المسلمین فوصل الی قاضی الی بعد کتابتہ الذکتوب لایقبل لعدم ولایتہ وقت الخطابہ  
الفتاویٰ قاضی نے خط لکھا اس شخص کی طرف جسکو پہنچے اہل اسلام کے قاضیوں میں سے سو خط پہنچا اس قاضی کو جو قاضی مقرر ہوا ہے کتابت اس مکتوب کے  
تو مقبول نہ ہوگا سبب لایت نمونے اس قاضی کے خطاب کے وقت کذا فی جواہر الفتاویٰ یعنی تحریر مکتوب کے وقت وہ قاضی نہ تھا تو اسکا مخاطب ہی نظر نہیں  
اہل کی مذہب ابو یوسف ہے جس پر عمل ہے وہیہا وجعل الخطاب لکتوب الیہ لیس لئلا یتعدا لہ کسی جواہر الفتاویٰ میں ہے کہ اگر خطاب مکتوب الیہ کی طرف  
معین ہو گیا تو اسکے نائب کو اسکا قبول کرنا جائز نہیں ہے اور اسی طرح اگر نائب کی طرف خطاب ہو تو مکتوب کو قبول کرنا جائز نہیں کذا فی المنع و المرأة  
تقتضی غیر حد و قود وان اثم المومن لہما خیر البجاری لم یقل قوم و لو امرہم امرۃ اور عورت قاضی ہو سکتی ہے سوائے حد اور قصاص کے

اگرچہ عورت کا قاضی کرنے والا گنہگار ہو گا بسبب بخاری کی اس حدیث کے بھلا ہوا اس قوم کا جس نے اپنا کار بار عورت کو دیا ہم پر الرقوق میں من نفلح قوم یعنی ہر بھلا ہو گا اس قوم کا جنہوں نے عورت کو حکومت دی وجہ عدم فلاح یہ ہے کہ انہوں نے اپنا رئیس ناقص العقل بنایا تو تدبیر لائق اس سے منو سکے گی و تلمیح ناظرہ وقت و وصیتہ مستقیم و شاہد قریح فصیح تقریر مافی النظر و الشہادۃ فی الاوقاف و بولہ شرط الواقفہ بحر اور عورت لیاقت رکھتی ہے وقت کے ناظر ہونے کی اور تنہی کے وصی ہونے کی اور شاہد ہونے کی کذا فی النسخہ صحیحہ ہر مقرر کرنا اسکا نظارت اور اوقاف کی شہادت میں اگرچہ بلا شرط و اوقت کے ہو کذا فی البحر قال وقد افضت بمن شرط الشہادۃ فی وقفہ لفلان ثم لولدہ فمات وترك بنتا انما استحق وظيفہ الشہادۃ صاحب کچھ نے فتویٰ دیا اس شخص کے بارہ میں جس نے شہادت شرط کی اپنے وقت میں فلا نے شخص کے واسطے پھر اسکے ولد کے واسطے سو وہ شخص مر گیا اور اس نے ایک بڑی چھوٹی کر دہ لڑکی روزیہ شہادت کی مستحق ہو گی ہم یہ فتویٰ فقہ القدیہ کے قول پر مبنی ہے اور صاحب نثر نے اس فتویٰ پر اعتراض کیا ہے کہ عرف و اقفین واجبہ برعاۃ ہے اور تا حال کسی وقت اسکا اتفاق نہیں ہوا کہ عورت وقت کی شاہد ہوئی ہو تو واجب ہوا اسکا الفاظ کا صرف کرنا انکے عورت پر تو وقت کی مراد شاہد کامل ہے تو اسکی غیر مرادگی طرف کیوں اسکی لفظ کا صرف ہوا گا کذا فی الطحاوی محققہ فی الاشباہ من احکام الاشی اختار فی المسائره جواز کو نہما بلیہ لا رسوۃ لبنا و حال من علی السراور اشباہ میں نجد احکام عورت کے مذکور ہے کہ سارا میں عورت کے نبی ہونے کو اختیار کیا ہے نہ اسکے رسول ہونے کو کیونکہ عورتوں کا حال ستر اور قضا پر مبنی ہے ہم اور رسول کو اختلاف رجال کا ضرور ہے تعلیم اور اقامت دلائل کے واسطے اور یہ نہیں ہو سکتا مگر مرد سے اور جواز نبوت مقتضیہ وقوع نہیں بدال الامالی میں لکھا کہ عورت کا ہے نبی نہیں ہوتی مسالہ رسالہ بر علم عقائد کا صاحب فتح القدیہ نے امین عقیدہ امام خالی کی شرح کی ہے کذا فی الطحاوی و لو قضت فی حد و قود فرغ الی قاض آخری جوازہ فاسفہا لیس لقیہ لبطال خلاف شریعی مبنی اور اگر عورت نے حکم کیا حد اور قصاص میں پھر اسکا مرفوع ہو اور دوسرے قاضی کی طرف جسکے مذہب میں عورت کا حکم کرنا حد اور قصاص میں جائز ہے اس قاضی نے عورت کا حکم جاری اور نافذ کر دیا تو اسکے غیر کو اسکا ابطال جائز نہیں بسبب خلاف شریح کے کذا فی امینی ہم نے ذکر کیا کہ شریح کے نزدیک عورتوں کی شہادت مرد کے ساتھ حدود اور قصاص میں جائز ہے اتنی پھر جب تک شہادت جائز ہوئی تو انہیں قضا بھی عورت کی جائز ہوگی تو مسئلہ مجتہدینہ ہوا تو قاضی ثانی کے نفاذ سے رفع اختلاف ہو گا مگر و اختی کا لاشی بحر و قضی عورت کے ہند ہے کذا فی البحر یعنی تو اسکا حکم غیر حد اور قصاص میں صحیح ہو گا و اعلم انہ اذا وقع للقاضی حادثہ اولولہ فاناب غیرہ فقضی ناسب القاضی لاولولہ ہذا قضاءہ کما لو قضی للامام الذی قلہ القضا اور رد الامام سراجیہ اور دیانت کر کے بسبب قاضی یا اسکے ولد کا کوئی واقعہ حادث ہو پھر وہ غیر شخص کو اپنا ناسب کرے سو قاضی کا ناسب اسکے یا اسکے ولد کیواسطے حکم کرے تو اسکی قضا جائز ہے چنانچہ اگر قاضی اس سلطان کے واسطے حکم کرے جسکا کو عمدہ قضا سپرد کیا ہو یا امام کے ولد کے واسطے حکم کرے تو جائز ہے ہم اور ہی طرح سلطان کے والد اور زوجہ کے واسطے حکم قاضی ہوا کہ کذا فی العالمگیری و فی البرازیل کل من قبل شہادۃ و علیہ صیح قضاءہ و علیہ اتی خلاف الجوابہ و الملتقط فلیحفظ اور بزیر میں ہے کہ جس شخص کے نفع و نقصان میں قاضی کی گواہی مقبول ہو تو اسکے نفع و نقصان میں اسکی قضا بھی صحیح ہے اتنی برخلاف جو ہر اور ملقط کے سو اسکو یاد رکھنا چاہیے خلاف جو ہر اور ملقط سلطان اور اسکے ولد کی قضا کی طرف راجع ہے چنانچہ شرح الفقار کی عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کذا فی الطحاوی و قضی الناسب بما شہد و ابہ عند الال و حکمہ بقضاء الال و شہادہ عند الناسب فیجوز للقاضی ان یقضی بتک الشہادۃ باجبا الناسب حکمہ خلاصہ اور حکم کرے ناسب اسکا جسکی گواہی گواہوں نے اس کے پاس اور بالعکس اسکے یعنی اصل کا حکم کرنا اس گواہی سے جو ناسب کے سامنے ہوئی تو قاضی کو جائز ہے کہ حکم سے اس گواہی سے ناسب کے خبر دینے سے اور بالعکس اسکے یعنی ناسب حکم کرے قاضی کے خبر دینے سے کذا فی الخلاصہ فروع مسائل ملحقہ شرح کے لایقنی القاضی لمن لا قبل شہادۃ لہ الا اذا اور علیہ کتاب قاض لمن لا قبل شہادۃ لہ فیجوز قضاءہ بہ شہادہ حکم کرے قاضی اس شخص کے واسطے جسکے واسطے قاضی کی گواہی مقبول نہیں چنانچہ اصول اور فروع مگر جب کہ قاضی کے پاس دوسرے قاضی کا خطا ہے اس شخص کے واسطے جسکے واسطے اسکی گواہی مقبول نہیں تو اب قاضی کا حکم کرنا بواسطہ مکتوب جائز ہے کذا فی الاشباہ ہم میں احکام میں ہے کہ قضا کے



مانند افتا ہو تو مفتی کو مناسب ہو کہ اس سے کنارہ کرے جبکہ قادر ہوتا ہے یعنی جس صورت میں کہ دوسرا مفتی ہو جو خود فتویٰ نہ دے کذا فی مجموعہ فیما لا یقتضی نفسه  
 اولاً لولدہ الالی بالوصیہ اور شاہد میں ہر کہ حکم کرے اپنی ذات کے واسطے اور نہ اپنے ولد کے واسطے مگر وصیت میں مہم یوں مناسب تھا کہ اگر ایسا میں صورت اسکی  
 یہ ہو کہ ایک مرد کا قاضی پر دین ہی یا قاضی کے بعض اقارب پر جسکے حق میں قاضی کی گواہی قبول نہیں ہو صاحب دین مگر یا پھر دوسرے مرد نے دعویٰ کیا کہ میں بیت  
 کا وصی ہوں اور اس پر گواہی قائم کی قاضی مدیون کے سامنے سو قاضی نے ثبوت وصایت کا حکم کیا تو بطریق استحسان کے جائز ہو کہ اس حالت میں قاضی  
 شاہد ہو سکتا ہو تو قاضی بھی ہو سیکے گا سو اگر وصی کو دین قاضی دیکے حکم وصایت کے بعد تو دنیا صحیح ہوگا اور قاضی بری الذمہ ہو جائے گا اور اگر قاضی دین دے گا  
 اس مرد کو جو آپ کو وصی بیت گمان کرتا ہو پھر دینے کے بعد اسکی وصایت کی گواہی قائم ہوئی سو قاضی نے اسکی وصایت کا حکم کیا اس گواہی سے تو  
 قضا اسکی ناقذ نہ ہوگی اور قاضی دین سے بری الذمہ نہ ہوگا سو واسطے کہ بعد ادا سے دین قاضی اس مرد کا شاہد نہیں ہو سکتا کیونکہ اس گواہی میں قاضی کی کفایت  
 ہی یعنی برات ذمہ اور گواہی انسان کی اپنی منفعت کے واسطے صحیح نہیں اسی طرح قضا بھی صحیح نہیں تو اگر قاضی مذکور مر جائے یا معزول ہو جائے تو قاضی ثانی کے حکم کو  
 باطل کرے گا اور مدفع الیہ کو وصی قرار نہ دے گا اور نہ قاضی اور اسکے قرابت اگر بری الذمہ ٹھہرے اور کذا فی الطحاوی و حرر الشریعہ فی شرح لؤلؤہا فیہ صرح قضا بالقاضی للم امراتہ و  
 لامرأۃ امیرہ لوفی حیوۃ امراتہ و امیرہ اور شریعہ لالی نے وہاں اسکی شرح میں صحت قضاے قاضی اپنی خواہش من اور اپنی سوتیلی ماں کے واسطے تحریر کی ہے اگرچہ حکم تہی وہ جریہ اپنے  
 باپ کی زندگی میں دیا ہو وہ ناقض فیما ہو تحت نظر من ہاذا قات وزاد بینین فقال ادیرہ کہ قاضی حکم کرتا ہے ان اوقات میں جو اسکے تحت نظر ہیں اور شریعہ لالی نے  
 بمضمون مذکور وہ بینین زیادہ کہیں سولوں کہ اسے و یقینی لام العرس حال حیو تہا و عرس امیرہ و ہوجی محررہ اور حکم کرتا ہے قاضی اپنی زوجہ کی ماں کو واسطے زوجہ  
 کی حالت حیات میں اور حکم کرتا ہے اپنے باپ کی زوجہ کے واسطے اور حالانکہ باپ زندہ ہو یہ حکم محررہ ہے۔ و بعد وفا کان خلاص نصیبہ بمیراث مقضی بہ لتبصر و ادا و بعد  
 وفات باپ و زوجہ کے حکم کرتا ہے بشرطیکہ جسکا اسے حکم دیا وہ خالی ہو نصیبہ میراث سے یعنی اس میں حکم کرے جس میں قاضی کے واسطے میراث نہ ہو چنانچہ اس وقت میں  
 دعویٰ ہو جو خواہش من اور سوتیلی ماں کے واسطے مخصوص ہو تو وہ مقضی بہ فاعل ہو خلا کذا فی الطحاوی تو تبصرہ و اب اسے یہ یعنی بصارت حاصل کر دے حکم کو دینا  
 کر کے۔ و یقینی بوقت مستحق لریہ بوصف القضا و العلم او کان نیزہ اور حکم کرتا ہے قاضی اس وقت میں جسکی آمدنی کا وصف قضا و علم مستحق ہو یا وقت قاضی کے  
 تحت نظر ہو م یعنی اگر وقت نے وقت کیا فلا نے شہر کے قاضی پر یا علم پر اور قاضی اسکو جانتا ہے تو اس میں قاضی کا حکم کرنا جائز ہے اگرچہ قاضی مستحق وقت ہو قضا یا علم  
 کے وصف سے کذا فی الطحاوی تہہ مسائل فقہی ای متفرقہ یہ کتاب بقضا کے چند مسائل متفرقہ میں مشتمل ہے جمع نسبت کی ہے یعنی متفرق و مختلف قال تعالیٰ وان یمکن  
 یعنی مختلف الجہ و جاؤ اشے ای متفرقین عرب بولتے ہیں وہ لوگ ضعیفی یعنی متفرق آئے ممنوع صاحب کسفل علیہ علوای طبقہ سلاختر من ان تیدی ای یدق بولتے سفلی  
 ہو ابیت التختانی منع کیا جاوے نیچے مکان والا چہرہ دوسرے شخص کا بالا خانہ ہے اس سے کہ بیچ ٹھونکے بیت تختانی میں مایک مکان و منزلہ ہے نیچے کے مکان کا ایک شخص مالک ہے  
 اور اوپر کے مکان کا دوسرا شخص مالک ہے تو نیچے کے مکان والا اگر بیچ یا کھوٹی دیو اور میں گاڑے تو عالم منع کرے گا طحاوی نے کہا صرف دیوار کی قید سے معلوم ہوا  
 کہ زمین میں تصرف جائز ہے خانیہ میں ہو گا اگر صاحب تختانی زمین میں کنواں وغیرہ کھودے تو امام کے نزدیک جائز ہے اگرچہ بالا خانے والے کا ضرر ہو اور صاحبین  
 کے نزدیک بعلت ضرر جائز نہیں اور یہی قوت نفع و ضم الطاقہ و کند ابالعکس دعویٰ الجمع یا صاحب تختانی زمین کھودے تو منع کیا جائے اور اسی طرح  
 بالعکس کذا فی دعویٰ الجمع یعنی اگر صاحب بالا خانہ چاہے کہ اوپر کچھ بناوے یا گڑیاں رکھے یا پانخانہ بناوے تو منع کیا جاوے کذا فی العینی کوہ نفع و  
 ضم کات و تشدید و عبارات ہر طاق سے بلا رضی الاخر و ہر عندہ و ہوا القیاس بحر یعنی صاحب تختانی بیچ گاڑے اور روزن کھودنے سے بدون ضماندی  
 دوسرے کے سکا جائیگا اور یہ حکم امام کے نزدیک ہے اور یہی قیاس ہے کذا فی الجہ و قال لکل فعل بالایض اور صاحبین نے کہا دونوں میں سے ہر ایک کو دفع ضرر  
 ہے جو دوسرے کو ضرر کرے مگر ظاہر قول شایع اس پر دلالت کرتا ہے کہ صاحبین کا قول معتد ہے کیونکہ وہ استحسان ہے اور استحسان مقدم ہوتا ہے قیاس پر چوٹی میں صحیح سے

۶

۳





کیا تو اگر ارادہ بقدر مرور لوگوں کے چھوڑی اور مٹی جلد اٹھائی اور یہ فعل کبھی کبھی کرتا ہو تو منع نہ کیا جائیگا اور اگر ایک شخص کی دیوار دوسرے شخص کے گھر میں ہے سو اسے اپنی دیوار میں مٹی لینے کا ارادہ کیا اور کوئی راہ نہیں وہاں جانے کی بدو نہ داخل ہونے پر وہی کے گھر کے یاد دہانہ ہونگی اور اینٹ اور مٹی ہمسایہ کے گھر میں پڑی ہو سو اسے اینٹ اور مٹی نکالنے کا ارادہ کیا تو صاحب مکان مانع ہوتا ہے یا اسکا نائبان خود دوسرے کے گھر میں سو اسے اسکے صاف کرنے کا ارادہ کیا اور ممکن نہیں بدو نہ اس کے گھر کے داخل ہونے اور وہ منع کرتا ہو تو اس کے ہمسایہ سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکو داخل ہونے سے منع کر تا وہ درست کرے یا تو اپنا مال خرچ کر کے اسکا مطلب پورا کرے یہی مروی ہے محمد بن حسن سے اور اسی قول کو فقہ ابو الیسث نے لیا ہے اگر ایک شخص نے اپنی ملک میں کنواں یا نجاست ڈالنے کا ارادہ کیا تو اسو اس کے ہمسایہ کی دیوار ضعیف اور کمزور ہوگی تو اس پر زبردستی نہیں بھرا کر دیوار مندم ہوگی تو اس پر تاوان نہیں ہی قول اعلیٰ ہر ذنب ہر حکایت ہے کہ ایک شخص نے امام اعظم سے شکایت کی کہ میرے پڑوسی نے اپنے گھر میں کنواں کھودا یعنی میری دیوار کو اس سے ضرر پہنچا تو اس نے کہا تو اپنے گھر میں اس کے قریب میرا بوعہ یعنی نجاست ڈالنے کا کنواں کھودو سو اسے ایسا ہی کیا تو اس کے پڑوسی کا کنواں نجس ہو گیا اسنے ناچار ہو کر کنواں بند کر ڈالا امام نے منع جاور کا فتویٰ نہ دیا بلکہ اسکو وہ تدبیر بتائی جس سے مطلب حاصل ہو گیا کذا فی الفتح والامتیح الشخص من تصرف فی ملک الا اذا کان الضرر یجری فیہ یعنی منع جاور کا فتویٰ نہ دیا بلکہ اسکو وہ تدبیر بتائی جس سے مطلب حاصل ہو گیا کذا فی الفتح والامتیح الشخص من تصرف فی ملک الا اذا کان الضرر یجری فیہ

من ذلک علیہ الفتویٰ برزانیہ واحتارہ فی العبادۃ و فاتی بہ قاری السدائہ حتی تمنع الجار من فتح الطاق و ہذا جواب المشائخ استخارنا اور منع نہ کیا جائے شخص اپنی ملک میں تصرف کرنے سے مگر جب اس کے پڑوسی کو ضرر ہو ضرر صریح تو اب اس تصرف سے روکا جائیگا اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی البرزانیہ اور اسی کو پسند کیا ہے عمادیہ میں اور اسی کا فتویٰ دیا ہے قاری ہدایہ نے تو منع کیا جائیگا پڑوسی طاق یعنی گھر کی اور وزن کھونٹے سے اور یہ جواب ہر شایع کا بطریق استحسان کے ہم ضرر میں یعنی ضرر صریح و ہر جو سبب ہدم ہے اور جو عمارت کو کمزور اور مستحکم کرے یا منفعت سے بالکل خارج کرے اور جو حاجات صلیہ کا مانع ہو چنانچہ روشنی کا بالکل بند کرنا اور اسی کو علمائے فتویٰ کے واسطے پسند کیا ہے اور اگر اندک حضرت بھی مانع ہو تو اپنی ملک سے فائدہ لینے کا باب بالکل سدود ہو جائے رازی نے کتاب الاستحسان میں ذکر کیا کہ ایک گھر اگر متصل چند گھروں کے ہے اور اس گھر کا مالک یہ ارادہ کرے کہ اس میں تنور بنائے حسین ہمدانی روٹھان پکار کرین دوکان کے مانند یا پینے کی چکی یا دھو بیون کی کندی کرنے کی پٹری بناوے تو جائز نہیں کیونکہ اس میں پڑوسیوں کا ضرر فاحش ہے جس سے بچاؤ نہیں ہو سکتا سو اس کے واسطے کہ تنور یا کوری سے بکثرت و شدت حصوان بھیلے گا اور چکی در کندی کی پٹری سے دیواریں بوی ہو جائیں گی بخلاف حمام کہ وہ ضرر نہیں مگر سبب طراوت کے اور اس سے بچاؤ ممکن ہے درمیان میں دیوار گھٹا کر اور بخلاف تنور صغیر کے جو گھر و زمین ہوتا ہے جموی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ میں نے تہذیب قلاسی میں وہ قول پایا جو وزن بنانے کے واسطے اس عمارت میں جو مشرف ہے کسی کی زمین یا گھر پر لائق احتیاب ہے وہ یہ کہ اگر روزن دھوپ یا شبنم کے واسطے ہو تو منع کیا جائیگا اور اگر روشنی کے واسطے ہو تو روکا نہ جائیگا یعنی اگر اسفل عمارت میں روزن ہے تو پہلی صورت ہے اور اگر اعلیٰ عمارت میں ہے یا اسپر شاک یعنی جالی ہے تو وہ دوسری صورت ہے کہ ظاہر روشنی کے واسطے کذا فی الخطاوی و جواب ظاہر الروایۃ عدم منع

مطلقا و براتی طاہرہ الامام ظہیر الدین وابن اشعہ و والدہ و رجح فی الفتح فی قسمۃ المبتدی و بہ فتی و عمدہ المصنف ثم فقال وقد اختلف الافکار و ینبغی ان یقول علی ظاہر الروایۃ اتنی قلت و حیثہ تعارض متنبہ و شر صرف العمل علی المتون کما تقرر مراراً و قد براد جواب ظاہر الروایۃ کا عدم منع ہر طرح سے خواہ پڑوسی کا ضرر صریح ہو یا نہ ہو اور اسی کا فتویٰ دیا ہے حیدر علمائے چنانچہ امام ظہیر الدین اور ابن شبنم اور اسکے والد نے اور فتح القدر میں اسکو ترجیح دی ہے اور مجتبیٰ کی کتاب القسمۃ میں ہے کہ اسی کا فتویٰ ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں وہاں یعنی کتاب القسمۃ میں اسی پر اعتماد کیا ہے سویون کما اور العبدہ فتویٰ دینے میں بیان اختلاف واقع ہو کر اور لائق یہ ہے کہ در صورت اختلاف فتویٰ ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا جائے اتنی میں کہتا ہوں اور جبکہ مصنف کے متن اور شرح میں تعارض ہو تو عمل متون پر لازم ہے چنانچہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہے بارہا سو تمام کرم جواب ظاہر الروایۃ ہی قیاس ہے کہ انسان اپنی ملک کے تصرف میں محتاط ہو کسی کا ضرر ہو یا نہ ہو اور نہ معلوم ہو چکا کہ اکثر متاخرین جواب استحسان پر ہیں یعنی در صورت ضرر صریح ہمسایہ منع تصرف ہے نہ ہر ضرر میں واللہ اعلم کذا فی الخطاوی قلت و بقی الاوائل بل یضام لا



مقدّمی اشباہ التعلیقات علی مسئلہ اسفل ما علوانہ لایبدا الا بالاضر و کذا اذا اشکل علی المختار للفتویٰ کافی الخایجہ قال لمحتی فلکذا تصرف فی ملک ان الصراہ شکل منع وان  
لم یضرم منع قال ولم ینبذ علیہ فلیتقم فان من خواص کتابی اتقی من کتابوں اور باقی رہی یہ بات کہ اگر اشکال اور تردد واقع ہو کہ تصرف بالکلیت وہی  
کو مضرب یا نہیں اور البتہ اسکے جواب میں محشی اشباہ نے منع تصرف کی تحریر کی ہے مسئلہ اسفل اور علو پر قیاس کر کے کہ صاحب سفل یا صاحب علو منع دیوا  
میں نہ ٹھوکتے جب کہ دوسرے کو ضرر کرے اور اسی طرح حکم ہے کہ جب تردد واقع ہو ضرر اور عدم ضرر میں بنا براس قول کے جو فتویٰ کو واسطے مختار ہے چنانچہ خانہ  
میں ہر محشی نے کہا تو اسی طرح انسان کا تصرف اپنے ملک میں اگر دوسرے کو مضرب یا ضرر اور عدم ضرر میں تردد واقع ہو تو منع کیا جائیگا اور اگر مضرب نہیں تو منع  
نہ کیا جائیگا محشی نے کہا میں نے نہیں دیکھا اس شخص کو جس نے اس تفصیل پر آگاہ کر دیا ہو تو اسکو غنیمت جانا چاہیے کہ یہ تحقیق میری کتاب کے خواص سے ہے  
انتی کلام محشی ہم مطاوی نے کہا کہ محشی اشباہ سے شیخ صالح مراد ہے اور محشی کے قول ثانی کی حاجت نہ تھی اس واسطے کہ پہلا قول محشی کا ادا سے مطلب میں کافی  
تھا ادعی علی تحریر سے قبض فی وقت فسل المدعی بینه فقال قد جحدتہما ای البتہ فاشترتہما منہ اولم یقل ذلک ای جحدتہما ایک شخص نے  
دوسرے پر دعویٰ کیا ہے مع القبض کا ایک وقت میں مثلاً یہ دعویٰ کیا کہ اُس نے فلائی چیز جھکوی رمضان میں دی سو مدعی سے گواہی طلب ہوئی اثبات ہے پر سو  
اُس نے کہا کہ مدعا علیہ ہے کہ خرید کر لی یا مدعی نے یہ نہ کہا یعنی انکار ہے مدعا علیہ کا ذکر نہ کیا بلکہ اول ہے کہ دعویٰ  
کیا ہے اس کے بعد خرید کا و مفادہ الاعتقاد ہا مکان التوفیق و ہو مختار شیخ الاسلام من اقوال الاربعہ اور مفادہ عدم قول بانکار ہے کتنا ہی یا مکان التوفیق اور یہ  
قول شیخ الاسلام کا مختار ہے منجملہ چار قولوں کے ہم جس موضع میں تناقض واقع ہو مدعی سے یا شہود سے یا مدعا علیہ سے تو اسکی توفیق یعنی رفع تناقض میں فقہاء  
کے چار قول ہیں پہلا قول یہ ہے کہ دونوں کلاموں میں بالفعل توفیق ضروری ہے اور امکان توفیق کافی نہیں دوسرا قول یہ ہے کہ امکان توفیق کافی ہے مطلقاً خواہ  
مدعی کی جانب سے یا مدعا علیہ کی طرف سے و ہر توفیق مستعد ہو یا مستعد تیسرا قول ہے جو مجتہدی کا مختار ہے جسکو شارح ذکر کیا ہے چوتھا قول یہ ہے کہ امکان توفیق  
کافی ہے بشرطیکہ وہ توفیق مستعد نہ مستعدہ کذا فی المطاوی عن اہرجب یہ معلوم ہو تو دریافت کرنا چاہیے کہ مدعی نے ہے کہ مدعی نے مدعا علیہ کا انکار ہے بیان  
کر کے خرید کا دعویٰ کیا تو مدعی کے کلام سے قول اول کے مطابق بالفعل توفیق حاصل ہوگی اب تناقض ہاتی زیادہ اور اگر ہے کہ دعویٰ کیا ہے بلا ذکر انکار پر خرید کا دعویٰ  
کیا تو بیان توفیق بالفعل مدعی کے کلام سے نہیں بلکہ قول ثانی کے موافق جو شیخ الاسلام کا مختار ہے امکان توفیق ہے و اختارہ المجتہدی انہ یکنی من المدعی علیہ لمن  
المدعی لہ مستحق و ذلک نفع و الظاہر کفی للذوق لالاستحقاق بزاتیہ اور مجتہدی نے یہ قول پسند کیا ہے کہ امکان توفیق مدعا علیہ کی طرف سے کافی ہے مدعی کی جانب سے مستعد  
مدعی طالب حق ہے اور وہ یعنی مدعا علیہ دفع استحقاق ہے اور ظاہر واقع کے واسطے کفایت کرتا ہے استحقاق کے واسطے کذا فی ابزاز یہ یعنی امکان توفیق کے نزدیک جو ہر  
واقعہ اسکا ظاہر ہے اور ظاہر دفع میں حجت ہے نہ استحقاق میں کذا فی ابجاز فاقام بینه علی الشرا بعد وقتہما ای وقت البتہ قبل فی صورتیں ہم مدعی مدکور نے بعد وقت ہے کہ  
خرید پر گواہ قائم کیے یعنی مثلاً شوال کی خرید پر گواہی قبول ہوگی دونوں صورتوں میں یعنی ایک صورت یہ کہ مدعی نے کہا کہ مدعا علیہ ہے کہ مجھے انکار کیا دوسری  
صورت یہ کہ نہ کہا بعد وقتہما طرف ہر شرا کا نہ اقام کا کذا فی اعلیٰ و قبلہ لا و ہو مع التوفیق فی الوجہ الاول و ظہور التناقض فی الثانی بلکہ قبل وقت ہے کہ خرید پر  
مثلاً شبان کی خرید پر گواہ قائم کیے تو گواہی قبول ہوگی سبب دفع ہونے توفیق کے وجہ اول میں اور ظاہر ہونے تناقض کے وجہ ثانی میں ہم حال مسئلہ ہے کہ  
مدعی نے یہ رمضان کا مثلاً دعویٰ کیا جب گواہ طلب ہوئے تو اسے خرید کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے گواہی کی مدعی نے وہ چیز مثلاً شوال میں خرید کی تو گواہی قبول  
ہوگی کہ توفیق میں القولین واقع ہو اس واسطے کہ بعد وقت ہے کہ خرید میں تناقض نہیں کہ اسکی ملک بعد یہ ثابت ہوئی اور اگر گواہوں نے کہا کہ مدعی نے اسکو شبان  
میں خرید کیا تو اس میں قول مدعی و ضمانت شہود میں تناقض ہو اس واسطے کہ دوسرے ہے میں انکار ہے کہ وہ بوجہ اب کا مملو کہ ہے قبل وقت ہے کہ اور گواہی اس اثر کی  
تناقض نہ تہا قبول نہیں ہوں خرید کر لیا تاہم او ذکر لہ ہا قبل لامکان التوفیق بتاخر الشرا اور اگر مدعی نے ہے اور خریداری کی تاریخ مذکور نہ کی یا فقط ہے یا فقط خرید کی



تاریخ مذکور کی تو دعویٰ مقبول ہو بواسطہ امکان توفیق کے بسبب تاخیر خریداری یعنی جب پہلے در خرید کی تاریخ مذکور نہ ہوئی تو احتمال ہے کہ خریداری بعد سے واقع ہوئی ہو  
 واصل بشرط کون الکلامین عند القاضی والثانی فقط خلاف وینبغی ترجیح الثانی بحران بہ التناقض اور کیا شرط ہے کہ دونوں کلام متناقض قاضی کے سامنے صادر ہوں یا  
 فقط کلام ثانی کا صادر ہونا قاضی کے پاس شرط ہے اس میں خلاف ہے اور قول ثانی کی ترجیح سزاوار ہے کہ ثانی لفظ اس واسطے کہ کلام ثانی ہی کے سبب سے متناقض ثابت ہوتا ہے کلام  
 مقدسی نے کہا کہ یہ خلاف لفظی ہے اس واسطے کہ جو کلام مجلس قاضی سے پیشتر ہوا ایک کہ وہ قاضی کے نزدیک ثابت نہ کیا جائے گا تب تک قاضی مستحق نہ ہوگا کہ وہ یادوں میں  
 قاضی میں صادر ہوئے کہ ذانی الطحاوی التناقض یرفع تصدیق الخصم و بقول المتناقض ترک الاول اذ علی بکذا و تکذیباً حکم قلمی ما جبر واقر المصنف رد اور تناقض  
 وقع ہو جاتا ہے خصم کی تصدیق سے اور تناقض کے یوں کہنے سے کہ میں نے کلام اول کو چھوڑا اور اب میں یہ دعویٰ کرتا ہوں اور حاکم کی تکذیب سے اور پورا بیان اسکا  
 بحر الرائق میں ہے اور مصنف نے اسکو اپنی شرح میں مسلم لکھا ہے کہ تکذیب حاکم کی یہ صورت ہے کہ زید نے دعویٰ کیا کہ محمود اسکے دیون کا ضامن ہے سو محمود نے  
 ضمانت کا انکار کیا اور زید گواہ لایا اسکے ضامن ہونے پر اور حاکم نے ثبوت ضمانت کا اور کفول نہ کو ضامن سے مال لینے کا حکم کیا پھر ضامن نے دیون مذکور پر دعویٰ  
 کیا کہ میں اسکا ضامن ہوا تھا اسکی اجازت سے اور اسپر گواہ لایا تو ہمارے نزدیک مقبول ہے اور دیون سے مال ضمانت بعد لینا جائز ہے یعنی دیون یہ نہیں کہہ سکتا کہ کفیل  
 ضمانت کا اول منکر تھا اور اب مدعی ضمانت ہے یہ صریح تناقض ہے اس واسطے کہ کفیل کے انکار کی شرطاً تکذیب ہوگی بسبب قضا کے کہ ذانی ابو بصیرت کہا لو ادعی ولا یثب  
 ای بالدر شلاً وقت علیہ ثم ادعایا بالنفسہ و ادعایا بالغیرہ ثم ادعایا بالنفسہ تم قبل للتناقض چنانچہ اگر دعویٰ کیا اول کہ وہ یعنی مثلاً وقت ہے مجھ پر پھر اس کی  
 ملکیت کا دعویٰ کیا اپنی ذات کے واسطے یا دعویٰ کیا کہ وہ غیر شخص کا ہے پھر کسی ملکیت کا اپنے واسطے دعویٰ کیا تو مقبول نہیں بسبب تناقض کے ہم تشبیہ  
 ہر دفعی قبول میں جب وقت کا پھر ملکیت کا دعویٰ کیا تو اب توفیق میں انکلا میں ممکن نہیں اس واسطے کہ وقت ملوک نہیں ہوتا و قیل قبل ان وفق بان قال کان  
 سلطان ثم اشتریہ و مررتی او اخر الدعوی اور بعضوں نے کہا کہ اگر مسئلہ ثانی میں توفیق سے مدعی اس طرح پر کہ کہے گھر اول فلا نے شخص کا تھا پھر میں نے اسکو خرید  
 کیا تو مقبول ہے چنانچہ ورد کی کتاب الدعوی کے اوخر میں ہے قال ولو ادعی الملک نسہ او لا ثم ادعی الوقت علیہ قبل ما سبے ررنے کہا اور اگر اول دعویٰ  
 ملکیت کا اپنی ذات کے واسطے کیا پھر دعویٰ کیا کہ وہ مجھ پر وقت ہے تو مقبول ہے ہم منہ الفقار میں اسی طرح ہے اور بحر الرائق اور دعویٰ میں تصدیق بلفظ علیہ نہیں تو پھر جب  
 عدم تصدیق مذکور کے توفیق ممکن ہے اس طرح پر کہ اول مدعی کا وہ ملوک ہو پھر مدعی اسکو وقت کرے اور در صورت تصدیق مذکور توفیق ظاہر نہیں کیونکہ تناقض ظاہر ہے  
 جس میں توفیق نہیں مگر بقول ابو یوسف توفیق ہو سکتی ہے کہ اگر کے نزدیک اپنی ذات پر وقت کرنا صحیح ہے کہ ذانی الطحاوی کہا لو ادعایا بالنفسہ ثم لغیرہ فاذ قیل چنانچہ اگر ملک  
 دعویٰ کیا اپنی ذات کے واسطے پھر لینے غیر کے واسطے تو وہ مقبول ہے اس احتمال سے کہ غیر نے مدعی سے خرید لیا ہو میں قال لاخر اشتریت منی ہذا بجا رہے وانکر الاخر  
 اشترا جاز للبايع ان يطاها ان ترك البائع الخصومة واقترن ترك الباعل يدل على الرضى بالفسخ كما ساءما وعلما المنزلة لما تقر ان تجوز جميع العقود ما عدا  
 النكاح فسخ او حبس شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو نے مجھے یہ نوڈی خرید کی اور دوسرے شخص نے خرید کا انکار کیا تو بائع کو اس نوڈی سے جماع کرنا جائز ہے  
 اگر بائع نے جھگڑا کرنا چھوڑ دیا ہو اور ترک خصومت اس فعل سے تقارن ہو جو فسخ بیع کی رضامندی پر دلالت کرے چنانچہ نوڈی کو رکھ لینا اور اسکو اپنے مکان  
 میں لے جانا جماع اس واسطے جائز ہے کہ ثابت ہو چکا ہو کہ جمیع عقود کا انکار سوائے نکاح کے فسخ ہے یعنی جب بیع ہوگی مشتری کے انکار سے تو نوڈی بائع  
 کی ملک میں داخل ہوگی تو وہی حلال ہونی فللبائع رد بالعيب قدیم تمام فسخ بالرضی علیتی تو بائع کو نوڈی کا پھر دینا بسبب عیب قدیم کے جائز ہے پھر  
 تمام ہو جانے فسخ بیع کے تراخی سے کہ ذانی یعنی ہم اس عیب قدیمی سے رد جائز ہے پھر اسکو اطلاع نہ ہوئی تھی قبل بیع کے والا رد جائز نہیں کیونکہ بیع  
 پر اقدام کرنا بعد اطلاع عیب رضا بالعيب کی علامت ہے یعنی نے شرح کنز میں ذکر کیا کہ جب مشتری نے خریداری کا انکار کیا تو بیع فسخ ہوئی مشتری  
 کی جانب سے پھر جب کہ بائع نے اسکی مساعدت کی ترک خصومت سے تو فسخ بیع پورا ہو گیا کہ ذانی الطحاوی اما النكاح فلا يقبل الفسخ اهلا فلذا

تو چنانچه تزوج و جاکم ادعا و برین علی النکاح قبل برادر اور بھی تو اصلاح قبول نہیں کرتا تو اسی واسطے اگر زوج زوجہ کے نکاح کرنے سے منکر ہو پھر بعد  
 اس کے نکاح کا دعوی کرے اور نکاح پر گواہ لادے تو دلیل اسکی بقول ہے ہم نکلن متعلیٰ فریح نہیں کسی سبب سے تو اگر عورت دعوی کرے ایک مرد پر نکاح کا  
 اور مرد منکر ہو تو عورت کو دو مرد سے نکاح جائز نہیں کیونکہ انکار زوج فریح نکاح ہمیں تو قاضی کو حاجت ہے کہ اسکے بعد یوں کہے کہ میں نے تم دو نونین  
 تفریق کردی یا مرد یوں کہے کہ میری زوجہ تھی سو میں نے اسکو طلاق بائن دی اور اگر مرد نے عورت کے نکاح کا دعوی کیا اور عورت نکاح کی منکر ہے پھر مرد  
 مر گیا اور عورت انکی میراث کا دعوی کرتی تو اسکو میراث لیکگی کذا فی الطحاوی بخلاف البیخ خانہ ۱۱ انکرہ ثم ادعاہ لا یقبل لا نفسا بل بالانکار بخلاف النکاح بخلاف بیخ  
 کے اسواسطے کہ جب بیخ کا منکر ہوگا اور پھر بیخ کا دعوی کرے گا تو مقبول نہیں سبب فریح ہو جانے سے بیخ کے انکار سے بخلاف نکاح کے ہم سبب یہ تھا کہ شارح لفظ  
 بخلاف النکاح کو حذف کرتا کہ اسکی کچھ حاجت نہیں اور ان مسائل کا ذکر کتاب الدعوی میں مناسب تھا اگر بیان انکا ذکر اسواسطے ہوتا حکم قضا ان میں مذکور ہو  
 اور قبض عظمیٰ در اہم ثم ادعے انہما زیوف اور نہرجہ صدقہ بیمنیہ لان اہم الدر اہم تمیما بخلاف استوۃ بجاہ منشا اقرار کیا دینش ام کے قبضہ کر سکا  
 پھر مرد نے دعوی کیا کہ در اہم مذکورہ زیوف میں یا نہرجہ تو اسکی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ در اہم کا نام زیوف اور نہرجہ کو شامل ہے بخلاف استوۃ کے  
 کہ انکو اہم در اہم شامل نہیں سبب غائب ہونے انکے غش کے ہم زیوف جمع ہے زینت کی زینت و در اہم ہے جو خزانہ سلطانی میں لیا جاسے اور سوہ گردن میں لیا سکا لینا  
 دنیا لای ہو اسواسطے کہ خزانہ سلطانی میں کھرا مال لیا جاتا ہے اور استوۃ وہ درم ہے جسکے اندر تانبہ یا سیسہ ہو اور دونوں طرف چاندی جمویٰ نچ ابو سعود سے نقل کیا کہ  
 حق یہ ہے کہ نہرجہ کے لفظ میں ب مقدم ہر نون پر چنانچہ مغرب سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحاوی ولذا الواضح انہما استوۃ لا یصدق ان کان البیان  
 مفصولا لصدق ہون میں موصولا لانیہ فی التعمیل فی الموصول لا الموصول اور چونکہ درم کا نام استوۃ کو شامل نہیں اگر یہ مقدمہ مذکور یہ دعوی کیسے کہ در اہم مقبوضہ  
 استوۃ میں تو اسکی تصدیق ہوگی اگر بیان جدا ہوا اقرار قبض سے اور تصدیق ہوگی اگر بیان کیا اسے اقرار قبض سے مگر کذا فی التعمیل تو تفصیل مذکور موصول میں ہر موصول  
 میں ہم معنی تفصیل زیوف اور نہرجہ میں اور استوۃ میں در صورت انفصال بیان ہے یعنی اگر در اہم مقبوضہ کو زیوف یا نہرجہ کہا بطریق انفصال تو تصدیق ہوگی اور اگر  
 استوۃ کہا تو بطور انفصال تصدیق ہوگی اور اگر اقرار کے ساتھ بیان متصل واقع ہوا تو بلا تفصیل تصدیق ہوگی خواہ زیوف کہا خواہ نہرجہ خواہ استوۃ ولو اقر  
 بقبض البیان لصدق مطلقا ولا موصولا للتناقض اور اگر کھڑے درم ہون کے قبضہ کرنے کا اقرار کیا اور پھر دعوی کیا کہ در اہم زیوف یا نہرجہ یا استوۃ  
 تھے تو تصدیق ہوگی مطلقا اگرچہ بیان موصول واقع ہوا بسبب تناقض کے یعنی جب حودت کا اقرار کیا تو اب اسکے خلاف دعوی کرنا صحیح تناقض ہے ولو اقر انہ  
 قبض حقه او قبض الثمن او استوفی حقه صدق فی دعواہ الزیافۃ ہون میں موصولا لا لا اور اگر اقرار کیا کہ اسنے اپنے حق پر قبضہ کیا یا ثمن پر قبضہ کیا یا اسنے  
 اپنا حق پورا کر لیا تو اسکی تصدیق ہوگی دعوی زیافت میں یعنی اگر یوں کہا کہ وہ در اہم زیوف تھے تو تصدیق ہوگی بشرطیکہ اسکو موصول بیان کیا ہو اور اگر اسکو موصول  
 بیان نہیں کیا تو تصدیق ہوگی نہرجہ اور استوۃ ہونے کا دعوی مانندہ دعوی زیافت کے کیونکہ سب کا حکم ایک ہی ہے نہایت میں ہے کہ اگر اپنے قبض حق کا دعوی کیا پھر بولے کہ  
 وہ استوۃ میں یا در اہم موصول میں تو موصول تصدیق ہوگی نہ مفعلا کذا فی الطحاوی لان قولہ بیاہ مفسر فلا یقبل تاویل بخلاف غیرہ لان ظاہر انقبض محتمل تاویل ابن کمال  
 اسواسطے کہ مرقا حیا یعنی کھڑے درم کہتا مفسر ہے تو محتمل تاویل نہیں بخلاف غیرہ کہنے کے کیونکہ وہ ظاہر ہے قبض تھا میں تاویل کا احتمال ہے کذا ذکرہ ابن کمال ہم مفسرین مشہور  
 جو نص سے زیادہ تراویح ہو سطر پر کہ اسکے ساتھ احتمال تاویل باقی نہ ہے اور ظاہر ہے کہ میں غیر اقرار کا احتمال بعید ہو اور نص وہ ہے میں غیر مراد کا احتمال بعید تر ہو  
 کذا فی الطحاوی تو جب عید بولا تو غیر عید کا احتمال باقی رہا کیونکہ وہ مفسر ہے بخلاف قبض حق یا قبض ثمن یا استیفاء حق کے اقرار کے کہ وہ ظاہر ہے یا نص تو میں  
 زیافت وغیرہ کا احتمال ہے اگرچہ احتمال بعید یا بعد ہے اقرار میں ثم ادعی ان بعضہ قرض و بعضہ لہ او برہن علیہ قبل برہانہ قسبہ عن علاء الدین وہ  
 بیخی فی الاقرار اقرار کیا دین کا پھر دعوی کیا کہ بعض دین قرض ہے اور بعض بیایج ہے اور اسپر گواہ لایا تو گواہی اسکی مقبول ہوگی چنانچہ قسبہ میں علاء الدین سے



اور آگے کتاب الاقرار میں آویگا قال لاخرک علی الصلہ بنعم فرودہ المقرہ ثم صدقہ فی مجلسہ فلا شئ علیہ لقرہ لا یجوز و اقرار ثانیہ کذا لکم فی کل ما فیہ حق و احوالہ فی حق  
دوسرے سے کہا کہ تیرے مجھ پر زور دہم میں سوچنے واسطے اقرار کیا اسنے اسکا اقرار دیکھا یعنی یوں کہا کہ میرا جھبیر کچھ نہیں یادہ درم تیرے ہیں یا فلا نے شخص کے ہیں  
کذا فی الفتح پھر مقرہ نے مقری تصدیق کی ایسی مجلس میں تو مقرہ کا کچھ ثابت نہوگا اگر شہادت سے یا مقر کے دوسرے اقرار سے اور اسی طرح کا حکم ہر ایک اس اقرار میں ہے ایک  
شخص کا حق ہم مقرہ مذکور کا دین اس واسطے ثابت نہوگا مقر کا اقرار دین مرد ہو گیا مقرہ کے لکھنے سے اور بعد انکار کے تصدیق کرنا یہ دعویٰ ہے تو اس کے ثبوت کے واسطے  
گوہی بالتصدیق خصم ضرور ہے مصنف نے اقرار مال کی قید اس واسطے لگائی کہ رقیبت اور طلاق اور اعتاق اور نسب اور و لاکا اقرار د کرنے سے مردود نہیں ہوتا  
اور تصدیق بعد از کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر اول اقرار قبول کرے گا پھر دیکھا کرے گا اور مرد نہوگا اسی طرح ابرا عن الدین اور یہ دین قبول کرنے سے تمام ہو جاتا ہے  
پھر د کرنے سے رد نہیں ہوتا اور اسی طرح اگر وقت کیا ایک شخص پر سو اس نے قبول کیا پھر د کیا تو رد نہ ہوگا اور اگر قبل قبول کرے گا تو رد ہوگا تصدیق مجلس  
کی قید اس واسطے لگائی تا معلوم ہو کہ تصدیق بعد مجلس سے بدلیق اولیٰ کچھ دین ثابت نہوگا ایک شخص کے حق کی مثال بھی مسئلہ مذکورہ ہے تو بیان مقرہ مفرد ہوا قرار ہے بخلاف  
اس کے اگر یوں کہا کہ تو نے خرید کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو اسکو جائز ہے کہ بعد انکار کے مدعی شرکی تصدیق کرے اس واسطے کہ احد العاقدین فتح بیچ میں مفرد نہیں  
جیسے عقیدین مفرد نہیں خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز میں دو شخصوں کا حق ہے اگر اس میں منکر رجوع کرے تصدیق کی طرف قبل اس بات کے کہ شخص آخر اس کے  
انکار کی تصدیق کرے تو جائز ہے چنانچہ بیچ اور نکاح اور جس چیز میں ایک شخص کا حق ہو چنانچہ بہ اور صدقہ اور اقرار تو اسکی تصدیق بعد انکار نافع نہیں کذا  
فی الطحاوی مخصا من ادعی علی آخر بالافعال المدعی علیہ یا کان لک علی شئ قطا قبر بن المدعی علی انہ علیہ الصلہ و برہن المدعی علی القضا ای بافا  
او الابرار و بعد القضا ای حکم بالمال اذ المدفع بعد قضاء القاضی صحیح اللفظ المسئلہ بحثہ کیا سچی قبل پر ہاتھ لارکان اتوفیق لان غیر الحق قد یقضی و برہن مدعی  
مخصوصہ اوستے دوسرے پر مال کا دعویٰ کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا جو مجھ پر تھا ہرگز سو مدعی اسپر گواہ لایا کہ مدعی کے مدعا علیہ پر ہزار ہیں اور مدعا علیہ ایفاء  
دین یا ابرا مدعی پر گواہ لایا اگرچہ گواہی ایفاء ابرا کی بعد قضاء قاضی کے ہو یعنی اگرچہ قاضی نے مدعی کی برہان سے مال جینے کا حکم کیا ہو اس واسطے کہ مدعی کو مدعی  
مدعی کا بعد حکم قاضی کے صحیح ہے مگر مسئلہ جنسہ میں دفع صحیح نہیں چنانچہ مسئلہ مذکورہ کا ذکر کتاب الدعویٰ کی فصل مدعی میں آویگا تو مدعا علیہ کی برہان مقبول ہوگی  
سبب ممکن ہونے توفیق کے انکار اور ایفاء ابرا میں اس واسطے کہ جھگڑا مٹانے کے واسطے کبھی غیر حق کا بھی حکم دیا جاتا ہے اور حق سے ابرا کیا جاتا ہے یعنی حسب  
مدعا علیہ نے مال کا اول انکار کیا اور پھر کہا کہ میں مال دیکھا ہوں یا مدعی نے معاف کر دیا ہے اور اسکو گواہی ثابت کیا تو اگرچہ ظاہر میں تناقض ہے لیکن گواہی  
مقبول ہے کیونکہ دفع تناقض یہاں مقصور ہے اس احتمال سے کہ واقع میں مدعی کا حق مدعا علیہ پر نہ تھا مگر مدعا علیہ نے جھگڑا مٹانے کے واسطے ادا کر دیا ہو یا واقع میں مدعی  
کا حق مدعا علیہ پر ثابت تھا لیکن مدعی نے دفع خصوصت کے واسطے معاف کر دیا ہو مسئلہ منسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں علماء کے پانچ قول ہیں و سچی فی الاقرارانہ لوبرہن  
علی قول المدعی انما مطبل فی الدعویٰ اور شہودی کذا اولیس فی علیہ شئ صحیح المدعی ای آخرہ و ذکرہ فی الدرر قبیل الاقرار فی فضل الاستشراہ اور کتاب الاقرار میں آویگا  
یہ کہ اگر مدعا علیہ مدعی کے اس قول پر گواہ لایا کہ میں دعویٰ میں چھوٹا ہوں یا میرے گواہ جھوٹے ہیں یا میرا اسپر کچھ نہیں تو دفع دعویٰ مدعی صحیح ہے اگرچہ اور در میں  
اسکو کتاب الاقرار سے پہلے اصل استشراہ میں ذکر کیا ہے استشراہ یعنی خواہش خریداری کا یقین لیا و ادعی القصاص علی خرف فکر المدعی علیہ برہن المدعی  
علی القصاص ثم برہن المدعی علیہ علی الحق و ادعی القصاص علی مال چنانچہ برہان مدعا علیہ مقبول ہے اگر مدعی نے دوسرے پر قصاص کا دعویٰ کیا سو مدعا علیہ نے  
انکار کیا تو مدعی گواہ لایا قصاص پر پھر مدعی علیہ گواہ لایا عفو قصاص پر یا گواہ لایا صلح کر لینے پر قصاص سے بوجہ مال کے ہم بیان بھی کلام مدعی میں دفع تناقض اس  
احتمال سے ممکن ہے کہ واقع میں اسپر قصاص نہو اور اسنے جھگڑا مٹانے کے واسطے مال دیکر صلح کر لی ہو یا قصاص ہو مگر معاف کر دیا ہو و کذا فی دعویٰ کے  
الرقی بان ادعی عبودیتہ شخص فاکر قبر بن المدعی ثم برہن العبدان المدعی استقہ یقبل ان لم یصلح اور ایسا ہی حکم ہے دعویٰ رقی میں اس طرح پر کہ



کہ دعویٰ کیا ایک شخص کے غلام ہونے پر اسے غلامی سے انکار کیا تو مدعی گواہ لایا اسکی غلامی پر پھر غلام گواہ لایا کہ مدعی نے اسکو آزاد کر دیا ہے تو برہان مدعا علیہ  
مقبول ہو اگر اسے صلح نہ کرنی ہو مدعی سے ہم نبی برہان در صورت عدم صلح مقبول ہے اور اگر اول انکار کیا پھر کچھ مال بصلح کرنی پھر گواہ لایا ایقبا ابرا پر تو اسکی  
برہان سموع ہوگی ایقبا پر کذا فی المتع و لو ادعی الایفاء ثم صالحہ قبل برہان علی الایفاء بجز اور اگر مدعا علیہ نے ایفاء دین مدعی کا دعویٰ کیا پھر مدعی سے کسی  
چیز پر صلح کرنی تو اسکا برہان ایفاء پر مقبول ہے کذا فی البصر یعنی صلح دعویٰ ایفاء کی سبب نہیں اسواسطے کہ دفع خصومت کے واسطے گاہے غیر حق بھی دیا جاتا ہے  
کذا فی الطحاوی وغیر برہان ان لاربع ما تم قرآن علیہ للثلاث ما تم سقط عن المنکر ثلاثا وتویل لاد علیہ الفتوی ملقط و کانه لانه لما کان المدعی علیہ جاحدا  
فدینہ مشغولہ فی زعمہ فاین تقع المقامہ واللہ اعلم اور بجز الرائق میں ہے کہ مدعی گواہ لایا کہ اسکے چار سو ہیں پھر مدعی نے اقرار کیا کہ مدعا علیہ منکر کے پیر سے  
اور تین سو ہیں تو چار سو سے تین سو ساقط ہو گئے اور بعضوں نے کہا کہ تین سو ساقط نہیں اور اس پر فتویٰ ہے کذا فی الملقط اور شاید کہ  
عدم سقوط کی وجہ یہ ہے کہ جبکہ مدعا علیہ منکر ہو تو اسکا ذمہ مشغول نہیں اسکے گمان میں پھر مقاصد یعنی باہم مجر ہونا گمان واقع ہوتا ہے واللہ اعلم وان زاد  
کلمہ ولا عرفک ونحوہ کار ایک لا یقبل تعذر التوفیق اور اگر منکر مال نے یہ لفظ زیادہ کیا اور میں تجھکو نہیں پہچانتا ہوں اور مانند اس کے چنانچہ  
یوں کہا کہ میں نے تجھکو نہیں دیکھا تو برہان ایقبا ابرا مقبول نہیں ہے بسبب تعذر ہونے توفیق کے ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعویٰ کیا سو مدعا علیہ  
نے کہا کہ تیرا مجھ پر کچھ نہ تھا ہرگز اور میں تجھکو نہیں پہچانتا یا یوں بولا کہ میں نے تجھکو نہیں دیکھا یا درمیان میرے اور تیرے مخالفت اور خلط نہیں اور نہ دیتا اور  
نہ لینا یا میں اور تو ایک مکان میں مجتمع نہیں ہوے اور مانند اسکے پھر مدعا علیہ نے ایقبا دین یا ابرا دین پر گواہ قائم کیے تو مقبول نہیں کذا فی فتح القدر شرح وقایہ  
میں ہے کہ عدم قبول بسبب تعذر توفیق کے ہے اسواسطے کہ دو شخصوں کے درمیان لینا اور دینا اور معاہدہ اور ابرا بدون معرفت کے نہیں ہوتا تہی توفیق لیلان محجب  
او الخدرہ قدر تلامی بالشتب علی بابہ فیام بارضار انصم ولا یعرفہ ثم یعرفہ حتی لو کان من یعمل بنفسہ لا یقبل اور بعضوں نے یعنی قدوری نے کہا کہ ایفاء دین کی برہان  
باوجود عدم معرفت مقبول ہے اسواسطے کہ محجب یا عورت پر ذمہ نشین کو گاہے اذیت ہوتی ہے اپنے دروازے کے غل شور کرنے سے تو اپنے وکیل وغیرہ سے وہ  
امر کرتا ہے محضم کے راضی کر دینے کا اور حالانکہ محضم کو نہیں پہچانتا کہ وہ کون ہے پھر اسکو معلوم کرتا ہے تو اگر مدعا علیہ ان لوگوں میں سے ہو جو اپنا کام بذات خود  
کرتے ہیں بلا واسطہ وکیل تو اسکی برہان ایفاء قول عدم معرفت مقبول ہوگی ہم یہ تفریح ہے قاضی خان کی محجب یہ ہے جو متولی اعمال بذات خود نہوا اور بعضوں  
نے کہا کہ محجب وہ شخص عظیم الشان ہے جسکو ہر شخص نہ دیکھے کذا فی الطحاوی نعم لو ادعی اقرار المدعی علیہ بالوصول والایصال صح در ر فی آخر الدعوی لان التناقض  
لا ینع صحتہ الاقرار بان اگر مدعا علیہ اس شخص کے اقرار وصول یا ایصال کا دعویٰ کرے جسپر دفع یا ایفاء کا دعویٰ کیا گیا تو صحیح ہے کذا فی الدرر فی آخر الدعوی اسواسطے  
کہ تناقض بدیون صحت اقرار دین کا مانع نہیں ہم طحاوی نے کہا یہ قول مرتب ہے اس کلام می زوف سے جو مفہوم ہوتا ہے مقام سے تقدیر محذوف یہ ہے کہ جب توفیق  
مکن نہ تو تناقض مندرجہ منو کا چنانچہ اسے کہا کہ میں نے اسکو کچھ نہیں دیا پھر اسے دینے کا دعویٰ کیا تو سموع منو کا کیونکہ محال ہے کہ شے واحد میں دفع غیر دفع  
ہو ہاں اگر مدعی کے اقرار وصول یا ایصال کا دعویٰ کرے یعنی جسپر دفع دین اور قضاء دین کا دعویٰ ہو چکا اسکے اقرار کا دعویٰ کرے اس طرح کہ اسے یہ اقرار کیا  
کہ دین اسکو پہنچ گیا ہے بدیون نے اسکو پہنچا دیا ہے اور گواہی سے اسکو ثابت کرے تو سموع اور مقبول ہے کذا فی الطحاوی تبصرہ اقریب عجبہ من  
ظلمان ثم حجبہ صح لان الاقرار بالبیع بلا من باطل اقرار بزاد اقرار کیا اپنے غلام کے بیع کا فلان شخص سے پھر اسکا انکار کیا تو اسکا انکار صح ہے اسواسطے کہ  
بیع کا اقرار بدون من کے باطل ہے چنانچہ بزازیری کی کتاب الاقرار میں ہے ہم صحت انکار کا مطلب یہ ہے کہ کلام تناقض نہیں اور اقرار سابق کی گواہی سموع نہیں ادعی  
علی آخر انہ باعہ امتہ منہ فقال الآخر لم یبعا منک قط فبرہن المدعی علی الشتر اسمنہ فوجد المدعی ہما صیبا و اولادہ فبرہن علی البائع انہای اشتہری  
برسی ایمن کل عیب بہا لم تقبل بیئہ البائع للتناقض دعویٰ کیا دوسرے پر کہ اسے اپنی لونڈی اسکے ہاتھ پہنچی تو دوسرے نے کہا کہ میں نے اسکو

تیرے ہاتھ نہیں بیجا ہرگز سوگواہ لایا دعویٰ بائع سے خرید کرنے پر پھر دعویٰ نے لوندی میں عیب پایا اسکے پھیر دینے کا ارادہ کیا سوگواہ لایا بائع اسٹنس پر کہ  
 مشتری بائع سے برات کر چکا ہوا اسکے ہر عیب سے توگواہی بائع کی مقبول نہوگی بسبب تناقض کے ہم وجہ تناقض یہ ہے کہ اول بیع کا منکر ہوا پھر بیع  
 کا دعویٰ ہوا اس واسطے کہ برات عیوب بیع بدون بیع تصور نہیں وعن الثانی تقبل الامکان لتوفیق بیع وکیلہ وبراہ عن العیب وروبو یوسف سے روایت ہے کہ  
 بائع کی گواہی مقبول ہے بسبب ممکن ہوتے توفیق بائع کے وکیل کی بیع سے اور ابراہ وکیل کے عیب سے ہم جب اسکے وکیل نے بیع کی تو یہ کہنا درست ہوا کہ بیع  
 بیع نہیں کی یعنی بذات خود مباشر بیع نہیں ہوا اور برات عیب کی نسبت اپنی طرف اس واسطے کی کہ فعل وکیل بمنزلہ فعل موکل کے ہو ومنہ واقعہ مقررندار از  
 جنس مسئلہ متن واقعہ ہر مقررند کا جسین تناقض واقع ہر موطاوی نے کہا کہ اگر شارح واقعہ مقررند کو صرح بیان کرتا تو واضح تر ہوتا اور حجتانہ نکما بکذا دالہ  
 بلکہ فانکرہت فادعی انہ خلعا علی الطہر قبل لاحتمال انہ زوجہ ابوہ وہو صغیر ولم یعلم خلاصہ زوجہ نے دعویٰ کیا کہ اُسے مجھے نکاح کیا اتنے ہر پر اور اس  
 سے ہر کا مطالبہ کیا سو اُسے نکاح کا انکار کیا تو عورت گواہ لائی نکاح اور ہر پر سو مرد نے دعویٰ کیا کہ اُسے عورت سے خلع کیا بعوض ہر کے تو ہر کا دعویٰ  
 مقبول ہے یعنی مرد سے اس دعویٰ پر گواہ طلب ہونگے مقبولیت دعویٰ اس احتمال سے ہے کہ مرد کا نکاح اسکے باپ نے کر دیا ہوا اور وہ صغیر ہے۔ یہ سکو معلوم ہو کہ نکاح  
 اخلاصہ ہم یعنی اسکا انکار نکاح اسپر محمول ہے کہ وہ خود مباشر نکاح نہیں ہوا اور نفی مباشرت وقوع نکاح اجباری کی منافی نہیں پھر جب یہاں واقعہ اسکے دعویٰ  
 خلع بعوض ہر میں تناقض نہیں کذا فی الطحاوی سطل جمع صکک اہی مکتوب کتب ان شاء اللہ فی آخرہ باطل ہو جاتا ہے تمام مضمون اس صکک یعنی کاغذ قلم  
 کا جسکے آخر میں انشاء اللہ لکھا ہر شارح نے بلفظ جمع اشارہ کیا کہ نوشتہ باطل ہو جاتا ہے خواہ اُس میں ایک شے مرقوم ہو یا چند اشیا اور صاحبین کا خلاف ثانی  
 میں ہے و قال آخرہ فقط و ہوا استحسان راجح علی قول فتح اور صاحبین نے کہا کہ فقط پچھلا مضمون کاغذ مرقوم کا باطل ہوتا ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ سے  
 متصل ہے اور قول صاحبین استحسان ہے جو راجح ہے امام کے قول پر کذا فی الفتح ہم وہ استحسان یہ ہے کہ عمل میں اصل استعمال ہے یعنی ہر جملہ دوسرے  
 دوسرے سے متعلق نہیں اور وثیقہ لکھا جاتا ہے اعتماد اور وثوق کے واسطے تو اگر استثناء کل کی طرف راجح ہو تو کل کا بطلان لازم آوے اور یہ مقصود ہر کے معنی است  
 ہر تو استثناء اسی کی طرف راجح ہوگا جو اس سے متصل ہے کذا فی الطحاوی عن الزلیعی واتفقوا علی ان الفریضہ کفواصل سکوت اور امام اور صاحبین متفق ہیں اسپر  
 کہ فریضہ میں فاصل سکوت کے مانند ہر فریضہ یعنی انشاء اللہ ہر میں کاغذ سادہ چھوڑنا ایسا ہے جیسے نطق میں سکوت کرنا تو انشاء اللہ تعالیٰ مابعد فریضہ کی طرف  
 راجح ہوگا جیسے سکوت میں مابعد سکوت کی طرف راجح ہوتا ہے و علی انصرافہ للکل فی جمل عطف بواد و اعقب بشرط اور علماء اثلثہ متفق ہیں انشاء اللہ  
 تعالیٰ کے راجح ہونے پر کل کی طرف اُن جمل منطوقہ میں جنہن عطف بحرف واد واقع ہوا ہے اور اُنکے اخیر میں شرط ہر چنانچہ ایک شخص نے یون کہ  
 کہ اسکی عورت مطلقہ ہے اور اسکا غلام آزاد ہے اور اسپر بیت اللہ تک پیدل چلنا ہے انشاء اللہ تعالیٰ تو شرط تیون جملوں کی طرف راجح ہے یعنی طلاق و تعلق  
 اور شہی کچھ لازم نہیں جمل منطوقہ کی قید ترجمہ میں اس واسطے لگائی کہ جمل مکتوب میں امام اور صاحبین کا اتفاق نہیں چنانچہ مسئلہ صکک میں مذکور ہو چکا و اما  
 والا استثناء بالاول و اخواتہما انلا خیر الا بقرنیہ کما سئدہم و خمسون دینار الا درہما فاول استثناء اور استثناء بہ لفظ الا اور اسکے امثال سے اخیر کی طرف راجح  
 ہوتا ہے مگر بقرنیہ اول کی طرف راجح ہو جاتا ہے چنانچہ اس قول میں کہ سو درم اور پچاس دینار الا ایک درم تو یہ استثناء اول یعنی درہم کی طرف راجح ہے اخیر  
 کی طرف بطریق استحسان کے ہم قرنیہ یہاں اتحاد جنسیت مستثنیٰ منہ اور مستثنیٰ ہے و اما الاستثناء بان شاء اللہ بعد جملتین ایقاعیتین فالیہما اتفاقا اور استثناء  
 انشاء اللہ بعد جملتین ایقاعیتین دونوں کی طرف بالاتفاق راجح ہے ہم جملہ ایقاعیہ سے جملہ مجزہ مراد ہے جس میں تعلق واقع نہیں بقرنیہ بلکہ چنانچہ یون کہنا  
 کہ انت طالق و ہذا حیر انشاء اللہ کذا فی الجلی و بعد طلاقین معلقین اور طلاق معلق و متعلق فالیہما عند الثالث و للاخیر عند الثانی اور استثناء واقع ہونا  
 بعد و طلاق معلق کے یا طلاق معلق اور متعلق معلق کے تو دونوں کی طرف راجح ہوتا ہے ہر محمد کے نزدیک و اخیر کی طرف راجح ہوتا ہے ابو یوسف کے

تعلق بائع سے ہوا  
 سکا انکار نکاح اسپر محمول ہے کہ وہ خود مباشر نکاح نہیں ہوا اور نفی مباشرت وقوع نکاح اجباری کی منافی نہیں پھر جب یہاں واقعہ اسکے دعویٰ  
 خلع بعوض ہر میں تناقض نہیں کذا فی الطحاوی سطل جمع صکک اہی مکتوب کتب ان شاء اللہ فی آخرہ باطل ہو جاتا ہے تمام مضمون اس صکک یعنی کاغذ قلم  
 کا جسکے آخر میں انشاء اللہ لکھا ہر شارح نے بلفظ جمع اشارہ کیا کہ نوشتہ باطل ہو جاتا ہے خواہ اُس میں ایک شے مرقوم ہو یا چند اشیا اور صاحبین کا خلاف ثانی  
 میں ہے و قال آخرہ فقط و ہوا استحسان راجح علی قول فتح اور صاحبین نے کہا کہ فقط پچھلا مضمون کاغذ مرقوم کا باطل ہوتا ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ سے  
 متصل ہے اور قول صاحبین استحسان ہے جو راجح ہے امام کے قول پر کذا فی الفتح ہم وہ استحسان یہ ہے کہ عمل میں اصل استعمال ہے یعنی ہر جملہ دوسرے  
 دوسرے سے متعلق نہیں اور وثیقہ لکھا جاتا ہے اعتماد اور وثوق کے واسطے تو اگر استثناء کل کی طرف راجح ہو تو کل کا بطلان لازم آوے اور یہ مقصود ہر کے معنی است  
 ہر تو استثناء اسی کی طرف راجح ہوگا جو اس سے متصل ہے کذا فی الطحاوی عن الزلیعی واتفقوا علی ان الفریضہ کفواصل سکوت اور امام اور صاحبین متفق ہیں اسپر  
 کہ فریضہ میں فاصل سکوت کے مانند ہر فریضہ یعنی انشاء اللہ ہر میں کاغذ سادہ چھوڑنا ایسا ہے جیسے نطق میں سکوت کرنا تو انشاء اللہ تعالیٰ مابعد فریضہ کی طرف  
 راجح ہوگا جیسے سکوت میں مابعد سکوت کی طرف راجح ہوتا ہے و علی انصرافہ للکل فی جمل عطف بواد و اعقب بشرط اور علماء اثلثہ متفق ہیں انشاء اللہ  
 تعالیٰ کے راجح ہونے پر کل کی طرف اُن جمل منطوقہ میں جنہن عطف بحرف واد واقع ہوا ہے اور اُنکے اخیر میں شرط ہر چنانچہ ایک شخص نے یون کہ  
 کہ اسکی عورت مطلقہ ہے اور اسکا غلام آزاد ہے اور اسپر بیت اللہ تک پیدل چلنا ہے انشاء اللہ تعالیٰ تو شرط تیون جملوں کی طرف راجح ہے یعنی طلاق و تعلق  
 اور شہی کچھ لازم نہیں جمل منطوقہ کی قید ترجمہ میں اس واسطے لگائی کہ جمل مکتوب میں امام اور صاحبین کا اتفاق نہیں چنانچہ مسئلہ صکک میں مذکور ہو چکا و اما  
 والا استثناء بالاول و اخواتہما انلا خیر الا بقرنیہ کما سئدہم و خمسون دینار الا درہما فاول استثناء اور استثناء بہ لفظ الا اور اسکے امثال سے اخیر کی طرف راجح  
 ہوتا ہے مگر بقرنیہ اول کی طرف راجح ہو جاتا ہے چنانچہ اس قول میں کہ سو درم اور پچاس دینار الا ایک درم تو یہ استثناء اول یعنی درہم کی طرف راجح ہے اخیر  
 کی طرف بطریق استحسان کے ہم قرنیہ یہاں اتحاد جنسیت مستثنیٰ منہ اور مستثنیٰ ہے و اما الاستثناء بان شاء اللہ بعد جملتین ایقاعیتین فالیہما اتفاقا اور استثناء  
 انشاء اللہ بعد جملتین ایقاعیتین دونوں کی طرف بالاتفاق راجح ہے ہم جملہ ایقاعیہ سے جملہ مجزہ مراد ہے جس میں تعلق واقع نہیں بقرنیہ بلکہ چنانچہ یون کہنا  
 کہ انت طالق و ہذا حیر انشاء اللہ کذا فی الجلی و بعد طلاقین معلقین اور طلاق معلق و متعلق فالیہما عند الثالث و للاخیر عند الثانی اور استثناء واقع ہونا  
 بعد و طلاق معلق کے یا طلاق معلق اور متعلق معلق کے تو دونوں کی طرف راجح ہوتا ہے ہر محمد کے نزدیک و اخیر کی طرف راجح ہوتا ہے ابو یوسف کے







فان اقرار ثانیاً باہن آخر لم یبق اقرارہ اذا کذبہ الابن الاول لانه اقرار علی الغیر صحیح اگر امانت دارد دوسری بار ایت مذکور کے دوسرے بیٹے کا اقرار کرے تو اس کا اقرار صحیح رہے گا جبکہ پہلا بیٹا اسکی تکذیب کرے کیونکہ یہ اقرار ہی غیر کی حضرت کا ہم اور اقرار علی الغیر محبت نہیں اس واسطے کہ اقرار اول صحیح ہو چکا کہ اسکا کوئی مکذب نہیں بخلاف اقرار ثانی اور اگر ولد اول اقرار ثانی کی تصدیق کرے تو وہ بھی وارث ہوگا میت کا ویتن لثانی خطر ان دفع لاول بلا قضا از یلی اور صورت تکذیب ولد ثانی کو بقدر اس کے حصے کے امانت دار تاوان دے اگر ولد اول کو ودیعت دیکھا ہو بدون حکم قاضی کذافی الزلیعی ہم قول بالضممان بھی صواب ہے چنانچہ فتح القدر میں ہے اور مقابل اسکے غایۃ البیان کا قول ہے عدم ضمان کا کذافی اطمحطادی ترکہ قسمت بین الوثرۃ او الغیرا بشہودہم یقولوا لعلم کذا فی نسخ المتن و الشرح و عبارۃ الدرر و غیرہ بالاعلم لہ و ارثا و غیرہ یقولوا خلافا لہا کما لہ المکفول لہ ترکہ مقسوم ہو گیا در میان وارثوں کے یا دین والوں کے ان گوہوں کی گواہی سے جنہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم جانتے ہیں میت کا کوئی وارث یا صاحب دین اسی طرح ہے لفظ لعلم کا بلا حروف نفی متن اور شرح کے نسخوں میں اور عبارت درر و غیرہ کی یوں ہے کہ ان شہود کی شہادت سے ترکہ مقسوم ہو چکے ہوں تے یہ نہیں کہا کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین نہیں جانتے ہیں تو ضمانتی نہ لیا گیا وارثوں یا دین والوں سے سبب جمول ہونے لکھول لہ کے بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک حاضر ضامن لیا گیا ہے موطاوی نے کہا شاید کہ شرح کے نسخہ متن اور شرح میں نعلم ہوگا باسقاط لا اور میرے پاس جو متن اور شرح کا نسخہ ہے اس میں لا لعلم مذکور ہے اور تم یقولوا یعنی للجمول مضعت یعنی ہر وارث و غیرہ وغیرہم کی طرف راجع ہے انتہی ظاہر مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص متروکہ چھوڑ کر مر گیا اور شاہدوں نے قاضی سے کہا کہ میت کے فلا نے فلا نے وارث یا صاحبین میں لیکن انہوں نے سہرورثہ کی گواہی نہیں دی تو قاضی ترکہ قسمت کرنے میں اور ان سے ضامن طلب نہ کرے ویتکم القاضی مدۃ ثم یقضی اور قاضی کی قدرت قسمت ترکہ میں تاخیر کے پھر قسمت کا حکم کرے ہم تاخیر احتیاط کے واسطے ہے کہ شاید کوئی وارث یا صاحبین پیدا ہو پھر جب گمان غالب ہو کہ کوئی شریک ہوتا تو حاضر ہوتا تب قسمت کا حکم دے اور مراد تاخیر حکم ہے نہ تاخیر دفع بعد القضا اور مقدار مدت قاضی کی تجویر پر موقوف ہے اور موطاوی نے ایک سال کی مدت مذکور کی کذافی اطمحطادی یعنی ملخصاً دو ثبوت بالاقرار کفوا اتفاقاً اور اگر ورنہ اصحاب یوں اقرار سے ثابت ہوں نہ شہادت سے تو ضمانت دین با اتفاق نام اور صاحبین کے و قول شہود ذکک اتفاقاً اور اگر شہود دہکین یعنی یوں کہیں کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحبین سوائے انکے نہیں جانتے ہیں تو نہ ضمانت دین بالاتفاق کذافی اطمحطادی یعنی علی آخر دار النفس و لا خیر القائب ارثا و برہن علیہ علی ما ادعاه انہ الذمعی نصبت المدعی مشاعاً و ترکہ باقیمر مع ذمی لیس بل کفیل حجذ و الیرعواہ او طم کچی خلافا لہا و قولہما استحسان نہایہ ایک شخص نے دوسرے پر ایک گھر کا دعویٰ کیا اپنے واسطے اور اپنے غائب بھائی کی واسطے بطریق ارث اور گواہ لایا اپنے دعویٰ پر تو مدعی نصبت گھرے بطور شاع اور چھوڑے باقی کو قابض کے پاس بدون ضامن لینے کے خواہ قابض نے دعویٰ مدعی کا انکار کیا ہو یا انکار نہ کیا ہو بخلاف صاحبین کے لینے انکے نزدیک صورت انکار دعویٰ باقی کو اسکے پاس نہ رکھے اور صاحبین کا قول استحسان ہے کذافی النہایم امام کی دلیل یہ ہے کہ حاضر خصم نہیں غائب کی طرف سے استیفاء ارث میں اور قاضی کو تعرض جائز نہیں بدون خصم کے صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جب اس نے دعویٰ ارث کا انکار کیا تو اسکی ضمانت ثابت ہوئی تو اس کے پاس رکھنا حضرت سے خالی نہیں ولا تعاد البتہ ولا القضا اذ احضر الغائب فی ارض لا تصاب حد الوثرۃ خصماً لیس حتی یقضی نہنا دیونہ اور گواہی کا اعادہ ہونگا اور زقضا کا جبکہ مدعی کا غائب بھائی سفر سے آئے قول اصح میں سبب قائم ہو جانے ایک وارث کے محاصم ہو کر میت کی طرف سے یہاں تک کہ ادا کیے جاویں گے متروکہ سے میت کے دیون تم ناما کیوں خصماً بشرط تسعة مبوطہ فی البحر معر معلوم کیجئے کہ وارث حاضر تو خصم ہوتا ہے باقی وارثوں کی طرف سے اس میں جو میت پر دعویٰ کیا جائے تو شرطوں سے جو شرح مذکور ہیں بحر الرائق میں ہم سید جموی نے کہا کہ ہتیر یہ تھا کہ شاریع بشرط تسعة کہتا ایک شرط یہ کہ صین بالکل وارث کے ہاتھ میں ہو دوسرے یہ کہ صین قسمت ہو گئی ہو تیسرے یہ کہ وارث غائب اسکی تصدیق کرے کہ صین مذکور میراث ہے چوتھی یہ کہ صین اس واسطے کہ جمع امور جو بحر الرائق میں مذکور ہیں وہ شرط نہیں بلکہ بعض شرطیں اور بعض احکام اور وہ بھی آٹھ ہیں نہ تو کذافی اطمحطادی مختصر او احوال الفرق

کتاب القضا باب کتاب القاضی الی القاضی

بین الدین والعیین اور حق یہ ہے کہ دین اور عین میں فرق ہے ہم معنی احد اور نہ خصم نہیں باقی وارثوں کی طرف سے اس عین کے دعوے میں جو میت پر ہے مگر جب کہ عین اسکے ہاتھ میں ہو اور اگر میت پر دین کا دعوے ہو تو احد اور نہ خصم ہوگا باقی وارثوں کی جانب سے اگرچہ اسکے ہاتھ میں عین ترکہ ہو اس واسطے کہ دین کا حق جمیع مترکہ میں شائع ہے بخلاف عین مدعا بہا اور ہدایہ اور نہماہ اور عنایہ کا ظاہر یہ ہے کہ دعوے دین میں بھی عین ترکہ کا بالکل ہاتھ میں ہونا ضروری ہے بجز اوراق میں کہا کہ جو قح القدر میں ہے یعنی فرق مذکور وہی حق ہے باقی سمویہ اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ وارث مدعا علیہ ہوتا ہے مذکور ہو چکا اور اگر وارث میراث عین کا مدعی ہو قابض ہو تو اگر اپنا دعوے ثابت کرے تو اسکے اور باقی وارثوں کے واسطے ارث کا حکم ہوگا اگر اپنے اور اسکے واسطے ارث کا دعویٰ کیا ہو اور اگر دعویٰ ثابت نہ کر سکا ہو اور مدعا علیہ نے اسکا دفع کر دیا ہو اسطرح پر کہ میں نے اسکو تیرے مورث سے خرید لیا ہے اور خرید کو ثابت کر چکا ہے تو دعویٰ ارث کا حاضر اور غائب کے حق میں مندرج ہوگا کذا فی الطحاوی عن ابی اسود و مثلاً بثل العقار المنقول فیما ذکر فی الاصحح در رواہ ما تندر اسکے یعنی غیر منقول کے مانند منقول بھی ہے اور مذکور میں بقول اصح کذا فی الدررہم یعنی اگر مال منقول میں دعوے ارث مدعی ثابت کرے تو وہ اپنا حصہ لے اور غائب کا حصہ علی لید کے پاس چھوڑے مگر اعتماد فی المتقی انہ یؤخذ منہ اتفاقاً و مثلاً فی البحر لیکن متقی الاجر میں اس قول پر اعتماد کیا ہے کہ منقول لے لیا جائے ذکی لید سے با اتفاق امام و حجتین کے اور اسی کے مانند بجز اوراق میں ہم سوا اسطرح منقول میں حفاظت کی حاجت ہے اور اس سے لے لینے میں زیادہ رعناظت ہے اور زمین تو خود محفوظ ہے قال و اجمعوا انہ لا یؤخذ لوقر اصحاب بجر نے کہا اور امام اور صاحبین نے اجماع کیا ہے اس پر کہ غائب کا حصہ نہ لیا جائے یعنی منقول میں اگر ذکی لید مقرر ہو م طحاوی نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر منقول میں اجماع نہیں حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ در حالت اقرار عقار اور منقول کا ایک ہی حکم ہے اوصیٰ لہ ثلث مالہ یعنی مال کی علی کل شیء الا ما احت است المیراث ایک شخص نے وصیت کی اپنے ثلث مال کی دوسرے کو واسطے تو یہ وصیت ہر چیز پر واقع ہوگی یعنی جمیع مملو کہ واسطے کہ وصیت میراث کی ہے یعنی تجس میراث ہے تو جیسے میراث ہر چیز میں جاری ہے ویسے ہی وصیت بھی لوقال مالی و مالک صدقہ فمؤ علی جنس مال الزکوٰۃ استحسانا اور اگر کہا کہ میر مال یا جس چیز کا میں مالک ہوں وہ صدقہ ہے تو وہ مال زکوٰۃ کی جنس پر واقع ہوگا بطریق استحسان کے ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ ایجاب عبد معتبر ہے حق تعالیٰ کے ایجاب سے یعنی جس چیز میں حق تعالیٰ نے صدقہ واجب کیا ہے اسی میں ایجاب عبد بھی واقع ہوگا مال زکوٰۃ میں سوا ائم اور نقد میں اور اسباب تجارت داخل ہے خواہ بقدر نصاب ہو یا نہ ہو خواہ اشیا مذکورہ مستغرق بدین ہوں یا نہ ہوں اس واسطے کہ جس چیز میں زکوٰۃ واجب ہوئی ہے اسکی جنس معتبر ہے قطع نظر اسکی مقدار اور شرط سے کذا فی الطحاوی وان لم یح غیرہ اسکے قدر قوتہ فاذا ملک غیرہ تصدق بقدرہ اور اگر شخص مذکور نہ پائے سوا مال زکوٰۃ کے یعنی اسکے پاس سوا ائم اور نقد میں اور اسباب تجارت کے اور مال ہنوتو ائمن سے بقدر اپنی قوت کے رکھے اور باقی خیرات کرے پھر سوا اسکے جبکہ مالک ہو تو بقدر اسکے تصدق کرے علی سے تاخرین نے بقدر قوت کی یون ٹھہرائی ہے کہ پیشہ ورائی ذات اور عیال کو واسطے ایک دن کا قوت رکھے اور صاحب غلہ یعنی جسکو مکان وغیرہ کا کرایہ حاصل ہوتا ہو وہ ایک مینہ کا قوت رکھے اور اراہنی کا مالک ایک سال کا قوت اور سوداگر آٹنا رکھے جو اسکو کفایت کرے یہاں تک کہ اسکو نیا مال حاصل ہو کذا فی الطحاوی فی البحر قال بان فعلت کذا فمالک صدقہ فیملتہ ان بیع ملک من رجل ثوبانی مندی و لقیضہ ولم یرہ ثم یفعل ذلک ثم یرہ بخیار الرویہ فلا یزید شیء بجز اوراق میں ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں یعنی مثلاً اگر زید سے کلام کروں تو جبکا میں مالک ہوں وہ صدقہ ہے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ اپنی ملک کو ایک مرد کے ہاتھ بیع کرے بعوض اس کپڑے کے جو وہ مال میں بیٹھا ہو اور اس پر قبضہ کیسے بدون اسکے دیکھنے کے پھر وہ فعل کرے یعنی زید سے کلام کرے پھر اس کپڑے کو سبب خیار رویت کے پھیرے تو اس پر کچھ صدقہ لازم نہ آوے گا ہم اس واسطے صدقہ لازم ہونگا کہ وقت سنت یعنی مثلاً کلام زید کے وقت کوئی چیز اسکی ملک میں نہ تھی بسبب بیع ڈالنے کے اس واسطے کہ ملک کا اعتبار سنت کے وقت ہے نہ علف کے وقت و لوقال ائت درہم من مالی صدقہ ان فعلت کذا ففعلہ وہو بیک اقل از بقدر مالک تو لکم من شیء الا جب شیء اور اگر بولا کہ

بجز اوراق میں

Marfat.com

ہزار درم ہر سے مال سے صدقہ بن اگر میں ایسا کروں پھر وہ فعل کیا اور عا لاکہ وہ ہزار سے کمتر کا مالک ہے تو اس پر اتنا صدقہ لازم ہوگا جتنے کا وہ مالک ہے اور اگر اسکی  
ملوک کوئی چیز نہیں تو کچھ واجب نہیں وصح الا ایضا بلا علم الوسی قلع نقر ذ اور صحیح ہے وصیت کرنا وصی کا بدون علم وصی کے تو صحیح ہے تصرف وصی کا ہم  
یعنے اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنے طفل صغیر یا مکرہ پر وصی کیا اور وصی کو معلوم نہیں پھر وصی نے کوئی تصرف کیا مثلاً کوئی چیز اسکی بیچ ڈالی تو صحیح ہے بلا صحیح  
اتوکیل بلا علم وکیل نہیں صحیح ہے وکیل مقرر کرنا بدون علم وکیل کے یعنی اس کا تصرف بھی بدون علم توکیل صحیح نہیں الفرق ان تصرف الوسی خلافہ  
والوکیل نیابت ایسا اور توکیل میں فرق یہ ہے کہ تصرف وصی کا بطور خلافت ہے اور تصرف وکیل کا بطور نیابت ہے ہم جب تصرف وصی کا بطریق خلافت کے ہوا تو  
علم ضرور ہوا جیسے تصرف وارث بطریق ملک اور ولایت کے ہے تو اگر داد اہوتے کا مال بعد موت ابن بلا علم موت ابن بیچا اے تو جائز ہے اور وکیل کا تصرف  
بطریق نیابت موکل ہے نہ بطریق خلافت کیونکہ موکل کا تصرف ہنوز باقی ہے تو یہاں علم ضرور ہے تو اگر ایک شخص نے ہزار درم امانت کے ایک مرد کے پاس پھر  
مالک نے کہا کہ میں نے مثلاً زید کو اس کے قبض کا امر کیا اور زید کو اپنے مامور یا قبض ہونے کا علم نہیں پھر زید نے درہم مذکورہ پر قبض کیا اور وہ تلف ہو گئے  
تو مالک کو اختیار ہے چاہے امانت دار سے تاوان لے چاہے زید سے اور اگر امانت دار کو علم توکیل ہو اور وہ مامور یا قبض کو قبضہ کر اوسے اور پھر تلف ہو تو کسی پرتاوان  
نہیں کذا فی الطحاوی فلو علم الوکیل بالتوکیل فلو من مبیح او فاسق صحیح تصرفہ سو اگر وکیل کو وکیل کرے کا علم حال ہو اگرچہ صغیر مبیح یا فاسق سے  
معلوم ہو تو اب اس کا تصرف صحیح ہے ولا یشیت عزل الا باخبار عدل و فاسق ان صدقہ عنایہ او مستورین و فاسقین فی الصحیح اور ظاہر نہیں ہوتی  
وکیل کی معزولی اگر ایک شخص عادل کے خبر دینے سے یا فاسق کے اخبار سے بشرطیکہ وکیل فاسق کی تصدیق کرے خبر میں کذا فی العنایہ یا معزولی ثابت ہوتی ہے جس شخص مستور  
العدالت سے یا د فاسقوں کی خبر سے قول صحیح کا اخبار السید کجا تیر عبدہ فلو باعد کان مختار اللقدار امانت خبر دار ہونے مولی کے اپنے غلام کی جنایت سے تو اگر ایسا  
عادل یا مستورین یا فاسقین جنایت عبد کی مولی کو خبر ہوئی پھر اسے اسکو بیع ڈالو تو وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا ہے یعنی اسکو فدیہ جنایت دینا چاہے گا و اشیع بالبیع  
اور جیسے شفعہ کو بیع کی خبر ہو چنی یعنی اگر باخبار عدل یا مستورین یا فاسق شفعہ کو بیع کی خبر ہو چنی اور وہ ساکت رہا تو حق شفعہ باطل ہو گیا و البکر بالنکاح  
اور جیسے بکر کو نکاح کی خبر ہو چنی یعنی سکوت بکر رضا نہیں مگر جبکہ اسکو عادل یا مستورین یا فاسقین نکاح ولی کی خبر دین اور اگر مستور یا فاسق نے خبر دی نکاح  
ولی کی اور وہ ساکت رہی تو یہ سکوت رضا نہیں المسلم الذی لم یہاجر الینا بالشرع اور جیسے اس مسلمان کو جس نے دار الاسلام کی طرف ہجرت نہیں کی احکام شریعہ  
کی خبر ہو چنی یعنی ایک مستور یا فاسق کی خبر سے اس پر عمل احکام شرعی کا لازم نہیں آتا اگر عادل یا مستور خبر دین تو عمل لازم ہے یہاں تک کہ اگر فرض ترک کریگا  
تو قضا اس پر لازم ہوگی جموی نے مفتاح سے نقل کی کہ قول صحیح یہ ہے کہ ایک فاسق کی خبر اس میں کافی ہے کہ لا اخبار لعیب لم یشرا و محر ما ذون و فتح خزیر و غیر القاضی  
و متولی وقت فی عشر شیطہ فیما احد شطری الشہادۃ لا یظہر اور اسی طرح عیب بیع کی خبر دینا خرید کے ارادہ کرنے والے کو ادرغ تصرف کی خبر بعد اذن کو ادرغ  
شرکت کی خبر بعد اشرکین کو اور متولی وقت کو معزولی کی خبر تو یہ دس چیزیں ہیں جن میں شہادت کے دو چیزوں سے ایک جز شرط ہے نہ لفظ شہادت  
ہم شہادت کے دو چیز ہیں ایک عدو یعنی دو شاہد ہونا دوسرا عدالت تو امور عشر مذکورہ کے اخبار میں ایک جز شرط ہے یا عدو بلا شرط عدالت یا عدالت بلا شرط عدو  
متر القاضی در متولی وقت بہ صاحبہ محرکی نہ نص مذہب کذا فی الطحاوی و بشرط اسائر الشرط فی الشاہد اور خبر مذکور میں باقی شرط شہاد کی شرط ہیں یعنی اذ اور  
بالغ ہونا اور یکہ اندھا اور محدود فی القذف ہونا مع عدو یا عدالت خاصہ یہ کہ مجرمین وہ شرط ہے جو شاہد میں شرط ہے بجز لفظ شہادت و حضور مجلس قضا اور یہ سب  
مذکور نام کا مذہب ہے اور صاحبین کے نزدیک تو فقط تمیز مجرمین شرط ہے کذا فی الطحاوی و قیدہ فی الحجر بالعزل القصدی و بما اذالم یصدقہ و یكون الحجر علی المرسل  
ورسولہ فانہ یعمل بقرہ طلاقا کما یسیج فی بابہ اور قید لگائی ہے بجز الرائق میں تصدی معزولی کی اور اسکی کہ جبکہ وکیل مجرم کی تصدیق نہ کرے اور اسکی کہ مجرم غیر مرسل ہو  
اور موکل کا پیام رسان ہوا سوا اسکے کہ پیام رسان کی خبر پر مطلقا عمل ہے چنانچہ عزال وکیل کے باب میں آویگا ہم یعنی عزل قصدی میں عدو یا عدالت شرط ہے اور عزل

Marfat.com



حلی میں تو قبل علم معزولی کے معزول ہو جاتا ہے عزل حلی یہ کہ موکل مر جاے یا اسکو جنون مطبق ہو جائے غیر مسل غلط ہو بلکہ صواب غیر خصم ہو چنانچہ بحر الرائق میں ہے یعنی اگر خصم غم سے تو عدویا عدالت مجر شریط ہو اور اگر شفیع کو خود مشتری بیع کی خبر سے تو بالاجماع طلب واجب ہے اگر تاخیر کرے گا تو حق ساقط ہوگا پیام رسان کی خبر پر مطلقاً لازم ہے خواہ وہ فاسق ہو یا صغیر یا اسکی تکذیب کرے کذا فی الطحاوی جامع قاضی و المہینہ وان لم یقل جب تک امینانی ہے علی الصیح و لو اوجیہ محمد بن یوسف اللخاری

**واخذ المال فضاء ثمنه عن القاضی** یا مستحق العبد و ضاع قبل تسلیم لم یضمن لان امین القاضی کا تقاضی القاضی کا لامام دکل ثم لا یضمن بل لا یحکم بکلام نائب المناظر قاضی یا اسکے امین نے اگرچہ قاضی نے نہ کہا ہو کہ میں نے تجھکو امین مقرر کیا اسکی بیع میں بقول صحیح کذا فی الولو اوجیہ غلام کو بیجا دین و اون کے واسطے دین کے واسطے اور مال یا سوا اسکا ثمن ضائع ہو گیا قاضی کے پاس اور غلام ملک غیر نکلا یا غلام ہلاک ہو گیا قبل اسکی تسلیم کے تو قاضی اور امین پر ضمان نہیں اس واسطے کہ قاضی کا امین قاضی کے مانند ہے اور قاضی سلطان کے مانند ہے اور ہر ایک امین سے تاوان نہیں دیتا بلکہ اسے قسم ہی نہیں لیجاتی بخلاف مناظر وقت کے نائب کے کما سکا قول بدون قسم کے مستتر نہیں ہم قاضی اور سلطان پر اس واسطے تاوان نہیں کہ اگر امین تاوان ہو تو اسلانت کے قبول کر نیسے وہ پر سپر کرین تو رعایا کی مصالح معطل ہو جاوے کذا فی یعنی مرجع مشتری علی العزما و لتقدر الرجوع علی العاقد اور مشتری اپنا ثمن بن و اون سے پھیرے بسبب مستقر ہونے رجوع کے عاقد پر بیٹھے قاضی یا امین پر ہم اور قاعدہ یہ ہے کہ جب تعلق حقوق کا عاقد سے مستقر ہو تو اس شخص سے تعلق ہوگا جو اقرب الناس الی العقد ہے اور عقد کی طرف اقرب الناس وہ ہے جسکو عقد سے فائدہ حاصل ہو سو یہاں اہمیت یوں بین جنکے واسطے بیع واقع ہونی کیا تو نہیں جانتا کہ قاضی بیع کا حکم نہیں دیتا جب تک صاحب بن طلب نہ کرے کذا فی اعموی تبصرہ و لو باعہ الوصی الی الجمل العزما باہم القاضی و بلا امرہ فاستحق العبد و ما استقبل القیض للعبد بن الوصی و ضاع ثمن رجح مشتری علی الوصی لانه وان نصبر القاضی عاقد انما بعد عن لیت فرج الحقوق ایہ ہو بیع علی العزما لانه عامل لہم اور غلام کو وصی نے دین و اون کے واسطے بیجا قاضی کے حکم سے یا بدون اسکے حکم کے پھر غلام مستحق غیر نکلا یا مر گیا قبل قبضہ کروا دینے غلام کے وہی کیجا تب سے اور ثمن ضائع ہو گیا تو مشتری وہی سے ثمن بھرے اس واسطے کہ وصی کو اگرچہ قاضی نے عاقد قائم کیا مگر بنا کہ حقوق عہد وصی ہی کی طرف رجح ہونگے اور وصی بن و اون پر رجوع کرے گا کیونکہ وہ عامل ہے انھیں کی منفعت کے واسطے ہم جو کسی کے واسطے کام کرے اور اس کام کے سبب سے اس پر ضمان لازم آئے تو وہ تاوان اس کے پھیرے جسکے واسطے کام کرتا تھا طحاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شرح ترجع کتاباے فرج کے و یوظف بعدہ لطیبت مال رجح الغریم فیہ بدینہ ہوا لاصح اور اگر بعد اسکے است کمال ظاہر ہو تو دین والا اپنا دین اس مال میں سے بھرے ہی قول صحیح ہر خرج القاضی الثلث للفقراء و لم یعظم ایاہ حتی بلک کان الممالک من مالم ای الفقراء و الثلثان للورثۃ لانه قاضی نے متروکہ وصی سے تمام مال فقیروں کے واسطے اور انکو نہیں دی یہاں تک کہ وہ تلف ہوگئی تو فقیروں کا مال ضائع ہو گیا اور باقی دو تہا یہاں وارثوں کا حق ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم یعنی قاضی فقیروں کی واسطے عامل تھا تو قاضی پر ضمان نہ ہوگا امر قاض عدل برجم و قطع فی سرقۃ او ضرب فی حد قضی بہ باذکر وسعک فعلہ لوجوب طاعتہ ولی الامراء مخاطب تجھکو قاضی عادل نے امر کیا زانی محض کی سنگساری کا یا ہاتھ کاٹنے کا چوری میں یا مارنے کا حد میں جسکا وہ حکم کر چکا ہے یعنی ثبوت رجم یا قطع یا ضرب کا حکم ہے چکا تو تجھکو اسکے فعل میں گنجائش ہے تو تکی نہیں بیٹے واجب ہونے طاعت حکم کے یعنی طاعت اولی الامر قرآن مجید سے ثابت ہے اور مجملہ طاعت حکم کی تصدیق ہے و معہ محمد حتی یجان الحجۃ و استحسنہ فی زماننا و فی امیون و بریقی اور منع کیا ہے فعل مذکور کہ محمد نے تا وقتیکہ حجت ثبوت کو معائنہ کرے اور علما نے اسکو پسند کیا ہے ہمارے زمانے میں اور عیون میں ہے کہ اسی قول کا فتویٰ ہے ہم و ہر استحسان مذکور فساد قضاء ہے اس واسطے کہ اکثر قاضی رشوت دیکر عمدہ قضایا ہلک کرے ہیں تو احکام اسکے باطل ہیں اور تدارک قطع وغیرہ کا غیر ممکن ہے بحر الرائق میں کہا لیکن میں نے بعد اسکے مدد شہیدی شرح آداب القاضی میں لکھا کہ محمد نے نہ شخصین کے قول کی طرف رجوع کیا ہے چنانچہ ہشام نے محمد سے رجوع کی روایت کی ہے انتہی خلاصہ یہ ہے کہ محمد اول شخصین کے موافق تھے پھر قابل منع مذکور کے ہوسے پھر چار رجوع کرنا شخصین کے قول کی طرف صحیح ہوگا کذا فی الطحاوی

صحیح ہے  
مستحق العبد و ضاع قبل تسلیم لم یضمن لان امین القاضی کا تقاضی القاضی کا لامام دکل ثم لا یضمن بل لا یحکم بکلام نائب المناظر قاضی یا اسکے امین نے اگرچہ قاضی نے نہ کہا ہو کہ میں نے تجھکو امین مقرر کیا اسکی بیع میں بقول صحیح کذا فی الولو اوجیہ غلام کو بیجا دین و اون کے واسطے دین کے واسطے اور مال یا سوا اسکا ثمن ضائع ہو گیا قاضی کے پاس اور غلام ملک غیر نکلا یا غلام ہلاک ہو گیا قبل اسکی تسلیم کے تو قاضی اور امین پر ضمان نہیں اس واسطے کہ قاضی کا امین قاضی کے مانند ہے اور قاضی سلطان کے مانند ہے اور ہر ایک امین سے تاوان نہیں دیتا بلکہ اسے قسم ہی نہیں لیجاتی بخلاف مناظر وقت کے نائب کے کما سکا قول بدون قسم کے مستتر نہیں ہم قاضی اور سلطان پر اس واسطے تاوان نہیں کہ اگر امین تاوان ہو تو اسلانت کے قبول کر نیسے وہ پر سپر کرین تو رعایا کی مصالح معطل ہو جاوے کذا فی یعنی مرجع مشتری علی العزما و لتقدر الرجوع علی العاقد اور مشتری اپنا ثمن بن و اون سے پھیرے بسبب مستقر ہونے رجوع کے عاقد پر بیٹھے قاضی یا امین پر ہم اور قاعدہ یہ ہے کہ جب تعلق حقوق کا عاقد سے مستقر ہو تو اس شخص سے تعلق ہوگا جو اقرب الناس الی العقد ہے اور عقد کی طرف اقرب الناس وہ ہے جسکو عقد سے فائدہ حاصل ہو سو یہاں اہمیت یوں بین جنکے واسطے بیع واقع ہونی کیا تو نہیں جانتا کہ قاضی بیع کا حکم نہیں دیتا جب تک صاحب بن طلب نہ کرے کذا فی اعموی تبصرہ و لو باعہ الوصی الی الجمل العزما باہم القاضی و بلا امرہ فاستحق العبد و ما استقبل القیض للعبد بن الوصی و ضاع ثمن رجح مشتری علی الوصی لانه وان نصبر القاضی عاقد انما بعد عن لیت فرج الحقوق ایہ ہو بیع علی العزما لانه عامل لہم اور غلام کو وصی نے دین و اون کے واسطے بیجا قاضی کے حکم سے یا بدون اسکے حکم کے پھر غلام مستحق غیر نکلا یا مر گیا قبل قبضہ کروا دینے غلام کے وہی کیجا تب سے اور ثمن ضائع ہو گیا تو مشتری وہی سے ثمن بھرے اس واسطے کہ وصی کو اگرچہ قاضی نے عاقد قائم کیا مگر بنا کہ حقوق عہد وصی ہی کی طرف رجح ہونگے اور وصی بن و اون پر رجوع کرے گا کیونکہ وہ عامل ہے انھیں کی منفعت کے واسطے ہم جو کسی کے واسطے کام کرے اور اس کام کے سبب سے اس پر ضمان لازم آئے تو وہ تاوان اس کے پھیرے جسکے واسطے کام کرتا تھا طحاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شرح ترجع کتاباے فرج کے و یوظف بعدہ لطیبت مال رجح الغریم فیہ بدینہ ہوا لاصح اور اگر بعد اسکے است کمال ظاہر ہو تو دین والا اپنا دین اس مال میں سے بھرے ہی قول صحیح ہر خرج القاضی الثلث للفقراء و لم یعظم ایاہ حتی بلک کان الممالک من مالم ای الفقراء و الثلثان للورثۃ لانه قاضی نے متروکہ وصی سے تمام مال فقیروں کے واسطے اور انکو نہیں دی یہاں تک کہ وہ تلف ہوگئی تو فقیروں کا مال ضائع ہو گیا اور باقی دو تہا یہاں وارثوں کا حق ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم یعنی قاضی فقیروں کی واسطے عامل تھا تو قاضی پر ضمان نہ ہوگا امر قاض عدل برجم و قطع فی سرقۃ او ضرب فی حد قضی بہ باذکر وسعک فعلہ لوجوب طاعتہ ولی الامراء مخاطب تجھکو قاضی عادل نے امر کیا زانی محض کی سنگساری کا یا ہاتھ کاٹنے کا چوری میں یا مارنے کا حد میں جسکا وہ حکم کر چکا ہے یعنی ثبوت رجم یا قطع یا ضرب کا حکم ہے چکا تو تجھکو اسکے فعل میں گنجائش ہے تو تکی نہیں بیٹے واجب ہونے طاعت حکم کے یعنی طاعت اولی الامر قرآن مجید سے ثابت ہے اور مجملہ طاعت حکم کی تصدیق ہے و معہ محمد حتی یجان الحجۃ و استحسنہ فی زماننا و فی امیون و بریقی اور منع کیا ہے فعل مذکور کہ محمد نے تا وقتیکہ حجت ثبوت کو معائنہ کرے اور علما نے اسکو پسند کیا ہے ہمارے زمانے میں اور عیون میں ہے کہ اسی قول کا فتویٰ ہے ہم و ہر استحسان مذکور فساد قضاء ہے اس واسطے کہ اکثر قاضی رشوت دیکر عمدہ قضایا ہلک کرے ہیں تو احکام اسکے باطل ہیں اور تدارک قطع وغیرہ کا غیر ممکن ہے بحر الرائق میں کہا لیکن میں نے بعد اسکے مدد شہیدی شرح آداب القاضی میں لکھا کہ محمد نے نہ شخصین کے قول کی طرف رجوع کیا ہے چنانچہ ہشام نے محمد سے رجوع کی روایت کی ہے انتہی خلاصہ یہ ہے کہ محمد اول شخصین کے موافق تھے پھر قابل منع مذکور کے ہوسے پھر چار رجوع کرنا شخصین کے قول کی طرف صحیح ہوگا کذا فی الطحاوی

الانی کتاب القاضی للضرورة مگر قاضی کے خط میں اس کے موافق عمل کرنا بلا معائنہ حجت جائز ہے سبب ضرورت کے یعنی بضرورت ایسا حق اور اس واسطے قضیاتی ہے  
کم واقع ہوئی ہرگز انی الطوطاوی وقیل قبل لوعدا لاعالم اور بعضوں نے کہا جرم یا قطع یا ضرب کا قول مقبول ہے اگر قاضی عادل اور عالم ہو ہم یہ قول ہے ابو منصور کا اس واسطے  
کہ عدم اعتماد و اجابت فساد اور غلطی کے ہے اور یہ امر عالم عادل میں متضمن ہے اور استیجابی نے ذکر کیا امام کے نزدیک قاضی کے بموجب قول کے عمل کرنا اس صورت  
میں ہے جبکہ قاضی عالم عادل ہو اس واسطے کہ قاضی جاہل ظالم لائق قضا کے نہیں اور اسکا امر بالاتفاق لائق امتثال کے نہیں تو ابو منصور م کا قول کشف  
ہر مذہب امام سے کذا فی الطوطاوی وان عدلا جاہلان استفسرنا حسن تفسیر الشراط صدق بالالا اور اگر قاضی عادل جاہل ہے اگر اس سے  
استفسار کیا جائے تو بیان شرائط کا خوب کرے تو اسکی تصدیق ہوگی اور نہیں تو تصدیق نہوگی ہم مثال اسکی زنا میں یہ ہے کہ قاضی کے کہ میں نے زنا کے مقرر  
سے استفسار کیا اور زنا کا اور جس عورت سے اسنے زنا کیا اسکا سوال مقرر سے کیا تو اسنے اقرار کیا چنانچہ ہمیں معروف ہے اور اسپرین نے سنگاسی کا حکم کیا  
اور حد سرقہ میں کے کہ میرے نزدیک بجز ثابت ہو کہ اسنے بقدر نصاب مکان محفوظ سے لیا حسین کے شبہ نہیں اور قصاص میں کے کہ اسنے عذابا شہر  
قتل کیا تو اب اسکی تصدیق اور قبول قول واجب ہے کذا فی المنع و کذا فی القیل قولہ لو کان فاسقا عالما کان او جاہلا للثبوت فالقضاة اربعة اور اسی طرح قاضی کا  
قول مقبول نہیں اگر قاضی فاسق ہو عالم ہو یا جاہل سبب تہمت کے تو قاضی چار قسم ہیں ہم قاضی یا عالم عادل ہے یا جاہل عادل یا عالم غیر عادل ہے یا جاہل  
غیر عادل ہے تو قاضی اول کے قول پر قطعید جائز ہے اور قاضی ثانی اگر سوال سبب میں خوب بیان کرے تو تصدیق اسکی واجب ہے اور قطع جائز ہے اور ثالث  
اور رابع کا قول مقبول نہیں کذا فی منہ الشرع الا ان یعاین الحجۃ ای سبب شرعی اگر جب کہ حجت یعنی سبب شرعی کا معائنہ کرے تو اب قاضی جاہل و فاسق کا قول  
مقبول ہے ہم اس واسطے کہ بعد معائنہ حجت تہمت باقی رہے شارح نے حجت کو اول سبب اس واسطے کیا تا اقرار کو بھی شامل ہو جائے ہنالا انسان عند شہود  
قادسی مالک ضامن و قال انصاب کانت الدین بختہ وانکر الماک فالقول للصاب لا نکارہ الضمان والشہود شہدون علی الصب علی عدم النجیۃ منہ و صلکایا  
کسی آدمی کا تیل گواہوں کے سامنے سوائس کے مالک نے اسکے تاوان کا دعوی کیا اور ٹھکانے والے نے کہا کہ تیل پاک تھا اور مالک اس کا انکار  
کرتا ہے تو ٹھکانے والے کا قول معتبر ہے سبب سکر ہونے ضمان کے اور گواہ گواہی دیتے ہیں ٹھکانے پر نہ تیل کی عدم نجاست پر ہم ظاہر اجواب ہم  
ضمان مطلق پر دلالت کرتا ہے حالانکہ تیل اگر ناپاک ہو جائے تو اسکی تطہیر ممکن ہے اور تیل ناپاک کا چرخ میں جلانا درست ہے غیر مسجد میں اور اگر اسکو اسپرین کے  
اسپرین پاک تیل کا ضمان نہیں بلکہ ناپاک کا ضمان ہے تو جواب ظاہر ہے یعنی بلا تردید صحیح ہے کذا فی الطوطاوی و لو قتل جلا و قال قتلہ و قتلہ لیس مع قولہ  
سلا یودی لی فی فتح باب لعدوان قانہ یقتل یقول کان القتل لذلک امر الدم عظیم فلا یمل کجالات المال قرار بزایہ اور اگر ایک شخص نے قتل کیا ایک مرد کو اور بولا  
کہ میں نے اسکو قتل کیا بسبب اسکے ارتداد کے یا بسبب اسکے مار ڈالنے کے میرے باپ کو تو قاتل کا قول سموع نہوگا تا سکرشی اور شورش کا دروازہ نہ کھلی  
یعنی اگر اسکا قول بلا شہود مقبول ہو تو فساد عظیم پر پابو جو شخص چاہے دوسرے کو ناحق مار ڈالے اور اسکے ارتداد وغیرہ کا دعوی کیسے ہندواہ قاتل قتل کیا جائے  
اور قاضی کے کہ قتل اسکے واسطے تھا اور خون کا عظیم ہے سو وہ مہل چھوٹ نہیں سکتا بجلافت مال کے کذا فی البزادیہ میں کتاب لاقرارم خون کا عظیم ہے لہذا  
مال میں ایک قسم کیفیت کرتی ہے اور خون میں پچاس قسمیں صدق قاضی معزول بدین قال زید یا خذت منک لقا قضیت بدی بالالفت لیکر  
و قضیت لیس او قال قضیت یقطع یدک فی حق و ادعی زید یا خذ الالفت و قطع الید ظل او اقر بکو نہالی بلا ذل و لفظی وقت قضائہ و کذا یوزعم  
فعد قبل التقليد و بعد الغزل فی الاصح لانه اسند قلعہ الی حالۃ مہودۃ سائتہ للضمان فیصدق الا ان یرین زید علی کو نہالی غیر قضائہ فالقاضی یکن سبلا  
صدر الشرع تصدیق کی جاسکی اس قاضی معزول کی بدون قسم کے جسے زید سے کہا کہ میں نے تجھ سے وہ ہزار درم لیے جب کہ میں نے حکم کیا تھا لیکر کے واسطے  
اور میں نے اسکو دیے یا قاضی نے کہا کہ میں نے حکم دیا تھا تیرے ہاتھ کاٹنے کا حق میں اور زید نے اسکے ہزار درم لینے اور ہاتھ کاٹنے کا ارزاہ ظلم کے

کتاب القاضی اور اس واسطے قضیاتی  
ابو منصور کا قول مقبول ہے اگر قاضی عادل اور عالم ہو ہم یہ قول ہے ابو منصور کا اس واسطے  
کہ عدم اعتماد و اجابت فساد اور غلطی کے ہے اور یہ امر عالم عادل میں متضمن ہے اور استیجابی نے ذکر کیا امام کے بموجب قول کے عمل کرنا اس صورت  
میں ہے جبکہ قاضی عالم عادل ہو اس واسطے کہ قاضی جاہل ظالم لائق قضا کے نہیں اور اسکا امر بالاتفاق لائق امتثال کے نہیں تو ابو منصور م کا قول کشف  
ہر مذہب امام سے کذا فی الطوطاوی وان عدلا جاہلان استفسرنا حسن تفسیر الشراط صدق بالالا اور اگر قاضی عادل جاہل ہے اگر اس سے  
استفسار کیا جائے تو بیان شرائط کا خوب کرے تو اسکی تصدیق ہوگی اور نہیں تو تصدیق نہوگی ہم مثال اسکی زنا میں یہ ہے کہ قاضی کے کہ میں نے زنا کے مقرر  
سے استفسار کیا اور زنا کا اور جس عورت سے اسنے زنا کیا اسکا سوال مقرر سے کیا تو اسنے اقرار کیا چنانچہ ہمیں معروف ہے اور اسپرین نے سنگاسی کا حکم کیا  
اور حد سرقہ میں کے کہ میرے نزدیک بجز ثابت ہو کہ اسنے بقدر نصاب مکان محفوظ سے لیا حسین کے شبہ نہیں اور قصاص میں کے کہ اسنے عذابا شہر  
قتل کیا تو اب اسکی تصدیق اور قبول قول واجب ہے کذا فی المنع و کذا فی القیل قولہ لو کان فاسقا عالما کان او جاہلا للثبوت فالقضاة اربعة اور اسی طرح قاضی کا  
قول مقبول نہیں اگر قاضی فاسق ہو عالم ہو یا جاہل سبب تہمت کے تو قاضی چار قسم ہیں ہم قاضی یا عالم عادل ہے یا جاہل عادل یا عالم غیر عادل ہے یا جاہل  
غیر عادل ہے تو قاضی اول کے قول پر قطعید جائز ہے اور قاضی ثانی اگر سوال سبب میں خوب بیان کرے تو تصدیق اسکی واجب ہے اور قطع جائز ہے اور ثالث  
اور رابع کا قول مقبول نہیں کذا فی منہ الشرع الا ان یعاین الحجۃ ای سبب شرعی اگر جب کہ حجت یعنی سبب شرعی کا معائنہ کرے تو اب قاضی جاہل و فاسق کا قول  
مقبول ہے ہم اس واسطے کہ بعد معائنہ حجت تہمت باقی رہے شارح نے حجت کو اول سبب اس واسطے کیا تا اقرار کو بھی شامل ہو جائے ہنالا انسان عند شہود  
قادسی مالک ضامن و قال انصاب کانت الدین بختہ وانکر الماک فالقول للصاب لا نکارہ الضمان والشہود شہدون علی الصب علی عدم النجیۃ منہ و صلکایا  
کسی آدمی کا تیل گواہوں کے سامنے سوائس کے مالک نے اسکے تاوان کا دعوی کیا اور ٹھکانے والے نے کہا کہ تیل پاک تھا اور مالک اس کا انکار  
کرتا ہے تو ٹھکانے والے کا قول معتبر ہے سبب سکر ہونے ضمان کے اور گواہ گواہی دیتے ہیں ٹھکانے پر نہ تیل کی عدم نجاست پر ہم ظاہر اجواب ہم  
ضمان مطلق پر دلالت کرتا ہے حالانکہ تیل اگر ناپاک ہو جائے تو اسکی تطہیر ممکن ہے اور تیل ناپاک کا چرخ میں جلانا درست ہے غیر مسجد میں اور اگر اسکو اسپرین کے  
اسپرین پاک تیل کا ضمان نہیں بلکہ ناپاک کا ضمان ہے تو جواب ظاہر ہے یعنی بلا تردید صحیح ہے کذا فی الطوطاوی و لو قتل جلا و قال قتلہ و قتلہ لیس مع قولہ  
سلا یودی لی فی فتح باب لعدوان قانہ یقتل یقول کان القتل لذلک امر الدم عظیم فلا یمل کجالات المال قرار بزایہ اور اگر ایک شخص نے قتل کیا ایک مرد کو اور بولا  
کہ میں نے اسکو قتل کیا بسبب اسکے ارتداد کے یا بسبب اسکے مار ڈالنے کے میرے باپ کو تو قاتل کا قول سموع نہوگا تا سکرشی اور شورش کا دروازہ نہ کھلی  
یعنی اگر اسکا قول بلا شہود مقبول ہو تو فساد عظیم پر پابو جو شخص چاہے دوسرے کو ناحق مار ڈالے اور اسکے ارتداد وغیرہ کا دعوی کیسے ہندواہ قاتل قتل کیا جائے  
اور قاضی کے کہ قتل اسکے واسطے تھا اور خون کا عظیم ہے سو وہ مہل چھوٹ نہیں سکتا بجلافت مال کے کذا فی البزادیہ میں کتاب لاقرارم خون کا عظیم ہے لہذا  
مال میں ایک قسم کیفیت کرتی ہے اور خون میں پچاس قسمیں صدق قاضی معزول بدین قال زید یا خذت منک لقا قضیت بدی بالالفت لیکر  
و قضیت لیس او قال قضیت یقطع یدک فی حق و ادعی زید یا خذ الالفت و قطع الید ظل او اقر بکو نہالی بلا ذل و لفظی وقت قضائہ و کذا یوزعم  
فعد قبل التقليد و بعد الغزل فی الاصح لانه اسند قلعہ الی حالۃ مہودۃ سائتہ للضمان فیصدق الا ان یرین زید علی کو نہالی غیر قضائہ فالقاضی یکن سبلا  
صدر الشرع تصدیق کی جاسکی اس قاضی معزول کی بدون قسم کے جسے زید سے کہا کہ میں نے تجھ سے وہ ہزار درم لیے جب کہ میں نے حکم کیا تھا لیکر کے واسطے  
اور میں نے اسکو دیے یا قاضی نے کہا کہ میں نے حکم دیا تھا تیرے ہاتھ کاٹنے کا حق میں اور زید نے اسکے ہزار درم لینے اور ہاتھ کاٹنے کا ارزاہ ظلم کے



دعویٰ کیا اور اقرار کیا کہ وہ دونوں امرینے اخذ اور قطع اس قاضی کی قضا کی حالت میں واقع ہوئی اور اسی طرح قاضی کی تصدیق ہوگی اگر اس کے فعل مذکور کو گمان کیا  
 قبل تقلید قضا یا بعد معزول ہونے کے قول اصح میں اس واسطے کہ زید نے قاضی کے فعل کی اس حالت معینہ یعنی قضا کی طرف نسبت کی جو تاوان کے سنائی  
 ہو تو قاضی کی تصدیق ہوگی مگر یہ کہ زید گواہ لاوے اسے کہ اخذ اور قطع حالت قضا میں نہیں واقع ہوئی تو اب قاضی سبطل ہوگا اس فعل میں کذا فی صدر الشریعہ  
 م حالات قضا اس واسطے منافی ضمان ہے کہ ظاہر اسکا شاہد ہے اس لیے کہ ظاہر قاضی ظلم کا حکم نہیں کرتا اور قاضی پر قسم اس واسطے نہیں کہ فعل اس کا قضا میں باقرار  
 معی ثابت ہو کذا فی الطحاوی فرج سئلہ بلحقیہ شارح کا نقل فی الاستبہار عن بعض الشافعیۃ اذ لم یکن للقاضی شیئی فی بیت المال قلنا خذ عشر ما یتولی من مال  
 الیتامی والارقات اشباہ میں نقل کیا کسی شافعی لمذہب سے کہ جب قاضی کا بیت المال سے کچھ روزیہ مقرر نہ ہو تو اسکو دسواں حصہ موال یتیم اور  
 اوقاف سے جکا وہ کار پر واز ہے لینا درست ہے م صاحب شہاب نے اس قول کو صاحب نوار سے نقل کیا پھر اسکے انکار میں مبالغہ کیا وئی الخانیہ للستوی العشر  
 فی مسئلہ الطمانۃ اور خانیہ میں ہے کہ متولی کو دسواں حصہ لینا جائز ہے سئلہ طاحونہ میں م اس مسئلہ کا بیان ذکر ہے محل ہے علاوہ برین یہ قول محرر اور شرح بھی  
 نہیں شہاب میں خانیہ سے یوں منقول ہے کہ ایک شخص نے اراضی اپنے موال پر وقف کی پھر واقعہ مرگنا اور قاضی نے وقت ایک متولی کو سپرد کیا اور معاملات  
 وقت کا دسواں حصہ متولی کے واسطے مقرر کر دیا اور وقت میں ایک طاحونہ یعنی ایک پنچلے پر ایک شخص کے ہاتھ میں بطور مقلعہ حصہ میں متولی کی کچھ حاجت نہیں  
 اور اس پنچلے والے لوگ اسکا غلبہ کرتے ہیں تو متولی کا دسواں حصہ اس میں واجب نہ ہوگا اس واسطے کہ متولی نہیں لیتا مگر بطریق اجر کے تو مستوجب اجر نہ ہوگا  
 بدون عمل کے حتیٰ علامہ بیہی نے کہا صواب ہے کہ عشر جو متولی کے واسطے اس وقت میں مقرر ہوا تو مراد اس سے اجرت مثل ہے تو اگر عشر زیادہ ہو اجرت مثل سے  
 تو زمانہ کو پھیرے اور تخفیف کرے اور خزانہ اکل اور لو جائزہ میں بطریق اجمال یوں ہے کہ متولی کو اجرت مثل سے زیادہ لینا جائز نہیں کذا فی الطحاوی بلحقیہ قلت  
 لکن فی البرزازیہ کل ما یجب علی القاضی والمفتی لایکل لہما اخذ الاجر بہ کالحکام صغیر لاند واجب علیہ وجواب المفتی بالقول اما بالکتاب فیہ فیجوز لہما علی تقدیر کتابہما لان الکتاب  
 لا یلزم ہما وتمام فی شرح الوہبانیہ میں کہتا ہوں لیکن ہذا میں ہے کہ جو فعل کہ قاضی اور مفتی پر واجب ہے تو دونوں کو اسکی مزدوری لینا جائز نہیں جیسے  
 صغیر کا حکم کر دینا اس واسطے کہ وہ قاضی پر واجب ہے اور جیسے مفتی کا زبانی جواب دینا کہ وہ مفتی پر واجب ہے اور تحریر کی اجرت لینا سو قاضی اور مفتی  
 دونوں کو جائز ہے بقدر انکی کتابت کے اس واسطے کہ کتابت قاضی اور مفتی پر لازم نہیں اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ میں ہے م خلاصہ میں ہے کہ قاضی کو کلام  
 وغیر مالکی کتابت پر اجرت لینا بقدر اجرت مثل جائز ہے ہی قول مختار ہے اور زکاح منفر پر کچھ لینا جائز نہیں اور اسکے سواے حلال ہے اور مال یتیم کی  
 بیع کی اجازت پر اجرت حلال نہیں اور اگر اجرت لے گا تو بیع ناقذہ منوگی انتہی شرح وہبانیہ میں کہا اور اصح یہ ہے کہ تقدیر اجرت کی بقدر مشقت کے ہے  
 اور گاہے ایک سو کے وثیقے کی مشقت میں اجناس مختلفہ میں زیادہ ہوتی ہے ہر دس ہاتھ نقد کی مشقت پر میں کہتا ہوں اور عادیہ میں ملتقط سے ہے اور  
 ہے جو بعضوں نے کہا کہ ہر ایک ہزار میں پانچ درم اجرت ہے سو مہتمم نہیں اور ہمارے اصحاب جمع شد کی نقد سے مناسب و ملائق نہیں اور کوئی مشقت ہے کہ کتابت  
 اکثر شہن کی تحریر میں اسکو تو اجرت مثل ہے بقدر اسکی محنت کے اور بقدر اسکی صنعت اور عمل کے مانند اجرت جکا ک اور ثقباب کے مشقت تقلیل میں اور شرح  
 قرطبی میں نصاب منقول ہے کہ اجرت واجب ہے بقدر رنج اور تعب کے اور یہ قول ہمارے اصحاب کے ہول سے اشد ہے اور کتابت سجدات میں ہے کہ صحیح قول ہے کہ ثقیفہ  
 موضع کے طول در قصر اور اسکی صعوبت اور سہولت کی مقدار کی طرف مرجع ہے اجرت کا انتہی کذا فی الطحاوی فیہا سے واپس لاجروان کان قاسما ہا دان لکن من بیت  
 مال مقرر ہا و شرح وہبانیہ میں ہے اور قاضی کے واسطے اجرت نہیں اگرچہ وہ قاسم ترکات ہوا اور گو اسکے واسطے بیت المال سے کچھ مقرر نہ ہو وخص بعض لاندہم  
 فی مقررنا بالقول الاول نصیر اور بعضوں نے بسبب عدم مقرر کے اجرت جائز رکھی ہے اور ہمارے تانے میں تو یہاں قول منصور اور مختار ہے وجوز للمفتی علی کتب  
 مطہ علی قدرہ اذ لیس فی الکتب بصرہ اور مفتی کو اجرت مجوز تھی اسکے لکھنے پر بقدر انکی کتابت کے اس واسطے کہ مفتی کتابت میں محض نہیں یعنی اس پر کتابت واجب



اور لازم نہیں م شرح و بیانیہ میں جلال الدین ابوالمخاض سے منقول ہے کہ فقہانے کہا کہ فقہی کو کچھ مضائقہ نہیں جو اب فتویٰ کی کتابت کی اجرت لینے میں اس واسطے کہنتی پر زبان کی جو اب پنا واجب ہے نہ ہاتھ سے لکھ دیا اور باوجود اسکے کہ دینا بہتر ہے یعنی تا قیل و قال سے بچے اور ابراہیم بن مال سے محفوظ ہے کہ ذانی الطحاوی اللہ تعالیٰ علیہم و آلہم و سلم

کتاب الشہادات

یہ کتاب ہے شہادات کے احکام میں م شہادات جمع ہے شہادت کی اگرچہ شہادت اصل میں مصدر ہے لیکن مصنف اسکو بصیغہ جمع لایا یا باعتبار اسکے الفاع کے آخر یا عن اقتضای لسانہما کالوسیۃ وہو المقصود مصنف نے شہادت کو مؤخر کیا اقتضای اس واسطے کہ شہادت بمنزلہ وسیلہ کے ہے اور قضا مقصود ہے اور مقصود مقدم ہے وسیلہ پر ہی لغت خبر قاطع شہادت لغت میں عبارت ہے خبر قاطع سے یعنی قطعی اور یقینی خبر حسین شاکر در تردد نہیں شہادۃ اخبار صدق اثبات حق فتح قلت ذللا تھا علی الزور مجاز کا طلاق ایمین علی بن موسیٰ اور شرع میں شہادت عبارت ہے اخبار صدق سے حق ثابت کرنے کے واسطے کہ ذانی الفتح میں کتابوں میں جب شہادت اخبار صدق کی تو بھوئی گواہی کو شہادت بولنا مجاز ہے نہ حقیقت جیسے قسم بولنا بھوئی قسم پر مجاز ہے اخبار بمنزلہ جنس کے ہے اور صدق کی قید سے اخبار کا ذہبہ حد شہادت سے نکل گئیں اور اثبات حق کی قید سے وہ قول نکل گیا جو بعض عرفیات کو کوئی شخص مجلس قضائیں بہ لفظ شہادۃ کہہ بلقضا شہادۃ کہہ بلقضا شہادت ہوم یعنی شہادت میں بالخصوص لفظ شہادت متعین ہے تو تعبیر بہ لفظ علم و تین کافی نہیں فی مجلس القاضی و لو بلا دعویٰ کہانی عنق الامتہ اخبار صدق بہ لفظ شہادت مجلس قاضی میں اگرچہ بلا دعویٰ مدعی ہو چنانچہ لو تہی کی آزادی میں م مجلس قضا کی قید سے شاہد کی وہ خبر خارج ہوگی جو غیر مجلس قضائیں واقع ہوئی کہ وہ معتبر نہیں عنق جاریہ اور طلاق زودہ میں صحت شہادت کے واسطے دعویٰ شرط نہیں بلکہ جمیع شہادت جیسے کا یہی حکم ہے کہ ذانی الطحاوی و سبب وجوبہ طلب ذمی الحق اور خوف فوت حق یا علم بہاد و الحق و خائف فوتہ لزمانہ شہد بلا طلب فتح اور وجوب شہادت کا سبب طلب صاحب حق ہے یعنی جبکہ صاحب حق شہادت کی درخواست کرے یا صاحب حق کے حق فوت ہونے کا خوف ہو اس طرح کہ صاحب حق نہ جانتا ہو شاہد کی شہادت کو اور شاہد ڈر سے فوت ہو جائے حق سے ٹاسکو گواہی میں لازم ہوگا بلا طلب مدعی کے کہ ذانی الفتح یعنی ذمی کے حق میں شہادت شاہد پر واجب نہیں بلا طلب ذمی مگر در صورت خوف فوت حق اور حق اللہ کی ادائے شہادت میں تو شاہد شرعاً مطالب ہے شہادۃ کی شرطیں اکیس ہیں شرط طرک انہما واحد مکان شہادت کی شرط ایک ہے یعنی یک شرط یہ ہے کہ مجلس قضائیں شہادت واقع ہو طحاوی نے کہا بہتر ہے تھا کہ شہادۃ میں کہتا کہ شرط مکان انہما واحد و شرط عقل الکامل وقت تقبل البصر و معاشرۃ شہود بلا افتیائیت بالتامع اور عقل شہادت یعنی شاہد ہونے کی شرطیں تین ہیں عقل کامل ہونا شاہد ہونے کے وقت اور بصارت اور معانہ کرنا اس چیز کا جسکی گواہی چاہے مگر اسکا معاشرہ شرط نہیں تین شرطیں سے گواہی بہتر ہے م جب عقل کامل شرط ہوئی تو مجنون اور صغیر لا عقل کا گواہ ہونا صحیح نہیں اور اسی طرح اندھے کی گواہی صحیح نہیں بسبب عدم بصارت کی بلکہ عقل شہادت کے واسطے بلوغ اور حریت اور اسلام اور عدالت شرط نہیں تو اگر گواہ ہونے کے وقت صغیر عاقل ہو یا کافر یا ناسق پھر صحیح یا بالغ ہو جائے اور غلام آزاد اور کافر مسلمان اور فاسق توبہ کرے اور اخصاص مذکورین قاضی کے سامنے گواہی میں تو گواہی مقبول ہوگی کہ ذانی ابوہریرہ الطحاوی اور اسبغہ عشرۃ عامتہ و سبعۃ خاصتہ اور اولاد شہادت کی ہر شرطیں تین ہیں دس شرطیں عام ہیں جمیع انواع شہادت میں اور سات شرطیں بعض انواع شہادت میں خاص ہیں انہما الضبط از انہما ضبط ہے یعنی یہ شرط ہے کہ شاہد کو واقف خوب یاد ہو بلا شک تردد تو امام کے نزدیک شاہد کو اپنے خط پر اعتماد کرنا جائز نہیں بدون مقدمہ یاد ہونے کے خلاف اللہ صامین والو لایعیر فی شہادۃ اسلام لو المدعی علیہ مسلما اور بخلاف شرط اولاد لایت یعنی شاہد کو ولایت حاصل ہو شہود علیہ پر اس طرح کہ دونوں کا دین ایک ہو یا شاہد کا دین حق ہو اور شاہد حری یا نفع ہو کہ ذانی الطحاوی تو اسلام شاہد کا شرط ہے اگر مدعی علیہ مسلمان ہو م اور اگر مدعی علیہ کافر ہو تو اس پر مسلم اور کافر کی گواہی مقبول ہے و المقدور کا علی التعمیر بالسمع والبصر بین المدعی والمدعی علیہ اور از انہما یہ شرط ہے کہ شاہد کو قدرت ہو مدعی اور مدعی علیہ کے مابین اعتبار کرنا کہ سبب سماعت اور بصارت کے یعنی آواز سنکر اور صورت دیکھ کر دونوں میں فرق کر سکتا ہو ومن الشرط عدم قرابۃ و ولادۃ و زوجیۃ اور نمونہ شرط عدم قرابت ہے

کتاب الشہادات

یعنی ذمی کی ذمہ دار ہونے سے شہادت کی قیادت کا اثبات ہوا









غلام کو آزاد کر دیا ہے یا دینی مقبول کے قائل کو خون معاف کر دیا ہے تو آپ کو سکون اور نجات اور سچ اور قتل کی گواہی دینا جائز نہیں اور اگر خبر عدول نہ ہو تو شاہدوں کو اختیار ہے چاہیں گواہی دین اور قاضی سے مخبرین کی خبر بیان کر دین اور چاہیں گواہی نہ دین اور اگر مخبر ایک عادل ہو تو ترک شہادت میں اختیار نہیں شرط سالیح یہ ہے کہ شاہد کو یہ معلوم نہ ہو کہ مقررے خوف سے اقرار کیا ہے تو اگر یہ جانتا ہو کہ اسے خوف سے اقرار کیا ہے تو اس کے اقرار کی گواہی نہ دے کہ لانی اطحاوی لختنا بصرف کذا

المکتاب ذالعیین مکن لا اخذ الاجرة لا للشاہد حتیٰ او اکرہ بلا عذر لم یقبل و بہ لقب الحدیث اگر مو الشہود اور اسی طرح کاتب کا حکم ہے یعنی کتابت فرض ہے جبکہ کاتب مستعین ہو جائے یعنی جیسا کہ کوئی بدل نہیں لیکن کاتب کو اجرت لینا کتابت پر جائز ہے نہ شاہد کو یہاں تک کہ اگر مدعی شاہد کو بلا عذر سوار کرے گا تو اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور عذر سے سواری دینے سے گواہی مقبول ہے بدلیل اس حدیث کے کہ اگر مو الشہود عذر یہ ہے کہ شاہد ایسا پیر مرد ہو کہ چلنے پر قادر نہ ہو اور جانور کے گریہ لینے کا مقدور نہ ہو اور یہ تفصیل صاحب نوازل کی ہے پوری حدیث خطیب و ابن عساکر نے ابن عباس سے یوں روایت کی ہے کہ اگر مو الشہود فان الشہد تعالیٰ یتزوج ہم الحقوق ویفجع ہم الظلم یعنی تکرم اور توقیر کر دے شاہدوں کی اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ ان کے سبب سے حقوق کو نکالتا ہے اور ان کی جہت سے ظلم دفع کرتا ہے کذا فی اطحاوی تو پیر مرد عاجز کو سواری دینا منکر اور تکرم کے ہے وجوز الشانی الاکل مطلقاً و بیعتی بکروا قرۃ الصفت اور ابو یوسف نے شاہدوں کو کھانا دینا مطلقاً ناجائز رکھا ہے اور اسی کا فتویٰ ہے اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں م تجوز کل مطلقاً بخوہ طعام میا ہو چکا ہو شاہدوں کے آنے سے پہلے یا انھیں کے واسطے تیار کیا ہو اور عذر نہ ملے مطلقاً منع کیا ہے اور بعضے مشائخ نے تفصیل کی ہے کہ کیا لادار بل طلب الشہادۃ فی حقوق اللہ تعالیٰ اور ادا سے شہادت واجب ہے بدون طلب کے اگر شہادت اللہ تعالیٰ کے حقوق میں ہو م واجب سے مراد فرض ہے خواہ فرض کھایہ ہو خواہ فرض عین حق اللہ میں قبول شہادت بلا طلب کی ہے یہ کہ حق تعالیٰ کے حق کو ثابت کرنا ہر شخص پر واجب ہے تو شاہد بھی منکر ہے ان کے ہے جن پر یہ واجب ہے تو شاہد مدعی مٹھرن جہتہ او جوب اور شاہد مٹھرا من جہتہ تحمل الشہادت تو اور مدعی کی کچھ حاجت نہ ہو اور بعضوں نے حقوق اللہ میں قاضی کو مدعی کہا ہے وہی کثیرۃ عد نہمانی الاستبہار الی عشرۃ اور حقوق اللہ تعالیٰ کے بہت ہیں ان میں سے استبہار میں جو وہ شمار کیے ہیں م حقوق مذکورہ کی تفصیل یہ ہے طلاق عورت عتق جاریہ تہنیر جاریہ وقت ہلال رمضان حد و سوا سے حد وقت و سرقة نسب خلع ایلا و نکاح مصاہرت حریت اصلہ صاحبین کے نزدیک نکاح عتق عبد صاحبین کے نزدیک لیکن قاضی خان نے کہا لائق یہ ہے کہ وقت میں جواب علی تفصیل ہو کہ جب تک ہو تو م پر پابیاں نہ ہو گواہی بدون دعویٰ عند الکل مقبول نہیں اور اگر فقیروں اور مسجد پر وقت ہو تو امام کے نزدیک بدون دعویٰ مقبول نہیں اور صاحبین کے نزدیک بدون دعویٰ مقبول ہے اسی کا فتویٰ دیا ابو الفضل کرمانی نے اور یہی مختار عماد یہ ہے اور ہلال رمضان کی گواہی قاضی خان کے نزدیک بلا دعویٰ مقبول ہے اور عماد یہ میں فتاویٰ رشید الدین سے عدم قبول مذکور ہے اور اسی میں اختلاف ہے بعضوں نے اسکو ہلال رمضان پر قیاس کیا اور بعضوں نے ہلال فطر پر اور نسب میں خلافت ہے صاحب محیط نے قبول بلا دعویٰ نقل کیا ہے اور بعضوں کے نزدیک بلا دعویٰ مقبول نہیں اور ایلا اور نکاح اور مصاہرت میں شرط یہ ہے کہ شہود علیہ حاضر ہو اور نکاح بلا دعویٰ ثابت ہوتا ہے اس واسطے کہ حلت اور حرمت شہد کا حق اللہ ہے اور عتق میں صاحبین کے نزدیک حق اللہ غالب ہے اس واسطے کہ حریت کا نفع عبد کی طرف راجع ہے کذا فی اطحاوی قائل متی اخر شاہد بحسبہ شہادۃ بلا عذر فتق فتر صاحب بحر نے کہا کہ جب شاہد حسیبہ اپنی شہادت میں تاخیر کرے بدون عذر کے تو فاسق ہو جائیگا پس گواہی اسکی مردود ہوگی م بحر الرائق میں تفسیر سے منقول ہے کہ بعضے مشائخ نے ان گواہوں میں جواب دیا ہے جنہوں نے حرمت غلیظہ کی گواہی دی پانچ دن کی تاخیر کے بعد بلا عذر کہ اسکی گواہی مقبول نہیں کا کی نے کہا سبہ وہ ہے جس سے ثواب آخرت کی توقع ہو کذا فی اطحاوی کطلاق امرأۃ ای باننا و عتق امثہ و تدبیرا حقوق اللہ جتنا ہے عورت کی طلاق بائن اور نونڈی کی آزادی اور اسس کا مدبر ہونا م عورت علم ہے خواہ بی بی ہو یا نونڈی بائن کی قید اس واسطے لگانی طلاق رجعی بین زوجین کا پاس رہنا بطور ازواج مخالفت شرع نہیں اس واسطے کہ اس طرح

شاہدوں کی قضا اور سی اور سی

کاربتاریحت میں شمار نہوگا تو ہندی کی آزادی اس واسطے حق اٹھ ہوئی کہ مولیٰ پر اسکی شہرگاہ اب حرام ہوگئی اور اسی طرح تدبیر سے اسکی شہرگاہ خاتون پر حرام ہوئی کی موت کے بعد اور حرمت حق اللہ ہے وگذاعتق عمید و تدبیرہ شرح وہاں اور اسی طرح ہر غلام کی آزادی اور اسکا بد پر نکذانی شرح الوہبانیہ شرح بیان نے کہا کہ غلام کے عتق اور تدبیر میں خلاف ہے اور ہونڈی کا عتق اور تدبیر بالاتفاق حق اللہ ہے کذافی الطحاوی وکذا الرضاع کما مرقی با یہ اور اسی طرح رضاع حق اللہ ہے چنانچہ باب الرضاع میں مذکور ہو چکا وہل یقبل حرج الشاہد حسیبہ انظار نعم لکونہ حقا اللہ تعالیٰ اشباہ اور کیا طعن کرنا شاہد میں بارادہ ثواب مقبول ہے یا نہیں جواب ظاہر ہے کہ ہاں مقبول ہے کہونکہ وہ حق اللہ ہے کذافی الاشباہ م حسبہ حال ہے حرج سے لینے اگر طعن شاہد میں بقصد ثواب طعن کرے تو ظاہر مقبول ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ حسبہ شاہد سے حال واقع ہو چنانچہ بعضوں نے ذکر کیا ہے کذافی الطحاوی فیبلغت تمانیہ عشرہ تو حقوق اللہ اٹھارہ تک پہنچ گئے یعنی چودہ حقوق وہ جو کمر البائق سے مذکور ہو چکے اور چار حق شایع نے زیادہ کیے یعنی عتق عبد اور اسکی تدبیر اور رضاع اور طعن شاہد اور یہ جو مصنف نے طلاق عورت اور عتق امہ اور اسکی تدبیر کو ذکر کیا سودہ چودہ میں داخل ہیں باجماع حقوق اللہ حقوق مذکورہ میں مختصر نہیں چنانچہ شایع نے پہلے بہ نظر کثرت اسکی طرف اشارہ کر دیا ولسی سادعی حسبہ اللقی الوقت علی المرجوح للی حفظ اور نہیں ہے ہمارے واسطے مدعی حسبہ مگر وقت میں تبار قول ضعیف کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر موقوف علیہ ہل وقت میں دعویٰ کرے تو وہ بعض کے نزدیک سموع ہے اور فتویٰ اسپر ہے کہ دعویٰ سموع نہیں مگر مقنی سے پھر حسب موقوف علیہ کا دعویٰ سموع نہوا تو ابنتی کا بطریق ادلی سموع نہوگا کذافی الاشباہ دستر ہانی الحدود ابرکدیش من ستر ستر فالاولی الکتمان الاستتک بکر اور شہادت کا چھپا رکھنا حدود میں نیک تر ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جو چھپایا گیا وہ چھپایا جاوے گا تو حدود میں کتمان شہادت بہتر ہے مگر بیہیما پردہ در کے واسطے کتمان بہتر نہیں بلکہ گواہی دینا بہتر ہے کذافی ابجرم ہرچہ قرآن مجید میں نہی عن الکتمان عام ہے لیکن اسکی تخصیص حدود کی شہادت میں احادیث مشورہ سے ثابت ہے اس واسطے کہ امین پردہ پوشی ہر از اہل وہ حدیث ہے جو ابو ہریرہ سے بخاری اور مسلم میں مروی ہے و من ستر علی مسلم ستر اللہ فی الدنیا والآخرۃ یعنی جو پردہ پوشی کرے مسلمان کی وہ حق تعالیٰ اسکی دنیا اور آخرت میں پردہ پوشی کرے و تمام فی فتح القدر والافی ان یقول الشاہد فی السرقة اخذ ایما لملحق لاسرق رعایۃ للستر اور بہتر ہے کہ شاہد چوری میں یون کے کہ اسنے لیا تا صاحب مال کا حق تلف نہوا دیوں نہ کہ اسنے چوری کی پردہ پوشی کی عایت کے واسطے یہ قول مجتہد اسدراک کے ہے یعنی جب حدود میں پردہ پوشی بہتر ہوئی تو اس سے لازم آتا ہے کہ چوری کی گواہی مطلقاً درے کہ وہ مستلزم حد ہے اسکا جواب یا کہ اس طرح کی گواہی سے کہ موجب قطع ید نہوا اور مالک کی حق تلفی نہوا اس واسطے کہ لفظ اخذ عام ہے حواہ بطریق نصب کے ہو یا بطریق ادعائے ملک غیرہ ذلک تو شہادت اخذ مطلق کی مستلزم حد نہیں اور باوجود اسکے امین سروق منہ کی بھی مصلحت ہے اس واسطے کہ اگر چوری کی گواہی دیگا تو قطع واجب ہوگا اور تاوان مال کا منقہ ہوگا در صورت اتلاف کذافی الفتح لطیفہ امام رازی نے تفسیر میں نکات کی کہ ہارون فیہ کے پاس فقہا جمع تھے ان میں قاضی ابو یوسف بھی تھے سو ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اسنے اسکا مال اسکے گھر سے لیا سو مدعا علیہ نے اخذ مال کا اقرار کیا بادشاہ نے فقہا سے سوال کیا انھوں نے قطع ید کا فتویٰ دیا تو ابو یوسف نے کہا کہ قطع نہیں اس واسطے کہ اسنے چوری کا اقرار نہیں کیا بلکہ اخذ مال کا اقرار کیا ہے پھر مدعی نے دعویٰ کیا کہ اسنے چوری کی سودہ علیہ نے چوری کا اقرار کیا تو فقہا نے قطع کا فتویٰ دیا اور ابو یوسف نے اسکے خلاف کہا فقہا نے ابو یوسف سے کہا کہ عدم قطع کی اب کیا وجہ ہے ابو یوسف نے جواب دیا کہ جب اسنے اول اخذ مال کا اقرار کیا تو ضمانت اسپر ثابت ہو اور قطع ید ساقط ہو گیا تو اب اسکے بعد مدعا علیہ کا وہ اقرار مقبول نہوگا جو سقط ضمانت ہے تو فقہا اس جواب سے تعجب ہو گئے و نصا ہما للزنا رجعة رجال لیس نہم ابن زہرا اور شہادت زنا کی نصاب چار مرد میں جن میں کوئی مرد عورت کے زوج کا بیٹا نہو م شہوت زنا کے واسطے چار مرد گواہ ہونا چنانچہ قرآن مجید میں صریح ہے یہ عبارت پردہ پوشی کی طرف مشیر ہے اس واسطے کہ چار مردوں کا بصفت خاص گواہی دینا کثرت واقع ہوتا ہے اور ابن زوج کی نفی مقید ہے اس مقید کے ساتھ کہ جب باپ مدعی ہو یا ابن زوج کی ماں زندہ ہو اور



اگر ایسا ہو تو اب زنی کی گواہی جائز ہے بجز الرائق میں کہا کہ محیط برہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ مرد کی اگر دو عورتیں ہوں اور ایک عورت کے پانچ بیٹے ہوں تو ان کے چار بیٹوں نے اپنے بھائی پر گواہی دی کہ اس نے زنا کیا انکی سو تیلی بان سے تو گواہی مقبول ہے مگر جب کہ باپ مدعی زنا ہو یا انکی نان زلفہ ہو تو گواہی ان کی مقبول نہیں کذا فی الطحاوی و یعلق عمقہ بالزنا و وقع برجلین و لاحد اور اگر مولی نے اپنے غلام کی آزادی اپنے زنا سے معلق کی یعنی یون بولا کہ اگر میں زنا کروں تو یہ غلام آزاد ہو تو آزادی واقع ہوگی دو مردوں کی گواہی سے اور حد منوکی مولی پر یعنی اگر دو شاہد مولی کے زنا کی گواہی دین تو ہر چند مولی پر حد نہیں کیونکہ چار گواہ نہیں لیکن عمق غلام ثابت ہوگا دو شاہد البتہ تم اربعہ زنا نہ محصنا فاعتقہ القاضی ثم رجسہ ثم حج الکل ضمن الاولان قیمتہ لولا ہ و الاربعہ دیتہ لہ ایضا لو وارثہ اور اگر دو شاہدوں نے عناق مولی کی گواہی دی پھر چار گواہوں نے غلام کے زنا درحالت احصان کی گواہی دی سو قاضی نے غلام کو آزاد کر دیا یعنی اسکی آزادی کا حکم کیا پھر غلام کو سنگسار کیا پھر سب گواہوں نے شہادت سے رجوع کیا یعنی کذب شہادت کے قائل ہوئے تو دو پہلے گواہ غلام کی ثابت کا ضمان دین ہو سکے مولی کو اور زنا کے چار گواہ مولی کو غلام کی دیت کا بھی تاوان دین اگر مولی نے غلام کا وارث ہو و لقیۃ احد و الوالد و منہ اسلام کا فرزند کرنا لہا بقتلہ بخلاف الاتی بجر و مثله ردة المسلم رجلا ان اور باقی حدود اور قصاص کی نصاب شہادت دو مرد ہیں اور من قبیل قصاص کا فرم دے اسلام کی گواہی ہے کیونکہ انجام کار شہادت کا اس کا فرقتل ہے بخلاف اسلام عورت کذا فی البحر اور اسلام کا فر کے مانند ارتداد مسلم ہر مرد کا فر کے اسلام کی گواہی میں دو مرد واسطے شرط ہوئے کہ اگر وہ اپنے کفر پر اصرار کر گیا تو قتل کیا جائیگا بخلاف اسلام عورت کا فر کے کہ اس کے اسلام پر عورتوں کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ اسکا مال کا قتل نہیں اگر وہ کفر پر اصرار کرے اسی طرح ارتداد مسلم کی گواہی میں دو مرد شرط ہیں واسطے کہ عورت امر اسکا بھی مال کا قتل ہے بخلاف ارتداد عورت مسلمہ فتح القدر میں ہے کہ زنا کے سوا باقی حدود اور قصاص میں دو مردوں کی گواہی مقبول ہے عورتوں کی واسطے کہ ابن ابی شیبہ نے زہری سے روایت کی (قال مضت استہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و الخلیفتین بعدہ ان لا یجوز شہادۃ النساء فی الحدود و الدماء) یعنی زہری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بعد دونوں خلیفوں سے یہ سنت جاری ہے کہ جائز نہیں عورتوں کی گواہی حدود و دماء میں یعنی قصاص میں اور تحفہ میں یعنی صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہما واسطے کہ معظم تقریر شرع اور طریق احکام انھیں دونوں کے زمانے میں ہوا اور ان کے بعد اور خلفائے میں نہ تھا مگر انکا اتباع انتہی الامتعلق فیج ولا یجد کما مرگن شلاً عمق معلق واقع ہوگا اور حد نہ ماری جائیگی چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا ہے یعنی اگر بعض شہود عورت ہوں تو امر معلق واقع ہوگا بدون حد کے صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں شراب پیوں تو میرا غلام آزاد ہو پھر ایک مرد اور دو عورتوں نے اس کے شراب پینے کی گواہی دی تو غلام آزاد ہوگا لیکن مولی پر حد قائم ہوگی کیونکہ حدود میں شہادت عورت کی مجال نہیں کذا فی الطحاوی و للولادة و استئصال المصی للصلوة علیہ و للارث عندہا و الشافی و احمد و ہوا رجح و البکارۃ و عیوب النساء فیما اطلع علیہ لرجال امرأۃ حرۃ مسلمۃ و انتان احوط اور ولادت اور اولاد طفل اس پر نماز پڑھنے کے واسطے اور بکارت اور عیوب نسائے کے واسطے عین عضو میں مطلع نہیں ہوتے ایک عورت مسلمان آزاد ہو اور دو عورتوں میں زیادہ تر احتیاط ہے اور گواہی ایک عورت مسلمہ کی اولاد طفل پر میراث کے واسطے صاحب اور شافی اور احمد کے نزدیک ہے اور یہی قول راجح ہے کہ کذا فی القحہم یعنی مورد ذکر رہ میں ایک عورت کی شہادت کافی ہے قاضی خان نے کہا ایک عورت کی گواہی سے ولادت ثابت ہوتی ہے یعنی ثبوت نسب بحق میراث انتہی اگر دانی گواہی دے طفل کے رونے پر تو صاحبین کے نزدیک میراث ثابت ہوگی اور امام کے نزدیک میراث ثابت نہ ہوگی بان اسکی یہ گواہی طفل پر نماز جنازہ پڑھنے کے واسطے کافی ہے عورت کے میوب چنانچہ شرکاء میں بڑی یا گوشت زائد ہونا نوٹھی خرید کرنے میں اس کے دریافت کی حاجت ہوتی ہے زلیعی نے عورت شاہدہ میں بالغہ عاقلہ عادلہ کی تیو زیادہ مذکور کی ہیں کذا فی الطحاوی فتح القدر میں ہے کہ ایک عورت کے شاہد ہونے کی دلیل وہ ہے جسکو عبود میں محمد بن حسن نے روایت کیا عن ابی یوسف عن غالب بن عبد اللہ عن مجاہد و سعید بن مسیب





بعض شہادہ ہر قسم اور اخبار کے خلاف بکیر منتقل ہوا ہے کہ اللہ اجل در اعظم تعظیم میں برابر ہوا اللہ اکبر کے لفظ میں منحصر نہیں اس لئے  
 لفظاً بصرف وکل بالاشیاء لفظ کظہارہ ماروہ بلال فہو اخبار لا شہادۃ اور حسین کہ یہ لفظ تلمذ کی شرط نہیں جیسے طہارت پانی کی یا رویت ہلال  
 رمضان کی تو وہ اخبار ہر شہادت نہیں والعدالت لوجوبہ اور مراتب الراجح میں عدالت شہادہ کی لازم ہے جو قبول کے واسطے یعنی قاضی پر قبول شہادت واجب  
 نہیں بدون عدالت شہادہم عدالت شرط ہونی بدلیل آیت قرآنی (واشہدوا ذوی عدل منکم یعنی شہادہ کرو دو شخصوں عدالت والوں کو اپنوں سے یعنی اہل اسلام  
 اور اس واسطے کہ عدالت ہی سے صدق کی جہت یقین ہوتی ہے اس واسطے کہ شہادت خبر جو حسین صدق اور کذب و نون کا احتمال برابر ہے بظرف نفس مفہوم تو اس سے  
 اسکا راست ہونا لازم نہیں انا کہ اسپر عمل کیا جائے کہ ذانی القبح فی الینابیح العدل من لم یطعن علیہ فی بطن ولا فرج ومنہ الذنب کخروجہ من البطن ینابیح میں ہر کمال  
 وہ شخص ہے جسپر طعنہ نہ ہو بیٹ اور شرمگاہ میں اور انہجہ کذب ہے سبب نکلنے کذب کے پیٹ سے ہم علامہ عبد البر نے کہا تفسیر عدالت میں بہتر قول یہ ہے کہ عادیہ  
 ہے جو مجتنب ہو کبار سے مضر نوصفا پر صلاح اور صواب اسکا اکثر ہوا اسکے فساد اور خطا سے صدق اسکے استعمال میں ہوا اور کذب سے کنارہ گزین ہو دیانت  
 اور مرویت کی راہ سے اور یہی بیان مروی ہے البیہوت سے دریافت کرنا چاہیے کہ لفظ شہادت اور عدالت کے ساتھ تیسری شرط بھی ضروری ہے یعنی تفسیر شہادت  
 تو اگر شہادوں کے کہ میں گواہی دیتا ہوں مثل اسکی شہادت کے تو مقبول نہیں اور اگر کہے گواہی دیتا ہوں مثل گواہی اپنے ساتھی کے تو مجبور کے نزدیک مقبول ہے  
 اور برجندی نے امین یہ قید لگائی کہ اگر یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں مثل اپنے ساتھی کی گواہی کے جو اسے بھی کے واسطے مدعا علیہ پر دی خلاصہ میں ہے  
 کہ اسی قول کا نسوی ہے کہ ذانی الطحاوی لاصحۃ خلافا للشافعی فلو قضی بشہادۃ فاسق نقد و تم فتح عدالت وجوب قبول کی شرط ہے نہ صحت قبول  
 کی برخلاف امام شافعی کے تو اگر قاضی حکم کرے فاسق کی شہادت سے تو حکم نافذ ہوگا اور قاضی گنہگار ہوگا کذافی الفح الا ان یمنع منہ ای من القضاء بشہادۃ  
 الفاسق الامام فلا یقصد امر انہ یناقت ویقید بزبان و مکان و حادثہ و قول معتد سے لا یقصد قضاءہ باقوال ضعیفہ مگر یہ کہ امام منع کرے اس سے یعنی  
 قضائہ شہادت فاسق سے تو اب قضاء نافذ نہوگی اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ قضا وقت اور مقید ہو سکتی ہے زمان اور مکان اور حادثہ اور قول معتد سے تو قاضی  
 کی قضا نافذ نہوگی اقوال صغیرہ میں و ذانی القیئہ و المجتبی من قبول ذی المروۃ الصادقہ نقول الثانی بکرم و ضعف الکمال بارہ تعلیل فی مقابلۃ النسخ فلا یقبل آثرہ  
 المصنف رحمہ اور جو قیئہ اور مجتبی میں ہے صاحب مرویت صادقہ کی شہادت قبول ہونے سے سو ابو یوسف کا قول ہے کذافی البحر اور اس قول کو تصحیف  
 کہا ہے کمال الدین تفتح القدر میں اس طرح کہ یہ تعلیل ہے نص کے مقابلہ میں تو مقبول نہیں اور اسکو مصنف رحمہ نے اپنی شرح میں مسلم رکھا ہے  
 فتح القدر میں ہے کہ ابو یوسف رہے روایت ہے کہ فاسق جب کہ لوگون میں صاحب جاہت ہو جیسے سلاطین کے صاحب تو اس کی گواہی مقبول  
 ہے اس واسطے کہ سبب اسکی روداری اور جاہت کے بھوٹی گواہی کے واسطے کوئی اسکے واسطے اجورہ مقرر نہیں کر سکتا اور وہ کذب سے باز رہتا  
 ہے سبب اپنی مرویت کے اور قول اول صحیح ہے کیونکہ یہ تعلیل ہے نص کے مقابلہ میں تو مقبول نہیں اتنی نص سے مراد نص قرآنی ہے یعنی (واشہدوا  
 ذوی عدل منکم طحاوی نے کہا مرویت عبارت ہے آداب نفسانیہ سے جو محاسن اخلاق اور جمیل عادت پر باعث ہوں وہی ان علی حاضر بچتا رہ  
 شہادتی الا شہادۃ فی تثنیہ مواضع یعنی انھیں والمستہود بہ لوعینا لا دینا اور گواہی اگر حاضر شخص پر ہے تو شہادہ کو تین موضع کی طرف اشارہ کرنے کی حاجت  
 ہے یعنی مدعی اور مدعا علیہ و شہود یعنی جس امر کی گواہی دینا ہے بشرطیکہ شہود بہ عین ہو نہ دین مٹلاؤ کہے شہادہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ تلوار اس علی  
 کی ہے اس مدعا علیہ کے پاس وان علی غائب کما فی نقل التہادۃ او میت فلا یقبل لہا من تہادۃ الی حدہ فلا یکنی ذکر اسمہ و اسم امیر  
 و صناعتہ الا ان کان یعرف بہا ای انشاء لا محالہ بان لا یشارکہ فی المصر غیرہ اور اگر گواہی غائب پر ہو چنانچہ نقل شہادت میں یا میت  
 گواہی ہو تو اسکے مقبول ہونے کے واسطے ضرور ہو نسبت مشہود علیہ کی اسکے دادا اسکا تو ذکر کرنا اسکے نام اور اسکے باپ کے نام اور اسکے حرفے اور پتے کا

شہادوں







محدود فی القذف عدل ہوتا ہوا لاکہا نہیں دہذا شرعی کا شمار ہے کہ قذف عدل کہنا کافی نہیں اس واسطے کہ محدود فی القذف بعد توبہ کے عدل ہے چنانچہ شہادت  
ہو اور اسی طرح باپ جبکہ اپنے فرزند کے واسطے گواہی دے تو ضرور ہے زیادہ کرنا جائز الشہادت کا چنانچہ ظہیر یہ میں ہے بحر الرائق میں اسکا کہ یہ قول  
ترجیح کے لائق ہے اتنی اخصاف کی شرح ادب القاضی میں ہے کہ تزکیہ کی آٹھ شرطیں ہیں اول یہ کہ گواہی قاضی عادل عالم کے پاس ہو دوم یہ کہ مزکی شاید  
کو آدنا چکا ہو شرکت یا معاملہ یا سفر سے سوئم مزکی کو معلوم ہو کہ شاید نماز جماعت کا ملازم ہے چہاڑم یہ کہ شاید دنیا دار و دم کی خوش معاملگی میں معرت ہو چم یہ  
کہ اسے امانت میں قاصر نہ ہو ششم یہ کہ راست گو ہو ہفتم یہ کہ کیا رے سے مجتنب ہو ہشتم یہ کہ صغائر پر مصر نہ ہوا تہی ماتی الطحاوی والتعدیل میں تحصیل مذکور  
لم یصح الیہ فی التعدیل لم یصح اور تعدیل یعنی عادل کہنا اس مدعا علیہ سے جسکی طرف تعدیل میں رجوع نہیں کیا گیا صحیح نہیں ہے جبکہ مدعا علیہ کی تعدیل  
صحیح نہ ہو تو مدعی کی تعدیل بطریق اولی صحیح نہیں ہوتی نے کہا تعدیل خصم اس واسطے صحیح نہیں کہ مدعی اور اسکے شہور کے گات میں مدعا علیہ کا ذب ہو انکار دعوی میں  
اور بطل ہے اپنے اصرار میں لہذا وہ عدل ہونے کی بیاعت نہیں رکھتا فلوکان ممن یصح الیہ فی التعدیل صحیح ہر از یہ تو اگر مدعا علیہ ان لوگون میں ہو جسکی طرف  
تعدیل میں رجوع ہوتی ہو تو اب تعدیل اسکی صحیح ہے کہ اتنی البرازیر تو المراد بتعدیلہ تزکیہ بقولہ ہم عدول زاد لکنم خطا ولا ونسوا اولم یزد اور مدعا علیہ  
کی تعدیل سے مراد اسکا تزکیہ ہی ہون کہنے سے کہ شاید عادل میں خواہ اسنے یہ قول زیادہ کیا ہو لیکن شاید دن سے خطا کی یا بھول گئے یا زیادہ کیا ہو جب  
مدعا علیہ مرجع الیہ فی التعدیل ہو تو اسکی تعدیل صحیح ہوگی اور خطا یا نسیان کا قول باطل ہوگا و اما قولہ صدقوا او ہم عدول صدقہ فانه اعتراف بالحق  
فیعتق باقرارہ لا بالیقین عند المحذور اختیار اور مدعا علیہ کا یون کہنا کہ شاید سچے میں یا وہ عدول میں سچے سو یہ توحق مدعی کا اعتراف اور اقرار ہے  
تو قاضی اسکے اقرار پر حکم کرے نہ گواہوں پر انکار کے وقت کذا فی الاختیار ہم یعنی اگر مدعا علیہ دعوی مدعی کا انکار کے اور شاید دن کو سچا کے تو یہ درحقیقت  
اقبال دعوی ہے تو اب یہاں مدعا علیہ کے اقرار پر حکم ہوگا گواہوں کی کچھ حاجت نہیں اور اسکا انکار بسبب تناقض کے لائق التفات کے نہیں ہوتا  
اعلم فی البحر عن التذیب بکلمت الشہودی زمانہ التذیر التذیر اذ الجمول لا یعرف الجمول واقرا المصنف ثم نقل عن الصیرفیة تقویضہ للقاضی بحر الرائق  
میں ہے تہذیب قلائسی سے کہ قسم دلائی جائے گواہوں کو ہا سے زمانے میں بسبب معذور ہونے تزکیہ کے اس واسطے کہ جمول نہیں بتا سکتا  
مجبول کو اور مصنف نے اپنی شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہے پھر اسنے صیرفیہ سے نقل کیا سپرد کرنا حلف کا قاضی کو یعنی اگر قاضی مناسب دیکھے تو شاید  
سے قسم لے م تزکیہ کو معذور کہا بسبب غلبت و فجور کے اور مجبول اول سے مزکی مراد ہے اور مجبول ثانی سے شاید یعنی مزکی کی عدالت اس زمانے میں خود  
مجبول ہے تو وہ شاید مجبول کو کیا بتا دیکھا قلت ولا تنس ما مر عن الاشباہ میں کہتا ہوں اور نہ مجبولیہ وہ قول جو اشباہ سے مذکور ہو چکا ہم کتاب القضا میں قبل  
حکیم اشباہ سے مذکور ہو چکا کہ اگر سلطان اپنے قاضیوں سے تکلیف شہود کا امر کرے تو علماء پر اس کا نصیحت کرنا واجب ہے اس طرح کہ کہیں تکلیف نلے  
اپنے قاضیوں کو اس امر کی جس سے تیری ناخوشی لازم آوے اگر وہ تیری مخالفت کریں یا خاق کی ناخوشی اگر وہ تیری موافقت کریں اتنی علامہ  
مفتی نے بعد ذکر کرنے قول مذکور تہذیب کے کہا کہ یہ امر مخفی نہیں کہ تکلیف شہود کا قول کتب معتدہ مانند خلاصہ اور بزازیر کے مخالفت ہے کہ شاید پر قسم نہیں  
اور یوں نہیں کوئی کہہ سکتا کہ تکلیف شہود پر عمل واجب ہے اس واسطے کہ شاید مجبول ہر مزکی کے مانند غالباً اور مجبول بتایا نہیں کرتا مجبول کو کیونکہ ہم یوں کہتے ہیں کہ  
فی الواقع حال اسی طرح ہے لیکن نتیجہ نے کہا کہ اگر ایسا استقصا کیا جائے یعنی تفتیش عدالت اور تقوی میں نہایت کہ وکادش کی جائے تو دائرہ تنگ ہو جائے  
اور کوئی ہون بلا عیب نہ لے چنانچہ قائل نے کہا ہے **ومن ذالذی ترضی سجا یا کلہا** کنی المراد بلان تعد معاہدہ کہ اتنی الطحاوی یعنی ایسا کون ہے جسکی  
سبب خصال پسندیدہ ہوں مردکی خوبی کے واسطے اتنا کافی ہے کہ اسکی بڑائی ان گنی جاوین والشاہدہ ان شہد چاہے اور امی فی مثل البیع و بالتعاوی  
لیکن میں امری والاقرار و لو بالکتابہ نیکون مرکیا اور شاید کو جائز ہے کہ گواہی دے اسکی جسکو نے یاد دیکھے بیچ کے مانند میں اگر چہ بیچ بطریق

تعالیٰ کے ہوتو بیع بالتعالیٰ منجملہ مرئیات اور مہرات کے ہوگی اور مانند اقرار کے اگرچہ اقرار بطریق کھنے کے ہوتو یہ اقرار منجملہ مہرات ہوگا مگر اگر شہد و بیہوشی سے ہوتو اسکو شکر اور اگر مرئیات سے ہوتو دیکھ کر گواہی دینا جائز ہوگا اور گاہے شہد مسموع اور مرئی دونوں ہوتی ہو اعتبار سے ادریح کا انعقاد اگر ایجاب اور قبول سے ہوتو وہ مسموعات سے ہو اور اگر تعالیٰ سے ہوتو مرئیات سے ہو اور تعالیٰ میں گواہ لینے سے کی گواہی دین اور اگر بیع کی گواہی دین کے تو بھی جائز ہے چنانچہ بزاز میں ہے اور خریداری کی شہادت میں بیان ثمن ضروری ہے اس واسطے کہ ثمن مجہول کی خریداری پر حکم کرنا صحیح نہیں اور اقرار سانی مسموع سے ہے اور اقرار بالکتاب مرئیات سے لیکن معلوم کرنا چاہیے کہ اگر ایک شخص نے اپنا اقرار شہدوں کے رو برو لکھا اور کچھ نہ کہا تو یہ اقرار نہیں اور گواہی دینا اس طرح کہ اسے اقرار کیا حلال نہیں کیونکہ لکنا گاہے آزمائش سیاہی یا قلم کے واسطے ہوتا ہے اور اگر کتابت مصدر اور مرسوم ہو اس طرح کہ شخص غائب کو بطریق رسالت اور پیام کے یون لکھے کہ انا بعد فلک علی کذا یعنی بعد حمد یا سلام دریافت کر کے مخاطب کہ تیرے مجھ پر اتنے درم ہیں اور اگر لکھے اور شہدوں کے رو برو پڑھے تو ان کو اسکے اقرار کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ کتابت نے یہ نہ کہا ہو کہ تم گواہ رہنا میرے اقرار کے اور اگر شہدوں کے رو برو لکھا اور کہا اسکے گواہ رہنا تو اگر ان کو اسکا نوشتہ معلوم ہوتو یہ اقرار ہے اور نہیں تو اقرار نہیں اور گوتے کی کتابت تو بالضرور مصدر اور ممنون چاہیے اگرچہ غائب کو واسطے اقرار نہو کذا فی الطحاوی

**دھم الحاکم والغصب القتل** ان لم یشهد علیہ ولو تمغیاً یری وجہ المقدوم فیہ اور جائز ہے گواہی دینا حاکم کے حکم اور غصب اور قتل کی اگرچہ شاہد کو کاپر گواہ نہ کیا ہو گو کہ شاید اس وقت چھپا لگا ہو اس طرح پر کہ ستر کا ستر دیکھتا ہو اور اسکا اقرار سمجھتا ہو م خلاصہ میں ہے کہ اگر ستر نے کہا کہ میرے اقرار کی جو تونے سنا گواہی نہ دینا تو بھی گواہی دینا جائز ہے اتنی در صورت سکوت بقدر بطریق اولیٰ گواہی جائز ہے اور اگر شاہد مقرر کو دیکھتے نہوں اور اسکا کلام سنتے ہوں تو انکو گواہی اسکے اقرار کی دینا حلال نہیں مگر در صورت آئندہ تن کذا فی الطحاوی **ولا یشهد علی محب سباعہ منہ الا اذا تبین لقا کل بان لم یکن فی البیت** غیرہ لکن یوسف لا تقبل دُرر اور جو شخص دیوار وغیرہ کی آڑ میں ہے اسپر گواہی نہ دے اس سے بات ستر مگر جبکہ ظاہر ہو جائے قائل اس طرح کہ نہو کوئی کوٹھڑی میں سوائے اسکے لیکن اگر شاہد آڑ کی سماعت کو بیان کرے گا تو گواہی مقبول ہوگی کذا فی الدرر یعنی جبکہ شاہد کوٹھڑی میں داخل ہو اور وہاں ایک مرد کو دیکھا ہے شاہد بنکل کر اسکے دروازے پر بیٹھا اور اس کوٹھڑی میں کوئی راہ نہیں سوائے دروازے کے تو اب اس مرد کے اقرار کی گواہی جائز ہے کذا فی الطحاوی

عن الخصاف اور یری شخصہ ای قائل مع شہادۃ اثنین بانہما فلان بنت فلان وکفی ہذا الشہادۃ علی الاسم والنسب و علیہ الفتوی جامع الفوائد میں یا شاہد عورت کلام کرنے والی کا جسم دیکھے دو مردوں کی یون گواہی دینے کے ساتھ کہ وہ عورت فلانی ہے فلان بن فلان کی بیٹی اور یہ یعنی دو شخصوں کی خبر عورت کے اسم اور نسب پر گواہی کے واسطے کافی ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی جامع الفوائد میں رویت شخص کی قید اس وقت لگائی کہ نقاب دار عورت کی صحت پر اسکا چہرہ دیکھنا شرط نہیں بعض مشائخ کے نزدیک چنانچہ شرط نہیں ہے اور اگر عورت کا جسم نظر آدے اور مرد شاہد ہے کہین کہ یہ فلانی عورت ہے تو اسکو گواہی دینا جائز نہیں چنانچہ ابن مقاتل سے مروی ہے جامع الفوائد میں ہے کہ اگر دو عادل نام اور نسب عورت مذکورہ کا تبادین تو شادین کو لائق ہے کہ فرع کو اپنی شہادت پر شاہد کریں تا شاہد عورت پر نام اور نسب اور حق کی گواہی بالہاتہ سے کذا فی الطحاوی فرع مسئلہ بلحہ شاریح

کا فی الجواب عن محمد ابی نعیمی للفقہاء کتب الشہادۃ لان عند الاداء یغضم المدعی علیہ فیضہ و جواہر میں ہے محمد بن حسن سے کہ اہل فقہ اور اہل علم کو لائق نہیں گواہی لکھنا یعنی ذائق پر اس واسطے کہ ادائے شہادت کے وقت مدعا علیہ بغض پیدا کرے گا اسے تو بغض اسکو مزر کرے گا مگر مزر یہ ہے کہ یہ ناصح بغض سے اور لوگوں سے جو شرعاً محبوب ہیں یعنی اہل علم کی محبت شرعاً لازم اور تحمل شہادت آخر کار موجب بغض ہوگا تو اہل علم کو گواہی نہ لکھنا خوب ہے یہ اس صورت میں ہے جبکہ اہل علم میں تحمل یا ادائے شہادت متعین نہوں ان کا بن بن الخطنین بان اخرج المدعی عن خط اقرار المدعی علیہ فانکر کو نہ خطہ فاستتب کتب بین الخطنین مشاہدہ ظاہرہ علی انما خط کتابت واحد لا یحکم علیہ بالممال ہو الصحیح خانیۃ وان اتی قاری المذات

Marfat.com

بملاحظہ فلاجی ان علیہ و انما یقول علی ہذا الصیغ لان قاضی خان من اجل من یقید علی الصیغۃ کذا ذکرہ المصنف ہذا فی کتاب الاقرار و اعتمده فی الاشباہ و اگر دو خطوں میں تشابہ ہو اس طرح کہ مدعی اقرار نامہ لکھے مدعی علیہ کے خط سے سو مدعی علیہ نے اپنے خط ہونے کا انکار کیا سو مدعی علیہ سے آزمائش کے واسطے کچھ لکھا یا گیا سو اسے لکھا اور حالانکہ دونوں خطوں میں ایسی مشابہت ظاہر ہو کہ دونوں خط ایک ہی کا تب کے ہیں تو مدعی علیہ پر ثبوت مال کا حکم ہو گا یہی قول صحیح ہے کہ ذاتی الحاقیہ اگرچہ قاری ہدایہ نے اس کے مخالفت فتویٰ دیا ہے یعنی ثبوت مال کا تو اس پر اعتماد نہ کیا جائیگا اعتماد تو فقط اس خانیہ کی تصحیح پر ہو گا سو اسے اس کے جن دو گون کے تصحیحات پر اعتماد ہوتا ہے انہیں سے قاضی خان زیادہ ترجیح دیتا ہے ایسا کچھ مصنف نے اپنی شرح میں بیان اور کتاب الاقرار میں فرمایا ہے کیا ہے اور اسی قول پر اشباہ میں اعتماد کیا ہے ہم مشابہت خطین سے عدم حکم ثبوت مال کی وجہ یہ ہے کہ تشابہ خط اس سے زیادہ تر نہیں کہ مدعی علیہ اقرار کرے کہ یہ میرا خط ہے اور میں نے اسکو لکھا ہے لیکن مجھ پر مال نہیں ہے تو اس اقرار سے مال واجب نہیں ہوتا تو اسی طرح تشابہ خطین سے بھی واجب ہو گا لکن ذاتی

لکن فی شرح الوہبانیۃ نو قال ہذا خطی لکن لیس علی ہذا المال ان کان الخط علی وجہ الرسالۃ مصدر امعنا لالا یصدق ویلزم بالمال و نحوہ فی الملقظ و فتاویٰ قاری المدنیہ فراجع ذلک لیکن شرح وہبانیہ میں ہے اگر مدعی علیہ کے کہ یہ میرا خط ہے لیکن مجھ پر مال نہیں ہے اگر خط بطریق پیام کے مصدر اور معنون ہوں تو اسکا مدعی علیہ کی تصدیق ہوگی اور مال اس پر لازم کیا جائیگا اور ما تداہم کے لفظ اور قاری ہدایہ کے فتاویٰ میں ہے تو اسکی طرف مراجعت کر ہم یہ قول ہے قاضی نسفی کا کہ اگر عاثر کو بطریق رسالت یوں لکھے اب بعد فلک علی کذا تو یہ مال کا اقرار ہے اس واسطے کہ مکتوب غائب سے ایسا ہے جیسے خطاب حاضر سے تو کاتب مکلف قرار دیا جائیگا اتنی لیکن جمہور علماء اس کے خلاف پر ہیں اس واسطے کہ لکھنا گاہے تجربہ کے واسطے بھی ہوتا ہے کذا فی البحر المحیط و لا یشہد علی شہادۃ غیرہ ما لم یشہد علیہ و قیدہ فی الہنایۃ باذا اسمعہ فی غیر مجلس القاضی ظلومیہ جازدان لم یشہدہ شریکاً لہ عن الجوہرۃ اور نہ گواہی سے اپنے غیر شخص کی گواہی پر جب تک کہ شخص غیر اسکو اپنی شہادت پر گواہ نہ کرے اور نہ ہی میں اس مسئلہ کی یہ قید لگائی ہے کہ جب غیر کی شہادت قاضی کی مجلس کے سوا اور کہیں عنے تو گواہی دینا جائز نہیں ہے و ن اس کے گواہ کرنے کے تو اگر محکمہ قضائے اسکو سے تو گواہی دینا درست ہے اگرچہ غیر شخص نے اس کو گواہ نہ قرار دیا ہو کذا فی الشریعۃ عن الجوہرۃ ہم و جہ جوادیہ ہے کہ شہادت اب ملزم ہے اور یہ تعلیل اسکی مقید ہے کہ قاضی نے اس شہادت پر حکم کر دیا کذا فی المحوی اس واسطے کہ شہادت بدون قضا ملزم نہیں و بخلاف تصویب صدر الشریعہ وغیرہ اور نہ ہی یہ قید مذکور کے مخالفت ہے صدر الشریعہ وغیرہ کی تصویب ہم صدر الشریعہ نے اس مسئلہ کی صورت یوں بیان کی ہے کہ ایک مرد نے قاضی کے پاس ادا سے شہادت کو سنا تو اسکو اسکی گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں اتنے تو اگر اسکو قبل قضا پر محمول کیجئے تو منافات مرتفع ہو جائے کذا فی اللططاوی و قولہ لایب من التخیل و قبول التخیل و عدم التخیل بعد التخیل علی الاظہر اور نہ ہی یہ قید کے مخالفت ہے فقہا کا یہ قول کہ ضرور ہے تخیل سے یعنی گواہ کہہ دینے سے اور ضرور ہے قبول تخیل اور عدم نہی سے بعد تخیل کے بقول اہم قولہ عطف ہے تصویر پر اور مواضع ثلثہ میں تخیل مصدر ہے باب تفصیل کا وجہ مخالفت یہ ہے کہ تخیل اور قبول تخیل بیان حاصل نہیں اس واسطے کہ شاہد عند القاضی نے اسکو گواہ نہیں کیا اور سامع نے اسکو قبول نہیں کیا اور جواب یوں ممکن ہے کہ شہادت بعد از قضا بمنزرت قضائی شہادت کے ہے کذا فی اللططاوی نعم الشہادۃ قبضہ القاضی صحیحہ وان لم یشہدہما القاضی علیہ و قیدہ ابو یوسف مجلس القضا و ہوا لاحتی ذکرہ فی الخلاصۃ بان حکم قاضی کی گواہی دینا صحیح ہے اگرچہ قاضی نے شاہدین کو اس پر گواہ نہ کیا ہو اور ابو یوسف رحمہ اللہ نے شہادت قضا کو مجلس قضا کے ساتھ مقید کیا ہے یعنی شہادت حکم کی بلا شہاد اسوقت صحیح ہے جب کہ شاہدین نے قاضی کا حکم مجلس قضا میں سنا ہو اور اس میں زیادہ تر احتیاط ہے کذا فی الخلاصۃ کفی عدل و احد فی اثنا عشر مسئلہ علی مانی الاشباہ و تنہا اخبار القاضی بافلاس المحبوس بعد المدة کفایت کرتی ہے ایک عادل کی خبر بارہ مسنون میں چنانچہ اشباہ میں ہے ان نجد قاضی کا خبر دینا ہے محبوس کے افلاس میں بعد مدت جس کے ہم عادل کی قید اس واسطے لگائی کہ دستور العدالت



کی خبر اور اسی طرح ستورین کی خبر ان چیزوں میں مقبول نہیں خبر قاضی کی یہ صورت ہے کہ قاضی نے ایک شخص کو مجبوس کیا اس مال میں جو دوسرے مال کا عوض ہے اور دعویٰ علیہ نے اپنے افلاس کا دعویٰ کیا تو اسکی تصدیق کرے اور مناسب حال مدت تک اسکو مقید رکھے پھر جب اس مدت کے بعد شخص عادل اسکے افلاس کی خبر دے تو اسکی خبر کو قبول کرے اور اسکو چھوڑ دے کذا فی الطحاوی وللتزکیۃ ای تزکیۃ السر وانا تزکیۃ العلانیۃ شہادۃ اجماعاً اور عادل واحد کافی ہے تزکیہ سر میں یعنی جو کہ مخفی میں اور تزکیہ علانیہ تو گواہی ہے بالاجماع ہم تو تزکیہ علانیہ میں وہ شرط ہے جو شہادت میں شرط ہے سو اسے لفظ شہادت اور ظاہر تزکیہ علانیہ میں دو عادل یا ایک عادل اور دو عادل حوزہ میں مراد ہیں تمبیہ قاضی کو چاہیے کہ اسکو مرکی شود مقرر کرے جو لوگوں کے احوال خوب تر جانتا ہو اور لوگوں سے احتیاط رکھتا ہو اور خود عادل ہو اور جانتا ہو کہ کون چیز جرح ہے اور کون نہیں لایحی و نفس نہوتا مال پاکر دعویٰ نہ کھائے اور اگر شاہد کے پڑوسی میں یا اہل بازار میں کوئی شخص لائق اعصاب کے نہ تو اب تو اتر جا رہا ہے ہوگا یعنی عدالت شود میں کذا فی الطحاوی و ترجمۃ الشاہد و الخصم اور شاہد اور خصم کے ترجمے میں ایک عادل کافی ہے ہم مصلح میں ہے ترجمہ کلام عرب ہوتے ہیں جب کہ مکمل اپنے کلام کو ظاہر اور واضح کرے و ترجمہ کلام غیر ہوتے ہیں جبکہ غیر کے کلام کو دوسری بولی میں تعبیر کرے اور اس میں فاعل ترجمان ہے یعنی تا وضمیم لغت فصیح میں اور ضمیر تابعی جائز ہے اور گاہے جم اور تادونوں کو مفترح ہوتے ہیں اتنی امام عظمیٰ کے نزدیک شرط ہے کہ شاہد اور خصم کا ترجمہ اندھا نہ ہو اور اگر قاضی شاہد اور خصم کی زبان جانتا ہو تو ترجمہ کی کچھ حاجت نہیں اور ترجمہ کو مقرر کرنا جاہلیت و اسلام دونوں میں واقع ہوا ہے چنانچہ زید بن ثابت حکم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم لغت عبرانی سیکھ کر عربی میں ترجمہ کیا کرتے تھے کذا فی الطحاوی والرسالۃ من القاضی الی المزنی والاشنان احوط اور کافی ہے عادل واحد پیام رسائی میں قاضی سے مرکی کی طرف اور دو شخصوں کے ہونے میں زیادہ مراعات یہ ہم اسی طرح مرکی کی پیام رسائی میں قاضی کی طرف عادل واحد کافی ہے و جاز تزکیۃ سیدہ صبی ووالد اور جائز ہے تزکیہ غلام کا اپنے مولیٰ کے واسطے اور صغیر کا تزکیہ اور والد کا تزکیہ اپنے والد کے واسطے وکنہ ابانکس کذا فی الطحاوی وقد نظم ابن وہبان نما احد عشر فقال اور البتہ ابن وہبان نے وہاں یہ میں بارہ سائل مذکورہ سے گبارہ مسئلہ نظم میں بیان کیے ہیں سو یوں کہ اس وقت عدل و احسنی قوم و جرح و تعدیل و ارض بقدرہ اور مقبول ہے عادل واحد کا کلام قیمت ٹھہرانے میں اور جرح اور تعدیل شاہد میں اور دیت مقرر میں ہم یعنی صید مجرم کی قیمت ٹھہرانے میں اور تلف کر ڈالنے کی قیمت میں اس طرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کی کوئی چیز تلف کر ڈالی سو مدعی نے دعویٰ کیا کہ اسکی قیمت اتنی تھی اور عطا علیہ کتنا ہے کہ اتنی قیمت اسکی دیتی تھی تو اس کے اثبات قیمت میں عادل واحد کا قول کافی ہے لیکن نصاب سرقہ اس کلام سے سستے ہے کہ اس میں دو شخصوں کی تقویم ضرور ہے چنانچہ عنایہ میں ہے اور سر کے زخمون کی دیت ٹھہرانے میں مثلاً ایک عادل کافی ہے و ترجمہ و المسلم بن ہومید و الفلاسہ الارسال و العیب یظہر و اور مقبول ہے عادل واحد کا کلام ترجمہ میں اور مسلم فیہ میں کہ وہ گدوہ ہے یا ناقص اور افلاس مجبوس میں اور قاضی کی پیام رسائی میں اور عادل عیب کو ظاہر کرنا ہم مسلم سے مسلم فیہ مراد ہے یعنی جب مسلم فیہ حاضر ہو اور رب المسلم اور مسلم فیہ میں اختلاف ہو اسکے عمدہ یا ناقص ہونے میں تو عادل واحد کا قول اس میں کافی ہے اور جبکہ بائع اور مشتری میں اختلاف ہو عیب بیع کے اثبات میں تو عادل واحد کا قول اس میں کافی ہے کذا فی الطحاوی و صوم علی ما مر و عند صلۃ و موت الا الشاہدین بخیرہ و اور صوم میں چنانچہ مذکور ہو چکا یا علت ہونے کے وقت اور موت میں جب کہ دو شاہدوں کو ایک عادل موت کی خبر دے ہم مذکور ہو چکا کہ ہلال زلفان میں عادل واحد کی خبر کافی ہے اگرچہ آسمان پر علت نہرماندرا بر اور غیار کے یہ روایت ہے حسن کی اور ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ در صورت علت مذکورہ عادل واحد کافی ہے اور اگر عادل موت نشان کی خبر دے تو شاہدین کو اسکی موت کی گواہی دینا جائز ہے کذا فی الطحاوی و التزکیۃ للذمی یحکم بالانۃ فی ذمیرہ ولسانہ ویدہ واز صاحب ہفتہ فان لم یفرم المسلمون سائوا عنہ عدول المشرکین اختیار اور تزکیہ ذمی کا ہوتا ہے امانت داری سے اسکے دین اور زبان اور ہاتھ میں اور یہ کہ وہ ہوسنیار ہے

مہوت نہیں ہے پھر اگر ذمی کو مسلمان نہ پہچانتے ہوں تو اسکا حال عدول مشرکین سے دریافت کریں کذا فی الاختیار ہم دین ذمی کی امانت داری یہ کہ اپنے معتقدات  
شرعیہ پر محافظ ہو اور زبان کی امانت داری یہ کہ چھوٹے نہ بولتا ہو اور ہاتھ کی امانت داری شاید یہ کہ ساری نہ ہو اور بہتر یہ تھا کہ شارع حکمتا کہ اگر نہ جانتے ہوں  
تو قاضی عدول کفار سے اسکا حال دریافت کرے چنانچہ محیط اور اختیار میں ہے کذا فی الطحاوی و فی المنتقہ عمل نصرانے تم مسلم تلبت شہادت و لو سکر الذم سے  
القبول اور ملقط میں ہے کہ ایک نصرانی کی عدالت بیان کی گئی پھر وہ مسلمان ہو گیا تو اسکی گواہی مقبول ہے یعنی وہ گواہی جو قبل اسلام سے چکی ہے اور اگر ذمی نصرانی  
ہو تو گواہی اسکی مقبول نہیں مطلقاً اور مستی انجیل میں حرام ہے تو وہ فاسق و فاجر و کافر ہے کذا فی التلمیح و لا شہد من راسے  
خطہ و لم یذکر ہا ہی اکا و شہادہ اور وہ شخص گواہی نہ دے جسے اپنا لکھا دیکھا اور عاۃ اسکو یا ذمہ نہیں کذا فی القاضی و الراوی مشابہہ الحفظ اسی طرح  
قاضی اور راوی حکم نہ ہے اور روایت نہ کرے پنا خطہ دیکھ کر بدون یادداشت کے بسبب مشابہہ ہونے ایک خطہ کے دوسرے خطہ سے ہم خلاصہ میں ہے کہ  
یوحذیفہ نے صحیح امور میں تنگ وی اختیار کی لہذا اسے روایت احادیث میں قلت واقع ہوئی باوجود کثرت سماع احادیث اس واسطے کہ امام نے بارہ سو  
مردوں سے سماعت کی مگر امام کے نزدیک حفظ شرط ہے وقت سماع کے اور روایت کے وقت بھی تو امام کے نزدیک شہادہ کو واقعہ اور تاریخ اور مقدار مال  
اور صفت مال یا در کھنا ضروری ہے تو اگر انہیں سے کوئی چیز یاد نہ ہو اور اسکو یقین ہو کہ یہ میرا خطہ ہے اور میری مہر ہے تو اسکو گواہی بنا لائق نہیں اور اگر باوجود  
اسکے گواہی دیکھا تو وہ شہادہ نہیں کذا فی المنع اور فقط لہذا کہ مجلس شہادت کافی نہیں و جونا ہونی حرزہ و بہ ناخذ بجر عن المتبعی اور صاحبین نے اسکو جائز کہا ہے  
اگر کاغذ مرقوم اسکے قبض اور حفاظت میں ہو اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں کذا فی الجرح عن المتبعی ہم خلاصہ میں ہے کہ شرط یہ ہے کہ صک محفوظ ہو دست بدست نہ گیا ہو  
اور دعوی کے ہاتھ میں نہ ہو جب سے کہ اسے اپنا نام اور تہی رنگائی ہو اگر ایسا ہو تو اسکو گواہی دینا جائز نہیں اتنی بجز الرائق میں ہے کہ ابو یوسف نے یہ قاضی  
اور راوی کے واسطے جائز کہا ہے نہ شہادہ کے واسطے اور مجروح نے کل میں جائز کہا ہے اعتماد کرنا کتاب چرب کہ اسکو یقین ہو کہ یہ میرا خطہ ہے اگر چہ حادثہ یا ذمہ  
لوگون پر آسان کرنے کے واسطے اتنی اور ظاہر کلام شارح مانند کلام سکین کے ہے کہ صاحبین اس میں متفق ہیں جو بجز الرائق میں ہے وہ معلوم ہو چکا اور اسی طرح  
یعنی اور زیلعی میں ہے ابو یوسف نے کہا دفع ثنائی یون ممکن ہے کہ ابو یوسف سے دور تین ہیں کذا فی الطحاوی و لا شہد احدہما بلعینہ بالاجماع  
الانی عشرۃ علی مانی شرح الوہبانیۃ اور نہ گواہی دے کوئی اس چیز کی جسکو اسے معائنہ نہیں کیا بالاجماع مگر جس مسئلوں میں بلا معائنہ گواہی رست ہے  
چنانچہ وہبانیہ کی شرح میں ہے عدم معائنہ سے مراد عدم یقین ہے یعنی جس چیز کا یقین حاصل نہیں آئے کہ معائنہ یا سماع سے اسکی گواہی نہ دے اور سماع  
کی مثال عقود ہیں کذا فی الطحاوی منہا لثقی و اولاد عند الثانی و لم یمر علی الامح بزایہ منہ سائل عشرہ ایک عتق ہے ۲۰ و لا ابو یوسف کے نزدیک ۲۰ مہر  
بقول امح کذا فی البرزازیہ م شمس الائمہ شرحی نے کہا کہ شہادت سماعت سے عتق میں بالاجماع مقبول ہے اور شرحی کے ہذا ذملوانی نے ذکر کیا کہ عتق مطلقاً  
ثابت ہے سو ابو یوسف جسے جواز مقبول ہے تو معتمد عدم قبول ہے عتق میں جیسے ولایت میں عدم قبول مقدر ہے اور علامہ عبدالبر کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ شہادت عتق  
میں یعنی سماعت حلال نہیں ہے اسے نزدیک مطلقاً للشافعی پھر اسے حلوانی کا قول مقدم مذکور کیا اور ولایت میں محمد رحمہ کا کلام مضطرب ہے اور ظاہر امام کا قول  
معتمد ہے کیونکہ ابو یوسف کے قول کی تصحیح ثابت نہیں اور ہر میں محمد رحمہ سے دور و اتین ہیں اصح یہ ہے کہ مترتب ہے کل کا یعنی قبول شہادت باطلی میں چنانچہ  
علامہ عبدالبر نے اسکو مذکور کیا ہے اور اسی کے مانند ہے بجز الرائق میں نہ میر ہے اور بزایہ اور خزائنہ سے اور شرح نبال الیہ میں ہے خلاصہ سے کذا فی الطحاوی  
والنسب ہم نسب ہم توجیہ ایک جماعت سے امام کے نزدیک یا دو عادل سے سنا صاحبین کے نزدیک کہ وہ شخص فلان بن فلان ہے تو اسکو اسکی گواہی  
دینا جائز ہے اگرچہ اسے اسکی ولادت اسکے فرزند پر نہیں دیکھی اور فتویٰ صاحبین کے قول ہے کذا فی الطحاوی و الموت ہوت ہم توجیب لوگون سے  
مسا کہ فلان شخص مر گیا تو اسکو موت کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ اسے موت کا معائنہ نہ کیا ہو بزایہ میں ہے کہ ایک مرد نے عورت سے کہا کہ تیرا



شہد ہر گئی تو اسکو نکاح کر لینا درست ہے اگر غیر عادل ہو انتہی محیط میں ہو گا اگر انسان کی موت کی خبر آئی سو اسکے اپنوں نے وہ سامان کیا جو میت پر ہوتا ہے تو جائز نہیں اسکی موت کی خبر دے جب تک شخص معتد اسکو یہ خبر نہ دے کہ میں نے اسکی موت کا معائنہ کیا سو اسطے کہ مصائب گہے موت پر مقدم ہو جاتے ہیں خطا کی بنا سے یا مال کے بانٹ لینے کے حیلے کی واسطے کذافی الطحاوی صحیح النکاح ۶ نکاح ہم تو اگر جماعت سے سے امام کے نزدیک اور بعد اذن سے سے صاحبین کے نزدیک تو نکاح کی گواہی بنا جائز ہو گا دیہ میں ہے کہ شہادت بشہرت اور تسامع نکاح میں جائز ہے تو اگر ایک مرد کو ایک عورت کے پاس آتے جاتے دیکھے اور لوگوں سے سے کہ فلائی عورت فلاں مرد کی جو رہی تو اسکو اسکی زوجیت کی گواہی دینا جائز ہے اگرچہ اسنے عقد نکاح کا معائنہ نہیں کیا اور رد میں ہے کہ اگر ایک شخص نے مرد اور عورت میں اختلاف اور انبساط دیکھا جیسے جو روغوا وغیر میں ہوتا ہے تو گواہی دے کہ وہ اسکی جو رہی کذافی الطحاوی والدخول بزوجه ۷ دخول بزوجه یعنی یہ بھی باسماع ہے اور قبول شہادت پر احکام مترتب ہیں چنانچہ عدت اور نذر اور نسب و ولایت القاضی بہ ولایت قاضی ہم لینے جب بنا کر فنا شخص قاضی ہوا فلاں شہر کا تو اسکو اسکی قضا کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ اسنے تقلید سلطان کا معائنہ نہیں کیا بجز الرائق میں معراج سے ہے کہ قاضی کے مانند تو امارت کی شہادت کو بھی زیادہ کرنا چاہیے **صل الوقت ۵**۔ اصل الوقت یوں گواہی دی کہ بد وقت ہو فلاں موضع یا فلائی جماعت پر اور کیا ذکر صرف کا شرط ہے یا نہیں کافی بن مرغینانی سے مروی ہے کہ ہاں شرط ہے اور طرازہ میں ہے کہ شرط نہیں بقول مختار اگر وقت قائم ہے تو فقیر دن کی طرف صرف ہو گا قیل شرط علی مختار کما مرئی بابہ اور قول ضعیف میں شرط وقت کی بھی گواہی باسماع درست ہے بقول مختار چنانچہ مذکور ہو چکا وقت کے بائین مخطاوی نے کہا اسکو بصیغہ حریفین کر کرنا بلا وجہ ہے کیونکہ دونوں قول کی تصحیح ثابت ہے بجز الرائق میں فصول عماد سے ہے کہ قول مختار یہ ہے کہ شرط وقت پر گواہی دینا شہرت سے مقبول نہیں انتہی اور مختاری میں ہے کہ شرط وقت پر شہادت بشرت مقبول ہے انتہی اور اسپر اعتماد کیا ہے اور فوج اقلید میں **واصلہ ہو کل بالعلق بہ صحیحہ و وقت علیہ الامن شرائطہ اور اصل وقت ہر ایک وہ چیز ہے جس سے صحت وقت کی متعلق ہو اور جس پر وقت موقوف ہو اور اگر ایسا نہیں تو وہ شرائط وقت سے ہے کہ متعلق صحت وقت شرط وقت سے ہے چنانچہ وقت کا مخر ہونا متعلق اور مسلم ہونا اور انجام کار کو اس بہت کے واسطے مقرر کر دینا جو منقطع ہو وغیر ذلک اور جس پر صحت موقوف نہیں جیسے بہت صرف کا ذکر کرنا چنانچہ امام احمد مؤذن کا **قلہ الشہادۃ بذلک ذالجزہا بمنزہ الاشیاء من ثبوت الشاہدین خبر جملة لا یتصور تو انکسہم علی الذب بلا شرط عدالتہ او شہادۃ العدلین الا فی الموت فلیفی العدل و لو اتی وہو المختار لمتقی و فرج تو شاہد کو سبب تسامع کے گواہی دینا جائز ہے جب کہ ان اشیا مذکورہ کی وہ شخص خبر دے جس پر شہادہ اعتماد رکھتا ہے اس جماعت کی خبر دینے سے جکا متفق ہونا کذب پر تصور نہیں بلا شرط عدالت مجتہدین یا دو عادل کی شہادت سے سولے روئے کے کہ ہمیں ایک عادل کی خبر کافی ہے اگرچہ مجبور صورت ہو مینی قول مختار ہے کذافی الملتقی والفتح م فتاویٰ صغریٰ میں مذکور ہے کہ شہرت کی دو صورتیں ہیں ایک شہرت حقیقی چنانچہ تو از دوسری شہرت حکمی اس طرح کہ دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں بہ لفظ شہادت خبر دین مگر موت میں ایک عادل کی خبر کافی ہے بلفظ شہادت انتہی مواضع مذکورہ میں باوجود عدم معائنہ بجز خبر اہل اعتماد شہادت بطریق استحسان کے جائز ہے و فرج صحیح کی واسطے اور تاکہ تعلیل احکام لازم نہ آوے سو اسطے کہ اشیا مذکورہ میں ہر شخص حاضر نہیں ہوتا سولے خواص کے کیونکہ نکاح میں ہر شخص موجود نہیں ہوتا اور دخول زوجہ میں کوئی واقعہ نہیں ہوتا اور اسی طرح موت کو ہر شخص معائنہ نہیں کرتا اور نسب کا سبب لادت ہے سو وہاں کوئی موجود نہیں ہوتا سولے دلی جنائی کے اور سبب قضا تقلید سلطان ہے سو اسکو کوئی معائنہ نہیں کرتا سولے ذریعہ خواص کے اور اسی طرح وقت سے وہ احکام متعلق ہوتے ہیں جو علی مراد ہو رہی ہوتے ہیں اگر ان امور میں تسامع مقبول نہ ہو تو بجز اجماع لازم آوے اور احکام ہاں کل مطلق ہو جائیں کذافی المحوی اور ایک عادل کی خبر موت کی شہادت میں کافی ہے چنانچہ کے واسطے کیونکہ قاضی بدون دو شخص موت کی گواہی کے حکم نہ دیکھا اور اگر موت کے وقت ایک ہی شخص موجود ہو تو اسکا طریقہ یہ ہے کہ وہ دوسرے کو خبر عورت کی****

بزوجہ





شاہد بالتساع قاضی سے بیان کرے کہ اسکی تساع سے ہر معائنہ قبض سے تو گواہی بقول صحیح مردود ہوگی مگر وقت اور موت میں جبکہ دونوں شاہد بیان کریں اور یوں کہیں کہ ہکو وقت یا موت کی خبر دی ہو اسے جسپر ہکو اعتماد ہو تو بقول صحیح گواہی مقبول ہوگی کذا فی الاطراف عم عوی نے کہا اطلاق فرمایا ہے کہ شاہد کو مناسب ہر مطلق گواہی ہے اور اسکی تفسیر کر کے یعنی تساع یا معائنہ قبض مذکور نہ کرے بل فی الغریب عن الخایمۃ معنی التفسیر ان یقول لا شہد نا لانا سمعنا من الناس ما نوقالہم لغایر ذلک و لکن شہر عندنا ہذا ہذا فی الکل و محمد شارح ابوہانیہ وغیرہ بلکہ ڈرر کے حاشیہ غری زادہ میں غانیہ سے منقول ہے کہ معنی تفسیر شہادت بالتساع یہ ہے کہ شاہدین کہیں کہتے گواہی دی اسواسطے کہ صحیح وغیرہ کو لوگوں سے سنا اور اگر یوں کہیں کہتے ہیں اس کو معائنہ نہیں کیا و لیکن وہ ہمارے نزدیک مشہور ہے تو جمیع امور میں شہادت بالتساع جائز ہے اور شارح وہبانیہ وغیرہ نے اس قول کو صحیح کہا ہے ہم شہرت اور تساع من الناس میں فرق یہ ہے کہ شہرت وہ ہے جو سب لوگوں میں مشہور ہو یا اکثر میں اور تساع من الناس میں یہ بات حاصل نہیں کذا فی الطحاوی و اللہ تعالیٰ اعلم

### باب بقول و عدم

باب بقول و عدم

لے من یحب علی القاضی بقول شہادت من لم یحب لامن صحیح قولہما اولاً صحیح شہادۃ الفاسق مثلاً کا حقیقہ المصنف تبعاً یعقوب باشا وغیرہ یہ باب بقول شہادت اور عدم بقول میں یعنی کس شخص کی شہادت قبول کرنا قاضی پر واجب ہے اور کئی واجب نہیں نہ یہ کہ کسی شہادت کا بقول کرنا صحیح ہے اور کئی نہیں بسبب صحیح ہونے فقہا کے فاسق کی شہادت سے فقلاً اور حالاً عدم قبول شہادت فاسق مذکور ہے چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح میں باتباع یعقوب باشا وغیرہ کے ذکر کیا ہے

تقبل من اہل الایواء لے اصحاب بیع لا کفر بقر و قدر و رفض و خروج و تشبیہ و تعطیل و کل منہم اثنا عشر فرقة فقہار و اثنتین و سبعین مقبول ہے گواہی بل ہوئی کی یعنی اہل بدعات کی جو فسوب بکفر نہیں چنانچہ جبر اور قدر اور رفض اور خروج اور تشبیہ اور تعطیل اور ہر ایک ان پچھ مذہبوں سے بارہ فرقے ہیں تو اہل بدعات کے بہتر فرقے ہو گئے ہم ہولی عبارت ہے خواہش مذموم سے اور اہل ہولی ایک فرقہ معین نہیں بلکہ جو مخالفت سنت کے ہوتے ہیں فاسدہ اہل ہولی ہے مغرب میں ہر کہ اہل ایواء وہ لوگ ہیں جو طریقہ اہل سنت اور جماعت سے بکروی کریں اور اہل قبلہ ہوں یعنی آپ کو سلمان کہتے ہوں انکی گواہی اسواسطے مقبول ہوئی کہ انکانتق اتقادوی ہے اور بدعت میں اسکو نہیں ڈالا مگر اسکی تدین نے یعنی اپنے نزدیک حق جانکر اسے بدعت اختیار کی بخلاف فسق میں حیث انطاہی کے اتھی یعنی فاسق اعتقادوی تمہم بہ کذب نہیں بخلاف فاسق فعلی کے کہ وہ تمہم بکذب ہر لہذا اسکی گواہی مقبول نہیں خبر یہ وہ فرقہ ہے جو قدرت عہد کی نفی کرے اور قدر یہ وہ ہے جو حق تعالیٰ کی تضا اور قدر کی نفی کرے اور کہے کہ عبد اپنے افعال کا خالق ہے اور رافضی فرقہ مشہور ہے اور خارجی وہ لوگ ہیں جو حضرت علی اور علیہ السلام اور عبادت کو کافر کہیں معائنہ اور اہل تشبیہ وہ ہیں جو خالق میں مخلوق کے صفات ثابت کریں اور قتانی میں عوض اسنے حصیہ کا ذکر ہے مرتبہ وہ فرقہ ہے جو کہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ ضرر نہیں کرتا اور اہل تعطیل اور مطلقہ وہ فرقہ ہے جو حق تعالیٰ کی ذات پاک کو صفات سے خالی اعتقاد کیے قتانی نے کہا کہ اہل ہولی میں سے جسکی تکفیر ثابت ہے چنانچہ مجسبہ اور مخالف اور علاء روافض اور جو خلق قرآن کے قائل ہیں انکی شہادت سلیں پر مقبول نہیں اتھی تو شارح نے ان فرقوں کو اہل ہولی کے بیان میں شمار کیا ہے نہ یہ کہ ان سب فرقوں کی گواہی مقبول ہے چنانچہ کلام بکر الرائق ہے بولالت کرتا ہے کہ اصول ہولی چھ ہیں پھر شارح کے مانند فرقہ ستہ کو ذکر کیا ہے کذا فی الطحاوی بقرۃ الاخطاب معنی صفت من الروافض یؤن اشہادہ شہیتہم کل من حلف انہ محق فردہم لاشہد تمہم بل تہمتہ الکذب و لم یبق لہم شہم ذکر بکر اہل ہولی کی گواہی مقبول ہے سو اخطاب یہ کہ کہ وہ ایک قسم ہیں روافض سے جاڑ جاتے ہیں گواہی اپنے شیعوں کے واسطے اور اس شخص کو واسطے جو قسم کھائے کہ میں حق رہوں تو انکی شہادت کا مردود ہونا انکی بدعت کے سبب ہے نہیں بلکہ کذب کی تہمت کے سبب ہے اور انکی ہر بکذب کہتی نہیں نہ ہا کذا فی البحر معنی اس مذہب الاکوفی باقی نہیں رہا ہم خطابیہ نسبت ہے ابو اخطاب محمد بن وہب بن جبریل بن ابی زینب اسدی جو کہ خطابیہ مذہب میں







خلاصہ میں ہے کہ جو فعل کہ مردت اور کرم کو چھوڑا ہے وہ کبیرہ گناہ ہے اور ثابت رکھا ہے اس قول کو ابن کمال نے ہم فتح القدر میں اس پر اعتراض کیا ہے کہ یہ قول مضبوط اور صحیح نہیں لہذا محشی نے کہا کہ ترک مردت و کرم کبیرہ نہیں ہو سکتا مگر من حیث شہادت کذا فی الطحاوی قال تسی بارتکب کیسے سقطت عدالتہ ابن کمال نے کہا اور جبکہ مسلم نے کبیرہ کا ہوا اسکی عدالت ساقط ہوگی ہم حموی نے کہا مگر زوال عدالت کا اسوقت حکم ہوگا جبکہ کبیرہ ہر جنہو میں ہو چکے و لہذا اشرب حرم میں اور مان شرط ہے اور قستانی میں خلاصہ سے ہے کہ مختاریہ ہے کہ کبائر کے اصرار سے مجتنب ہو تو اگر ایک بار کبیرہ ہو تو اسکی شہادت مقبول ہے ومن اقلعت لومن عذرہ الا لا وہنا خذہ اور غیر محتمون کی گواہی مقبول ہے اگر ترک ختنہ عذر سے ہو اور اگر بلا عذر ہو تو گواہی مقبول نہیں اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں کذا فی الجسر <sup>مردت</sup> عذرہ الا لا وہنا خذہ اور غیر محتمون کی گواہی مقبول ہے اگر ترک ختنہ عذر سے ہو اور اگر بلا عذر ہو تو گواہی مقبول نہیں اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں کذا فی الجسر ہم عذر یہ کہ ختنہ ترک کے اپنی جان کے تلف ہوجانے سے اور جیسے اسکی شہادت مقبول ہے ویسے ہی اسکی امانت بھی صحیح ہے اور ختنہ کے وقت میں لختنا ہے خلاصہ میں کہا مختاریہ ہے کہ ابتدا وقت ختنہ سات برس میں اور آخر وقت بارہ برس میں کذا فی المنع والاسئرا لیسے من لیسر الخ کفر ابن کمال اور خوش طبعی اور ہنسی کرنا ساتھ کسی چیز کے احکام شرعی سے کفر ہے ذکرہ ابن کمال <sup>مجموعی</sup> واقطع اور گواہی مقبول ہے خوبہ اور دست بریدہ کی ہم واسطے کہ خوبے کا عضو ظلم سے کاٹا گیا جیسے کسی کا ہاتھ کوئی کاٹ ڈالے اور جبکا ہاتھ چوری میں کاٹا گیا اسکی گواہی اسوقت مقبول ہے جبکہ وہ عدل ہو کذا فی الطحاوی و ولد الزنا دو بازنہا ظالم الکل و ولد الزنا کی گواہی مقبول ہے اگرچہ وہ زنا کی گواہی سے بکافات امام مالک کے مذہب کے ہم واسطے کہ نسق والدین نسق و لہذا کتبہ نہیں جیسے کفر والدین کذا فی المنع و غنئی کا نثی و مشکلا و الافلا الشکال اور غنئی عورت کے مانند ہے اگر غنئی مشکل ہو اور اگر غنئی مشکل نہ ہو تو کچھ اشکال نہیں ہم غنئی لیبہ میں ہے کہ غنئی مشکل جمیع احکام میں عورت کے مانند ہے انھی گواہی دوسری عورت کے ساتھ برابر ایک مرد کے ہوگی اور اگر غنئی مشکل نہ ہو یعنی اگر علامت مردی غالب ہے تو اسکا مرد کا حکم ہے اور نہیں تو عورت کا و عقیق لمعقہ و عکسہ الا التہمدا فی الخلاصہ شہد بعد عقیقہ ان التہم کذا عند اختلاف بائع و مشتری قبل بحر المنع باثبات التوق اور غلام آزاد کی گواہی آزاد کرنے والے کے واسطے اور آزاد کرنے والے کی گواہی غلام آزاد کے واسطے قبول ہے مگر بسبب تمت کے مقبول نہیں واسطے کہ خلاصہ میں ہے کہ بائع اور مشتری کے اختلاف ثمن کے وقت دو غلاموں نے اپنے آزاد ہونے کے بعد یہ گواہی دی کہ ثمن اتنا تھا تو گواہی مقبول نہوگی بسبب کھینچنے منفعت کے اثبات ثمن سے ہم ہر منفعت کی جہ یہ ہے کہ اگر دونوں کی شہادت نہوگی تو بائع اور مشتری دونوں قسم کھاتے اور بیع منع ہو جاتی تو ثمن باطل ہوتا عقیق کی گواہی ثمن کی واسطے مقبول ہے کہ شرح نے قبری کی گواہی علی مرتضیٰ کے واسطے قبول کی تھی اور قبری کے غلام آزاد تھے کذا فی الطحاوی و لا خیرہ و عمرہ من محررم رضا عا و مصاہرہ الا اذا تہمت <sup>محررم</sup> خصوصہ خاصہ مع علی ہانی القینہ اور مقبول ہے کہ گواہی بھائی کی اپنے بھائی کے واسطے اور بھتیجی کی اپنے چچا کے واسطے اور محررم رضاعی یا سسرالی ہونے کے محررم سے گواہی مقبول ہے مگر جبکہ نہایت جھگڑا ہوا اور شاہد جھگڑا ہوا مدعی کے ساتھ تو گواہی مقبول نہیں چنانچہ قنیہ میں ہم محررم رضاعی جیسے رضاعی بیٹا اور سسرالی رشتے کے محررم جیسے خوشدامن اور زوجه کی بیٹی دوسرے زوج سے اور اما داد اور سوتیلی ماں اور بہو اشخاص مذکورین کی گواہی واسطے درست ہے کہ مالک ہر ایک کی جدا جدا ہوتی ہیں اور ایک دوسرے کے مال میں تصرف نہیں کرتا تو محل تمت نہیں ہے کلمات شہادت قرابت لادیکین جبکہ شاہد مدعی کے ساتھ خصوصت کرتا ہے تو گواہی مقبول نہوگی کیونکہ وہ اپنے مدعی علیہ کا گواہی خاصہ ہو گیا وہی امر انہ تخاصم الشہود والد مدعی علیہ تقبل لوعدولا اور خزانہ میں ہے تو تخاصم شہود اور مدعا علیہ میں گواہی مقبول ہے اگر شاہد عادل ہوں ہم یہ قول قنیہ کے ظاہر مخالف ہے صاحب بحر نے توفیق بین القولین کے واسطے اسکا عدم مساعدت مدعی پر محمول کیا ہے یا عدم کثرت مساعدت پر واللہ تعالیٰ اعلم ومن کافر علی عبد کافر مولانا مسلم و علی وکیل کافر مولا مسلمہ لایحی و عکسہ یقیامہا علی مسلم قصد اوتی الاول فمنا اور مقبول ہے کہ گواہی کافر سے اس غلام کافر پر جبکا سولی مسلم ہے یا اس وکیل کافر پر جبکا سولی مسلم ہے نہیں جائز ہے اس کے بالعکس بسبب قائم ہونے شہادت کافر کے مسلم پر قصد اور اول میں قیام شہادت فمنا نہ قصد اور

ملحوظی نظر اسکو کیے ہیں جو دونوں ملائیس لکھا ہے اور کسی کو غلط نہو





مقابلہ کے لیتا ہوا اسکے وثیقے پر گواہی لکھتا ہو شائع نہ کیا کہ اگر گواہی دین تو اپنے نعت کرنا حلال ہو گیا مگر ہا مل پر شہادت ہو گیا حال یہ ان لوگوں کا  
 مباشرتین سلطان سے جو عمان جہات اور اجارات متادہ پر گواہی دیتے ہیں اتنی مختصین بجائے عہدہ ہوا اور بعضی کتب میں بجائے مجموعہ خمس یعنی بالغ  
 و ارب قیق کذافی الطحاوی فی الوہیائتہ امیر کبیر ادعی شہدہ عمالہ تو العبرہ و رعایا ہم لا قبل کشرادۃ المزاج لربہ لا حق و وہیائتہ میں ہوا امیر کبیر نے جوئی کیا  
 اسکے عمال اور توابع نے اور عمال کی رعایا نے اسکے واسطے گواہی دی تو مقبول نہیں جیسے مزاج کی گواہی زمین والے کے حق میں مقبول نہیں مہ عمال  
 اور رعایا کی گواہی بسبب جہالت کے اور بسبب تمکاری کے امیر کے خوف سے مقبول نہیں وقیل اراد بالعمال المحترمین ہی بقرۃ لائقہ بہ وہی حریفہ ابانہ  
 و اجدادہ والاطلامرۃ لہ لودنیۃ فلا شہادۃ لہما ہوت فی حد العداۃ الترحیح و اقروہ المصنف اور بعضوں نے کہا کہ عمال مقبول شہادت سے پیشہ و مراد میں نینے  
 وہ پیشہ جو اس کے لائق ہو یعنی جو پیشہ ور کے باپ دادوں کا پیشہ ہو اور اگر اسکا پیشہ نالائق ہو باپ داد کے مخالف تو اس پیشہ ور میں مردت  
 اور جو افردی نہیں اگر اسکا پیشہ رذیل اور ذلیل ہو تو اسکی گواہی بھی جائز نہیں اسواسطے کہ مردت کا داخل ہونا حد عدالت میں معلوم ہو چکا کذافی الطح  
 اور ثابت رکھا ہو اسکو مصنف نے اپنی شرح میں مفتح القدر میں ہے کہ ترک مردت سقط عدالت ہو مردت کی تعریف میں بعضوں نے یوں کہا کہ انسان ایسا  
 فعل دکرے جس سے اس کا مرتبہ اہل فضل کے نزدیک گھٹ جائے اور بعضوں نے کہا کہ مردت عبارت ہو روش نیک و در حفظ اسان و برکی عقل کے  
 اجتناب سے اور ہر خلق دنی کے ارتقاء سے اتنی لا تقبل من اعمی ای یقینی بہا و یقینی صحیح و عم قلم مطلقا ما و عمی بعد الادا قبل القضاء و ما ہا و عم  
 خلافا للثانی مقبول نہیں گواہی اندھے کی مطلقا یعنی اندھے کی گواہی سے قاضی حکم نہ دے اور اگر حکم دے گا تو صحیح ہے اور مصنف رحمہ اللہ کا مطلقا کہنا  
 عام ہے اس صورت کو کہ شاید اندھا ہو گیا بعد ادا سے شہادت قبل قضا کے اور اس صورت کو کہ سمین شہادت بالسمع جائز ہے بخلاف ابو یوسف کے یعنی کہ  
 نزدیک تسلیم کی شہادت جائز ہے ہم عدم سماع شہادت اعمی کی علت یہ ہے کہ ادا سے شہادت میں اشاک سے تیز کی حاجت ہے شہود اور شہود علیہ کے درمیان  
 میں اور اندھا امتیاز نہیں کر سکتا مگر آواز سے تو خوف ہے کہ اسکو کچھ خصم تلقین کرے اسواسطے کہ ایک وارد دوسری آواز سے مشابہ ہو جائی ہو افا عدم  
 قبول لاخرس مطلقا بالاولی اور مصنف نے عدم قبول شہادت لاخرس کا مطلقا افادہ کیا بطریق اولی ہم گوئے کی گواہی مطلقا مقبول نہیں خواہ ہمیں شہادت  
 ہو ہمیں تسلیم کانی ہے یا اسکے غیر میں خواہ باشارہ ہو خواہ بہ کتابت ادویت افادہ کی دوسری ہو کہ لاخرس کو اصلا بیان کی طاقت نہیں بخلاف اعمی کے کذافی الطحاوی  
 و مرتبہ و ملوک و لو مکاتبہ و بعضا اور مرتبہ و ملوک کی گواہی مقبول نہیں اگرچہ غلام مکاتبہ یا اسکا نصف یا ثلث آزاد ہو و صبی و مغفل و مجنون الانی حال  
 سمۃ اور صغیر اور غافل اور دیوانے کی گواہی مقبول نہیں مگر دیوانے کی حالت صحت میں گواہی مقبول ہے ہم محیط میں ہے کہ جو ایک ساعت مجنون ہو جاتا ہو اور  
 دوسری ساعت ہوشیار ہوتا ہو سو حالت صحت میں گواہی سے تو مقبول ہے کہ یہ ہنر نہ ہو ہوشی کے ہر اتنی تو معلوم ہو کہ اسکا مجنون سے ہے کذافی الطحاوی لان  
 یتحمل فی الرق و التیسیر و ادب العدا کثر یہ و لو معتقہ کما و بعد البلوغ مگر یہ غلام اور صغیر ملک اور تیسیر کی حالت میں تحمل شہادت کریں اور بعد آزادی و  
 بلوغ کے ادا سے شہادت کریں تو گواہی مقبول ہے اگرچہ غلام آزاد اپنے آزاد کرنے والے کے حق میں گواہی دے پشاپنہ مذکور ہو چکا و کذا  
 بعد البصار و اسلام و توبہ فسق و طلاق زوجہ لان المقتر بحال الاداء شرح مکتبہ اور انسی طرح گواہی اندھے کی مقبول ہے بعد مینائی کے اور کافر کی بعد اسلام  
 کے اور فاسق کی بعد توبہ کے اور زوج کی بعد طلاق زوجہ کے اسواسطے کہ معتبر ادا سے شہادت کا حاصل ہے کذافی شرح التکلیف عطلت اسکا مقضی ہے کہ  
 اگر عمل کے وقت اعمی ہو اور ادا کے وقت بصیر ہو گواہی مقبول ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ بصارت شرط تحمل ہے اور باقی مسائل  
 مذکورین حکم صحیح ہے کذافی اعلیٰ دنی السجرتی حکم بردہ لعلہ ثم زالت شہد فیہا لم یقبل لار بوعہ عبد و صبی و اعمی و کافر علی مسلم اور بکر الرائق میں ہے جب کہ  
 شاہد کی گواہی حکم قاضی مردود ہو بسبب کسی علت کے پھر وہ علت داخل ہو جائے پھر شاہد اسکی مقدمہ میں گواہی دے تو مقبول ہوگی مگر بجز ان شخصوں



کی گواہی مقبول ہے بعد رد کے غلام اور ضعیف اور اعمیٰ کا فرکی مسلم پر ہم حلافہ اولیٰ کی قید اس واسطے لگائی کہ حادثہ ثانیہ میں اسکی گواہی مقبول ہے بعد رد  
شہادت کے عدم قبول کو مطلق اس واسطے کہا گیا کہ اگر ایک حاکم شاہد کی گواہی ایک حادثہ میں رد کرے تو دوسرے حاکم کو اسکی گواہی اس حادثہ میں مقبول کرنا  
جائز نہیں اگرچہ اس کے نزدیک شاہد عادل ہو متع الغفار وغیرہ میں ہر چار شخصوں کے استثنائے سے معلوم ہوا کہ شہادت زوج کی اور اطرس اور منقل اور  
ستم اور فاسق کی بعد رد شہادت مقبول نہیں اتنی اور قبول شہادت اعمیٰ بعد رد اسپر محمول ہے کہ تحمل و ادا سے شہادت حال بصارت میں ہوا اور تحمل  
اور ادا کے درمیان نابینائی واقع ہو گئی اور اسی پر شارح کا قول سابق محمول ہے یعنی وکذا بعد البصار و السلام کذا فی الخطاویٰ اذ حال لکمال حد الزمین مع الایض  
ہو اور داخل کرنا کمال الدین بن ہمام رحمہ کا حد الزمین کو اشخاص اربعہ مذکورین کے ساتھ سو ہے ہم چنانچہ متع الغفار سے عنقریب گذرا و محدود  
فی قذف تمام الحدود وکیل بالاکثر والیٰ تکلیف تکریم فتح لان اردن تمام الحد بالنسب و اسکی گواہی مقبول نہیں جس پر پوری حد قذف ماری گئی اور  
بعضوں کے نزدیک اکثر حد اگرچہ محدود فی القذف نے توبہ کی ہو اپنی دروغ گوئی ظاہر کر کے کذا فی الفتح اس واسطے کہ رد شہادت بخلاف کمال حد قذف  
کے ہے نفس قرآنی سے م قاذب کے حق میں قرآن مجید میں اشادہ و الذین یرمون المحصنات ثم ینزلونہن بقرۃ شہادۃ فاجلدوہم تمانین جلدۃ و لا تقبلوا لہم  
شہادۃ ابد او اولئک ہم الفسقون الا الذین تابوا من بعد ذلک و صلبوا فان اللہ عفور رحیم یعنی جو حرام کاری کا عیب لگا دین محصنات کو پھر  
چار گواہ نہ لادین تو انکو اسی کوڑے مارا اور انکی گواہی بھی قبول نہ کرو اور وہ لوگ فاسق ہیں مگر جن لوگوں نے توبہ کی بعد اسکے نیکی کاری  
کی تو اللہ اللہ عفور رحیم ہے اتنی تو ظاہر اعطفت و لا تقبلوا کا فاجلدوا پر دلالت کرتا ہے کہ عدم قبول شہادت حد کے اندر داخل ہے اس واسطے کہ  
عدم قبول شہادت موطن اور رد ذناک ہو کوڑے مارنے کے برابر اور قید تابد اسکی مؤید ہے و اللہ تعالیٰ اعلم و الاستثناء منصرف لما یلحق بہ و ہوا اولئک ہم  
الفسقون اور استثناء راجع ہے اپنے متصل جملہ سے وہ جملہ یہ ہے و اولئک ہم الفسقون ہم استثنائے یعنی الا الذین تابوا راجع ہے و اولئک ہم الفسقون  
کی طرف نہ لا قبیلو اللہ شہادۃ ابد کی طرف اس واسطے کہ علم اصول میں ثابت ہو چکا ہے کہ استثناء جبکہ جمل متعاطف کے بعد واقع ہو تو اخیر کی طرف راجع ہوتا  
ہے اگرچہ دلیل قائم ہو راجع الی الکلی کی تو سب کی طرف راجع ہوگا چنانچہ آیت مجاز میں اور انام شافعی و مالک و احمد کے نزدیک محدود فی القذف  
کی گواہی بعد توبہ کے مقبول ہے و تمام فی الفتح الا ان یدک کافرانی القذف فیسئلہم تقبل وان ضرب اکثرہ بعد اسلام علی نظام بخلاف عبدہم تقبل علیہ کہ کافر ہے  
حد قذف اسی جائز ہے پھر وہ مسلمان ہو جائے تو اسکی گواہی مقبول ہوگی اگرچہ اکثر حد قذف بعد اسکے مسلمان ہونے کے ماری جائے بوجہ قبیل ظاہر الروایۃ بخلاف  
اس غلام کے جس پر حد قذف ماری گئی پھر وہ آزاد ہو گیا تو اسکی گواہی مقبول ہوگی مگر کافر اور غلام میں وجہ فرق یہ ہے کہ کافر فی الجملہ اہل شہادت ہے تو اسکی رد  
شہادت بخلاف تمام حد ہوتی اور اسلام سے دوسری قسم کی اہلیت شہادت پیدا ہوتی لہذا اسکی گواہی مسلم اور ذمی پر مقبول ہے بخلاف غلام مذکور کے اس واسطے  
کہ غلام میں رقیت کی حالت میں مطلق شہادت کی اہلیت نہ تھی تو رد شہادت حد شہادت پر موقوف رہا پھر جب اس میں اہلیت شہادت کی بدعتی کے پیدا ہوئی  
تو اب شہادت بخلاف اسکی تمام حد کہ ہوئی او تقسیم الحد ہینتہ علی صدقہ انا ربیعہ علی زناہ او ثمنین علی اقرارہ بہ کما لو برہن قبل کذلک محدود فی القذف گواہ قائم کے  
اپنی است گواہی پاسطی پر کہ یا پار گواہ لاد سے مدعی کے زنا پڑو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں کذا فی المنع اسکے زنا کے اقرار پر لاد سے چنانچہ اگر قبل  
حد کے گواہ دو بیگنا کذا فی البھر خلاصہ یہ ہے کہ اگر قاذف بعد حد یا قبل حد اپنی صداقت ثابت کرے تو گواہی اسکی اب مقبول ہوگی کیونکہ اکثر کی نیت اس سے  
اب منقطع ہو گئی جو تابع شہادت تھی و فیہ الفاسق اذا تاب تقبل شہادۃ لہ و لا حد و القذف و المعروف بالکذب اور بحر الرائق میں ہے کہ فاسق جب کہ  
توبہ کرے تو اسکی گواہی مقبول ہے مگر محدود فی القذف اور مشہور بالکذب کی گواہی بعد توبہ کے بھی مقبول نہیں مگر مشہور بالکذب کی اس واسطے گواہی  
مقبول نہیں کہ اس کا صدق توبہ کرنے سے معلوم نہیں ہو سکتا بخلاف سایر انواع فسق و شہادہ الزور و عدل لا تقبل بیدائمتہ لکن سیحہ توبہ لہا اور شاہد





کذا فی الطحاوی فی الفروع لا صلہ وان علا اور مقبول نہیں گواہی شہادت کی اپنی جہت کے واسطے یعنی اولاد کی آبا اور اجداد کے واسطے اگرچہ اصل بعید ہو یعنی ادا پر داد اور نانا پر نام دلیل اسکی قول شریح اور حدیث عائشہؓ پر جو مذکور ہو چکی اور اس واسطے کہ منافع اولاد اور آبا میں متصل ہیں تو من وجہ اپنی ذات کے واسطے گواہی ہوگی و لہذا انکو زکوٰۃ دینا جائز نہیں اور یہی مذہب حق شریح قاضی کا بیان تھا کہ حسن مجتبیٰؑ کی گواہی جو انھوں نے قنبر کے ساتھ علی مرتضیٰؑ کے حق میں ہی تھی شریح نے قبول نہ کی تو علی مرتضیٰؑ نے کہا کہ تو نے وہ حدیث نہیں سنی جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ حسن اور حسین دوسرا درمیں جو انان اہل بہشت کے شریح نے کہا کہ بان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صادق ہیں لیکن آپ دوسرا شاہد لایسے بعضی روایت میں آیا ہے کہ علی مرتضیٰؑ نے انکو قصاص معزول کیا پھر انکو بحال کیا اور وزیرینہ انکا زیادہ کر دیا تو بعضوں نے کہا کہ علی مرتضیٰؑ نے شریح کے قول کی طرف رجوع کیا کذا فی الفروع الا اذا شہد احدہما بن ابیہ اشباہ مگر جبکہ دادا اپنے پوتے کے حق میں گواہی دے اپنے بیٹے پر تو گواہی مقبول ہے کذا فی الاشباہ صاحب محیط نے اس گواہی کو صورت مخصوصہ میں ٹھہرایا ہے وہ صورت یہ ہے کہ ایک عورت لڑکا کا جنی اور اسے دعویٰ کیا کہ یہ لڑکا اسی زوج سے ہے اور زوج منکر ہے تو زوج کے باپ اور اسکے والد نے زوج کے اقرار پر گواہی دی کہ وہ میرا بیٹا ہے جس سے تو دونوں کی گواہی مقبول ہے اور بیعت الغفار میں وہاں شہادت کی شریح عبد البر سے مذکور ہے کہ خانیہ میں قبول مطلقاً مقبول ہے بلا تفسیر حق و رشاید کہ وجہ قبول یہ ہے کہ بیٹا عزیز تر ہوتا ہے پوتے سے تو بیٹے کے مخالف شہادت پر اقدام کرنا دلیل ہے اسکی صداقت کی تو تہمت کا مقام باقی نہ رہا اس مسئلہ کا محل ذکر بعد عکس کے تھا کیونکہ یہ شہادت اصل کی ہر فرع کے واسطے کذا فی الطحاوی قال وجاز علی اصلہ الا اذا شہد علی ابیہ لاسد لوبطلاق فرتمہا والام فی ہکذا صاحب اشباہ نے کہا اور جبکہ گواہی فرع کی اپنی اصل پر گریہ کہ اپنے باپ پر گواہی دے سہانی مان کے واسطے اگرچہ اسکی سوت کے طلاق کی گواہی ہو اور حالانکہ ان اسکے باپ کے نکاح میں ہی ہم اصل کی نفرت پر اس واسطے گواہی مقبول ہے کہ محل تہمت نہیں لیکن صورت مستثنیٰ میں اس واسطے مقبول منوئی کہ اس میں جہر منفعت ہر مان کو واسطے کذا فی الخموسی فیما بعد عثمان ورق لا تقبل شہادۃ الانسان بنفسہ الا فی مسئلۃ القاتل اذا شہد بعبودی المقبول فراجہا اور اشباہ میں آٹھ ورق کے بعد ہے کہ انسان کی گواہی اپنی ذات کے نص کے واسطے مقبول نہیں مگر مسئلہ قاتل میں جبکہ وہ ولی مقبول کے عفو کی گواہی دے تو عراجت کر اسکی طرف ہم القاتل کا اہل لام جنس کا ہے جو مستند و پر صادق آتا ہے صورت اسکی اشباہ میں یوں مذکور ہے کہ تین شخصوں نے ایک مرد کو عمدہ قتل کیا پھر انھوں نے توبہ کے بعد گواہی دی کہ ولی نے ہکو معاف کر دیا حسن نے کہا کہ گواہی مقبول نہیں مگر اس طرح کہ انہیں سے دو شخص کہیں کہ ہکو معاف کیا اور اس ایک شخص کو تو اس صورت میں ابو یوسف نے کہا کہ شخص واحد کے حق میں گواہی مقبول ہے اور حسن نے کہا کہ سب کے حق میں مقبول ہے انتہی تلخیص کبریٰ میں ہے کہ فتویٰ ابو یوسف کے قول پر ہے لیکن ابو یوسف کے قول پر انسان کی گواہی اپنی ذات کے واسطے منوئی بلکہ دو کی گواہی ہوئی تیسرے شخص کے حق میں بان مگر حسن کے قول پر گواہی انسان کی اپنی ذات کے واسطے مقبول ہوئی نظر شاہدین کے کذا فی الطحاوی لمخصاً وبالعکس للتمہ اور بالعکس یعنی اصل کی گواہی فرع کے حق میں مقبول نہیں سبب تہمت کے م وجہ تہمت اتصال منافع اصول اور فروع ہے تو گواہ اپنے حق میں گواہی دی و سید ربعیہ و مکاتیبہ و التشریح لشہر کیہ فیما ہوں شہرتہا لانما النفس من وجہ اور مقبول نہیں میان کی گواہی اپنے غلام اور اپنے مکاتب کے حق میں اور شریک کی گواہی اپنے شریک کے حق میں اس مال میں جو دونوں میں مشترک ہے اس واسطے کہ یہ گواہی اپنی ذات کی منفعت کے واسطے ہے ایک راہ سے فی الاشباہ للخصم ان یظن بتمتہ برقی و حد و شریکۃ اشباہ میں ہے کہ مدعی علیہ کو جائز ہے کہ شاید میں طعن کرے تین طرح سے رقیت سے اور حد قذف سے اور شہرت سے ہم جہت عائلیہ کے کہ شاید غلام میں تو مدعی کو گواہ قائم کرنا چاہیے انکی حریت پر اور اگر کہے کہ محدود فی القذف ہیں تو طاعن پر اقامت بدینہ لازم ہے اور اگر کہے کہ شاید شریک مدعی کا اور سپر گواہ قائم کرے تو گواہی مقبول ہے اور مدعی کے گواہ عدم شرکت پر مقبول نہیں ظاہر روایہ میں ہے کہ چونکہ یہ شہادت منلی ہوتی ہے کذا فی الطحاوی فی فتاویٰ السننی تو شہد بعض اہل القرۃ علی بعض نہم زیادہ الخرج لا تقبل ما لم یکن خارج کل رض معینا او لا خراج للشاہد اور فتاویٰ السننی میں ہے کہ اگر گواہی دی

Marfat.com



بعض اہل قریہ نے بعض اہل قریہ پر زیادتی خراج کی و مقبول نہیں جب تک کہ ہر زمین کا خراج معین نہ ہو یا شاہد کے واسطے خراج میں منفعت نہ ہو اور اگر خراج ہر زمین کا معین ہو تو گواہی بعض پر مقبول ہے کیونکہ اس میں ہر منفعت اور دفع مضرت نہیں اور اسی طرح جبکہ شاہد کو خراج میں دخل نہ ہو کذا اہل قریہ شہد و اعلیٰ ضیغہ انہما من قرتم لا تقبل و کذا اہل سکنہ شہد و نیشے من مصاحمہ وغیر نافذہ و فی النافذہ ان طلب حقاً لنفسہ لا تقبل ان قال لا احدثتیا تقبل کذا فی وقت لمد دستہ انتی فلیحفظ اور اسی طرح اہل قریہ نے گواہی دی قطعہ زمین پر کہ وہ انکے کانون میں سے ہے تو مقبول نہیں اور اسی طرح اہل کوچہ کسی چیز کی گواہی میں بخل مصاحم اور منافع کے مثلاً قطعہ زمین کو کہیں کہہ جائے سکتے ہیں سے ہر کذا فی العالمیہ یہ تو مقبول نہیں بسبب ہر منفعت کے اگر کوہ غیر نافذہ ہو اور کوہ نافذہ میں گرہنے واسطے حق طلب کرتا ہو اس طرح ہر شاہد اس قطعہ زمین میں دروازہ چھوڑا یا ہاتھ لگا تو گواہی مقبول نہیں اور اگر کسی میں کچھ نہ ہو گا تو گواہی مقبول ہے اور اسی طرح وقت مدرسہ میں گواہی مقبول ہے انتی مانی فنادی النفسی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم وقت مدرسہ کی شہادت کی قید اس واسطے لگائی کہ شہادت مستحق کی غلط وقت میں مقبول نہیں کیونکہ شاہد کا حق ہر شہود میں تو وہ تمام ہر کذا فی الطحاوی عن البحر مسائل مذکور ہیں عدم قبول شہادت کی وجہ یہ ہے کہ شاہد کا اسمین فائدہ ہر تو محل تمت ہے و الاجیر الخاص المستاجرہ مسانمتہ او مشاہرہ او الخادم و التابع او التلمیذ الخاص الذی یعد ضرراً تا ذہر ر نفسہ و لفعہ نفسہ در وہو معنی قولہ علیہ السلام لا شہادۃ القانع باہل البیت لے الطالب معاشہ منہم من القنوع لامن القناعۃ اور مقبول نہیں گواہی اجیر خاص یعنی مزدور اور چاکر کی اپنے ستاجر کے واسطے خواہ اجرت بطور سالانہ ہو یا ماہانہ یا یومیہ کذا فی الخلاصۃ یا اجیر خاص سے خادم یا تابع یا شاگرد خاص مراد ہے جو استاد کے فرز کو اپنی ذات کا ضرر اور اسکے نفع کو اپنی ذات کا نفع سمجھے کذا فی الدرر اور وہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ گواہی نہیں قانع اہل بیت کی یعنی جو اپنی معاش افسے یعنی ظہر والوں سے طلب کرے قانع مشتق ہے قنوع بالفہم سے معنی سوال و تدلل نہ قناعت سے ہم اجیر خاص کی مراد میں تہکات ہے مقبول اکثر علما اجیر خاص سے تلمیذ خاص مراد ہے جو استاد کے نفع اور ضرر کو اپنا نفع اور ضرر جانے اور استاد کے ساتھ کھائے اور یہی مراد ہے قانع سے جو حدیث میں مذکور ہے اور بعضوں نے کہا کہ سالانہ یا ماہانہ یا یومیہ دار سے اجیر مراد ہے اور حدیث مذکور مطلقاً ہے اس حدیث کا جو ابو داؤد میں منعمون میں عن ابیہ عن جده مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رد شہادۃ الخائن و الخائسہ و ذی العمرۃ علی انیمہ و شہادۃ القانع لاہل البیت و اجازہ بال غیر ہم یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے روکی شہادت خیانت والے مرد اور عورت کی اور عداوت والے کی اپنے بھائی پر اور شہادت قانع کی واسطے اہل بیت کے اور غیر اہل بیت کے واسطے شہادت جائز رکھی کذا فی فتح القدر طحاوی نے کہا خادم اور تابع اور شاگرد میں بعضوں نے یوں فرق بیان کیا ہے کہ خادم سے وہ شخص مراد ہے جو بلا اجرت خدمت کرے اور تابع وہ ہے جو مشہود علیہ کے گھر میں زندگی بسر کرے بلا خدمت مانتہ ملازم بیت اور شاگرد سے اہل صناعت مراد ہیں جو اپنے رئیس اور کبیر کے تابع ہوں اجیر خاص کی قید اس واسطے لگائی کہ اجیر مشترک کی گواہی چنانچہ خیاط اور حداد اور نجار اور نائی اور صوبی کی گواہی ستاجر کے واسطے مقبول ہے اس واسطے کہ وہ مستوجب اجرت کا نہیں مگر اپنے عمل سے تو خبیثہ اجازت سے کسی چیز کا مستوجب نہ تو تمت باقی رہی بخلاف اجیر خاص کہ اسکے منافع ستاجر کے مستحق ہیں لہذا وہ دوسری مزدوری اور چاکری نہیں کر سکتا مدت با جا رہ میں تو اگر اسکی گواہی جائز ہو تو شہادت بالاجرا نہ کہے کیونکہ اسکی شہادت بھی بخل اسکے منافع کے ہے تو ستاجر کی تجارت وغیرہ میں مقبول نہیں آئی و مفادہ قبول شہادۃ المستاجر و التلمیذ اور مفادہ حدیث مذکور کا یہ ہے کہ ستاجر اور استاد کی گواہی اجیر خاص و شاگرد کی واسطے مقبول ہے یعنی اس واسطے کہ وہ اسکا محتاج نہیں بخلاف اجیر خاص کے ہم یہ مسئلہ فتح القدر میں مصرح مذکور ہے و مختص بالفہم من یغفل الی یونی و مختص کی گواہی مقبول نہیں مختص بفتح تون وہ ہے جو بالاق فضل کرے اور بواسطت کرے ہم بالاق فضل کرے یعنی عورتوں کے افعال کرے یعنی عورتوں کا سا سنگار کرے اور قول و رقعل میں ایک ساتھ شہادت کے فعلی مشابہت سے محسوس ہو اور قولی مشابہت سے عورت کی طرح بزم کلامی اختیار کرے بناوٹ سے کذا فی المغرب و بعضوں کے نزدیک فقط قولی فقط فعلی مشابہت کافی ہے سن ابودردین ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عن ابن مسعود عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم



راست گوئی کی پروا نہ رکھتا ہو جسکو با توئی اور بکی کہتے ہیں اس واسطے کہ کثرت کلام فضول گوئی اور بیہودگی سے خالی نہیں کذا فی الطحاوی ہم فتح القدر میں حکایت ہے کہ فضل بن ربیع وزیر ہارون رشید نے قاضی ابو یوسف کے سامنے گواہی دی ابو یوسف نے گواہی اسکی رد کی وزیر نے خلیفہ سے فریاد کیا خلیفہ نے کہا کہ ہمارا وزیر مرد ہر جھوٹی گواہی نہیں دیتا سوتنے اسکی گواہی کیوں نہ قبول کی ابو یوسف نے کہا کہ میں نے اُس سے سنا کہ خلیفہ سے کہتا تھا کہ میں آپ کا غلام ہوں تو اگر وہ اس کلام میں صادق ہے تو غلام کی گواہی جائز نہیں اور اگر کاذب ہے تو کاذب کی بھی گواہی مقبول نہیں تو خلیفہ نے عذر قبول کیا اور میرے نزدیک رد شہادت بسبب کذب کے نہیں کیونکہ حرکایوں کہنا کہ میں تیرا غلام ہوں باختیار مجاز کے ہے یعنی قائم بخدمت ہوں اور طبع اور مجاز کلام میں شائع ہر یہاں تک کہ قرآن مجید میں بھی وارد ہے بلکہ دشہادت اس سبب سے ہے کہ اس مجاز مخصوص میں آپ کو ذلیل کرنا اور دنیا کے واسطے چاہلوسی کرنا ہر الحاصل ترک عروت مسقط عدالت ہے اتنی مختصر اذکلیت فیہ کثیر اذاعتاد و تلم لادہ وغیرہم لادہ مصیبت کثیرہ یا گواہی مقبول نہیں اسکی جو اپنی گفتگو میں بہت قسم کھاتا ہو یا اپنی اولاد یا غیر کو گالیان دیا کرتا ہو اس واسطے کہ اعتقاد قسم یعنی گالیان دینے کی عادت کبیرہ گناہ ہے کثرت حلفت اگرچہ راستی میں ہے مگر امور دین کی قلت بہالات پر دلالت کرتی ہے اور شدہ شدہ کذب کی بھی نوبت پہنچتی ہے اور گالی دینا یا اسکے سامنے ہر یا پیچھے اگر سامنے ہے تو شوخ چینی اور سو ادب اور کمینوں کی عادت ہے جنہیں عروت اور جیا نہیں اور اگر پیچھے ہے تو غیبت ہے اور وہ موجب فسق ہے اور مسقط عدالت ہے اور اگر اسی طرح دشنام بہ لفظ لعنت ہے چنانچہ بازار بیان بے نصیب کی عادت ہے کذا فی الطحاوی عن ابن وہبان کترک زکوٰۃ ادرج علی روایتہ فورثیہ سے ترک زکوٰۃ باج کبیرہ گناہ ہے بموجب روایت وجوب علی الفور کے ہم یعنی تاخیر ادا سے زکوٰۃ بلا عذر فسق ہے یعنی مختار ہے فقہ ابو الیث کا اور ترک جماعت اور جمعہ وکل فوق ضعیف بلا عذر یا ترک جماعت پنجگانہ یا ترک نماز جمعہ یا کھانا آسودگی سے زیادہ بلا عذر گناہ مسقط عدالت ہے ہم بلا عذر ترک جماعت اور ترک جمعہ اولیٰ وکل تینوں کی قید ہے یعنی اگر جماعت استخفاف اور فسق سے ترک نہ کرے بلکہ تاویل سے ترک کرے اس طرح کہ امام فاسق ہو یا تارک جماعت اول وقت نماز پڑھتا ہو اور امام تاخیر کرتا ہو تو وہ ساقط العدالت نہیں اور اگر جمعہ عذر مرض یا بعد مرض یا تاویل فسق ترک کرے تو فسق نہیں بعضوں کے نزدیک ایک بار ترک فسق ہے اور بعضوں کے نزدیک تین بار چنانچہ شخصی کا قول ہے اور اگر بعد زوانت نمان یا نیت روزہ زیادہ کھائے تو ساقط العدالت نہیں کذا فی الطحاوی وغیرہ و خروج لفریۃ قدم امیر اور کھانا قدم امیر اور سلطان کے تماشے کے واسطے ہم ظہیر میں فتویٰ اسپر ہے کہ اگر مستحق تنظیم کی تنظیم کے واسطے یا عبرت کے واسطے نہ کلین بلکہ تماشے کے واسطے تو ساقط العدالت ہیں کذا فی الطحاوی و رکوب بکر اور سمندر یعنی ہند کے سمندر کی سواری فسق ہے ہم اس واسطے کہ جب بکر نہیں ہوا ہو تو مال کے واسطے اپنی جان اور دین کو محل خطر میں ڈالنا تا مالدار ہو کر اپنے گھر میں بلیٹ آدے تو ایسے شخص سے کیا بعید ہے کہ کچھ مال لیکر بھوٹی گواہی سے ظہیر الدین نے کہا رکوب بکر منع نہیں علامہ عبدالبر نے کہا کہ ظاہر رکوب بکر علی الاطلاق بلکہ اقران تحصیل دنیا سے اور یہ حکم اس وقت تھا جبکہ ہندوستان تمام لفرستان تھا چنانچہ تعلیل سے معلوم ہوتا ہے اور کیونکر رکوب بکر منع ہو کر نص قطعی سے مطلقاً باحت ثابت ہے کہ جبکہ گمان غالب ہو بلا کی کا اور ہمیشہ سلف سمندر میں سوا ہو کیے ہیں بلا انکار اور نص قرآنی انظم دلیل ہے جو انکی اتنی کذا فی الطحاوی و لبس حریر و بول فی سوق اولیٰ جمیلہ اومس او قرو طفیلہ و مسخرہ و تراب و شتہام للدرجہ و فی بلادنا یشتمون بلع الداجہ فتح وغیرہ اور ریشمی کپڑا پہننا اور بازار میں بیٹاب کرنا یا جانب قبلہ یا آفتاب یا آفتاب کی طرف بیٹاب قطعاً ہے اور طفیلی اور مسخرہ اور ناچنے والے اور جانور کے گالی دینے والے کی گواہی مقبول نہیں اور ہمارے ملک میں جانور کے بیچنے والے کو گالی دیتے ہیں کذا فی الطحاوی شرح ابو یوسف لا تقبل شہادۃ اخیل لاد جملہ سے قصے فیما یقرض من الناس فیما نہ زیادہ علی حقہ فلا یكون عدلا اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ مقبول نہیں شہادۃ خیال کی اس واسطے کہ وہ اپنے نجل سے مبالغہ کرتا ہے اپنے قرض کے تقاضے میں لوگوں سے تو اپنے حق سے زیادہ لیتا ہے تو صاحب عدالت نہ راہم بلکہ حق میں تقیض ہو گیا ہے قرض کے اور اسی طرح خلاصہ میں ہے اور وہ بہانہ کی شرح عبدالبر اور شرح ندالی میں یقرض ہے یہاں سے محتانیہ وقاف کذا فی اسلیبی

Marfat.com



والاشہاد الاشراف من اهل اعراف لتعظیم اور مقبول نہیں گواہی اہل عراق کے اشراف کی سبب انکے تعصب کے ہم اہل عراق کی عادت ہے کہ جب کسی کو مصیبت پیش آتی ہے تو وہ اپنے سردار قوم کے پاس جاتا ہے تو سید قوم اسکے واسطے گواہی دیتا ہے اور اسکی سفارش کرتا ہے تو عجب نہیں کہ بھوٹی گواہی سے یعنی پاسداری قوم سے کذا فی الطحاوی عن شرح عبد البر ونقل المصنف عن جوہر الفتاوی ولامن نقل من مذہب ابی حنیفہ الی مذہب شافعی اور نقل کیا مصنف محمد بن نے جوہر الفتاوی سے اور مذہب اسکے گواہی مقبول ہے جو امام ابو حنیفہ رحمہ کا مذہب چھوڑ کر شافعی مذہب اختیار کرے ہم مصنف نے اخبار باب میں جوہر الفتاوی سے نقل کیا کہ اگر کسی مذہب شافعی اختیار کرے بسبب قلت سبالات فی الاعتقاد کے اور اسکو حرات ہو ایک مذہب سے انتقال کرنے کی دوسرے مذہب کی طرف بسبب اپنی خواہش نفسانی کے کوئی عرض حاصل ہونے کے واسطے تو اسکی گواہی مقبول نہیں اتنی لمخاضو مذہب ابو حنیفہ کی کچھ قید نہیں بلکہ ہر مذہب حق چھوڑ کر یہاں ہی حکم ہے کہ نہ وہ ممنوع ہے کہما تقدم کذا فی الطحاوی تبصرہ قال وکذا بالکفان واکھوٹ لہتمذیہ الموت مصنف نے کہا یعنی اپنی شرح میں اور اسی طرح کفن اور میت کی خوشبو بیچنے والے کی گواہی مقبول نہیں بسبب تمنا رکھنے اس شخص کے موت کو ہم جو فقط کفن فرودشی کرتا ہے اسکی گواہی مردود ہے نہ ہر کفر ایسے والے کی کذا فی العاکبرہ وکذا الدلال اور اسی طرح دلال کی گواہی مقبول نہیں م طحاوی نے کہا کہ شاید مراد یہ ہے کہ دلال کی گواہی بیع پر مقبول نہیں اس واسطے کہ فتاوی عالمگیری میں ہے کہ بیع کی دو وکیل اور دلال گواہی دین اور کہیں کہ ہم نے اس چیز کو بیجا ہر فلان کے ہاتھ تو گواہی مقبول نہیں فتح القدیر میں ہے کہ اس صناعات دین یعنی ذیل پیشہ والے جیسے حلال خور اور جولاہہ اور حجام اصح ہے کہ انکی گواہی مقبول ہے اس واسطے کہ قوم صاحبین نے ان پیشوں کو اختیار کیا ہے تو جب تک قلع شہادت معلوم ہو تو رد شہادت کی بنا ظاہر صناعات پر نہیں ہو سکتی اور یہی حکم ہر نجاسین اور دلالین کا انتہی و الوکیل یو با اثبات الکھاح اما کوشد انہما امرانہ لتقبل و اخیلہ انہ یشہدا بالکھاح ولا ینکرہ لہ او کالہ بزازیہ و التسمیل اور اسی طرح نکاح کے وکیل کی گواہی مقبول نہیں اگر اثبات نکاح کی گواہی سے اور اگر یون گواہی سے کہ یہ عورت اس مرد کی زوجہ ہے تو گواہی مقبول ہے اور حیلہ قبول شہادت کا یہ ہے کہ نکاح کی گواہی سے اور نکاح کا ذکر نہ کرے یعنی یون نسکھہ میں وکیل تھا نکاح کا کذا فی البرازیہ و التسمیل م اس واسطے گواہی مقبول ہے کہ قیام نکاح کی گواہی ہے نہ عقد نکاح کی و عقد نکاح کی گواہی اس واسطے مقبول نہیں کہ اپنے فعل کی گواہی ہے و اعتمدہ قدرتی التدری فی واقعات و ذکرہ المصنف بجا م معنیہ معزیا الی البرازیہ و ملخصہ انہ لتقبل شہادۃ الدالین بالصاکنین المحضین الوکلاء المتفقۃ علی الیہم و نحوہ فی فتاوی مؤید زادہ اور قول سابق پر اعتماد کیا ہے قدرتی التدری نے اپنے واقعات میں اور مصنف نے اسکو ذکر کیا ہے اپنی کتاب میں نہیں کی کتاب لاجارہ میں بزازیہ کی طرف نسبت کر کے اور خلاصہ اس کا یہ ہے کہ مقبول نہیں گواہی دلالوں کی اور قبالہ نویسون کی اور انکی جو بدعی اور مدعا علیہ کو قاضی کے پاس حاضر کرتے ہیں اور وکیلان مفضل کی جو قاضیوں کے دروازوں پر حاضر ہتے ہیں اور اسی کے مانند مؤید زادہ کے فتاوی میں ہے ہم فتاوی عالمگیری میں ذخیرہ اور فیاض اور فتح القدیر سے ہے کہ اگر قبالہ نویس غالب اصلاح ہوں تو صحیح قول یہ ہے کہ انکی گواہی مقبول ہے انتہی فخر الدین رحمہ اللہ نے کہا کہ اعوان حاکم اور جو وکیل کہ قاضیوں کے دروازوں پر ہوتے ہیں انکی گواہی مقبول نہیں اس واسطے کہ وہ حق مستحقین کے ابطال میں کوشش کرتے ہیں اور وہ فسق ہے کذا فی الطحاوی و فیما وصی الخرم من الوصایہ بعد قبولہا لم تجز شہادۃ لہم ابد و کذا الوکیل بعد ما خرج من الوکالہ ان تمام اتفاقا و الافلاک عن ابی یوسف رحمہ اللہ اور فتاوی مؤید زادہ میں ہے کہ ایک وصی خارج کیا گیا وصایت سے بعد قبول کرنے وصایت کے تو اس کی گواہی میت کے حق میں جائز نہیں کہی اور اسی طرح وکیل کی بعد خارج و کالت اگر خصوصیت کی ہو تو یا لاتفاق گواہی مقبول نہیں اور اگر خصوصیت نہ کی ہو تو ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مقبول نہیں م اس سلسلہ کا ذکر بعد ایک ورق کے متن میں آئے گا و من العشر بقینہ الخمر لان بقطرۃ نہا ترکب الکبیرۃ فرد شہادۃ و ما ذکرہ ابن الکمال غلط کما حررہ فی البحر قال فی غیر الخمر یشرط الادمان لان شرہ صغیرہ اور گواہی مقبول نہیں ہمیشہ نشا پینے والے کی سوا شراب کے اس واسطے کہ شراب کے ایک قطرہ پینے سے مرکب کبیرہ ہوتا ہے تو گواہی اسکے مردود ہوگی اور جو ابن کمال نے ذکر کیا ہے سو

بہی مصنفات ہر گواہی مقبول ہے

التدری

عطا ہونا پھر اراق نے اسکی تحریر کی ہے اور سوائے شراب کے اور سکرانہ عین اومان یعنی دوام شرب شرط ہے اسواسطے کہ غیر خمر کا شرب سفیر و گناہ ہے  
 شارب نے باتباع صاحب بگرد کر کیا کہ شہادت میں غیر خمر میں اومان شرط ہے غیر خمر میں مولا بق اعتماد کے نہیں کہ صریحا قول مذہب کے فی حدیث میں ہے  
 کہ اومان اسواسطے شرط ہوتا کہ یہ فعل سکا ظاہر ہو کہ جو خمر میں پو شیدہ اور اسکا یہ فعل ظاہر نہیں ہوتا تو عدالت سے خارج نہیں ہوتا اگرچہ بکثرت بیتا ہوا عدالت ہی  
 وقت ساقط ہوگی جبکہ شرب ظاہر ہو اس سے یا مست ہو کر نکلے اور اطفال اس سے کھیلین تو ایسے شخص میں مروت نہ ہی اور ایسا شخص کہ جسے یہ چیز  
 نہیں کرتا عاقد اور قضاوی تقاضی خان میں ہے کہ مدمن خمر اور مدمن سکر کی گواہی مقبول نہیں اور ذخیرہ میں ہے کہ مدمن خمر کی شہادت جائز نہیں چنانچہ علی اور  
 عینی میں ہے اور نہ یہ میں ہے کہ اومان شرط ہے خمر میں بھی سقوط عدالت کے حق میں اتنی تو یہ قول صریح ہیں کہ خمر اور غیر خمر دونوں میں اومان شرط ہے بل فرق اوصاف ہونگے  
 ہو چکا ہے کہ ہر کسیر و گناہ میں شہاد شرط ہے یعنی قوہ شہادت کے واسطے ان کمال نے کہا کہ شرب خمر کسیر و گناہ نہیں تو عدالت ساقط ہونگی مگر اصرار سے صاحب نے  
 کہا کہ یہ غلط ہے اسواسطے کہ مثل تصدیق کی ہے کہ شرب خمر کسیر و گناہ میں شہاد مشورہ میں شرب خمر کو کبار سبعہ میں شمار کیا ہے اتنی تو خمر میں اومان شہادت کے واسطے  
 شرط ہے اور نہ اسواسطے کہ وہ صغیرہ ہے دریا نت کرنا چاہیے کہ اومان اور اصرار میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ اومان فعل سے ہوتا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ  
 سے ہوتا ہے کذا فی الطحاوی و نقل علی اللہ و یخرج الشرب للذاتی غلا یسقط العدالت بشبہ الاختلاف صدر الشریعہ و ابن کمال در مصنف سمرقند نے اومان  
 میں ہو یعنی کھیل کی قید اسواسطے طحاوی تا دوا کے واسطے نشہ پینا نکل جائے تو عدالت ساقط ہونگی بسبب شبہ اختلاف کے کذا ذکرہ صدر الشریعہ و ابن کمال  
 ہم اس عبارت پر دل خوش کرنے سے بوسطہ اس قول اور فعل کے جو مقتضائے حکمت نہیں اور مراد کھیل سے وہ جو دوا کے واسطے ہو تو عادت کا پینا بھی کھیل  
 میں داخل ہے اور قول اصح یہ ہے کہ دوا کے واسطے بھی مینا حرام ہے و من طیب بالصبیان معدوم و نہ کذبہ غالباً کافی اور اسکی گواہی مقبول نہیں جو دوا کے  
 ساتھ کھیلے اسکی عدم مروت اور کذب کے سبب سے غالباً کذا فی الکافی ہم طوکون سے مراد نوجوان ہیں نہ اطفال صغار چنانچہ عدم مروت کی تعلیل اس عدالت کئی  
 ہے غایۃ البیان میں حسن سے مروی ہے کہ اگر یہ صحابہ نوجوان سے کشتی کرے جماع میں تو اسکی گواہی مقبول نہیں کذا فی الطحاوی فتح القدیر میں کہ خمری ساقط  
 ہے کہ نگر شیخ نوجوانوں سے جماع میں کشتی کرے تو گواہی اسکی مقبول نہیں کیونکہ وہ سفید ہے و الطیور الا اذا اسکما لاستیناس فیہ لالان یجر حرام  
 غیرہ خلا لاکلہ احرام صنی دعنا یہ اور اسکی گواہی مقبول نہیں جو بیٹوں سے کھیلے مگر جب کہ طیور کو دفع و حشت کے واسطے رکھے تو مباح ہے مگر  
 جبکہ غیر کے قبوتر کھینچ لیتا اور پکڑ رکھتا ہو تو مباح نہیں بسبب اسکی حرام خواری کے کذا فی العینی والعمانیہ ہم کہو تریازی وغیرہ سے اسواسطے گواہی مروت  
 ہونی کے صورت غفلت ہے اور وہ محمول ہے اس صورت پر جبکہ کیو تریاوانے کے واسطے کوٹھے پر چڑھتا ہو اور عورات نہ پامریع ہوتا ہو کذا فی البحر والظہور  
 کل ہو خنیج بین الناس کا لظنا بمر و المزا میر و ان لم یکن شنیقا نحو کذا و ضرب بالقصب فلا الا اذا افسس بان برقصو ابر خانیہ لہ خولہ فی حد الکبار  
 مگر اور اسکی گواہی مقبول نہیں جو طنپور اور ہر ایک ایسا باجا بجائے جو قبیح اور معیوب ہو لوگوں میں چنانچہ طنپور اور مزا میر اور اگر معیوب ہو لوگوں میں  
 چنانچہ ہونٹوں کے تیز قدم کرنے کے واسطے ہنگ بلند کرنا اور ضرب قصب تو مباح شہادت نہیں مگر جبکہ اس میں مبالغہ اور دنیاوی کے اس طرح کہ اس پر  
 لوگ قص کرین تو مباح شہادت ہے کذا فی الخانیۃ بسبب اسکے داخل ہونے کے کہ کبار میں کذا فی البحر محیط میں بھی ہی تفصیل مذکور ہے جو خانیہ سے  
 مذکور ہوگی اور علاج الدربایہ میں ہے کہ ملا ہی دو قسم ہیں ایک قسم حرم ہے وہ آلات مطربہ ہیں بدون راگ کے سینے طرف انگیز باجے چنانچہ مزار خواہ  
 وہ خوشت کی ہوں یا قصب کی چنانچہ شہادہ باطنپور بدیل حدیث ابوامامہ ان اللہ یغنی رحمۃ للعالمین و اہرنے بحق المعاف و المزا میر یعنی حق تعالیٰ  
 نے مجھ کو بھیجا ہے اسے عالم کی رحمت کے واسطے اور مجھ کو حکم کیا معاف اور مزا میر کے مٹانے کے واسطے اور دوسری قسم ملا ہی کی مباح ہے وہ دت ہے  
 علی میں اور نکل کے مانند ہے ہر سو شہادت اہل اسکے عین میں ہے مگر وہ ہے اور اسکو حق القدر میں بھی نقل کیا ہے بلا اعتراض کذا فی الطحاوی عن البحر حدیث مذکور

شکوہ میں سندھ بن جنبل سے منقول ہے معارف آلات سرود اور تلموس میں ہے کہ معارف ملا ہی ہیں مانند عود اور قیود کے اور مزاج میر جمیع مرزا آفرین اور جس قصبہ  
 یعنی نے بعد با نسری میں گادین اسکو زمارہ اور مزمار کہتے ہیں امام نووی نے اسکی حرمت کی تصریح کی ہے فقہا کہتے ہیں کہ گانا آلات مطربہ سے حرام ہے اور فقہاء و اوزار سے  
 کردہ ہے اور اجنبی عورت سے سخت ترکذانی ترجمہ بشکوہ للشیخ عبدالحق الدہلوی یومنی للناس لانه یجہم علی کبیرۃ ہدایہ وغیرہ اور اسکی گواہی مقبول نہیں  
 جو راگ گانا جو لوگوں کے واسطے اسواسطے کہ وہ لوگوں کو کبیرہ گناہ پر جمع کرتا ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہ میں ہے کلام سعدی افندی بقیدہ بالاجرة فقال دردی  
 افندی کلام معنی میں اجرت لینے کی قید گانے کا مفید ہے یعنی اس معنی کی گواہی مقبول نہیں جو لوگوں سے اجرت لینے کا تاہو سوتامل کر اسکو ہم طحاوی نے  
 کہا کہ قیدہ کو ضرر ظاہر ہے بلکہ فقہا کلام مطلق ہے بلکہ قید اجرت و اما المعنی نفسه لدفع الوحشۃ فلا باس عند العالمۃ عنایہ و صحیح العینی وغیرہ قال دلا فیہ و غلط و حکمہ  
 اتمام اتفاقاً اور جو شخص کہ اپنی ذات کے واسطے گانے دفع وحشت کے لیے تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں جمہور فقہا کے نزدیک کذا فی العنایہ اور اسکو  
 صحیح کہا ہے یعنی وغیرہ نے عینی نے کہا اور اگر سرود میں و عطا در حکمت ہو تو بالاتفاق جائز ہے ہم محل اباحت سرود وہ ہے کہ با جا ہوا اس کے ساتھ  
 اسواسطے کہ بڑی نے مناقب میں اجماع نقل کیا ہے حرمت سرود جبکہ سرود بلاجے پر ہو چنانچہ عود اور بنایہ اور عنایہ میں ہے کہ لہو اور لعب جو  
 گانا مصیبت ہے جمیع ادیان میں و منہم من اجازہ فی العرس کہا جاز ضرب الدف قید و منہم من اباحہ مطلقاً و منہم من کرہہ مطلقاً اتنی و فی البحر المدنیہ حرمت  
 مطلقاً فالقطع الاختلاف بل ظاہر المدنیہ ان کبیرۃ و لولہ لفسد و اقرا المصنف اور بعض فقہانے جائز کہا ہے سرود کو نکاح میں جیسے دف بجانا اس میں  
 جائز ہے اور بعضوں نے اسکو مباح کہا ہے مطلقاً نکاح اور غیر نکاح میں اور بعضوں نے اسکو مکروہ کہا ہے مطلقاً با جا ہوا یا نہ نکاح ہو یا غیر نکاح اتنے کلام  
 یعنی اور بحر الرائق میں ہے اور مذہب یہ ہے کہ سرود مطلقاً حرام ہے تو اختلاف علما کا منقطع ہو گیا بلکہ ظاہر ہدایہ یہ ہے کہ سرود کبیرہ گناہ ہے اگرچہ اپنی  
 ذات کے واسطے ہو اور ثابیت رکھا اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں بحر الرائق میں ہے کہ شارحین نے تصریح نہیں کی کہ سرود میں مذہب کیا ہے  
 اور بنایہ اور عنایہ میں ہے کہ تقنی لہو کے واسطے مصیبت ہے جمیع ادیان میں اور زیادہ ات میں کہا کہ اگر اس چیز کی وصیت کے جو مصیبت ہے ہوائے نزدیک  
 اور اہل کتاب کے نزدیک اور غیر اسکے وہ وصیت ذکر کی جو مقنن اور منقیات کے واسطے ہوائتی تو ثابیت ہوگی نص مذہب کی گانے کی حرمت پر تو  
 اختلاف منقطع ہو گیا اتنی مافی البحر اور خود جانتا ہے کہ جو صاحب بکرنے لہو وہ اطلاق حرمت کی ہوید نہیں کیونکہ بنایہ اور عنایہ کی عبارت  
 مقید ہو ہے اور مذہب یا ذات کی عبارت تقیید شہرت کی مفید ہے اور شہرت اسوقت ہوگی جب لوگوں کے سامنے گانے و جادادہ قید شہرت ہے کہ دست  
 منصرف ہوتی ہے معارف کی طرف اور عرف میں مقیہ یا معنی نہیں کہتے مگر اسکو جو راگ گانے کے ساتھ معرفت ہو اور شارح اطلاق حرمت معنی میں مصنف  
 کا تابع ہوا ہے اور صحیح قول وہ ہے جو فتاویٰ عالمگیری میں خزانہ المفتیین سے منقول ہے کہ مقبول نہیں گواہی اسکی جو لوگوں کے واسطے گانے اور لوگو  
 ستانے اور اگر تقنی اپنی ذات کے ستانے کے واسطے ہوتا وحشت دفع کرے اپنی ذات سے بدون اس بات کے کہ دوسرے شخص سے تو اسکا مضائقہ  
 نہیں اور عدالت اسکی ساتھ نہیں ہوتی قول صحیح میں اتنی کذا فی الطحاوی فتح القدر میں ہے کہ فقہانے تصریح کی ہے کہ لہو و لعب اور جمع مال کو واسطے تقنی حرام ہے  
 بل اختلاف اگر تو کہے کہ صاحب ہدایہ کی تعلیل کہ معنی لوگوں کو کبیرہ پر جمع کرتا ہے اسکی مقنی ہے کہ تقنی مطلقاً حرام ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اگر اس طرح تقنی کہے  
 کہ آپ سنا اور غیر نہ سنے تا اپنی ذات سے وحشت دفع کرے مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا کہ استفادہ نظم قافی اور فصیح اللسان ہونیکہ واسطے تقنی مکروہ  
 نہیں اور بعضوں نے کہا کہ اگر لوگوں کے ستانے کو واسطے نکاح اور دوسرے میں تقنی کرے مکروہ نہیں تو جواب سکا یہ ہے کہ اپنے ستانے اور دفع وحشت کو واسطے تقنی  
 میں فقہا کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ مکروہ نہیں مکروہ و تقنی ہے جو علی سبیل اللہ ہو بدلیل روایت انس بن مالک کہ وہ اپنے بھائی براء بن مالک کے پاس  
 گئے اور وہ ہذا صحابہ میں تھے اور وہ تقنی کرتے تھے اور اسی قول کو شمس الاممہ سرخسی نے لیا ہے اور بعضے مشائخ نے اسکو بھی مکروہ کہا ہے اور اس قول کو شیخ امام

Marfat.com



بلکہ جو شخص قرآن کو خوش آوازی سے نہ پڑھے وہ ہم سے نہیں ۱۲

تفصیل کے بارے

نے لیا ہوا اور محل حدیث بلابن مالک کا یہ ہے کہ وہ اشعار بجا کہ خوش آوازی سے پڑھتے تھے جنہیں مواعظ اور حکم تھیں اس واسطے کہ لفظ غنا جیسے غنا معروف تھا کہ  
 ہوتے ہیں جیسے ہی غیر معروف کو بھی کہتے ہیں چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ تم تعین بالقرآن فلیس منہ اور اشعار بجا کی شعر خوانی جائز ہے جبکہ اختلاف تعنی کا حل یہ  
 ہوا تو جائز ہے کہ صاحب ہدایہ تعیم مع تعنی کا قائل ہو شیخ الاسلام کے مانند لکہ کو معلوم ہو چکا ہے کہ تعنی محرم وہ ہے جس کے الفاظ ایسے ہوں جو حلال نہیں جیسے مرد میں دروغ  
 معینہ زندہ کا صحت یا شرب کی ایسی تعریف جو شوق انگیز ہو اس کی طرف یہ جو ہو مسلم یا ذمی کی بشرط تصدیق بقصد استشہاد یا تعلم فصاحت بلاغت اور اگر اشعار غیر معین  
 کے وصف میں ہوں تو بجا میں بدلیل فقیدہ بانث سعادہ کہ خود صاحب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے رو برو پڑھا گیا اور حضرت نے اس پر انکار نہیں فرمایا ان  
 اگر بقریب ملاہی کے ہو تو ممنوع ہے اگرچہ مواعظ اور حکم ہوں تعنی میں ہے کہ ملاہی دو قسم میں ایک محرم چنانچہ آیت مطربہ غنا جیسے منار اور مطربہ وغیرہ اور دوسرے  
 سبج وہ وہ ہر تکاح اور اسکے مانند اور سرور حادث میں اور اسکے غیر میں مکر وہ ہے عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ جب آواز دت کی سنتے تو خبر لگاتے اگر ولیمہ  
 ہوتا تو سکوت کرتے اور اگر اسکے سوا اور کچھ ہوتا تو درہ لیتے اور اجناس میں ہے کہ محمد بن شجاع سے اس شخص کے حال کا سوال ہوا جو اپنے نفس کے ساتھ نرم  
 کرنا ہے جواب یہ اسکی شہادت کا فاعل نہیں اور قرآن خوانی اکان سے بعضوں کے نزدیک سبج ہے اور بعضوں کے نزدیک منع ہے اور محتار یہ ہے کہ اگر اکان سے  
 حروف اپنی نظم اور حقیقت سے خارج نہیں ہوتے ہوں تو سبج ہے اور نہیں تو غیر سبج ہے ایسا کچھ علمائے ذکر کیا ہے اور ہم باب الاذان میں مذکور کیسے ہیں کہ تلخین  
 بدون تغیر مقنیات حروف کے نہیں ہوتی تو یہ تفصیل بے معنی ہے اتنی مانی الفتح لخصاً بتصرف قال ولا تقبل شہادۃ من سیمع الغناء او مجلس سیمع الغناء زاد العینا و مجلس  
 الغناء والشرب وان لم یسکر لان اختلافہم و حرکۃ الاعم بالمعروف سیقط عدالتہ مصنف نے کہا اور مقبول نہیں گواہی اس شخص کی جو راگ سنتا ہے یا راگ کی مجلس  
 میں بیٹھتا ہے یعنی نے اتنا زیادہ کہا یا فسق و فجور یا شرب کی مجلس میں بیٹھتا ہے اگرچہ وہ لفظ نہ پڑھتا ہو اس واسطے کہ اسکا مختلط ہوتا ان کے ساتھ اور  
 امر بالمعروف کا ترک کرنا اسکی عدالت کا مستط ہے ہم مجلس غنا میں بیٹھنا اسقط عدالت ہے اگرچہ وہ راگ نہ سنے بلکہ ذکر آئی میں مشغول ہے اور اسی طرح جو راگ  
 سنے اگرچہ راگ کی مجلس میں نہ بیٹھا ہو کذانی الطحاوی اور تریکب ما یکدیہ للفسق و مرادہ من تریکب کیرۃ قال المصنف وغیرہ یا اسکی گواہی مقبول نہیں جو  
 مرتکب ہو اس چیز کا جس کے سبب سے اسکو حد ماری جائے بواسطہ فسق کے اور مطلب اسکا یہ ہے کہ جو کبیر گناہ کا مرتکب ہو اسکی گواہی مقبول نہیں ایسا کچھ کہا  
 ہے مصنف وغیرہ نے ہم کبیرہ کی حد میں اول مختلف ہیں اور قول محقق وہ ہے جو شاہ ولی اللہ دہلوی نے قول کھیل میں اختیار کیا ہے یعنی حق یہ ہے کہ کبیرہ گناہ وہ  
 ہے کہ جس پر دوزخ یا عذاب شدید کی وعید وارد ہے قرآن مجید میں یا حدیث صحیح میں جو اہل حدیث کے نزدیک مشہور ہے یا اسکے مرتکب کو کافر کہا ہو چنانچہ  
 نازک ملوہ مستعد کو یا اسکے مرتکب پر شرع میں حد شروع ہو چنانچہ زنا اور سرقت اور قطع طریق اور شرب خمر یا امور مذکورہ کے برابر اسے زیادہ تر ہو شرا اور برائی  
 میں حکم بدہت عقل اور صغیرہ وہ گناہ ہے جو شرع میں منہی ہے یا مخالف مشروع ہو یا دین کے طریقہ یا تورہ کا رافع ہو اتنی شیخ ابوطالب کی نے قوت القلوب میں  
 لکھا کہ میں نے ان احادیث کو جمع کیا جن میں کبار کی تصریح وارد ہے تو سترہ کہا کر پائے چار دل میں شرک و ریت امر علی الطہیۃ اور نا امیدی رحمت الہی سے اور بخی  
 کر الہی سے اور چار زبان میں شہادت زور اور قوت محض اور یمن عنوس اور سحر اور تین بیٹھ میں شرب خمر اور اکل مال یتیم اور اکل بوا اور دوشمر گاہ میں  
 دتا اور باطت اور دو با تو میں قتل ناحق اور چوری اور ایک پانکون میں یعنی فراصت کفار سے اور ایک گناہ ہارسے بدن سے یعنی عقوق الدین اتنی حق تعالیٰ  
 اپنے کرم سے ہکو اسے بچائے میں اوید جل الحماہم غیر از الامم ہر ام یا اسکی گواہی مقبول نہیں جو جام میں غسل کیواسطے با از اور برہنہ جلیہ ہو اسطیکہ برنگی حرم ہو ولعیب نزد اطام  
 مطلقاً نامراد یا اسکی گواہی مقبول نہیں جو کھیلے نزد یا طاب سے مطلقاً خواہ با ذی بے یا بے ہر فتح القدر میں ہو کوعطاب کھیلے ہر ہالے بلا یعنی مصر وغیرہ میں نہ کہ  
 احوک بلا سباب و بلا فکر کھینکے میں جو کھیلے یا ہوجسکو شیطان نے پیدا کیا اور اہل غفلت اسکو کرتے ہوں وہ مطلقاً حرام ہے اتنی معلوم ہو کاطاب یک کھیلے ہر جو اسکے پان  
 کی طرح اسکو کھینکے میں انا الشطرنج فلتبہہ الاختلاف شرط واحد من تہ فلذہ اقال او یقار شطرنج اور شطرنج میں تو سبب شہد اختلاف کے سقوط عدالت کیواسطے

چھ چیزوں سے کوئی ایک چیز شرط ہو تو اسی واسطے منع نہ کیا یا جو ابدی شرط سے تو اسکی گواہی مقبول نہیں مگر نام ہلاک و شافی کے نزدیک شرط  
 حلال ہے لہذا صنف نے شرط کھینے کو مطلقاً مستطرد لکھا اور تکرر الصلوٰۃ حتی نفوت وقت یا شرط کی بازی سے نماز ترک کرے یہاں تک کہ نماز کا  
 وقت فوت ہو جاوے مگر صلوٰۃ سے عدم فعل مطلقاً نہیں بلکہ نماز قضا کرنا مراد ہے اور کلیت علیہ کثیر ایضا شرط کھینے میں قسم بہت کھاتا ہوں ازلی نے  
 اور آقانی نے اس میں حلف کا ذب کی قید لگائی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ کثرت حلف بلا کذب یا کذب بلا کثرت سے شہادت مردود نہیں کیونکہ شہرت بدون  
 کثرت نہیں ہوتی کذا فی الطحاوی عن ابی سعید او یلیع بر علی الطریق وید کر علیہ فقہا شہادہ یا شرط ہے سے پر کھیلے یا اسپر نسق کو ذکر کرے کذا فی الشاہد  
 یعنی چیز ذکر کرے جس سے فاسق ٹھہرے چنانچہ شہادہ اور قذف اور غنا اویدوم علیہ کرہ سعدی فندی معربا لکانی والمعراج یا ہمیشہ شرط کھیلتا کرتا ہوگی  
 گواہی مقبول نہیں اسکو سعدی فندی نے کافی اور معراج سے نقل کیا م اسواسطے کہ مدامت علی کی دلیل ہے اور غالباً بعض ضروریات میں حلف پر ہونا  
 یہاں تک کہ بعض شرط بازوں کا کام گیا اور اسکی تجزیہ تکفین کے واسطے انھوں نے بازی ہو وقت کی نعت یا ہند میں نہاں المعاصی ویا کل الیہ  
 قید وہ بالشہرۃ ولا یغنی ان النسق بمعنا شرعا الا ان القاضی لایثبت ذلک الا بعد ظہور ہذا لکل سواہر تلخیص یا اسکی گواہی مقبول نہیں جو بیان حکما بیاج  
 کھانے میں علمائے شہرت کی قید لگائی ہے اور یہ مرفعی نہیں ہے کہ نسق مانع ہے شہادت کا شرعا مگر یہ کہ قاضی نسق کو ثابت نہیں کرتا مگر بعد ظاہر ہونے نسق کے قاضی  
 کے نزدیک تو سب گناہ اس میں برابر ہیں کذا فی البجرتو اسکو یاد رکھنا چاہیے م بعضوں نے اکل مال تیمم اور اکل ربوا میں اس طرح فرق کیا ہے کہ اگر تیمم کا مال کھائے ایک بار  
 تو گواہی اسکی مقبول نہیں اور بیاج خوری میں شہرت شرط ہے صاحب بخر نے اسکو رد کیا کہ دونوں میں کچھ فرق نہیں نسق ہونے میں دونوں برابر ہیں اور شہرت  
 شہرت میں دونوں یکساں ہیں شہرت تو اتنے واسطے شرط ہے کہ قاضی اسکو ثابت کرے تو اس میں سب گناہ برابر ہیں تخصیص بلا دلیل ہے اور بیواں ویا کل  
 علی الطریق وکذا اکل بالکل بالمرۃ ووزن کشف عورت سے مستحی من جانب البرکۃ والناس حضور و قد کثرت فی زماننا شیخ یا اسکی گواہی مقبول نہیں جو پیشاب کرے یا  
 کھائے راہ میں اور اس طرح ہر ایک نے فعل جو مجمل مروت ہے اور اظہار نبی شہر گاہ کھولنا تالاب کے کنارے سے استجا کرنے کیواسطے اور حالانکہ لوگ سلسلے میں اور ہا  
 زلنے میں یہ فعل کثرت ہو گیا کذا فی النعم مفع القدر میں ہے گواہی اسکی مقبول نہیں جو افعال مستحقرہ نالائق کرے اگرچہ فی نفسہا وہ حرام نہیں جیسے لوگوں  
 کے روبرو راہ میں کھانا اور فقط سراویل یعنی پاجامہ پہنکر چلنا پھرنا اور لوگوں کے روبرو پاؤں پھیلانا اور وہاں سر کھولنا جہاں خفت اور بے ادبی اور  
 قلت مروت اسکو شمار کریں اس واسطے کہ جو شخص ایسا ہو اس سے بعید نہیں کہ بھولی گواہی ہے اور حدیث مرفوع میں وارد ہے کہ لوگوں نے جو پہلے نبوت  
 سے کلام پایا وہ یہ ہے کہ جب تجھ کو حیا نہیں تو جو تیرے دل میں آئے سو کر اتنی طحاوی بخلاف افعال خلاف مروت قسم کی چوری کرنا اور حد سے زیادہ خوش طبعی  
 اور دل لگی کرنا کہ موجب استخفاف ہو اور کینوں کی صحبت میں بیٹھنا اور لوگوں کو ذلیل کرنا اور بازار میں غلام شور کرنا مروت عبارت ہے دین و اصلاح سے اور  
 بعضوں نے کہا کہ مروت عبارت ہے روشن نیک و حفت لسان سے اور سبکی نقل سے کنارہ گیری اور ارتقاء ہر خلق دنی سے انتہی اور ظہر سب سلف ظہور  
 فقہاء ان من یغنیہ لانه فاسق مستور یعنی قال المصنف انما قیدنا بالسلف تبعاً لکلامہ والاقالادے ان یقال سب المسلم سقوط العداۃ بسببہم وان لم یکن  
 من السلف کما فی السراج والہما تیر یا اسکی گواہی مقبول نہیں جو سلف کی بدگواہی ظاہر کرے بسبب ظاہر ہو جانے اسکے فتویٰ کے بخلاف اس شخص کے جو سب سلف کو  
 مخفی رکھتا ہے اسواسطے کہ وہ فاسق مستور ہے یعنی وہ مقبول شہادت کذا فی العینی مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ ہم نے سلف کی قید لگائی باتباع کلام فقہاء  
 مصنفین اور نہیں تو یوں کہنا مبر تھا کہ جو مسلمان کی بدگواہی کو ظاہر کرے وہ مقبول شہادت نہیں بسبب قطع ہونے عدالت کے مسلمان کی بدگواہی سے  
 اگرچہ وہ سلف میں سے نہو چنانچہ سراج اور نہما میں ہم سب یعنی تمام اور گالی یہ ہے کہ انسان کی آبرو میں ایسی گھٹاؤں کو ناجوا اسکے حق میں معیوب  
 ہو حدیث میں وارد ہے کہ سبب المسلم مع قتا کہ فر وہاں الفرق میں سلف و تخلص ان سلف الصلح الصدر الاول من المتابعین منہم او خلیفہ رضی اللہ عنہ

کتاب اخبارات باب قبول و رد  
 ترجمہ اردو درخت مبارک  
 فقہاء ان من یغنیہ لانه فاسق مستور  
 یعنی قال المصنف انما قیدنا بالسلف تبعاً لکلامہ والاقالادے ان یقال سب المسلم سقوط العداۃ بسببہم وان لم یکن من السلف کما فی السراج والہما تیر یا اسکی گواہی مقبول نہیں جو سلف کی بدگواہی ظاہر کرے بسبب ظاہر ہو جانے اسکے فتویٰ کے بخلاف اس شخص کے جو سب سلف کو مخفی رکھتا ہے اسواسطے کہ وہ فاسق مستور ہے یعنی وہ مقبول شہادت کذا فی العینی مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ ہم نے سلف کی قید لگائی باتباع کلام فقہاء مصنفین اور نہیں تو یوں کہنا مبر تھا کہ جو مسلمان کی بدگواہی کو ظاہر کرے وہ مقبول شہادت نہیں بسبب قطع ہونے عدالت کے مسلمان کی بدگواہی سے اگرچہ وہ سلف میں سے نہو چنانچہ سراج اور نہما میں ہم سب یعنی تمام اور گالی یہ ہے کہ انسان کی آبرو میں ایسی گھٹاؤں کو ناجوا اسکے حق میں معیوب ہو حدیث میں وارد ہے کہ سبب المسلم مع قتا کہ فر وہاں الفرق میں سلف و تخلص ان سلف الصلح الصدر الاول من المتابعین منہم او خلیفہ رضی اللہ عنہ



زین سلف و خلف

و اختلف بالفتح من بعدہم فی اخیرہ بالسکون فی الشرک اور نہایہ میں ہے کہ در بیان سلف اور خلف کے یہ فرق ہے کہ سلف صحیح سے مراد تابعین کا صدر اول  
ہو نہیں سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم ہیں اور خلف بفتح لام وہ لوگ ہیں جو تابعین کے بعد نیکے گ ہیں اور خلف بسکون لام بدکار لوگ ہیں جو کفر میں داخل  
کئے ہیں کذا فی الجرح صدر الشرع نے کہا کہ سلف سے مراد صحابہ اور علماء مجتہدین ماضیین ہیں رضوان اللہ علیہم اجمعین و نہیہ من العنایۃ عن ابی یوسف  
لا قبل شہادۃ من سب الصحابہ و اقبلہا من تبرائہم لانہ یعتقد دینا و ان کان علی باطل فلم یظہر فسقہ بخلاف الساب و بجر الرأق من عنایہ سے ہے کہ ابو یوسف نے  
سے عروسی ہے کہ میں قبول نہیں کرتا گو وہی اسکی جو صحابہ کرام کی بدگوئی کرے اور اسکی گواہی قبول کرتا ہوں جو صحابہ سے بیزار اور ناراض ہے اس واسطے کہ وہ ایک  
دین کا معتقد ہے کا نحو ارج و الروافض اگرچہ وہ باطل پر ہے تو سبیری نے اپنا فسق ظاہر نہ کیا دل میں رکھا بخلاف بدگو کہ اس نے اپنا فسق ظاہر کر دیا م ظاہر  
یہ مسئلہ مستحق علیہما ہے اور ابو یوسف رحمہ کی طرف اس واسطے منسوب ہوا کہ وہ مخرج ہیں اسکے شہدائے ان باہما وھی السیہ فان دعاء صحت شہادۃ تھا اتھنا  
کشمادۃ دائی المیت و دیونہ و الموصلی لہا و وصیہ ثلاث علی الایثار و دیون نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے فلا نے شخص کو وصی کیا ہے تو اگر شخص کو  
اس کا دعویٰ کرے تو دونوں کی گواہی صحیح ہوگی بطور اتھسان کے جیسے میت کے دو دائیوں کی گواہی ایک شخص کے وصی ہونے میں درست ہے و دیون  
کی گواہی کسی شخص کے وصی ہونے میں اور جن دو شخصوں کے واسطے میت نے وصیت کی انکی گواہی کسی کے وصی ہونے میں درست ہے و دیون کی گواہی کسی  
شخص کے وصی کر نہیں صحیح ہے کذا فی الطحاوی وان امر لالان القاضی لایکلی جبار احد علی قبول الوصیۃ یعنی اور اگر وہ شخص قبول وصیت سے انکار کرے  
تو گواہی اشخاص مذکورین کی صحیح نہیں اس واسطے کہ قاضی مالک نہیں کیس کو زبردستی وصیت قبول کرنے کا کذا فی شرح یعنی کما لا یقبل لو شہد ان باہما الفاع  
و کالقبض یونہ و ادعی الوکیل و انکر الفرق ان القاضی لایکلی نصب الوکیل عن الغائب بخلاف الوصی جیسے قبول نہیں گواہی اگر وہ بیٹے گواہی دین کا  
غائب باپ نے فلا نے کو وکیل کیا ہے اپنے دیون کے قبض کرنے کا خواہ وکیل و کالت کا دعویٰ کرے یا انکار کرے اور فرق وصی اور وکیل کے مسئلہ میں یہ  
ہے کہ قاضی مالک نہیں غائب کی طرف سے وکیل مقرر کرنے کا بخلاف نصب وصی کہ اس میں قاضی کو اختیار ہے شہد الوصی ای وصی میت جو المیت جبار القاضی  
عن الوصیۃ و نصب غیرہ او بعد ادرک الورثۃ لا یقبل شہادۃ للمیت فی مالہ و غیرہ خاصم اول الکلول الوصی محل میت و لذلک لایکلی عزل نفسه بلا عزل  
خاص فکان کالمیت نفسہ فاستوی خصامہ و عدمہ گواہی دی وصی نے یعنی میت کے وصی نے میت کے حق میں بعد اس کے کہ قاضی نے اس کو  
معزول کر دیا وصایت سے اور قائم کیا غیر کو یا گواہی دی بعد بائع ہونے وراثت میت کے تو اس کی گواہی میت کے حق میں اس کے مال اور غیر مال  
میں قبول نہیں خواہ وصی نے خصومت کی ہو یا نہ کی ہو بسبب ہوجانے وصی کے بجائے میت کے اور اسی واسطے وصی اپنی ذات کے معزول کر سکتا  
مالک نہیں بدون معزول کرتے قاضی کے تو وصی مثل ذات میت کے ہو گیا تو اسکی خصومت و عدم خصومت برابر ہوگی ہم در صورت بقائے وصیت ہی  
کا بجائے میت کے ہونا ظاہر ہے اور در صورت معزولی ظاہر نہیں مگر باعتبار مالکان پھر جب بجائے میت کے ہوا تو گویا اس نے اپنی ذات کو واسطے گواہی دینا  
مقبول نہیں بخلاف الوکیل فلذا قال لو شہد الوکیل بعد عزالہ للموکل ان خصم فی مجلس القاضی ثم شہد بعد عزالہ لا یقبل اتفاقا لثبوت کلمات وکیل کے کہ اسکی خصومت  
اور عدم خصومت برابر نہیں تو اسی واسطے معصفت نے کہا اور اگر گواہی سے وکیل اپنے معزول ہونے کے بعد موکل کے حق میں اگر اسے خصومت کی ہے مجلس قاضی  
میں پھر گواہی دی بعد اپنے معزول ہونے کے تو گواہی بالاتفاق مقبول نہیں بسبب تمت کے م تمت سے مراد تمت تصدیق ہے یعنی وکیل جس میں خصومت  
کر چکا ہے اس میں اپنی صداقت ظاہر کرتا ہے گواہی دیکر و الا قبلت بعد ما خلا فالشانی فجدد کالوصی سرج اور اگر خصومت نہیں کی تو گواہی وکیل کی موکل کے  
حق میں بعد معزولی کے مقبول ہے بسبب نہ ہونے تمت مذکورہ کے بخلاف الویست کے کہ اسے نزدیک در صورت عدم خصومت بھی مقبول نہیں تو ابو یوسف نے  
وکیل کو وصی کے مانند ٹھہرایا کفائی السراج و فی قسامہ الزلیعی کل من صاخصا فی حاد ثمرہ لا یقبل شہادۃ فیہا من کان یوئیلہ لان یخصوہ ثم

مذکورہ



خصما بعد تقبل و نہان الاصلان متفق علیہا و تامل فیہ اور شرح زلیعی کی کتاب القسارتہ میں ہے کہ جو شخص کہ غنی صوم ہو گیا کسی مقدمے میں تو اس مقدمے میں گواہی کی قبول نہیں اور جب کا حکم ہونا درپیش ہو اور حالانکہ ہنوز وہ محاصم نہیں ہو تو اسکی گواہی مقبول ہے اور یہ دونوں قاعدے بالاتفاق ہیں اور پورا بیان اسکا اسی شرح میں ہے کہ زلیعی نے اپنی شرح میں کہا تو اصل اول کی جنس سے وکیل یا خصوصاً ہر جگہ اسے حاکم کے پاس خصوصاً کی بھرے معزول ہو گیا تو اسکی گواہی مقبول نہیں اور خفیج نے جب شفعہ طلب کیا یعنی قاضی کے پاس اور شترتی سے خصوصاً کی بھرے اسکو ترک کیا تو اسکی گواہی صحیح میں مقبول نہیں اور اصل ثانی کی جنس سے وکیل ہر جب کہ اسے خصوصاً نہ کی اور خفیج ہر جبکہ اسے شفعہ طلب کیا اور گواہی دی تو دونوں کی گواہی مقبول ہے کذا فی الطحاوی قید نا مجلس القاضی لانه لو خاص فی غیرہ تم عوارفت عندہما کما لو شہد فی غیرہ ما وکل فیہ او علیہ جامع الفتاوی قید لگائی ہے جسے مجلس قاضی کی واسطے کہ اگر وکیل نے غیر مجلس قاضی میں حکومت کی ہو پھر موکل نے اسکو وکالت سے معزول کیا ہو تو طرفین کے نزدیک گواہی مقبول ہے چنانچہ اگر وکیل نے گواہی دی اس مقدمہ کے سوا میں جس میں وہ وکیل مقرر ہوا یا موکل کی مضرت کی گواہی دی تو مقبول ہے کذا فی جامع الفصولین و فی البرازیتہ و کلا کفوضت عند القاضی مخاصم المطلوب بالعت درہم عند القاضی تم عدلہ شہدان لو کلا علی المطلوب ما تہ دینا تقبل بخلاف ما وکلا عند غیر القاضی مخاصم و تامل فیہا اور برازیہ میں ہے کہ ایک شخص کو خصوصاً کے واسطے وکیل کیا قاضی کے نزدیک سو اس نے بھگوا کیا مدعا علیہ سے ہزار درہم کا پھر موکل نے وکیل کو معزول کیا سو وکیل نے گواہی دی کہ اسکے موکل کے مدعا علیہ پر سو دینا رہیں تو گواہی مقبول ہے یعنی واسطے کہ یہ دوسرا مقدمہ ہے غیر متعلق بوکالت بخلاف اس صورت کے کہ اسکو غیر قاضی کے نزدیک وکیل کیا اور اسے خصوصاً کی گواہی مقبول نہیں اور پورا بیان اسکا اسی کتاب میں ہے باقی بیان برازیہ اور کافی میں یوں ہے کہ اگر قاضی کو وکالت معلوم نہ ہو اور مدعا علیہ وکالت کا منکر ہو اور وکیل اپنی وکالت گواہوں سے ثابت کرے پھر موکل اسکو معزول کرے اور وکیل موکل کے واسطے گواہی دے تو گواہی اسکی مردود ہے ہر ایک اس حق میں جو وقت تو وکیل کے قائم ہو مگر جبکہ اس حق کی گواہی ہے جو نیابید ہوا تاریخ وکالت کے بعد تو اب گواہی مقبول ہوگی کذا فی الطحاوی کما قبلت عندہما خلافا للثانی شہادۃ اشہدین بدین علیہما لرحلین ثم شہد المشہود لہما للشاہدین بدین علیہما لرحلین لان کل فریق شہد بالبدین فی الذمۃ وہی تقبل حقوقا شترتی فلم تقع الشکرۃ لہ فی ذلک بخلاف الوصیۃ لغير علین کما فی وصایا الجمع و شجرہ و سببی ثمہ جیسے طرفین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے گواہی مقبول ہے دو شخصوں کی دو مردوں کے دین کی میت پر پھر مشہود لہما نے گواہی دی کہ شاہدین کا دین میت مذکور پر ہے سو واسطے کہ ہر فریق گواہی دیتا ہے کہ دین ثابت ہو ذمہ پر اور ذمہ حقوق شترتی کو قبول کر سکتا ہے تو شاہد کی شکریت نہ واقع ہوئی اس میں بخلاف اس وصیت کے جو غیر بدین میں ہو چنانچہ جمع اول اسکی شرح میں ہے اور اسکا ذکر کتاب الوصایا میں آویگا ہم دین کی شہادت شاہد کی شکریت ثابت فی الذمہ میں ثابت نہیں بلکہ شکریت مقبوض میں بعد قبض ثابت ہے اور وہ مانع شہادہ نہیں بخلاف وصیت غیر بدین یعنی اگر ہر فریق دوسرے فریق کی گواہی دے کہ میت نے اسکے واسطے ثلث میں وصیت کی ہے تو بالاتفاق گواہی مقبول نہیں سو واسطے کہ اہل حق ترکہ میں ہر فریق ثلث میں اور وہ دونوں فریق میں مقسوم ہو تو یہ گواہی ہوئی اس میں جو دونوں میں شترت ہے اور اگر دونوں شخصوں نے گواہی دی کہ میت نے ان دو شخصوں کے واسطے اس چیز میں وصیت کی پھر مشہود لہما نے شاہدین کو واسطے دوسری چیز میں گواہی دی تو مقبول ہے کیونکہ اس میں شکریت نہیں و کما لہ وصیۃ لہما لرحلین لعمارت کبیر علی حلیہ فی غیر مال المیت فانہا مقبوضہ فی ظاہر الروایۃ کما لو شہد الوصیان علی اقرار المیت بشی معین لوارث بالغ تقبل برازیہ اور جیسے گواہی دو وصیوں کی وراثت کبیر کے واسطے شخصانہ جینی پر مال میت کے سوا میں کہ وہ مقبول ہے ظاہر الروایۃ میں چنانچہ اگر دو وصیوں نے اقرار میت پر گواہی دی کہ کسی معین چیز کی وراثت بالغ کے واسطے تو وہ مقبول ہے کذا فی البرازیتہ تم دارث بالغ کی قید سو واسطے لگائی کہ صغیر کے واسطے گواہی مقبول نہیں بسبب تمت کے کذا فی الطحاوی لہذا شہد فی مالہ لیس لیسیت الا خلافا

لما ولو بصغر لم تجز اتفاقا وسجی فی الوصایا اور اگر وہ وصیوں نے میت کے مال میں گواہی دی تو قبول نہیں نکلات صاحبین کے اور اگر وہ بزرگ ہو اسے گواہی  
دی تو با اتفاق امام ز اور صاحبین کے جائز نہیں اور یہ مسئلہ کتاب الوصایا میں آویگا کہ لا تقبل الشہادۃ علی جرح بالفقہ ای فسق مجرد عن اثبات  
حق لہ تعالیٰ اوللعبد جیسے مقبول نہیں گواہی جرح مجرد یعنی اس فسق کے اظہار پر جو خالی ہو اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد سے جرح بالفسق  
اصطلاح شرع میں عبارت ہے اظہار فسق شاہد سے کذافی الجرح حق اللہ یا جرح حق العبد چنانچہ قدرت یا قتل تستانی نے کہا جرح مجرد وہ ہے جس پر دفع  
خصومت شہود علیہ سے ترتب توقع القدر میں ہے کہ جرح مجرد کی گواہی دو وجہ سے مقبول نہیں ایک یہ کہ گواہی مقبول ہوتی ہے حکم کو اسے تو ضرور ہو کہ شہود  
تحت حکم داخل ہو اور فسق تحت حکم داخل نہیں اس واسطے کہ حکم الزام ہے اور قاضی کے اختیار میں نہیں الزام فسق کا کسی شخص پر کیونکہ فسق اس کے دفع برقی  
احکال قادر ہے تو یہ کہنے سے دوسری وجہ یہ ہے کہ مجرد اس گواہی کے شاید فسق ہو جاتا ہے کیونکہ شاعت فاحشہ نص قرآن سے ممنوع ہے اگر کوئی کہے کہ شہادۃ  
سے شاعت فاحشہ مقصود نہیں بلکہ شہود علیہ سے دفع ضرر مطلوب ہے اسکا جواب یہ ہے کہ دفع ضرر شاعت میں منحصر نہیں اس طرح پر کہ بلاقاضی کی مجلس میں گواہی  
بلکہ اگر پوشیدہ قاضی کو خبر کرے تو بھی مطلب حاصل ہوتا ہے وان تضمنتہ قبلت والا لا تقبل سو اگر کوئی گواہی اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد کی ضمن ہوتی مقبول ہے اور  
نہیں تو مقبول نہیں لہذا تعدیل و توبیخ قبلت ای الشہادۃ بل الاخبار و یون واحد علی الجرح مجرد و کذا التمدہ اصنفت تبعا ما قرره صدر الشریعہ و اقروہ ملاحظہ و  
وادخلہ تحت قولہم دفع اسئل سن الرقع و ذکر وجہہ و اطلاق ابن الکیمال رہا بتعالیٰ کتب و ذکر وجہ جرح مجرد گواہی مقبول نہیں بعد ثبوت عدالت  
شہود مدعی کے اور اگر قبل ثبوت عدالت طعن مجرد ہے گواہی ہو تو مقبول ہے بلکہ اخبار مقبول ہے اگرچہ اخبار ایک ہی شخص سے ہے جرح مجرد برقی ہے  
اعتماد کیا ہے مصنف نے صدر الشریعہ کے قرار داد کی پیروی کر کے اور اسکو ثابت رکھا ہے ملاحظہ فرمائیے اور دروغ میں اور داخل کیا ہے اسکو فقہائے اس فن  
کے نیچے کہ دفع سہل تر ہے دفع سے یعنی قبل ثبوت کے ہٹانا آسان تر ہے بعد ثبوت کے اٹھانے سے اور اسکی وجہ بیان کی ہے اور ابن کمال نے جرح مجرد کی شہادت  
کو مطلقاً مردود کہا ہے باتبع علامہ کتب فقہ اور اسکی وجہ مذکور کی ہے ملاحظہ فرمائیے وجہ یون بیان کی ہے کہ اگر کوئی کہے کہ جرح مجرد کی خبر واحد کیوں مقبول ہے  
قبل تعدیل شہود کے اور بعد تعدیل مقبول نہیں بلکہ نصاب شہادت در صورتیکہ غیر مجرد ہو اسکا جواب تحقیقی یہ ہے کہ جرح شہادتی قبل تعدیل دفع ہے شہادت کا قبل  
ثابت ہوتے شہادت کے اور یہ دیانت کے ہے بلکہ ہر و لہذا اس میں خبر واحد مقبول ہے اور بعد تعدیل کے دفع ہے شہادت کا بعد ثابت ہوجانے شہادت کے یہاں تک کہ  
قاضی پر عمل شہادت واجب ہے جب تک جرح معتبر موجود نہ ہو اور قواعد مقررہ سے یہ قاعدہ ہے کہ دفع سہل تر ہے دفع سے اور یہی بھید ہے جرح مجرد کے مقبول ہونے میں قبل  
تعدیل کے اگرچہ ایک شخص سے ہو اور غیر مقبول ہے بعد تعدیل کے بلکہ نصاب شہادت و اثبات حق شرع یا جرح عید کی اسی طرح ہے اتنی اور ابن کمال نے یون وجہ بیان  
کی ہے کہ جرح مجرد پر اس واسطے گواہی مقبول نہیں کہ تحت حکم داخل نہیں اور گواہی نہیں مقبول ہوتی ہے جو تحت حکم داخل ہو اور قاضی کے اختیار میں اسکا الزام ہو خواہ قبل تعدیل  
کے ہو یا بعد تعدیل کے اتنی اب معلوم کرنا چاہیے کہ ابن کمال اور ملاحظہ فرمائیے کلام میں تقضی خلاف ہے نہ معنوی اس واسطے کہ ابن کمال نے یہ جو کہا ہے کہ شہادت فسق مجرد  
کی مقبول نہیں اگر قبل تعدیل ہو تو مراد اسکی یہ ہے کہ وہ معتبر نہیں باین معنی کہ وہ ایسی شہادت نہیں کہ مطلقاً کو حیز قبول سے خارج کرے اور بعد کے تعدیل  
مقبول نہ ہونے چنانچہ ابن کمال نے اسکو خود بطریق سوال و جواب کے اس طرح بیان کیا ہے کہ اگر تو کہے کہ کیا یہ بات نہیں ہے کہ فسق شاہد کی خبر قبل ثبوت عدالت قاضی کو مانع  
ہے قبول شہادت سے اور اس شہادت کے موافق حکم دینے سے تو میں جواب دہ کہ ہاں مانع ہے لیکن یہ منع اس سبب سے ہے کہ جرح فسق طعن ہے انکی عدالت میں اس  
سبب سے کہ کوئی امر ایسا ثابت ہو گیا جسے شاہد و ن کو حیز قبول سے ساقط کر دیا و لہذا اگر شہادتی عدالت ثابت ہو بعد اسکے تو اتنی گواہی مقبول ہے  
اور اگر شہادت فسق کی مقبول ہوتی تو شاہد حیز شہادت سے ساقط ہوجاتے اور مجال تعدیل باقی نہ رہتی اتنی تو یہ قول ملاحظہ فرمائیے کہ اس کلام کا منافی نہیں کہ فسق  
جرح کی گواہی قبل تعدیل کے مقبول ہے اس واسطے کہ ہر چند اسے یہ کہا لیکن اسے یہ بھی کہا ہے کہ اگر شہادتی عدالت ثابت ہو بعد جرح مجرد کے تو مدعی کے شہود کی گواہی







مدعی کا بیٹھنا یا اسکا باپ ہر کذا فی التناہ یا کہ شاہد قاذف ہو اور حالانکہ قذوف اسکا مدعی ہو لو انتم زناوا و صفوه او سر قوا منی کذا لو سیدنا و شریو  
 الخ و لعمریہ دم العمد کما مرئی یا بہ یا گوہی دی کہ شہود مدعی نے دنا کیا اور زنا کی حقیقت کو انھوں نے بیان کیا یا شہود نے برافلا ناما لجر یا اربال  
 مسرتی کی اسے تصریح کی یا شہود نے شراب پی اور حالانکہ زمانہ شرب متقدم نہیں ہو چنانچہ مذکور ہو چکا حد شرب کے باب میں م حد شرب میں مذکور ہو چکا کہ شرب کا  
 تقادم ذیاب یعنی بدبو جانے سے ہوتا ہے اور غیر شرب کا تقادم ایک مہینہ گذر جانے سے او قتلوا و انفس عمدا یعنی یا گوہی دی کہ شاہدوں نے آدمی کو مار ڈالا  
 جان بوجھ کر کذا فی العینی او شرکار المدعی والمدعی مال یا گوہی دی کہ شہود شریک ہیں مدعی کے اور حالانکہ حسین دعویٰ پر وہ مال ہم مراد یہ ہے کہ شاہد شریک نہیں  
 مدعی کا ہجو اس دعویٰ باطل سے مدعی کو حاصل ہوگا تو شاہد کو اس میں فائدہ ہوگا اور یہ مراد نہیں کہ شاہد مدعی کا شریک ہے مدعی بہ بین والا اسکا اقرار ہوگا کہ مدعی بہ  
 مدعی اور شاہد کا ملوک ہر کذا فی فتح القدر او انہ استاجر ہم بکذا الہا الشہادۃ واعطاهم ذلک مما کان لی عنہ من المال لو لم یقدم لقبل لدعواہ الاستیجار لغیرہ  
 وللاولایۃ لہ علیہ یا گوہی دی مدعی علیہ کے اس قول پر کہ مدعی نے شاہدوں کی اتی اجرت مقرر کی گوہی کے واسطے اور انکو اجرت دی اس مال میں ہے جو میرا تھا  
 منی کے پاس اور اگر یہ نہ کیے گا تو گوہی قبول منوگی بسبب دعویٰ کرنے استیجار کے غیر شخص کے واسطے اور حالانکہ اسکی ولایت نہیں غیر شخص پر یعنی تو وہ فیہم نظر  
 م نہیں جب یہ کیے گا اجرت میرے مال سے دی اسوقت شہود مدعی کی گوہی مردود ہوگی اور شہود صحیح کی گوہی قبول ہوگی اور فقط دعویٰ استیجار بلا قید  
 مذکور صحیح مجرور جو مقبول نہیں او انی صاحب حکم علی کذا او دفعۃ الیہم ای رشوقہ والاقلا صلح بالمعنی الشرعی و یوقال لم ادفع لم لقبل علی ان لا الشہد و اعطانی  
 زور او قدر شہد و ازور او انما اطلب ما عظیمتم یا گوہی دی مدعی علیہ کے اس قول پر کہ شہود مدعی سے میں نے صلح کی تھی بعض اتنے مال کے اور وہ مال انکو بطور  
 رشوت کے میں نے دیا تھا اس شرط پر کہ مجھے چھوٹ گوہی نہ دین ساتھ اسکے انھوں نے چھوٹ گوہی دی اور میں نے اسے طلب کرتا ہوں وہ مال جو انکو میں نے  
 دیا شارح نے کہا کہ اگر دنیا مال کا بطور رشوت کے ظاہر نہ کرے گا تو صلح یعنی شرعی ثابت منوگی اور اگر کہے کہ صلح کر کے میں نے مال نہیں دیا تو گوہی مقبول نہیں انما  
 قبلت فی مذہ الصور لانما حق السدا و العبد نست الحاجۃ لاجیانہما اور ان صورتوں میں تو گوہی اسی واسطے مقبول ہے کہ امور مذکورہ یا حق السدا یا حق العبد ہیں تو  
 دونوں حقوق کے زندہ کرنے کی واسطے حاجت واقع ہوئی شہد عدل قلم شرح من مجلس القاضی ولم یصل مجلس لم یذکر بہ الشہود حتی قال قریب خطا بعض  
 شہادتی و الامت قضاۃ قبلت شہادۃ کجیح ما شہد بہ لوعدا و لول بعد القضا و علیہ القوی بخایہ و کجی گوہی دی شاہد عادل نے سوہنوزوہ مجلس قاضی سے جدا نہیں  
 ہوا اور مجلس بھی دراز نہیں ہوئی اور مدعی نے اسکی تکذیب نہیں کی میان تک کہ شاہد نے کہا کہ میں نے خطا کی بعض شہادت میں اور حالانکہ دونوں قولوں  
 میں منافی نہیں تو اسکی گوہی مقبول ہے سب چیز میں جسکی اسے شہادت دی بشرطیکہ شاہد عادل ہو اگرچہ اظہار خطا بعد حکم قاضی کے ہو اور میں نے قبول  
 بعد قضا پر فتویٰ ہے کذا فی الخانیۃ و الجرم خطا بعض شہادت خواہ زیادت ہو خواہ بقسمان زیادت اسطر کہ ہزار درم کی گوہی دی پھر پولا کہ میں چوک گیا حقیقت  
 میں پانسو درم ہیں اور کمی کی یہ مثال ہے کہ پانسو کی گوہی دی پھر پولا کہ میں بھول گیا وہ تو ہزار درم ہیں تو گوہی بشرط عدالت شاہد دونوں صورتوں میں مقبول  
 ہے اسواسطے کہ رعب مجلس قضا سے گاہے ایسا ہو جاتا ہے کذا فی الفتح عدم مناقضہ کی قید اسواسطے لگائی کہ در صورت مناقض شہادت چنانچہ اول یون گوہی دی کہ  
 وہ چیز زیدی کی پھر پولا کہ میں نے خطا کی بلکہ وہ خالد کی ہے تو گوہی مقبول نہ ہوگی قلت لکن عبارتہ الملتقی فقضہ قبول قولہ او بہت انہ یقضیہ بالقی و ہونختار الخسری وغیرہ و  
 اظاہر کلام الاکل و سعدی ترجمہ فتنہ و ہر من کتابوں میں عبارت ملتقی الابر اسکی ہفتہ ہے کہ شاہد کا یون کہنا کہ میں نے خطا کی مقبول ہے اور اسکی کہ  
 بالقی کا حکم ہوگا اور یہ قول خسری وغیرہ کے نزدیک متما ہے اور اکل و سعدی کا ظاہر کلام اس قول کی تہج پر دلالت کرتا ہے تو خبر دار اور ہوشیار بہ کام  
 شارح کا یہ استدراک ہے معنی ہے کیونکہ اس قول میں صریح اختلاف ہے مابین اہل مذہب کذا فی الطحاوی فتح القدر میں ہے کہ دعویٰ کیا پندہ سو کا تو شاہد  
 نے ہزار کی گوہی دی پھر پولا کہ میں چوک گیا اسکا حق تو پندرہ سو ہے تو اس میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ سب کا حکم ہوگا یعنی پندرہ سو کا اور

بعضون نے کہا فقط باقی کا حکم ہوگا یعنی ہزار کا ہاتھ کہ اگر ہزار کی گواہی دے پھر کہے میں نے غلط کہا وہ پانسو میں تو فقط پانسو کا حکم ہوگا اس واسطے  
جو حادثہ ہو بعد شہادت کے وہ اسکے مانند ہو شہادت کے وقت حادثہ ہوا اور اسی کی طرف شمس الائمہ سرخسی کا سیلان ہوا انتہی مختصر اوان قالہ الشاہد  
بعد قیامہ عن المجلس لا تقبل علی الظاہر احتیاطاً اور اگر شاہد نے بعض شہادت کی خطا ظاہر کی اپنے اٹھ جانے کے بعد مجلس سے تو گواہی مقبول نہیں ہزار  
ظاہر اور ایتہ کے بغیر احتیاط وجہ احتیاط یہ ہے کہ زیادت میں شاید مدعی نے اسکو و رطلانا ہو طبع دنیا دیکر صدر الشریعہ نے کہا کہ  
عدم قبول اس صورت میں ہے جبکہ محسوس ہو یعنی چنانچہ زیادت یا نقصان میں اور اگر شبہہ کا مقام نہ ہو تو باوجود تغاّر مجلس گواہی مقبول ہے چنانچہ لفظ شہادت  
کو اسنے ذکر کیا پھر دوسری مجلس میں اسنے لفظ شہادت کو زیادہ کیا اتنی اور اسی طرح اگر شاہد نے مدعی یا مدعا علیہ کی طرف اشارہ ترک کیا یا ایک کسی کا نام  
کہ لیا تو مقبول ہے اس واسطے کہ قضا تصور نہیں بدو ان امور مذکورہ کہ انی الفتح و کذا الودع الغلطی بعض احوال و ادوار النسب ہدایہ اور اسی طرح گواہی مقبول ہے اگر غلطی  
واقع ہوگی بعض حدود یا نسب میں کذا فی المدایم مثلاً حد غنی کے مکان میں شرفی ذکر کیا یا بعض نسب میں خطا کر گیا چنانچہ جبکہ محمد بن علی بن عمران کے  
محمد بن احمد بن عمر بول گیا پھر اسی مجلس میں تدارک کیا تو مقبول ہے اور بعد مجلس مقبول نہیں کذا فی الفتح مطاوی نے بزاز سے نقل کیا کہ اگر شاہدوں نے ایک  
حد یا دو حد میں غلطی کی پھر اسکا تدارک کیا اسی مجلس میں یا تیسری مجلس میں تو در صورت امکان توفیق مقبول ہے چنانچہ شاہد یون بولے کہ اسکا نام فلانا تھا پھر  
اسکا نام فلانا ہو گیا بیعتہ انہی المجرس مات من اخرج الا ولی من بیعتہ الموت بعد البر اسکی گواہی کہ زخمی مر گیا زخم سے اولیٰ مقبول ہے اس گواہی سے کہ  
بعد صحت کے مر گیا یعنی زید نے خالد کو زخمی کیا اور زخمی مر گیا تو اسکے اوپانے گواہی قائم کی کہ وہ زخم کے سبب مر گیا اور زید کے مددگاروں نے گواہی قائم کی کہ  
وہ زخم سے مر گیا پھر کس دن کے بعد مر گیا تو اولیٰ مقبول کی گواہی اولیٰ ہے کذا فی الدرر و لو اقام اولیاء المقتول بنیۃ علی ان زید اجرہ و قتلہ و اقام زید  
بنیۃ علی ان مقتول قال ان زید لم یجرنی ولم یقتلہ فبنیۃ زید اولیٰ من بنیۃ اولیاء المقتول مجمع الفتاویٰ اور اگر اولیاء مقتول نے اسپر  
گواہی قائم کی کہ زید نے اسکو زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہی قائم کی کہ خود مقتول نے کہا تھا کہ زید نے مجھکو زخمی نہیں کیا اور نہ قتل کیا تو زید کی گواہی  
اولیٰ اور اقدہ ہے اولیاء مقتول کی گواہی سے کذا فی مجمع الفتاویٰ م ایسا کوئی نہ سمجھے کہ زید کی گواہی نئی ہے بلکہ قیام شہادت مقتول کے قول پر ہے و بیعتہ  
الغبن من یتیم بلغ اولیٰ من بنیۃ کون القیمۃ ای یتیمہ ما شترہ من وصیہ فی ذلک الوقت مثل ائمن لانہما یتیم امر ازائد اولان بنیۃ الفسار و ریح  
من بنیۃ الصخرہ در خلا الفاتی الوہبانیۃ اور ثبوت نقصان کی گواہی اس یتیم کی جانب سے جو بالغ ہو گیا اولیٰ سے کہ قیمت ثمن کی مثل تھی یعنی جس  
قیمت سے مشتری نے بیعت کو یتیم کے وصی سے خرید کیا اسوقت میں یعنی وقت عقد اس واسطے کہ گواہی غبن کی امر ازائد کو ثابت کرتی ہے اور اس واسطے  
کہ فسار کی گواہی راجع تر ہے صحت کی گواہی سے برخلاف اسکے وہ ہے جو وہ بیانیہ میں ہے یعنی امین بیعت کی تقدیم فسار پر مذکور ہے در ضمن صورت مسئلہ  
یون مذکور ہے کہ یتیم کے وصی نے انکو رکا بلوغ یتیم کا مملوک تھا یہ یتیم بالغ ہوا اور اسنے دعویٰ کیا کہ بیعت میں غبن ہوا تو مشتری نے گواہ قائم کیے کہ اس  
بالغ کی قیمت اسوقت میں مثل ثمن کے تھی تو غبن کے گواہ اولیٰ مقبول ہیں اتنی اماہدون البیۃ فالقول المدعی الصیۃ نیۃ اور بدون گواہی کے تو مدعی صحت  
کا قول خیر ہے کذا فی البیۃ شرح بیانیہ میں ہے کہ جب بالغ اور مشتری میں اختلاف ہو ایک صحت کا دعویٰ کرتا ہو اور دوسرا فسار کا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے  
اور صورت گواہی و فسار کی گواہی مقدم ہے باتفاق روایات کذا فی المطاوی و بیعتہ کون المتصرف فی تجوید سیر او خلع او خصوصتہ و العقل اولیٰ من یتیم  
الوزنہ مثلاً کو تہم جو طالعقل و مجنون اور اسکی گواہی کہ متصرف مانند سیر یا خلع یا خصوصت کے تصرفات میں صاحب عقل تھا مقدم ہے وارثوں کی شراہ  
گواہی سے کہ متصرف متصرف تحت العقل یا مجنون تھا یعنی نونڈی نے گواہی قائم کی کہ اسکے مولیٰ نے اسکو اپنے مرض الموت میں مدبر کیا اور حالانکہ  
وہ عقل صاحب ہوش تھا اور وارثوں نے گواہی قائم کی کہ وہ تحت العقل تھا تو نونڈی کی گواہی مقدم ہے اور اسی طرح اگر زوجہ سے خلع کیا پھر زوج نے گواہی

قائم کی کہ وہ مجنون تھا خلع کے وقت اور زوجہ نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تھا یا ولی بہ صرف نے گواہی قائم کی کہ وہ مجنون تھا خصوصیت کے وقت اور عورت نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تھا تو دونوں صورتوں میں عورت کی گواہی مقدم ہے کذا فی الدرر و لوقال التہود لاندی کان فی صحۃ او مرض فهو علی المرض اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہر کوئی معلوم نہیں کہ طلاق یا عتاق صحت میں تھا یا مرض میں تو وہ مرض پر محمول ہوگا یعنی جبکہ دعویٰ صحت کا دعویٰ کرنا ہو اور مدعی علیہ مرض کا کذا فی المطہر ای دلو قالہ بوارث کان بیذی لیدق حتی یشہد انہ کان صحیح العقل بزایہ اور اگر وارث نے کہا کہ عورت بدحواس بنی تھی تو اسے قبول کی تصدیق ہوگی یہاں تک کہ رو شاہد گواہی دین کہ وہ صحیح عقل تھا کذا فی البرازیہ و بیئیمہ الا کراہ فی آراءہ اولی بن بلتیمہ الطوع ان رضا و تحریک یا نکتہ فان اختلفا او لم یورثا بیئیمہ الطوع اولی لملقط وغیرہ و ما یشہدہ المصنف و ما یشہدہ غیری زادہ و اقرار مقربین اگر اہل گواہی مقدم ہو طوع اور رضا مندی کی گواہی سے اگر شاہد نے تاریخ مذکور کی اور دونوں کی تاریخ مختلف ہوئی یا دونوں نے تاریخ مذکور نہ کی تو رضا مندی کی گواہی مقدم ہے کذا فی الملقط وغیرہ اور ہی قول بیہ صحت نے اور اسکے فرزند شیخ صالح اور غازی زادہ نے تمام کیا ہے فروع مسائل ملحقہ شایعہ کی بیئیمہ الفساد اولی بن بیئیمہ صحیح ترین وہ بیئیمہ فساد عقید کی گواہی مقدم ہے صحت عقید کی گواہی سے کذا فی شرح ابو سبانیہ م طحاوی نے کہا یہ سنا کر ہو گیا مسئلہ غبن کے ساتھ وہ فی الاشباہ و اختلاف التباہان فی الصحۃ و البطلان فالقول لدعی البطلان و فی الصحۃ و الفساد لدعی الصحۃ اللقی مسئلہ الاقارہ اور اشباہ میں ہے کہ بائع اور مشتری نے اختلاف کیا صحیح در بطلان بیع میں تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور اگر صحت اور فساد بیع میں اختلاف کیا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے مگر مسئلہ قارہ میں مدعی فساد کا قول معتبر ہے و مسئلہ قارہ کی یہ صورت ہے کہ مشتری نے دعویٰ کیا کہ میں نے بیع کی بائع کے ہاتھ کترن سے قبل را کر نے غبن کے اور بائع نے قارہ بیع کا دعویٰ کیا تو مشتری کا قول معتبر ہے یا جو بیع وہ فساد عقید کا مدعی ہے اور اگر اسکے بالکس رہتا تو دونوں قسم کھاتے کذا فی المطہر ای دینی الملقط و اختلافی البیع والربحین فالبیع اولی اور ملقط میں ہے کہ دو شخصوں نے اختلاف کیا بیع اور ربح میں تو بیع کا قول مقدم ہے اختلاف فی التباہان والوفاء فالوفاء اولی استہاناد و شخصوں نے اختلاف کیا بیع کے لازم ہونے میں اور بیع الوفا میں تو بیع الوفا کا قول اولیٰ اور مقدم ہے باعتبار استہانان کے تمام اقاہم و قیامہ و بیہ غیر ہم تقبیل کان شہدا بالادراہ لہذا ذکرہما فی بیئیمہ شہدہ آخران شہادت قارہ کو پورا کر دیا اور شاہدوں نے تو مقبول ہوگی چنانچہ دو شاہدوں نے گھر کی گواہی ہی کہ مدعی کا ہے بدون اس بیان کے کہ وہ گھر ہی علیہ کے قبضہ میں ہے سو در اور شاہدوں نے اسکی گواہی ہی ہم دونوں گواہیان ملکہ مقبول ہیں اس واسطے کہ اثبات قبض مدعی علیہ کی حاجت ہے کہ مدعی علیہ خاصہ محض ہے ملک مدعی کے اثبات میں کذا فی الدرر و شہدا بالملک فی المحرر و آخران باحد و یا دو شخصوں نے ملک محدود کی گواہی ہی یعنی بلا ذکر اور اسکے سوا اور دو شاہدوں نے محدود کی گواہی ہی تو مقبول ہے اور شہدا علی لاسم و النسب لم یعرفا الرجل بعینہ شہد آخران انہ لیس فی ہر در یا دو شاہدوں نے نام اور نسب کی گواہی ہی اور حالانکہ دونوں شاہد اس مرد کو بیئیمہ نہیں جانتے ہیں تو در اور شاہدوں نے گواہی ہی کہ فلان شخص سہمی باہم و نسب مذکور ہے کذا فی الدرر یعنی یہ نام اور نسب فلان شخص کا ہے تو گواہی مقبول ہے شہد واحد فقال الباقون نحن شہد شہادۃ تم تقبل حتی یشہد کل شہادۃ شہادۃ و علیہ الفتویٰ ایک گواہ نے گواہی دی تو باقی شاہدوں نے کہا کہ ہم بھی گواہی دیتے ہیں اس شاہد کی گواہی کے مانند تو مقبول ہوگی تا وقتیکہ ہر شاہد اسکی ہی گواہی کو قبول کرے اور اسی قول پر فتویٰ ہے شہادۃ النفی التواتر مقبولۃ نفی التواتر کی گواہی مقبول ہے یعنی اگر ترقی شواہر ہو گون کے نزدیک اس طرح کہ سب جانتے ہوں کہ مدعی اس مکان اور زمان میں تھا تو اس شخص پر کوئی دعویٰ متعلق بمکان یا زمان مذکور مسموع ہوگا اور اسکے فرائع ذمہ کا حکم ہوگا تا اسکی تکذیب لازم نہ ہو جو ضروری الثبوت ہے کیونکہ ضروریات میں شک اہل نہیں ہوتا اور اگر ترقی متواتر ہو تو مقبول نہیں مگر اس مسائل میں جو اشباہ کی کتاب القضا میں مذکور ہیں اور نوادین ابو یوسف سے مروی ہے کہ وہ شخصوں نے قول یا فعل کی گواہی دی تو اس گواہی سے مدعی علیہ پر اجارہ یا کتابت یا طلاق یا عتاق یا قضا میں زمان اور مکان اور صفات میں لازم ہوگا اور اگر شہد علیہ گواہ قائم کرے کہ وہ شخص وہاں اس دن موجود تھا تو مقبول نہیں مگر جبکہ ترقی متواتر ہو اور شہادت

Marfat.com



علی التقی کی وجہ عدم قبول یہ ہے کہ شہادت متضمن ہر شاہدہ کو اور شاہدہ اور علم حاصل نہیں ہوتا تھی سے اور پورا بیان اسکا حواشی اشباہ میں ہر کذافی المظاہر سے  
 والشہادۃ اذا بطلت فی بعض بطلت فی اکل الا فی عبد بن مسلم و نصرانی فشهد نصرانیان علیہما بالتق قبلیت فی حق النصرانی فقط اشباہ جبکہ گواہی باطل ہوئی بعض میں  
 توکل میں باطل ہو جاتی ہے مگر اس غلام میں جو مشترک ہے مسلم اور نصرانی میں سو وہ نصرانیوں نے دونوں مالکوں پر آزاد کرنے کی گواہی دی تو فقط نصرانی کے  
 حق میں مقبول ہوگی کذافی الاشباہ م بطلان بعض سے بطلان کل کی مثال یہ ہے کہ بھائی بہن نے ایک زمین کا دعویٰ کیا تو بہن کے زوج اور دوسرے شخص  
 نے گواہی دی تو بہن اور بھائی دونوں کے حق میں مقبول ہوگی اور یہ قول معتد محمد رحمہما ہے اور ابو یوسف نے کہا ہے کہ بعض میں شہادت باطل ہو  
 اور بعض میں باقی رہے کذافی المظاہر عن الظہیر یہ قلت و زاد محشیہا تخری معزۃ للبرازیہ میں کہتا ہوں اور شاہد کے محشیوں نے پانچ صورتیں در زیادہ کی ہیں  
 بزار سے نقل کیے کم از جملہ یہ ہے کہ قسط ہر کافر اور مسلم کے قبض میں سو صاحب قسط نے دو شاہد کافر اور سپر قائم کیے تو قسط کافر کے حق میں شہادت سموع ہوگی اور از انجملہ  
 یہ ہے کہ کافر گنا اور اسکے دو بیٹوں نے اسکا ترکہ بانٹ لیا پھر ایک بیٹا مسلمان ہو گیا پھر دو کافروں نے بلیپ پر دین کی گواہی دی تو قسط کافر کے حق میں سموع  
 ہوگی اور از انجملہ یہ ہے کہ دو کافروں نے مسلم اور کافر پر کپڑے کی چوری کی گواہی دی تو در حق قطع مقبول نہیں اور کافر پر نصف کپڑے کا حکم ہوگا کذافی المظاہر

باب الاختلاف فی الشہادۃ

باب الاختلاف فی الشہادۃ

یہ باب شہادت کے اختلاف کام اختلاف شہادت دو طرح ہے یا شہادت دعویٰ کے مخالفت ہو یا شاہدین میں اختلاف ہو یعنی ہذا الباب علی اصول مقررہ  
 اس باب کے مسائل کی بناء احکام چند قواعد مقررہ ہیں ہم بنی مصدری ہر ذمہ اسم مکان اس واسطے کہ مکان تو خود باب ہر نہان الشہادۃ علی حقوق العباد لہذا  
 بخلاف حقوق تعالیٰ منجملہ قواعد مذکورہ یہ قاعدہ ہے کہ حقوق العباد پر شہادت مقبول نہیں بدون دعویٰ کے بخلاف اسد تعالیٰ کے حقوق کے کہ وہ دعویٰ پر  
 موقوف نہیں م یہ قاعدہ اس باب سے نہیں کیونکہ یہ باب ہر اختلاف شہادت کا نہ قبول شہادت اور عدم قبول کا کذافی المظاہر عنی نہان الشہادۃ باکثر  
 من المدعی باطلہ بخلاف الاقل للاتفاق فیہ اور از انجملہ یہ قاعدہ ہے کہ شہادت مدعی سے زیادہ باطل ہے بخلاف اس شہادت کے کہ جو مدعی سے کمتر ہے کہ مقبول ہے  
 بسبب تباہی ہونے اتفاق کے کمتر میں م جب شہادت زیادہ ہوئی مدعی سے تو مدعی اسکا کذب بظہر العین شہادت باطل ہے بخلاف اقل کے کہ اس میں شہادت اور مدعی کا  
 اتفاق ہو نہان الملک المطلق ازیدن المقید ثبوتہ من الاملاح الملک بالسبب مقصر علی قت السبب اور از انجملہ یہ ہے کہ ملک مطلق یعنی حسین ملک کا سبب تخرید  
 یا ارت مذکور ہو وہ زیادہ تر ہو ملک مقید سے بسبب تباہی ہونے مطلق کے اصل سے اور ملک بواسطہ سبب وقت سبب پر مقصور ہے ملک مطلق ہو واسطے اکثر اور  
 ازید ہے ملک مقید سبب سے کہ مطلق ادیت کے مقید ہے اور ملک سبب مقید حدوت ہر کذافی التبع یعنی اب پیدا ہوئی اول سے نہ معنی بخلاف مطلق المظاہر عنی لہذا  
 کہ یہ قاعدہ اصل مستقل نہیں بلکہ قاعدہ سابقہ کی فروغ میں سے ہے نہما موافقہ الشہادین نفاط ومعنی موافقہ شہادۃ للذہبی معنی فقط و سیمع اور از انجملہ موافقت شہادین  
 ہر فیض ایک شاہد کی گواہی دوسرے شاہد کی گواہی کے ساتھ مطابق ہو فقط میں اور معنی میں اور مطابق ہونا شہادت کا دعویٰ سے فقط معنی میں ضرور ہے اور یہ  
 آگے درج ہو گا م شہادت اور دعویٰ کی مطابقت میں قسط سے کا اعتبار ہے نہ لفظ کا بخلاف تطابق شہادین کہ اس میں تطابق لفظی اور دعویٰ دونوں  
 ضرور میں تو اس سے معلوم ہوا کہ وقایہ کی عبارت کا معنی نہیں کہ اس میں موافقت شہادت کی دعویٰ کے ساتھ اتفاق شاہدین کے ہاں نہ لفظ اور معنی شرط  
 ہے کذافی الدرر تقدم الدعوی فی حقوق العباد شرط قبولہا ان تہا علی ما لہم ولو بالتکلیل بخلاف حقوق العباد جو ہا فاما علی کل احد کل حد خصم فکلان  
 الدعوی موجودہ مقدم ہونا دعویٰ کا حقوق عباد میں قبول شہادت کی شرط ہے بسبب اوقات ہونے حقوق کے عباد کے مطالبہ پر اگرچہ مطالبہ اصل  
 نہ ہو بلکہ و کاذہ ہو بخلاف حقوق الدر کے کہ اس میں تقدم دعویٰ شرط نہیں بسبب اہم ہونے اقامت حقوق مذکورہ کے ہر شخص پر تو ہر مسلمان صاحب  
 خصوصیت ہے تو گویا دعویٰ موجود ہے ہم سبب قاست حق شرع ہر مسلم پر واجب ہوا تو شاہد بھی اس میں داخل ہے تو شاہد گویا مدعی بظہر باعتبار وجوب اقامت کے

اور شاہد ہو یا اعتبار تحمل شہادت کے فاذا واقعتا ای آفتت اشہادۃ الدعوی قبلت والا تو اقبہا لا تقبل و ہذا احد الاصول المقدمۃ سو جبکہ شہادت دعوی کے مطابق ہوگی تو مقبول ہے اور اگر مطابق دعوی نہ ہوگی تو مقبول نہیں اور یہ ایک قاعدہ ہے قواعد مقدمہ سے شرح نے مقدم دعوی کو یہاں قاعدہ نہ کہا حالانکہ اول اسکو قاعدہ اعتبار کرچکا ہے بتباع صاحب رسالہ اسلئے کہ مذکور ہو چکا کہ مقدم دعوی کو اس باب میں دخل نہیں چلو ادعی ملکا مطلقا شہد اب بسبب کثیر اور اثبات قبلت لکن ہا بالاقول مما ادعی قطا بمعنی کما مر تو اگر مدعی نے ملک مطلق کا دعوی کیا سو شاہدوں نے ملک یا سبب کی گواہی دی چنانچہ خرید یا ارث یعنی مثلا مدعی نے دعوی کیا کہ میں اس گھر کا مالک ہوں اور سبب ملک کا بیان نہ کیا اور شاید نے گواہی دی کہ مدعی نے اسکو خرید کیا یا ارث میں پایا ہے تو گواہی مقبول ہے بسبب ہونے شہادت کے کتر دعوی مدعی سے تو دعوی اور شہادت مطابق ہوگی باعتبار معنی کے چنانچہ مذکور ہو چکا تو اگر مقدمہ میں شرح نے ارث کو ملک مقید کی مثال میں مذکور کیا بتباع صاحب کثر اور حالانکہ قول شہور یہ ہے کہ ارث ملک مطلق کے مانند ہے چنانچہ بجز الراق میں ہے فتح القدیر سے اور خود شرح اسکو مقرب کر کرچکا تو اگر یہاں ارث کا ذکر نہ کرتا تو خوب ہوتا کذا فی الحاشیہ عکسہ ان ادعی بسبب شہد مطلق لا تقبل لکن ہا بالاقول کما مر اور اس اسکے اسطر کہ دعوی کیا ملک مقید کا اور شاہدوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو گواہی مقبول نہیں بسبب ہونے شہادت کے کتر دعوی چنانچہ مذکور ہو چکا کہ حسب شہادت کتر دعوی سے تو مقبول نہیں قلت ہذا فی غیر دعوی ارث و شرا من مجہول کما بسطہ الکمال میں کما ہوں اور یہ یعنی ملک سبب کے دعوی میں ملک مطلق کی شہادت کا مقبول نہوتا دعوی ارث اور تعلق اور بائع مجہول سے خرید کر نیسے سوائے میں ہے چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے کمال الدین نے فتح القدیر میں م اگر دعوی کیا ملک یا لارث کا اور شاہد نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اس اسلئے کہ ارث ملک مطلق کے مساوی ہے بقول شہور مذکور اور اگر تعلق کا دعوی کیا یعنی یوں دعوی کیا کہ یہ غلام میرا ملک ہے کہ میری نوٹدی سے پیدا ہوا اور گواہ نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اسواسلئے کہ مطلق اقل ہے تعلق سے اس واسلئے کہ مطلق مقید اولیت ہے بطریق احتمال اور تعلق بطریق تعین مقید اولیت ہے اور اگر دعوی کیا کہ میں نے اسکو خرید کیا اور بائع کا ذکر نہ کیا یا یوں کہا کہ میں نے اسکو ایک مرد سے خرید کیا اور شاہدوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے مگر اس میں اختلاف ہے کذا فی الفتح والحبی بتر صرف و استثنی فی البحر ثلثہ و عشرین اور بجز الراق میں تیس صورتوں کو استثنا کیا ہے یعنی اس قاعدے سے کہ شہادت مقبول ہے اگر دعوی سے موافق ہو اور اگر موافق نہ ہو تو مقبول نہیں بجز الراق میں تیس صورتیں مستثنیٰ کی ہیں مخطاوی نے کہا حق عبارت یہ تھا کہ شرح اسکو من کے اس قول کے بعد فاذا واقعتا قبلت والا مذکور کرتا چنانچہ صاحب بجز نے ذکر کیا ہے بجز صورت مذکورہ چار صورتیں وہ ہیں جو شرح (فی کل قول جمع مع فعل) کے تحت میں مذکور کرچکا اور بالیسویں صورت شہادوں میں ایک ہے جو مذکور ہو چکی اتنی مختصر اور کذا یکب مطابقت الشہادتین لفظا ومعنی اور اسی طرح مطابقت شہادتین کی لفظا ومعنی واجب ہے م امام اعظم کے نزدیک تطابق شہادتین لفظا اور معنی شرط ہے اور تطابق لفظی سے مراد یہ ہے کہ دونوں شاہدوں کے لفظا فادہ معنی میں برابر ہوں خواہ وہی لفظ ہو یعنی یا اس لفظ کا مراد ہوتو اگر ایک شاہد سبب کی گواہی دی اور دوسرا عطیہ کی گواہی تو مقبول ہے کذا فی الفتح الانی آمین وربعین مسئلہ بسو طنی ابجد زاد ابن مصنف فی حاشیہ علی الاشباہ ثلثہ عشر آخر کتابہا حاشیہ التطویل مگر یہاں تیس مسکون میں بجز الراق میں شرح مذکور ہیں مطابقت شرط نہیں اور مصنف کے فرزند شیخ صالح نے اپنے حاشیہ میں جو اشباہ ہے تیرہ مسئلے اور بڑھائے ہیں میں نے ان مسائل کو جو توطویل ترک کیا م یعنی اس مقام میں جو توطویل مسائل مذکورہ کو ذکر نہیں کیا والا مسائل مذکورہ تو کتاب لوقعت کے اخیر میں شرح مذکور ہے بطریق وضع الاظہار و کتبنا بالموافقۃ المعنویۃ و بہ قالت اثنتہ تطابق مذکور بطریق وضع واجب ہے بطریق تعین اور صاحبین نے موافقت معنوی پر بلا موافقت لفظی کے کفایت کی ہے اور یہی سبب ہے کہ ثلثہ باقیہ کام وضع کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ ایک شاہد نے یہ گواہی دی کہ زوج نے زوجہ کو کہا کہ تو خلیہ ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ یہ کہتا ہے گواہی مقبول نہیں اس واسلئے کہ دونوں لفظ میں ہیں اگرچہ لازم واحد یعنی بیونہ میں مشترک ہیں اسواسلئے کہ لغت میں خلیہ کے معنی غیر یعنی یہ ہیں کذا فی ابجد زاد حدیثا بالکتاب



والآخر بالترویح قبلیت لکن ما مضیٰ ہما اور اگر ایک شاہد نے نکاح کی گواہی دی اور دوسرے نے تزویج کی تو مقبول ہے اس واسطے کہ دونوں نطفوں کے ایک معنی ہیں مہم صنف نے اس قول سے اشارہ کیا کہ امام کے نزدیک موافقت میں یہ شرط نہیں کہ لفظ بعینہ ہو بلکہ بعینہ ہی لفظ ہو یا اس کا مراد یعنی ہونے و کفایت الہیۃ و العظیۃ و نحو ہما اور اسی طرح بہ اور عطیہ اور انکے مانند کی گواہی مقبول ہے ممانند بہ اور عطیہ کی یہ صورت ہے کہ دیون نے ابراہیم کا دعویٰ کیا تو ایک گواہ نے ابراہیم کی گواہی دی اور دوسرے نے بہر یا تصدق یا علیا کی کذافی الطحاوی و لو شہدا احدہما بالعت والآخر بالفین و ماتہ و ما یتین او طلقتہ و طلقیتین او تلت ردت لاختلاف المعنیین اور اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی یا ایک نے سو کی گواہی دی اور دوسرے نے دو سو کی یا ایک نے ایک یا رطلاق دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار یا تین ہزار یا تین بار طلاق دینے کی تو مقبول نہیں مرد و بیوی سب مختلف ہے دونوں معنوں کے م صاحبین کے نزدیک یہ گواہی مقبول ہے اس واسطے کہ دونوں شاہد ایک ہزار اور ایک طلاق یا ایک سو پتھن ہیں کیونکہ دو ہزار ایک ہزار کو تین ہیں اور ایک شاہد ہزار زیادتی ہے تو مجمع علیہ ثابت ہے نہ مفرد بہ اور نام کی یہ دلیل ہے کہ دونوں شاہدوں کے لفظ مختلف ہیں اور اختلاف لفظی اختلاف معنوی پر دلالت کرتا ہے اس واسطے کہ ہزار کو دو ہزار نہیں ہوتے کما لو ادعی غضبا او قسلا فشہدا احدہما بہ والآخر بالقرار بہ لم تقبل چنانچہ اگر دعویٰ کیا غضب کا یا قتل کا تو ایک شاہد نے غضب یا قتل کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار غضب یا قتل کی تو مقبول نہیں م اس واسطے کہ شاہدین کا اختلاف واقع ہوا انشا اور اقرار میں فعل کے اندر ہذا مقبول شہادت ممنوع ہوا لو شہدا بالقرار بہ قبلت اور اگر دونوں شاہدوں نے اقرار غضب یا قتل کی گواہی دی تو مقبول ہے م اس واسطے کہ یہاں اختلاف واقع ہوا شہادت اور دعویٰ میں بخلاف سابق کہ وہاں اختلاف تھا شہادت میں اور شہادت اور دعویٰ میں تطابق ویسا شرط نہیں جو شہادت میں شرط ہے کذافی الطحاوی تصرف و کذا لا قبل فی کل قول جمع مع فعل بان ادعی الفاشہدا احدہما بالذبح والآخر بالقرار بہ لا سمح للجمعین قول بعض فقیہ اور اسی طرح گواہی مقبول نہیں ہر قول میں جو جمع کیا گیا فعل کے ساتھ اس طرح کہ دعویٰ کیا ہزار کا تو ایک شاہد نے ہزار کے دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کے دینے کی گواہی دی تو سموع نہیں بسبب جمع کرنے کے مابین قول اور فعل کے کذافی الفقیہ م جمع قول اور فعل سے مراد یہ ہے کہ ایک شاہد کے لفظ میں قول مذکور ہو اور دوسرے کے لفظ میں فعل الا اذا ائخذ الفضا شہادۃ احدہما بیع او قرض او طلاق او عتاق والآخر بالقرار بہ قبلت لکن ما مضیٰ ہما اور اگر ایک شاہد نے بیعت و اقرضت و فی الاقرار کنت بیعت و اقرضت فلم یصح القبول مگر جبکہ اقرار اور انشا متحد ہو جہاں باعتبار لفظ یعنی دونوں کی تعبیر ایک ہی لفظ سے ہوتی ہو جیسے ایک شاہد کی گواہی بیع کی یا قرض یا طلاق کی یا عتاق کی اور دوسرے کی گواہی اقرار بیع یا اقرار قرض یا اقرار طلاق یا اقرار عتاق کی تو یہ گواہی جامع بین القول و الفعل مقبول ہے بسبب متحد ہونے صیغہ انشاء اور اقرار کے یعنی تقررات مذکورہ میں انشاء اور اقرار کا ایک ہی لفظ ہے اس واسطے کہ انشاء بیع اور قرض میں عاقد کتا بیعت اور اقرضت اور اقرار بیع اور قرض میں مقرر کتا بیعت و اقرضت تو قبول شہادت کا مانع نہ ہوا تھا صیغہ انشاء اور اقرار باعتبار آخر صیغہ اقرار کے ہر والا اقرار میں تو کنت کا لفظ زیادہ ہے اور ثبات لفظ کنت کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ اقرار میں بیعت اور انشاء کے ہونے میں بقصد انشاء کذافی الطحاوی بخلاف شہادۃ احدہما بقصد عدا سبب والآخر بسبب م قبل عدم مکرر الفعل بتکرر الالۃ محیط و غیرہ لایۃ بخلاف ہر گواہی کے کہ ایک شاہد نے گواہی دی قاتل کے قتل کی عدا تلوار سے اور دوسرے نے قتل عمد کی گواہی پھیری سے تو مقبول نہیں بسبب مکرر ہونے فعل کے کنت قتل کی تکرار سے کذافی الطحاوی و الشر بنو الیم فعل واحد یعنی قتل کا مکرر ہونا ممکن نہیں کہ ایک بار تلوار سے آدمی کی روح بدن سے نکلے اور دوسری بار پھیری سے طحاوی نے کہا بتروین تھا کہ شارح کتا غیر بنو الیم عن محیط اس واسطے کہ غیر بنو الیم میں یہ مسئلہ محیط سے منقول ہے و قبل علی العت فی شہادۃ احدہما بالعت والآخر بالعت و ماتہ ان ادعی الا اکثر الا اقل الا ان یوقی باسقیافا اور ابن کمال اور گواہی مقبول ہے ہزار پر اس شہادت میں کہ ایک گواہ نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار اور ایک سو کی اگر دعویٰ اکثر کا دعویٰ کرتا ہو یعنی گیارہ سو کا قتل کا یعنی ہزار کا مگر اس صورت میں جبکہ



یعنی توفیق کرے استیفا یا ابراہین سے کذا ذکرہ ابن کمال م یعنی اگر مدعی نے گیارہ سو کا دعویٰ کیا اور ایک غلام نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے گیارہ سو کی تو ہزار ثابت ہونگے اس واسطے کہ ہزار میں دونوں کا اتفاق ہوا اور ایک شاہد سو میں منفرد ہے اور اگر مدعی فقط ہزار کا دعویٰ کرتا تو مقبول نہیں اس واسطے کہ مدعی مکتذب ہے اس شاہد کا جس نے گیارہ سو کی گواہی دی کذا فی الدرر بان اگر مدعی اس طرح توفیق بیان کرے کہ واقع میں میرے گیارہ سو تھے سو میں سو درم لے چکا یا میں نے اس کو معاف کر دیا تو دعویٰ اقل میں بھی گواہی مقبول ہے و بذاتی الدین اور یہ یعنی شرط موافقت میں شہادتین فقط بحسب وضع دین کے دعویٰ میں ہے تو اسم اشارہ اسکی طرف راجع ہے جو اصول سابقہ سے معلوم ہے کذا فی الطحاوی و فی العین تقبل علی الواحد کما لو شہدوا احدان بہن العبدین لو اخر ان ہذا القبول علی عبد الوہد الذی انفق علیہ اتفاقاً درر دعویٰ میں گواہی مقبول ہے ایک پر چنانچہ اگر گواہی دی ایک شاہد نے کہ یہ دونوں غلام مدعی کے ہیں اور دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ یہ غلام مدعی کا ہے تو گواہی مقبول ہے اس ایک غلام پر جس پر دونوں شاہدوں کا اتفاق ہوا باجماع امام ہم اور صاحبین کے کذا فی الدرر عن محیط و فی احق الاقوال مطلقاً سو اکان لہ علی اقل المالین او اکثر ہما عزمی زادہ اور اثبات عقد میں کمی زیادتی کی گواہی مقبول نہیں خواہ دعویٰ اقل المالین ہو یا اکثر المالین ہو کذا ذکرہ عزمی زادہ اور خواہ مدعی عقد بایع ہو یا مشتری کذا فی الدرر ثم فرع علی ہذا الاصل قبولہ فلو شہدوا احد شہرا عبد او کتا تیر علی الصفت و آخر بایع و خمس ما تیر روت ان المقصود اثبات عقد و ہو مختلف باختلاف البطل فلم یم تعد علی کل واحد غیر منفعت نے اس اصل پر تفریح کی اپنے اس قول سے سو اگر ایک شاہد نے گواہی دی غلام کی خرید یا اسکے مکتوب ہونے کی ہزار درم پر اور دوسرے شاہد نے پندرہ سو کی گواہی دی تو مقبول نہیں اس واسطے کہ بیان مقصود اثبات ہے عقد بیع یا کتا بت کا اور عقد مختلف ہو جاتا ہے بسبب مختلف ہونے بدل کے تو عدد تمام ہوا یعنی نصاب شہادت تمام ہونئی ہے و احد پر ہم عقد مختلف ہوتا ہے اختلاف بدل سے اس واسطے کہ بیع بعوض ہزار مغاثر ہے اس بیع کے جو بعوض پندرہ سو کے ہے تو شہود مختلف ہو گیا ثمن کے اختلاف سے اور اس واسطے کہ مدعی ایک شاہد کا مکتوب ہے کذا فی الدرر و مثلاً العتق ببال و انصلح عن قود و الرہن و الخلع ان دعویٰ العبد و القاتل و الراس من امرأة لفتو شہر مرتبہ و مقصود ہم اثبات العقد کما مر اور بیع کے مانند عتق بعوض مال اور صلح قصاص سے اور رهن اور خلع ہے اگر غلام مدعی ہو عتق میں در قاتل مدعی ہو صلح میں اور راس رهن میں در عورت صلح میں مدعی ہو شارح نے کما عبارت تن بن من لفت و شہرتب ہر عتق و غیرہ مانند بیع اس واسطے ہوا کہ مدعیوں کا مطلب اثبات عقد ہے نہ اثبات مال چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اور عقد مختلف ہوتا ہے باختلاف بدل تو ہر واحد پر نصاب شہادت پوری ہونئی و ان ادعی الاخر کا مولیٰ مثلاً فکد دعویٰ الدین اذ مقصود ہم المال فقبل علی الاقل ان ادعی الاثر کما مر اور اگر دوسرا شخص مدعی ہو مثلاً مولیٰ مدعی ہو تو دعویٰ دین کے مانند ہے اس واسطے کہ مدعیوں کا مقصود مال ہے نہ اثبات عقد تو اقل المالین پر گواہی مقبول ہوگی اگر مدعی اکثر المالین کا دعویٰ کرتا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا ہے تو وضع دعویٰ مذکورہ اس طرح ہے کہ غلام کے مولیٰ نے کہا کہ میں نے قبضہ پندرہ سو درم پر کیا اور غلام دعویٰ کرتا ہے کہ ہزار درم پر یا دلی قصاص کتا ہے کہ میں نے تجھے پندرہ سو پر صلح کی اور قاتل ہزار کا دعویٰ کرتا ہے اسی طرح باقی دو صورتیں کذا فی الدرر و الاجارۃ کا بیع ہونی اول المدۃ للحاجۃ لاثبات العقد و اجارہ مانند بیع کے ہے اگر اول مدت میں ہو بسبب حاجت اثبات عقد کے م یعنی اگر مستاجر یا موجد نے دعویٰ کیا کہ اس گھر کی اجرت ایک سال کی پندرہ سو ہیں سو ایک شاہد نے اسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کی گواہی دی تو اجارہ ثابت ہوگا مانند بیع کے اس واسطے کہ قبل استیفا سے منفعت کے اجرت کا استحقاق نہیں تو مقصود اثبات عقد ہوا اور عقد مختلف ہوتا ہے باختلاف بدل تو اجارہ ثابت ہونگا کذا فی الفتح و کالدین بعد ہوا مدعی الموجد و لو المستاجر فدعویٰ عقد اتفاقاً اور اجارہ دین کے مانند ہے مدت گذر جانے کے بعد اگر موجد ہی ہو اگر مستاجر مدعی ہو تو عقد کا دعویٰ ہی بالاتفاق ہم دعویٰ موجد میں بعد تسلیم میں موجد و اثبات عقد کی حاجت نہیں خواہ مستاجر نے منفعت حاصل کی ہو

در حال کی ہو تو یہ دعویٰ اجرت کا ہے تو اگر گواہ ہزار کی گواہی دے اور دوسرا پندرہ سو کی اور جو مدعی ہو اکثر گواہوں کا حکم ہو گا سو اسطے کہ جو جرح کا کچھ مقبول نہیں  
بعیدت کے سوائے اجرت کے اور اگر مستاجر مدعی ہو تو بالاجماع عقد کا دعویٰ ہو کیونکہ وہ مال اجارہ کا معترف ہے تو مستاجر پر حکم ہو گا بقدر اسکے اعتراف کے  
خواہ شاہدین کا اتفاق ہو یا اختلاف اور عقد ثابت ہو گا سبب اختلاف کے کذافی الفتح و صحیح النکاح بالاقول ای بالثبوت مطلقاً استحساناً ظاناً فالس  
اور صحیح ہے نکاح اقل مال سے یعنی ہزار سے مطلقاً خواہ مدعی زوج ہو یا زوجہ خواہ اقل کا دعویٰ ہو یا اکثر کا بطور استحسان کے بخلاف صاحبین کے انکے نزدیک  
نکاح باطل ہے مگر ہمتحسان ہے کہ مال تابع ہے نکاح میں اور مقصود اصلی نکاح میں حلت اور ملک ہے اور ہمیں اختلاف نہیں بلکہ تابع میں ہے مگر حسب تابع میں یعنی مال میں  
اختلاف ہوا تو اقل المالین پر حکم ہو گا کیونکہ اقل پر اتفاق ہے شاہدین کا تو اب ہزار پر بالضرورت قضا بالنکاح لازم ہوگی کذافی الفتح ولزم فی صحیحہ شہادۃ اکبر بشہادۃ  
ارث بان یقول مات وترکہ میراث المدعی اور میراث کی گواہی کی صحت میں جو میراث کا بیان کرنا لازم ہے اس طرح کہ شاہدین کمین کہ صورت مرگیا اور ترکہ کو اُس نے  
مدعی کو اسے میراث چھوڑا مگر میراث یعنی ملک مورث کو وارث کی ملک کی طرف نقل کرنا طرفین کے نزدیک لازم ہے کہ وارث کی ملک جدید پیدا ہوتی ہے مگر وہ  
میں وند امور و فہم و نڈی میں وارث پر استبراد واجب ہے اور وہ وارث غنی کو حلال ہے جو مورث فقیر پر صدقہ تھا اور تجد و متعلق ہے نقل کا تا اسقضا اچان ثابت  
نہ ٹھہرے اور ابو یوسف کے نزدیک میراث لازم نہیں اس واسطے کہ وارث مالک ہوتا ہے بطور خلافت کے مورث سے دلنزار دبیع بہ سبب غیب کے  
کر سکتا ہے تو ملک مورث کی گواہی بعینہ ملک ارث کی گواہی ہے الا ان شہد را یک لکیم عند موتہ او یدہ او یدین یقوم مقامہ کما جرد استیر و غاصب مودع فیغنی ذلک  
عن اعلان الایدی عند الموت تغلب ید ملک بواسطۃ الضمان فاذا ثبتت الملك ثبتت اجزؤہ جبراً ضرورۃ جبراً ضرورۃ لازم ہے مگر یہ کہ شاہدین گواہی دین مورث کے  
ملک کی اس کے مرنے کی وقت یعنی یون کمین کہ مورث تا مگر اسکا مالک ہایا اسکے ہاتھ کی یعنی اسکے قبضہ و تصرف کی گواہی دین یا اس شخص کے قبضہ  
اور تصرف کی گواہی دین جو مورث کے قائم مقام ہے چنانچہ مستاجر یا عاریت لینے والا یا غاصب یا امانت دار تو یہ یعنی شہادت ملک یا قبضہ یعنی یہ بیان جو میراث  
سے اس واسطے کہ قبضہ و تصرفات موت کے قریب منتقل قبضہ ملک ہو جاتے ہیں بواسطہ ضمان کے پھر جب مورث کی ملک ثابت ہوتی تو جو میراث صریحاً  
ثابت ہو گئی م تا وقت موت قبضہ ثابت ہونا ثابت ملک ہے اس واسطے کہ قبضہ اگر چہ چند قسم ہوتا ہے یعنی قبضہ غصب اور قبضہ امانت اور قبضہ ملک لیکن موت  
کے قریب بغیر بیان قبضہ ملک ہو جاتا ہے اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ غاصب و امانت دار اگر بلا بیان غصب و امانت کے مر جائے تو منسوب اور ودیعت  
اسکی ملک ہو جاتی ہے اس پر ضمان واجب ہو کر شرعاً کذافی الفتح مآخرو نے در میں کہا تا موت قیام تصرف دلیل ملک سیت ہے بواسطہ ضمان کے اس واسطے کہ ظاہر  
حال سلم پر دلالت کرتا ہے کہ اگر منسوب و امانت اسکے پاس ہوتی تو ایسے وقت نازک میں بیان کر دیتا پھر حسب اسے بیان نہ کیا تو معلوم ہوا کہ جو اسکے تصرف  
میں تھا سو اسکا ملک تھا انتہی بلخصاً ولا بد مع اجماع الذکور من بیان سبب الوارثۃ و بیان ہنہ اخوہ لا یبرہ امرہ ولا احدہما وغیر ذلک طبریہ اور شہادت  
میراث میں جو مذکور کے ساتھ بیان کرنا سبب ارث کا ضروری ہے یعنی سبب خاص کا بیان کرنا کہ مدعی میت کا بھائی ہے یا چچا اور یہ بیان ضروری ہے کہ مدعی میت کا  
سکا بھائی یا قبط پیدہ ہے یا بھائی ہے یا پادری اور مانند اسکے کذافی الظہیر یہ ہم اور مدعی کی شہادت میں یون کہنا ضروری ہے کہ مدعی مدعی میت کا بھائی ہے اسکو آزاد کر دیا  
اور کوئی اسکا وارث نہیں سوائے اسکے اس واسطے کہ کفوفی مشترک ہے چند معانی میں کذافی الطحاوی بقی شرط ثالث و ہو قول شاہد لا وارث اول  
اعلم انہ شرط ثانیہ اور شہادت ارث میں تیسری شرط باقی رہی وہ یہ قول ہے شاہد کا کہ میت کا کوئی وارث نہیں سوائے مدعی کے یا میں کسی ارث کو نہیں  
جانتا سوائے اسکے و الرابع وہ ان یدرک الشاہد المیت والاباطلۃ عدم معایتہ سبب ہے کہ ہا البرازی اور باقی رہی چوتھی شرط وہ یہ ہے کہ شاہد نے میت کو پایا  
ہو یعنی دیکھا ہو اور نہیں تو شہادت باطل ہے سبب عدم معایتہ سبب ملک شرط ثالث اور رابع کو برازی نے ذکر کیا و ذکر اسم المیت لیس بشرط  
اور میت کا نام ذکر کرنا شہادت میں شرط نہیں و ان شہدا سید سے سوا اقالا شہرا ولا ردت بقیاہما بمجول لتتووع ید اکی اور اگر شاہدین نے

شخص زندہ کے قبض اور تصرف کی گواہی دی خواہ شاہدین نے یوں کہا کہ ایک عینے یا ایک سال سے قبضہ تھا یا یوں نہ کہا تو گواہی مقبول نہیں بسبب قائم ہونے  
گواہی باہر مقبول سبب چند قسم ہوتے قبض زندہ کے قبضے مثلاً ایک گھر ایک مرد کے قبضے میں ہو سو دوسرے شخص نے دعویٰ کیا کہ میرا ہے اور گواہوں نے گواہی دی کہ  
وہ سابق میں مدعی کے قبضے میں تھا تو مقبول نہیں سبب جہالت مشہورہ کے اس واسطے کہ محتمل ہو کہ اس کا قبضہ بطریق ملک تھا یا بطریق دعوت یا اجارہ یا نصیب  
قاضی سبب شک کے حکم نہ دیکھا کہ پھر سکودیا جائے کہ لسانی اور اختلاف یا شہدا انہما کانت لملکہ واقرا المدعی علیہ بذکرہ شہدا ان قرآنہ کان فی ید  
المدعی دفع المدعی لعلو مینہ الاقرار و جہالتہ مقربہ لا بطل الاقرار بخلاف اس صورت کے کہ اگر دو شاہدوں نے گواہی دی کہ مثلاً گھر مدعی کی ملک تھا یا مدعا علیہ نے اس کا اقرار  
کیا کہ وہ مدعی کی ملک تھا یا دو شاہدوں نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ وہ مدعی کے قبض میں تھا تو وہ چیز مدعی کو دلائی جائیگی بسبب معلوم ہونے اقرار کے  
اور جہالت مقربہ بطل اقرار نہیں ہم یہی صورت میں دلانے کی وجہ یہ ہے کہ ملک منقضی کی گواہی مقبول ہے اس واسطے کہ اصل یہ ہے کہ ہر چیز کو بطور سابق باقی رکھتے تا عدم ثبوت  
انتقال اور مقربہ یعنی حکم مدعا علیہ نے اقرار کیا یعنی قبض مدعی کا اقرار مقبول ہے معلوم نہیں کہ اس کے قبضے میں بطور امانت یا غصب کے تھا یا بطور ملک کے تو یہ جہالت  
بطل اقرار مدعا علیہ دلانے کے حق میں نہیں خلاصہ یہ ہے کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا مثلاً گھر سابق میں مدعی کے قبض میں تھا تو قاضی حکم کرے گا کہ مدعی کو تسلیم کرے  
اس واسطے کہ انسان کا اقرار اسکی ذات پر حجت ہے بعد اسکے اگر مدعا علیہ دعویٰ کرے کہ اس کے قبضے میں بطور امانت یا غصب کے تھا تو اسکو گواہی سے ثابت کے کذافی الخطا و  
بصرف دلائل ان اہتمام ذہبا ملک بعضی مقبولہ لا بالید المنقضیۃ لتتبع الید لا الملک بلزاتہ اور مسائل مذکورہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ملک منقضی کی گواہی مقبول ہے قبض  
منقضی کی سبب چند قسم ہوتے قبض کے نہ چند قسم ہونے ملک کے کذافی البرزاتیہ م قبض منقضی سے زندہ کا قبض فرادہ ہے قبض سیت کا اس واسطے کہ قبض  
سیت کی گواہی مقبول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کذافی الخطا وی و واقرا نہ کان بید المدعی بقرحق بل یكون اقرا بالید المنقضی بہ نعم جامع الغضولین اور اگر مدعا علیہ  
اسکا اقرار کرے کہ وہ چیز مدعی کے قبض میں باحق تھی تو یہ مدعی کے قبض کا اقرار ہو گا یا نہیں قول منقضی یہ ہے کہ بان یہ بھی قبض کا اقرار ہو گا کذافی جامع الغضولین  
یعنی اگر بعد اسکے گواہی غصب پر قائم ہوگی تو مسموع ہوگی فروع مسائل ملحقہ شارح کے شہدا بافت و قال احدانہ قضی خمس مائۃ قبلت بافت الا اذا شہد مدع  
آخر دو شاہدوں نے ہزار کی گواہی دی اور ایک اور گواہ نے کہا کہ مدعا علیہ نے پانسو ادا کیے ہیں تو ہزار میں گواہی مقبول ہوگی بلکہ جب کہ اس شاہد کے  
ساتھ دوسرا شاہد بھی پانسو کے ادا کرنے کی گواہی دی تو اب پانسو میں مقبول ہوگی اور دکرنا مدعی کا تکذیب شاہد ہوگی ہزار کی شہادت میں بلکہ تکذیب اس  
شہادت میں ہر جو اسکی حشرت میں واقع ہوئی اور ایسی تکذیب مانع شہادت نہیں ولا شہد من علمتہ یقر المدعی بہ اور نہ گواہی دے اپنی دانست سے  
ہمان تک کہ مدعی اسکا اقرار کرے م تبیین اور کافی میں ہو کہ پورے ہزار کی گواہی نہ دے جب اسکو معلوم ہو کہ مدیون نے اس میں سے پانسو ادا  
کیے ہیں تا وقتیکہ مدعی پانسو قبض کرنے کا اقرار نہ کرے تاکہ شاہد مدد کا زلم کا نہ ہو کذافی العالمیۃ شہدا بسرۃ بقرۃ و اختلافانی لو تھا قطع خلاف اہتمام و  
تتظہر صدر الشریعہ قولہما دو شاہدوں نے پیل کی چوری کی گواہی دی اور اختلاف کیا اسکے رنگ میں تو سارق کا قطع یہ ہوگا بخلاف صاحبین کے اور  
صدر الشریعہ نے صاحبین سے قول کو ظاہر کیا ہم امام کی دلیل یہ ہے کہ چوری پیشترت کو ہوتی ہے تو رنگت میں دھوکا پڑ سکتا ہے لہذا اسکا اختلاف مانع شہادت نہیں ہے لہذا  
اذالم یذکر المدعی لو تھا ذکرہ الزلیعی اور یہ یعنی عدم اعتبار رنگ سوت ہر جگہ مدعی نے اسکی رنگت مذکور نہ کی کذافی الزلیعی یعنی اگر مدعی رنگت کرے گا تو بالاتفاق  
گواہی مقبول ہوگی اس واسطے کہ مدعی ایک شاہد کا مذکور ہوگا مدعی المدیون الا ایصال متفرقا و شہدا بطلقا اوجہ لم تقبل وہا بنیہ مدعی نے ایصال میں کا  
دعویٰ کیا بطریق اسلے متفرق اور شاہدین نے ایصال مطلق یا ایصال یکبارہ کی گواہی دی تو مقبول نہیں کذافی الوسیانیہ شہدانی دین الحی بانہ کان علیہ  
کہ تقبل الا اذا سألنا انھم عن بقائہ الآن فقال لا ندری و فی دین المیت لا تقبل مطلقا حتی یقول مات وہو علیہ بقرہ و شاہدوں نے گواہی دی زندہ کے  
دین میں اس طرح کہ ایہ شہادین تھا تو مقبول ہے ہر جگہ مدعا علیہ نے شاہدوں سے ایک بقیے دین کا سوال کیا تو شاہدوں نے کہا کہ ہم کو معلوم نہیں

Marfat.com



تو گواہی مقبول نہیں اور سب کے دین میں مطلقاً مقبول نہیں جب تک کہ شاہدین یوں نہ کہیں کہ وہ مر گیا اور دین اسپر موجود ہے کذا فی البحر قلت و بخلافه  
 مافی حدیث الحکام من ثبوتہ بجر بیان سببہ وان لم یقول الامت و علیہ دین اتنی والاحتیاط لا یخفی من کتابہون بجر الرائق کے مخالف ہے وہ قول جو حدیث الحکام  
 میں ہے ثابت ہو جانے دین سے بجر بیان سبب دین اگرچہ شاہدین نے یہ نہ کہا ہو کہ وہ مر گیا اور دین اسپر موجود ہے اتنی اور احتیاط مخفی نہیں م یعنی  
 بجر الرائق کے قول میں احتیاط ہر حال میں توفیر ہے وارثوں کی واسطے علامہ قدسی نے کہا کہ اول یعنی بجر الرائق کا قول ضعیف ہے اور احتیاط اہریت میں اہقر کانی ہے  
 کہ خصم سے قسم لیا ہے باوجود شہادت کے کذا فی الطحاوی ادعی ملک فی الماضي و شہد اب فی الحال لم یقبل فی الصحیح کما لو شہد اب بالماضی ایضا جامع الفصولین مدعی نے  
 ملک زمان گذشتہ کا دعوی کیا اور شاہدین نے ملک فی الحال کی گواہی دی تو مقبول نہیں قول صحیح میں چنانچہ اگر شاہدین نے ملک ماضی کی بھی گواہی دی تو مقبول نہیں کذا فی  
 جامع الفصولین م ادعاے ملک ماضی قرینہ بر نفی ملک فی الحال کا واسطے کہ مدعی کا کچھ فائدہ نہیں شہاد ماضی میں باوجود قیام ملک فی الحال کذا فی الطحاوی عن جامع الفصولین

باب الشہادۃ علی الشہادۃ

یہ باب ہے گواہی پر گواہی دینے کا شہادت علی الشہادۃ کو قیاس مقضی نہیں کیونکہ وہ عبادت بدنی ہے اور نیابت جاری نہیں عبادت بدنیہ میں لیکن فقہانے  
 بدلیل استحسان اسکو جائز رکھا ہے سبب شدت حاجت کے واسطے کہ اصل شاہد سببیت یا سفر وغیرہ کے ادائے شہادت سے عاجز ہوتا ہے تو اگر اصل کی گواہی  
 پر فرع کی گواہی جائز نہ ہوتی تو اکثر حقوق ضائع ہو جاتے و لہذا شہادۃ علی الشہادۃ جائز ہے اگرچہ بکثرت ہو یعنی فروع کی شہادت پر شہادت پھر انکی فروع کی شہادت پر  
 شہادت و علی ہذا القیاس کذا فی الدرر المنضہ ہی مقبولہ و ان کثرت استحسانانی کل حق علی الصحیح الا فی حد و حد و سقوطہا بالمشبہ شہادت پر شہادت مقبول ہے اگرچہ  
 طبقات فروع میں کثرت اور تعدد ہو مقبول ہے بطریق استحسان کے ہر حق میں بقول صحیح مگر حد اور قصاص میں مقبول نہیں سببیت قطع ہو جانے دونوں کے شبہ  
 سے و جاز الا شہاد مطلقاً اور جائز ہے شاہد کرنا ہر طرح یعنی بعد و بلا غدرم خزانہ المقتیین میں ہے کہ اپنی ذات کی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہے اگرچہ اصول کو کچھ عذر  
 منوتا ہو اگر اصول کو بیماری یا سفر یا موت سے عذر پیش آوے تو فروع گواہی دین لیکن لا یقبل الا بشرط تعذر حضور الال لموت ای موت الاصل لیکن  
 فرع کی گواہی مقبول نہیں مگر بشرط تعذر حاضر ہونے اصل کے موت سے یعنی اصل شاہد کے مرجانے سے و ما نقلہ تہستانی عن قضاۃ التہامیۃ فیہ کلام فائدہ نقلہ عن  
 الخانیۃ عنہما و ہو خطا و الصواب ہما اور جو تہستانی نے تہامیہ کی کتاب القضا سے نقل کیا ہے اس میں کلام ہے سو تہستانی نے اسکو تہامیہ سے نقل کیا اور تہامیہ میں  
 خانیہ سے اور جو خانیہ کی کتاب القضا میں ہے وہ خطا ہے اور ٹھیک وہ قول ہے جو خانیہ کے باب الشہادۃ علی الشہادۃ میں ہے م تہستانی نے کہا لیکن تہامیہ وغیرہ کی  
 کتاب القضا میں ہے کہ اصل حیثہ جائے تو اسکی فرع کی شہادت مقبول نہیں تو حیث اصل کی شرط ہے اتنی علی نے کہا کہ تو نے عبارت خانیہ کی دیکھی اسس  
 میں نقل تہامیہ خانیہ سے نہیں طحاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا دانا نقلہ عنہما عن الخانیۃ چنانچہ خود شارح نے اسکی تصریح کی ہے شرح ملتقی میں اتنی  
 لہذا ترجمہ نے اسی طرح ترجمہ کیا اور عرض و سفر و کثرت الثانی بغیبتہ کیثت تعذر ان یثبت بالہ و اسختم فیہ واحد فی التہستانی و السراجیۃ و علیہ الفتوی و اقرا  
 المصنف یا حضور اصل متعذر ہو بسبب بیماری یا سفر کے اور ابو یوسف نے اصل کی غیبت پر کفایت کی ہے اس طرح کہ متعذر ہو اسکو اپنے لوگوں میں رات  
 کا ہونچنا اور پسند کیا ہے اس قول کو بہت علمائے اور تہستانی اور سراجیہ میں ہے اور اس قول پر فتوی ہے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح  
 میں م بیماری سے وہ بیماری مراد ہے کہ مجلس قضا میں حاضر نہ ہو سکے اور سفر سے تین رات دن کی راہ کی غیبت مراد ہے اور یہی قول ظاہر الروایت ہے تانا نقلہ  
 میں ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر صبح سے ادائے شہادت کی واسطے جائے اور اپنے گھر میں استتک آسکے تو شہادہ جائز ہے اور یہ قول  
 ہے فقیر ابو اللیث کا سراجیہ میں ہے کہ اس قول پر فتوی ہے کذا فی العالگیریہ او کون المرأة مخدرة لا تخالط الرجال ان خرجت حاجتہ و حمام فنیۃ یا حضور اصل متعذر  
 ہو بسبب ہونے عورت کے مستورہ پر وہ نشین جو مردوں سے مخالط نہ کرتی ہو اگرچہ حاجت اور حمام کی واسطے نکلتی ہو کذا فی القنیۃ و فیہما لا یجوز الا شہادہ سلطان

باب الشہادۃ علی الشہادۃ





اپنی اصل کے واسطے اگر فروع مشہور بعدالت ہوں اور نہیں تو اصول اور فروع سب کی تعدیل لازم ہوگی کما لیکن تعدیل حد الشاہدین صاحبہ فی اصح لان العدل لا یتیم بثلثہ جیسے کفایت کرتی ہو ایک شاہد کی تعدیل دوسرے شاہد ساقی کو قول صحیح میں اس واسطے کہ عادل تہم نہیں ہوتا اپنے مانند دوسرے عادل کی تعدیل سے یعنی بعضوں کے نزدیک یہ جائز نہیں کیونکہ وہ تہم ہو سوا اسطے کہ حد الشاہدین اپنے رفیق کی تعدیل سے یہ چاہتا ہے کہ سیری شہادت قبول ہو اور قاضی اس پر حکم لے لیکن بقول صحیح جائز ہے اس واسطے کہ عادل تعدیل مثل سے تہم نہیں جیسے اپنے ذات کی شہادت میں تہم نہیں یعنی اسکی ذاتی شہادت بھی اس شفقت کی تفسیر ہو کہ وہ مقبول بقول ہو اور قاضی اسکی شہادت پر حکم کرے تو جیسے شرع نے سبب اسکی عدالت کے اس شفقت کو مانع شہادت سے تہم نہیں کیا ویسے ہی تعدیل مثل میں بھی کذا فی الفتح وان سکت الفرع عند نظر القاضی فی حالہ وکذا لوقال لا اعرف حال علی صحیح غیر بلائیرہ وشرح المجمع وکذا لوقال المس عدل علی باقی ہستانی عن محیط فتنہ اور اگر فروع تعدیل اصل سے سکوت کرے تو نظر کرے قاضی اصل کے حال میں یعنی فروع کی گواہی جائز ہے اگر غیر فروع اصل کی عدالت بیان کرے تو حکم سے اور نہیں تو نہیں کذا فی الفتح اور اسی طرح حکم پر بقول صحیح اگر فروع کے میں اس کے حال کو نہیں جانتا کذا فی الشرح المجمع وشرح المجمع اور اسی طرح اگر فروع کے کماصل عادل نہیں چنانچہ ہستانی میں محیط سے ہے سوا گاہ رہتا تو تامل شہادۃ الفروع با موثر نسیم عن الشہادۃ علی الاظہر خلاصہ ویسے متناہی مخالف اور باطل ہو جاتی ہے فروع کی گواہی چند امور سے سبب وکس نے فروع کے شہادت سے یعنی اصول نے فروع سے کما کہ تم ہمارے شہادت کی گواہی نہ دیکھو تو شہادت فروع باطل ہے بقول اظہر کذا فی الخلاصہ اور آویگا تین میں مخالفت اسکے و غیر فروع اصل عن اہلبیتا کفستق وخرس وعی اور باطل ہوتی ہے شہادت فروع کی سبب نکل جانے اصل کے شہادت کی اہمیت سے مانند فسق اور لنگی اور نابینائی کے یعنی اگر اصل شاہد فاسق یا گونگا یا اندھا ہو گیا تو فروع کی شہادت باطل ہے اسی طرح جنون اور ارتداد و بائع کار اصل الشہادۃ لقولہم ہا شہادۃ اولم تہدیم او شہدنا ہم وعلظنا اور فروع کی شہادت باطل ہے سبب انکار کرنے اصل کے شہادت کو چنانچہ اصول کا یون کہنا کہ ہم گواہ نہیں یا ہم نے انکو گواہ نہیں کیا یا ہم نے انکو گواہ کیا اور ہم نے غلط کما کافی میں ہے صورت مسئلہ یہ ہے کہ اصول نے کما کہ ہم اس حد تک گواہ نہیں پھر وہ مرگے یا غائب ہو گئے پھر فروع آئے اور انکی شہادت پر شہادت دی اس حادثے میں اور اگر اصول موجود ہیں تو فروع کی شہادت کی طافت التفات نہیں باگرچہ اصول منکر ہوں کذا فی الدرر ولو سلوا فسکتوا قبلت خلاصہ اور اگر اصول سے فروع کی شہادت کا سوال ہو اور انھوں نے سکوت کیا یعنی نہ اقرار کیا نہ انکار تو فروع کی گواہی مقبول ہے کذا فی الخلاصہ اس مسئلہ میں سکوت مانند نطق کے ہے شہادۃ علی شہادۃ آئین علی فلانۃ بنت فلان الفلانۃ و قال لا اہترتا بمعرفتها و جاز المدعی بامرأة لم یعرفا انہما ہی قبل لریات شاہدین انہما ہی فلانۃ و لوقرۃ و شاہدوں نے گواہی دی و شخصوں کی شہادت پر فلانی عورت بنت فلان فلانی قوم والی پر اور فرعون نے کہا کہ ہمکو اصلین نے خبر دی اسکی معرفت کی یعنی شاہد اصل اس عورت کو جانتے تھے اور مدعی ایک عورت کو لایا جسکو شاہد فروع نہیں پہچانتے کہ یہ عورت وہی ہے تو مدعی سے کہا جائیگا کہ تو دو شاہد لاکہ یہ عورت ہے فلانی عورت ہے اگرچہ عورت حاضرہ اقرار کرتی ہو کہ میں ہی عورت ہوں م صدر الشریعہ نے کہا کہ اس مسئلہ سے غرض یہ ہے کہ شرط نہیں کہ فروع شہود علیہ کو جانتے ہوں اور یہ غرض نہیں کہ نسبت پوری ہو اور گواہی مقبول ہے اس واسطے کہ شاہدین نے جبکہ اسکے دادا کا ذکر نہ کیا تو سکھنے یا قبیلہ مخصوصہ کے طرف نسبت کرنا طرفین کے نزدیک ضروری ہے تاکہ نسبت پوری ہوتی تھی ملاحظہ فرمائیے درمیں کما کہ مدعی سے اس واسطے گواہ طلب ہوے کہ تعریف بالنسبہ ثابت ہو چکی دونوں کی شہادت سے اور مدعی دعویٰ کرتا ہے کہ نسبت مذکورہ عورت حاضرہ میں ثابت ہے مگر یہ احتمال ہے کہ شاید اور عورت ہو غیر اسکی تو ضرور ہوا اس کا اثبات حاضرہ کے واسطے تو یہ گواہی شہادت حاضرہ کے مانند ہے جو اور شاہدوں سے پوری ہوتی ہے اتنی و مثلاً کتاب الحکم و ہو کتاب قاضی الی القاضی لانه کاشہادۃ علی الشہادۃ لہو جاز المدعی برجل لم یعرفہ کلیفہ لاثبات انہ ہو و لو مقر الاحتمال الترویز پر اور مسئلہ مذکورہ کے مانند کتاب حکمی ہے یعنی ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو اس واسطے کہ وہ مانند شہادت علی الشہادۃ کے ہے تو اگر مدعی لایا ایک مرد کو جسکو قاضی کے خط کے دو شاہد نہیں پہچانتے تو قاضی مکتوب الیہ مدعی کا





القاضی اللہ شہادۃ وجہا ذراہ سیاستہ اور بجز اراق میں ہوا اور ظاہر کلام فقہیہ ہے کہ قاضی کو جائز ہے کہ جھوٹے گواہ کا سہہ کالا کرے بطور سیاست کے اگر اسکو مصلحت دیکھے وقیل ان رجوع مصر اضر بجماعہ وان تاکبلم یغیر جماعہ اور بعضوں نے کہا کہ اگر شاہد زور رجوع کرے مصر ہو تو باجماع امام اور صاحبین کے اراجا سے اور اگر توبہ کرے رجوع کرے تو بالاتفاق اس پر تعزیر نہیں مہ اصرار کی یہ صورت ہے کہ شاہد کہے کہ میں نے یہ جھوٹی گواہی دی اور میں ایسی گواہی سے نہ پھر دیکھا کذا فی الفتح و تفویض مدۃ توبہ لرای القاضی علی الصحیح لو فاسق او عدل لا اوست و الا تقبل شہادۃ ابداء اور شاہد زور کے توبہ کرنے کی مدت قاضی کی راسے پر موقوف ہے قبول صحیح اگر شاہد فاسق ہو اور اگر عادل ہو یا مستور احوال ہو تو اسکی گواہی کبھی مقبول نہیں یعنی اس واسطے کہ اسکی توبہ لو نہیں ہو سکتی کذا فی الطحاوی قلت وعن الثانی تقبل وہ بے فیتے یعنی وغیرہ میں کہتا ہوں اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ شاہد زور عادل یا مستور احوال کی توبہ کر کے گواہی مقبول ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کہ کذا فی الحینی وغیرہم اس واسطے کہ گاہے اسکی توبہ ظاہر ہو سکتی ہے شہادت زور پر مذمت اور ناست کرنے سے والسا علم کذا فی الطحاوی

باب الرجوع عن الشہادۃ

باب الرجوع عن الشہادۃ

یہ باب ہے شہادت سے رجوع کرنے کا رجوع عن الشہادۃ یعنی گواہی دیکر پلٹنا اور پھر جاننا اور اصطلاح فقہ میں عبارت ہے نفی کرنے اس چیز سے جسکو ثابت کر چکا کذا فی الطحاوی ہوا ان یقول رجعت عما شہدت سابقہ و نحوہ رجوع عن الشہادۃ یہ ہے کہ شاہد کہے کہ میں پھرا اور پلٹا اس چیز سے جسکی میں نے گواہی دی اور مائد اس کلام کے مینا پانچوں کتاب میں نے جھوٹی گواہی یا میں جھوٹ بولا اپنی گواہی میں کذا فی الطحاوی یا میں بطل تھا شہادت میں یعنی ناحق پر تھا اس میں کذا فی الدرر والاکر بلا کیوں رجوع اور اگر شاہد نے شہادت کا انکار کیا توبہ انکار رجوع عن شہادۃ نہیں الرجوع شہادۃ مجلس القاضی کو غیر الاول لان فتح او توبہ وہی بسبب جنابہ کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام اسر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ اور رجوع کی شرط قاضی کی مجلس ہے اگرچہ اول قاضی کے سوا دوسرے قاضی کے رو برو رجوع کرے مجلس قاضی اس واسطے شرط ہے کہ رجوع عبارت ہے نسخ شہادت یا توبہ سے اور توبہ گناہ کے موافق ہوتی ہے جنابہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تخطی گناہ کی تخطی توبہ ہے اور علانیۃ گناہ کی علانیۃ توبہ یعنی شہادت زور گناہ ہے مجلس قضا میں تو اسکی توبہ بھی مقید مجلس قضا ہوگی فلو ادعی الشہود علیہ جوعی عند غیرہ و برہن او اردو میں ہا لا تقبل بفساد الدعوی تو اگر دعویٰ کیا شہود علیہ نے شاہدین کے رجوع عن شہادۃ کا غیر قاضی کے رو برو اور سکو گواہی ثابت کیا یا در صورت عدم گواہ شاہدین سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو مقبول نہیں بسبب فساد دعویٰ کے م یعنی بینہ اور بین دعویٰ صحیح پر قائم ہوتی ہیں اور یہ دعویٰ کہ شاہدین نے غیر مجلس قاضی میں رجوع کیا باطل ہے لہذا ذمہ مقبول ہے تکلیف شاہد کذا فی الدرر بخلاف ما لو ادعی و توبہ عند قاضی و قضینہ ایما ہما تسمی بخلاف اسکے اگر دعویٰ کیا واقع ہونے رجوع کا کسی قاضی کے پاس اور ضمان لینے قاضی کا شاہدین سے کذا فی الملتئم یعنی اگر یہ دعویٰ کیا کہ شاہدین نے فلا نے قاضی کے پاس رجوع عن شہادۃ کیا اور قاضی نے شاہدین سے ضمان مال لیا یعنی ضمان کا ائیر حکم کیا اور اس دعویٰ پر گواہ قائم کیے تو مقبول ہے بسبب صحیح ہونے دعویٰ کے کذا فی الدرر و برہن انما اقرار رجوعہا عند غیر القاضی قبل وجعل انشاء الحال ابن ملک یا مدعا علیہ گواہ لایا اسپر کہ دونوں شاہدوں نے رجوع شہادت کا غیر قاضی کے رو برو اقرار کیا تو مقبول ہے اور اقرار مذکور فی احوال کا انشاء قرار دیا جائے گا کذا ذکرہ ابن کثیر یعنی گویا بافضل رجوع واقع ہوا فان رجوع قبل حکم بہا سقطت سو اگر شاہدین نے رجوع شہادت سے کیا اس سے پہلے کہ قاضی ہو مجلس شہادت کے حکم کرے تو شہادت ساقطہ الا اعتبارہ ہر قاضی اسپر حکم نہ کرے ولا ضمان وعز و عن بعضہا لانہ فسق نفسه جامع الفصولین اور قبل حکم شاہد پر ضمان نہیں اور اسکو تعزیر دیکھائے اگرچہ شاہد بعض شہادت سے رجوع کرے اس واسطے کہ شاہد نے اپنی ذات کو منسوب بفسق کیا رجوع سے کذا فی جامع الفصولین اور خلا لکہ فاسق کی گواہی مقبول نہیں کذا فی التعم قبل حکم ضمان نہیں بسبب عدم اطلاق کے اور تعزیر سے ہی تعزیر مراد ہے جو شاہد زور میں



مذکور ہو چکی یعنی تشہیر امام کے نزدیک اور ضرب اور صبر صاحبین کے نزدیک اور بعض شہادت سے رجوع چنانچہ زمین اور اسکی عمارت کی اور گھوڑی اور  
اسکے بچے کی گو اسی دی پھر عمارت اور بچے میں رجوع کیا و بعدہ لم یفسخ حکم مطلقاً ترجمہ بالقضاء اور بعد قضاء حکم فسخ ہو گا کسی طرح خواہ شاید حال حدت  
میں رجوع کیوقت راہی ہو اس حال کے جو شہادت کے وقت تھا یا ارنے یا اعلیٰ ہو کذا فی المنع بسبب ارجح ہو جائے خبر اول کے قضا سے اگر شہادتی تفسیح کرنا ترجیح  
انجرا اول بن الشاہد بالقضاء تو بہتر ہوتا اس واسطے کہ ترجمہ کی ظاہر ضمیر حکم کی طرف راجع ہو اور وہ خلاف مقصود ہے حکم اس واسطے قسح ہو گا کہ شاہد و کی خبر ثانی  
سناقتسب خبر اول کے تو حکم منقوض نہیں ہو سکتا بسبب تناقض کے اور اس واسطے کہ خبر ثانی صدق پر دلالت کرنے میں خبر اول کے مانند ہے اور حالانکہ خبر اول صحیح  
اور غالب رہی اتصال قضا سے بخلاف خبر ثانی کذا فی الطحاوی بخلاف ظہور الشاہد عبد او محمد ودانی قذت فان القضاء یطیل ویرد ماخذ و یلزم الدیون  
مقاصد لا یمنین شہود ما عوان حکم اذا احتفا فان لم علی القضا لہ شرح تکرر بخلاف ظاہر ہونے شاید کے غلام یا محمد ودانی القذت اس واسطے کہ قضا اس صورت میں باطل  
ہو جاتی ہے اور معنی دھیر ہے جو اس سے لیا اور ولی مقتول کے واسطے دیت لازم ہے اگر قضا کا حکم ہو گیا ہو اور شہود مذکورین پر ضمان نہیں اس واسطے  
مذکور ہو چکا کہ حکم جب خطا کرے حکم میں تو نادان مقضی لہ پر ہر کذا فی شرح الکلام صورت مذکورہ میں خطا سے حکم یہ ہے کہ اس نے حال شہود کا قص  
نہ کیا تا معلوم ہوتا کہ وہ غلام ہیں یا محمد ودانی القذت و ضمناً ما املقاہ للشہود و علیہما تعدیاً مع تعدد تضمین الباشر لانه کالمجاہ الی القضاء اور شاہدین  
راجعین تاوان دین شہود علیہ کے اس مال کا جس مال کو انھوں نے تلف کر دیا اس واسطے کہ شاہدین تلف مال کے سبب واقع ہوئے تعدی کی  
راو سے ساتھ متعذر ہونے تضمین مباشر یعنی قاضی کے اس واسطے کہ قاضی بمنزلہ مضطر کے حکم دینے میں مہام شافعی رو کے نزدیک شہود پر ضمان نہیں حکم  
رجوع کریں اس واسطے کہ شہود سبب ہیں تلف مال کے اور قاضی مباشر ہے اور سبب کا اعتبار نہیں مباشر کے ہوتے اسکا جواب یہ ہے کہ شہود نے اپنی اذات یہ سبب  
نشان کا اقرار کیا یعنی شہادت باطلہ سے اور قاضی مباشر تضمین متعذر ہے اس واسطے کہ قاضی حکم دینے میں مضطر ہے کیونکہ قاضی پر حکم دینا واجب ہے جبکہ شہود کی  
عدالت ظاہر ہوتا ہے انیکہ اگر حکم نہ دے تو گنہگار اور مستحق عزل اور لائق تعزیر ہو قبض الممد شی المال اولاً بقضی بجز بزاز یہ و خلاصہ و خبر ثانی تضمین شہادین ضمان  
دین یعنی مال کو قبض کیا یا نہ کیا ہو اسی کا قوی ہے کذا فی البحر والبرزخ و خلاصہ و خبر ثانی تضمین و قیدہ فی اوقایہ و الکفر و اندر و ملحق بماذا قبض المال  
عدم اختلاف قبلہ اور قبض کیا ہے ضمان کو و تا یہ اور کفر اور در اور ملحق الاجر میں ساتھ اس قید کے کہ یہ ہے علی مال کو قبض کرے اس واسطے کہ قبل قبض کے تلف  
نہیں و قبض ان المال عیناً کلا لاد وان دنیا کاشانی و اقرہ القستانی اور بعضوں سے کہا کہ اگر مال عین ہے یعنی غیر دین ہے تو اول قول کے مانند ہے یعنی قبض  
اور نہ قبض و فلو ان صورہ تو نہیں ضمان ہے اور اگر مال دین ہے تو قول ثانی کے مانند ہے یعنی بشرط قبض ضمان ہے اور اس قول مفصل کو ثابت کیا ہے قستانی نے  
م و قبض قبض مذکور ہے کہ ضمان مقید بمانکست ہے و عین میں تو شہود علیہ کی ملک زائل ہو گئی قضا سے و لہذا مقضی علیہ کو نہیں قصرت جابر نہیں و مقضی کو جابر  
اور دین میں ملک اسکی زائل نہیں ہوتی جب تک مقضی قبض نہ کرے تو اگر شاہد پر ضمان ہو قبض سے پہلے تو مانکست متحقق نہو کذا فی الجلی العبرۃ فیہ من  
من اشہد لامن رجوع اور ضمان میں اسکا اعتبار ہے جو شاہد کہ باقی رہا نہ اس شاہد کا جسے شہادت سے رجوع کیا مہ قاعدہ کلیہ ہے ضمان کے حساباً فلا  
رجوع احدیہما ضمن النصف اور اگر ایک شاہد پھر گیا شہادت سے تو نصف مال کا تاوان ہے اس واسطے کہ دو مردوں کی شہادت میں ہر شاہد کی شہادت سے  
نصف محبت قائم ہے جو بیک شاہد اپنی شہادت پر باقی رہا تو نصف مال میں محبت باقی رہی تو راجع پر اسکا ضمان واجب ہے جس میں محبت باقی رہی و  
ہر کذا فی الدرر وان رجوع احدیہما لم یضمن اور اگر تین شاہدوں میں سے ایک شاہد راجع ہو تو وہ ضمان نہ لے گا اس واسطے کہ دو شاہد باقی  
ہیں بکی شہادت سے کل حق باقی ہے و ان رجوع آخریہما النصف اور اگر تین شاہدوں میں دو سرابھی پھر گیا تو دونوں شاہدین رجوع نہ  
مال کا ضمان دین م اس واسطے کہ شہادت پر وہ شخص باقی ہے جس سے نصف مال باقی ہے یعنی ایک شاہد و ان رجوعت امر آہ



رجل وامرأتین صممت المرء اور ایک عورت پھر جا کے ایک مرد اور دو عورتوں سے تو وہ چوتھائی مال رضمان کے ماسوائے کہ شہادت پر آتے  
 شخص باقی ہیں جسے تین چوتھائی مان باقی ہیں وان رجعتا فالنصف اور اگر ایک مرد اور دو عورتوں سے دونوں عورتیں شہادت سے پھر گئیں تو  
 دونوں نصف مال رضمان دین ماسوائے کہ وہ شہادت پر قائم ہو جس سے نصف مال باقی ہو وان رجعتا نسا من رجل وعشر نسوة لم یضمن  
 اور اگر آٹھ عورتیں پھر گئیں ایک مرد اور دس عورتوں سے تو کوئی تاوان نہ ہے ماسوائے کہ اس قدر شہادت باقی ہیں جنکی شہادت سے کل حق باقی ہے  
 کیونکہ نصاب شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں فان رجعتا اخری ضمن التسع رجوع بقا الثلثہ اربع الفضاہ اور اگر ایک اور پھر گئی تو عورتوں  
 چوتھائی مال کا رضمان دین سبب باقی رہنے نصاب کی تین چوتھائیوں کے ماسوائے کہ نصف حق مرد سے باقی رہا اور رجوع حق ایک باقی عورت سے قائم ہو گا تا  
 اگر تو دو عورتوں کی رجوع سے تلف ہو جائے فان رجعتا اخری ضمن التسع رجوع بقا الثلثہ اربع الفضاہ اور اگر ایک مرد اور دس عورتیں شہادت سے پھر گئے تو انام کے  
 نزدیک دائی شہادتیں حصوں کے حساب سے ہی چھٹا حصہ مرد پر ہے اور باقی عورتوں پر ہم امام کی دلیل ہے کہ دو عورتیں بجا سے ایک مرد کے ہیں تو دس عورتیں قائم ہو  
 پانچ مردوں کے ہوں تو ایسا ہو گا کہ گویا پھر مرد گویا ہی دیکر پھر گئے تو ان رضمان بالاسداس ہو گا کذا فی الدرر یعنی ہر مرد پر چھٹا حصہ تا وان ہو گا وقال علیہ السلام  
 کما لورجن فقط اور صاحبین نے کہا کہ دس عورتوں پر نصف مال کا رضمان ہے چنانچہ اگر فقط دس عورتیں پھر جائیں تو ان رضمان ہر صاحبین کی یہ  
 دلیل ہے کہ عورتیں اگرچہ بیشتر ہوں مگر شہادت میں قائم مقام ایک مرد کے ہیں ولہذا انکی گویا ہی بدو ن طے ایک مرد کے مقبول نہیں اور ایک مرد کی  
 شہادت سے نصف مال ثابت تھا تو نصف باقی انکی شہادت سے ثابت ہو گا کذا فی الدرر ولا یضمن راجع فی النکاح شہادۃ فی النکاح والاموال والاموال بعض  
 کلامات اور رضمان نہیں دیتا شاہد راجع نکاح میں جسے ہر مثل یا کمتر ہر مثل کی گویا ہی دینی ہر مسمی کی گویا ہی دینی جو بقدر ہر مثل ہر یا کمتر اسواسطیکہ اتلاف بقابلہ  
 عوض بمنزلہ عدم اتلاف کے ہر شہاد نے جو اقل ہر کی قیمت زیادہ کی اسکی حاجت دہنی ماسوائے کہ اتن خود اسکی تصریح کر گیا صورت اسکی یہ ہے کہ مرد نے عورت پر دعوی  
 کیا نکاح کا اور اسپر گواہ قائم کیے اور عورت نے نکاح کی سو قاضی نے عورت پر نکاح کا حکم کیا شہادت سے پھر گواہ شہادت سے پھر گئے تو گواہ عورت کو رضمان کچھ نہ  
 دینگے خواہ ہر مسمی ہر مثل کے برابر ہو یا اکثر یا اقل کذا فی العالمگیریۃ عن الذیۃ وان زاد علیہ فیمسا ہا لہو المدعیۃ وہو المنکر عن مدعی ادہ اور اگر ہر مسمی زیادہ ہو  
 ہر مثل پر تو دونوں شاہد بقدر زیادت تا وان دین زوج کو اگر عورت مدعی نکاح ہو اور مرد منکر ہو کذا ذکر عن مدعی ادہ رجم صورت اسکی یہ ہے کہ عورت نے اپنے  
 نکاح کا مرد پر دعوی کیا اور قاضی نے نکاح کا حکم دیا پھر شاہدین نے شہادت سے رجوع کیا تو اگر اس عورت کا ہر مثل ہر مسمی کے برابر ہو یا زیادہ تو شاہدین پر  
 کچھ رضمان نہیں اور اگر اسکا ہر مثل کمتر ہو مسمی سے یعنی ہر مسمی اکثر ہو ہر مثل سے تو زوج کو زیادت کا رضمان دین کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی ماسوائے  
 کہ شاہدوں نے زوج پر قدر زیادت کو تلف کیا بلا عوض کذا فی الدرر خلاصہ یہ ہے کہ راجع فی النکاح پر مطلقاً رضمان نہیں خواہ مدعی ہو یا عورت گھر جو کہ  
 مدعی ہو اور ہر مسمی ہر مثل سے زیادہ ہو تب بقدر زیادت رضمان ہو و لو شہدا باصل النکاح باقل من ہر مثلما فلا رضمان علی المدعی بقدر الاموال بین النکاح  
 والاموال اور اگر شاہدین نے اصل نکاح کی گواہی عورت کے کمتر ہر مثل سے تو شاہدوں پر رضمان نہیں بقول مستدبب تعدر ہونے مماثلت کے دینا  
 ضرر گاہ عورت کے اور مل کے ہم یہ ترکیب موم ہے کہ مسئلہ اولیٰ میں شہادت اصل نکاح پر نہ تھی حالانکہ وہاں بھی اصل نکاح پر شہادت ہی تو اگر اتن یون  
 لکھتا (او باقل فلا رضمان) تو مختصر اور واقع تر ہوتا اور یہ جو شہاد نے کہا کہ مماثلت معذرت یعنی مناقہ شہاد کے عند الاتلاف غیر مقوم ہیں تو تقوم سے رضمان  
 نہیں ہو سکتا ماسوائے کہ تضمین مماثلت کی استدعی ہو اور حالانکہ شہاد گاہ اور مال میں مماثلت نہیں اور زوج کے تلافی سے جو رضمان اور تقوم ہوتا ہے تو  
 اس کے اظہار تعظیم کے واسطے کیونکہ اس سے نسل حاصل ہوتی ہے کذا فی الطحاوی بخلاف مالو شہدا علیہا قبض الطہر و بعضہم جو رضمان لانا لانا  
 المثلوات اس صورت کے کہ اگر شاہدین نے عورت پر قبض ہر یا بعض ہر کی گواہی پھر دونوں شہادت سے پھر گئے تو عورت کو دونوں شاہد رضمان دین گے





اولاً مطلقاً و غیرین لانه ضمان اطلاق اور اگر شاہدین نے غلام کے آزاد کرنے کی گواہی دی پھر دونوں گواہی سے پھر گئے تو غلام کے مولیٰ کو اس کی قیمت کا حکم  
دین مطلقاً اگر شاہدین مفلس ہوں اس واسطے کہ وہ امانت کا تادان ہو والو لا لمرسوق لعدم تحویل العتق ایہا بالضم ان فلان یحوال لولا ابدار اور لا یعنی حق آزاد کرنے کا  
الک آزاد کرنے والے کے واسطے پر بسبب نہ پھر جانے عتق کے ضمان دینے سے شاہدوں کی طرف توجہ ولا لکی طرف منتقل نہ ہو گا کذا فی الحدیث فی التدریس ضمان  
ما قصصہ یوثق قیمته اور تدریس میں شاہدین ضمان دین اس قدر کا جسکو تدریس کم کر دیا یعنی اسکی تمہائی قیمت م یعنی شاہدوں نے گواہی دی کہ مولیٰ کے  
اپنے غلام کو مدبر کیا سو قاضی نے اسکے مدبر ہونے کا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہد اس کے مولیٰ کو تمہائی قیمت کا ضمان دین اس واسطے کہ مدبر غلام کی تمہائی  
قیمت کم ہو جاتی ہے حق سے و لو مات المولیٰ عتق من الثلث و ترہما بقیۃ قیمۃ و تاسق بجز اور اگر مولیٰ مر گیا تو آزاد ہو گا مدبر اسکی ثلث متروکہ سے اور شاہدین کو اسکی  
بقیہ قیمت لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا بجز اراق میں یہ م یعنی اگر مولیٰ مر گیا اور غلام ثلث متروکہ سے نکل سکتا ہے تو وہ آزاد ہو جائیگا اور قیمت مدبر کا ضمان لازم  
ہو گا شاہدین پر وراثتوں کے واسطے کذا فی البحر و فی الکتابہ یضمنان قیمتہ کلہما وان شارح التبع الکتاب اور کتابت میں شاہد ضمان دین اس کی  
پوری قیمت اور اگر مولیٰ چاہے تو کتابت کے پیچھے پڑے یعنی بدل کتابت کا تقاضا کرے م یعنی شاہدوں نے گواہی دی کہ مولیٰ نے اپنے غلام کو ہزار  
درم پر کتابت کیا بعدت ایک سال اور قیمت غلام کی پانسو ہیں اور قاضی نے کتابت کا حکم کیا پھر شاہدوں نے شہادت سے رجوع کیا تو قاضی مولیٰ کو اختیار  
نے سو اگر وہ ضمن شاہدین اختیار نہ کرے تو اسکو کتابت سے بدل کتابت لینے کا اختیار دے گا ہے اور کتابت ہزار درم کتابت کے شاہدین کو دیکھا اور اگر مولیٰ  
تبع کتابت اختیار کرے تو شاہدوں سے ضمان نہ لیا گیا ہے کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط مختصراً و لا یعنی حتی یودی علیہ لہما و تصدقاً بالقتل و ربکا انبلا  
نہو گا یہاں تک کہ شاہدوں کو ادا کرے جو اسپر بدل کتابت ہے اور شاہدین خیرات کریں زائد از قیمت کو یعنی اگر بدل کتابت جو شاہدوں نے کتابت سے لیا  
ہو اگر وہ اس قیمت سے جسکا وہ ضمان نے چکے ہیں مولیٰ کو تو زائد کو خیرات کریں چنانچہ صورت مذکورہ میں پانسو کو حلال طیب ہیں اور پانسو کو خیرات کریں یہ سب  
ہر طرفین کا و الولا المولواہ و لو بجز عاد و مولواہ و رد قیمتہ علی الشہود اور و لا کتابت کی اسکے مولیٰ کے واسطے ہے اور اگر کتابت عاجز ہو گیا ادا کے کتابت سے بعد ضمان دینے  
شاہدوں کے تو پھر آویگا اپنے مولیٰ کی طرف اور مولیٰ جو اسکی قیمت شاہدوں سے لے چکا ہے وہ شاہدوں کو چھپے و فی الاستیلا و لضمینان نقصان قیمتہا بان  
تقوم قیمتہ دام و لو بجز عیال الضمینان ما بینہما اور استیلا دین شاہدین ضمان دین ام ولد کی نقصان قیمت کا اسطرح پر کہ قیمت بٹھرائی جائے فالص عن نذی کی اور ام ولد کی  
اگر اسکی بیع جائز ہوتی تو ضمان دین شاہد اس قدر کا جو دونوں قیمتوں کے مابین میں ہر صورت استیلا دین پر شاہدوں نے گواہی دی کہ مولیٰ نے اقرار کیا کہ میری  
نوٹڈی میری ام ولد ہے اور مولیٰ منکر ہے سو قاضی نے اسکے ام ولد ہونے کا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو اگر نوٹڈی کے ساتھ لڑکا نہ ہو اور مولیٰ زندہ ہو تو نقصان  
قیمت ضمان دین کذا فی الطحاوی عن العینی و کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط نقصان قیمت کی مثال مثلاً خالص نوٹڈی کی قیمت تین سو درم ہے اور ام ولد کی قیمت  
جو بیع دو سو قیمت ہے تو شاہدوں پر سو درم کا ضمان لازم ہو گا فان مات المولیٰ عتقت ضمانتہ قیمتا لہما لہ و تاسق فی العینی اور اگر مولیٰ مر گیا تو اولاد  
آزاد ہوگی اور شاہدوں کو ضمان دین اسکی باقی قیمت کا یعنی خالص نوٹڈی کی بقیہ قیمت کا اور پورا بیان اسکا عینی میں ہے و فی نقصان قیمتہ فی سال الشہد  
و ورتاہ اور قصاص میں دیت پر شاہدین کے مال میں اور شاہدین مشہود علیہ کے وارث ہونگے م یعنی شاہدین نے گواہی دی کہ شہادہ خالہ نے محمود کو عسدر کا  
قتل کیا سو قاضی نے اسکے قتل کا حکم دیا ہو سو خالہ مقتول ہو اچھا شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہدوں پر دیت لازم ہوگی بجز اراق میں سراج سے منقول ہر  
شاہدوں کے مال سے تین سال میں دیت لیا جائیگی اور شاہدوں پر کھار نہیں اور میراث سے وہ محروم نہیں یعنی اگر شاہدین خالہ مشہود علیہ کے بیٹے ہوں تو  
دونوں اسکے وارث ہونگے کذا فی الطحاوی و لم یقص العدم المباشرة اور شاہدین سے قصاص نہ لیا جائیگا بسبب عدم مباشرت کے یعنی شاہدوں نے اپنے  
ہاتھ سے اسکو قتل نہیں کیا جو قصاص پر آتا و لو شہدا بالعموم لضمینان لان القصاص یس بمال اختیار اور اگر شاہدین نے قصاص معاف کر دینے کی گواہی دی تو ضمان



نہی کہ اس واسطے کہ قصاص مال نہیں ہو پھر ضمان لازم ہوتا کہ ذانی الاختیار و ضمن شہود الفروع رجوع و عفو الاضافہ اتلاف التمسیم اور ضمان لازم ہوگا شہود فروع پر سبب  
 ان کے رجوع کے سبب بضافہ ہوتے تلفت کہ انکی طرف ہم اس واسطے کہ مجلس قاضی میں شہادت فروع سے صادر ہوئی نہ اصول سے اور قاضی کا حکم انھیں کی شہادت  
 پر ہی ہے کہ ذانی الطحاوی لا شہود الاصل بقولہ بعد فقہاء شہود الفروع علی شہادتنا او شہادنا ہم و غلطنا نہ ضمان دین شہود اصل اس قول سے بعد لفظ  
 کے کہ جتنے شہود فروع کو اپنی شہادت پر شاہد نہیں کیا یا اس قول سے کہ ہم نے انکو شاہد کیا اور ہم نے غلط کیا ہم بعد قضا کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر قبل قضا انکار  
 بشہاد اصول کرے تو حکم ہوگا اس واسطے کہ انھوں نے تعمیل شہادت کا انکار کیا اور حالاً ملود و ضروری ہے کہ ذانی الدرر و کذا الوفاق اور جہاں انہما عدم تہانم ولا الفروع  
 لعدم رجوع اور اس طرح اگر اصول کہیں کہ ہم نے شہادت سے رجوع کیا تو ان پر ضمان ہوگا سبب عدم اتلاف کے اصول کی جانچ اور نہ فروع پر ضمان ہوگا سبب رجوع  
 فروع سے نہ لا اعتبار بقول الفروع بعد انکہ کذب الاصول و غلطیہ افانمان اور اعتبار نہیں فروع کے اس قول کا بعد حکم کے کہ اصل بھوٹ ہے یا انھوں نے  
 غلط کیا تو فروع پر ضمان نہیں اس واسطے کہ جو حکم قاضی کا ہو گیا وہ نہیں ٹوٹتا ان کے قول سے اور فروع اپنی گواہی سے بھی نہیں پھرے بلکہ انھوں نے غیر رجوع  
 کی گواہی دی کہ ذانی الطحاوی راجح الكل ضمن الفروع فقط اور اگر اصول اور فروع بگواہی سے پھرے تو فقط فروع ضمان دینگے ہم بقول شیخین کا اس واسطے  
 کہ سبب اتلاف وہ شہادت ہے جو مجلس قضائے قائم ہوئی سو وہ فروع سے پائی گئی اور مجرد کے نزدیک شہود علیہ اختار ہے اصل سے ضمان ہے چاہے  
 فروع سے اس واسطے کہ قضا فروع کی شہادت سے واقع ہوئی اس راہ سے کہ قاضی نے انھیں کی شہادت معاند کی اور اصول کی شہادت سے واقع ہوئی اس  
 واسطے کہ فروع نائب ہیں اصول کے نقل شہادت میں ان کے امر سے کہ ذانی الدرر و ضمن المذکورون و لو ان یتلک رجوع عن التزکیۃ مع علمہم بکونہم علیہ اذکار  
 لہا اور ضمان دین مذکی یعنی شہود کی عدالت ظاہر کرنے والے اگرچہ ضمان دیت کا ہو سبب پھر جانے کے تعدیل سے باوجود انکی دانست کے شہود کو غلام ہیں جہاں  
 صاحبین کے ہم امام کی یہ دلیل ہے کہ حکم مضاف ہے شاہد کے طرف اور شہادت حجت نہیں ہوتی مگر عدالت سے اور عدالت ثابت ہوتی ہے تزکیہ سے تو تزکیہ حکم  
 کی علت کا علت ہوا اور صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ مذکیوں نے تو خوبی شہود کی بیان کی پھر اس سے پھر گئے یعنی اس سے ضمان لازم نہیں آتا کہ ذانی الدرر و ضمان  
 دیت کی یہ صورت ہے کہ مذکیوں نے شہود ذنا کی تزکیہ کیا سو ذانی شگسا رہا پھر نہایت ہوا کہ شہود غلام یا محبوبش ہیں اور مذکیوں نے تزکیہ سے رجوع کیا تو ضمان مذکیوں  
 پر ہوگا اور اگر تزکیہ سے رجوع کریں اور یہ نہ کریں کہ وہ آزاد ہیں تو ان پر ضمان نہیں اور نہ شہود ذانی الطحاوی مامع الخطا و اقلبا جاعا جبر اور خطا کے ساتھ  
 تو مذکیوں پر ضمان نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے مخطا کی یہ صورت ہے کہ مذکی کہے کہ میں نے مخطا کی تزکیہ شہود میں ذانی الطحاوی و ضمن شہود تعلق قیہ حق  
 و نصف المہر قبل الدخول اور ضمان دین شہود تعلق کی قیمت غلام اور نصف مہر کی قبل دخول زوجہ صورت اسکی یہ ہے کہ شاہدین نے گواہی دی کہ مولیٰ نے  
 اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگا تو آزاد ہو یا زوجہ نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو مطلقہ ہے اور حالانکہ عورت سے قربت نہیں  
 ہوئی پھر اور دو شاہدوں نے وجود شرط یعنی دخول دار کی گواہی دی پھر فریقین نے بعد حکم قاضی شہادت سے رجوع کیا تو ضمان شہود میں یہ ہوگا نہ شہود شرط کیوں کہ  
 شہود میں شہود علت حکم میں اس واسطے کہ تلفت حاصل نہیں ہو اگر احتاق اور تعلق سے اور میں نے شاہدوں نے یہ کلمہ ثابت کیا اور تعلق یا شرط مانع تھی تو شرط پائی جانے  
 کے نزدیک تلفت بضافہ ہوا اپنی علت کی طرف سبب زائل ہونے مانع کے کہ ذانی الدرر اور بعد دخول اگر رجوع ہوگا تو شہود تعلق پر ضمان لازم ہوگا سبب استیفاء  
 منافع مملک ذانی الطحاوی لا شہود الاحصان لانه شرط بخلاف التزکیۃ لانھا ملود ضمان لازم ہوگا شہود حصان کو اس واسطے کہ حصان شرط ہے بخلاف  
 کہ وہ علت ہے صورت اسکی یہ ہے کہ جو رگو اہوں نے زنا کی گواہی دی اور دو گواہوں نے کہا کہ ذانی حصن ہے پھر سب گواہ شہادت سے پھر گئے تو ضمان شہود رتا رہا ہوگا کیوں کہ  
 زمانت ہے اور شہود حصان پر ضمان ہوگا کیونکہ حصان علالت ہے شرط حقیقی نہیں مہر یہ تھا کہ شہادہ کتبہ کہ تزکیہ علت العلة ہے کیونکہ علت تو شہادت ہے کہ ذانی  
 الطحاوی و شرط اور نہ ضمان لازم ہوگا شہود شرط یعنی وجود شرط کے شہود و چنانچہ اسکا بیان شہود تعلق میں ہو چکا و لو و حدیم علی الصحیح یعنی اگر یہ فقط شہود





تو وکالت باطل ہو مگر یہ قول کہ میں نے تجھ کو وکیل کیا اپنے جمیع امور میں اور قائم کیا تجھ کو جا بے اپنی ذات کے توکیل عام نہیں ہے تو اگر موکل کا کوئی پیشہ معینہ ہو چنانچہ تجارت مثلاً تو وہ تجارت کا وکیل ہوگا اور اگر اسکا کوئی پیشہ مقرر ہی نہیں اور معاملات اسکے مختلف ہیں تو وکالت باطل ہے کذا فی فتح القدر و ہوا قامة الخیر مقام نفسه تر فاما و غیر فی تصرف جائز معلوم اور مطلق شرع میں توکیل قائم کرنا ہی غیر شخص کو اپنی ذات کے مقام پر اسائن یا عاجزی کی جہت سے اس تصرف میں جو جائز اور معلوم ہو جائز کی قید سے یہ خارج ہو گیا کہ صغیر غیر شخص کو اپنی زوجہ کی طلاق یا اپنے غلام کے حقوق یا اپنے مال کے یہہ کے لئے توکیل کیسے اور معلوم کی قید سے تصرف مجہول کی توکیل خارج ہوگئی اگر کوئی کہے کہ توکیل عام جائز ہے اس میں تصرف معلوم نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ توکیل عام فی اکملہ معلوم ہے تو اگر معلوم نہ ہو چنانچہ وہ شخص جسکے معاملات بکثرت ہیں تو توکیل باطل ہے کذا فی الطحاوی فلو جعل ثبت الادنی و ہوا حفظ تو اگر تصرف مجہول ہو تو ادنی ثابت ہوگا اور وہ گہبانی ہو مگر تصرف مجہول چنانچہ موکل نے وکیل سے کہا کہ میں نے تجھ کو وکیل کیا اپنے مال کا کذا فی المنع فتح القدر میں ہے کہ اگر تصرف معلوم نہ ہو تو ادنی تصرفات وکیل ثابت ہوگا وہ فقط حفظ ہے امام مجہوبی نے کہا کہ جب غیر سے کہا کہ تو میرا وکیل ہے تو میرے لئے تو فقط حفظ کا وکیل ہوگا انتہی در میں ہے کہ قول مذکور میں فقط حفظ اس واسطے مراد ہوا کہ لغت میں وکالت بمعنی حفظ کے ہر من ملک ای تصرف نظر الی اصل التصرف ان متنع فی بعض الاشیا بعراض النسی ان کمال توکیل غیر قائم کرنا ہے اپنے مقام پر اس شخص کی جانب سے جو تصرف کا مالک ہے نظر اصل تصرف کے اگرچہ تصرف ہوکل کو متنع ہو بعض اشیا میں بسبب رضہ نسی شایع کے کذا ذکرہ ابن کمال ہر من تصرف کی ملک سے مراد یہ ہے کہ تصرف کا کوئی شخص مانع اور عارض نہ ہو تصرف میں قطع نظر حکم شرعی کے تو اس میں خلل ہو گیا وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو خمر اور خنزیر کی بیع میں اور حرم کا غیر حرم کو شکار کی بیع میں اور یہ قول نبی ہے اس پر کہ اصل شیا میں اباحت ہے ملک تصرف کل اس واسطے شرط ہوئی کہ وکیل تو ولایت تصرف کی موکل سے حاصل کرنا ہے کذا فی الطحاوی یخصاً فلا یصح توکیل مجنون صبی الاقل مطلقاً و صبی العقل تصرف ما نحو طلاق و عتاق و سہبہ و صدقہ تو صحیح نہیں وکیل کرنا مجنون اور صغیر غیر عاقل کا مطلقاً خواہ تصرف ضار ہو یا نافع یا نفع اور ضرر و دون کا محتمل ہو اور صحیح نہیں وکیل کرنا صغیر عاقل کا تصرف ضد میں چنانچہ طلاق اور عتاق اور سہبہ اور صدقہ میں م توکیل مجنون اور صغیر اس واسطے صحیح نہیں کہ وہ تصرف کے مالک نہیں اور معلوم ہو چکا کہ توکیل میں موکل کا تصرف ہونا شرط ہے و صحیح یا نفع بلا اذن و یہ قبول سہبہ اور صحیح ہے صغیر عاقل کا وکیل کرنا بدون اذن اسکے ولی کے اس تصرف میں صغیر کو نافع ہے چنانچہ سہبہ قبول کرنا و صحیح با تردین ضرر و نفع کسب و اجارہ ان ذوات و الا توقف علی اجازہ و یہ سکا ہو چنانچہ صحیح ہے صغیر عاقل کا وکیل کرنا اس تصرف میں جو ضرر اور نفع کا محتمل ہے چنانچہ بیع اور اجارہ بشرطیکہ صغیر مذکور اذون ہو تصرف سطور میں اور اگر اسکا ولی نے اذن نہ دیا ہو تصرف کا تو وکالت موقوف ہے اسکی ولی کی اجازت پر چنانچہ اگر صغیر عاقل بذات خود بیع یا اجارہ کا مباشر ہو بلا اذن تو وہ تصرف بھی لی کی اجازت پر موقوف ہے کذا فی الاصح توکیل عبد محجور اور صحیح نہیں وکیل کرنا غلام ممنوع تصرف کا و صحیح ہوا ذونا او کتابا اور صحیح ہے وکیل کرنا غلام باذن یا کتاب کا و توقف توکیل مرتدان اسلام فذوان مات او لقی او قتل لا اعلانا اور موقوف رہیگا وکیل کرنا زند کا سو اگر وہ مسلمان ہو گیا تو توکیل نافذ ہے اور اگر حالت ارتداد میں مر گیا معاذ اللہ یا دار الحرب میں جا ملا یا مقبول ہوا تو توکیل نافذ نہیں بخلاف صاحبین کے و صحیح توکیل مسلم ذمی یا بیع خمر او خنزیر و شراہا لکامرنی البیع فہا سد حرم حلالا ببیع صیدوان اقطع عنہ لموکل بعراض انہی کما قد سناہ قنبنہ اور صحیح ہے وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو شراہ و سرور کے بیچے اور لکے خرید کرنے میں چنانچہ مذکور ہو چکا بیع فاسد میں اور صحیح ہے وکیل کرنا حرم کا غیر حرم کو شکار کے بیع میں اگرچہ فعل مذکور سے موکل متنع ہے بسبب عارضہ نسی شایع کے چنانچہ ہتھے مقدم ذکر دیا توکیل کی توقف میں ہوا گاہ ہو جائے مگر شرط الوکیل قتال ذاکان الوکیل العقل شرط ہے کہ جائتا ہو کہ خرید کرنا جا لب بیع اور سائب ثمن ہے اور چیتا جا لب ثمن اور سائب بیع ہے اور ثمن فاش کو ثمن سیر سمجھا ہوتا ہے ہوم یعنی وکیل میں اتی عقل شرط ہے کہ جائتا ہو کہ خرید کرنا جا لب بیع اور سائب ثمن ہے اور چیتا جا لب ثمن اور سائب بیع ہے اور ثمن فاش کو ثمن سیر سے تفرق کرنا ہو اور ظاہر صغیر عاقل میں بھی عقل کی یہی تفسیر ہے کذا فی الطحاوی لو صبیاً او عبداً محجوراً اگرچہ وکیل صغیر غیر باذن یا غلام غیر باذن ہوم



مخیر صبی اور عبد و نون کی صفت ہو تو معلوم ہوا کہ وکیل میں تعقل شرط ہے بلوغ اور حریت شرط نہیں لایفنی ان الکلام الان فی صحتہ الوکالت لانی صحیح الوکیل  
فلذالم تعقل و یقصدہ تبعاً للکثر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ اب اس باب میں صحت و کالت میں گفتگو ہے نہ بیع وکیل کی صحت میں تو اس سے اسطے صفت نے یون نہ کہا  
کہ وکیل عقد کا قصد کرے یا تیل صاحب کنز در عدم ذکر ہدایہ اور فقہ ایہ اور در رو غیر ہا میں وکیل کی شرط میں یون مذکور ہے تعقل (عقد و یقصدہ) یعنی وکیل میں  
شرط یہ ہے کہ عقد کا تعقل کرے اور اسکا ارادہ کرے قصد کی قید اسطے لگائی کہ اگر وکیل بطریق ہزل یا اکراہ کے بیع کرے گا تو موکل کی طرف سے واقع نہیں ہوگا  
متاخر نے کہا در صورت عدم قصد اگر بیع صحیح نہیں لیکن بیان گفتگو صحت و کالت میں ہے نہ صحت بیع میں تو اس نطق کے زیادہ کر نیکی کچھ حاجت نہیں تم ذکر خواہ  
لموکل فیہ فقال بکل ما یباشرہ الموکل بنفسہ بھر مصنف نے قاعدہ موکل کا توکیل میں ذکر کیا یعنی صحیح ہے وکیل کرنا ہر ایک اس چیز میں جسکو موکل بذات  
خود کرتا ہے وہی ذات کی واسطے نفسہ کی قید اسطے لگائی تا وکیل سے احتراز ہو جائے اس واسطے کہ وکیل کو جائز نہیں دوسرے کو وکیل کرنا اس کام میں جس میں  
وہ وکیل مقرر ہو گیا کیونکہ وکیل غیر کے واسطے تصرف کرتا ہے نہ اپنے واسطے اگر کوئی کہے کہ وکیل صحیح نہیں اسطے کہ موکل مستقر ارض کا باشر تو ہا ہی بذات خود اپنے  
واسطے اور استقر ارض کے توکیل کا نام نہیں ہے اسکا جواب یہ ہے کہ در صورت اضافت الی الموکل صحیح ہے اس واسطے کہ غایت میں تصریح ہے کہ اگر استقر ارض کا وکیل  
ہو تو اگر وکیل نے استقر ارض کو موکل کی طرف مضاف اور منسوب کیا تو استقر ارض موکل کی واسطے ہوگا اور نہیں تو وکیل کی واسطے کذا فی الطحاوی فی مثل الحضورہ تو وکیل  
شامل ہوئی خصوصت کو مصنف کا یہ قول بکل ما یباشرہ بہ تر و غیرہ کے اس قول سے بکل بالعقدہ اس واسطے کہ مصنف کا قول عقدا وغیرہ تعقل یعنی خصوصت غیرہ کا  
شامل ہے خصوصت لغت میں معنی بدل ہے اور شرع میں ہاں یا نہیں کا جواب ہے یعنی مدعی نے کوئی دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اسکے جواب میں اقبال کیا  
یا انکار یہ حقیقت شرعی ہے خصوصت کی اور جوہرہ میں ہے کہ خصوصت عبارت ہے دعویٰ صحیح اور جواب صریح سے کذا فی الطحاوی فلذا قال فصیح بخصیصتی فی حقوق  
العباد برضی الخصم تو اسطے مصنف نے کہا صحیح ہے وکیل کرنا اس خصوصت میں جو حقوق العباد میں ہے مخاصم کی رضامندی سے و ہوا بلارضاء و بقرات خلتہ  
اور صاحبین نے توکیل کو بدون رضامندی مخاصم کے تجویز کیا ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلاثہ کام امام ربہ اور صاحبین کا خلافت لزوم توکیل میں ہے نہ جو از میں  
یعنی امام کے نزدیک اگرچہ بدون رضائے مخاصم جائز ہے لیکن بدون اسکے راضی ہونے کے لازم نہیں بخلاف صاحبین مذہب صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ خصوصت  
میں وکیل کرنا اپنے خالص حق میں تصرف کرنا ہے تو موقوف ہونا غیر کی رضامندی پر اور امام ربہ کی دلیل یہ ہے کہ جواب تحقق ہے مخاصم پر اور لوگوں کی عادت خصوصت  
میں تفاوت ہوتی ہے تو اگر لزوم توکیل کے ہم قائل ہوتے تو مخاصم کا ضرر ہوگا لہذا اسکی رضائے پر موقوف ہے کذا فی الطحاوی علیہ فتویٰ ابی اللیث برو غیرہ و ختارہ العتباتی صحیح  
فی النہایۃ و مختارہ فتویٰ توفیقہ الیٰ حکم در اور صاحبین کے قول پر قضیہ ابو اللیث کا فتویٰ ہے اور پسند کیا ہے اسکو عتباتی نے اور صحیح کیا ہے اسکو نہایہ میں اور فتویٰ  
کے واسطے یہ ہے کہ اسکو حاکم کی رائے پر فوض کرنا چاہیے کذا فی الدرر میں ہے کہ اگر قاضی کو تخت اور سرکشی مخاصم کی عدم قبول کالت میں معلوم ہو تو مخاصم  
کو دخل ہے اور وکیل کو قبول کرے اور اگر معلوم ہو کہ موکل کو وکیل کرنے سے ضرر رسائی مخاصم کی مراد ہے تو وکیل قبول نہ کرے بدون رضائے مخاصم اور بیختمتہ رخصی کا  
ہے چنانچہ کافی میں ہے انتہی طحاوی نے بنازیہ سے نقل کیا کہ توفیق الیٰ حکم تظہر سابق تھا جبکہ قاضی اہل میں اور صلح تھے اور اس لئے کہ قاضیوں کے اختیار دینے  
میں تو سادہ امتی والذوالی علیہ الام یوں الموکل مرضیا لایکنہ حضور مجلس احکم بقدریہ ابن کمال توکیل بدون رضائے مخاصم لازم نہیں مگر یہ کہ موکل یا بیاز ہو  
کہ اسکو حاضر ہونا مجلس حکم میں اپنے قدموں سے ممکن نہ تو اب توکیل لازم ہوگی بدون رضامندی مخاصم کے ہم خواہ موکل مدعی ہو یا مدعا علیہ اور انجا مدعا سفر  
یا موکل غایب بقدرت سفر ہو یعنی اگر تین منزل غائب ہو تو وکیل بلا رضائے خصم لازم ہے ہم یہ اس صورت میں ہے جبکہ مخاصم انفرادی نہ کرے و ہذا محیط میں ہے کہ اگر موکل بعض  
یا سفر ہو تو توکیل دونوں سے لازم نہیں بدون رضائے خصم بلکہ مدعی سے کہتا چاہیے کہ اگر تو اپنے مخاصم کا جواب چاہتا ہے تو صبر کرتا ارتقا عذر اور اگر صبر  
نہیں کرتا تو وکیل سے راضی ہو چکر وہ راضی ہو جائے تو توکیل لازم ہوگی ظاہر روایت میں امتی مدت سفر کی قید اسطے لگائی کہ جو مدت سفر سے کمتر نیست ہوتا

بمتر حضور کے ہر کذافی الطحاوی اور عدیہ الیٰ و یقنی قولہ انما ریز السفر ابن کمال یا موکل سفر کا ارادہ رکھتا ہو تب تکمیل لازم ہے اور کفایت کرنا ہو موکل کا اتنا کہنا  
کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں کذا ذکرہ ابن کمال م یہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ خصم موکل کے قول کی تصدیق کرے مثلاً بجز الرائق میں ہے کہ ارادہ سفر امر باطنی ہے تو اس پر  
دلیل چاہیے اور وہ خصم کی تصدیق ہے یا قرینہ ظاہرہ سفر کا اور یہ قول اس کا مقبول نہیں کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں لیکن قاضی اسکے حال کو ملاحظہ کیے اور  
اسکے سامان میں اس واسطے کہ سفر کا سامان معنی نہیں رہتا کذافی الطحاوی ومخدرہ تم تحاط الرجال کما مر عورت پر وہ نشین ہو جو مردوں سے مخالفت  
نہیں رکھتی ہے چنانچہ باب الشہادۃ میں مذکور ہو چکا کہ مخدرہ کی شہادت پر شہادت سموع ہم پر وہ نشینی غدر ہر شاخین کے نزدیک بدلیل نسیان اور سلیسہ اگر  
پر وہ نشین کچھوی میں حاضر بھی ہو تو اپنے حق کی گفتگو کر سکے گی جیسا کہ سب سے تو اسکو تکمیل لازم ہے اگرچہ خصم راضی نہ ہو کذافی الطحاوی او فانیضا و نضساء  
والحاکم بل سجد اذالم یرض الخصم بالناخیر ہر باحیض یا نفاس والی عورت ہو اور حاکم مسجد میں ہو تو تکمیل لازم ہے جبکہ خصم تاخیر جواب سے راضی نہ ہو کذافی الطحاوی اور  
اگر تاخیر سے راضی ہو تو حقیق نفاس کا عذر منوگا زوم تکمیل میں کذافی الطحاوی و محسوسا من غیر حاکم لہذا اکھضو مہ فلو نہ فلیس اجدر ہر از تہ بختیا یا موکل محسوسا من غیر حاکم  
کی جانب سے جسکے پاس یہ مقدمہ رجوع نہیں تو اگر حاکم اس حاکم کی طرف سے ہو جسکے پاس یہ مقدمہ رجوع ہے تو جس عذر نہیں کذافی الطحاوی بجز ہر شاخین سموع اس واسطے  
نہیں کہ محسوسا من غیر حاکم کے اختیار میں ہے اسکو محسوسا سے نکالنے اور دعویٰ کا جواب لے پھر محسوسا کرے اور اگر محسوسا ہی ہو تو دعویٰ کے اگر تاخیر دعویٰ سے  
راضی نہ ہو پھر اسکو قید کرے کذافی الطحاوی و لا یسین الدعویٰ فانیضا یا موکل دعویٰ خوب کر سکتا ہے تب تکمیل لازم ہے کذافی الطحاوی یعنی اگر قاضی معلوم کرے کہ موکل عاجز ہے بیان خصوصیت  
بنات خود تو وہ کالت اسکی کرے اگرچہ خصم راضی نہ ہو لایکون من الاعذار ان کان الموکل شرفیا خاص من و تہرل شرفیت غیرہ سو اگر زوم تکمیل میں عذر نہیں ہے تو موکل کو درخت  
خاص ہو کر شخص سے بلکہ شرفیت اور غیر شرفیت برابر کذافی الطحاوی الرجوع عن الرضی قبل سماع الحاکم الدعویٰ الابدہ قیہ اور خصم کو جائز ہے پلٹ جانا و کالت کی  
رضامندی سے حاکم کے دعویٰ سننے سے پہلے اور پلٹ جانا جائز نہیں سماعت دعویٰ کے بعد کذافی الطحاوی رجوع جائز ہے اگرچہ بعد اس کے ہو اور قیہ میں ایک ن کی  
قید اتفاق ہے کذافی الطحاوی و اختلافانی کو نہا مخدرہ ان من نبات الاشراف فالقول لہما مطلقا و لونیہا فی سئل منینہ لیلیٰ مع شاہدین ہر واقعہ بصفت و اگر  
متخاصمین اختلاف کریں عورت کے پر نشین ہو نہیں تو اگر عورت مدعا علیہا اشراف کی بیٹیوں میں سے ہو تو عورت ہی کا قول معتبر ہے ہر طرح اگرچہ باکرہ نہ ہو  
شیمہ ہو تو قاضی پانچا میں و شاہدوں کے ساتھ اسکے پاس بھیجے تاکہ اس سے قسم لے کذافی الطحاوی اور ثابت لکھا ہے اسکو بصفت نے ہی شرح میں م میں کے ساتھ و شاہد ہو اسکے  
جاوین تاکہ میں کو اطلاع کریں کہ ان یہ وہی عورت ہے و دوسری رت میں طحاوی نے کہا اور دو اور شاہد گواہی میں اسکے طحاوی نے کول چنان میں لا واسطہ فالقول لہما مطلقا  
ادان ہی من الاسافل فی الوہبین کلا بالظاہر ہر از تہ اور اگر عورت متوسطہ گون کی بیٹیوں سے ہو تو عورت کا قول معتبر ہے اگر وہ باکرہ ہو اور اگر عورت کینون اور ذہل  
میں سے ہو تو اسکا قول پر نشینی میں معتبر نہیں و دونوں صورتوں میں خواہ باکرہ ہو خود شیمہ ظاہر ہے عمل کرے کذافی الطحاوی م عمل ظاہر سائل تشہد کی علت ہوتی ظاہر حال ہے ہر  
اشراف کی بیٹیاں مطلقا پر نشین ہوتی ہیں اور واسطہ کی بیٹیاں در صورت بکارت البتہ پر نشین ہوتی ہیں اور کینون میں مطلقا پر وہ نہیں طحاوی نے لکھا ظاہر ہے  
سے عرفی اشراف مراد ہیں تو انبیاء دنیاوی ہیں داخل ہیں کذافی الطحاوی نہیں نکلتی ہیں اگرچہ علما اور سادات کی نبات سے نہوں صحیح بالیقین اٹھا کذا  
باستیفانہما الا فی حد و قودنیۃ موکل من المجلس یعنی اور صحیح ہے وکیل کرنا حقون کے دینے میں اور اسطرح حقون کے لینے میں مگر حد اور قصاص کے دینے  
لینے میں و کالت صحیح نہیں در صورت نائب ہونے موکل کے مجلس ایفا اور استیفاسے کذافی الطحاوی م ایفا سے مراد بیان تیا ان حقون کا ہے جو موکل پر واجب ہے  
ہیں اور استیفاسے قبض یعنی لینا حقون موکل کا مراد ہے اور حد اور قصاص میں ایفا کی و کالت اس واسطے صحیح نہیں کہ حد اور قصاص گنہگار پر جاری ہوتا ہے جو  
وہ موکل ہر نہ اسکا وکیل اور استیفاسے حد اور قصاص موکل کی غیبت میں اس واسطے صحیح نہیں کہ حد و قودنیٰ جاتے ہیں شہادت سے اذہبہ معاف کرے گا موکل  
کی غیبت میں موجود ہے یعنی اگر شاید موکل حاضر ہوتا تو معاف کر دیتا کذافی الطحاوی و حقوق عبد لا بد من ضافۃ ہی کذا لعل الوکیل کی صحیح ہر از تہ معلق

۱۱۱۱







قبض تو اعماق تا فذہر اس واسطے کہ اسے اپنی ذاتی ملک کو آزاد کیا بجز اراق میں کما کما ابوطاہر اور کرنی کے قول کے خلاف کچھ غرہ نہیں اس واسطے کہ اہتمام  
 مذکورہ میں دونوں کا اتفاق ہو و لکن یہاں ابمان علی الموکل اور مشتری کیلئے قریب ہو کہ وہ زوجہ لان الموجب للعق و افساد الملك المستقر  
 ہو لیکن دونوں یعنی عتیق اور فساد نکاح موکل پر ثابت ہیں اگر موکل کے وکیل نے موکل کے قرابت دار اور اسکی زوجہ کو خرید کیا اس واسطے عتیق قریب  
 اور فساد نکاح کا موجب ملک مستقر ہر م تعلیل کرنی کے قول کے مناسب ہے نہ ابوطاہر کے قول کے چنانچہ شرح مذکورہ پوچھا و فی کل عقد لابدین ضافۃ الی موکل  
 یعنی لایستغنی عن الاضافۃ الی موکل حتی لو اضا فہ الی نفسہ لم یصح ابن کمال اور جس عقد میں کہ نسبت کرنا اسکا وکیل کے موکل کی طرف ضرور ہے یعنی موکل کی طرف  
 نسبت کرنے سے استغنا حاصل نہیں تو اگر وکیل اس عقد کو اپنی ذات کی طرف نسبت کر گیا تو صحیح ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال م عدم صحت عقد سے مراد یہ ہے کہ  
 باعتبار وکالت صحیح نہیں نہ باعتبار اصالت یعنی اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کر گیا تو موکل کا نکاح صحیح ہوگا بلکہ خود وکیل کا نکاح واقع ہو جائیگا تو اب  
 تفریح ایچہ سے منافات باقی نہ رہی یعنی قولہ (حتی لو اضا فہ نفسہ وقع النکاح) و خلع و صلح عن دم عمد او انکار و عتیق علی مال و کتابہ و ہبہ  
 و تصدق و اعارة و ایداع و رہن و اقرض و شراک و مضاربتہ یعنی متعلق موکل لاپہ کو نہ نہیں اسیراً محضاً حتی لو اضا فہ نفسہ وقع النکاح نہ نکاح  
 کا رسول اور جس عقد کی نسبت موکل کی طرف ضرور ہے چنانچہ نکاح اور خلع اور صلح اقل عمد سے اور صلح انکار سے اور عتیق بعوض مال اور کتابت اور ہبہ اور  
 تصدق اور عاریت دینا اور ودیعت رکھوانا اور رہن اور قرض دینا اور شرکت اور مضاربت کذا فی العینی تو اس عقد کے حقوق وکیل کے موکل سے تعلق  
 ہوتے ہیں نہ وکیل سے سبب ہونے وکیل کے عقود مذکورہ میں محض پیام رسان تو اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کر گیا تو وکیل ہی کا نکاح واقع ہوگا وکیل  
 رسول کے مانند ہو گیا فلا مطالبہ علیہ فی نکاح بھر و تسلیم للزوجہ تو مطالبہ نہیں وکیل پر نکاح میں ہر اور تسلیم زوجہ کام یعنی جب حقوق عقد موکل سے تعلق ہے  
 تو وکیل سے مطالبہ نہیں اگر وکیل زوجہ کی طرف سے ہے تو اس سے ہر کام مطالبہ نہیں اور اگر زوجہ کی طرف سے ہے تو تسلیم زوجہ کام مطالبہ نہیں و مشتری لایا عن  
 وقع اثنین للموکل اور مشتری کو انکار کرنا جائز ہے موکل کو شن دینے سے م چونکہ بیع میں حقوق عقد وکیل سے تعلق ہیں نہ موکل سے تو اگر ایک شخص نے وکیل  
 سے کوئی چیز خریدی اور موکل اس چیز کا شن مانگے اور مشتری کے کہ میں تجھ کو شن نہیں دیتا تو تاجر پر طحاوی نے غرضی ادہ سے نقل کیا کہ اگر وکیل موکل کو قبض شن کا  
 وکیل کرے تو اب مشتری نے شن پر قادر نہیں و ان دفع لہ صحیح و لو مع ثلثی لوکیل استھانا و لا یطالبہ لوکیل ثانیاً لعدم انفادہ اور اگر مشتری موکل کو شن  
 دے تو صحیح ہے اگرچہ دنیا وکیل کے روکنے کے ساتھ ہو بدلیل احسان اور وکیل دوبارہ شن کا مطالبہ نہ کرے بواسطے عدم فائدہ کے م و ہر احسان یہ ہے کہ  
 شن مقبوض موکل کا حق ہے سو اسکو بیع کیا اور اس میں کچھ فائدہ نہیں کہ اس سے یا جانے پھر اسکو دیا جائے کذا فی الطحاوی لم یقع المقاصد میں لوکیل زوجہ  
 و فیئسہ لہوکلہ بان واقع ہوتا ہے یا ہر ہر کر لینا شن کا وکیل کے دین سے اگر فقط وکیل مدیون ہو مشتری کا اور ضمان ہے وکیل شن کا اپنے موکل کو م یعنی اگر فقط وکیل بیع دینا  
 ہو مشتری کا تو شن کا مقاصد دین کے ساتھ واقع ہوگا دونوں برابر برابر ہو گئے ایک دوسرے پر مطالبہ نہیں کر سکتا لیکن وکیل پر ضمان شن لازم ہوگا اس واسطے کہ وکیل  
 نے اپنا دین موکل کے مال سے ادا کیا اور اگر فقط مدیون مشتری کا ہو یا موکل اور وکیل دونوں مدیون ہوں مشتری کے تو دونوں صورتوں میں موکل سے مقاصد  
 واقع ہوگا کذا فی الطحاوی عن الذخیرہ بخلاف وکیل تمیم و معرف یعنی بخلاف وکیل تمیم اور وکیل صرف کے کذا فی العینی م یہ تعلق ہے باتن کے اس قول سے و ان  
 دفع لہ صحیح یعنی اگر مشتری موکل کو شن دے تو صحیح ہے مگر ان دو صورتوں میں موکل کو دینا صحیح نہیں یعنی میں بجائے وکیل تمیم و تمیم ہی صورت اسکی یہ ہے کہ وہی نے مال تمیم کا  
 اور مشتری نے تمیم کو اسکا شن دیا تو مشتری عمدہ سے خارج ہوگا بلکہ اسکو واجب ہے کہ دوسرے بار وہی کو شن دے اس واسطے کہ تمیم کو اپنے مال کے قبضہ کرنے میں  
 اختیار نہیں تو اسکا دینا تصبیح ہے اور وکیل فی الصرف نے جبکہ عقد صرف کو سفق کیا اور موکل نے بدل صرف پر قبضہ کیا تو عقد صرف بالکل اطل ہو گیا بسبب افتراق  
 اعد العاقدین کے بلا قبض کذا فی الطحاوی و مثلاً ای مثل لوکیل عبد مازون لادین علیہ مع مولاہ فلا ینکب قبض یوتہ و لو قبض استھانا مال مین علیہ مین لادین

باعتبار وکالت صحیح نہیں نہ باعتبار اصالت یعنی اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کر گیا تو موکل کا نکاح صحیح ہوگا بلکہ خود وکیل کا نکاح واقع ہو جائیگا تو اب تفریح ایچہ سے منافات باقی نہ رہی یعنی قولہ (حتی لو اضا فہ نفسہ وقع النکاح) و خلع و صلح عن دم عمد او انکار و عتیق علی مال و کتابہ و ہبہ و تصدق و اعارة و ایداع و رہن و اقرض و شراک و مضاربتہ یعنی متعلق موکل لاپہ کو نہ نہیں اسیراً محضاً حتی لو اضا فہ نفسہ وقع النکاح نہ نکاح کا رسول اور جس عقد کی نسبت موکل کی طرف ضرور ہے چنانچہ نکاح اور خلع اور صلح اقل عمد سے اور صلح انکار سے اور عتیق بعوض مال اور کتابت اور ہبہ اور تصدق اور عاریت دینا اور ودیعت رکھوانا اور رہن اور قرض دینا اور شرکت اور مضاربت کذا فی العینی تو اس عقد کے حقوق وکیل کے موکل سے تعلق ہوتے ہیں نہ وکیل سے سبب ہونے وکیل کے عقود مذکورہ میں محض پیام رسان تو اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کر گیا تو وکیل ہی کا نکاح واقع ہوگا وکیل رسول کے مانند ہو گیا فلا مطالبہ علیہ فی نکاح بھر و تسلیم للزوجہ تو مطالبہ نہیں وکیل پر نکاح میں ہر اور تسلیم زوجہ کام یعنی جب حقوق عقد موکل سے تعلق ہے تو وکیل سے مطالبہ نہیں اگر وکیل زوجہ کی طرف سے ہے تو اس سے ہر کام مطالبہ نہیں اور اگر زوجہ کی طرف سے ہے تو تسلیم زوجہ کام مطالبہ نہیں و مشتری لایا عن وقع اثنین للموکل اور مشتری کو انکار کرنا جائز ہے موکل کو شن دینے سے م چونکہ بیع میں حقوق عقد وکیل سے تعلق ہیں نہ موکل سے تو اگر ایک شخص نے وکیل سے کوئی چیز خریدی اور موکل اس چیز کا شن مانگے اور مشتری کے کہ میں تجھ کو شن نہیں دیتا تو تاجر پر طحاوی نے غرضی ادہ سے نقل کیا کہ اگر وکیل موکل کو قبض شن کا وکیل کرے تو اب مشتری نے شن پر قادر نہیں و ان دفع لہ صحیح و لو مع ثلثی لوکیل استھانا و لا یطالبہ لوکیل ثانیاً لعدم انفادہ اور اگر مشتری موکل کو شن دے تو صحیح ہے اگرچہ دنیا وکیل کے روکنے کے ساتھ ہو بدلیل احسان اور وکیل دوبارہ شن کا مطالبہ نہ کرے بواسطے عدم فائدہ کے م و ہر احسان یہ ہے کہ شن مقبوض موکل کا حق ہے سو اسکو بیع کیا اور اس میں کچھ فائدہ نہیں کہ اس سے یا جانے پھر اسکو دیا جائے کذا فی الطحاوی لم یقع المقاصد میں لوکیل زوجہ و فیئسہ لہوکلہ بان واقع ہوتا ہے یا ہر ہر کر لینا شن کا وکیل کے دین سے اگر فقط وکیل مدیون ہو مشتری کا اور ضمان ہے وکیل شن کا اپنے موکل کو م یعنی اگر فقط وکیل بیع دینا ہو مشتری کا تو شن کا مقاصد دین کے ساتھ واقع ہوگا دونوں برابر برابر ہو گئے ایک دوسرے پر مطالبہ نہیں کر سکتا لیکن وکیل پر ضمان شن لازم ہوگا اس واسطے کہ وکیل نے اپنا دین موکل کے مال سے ادا کیا اور اگر فقط مدیون مشتری کا ہو یا موکل اور وکیل دونوں مدیون ہوں مشتری کے تو دونوں صورتوں میں موکل سے مقاصد واقع ہوگا کذا فی الطحاوی عن الذخیرہ بخلاف وکیل تمیم و معرف یعنی بخلاف وکیل تمیم اور وکیل صرف کے کذا فی العینی م یہ تعلق ہے باتن کے اس قول سے و ان دفع لہ صحیح یعنی اگر مشتری موکل کو شن دے تو صحیح ہے مگر ان دو صورتوں میں موکل کو دینا صحیح نہیں یعنی میں بجائے وکیل تمیم و تمیم ہی صورت اسکی یہ ہے کہ وہی نے مال تمیم کا اور مشتری نے تمیم کو اسکا شن دیا تو مشتری عمدہ سے خارج ہوگا بلکہ اسکو واجب ہے کہ دوسرے بار وہی کو شن دے اس واسطے کہ تمیم کو اپنے مال کے قبضہ کرنے میں اختیار نہیں تو اسکا دینا تصبیح ہے اور وکیل فی الصرف نے جبکہ عقد صرف کو سفق کیا اور موکل نے بدل صرف پر قبضہ کیا تو عقد صرف بالکل اطل ہو گیا بسبب افتراق اعد العاقدین کے بلا قبض کذا فی الطحاوی و مثلاً ای مثل لوکیل عبد مازون لادین علیہ مع مولاہ فلا ینکب قبض یوتہ و لو قبض استھانا مال مین علیہ مین لادین

باعتبار وکالت صحیح نہیں نہ باعتبار اصالت یعنی اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کر گیا تو موکل کا نکاح صحیح ہوگا بلکہ خود وکیل کا نکاح واقع ہو جائیگا تو اب تفریح ایچہ سے منافات باقی نہ رہی یعنی قولہ (حتی لو اضا فہ نفسہ وقع النکاح) و خلع و صلح عن دم عمد او انکار و عتیق علی مال و کتابہ و ہبہ و تصدق و اعارة و ایداع و رہن و اقرض و شراک و مضاربتہ یعنی متعلق موکل لاپہ کو نہ نہیں اسیراً محضاً حتی لو اضا فہ نفسہ وقع النکاح نہ نکاح کا رسول اور جس عقد کی نسبت موکل کی طرف ضرور ہے چنانچہ نکاح اور خلع اور صلح اقل عمد سے اور صلح انکار سے اور عتیق بعوض مال اور کتابت اور ہبہ اور تصدق اور عاریت دینا اور ودیعت رکھوانا اور رہن اور قرض دینا اور شرکت اور مضاربت کذا فی العینی تو اس عقد کے حقوق وکیل کے موکل سے تعلق ہوتے ہیں نہ وکیل سے سبب ہونے وکیل کے عقود مذکورہ میں محض پیام رسان تو اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کر گیا تو وکیل ہی کا نکاح واقع ہوگا وکیل رسول کے مانند ہو گیا فلا مطالبہ علیہ فی نکاح بھر و تسلیم للزوجہ تو مطالبہ نہیں وکیل پر نکاح میں ہر اور تسلیم زوجہ کام یعنی جب حقوق عقد موکل سے تعلق ہے تو وکیل سے مطالبہ نہیں اگر وکیل زوجہ کی طرف سے ہے تو اس سے ہر کام مطالبہ نہیں اور اگر زوجہ کی طرف سے ہے تو تسلیم زوجہ کام مطالبہ نہیں و مشتری لایا عن وقع اثنین للموکل اور مشتری کو انکار کرنا جائز ہے موکل کو شن دینے سے م چونکہ بیع میں حقوق عقد وکیل سے تعلق ہیں نہ موکل سے تو اگر ایک شخص نے وکیل سے کوئی چیز خریدی اور موکل اس چیز کا شن مانگے اور مشتری کے کہ میں تجھ کو شن نہیں دیتا تو تاجر پر طحاوی نے غرضی ادہ سے نقل کیا کہ اگر وکیل موکل کو قبض شن کا وکیل کرے تو اب مشتری نے شن پر قادر نہیں و ان دفع لہ صحیح و لو مع ثلثی لوکیل استھانا و لا یطالبہ لوکیل ثانیاً لعدم انفادہ اور اگر مشتری موکل کو شن دے تو صحیح ہے اگرچہ دنیا وکیل کے روکنے کے ساتھ ہو بدلیل احسان اور وکیل دوبارہ شن کا مطالبہ نہ کرے بواسطے عدم فائدہ کے م و ہر احسان یہ ہے کہ شن مقبوض موکل کا حق ہے سو اسکو بیع کیا اور اس میں کچھ فائدہ نہیں کہ اس سے یا جانے پھر اسکو دیا جائے کذا فی الطحاوی لم یقع المقاصد میں لوکیل زوجہ و فیئسہ لہوکلہ بان واقع ہوتا ہے یا ہر ہر کر لینا شن کا وکیل کے دین سے اگر فقط وکیل مدیون ہو مشتری کا اور ضمان ہے وکیل شن کا اپنے موکل کو م یعنی اگر فقط وکیل بیع دینا ہو مشتری کا تو شن کا مقاصد دین کے ساتھ واقع ہوگا دونوں برابر برابر ہو گئے ایک دوسرے پر مطالبہ نہیں کر سکتا لیکن وکیل پر ضمان شن لازم ہوگا اس واسطے کہ وکیل نے اپنا دین موکل کے مال سے ادا کیا اور اگر فقط مدیون مشتری کا ہو یا موکل اور وکیل دونوں مدیون ہوں مشتری کے تو دونوں صورتوں میں موکل سے مقاصد واقع ہوگا کذا فی الطحاوی عن الذخیرہ بخلاف وکیل تمیم و معرف یعنی بخلاف وکیل تمیم اور وکیل صرف کے کذا فی العینی م یہ تعلق ہے باتن کے اس قول سے و ان دفع لہ صحیح یعنی اگر مشتری موکل کو شن دے تو صحیح ہے مگر ان دو صورتوں میں موکل کو دینا صحیح نہیں یعنی میں بجائے وکیل تمیم و تمیم ہی صورت اسکی یہ ہے کہ وہی نے مال تمیم کا اور مشتری نے تمیم کو اسکا شن دیا تو مشتری عمدہ سے خارج ہوگا بلکہ اسکو واجب ہے کہ دوسرے بار وہی کو شن دے اس واسطے کہ تمیم کو اپنے مال کے قبضہ کرنے میں اختیار نہیں تو اسکا دینا تصبیح ہے اور وکیل فی الصرف نے جبکہ عقد صرف کو سفق کیا اور موکل نے بدل صرف پر قبضہ کیا تو عقد صرف بالکل اطل ہو گیا بسبب افتراق اعد العاقدین کے بلا قبض کذا فی الطحاوی و مثلاً ای مثل لوکیل عبد مازون لادین علیہ مع مولاہ فلا ینکب قبض یوتہ و لو قبض استھانا مال مین علیہ مین لادین

لغزما ہذا زیۃ اور مثل اسکے لینے وکیل کے مانند و عید مازون فی التجارۃ ہے جس پر دین نہیں اپنے مولے کے ساتھ تو مولیٰ انک دین عید کے قبض کرنے کا نہیں اور اگر قبض کر لیا تو صحیح ہوگا بدلیل استحسان مذکور جب تک کہ غلام پر دین نہ ہو اس واسطے کہ غلام کے دین میں اسکے دائنون کا حق ہے کفالتی ہذا زیۃ ہذا زیۃ کا غلام مازون مدیون ہوگا تو اسکے دیون پر قبض مولیٰ کا صحیح نہیں کیونکہ اس میں مازون کے دائنون کا حق ہے فرج مسئلہ ملحقہ شارع رہ کا استوکیل بالاسقرض باطل لا اسرۃ در رقرض لینے کے واسطے وکیل کرنا باطل ہے نہ رسالت کذا فی دررم در زمین پر توکیل بالاسقرض اس واسطے باطل ہے کہ ملک غیر میں تصرف کو غنویں کرنا جائز نہیں اور اسقرض کی رسالت باطل نہیں کیونکہ اس میں تقویض تصرف نہیں اس واسطے کہ رسول سفیر شخص ہے اور مذکور ہو چکا کہ توکیل بالاقراض یعنی قرض دینے میں وکیل کرنا صحیح ہے اس واسطے کہ اس میں تقویض تصرف ہے انہی ملک میں انتہی مختصر اطمینان و ایہین خانیہ سے مذکور ہے کہ مامور بالاسقرض اگر مقرر سے یون کے کچھ مقرر سے تو یہ اسقرض اپنے واسطے ہوگا نہ امر کے واسطے تو اسکو جائز ہے کہ درم امر کو نئے اور اگر یون کے کفالتا شخص جسے دس مقرر لگتا ہے سو اسے قرض نہ تاقول کیا تو درم امر کے ہونگے لیکن مامور اس صورت میں رسول ہوگا نہ وکیل اور باطل ہے وکالت فی الاقرض نہ رسالت انتہی و استوکیل قبض قرض صحیح نتیجہ اور وکیل کرنا قرض کے قبض میں صحیح ہے سو اگر ہر نام صورت اسکی یہ ہے کہ موکل کسی شخص سے کہے کہ مجھکو اتنا قرض ہے اور وہ اقبال کے پھر وہ اسکے قبض کرنے کا کسی کو وکیل کرے

### باب الوکالت بالبیع والشراء

باب بیع اور شرا کی وکالت میں الاصل انما ان عمت او عمت او جہالت جہالت سیرۃ وہی جہالت النوع الخس قفس صحت قاعدہ کلیہ اسباب میں ہے کہ اگر وکالت عام ہو یا معلوم یا مجہول جہالت سیرہ ہو اور جہالت سیرہ نوع خالص کی جہالت ہے چنانچہ فرس تو وکالت صحیح ہے وکالت عام یہ کہ موکل وکیل سے کہے کہ خرید کر جو جھکو بہتر معلوم ہو کیونکہ اسے تقویض امر اسکی رہے پر کی سو جو چیز کہ وہ خرید کر لیا اتمثال مرہو جائیگا یا معلوم اور متعین ہو اس طرح کہ موکل نے وکیل سے تقریح کر دی ہو عمومی نے کہا کہ جو چیز معین کی خرید پر وکیل ہو تو اس میں کسی چیز کی حاجت نہیں یا غیر معین کی خرید پر وکیل ہو تو اسکی جنس اور نوع کا ذکر نہ ضروری ہے چنانچہ غلام حبشی یا ہندی یا اسکی جنس اور مقدار میں کا ذکر ضروری ہے تاکہ اسکے واسطے وکیل ہو اور وہ معلوم ہو جائے تا اتمثال امر ممکن ہو اتنی نوع خالص کی قید اس واسطے دی تا اس نوع سے اشتراک ہو جو مرد و دین اجنس و النوع ہے چنانچہ عید اور دار کہ اس میں تفصیل ہے وان فاحشہ وہی جہالت اجنس کذا جہالت وکالت جہالت فاحشہ کثیرہ ہو اور وہ جنس کی جہالت ہے چنانچہ دابہ تو وکالت باطل ہے و دابہ بنت عرب میں ہر جاندار کا اسم ہے جو زمین پر چلے اور عرف میں گھوڑے اور چتر اور گدھے کو کہتے ہیں تو اس میں چند اجناس مجتمع ہو گئیں اور اسی طرح کپڑا ملبوس کو شامل ہے اطللس و رکھواب سے تاکڑی اور گاڑھاد ان ہر سب کو فان بین الثمن او الصفت کتر کی صحت والا اور اگر جہالت متوسط ہو مابین جنس اور نوع کے چنانچہ غلام سو اگر موکل اسکا ثمن بیان کر دے یا اسکی صفت مذکور کرے چنانچہ ترکی تو وکالت صحیح ہے اور اگر ثمن یا صفت مذکور نہ ہو تو وکالت باطل ہے و اگر دوسرے حقیقت اور مقاصد میں متحد ہوں تو دونوں ایک جنس میں اور اگر حقیقت مختلف ہو یا مقاصد تو وہ دو جنس ہیں پھر اگر جہالت جنس بکثرت ہو اس طرح پر کہ ایسی جنس مذکور ہو جس کے تحت میں چند اجناس ہوں چنانچہ رقیق کہ وہ منقسم ہے مرد اور عورت کی طرف اور مرد اور عورت بنی آدم میں دو جنس ہیں اس واسطے اختلاف مقاصد پھر ہر ایک تو مذکور اور غلام سے گلبہ خوبصورتی مقصود ہوتی ہے چنانچہ ترکی غلام میں اور گلبہ خدمت مقصود ہوتی ہے چنانچہ ہندی غلام میں اور اسیطرح ثوب اور دابہ کذا فی شرح انوقایہ وکلمہ شبرا ثوب ہر وہی او فرس و نعل صحیح یا تحملہ حال الا کر زلیعی فرجہ وان لم یسم ثمن الا من القسم الاول وکیل کیا اسکو ہر اس کے کپڑے یا گھوڑے یا بچہ کی خرید کا تو صحیح ہے بقدر اتمثال حال امر کفالتی ازلیعی تو اس کتاب کی طرف مراجعت کر توکیل مذکور صحیح ہے اگر چہ موکل نے ثمن مذکور نہ کیا ہو اس واسطے کہ وہ پہلی قسم سے ہے یعنی جہالت سیرہ عبارت ہے نوع خالص کی جہالت سے م اتمثال نے کہا کہ جہالت نوع کی عفو ہے اس واسطے کہ تفاوت مابین نوع تکمیل ہے تو مائع اتمثال امر کی نہیں ہے لیکن وکالت نہ صرف ہوگی اسکی طرف جو موکل کے حال کے لائق ہو انتہی ازلیعی نے کہا

باب الوکالت بالبیع والشراء







کذا فی الطحاوی عن البحر عن البرازیة ویناذا المسلم فلو سلمه الی موکلہ امتنع رده الیابره لانتمار الوکالت بالتسليم اور یہ یعنی رو باعیب اسوقت ہو جبکہ  
 وکیل نے موکل کو بیع تسلیم نہیں کر دی اور اگر اس نے بیع اپنے موکل کو سپرد کر دی تو اب اسکو پھر دینا ممنوع ہو مگر موکل کے امر سے بسبب آخر ہو جانے  
 وکالت کے تسلیم موکل سے حجلان دلیل باع فاسد اقلہ الفسخ مطلقاً حق الشرع قنیہ بخلاف اس وکیل کے جس نے کوئی سے بطریق بیع فاسد کے چھی  
 تو وکیل کو فسخ بیع جائز ہو مطلقاً بسبب حق شرع کے کذا فی القنیۃ ہم مطلقاً یعنی اگرچہ بیع مشتری کو دے چکا ہو اور اگر ثمن اپنے موکل کو دے چکا ہو تو بھی اسکو  
 فسخ بیع کا اختیار ہے بلا اذن موکل اور ثمن اس سے پھرے بدون اسکی رضا مندی کے کذا فی الطحاوی و لو وکیل جس المبیع ثمن دفعہ الوکیل من بالہ  
 اولاد بہ اولی لانہ کالبائع اور وکیل کو جائز ہو روک رکھنا بیع کا موکل سے قبض ثمن کے واسطے خواہ وکیل نے ثمن اپنے مال سے دیا ہو یا نہ دیا ہو اگر نہ دیا ہو تو بطریق  
 اولی جس جائز ہو اسواسطے کہ وکیل بلوغ کے مانند ہو مطالبہ ثمن میں و لو اشتراہ الوکیل بنقد تم اجلا البائع کان للوکیل المطالبۃ بہ حالاً وہی حیلۃ خلاصۃ لکن  
 وکیل نے اسکو بہ ثمن حال خرید کیا پھر بائع نے ثمن دینے کی کچھ مدت مقرر کی تو وکیل کو مطالبہ ثمن کا موکل سے فی الحال جائز ہو اور یہی حیلہ ہے کذا فی الخلاصۃ ہم  
 یعنی تعیل ثمن کا وکیل پر اور طول ثمن کا موکل پر یہی حیلہ ہے کہ وکیل ثمن حال خرید کرے پھر بائع ثمن کی مدت ٹھہرے کذا فی الطحاوی و لو وہی کل الثمن بیع بکلہ و لو بعضہ  
 رجع بالباقی لانہ حط حجر اور اگر بائع نے وکیل کو سب ثمن سپرد کر دیا تو وکیل اپنے موکل سے تمام ثمن بھرے اور اگر بائع نے بعض ثمن سپرد کر دیا تو باقی ثمن بھرے  
 اسواسطے کہ بعض ثمن کا ہبہ کم کر دینا جو اصل ثمن کا کذا فی البحر فلو ہلک المبیع من یدہ قبل حبسہ ہلک من مال موکلہ ولم یسقط الثمن لان  
 یدہ یدہ پس اگر بیع ہلاک ہوگی وکیل کے ہاتھ سے قبل جس بیع تو موکل کے مال سے ہلاک ہوگی اور ثمن ساقط نہوگا موکل کے ذمے سے  
 اسواسطے کہ قبضہ وکیل کا مانند قبضہ موکل کے ہو م اور اگر ثمن ہلاک ہو وکیل کے ہاتھ میں تو بھی موکل کا مال ہلاک ہو اور اگر وکیل خرید کر چکا پھر وکیل  
 نے دیا سو ہلاک ہو گیا بائع کو دینے سے پہلے وکیل کے پاس تو وکیل کا مال ہلاک ہو کذا فی الطحاوی تو ہلاک بعد حبسہ قبو کیبیع خیلک بالثمن وعند التثانی  
 کہ ثمن اور اگر بیع ہلاک ہوئی بعد اس کے جس کے تودہ بیع کے مانند ہے تو ہلاک بیع کی ثمن سے ہوگی یعنی اسکا ثمن ساقط ہو گیا موکل کے ذمے سے اور ابو یوسف  
 کے نزدیک رہن کے مانند ہو م بیع کے مانند ہے یعنی اس بیع کے مانند ہے جو بائع کے پاس ہلاک ہوگی اور بائع جبکہ جس بیع کر لیکھا استیفاء ثمن کے  
 واسطے تو اسکے ہلاک ہونے سے ثمن ساقط ہوگا اسی طرح وکیل کے پاس ہلاک ہونے سے موکل سے ثمن ساقط ہوگا اب وکیل موکل سے نہیں لے سکتا اور ابو یوسف  
 کے نزدیک جبکہ وہ مثل رہن کے ہوا تو اگر ثمن اکثر ہوگا قیمت تو وکیل بقدر فضل موکل سے بھر لیکھا کذا فی الطحاوی ولا اعتبار بمفارقة الموکل ولو حالاً لکن  
 المصنف بتعالی اللہ یعنی و ابن ملک اور صرف اور سلم میں اعتبار نہیں موکل کی مفارقت کا اگرچہ موکل حاضر ہو چنانچہ اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے  
 بحر الرائق کی پیروی سے برخلاف یعنی اور ابن ملک کے م عینی نے کہا کہ وکیل نایب ہو پھر جب اصل حاضر ہو تو نایب کا کچھ اعتبار نہیں حموی نے اسکا  
 جواب دیا کہ وکیل نایب ہو اصل عقد میں اور حقوق عقد میں وہ اصل ہے تو اب کچھ اعتبار نہیں حضور موکل کا کذا فی الطحاوی بل بمفارقة الوکیل ولو بصیاً  
 صرف وسلم فی بطل العقد بمفارقة صاحب قبل القبض لانہ العاقد بلکہ صرف اور سلم میں مفارقت وکیل کا اعتبار ہے اگرچہ وکیل صغیر ہو تو عقد باطل ہوگا صاحب  
 عقد کی مفارقت قبل القبض سے اسواسطے کہ وکیل عاقد ہے یعنی چونکہ عاقد وکیل ہے اگر صاحب عقد وکیل سے جدا ہوگا قبل قبض تو عقد باطل ہوگا اسواسطے  
 کہ احوال العاقدین کا انفرق قبل قبض بطل عقد صرف ہے و اما بالاسلام لا یجوز ابن کمال اور مراد سلم سے اسلام ہے نہ قبول سلم اسواسطے کہ  
 قبول سلم کی توکیل جائز نہیں کذا ذکرہ ابن کمال ہم اسلام کی یہ صورت ہے کہ رب المسلم کسی شخص کو وکیل کرے تا وکیل راس المال مسلم الیہ کو دے اور قبول  
 کی یہ صورت ہے کہ مسلم الیہ کیسکو وکیل کرے راس المال کے قبضہ کرنے کا کذا فی الطحاوی والرسول فیہما ای الصرف والسلم لا تعتبر مفارقة بل مفارقة  
 لان الرسالۃ فی العقد لا قبض اور صرف اور سلم میں مفارقت رسول کی معتبر نہیں بلکہ اسکے بچنے والے کی مفارقت معتبر ہے اسواسطے کہ پیام رسانی

عقد میں ہونے قبض میں واستفیدہ صحیح التوکیل بہما اور مستفاد اور معلوم ہوئی توکیل صرف اور سلم کی صحت یعنی مسئلہ عدم مفارقت وکیل سے معلوم ہوا کہ صرف اور سلم میں وکیل کرنا صحیح ہے بہتر یہ تھا کہ شراح اسکو قبل مسئلہ رسول ذکر کرتا وکلہ بشر اوعشرۃ ابطال محم بدرہم فاشتری ضعفہ بدرہم مما یباع بعشرۃ بدرہم لزم الموکل منہ عشرۃ بنصف درہم خلافا لہما والثلثۃ فلناتہ ما مور باطل مقدرة فینفذ الزائد علی الوکیل وکیل کیا دس مصل گوشت کے خرید کرنے کا ایک درہم سے سو وکیل نے دو چند گوشت اسکا خرید کیا یعنی بیس مصل ایک درہم سے اس قسم کا گوشت جو دس مصل ایک درہم کو بکتا ہے تو لازم ہوگا موکل کو بیس مصل سے دس مصل بعض نصف درہم کے بخلاف صاحبین اور ائمہ ائمہ کے یعنی انکے نزدیک بیس مصل موکل کو لازم ہے اسواسطے کہ وکیل نے اسکی حق میں بہتر کیا ہم کہتے ہیں جواب میں امام کی طرف سے کہ وکیل ما مور ہو ابطال حدیث کا یعنی دس مصل کا تو اس سے زائد کی بیع وکیل پر نافذ ہوگا ہم خلاصہ جواب یہ ہے کہ وہ دس مصل کی خرید کا ما مور ہے نہ زیادہ کا تو زیادہ کی بیع وکیل کو لازم ہوگی نہ موکل کو دو خریدی مالا یا سیادی ذلک وقع للوکیل اجماعا غیر موزون اور اگر وہ گوشت خرید کیا جو اسکے برابر نہیں یعنی مثلاً جو گوشت کہ بیس مصل ایک درہم کو بکتا ہے اسکو دو درہم سے خرید کیا تو یہ بیع وکیل کے واسطے واقع ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے جیسے غیر موزون کی بیع غیر موزون کی یہ صورت ہے کہ موکل نے وکیل کیا ایک غلام کی خرید کا بعض سو درہم کے تو اس نے ایسے دو غلام خرید کیے سو درہم کو موکل کے واسطے کہ ہر ایک غلام سو درہم کا ہو تو یہ بیع موکل کو لازم نہوگی اسواسطے کہ ہر ایک کٹن جمول ہے اسواسطے کہ کٹن معلوم نہیں ہو سکتا مگر اسکل سے بخلاف گوشت کے کہ وہ موزون مقدر ہے تو کٹن اسکے اجزا پر منقسم ہو جائیگا کذا فی الطحاوی بہرہم ولو وکلہ بشر اوعشرۃ یعنی بخلاف الوکیل بالانکاح اذا تزوجہ لنفسہ صحیح ینسب والفرق فی الوانی غیر الموکل الا شتر یہ لنفسہ والموکل اخر بالاولی عند غیبیۃ حیث لم یکن مخالفاً لذلک والفرق اولی خرید کرے وکیل کیا اس معین چیز کی خرید کا جو موکل کی غیر ہے تو وکیل اس چیز کو اپنے واسطے نہ خرید کرے اور نہ دوسرے موکل کے واسطے بطریق اولی خرید کرے موکل کی غیبت میں جبکہ وکیل نے امر موکل کی مخالفت نہ کی ہو اپنے واسطے نہ خرید کرنا دفع فریب کی جہت سے ہے بخلاف وکیل نکاح کہ جب عورت معینہ سے وہ اپنا نکاح کرے تو صحیح ہوگا کذا فی المینہ اور زرق خرید اور نکاح کی توکیل کا علامہ وانی کے حاشیہ درہم مذکور ہے ہم غیر موکل کی قید اس واسطے لگائی تا وہ صورت نکلیے جہین چیز معین نفس موکل ہو چنانچہ ایک غلام نے کسی شخص کو اپنی خرید کرنے کا اپنے مالک سے وکیل کیا سو وکیل نے اسکو اپنے واسطے خرید کیا تو یہ خرید وکیل ہی کے واسطے واقع ہوگی چنانچہ آئندہ مذکور ہوگا اور غیبت موکل کی قید سے ضرور موکل کل گیا تو اگر شریعین کو موکل کے سامنے وکیل اپنے واسطے خرید کرے تو صحیح ہے اسواسطے کہ وکیل کو جائز ہے کہ موکل کے حضور میں اپنی ذات کو دکالت سے معزول کرے اور خلاصہ فرق خرید اور نکاح کا یہ ہے کہ نکاح ان عقود سے ہے جنکی اصناف موکل کی طرف ضروری ہے اور اسکا ثبوت نہیں ہوتا موکل کے واسطے مگر جبکہ اسی کی طرف منسوب اور مضاف ہو بخلاف خرید کے کہ وہ بہر صورت موکل کے واسطے ثابت ہے اگرچہ وکیل اسکی نسبت اپنی طرف کرے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحاوی مختصراً فلو شترہ بغیر النقص و او نکاح اسی الموکل من الثمن وقع الشراء للوکیل للمخالفة امرہ وہ یخزل فی ضمن المخالفة یعنی تو اگر وکیل نے شریعین کو خرید کیا بغیر نقو و یا بخلاف اس ضمن کے جبکہ موکل نے نام لیا وکیل سے تو یہ خرید وکیل ہی کے واسطے واقع ہوگی اسواسطے کہ وکیل نے امر موکل کی مخالفت کی اور وکیل معزول ہوگا دکالت سے ضمن مخالفت امر کذا فی العینی ہم یہ نضرع ہے حیث لم یکن مخالفاً و ان بشر اوشی بغیر عینہ فالشراء للوکیل الا اذا نواه للوکل وقت الشراء و شترہ بما لہ ای مال الوکل اور اگر اسکو وکیل کیا غیر معین کی خرید کا تو خرید وکیل کے واسطے ہے مگر جبکہ موکل کے واسطے اسکی نیت کرے گا خرید کرنے کے وقت یا اسکو موکل کے مال سے خرید کرے گا و لو کذا فی الفیتہ حکم بانقدا بما اور اگر بائین وکیل اور موکل ایک دوسرے کو کاذب کما نیت میں تو تقدیر حکم ہوگا بالاتفاق یعنی اگر نقد سے خرید کیا تو موکل کے واسطے ہے اور نہیں تو وکیل کے واسطے ولو تو انقا انما لم تحضر فروا یتان اور اگر دونوں میں اتفاق ہو اس بات پر کہ خرید کے وقت نیت موجود نہ تھی تو اس میں دو روایتیں ہیں تفصیل اس مسئلہ کی تیسریں اور بحر الرائق میں اس طرح ہے کہ



اگر وکیل نے جہد کی اضافت اور نسبت ایک شخص کے مال کی طرف خواہ وکیل کے مال کی طرف یا موکل کے مال کی طرف کی ہوگی اور اگر مطلق مال کی طرف نسبت کی تو اگر وکیل اور موکل ایک شخص کی نیت پر متفق ہوئے تو وہ چیز اسی کی ہوگی اور اگر نیت میں اختلاف واقع ہو تو نقد پر حکم ہوگا اور اگر عدم نیت پر دونوں کا اتفاق ہو تو محمد کے نزدیک وہ چیز عاقبت کی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک نقد پر حکم ہوگا انتہی جب یہ معلوم ہو تو مصنف کے اس قول کو (الا فانواہ للموکل) واجب ہو کہ اس صورت پر محمول کیجیے جبکہ وکیل عقد کو اپنے مال کی طرف نسبت نہ کرے خواہ اسکو موکل کے مال کی طرف نسبت کرے یا مطلق مال کی طرف خواہ ثمن اپنے مال سے ادا کرے یا موکل کے مال سے آدر یہ جو مصنف نے کہا کہ یا موکل کے مال سے خرید کرے مراد یہ ہے کہ موکل کے مال کی طرف اسکو نسبت کرے چنانچہ ہادیہ وغیرہ میں مصرح ہے خواہ وجود نیت اور عدم نیت پر اتفاق ہو یا اختلاف خواہ اداسے ثمن اپنے مال سے کیا ہو یا موکل کے مال سے اور نیت میں کاذب اور تواثق اسوقت کا مراد ہے جبکہ عقد مطلق مال کی طرف مضاف ہو اور درود و تبرکات سے صاحبین کا قول مراد ہے کذا فی الجلی عم انہ اشتری حبلہ وکلمہ فہما کما قال موکلہ بل شریئہ نفسک فان کان العبد معینا و یوحی قائم فالقول للمامور اجماعاً مطلقاً نقد الثمن ادلا لا بخارہ عن امریک استناذہ وکیل نے کہا کہ اسے غلام اپنے موکل کے واسطے خرید کیا سو ہلاک ہو گیا اور اس کے موکل نے کہا بلکہ تو نے وہ غلام اپنی ذات کے واسطے خرید کیا تو اگر غلام معین ہو اور وہ زندہ موجود بھی ہو تو بالاتفاق مامور کا قول معتبر ہے مطلقاً خواہ اسے ثمن ادا کیا ہو یا نہ ادا کیا ہو اس واسطے کہ وکیل نے اسکی خبر دی جسکے استیناف کا وہ مالک ہے ہم استیناف عقد یعنی سر نو عقد خرید جاہد کر سکتا ہے یعنی اگرچہ وکیل نے اسکو اپنے واسطے خرید کیا ہو لیکن اسکو اعادہ اور استیناف کا اختیار ہے اس طرح پر کہ کہے کہ میں نے اسکو موکل کے واسطے خرید کیا سو اس واسطے کہ ثمن معین کی خرید میں وکیل کو اختیار نہیں کہ اپنے واسطے خرید کرے وان میتا والحال ان الثمن منقوہ فکذلک الحکم اور اگر غلام میت ہو اور حالانکہ ثمن نقد ہو تو اسی طرح حکم ہو یعنی مامور کا قول معتبر ہے والا لکن منقوہ دافا لقول للموکل لانہ ینکر الرجوع علیہ اور اگر ثمن نقد ہو تو موکل کا قول معتبر ہے سو اس واسطے کہ وہ اپنے ادب سے رجوع ثمن کا منکر ہو اور اعتبار کے لائق منکر کا قول ہے وان العبد غیر معین و یوحی اذ میت فکذا ای یکون للمامور ان الثمن منقوہ والا نہ ایمن اور اگر غلام غیر معین ہو خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ تو ایسا ہی حکم ہو یعنی مامور کا قول معتبر ہوگا اگر ثمن نقد ہو سو اس واسطے کہ مامور ایمن ہے والا فلا امر للثمنہ خلاف الہما اور اگر ثمن نقد نہ ہو تو مامور کا قول معتبر ہے بسبب تمت کے بخلاف صاحبین کے ہم تمت یہ ہے کہ شاید مامور نے اپنے واسطے خرید کیا ہو پھر جب اسپسب نقصان دیکھا تو امر سے ڈال لاقال بیع فی العمر و فیما تم انکر الامرای انکر الشتری ان عمر امر و بالشرای اخذہ عمر و لغا انکارہ الامر لنا قضتہ لا اقرارہ بتوکیلہ بقیۃ یعنی عمر و ایک شخص نے کہا کہ اسکو بیع مجھ سے عمر کے واسطے پھر اسے امر کرنے والے کا انکار کیا یعنی شتری نے اسکا انکار کیا کہ عمر نے اسکو خرید کرنے کا امر کیا تو عمر اس بیع کو لیکھا اور اسکا انکار امر کے لیے لغو ہوگا بسبب منقض ہونے اس کے انکار کے اسکی توکیل کے اقرار سے یون کہنے سے کہ مجھ سے بیع عمر کے واسطے یعنی جب اسے اول یون کہا کہ فلا نے کے واسطے بیع تو یہ اقرار ہوا اسکا کہ میں اسکا وکیل ہوں پھر اسے وکالت کا انکار کیا تو اب یہ انکار لغو ہوگا کیونکہ یہ انکار اقرار توکیل کے منقض اور مخالف ہے والا ان یقول عمر ولم امرہ بہ ای بالشرای فلا یاخذہ عمر ولان امر الشتری انہ یبرہ مگر یہ کہ عمر کے کہ میں نے اسکو خرید کرنے کا امر نہیں کیا تو اب اسکو عمر و نہ لے گا سو اس واسطے کہ شتری کا اقرار ہو گیا اس کے رو کر دینے سے الا ان سلیم الشتری الیہ ای الی عمر ولان التسلیم علی وجہ البیع بیع بالتعاطی وان لم یوجد نقد الثمن للعرف مگر یہ کہ شتری بیع عمر کو تسلیم کرے تو عمر و اسکو اس واسطے کہ دنیا بطریق بیع کے بیع بالتعاطی ہے اگرچہ اداسے ثمن نہ پایا جاوے بسبب عرف اور روان کے یعنی تراخی ثمن مروی ہے امرہ بشرای شیین معینین او غیر معینین افانواہ للموکل کما مر کر امر کیا موکل نے وکیل کو دو معین چیزوں کی خرید کا یا دو غیر معین چیزوں کی خرید کا جبکہ وکیل نے اسکی خرید کے وقت موکل کے واسطے میت کی چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی البحر منقریب مذکور یہ ہو چکا کہ اگر غیر معین چیز کی خرید کا وکیل نے



تو وہ خرید وکیل کے واسطے ہو مگر جبکہ موکل کے واسطے نیت کریگا تو خرید موکل کے واسطے ہوگی واکمال اندہ لم یسیر ثمننا فاشتری لہ احدہما بقدر قیمتہ  
اور زیادہ سیرۃ تیغابن الناس فیہا صح عن الأمر والا لا اذ لیس لوکیل الشراء والشراء بنین فاحش اجماعا بخلاف وکیل البیع کہا بھی معین وچیز  
کی خرید کا امر کیا اور حالانکہ اسکا ثمن مذکور نہ کیا سو وکیل کے واسطے دو میں سے ایک چیز خرید کی بقدر اسکی قیمت کے یا ایسی قلیل زیادتی  
کے ساتھ جقدر میں لوگوں کو خسارہ ہو جاتا ہے تو وہ خرید صحیح ہو موکل کی طرف سے اور اگر ایسا نہیں یعنی کثیر زیادتی سے خرید کیا تو وہ خرید موکل  
کی طرف سے صحیح نہیں اسواسطے کہ خرید کے وکیل کوغبن فاحش کے ساتھ خرید کرنا بالالا اتفاق جائز نہیں بخلاف وکیل بیع کہ اسکوغبن فاحش کے  
ساتھ بیچنا جائز ہے چنانچہ مذکور ہوگا وکذا البیعا لہما بالف و قیمتہما سوا فاشتری احدہما بنصفہ او اقل صح اور اسطرع امر کیا دوسرے کو دو چیز کے  
خرید کرنے کا بعبوض ہزار کے اور دونوں کی قیمت برابر ہو سو وکیل نے ان دو میں سے ایک چیز خرید کی یا نسویا کتر سے تو صحیح ہے کہ کتر قیمت کی خرید میں  
اگرچہ مخالفت امر ہے لیکن اس میں موکل کو فائدہ ہے لہذا صحیح ہے ولو بالاکثر ولو یسیر الاموال ان یشتري ثانی من المعینین مثلاً بابقی من الالف قبل ان یختصم  
لحصول المقصود اور اگر ایک چیز یا نسو سے زیادہ کو خریدی اگرچہ زیادتی قلیل ہو تو موکل کو وہ لازم نہیں مگر یہ کہ وکیل دوسری چیز کو شکار و نون معین چیزوں سے ہزار  
کی بابقی قبل خصومت کے خرید کرے تو اب موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے مثلاً دو غلام کے خرید کرنے کا بعبوض ہزار درم کے امر کیا سوئے  
ایک غلام یا نسو اور دو درم کو خرید کیا تو یہ خرید موکل کو لازم نہیں ان اردو سے غلام کو دو کم یا نسو درم سے خرید کر لیا خصوصیت سے پہلے تو موکل کو خرید لازم  
ہوگی بسبب حصول مقصود کے یعنی حاصل ہونا دونوں غلاموں کا ہزار درم سے جو زاہ ان بقی ما یشتري بمثلہ الا خرا و صاحبین نے اسکو جائز کہا ہے اگر باقی ہی  
اسکی قیمت جتنی قیمت سے دوسرے غلام خرید ہو سکے ولو امر رجل بليونہ بشر اشی معین بدین لعلیہ وعینہ او عین البائع صح وحمل البائع وکیلا یا قبض لالة  
فیبر الغریم بالتسلیم الیہ اور اگر ایک مرد نے اپنے دیون کو چیز معین کی خرید کا امر کیا بعبوض اس دین کے جو اسکا اس پر ہو اور بیع کو اس نے معین کر دیا یا بائع  
کو معین کر دیا تو خرید صحیح ہے اور بائع صاحب دین کا وکیل بٹھرایا جا بیگا قبض دین میں باقتبار دلالت حال کے تو دیون بری الذمہ ہو جائیگا بائع کو دینے  
سے بخلاف غیر المعین لان توکیل المجهول باطل ولذا قال الا یعیین فلا یزیم الامر ونقد علی المامور فہما کہ علیہ خلافا لہما بخلاف غیر معین بیع یا بائع کے اس  
واسطے کہ وکیل کرنا شخص مجهول کا باطل ہے اور اسی واسطے مصنف نے کہا اگر بیع یا بائع کو وہ معین نہ کرے تو خرید موکل کو لازم نہ ہوگی اور مامور پر نافذ ہو  
تو اس کی ہلاکی کا نقصان مامور ہی پر پڑے گا بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک امر پر خرید لازم ہے مامور کے قبض کرنے سے کذا فی الطحاوی  
وزا الخلاف لو امرہ ان یسلم ما علیہ اذ یصرفہ بنا علی تعین التقوی الوکالات عنہ وعدم تعینہما فی العادفات عندہا اور اسی طرح امام ہم اور صاحبین  
کا خلاف ثابت ہے اگر صاحب دین نے اپنے دیون کو یہ امر کیا کہ عقد سلم یا عقد صرف کرے بعبوض اس دین کے جو اس پر ہو بلکہ خلاف ہے  
فقود کے متعین ہونے پر وکالت میں امام ہم کے نزدیک اور نہ متعین ہونے فقود کے معاوضات میں صاحبین کے نزدیک ہم جو کہ صاحبین ہم  
کے نزدیک درہم اور دینا معاوضات میں متعین نہیں خواہ دین ہوں یا عین تو وکیل صحیح ہے اور امر کو لازم ہے اسواسطے کہ تصرف مامور کا امر کے  
صرف کے مانند ہے اور امام کے نزدیک چونکہ درہم اور دینا وکالات میں متعین ہیں تو وکالت باطل ٹھہری تو صورت تعین فقود غیر دیون کو  
تملیک دین ٹھہری ہوں اس بات کے کہ اس غیر کو قبض دین کا وکیل قرار دیجیے اور یہ جائز نہیں کذا فی الطحاوی لخصا ولو امرہ ای امر رجل بدينہ  
ما علیہ صح امر بعبود المال لشد تعالیٰ وہ معلوم اور اگر اسے اسکو امر کیا یعنی ایک مرد نے اپنے دیون کو اس دین کی خیرات کرنے کا امر کیا جو اسکے ذمہ  
پر ثابت ہے تو اسکا امر صحیح ہے بسبب ٹھہرنے صاحب دین کے مال کو اللہ تعالیٰ کے واسطے اور وہ معلوم ہونے مجہول کہ توکیل قبض دین صحیح نہ ہو  
یعنی جب دیون سے کہا کہ دین کو تصدق کرے تو گویا اسے حق تعالیٰ کو قبض دین کا وکیل ٹھہرایا اور فقیر باب تصدق میں نائب ہو جہاں اشارہ کا لفظ

لو امر الآخر المتاجر بمرته ما استاجرہ مما علیہ من الاجرة وكذا الوامره بشره بعد يسوق الدابة فمفق عليها صح اتفاقا المفردة لانه لا يجد الاجر كل وقت  
فجعل الوجر كالوجر في القبض صبيح صح هو امر اسكا الكرام كرسه اجاره دينه والا مستاجر كوا اسكي مرمت كاجسكو اسنه اجاره ليا اس اجرت سے جو مستاجر پر ہے  
اور اسے طرح اگر موجر نے مستاجر کو امر کیا غلام کے خرید کرنے کا جو غلام کہ اجارہ کے جانور کو مانگے اور اسپر خرچ کرے تو امر اسکا باتفاق امام اور صاحبین کے صحیح  
ہو بسبب ضرورت کے اس واسطے کہ مستاجر موجر کو ہر وقت نہیں پاتا تو اجارہ والی چیز قبض اجرت میں اجارہ دینے والے کے ماخذ قرار دی گئی ہم موجر بفتح  
جیم عبارت ہو عین مستاجرہ سے اور موجر کبیر جیم اجارہ دینے والا قلت وفي شرح الجامع الصغير لقاضي خان ان كان ذلك قبل اجرة لا يجوز وبعد الوجوب قبل  
على الخلاف الى آخره فراجعہ میں کتا ہوں اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں ہو کہ اگر موجر کا یا مر قبل واجب ہونے اجرت ہو تو جائز نہیں اور بعد وجوب کے  
بعضین کے نزدیک بموجب خلاف امام اور صاحبین کے ہر آنہ تو اسکی طرف مزاجت کرم بیان خلاف یہ ہو کہ امر موجر کا بعد وجوب اجرت امام کے نزدیک صحیح  
نہیں بدون تعیین بیع یا بائع کے اور بالاعتین بیع مامور پر نافذ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک بہر صورت امر پر نافذ ہوگی کذا فی الطحاوی و الوامره بشرائه  
بالف و دفع الالف فاشترى و قيمته كذلك فقال الامر اشترى بنصفه وقال المامور بل بلكه صدق لانه ان كان اسكو امر كبا اسكي خريه كابدون  
هزار کے اور اسنے ہزار دیے سو دلیل نے اسکو خرید کیا اور قیمت اسکی ہزار ہی ہو سو موکل نے کہا کہ تو نے پانسو سے خرید کیا اور وکیل نے کہا بلکہ پورے ہزار سے  
خرید کیا تو وکیل ہی کے قول کی تصدیق ہوگی کیونکہ وہ امین ہوا ان کان قيمة نصفه فالقول للامر بلا بين در رواين الكمال تجا لصد الشريعة حيث قال  
في الكل بغير الحلف وتعم المصنف لكن جزم الوافى بانه تحريف وهو ايه بعد الحلف اور اگر قیمت اسکی پانسو ہو تو موکل کا قول معتبر ہو بدون قسم کے چنانچہ صاحب  
اور بن کمال نے ذکر کیا ہو صدر الشریعہ کے تابع ہو کہ صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں کہا ہو کہ موکل کی تصدیق ہوگی و صورت دفع اور عدم قیمت دونوں  
صورتوں میں بدون قسم کے اور مصنف تابع ہوا ہوا فاضل ثلثہ مذکورہ کا لیکن دانی محشی درر نے یقین کیا ہو کہ قول بعدم حلف تحریف ہو اور ٹھیک بات یہ ہے  
کہ بعد حلف کے موکل کی تصدیق ہوگی مخطاوی نے کہا کہ محشی درر نے تحریف کی نسبت میں کوئی نص صریح بیان نہیں کی تو ادعا ہے تحریف در حق فاضل بلائہ  
بدگمانی ہو اور تخطیہ بے محل ہے وان لم يدفع الالف و قيمته نصفه فالقول للامر بلا بين قال المصنف تجا لدرر كما قلت لكن في الاشياء القبول لا وكيل بعينه  
الانی اربع فبالبينة فتنبه اگر موکل نے ہزار درم وکیل کو نہیں دیے اور حالانکہ قیمت اسکی پانسو ہو تو موکل کا قول معتبر ہو بدون قسم کے ایسا کچھ کہا ہو مصنف  
نے درر کا تابع ہو کر چنانچہ مذکور ہو چکا میں کتا ہوں لیکن اشباہ میں ہو کہ وکیل کا قول معتبر ہو قسم کے ساتھ مگر چار صورتوں میں گواہی کے ساتھ قول  
اسکا معتبر ہو تو خبر دار رہنا اس اختلاف سے مخطاوی نے کہا یہ استدراک صحیح نہیں ماقبل پر کیونکہ وہ موکل میں ہو اور یہ وکیل میں تو اس عبارت کی  
کچھ حاجت نہ تھی علاوہ اسکے اشباہ میں تصدیق قول وکیل مذکور ہو تو نفی میں اسکو لازم نہیں انتہی للمصنف وان كان قيمة القايته ان كان ثم يفسخ العقد  
بينما فيلزم المبيع المامور اور اگر قیمت اسکی ہزار ہو تو موکل اور وکیل دونوں قسم کھائیں پھر دونوں میں عقضخ کیا جائے تو بیع وکیل کو لازم ہوگی رکذا الو  
امره بشره معين من غير بيان فمن قال المامور اشترى بكذا وان صدقه بالعه على الاظهر وقال الامر بنصفه تجا لفقوة الاحتمال في الثمن وموجبه  
التحالف اور اسی طرح اگر اسکو امر کیا چیز معین کے خرید کرنے کا بدون بیان کرنے ثمن کے سو وکیل نے کہا کہ میں نے اسکو اسنے ثمن کو خرید کیا اگرچہ بائع  
اسکا وکیل کی تصدیق کرے بقول الظاهر کہا موکل نے کہ تو نے اسکو نصف ثمن سے خرید کیا تو دونوں قسم کھائیں بسبب واقع ہونے اختلاف کے  
ثمن میں اور اختلاف ثمن کا موجب باہم قسم کھانا ہو م تصدیق بائع کی تصحیح میں اختلاف ہو قول الظاهر مذکور ابو منصور کا قول ہو اور قاضی خان نے بائع  
نصفہ ابو جعفر اسکی تصحیح کی ہو کہ بائع کی تصدیق سے تحالف نہ ہو گا کذا فی الطحاوی وان اختلفا في مقداره اى الثمن فقال الامر بثلثه بشرائه وقال  
المأمور بالف فالقول للامر بعينه فان برشاقدم بر بیان المامور لانه اکثر اشباہا اور اگر دونوں نے اختلاف کیا مقدار ثمن میں یعنی تسمیہ مقدار ثمن میں



تو موکل نے کہا کہ میں نے تجھ کو اسکی خرید کرنے کا امر کیا سو درم سے اور وکیل نے کہا کہ تو نے ہزار درم سے خرید کرنے کو کہا تو موکل کا قول معتبر ہو اسکی قسم کے ساتھ پھر اگر دونوں گواہ لادین تو وکیل کے گواہ مقدم ہیں باعتبار کثرت اثبات کے ولو امره بشر او اخیه فاشتری الوکیل فقال الأمر لیس هذا مشتری باغی فافعل له بیدنیہ ویكون الوکیل مشتریاً لنفسه والاصل ان الشراعتی لم یفخذ علی الامر یفخذ علی المأمور بخلاف البیع کما مر فی خیار الشرط اور اگر موکل نے اسکو امر کیا اپنے بھائی کے خرید کرنے کا سو وکیل نے خرید کیا تو موکل نے کہا کہ یہ جسکو خرید کیا میرا بھائی نہیں تو موکل کا قول اسکی قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور وکیل اسکا مشتری ٹھہر گیا اپنی ذات کے واسطے اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ خریداری جبکہ موکل پر نافذ ہوئی تو وکیل پر نافذ ہوتی ہے بخلاف بیع کے چنانچہ کتاب البیع خیار الشرط کے باب میں مذکور ہو چکا یعنی در صورت بطلان بیع ملک موکل باقی رہیگی و عتق العبد علیہ ای علی الوکیل لزم عمه عتقہ علی مکر فیواخذہ بخانیہ اور غلام آزاد ہوگا وکیل پر سبب گمان کرنے وکیل کے اسکا آزاد ہونا اپنے موکل پر تو وہ ماخوذ ہوگا اس گمان پر کذا فی الخانیہ ولو امره عبد بشر او نفس الامر من مولاہ بکذا و دفع المبلغ فقال الوکیل لیسیدہ اشتریتہ لنفسه فباعہ علی هذا الوجه عتق علی المال و ولاؤہ لیسیدہ و کان الوکیل سفیراً اور اگر غلام نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی ذات کے خرید کرنے کا اپنے مالک سے بوض اتنے مال کے اور مبلغ اسکو دیا سو وکیل نے اسکو مالک سے کہا کہ میں نے اس غلام کو خرید کیا اسکی ذات کے واسطے سو مالک نے اسکو بیچا اسی طریق پر تو وہ آزاد ہوگا مال مذکور پر اور حق آزادی اسکے مالک کا ہے اور وکیل درمیانی ہو م جب وکیل سفیر محض ہو تو حقوق عقد اسکی طرف راجع ہونگے اور مطالبہ الف ثانی کا غلام پر ہونے وکیل پر یہی قول صحیح ہے آزاد ہونے کے واسطے ہو کہ غلام کا بیچنا غلام سے اعتاق ہے اور غلام کا خرید کرنا قبول عتاق بوض مال ہے کذا فی الطحاوی وان قال الوکیل اشتریتہ ولم یفعل لنفسه فمالک للمشتری والالف لیسیدہ فیہما لانه کسب جمده و علی العبد الف اخری فی الصورة الاولى بدل الاعتاق کما علی مشتری الف مثلہما فی التانیۃ لان الاول مال المولی فلا یصلح بلا اور اگر وکیل نے کہا کہ میں نے اس غلام کو خرید کیا اور یہ نہ کہ غلام غلام کے واسطے خرید کیا تو غلام مشتری کا مملوک ہوگا اور ہزار دونوں صورتوں میں مالک کا مال ہے اسواسطے کہ وہ اسکے غلام کی کماٹی ہے اور غلام پر دوسرے ہزار درم پہلی صورت میں واجب ہیں عوض اعتاق کے مشتری پر ہزار میں انہد اسکے دوسری صورت میں اسواسطے کہ اول ہزار مال ہے مولی کا تو وہ لیاقت عوض ہونے کی نہیں رکھتا و شر او العبد من سیدہ اعتاق فلنفسہ احکام الشرا و فلذا قال فلو شری العبد لنفسہ لے العطا صح الشرا و بخر اور خرید کرنا غلام کا اپنی ذات کو اپنے مالک سے اعتاق ہونہ بیع تو احکام خریداری کے لغو ہو جائینگے تو اسی واسطے مصنف نے کہا سو اگر غلام نے اپنی ذات کو خرید کیا عطا تک تو خرید صحیح ہے کذا فی البحر اور اگر خرید حقیقی ہوتی تو فاسد ہوتی بسبب بھولے ہونے کے کذا فی الطحاوی کما صح فی حصتہ اذا اشترى نفسه من مولاہ و صح رجوع خرید بطل الشرا فی حصتہ شریک جیسے صحیح ہے خرید غلام کے حصہ میں جبکہ غلام نے اپنی ذات کو مول لیا اپنے مولی سے اور حالانکہ غلام کے ساتھ دوسرا خرید مشتری ہے اور باطل ہوگی خریداری غلام کے ساتھ کسی حصے میں ہم مراد یہ ہے کہ غلام اور اسکے شریک نے بصفقہ واحد خریداری کی چنانچہ تعلیل الحق اسپر وال ہے بخلاف ما لو شری الاب و ولدہ مع رجل خر فانه یصح فیہما بیوع الخانیہ من بحث الاستحقاق والفرق العتاق والبیع فی التانی لا اللان الشرع جملہ اعتاقا و لاند الیطل فی حصتہ شریکہ للزوم الجمع بین الحقیقۃ والمجاز بخلاف اس صورت کے کہ اگر باپ نے اپنا بیٹا خرید کیا ایک اور مرد کے ساتھ شریک ہو کر کہ یہ خریداری دونوں شریکوں کے حق میں صحیح ہے چنانچہ خانیہ کی کتاب البیوع میں ہے استحقاق کی بحث سے اور دونوں صورتوں میں وجہ فرق یہ ہے کہ بیع منعقد ہو جاتی ہے دوسری صورت میں یعنی باپ کی شرکت میں نہ پہلے صورت میں یعنی غلام کی شرکت میں اسلئے شرع نے غلام کی خریداری کو اعتاق قرار دیا ہے ولذا بیع باطل ہے غلام کے شریک کے حصے میں بسبب زوم ہونے جمع میں الحقیقۃ والمجاز کے ہم بیعت صحیح و یا سوال مقدر کا حاصل سوال یہ ہے کیا وجہ ہے کہ بیع مذکور حق غلام میں اعتاق اور اسکے شریک کے حق میں منعقد ملک نبوی خلاصہ جواب



یہ ہو کہ یہ نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ اس سے لازم آتا ہے ایک نفل کا استعمال کرنا یعنی مجازی یعنی اعتناق میں اور یعنی حقیقی یعنی ثبوت ملک میں اور حالانکہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز جائز نہیں قال بعد اشتراکی نفسک من مولاک فقال لمولاه یعنی نفسی لفلان ففعل ای باعد علی ہذا الوجه نوولام فلو وجبت بیعان علم بالعبد فلان علم الوکیل کعلم الموکل وان لم یعلم فارول للعبد اختیار کہا ایک شخص نے غلام سے کہ میرے لیے اپنی ذات کو خرید کر اپنے مالک سے سو غلام نے اپنے مالک سے کہا کہ بیچ میری ذات فلا نے شخص کے واسطے سو اس نے کیا یعنی اس کے مالک نے اسکو اسی طرح بیچا تو وہ غلام موکل کا مملوک ہے سو اگر موکل نے اس میں کوئی عیب پایا اگر اس عیب کو غلام جانتا تھا تو پھر دینا جائز نہیں اس واسطے کہ دانست وکیل کی موکل کی دانست کے مانند ہے اور اگر اسکو معلوم نہ تھا تو غلام کو اپنی رویت کا اختیار ہے کذا فی الاختیار شرح المختارم غلام کو بیع کا اس واسطے اختیار ہوا کہ غلام وکیل ہے اور حقوق بیع میں اصل وکیل ہے وان لم یقبل لفلان عشق لانه انی تبصرہ آخر نفعہ علیہ وعلیہ الثمن فیہما زوال جمرہ بعقد باشرہ مقترنا باذن المولے دُرر اور اگر غلام نے یہ نہ کہا کہ بیچ مجھکو فلا نے شخص کے واسطے بلکہ یوں کہا کہ مجھکو بیچ میرے ہاتھ یا یوں کہا کہ مجھکو بیچ ڈال کذا فی الطحاوی تو غلام آزاد ہوگا اس واسطے کہ وکالت کے سو اس نے دوسرا تصرف کیا تو اس پر نافذ ہو گیا اور غلام پر ثمن لازم ہے دونوں صورتوں میں یعنی در صورت وکالت اور عدم وکالت میں بسبب رائل ہونے منع تصرف غلام کے اس عقد کے سبب سے جس کا وہ مباشر اور فاعل ہوا اذن مالک کے ساتھ متصل ہو کر کذا فی الدرر یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر اسکی یہ ہے کہ وکیل یہاں غلام ہے اور غلام محجور التصرف ہے تو چاہیے کہ حقوق بیع اسکی طرف راجع نہوں فصرع مسئلہ ملحقہ شارح کا الوکیل اذا خالف ان خلافا لی خیر فی الجنس کبیع بالف درہم فباع بالف ومانہ فذو بواہ وینار لا و لوی خیر خلاصہ و درر وکیل نے جب کہ امر موکل کی مخالفت کی اگر مخالفت موکل کی بہتری کی طرف ہو ایک ہی جنس کے اندر چنانچہ موکل نے کہا کہ بیچ ہزار درہم کے سو وکیل نے گیارہ سو درہم کو بیچا تو بیع نافذ ہو اور اگر بیع ہزار کے بیچا تو بیع نافذ نہیں اگرچہ موکل کے حق میں سو دینار بہتر ہوں ہزار درہم سے کذا فی الخلاصہ والدرہم یہ مسئلہ درر میں خلاصہ سے منقول ہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح رم فقط خلاصہ پر اختصار کرتا و اللہ اعلم

**فصل** یہ فصل ہو بیع اور شرا وغیرہا کی وکالت کے احکام میں لایعقد وکیل بالبیع والشراء واللا جارة والصرف والسلم ونحوہ من من شرا و شرا و تہ لہ للتمتہ وکیل بیع اور شرا اور اجارہ اور صرف اور سلم اور انکی مانند کا چنانچہ تزویج کا وکیل عقد نہ کرے اس شخص کے ساتھ جسکی گواہی وکیل کے حق میں مردود ہو بسبب تہمت کے م مثلاً اپنے اصول اور ذروع کے ہاتھ وکیل بیع نہ کرے نہ اجارہ دے نہ محل تہمت ہو اور اس واسطے کہ منافع ما بین اصول اور ذروع کے متصل ہیں تو گواہی اپنے ذات سے بیع کی من وجہ حق وکیل کی نید اس واسطے لگائی کہ اگر اس کے ہاتھ بیع کر گیا جسکی گواہی موکل کے حق میں مقبول نہیں چنانچہ موکل کے باپ یا بیٹے یا غلام یا بیوی یا مکانیس وکیل بیع کر گیا تو جائز ہو اور اپنی ذات سے عدم جواز بیع کا حکم بطریق اولی معلوم ہو گیا کذا فی الطحاوی وعن البحر و جوازہ بمثل القیمۃ لاسن عبیدہ و مکاتبہ اور صاحبین نے عقد کو جائز کہا ہر قیمت کے مانند سے نہ اپنے غلام اور مکاتب سے الا اذا اطلق لہ الموکل کیج من شئت فیجوز بیعہ لم یقبل القیمۃ اتفاقا وکیل کو اشخاص مذکورین کے ہاتھ بیچنا جائز نہیں مگر جبکہ موکل وکیل کو علی الاطلاق وکیل کرے چنانچہ یوں کہے کہ بیچ جس شخص کے ہاتھ تیرا بیچا ہے تو جائز ہوگا اسکا بیچا ان لوگوں کے ہاتھ بمثل قیمت باتفاق امام رم اور صاحبین کے کہا بیع عقدہ معہم باکثر من القیمۃ اتفاقا ای بیعہ لاشراہ باکثر منہا اتفاقا جیسے جائز ہے عقد وکیل کا انکے ساتھ در صورت عدم اطلاق اکثر قیمت سے بالاتفاق یعنی بیع وکیل کی در صورت اکثر قیمت جائز ہونہ خریداری اسکی اکثر قیمت دیکر بالاتفاق م شارح نے بیع کی تید لگا کر اشارہ کیا کہ مصنف مطلق بول گیا ہر عمل تقیید میں کما یوابع باقل منہا یعنی ما حشر لا یجوز اتفاقا و کذا بمیسر عندہ رم خلافا لہما بن بلکہ

الاسم جہیز

وغیرہ چنانچہ اگر بیع کرے اشخاص مذکورین کے ساتھ کمتر قیمت سے بقضان کثیر تو بالاتفاق جائز نہیں اور اس طرح بقضان قلیل بیع جائز نہیں  
 امام ۱۱ کے نزدیک بخلاف صاحبین کذا ذکر دابن ملک وغیرہ فی السراجیۃ لوصح ہم جاز اجماعاً الا من نفسه وطفله وبعده غیر المدیون اور صاحب  
 میں ہو کہ اگر موکل نے تصریح کر دی ہو اشخاص مذکورین کے ساتھ بیع کرنے کی تو بیع بالاجماع جائز ہو مگر وکیل کو اپنی ذات اور اپنے طفل اور اپنے غلام  
 غیر مدیون سے جائز نہیں **وصح بیعہ بما قبل او کثیر وبالعرض** اور صحیح ہے بیع وکیل کی تلبیل قیمت یا کمتر قیمت سے اور بعض سابقہ میں بیع امام ۱۱ کے نزدیک  
 بیع بہ صورت صحیح ہے اگرچہ غبن فاحش ہو اس واسطے کہ وکیل مطلق ہو تو بیع اپنے اطلاق پر جاری رہیگی اور گاہی انسان بیع سے عاجز ہو جاتا ہے تو بقضان  
 قبول کر کے بیچتا ہو کذا فی الطحاوی وفضاہ بالقیمۃ وبالنفق ووبہ یفتی بزاز یہ اور صاحبین نے صحت بیع وکیل کو قیمت اور نفقہ کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور  
 اسی قول پر فتویٰ ہو کذا فی البراز یہ محل حالات در صورت عدم تقید موکل ہو سو موکل اگر قیمت یا نقد کی تعیین کر دے لگا تو اسکا خلاف جائز نہ ہوگا کذا فی  
 الطحاوی ولا یجوز فی الصرف کدینار بدرہم بعین فاحش اجماعاً لانی بیع من وجہ وشر من وجہ صیر فیہ اور جائز نہیں عقد صرف میں جیسے ایک نثار کی بیع  
 ایک درم سے بقضان کثیر باجماع امام ۱۱ اور صاحبین کے اس واسطے کہ عقد صرف بیع ہو ایک راہ سے خرید ہو دوسری وجہ سے کذا فی الصیر فیہ م اور معلوم  
 ہو چکا کہ خرید بعین فاحش جائز نہیں وصح بالنسیۃ ان التوکیل بالبیع للتجارۃ وان کان للحاجۃ لایجوز کما لمرأۃ اذا دفعت غرلاً لریحل لیسعی لہما  
 او یبعین النقد یہ یعنی خلاصہ اور صحیح ہے بیع ادھار سے اگر بیع میں وکیل کرنا تجارت کے واسطے ہو اور اگر حاجت کے واسطے ہو تو ادھار  
 سے بیچنا جائز نہیں چنانچہ عورت نے جبکہ سوت دیا ایک مرد کو کہ اسے بیچ دے عورت کے واسطے اور اس صورت میں نقد ثمن سے بیع وینا متعین ہوگا  
 اسی قول کا فتویٰ ہو کذا فی الحکامہ م اس واسطے کہ دفع حاجت نہیں ہو سکتا مگر نقد سے بخلاف سوداگری کے وکذا فی کل موضع قامت الدلالۃ علی ان  
 لکما افادہ المصنف اور اسی طرح نقد ثمن سے بیچنا متعین ہوگا ہر ایک اس مقام میں جس میں دلالت حال قائم ہو حاجت اور ضرورت پر چنانچہ اسکو بیان کیا ہے  
 مصنف اپنی شرح میں دہر ایضاً ان باء بایع الناس نسیتہ فان طول المدة لم یحز یہ یعنی ابن ملک اور یہ بھی یعنی تجارت میں ادھار سے بیچنا اس صورت  
 میں جائز ہے اگر وکیل نے بیع کی آئی مدت کے ساتھ جتنی مدت تک لوگ ادھار بیچتے ہیں سو اگر وکیل ثمن کی مدت دراز مقرر کرے لگا تو جائز نہ ہوگا اسی کا فتویٰ  
 ہو کذا صح ابن ملک ومنتی عین الامر شیان التین الانی بعد بالنسیۃ بالف بیع بالنقد بالف جائز بحر اور جبکہ موکل کوئی چیز مقرر کر دے لگا تو وہ متعین ہو جائے گی  
 مگر اس صورت میں کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو ہزار درم ادھار سے سو وکیل نے اسکو ہزار درم نقد سے بیچا تو جائز ہے کذا فی البحر م اور اگر موکل نے کہا کہ  
 بیچ مدت مقرر کر کے بلا تعیین ثمن سو اسے نقد سے بیچا امام مہرخی نے کہا کہ صحیح ہے کہ بالاجماع جائز نہیں کذا فی الطحاوی قلت وقد منانہ ان خائف الی  
 خیر فی ذلک بجنس جاز والالابین کتاہون اور ہم پہلے ذکر کر چکے کہ اگر وکیل نے مخالفت امر موکل کی کی بہتری کے ساتھ اسی جنس میں تو جائز ہے اور نہیں  
 تو جائز نہیں و انہما تمقید بزمان و مکان اور البتہ نکالت مقید ہوتی ہو زمان اور مکان کے ساتھ لکن فی البراز یہ الوکیل الی عشرۃ ایام وکیل فی العشرۃ و  
 بعد ہا فی الاصح وکذا الکفیل لکنہ لایطاب البعد الاجل کما فی تنویر البصائر لیکن بزاز یہ میں ہو کہ دس دن تک وکیل دس دن میں اور بعد اسکے بھی وکیل ہو اور  
 اسی طرح دس دن کا ضامن لیکن ضامن سے مطالبہ نہ ہوگا مگر مدت کے بعد کما فی تنویر البصائر و فی زواہر الجواہر قال بہ بشود او برای فلان او علمہ او معرفتہ بلع  
 بدو نم جائز بخلاف لاتبیع الابشود او الالبشود فلان بہ یعنی قلت وہ علم حکم واقعۃ الفتویٰ دفع لہ مالاً و قال شترنی زی تا معرفتہ فلان فذہب واشتر سے  
 بلا معرفتہ فلان الزیت لم یضمن بخلاف لاتبیع الابشود او زواہر الجواہر میں ہو کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو گواہوں کے روبرو دیا بیع  
 اسکو فلانے شخص کی تجویز سے یا اسکی دانست اور معرفت سے اور وکیل نے اسکو بیچا بدون اشخاص مذکورین کے تو جائز ہے بخلاف اس قول  
 کے کہ نہ بیچنا مگر گواہوں کے سامنے یا نہ بیچنا مگر فلانے شخص کے روبرو کہ بدو دن انکے بیع جائز نہ ہوگی اسی کا فتویٰ ہے

میں کتا ہوئی اور اس قول سے معلوم ہو گیا اس واقعہ فتویٰ طلب کا حکم کہ موکل نے وکیل کو مال دیا اور کہا کہ میرے واسطے روغن زیتون خرید کر  
 لانے شخص کی معرفت سو وکیل گیا اور اسے بدون معرفت اس شخص کے خرید کیا پھر روغن مذکور تلف ہو گیا تو وکیل پر تاوان نہیں بخوات اس قول  
 کہ خرید نہ کرنا مگر فلانے شخص کی معرفت تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اگر موکل نے ایسی شرط عقد میں کی جو لامفید نہیں بلکہ اسکو مفتر  
 تو وکیل پر اسکی مراعات واجب نہیں خواہ اسکی تاکید نفی سے کرے یا نہ کرے چنانچہ اسنے کہا کہ بعض ہزار درم کے اور پانچ یا یوں کہا کہ نہ بیچا مگر دو صا  
 ہزار درم سے سو اسنے ہزار نقد سے بیع کی تو بیع موکل پر جائز ہے اور اگر موکل نے ایسی شرط کی کہ ایک راہ سے مفید اور دوسری راہ سے مفید نہیں تو  
 اگر اسکی تاکید نفی سے کرے گا تو مراعات اسکی واجب ہو اور اگر نفی سے تاکید نہ کی ہو تو مراعات واجب نہیں چنانچہ یوں کہا کہ اسکو فلانے بازار میں بیچنا سوائے  
 دوسرے بازار میں بیچا تو اگر اسنے تاکید بہ نفی نہ کی ہو تو موکل پر بیع نافذ ہے اور اگر تاکید نفی کی ہو تو موکل پر نافذ نہ ہوگی کما فی الذخیرۃ اوقیسم ثالث مچوٹ رہی  
 وہ یہ ہے کہ شرط مفید شخص ہو اور ظاہر انکی تصریحات سے اسوقت میں تعیین شرط معلوم ہوتی ہے کذا فی الطحاوی وصح اخذہ رہتا و کفیل بالثمن  
 فلا ضمان علیہ ان ضاع البین فی یدہ او تومی المال علی الکفیل لان الجواز الشرعی نیافی الضمان اور وکیل کو صحیح ہر ثمن میں ہونا لینا اور  
 ضامن لینا تو اسپر تاوان نہیں اگر ہر ضائع ہو گیا اسکے اتھو میں یا مال ہلاک ہو گیا ضامن پر اسواسطے کہ جواز شرمی تاوان کی منافی ہر ہلاکی مال کی صورت  
 یہ ہے کہ مقدمہ رجوع کرے اس قاضی کے پاس جسکے مذہب میں اصل برمی الذمہ ہو جاتا ہے ضمانت سے پھر ضامن مفلس ہو کر مر جائے لہذا بعضوں نے کہا کہ  
 کفالت سے بیان ہوا مراد ہے اور بعضوں نے کہا کہ کفالت اپنے معنی حقیقی پر ہے تو ہلاکی کی صورت یہ ہوگی کہ کفیل اور کفول عنہ مفلس ہو کر مر جائے کذا فی  
 الطحاوی عن الوانی عن شرح الہدایۃ ولیقید شراہ بمثل القیمۃ وغبن لیسیر وہو ما یقوم بہ مقوم اور وکیل کی خرید مقید شراہ قیمت ہو یا غبن طلب کیساتھ  
 غبن قلیل وہ ہے کہ اسکے برابر کوئی قیمت کرنے والا واقف کار قیمت کرنا ہو کذا فی الدررہم وغبن لیسیر کا داد بمعنی اور وغبن لیسیر کی بھی تعریف مذکور اصح ہے  
 کذا فی الطحاوی و ہذا اذا لم یکن معرہ معروفا وان کان معرہ معروفا بین الناس کبخر وطم و موز و جن لا یتقد علی الموکل وان قلت الزیادۃ  
 ولو فلسا واحدا یعنی بخر نہ یا یہ اور یہ یعنی وکیل کی خرید جائز ہونا غبن لیسیر کے ساتھ اسوقت ہر جبکہ نرخ اسکا مشہور نہ ہو اور اگر نرخ اسکا معروف اور مشہور  
 ہوگون میں جیسے کہ روٹی اور گوشت اور کیلے اور پیر کا نرخ تو غبن کے ساتھ بیع نافذ نہ ہوگی موکل پر اگرچہ زیادتی قلیل ہو اگرچہ ایک ہی پیسا ہو اسی  
 کا فتویٰ ہے کذا فی البحر والنبایہ وکل بیع عبد قبل نصف صح لاطلاق التوکیل وقال ان باع البانی قبل الخفیۃ جائز والا لا وهو استحسان  
 لملق و ہایہ وظاہرہ ترجیح قولہما والملتقی بہ ظنہ بخر وکیل کیا اسکو غلام کی بیع کا سو وکیل نے نصف غلام بیچا تو صحیح ہے بسبب مطلق ہونے تو وکیل کے اور صاحبین  
 نے کہا اگر وکیل نے باقی غلام کو بیچ ڈالا قبل خصوصت کے تو بیع جائز ہے اور نہیں تو جائز نہیں اور یہ استحسان ہے کذا فی الملتقی والہدایۃ اور ظاہر ہے ایہین  
 قول صاحبین رح کی ترجیح ہے اور قول مفتی بہ اسکے مخالف ہے کذا فی البحر امام کی دلیل یہ ہے کہ توکیل مطلق ہے اجتماع اور افتراق سے اور صاحبین رح کی  
 دلیل یہ ہے کہ شرکت ایسا عیب ہے کہ قیمت کو کم کر ڈالتا ہے تو اطلاق مراد نہ ہوگا خلاصہ یہ ہے کہ امام کے نزدیک توکیل بالبیع میں عموم اور اطلاق مراد ہے اور وکیل  
 بالشراہین وہ متعارف مراد ہے جس میں ضرر اور قیمت نہیں اور صاحبین رح کے نزدیک دونوں برابر ہیں وقید ابن الکمال الخلاف ہا تعیب بالشراہ والاجاز  
 اتفاقا قلیل اصح اور ابن کمال نے امام رح اور صاحبین کے خلاف میں اسکی قید نکالی کہ جو شرکت سے معیوب ہو جائے اور اگر شرکت سے معیوب نہ ہو تو بہ اتفاق جائز ہے  
 تو اس بقیدہ کو تلاش کرنا چاہیے کتب فقہین ہم بحر الرائق میں ہے کہ غلام سے مراد وہ ہے جسکی تبعیض میں ضرر ہو تو قرار واقع ہو اس سے جسکی تبعیض میں ضرر نہیں  
 جیسے گھوٹ اور جو کہ وہ بالاتفاق جائز ہے چنانچہ معراج میں ہے کذا فی الطحاوی و فی الشراہ یتوقف علی شراہ باقی قبل الخصوۃ اتفاقا اربعہ  
 غلام کی خرید میں خرید موقوف ہے اسکی نصف باقی کے خرید کرنے پر قبل خصوصت کے باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے یعنی اگر قبل خصوصت



کرنے موکل کے وکیل نے نصت باقی کو خرید کر لیا تو صحیح ہو اور نہیں تو صحیح نہیں ولو بوضع بعیب علی وکیلہ بالبیع بنیتہ وکولایہ اقرارہ  
فیما لا یحدث مثله فی ہذہ المدۃ روہ الوکیل علی الامر اور اگر بیع بکلیب عیب کے اسکی بیع کے وکیل پر بواسطہ گوہون کے یا قسم نہ کہتا  
وکیل کے یا اقرار سے وکیل کے اس عیب میں کہ ویسا عیب اتنی مدت میں پیدا نہیں ہوتا تو وکیل اسکو پھر سے گاموکل پر ولو یا قرآنہ فیما یحدث  
لا یردہ و لزم الوکیل اور اگر بیع ہو وکیل کے اقرار سے اس عیب میں کہ پیدا ہو سکتا ہے اتنی مدت میں تو موکل کی نہ پھر بگاڑ وکیل کو وہ لازم ہے الاصل  
فی الوکالہ بالخصومہ و فی المضاربتہ العموم قاعدہ کلیہ وکالت میں خصوص ہے اور مضاربت میں عموم ہر دم و لہذا وکالت بیان میں سے صحیح نہیں بلکہ بیان  
نوع با شمن ضروری بخلاف مضاربت و لہذا مضاربت ایسے کاموں کے ہر دفعہ علیہ بقولہ فان باع الوکیل نسیبہ فقالہ بقولہ و قال اطلقت  
صدق الامر و مصنف نے قاعدہ مذکور پر تفریح کی اپنے اس قول سے سو اگر وکیل نے بیع کی ادھار اور وکیل نے کہا کہ میں نے نقد کے ساتھ بیچے گا امر کیا  
تھا اور وکیل نے کہا کہ تو نے مطلق کہا تھا تو موکل کی تصدیق ہوگی یعنی اس واسطے کہ وکالت میں خصوص اصل ہے و فی الاختلاف فی المضاربتہ صدق المضاربت  
علما بالاصل و مضاربت کے اختلاف میں مضاربت کی تصدیق ہوگی اصل پر عمل کرنے سے یعنی مضاربت نے ادھار بیچا اور رب المال نے کہا کہ میں نے نقد سے بیچے گا کہا تھا اور  
مضاربت نے کہا کہ تو نے مطلق کہا تھا تو مضاربت ہی کی تصدیق ہوگی کیونکہ اصل مضاربت میں عموم ہے لہذا یہ تفریق احد الوکیلین معا کو کلما بذا و احدہ ولو الآخر  
عبد او صبیبا و مات او جن نافذ نہیں تصرف فقط ایک وکیل کا ان دو وکیلوں میں سے جبکہ موکل نے ساتھ ہی وکیل کیا چنانچہ چون کہا موکل نے کہ میں نے  
تم دونوں کو وکیل کیا فلا نے کام کا اگرچہ دوسرا وکیل غلام یا صغیر ہو یا مرگیا یا دیوانہ ہو گیا ہر اس واسطے ایک وکیل کا تصرف نافذ نہیں کہ موکل دونوں کو بیع  
کی رائے سے راضی ہو اور نہ فقط ایک کی رائے سے اور یہ اس تصرف میں ہے جس میں اجتماع سے کوئی مانع نہیں اور اس میں رائے کی حاجت ہے اور تو وکیل  
بلقظ واحد نہ کہ ذانی الدرر الا یمایا اذ کلما علی التعاقب بخلاف الوصیین کما سبب فی بابہ مگر احد الوکیلین کا تصرف اس صورت میں نافذ ہے جب کہ موکل  
نے دو شخصوں کو وکیل کیا علی التعاقب نہ ساتھ ہی بلقظ واحد بخلاف دو وصی کے کہ باوجود وصایت علی التعاقب ایک وصی کا تصرف بدون  
دوسرے کے نافذ نہ ہو گا چنانچہ باب الوصایا میں آویگا و فی خصوصتہ بشرط رائے الآخر لاحقرتہ علی الفحیح تصرف احد الوکیلین نافذ نہیں مگر خصوصت میں  
نافذ ہے بشرط شرکت رائے وکیل ثانی کے نہ حاضر ہونا دوسرے وکیل کا بنا بر قول صحیح کے م خصوصت میں تصرف ایک وکیل کا اس واسطے نافذ ہوا  
کہ وہ ان اجتماع متعذر ہے کہ شور و شب کا موجب ہو گا مجلس قضائے کذا فی الدرر من غفارین یعنی سے مذکور ہے کہ خصوصت میں وکیل ثانی کی رائے  
مشروط ہے تو اگر بدون رائے ثانی وہ مباشر ہو گا تو ہمارے نزدیک جائز نہیں الا اذا اتہا علی القبض حتی یجمعوا جوہرہ خصوصت میں احد الوکیلین  
کا تصرف نافذ ہے مگر جب دونوں وکیل منتہی ہوں قبض کی طرف یعنی جب خصوصت منتہی القبض ہو تو جائز نہیں یہاں تک کہ دونوں وکیل مجتمع ہوں  
کذا فی الجہرہ و عتق معین و طلاق معینہ لم یجوزا بخلاف موقوف و غیر معین اور تصرف احد الوکیلین نافذ نہیں مگر غلام معین کے عتق اور  
زوجہ معینہ کی طلاق میں جو عتق اور طلاق کہ بلا بدل ہے بخلاف موقوف اور غیر معین م عتق اور طلاق معینہ بلا عوض میں رائے کی حاجت  
نہیں لہذا فقط ایک وکیل کا تصرف کافی ہے بخلاف موقوف اور غیر معین کے کہ اس میں ایک وکیل کا تصرف بدون دوسرے کے کافی نہیں و عتق  
بمشیتہما اسی الوکیلین فانہ یلزم اجتماعہما بالعلیق قال المصنف رحمہ اور تعلیق بمشیتہ وکیلین اس واسطے کہ اجتماع وکیلین لازم ہے تعلیق پر  
عمل کرنے سے ایسا کچھ کہا ہے مصنف نے ہم چنانچہ موکل نے کہا دونوں وکیلوں سے کہ تم اسکو طلاق دو اگر تم چاہو تو وقوع طلاق میں دونوں کا  
فعل شرط ہے اس واسطے کہ جو چیز دو شے کے ساتھ معلق ہوئی وہ متحقق نہیں ہوتی ایک شے کے وجود کے ساتھ اور یہی حکم ہے معلق کا قلت ظاہرہ معلق  
علی لوجہ کما یعلم من العینی والدرر من الجارۃ و لا یجوز بشیتہما فتدبرین کتابہون اور ظاہرہ معلق تعلیق بمشیتہما کالم لوجہ ہر چنانچہ یعنی اور ویر سے معلوم

ہوتا ہے تو وہی عبارت یوں تھا ولا علقا بشیئہما سو تامل کر ہم تو اب ترجمہ یوں ہو گا کہ تصرف احد الوکیلیں نافذ نہیں مگر عتق معین اور طلاق معینہ میں  
 جکا بدلہ نہیں لیا گیا اور نہ وکیلیں کی شہیت پر دونوں لعلق کے گئے و فی تدبیر و رعین کو و عتق و عاریتہ و مغبوب و بیع فاسد خلاصہ اور تصرف  
 احد الوکیلیں نافذ نہیں مگر مدبر کرنے اور رعین میں چنانچہ ودیعت اور عاریت اور مغبوب اور بیع فاسد کے پھیر دینے میں کذا فی الخلاصہ  
 بخلاف استرداد ہا فلوقبض احدہما ضمن کلامہم امرہ بقبض شیئ منہ و عدہ سراج بخلاف استرداد رعین کے تو اگر وکیل ودیعت اور عاریت اور مغبوب  
 اور بیع فاسد کو پھیر لیا تو اسکے پورے کا تادان دیکھنے در صورت ہلاکی شہوت و بسبب نہونے امر موکل کے اس میں سے کچھ قبضہ کرنے کا تھا  
 یعنی موکل نے یہ نہ کہا تھا کہ ایک وکیل تھا بعض شہوت قبضہ کرے کذا فی السراج ہم یہ جواب ہو سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ مسترد کے پورے  
 تادان ہونے کی کیا وجہ ہے لائق تو یوں تھا کہ وکیل پر نصف ضمان ہوتا اس واسطے کہ ہر وکیل نصف شہوت قبضہ پر یا مورث تھا خلاصہ جواب یہ ہے کہ اسکو نصف  
 قبضہ کرنے کا تھا امر نہ تھا بلکہ اجتماع وکیلیں امر تھا پھر جب اس نے خلاف امر کیا اور وہ چیز تلف ہو گئی تو پورا ضمان اسپر لازم آیا و فی تسلیم بہتہ بخلاف  
 قبضہ ما و لواجبہ اور تسلیم یہ یعنی مغبوب میں احد الوکیلیں کافی ہے بخلاف قبضہ مغبوب کے اس میں اجتماع وکیلیں ضرور ہے کذا فی و لواجبہ و قضایا و دین بخلاف  
 اقتضاہ یعنی اور دین کے ادا میں ایک وکیل کافی ہے بخلاف دین کے تقاضے کے اس میں افراد کافی نہیں کذا فی العینی ہم استرداد رعین اور قبضہ  
 ہدیہ اور اقتضاہ دین میں ایک وکیل کا تصرف اس واسطے کافی ہوا کہ اجتماع وکیلیں ممکن ہو اور اس میں موکل کی غرض صحیح ہو اس واسطے کہ حفظ و  
 شخصوں کا ایک شخص کے حفظ کی برائہ نہیں و بخلاف الوصایہ لاشین و کذا المصاربہ و القضاہ و التحکیم و التولیۃ علی الوقف فان ہذا الستہ  
 کا لو کالتہ فلیس لاحدہما الا افراد بجز اور بخلاف دو شخصوں کے وصی ہونے اور اس طرح دو شخصوں کی مصاربت اور قضا اور حکیم اور وقف پر ہوتی  
 ہو نیکی تو یہ چیز چہرین و کالت کے مانند ہیں تو ایک شخص کو دو شخصوں میں سے افراد اور تنہائی جائز نہیں کذا فی الجہرم اشیا مذکورہ پانچ میں سے  
 تو شاید کہ شایع نے وصایت میں دو صورتیں ٹھہرائیں ایک صورت یہ کہ دونوں کو ساتھ ہی وصی مقرر کیا اور دوسری صورت یہ کہ علی التناقب کیا  
 چونکہ اشیا مذکورہ میں اسے اور تجویز کی حاجت ہے لہذا افراد کافی نہیں شلاً بادشاہ نے ایک محل یا ایک حادثہ میں دو قاضی مقرر کیے تو ایک  
 قاضی کا فیصلہ کرنا کافی ہو گا کذا فی الطحاوی مختصر تصرف الانی مسألتہ ما اذا شرط الواقف النظر لاد الاستبدال مع فلان فان للواقف الا افراد دون  
 فلان اشباہ مگر اس مسئلہ میں جبکہ وقف کرنے والے نے وقف کی نظارت یا استبدال کو اپنے واسطے شرط کیا فلانے شخص کے ساتھ تو واقف کو  
 نظارت یا استبدال میں افراد جائز ہیں نہ فلانے شخص کو کذا فی الاشباہ و الوکیل بقضاء الدین من مالہ و من مال موکلہ لایحیی علیہ اذا لم یکن للوکل  
 علی الوکیل دین وہی واقفہ الفتویٰ کما بسطہ العماوی و اعتمدہ المصنف رحمہ اور اسے دین کا وکیل خواہ اداسے دین وکیل کے مال سے ہو یا موکل  
 کے مال سے ہو اس پر زبردستی نہ کی جائیگی اداسے دین میں شہرتیکہ موکل کا وکیل پر دین ہوا اور یہ واقعہ بھی فتویٰ طلب تھا چنانچہ اسکو عادی نے شرح  
 بیان کیا ہے اور مصنف رحمہ نے اس پر اعتماد کیا ہم اشباہ کی عبارت اس سے عام تر ہے چنانچہ اس میں یوں ہے کہ وکیل پر چہر نہیں اگر وہ باز رہے اس فعل  
 سے عین وہ وکیل ہو مگر تین مسئلوں میں انتہی اور ملقط میں علت اسکی یہ مذکور ہے کہ اسکا کرنا اس پر واجب نہیں لیکن تنویر البصائر میں ہے کہ وکیل پر  
 مبرجہ کا دفع دین میں جبکہ اسکے پاس موکل کا مال ہو کذا فی الطحاوی قال و مفادہ ان الوکیل بیع عین من مال الموکل لو فاء دینہ لایحیی علیہ لایحیی الوکیل  
 لوطلاق و لولبطلہا علی المصدق و ہتہ من فلان و بیع منہ لکونہ متبرعاً مصنف رحمہ نے کہا اور ہم جبر وکیل کا مفاد یہ ہے کہ موکل کے مال سے ایک چیز کے  
 بیچنے کا ایک شخص وکیل ہو موکل کے اداسے دین کے واسطے تو اسپر چہر ہونا چاہیے چنانچہ وکیل پر چہر نہیں بل طلاق اگرچہ لوکیل طلاق عورت کی فحشاء  
 سے ہونا قبول ہوتا ہے اور چہر نہیں جس پر اور فلانے شخص کے ہدیہ کرنے پر اس کے ہاتھ بیچنے پر کیونکہ وکیل انحال مذکورہ کے کرنے میں متبرع ہے یعنی

اقوال مذکورہ اسپر لازم الفعل نہیں الا فی ثلث مسائل اذا وکله بفتح عین ثم غاب او بیع رہن شرط فیہ اوبعدہ فی الاصح او بخصوۃ یطلب المدی و غاب  
المدی علیہ اشباہ خلافاً لمانی بہ قاری المدایہ مگرین مسنونین وکیل پر جبر کیا جائیگا جبکہ موکل نے اسکو وکیل کیا دفع عین کا پھر موکل غائب ہو گیا یا  
اس مرتبہ کی بیع کا وکیل کیا جسکے عقد میں بیع مشروط ہو یا بعد ہن بیع کی شرط ہوئی تو لاصح میں یا اسکو وکیل کیا خصوصت میں مدعی کے  
طلب کرنے سے اور مدعا علیہ غائب ہو گیا کذا فی الاشیاء بخلاف فتویٰ قاری ہدایہ میں بیان شایع ظاہر اولالت کرتا ہے کہ قاری ہدایہ مسائل ثلثہ  
میں مخالف ہے حالانکہ مخالفت اسکی فقط متن کے مسئلے میں ہے کہ وہ جبر وکیل کا قائل ہے در صورت امر موکل بدفع دین وثبوت مال موکل بدست وکیل  
چنانچہ منہ الغفار میں شرح مذکور ہے کذا فی الحلہ قلت وظاہر الاشباہ ان الوکیل بالاجر کثیر فبہرین کتاہون اور ظاہر اشباہ یہ ہے کہ وکیل بالاجر  
جبر ہو سوتا مل کر اسکو اشباہ میں ہے کہ وکیل پر جبر نہیں بغیر اجرت کے ثمن کے تقاضے پر انتہی مختصراً اور ابن ضیا کی شرح مجمع میں ہے کہ جواز جرت لیکر  
بیعتا و جسیبہ بیاع اور سمار اسپر جبر کیا جائیگا استیفاء ثمن پر اسواسطے کہ اسکو پورچ گیا بدلا اسکے عمل کا مانند مضارب کے در صورت حصول نفع کذا فی  
الطحاوی و لا تفسر مسئلہ واقعة الفتویٰ و راجع بتنویر البصائر فلعلمہ اوقی اور نہ بھولنا واقعة الفتویٰ کے مسئلے کو اور مراجعت کرتنویر البصائر حاشیہ  
اشباہ کی طرف کہ اسنے پورا اسکو بیان کیا ہے واقعة الفتویٰ یہ ہے کہ جب وکیل ہو اس دین کی قضا کا جو موکل پر ہے تو اسپر جبر ہوگا تو مسائل اجبار وکیل  
دن و ذلک مسنون کے ساتھ ملا کر یا بیع مسئلے ہوئے خلاصہ تنویر البصائر یہ ہے کہ جب وکیل مامور ہو قضاے دین پر اپنے مال سے تو اسپر جبر نہیں اور  
امر کے مال سے مامور ہو تو اسپر جبر ہے کذا فی الطحاوی و فی فروق الاشباہ التوکیل بغیر رضی النظم لاجوز عند الامام الا ان یكون الموکل حاضراً بنفسہ او  
مسافراً او رلیماً او مخدراً اور اشباہ کے فروق میں ہے وکیل کرنا بدون رضامندی مخاصم کے جائز نہیں امام رح کے نزدیک مگر یہ کہ موکل بذات خود  
حاضر ہو یا مسافر یا مریض یا پردہ نشین ہو ہم یہ مسئلہ مکرر ہو گیا کہ اول کتاب الوکالة میں مذکور ہو چکا الوکیل لا یوکل الا باذن امرہ لوجود الرضی  
وکیل دوسرے شخص کو وکیل نہیں کر سکتا مگر اپنے موکل کے اذن سے بسبب وجوب رضامندی کے ہم وکیل کو دوسرا وکیل کرنا اسواسطے جائز  
نہو کہ اسکو تصرف مفوض ہو نہ توکیل اور موکل تصرف میں وکیل کی رائے سے راضی ہو اور لوگ رائے میں مختلف ہوتے ہیں اور مراد یہ ہے  
کہ جس کام میں وہ وکیل ہو اس میں دوسرے کو وکیل نہیں کر سکتا تو حقوق عقد کی توکیل خارج ہوگی مثلاً بیع کا وکیل دوسرے کو  
بیع میں وکیل نہیں کر سکتا لیکن تقاضاے ثمن میں بلا اذن موکل کر سکتا ہے اسواسطے حقوق عقد میں وکیل خود اصیل ہے الا اذا وکله فی دفع  
زکوٰۃ یوکل اخر ثم و تم دفع الاخیر جاز ولا یتوقف بخلاف شراء الاضحیۃ الخانیۃ وکیل دوسرے کو وکیل نہیں کر سکتا مگر جبکہ وکیل کو دفع زکوٰۃ میں  
وکیل کیا سواسٹے دوسرے کو وکیل کیا اور دوسرے نے تیسرے کو اور تیسرے نے چوتھے کو تو علیٰ ہذا القیاس سو وکیل اخیر نے زکوٰۃ فقیر کو دی تو  
جائز ہے اور یہ جواز موقوف نہ رہیگا وکیل اول کی اجازت پر بخلاف خرید قربانی کذا فی اضحیۃ الخانیۃ یعنی موکل نے زید کو قربانی خرید کرنے پر وکیل کی  
اور زید نے خالد کو وکیل کیا سو خالد نے قربانی خرید کی تو یہ خرید زید کی اجازت پر موقوف ہے اگر اس نے جائز رکھی تو جائز ہے اور نہیں تو نہیں کذا فی  
والا لایبیل فی قبض الدین اذا وکل من فی عیالہ صح ابن ملک اور وکیل کرنا جائز نہیں مگر قبض دین کا وکیل جبکہ وکیل کرے اسکو جو اسکے  
عیال میں ہے تو صحیح ہے کذا ذکرہ ابن الملک والاعتماد تقدیر الثمن من الموکل الاول لہ ای لوکیلہ فبہر بلا اجازتہ لحصول المقصود در اور وکیل  
کو توکیل جائز نہیں مگر نزدیک ٹھہرا دینے ثمن کے موکل اول کے جانب سے اپنے وکیل کو تو جائز ہے بلا اجازت وکیل اول بسبب حاصل ہونے  
مقصود کے کذا فی الدررہم اسواسطے کہ رائے کی طرف حاجت تقدیر ثمن کے واسطے ہوتی ہے سو یہاں حاصل ہے بخلاف اس صورت کے  
جبکہ دو وکیل مقرر کئے اور ثمن ٹھہرا دیا اسواسطے کہ جب دو شخصوں کی طرف تفویض ہوئی باوجود تقدیر ثمن تو ظاہر ہو گیا کہ غرض موکل اجتماع رائی دین ہے



زیادہ سخن اور اختیار مشتری میں کلا فی المسدیر والتفویض الی رایہ کامل برائے کلاؤن فی التوکیل الافی طلاق وعتاق لا یتما  
 مما یخلف بہ فلا یقوم غیرہ مقام قنیہ اور سپرد کرنا وکیل کی رائے کی طرف چنانچہ موکل کا وکیل سے یوں کہنا کہ عمل کر اپنی رائے اور تجویز سے اذن کے مانند ہو وکیل کرنے  
 میں مگر طلاق اور عتاق میں اذن کے مانند نہیں اس واسطے کہ طلاق اور عتاق بخلاف ان امور کے ہو کہ ایسے قسم کھائی جاتی ہو تو غیر وکیل بجائے وکیل نہیں ہو سکتا  
 کذا فی القنیہ ہم یہ حکم نظر تفویض کے ہے اور اگر وکیل کو صرفاً اذن ہو طلاق اور عتاق کی تو وکیل میں تو بلاشبہ صحیح ہے کذا فی الطحاوی فان وکل الوکیل  
 غیرہ بدو نہما بدون اذن وتفویض ففعل الثانی بحضرتہ او غیبہ فاجازہ الوکیل الاول صحیح و متعلق حقوقہ بالعاقده علی الصحیح پھر اگر وکیل نے اپنے  
 غیر کو وکیل کیا بدون اذن اور تفویض موکل سے پھر وکیل ثانی کے وکیل اول کے سامنے یا تیجھے وہ کام کیا سو وکیل اول نے اسکو جائز رکھا تو صحیح ہے  
 اور حقوق عقد عاقده سے یعنی وکیل ثانی سے متعلق ہونگے بقول صحیح اس واسطے کہ مقصود حصول رائے وکیل اول ہے سو نہ مان حاصل ہو الافی بالیس  
 بعدہ نحو طلاق وعتاق بتعلقہ بالشرط فان الموکل علقہ بلفظ الاول دون الثانی مگر اس طرف میں جو عقد نہیں جیسے طلاق اور عتاق وکیل  
 ثانی کا فعل باوجود اجازت وکیل اول صحیح نہیں بسبب متعلق ہونے طلاق اور عتاق کی شرط سے یعنی دونوں تعلق بالشرط کی قابل ہیں تو گویا  
 موکل نے طلاق یا عتاق کو متعلق کیا وکیل اول کے لفظ سے نہ وکیل ثانی کے لفظ سے وایرہ عن الدین قنیہ وخصومتہ وقضا و دین فلا یخلف  
 الحفۃ ابن مالک خلافا للحنانیۃ اور دین سے ایرا کرنے میں کذا فی القنیہ او خصومت اور برائے دین میں تو کما فی نہیں حاضر ہونا وکیل اول کا کذا ذکرہ  
 ابن مالک بخلاف خانہ کے ہم خلاف خانہ فقط خصومت میں ہو اس میں یوں ہو کہ اگر وکیل ثانی نے خصومت کی اور موکل حاضر ہو تو جائز ہے  
 اس واسطے کہ جب وکیل اول حاضر ہو تو گویا اس نے خصومت کی بذات خود مانند وکیل صحیح کذا فی الطحاوی وان فعل اجنبی فاجازہ الوکیل الاول  
 جاز الافی شرا فانہ یتقد علیہ ولا یتوقف متی بعد نفاذ اور اگر اجنبی شخص نے کام کیا سو اسکو وکیل اول نے جائز رکھا تو جائز ہے مگر خرید کرنے میں کہ وہ جنہی  
 پر نافذ ہو گا اور موقوف نہ رہیگا جبکہ وہ نفاذ پارے وان وکل ای بالامر والتفویض فهو ای الثانی وکیل الامر وحینئذ فلا یغزل بعزل موکلہ  
 او موتہ وغیر لان بموت الاول کما مر فی القضا اور اگر وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا موکل اول کے امر یا تفویض سے تو وکیل ثانی امر یعنی موکل  
 اول کا وکیل ہے اور اس وقت میں تو وہ معزول نہ ہو گا اپنے موکل یعنی وکیل اول کے معزول کرنے اور مر جائے سے اور دونوں وکیل معزول  
 ہونگے موکل اول کی موت سے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب القضا میں دنی البحر عن الخلاصۃ والحنانیۃ لعزلہ فی قولہ اصنع ما شئت لرضاہ بصنعہ وغزلہ  
 من صنعہ بخلاف عمل برائے قال المصنف فعلیہ لوقیل للقاضی اصنع ما شئت فلعزل نائبہ بالتفویض العزل صریح لان النائب کو وکیل اور بجز الافی میں  
 خلاصہ اور خانہ سے مذکور ہے کہ وکیل اول کو وکیل ثانی کا معزول کرنا جائز ہے موکل کے اس قول میں اگر جو تراجی چاہے بسبب راضی ہونے موکل کے  
 وکیل اول کی صنعت سے اور اسکا معزول کرنا بھی اسکی صنعت سے ہے بخلاف اس قول کے کہ عمل کر اپنی رائے پر مصنف رح نے اپنی شرح میں  
 کہا تو بموجب اس قول کے اگر قاضی سے کہا جسکو کہو تراجی چاہے تو اسکو اپنے نائب کا معزول کرنا جائز ہے بدون اس بات کے کہ اسکو معزول  
 کرنا صریحاً مفوض ہو اس واسطے کہ نائب قاضی وکیل الوکیل کے مانند ہے داعلم ان الوکیل وکالت عامہ مطلقہ مفوضہ انما یملک المعادضات لا الطلاق  
 اتساق والتبرعات بلیفی زواہر الجوامہ و تنویر البصائر اور دریافت کر کہ وکیل بوکالت عامہ مطلقہ مفوضہ مالک نہیں مگر معادضات کا نہ طلاق اور عتاق  
 اور تبرعات کا اسی کا فتوے ہے کذا فی زواہر الجوامہ و تنویر البصائر قال لرجل فوضت الیک امر امراتی صار وکیل بالطلاق ولتقید  
 طلاقہ بالجلس بخلاف قولہ وکتک فی امر امراتی فلا یتقید بڈرر کہا ایک مرد سے کہ میں نے تفویض کیا تیری طرف اپنی عورت کا امر تو وہ وکیل  
 ہو گیا طلاق کا اور مقید ہو گا طلاق دینا اس کا مجلس میں یعنی اگر اسی مجلس میں طلاق دیکھا تو صحیح ہے نہیں تو صحیح نہیں بخلاف اس قول



وکیل امر اور نہ لیکہ کذا فی الطحاوی عن الاشباہ

باب الوکالت بالخصوص والقبض

یہ باب بر خصوصت اور قبض کی وکالت کے احکام میں ہم مصنف نے زائد از ترجمہ وکیل ملازمت اور تقاضے وغیرہ کے بھی مسائل مذکور کیے ہیں خصوصت عبارت ہے دعویٰ صحیح یا جواب مزاح سے اس طرح کہ بان یا نہیں چنانچہ سابق مذکور ہو چکا وکیل بالخصوص والقبض ای اخذ الدین لا یملک القبض عند زفر فرج و بفتی نفاذ الزمان و اعتماد فی البحر علی غیر فیکل خصوصت و تقاضی کا قبضہ لینے کے لیے مالک نہیں قبض دین کا زفر فرج کے نزدیک اور اسی قول پر فتویٰ ہو سبب نفاذ ملنے کے کہ اکثر وکیل خیانت پیشہ ہیں اور بحر الرائق میں عرف پر اعتماد کیا ہے ہم تقاضا یعنی اخذ دین باعتبار اصل لغت کے ہے لیکن عرف میں تقاضا یعنی مطالبہ ہے نہ قبض اور عرف مقدم ہے لغت پر اور امام رحمہ اور صاحبین رحمہ کے نزدیک وکیل تقاضا قبض کا مالک ہے اور یہی ظاہر ہے خواہ وہ چیز عین ہو یا دین صاحب بچنے سے قنوی صغیر سے نقل کیا کہ وکیل تقاضا میں عرف کا اعتماد ہے اگر ایسے شہر میں ہو جہاں سودا گروں میں رواج ہو کہ تقاضا کرنے والا وہی قبض دین ہوتا ہو تو وہ قبض دین کا مالک ہوگا اور نہیں تو نہیں منع الغفار میں سراجیہ سے منقول ہے کہ اس قول پر فتویٰ ہے کذا فی الطحاوی ولا الصالح اجماعاً اور نہ خصوصت اور تقاضی کا وکیل صلح کرنے کا مالک ہے بالاتفاق کذا فی البحر سوا سطلے کہ صلح منافی ہے اسکی جسکے واسطے وہ وکیل ہو اور رسول التقاضی یملک القبض بالخصوص اجماعاً اور تقاضا کرنے کا رسول مالک ہے قبض کا نہ خصوصت کا بالاتفاق کذا فی البحر اسلک اوکن رسولاً یعنی ارسال و امر تک بقبضہ لیکل خلافاً للزیلعی یون کہنا کہ (ارسلک) یعنی میں نے تجھکو پیام رسان کیا یا یون کہنا کہ (کن رسولاً یعنی) یعنی تو میری طرف سے رسول یعنی پیام رسان ہو یہ رسول مقرر کرنا ہے اور یون کہنا کہ میں نے تجھکو امر کیا اس کے قبضہ کرنے کا یہ وکیل ہے برخلاف زیلعی نے امر تک بقبضہ کو ارسال کہا ہے نہ توکیل ولا یملکھا ای بالخصوص والقبض وکیل الملازمۃ اور وکیل ملازمت مانا کہ نہیں خصوصت اور قبض کا ہم ملازمت عبارت ہے ساتھ نہ چھوڑنے سے سوا سکو خصوصت اور قبض لازم نہیں کذا فی المنح کما لا یملک بالخصوص وکیل الصلح بجز صلح کے وکیل صلح مالک نہیں خصوصت کرنے کا کذا فی البحر وکیل قبض الدین لیکلھا ای بالخصوص خلافاً لہما لو وکیل الدائن ولو وکیل التقاضی لیکلھا اتفاقاً اور قبض دین کا وکیل مالک ہے خصوصت کا برخلاف صاحبین رحمہ کے اگر وکیل صاحب دین کا ہو اور اگر قاضی کا وکیل ہو تو بالاتفاق امام رحمہ اور صاحبین رحمہ کے وہ خصوصت کا مالک نہیں کوکیل بقبض العین اتفاقاً جیسے قبض عین کا وکیل بالاتفاق مالک خصوصت نہیں ہم سوا سطلے کہ وکیل مذکور امین محض ہے تو مشابہ رسول کے ہوا تو اگر اپنے غلام کے قبض کا وکیل کیا سو ذوالید نے گواہ قائم کئے اس پر کہ موکل نے اسکو بیچ ڈالا ہے تو امر موقوف رہے گا حضور موکل غائب کے کذا فی الطحاوی و اما وکیل قسمۃ و اخذ شفعۃ و جوع ہبۃ و در بعیب لیکلھا مع القبض اتفاقاً ابن اور قسمت کا وکیل اور شفعۃ لینے اور ہبۃ پھیرنے اور رد بالعیب کا وکیل تو مالک ہے خصوصت کا قبض کے ساتھ بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک امرہ بقبض دینہ وان لا یقبضہ الا جمیعاً قبضہ لا درہا لم یقبضہ الذکور علی الامر لخالقۃ لہ فلم یقبضہ وکیلاً و الامر لہ الرجوع علی العزم بکلہ و کذا لا یقبض درہا دون درہم بجز موکل نے وکیل کو امر کیا اپنے دین کے قبض کا اور اس کا کہ نہ قبض کر دین مگر تمام سو وکیل نے دین قبض کیا سوا کے ایک درہم کے تو اس کا قبض مذکور جائز نہیں ہوکل پر بسبب موکل کی مخالفت کرنے کے تو وہ وکیل ہی ہوا اور موکل کو جائز ہے اپنے دین کا بھرنے یا دین سے پورا اور اسی طرح نہ قبض کرے ایک درہم سوا کے ایک درہم کے کذا فی البحر فلو لم یکن للعزم بنیۃ علی الايقاع فقتضی علیہ بالذین و قبضہ لوکیل فضاء منہ ثم برہن المطلوب علی الايقاع و لوکل فلا یسئل لہ الذین علی الوکیل و اما یرجع علی الموکل لان یدہ کیدہ ذفرہ تو اگر دینوں کے گواہ ہوں ادا سے دین موکل پر پھر دینوں پر قاضی کا حکم ہوا ادا سے دین کا اور وکیل نے اس پر قبضہ کیا سوا کے پاس تابع ہو گیا پھر دینوں مطلوب

باب الوکالت بالخصوص والقبض



نے ابراہین کے موکل پر گواہ قائم کئے تو مدیون کی کوئی سبیل نہیں وکیل پر اور وہ تو موکل سے بھر لیا جو اسے وکیل کو دیا اس واسطے کہ وکیل کا قبضہ اور  
تصرف موکل کے قبضہ کے مانند ہو کذا فی الذخیرہ الوکیل بالخصومة اذا اولى الخصومة لا یجبر علیہا الا اذا کان وکیلا بالخصومة بطلب المدعی و طالب المدعی علیہ  
دنی الاشیاء لایجبر الوکیل اذا امتنع عن فعل ما وکل فیہ لیسر عمالا فی ثلاث کما مر خصومت کا وکیل جبکہ خصومت کرنے سے انکار کرے تو خصومت کرنے پر زبردستی  
منوگی مگر اس صورت میں کہ وکیل بالخصومه مدعی کی درخواست سے ہو اور مدعا علیہ روپوش ہو گیا ہو اشتباہ میں ہو کہ وکیل پر جب نہیں جبکہ وہ باز رہے اس سے  
جس میں وہ وکیل مقرر ہو بسبب تبرع ہونے وکیل کے مگر تین مسئلوں میں جبر کیا جائیگا چنانچہ مذکور ہو چکا اس باب کے پہلے بخلاف الکفیل فسادہ بجر  
علیہا للالتزام بخلاف فاضل کے کہ اس پر جبر ہو گا خصومت پر سبب التزام کے ہم یعنی جو فاضل ہو خصومت کا اسپر جبر ہو گا اور تصویر اسکی یوں ممکن ہے  
کہ فاضل ہو ایک شخص کا جو اسپر ثابت ہو سو مطلوب نے پاسو کا اقرار کیا اور طالب ہزار کا مدعی ہے تو فاضل سے خصومت کی جائیگی اس مال میں جو مدیون  
پر ثابت ہو گا کذا فی الطحاوی وکذا فی خصوماتہ واخذ حقوقہ من الناس علی ان لایکون وکیلا فیما مدعی علی الموکل جائز بالتوکیل فلو ثبت  
الوکیل المال لری مدعیہ ثم اراد الخصم الدفع لایسمع علی الوکیل لانه لیس یوکیل فیہ رزموکل نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی خصومات میں اور اپنے حقوق  
کے لینے میں تو کون سے اس شرط پر وکیل کیا کہ وہ وکیل ہو گا اسمین جو موکل پر دعوی کیا جائے تو یہ تو وکیل جائز ہے سو اگر وکیل نے موکل کا مال ثابت کیا  
پھر مخاصم نے دفع مال کا ارادہ کیا تو اسکا دعوی وکیل پر سموع ہو گا اس واسطے کہ وہ اسمین وکیل نہیں کذا فی الذم تودعا علیہ پر مال کے دینے کا حکم  
ہو گا پھر مخاصم کو اختیار ہو کہ موکل سے دفع دین کا مواخذہ کرے و صح اقرار الوکیل بالخصومه لا یغیر مطلقا بغير الحدود والقصاص علی  
عند القاضی دون غیرہ استحضار اور صحیح خصومت کے وکیل کا اقرار سوائے حدود و قصاص کے اپنے موکل پر قاضی کے نزدیک نہ غیر قاضی  
کے نزدیک استحضار کی رو سے نہ غیر خصومت کے وکیل کا اقرار مطلقا نہ قاضی نہ غیر قاضی کے نزدیک یعنی وکیل صلح یا وکیل قبض یا وکیل ملازمت کا اقرار  
اپنے موکل پر صحیح نہیں وان الغزل الوکیل یہ ای بہذا الاقرار حی لایبذل الیہ المال وان برهن بعدہ علی الوکالت للناقص و وکیل خصومت کا اقرار اپنے  
موکل پر صحیح ہے اگرچہ وکیل معزول ہو جائے اس اقرار کرنے سے تو وکیل کو مال نہ دیا جائیگا اگرچہ بعد اس اقرار کے گواہ لاوے وکالت پر سبب مناقصہ کذا فی الذم  
م صورت اسکی یہ ہے کہ موکل نے اسکو وکیل کیا اسکا کہ خصومت کرے موکل کے جانب سے دعوی صحیح سے سو وکیل نے اپنے موکل پر اقرار کیا کہ اسنے صحیح کی ہے تو وہ اس  
اقرار سے معزول ہو گیا وکالت سے تو اب خرید کا ثمن مدعی سے نہیں لے سکتا کذا فی الطحاوی و کذا استثنی الموکل اقرارہ بان قال وکلتک بالخصومه غیر  
جائز الا اقرار صحیح التوکیل والاستناد علی الظاہر بزایہ اور اسی طرح جبکہ موکل نے اپنا اقرار مستثنی کر لیا اس طرح کہ میں نے تجھکو خصومت غیر جائز الا اقرار میں وکیل کیا تو  
تو وکیل اور استغنا صحیح ہے قول ظاہر پر کذا فی البرزانی میں کہ خلاصہ یہ ہے کہ وکالت یا بخرط ہے ایک یہ ہے کہ خصومت کا اقرار کرے تو وہ خصومت اور اقرار دونوں  
کا وکیل ہو گا ۲ یہ کہ اقرار کو مستثنی کرے تو فقط انکار کا وکیل ہو گا نہ اقرار کا ۳ یہ کہ انکار کو مستثنی کرے تو فقط اقرار کا وکیل ہو گا ظاہر الروایۃ میں ۴ یہ کہ خصومت  
جائز الا اقرار میں وکیل کرے تو خصومت اور اقرار میں وکیل ہو گا ۵ یہ کہ خصومت غیر جائز الا اقرار والا انکار میں وکیل کرے اسمین متاخرین کا اختلاف ہے کذا فی  
الطحاوی فلو اقر عندہ ای القاضی لا یصح و خرج بہ عن الوکالت فلا یتبع خصومه در توبہ استثناء اقرار اگر وکیل نے اقرار کیا قاضی کے نزدیک تو صحیح  
ہو گا اور اس اقرار سے وکالت سے نکل جائیگا تو اسکا خصومت کہنا سموع ہو گا کذا فی الذم و صحیح التوکیل بالاقرار ولا یصیر بہ ای بالتوکیل مقرر بجر  
اور صحیح ہے موکل کو اپنے وکیل کا اقرار کرنا اور موکل اس توکیل بالاقرار سے مقرر نہ ہو جائیگا کذا فی البحر طحاوی نے اسکی توجیہ یوں مذکور کی ہے کہ ممکن ہے کہ موکل اقرار  
کے واسطے وکیل کرے شور اور شغب اور خصومت کے خوف سے اگرچہ اسپر کچھ حق واجب ہو گا اس واسطے کہ ہر شخص خصومت پر قادر نہیں ہو گا اگر مخاصم ہر اثبات مال کا ارادہ  
کرے بسبب توکیل بالاقرار کے تو قاضی اسپر حکم نہ کرے گا و ابطال توکیل الکفیل بالمال لئلا یصیر عاظا لنفسہ اور باطل ہے مال فاضل کو وکیل کرنا

تاکہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل منوجاے م صورت اسکی یہ ہرگز اگر ایک شخص کا دوسرے پر دین ہو اور کوئی مرد اسکا ضامن ہو سو طالب ضامن کو اس دین کے قبض کرنے کا وکیل کرے مدعا علیہ صلی سے تو وکیل صحیح منوگی اس واسطے کہ وکیل وہ ہے جو غیر کے واسطے عمل کرے اور اگر یہ وکالت صحیح ہو تو وکیل اپنے واسطے عامل ٹھہرے یعنی وہ ساعی ہوگا اپنے بری الذمہ ہونے میں تو رکن وکالت منعدم ہوگا پس وکالت باطل ہوگی کذا فی العینی کمالا

صحیح لو وکالت بقبضہ ای الدین من نفسه او عبده لان الوکیل من عمل نفسه بطلت الا اذا وکل المدیون با برائه نفسه فصح و یصح غیرہ قبل

ابراہہ نفسہ اشباہ جیسے صحیح نہیں توکیل اگر وکیل کیے قبض دین کا وکیل کی ذات سے یا اسکے غلام یا زون مدیون سے اس واسطے کہ وکیل نے جب کہ عمل کیا اپنی ذات کے واسطے تو وکالت باطل ہوگی مگر جب کہ وائن مدیون کو ابرائے ذات مدیون کا وکیل کرے تو وکیل صحیح ہے اور صحیح مدیون کا معزول کرنا وکالت سے قبل اس بات کے وہ اپنی ذات کو بری الذمہ کرے کذا فی الاشباہ م قولہ اذا وکل اس من ضمیر فاعل ہر راجع داین کی طرف اور مدیون بالنصب مفعول ہو سنیۃ المفتی میں ہرگز اگر وکیل ابرائے نفس مدیون کا وکیل کرے تو صحیح ہے اگرچہ وہ عامل ہے اپنی ذات کے واسطے بسبب اپنے فارغ الذمہ کرنے کے اس واسطے کہ وہ عمل کرتا ہے صاحب دین کے واسطے اسکے دین کے انقاط سے اور وکالت کی شرط یہ ہے کہ غیر کے واسطے عامل ہونے پر کہ اپنی ذات کے واسطے عامل ہونے کی وجہ یہ معلوم ہوا تو شارع نے کہا یونہی کہنا کہ وکیل یہ اپنے واسطے عمل کرے تو وکالت باطل ہے بلکہ ہرگز یہ کہ اپنی ذات کے عمل کو خاص لنفسہ عمل پر محمول کیجے کذا فی الطحاوی و وکل المحتال المحیل بقبضہ من المحل علیہ او وکل المدیون وکیل الطالب بالقبض لم یصح الاستحالة کونہ قاضیا و مقتضیا قنیہ یا وکیل کرے محتال محیل کو قبض دین کا محال علیہ سے یا وکیل کرے مدیون طالب کے وکیل کو تو صحیح نہیں ہو اسلئے کہ ایک شخص کا دینے والا ہونا اور تقاضا کرنے والا ہونا محال ہو کذا فی التہنئہ ہم اگر کوئی کہے کہ محیل کے ذمے سے دین منتقل ہو گیا بسبب حوالہ کے تو وہ سچی ہو گیا تو اسکی توکیل کیون صحیح نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ محیل ساعی ہر اپنی برائت نفس میں اس واسطے کہ اگر محال علیہ نفس مرچاے یا سکر حوالہ ہو بلا بیان تو دین محیل پر راجع ہوگا خلاصہ عبارت قنیہ یہ ہے کہ اگر دائن نے کسی کو اپنے مدیون سے دین لینے کا وکیل کیا سو مدیون نے اس وکیل کو اپنی طرف سے بھی وکیل کیا کہ یہ میرا سبب ہے کہ صاحب دین کا دین ادا کرے اسلئے پچا اور دین لیا اور وہ نفع ہو گیا تو مدیون کا مال تلف ہو گیا کیونکہ اسکا قاضی اور مقتضی ہونا محال ہے اور ایک شخص صلاحیت نہیں رکھتا کہ غلاب اور طالب کا وکیل ہو قضا و قضا میں کذا فی الطحاوی بخلاف الکفیل بالنفس الرسول وکیل الامام بیع الغنائم و الوکیل بالترویح حیث یصح ضمانہم لان کلامہم سفیر بخلات حاضر ضامن کے اور رسول بقبض دین کے اور بادشاہ کے وکیل کے جو غنائم لینے کا وکیل ہے اور ترویح کے وکیل کے کہ انکا ادا صحیح ہے ہوا سیکے ہر شخص نہیں سے سفیر اور معبر محض ہے یعنی حقوق عقود انکی طرف راجع نہیں جو انکا ضمان صحیح نہوا وکیل بقبض الدین اذا کفل صح و تطل الوکالت لان الکفالة اقوی للزود ہما قصح ناسخ قبض دین کا وکیل جبکہ ضامن ہو جاے مدیون کا تو صحیح ہے اور وکالت باطل ہوگی اس واسطے کہ ضمانت قوی تر ہے وکالت سے بسبب لازم ہونے ضمانت کے اور عدم لزوم وکالت کے تو ضمانت ناسخ ہو سکتی ہے وکالت کی بخلات عکس بخلات یعنی جبکہ دین کا ضامن ہو پھر قبض دین کا وکیل ہو تو وکالت صحیح نہیں اور ضمانت باطل نہوتی ہی مطلب ہے مصنف کے قول سابق کا کہ مال ضامن کی توکیل باطل ہے و کذا کلمت صحیح کفالت الوکیل بالقبض طلبت وکالتہ تقدمت الکفالة و تاخرت لاقنا اور اسطرح جبکہ وکیل قبض دین کی ضمانت صحیح ہوگی وکالت اسکی باطل ہو جائیگی خواہ ضمانت مقدم ہو وکالت پر یا موخر ہو بسبب اس دلیل کے جسکو ہم کہے یعنی ضمانت قوی تر ہے وکالت سے تو اسکی ناسخ ہوگی وکیل البیع اذا ضمن الثمن للبائع عن المشتري لم یصح کما مر انہ یصیر عاملا لنفسہ صحیح کا وکیل جبکہ بایع کے ثمن کا ضامن ہو مشتری کی جانب سے تو جائز نہ ہوگا اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ وکیل اپنی ذات کی واسطے عامل ہو جاتا ہے یعنی اور شرط وکیل یہ ہے کہ عامل غیر ہونے اپنی ذات کے واسطے فان اوصی بحکم الضمان

ع  
محال علیہ سے یا وکیل کرے مدیون طالب کے وکیل کو تو صحیح نہیں ہو اسلئے کہ ایک شخص کا دینے والا ہونا اور تقاضا کرنے والا ہونا محال ہو کذا فی التہنئہ ہم اگر کوئی کہے کہ محیل کے ذمے سے دین منتقل ہو گیا بسبب حوالہ کے تو وہ سچی ہو گیا تو اسکی توکیل کیون صحیح نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ محیل ساعی ہر اپنی برائت نفس میں اس واسطے کہ اگر محال علیہ نفس مرچاے یا سکر حوالہ ہو بلا بیان تو دین محیل پر راجع ہوگا خلاصہ عبارت قنیہ یہ ہے کہ اگر دائن نے کسی کو اپنے مدیون سے دین لینے کا وکیل کیا سو مدیون نے اس وکیل کو اپنی طرف سے بھی وکیل کیا کہ یہ میرا سبب ہے کہ صاحب دین کا دین ادا کرے اسلئے پچا اور دین لیا اور وہ نفع ہو گیا تو مدیون کا مال تلف ہو گیا کیونکہ اسکا قاضی اور مقتضی ہونا محال ہے اور ایک شخص صلاحیت نہیں رکھتا کہ غلاب اور طالب کا وکیل ہو قضا و قضا میں کذا فی الطحاوی بخلاف الکفیل بالنفس الرسول وکیل الامام بیع الغنائم و الوکیل بالترویح حیث یصح ضمانہم لان کلامہم سفیر بخلات حاضر ضامن کے اور رسول بقبض دین کے اور بادشاہ کے وکیل کے جو غنائم لینے کا وکیل ہے اور ترویح کے وکیل کے کہ انکا ادا صحیح ہے ہوا سیکے ہر شخص نہیں سے سفیر اور معبر محض ہے یعنی حقوق عقود انکی طرف راجع نہیں جو انکا ضمان صحیح نہوا وکیل بقبض الدین اذا کفل صح و تطل الوکالت لان الکفالة اقوی للزود ہما قصح ناسخ قبض دین کا وکیل جبکہ ضامن ہو جاے مدیون کا تو صحیح ہے اور وکالت باطل ہوگی اس واسطے کہ ضمانت قوی تر ہے وکالت سے بسبب لازم ہونے ضمانت کے اور عدم لزوم وکالت کے تو ضمانت ناسخ ہو سکتی ہے وکالت کی بخلات عکس بخلات یعنی جبکہ دین کا ضامن ہو پھر قبض دین کا وکیل ہو تو وکالت صحیح نہیں اور ضمانت باطل نہوتی ہی مطلب ہے مصنف کے قول سابق کا کہ مال ضامن کی توکیل باطل ہے و کذا کلمت صحیح کفالت الوکیل بالقبض طلبت وکالتہ تقدمت الکفالة و تاخرت لاقنا اور اسطرح جبکہ وکیل قبض دین کی ضمانت صحیح ہوگی وکالت اسکی باطل ہو جائیگی خواہ ضمانت مقدم ہو وکالت پر یا موخر ہو بسبب اس دلیل کے جسکو ہم کہے یعنی ضمانت قوی تر ہے وکالت سے تو اسکی ناسخ ہوگی وکیل البیع اذا ضمن الثمن للبائع عن المشتري لم یصح کما مر انہ یصیر عاملا لنفسہ صحیح کا وکیل جبکہ بایع کے ثمن کا ضامن ہو مشتری کی جانب سے تو جائز نہ ہوگا اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ وکیل اپنی ذات کی واسطے عامل ہو جاتا ہے یعنی اور شرط وکیل یہ ہے کہ عامل غیر ہونے اپنی ذات کے واسطے فان اوصی بحکم الضمان

رجح بطلان و بدو نہ لاقتبرہ پھر اگر وکیل نے ثمن ادا کیا حکم ضمان تو مشتری سے بھرنے بسبب باطل ہونے ضمان کے اور اگر مدیون حکم ضمان ادا کیا تو مشتری سے نہ بھرنے بسبب اسکے تبرع اور احسان کے ادعی انہ وکیل الغائب قبضہ نہ فی صدقہ الغریم امر بدفعہ الیہ عملاً باقرارہ ولا یصدق لوائے الایفاء دعوی کیا کہ وہ شخص غائب کا وکیل ہے اسکے دین کے قبضہ کرنے میں سودیوں نے مدعی وکالت کی تصدیق کی تو اس پر ادا دین کا حکم کیا جائیگا تاہم عمل باقرار مدیون اور مدیون کی تصدیق نہوگی اگر وہ ایفای دین کا دعویٰ کرے گا یعنی بجز دعویٰ ایفای دین ثابت نہوگا فان حضر الغائب صدقہ فی التوکیل فہما دلت و الامر الغریم بدفع الیہ فی الغائب ثانیاً الفساد الادا بانکارہ مع بینه پھر اگر غائب آیا سو اسے اس کے وکیل کرنے کی تصدیق کی تو بہتر اور خوب ہو اور نہیں تو مدیون کو حکم کیا جائیگا کہ غائب کو دوبارہ دین ادا کرے بسبب فاسد ہوجانے ادا کے اول کے اسکے اول منکر ہونے سے قسم کے ساتھ یعنی جب غائب نے قسم کھائی کہ یہ شخص میرا وکیل نہیں تو مدعی وکالت کو دین دینا فاسد ہے لہذا اسپر دوبارہ ادا دین لازم ہوگا و رجح الغریم علی الوکیل ان باقیانی بدو ولو حکما بان استملکہ فانہ یضمن مثلاً خلاصہ اور مدیون وکیل سے دین پھرے اگر دین اسکے ہاتھ میں باقی ہو اگرچہ بقاے دین حکمی ہونہ حقیقی اس طرح کہ وکیل نے دین کو ہلاک کر ڈالا تو اسپر ضمان مثل لازم ہوگا کہ انی اخلاصہ وان ضاع الاموال بصدقہ اور اگر دین ضائع ہو گیا وکیل کے پاس تو مدیون اسکو نہیں لے سکتا اسکی تصدیق پر عمل کرنے سے یعنی جب اس نے دین دیا اسکی وکالت کو تصدیق کر کے تو مدیون کا قصور ہے لہذا رجوع نہیں کر سکتا الا اذا کان قد ضمنہ عند الدفع بقدر ما یاخذہ الدائن ثانیاً لاناخذہ الوکیل لانہ مانئہ لا تجوز ہما الکفالتہ زلیعی وغیرہ مگر مدیون اسوقت وکیل سے دین پھرے جبکہ وکیل دفع دین کے وقت ضامن ہوا ہوا مال کا بقدر اسکے جسکو دائن دوسرے بارے نہ اس مال کا جسکو وکیل نے لیا کیونکہ وہ امانت ہے جسکی ضامن بننا نہیں کذا فی الزلیعی وغیرہ مال ضامن کی صورت یہ کہ مدیون کے وکیل سے کہ ہاں تو اسکا وکیل ہے لیکن میری خاطر جمع نہیں کہ موکل وکالت کا انکار کرے اور مجھ سے دوسری بار اپنا دین لے تو وکیل ضامن داخل کرے مال ماخوذ کی کذا فی الطحاوی او قال لہ قبضت منك علی انی ابرائیک من الدین فہو کما لو قال الاب للختن عند اخذہ من ہیتہ اخذت منك علی انی ابرائیک من ہیتہ فان اخذتہ البنت ثانیاً رجح الختن علی الاب فلکذا ہذا ہما زلیعی یا وکیل نے مدیون سے کہا کہ میں تجھے سے لیا اس شرط پر کہ میں نے تجھکو بری الذمہ کر دیا دین سے تو وہ ایسا ہے جیسا کہ باپ نے داماد سے کہا اپنی بیٹی کے نہ لینے کیجئے کہ میں اس شرط پر تجھے لیتا ہوں کہ میں نے تجھکو بری الذمہ کر دیا اپنی بیٹی کے نہ لے سوا اگر مہر کو بیٹی دوبارہ بیگی تو با داد باپ سے پھرے گا سوا اسی طرح یہ مسئلہ ہے کذا فی البزازیہ و کذا فی غیثہ اذا لم یصدق علی الوکالتہ بعم مورثی السکوت والتکذیب و دفع لہ ذلک علی زعمہ الوکالتہ فہذا اسباب الرجوع عند المالك اور اسی طرح وکیل نے مال ضامن کی جبکہ موکل اسکی تصدیق نہ کرے وکالت پر اور مدیون نے اسکو دین دیا وکالت گمان پر عدم تصدیق وکالت شامل ہے دو صورتوں میں سکوت اور تکذیب کو تو یہ اسباب ہیں رجوع دین کے جبکہ دین ہلاک ہو جائے وکیل کے پاس م رجوع کے تین سبب ہیں ایک یہ کہ عند الدفع وکیل مال کا ضامن ہو اور دوسرا یہ کہ قبضہ کرے بشرطاً بر اے مدیون تیسرا یہ کہ ضامن ہو ورجوع عدم تصدیق موکل فان ادعی الوکیل ہلاکہ او دفعہ لموکلہ صدق الوکیل کذبہ پھر اگر وکیل ہلاک دین کا یا اپنے موکل کے دینے کا دعویٰ کرے تو اسکی تصدیق ہوگی وکیل کی قسم کے ساتھ تصدیق وکیل سوا اسے مسائل ثلاثہ رجوع مذکورہ میں ہوگی کذا فی الطحاوی فی الوجوہ المذكورہ کلہا الغریم لیس لہ الاسترداد حتی کبیر الغائب اور سب وجوہ مذکورہ میں مدیون کو پھر لینا دین کا وکیل سے جائز نہیں تا حضور موکل غائب وان برہن انہ لیس بوکیل او علی اقرارہ بذلک او اراد استخلافہ لم یقبل سعیر فی نقض ما وجبہ للغائب بل و اگر مدیون کو اولایا اسپر کہ وہ شخص وکیل نہیں دائن کا یا کو اولایا وکیل کے اس اقرار پر یعنی عدم وکالت اقرار پر یا اسے وکیل سے قسم لینے کا ارادہ کیا





دعوی ثابت نہوا تو اسکے حق میں تاخیر نہوگی و تحلیف الموکل لا الوکیل لان النیابۃ لا تجری فی الیمین خلافاً لفرعہ اور مدیون کو جائز ہے کہ قسم لینا مثلاً اذ  
 دین کے اٹھارے میں موکل سے نہ وکیل سے اس واسطے کہ نیات جاری نہیں ہوتی قسم میں بخلاف زفر کے و لو و کلمہ بعیب فی امر و ادعی البائع  
 ان المشتري رضی بالعیب لم یرد علیہ حتی یحلیف المشتري والفرق ان القضاء ہنا منسج لا یقبل انقض بخلاف ما مر حلاقاً انما اور اگر ایک شخص کو  
 خریدی نوڈی کے عیب میں وکیل کیا اور بائع نے دعوی کیا کہ مشتری نوڈی کے عیب سے راضی ہو گیا تھا تو وکیل بائع پر دبیح نہ کرے جب تک مشتری  
 قسم کھائے اور فرق اس مسئلہ میں اور مسائل سابقہ میں یہ ہے کہ قضا بیان وہ فتح ہے کہ نقض کو قبول نہیں کرتا بخلاف اسکے جو مذکور ہو چکا بخلاف مذہب  
 جمہور کے اسکے نزدیک رد بیع ہو گا مگر یعنی اگر رد بیع کے ہم قائل ہوں تو قضا منسج ٹھہریگا کیونکہ وہ عیب سے اور اس طرح کار و فتح عقد پر اور قضا عقود  
 و فسوخ جاری ہے پھر اگر یہ خطا ظاہر ہو کیونکہ امام کے نزدیک قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن دونوں میں بخلاف مسئلہ دین کے کہ اس میں تدارک ممکن ہے مقبوضہ وکیل کے  
 استرداد سے اگر خطا ظاہر ہو قسم نہ کھائے کے وقت اس واسطے کہ قضا بیان باطن میں نافذ نہیں کیونکہ حکم نہیں مگر مجرد تسلیم تو قضا عقود اور فسوخ میں ٹھہری  
 کذا فی الجلی فلور دہا الوکیل علی البائع بالعیب فحضرت الموکل و صدقہ علی الرضی کانت لہ لالبائع اتفاقاً فی الاصح لان القضاء الاعن  
 دلیل بل للجل بالرضی ثم ظہر خلافہ فلا ینفذ باطناً نہایت پھر اگر وکیل نے نوڈی پھیر دی بسبب عیب کے بائع کو یعنی حکم قاضی پھر موکل آیا اور اسے بائع کی  
 تصدیق کی اپنے راضی ہو جانے پر تو نوڈی موکل مشتری کی ہوگی نہ بائع کی باتفاق امام رد اور صاحبین کے قول اصح میں اس واسطے کہ قاضی کا حکم دلیل سے  
 نہیں بلکہ تادانتگی رضامندی سے پھر اسکے خلاف ظاہر ہو تو حکم نافذ نہوگا باطن میں کذا فی النہایۃ و المماور بالاتفاق علی اہل اوبنا و القضاء ولین  
 او الشراء او التصدق عن زکوۃ اذ انسک ما دفع الیہ و تقد من مالہ ناویا الرجوع کذا قید انما تستنی الاشباہ حال قیامہ لم یکن متبرعاً  
 بل یقع التماس احساناً اذ لم یضف الی غیرہ اور جو شخص مامور ہو خرچ کرنے کا موکل کے اہل یا نباس عمارت پر یا مامور ہو اسکی لٹکے دین کا یا خریداری  
 کا یا زکوۃ کے تصدق کرنے کا جبکہ وہ رکھ چھوڑے وہ مال جو اسکو موکل نے دیا اور نے اپنے مال سے موکل کے موجود ہونے کی وقت رجوع کی نیت کر کے  
 اسی طرح نیت رجوع کی قید لگائی ہر مسئلہ خاصہ یعنی زکوۃ میں اشباہ کے اندر تو مامور متبرع نہوگا بلکہ تقاضہ واقع ہوگا یعنی مجر ہو جائیگا بطریق احسان کے  
 جبکہ مامور نے اس مال کو غیر موکل کی طرف نسبت نہ کیا ہو یعنی صرف کے وقت یوں نہ کہا ہو کہ یہ میں اپنے مال سے دیتا ہوں بلکہ موکل کی نیت کیا یا  
 مطلقاً یا ہوم رجوع کی نیت یوں ہوگی کہ جو مال کہ موکل نے دیا اسکو عوض ٹھہرائے اس مال کا جو اسے صدقہ دیا اپنے مال سے طحاوی اور جلی نے کہا کہ زکوۃ  
 کی قید ظاہر اتفاقاً ہے فلو کانت وقت الفاقہ مستلکۃ ولو لیر قنا الدین نفسہ و اضافۃ العقد الی دراہم نفسہ ضمن و صار مشتریاً بنفسہ متبرعاً بالاتفاق لان  
 الدرہم متعین فی الوکالۃ نہایت بڑا دیر پھر اگر مامور کے خرچ کرنے کے وقت موکل کے دراہم مستہک ہوں اگرچہ ان کا استہلاک مامور کے  
 دین ذاتی کی طرف صرف کرنے سے ہو یا مامور نے عقد کو اپنے دراہم ذاتی کی طرف نسبت کیا ہو یعنی یوں کہا ہو خرید کے وقت مثلاً کہ میں اسکو  
 اپنے دراہم سے مول لیتا ہوں تو مامور پر تاوان لازم ہوگا اور مامور اپنے واسطے خریدار ٹھہرائیگا اور اہل و عیال کے خرچہ کہ نہیں متبرع اور طوع  
 ہو جائیگا یعنی موکل کے مال سے مجر نہ کر سکے گا اس واسطے کہ دراہم وکالت میں متعین ہو جاتے ہیں کذا فی النہایۃ و البرزازیہ ہم اتفاق کے مانند  
 شرا و صدقہ ہے چنانچہ بحر الرائق میں مصرح ہے جبکہ وکالت میں دراہم متعین ٹھہرے اور قبل اتفاق یا قبل شرا ہلاک ہو گئی تو وکالت  
 باطل ہو گئی پھر اگر مامور صرف کر لیا اپنے مال سے تو متبرع ہوگا تو اسکو موکل سے نہیں لے سکتا کذا فی طحاوی و غیر فی التتقی لواءہ ان یقتضی من  
 مدیونہ الفاء و یصدق تصدق یا لغت لیرجع علی المدیون جائز احساناً بان یلتقی میں ہے کہ اگر موکل نے وکیل کو امر کیا کہ میرے مدیون سے ہزار  
 درہم لے اور صدقہ کرے اسوائے ہزار صدقہ کیے اپنے مال سے تاکہ پھیرے اسکے مدیون سے تو جائز ہے بطریق احسان کے بحر الرائق میں یہ روایت



مستحق بالذم کی طرف منسوب ہو اور اسی طرح درانتھار کے بعض نسخوں میں ہر اور اسٹیج منہ الغفار میں ہر بلا استدراک اور وہ اسکی یہ ہے کہ جو در اسم کدیون  
 بر دین میں گویا قائم اور موجود ہیں تو وکیل متبرع منوگا کذا فی الخطا وی صی نقق من لہ و الحال ان مال التیم غائب ہو و اسی کا لاب متطوع الا ان  
 یشہد انہ قرض علیہ و انہ ریح علیہ جامع الفصولین وغیرہ و علیہ فی الخلافۃ بان قولہ صی وان اعتبر فی الاتفاق لکن لا یقبل فی الرجوع فی مال الیتیم  
 الابالیئۃ ایک وصی نے خراج کیا اپنے مال سے اور حالانکہ مال یتیم اسوقت موجود نہیں تو وصی باپ کے مانند تطوع اور تبرع ہو گیا کہ وصی صرف کے  
 وقت گواہ کرے اسکے کہ وہ خرچ کرنا بطریق قرض کے ہے یا کہ وہ پھیر لیا گیا یتیم سے کذا فی جامع الفصولین وغیرہ اور علت اسکی خلاصہ میں یون بیان کی  
 ہے کہ وصی کا قول اگرچہ خرچ کرنے میں معتبر ہے لیکن مال یتیم سے پھرنے میں مقبول نہیں بلا شہادت ہم غائب ہوئی قید اس واسطے لگائی کہ اگر یتیم کا مال حاضر  
 ہوگا تو بطریق اولی متبرع پھر گناہ قرض و مسائل ملحقہ شارح کے الوکالت الجبرۃ و لا تدخل تحت الحکم و بیانہ فی الدرر و کالت مجردہ یعنی جو وکالت حقوق العباد  
 سے غلطی ہو تو تحت حکم داخل نہیں اور بیان اسکا در زمین ہرم در زمین صغرے سے منقول ہے کہ قبض دین کے وکیل نے جبکہ مدعا علیہ کو حاضر کیا  
 سوئے تو وکیل کا اقرار کیا اور دین کا سکر ہو تو وکالت ثابت ہوگی تو اگر وکیل اثبات دین کے واسطے گواہ لانا چاہے تو مقبول نہیں یعنی قاضی کو  
 ساعت نہ کر گیا اتنی بقدر الضرورۃ وضع التوکیل بالاسلم اور صحیح ہے تو وکیل بیع سلم کرنے میں صورت اسکی یہ ہے کہ کچھ روپے کسی آدمی کو دے تاکہ  
 وہ مثلاً گیون پر عقد سلم کرے تو وکیل کرنا جائز ہے مانند بیع اور شرکاء کے کذا فی الخطا وی لا یقبل عقد سلم صحیح نہیں وکیل کرنا عقد سلم کے قبول کرنے  
 میں صورت اسکی یہ ہے کہ کسی کو وکیل کیا کہ روپے طعام کے لیے سو وکیل نے روپے لیے اور سوکل کو دے تو طعام وکیل پر ہر نہ سوکل پر اور  
 روپے وکیل کے سوکل کے ذمہ پر قرض پھر نیگے اس واسطے کہ تو وکیل یا اطل ہے کذا فی الخطا وی پھر شارح نے قاعدہ مذکورہ پر تفریح کی فلنناظر ان یسلم  
 البیع فی زبیر و حصیرہ تو وقت کے ناظر کو جائز ہے کہ عقد سلم کرے وقت کے محاصل سے مسجد یاد رسہ کے تیل اور پٹائیوں میں م یعنی اگر وقت سے در اسم باذنا نیر  
 حاصل ہوے اور اسے مسجد کے چراغ روشن کرنے کے واسطے عقد سلم کیا تیل میں یا فرش کے واسطے پٹائیوں میں سلم کیا تو صحیح ہے اس واسطے کہ ناظر وکیل پر  
 واقف کا اور تو وکیل بالاسلم صحیح ہے و لیس لہ ان یوکل بہ من جعلہ امینا علی القرۃ فی امرہ بعقد السلم و سلم منہ علی ما قررہ باطن لاند وکیل اواقف و الوکالت امانت  
 لا یصح بیعہا و تمامہ فی شرح الوہابیۃ اور جائز نہیں ناظر کو کہ وکیل کرے عقد سلم کا اس شخص کو جسکو اسے امین مقرر کیا ہے قریہ وقت پر کچھ مال معین کر کے  
 کہ ناظر امین کے عقد سلم کا امر کرے اس اناج میں جو وقت کی زمین میں پیدا ہوا اور اس مال سلم کا اس امین سے بے باطن میں بعوض اس وظیفے  
 کے جو ناظر کے واسطے مال وقت سے مقرر ہوا یہ اس واسطے جائز نہیں کہ ناظر وکیل پر واقف کا اور وکالت امانت ہے جسکی بیع صحیح نہیں اور پورا  
 بیان اسکا شرح وہابیہ میں ہرم امین کو ثبوت ارض وقت میں عقد سلم اس واسطے جائز نہیں کہ وکیل مقبول عقد سلم صحیح نہیں اور ناظر کو امین سے  
 مال لینا اس واسطے جائز نہیں کہ ناظر واقف کا وکیل پر حاصل قریہ کے قبض کرنے کا تو جب ناظر نے امین سے کچھ مال لیا بعوض اپنے وظیفہ معینہ کے تو  
 اسے وکالت کو بجا حالانکہ بیع وکالت کی صحیح نہیں کذا فی الخطا وی ملخصاً

تیمم  
 لہ یعنی شہادہ سے جو کہ اس میں سلم کر کے کا پتہ کیا اور ضرورت سے بقول سلم کے ہے قاعدہ مذکورہ کی کیا تعلیم کیے اور یہ ہے کہ

باب عزل الوکیل

یہ باب ہے عزولی وکیل کے احکام میں الوکالت من العقود الغیر الملامزۃ کالعاریۃ فلا یدخلها اختیار شرط وکالت ان عقودین سے ہے جو لازم نہیں جہان  
 عاریت تو وکالت میں اختیار شرط و داخل نہیں ہوتا م عقد لازم میں اختیار شرط کی حاجت ہے تا صاحب اختیار فتح عقد کر سکے اور وکالت خود عقد غیر لازم  
 ہے تو امین اختیار شرط کی کچھ حاجت نہیں و لا یصح حکم بہا مقصوداً او اتماماً صحیح فی ضمن عوی صحیحہ علی غریم و بیانہ فی الدرر اور حکم کو ثبوت وکالت پر مقصوداً بالذم  
 حکم کرنا صحیح نہیں ثبوت وکالت کا تو صحیح نہیں ہوتا مگر دشمن دعوی صحیح کے بدیون پر اور بیان اسکا در زمین ہرم قبل اسباب کے عنقریب گذار در سے کہ اگر مدعا علیہ

باب عزل الوکیل





معزول کیا تو یہ صحیح نہیں بدون علم سلطان کے وکالت قبض الیدین ملک عزلہ ان لغیر حضرت المدیون وان وکالت حضرت لا تعلق حقہ کما روایت  
کیا کسی کو قبض دین کا تو وکیل اپنے معزول کرنے کا مالک ہے اگر اسکو موکل نے بلا حضور مدیون وکیل کیا ہوا اور اگر اسکو مدیون کے سامنے وکیل کیا تو  
وہ اپنے معزول کرنے کا مالک نہیں بسبب متعلق ہونے حق مدیون کے ساتھ اسکے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ در صورت تعلق حق غیر وکالت لازم ہوجاتی ہے  
م تعلق حق مدیون یون ہے کما اگر معزولی بلا علم مدیون صحیح ہو تو مدیون معزول یعنی فریب خوردہ ہو جائیگا در صورت اول دین وکیل الا اذا علم بہ  
بالعزل المدیون فحینئذ یعزل ثم فرغ علیہ بقولہ مگر جبکہ مدیون معزولی کو معلوم کر جائے تو اب اسوقت میں وکیل معزول ہو جائیگا پھر مصنف نے اسکا  
پر قول آئندہ کو مقرر کیا فلودفع المدیون و نسیہ الیہ لوکیل قبل علمہ ای مدیون بعزلہ سیرا و لعلہ لا لدفعہ بغیر وکیل تو اگر مدیون نے موکل کا دین  
وکیل کو دیا قبل نسیہ مدیون بعزل وکیل تو وہ بری الذمہ ہو گیا اور بعد دریافت معزولی کے بری الذمہ نہ ہوگا بسبب نسیہ مدیون کے غیر وکیل کو یعنی  
جب اسکو معلوم ہو گیا کہ وکیل نے آپ کو وکالت سے معزول کیا اور پھر اسکو دین دیا تو بری الذمہ نہ ہوگا کیونکہ اسے غیر وکیل کو دیا اور غیر وکیل کے دین سے  
دین ادائ نہیں ہوتا ولو عزل الموکل بیع الرهن نفسه حضرت امرتہن ان رضی بہ بالعزل صح واللا تعلق حصہ وکالت الوکالت باخص  
بطلب المدعی عند غیبتہ کما مر اور اگر اس عادل نے جو وکیل مقرر ہوا ہے رهن کامروون کی بیع کے واسطے اپنی ذات کو معزول کیا مرتہن کے سامنے اگر  
مرتہن رضی ہو گیا معزولی سے تو صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں بسبب متعلق ہونے حق مرتہن کے ساتھ اسکے اور اسی طرح ہر خصوصیت کی وکالت مدعی کی طلب سے  
تحیت مدعا علیہ کے نزدیک چنانچہ مذکور ہو چکا غریب م طحاوی نے کہا کہ ظاہر اقصیٰ عدالت وکیل کی مقتضائے غالب عادت کے ہے والا تو وکیل صحیح  
رهن کی عدالت پر موقوف نہیں ولسی نہ توکیل بطلاقما بطلبہ اعلیٰ الصیح لانه لا حق لہافیہ ولاقولہ کما عرتک فانک فانت عزول  
ہیئتے اور نہیں ہے اس قسم سے جس میں حق غیر متعلق ہو وکیل کرنا زوجہ کی طلاق کا زوجہ کی طلب سے بنا بر قول صحیح کے اس واسطے کہ زوجہ کا حق اس میں  
کچھ نہیں اور نہیں ہے قسم مذکور سے موکل کا یون کتنا کہ ہر بار کہ میں تجھکو معزول کروں تو تو میرا وکیل ہے بسبب اسکے معزول ہونے کے اس قول سے  
کہ ہر بار کہ میں تجھکو وکیل کروں تو تو معزول ہے کذا فی الہینی م طحاوی نے کہا کہ کما عرتک فانک فانت وکیل میں اس واسطے عزل ثابت ہوتا ہے کہ اس میں  
حق وکیل متعلق نہیں و قول لوکیل بعد القبول حضرت الموکل لغیبتہ تو کیلی او انامری من الوکالت لیس بعزل کحج والموکل بقولہ  
لموکل لا یكون عزلا الا ان یقول الموکل للوکیل وانشر لا او کلاک شئی فقد عرفت تہا وک بعزل زلیعی اور وکیل کا یون کتنا بعد قبول  
وکالت کے موکل کے سامنے کہ میں نے تیری وکیل کو لغو کر دیا یا کہ میں بری ہوں وکالت سے معزول کرنا نہیں ہے جیسے موکل کا یون نکار کرنا کہ میں نے  
تجھکو وکیل نہیں کیا عزل نہ ہوگا مگر یہ کہ موکل وکیل سے کہے کہ واسد میں تجھکو کسی چیز کا وکیل نہیں کرتا سو البتہ میں نے تیری سستی اور کاہلی معلوم کی تو  
عزل بت ہوگا کذا فی الزلیعی لکن ذکر فی الوصایا ان جودہ عزل جملہ مصنف علی ما اذا واقفہ الوکیل علی الترتک لیکن زلیعی نے کتاب الوصایا میں ذکر کیا کہ موکل کا  
انکار عزل ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں اسکو اس پر محمول کیا ہے جب وکیل موکل کے ساتھ موافقت کرے ترک وکالت پر مبنیے انکار موکل اس وقت  
میں عزل ہے جبکہ وکیل بھی وکالت کو چھوڑ دے لکن اہبت القستانی اختلاف الروایہ و قدیم الثانی وعللہ بان جود ما عند النکاح فسیخ تم قال و فی روایت  
لمعزل بالجود اتقی فلیحفظ لکن قستانی نے اختلاف روایت کا ثابت کیا ہے اور قول ثانی یعنی عزل ہونا انکار کا اسکو مقدم ذکر کیا ہے اور وجہ اسکی  
یون بیان کی ہے کہ ماورائے نکلہ کے انکار صحیح ہے قستانی نے کہا اور دوسری روایت میں وکیل معزول نہیں ہوتا انکار سے اتقی کلام القستانی  
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م اور اسطرح عمومی نے اختلاف روایت ثابت کیا ہے چنانچہ ولو اوجبہ سے نقل کیا ہے کہ اگر وصایت سے انکار کیا تو وہ رجوع  
ہے اور جامع کبیر میں ہے کہ یہ رجوع نہیں تو اس میں روایتیں ہیں اور اسی طرح جود وکالت میں وکیل یا موکل سے اور جود شرکت اور جود و وصیت اور



حجود متباہین یا متاخرین میں خلافت ہو اور صحیح یہ ہو کہ حجود رجوع ہر اس واسطے کہ حجود فسخ ہی انتہی علامت مقدسی نے کہا تھا کہ صحیح خاص وصیت میں ہی  
سب میں انتہی اور ظاہر جمع کی تصحیح متبادرہ ہے چنانچہ تعلیل قسمانی کی اسکی مؤید ہے کذا فی الخطاوی و عزال الوکیل بلا عزل نہایت انتہی اولیٰ و کل فیہ  
کما لو وکل یقبض وین فقیہ نے منہبہ او وکلہ من کل حجود و وجہ الوکیل بزایہ اور معزول ہوجاتا ہے وکیل بدون معزول کرنے کے اس چیز کے  
منہتی ہونے سے حسین وہ وکیل مقرر ہوا چنانچہ اگر اسکو قبض دین کا وکیل کیا سو وکل نے اسپر بذات خود قبضہ کر لیا یا اسکو کل کا وکیل کیا سو  
موکل نے وکیل کے ساتھ نکاح کر دیا کذا فی البرازیہ و نوباع الموکل و الوکیل معا و لم یعلم السابق بیع الموکل اولیٰ عند محمد در عند ابی یوسف و غیر کان و  
یحیران کما فی الاختیار وغیرہ اور اگر موکل اور وکیل نے ساتھ ہی بیع کی اور معلوم نہیں کہ پہلی بیع کونسی ہو تو موکل کی بیع مقدم ہے محمد کے نزدیک ر  
ابو یوسف کے نزدیک دونوں مشتری بیع میں شریک و رختار ہیں چاہیں بیع قائم رکھیں چاہیں فسخ کریں کذا فی الاختیار وغیرہ و عزال موت خدیو  
حجودہ مطبقا بالکسری استوعبا ستم علی الصحیح در رو غیر بالکن فی الشریئالیہ عن الحضرات شہر او یوفقی و کذا فی القستانی و الباقانی و حجلہ قاضی خان  
فی فصل فیما یقبض بالجمہدات قول ابی حنیفہ وان علیہ الفتویٰ فلیحفظ اور وکیل معزول ہوتا ہے وکیل اور موکل دونوں میں سے ایک کے مرجع سے  
اور اسکے سال بھر کے جنون سے بنا بر قول صحیح کذا فی الدرر وغیرہ لیکن شریئالیہ میں یہ حضرات سے کہ عینے بھر کے جنون سے معزول ہوتا ہے کسیکا  
فتویٰ ہے اور اسطرح قسمانی اور باقانی میں ہے اور قاضی خان نے اس فصل میں حسین قضا بالجمہدات کا مذکور ہے جنون شہری کو ابو حنیفہ کا قول  
قرار دیا ہے اور یہ کہ اسی قول پر فتویٰ ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م مطبق بالکسری معنی مستوعب ہے اور بعضوں نے معنی دائم تفسیر کیا ہے بحوالہ الراق میں  
مصباح سے منقول ہے کہ عوام مطبق یفح بابوتے ہیں و یا حکم بلجوقہ مرتد اثم لا تقود بعودہ مسلم علی المذنب و لا بافاقیہ بجر اور وکیل معزول ہوجاتا ہے  
وکیل یا موکل کے حکم لائق دار الحرب سے مرتد ہو کر بچہ و کالت عود نہیں کرتی اسکی بھر آنے سے دارالاسلام میں مسلمان ہو کر اور نہ اسکے جنون  
جاتے رہنے سے بنا بر مذہب صحیح کذا فی الجرم یعنی جبکہ مرتد ہو گیا بچہ وکیل بچہ دار الحرب میں جا کر بل گیا اور قاضی نے لائق دار الحرب پر حکم کر دیا  
تو معزول ہوگا اسواسطے کہ مرتد کے لقرقات قبل حکم لائق موقوف ہیں امام رہ کے نزدیک تو اسی طرح و کالت مرتد بھی موقوف ہے اگر مسلمان ہو گیا  
تو نافذ ہے اگر مقتول ہو یا دار الحرب میں جا ملا تو و کالت باطل ہے کذا فی الخطاوی و فی شرح الطحطاوی و فی شرح الطحطاوی و فی شرح الطحطاوی و فی شرح الطحطاوی  
العوارض فلذا قال الاوکالہ اللازمہ اذا وکل الراہن العدل و اطرتہن بیع الراہن عند حلول الاجل فلان عزال بالغزل لا یوت  
الموکل و جنونہ اور شرح مجمع میں ہے کہ جانے کہ و کالت جب لازم ہوتی ہے تو ان عوارض سے باطل نہیں ہوتی تو اسی وجہ سے مصنف نے کہا  
بجز و کالت لازمہ کے یعنی مثلاً جب راہن نے شخص عادل یا مرتن کو وکیل کیا بیع رہن کا مدت کے آتے وقت تو وہ معزول ہوگا معزول کہنے  
سے اور نہ موکل کی موت اور اسکے جنون سے م مرتن عطف ہے عدل پر اور راہن پر اسکا عطف کرنا صحیح نہیں ہو اسطیکہ مرتن بیع کا مالک نہیں کذا فی  
الخطاوی کا وکیل یا لاجر یا لید و الوکیل و بیع الوفا و لانیز لان موت الموکل بخلاف الوکالہ بالخصومتہ او الطلاق بزایہ جیسے امر یا لید کا وکیل و بیع الو  
کا وکیل معزول نہیں ہوتے دونوں موکل کی موت سے بخلاف خصومت یا طلاق کی و کالت کے کذا فی البرازیہ م یعنی و کالت بالخصومتہ اگرچہ لازم ہے لیکن وکیل  
اسمیں موت اور جنون موکل سے معزول ہوجاتا ہے قلت و الحاصل کما فی اجران الوکالہ بیع الراہن لا یبطل بالغزل حقیقیاً او حکمیاً و لا بالخروج عن  
الایلیہ جنون و ردة و قیامہا من الازمہ لا یبطل بالحققی بل بالحکمی و بالخروج عن الایلیہ قلت و طلاق لدر فیه نظر میں کتا ہوں اور خلاصہ یہ ہے چنانچہ  
بجرا لائق میں ہے کہ بیع رہن کی و کالت باطل نہیں ہوتی عزل سے خواہ عزل حقیقی ہو یا حکمی چنانچہ موت اور نہ خارج ہوجانے سے بیعت وکیل سے  
سبب جنون اور ارتداد کے بعد اسکے سوا و کالت لازمہ باطل نہیں ہوتی عزل حقیقی سے بلکہ باطل ہوتی ہے عزل حکمی سے اور ایلیہ کے خارج ہوجانے



من کتابہون تو دور کے اطلاق میں بحث ہم درمیں یوں کیا ہے کہ جب حق غیر متعلق ہو تو وکیل معزول نہیں ہوتا اتنی اور تعلق حق غیر وکالت بالخصوصہ  
 یا التمس طالب کو بھی شامل ہے اور حالانکہ اس میں ایسا حکم نہیں کہ انی النع و معزل بافتراق احد الشریکین دو تو وکیل ثالث بالتصرف وان لم یعلم الیکل  
 لانه عزل حکمی و وکیل معزول ہوتا ہے احد الشریکین کے افتراق سے اگرچہ وکالت تو وکیل ثالث ہوتی ہے کیونکہ وکیل کو عزل کا علم ہونا اس واسطے کہ وہ عزل  
 حکمی ہم اطلاق باتن اسکو شامل ہے کہ دونوں شریکوں میں افتراق ہو فخرت کے بطلان سے چنانچہ دونوں مال یا ایک مال ہلاک ہو جائے قبل خرید کے  
 تو وکالت ضمیر بھی باطل ہوگی اور اسکو شامل ہے کہ دونوں یا ایک شریک تیسرے شخص کو تصرف کا وکیل مقرر کریں تو بعد افتراق وہ معزول ہوگا و غیر الی غیر  
 لو مکاتباً و حجرہ ای سوکد لو ما ذوناً کذا لک ای علم اولاً لانه عزل حکمی کہا اور وکیل معزول ہوتا ہے اپنے موکل کے عاجز ہونے سے ادا سے بدل کتابت سے  
 اگر موکل عبد مکاتب ہو اور اپنے موکل کے مجبور ہونے سے اگر موکل عبد اذن فی التجارۃ ہو اسی طرح معزول ہو جاتا ہے یعنی اسکو علم ہو عزل کا یا نہ ہو اس واسطے کہ وہ  
 عزل حکمی ہے چنانچہ مذکور ہو چکا و ہذا اذا کان وکیل فی العقود و خصوصاً اما اذا کان وکیل فی قضاء دین و قضاۃ و قبض و قبض و قبض و قبض و قبض  
 حجر اور یہ یعنی عزل بسبب حجر اور حجر کے اس وقت ہے جبکہ وہ وکیل ہو عقود اور خصوصاً میں اور جبکہ وکیل ہو ادا سے دین اور طلب دین اور  
 قبض و قبض میں تو معزول نہیں ہوتا حجر مکاتب اور حجر اذن سے و معزل المولی وکیل عبدہ الماذون لم یعزل اور اگر مولی نے اپنے غلام  
 ماذون کے وکیل کو معزول کیا تو وہ معزول ہوگا و غیر الی الموکل بنفسہ فیما وکل فیہ تصرفاً یحجر الموکل عن التصرف معہ والاکمال  
 لو طقرا و احدہ والعدۃ باقیہ فلوکیل تطیقہا اخری بقاء العمل اور معزول ہوتا ہے وکیل موکل کے بذات خود تصرف کرنے سے اس فعل میں جس میں  
 وہ وکیل مقرر ہوا موکل کے ایسے تصرف سے عزل ہوتا ہے کہ وکیل اس کے ساتھ تصرف کرنے سے عاجز ہو جائے اور اگر وکیل عاجز نہ ہو تو وہ معزول نہیں  
 ہوتا چنانچہ اگر موکل نے اپنی زوجہ کو ایک بار طلاق دی اور حالانکہ عدت باقی ہے تو وکیل کو دوسری طلاق دینا جائز ہے بسبب باقی رہنے محل طلاق کے ہم موکل کے  
 جس تصرف کے ساتھ وکیل تصرف نہیں کر سکتا اس واسطے معزول ہو جاتا ہے کہ وکالت کی حاجت باقی نہیں رہتی چنانچہ عتاق عبد یا کنائت سے کا وکیل کیا پھر  
 اسکو موکل نے خود آزاد کر دیا یا اسکا تب کیا یا تزویج یا خرید یا وکیل کیا سو آپ نکاح کر لیا یا سول لیا یا طلاق کا وکیل کیا سو خود اسکو تین بار طلاق دی یا  
 ایک بار طلاق دی اور عدت گذر گئی یا خلع کا وکیل کیا سو آپ خلع کر لیا و لو ارتد الزوج او حق وقع طلاق وکیل بالقبض العدة اور اگر زوج مرد ہو گیا یا اگر  
 عین لایق ہوا تو اسکے وکیل کی طلاق واقع ہوگی جب تک عدت باقی ہے ہم بجز الرائق وغیرہ میں یوں ہے کہ اگر زوج مرد ہو جائے تو وکیل کی طلاق صورت پر تاقیہ  
 عدت واقع ہوگی اور لایق زوج بمنزلہ اسکی موت کے ہر انتہی تو شارح کے کلام میں لایق اس لایق پر معمول ہے جسیر قاضی کا حکم نہیں ہوا اور صاحب  
 بجز وغیرہ کا کلام اس لایق پر جسیر حکم ہو گیا کیونکہ وہی بمنزلہ موت کے ہے کہ انی لایطیادی و تعود الوکالۃ اذا عاد الیہ ای لایطیادی و کلا بیع  
 جماع موکل تم پر عدلیہ یا مو فی حق علی وکالت اور پھر آتی ہے وکالت جبکہ موکل کی طرف اسکی قدیم ملک پھر آوے چنانچہ ایک شخص کو بیع کا وکیل  
 کیا سو اسکو بیع ڈالا اسکے موکل نے پھر وہ چیز پھر دی گئی موکل کو اس سبب سے کہ وہ بیع چنانچہ حکم قاضی رد بالعیب واقع ہوا تو وکیل باقی  
 رہ گیا اپنی وکالت پر و لایق اثرہ ای اثر ملک کسملۃ العدة یا باقی رہے ملک موکل کا اثر ماند سلسلہ عدت کے یعنی زوج نے طلاق کا وکیل کیا پھر ایک  
 طلاق خود موکل نے دی اور عدت ہنوز باقی ہے تو وکیل باقی طلاق دے سکتا ہے بخلات مالو تجدو الملک بخلات اس کے اگر ملک جدید حاصل  
 ہو چنانچہ ایک چیز کی بیع کا وکیل کیا پھر آپ اسکو بیع ڈالا پھر اسکو مشتری سے خرید کیا تو وکالت عودہ کو لگی اس واسطے کہ یہاں قدیم ملک  
 نے عود نہیں کیا بلکہ وہ تازہ ملک حاصل ہوئی فروع مسائل بلتہ شارح کے فی الملک معزل و کتب لایعزل مالم یصل کتاب لیسقط من ہرک معزل  
 کیا اور معزول کی بھی تو معزول ہوگا تب تک وکیل کو خط نہ ہو چنانچہ اس واسطے کہ یہ عزل قصدی ہے اس میں علم وکیل شرط ہے اور علم خط

کھینے سے جو کل غائبانہ عدل قبل قبول صحیح و بعدہ لا وکیل کیا شخص غائب کو پھر اسکو معزول کیا قبل اسکے قبول کرنے کے تو صحیح ہے اور بعد قبول کے صحیح نہیں  
یعنی قبل قبول بلا علم وکیل عزل صحیح ہے اور بعد قبول صحیح نہیں بدون علم کے در صورت عزل قصدی کذا فی الظہار دی دفع الیہ قیمتہ لیسہ تھا الی انسان صلحا  
ذہمہا و نسبی الا فیمن الوکیل بالذمہ یا وکیل کو آفتابہ تا اس آدمی کو دے جو اسکو درست کرے سو وکیل نے اسکو دیا اور بھول گیا کہ اسکو دیا تو وکیل برا  
دینے سے تاوان نہیں اسواسطے کہ اسنے موافق اسکے کتنے کے عمل کیا اور نسیان سے تقدی اسکی ثابت نہیں ابراہ ممال علیہ بری من اکل قضا لانا نے  
الآخرۃ فلما ابرقہ را تو ہم ان ر علیہ صاحب دین نے مدیون کو بری الذمہ کر دیا اس دین سے جو اسپر ہے تو وہ بری الذمہ ہو گا کل دین سے ظاہر میں اور اخوت  
میں تو بری الذمہ ہو گا مگر اسقدر دین سے جتنا صاحب دین گمان رکھتا ہے کہ اسکا اتنا ہی اسپر ہے یعنی مجھلا اسنے دین معاف کر دیا لیکن اسکا گمان یہ ہے کہ میرے  
دس درم ہیں پھر ظاہر ہوا کہ اسکے سو درم ہیں تو باعتبار قضا سب دین سے بری ہو گیا بنظر اطلاق برات اور عند اسد فقط دس درم سے بری ہو گا کذا فی الظہار  
فنی الاشباہ قال لمدیون من جاوہر بخلاتہ کذا او من اخذ اصبعک وقال تک کذا فادفع الیہ لم یصح لانه توکیل بمجول ظاہر ایا دفع الیہ اور اشباہ میں  
ہے کہ اسنے مدیون سے کہا کہ جو تیرے پاس آوے فلانی نشانی لیکر یا جو تیری انگلی پکڑے یا قبضے سے فلانی بات کہے تو اسکو دیکھو تو صحیح نہیں اسواسطے کہ یہ  
توکیل مجول ہے تو مدیون بری الذمہ ہو گا اسکے دینے سے معنی الوسیانیتہ سے دین قال اعط الممال قاضی خصم + فاعطاه لم یبر او بالمال خیر + اور وہ یہاں نہیں  
ہے اور جسکے دانے نے کہا کہ دے مال چنگلی کے پکڑنے والے کو سو دیا اسکو تو مدیون بری الذمہ ہو گا اور مال میں اسکو خسارہ ہو گا یعنی دو بارہ اسکو دینا  
پڑیگا + ولع بالنقد اویع فی الد + مخالفہ قالو اچوزا لتغیر + اور جس موکل نے کہا بیچ اسکو اور بیچو نقد یا یون کہا کہ بیچ اسکو اور بیچو تھالہ کے ہاتھ سو وکیل  
نے اسکے خلاف کیا یعنی ادھار بیچا یا زید کے ہاتھ بیچا تو علمانے کہا کہ اتنا تغیر کرنا وکیل کو جائز ہے ہم بعد و بیع بالتقدیر ایک صورت ہے و بیع مخالفہ  
دوسری صورت ہے وکیل کو مخالفت مذکورہ اسواسطے جائز ہے کہ یہ کلام مشورہ پر مجمل ہے چنانچہ مضارب سے کہا کہ یہ مال بطور مضاربت کے ہے اور اس کے  
ایک ہون خرید کرنا تو اسکو جو خرید کرنا جائز ہے کیونکہ یہ کلام مشورہ ہے اسکا بخلاف اس قول کے کہ بعد بالتقدیر یا یون کہا کہ بعد من فلان تو اب اسکو مخالفت کرنا  
جائز نہیں کذا فی الظہار دی عن شرح الوسیانیتہ + فنی الدفع قل قول الوکیل مقدم + کذا قول رب لمدین و خصم کبیر + اور مال دینے میں وکیل کا قول مقدم ہے اسطرح  
صاحب دین کا قول مقدم ہے اور خصم یعنی موکل پر جب کہ بیچا گیا کام صورت اسکی یہ ہے کہ موکل نے وکیل کو مال دیا اور کہا کہ اس سے میرا دین ادا کر سو وکیل نے کہا  
کہ میں نے ادا کیا اور صاحب دین نے کہا کہ اسنے نہیں دیا تو وکیل کا قول معتبر ہے بری الذمہ ہونے میں یعنی وکیل پر تاوان دینا لازم ہو گا اور وکیل کا قول مقدم ہے  
موکل کے اس قول پر کہ اسنے صاحب دین کو نہیں دیا اور صاحب دین کے اس قول پر کہ میں نے کچھ نہیں پایا لیکن یہ فقط در حق برات ہے نہ در حق سقوط حق تاوان  
تو وہاں تاوان موکل سے بیگا اور تاوان کا قول موکل اور وکیل کے قول پر مقدم ہو گا عدم سقوط حق میں اور موکل سے زبردستی حق اسکا دلایا جاوے گا بعد اسکے  
اگر موکل طالب کا مذہب اور وکیل کا صدق ہو تو طالب سے قسم بچاے سو اگر اسنے قسم کھائی تو قبض دین ثابت نہا اور اگر قسم نہ کھائی تو حق اسکا ساقط ہو گیا  
اور اگر بالعکس ہو یعنی موکل طالب کا صدق اور وکیل کا مذہب ہو تو وکیل سے قسم بچاے کذا فی الظہار دی و لو قبض لادل مال البیع کی + لیسیرہ و وضع لیسیرہ  
اور اگر دلال نے مال بیع یعنی شہن یا مشتری سے تا بایع کو تسلیم کرے اور شہن ضائع ہو گیا تو دلال اور بائع میں نصفا نصفت کیا جائے معنی صاحبہ بالانصفت  
ہو گا در میان دلال اور بائع کے ناظم نے کہا یون تفصیل کرنا لائق ہے کہ اگر بائع نے دلال کو قبض شہن کا اذن دیا ہو تو دلال پر تاوان لائق نہیں اور نہیں تو تو بائع علیہ  
شتری سے تاوان لے چاہے دلال ہے اگر مشتری سے لے تو وہ دلال سے بچے تاوان لائق اسکا فرستادہ ہو جائے کی طرف تین ہو جائیں کذا فی الظہار دی اسدالم و تنفرا اسدالم العظیم

کتاب الدعوی

یہ کتاب ہے دعوی کے احکام میں لائحہ مناسبتہا للوکالہ باخصوصہ مناسبت دعوی کی خصوصیت کی وکالت سے پوشیدہ نہیں مناسبت یہ ہے

کتاب الدعوی

Marfat.com

کہ خصوصت کے وکیل کو دعویٰ کی طرف حاجت ہی بلکہ گاہے غیر خصوصت کا وکیل بھی دعویٰ کی طرف حاجت ہوتا ہے یہی قول بقید بہ الا انسان  
ایجاباً علی غیر لغت میں دعویٰ وہ قول ہے جس سے آدمی اپنے غیر ایجاب حق کا ارادہ کرے یعنی بلا قید سزا عت و سلامت اور ہمیں دفع عن نفس  
بے کچھ تعرض نہیں دالہما للثانیث فلانوں اور لفظ دعویٰ کا لغت تانیث کے واسطے ہے تو اسپر توین داخل نہیں کیجاتی وجمہا دعاوی یعنی الو او کفتوی  
و دعاوی در اور جمع دعویٰ کی دعاوی ہے یعنی او مانند فتویٰ اور فتاویٰ کے کذا فی الدررکن ہرم فی المصباح بکسر یا ایضاً فیہا محافظۃ علی اللغۃ التانیث  
لیکن مصباح العلوم میں واو کے کسر پر یقین کیا دونوں میں یعنی دعاوی اور فتاویٰ میں اللغۃ تانیث کی محافظت کیواسطے ہم عبارت تملکت ہی مصباح  
میں یون ہے کہ جمع دعویٰ دعاوی بکسر واو ہی اصل ہے اور فتح واو ہی لغت تانیث کی محافظت کے واسطے کذا فی الخطاوی ملحقاً و شراً  
**قول مقبول عند القاضی بقید بہ طلب حق قبل غیرہ** خرج الشہادۃ والاقرار اور اصطلاح شریع میں دعویٰ عبارت ہے اس قول سے جو قاضی  
کے روبرو مقبول ہو اور اس سے طلب حق اپنے غیر شخص سے مقصود ہو کل گئی شہادت اور اقرار قول مقبول سے قول ملزم مراد ہے تو غیر ملزم خارج  
ہو گیا قاضی کی قید اس واسطے لگائی کہ غیر قاضی کے روبرو دعویٰ سموع نہیں اور طلب حق کی قید سے شہادت خارج ہو گئی دعویٰ کی تعریف سے ہو گیا  
شہادت اگر یہ قول مقبول ہے مگر اس سے اثبات حق غیر مقصود ہے اور اصطلاح اقرار بھی اور دفعہ ای دفع الخصم عن حق نفسہ دخل دفع دعویٰ الترض  
فتسبح یعنی بزایہ دعویٰ عبارت ہے دفع کرنے مدعی سے خصم کو اپنی ذات کے حق سے تو اس میں داخل ہو تعرض کے دعویٰ کو دفع کرنا تو وہ سموع ہو گا  
اسی قول کا فتویٰ ہے کذا فی البرزایہ دفع تعرض کی صورت یہ ہے کہ قاضی کے سامنے کہے کہ فلانا شخص ناحق میرا تعرض ہوتا ہے اور میں اسکے دفع تعرض کا  
مطالب ہوں تو یہ دعویٰ سموع ہے قاضی اسکو ناحق تعرض سے باز رکھے تو جب تک اسکے پاس حجت نہیں ہے تو وہ تعرض سے روکا جائے اور جب اسکو  
حجت ہے تو تعرض کرے کذا فی الخطاوی بخلاف دعویٰ قطع التراض فالتسبیح سراجیہ بخلاف دفع قطع نزاع کہ وہ سموع نہیں کذا فی السراجیم صورت اسکی یہ ہے کہ قاضی  
کے پاس جائے اور کہے کہ اگر فلانے شخص کا مجھ پر دعویٰ ہے تو اس شخص پر جبر کیا جائیگا دعویٰ میں اس واسطے کہ وہ صاحب حق ہے  
کذا فی الخطاوی فہذا اذا ارید بالحق فی التعریف الامر الوجودی اور یعنی تعریف دعویٰ میں اور دفع عن نفسہ کا قول زیادہ کرتا ہوتا ہے جبکہ تعریف مذکور میں  
حق سے امر وجودی کا ارادہ کیجئے ہم جب امر وجودی مراد ہوا تو امر عدمی چنانچہ دفع کو تعریف شامل نہ ہوگی تو قول مذکور کے زیادہ کرنے کی حاجت ہوئی  
تادفع بھی دعویٰ کی تعریف میں داخل رہے اور عدمی سے مراد وہ ہے جو امر اعتباری کو بھی شامل ہو اس واسطے کہ دفع عدمی نہیں کیونکہ دفع سے کہتے  
عن المتازعہ مراد ہے فلوا یرید ما یم الوجودی والعدمی لم یکن لہذا القید سو اگر حق سے وہ ارادہ کیجئے جو کہ وجودی اور عدمی دونوں کو شامل ہو تو اس قید  
یعنی زیادت دفع کی حاجت نہ رہی والمدعی من اذا ترک دعواہ ترک ای لایکبر علیہا اور عدمی وہ شخص ہے کہ جبکہ وہ اپنا دعویٰ ترک کرے تو چھوڑا  
جائے یعنی حکم اس سے زبردستی دعویٰ مذکور ادس والمدعی علیہ علیہا اور مدعا علیہ وہ شخص جو عدمی کے برخلاف ہو یعنی جو ترک خصوصت  
چھوڑا نہ جائے بلکہ اس سے زبردستی خصوصت کروائی جائے فلوا فی البلدۃ قاضیان کل فی محاذہ فاختیار المدعی علیہ عند محمد یہ یعنی بزایہ دونو حصاً قاضیان  
الادب علی الظاہر وہ انتیت مراد اگر تو اگر ایک شہر میں دو قاضی ہوں ہر ایک قاضی ہو علیہ مدعا علیہ کا تو مدعا علیہ کو اختیار ہے جس قاضی کے پاس  
چاہے حاضر ہو مجھ کے نزدیک اسی قول کا فتویٰ ہے کذا فی البرزایہ اگر پوچھو جان چارون مذہب کے قاضی ہوں بنا بر قول ظاہر کے اور ہی کا میں نے فتویٰ یا  
ہر کسی بار کذا فی البحر علیہ تقدسی نے صاحب بحر کے قول پر اعتراض کیا کہ ابو یوسف کے قول پر اعتماد کرنا مناسب ہے یعنی مدعی کو اختیار ہے اس واسطے کہ ابو یوسف  
کا قول مدعی اور مدعا علیہ کی تعریف کے موافق ہے قال اھنھ ولو الولاہ تقاضین فاکثر علی السوا فاجبر المدعی فہم لو امر السلطان باجابت المدعی علیہ لزم اعتبار  
احوالہ نسبتاً لہا کما مراراً کہ صنعت نے اپنی شرح میں اور اگر دو قاضیوں کی یا زیادہ کی ولایت ہمارے مجمع محالات شہر میں ہو تو مدعی کا اعتبار ہے ان لوگوں





دعوی اموال عظیمہ کا دوسرے شخص پر اس طرح کہ اُسے اسکو مال قرض دیے ہیں ایک ہی دفعہ یا مدعا علیہ نے اموال مذکورہ کو اس سے غصب کر لیا تو ظاہر یہ دعوی غیر سموع ہے کذا فی الجراور اسی پر پتین کیا ہے ابن الغرس نے فواکہ بدریہ میں حکما وجوب جواب علی الخصم وہو المدعی علیہ بلا اذنیہم حتی لو سکت کان انکارا فصیح البینۃ علیہ الا ان کیوں اخرس اختیار و تحقیقہ اور دعوی کا حکم واجب ہونا جواب کا ہر مدعا علیہ پر نہیں یا بیان کر کے تو اگر وہ چپ رہا نہ نہیں بولانہ ہاں تو یہ سکوت انکار ہوگا تو گو اہی سنی جائیگی مگر یہ کہ مدعا علیہ کو نگاہ ہو تو اسکا سکوت انکار نہ ہوگا کذا فی الاختیار اور آگے ہم اسکو محقق بیان کرینگے یعنی (تھی بکولہ) کی شرح میں و سبہا تعلق البقاء المقدّر تعلق المعاملات اور دعوی کا سبب تعلق ہونا بقاہ مقدر کا ہر معاملات کے استعمال سے یعنی اور معاملات میں زیادت اور نقصان اور اقرار اور انکار اور توکیل وغیر ذلک جاری ہے تو دعوی کرنا اسی قسم سے مٹھرا ہے بقاے عالم مکلفین کا مقصد ہے یہاں واسطے کہ اگر دعوی نہ کیجئے تو اکثر حقوق ضائع ہو جائیں فلو کان باید علیہ مقولاً فی ید الخصم ذکر المدعی انہ فی یدہ لہم حق الاحتمال کو نہ مرہونا فی یدہ او مجوسا بالثمن فی یدہ تو اگر وہ مال جسکا مدعی دعوی کرتا ہے مال منقول مدعا علیہ کے ہاتھ میں ہو تو مدعی یہ بیان کرے کہ وہ مال مدعا علیہ کے ہاتھ میں نا حق ہے سبب احتمال ہونے اس مال کے عربوں مدعا علیہ کے ہاتھ میں یا یہ کہ مجبوس بواسطہ ظمن کے ہو اسکے پاس طلب مدعی حضار ان اکن ضلی الغریم حضارہ لیشار الیسری الدعوی و شہادۃ بالاختلاف اور مطالبہ کرے مدعی اسکے حاضر کرنے کا اگرے آنا اس کا ممکن ہو بلا مشقت تو دیون پر اجازت اسکا واجب ہے تا اسکی طرف اشارہ کیا جائے دعوی اور شہادت اور اختلاف میں و ذکر المدعی قیمتہ ان تعذر انحصار البین بان کان فی علما مؤنثہ وان قلت ابن کمال معریا الخزانہ اور مدعی اسکی قیمت ذکر کرے اگر مستعد رہو احضار علین کا اس طرح کہ اسکے آنے میں مؤنت ہو اگرچہ مؤنت قلیل ہو ابن کمال نے اسکو ذکر کیا ہے نسبت بجز انہ کہہ کرے کلام ابن کمال علی اور ڈھیر وغیرہ میں ہر نہ ہلاک علین میں تو شارح مد کا بیان اسکو ذکر کرنا سوہ کذا فی الخطاوی مہمل کہا او غیبیہا لانہ شہدتی قیمت بیان کرے اگر حضار اسکا مستعد ہو اسکے ہلاک ہو جانے سے یا اسکے غائب ہو جانے سے اس واسطے کہ قیمت اکی مانند ہو اسکے باعتبار سنی کے یعنی قیمت اسکی مثال معنی ہے وان تعذر حضار با مع بقائہما کرھی صبرۃ طعام و قطع غنم بعث القاضی امینہ لیشار الیہما اور اگر حضار اسکا مستعد ہو یا وجود اسکے موجود ہونے کے جیسے چکی اور گھیون کا ڈھیر اور بھیر بکری کا گڈ تو قاضی اپنا میں بھیجے تاکہ اسکی طرف اشارہ کیا جائے والاکن باقیۃ التقی فی الدعوی تذکر القیمۃ اور اگر وہ چیز باقی رہی ہو تو دعوی میں بد کر قیمت کفایت کرے وقالوا وادعی انہ غصب منہ عین کذا ولم یذکر قیمتہا تسمع فحلفت خصمہ ویکر علی البیان در رواہ ابن ملک و لہذا الوادعی اعیاننا مختلفۃ اخبس و النوع والصفۃ و ذکر قیمتہ کل حلیہ کفی ذلک الاجال علی الصبح و تقبل بنیتہ او کلیت خصمہ علی اکل مرۃ اور فقہانے کہا ہے کہ اگر دعوی کیا کہ مدعا علیہ نے مدعی سے فلانی چیز غصب کی ہے اور اسکی قیمت نہ بیان کی تو دعوی سموع ہوگا تو مدعا علیہ سے قسم لیا جائیگی در صورت انکار یا اس پر بیان قیمت پر زبردستی ہوگی در صورت اقرار کذا فی الدرر ابن ملک اور اسی واسطے یعنی بسبب سماع دعوی غصب اگرچہ مدعی اسکی قیمت نہ بیان کرے اگر مدعی نے اشیاء مختلف اخبس و النوع والصفۃ کا دعوی کیا اور سب چیزوں کی قیمت بلا تفصیل مجمل بیان کی تو یہ اجال کافی ہے صحت دعوی میں بقول صحیح اور مدعی کے گواہ بیان قیمت میں مقبول ہونگے یا اسکے مدعا علیہ سے قسم لیا جائیگی سب چیزوں پر ایک بارم اعیان مختلف اخبس ہذا نایج اور مختلف النوع چنانچہ گھیون اور جو اور مختلف الصفۃ چنانچہ عمدہ گھیون اور ناقص وان لم یذکر قیمتہ کل علین علیہ لانہ لما صح دعوی غصب بلا بیان فلان صح اذ البین قیمتہ کل حلیہ بالاولی قیمت مجمل کا دعوی سموع ہے اگرچہ قیمت ہر چیز کی علیحدہ نہ بیان کرے اسواسطے کہ جب دعوی غصب کا بلا بیان قیمت صحیح ہوا تو صحیح ہونا جبکہ کل اشیاء کی قیمت مجمل بیان کرے بطریق اولی ہوگا و قبیل فی دعوی السرقتہ لیشتراد کر قیمتہ معلوم نہ ہونا یا نامانی غیر باطل لیشتراد شیاء و بعضوں نے کہا کہ چوری کے دعوی میں قیمت کا ذکر کرنا شرط ہے تا اسکا نصاب ہونا معلوم ہو اور چوری کے سولے

دعوی



میں تو بیان قیمت شرط نہیں کذا فی العمادیۃ و ہذا کلمتی دعوی العین لا الدین فلو ادعی قیمتہ شیئ مستہلک شرط بیان جنبہ نوعی فی الدعوی و الشہادۃ  
 لیعلم القاضی باذ القیضی اور یہ سب یعنی اکتفا بذکر قیمت عین کے دعوی میں ہر نہ دین کے دعوی میں تو اگر مدعی نے شیئ مستہلک کا دعوی کیا تو اسکی قیمت ہر  
 نوع کا بیان شرط ہر دعوی اور شہادت میں تا قاضی جانے کہ کیا حکم کرے و قد اختلف فی بیان الذکوۃ والاوتی فی الدیۃ بشرط ہو اللیث فیہا و اختلا  
 فی الاختیار و شرط الشہید بیان اسن ایضا و تامل فی العمادیۃ اور فقہا کے اندر اختلاف ہر جانور کی نسی اور مادگی کے بیان میں توفیقہ ابو الیث نے بیان  
 قیمت کے ساتھ اسکو بھی شرط کیا ہے اور اس قول کو اختیار شرم مختار میں پسند کیا ہے اور حکم شہید نے نسی اور مادگی کے ساتھ جانور کی عمر کا بیان بھی شرط کیا ہے اور پورا  
 بیان اسکا عادیہ میں ہر وہی دعوی لایدرع لایدر من بیان مکان ای مکان الایداع مساواکان لہ عمل ولا اور دلیعت رکھنے کے دعوی میں مکان لایدرع  
 کا بیان کرنا ضروری خواہ وہ چیز بار برداری کے لائق ہو یا نہ ہو بیان مکان اسواسطے شرط ہے کہ وہ دلیعت رکھنے والے پر تجلیہ لازم نہیں مگر کسی مکان میں جہاں  
 وہ دلیعت رکھی گئی اور اس میں بیان قیمت کا اعتبار نہیں کیونکہ مطلوب بلین دلیعت ہر وہی قیمت و فی الغصب ان لہ عمل و مؤتم فلا بد فیہ الدعوی من ہر  
 والا عمل لہ لا اور غصب کے دعوی میں اگر مضموب لائق بار برداری و رشقت کے ہو تو ضروری ہے اس کے صحت دعوی کیواسطے بیان مکان غصب اور  
 اگر بار برداری کے لائق نہ ہو تو بیان مکان ضرور نہیں و فی غصب غیر المثلین بین قیمتہ یوم غصبہ علی الظاہر عمادیۃ اور غیر مثلی کے غصب میں روز غصب کے ہر  
 قیمت بیان کرے بنا بر قول ظاہر کذا فی العمادیۃ و بشرط التحدیثی دعوی اعتقاد کیا بشرط فی شہادۃ علیہ لوکان الظاہر مشہور و اختلاف الہما اور گھر اور باغ وغیر  
 غیر منقول کے دعوی میں حدود کا بیان کرنا شرط ہے جیسے اسکی گواہی میں تحدید شرط ہے اگر یہ غیر منقول مشہور ہو بخلاف صاحبین زر کے کہ ان کے نزدیک  
 در صورت شہرت تحدید شرط نہیں م عقار بوزن سلام لغت میں عبارت ہے ہر ملک ثابت الاصل سے چنانچہ گھر اور کھجور کا درخت اور گاہے متاع کو  
 بھی عقار بولتے ہیں انتہی اور شائع کے تصریح کی ہے کہ عمارت اور نخل منقولات سے ہے اور اس میں شفعہ نہیں جب کہ اسکی بلا عرصہ بیع ہو کذا فی الطحاوی من  
 لہجر الا اذا عرف الشہود والدار لہما فلا یحتاج الی ذکر حدود ہا غیر منقول کی تحدید ضروری مگر جبکہ شہود گھر کو بالخصوص جانتے ہوں تو اس کے  
 حدود کے بیان کی حاجت نہیں م اس میں گفتگو ہے اسواسطے کہ تحدید سے مقصود اعلام قاضی ہے اور شہود کی معرفت سے یہ حاصل نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی  
 کما لو ادعی من اعتقاد لاند دعوی الدین حقیقہ مگر چنانچہ اگر زمین وغیرہ کے من کا دعوی کیا تو تحدید شرط نہیں اسواسطے کہ وہ فی الحقیقہ دین کا دعوی ہے نہ  
 زمین کا کذا فی لہجر و لایدر من ذکر بلیدہ فیہا الدار ثم المکملہ ثم السکہ منعیبدا بالاعم ثم الاخص فالاحص کما فی اللیب اور ضرور ہے اس شہر کے بیان سے  
 جس میں وہ گھر ہے پھر جگہ پھر کو پھر کے بیان سے تو پہلے عام ترکو بیان کرے پھر خاص تر بعد خاص ترکو چنانچہ نسب میں یعنی یون کے کہ وہ گھر فلانے  
 شہر فلانے محلے فلانے کو پھر میں ہے پھر حدود بیان کرے اور نسب کی یہ صورت ہے کہ اگر ایک شخص پر دعوی کیا جسکا نام مثلا جعفر ہے تو اگر معلوم اور مشہور ہو تو  
 بہتر اور نہیں تو خاص ترکو طرف ترقی کرے تو یون کے کہ جعفر بن محمد سواگر معلوم ہو جائے تو بہتر نہیں تو داد کی طرف ترقی کرے اس طرح کہ جعفر بن محمد  
 بن عبد اسد و مکیقی بذکر ثلثہ من علو ترک البراج صح وان ذکرہ و غلط فیہ لاطقی لان المدعی خلیف بہ ثم انما ثبت الغلط باقرار الشاہد فصولین او تین حدود  
 کے ذکر میں کفایت ہے تو اگر جو تھے کو ترک کرے تو صحیح ہے اور اگر جو تھے حد بیان کرے اور اس میں غلطی کرے تو صحیح نہیں مگر اسواسطے کہ اس سے مختلف  
 ہو جاتا ہے پھر غلطی تو شاہد کے اقرار سے ثابت ہوتی ہے کذا فی الفصولین م زفر کے نزدیک حدود درجہ کا ذکر ضرور ہے اسواسطے کہ تعریف پوری نہیں  
 ہوتی مگر حدود درجہ سے و لہذا حد راجع کی غلطی مقبول نہیں اور یہی قول ہے انہ ثلثہ کا اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الجمعی و ذکر اسماء وھی بہا ہی حدود  
 و اسماء آ یا سہم و لایدر من ذکر اجد کل نم ان لم یکن الرجل مشہورا والا لکنی باسمہ لہصول المقصود اور ضرور ہے اہل حدود کے نام ذکر کرنا اور ان کے  
 باپوں کے نام ذکر کرنا اور ضرور ہے ان میں سے ہر ایک شخص کے دادا کا ذکر کرنا اگر مرد صاحب حد مشہور ہو اور اگر مشہور ہو تو فقط اسکا نام کافی ہے یہ سب



حاصل ہونے مقصود کے متعلقین ہر کہ اگر داد معروف ہو تو امتیاز نہ حاصل ہو گا مگر اسکے موالی کے ذکر سے یا اسکے پیشہ یا وطن یا اسکی دوکان یا اسکے  
 طبع سے تو مقصود تیز ہو خواہ اقل سے حاصل ہو یا اکثر سے و ذکر انہ ای القاری فی بدہ بصیر خصما اور اسکا ذکر ضروری ہو کہ گھر یا باغ مدعا علیہ کے قبضہ میں ہوتا  
 کہ وہ خاص طور سے منقول اور غیر منقول ذکر قبض مدعا علیہ میں برابر ہیں اور تخصیص عقار اس واسطے کی کہ یہاں بیان تھا عقار کا کذا فی الخطا و فی زید علی غیر  
 حق ان کان المدعی منقول الاکرام اور زیادہ کرے اسپر غیر حق کی قید اگر منقول ہو جسکا دعویٰ کیا چنانچہ مذکور ہو چکا مذکور ہو چکا کہ تصرف ناحق اس واسطے ذکر کرے  
 کہ شاید وہ چیز اسکے پاس مہون ہو یا محبوس بن ہو و لا یثبت بدہ فی العقار بتبطلہا بل لا بد من ثبوتہ او علم قاض لاحتمال تزویر ہا بخلاف  
 المنقول لمعاینتہ بدہ اور ثابت نہیں ہو تا قبض اور تصرف مدعا علیہ کا زمین میں متخاصمین کے باہم تصدیق کرنے سے بلکہ ضروری ہو گا ہی سے ما قاضی کے  
 علم سے بسبب احتمال تزویر متخاصمین بخلاف منقول کے کہ ہمیں تصادق متخاصمین مثبت قبض ہر بسبب معائنہ ہونے قبض منقول کے م احتمال تزویر ہر  
 کہ شاید متخاصمین نے پر یا مال لینے کے واسطے اپنے آپ کو مدعی اور مدعا علیہ بنا یا ہو تم ہذا لیس علی اطلاقہ بل ان ذی ادعی العقار ملکاً مطلقاً پھر یعنی  
 اشتراط پیشہ یا علم قاضی قبض مدعا علیہ پر علی الاطلاق نہیں بلکہ جب زمین میں ملک مطلق کا دعویٰ کرے م ملک مطلق وہ ہر حسین ملک کا سبب مذکور ہو  
 چنانچہ خرید یا میراث یا ہبہ نامانی دعویٰ لغصب و دعویٰ الشرائع من یلید فلا یقصر لینیثہ لان دعویٰ الفعل کما تصح علی ذی الید تصح علی غیرہ ایضا بزائرتہ  
 اور غصب کے دعویٰ اور قبض سے خرید کرنے کے دعویٰ میں تو حاجت نہیں گواہی کی اس واسطے کہ فعل کا دعویٰ جیسا قبض پر صحیح ہو ویسا غیر قبض پر بھی  
 صحیح ہو کذا فی الزایم شرح نے دلیل سے اشارہ کیا کہ ملک مطلق کے دعویٰ میں اور فعل کے دعویٰ میں فرق ہر فعل سے مراد غصب و خرید ہو و ذکر انہ لطلابہ ہر  
 متعلقہ علی طلبہ و الاحتمال رہنہ او حسبہ بالثمن و بہ استغنی عن زیادۃ غیر حق قائمہ اور اسکا ذکر ضروری ہے کہ مدعی اسکا مطالبہ کرتا ہو مدعا علیہ سے بسبب عتق  
 ہونے حق مدعی کے اسکی طلب پر اور اسکے مہون ہونے یا محبوس ہونے کے احتمال سے اور اشتراط مطالبہ سے بغیر حق کے زیادہ کرنیکی حاجت نہ رہی ہو  
 سکو صحیح ہے م شایع رہنے اشارہ کیا کہ عقار اور منقول میں بغیر حق کا ذکر لازم نہیں کیونکہ اشتراط مطالبہ معنی ہر اس سے ولو کان باید غیر نیامکیلا او  
 نوز و نا نقدا وغیرہ ذکر و وصفہ لانه لا یعرف الا بہ اور جسکا مدعی دعویٰ کرتا ہو اگر دین ہو یا مکمل ہو یا مؤذن نقد ہو یعنی چاندی سونا یا سوا اسکے  
 تو اسکے وصف کو نہ کور کرے اس واسطے کہ مکمل یا مؤذن دریافت نہیں ہوتا مگر وصف کے بیان سے م وصف یہ کہ گہون مثلاً عمدہ یا ناقص چاندی  
 گھری یا گھوٹی اور ذکر و وصف کی اسوقت حاجت ہے جبکہ شہر میں کئی قسم کے روپے یا اشرفیان رائج ہوں اور اگر ایک ہی قسم کا روپیہ یا اشرفی مروج  
 ہو تو ذکر و وصف لازم نہیں کذا فی المحوی لابد فی دعویٰ المشتیات من ذکر الجنس و النوع و الصفۃ و القدر و سبب او حوب فلو ادعی کر بدینا علیہ و  
 بدینا علیہم تسع اور ضروری ہر شئیات کے دعویٰ میں بیان کرنے جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور سبب و حوب سے تو اگر مدعا علیہ پر ایک  
 گہون کے دین ہونے کا دعویٰ کیا اور اسکا سبب ذکر کیا تو دعویٰ سموع ہو گا م جنس جیسے گہون اور نوع جیسے سرخ گہون یا سفید اور صفت جیسے چمب  
 یا ردی اور مقدار جیسے دو من یا چار من اور سبب و حوب جیسے قرض یا ثمن یا عصب و اذا ذکر فی السلم انا لہ المطالبۃ فی مکان عینا ہ اور جبکہ حوب  
 کا سبب نہ کر کیا تو بیع سلم میں اسکو مطالبہ جائز نہیں مگر کسی مکان میں جسکو مدعی اور مدعا علیہ نے معین کیا و فی نحو قرض و غصب و تہلاک فی مکان ان قرض  
 و نحوہ بخر یحفظ اور مانند قرض اور غصب اور تہلاک شئیات کے دعویٰ میں مطالبہ نہیں مگر قرض کے مکان میں اور مانند اسکے یعنی غصب اور تہلاک  
 کے مکان میں کذا فی البجرتا سکو یا دز کھا چاہیے و لیسائل القاضی المدعی علیہ عن الدعویٰ فیقول انہ ادعی علیک کذا فاذا تقول بعد صحتمہا و  
 الا تصد صحیحۃ لالیال لعدم و حوب جو ابہ اور قاضی مدعا علیہ سے دعویٰ کو پوچھے تو یہاں کہے کہ فلا نے مدعی نے تجھ پر ایسا دعویٰ کیا ہے سو تو کیا  
 سکا ہی سوال کرے بعد صحیح ہونے دعویٰ کے اور اگر صحیح دعویٰ صادر نہیں ہو تو مدعا علیہ سے سوال نہ کرے بسبب واجب نے اسکے





پاس قسم کھانی مدعی کے اختلاف سے نہ قاضی کے اختلاف سے کذافی اگلی و کذا اور صلاحا ان المدعی لو صلحت فانضم ضامن للمناف حلف ای المدعی لم یضمین لکن فی تعزیر بشرع اور سیطرح اگر تخصیصین نے ہر اتفاق کیا کہ اگر مدعی قسم کھائے تو مدعا علیہ ضامن ہونا اور مدعی نے قسم کھائی تو مدعا علیہ ضمان نہ دے اس واسطے کہ زمین بگاڑنا ہر شرع کام و جب تعزیر شرع یہ ہر قسم مدعا علیہ پر ہر نہ مدعی پر طحاوی نے کہا کہ اگر مدعا علیہ اس شرط پر مال ادا کرے تو پھیرے کیونکہ یہ شرط باطل ہے و الیہین لا ترد علی مدعی حدیث البیتہ علی المدعی اور قسم پھیری نہیں جاتی مدعی پر اس حدیث کی دلیل سے کہ بیہ یعنی گواہ مدعی پر ہم پوری حدیث بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی میں بروایت ابن عباس یون ہر البیتہ علی المدعی و الیہین علی من انکر کذافی التیسیر یعنی گواہی مدعی پر ہر اور قسم اسپر ہر جو انکار کرتا ہر طحاوی نے کہا وجہ استدلال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تخصیصین میں قسمت فرمائی اور قسمت منافی شرکت ہے اور دوسری وجہ یہ کہ عین کا الٹ لام استغراق کا ہے اس واسطے کہ لام تعریف استغراق پر محمول ہوتا ہے اور تعریف حقیقت پر مقدم ہوتی ہے جبکہ وہاں معمود نہ تو مطلب یہ ہوا کہ جمیع ایمان منکرین پر ہیں تو اگر مدعی پر بھی عین ہو تو اس نص کی مخالفت لازم آوے و حدیث الشاہد و الیہین ضعیف بل ردہ ابن معین بل انکرہ الراوی یعنی اور حدیث شاہد اور الیہین کی ضعیف ہے بلکہ اس کو یحییٰ ابن معین نے رد کیا ہے بلکہ اس حدیث کے راوی نے انکار کیا ہے کذافی یعنی م مسلم اور ابوداؤد میں ابن عباس سے روایت ہے دقضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین و شہاد کذافی التیسیر یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اور ایک شہاد پر حکم دیا یعنی مدعی کی قسم اور ایک شہاد پر کفایت کی طحاوی نے یعنی سے نقل کیا کہ راوی اس حدیث کا ربیعہ بن سہل بن صالح سے اور سہل اسکی روایت کا منکر ہے تو حدیث مذکور حجت باقی نہیں بعد منکر ہونے اسکے راوی کے تو اب احادیث صحاح شاہیر کی معارض کیونکہ ہو سکے گی انتہی پر ہن المدعی علی دعواہ و طلب من القاضی ان یکفل المدعی انہ محق فی الدعوی علی ان اشہود و صادقون و محقون فی الشہادۃ لا یحبیہ القاضی الی طلبہ لان الخصم لا یکفل مرتین فکیف اشاہد لان فقط اشہد عندنا الیہین و لایکر الیہین لانا امرنا باکر ام اشہود و لا یو علم الشاہدان القاضی یخلفہ و یعمل بالمنسوخ لہ الامتناع عن اداء الشہادۃ لانه لا یلزمہ بزادہ گواہ لایا مدعی اپنے دعوے پر اور مدعا علیہ نے قاضی سے یہ خواہش کی کہ مدعی سے قسم لے اسپر کہ وہ اس دعوی میں حق ہے یا یہ خواہش کی کہ گواہ قسم کھاویں کہ وہ سچے ہیں یا اس گواہی میں وہ حق ہیں تو قاضی اسکی خواہش کو نہ مانے اس واسطے کہ مدعا علیہ خصم سے دوبار قسم نہیں لیجاتی تو شہاد سے دوبار کیونکر قسم لیجاتی اس واسطے کہ شہاد کا لفظ ہمارے نزدیک قسم ہے اور دوبار قسم نہیں لیجاتی اس واسطے کہ ہم تعظیم اور تکریم شہود کے نامور ہیں اور اسکی واسطے اگر شہاد جانے کہ قاضی اسکو قسم دیگا اور منسوخ پر عمل کرے گا تو اسکو ادائے شہادت سے باز رہتا جائے اس واسطے کہ اب اسکو ادائے شہادت لازم نہیں کذافی البرزازی ہم اب ہندوستان میں نصاریٰ کی کیریون میں شہادوں پر حلف معمول ہے تو اگر شہاد بخلاف حلف ادائے شہادت میں پہاوتی کریں تو بموجب اس روایت کے عند اللہ گنہگار ہونگے واللہ اعلم و بیئہ الخارج فی الملک المطلق و ہوا ذی لم یذکر بہ سبب احق من بیئہ ذی الید لان المدعی و البیتہ لہ بالحدیث اور گواہ شخص خارج غیر قابض کے ملک مطلق میں ادائے بقبول میں قابض کے گواہوں سے اس واسطے کہ وہ خارج مدعی ہے اور گواہ اسی کے واسطے ہیں موافق حدیث کے ملک مطلق وہ ہر سبب مذکور ہونا نہ خرید یا میراث م صورت اسکی ہے شخص غیر قابض نے ایک گھر یا مال منقول کی ملک مطلق کا دعوی کیا اور قابض نے اسی طرح ملک مطلق کا دعوی کیا اور دونوں گواہ لائے بلا قید تاریخ یا دونوں نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو گواہ قابض کے مقبول ہونگے خارج کیونکہ اس واسطے حکم ہوگا اور اگر قابض کی تاریخ مقدم ہوگی تو قابض کیواسطے حکم ہوگا اور میرے میں ہے کہ اگر خارج نے ملک مطلق کا دعوی کیا اور قابض نے ملک مقید مطلق کا دعوی کیا اور تاریخ قابض مقدم ہے تو مدعی خارج کیواسطے حکم ہوگا کذافی طحاوی نے حکم خلاف المقید سبب منتزع و کل ما بیئہ ذی الید ہما کا کما سببی بخلاف ہر سبب اس ملک کے جو مقید سبب ہے حیا نخرہ نتائج اور نکاح تو قابض

اسے منسوخ اول  
 والے کا کیا ہے  
 یہاں پر ۱۱  
 اشاع شہادتت  
 وصولت تکلیف



کے گواہوں نے بالقبول میں بالاجماع پناچہ آئے اور یکایک صورت طرح یہ ہے کہ ہر ایک نے گواہ قائم کیے کہ بونڈی اسکے پاس جی تو قابض کے گواہ مقدم ہیں اس واسطے کہ دونوں کے گواہ مثبت ملک میں اور قابض کے ساتھ ترجیح پر قبض کی اور محل کی صورت یہ ہے کہ دونوں نے گواہ سیر قائم کیے کہ اس نے محل کیا اس عورت سے تو قابض کے گواہ اولیٰ بالقبول ہیں تو ملک سے مراد وہ ہے جو ملک حقیقی اور حکی دونوں کو شامل ہے و قضی بالثانی علیہ معلوم ہے

تو کوئی مجلس القاضی حقیقہ بقولہ لا اخلت او حکا کان سکت و علم انہ من غیر آفتہ کخس و طرش فی الصبح سراب و عرض الیمن ثلثا تم القضاء احوط اور حکم کے قاضی مدعا علیہ پر ایک بار کے نہ قسم کھانے سے اگر احوط قسم قاضی کی مجلس میں ہونی حقیقہ مدعا علیہ کے یون کہنے سے کہ میں نہیں قسم کھاتا یا انکار قسم کھا ہونا چاہیے وہ چپ ہو رہا بعد تملیٰ اور معلوم ہوا کہ سکوت اسکا آفت سے نہیں مانند گونگے اور ہیرے ہونیکے قول صبح میں کذا فی السراج اور قسم کے واسطے تین بار کتنا پھر حکم دینا قریب تر باعتبار طہ یعنی ستم ہر نہ واجب وہل بشرط القضاء علی فور الشکول خلاف

در و ولم ارفیہ ترجمہ جی قالہ المصنف قلت قدمنا انہ یفرض القضاء فوراً لانی ثلث اور کیا شرط ہے حکم دینا احوط قسم کے بعد فوراً اس میں خلاف ہے علی کا کذا فی الدرر اور اس خلاف میں نے کسی قول کی ترجیح نہیں دیکھی یہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں کہتا ہوں ہم پہلے مذکور کر چکے کہ حکم دینا فوراً فرض ہے مگر متن صورت میں پہلی صورت ہے کہ قاضی کو شک بڑے طرق قضائیں چنانچہ گواہوں میں یہ کہ مدعی ہمت مانگے یہ کہ امید صلح ہوا قاضی میں کذا فی الطحاوی قضی علیہ بالکول ثم اراد ان یحلف الی یلف الیہ والقضائ علی حالہ ثابت درر قبلت طرق القضاء بالثانی قاضی نے حکم کیا مدعا علیہ پر انکار قسم سے پھر مدعا علیہ نے قسم کھانے کا ارادہ کیا تو اسکی طرف التفات نہ کیا جائیگا اور حکم بحال خود جاری اور ثابت ہے کذا فی الدرر تو طریقہ قضائے تین ہوئے یعنی برہان اور میں اور نکول وغیرہ فی الاشیاء سبعاً بنیہ و اقرار و بین و نکول عنہ و قسائم و علم قاض علی طرح

والسابع قرنیہ قاطعہ کان ظہر من دار خالیۃ انسان خائف بسکین متلوث بدم قد غلوا فوراً فراواندو حاجینہ اخذ باذ لا میتری احدانہ قائم اور شہاد میں طرق قضائیں شمار کیے گئے ہیں گواہ اور اقرار اور قسم اور احوط قسم اور قسائم اور علم قاضی کا بقول ضعیف اور ساتھ ان یقینی قرنیہ چنانچہ ظاہر ہے کہ ایک آدمی خوفناک خون سے لٹھری پھری سے نکلا پھر اس گھر میں فوراً لوگ داخل ہوئے تو اسکی قتل کا ایک مذبح آدمی دیکھا تو شخص خارج خائف اسکے خون میں ماخوذ ہوگا اس واسطے کہ اس کے قاتل ہونے میں کوئی شک اور تردد نہیں کرتا اس میں گفتگو ہو اس واسطے کہ اقرار کو قضا

کنا مجاز ہے کیونکہ اقرار خود حجت ملزم ہے بلا حاجت قضا اور قسائم میں داخل ہے اور علم قاضی قول ضعیف ہے اور قرنیہ قاطعہ کو تو فقط ابن عباس نے مذکور کیا ہے تو معلوم ہوا کہ طرق قضائیں ہی ہیں قتال کذا فی الطحاوی شک فیما یدعی علیہ یفنی ان یرضی خصمہ ولا یحلف خزاعن

الواقع علی الحرام مدعی کو شک پڑا اس میں جس کا اس نے دعویٰ کیا مدعا علیہ پر تو لائق یہ ہے یعنی واجب ہے کہ اپنے خصم کو راضی کرے اور قسم نہ لے تاکہ امر حرام میں واقع ہونے سے بچے وان ابی خصمہ الا حلفہ ان اکبر رائہ ان المدعی سطل حلف و الا فان غلب علی ظنہ ان حق الحلف

بمنازیہ اور اگر اسکا خصم نہ ملے سوائے قسم کے اگر اس کا ظن غالب یہ ہو کہ مدعی باطل ہے تو مدعا علیہ قسم کھائے اور اگر ایسا نہ ہو اس طرح کہ اسکو ظن غالب ہو کہ مدعی حق ہے تو قسم نہ کھائے کذا فی البزازیم ہر مسئلہ خارج ہر مسئلہ شک کے خلاصہ یہ ہے کہ مدعی کو اگر اپنے دعویٰ کا یقین ہو تو مدعا علیہ سے قسم لے اور اگر شک ہو تو قسم نہ لے اور مدعا علیہ کو اگر ظن مدعی کا یقین یا ظن غالب ہو تو قسم کھائے اور نہیں تو قسم نہ کھائے و

تقبل البنیۃ لو اقام المدعی وان قال قبل الیمن لانبیۃ لی سراب خلافا لمانی شرح الجمع عن محیط اور گواہ قبول ہونگے اگر مدعی نے انکو قائم کیا اگر

قسم سے پہلے مدعی کہہ چکا ہو کہ میرے گواہ نہیں کذا فی السراج برخلاف اس قول کے جو شرح مجمع میں ہے محیط سے م شرح مجمع میں محیط سے منقول ہے کہ جب مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں ہیں دعویٰ پر پھر وہ گواہ لیا تو امام کے نزدیک مقبول نہیں اس واسطے کہ وہ خود اپنے گواہوں

کتاب الیقینی  
منہ راجع القضا علی  
مدعی علیہ بالکول  
ثم اراد ان یحلف  
الی یلف الیہ  
والقضاء علی  
حالہ ثابت درر  
قبلت طرق  
القضاء بالثانی  
قاضی نے حکم  
کیا مدعا علیہ  
پر انکار قسم  
سے پھر مدعا  
علیہ نے قسم  
کھانے کا ارادہ  
کیا تو اسکی  
طرف التفات  
نہ کیا جائیگا  
اور حکم بحال  
خود جاری اور  
ثابت ہے کذا فی  
الدرر

کی تکذیب کر چکا اور جوہر کے نزدیک مقبول ہیں اس احتمال سے کہ اس کے گواہ ہوں گے پر وہ قبول گیا اتنی اس میں خلافت تو مذکور ہے لیکن قسم کا  
اس میں تعرض نہیں مگر شرح مجمع کے حاشیہ میں سراجیہ سے قول مجدد کی ترجیح مذکور ہے کذا فی الظحاوی بعد یمن المدعی علیہ کما قبل البینۃ بعد القضاء  
بالکول غانیہ گواہ مقبول ہیں مدعا علیہ کی قسم کے بعد جیسے گواہ مقبول ہیں بعد قضا بالکول کے کذا فی الخانیۃ عند العامۃ وہو الصحیح بقول شرح امین الخانیۃ  
اسی ان ترو من البینۃ العادۃ ولان البینۃ کا خلف عن البینۃ فاذا اجماع الاصل اتنی حکم الخلف کا نہ لم یوجد اصلاً بجز گواہ بعد البینۃ اکثر علیا کے نزدیک  
مقبول ہیں اور یہی قول صحیح ہے بدلیل قول شرح کہ چھوٹی قسم مردود کرنے کے لائق ہے ہر عادل گواہوں سے اور اس واسطے کہ قسم گواہوں کے  
خلفہ کے مانند ہو تو جب اصل کا حکم یا خلیفہ کا حکم ہو چکا گویا کچھ نہ تھا کذا فی البحر والظہیر کذبہ یا قاسمہ ای البینۃ لو ادعا ای المال بلا سبب  
فخلف ای المدعی علیہ تم اقامہ اتنی کینت فی بینۃ وعلیہ الفتوی طلاق الخانیۃ خلافاً لاطلاق الدرر اور ظاہر ہوتا ہے کذب مدعا علیہ کا  
گواہوں کے قائم کرنے سے اگر مدعی نے مال کا دعویٰ بلا اظہار سبب کیا پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی پھر مدعی نے گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ  
اپنی قسم میں مانتا ہو گا اور اس قول پر فتویٰ ہے کذا فی کتاب الطلاق من الخانیۃ بطلان اطلاق درم درمین کما صواب یہ ہے کہ اسکا کذب  
ظاہر ہو گا تو وہ معاقب بعقوبت شاہد زور ہو گا اتنی تو صاحب درر کا کلام عام ہے خواہ دعویٰ سبب کے ساتھ ہو یا بلا سبب ہو وانی دعواہ  
سبب فحلفت انہ لادین علیہ تم اقامہ المدعی علی سبب لالظہیر کذبہ بجز ازانہ و بعد القرض تم وجد الابرار والایفار وعلیہ الفتوی فی فصلین  
وسراج وشمسی وغیر ہم اور اگر مدعی نے سبب ظاہر کر کے دعویٰ کیا پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی کہ اس پر دین نہیں ہے پھر مدعی نے  
سبب مثلاً قرض دینے پر گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ کا کذب ظاہر ہو گا اس واسطے کہ جائز ہے کہ اول قرض پایا گیا پھر ابراء قرض یا اول  
قرض پایا گیا اور اسی قول مفصل پر فتویٰ ہے کذا فی الفصولین وسراج وشمسی وغیر ہم ولا تخلیفت فی نکاح انکرہ ہوا وہی رجعت مجتہدا  
ہوا وہی بعد عدۃ و فی ایلا انکرہ احدہا بعد المدة واستیلا وتدعیہ الماسۃ ولاتیانی علیہ ثبوتہ باقرارہ ورق ونسب بان ادعی علی مجبول نہ ثبوتہ  
ابنہ وبالکس وولاد عثمانۃ او موالاة ادعاہ الا علی او الاصل و حد ولعان اور منکر کو قسم دینا نہیں نکاح میں خواہ مرد منکر ہو نکاح کا یا عدت  
اور قسم نہیں رجعت میں خواہ مرد منکر ہو رجعت کا یا عدت کے اور ایلا میں جس کا مرد یا عورت نے انکار کیا بعد مدت اطلاق کے  
اور اس استیلا میں جس کا دعویٰ ٹونڈی کرتی ہے اور اس کے بالعکس یعنی ادعاے استیلا دعویٰ حامل نہیں ہو سکتا سبب ثابت ہونے  
استیلا کے مولیٰ کے اقرار سے اور رقیہ اور نسب میں قسم نہیں اس طرح کہ دعویٰ کیا شخص مجبول پر کہ وہ اس کا غلام ہے یا بیٹا یا اس کے  
بالعکس یعنی مجبول احوال ایک مرد پر دعویٰ کرے کہ وہ میرا مولیٰ ہے یا بیٹا اور وہ منکر ہو اور ولایۃ عنایت یا ولایۃ موالات میں قسم نہیں  
ولا کا دعویٰ کیا شخص اعلیٰ نے یا اسفل نے یعنی معروف نے مجبول پر دعویٰ کیا یا مجبول نے معروف پر اور حد اور لعان میں قسم نہیں م  
اشیاء سبعہ میں امام رحمہ کے نزدیک تکلیف نہیں خلافاً للھا صین رجعت میں بعد عدت کے اس واسطے قید لگائی کہ قبل عدت رجعت ثابت  
ہو جائیگی مرد کے قول سے اگرچہ عورت اس کی تکذیب کرے اور ایلا میں بعد عدت کے قید اس واسطے لگائی کہ ایلا کی مدت میں ایلا ثابت ہو گا نوح  
کے دعویٰ سے اور اگر عورت مدعی ہوگی رجعت اور ایلا میں تو وہ مواضع خلافت سے ہے و الفتوی علی انہ کلیت المسکر فی الاشیاء  
سبعۃ من عد ہاتہ اتق امویۃ الولد بالنسب او الرق واکاصل ان اتق بہا تکلیف فی الکل الا فی الحدود اور فتویٰ اس پر ہے کہ قسم  
جائیگی منکر سے اشیاء سبعہ مذکورہ میں اور جسے انکو چھ شمار کیا ہے اسے ام ولد ہونے کو نسب میں ملایا ہے یا رتاہ میں خلاصہ یہ ہے کہ قول مفتی  
تکلیف ہر کل امور مذکورہ میں سوا سے حدود کے دہنا حد قذف ولعان فلا یمین اجماعاً الا اذا تضمنت ما بان علق عشق عبیدہ ہر فی نفسہ فللمعد

Marfat.com



تخلیفہ فان محل ثبت الحق لا الزنی اور بجز حد و قذف اور لعان کی حد پر تو اس میں قسم نہیں باجملہ امام ربہ اور صاحبین ربہ کے مگر جبکہ حد حق ہے جسکی تکفیر نہیں ہو اس طرح پر کہ مولیٰ نے اپنے غلام کی آزادی اپنے دانا پر معلق کی ہے تو غلام کو قسم لینا مولیٰ کا در صورت انکار جائز ہے سوا گرموئے قسم نہ لکھاوے تو آزادی ثابت ہوگی نہ زنا م غلام یوں کہے کہ مولیٰ نے وہ فعل کیا جس پر سیری آزادی معلق تھی اور یہ نہ کہے کہ اس نے زنا کاری کی تاکہ اپنے مولیٰ کا قذوف نہ ٹھہرے کذافی الظماوی و کذا استیجالت السارق لاجل المال فان نکل ضمن ولم تقطع فان اقربا قطع اور اسی طرح قسم لیا جائے سارق سے مال کے واسطے سوا گرموئے قسم نہ کھاوے تو تاوان سے مال کا اور اسکا ہاتھ نہ کاٹا جاوے گا لکنوں سے اور اگر چوری کا اقرار کرے تو کاٹا جائیگا و قالوا استیجالت فی التعزیر کیا بسطہ فی الدرر اور غلام نے کہا ہے قسم لیا گیا ہے تعزیر میں چنانچہ اسکو در میں شرح بیان کیا ہے ہم وجہ اسکی یہ ہے کہ تعزیر حق العبد ہے و لہذا عبد اسکو سا قضا کر سکتا ہے معاف کر دینے سے کذافی الدرر و فی الفصول اذ علی نکاحا غلیبہ دفع مینہا ان تزوج فلا کلفت اور فصول میں ہے کہ مرد نے عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا تو عورت کے دفع مین کا حلیہ یہ ہے کہ وہ نکاح کرے تو اس سے اب قسم نہ لیا جائیگی و فی الخانیۃ لا اختلاف فی الہدی و تفتیش مسئلہ اور خانیہ میں ہے کہ قسم لینا اکتیس مسنون میں نہیں ہم یہ مسائل کتاب الوقف کے اخیر میں مفصل مذکور ہو چکے الخانیۃ بحری فی الاستحلاف لا اکلحت دفع علی الاول بقولہ فالوکیل والوصی والمتولی و اب الصغیر ملک الاستحلاف فلو طلب مین ضمیر نیابت جاری ہوتی ہے قسم لینے میں نہ قسم کھانے میں اور مصنف نے تفریح کی اول یعنی جواز استحلاف پر اپنے اس قول سے توکیل و وصی اور متولی وقت اور طفل پر غیر کا باپ مالک ہے قسم لینے کا تو اسکو مطالبہ اپنے خصم کی مین کا جائز ہے ہم اسکا خصم کہا باعتبار ظاہر کے اور حقیقت میں تو وہ خصم ہے اصل کا یعنی وکیل موکل کے مدعا علیہ اور وصی یتیم کے اور متولی واقف کے اور باپ اپنے طفل صغیر کے مدعا علیہ سے قسم لے و لا یحلف احد منکم الا اذا ادعی علیہ العقد و صح اقرارہ علی الاصل استیجالت حینئذ کا وکیل با بیع فان اقرارہ صحیح علی الموکل فکذا انکولہ اور وکیل اور وصی اور متولی اور صغیر کے باپ سے قسم نہ لیا جائیگی مگر جبکہ اس پر عقد کا دعویٰ کیا جائے یا اسکا اقرار صحیح ہو اصل پر تو اب اسوقت قسم لیا جائیگی چنانچہ بیع کا وکیل کہ اسکا اقرار صحیح ہو اپنے موکل پر تو اسی طرح اسکا قسم نہ کھانا بھی صحیح ہے و فی الخلاصہ کل موضع یو اقرئہ فاذا انکرہ استیجالت الا فی ثلث ذکر ہا و بصواب اربع و ثلثین لما مر عن الخانیۃ و زاد ستہ اغری فی البحر و زاد اربعہ عشر فی تنویر البصائر حاشیۃ الاستبناہ و النظر لابن المصنف و لا حاشیۃ الطویل لہر و تھا کا ۱۰ نہ خاصہ میں ہے کہ بن مواضع میں کہ اگر آدمی اقرار کرے تو اسکو اقرار لازم آوے پھر جب اسکا منکر ہو تو اس سے قسم لی جائے گی سوا کے تین صورتوں کے جسکو صاحب خلاصہ نے بیان کیا ہے اور ٹھیک بات تو یہ ہے کہ چوتیس صورتوں میں حلف نہیں چنانچہ خانیہ سے مذکور ہو چکا ہے اکتیس صورتیں خانیہ کی اور تین صورتیں خلاصہ کی مل کر چوتیس ہوئیں اور چھ صورتیں بحر الرائق میں زیادہ کی ہیں اور چودہ صورتیں تنویر البصائر میں مصنف کے حاشیہ اشباہ اور نظائر میں زیادہ کی ہیں اور اگر قلیل کا خوف نہو تا تو میں ان سب صورتوں کو مفصل بیان کر تا ہوں جو ان صورتیں ہوئیں جن میں منکرین پر قسم نہیں اور ان سب کو شارح کتاب الوقف میں مذکور کر چکا ہے اب یہاں مکرر ذکر کرنے کی کیا حاجت ہے اور تنویر البصائر شیخ شرف الدین کا حاشیہ برہ ابن مصنف کا ابن مصنف کے حاشیہ کا تو زواہر اجماع ہر نام چنانچہ شارح بار با ذکر کر چکا ہے تو بیخفا اغلاط کاتب سے ہے و اسد اعلم التخلیف علی فعل نفسہ کیون علی البتات ای القطع بانہ لیس کذلک قسم لینا مدعا علیہ کے ذاتی فعل پر ہوتا ہے نبات یعنی یقین پر اس طرح کہ دعویٰ مدعی کا ایسا نہیں ہم منکر اپنے ذاتی فعل پر یعنی قسم کھانے چنانچہ مدعی نے دعویٰ کیا کہ زید نے میری بی بی کا حق چھین لیا اور اس کے گواہ تین تو زید یوں قسم کھائے کہ و اسد میں نے اسکی حویلی نہیں چینی اسواسطے کہ آدمی اپنے فعل کو بلاشبہ با یقین جانتا ہے و التخلیف علی فعل غیرہ کیون علی العلم ای انہ لا یعلم انک لذلک لعدم علمہ با فعل غیرہ ظاہر اور قسم لینا غیر کے فعل پر ہوتا ہے



علم پر یعنی نفی علم پر یعنی یون قسم کھائے کہ وہ نہیں جانتا ہے کہ دعویٰ مدعی کا ایسا ہے غیر کے فعل پر نفی علم کی اس واسطے قسم ہوئی کہ اسکو ظاہر علم حاصل نہیں کہ غیر شخص نے کیا فعل کیا اللهم الا اذا كان فعل الغیر شئنا يتصل به ای باحکام دفع علیہ بقولہ فان ادعی استتری العبد سرقه العبد او

ابا قہ و نسبت ذلک کیلک علی البتات مع ان فعل الغیر وانما مع باعتبار وجوب تسلیہ سلیما فریح الی فعل نفسه فحلت علی البتات لانہ

اگر ولد العیتر مطلقا بخلاف العکس در عن از یلعی غیر کے فعل میں نفی علم پر قسم ہے بار خدا یا مگر جبکہ غیر کا فعل ایسی چیز ہو جو حالت سے متصل اور متعلق ہو اور مصنف نے اس پر تفریح کی اپنے اس قول سے تو اگر غلام کے شتری نے غلام کی چوری یا بھگانے کا دعویٰ کیا اور یہ ثابت ہو گیا تو بائع یقین پر قسم کھائے

باوجودیکہ سرقہ اور فرار غیر کا فعل ہے اور قطع اور یقین تو اس اعتبار سے صحیح ہو کہ بائع پر تسلیم غلام کی بلا عیب واجب ہے تو غیر کا فعل جس کے ذاتی فعل کی طرف راجع ہو یقین پر قسم کھائے اس واسطے کہ حالت علی القطع ہو کہ ترہو نفی علم کی قسم سے ولہذا وہ مستبر ہے مطلقا خواہ اپنے فعل پر

ہو یا غیر کے فعل پر بخلاف اسکے عکس کے یعنی میں علم کی اپنے فعل پر کانی نہیں کذا فی الدر عن از یلعی م بجر الرائق میں ہے کہ جس مقام میں کہ میں علی العلم واجب ہے پھر اسے یقین پر قسم کھائی تو کافی ہے اور اس سے میں ساقط ہو گئی اور بالعکس اسکے نہیں ہے یعنی بجائے حلف علی القطع حلف علی العلم

کافی نہیں اور جو حلف اس پر واجب نہیں اس کے نکول سے قاضی حکم نہ دیکھتا ہے وہی شرح المجمع عنہ ہذا اذا قال المنکر لا علم لی بذلک لو ادعی العلم حلف علی البتات کو دعویٰ قبض دہما اور شرح مجمع من زلیعی سے منقول ہے یہ یعنی میں علی العلم اس وقت ہے جبکہ منکر کے کہ مجھکو اس دعویٰ کا علم نہیں ہے اور اگر اسکی دانست کا دعویٰ کرے تب تو یقین پر قسم کھائے چنانچہ امانت دار نے صاحب ودیعت کے قبض کرنے کا دعویٰ کیا م

یعنی قبض صاحب ودیعت ہر چند فعل غیر ہے لیکن جب مدوع نے اس کے علم کا دعویٰ کیا تو اب اس پر میں علی القطع لازم ہوگی و فروع علی قولہ فعل غیر علی العلم بقولہ واذا ادعی بکسر سبق الشراذم علی شراذم و لا ینتہی کیلک خصمہ وہو بک علی العلم انہ لا یعلم انہ اشتراہ

قبلہ کام اور مصنف نے اپنے اس قول پر فعل وغیرہ علی العلم تفریح کی اس قول سے اور جبکہ بکرنے دعویٰ سبقت خرید کا کیا زید کی خرید پر اور گواہ نہیں تو اسکا خصم یعنی بک قسم کھائے علم پر یعنی وہ یون قسم کھائے کہ وہ نہیں جانتا کہ مدعی نے اسکو خرید کیا قبل اس کے بدلیل گذشتہ یعنی غیر کے فعل میں علم پر قسم ہوتی ہے م اولی یہ تھا کہ شایع بجائے وہو بک کے تو زید کہتا اس واسطے کہ وہ خصم کی تفسیر ہے کذا فی الطحاوی کذا اذا ادعی وینا

او عینا علی وارث اذا علم القاضی کو نہ میراثا او اقربہ المدعی او کہ بن الخصم علیہ تکلیف علی العلم اسی طرح جب کہ دعویٰ کیا دین کا یا عین کا وارث پر بشرطیکہ قاضی اسکی میراث ہونے کو جانتا ہو یا مدعی نے اسکی میراث ہونے کا اقرار کیا ہو یا خصم یعنی مدعا علیہ اسکی میراث ہونے پر گواہ لایا ہو تو مدعا علیہ علم پر قسم کھائے م صورت اسکی یہ ہے کہ مدعی کہے کہ یہ غلام جسکا تو وارث ہے فلا نے مورث سے

وہ میراث لو کہ ہے اور تیرے پاس ناسحق ہے اور مدعی کے گواہ نہیں تو وارث قسم کھائے کہ میں نہیں جانتا کہ وہ تیرا مملوک ہے علم قاضی اس واسطے شرط ہوا کہ اگر قاضی کو میراث کا علم ہوگا تو یقین پر قسم نے گا نہ علم پر اور اقرار مدعی کی مثال تصویر میں مذکور ہو چکی اور برہان خصم کی اس طرح صورت ممکن ہے کہ ایک مدعی نے ایک شخص پر دعویٰ کیا کہ یہ چیز اسکی ہے اور مدعی اقامت برہان سے عاجز ہو اور اسکی بین علی القطع کا مطالب ہو اسو مدعا علیہ

نے کہا کہ وہ میراث ہے در اسے میں علی العلم کا ارادہ کیا سو مدعی نے اسکا انکار کیا تو وارث نے گواہ قائم کیے اپنے مدعا پر تو وہ علم پر قسم کھایا گیا خلاصیہ ہے کہ دعویٰ عین میں تکلیف وارث علی العلم کی یہ شرط ہے کہ مورث نے میں سے ایک لہر ہو کذا فی الطحاوی ولو ادعا ہما اسے الدین و العین الوارث علی غیر کیلک المدعی علی البتات کو ہوب و شراذم در اور اگر دعویٰ کیا دونوں کا یعنی دین اور عین کا وارث نے غیر شخص پر تو مدعا علیہ یقین پر قسم کھائے کہ اس میں مورث کا حق نہیں چنانچہ ہوب اور خرید کذا فی الدر م بہم اور خرید کی صورت یہ ہے کہ اگر ایک مرد نے دوسرے

علم پر یعنی نفی علم پر یعنی یون قسم کھائے کہ وہ نہیں جانتا ہے کہ دعویٰ مدعی کا ایسا ہے غیر کے فعل پر نفی علم کی اس واسطے قسم ہوئی کہ اسکو ظاہر علم حاصل نہیں کہ غیر شخص نے کیا فعل کیا اللهم الا اذا كان فعل الغیر شئنا يتصل به ای باحکام دفع علیہ بقولہ فان ادعی استتری العبد سرقه العبد او

گو غلام بیہ کیا اور اسے اسپر قبضہ کیا یا ایک نے دوسرے سے غلام خرید کیا پھر ایک مرد آیا اور اسے دعویٰ کیا کہ وہ اسکا غلام ہے اور اس کے پاس گواہ نہیں تو مدعا علیہ یقین پر قسم کھائے نہ علم پر طحاوی نے کہا کہ وائین کا وادعویٰ اور ہر کمال یعنی ویکلف جاحدا القود اجماعاً اور قسم کھانے قصاص کا منکر باتفاق امام ۷ اور صاحبین کے م خانیہ میں ہے کہ قتل کی تکلیف کی کیفیت میں دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ حاصل پر قسم کھانے وائین مجھ پر فلا نے کا خون نہیں اور نہ میرے اوپر کوئی حق ہے اس خون کا جبکا وہ مدعی ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ سبب پر قسم کھانے یعنی من نے وہ فلا بن فلان کو قتل نہیں کیا اور سوا کے قتل کے قطع اور جراحات میں حاصل پر قسم کھانے یعنی نہ سبب پر اتنی خان تکفلان کان فی النفس جس جس حتی یقرا وکلیت سوا اگر منکر قصاص قسم نہ کھائے تو اگر قتل نفس میں دعویٰ ہو تو قید کیا جائے یہاں تک کہ اقرار کرے یا قسم کھائے و فیما دونہ لقیص لان الاطراف خلقت وقایة للنفس کالمال فیرى فیہ الابدال خلافا لہا اور قتل نفس کے سوا یعنی قطع اور جراحات میں در صورت نکلول قصاص یا جابے اسواسطے کہ اطراف آدمی کے یعنی مثلاً ہاتھ پاؤں حفاظت نفس کے واسطے پیدا ہوئے ہیں مال کے مانند تو اس میں ابتداء جاری ہے جراحات صاحبین ۷ کے م ایک نسخہ میں بدل ہے بجائے ابتداء کے او بدل اوضع ہے ابتداء سے صاحبین ۷ نے کہا مادون نفس میں نکلول سے قصاص لازم نہیں اسواسطے کہ نکلول وہ اقرار ہے جس میں شہدہ ہے تو قصاص اس سے ثابت ہوگا اور مال واجب ہوگا کذا فی البحر قال المدعی لی بنتیہ حاضرة فی المصر وطلب ینین خصمہ لم یحلف ضد فالمدعی نے کہا میرے گواہ حاضر ہیں شہر میں اور اسے اپنے مدعا علیہ سے قسم چاہی تو وہ قسم نہ کھائے برخلاف صاحبین ۷ کے م امام ۷ کی دلیل یہ ہے کہ ثبوت حق قسم میں مرتب ہے عاجز ہونے پر اقامت برہان سے تو تا امکان برہان کیونکر قسم بیجائے اور صاحبین ۷ کی دلیل یہ ہے کہ میں مدعی کا حق ہے تو جب اسکی وہ طلب کرے تو قبول ہوگی ولو حاضرة فی مجلس اکلم لم یحلف اتفاقاً وبقایة عن المصطف اتفاقاً ابن ملک و قدر فی المقتبی الغیبة بحدۃ السفر اور اگر گواہ مجلس حکم میں حاضر ہوں تو قسم نہ کھائے بالاتفاق اور اگر غائب ہوں شہر سے تو قسم کھائے بالاتفاق کذا صرح ابن ملک اور مجتبیٰ میں غائب ہونے کو مدت سفر کے ساتھ معین کیا ہے یعنی اگر تین منزل پر گواہ دور ہوں تو مدعا علیہ پر قسم ہے گواہوں کا وہاں سے بلانا ضرور نہیں و یا خذ القاضی فی سلة المتن فیما لا یقطن شہدۃ قضیلا تصیر یومین ہر وہ بحر لم یحفظ من خصمہ و لو وجبوا و المال حقیرانی ظاہر المذہب یعنی ہفتہ تیسرے ایام فی الصحیح مسئلہ متن یعنی جبکہ مدعی کے کہ میرے گواہ شہر میں حاضر ہیں اس دعویٰ میں جو شہدہ سے ساقط نہیں ہوتا یعنی غیر حدود میں قاضی معترضان سے کہ اس کے بھاگ جانے سے اطمینان حاصل ہو کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تو قاضی مدعا علیہ سے حاضر ضامن لے تین دن کا قول صحیح میں اگرچہ مدعا علیہ صاحب اعتبار ہو اور مال بے حقیقت ہے ظاہر مذہب میں کذا فی العین وعن اثنالی الی مجلسہ اثنالی و صحیح اور ابو یوسف ۷ سے روایت ہے کہ قاضی کی مجلس ثانی تک حاضر ضامن لے اور یہ قول بھی صحیح ہے فان ائتمن من اعطاه مالک الکفیل لائزہ من قبضہ او امینہ مقدار مدۃ التکفیل لئلا یغیب سوا کہ مدعا علیہ ضامن دینے سے سرتابی کرے تو خود مدعی یا امین آگیا اسکے ساتھ بنا رہے بمقدار مدت تکفیل یعنی تین دن یا مجلس ثانی تک تاکہ مدعا علیہ غائب نہ ہو جائے الا ان یکون خصم غریبای مسافر امین از مہر و یفضل الی اتماء مجلس القاضی و خالفہ رضی بوعلم وقت سفرہ کیغذایہ و بنظر فی زیہ او سبخر فقارہ لو انکرہ المدعی برازیہ مگر یہ کہ مدعا علیہ غریب یعنی مسافر ہو تو مدعی اسکے ساتھ پھرے یا حاضر ضامن لے تا اتماء مجلس قاضی دفع ضرر کے واسطے یہاں تک کہ اگر مدعا علیہ کا وقت سفر معلوم ہو تو اس وقت تک ضامن لے اور مدعا علیہ کی ہیئت اور لباس کو دیکھے کہ یقیناً ہے یا مسافر نہ یا اسکے سفر کے رفیقوں سے سفر کے وقت کو دریافت کرے اگر مدعی اسکی مسافر کی کاسکر ہو کذا فی البزازیہ م شارح نے غریب کی تفسیر مسافر اسواسطے کی تا معلوم ہو کہ مقیم مرید سفر کا بھی حکم غریب کے مانند ہے قال لابنتیہ فی طلب بنتیہ محلفہ القاضی ثم برہین علی دعواہ بعد امین قبل ان لک لبرہان عند الامام منہ مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں اور مدعا علیہ سے قسم

لا  
اسیلا بنیل  
ساعتی ص و ان  
ہیں اور ابتداء  
کے معنی غریب  
بوجان تو کس  
تعار اور  
معنی ہے

چاہی سو قاضی نے اس سے قسم لی پھر مدعی گواہ لایا اپنے دعوی پر قسم کے بعد تو یہ برہان مدعی کی جانب سے امام رحمہ کے نزدیک مقبول ہوگی وگذا  
 لوقال المدعی کل بنیہ آئی بہانی شہود زور او قال اذ اطلقت فانت بری من المال فقلت ثم برہن علی الحق قبل خانیہ و بہ جزم فی السراج کما مر اور  
 اسی طرح اگر مدعی نے کہا کہ جو گواہ میں لاؤں تو وہ کاذب گواہ ہیں یا بولا کہ جب تو قسم کھائے تو تو بری الذمہ ہو مال سے پھر اسے قسم کھائی پھر  
 مدعی گواہ لایا اپنے حق پر تو مقبول ہو کذا فی الخانیہ اور اسی پر یقین کیا ہو سرانج میں چنانچہ مذکور ہو چکا (و قبل البینۃ لواقامہ الجدیدین) کی شرح میں  
 وقیل لا یقبل قائلہ محمد رحمہ کما فی العمادیہ وکسہ ابن ملک ورتقول ضعیف یہ ہے کہ گواہ بعد حلف کے مقبول نہیں قائل اس قول کے محمد بن حسن  
 ہیں چنانچہ عمادیہ میں ہے اور اسکو بالعکس کہا ہے ابن ملک نے یعنی قبول کو محمد رحمہ کی طرف نسبت کیا ہے اور عدم قبول کو امام مدعی کی طرف وگذا اختلاف  
 لوقال لا دفع لی ثم اتی بدفع او قال الشاہد لا شہادۃ لی ثم شہد والاصح القبول بجواز النسیان ثم التذکر کما فی الدرر و اقرہ الصنف رحمہ اور اسی  
 طرح اختلاف ہے اگر مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس دفع دعوی کی وجہ نہیں پھر وہ دفع دعوی کی وجہ لایا یا شاہد نے کہا کہ میری گواہی نہیں  
 پھر اسے گواہی دی اور قول صحیح تر یہ ہے کہ مقبول ہے بسبب جائز ہونے نسیان کے اور پھر یاد پڑنے سے کذا فی الدرر اور صنف رحمہ نے اسکو  
 اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے ادعی المدیون الا ایصال ذلک قنیہ لہ علی مدعاہ فطلب بینه فقال المدعی اجعل حصی  
 فی الختم ثم استخفی لہ ذلک قنیہ مدیون نے ایصال دین کا دعوی کیا سو مدعی اس کا سنکر ہوا اور مدیون کے پاس گواہ نہیں اس  
 کے مدعا پر سو مدیون نے اس کی قسم کی درخواست کی تو مدعی نے کہا کہ میرا حق ختم میں کر لینے حاضر کر پھر مجھے قسم لے تو اسکو اس میں  
 اختیار ہے کذا فی القنیہ م طحاوی نے کہا کہ فی الختم سے مراد واسد علم تقدیر اس واسطے کہ قاسوس میں ہے کہ ختم بوزن سنبوہ آلہ ہے جس سے ہتکتے  
 ہیں اور مقصود احضار حق ہر انتہی اور ممکن ہے کہ اجعل حصی کا یہ مطلب ہو کہ میرا حق بھٹی میں سر سب کر کے حاضر کر پھر قسم لے واسد علم کھمیں  
 بالمدعی الخدیث من کان خافا فلیجاف بالمدعی او لیدر ہو قول واسد خزانتہ وظاہرہ انہ یحلف بغیرہ لم یکن یبینا ولم ارہ صریحا بجز اور قسم ہوتی ہے  
 اسد تعالیٰ کے نام پاک سے جل و علا بدلیل اس حدیث کے کہ جو قسم کھانے والا ہو تو چاہیے کہ اسد تعالیٰ کی قسم کھائے یا نہ قسم کھائے اور  
 عین بالمدعی قول ہے کہ واسد کذا فی الخزانہ اور ظاہر اس کلام کا اس پر دلالت کرتا ہے کہ اگر بغیر اس نام پاک کے قسم کھائے تو عین ہونگی اور میں نے  
 اسکو صریحا نہیں دیکھا کذا فی البحر الابطلاق وعتاق وان الخضم وعلیہ الفتوی تاتارخانیہ لان التحلیف بہما حرام خانیہ قسم نہیں طلاق اور عتاق  
 سے اگرچہ مدعی اس پر الحاح کرے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی التاتارخانیہ اس واسطے کہ طلاق اور عتاق کی قسم دنیا حرام ہے کذا فی الخانیہ وقیل ان  
 مست الضرورۃ فوض الی القاضی اتجاہا للبعض اور بعضون کا قول ضعیف یہ ہے کہ اگر طلاق اور عتاق کی قسم کی ضرورت آگے تو یہ قسم ضعیفی  
 کے اختیار میں ہے باتبع بعض فقہاء و حلقہ القاضی بنحو کل قضی علیہ بالمال لم یفیض قضاءہ علی قول الا اکثر کذا فی خزانتہ المیتین و ظاہرہ انہ  
 مستفع علی قول الا اکثر اعلی القول بالتحلیف بہما فیتبرکولہ ویقضی بہہ الافلا فائدہ بحر و اعتمدہ المصنف رحمہ سو اگر قاضی نے اسکو طلاق یا عتاق کی  
 قسم دی پھر اسے قسم نہ کھائی تو اس پر مال کا حکم کیا تو حکم نافذ نہ ہوگا اکثر علماء کے قول پر کذا فی خزانتہ المیتین و ظاہرہ ایہ کلام مفرغ ہے اکثر کے قول  
 پر اور طلاق اور عتاق کے جواز تحلیف پر تو کول مقبر ہوگا اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں علامہ مقدسی نے کہا گاہے فائدہ تحلیف یہ ہوتا  
 ہے کہ خاطر مطمئن ہو جائے جبکہ مدعی پر دعوی شائبہ ہو بسبب نسیان وغیرہ سے پھر جب مدعا علیہ نے طلاق یا عتاق کی قسم کھائی تو مدعی اسکی تصدیق کر گیا تو تحلیف  
 بطلاق وعتاق باوجود عدم قضا بکول ہے فائدہ منوی و قلت و لو حلف بالطلاق انہ لا مال علیہ ثم برہن المدعی علی المال ان شہد و اعلی السبب کالاقراض  
 لا یفرق فان شہد و اعلی قیام الدین بفرق لان اسبب الاستیلاء قیام الدین میں کہتا ہوں اور اگر طلاق کی قسم کھائی کہ سہر مال نہیں پھر مدعی گواہ لایا مال

اور کول برہن ہوگا درت اس تحلیف کا کذا فی خزانتہ المیتین



اگر شاہدوں نے سبب مال پر گواہی دی چنانچہ قراض پر توفیق دیا جائے گا اور اگر قیام دین پر گواہی دی تو فرق کیا جائیگا اس واسطے کہ سبب مستلزم نہیں قیام دین کا اس واسطے کہ شاید مدیون دین کو ادا کر چکا ہو یا مدعی نے اسکو معاف کر دیا ہو یا یہہ کر دیا ہو اور یہی تفصیل مفتی بہ پر کفائی الطحاوی عن شرح الوہبانیہ للعلامة عبد البر و قال محمد بن اسماعیل علی قیام المال لا یثبت لاحتمال صدقہ خلافاً للابی یوسف کذا فی شرح الوہبانیہ للشریح بن بلالی وقد تقدم اور محدث نے کہا کہ قیام مال کی گواہی میں حانت منو کا سبب احتمال صدق مدعا علیہ بخلاف ابو یوسف رحمہ کے کہ انکے نزدیک حانت ہو گا چنانچہ شرح بن بلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے اور البتہ یہ مسئلہ مقدم مذکور ہو چکا و یغلظ بذکر اوصافہ تعالیٰ اور سخت اور شدید ہو جاتی ہے قسم حق تعالیٰ کے اوصاف مقدسہ کے ذکر کرنے سے ہم اندھلا ایک پیشال ہے کہ قاضی کے مدعا علیہ سے کہ تجھ کو قسم ہے اس اسد پاک کی جسکے سو کوئی معبود برحق نہیں جو عالم غیب و شہادت کا کثیر ہے اور اس شخص کا مال نہیں ہے و قید بعض نفاستق و مال خیر اور بعض فقہانے تغلیظ اور تشدید کو مدعا علیہ نفاستق اور مال کثیر کے ساتھ مقید کیا ہے یعنی تو معروہ نہ بالصلاح اور مال حقیر پر تغلیظ نہیں و الاختیار فیہ و فی صنفہ الی القاضی اور قسم میں اور قسم کی صفت یعنی تشدید میں قاضی کا اختیار ہے یعنی تعیین قسم میں قاضی کو اختیار ہے جیسے اسکو مصلحت معلوم ہو وہ اختیار کرے چنانچہ یون کے مدعا علیہ سے کہ واسد یا باسد یا الرحمن کی قسم یا قادر کی قسم و کیتیب العطف کیلا تیکر الیہن اور پر ہرگز عطف سے تاکہ قسم مکر نہ ہو جائے م یعنی یون نہ کے قاضی کہ باسد و الرحمن والقادر اس واسطے کہ مستحق تو ایک ہی قسم ہے اور عطف میں تکرار قسم ہوگی فلو حلقہ باسد و کل عن التغلیظ لا یقضی علیہ فی البول لان المقصود اختلف باسد وقد حصل زیلعی سو اگر قاضی نے مدعا علیہ کو اسد کی قسم دی اور اسے تغلیظ میں سے انکار کیا تو قاضی اس پر کول سے حکم کرے اس واسطے کہ مطلب تو اسد کی قسم ہے اور وہ تو حاصل ہو چکا کذا فی الزیلعی لاشیخ التغلیظ علی المسلم زبان و لا یبکان کذا فی احادیظ ظاہرہ اربع مستحب نہیں مسلمان پر تشدید قسم کی زبان سے اور نہ مکان سے کذا فی احادیظ ظاہرہ اس کلام کا یہ ہے کہ تشدید زانی اور مکان مہلح ہے یعنی اس واسطے کہ نفی استجاب نفی اباحت کو مستلزم نہیں تغلیظ زبان یہ کہ رمضان شریف یا جمعہ کے دن قسم لے اور تغلیظ مکان یہ کہ مسجد یا بیت اسد میں قسم لے و مستحب الیہودی بالسد الذی انزل التورۃ علی موسیٰ و انصرانی بالسد الذی انزل الانجیل علی عیسیٰ و المجوسی بالسد الذی خلق النار علیہ علی کل معقودہ فلو انفی بالسد کا مسلم کفی الاختیار اور قسم نے یہودی سے اسطرح کہ قسم ہے اس اسد کی جسے موسیٰ علیہ السلام پر توبیت تاری اور نصرانی سے اس طرح کہ قسم ہے اس اسد کی جسے عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل تاری اور مجوسی سے اس طرح کہ قسم ہے اس اسد کی جسے آگ پیدا کی تو قسم میں تشدید کر ہر دین دانے پر اسکے اعتقاد کے موافق سو اگر کفار مذکورین سے فقط اسد کی قسم پر انکار سے تو کافی ہے کذا فی الاختیار مجوسی سے آگ کی قسم نہ لے اس واسطے کہ غیر خدا کی قسم جائز نہیں بلکہ آگ کے خالق کی قسم ہے تو اسی طرح ہنود سے گنگا کی قسم نہ لے بلکہ اسد کی جسے گنگا پیدا کی و الہی بالسد تعالیٰ لمانہ تیر بہ ان عبد غیرہ اور بت پرست سے قسم لے اسد تعالیٰ کے نام پاک کی اس واسطے کہ بت پرست خدا کا اقرار کرتا ہے اگرچہ غیر خدا کی عبادت اور پوجا کرتا ہے م صبر اعلم میں ہے کہ دن صائم ہو لکڑی سے ہو یا پتھر سے یا سوا اسکے و جرم ابن کمال بان الدہرۃ لا یعتقدونہ تعالیٰ قلت و علیہ فیما ذاکلینون اور جرم کیا ہے ابن کمال نے اسکا کہ دہرہ آدمی حق تعالیٰ کا اعتقاد نہیں رکھتے میں کہتا ہوں اور بوجیب اسکے تو یہ لوگ کس کی قسم کھاویں و بقی تغلیظ نہیں ان بقولہ القاضی علیک عہد اسد و میثاقہ ان کان کذا و کذا فاذا و طے براسہ ای نعم صار حلفاً اور باقی رہا گوئیے کو قسم دینا اس کا طریقہ ہے کہ قاضی اس سے کہے کہ تجھے عہد ہے خدا کا اور اسکا میثاق اگر ایسا اور ایسا ہو پھر جیب وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہاں تو وہ حالت ہو جائیگا اور انکار کا اشارہ کرے گا تو کول ہوگا اور دعوی ثابت ہوگا کذا فی القیہ اور قاضی گوئیے سے یون نہ کہے کہ خدا کی قسم کھا کر تیرے اور اس کا حق نہیں کہ یہ قسم نہ ہوگی اگرچہ وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہاں اس واسطے کہ اس کا اشارہ گویا یون ہو جائیگا

کہ میں قسم کھاتا ہوں اور حالانکہ یہ قسم نہیں کندانہی الطحاوی عن القانی و لو اھتم ایضا کتبہ لیجیب بجلہ ان عرفہ والا بشارتہ اور اگر گوگنا بہر اعمی ہو تو قسم کو لکھے تاکہ وہ اسکا جواب لکھے اپنے خط سے اگر وہ لکھنا جانتا ہو اور نہیں تو اس کے اشارہ سے کام لے لو اعمی ایضا فالوہ او وصیہ او من نصبہ القاضی شرح وہبانیہ اور اگر گوگنا اور بہر اندھا بھی ہو تو اسکا باپ قسم کھائے یا اسکا وصی یا بسکو قاضی نے منصوب کیا کندانہی شرح وہبانیہ م شارج کو یون کنا لازم تھا (ممن نصبہ القاضی) اس واسطے کہ قاضی اسکی طرف سے نائب کو اس وقت قائم کرے گا جبکہ باپ یا اسکا وصی نہ ہو چنانچہ شرح وہبانیہ میں ہے اور قسم کیا علم پر ہوگی اس واسطے کہ متعلق بغیر ہی یاقین پر اسکو تحریر کرنا چاہیے پھر معلوم کر کہ قول یا مقدم کے مخالف ہے کہ نیابت استخلاف میں جاری ہوتی ہے نہ حلف میں کندانہی الطحاوی ولا یخلفون فی بیوت عباد و تم لکرا بہ دخولہا بکر اور بیود اور نصاری اور بت پرستوں سے قسم نہ لیجائے بلکہ عبادت خانوں میں وہاں کے جانے کی کراہت سے کندانہی اجماع یعنی قاضی وغیرہ کو کفار کے معاہدہ میں جانا مکروہ ہے اس واسطے کہ وہ مجمع شیطانی ہیں اور ظاہر کراہت تحریمی ہے اس واسطے کہ عند الاطلاق کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہے اور میں نے فتویٰ دیا ہے اس مسلم کی تعزیر کا جو لازم کنیہ ہے بیود کے ساتھ کندانہی جبر الرائق و کلیت القاضی فی دعوی سبب بر تفع علی الحاصل ای علی صورتہ انکار المنکر اور اس سبب دعوی میں جو زائل اور اٹھ سکتا ہے قاضی قسم دے حاصل پر یعنی انکار منکر کی صورت پر م حاصل کی یہ تفسیر اصطلاحی ہے اور معنی لغوی حاصل کا یہ ہے جو ہر چیز سے باقی رہے اور ثابت رہے اور اس واسطے جاتا رہے چنانچہ قاسوس میں ہے انکار منکر کی صورت پر اس واسطے قسم ہونی کہ منکر یوں کہتا ہے کہ ہمارے باہین میں بیع اور طلاق اور غضب واقع نہیں کندانہی الطحاوی و فسرہ بقولہ ای بالعدا بیکما نکاح قائم دایکما بیع قائم و یا جب علیک وہ تو قانوا و بدو لو بالکواہی بائن منک و قوله الا ان تطلق یا بیع مسکین فی دعوی نکاح و بیع و غضب طلاق یہ لغت و نشر اور مصنف نے حاصل کی تفسیر کی اپنے اس قول سے کہ تمھو اسد کی قسم کہ تم دونوں کے باہین میں نکاح قائم نہیں اور تم دونوں کے درمیان بیع قائم نہیں اور تمھیں اسکا پھیر دینا واجب نہیں اگر وہ قائم ہو یا اس کے عوض کا پھیر دینا اگر وہ ضائع ہو گیا ہو اور وہ عورت تجھے بائن نہیں اسد نکاح اور بیع اور غضب اور طلاق کے دعوی میں اس کلام میں لغت و فسر مرتب پر علامہ مسکین نے کہا کہ الا ان کا لفظ سب سے متعلق ہے یعنی نکاح اور بیع اور غضب اور طلاق اسد ثابت نہیں لا علی سبب ای بالعدا نکحت و ما بالبعیت خلافا لثانی نظر المدعی علیہ ایضا لاحتمال طلاقہ واقانتہ نہ قسم نے سبب مرتفع پر سطر کہ تمھو اسد کی قسم کہ تو نے نکاح نہیں کیا اور نہ تو نے بیع کی بخلات ابو یوسف کے سبب پر قسم نہ نے بنظر مدعا علیہ کے بھی اس احتمال سے کہ شاید اس نے بعد نکاح کے طلاق دی اور بعد بیع کے اقرار بیع کیا ہو م ابو یوسف رہے نزدیک میں تو استیفاء سے حق مدعی کے واسطے ہے تو یہیں کی مطابقت دعوی مدعی سے واجب ہے اور دعویٰ تو سبب کا ہی طرفین کی دلیل ہے کہ اگر مدعا علیہ نے بعد نکاح کے طلاق دی تو وہ اس قسم میں صادق ہوگا کہ اسد نکحت اور اسی طرح بعد اقرار بیع و اسد ما بالبعیت اور بعد غضب و اسد ما نصبت اور بعد بائن تکدید نکاح سے و اسد ما طلقت کہ میں صادق ہوگا الا اذا الزم من اھلت علی الحاصل ترک النظر للمدعی فجلیت بالاجماع علی سبب ای علی صورتہ دعوی المدعی کہ دعویٰ شفعہ باجوار و نفقہ مبتوتہ و انحصام لایرہا لکنہ شافعیہ صدق حلف علی الحاصل فی مقدمہ فیقدر المدعی مگر جب کہ حاصل پر قسم کھانے سے مدعی کی جانب سے ترک نظر لازم آوے تو بالاتفاق سبب پر قسم کھاوے یعنی دعویٰ کی صورت پر چنانچہ شفعہ جو ار اور نفقہ مبتوتہ کے دعویٰ میں اور حالانکہ مدعا علیہ دونوں کو واجب نہیں دیکھتا سبب شافعی مذہب ہونے کے سبب صادق ہونے اسکی قسم کے حاصل پر اسکے اعتقاد میں تو مدعی کا ضرر ہوگا م شافعی مذہب میں شفعہ جو ار اور نفقہ مبتوتہ واجب نہیں تو اگر مدعا علیہ شافعی مذہب یوں قسم کھاوے کہ و اسد مجھے شفعہ جو ار اور نفقہ مبتوتہ نہیں تو اس میں صریح مدعی کا ضرر تو یہاں سبب پر اس طرح قسم کھائے کہ و اسد میں نے اس مگر کو نہیں خرید کیا اور یہ عورت میری مطلقہ بطلاق بائن عدت میں نہیں ہے

اس  
حلف بائن  
دعویٰ علی  
سبب اگر مدعا علیہ  
کی مالکیت  
کر وہ قریبی  
اور مدعا علیہ  
جو کہ بائن



۱۰

شخص جو ارادہ میتوتہ کی اس واسطے قید لگائی کہ شفعہ شرکت اور شفعہ رجعی میں حاصل پر قسم ہوگی نہ سبب پر قلت و مفادہ انہ لا اعتبار بظہن یعنی علیہ و  
 ما ندیب مدعی قضیہ خلاف والا وجہ ان یہ کہ القاضی ہل تقصد وجوب شفعہ اجوار اولاً واعتمده المصنف میں کتابوں اور قول سابق سے مستفاد  
 ہو کہ مدعا علیہ کے مذہب کا کچھ اعتبار نہیں تخلیف میں اور مدعی کے مذہب میں اختلاف ہو علما کا قول موجب تر یہ ہے کہ مدعی سے قاضی پوچھے کہ تو جو  
 شفعہ جو اس کا معتقد ہو یا نہیں اور اسی پر اعتماد کیا ہو مصنف نے اپنی شرح میں م تو اگر مدعی کے کہ میں وجوب کا معتقد ہوں تو حاصل پر قسم ہے اور اگر  
 معتقد نہ ہو تو سبب پر قسم ہے کذا فی الطحاوی و کذا ای تخلیف علی السبب جامعاً فی سبب لایرتفع برافع لیسوا لعلبہ سلم مدعی علی مولاہ عنقہ  
 بقدم تکرر رقمہ اور اسی طرح یعنی سبب پر بالاجماع قسم ہے اس سبب میں جو مرتفع نہیں ہوتا کسی رافع سے بعد اپنے ثابت ہونے کے مانند اس غلام  
 مسلمان کے جو اپنے مالک پر اپنے آزاد کرنے کا دعویٰ کرتا ہے سبب نہ مکرر ہونے اسکی رقیبت کے و انا فی الامتہ ولو سلمتہ والعبد الکافر فلیکرر قہا  
 بالحق طعن مولاہما علی السبب اور یونڈی میں اگرچہ وہ مسلمان ہو اور کافر غلام میں تو سبب مکرر ہونے انکی رقیبت کے نحو دار الحرب سے  
 قاضی قسم دے دونوں کے مالک کو حاصل پر م یعنی مولیٰ کو یوں قسم دے کہ تم دونوں کے درمیان اب عتق قائم نہیں نہ یوں کہ میں نے اسکو آزاد نہیں کیا  
 اس احتمال سے کہ شاید اسے آزاد کیا ہو پھر وہ دار الحرب میں جا ملا ہو پھر وہ دارالاطلام میں پھر آیا ہو پھر رقیبت کی طرف اسے عود کیا ہو تو اس میں کی  
 صورت سے اسکو ضرر ہوگا اور یہی حال ہے یونڈی کا کذا فی الطحاوی و حاصل اعتبار کا حاصل الانصر مدعی و سبب غیر متکرر اور حاصل کلام یہ  
 ہے کہ تخلیف میں حاصل کا اعتبار ہے مگر سبب ضرر مدعی اور سبب غیر متکرر کے سبب کا اعتبار ہے و صح فداہ المین و الصلح منہ حدیث ذبوا عن  
 اعراضکم باموالکم اور بدلادینا قسم کا اور صلح کرنا قسم سے صحیح ہے بدلیل اس حدیث کے کہ اپنے مال دیکر اپنی ابرو بچاؤم فذیر میں ہوتا ہے مجتہد دعویٰ  
 یا اقل سے اور صلح ہوتی ہے اقل سے حدیث رضی اللہ عنہم پر جب قسم آئی تھی تو انھوں نے کلل دیکر قسم نہ کھائی تھی اور اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ نے  
 چالیس درم کے دعویٰ میں قسم کے عوض مال دیا اور قسم نہ کھائی لوگون نے کہا کہ آپ تو سچے ہیں کیوں نہیں قسم کھاتے ہیں جو اب دیکھا شاید یہی  
 قسم کو کوئی عین کا ذریعہ مان کرے اتنی اور اس واسطے کہ مال دینے اور قسم نہ کھانے میں حفظ ابرو ہے اور وہ مستحسن ہے عقلاً و شرعاً کذا فی الحموی لمخص  
 وقال الشہید الاثر از عن ابیہن الصادقہ و اجب قال فی الجزای ثابتہ بدلیل جواز اکل صا دقا اور کہا شہید رہنے کے سچی قسم سے بچنا واجب  
 ہے کہ ابرو اقل میں کہا کہ واجب ہے یعنی ثابت ہے بدلیل درست ہونے سچی قسم کے معنی واجب سے واجب شرعی مراد نہیں کہ سچی قسم کھانا  
 جائز ہو بلکہ واجب معنی ثابت ہے و لا یموت النکر بعدہ ابدالاً نہ اسقط حقہ اور منکر کو قسم نہ بچائے گی کبھی بعد ذیہ دینے اور صلح کرنے  
 کے اس واسطے کہ مدعی نے اپنا حق ساقط کر دیا مال لیکر و قید بالفداء و الصلح لان المدعی لو اسقطہ ای ابین قصد ابان قال برت من کلف  
 او ترک علیہ او وہبیتہ لا یصح و لہ التخلیف بخلاف ابراءۃ عن المال لان التخلیف للحاکم بزاز یہ اور مصنف نے سقوط  
 میں میں فدیہ اور صلح کی قید لگائی اس واسطے کہ مدعی اگر عین کو بالقصد ساقط کر دے اس طرح کہ کس مدعا علیہ سے کہ تو بوی الذم  
 ہو گیا قسم سے یا میں نے اسکو چھوڑ دیا یا یہ کہ دیا تو صحیح نہیں اور اسکو قسم لینا جائز ہے بخلاف ابراءت عن المال کے اس واسطے کہ تخلیف حاکم کے  
 واسطے مخصوص ہے یعنی بطلب مدعی کذا فی البزاز یہ م براءت عن المال یعنی مال کا معاف کر دینا مدعی کے اختیار میں ہے بلا دخل حاکم و کذا فی الحموی  
 بمینہ لم یجز عدم رکن البیع درر اور اسی طرح جبکہ مدعا علیہ اپنی قسم کو مولے مدعی سے تو جائز نہیں سبب معدوم ہونے رکن بیع کذا فی الدرر  
 م رکن بیع یہ ہے کہ بیع مال ہو اور حالانکہ میں مال نہیں فرغ مسئلہ طحہ شاریہ کا تخلیف خصمہ فقال حلقی مرۃ ان عند حاکم او محکم و برہن  
 قبل والاقلہ تخلیف درر مدعی نے قسم چاہی اپنے مدعا علیہ سے سو اس نے کہا کہ تو بچو قسم دیکھا ہے ایک بار اگر تخلیف حاکم یا محکم کے پاس



ہوئی اور وہ اس پر گواہ لایا تو مدعا علیہ کا قول مقبول ہو اور نہیں تو مدعی کو اسکی تحلیف کا اختیار ہے کہ ذانی الدرر قلت ولم ار مالو قال انی قد حلفت بالطلاق انی لا اخلع من کتابہوں اور میں نے نہیں دیکھا یہ مسئلہ کہ اگر مدعا علیہ نے کہا کہ مقررین اس پر طلاق کی قسم کھا چکا کہ البتہ میں قسم نہ کھا تو اسے حکم کی تصحیح کرنا چاہیے کہ حاکم اسکو قسم دیکھا یا نہ دیکھا ثابت ہو چکا ہو کہ اختلاف احد المتخاصمین کے احقاق ضرر سے قاضی ناچار ہے اور مراعات جانب مدعی اولیٰ ہو تو بموجب اسکے حلف بالطلاق کے دعویٰ میں مدعا علیہ معذور ہوگا اور قسم نہ کھانے سے اس پر مال کا حکم کیا جائیگا کیونکہ اس نے خود اپنی ذات کو ضرر پہنچایا طلاق کی قسم کھا کر اور اگر اسکی قسم کو لحاظ کیجیے تو ابطال حکم شرع لازم آتا ہے و اسد تعالیٰ اعلم کذافی الطحاوی

### باب التحالف

یہ باب ہر دو شخصوں کے باہم قسم کھانے میں لما قدم بین الواحد ذکر میں الاثنین جبکہ مصنف ایک شخص کی میں اول ذکر کر چکا تو اسے دو کی میں کو ذکر کیا اختلاف ای التباکعان فی قدر ثمن او وصفه او جنسہ و فی قدر بیع حکم من برہن لانه نور دعواہ باجہ تبالیعین نے اختلاف کیا ثمن کے مقدار میں یا اسکے وصف یا جنس میں یا بیع کی مقدار میں تو اسکے واسطے حکم ہوگا جو گواہ لایا اسواسطے کہ اس نے اپنے دعویٰ کو روشن اور ظاہر کر دیا حجت اور برہان سے مقدار ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع کے ثمن دس درم تھا اور مشتری کے پانچ تھا اور وصف ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع کے ثمن بدرہم مروجہ تھا اور مشتری کے بدرہم کا سدہ تھا اور جنس ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع دعویٰ کرے کہ ثمن بدنا میر تھا اور مشتری نے کہا کہ بدرہم تھا وان برہنا قلمثبت الزیادۃ اذ البینات للاشبات اور اگر دونوں برہان لاوین اپنے دعویٰ پر تو مثبت زیادت کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ بینات اثبات کے واسطے ہیں مثبت زیادت خواہ بائع ہو یا مشتری مثبت زیادت کیواسطے ہو اسطے حکم ہوگا کہ زیادت میں معارضہ نہیں وان اختلاف فیما ای الاثنین و البیع صحیفا قدم برہان البائع لوالا اختلاف فی الاثنین اور اگر قبالیعین نے ثمن اور بیع سب دونوں میں اختلاف کیا تو برہان بائع کی مقدم ہوگی اگر ثمن میں اختلاف ہو صورت اختلاف یہ ہو کہ بائع کہتا ہے کہ میں نے یہ نو نڈی تیرے ہاتھ سو دینا رکھی اور مشتری کہتا ہے کہ تو نے اسکو اور دوسری نو نڈی کو اسکے ساتھ پچاس درم کو بیچا اور دونوں گواہ لائے تو بائع کے گواہ اولیٰ ہیں ثمن میں اور مشتری کے گواہ اولیٰ ہیں بیع میں بنظر اثبات زیادت تو دونوں نو نڈیاں مشتری کو ملینگی سو درم کو کذافی الطحاوی عن العنایۃ و برہان مشتری لوفی البیع نظر الاثبات الزیادۃ اور برہان مشتری کی مقدم ہے اگر اختلاف بیع میں ہو بلحاظ اثبات زیادت وان عجز فی الصور التلت عن البیتۃ فان رضی کل بمقابلۃ الآخر فہما اور اگر قبالیعین تینوں صورتوں میں عاجز ہو گئے شہادت لائے تو اگر ہر شخص راضی ہو گیا دوسرے کے قول سے تو خوب بات ہے کہ جھگڑا زہام صورت تلتہ میں سے ایک صورت یہ ہے کہ ثمن میں اختلاف ہو دوسری صورت بیع میں اختلاف ہو تیسری یہ کہ ثمن اور بیع دونوں میں اختلاف ہو وان لم یرض احد منہما بدعویٰ الاخریٰ فہما لم یکن فیہ خیار فیسخ منہ اختیار اور اگر قبالیعین میں سے کوئی راضی نہ ہو دوسرے کے دعویٰ سے تو دونوں قسم کھاوین جب تک کہ بیع میں خیار نہ ہو اور اگر خیار ہو تو فسخ بیع جب کو خیار ہیہم دونوں قسم اس واسطے آئی کہ ہر شخص دوسرے کے دعویٰ کا منکر ہو خلاصہ میں ہے کہ اگر مشتری کو خیار ردیت یا خیار عیب یا خیار شرط ہو تو دونوں پر قسم نہیں آتی دعویٰ سے کہا اور خیار میں بائع مشتری کے مانند ہے و بدایہ بین المشتري لانه البادی بالاکار اور قاضی مشتری سے قسم لینا شروع کرے اسواسطے کہ وہی تو شروع کرے یا اگر کام اسواسطے کہ مشتری سے پہلے مطالبہ ہوتا ہے ثمن کا اور وہ ثمن کا منکر ہو وہاں لو کان بیع عین بدین اور یہ یعنی مشتری کی قسم سے شروع کرنا وقت ہے جبکہ عین کی بیع ہو دین سے یعنی اسباب کی بیع ہو چاندی سونے سے والابان کان مقایضہ او صرفا فوجیر وقیل یقرع ابن ہلک اور اگر عین کی بیع نقد سے ہو اس طرح ہے کہ اسباب کی بیع ہو اسباب سے یا نقد کی بیع ہو نقد سے تو قاضی محسار ہے چاہے اول مشتری سے قسم لے چاہے بائع سے اور قول ضعیف

بالتحالف

بالتحالف

یہ ہے کہ قاضی قرظہ ڈانے کذا اصح ابن ملک مبیع معاہدہ اور صرف میں اس واسطے اختیار ہوا کہ ہر واحد متباہین سے مشتری ہر من و جود بقول علی بن ابی  
الاصح اور فقط لفظی پر اختصار کر کے بقول اصح م یہ بیان ہے کیفیت مبیع کا ان مسائل میں تو بائع یون قسم کھائے کہ واحد میں نے بعض ہزار نہیں بیجا  
اور مشتری قسم کھائے کہ واحد میں نے بعض دو ہزار کے نہیں خرید کیا اور قول غیر اصح وہ ہے جو زیادات میں ہے کہ لفظی کے ساتھ اثبات کو بھی قسم کھانے کو سزا  
فبیع القاضی المبیع بطلب حدیما و بطلبہما اور قاضی قسم بیع کرے ایک کی طلب سے یا دونوں کی طلب سے و لایفسخ بالتحالف لایفسخ بہما بل یفسخ بحدیما  
اور بیع فسخ نہیں ہو جاتی دونوں کے قسم کھانے سے اور نہ واحد المتباہین کے فسخ کرنے سے بلکہ بائع اور مشتری دونوں کے فسخ کرنے سے فسخ ہوتی ہے کلا لفظی  
اجری یعنی در صورت فسخ متاقدین کے قاضی کو فسخ کر کے حاجت نہیں ملے نکل نہیں لزمہ دعوی الاخر بالقبض او اصلہ قولہ علی بن ابی اسلم اذ اختلف  
المتباہیان اسلعة قائمۃ لبعینہما تا لفا و ترادا اور وجود دونوں میں سے قسم نہ کھائے اس کو دوسرے قسم کھانے والے کا دعوی لازم ہو جائیگا قاضی کے حکم دینے سے  
اور تحالف متباہین کے مسائل کی یہ حدیث اصل ہے کہ جب بائع اور مشتری اختلاف کریں اور بیس بیس ہو ہو موجود ہو تو دونوں قسم کھانے میں اور باہم  
رد بیع کریں و ہذا کلمہ لوالا اختلاف فی البذل مقصود ان لفظی ضمن شئی کا حکم تھا فی الزق فالقول للمشتري فی انه الزق ولا تحالف اور یہ سب لفظی  
تحالف اور فسخ اس شرط پر ہے کہ اختلاف بدل میں مقصود بالذات ہو تو اگر اختلاف کسی چیز کے ضمن میں ہو جیسے متباہین کا اختلاف مشک  
میں تو مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اس میں کہ یہ وہی مشک ہے اور تحالف منوگام صورت اس کی یہ ہے کہ مشتری نے کھلی خرید کیا مشک میں جس کا وزن سو  
رطل ہے مشکا سو مشتری مشک لایا پھر دینے کو جسکی تول بیس رطل ہے تو بائع نے کہا کہ یہ میری مشک نہیں اور اس نے کہا کہ میری مشک کی تول دس رطل  
تھی تو بیان مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسکے ضمن میں اختلاف ثمن لازم ہے تو بائع اس کو نوٹے ٹھہرا تاہو اور مشتری اتنی کذا فی الجموی کہا لوالا اختلاف فی  
وصف المبیع کقولہ اشتریت علی انہ کاتب اور خزانہ قال البائع لم اشترط فالقول للبائع ولا تحالف ظہر یہ چنانچہ اگر دونوں نے وصف بیع میں اختلاف  
کیا چنانچہ مشتری کا یون کہنا کہ میں نے اس غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ کاتب یا نان پڑے اور بائع کہتا ہے کہ میں نے یہ شرطیں نہیں کیں تو بائع  
ہی کا قول معتبر ہوگا اور قسم نہیں دونوں پر کذا فی الظہیر م خلاصہ یہ ہے کہ اگر وصف ثمن میں اختلاف ہو تو تحالف ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا اور  
اگر وصف بیع میں اختلاف ہو تو بائع کا قول معتبر ہے اور تحالف نہیں و قید باختلاف فی ثمن و بیع لانه لا تحالف فی غیرہما لکن لا یمل بہ قوام  
العقد نحو اصل و شرط بہن او ضار او ضمان و قبض بعض ثمن اور تحالف مقید ہوا ثمن اور بیع کے اختلاف کے ساتھ اس واسطے کہ ان دونوں  
کے سوا میں تحالف نہیں اس واسطے کہ غیر ثمن اور بیع کے اختلاف سے قوام عقد حمل نہیں ہوتا چنانچہ اختلاف مدت اور شرط بہن یا شرط حیسار یا  
شرط ضمان ثمن اور قبض بعض ثمن کے اختلاف سے شرط بہن یعنی بائع کے کہ میں نے مشتری سے یہ شرط کر لی ہے کہ وہ تا ادا سے ثمن کوئی  
چیز میرے پاس گور رکھے اور مشتری اس کا منکر ہو اور ضمان ثمن کی یہ صورت کہ بائع کے کہ میں نے اس شرط سے بیع کی ہے کہ مشتری ثمن کا  
کسی کو ضامن دے اور قبض بعض ثمن کی قید اتفاق ہے اس واسطے کہ کل ثمن کے قبض کے اختلاف کا بھی یہی حکم ہے یعنی قبول قول بائع والقول  
للمسکر مہینہ وقال زفرم والشافعی رحمہما لافان اذ اختلفت مدت وغیرہ میں منکر کا قول مقبول ہے اسکی قسم کے ساتھ اور زفر اور شافعی نے  
کہا کہ ان میں بی دو نون قسم کھاوین ولا تحالف اذ اختلف بعد ہلاک المبیع او خروجه عن ملکہ و تفسیرہ بالایرد بہ اور قسم دونوں پر نہیں جب کہ  
متاقدین اختلاف کریں بعد تلف ہو جانے بیع کے مشتری کے پاس یا اسکے خارج ہو جانے سے اس کی ملک سے یا عیب دار ہو جانے سے  
عیب کے ساتھ کہ اسکے سبب رد بیع نہیں ہوتا چنانچہ حاملہ ہونا لوندی کا مشتری سے م ہلاک بیع میں مشتری کے پاس ہونے کی قید اس واسطے لگائی  
کہ قبل قبض بائع کے پاس ہلاک ہو جانے سے بیع فسخ ہو جائیگی کذا فی الطحاوی حلف مشتری الا اذا استملک فی البائع غیر مشتری اور قسم کھانے



فقط مشتری مگر بیکہ بیع کو بائع کے پاس غیر مشتری نے تلف کیا ہو تو بائع اور مشتری دونوں قسم کھا دین اور اگر مشتری بیع کو تلف کرے بائع کے پاس تو وہ قابض بھڑے گا اور تحالف نہیں جبکہ اختلاف نہیں ہو بعد قبض کے وقال محمد بن ذوالشفا فی بیع التحالف ویفسخ علی قیمتہ الممالک اور محمد بن حاتم شافعی نے کہا کہ بعد ہلاک بیع بائع اور مشتری دونوں قسم کھا دین اور فسخ بیع ہو گا بیع ہلاک کی قیمت پر دینا اور ائمن دینا فلو تمنا لیسۃ تحالفا اجماعا لان المبیع کل منہا ویرثہ مثل الممالک او قیمتہ اور یہ یعنی فقط مشتری پر قسم جب ہر کہ ثمن دین یعنی درم یا دینار ہو اور اگر بیع مقابضہ ہو تو دونوں قسم کھا دین بالاتفاق اس واسطے کہ عوضین سے ہر ایک بیع ہو اور مثل ہلاک پھر دیا جائے اگر ہلاک مثلی ہو یا اسکی قیمت پھیری جاے اگر ہلاک قیمت والی چیز ہو گا تو اختلافی جنس ائمن بعد ہلاک السلۃ بان قال احمد ہما دراہم والآخروہما ینیر تحالفا و لزم مشتری رد اقیمۃ سراج چنانچہ اگر متعاقدین نے اختلاف کیا ثمن کی جنس میں بعد ہلاک ہونے بیع کے اس طرح پر کہ ایک نے کہا دراہم تھے اور دوسرے نے کہا دنانیر تھے تو دونوں قسم کھا دین اور مشتری کو رد قیمت لازم ہو گا کذا فی السراج والالتحالف بعد ہلاک بعضہ او خروجہ عن ملکہ کعبہ بن ہاشم احد ہما عند مشتری بعد قبضہا ثم اختلافی قدر ائمن لم یحالفہ عند ابی حنیفہ رحمہ اللہ اور تحالف نہیں ہو بعد ہلاک ہونے بعض بیع کے یا خارج ہونے کے ملک مشتری سے چنانچہ دو غلام کہ ایک انین سے مرگیا مشتری کے پاس بعد مقبوض ہونے دونوں کے پھر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا ثمن کی مقدار میں تو دونوں پر قسم نہیں ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک الا ان یرضی البائع بترک حصۃ الممالک اصلا فحینئذ یتحالفان ہذا علی تخریج الجہور و صرف مشائخ بلخ الاستناد الی یمین مشتری بعض بیع کے ہلاک ہونے کے بعد تحالف نہیں مگر یہ کہ بائع رضی ہو جاوے ترک حصۃ ہلاک پر اصلا تو اب دونوں پر قسم آوے گی یہ یعنی استناد کو تحالف کی طرف پھیرنا اکثر علما کی تخریج پر ہے اور مشائخ بلخ نے استناد کو یمین مشتری کی طرف پھیرا ہے م اس استناد میں علما مختلف ہیں اکثر علما کے نزدیک یہ استناد تحالف کی طرف منصف ہے اس واسطے کہ قدری کے کلام میں یون ہی مذکور ہے تو قدری کلام ہے کہ لم یحالف بعد ہلاک بعض المبیع الا اذا ترک البائع حصۃ الممالک فی تحالفان اور بعضے علما کے نزدیک استناد یمین مشتری کی طرف منصف ہے جو مقدار ہے کلام میں کیونکہ قدری کلام یون ہے کہ دلت التحالف بعد ہلاک بعضہ بل الیمین علی مشتری الا ان یرضی البائع ائمن تو اس صورت میں قسم نہوگی مشتری پر کذا فی الطحاوی مختلفہ والانی قدر بدل کتابہ لعدم زوہما اور تحالف نہیں بدل کتابہ کے مقدار کی اختلاف میں بسبب لازم ہونے کتابت کے و قدر راس مال بعد اقالۃ عقد السلم بل القول للعبد و المسلم الیہ ولا یعود المسلم اور تحالف نہیں اختلاف راس المال میں بعد زائل کر دینے عقد سلم کے بلکہ غلام کا قتل مقبول ہے بدل کتابت میں اور سلم الیہ کا قول مقبول ہے راس المال میں اور عقد سلم کا عود ہونا گواہ ان مختلفہ فی المتعاقدان فی مقدار ائمن بعد الاقالۃ مولانہ تحالفہا و عا د البیع اور اگر متعاقدین نے اختلاف کیا مقدار ثمن میں بعد اقالۃ بیع اور حالانکہ گواہ موجود نہیں تو دونوں قسم کھا دین اور بیع پھر ثابت ہو جائیگی م جب بیع عود کریگی تو بائع کا حق ثمن میں ہوگا اور مشتری کا حق بیع میں چنانچہ قبل اقالۃ تحالف سلم اس واسطے کہ اقالۃ عقد سلم میں نقض کا احتمال نہیں رکھتا اس واسطے کہ وہ عباد ہے اسقاط سے تو عقد سلم کا عود ہونا کذا فی الطحاوی لو کان کل من المبیع و ثمن مقبوضا و لم یردہ مشتری الی البائع لیسۃ فان وہ الیسۃ بیکم الا قالہ التحالف خلا فاحمد بن محمد بن تحالف متعاقدین بعد اقالہ اس شرط پر ہے کہ ہر ایک بیع اور ثمن مقبوض ہو اور مشتری نے اسکو اسکے بائع کی طرف پھیر دیا ہو اقالہ کی وجہ سے سو اگر اسکو پھیر دیا ہو وجہ اقالہ تو تحالف نہیں برخلاف قول محمد بن حاتم اختلافی الزوجان فی قدر المہر و جنسہ قضی لمن اقام المہر بان وان یرثہا فللمرأة اذا کان ہر المثل شاید اللزوج بان کان کفالتہ او اقل وان کان شایدا ہر بان کان کفالتہ او اکثر فبیئۃ اولی لاشہا تھا خلاف الظاہر اور اگر زوجین کے اختلاف کیا ہر کی مقدار میں یا اسکی جنس میں تو اسکے واسطے

ترجمہ اردو در مختار جلد دوم



حکم ہوگا جو گواہ لاوے اور اگر دونوں گواہ لاوین تو صورت کے گواہ اولیٰ میں جبکہ کسی کا ہر مثل زوج کا شاہد ہو اس طرح پر کہ ہر مثل زوج کے قول کے برابر ہو یا اس سے کمتر اور اگر ہر مثل زوج کے قول کا شاہد ہو اس طرح پر کہ اسکے دعویٰ کے برابر ہو یا زیادہ تر تو زوج کے گواہ اولیٰ با قبول ہیں اس واسطے کہ گواہ خلاف ظاہر کے مثبت ہوتے ہیں وان کان غیر شاہد لکل منہما بان کان بینہما فالتما تر للاستوار و بحیب ہر مثل ظنہ اصیح اور اگر ہر مثل زوجین میں سے کسی کا شاہد ہو اس طرح پر کہ قول زوجین کے باہم میں ہو تو دونوں کے گواہ ساقط الاعتبار ہیں بسبب برابر ہونے کے اثبات میں اور اس صورت میں ہر مثل واجب ہوگا بقول صحیح مابین قول زوجین کے ہونے سے یہ مراد نہیں کہ ہر مثل دونوں قولوں کے درمیان متوسط ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ ہر مثل زوجہ کے دعویٰ سے کمتر ہے اور زوج کے دعویٰ سے اکثر ہے کذا فی الدرر وان عجز عن البران تحالفوا ولم یفسخ النکاح تسبیحہ المہر بخلاف البیع اور اگر زوجین گواہ لائے سے عاجز ہوں تو دونوں قسم کھاویں اور نکاح فسخ ہوگا بسبب تالیح ہونے ہر کے نکاح میں بخلاف بیع میں ہر ایک کی قسم نے دوسرے کے دعویٰ کو توڑا تو عقد بلا تسمیہ ہر باقی رہا اور عدم تسمیہ نکاح نہیں اس واسطے کہ ہر تالیح ہر نکاح میں بخلاف بیع کہ ہر ایک کی قسم نے دوسرے کی قسم سے ابتدا کی جائے اس واسطے کہ دو تسلیموں میں سے پہلی تسلیم زوج پر ہے تو دو قسموں سے پہلی قسم اسپر ہوگی کذا فی الظہیر بیع تسلیم سے مراد تسلیم ہر اور تسلیم نفس زوج ہے اور دونوں میں تسلیم ہر معجل مقدم اور سابق ہے اور یعنی تحالف عند العجز کرضی کی تخریج ہے خواہ ہر مثل زوج کے موافق ہو یا اقل یا زوجہ کے موافق ہو یا اکثر یا میں قولین ہو اور اسی کی تخریج پر تحالف نہیں ہے ایک جہ میں وجوہ خمسہ مذکورہ سے وہ صورت ہے کہ ہر مثل کسی کے قول کا شاہد ہو اور باقی صورتوں میں زوج کا قول مقبول ہے قسم کے ساتھ اگر ہر مثل اسکے موافق ہو یا اقل اور زوجہ کا حق قسم کے ساتھ مقبول ہے اگر ہر مثل اسکے موافق ہو یا اکثر اور شرح بہا یہ ترجیح قولین میں مختلف ہیں کذا فی الطحاوی و حکیم بانستدیدی بحل ہر مشلہما علی سقوط اعتبار التسمیہ بالتحالف فی قضا بقولہ لو کان کمالہ او اقل و بقولہما لو کما التما او اکثر و بوجہ ہر ای میں ما ندعیہ و یدعیہ اور زوجہ کا ہر مثل حکم ٹھہرایا جائیگا بسبب ساقط ہوجانے تسمیہ ہر کے تحالف سے تو زوج کے قول پر حکم ہوگا اگر ہر اسکے قول کے موافق ہو یا کمتر اور زوجہ کے قول پر حکم ہوگا اگر ہر مثل اسکے قول کے مانند ہو یا اکثر اور ہر مثل پر حکم ہوگا اگر ہر مثل باہم دعویٰ زوجہ اور دعویٰ زوج ہو و لو تحلفا ای المورج و ہتا جری فی بدل لاجارۃ او فی قدر المدۃ قبیل الاستیفاء للنفقۃ کالتما تر او بدی ہمین المتاجر لو اختلفا فی البدل و المورج لو فی المدۃ لو ہر ہر بنا فالبینۃ للمورج فی البدل و المتاجر فی المدۃ اور اگر اختلاف کیا مورج اور ستاجر نے بدل اجارہ میں یا مدت اجارہ کی مقدار میں منفعت حاصل کرنے سے پہلے تو دونوں قسم کھائیں اور اجارہ کے نوزاہل کریں اور ستاجر کی قسم سے شروع کی جائے اگر دونوں بدل جارہ میں مختلف ہوں اور مورج کی قسم سے ابتدا کی جائے اگر مدت میں مختلف ہوں اور اگر دونوں گواہ لاوین تو مورج کے گواہ بدل میں مقبول ہیں اور ستاجر کے گواہ مدت میں مقبول ہیں کذا فی المنفقۃ سے مراد یہ ہے کہ استیفاء منفعت پر قادر ہونے کے اندر اور عدم استیفاء سے عدم قدرت استیفاء مراد ہے اس واسطے کہ قدرت علی الاستیفاء بجائے استیفاء ہے جو بہ جرت میں یعنی در صورت صحت عقد کذا فی الجرح و بعدہ لا والقول للمتاجر لا منکر للزیادۃ اور بعد استیفاء منفعت تحالف نہیں اور ستاجر کا قول مقبول ہے اس واسطے کہ وہ زیادت اجرت کا منکر ہے بعد استیفاء منفعت تحالف اس واسطے نہیں کہ تحالف تو فسخ کے واسطے ہوتا ہے اور بعد استیفاء منافع فسخ عقد تصور نہیں کذا فی الدرر اور اگر مدت میں اختلاف ہو تو مورج کا قول مقبول ہوگا علمائے یہ مسئلہ مذکور نہیں کیا اس واسطے کہ ظہر تھا کذا فی الطحاوی بن ابی اسود و لو اختلفا بعد التکلیف من استیفاء بعض من المنفقۃ کالتما تر و فسخ العقد فی الباقی والقول فی الماضی للمتاجر لانفقادہا ساعۃ فساعۃ فکل جزء عقد بخلاف البیع اور اگر مورج اور ستاجر نے اختلاف کیا استیفاء بعض منفعت کی تکلیف کے بعد تو دونوں قسم کھاویں و عقد اجارہ فسخ کر دیا جائے باقی میں اور ماضی میں ستاجر کا قول مقبول ہے بسبب عقد ہونے اجارے کے دم ہدم تو ہر جز اس کا مانند عقد ہے یعنی

Marfat.com

بہتر ہے عقود علیہ کے بخلاف بیع کے معنی عقد ہا رہے دمہم منعقد ہوتا ہے کسب حدود منفعت تو ہر جز منفعت کا بہتر ہے عقود علیہ کے ہی بالاستقلال تو ما بقی  
گو یا عقود بالعقد ہر اہل اس میں مخالفت ہوگا بخلاف ہذا بعض بیع اس واسطے کہ ہر جز بیع کا عقود بعقد نہیں بلکہ بالکل عقود واحد ہے تو بیع فسخ منعقد ہوا بعض  
بیع میں سبب تلف ہونے کے تو بالضرور کل بیع میں منعقد ہوگا وان اختلفت الزوجان ولو ملوکین او مکاتبین او صغیرین و صغیر کما مع لادیت مع سلم قام  
الکلی اولانی بیت لہما و لواحدهما خزائن الاکل لان العبرة للید للاملاک اور اگر زوجین نے اختلاف کیا اگرچہ زوجین ملوک یا مکاتب یا صغیر ہوں اور ہا لک  
صغیر یا وقت جماع رکھتا ہے یا زہر ذمیہ ہو زوج سلم کے ساتھ خواہ اختلاف کے وقت تک صحیح قائم ہو یا نہ قائم ہو خواہ اختلاف اس گھر میں ہو یا جو دونوں کا  
ملوک ہے یا ایک شخص کا انہیں سے کذافی خزائن الاکل عموم بیت اس واسطے ہوا کہ اعتبار تصرف کا ہر نہ ملک کافی شاع ہوتا ہا کان فی البیت ولو ذہبا  
او فضة فالقول لکل واحد منہما فیما صلح مع یمینہ زوجین نے اختلاف کیا اس شاع میں شاع سے مراد یہاں وہ چیز ہے جو گھر میں ہو اگرچہ سونا ہو  
یا چاندی تو زوجین میں سے ہر واحد کا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ جو اسکے لائق ہے ہم زوج کے لائق اسباب بکری اور تاج اور قبائل اور ہتھیار اور گھڑ  
اور کتابین اور گھوڑ اور زرہ اور زہرہ کے لائق اور کھیتی اور کرتی اور زور اور مانند اسکے اور چیزیں ہیں لغت میں شاع عبارت ہے اس اسباب  
جس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے چنانچہ غلہ اور کپڑے اور اثاث البیت لیکن اس مقام میں متاع چاندی کو بھی شامل ہے الا اذا کان کل منہما فیعل و بیع بالصلح  
لاخر فالقول لتعارض الظاہرین درر وغیر ہا لکہ جبکہ زوجین میں سے ہر شخص بتا یا بیچتا ہو اس شاع کو جو دوسرے کے لائق ہے تو اب زوج ہی کا قول مقبول  
ہوگا سبب تعارض ہونے دونوں ظاہر کے کذافی الدرر وغیر ہا مثلاً زوج زرگر ہے کہ زیور عورتوں کے بتاتا ہے اور زیورین اختلاف واقع ہوا زوج کہتا ہے کہ یہ میرا ہے  
اور زہر کہتی ہے کہ میرا ہے تو ظاہر صلاحیت زیور زوج کا شاہد ہے اور ظاہر صنعت زرگری زوج کا شاہد ہے تو دونوں ظاہرین میں تعارض ہوا تو دونوں ظاہر ساقط الکل  
ہو گئے تو اب اعتبار تصرف مع گھر کے گائینی زہر اور زہر کے قبض میں ہے وہ زوج کے قبض تصرف میں ہے لہذا اس صورت میں زوج ہی کا قول مقبول ہوگا کذا  
فی المخطاوی تصرف والقول لہ فی المصلح لہما لانہا مانی ید ہانی ید وہ قول لذی الید اور زوج کا قول مقبول ہے اس شاع میں جو دونوں کے لائق ہے اس  
واسطے کہ زہر اور زہر کے ہاتھ میں ہے وہ زوج کے ہاتھ یعنی تصرف میں ہے اور قول مقبول صاحب تصرف کا ہے ہم اسباب لائق زوجین کے چنانچہ فرش اور  
ظروف اور روشنی اور نقد اور نوٹھی غلام اور عیالی اور زمین اور باغ بخلاف بیکس بہا لان ظاہر با ظہر من ظاہر وہو ید الاستعمال بخلاف اس شاع کے جو زہر  
کے ساتھ مخصوص ہے اس واسطے کہ زہر کا ظاہر ظہر ہی زوج کے ظاہر سے اور وہ یعنی ظاہر زہر تصرف استعمال ہے ہم یہ جواب ہے اس سوال کا جو کلام سابق پر وارد ہوتا  
ہے یعنی جب دعاوی میں ذی الید کا قول مقبول ہوا اور زہر اور زہر کے قبض میں ہے وہ زوج کے تصرف میں ہے تو چاہیے کہ شاع مختص ہے وہ میں بیوی  
زوج ہی کا قول مقبول ہونے کا اس کا جواب یوں دیا کہ ید استعمالی زہر اور اتوی ہی زوج کے ید سے ولو اقا بانیہ لقیسی لہنہا لانہا خارجہ خانیہ  
والبیت للزوج الا ان یکون لہا بیۃ بکر اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو زہر کے گواہوں پر حکم ہوگا اس واسطے کہ عورت خارج ہے یعنی ذی الید نہیں کذا  
فی الخانیہ اور گھر زوج کا ہے مگر یکہ زہر کے گواہ ہوں اس پر حکم زہر کا ہے تو زہر کے گواہ سموع ہونگے کذافی ابجد و ہذا زوجین وان مات احدہما و  
اختلف وارثہ مع اخی فی المشکل الصالح لہما فالقول فیہ للخی دیور قیقا وقال الشافعی او مالک اکل بینہما وقال ابن ابی لیلی اکل لہ وقال الحسن  
البصری اکل لہما فی السبۃ وعد فی الخانیہ تسعة اقوال اور یہ جو مذکور ہو چکا اس صورت میں تھا جبکہ زوج اور زہر دونوں زندہ ہوں اور اگر ایک  
ان میں سے مر گیا اور میت کے وارث نے زندہ کے ساتھ مشکل میں یعنی اس شاع میں جو دونوں کے لائق ہے اختلاف کیا تو اس میں زندہ کا قول مقبول  
ہے اگرچہ وہ ملوک ہو اور شافعی زہر اور مالک نے کہا کل مال دونوں کا برابر ہے اور ابن ابی لیلی نے کہا سب مال زوج کا ہے اور حسن بصری نے کہا  
تمام شاع زہر کی ہے اور اس سلسلے میں سات قول ہیں سات مجتہدوں کے اور خانیہ میں نو قول شمار کیے ہیں ہم اقوال تسعہ میں سے پہلا قول امام کا ہے

Marfat.com

جو نین میں مذکور ہو چکا یعنی متاع شکل میں زندہ کا قول مقبول ہے۔ ابو یوسف نے کا قول زوجه کے واسطے بقدر قیمت مثل زوجه اور باقی زوج کا ہر سہا بن  
 بی بی کا قول کہ سب متاع زوج کی ہے۔ قول ابن معین اور شریک کا کہ دونوں میں مال برابر ہے۔ حسن بصری نے کا قول کہ سب مال زوجه کا ہے۔ قول  
 شریح کا کہ گھر عورت کا ہے۔ قول محمد بن کا کہ متاع شکل طلاق اور موت میں زوج کی ہے۔ قول زفر بن کا کہ متاع شکل دونوں میں برابر ہے۔ قول مالک کا کہ  
 کل مال دونوں میں برابر ہے۔ کذا فی البحر عن خزائنہ الاکل بلخصاً ولو اوجدها مملوکاً و لو اذنا او مکاتباً و لا و متشافی بہا کا کہ قول للحر فی کفایتہ و لیس فی  
 المملوک لان ید احر اقوی و لا ید للمیت اور اگر احد الزوجین مملوک ہو اگرچہ وہ ما ذون یا مکاتب ہو تو حر کا قول زندگی میں معتبر ہے اور زندہ کا قول خواہ  
 وہ مملوک ہو یا مملوک موت میں مقبول ہے حر کا قول زندگی میں اس واسطے معتبر ہے کہ تصرف حر کا قوی تر ہے مملوک کے تصرف سے اور زندہ کے کا قول موت میں اس  
 واسطے مقبول ہے کہ میت کے واسطے تصرف نہیں اور صاحبین نے اور متشافی نے کہا کہ زوجه میں مملوک اور حر حکم میں حر کے برابر ہیں بحقیقت الامتہ او المکاتبہ  
 او المدبرۃ و اختارت نفسہا فی البیت قبل العقد و ما بعدہ قبل ان یتخار لنفسہا مملوکاً و ما وصفت فی الطلاق بجز ازاد ہوگی تو مذکور  
 ہے کہ کا تہ یاد ہے اور جسے اپنی ذات کو اختیار کیا یعنی زوحیت سابقہ سے راضی نہ رہی تو جو اسباب گھر میں ہے قبل آنا ہونے کے سو وہ مرد کا ہے اور جو اس کے  
 بعد آدوی کے ہو قبل اختیار کرنے اپنی ذات کے سو اس طرح پر ہے کہ سب کو جنے کتاب الطلاق میں مذکور کیا حکم یعنی دونوں حرین کے برابر ہیں حکم میں کذا فی البحر  
 و فیہ لفظا و مضت العدة فالشکل للزوج و نورثہ لعدہ لانھا صارت اجنبیۃ لایدہا اور بجز الراتق میں ہے کہ زوجه کو طلاق دی اور عدت گذر گئی تو متاع  
 شکل زوج کی ہے اور اسکے وارثوں کی زوج کے بعد اس واسطے کہ زوجه غیر شخص ہوگی جس کا کچھ تصرف ثابت نہیں و ما ذکرنا ان الشكل للزوج فی الطلاق  
 فلذہ الوارثہ اور جبکہ ہننے متاع شکل کا طلاق میں ذکر کیا کہ وہ زوج کی ہے تو اسی طرح زوج کے داوت کی ہم طحاوی نے کہا لیس شرط ہے اور اس کا جواب  
 فلذہ لیکون لوارثہ ہے اور اس عبارت کے ذکر کرنے کا کچھ فائدہ نہیں اور بجز الراتق کی عبارت اس سے خالی ہے و اما لومات و فی العدة فالشکل بہا کا تہ  
 المطلقا بدیل رہتا اور اگر زوج مر گیا اور زوجه عدت میں ہے تو متاع شکل زوجه کی ہے گویا اسے اسکو طلاق ہی نہیں دی اس کے وارث ہو سکی دلیل سے تو خلف  
 المورث و المتاجر فی متاع البیت فالقول للستا جرمینیہ و لیس للمورث الا ان علیہ من شیب بدہ اور اگر مویج اور مستاجر نے اختلاف کیا اجارہ والے  
 گھر کے اسباب میں تو مستاجر ہی کا قول مقبول ہے اس کے قسم کھانے کے ساتھ اور مویج کا کچھ نہیں مگر جو اسکے بدن پر کپڑے ہیں و نو اختلاف اسکانی و عطار  
 فی آلات الاسانفہ و آلات العطارین وہی فی ابیدیمانی بنہما بلا نظر لما یصلح کل ہما و تاسر فی السراج اور اگر کفشگر اور عطار نے جھگڑا کیا کفشگر و عطار  
 عطار دن کے ہتھیاروں میں اور حالانکہ دونوں طرح کے ہتھیار دونوں شخصوں کے قبض اور تصرف میں ہیں تو وہ دونوں کے ہیں بلا نظر صلاحیت ہر دو  
 یعنی رعایت نہوگی کہ کفشگر و عطار کے ہتھیار کفشگر کے ہتھیار اور عطاروں کے آلات عطار کے ہوں اور پورا بیان اسکا سراج میں ہم آلات مذکورہ دونوں  
 میں اس واسطے برابر ہوں کہ گاہے ایک پیشہ ورد دوسرے پیشے کے ہتھیار رکھتا ہے اپنی ذات کے واسطے یا بیچنے کے واسطے تو ترجیح نہیں ہو سکتی رجل  
 معروف بالفقر و الحاجة صار بیدہ غلام و علی عنقہ بدوہ و ذلک بدارہ قاعدہ رجل عرف بالیسار و ادعاہ صاحب الدار  
 فقولہ معروف بالیسار ایک مرد فلسی اور محتاجی میں مشہور ہے اس کے ہاتھ ایک غلام لگا گیا جسکی گردن میں روپے یا شرفیون کی تھیلی معلق ہے  
 اور وہ فلس مذکور کے گھر میں ہے سو اس غلام کا اس مرد نے دعوی کیا جو بالداری اور تو انگری میں مشہور ہے اور صاحب خانہ نے بھی اسکا دعوی کیا  
 تو وہ غلام اس شخص کا ہے جو مال دار مشہور ہے ہم بدوہ اس تھیلی کو کہتے ہیں جس میں ہزار یا دس ہزار درم ہوں یا سات ہزار دینار ہوں کذا فی القاسم  
 و کذا کانس فی منزل رجل علی عنقہ فلیقول الذی ہو علی عنقہ ہی لی و ادعاہ صاحب المنزل فی صاحب المنزل اور اسی  
 طرح ایک جاوید کش ہے ایک مرد کے گھر میں اور اسکی گردن پر تھیل کا بالا پوش ہے جسکی گردن پر وہ کتا ہے کہ یہ میرا ہے اور صاحب خانہ کتا ہے کہ میرا ہے

مطلوع یعنی بیچنا اور بیانی میں اسکو توڑا ہے یعنی اور بیانی اور بیانی میں ہوتے ہیں ۱۱



تو وہ صاحب خانہ کا ہوم اسمین اور مسئلہ سابقہ میں فقہانے ظاہر حال پر عمل کیا کذا فی الطحاوی رحلان فی سفینتہ بہا و دقیق فادعی کل واحد السفینتہ وما فیہا فاحدہما یعرف ببیع الدقیق والاخری انہ طاح فالدقیق للذی بعثتہ بمعہ والسفینتہ لمن بعثتہ انہ طاح  
 علو بالظاہر دومردین ایک نامزدین جس میں آٹا ہر سوہر واحدنا و اور آٹے کا دعویٰ کرتا ہوا اور ایک شخص انہیں سے آٹا بیچنے میں مشہور ہوا اور دوسرا ملاجی میں  
 تو آٹا اسکا ہوا جو آٹا بیچنے میں مشہور ہوا اور ناؤ اسکی ہوا جو طاح مشہور ہوا بنا بر عمل بظاہر حال و لوفیہا را کب و آخر مسک و آخر بیخز بہا و آخر میدنا و کلمہ یہ دعویٰ نہا فی  
 بین اثنتین اثنا و لاشی للما و اگر ایک نامزدین ایک شخص سوار ہوا اور دوسرا شخص اسکو بکڑے ہوا اور میرا اسکو اپنی طرف کھینچتا ہوا اور چوتھا اسکو بہا تا ہوا اور سب  
 اسکا دعویٰ کرتے ہیں تو وہ کشتی تیر شخصوں میں تین تھا ہوا اور بہانے والے کا اسمین کچھ نہیں سم شاید کہ اس واسطے بہانے والے کا حصہ نہیں کہ وہ مزدور ہے

کذا فی الطحاوی رجل یقود قطارین وخرراکب ان علی کل متاع للراکب فکلما لہ والقائد وجیرہ وان لاشی علیہا فللراکب ماہوراکبہ والباقی للقاائد بخلاف البحر  
 والغم وتمامہ فی خزائہ الاکل ایک شخص انٹون کی قطار کھینچتا ہوا اور دوسرا شخص سوار ہوا اگر ہر اونٹ پر سوار کا اسباب ہوا تو سب اونٹ اسکے ہیں اور قطار کھینچنے  
 والا اسکا مزدور ہوا اور اگر انٹون پر اسباب نہیں تو وہ سوار کا اونٹ ہے جس پر وہ سوار ہوا اور باقی اونٹ قطار کھینچنے والے کے ہیں بخلاف گاہے میل اور  
 بھیر بکری کے اور پورا بیان اسکا خزائہ الاکل میں ہم یعنی اگر گاہے میل یا بھیر بکری کو ایک شخص کھینچتا ہوا اور دوسرا ہانکتا ہو تو وہ ہانکنے والے کے ہیں کذا فی البحر

**فصل فی دفع الدعویٰ یہ فصل ہر دعویٰ کے دفع کرنے میں یعنی مدعا علیہ نے اپنے اوپر دعویٰ مدعی کا نہ آنے دیا جیسے دعویٰ قبل برمان مدعی صحیح  
 ویسے ہی بعد برمان بھی صحیح ہوا اور اسی طرح نہیں صحیح ہے جیسے بعد حکم صحیح ہوا اور دفع الدعویٰ اور دفع الدعویٰ کا دفع صحیح ہوا اگرچہ کثیر ہو قول مختار میں اور غیر مدعا علیہ  
 کا دفع مسوع نہیں اور دفع احد الورثۃ کا مسوع ہوا اگرچہ مدعی نے دوسرے وارث پر دعویٰ کیا ہو کذا فی البحر لخصا لما قدم من یكون خصما ذکر من لا یكون خصما  
 جبکہ مصنف نے پہلے اسکے ذکر کیا اسکو جو خصم ہوتا ہوا اب ذکر شروع کیا اسکا جو خصم نہیں ہوتا قال ذوالیبد ہذا لاشی المدعی منقولاً کان او عقاراً او عیالاً او**

**اعارینہ او اجرینہ او ہنیۃ زید العائب او غصبۃ منہ من العائب ویرین علیہ علی ما ذکرہ العین قائمۃ لہا لکۃ وقال الشہو و لعرقہ یا سمر و نسبہ او بوجہ  
 و شرط محدد معرفتہ بوجہ ایضا فلوحلف لا یعرف فلانا و ہوا لایعرفہ الا بوجہ لایختم ذکرہ الزلیعی و فی الشربلالیۃ عن خطا العلامۃ المقدسی عن البرازیۃ ان لعیول الامتہ  
 علی قول محمد جہ انتہی فلیحفظ کما ذی الید نے کہ یہ شیخ جس کا مدعی دعویٰ کرتا ہوا وہ منقول ہوا یا غیر منقول میرے پاس ودیعت رکھی یا جھکو بعا ریت دی  
 یا اجارہ رکھی یا وہ گھر رکھی ہو زید نے جو غائب ہو بہان سے یا میں نے اسکو شخص غائب سے بغصب لیا ہوا اور امور مذکورہ پر وہ گواہ لایا اور حالانکہ وہ شیخ  
 متنازعہ فیہ قائم ہے نہ ہالک اور گواہوں نے کہا کہ ہم شخص غائب کو اس کے نام اور نسب سے یا اسکی صورت سے پہچانتے ہیں اور محمد جہ نے اسم اور  
 نسب کے ساتھ اسکی رو شناسی بھی شرط کی ہو تو بوجیب قول محمد جہ اگر قسم کھائے کہ میں فلا نے کو نہیں پہچانتا اور حالانکہ وہ اسکو نہیں پہچانتا مگر اسکی صورت  
 سے تو حانت ہو گا ذکر کیا ہوا اسکو زلیعی نے اور شربلالیہ میں علامہ مقدسی کے خط سے بزاز سے مذکور ہے کہ زید نے فقہا کا اعتماد محمد جہ کے قول پر ہوا انتہی تو**

**اسکو یاد رکھنا چاہئے وقعت خصوصۃ المدعی للملک المطلق لان ید ہولاد لیست یہ خصوصۃ ذی الید کے قول مع البرمان سے دفع ہو جائیگی خصوصت  
 اس مدعی کی جو ملک مطلق کا دعویٰ کرتا ہوا اس واسطے کہ قبضہ ان لوگوں کا یعنی مودعا اندر مستعیر اور متاجر اور مرتین اور غاصب کا قبضہ خصوصت نہیں سم اور  
 اگر ملک مقید کا مدعی ہو اس طرح کہ ذی الید نے اسکو خرید کیا پھر آزاد کر دیا اور ذی الید نے اسکو بذکر ودیعت یا غصب یا بہن غائب نے کیا تو خصوصت  
 دفع نہوگی اور ذی الید پر اسکے آزاد کرنے کا حکم ہو گا کذا فی الطحاوی وقال ابو یوسف ان عرف ذوالید باللیل لا تمنع ویرید خذ متقی و اختارہ فی ا**

**اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر ذی الید خرید کر لیا اور اسے آزاد کر دینے کا حکم ہو گا کذا فی الطحاوی وقال ابو یوسف ان عرف ذوالید باللیل لا تمنع ویرید خذ متقی و اختارہ فی ا  
 م حیلہ گیری اس طرح پر کہ کوئی شخص کسی آدمی کا مال غصب کر لیتا ہو پھر مخفی کسی سفر کرنے والے کو دیتا ہوا اور سافر گواہوں کے سامنے اس معصوب کو غاصب کے**

پاس ودیعت رکھتا ہوتا کہ جب مالک آوے اور اپنی ملک کے اثبات کا ارادہ کرے تو ذی الید اسپر گواہ قائم کرے کہ فلا نے مسافر نے اسکو میرے پاس  
ودیعت رکھا ہے تو مالک کا حق باطل ہو جائے زیلعی نے کہا تو حاکم پر واجب ہے کہ لوگوں کے حالات دیکھتا رہے اور ان کے حال کے موافق عمل کرے ابو یوسف  
قائل اس قول کے ہونے بعد قاضی ہونے اور لوگوں کی حیلہ گیری دریا نت کرنے کے (ولیس الخیر کا معانیہ) کذا فی الطحاوی و نیزہ مختصہ کتاب الدعوی لانا  
نیہما اقوال خستہ علماء کما لبطہ فی الدرر اولان صور ما خمس عینی وغیرہ اور یہ یعنی مسئلہ دفع خمسہ ہے کتاب الدعوی کا اس واسطے کہ آئین پانچ عالمون کے قول میں  
چنانچہ درمشیح ہر یا خمسہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اس مسئلہ کی پانچ صورتیں ہیں یعنی ودیعت اور عارہ اور اجارہ اور ہین اور غصب کذا فی العینی وغیرہ ہم اقوال  
خمسہ میں سے پہلا قول ذہ ہے جو متن میں مذکور ہے دوسرا قول ابو یوسف کا تیسرا قول محمد رحمہ اللہ کا کہ معرفت اسم اور نسب کے ساتھ روشناسی بھی ضرور ہے چوتھا قول ابن شریک  
کا کہ مدعا علیہ سے مطلق خصوصیت دفع نہیں ہوتی یا پانچواں قول ابن ابی لیلی رحمہ اللہ کا کہ بدون گواہوں کے خصوصیت دفع ہو جاتی ہے کہ آئینہ غیر ملک کا اقرار کیا کذا فی الطحا  
قلت و فیہ نظر اذا حکم کذلک لو قال و کفی صاحبہ بقطعة او اسکنتی فیہا زید الغائب او سرقته منہ او انترعتہ منہ او فعل منہ فوجدتہ بجراد ہی فی ید می مزارعتہ  
بزازیہ فالصور احدی عشرہ قلت لکن الحق فی البزازیہ المزارعتہ بالاجارۃ او الودیعتہ فال فلا زید او علی الخمس وقد حررتہ فی شرح الملتقی میں کہتا ہوں اور  
یعنی کے قول میں گفتگو اس واسطے کہ حکم اسی طرح کا ہے اگر ذی الید نے کہا کہ اسکے مالک نے اسکی حفاظت کا مجھکو وکیل کیا یا اس گھر میں مجھکو زید  
غائب نے رکھا یا میں نے اسکو غائب سے بطور سرقہ لیا یا میں نے اسکو نکال لیا یا اسکے پاس سے وہ چیز گم ہو گئی تھی سو میں نے اسکو پایا کذا فی  
الجہر یا کہ وہ زمین میرے پاس بطور مزارعت کے ہے تو اب سب گیارہ صورتیں ہوں میں کہتا ہوں لیکن جس بات وہ ہے جو بزازیہ میں ہے کہ مزارعت اجارہ  
یا ودیعت کے ساتھ الحق ہے بزازیہ نے کہا تو پانچ صورتوں سے زیادہ نہیں اور البتہ میں نے اسکی شرح ملتی میں تحریر کی ہے وان کان مالکا  
او قال الشہود او دعو من لالعرقہ او اقر ذوالید بید الخصم کان قال ذوالید اشتریتہ او اتبیتہ من الغائب او لم یبع الملك المظن بل  
او علی القعل بان قال المدعی غصبہ منی او قال سرق منی و بناہ للمفعول للستر علیہ فکانہ قال سرقہ منی بخلاف غصب منی او غصبہ منی فلان الغائب  
کما تبھی حیث تمدنہ اور اگر مدعی بہ مالک ہو گا گواہوں نے کہا کہ اسکو ودیعت رکھا ہے آئینہ جسکو ہم نہیں پہچانتے یا ذی الید نے قبضہ خصوصیت کا اقرار  
کیا چنانچہ ذی الید نے یوں کہا کہ میں نے اسکو خرید کیا یا بطریق ہبہ کے لیا شخص غائب سے یا مدعی نے ملک مطلق کا دعوی نہ کیا بلکہ مدعا علیہ کے  
فعل کا دعوی کیا اس طرح ہے کہ مدعی نے کہا کہ تو نے اسکو غصب کر لیا مجھ سے یا یوں کہا چورا لیا گیا مجھ سے مصنف نے چوری کو بصیغہ مجہول ذکر کیا مدعا علیہ  
کی پردہ پوشی کے واسطے تو گویا مدعی نے یوں کہا کہ تو نے اسکو مجھ سے چور لیا بخلاف اس قول کے کہ غصب کر لیا گیا مجھ سے یا اسکو غصب کر لیا مجھ سے  
فلانے غائب نے چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا کہ وہاں خصوصیت مدعا علیہ سے دفع ہو جائیگی وہل تمدنہ بالمصدر الصحیح لایزایہ اور کیا خصوصیت دفع ہو گی  
بصیغہ مصدر غصب قول صحیح یہ ہے کہ خصوصیت دفع ہونگی کذا فی البزازیہ ہم یعنی اگر مدعی نے یوں کہا کہ یہ چیز میری ملک ہے اور مدعا علیہ کے پاس غصب ہے اور  
مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس غائب نے ودیعت رکھی ہے تو بقول صحیح دعوی مدعی کا مندرج ہو گا و قال ذوالید فی الرق او و عنیہ فلان و  
ببین علیہ لا تمدنہ فی الكل لما قلنا اور ذی الید نے دعوی غصب اور سرقہ کے دفع میں کہا کہ اسکو میرے پاس فلانے غائب نے ودیعت رکھا ہے اور  
اسپر گواہ لایا تو کل مسائل مذکورہ میں خصوصیت مندرج ہونگی اس دلیل سے جو ہم کہ چکے ہم یعنی مالک وغیرہ میں اسواسطے خصوصیت دفع ہوتی کہ دفع خصوصیت  
کے واسطے قیام عین اور معرفت شہود کو شارح شرط کر چکا ہے اور دعوی خریداری اور ہبہ میں اقرار قبض ملک ہے اور غصب اور سرقہ میں مدعی کا دعوی ہی  
مدعا علیہ کے فعل کا قال فی غیر مجلس الحکم انہ ملکی ثم قال فی مجلسہ انہ و ولیعہ عندی اور ہین من فلان تمدنہ مع البرمان علی ما ذکر کہا  
ذی الید نے مجلس حکم کے سوا اور مکان میں کہ وہ میری ملک ہے پھر مجلس حکم میں بولا کہ وہ ودیعت ہے میرے پاس یا ہین ہے فلانے کی جانب سے تو خصوصیت دفع

یعنی شہدہ کا ابو  
ما تدریہ ۱۲  
تتم اول زوالیہ صیغہ  
ما فی کو الحق بتمید یافت  
بھی اور ہین  
بھی غالباً تقدیر لانا  
حق اس طرح لکھا کہ  
بزازیہ میں وزارت کو  
اجا سے کے ساتھ الحق  
کیا ہے تو ہر خطا ۱۲

ہوگی گواہی کے ساتھ اپنے دعویٰ مذکور پر یعنی اگر مدعا علیہ ودیعت یا رہن پر گواہ لایا تو دعویٰ مدعی کا دفع ہو جائیگا اور غیر مجلس حکم کا اقرار مقبول نہ ہوگا  
 اگر جبکہ مدعی اسکو گواہی ثابت کرے چنانچہ مصنف اسکی آگے تصریح کرتا ہے ولو بہین المدعی علی مقالۃ الاولیٰ بحیثہ خصما و حکم علیہ سبق اقرار بہین  
 اللہ بزازیہ اور اگر مدعی گواہ لاوے ذی الید کے اول قول پر یعنی اسکے دعویٰ ملک پر تو قاضی اسکو خصم قرار دے اور اس پر حکم کرے بسبب سابق ہونے  
 اس اقرار کے جو مانع ہے دفع خصومت کا کذا فی البزازیہ وان قال المدعی اشتراکیۃ من فلان الغائب وقال ذوالید فی الذبح او وغنیہ  
 فلان ذلک ای بنفسہ فلو بوکیل لم تنزع بلائینہ وقعت الخصومتہ وان لم یبرہن لتوافقما ان اصل الملك للغائب اور اگر مدعی نے کہا کہ میں نے اسکو  
 فلان شخص غائب سے خرید کیا اور ذی الید نے اسکے دفع میں کہا میرے پاس اسے فلان نے غائب نے ودیعت رکھا بذات خود تو ذی الید سے خصومت مندرج  
 ہوگی اگرچہ ذی الید گواہ نہ لاوے بسبب موافق ہونے دونوں کے اسپر کہ اصل ملک شخص غائب کی ہے پھر اگر ذی الید یوں کہے کہ میرے پاس شخص غائب کے  
 وکیل نے اس کو ودیعت رکھا ہے تو خصومت مندرج ہوگی بدون گواہ لانے ذی الید کے الا اذا قال اشتراکیۃ وکلنی بقبضہ و بہین مگر جبکہ مدعی نے کہا کہ میں نے  
 اسکو غائب سے خرید کیا اور اسے بھوکو وکیل کیا ہے اسکے قبضہ کرنے پر میرے پاس سے لیکر اور اس پر گواہ لایا تو خصومت مندرج ہوگی یعنی ذی الید سے مدعی  
 اسکو لیکر اس واسطے کہ مدعی حق بالقبض ہے کذا فی العینی و لو صدق فی الشراء لم یؤمر بالتسليم لیکون قضاء علی الغائب باقرارہ وہی عجیبہ اور اگر ذی الید  
 مدعی کی تصدیق کی خرید کرنے میں تو اسکو دینے کا حکم ہوگا تاکہ قضا علی الغائب نہ لازم آوے ذی الید کے اقرار سے اور یہ سلسلہ عجیب ہے یعنی انکار میں تو تسلیم ہو  
 اور تصدیق میں تسلیم نہیں مطلقا وی نے کہا امین ہرگز کچھ مقام عجیب نہیں اس واسطے کہ ذی الید کا اقرار ہے قاصرہ ہی مالک غائب پر ساریت نہیں کر سکتا اور اسی طرح علامہ ابو اسود  
 نے کہا کہ کچھ عجیب نہیں اس واسطے کہ اسکا اقرار غیر شخص پر مقبول نہیں ہے ثم اقتصار المدعی وغیر باعلیٰ دعویٰ الشراء قید الفاتی فلذا قال ولو ادعی انہ لغصبہ  
 منہ فلان الغائب و بہین علیہ و نہ عم ذوالید ان ہذا الغائب و دعوہ عندہ اندفعت لتوافقما ان الید لذلک لرجل پھر اخصار کرنا صاحب دُرر  
 وغیرہ کا خرید کے دعوے پر قید الفاتی ہے سو اسی واسطے مصنف رح نے کہا اور اگر مدعی نے دعویٰ کیا کہ وہ چیز اسکی ہے اس سے فلان نے غائب نے غصب کی ہے اور پھر  
 گواہ لایا اور ذی الید نے زعم کیا کہ اس شخص غائب نے اسکے پاس اسکو ودیعت رکھا تو ذی الید سے خصومت مندرج ہوگی بسبب موافق ہونے دونوں کے  
 اسپر کہ قبضہ اسی مرد غائب کے واسطے ثابت ہے ولو کان مکان دعویٰ الغصب دعویٰ سرقۃ تنزع بزعم ذی الید ایداع ذلک الغائب استحسانا بقرۃ  
 اور اگر بجائے دعویٰ غصب دعویٰ سرقہ ہو تو خصومت مندرج ہوگی ذی الید کے یوں زعم کرنے سے کہ اس غائب نے میرے پاس اسکو ودیعت رکھا ہے اور  
 استحسان کے کذا فی البزازیہ و فی شرح الوہابیۃ للشرنبلالی لو اتفقا علی الملک لزید و کل مدعی الاجارۃ منہ لم یکن الثانی خصما للاول علی الصحیح اور شرنبلالی  
 کی شرح وہابیہ میں ہے کہ اگر دو شخص متفق ہوں زید کی ملک پر اور ہر شخص اس سے اجارہ لینے کا مدعی ہو تو مدعی ثانی مدعی اول کا خصم نہ ہوگا بقول صحیح ہم مالک  
 کے آئے تاکہ اس واسطے خصم نہ ہوگا کہ دعویٰ اجارہ بمنزلہ دعویٰ استعارہ کے ہے کیونکہ ہر واحد ملک عین کا مدعی نہیں اور یہی علت ہے مسئلہ لاحقہ کی و لا مدعی  
 بہن و شرا و اور مدعی ثانی رہن اور شرا کے مدعی کا خصم ہوگا اما مشتری خصم للکل مگر مشتری تو سب کا خصم ہے یعنی جو خرید کا دعویٰ کرے تاہم وہ گواہ لانے کے بعد  
 متاجر اور مدعی بہن اور مدعی خرید کا خصم ہوگا کذا فی الطحاوی قسوس مسائل ملحقہ شاریح کے قال المدعی علیہ لی دفع لیسئل انی المجلس الثانی  
 صغریٰ اور مدعی علیہ نے کہا کہ میرے پاس دعویٰ مدعی کے دفع کرنے کی وجہ ہے تو اسکو قاضی کے جلسہ ثانی تک فرصت دیجائے کذا فی الصغریٰ  
 للمدعی تحلیف مدعی الا بداع علی الثبات و در مدعی کو قسم لینا مدعی ایداع سے یقین پر جائز ہے کذا فی الدرر یعنی اگر مدعی کے گواہ نہ ہوں تو ذی الید  
 یقین پر نہ علم پر قسم لینا جائز ہے اس واسطے کہ ایداع اگرچہ غیر کافعل ہے لیکن اسکا تمام ہونا یعنی قبول ایداع اس سے متعلق ہے اور ذخیرہ بہن ہی  
 کہ ذی الید پر قسم نہیں اس واسطے کہ وہ ایداع کا مدعی ہے اور حالانکہ مدعی پر قسم نہیں اہم ہی تو کلام وقوع خلاف پر محمول ہے کذا فی الطحاوی در تحلیف

Marfat.com



الدعی علی العلم وتمامہ فی الیزازتہ اور اسکو یعنی مدعا علیہ کو اختیار ہو کہ مدعی سے علم پر قسم لے اور پورا بیان اسکا ترازیمین ہو ہم جبکہ مدعا علیہ ذی الید نے دعوی مدعی کا باظہار ایداع وغیرہ کے دفع کیا اور اثبات سے عاجز ہو گیا اور مدعی نے دفع میں اسکی تصدیق نہ کی اور ذی الید نے مدعی سے قسم چاہی مدعی علم پر قسم کھائے اس طرح کہ والدین نہیں جانتا کہ شخص غائب نے ذی الید کے پاس ودیعت رکھی ہو اس واسطے کہ ایداع غیر کا فعل ہو اور مدعی سے متعلق نہیں کذا فی البحر وکل نقل استہ فرہنت انه اعتقنا قبل الدفع لا لاعتق مالم یخبر المولی ابن ملک رحمہ اللہ نے کسی کو اپنی لونڈی کے کہیں لیجانے کو کسلیا سولونڈی گواہ لائی اسپر کہ مولی نے اسکو آزاد کر دیا تو دعوی نقل کے واسطے دفع مقبول ہو گا نہ آزاد ہو جانے پر جب تک مولی نہ آسکے ذکرہ ابن ملک

**باب دعوی الرجلین**

یہ باب ہر دو مردوں کے دعوی کرنے میں یعنی تیسرے شخص پر دعوی کرنے یا ایک شخص دوسرے پر دعوی کرے تقدم حجتہ خارج فی ملک مطلق اسلم نیکر کہ سبب کیا مدعی حجتہ ذی الید مقدم ہوگی شخص خارج کی حجت ملک مطلق میں ذی الید کی حجت پر ملک مطلق وہ جو میں سبب ملک کا مذکور ہو چکا مذکور ہو چکا خارج وہ شخص ہے جو ذی الید اور قابض ہوا اور وہ تقدیم ہے کہ خارج ہی تو مدعی ہے اور حدیث میں برہان مقبول نہیں مگر مدعی کا برہان وان وقت احدہما فقط حجت خارج مقدم ہو اگرچہ دونوں میں سے ایک ہی شخص وقت ملک بیان کرے ہم یعنی خواہ دونوں تاریخ ملک بیان نہ کریں یا دونوں ایک ہی تاریخ کو ذکر کریں یا فقط ایک ہی شخص تاریخ ذکر کرے بہر صورت حجت خارج مقدم ہے اور اگر دونوں تاریخ کو بیان کریں اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو اب اسی کی حجت مقدم ہوگی کذا فی الجلی وقال ابو یوسف رحمہ اللہ وقت الحق اور ابو یوسف رحمہ اللہ کہ صاحب وقت یعنی جس نے تاریخ اور وقت ملک بیان کیا وہ حق ہے تقدیم حجت میں وترتہ فیما لو قال فی دعواه ہذا العبد لی غائب عنی منذ شہر وقال ذوالییدی منذ سنۃ فقضی للمدعی لان ما ذکرہ تاریخ غیبیہ لالک فلم یوجد التاریخ من الطرفين فقضی بینه الخاریج اور ثمرہ خلاف امام ابو یوسف رحمہ اللہ اس صورت میں ہے کہ خارج نے کہا کہ یہ غلام میرا ہے میرے پاس سے غائب ہو گیا مہینہ بھر سے اور ذی الید نے کہا کہ میرا غلام ہے سال بھر سے تو مدعی خارج کے واسطے حکم ہو گا اسواسطے کہ جو تاریخ خارج نے ذکر کی وہ اسکے غائب ہونے کی تاریخ ہونے مالک ہونے کی تو طرفین سے تاریخ ملک کی نہ پائی گئی بلکہ ذی الید کی طرف سے تاریخ پائی گئی اور امام کے نزدیک تاریخ حالت انفرادی معتبر نہیں تو اسی واسطے حجت خارج پر حکم ہو گا وقال ابو یوسف رحمہ اللہ فی قصۃ المورخ و لو حالہ الا افراد اور ابو یوسف رحمہ اللہ کہ تاریخ بیان کرنے والے کے واسطے حکم ہو گا اگرچہ ذکر تاریخ بحالت انفرادی ہو مگر انفقارین جامع الفتاوی سے یوں منقول ہے کہ ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مورخ کے واسطے حکم ہو گا اسواسطے کہ اسکے نزدیک حالت انفرادی میں مورخ کی ترجیح ہے انتہی تو شارح کو مناسب تھا کہ لفظ ساقط کرے یا اسواسطے کہ کلام تو حالت انفرادی میں ہے اور شارح کے کلام سے نکلتا ہے کہ قضا مورخ کے واسطے ہے خواہ دونوں سے تاریخ صادر ہو یا ایک سے اور حالانکہ در صورت مدعی تاریخ طرفین قضا للمورخ کے کچھ معنی نہیں اسواسطے کہ تاریخ تو دونوں سے ثابت ہے بلکہ یہاں قضا السابق ہوگی کذا فی الطحاوی یعنی ان لفظی بقولہ لانہ اور واظہر کذا فی جامع الفصولین واقرہ المصنف رحمہ اللہ اور لایق یوں ہے کہ بقول ابو یوسف رحمہ اللہ کہ حکم کیا جائے اسواسطے کہ وہ قول بقوا عد فقہ موافق تراء وظاہر تر ہے چنانچہ جامع الفصولین میں ہے اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں ہم شرح انفقارین بجائے یقفے یقفے ہے و ہوا لظہر ولو برہن خارجان علی شہد قضا بہ لہما اور گواہ لادین و شخص خارج ایک چیز پر تیسرے شخص کے قبض میں ہے تو دونوں کے واسطے اس چیز کا حکم ہو گا ہم دلیل اسکی وہ حدیث ہے جو سنن ابوداؤد میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے ایک اونٹ کا دعوی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں اور ہر شخص دو دو گواہ لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اونٹ کو دونوں میں نصفانصف بانٹ دیا اور دوسری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تو حق الامکان اس پر عمل واجب ہے اور یہاں عمل ممکن ہے اسواسطے کہ تبدیل ایدی سے واحد پر اوقات مختلفہ میں ہو سکتا ہے تو گواہی ہا دینے

باب دعوی الرجلین فان خارجا  
دفعہ

یہاں تک کہ بعض کا

کے واسطے ہر فریق اسپر اعتقاد کرتا ہے جو اسے سبب ملک کا مشاہدہ کیا کذا فی الزلیعی فان برہنہ فی دعوی نکاح سقطا لتعذر الجمع لوجہ پھر اگر  
 دو شخص گواہ لائے نکاح کے دعوی میں تو دونوں کی حجت ساقط الاعتبار ہوگی بسبب متعذر ہونے جمع کے اگر عورت زندہ ہے ہم یعنی اگر عورت زندہ کے نکاح کا  
 دو شخصوں نے ساتھ ہی دعوی کیا اور ہر شخص گواہ لایا تو کسی کا دعوی ثابت نہوگا اس واسطے کہ محل قابل شراک کے نہیں بہت برہان کی قید اس واسطے لگائی کہ  
 اگر ایک مدعی گواہ لایا ایک عورت کے نکاح پر اور اسکے واسطے حکم ہو گیا ثبوت نکاح کا پھر دوسرا شخص اسکے نکاح پر گواہ لایا تو گواہ اسکے مقبول نہونگے چنانچہ  
 خریداری کے دعوی میں برہان اول کے بعد برہان ثانی مقبول نہیں کذا فی الطحاوی ولو میتہ قضی بیہنہا و علی کل نصف المہر و برہان میراث زوج واحد ولو ولد  
 ثبت النسب نہما و تمامہ فی الخالصۃ اور اگر عورت سیت ہو تو دونوں مدعیوں کے واسطے نکاح کا حکم ہوگا اور ہر شخص پر نصف نصف مہر لازم آوے گا اور دونوں شخص  
 ایک زوج کی میراث کے وارث ہونگے اور اگر عورت جتی یعنی بعد اسکے مرگئی تو ولد کا نسب دونوں شخصوں سے ثابت ہوگا اور پورا بیان اسکا خلاصہ میں ہم  
 خلاصہ میں باقی بیان یوں ہے کہ ولد مذکور دونوں شخصوں سے میراث ابن کامل کا وارث ہوگا اور دونوں ولد کے متروکہ سے اب احد کی میراث پانچویں کذا فی البحر  
 وہی من صدقۃ او اتم کن فی یدین کذبہ ولم یکن دخل من کذبہ بہا اور عورت اسکی زوجہ ہو جس مدعی کی عورت تصدیق کی بشرطیکہ عورت اسکے پاس نہو  
 جس مدعی کی اسنے تکذیب کی اور جبکی اسنے تکذیب کی اسنے عورت کی وطنی نہ کی ہوم خلاصہ یہ ہے کہ جب دو شخصوں نے ایک عورت میں تنازع کیا اور دونوں گواہ  
 لائے تو اگر تاریخ بیان کی اور ایک کی تاریخ مقدم ہو تو وہ اولی ہے اور اگر تاریخ بیان نہ کی یا دونوں کی تاریخ برابر ہو تو اگر ایک کا قبض ثابت ہو چنانچہ وطنی  
 یا اپنے مکان کا رکھنا تو وہی شخص اولی ہے اور اگر یہ کچھ نہ ہو تو عورت کی تصدیق کا اعتبار ہے الحاصل سبقت تاریخ ہر سبب سے قبضہ قبضہ وطنی پھر اقرار پھر صاحب  
 تاریخ مقدم ہے ظہیر میں ہے کہ اگر ایک کی وطنی پائی گئی اور عورت دوسرے کے گھر میں ہے تو صاحبانہ اولی ہے کذا فی الطحاوی ہذا اذالم یورخا فان ارخا فالسابق احق بہا اور یہ  
 یعنی اعتبار تصدیق عورت اسوقت ہے جبکہ دونوں نے تاریخ بیان نہ کی سو اگر تاریخ بیان کی تو صاحب تاریخ سابق اس عورت کا احق ہے یعنی سبقت تاریخ کے ساتھ  
 قبض اور دخول کا کچھ اعتبار نہیں اس واسطے کہ صریح دلالت پر فائق ہے فلوارخ احدہما فی من صدقۃ او نذی الید برزازیہ قلت و علی ما مر عن الثانی یعنی اعتبار تاریخ  
 احدہما ولم اذن نہ علیہ فمائل سو اگر ایک مدعی نے تاریخ بیان کی تو عورت اسکی زوجہ ہو چکی اسنے تصدیق کی یا ذی الید کی کذا فی البرزازیہ میں کہتا ہوں اور جو برباس قول کے  
 جو ابو یوسف سے منقول ہو چکا ایک شخص کی تاریخ کا اعتبار کرنا لائق ہے اور میں نے نہیں دیکھا اسکو جسے اسپر آگاہ کر دیا ہو تو غور کر اس میں مخطا دہی کہا صاحب  
 بحر الرائق نے اسپر کیا آگاہ کر دیا ہو کہ ایک شخص کی بھی تاریخ موہبات رحمان سے ہے وان اقرت لمن لا حجتہ فی فیہ وان برہن الآخر قضی لہ اور اگر عورت  
 نے اقرار کیا اس مدعی کے واسطے جسکے پاس گواہ نہیں تو وہ اسی مدعی کی زوجہ ہے اور اگر دوسرا مدعی برہان لایا یعنی جبکہ اول مدعی کے واسطے ہر حیثہ سے  
 عورت کے حکم ہو گیا اسکے بعد دوسرا مدعی گواہ لایا تو صاحب برہان کے واسطے حکم ہوگا اس واسطے کہ برہان قوی تر ہے تصادق سے کذا فی الخ ولو برہن احدہما  
 وقضی لہ ثم برہن الآخر لم یقض لہ الا اذا ثبت سلفہ لان البرہان مع التاریخ اقوی منہ بدونہ اور اگر گواہ لایا ایک مدعی اور اسکے واسطے حکم ہو گیا پھر دوسرا  
 مدعی گواہ لایا تو اسکے واسطے حکم نہوگا مگر اس صورت میں جبکہ مدعی ثانی کی سبقت تاریخ ثابت ہو اس واسطے کہ برہان مع التاریخ قوی تر ہے اس برہان سے کہ  
 بدون تاریخ کے ہوم ہر چند برہان دونوں دعوی میں تاریخ ثابت ہو اس واسطے کہ سبقت نہیں ہو سکتی بدون تاریخ کے لیکن جبکہ مدعی ثانی کی تاریخ سابق  
 ہو مدعی اول کی تاریخ سے تو گویا اسنے اصلا تاریخ مذکورہ کی یا مع التاریخ سے تاریخ سابق مراد ہے کذا فی الطحاوی کما تم لقیض برہان خارج علی ذی  
 یظہر نکاحہ الا اذا ثبت سلفہ ای ان نکاحہ اسبق جیسے حکم نہوگا شخص خارج کی برہان سے اس ذی الید کی برہان پر جبکہ نکاح ظاہر ہو چکا مگر اس صورت  
 میں برہان خارج سے حکم ہوگا جبکہ خارج کی سبقت ثابت ہو یعنی یہ ثابت ہو کہ خارج کا نکاح سابق تر ہے ذی الید کے نکاح سے وان ذکر سبب الملک  
 بان برہنہا علی شراشی من ذی الید فلکل نصفہ بنصف الثمن ان شاء و ترکہ اناخیر لتفریق الصفیۃ علیہ اور اگر دونوں مدعیوں نے سبب

ملک کا مذکور کیا اس طرح پر کہ دونوں گواہ لائے ایک چیز کی خرید پر ذی البید سے تو ہمدعی کے واسطے نصف نصف شے کا حکم ہوگا بعض نصف نصف شے کے اگر مدعی چاہے یا اسکو چھوڑ دے مدعی کو اس واسطے اختیار دیا گیا لینے نہ لینے میں کہ اسپر صنفه متفرق ہو گیا یعنی پوری چیز اسکے واسطے باقی نہ رہی اور شاید اسکی رغبت پوری چیز پر ہونے اور صوری پر وان ترک احدہما بعد ما قضی لهما لم یاخذ آخر کلمہ لانفساخہ بالقضاء فلو قبلہ فلا اور اگر ایک مدعی نصف لینے کو چھوڑا دونوں کے واسطے حکم ہو جانے کے بعد تو دوسرا مدعی اسکو پورا نہیں لے سکتا بسبب فسخ ہو جانے سے نصف باقی میں قاضی کے حکم سے سو اگر قبل حکم کے ایک مدعی ترک کرے اور دوسرا پورے لے تو اسکو جائز ہو و ہوا ہی ما ادعیہا شرارہ للسابق تاریخا ان ارجاعہ و البائع ما قبضہ من الآخر البیعا اور وہ یعنی جسکی خرید کا دونوں نے دعوی کیا اس مدعی کی جو جسکی تاریخ سابق ہو اگر دونوں نے تاریخ خرید بیان کی تو بائع پھر دے جو من اسے دوسرے سے لیا کذا فی السراج ہم سبقت تاریخ کا اسوقت اعتبار ہو جبکہ بائع ایک ہو اور اگر دونوں کے بائع مختلف ہوں تو اسبق کے واسطے کچھ ترجیح نہیں اور نہ فقط مورخ کے واسطے کذا فی الطحاوی و ہولذی یدان لم یورخا و ارجاعہ او استوی تاریخہما اور وہ یعنی متنازع فیہ ذی البید کی ہے اگر دونوں مدعیوں نے تاریخ خرید کی بیان نہ کی یا ایک نے فقط تاریخ مذکور کی یا دونوں کی تاریخ برابر ہو و ہولذی وقت ان وقت احدہما فقط و الحال انہ لا یدان ان وقتا تقدم ان لكل نصفه نصف الثمن اور وہ چیز وقت بیان کرنے والے کی ہو اگر دونوں میں سے ایک نے توقيت کی اور مالکہ دونوں کا اسپر قبضہ نہیں اور اگر دونوں نے وقت بیان نہ کیا تو اسکا حکم مذکور ہو چکا کہ ہمدعی نصف نصف بائع کا نصف نصف شے دیکر والشراء احق من ہبہ و صدقہ و زمین و لویع قبض اور دعوی خرید احق ہو ہبہ اور صدقہ اور زمین کے دعوی سے اگرچہ زمین قبض کے ساتھ ہوم و جب ترجیح خرید ہو کہ معاوضہ ہو جائے زمین سے بخلاف ہبہ و صدقہ اور مراد ہبہ بلا عوض ہو اسواسطے کہ ہبہ بعض در حکم بیع ہو اور زمین پر خریدنا اسواسطے مقدم ہو کہ خرید مفید ملک بعض فی الحال ہے بخلاف زمین و ہذا ان لم یورخا فلو ارخا و اتحاد المملک فالاسبق احق بقوتہ اور یہ یعنی تقدیم خرید ہبہ اور صدقہ پر اسوقت ہو جبکہ دونوں مدعیوں نے تاریخ مذکور نہ کی ہو سو اگر تاریخ بیان کرین اور مالک کر دینے والا ایک ہی شخص ہو تو صاحب تاریخ سابق احق ہو اپنے قوی ہونے کے سبب سے ولو ارخت احدہما فقط فالمرخۃ اولی اور اگر خرید اور ہبہ اور صدقہ کے دعوی میں فقط ایک کی تاریخ مذکور ہوئی تو تاریخ والی چیز مقدم ہے ولو اختلف المملک استویا اور اگر مالک کر دینے والا مختلف ہو تو دونوں برابر ہیں یعنی اس صورت میں خرید ہبہ اور صدقہ پر مقدم نہیں و ہذا فیما لا یقسم الاۃ اور یہ یعنی برابر ہونا اس چیز میں جو قابل قسمت نہیں مانند چکی وغیرہ کے باتفاق روایات ہو و اختلف التصحیح فیما یقسم کالدار والاصح ان لكل مدعی الشراء لان الاستحقاق من قبیل شیوع المقارن لا الطاری ہبہ الدرر اور تصحیح علما مختلف ہو اس چیز میں جو قابل قسمت ہے چنانچہ گھر اور صحیح تر قول یہ ہو کہ وہ چیز بالکل مدعی خرید کی ہے اس واسطے کہ استحقاق یعنی استحقاق نصف مدعی خرید کا من قبیل شیوع مقارن کے ہے نہ قبیل شیوع طاری کذا فی کتاب البیہ من الدرر یہ روای عادی پر کہ اسنے قابل قسمت اور غیر قابل قسمت کو یکساں قرار دیا ہے اور اس مسئلہ میں شیوع طاری ٹھہرایا ہے جو مفید ہبہ اور صدقہ نہیں کذا فی الطحاوی والشراء والمہر سوا فی نصف و ترجیح ہی بنصف القیۃ و ہونصف الثمن اور فسخ لما مر اور خرید اور مہر برابر ہیں تو دونوں مدعیوں میں نصف نصف ہوگا اور عورت مدعیہ نصف قیمت اس چیز کی پھر لے اور مدعی خرید نصف شے پھر لے یا بیع کو فسخ کرے بدلیل گذشتہ ہم یعنی جبکہ ایک مدعی نے دعوی کیا کہ میں نے اس غلام کو ذی البید سے خرید گیا اور عورت نے دعوی کیا کہ ذی البید نے میرے ساتھ نکاح کیا اور یہ غلام میرے مہر میں مقرر کیا تو دونوں برابر ہیں اسواسطے کہ دونوں قوت میں یکساں ہیں کیونکہ ہر ایک یعنی خرید اور مہر معاوضہ مثبت ملکات مشتری کو فسخ بیع میں اختیار ہوا بسبب تفرق صنفہ کے کما مر ہذا و اولم یورخا و ارجاعہ او استوی تاریخہما فان سبق تاریخ احدہما کان احق بہ یعنی استویا خرید اور مہر اس وقت ہو جب کہ دونوں کی تاریخ مذکور نہ ہو یا تاریخ مذکور ہو اور دونوں کی تاریخ برابر ہو سو اگر ایک کی تاریخ سابق ہو تو وہی احق ہے



قید بالشراولان النکاح احق من بیہ اور ہن اوصدقہ عادیۃ والمراد من النکاح المہر کما حدیثہ فی البحر من غلط اللہ جامع مصنف نے خرید کی قید لگائی اس واسطے کہ نکاح احق ہے  
 بیہ اور ہن اور صدقہ سے کذا فی الدعویۃ اور نکاح سے مراد اس مقام میں مہر جو چنانچہ بحر الرائی میں اسکی تحریر کی ہے صاحب جامع الفصولین کی طرف غلط گوئی  
 کی نسبت کر کے صاحب جامع الفصولین نے کہا کہ نکاح اور بیہ اور ہن اور صدقہ برابر ہیں وجہ غلط کاری صاحب جامع الفصولین کی یہ ہے کہ وہ یوں سمجھا کہ  
 دو شخصوں نے ایک لونڈی میں تنازع کیا ایک کہتا ہے کہ میں اسکا مالک ہوں بطریق بیہ کے اور دوسرا کہتا ہے کہ میں نے اس سے نکاح کیا اور حالانکہ  
 یہ فقہا کی مراد نہیں بلکہ جہان تقدیم نکاح کی بیہ اور صدقہ پر بیان کی ہے ان نکاح سے مراد ہی یعنی نہ عقد چنانچہ لواحق کلام محیط اور عمادی اسپر  
 دلالت کرتا ہے کذا فی الطحاوی تمیمی النکاح والشراولت تنازعاً فی الامتہ من رجل واحد ولا مرجح فکلون ملکاً منکوۃ للآخر فذہبران برابر ہے نکاح اور خرید  
 دو شخصوں نے تنازع کیا ایک مرد کی لونڈی میں اور کوئی مرجح مانند سبقت تاریخ کے نہیں تو لونڈی مدعی شرکی ملک کو ہوگی اور دوسرے شخص کی منکوۃ سے غور  
 کرنے اسکو وجہ استواء ہے خرید اور نکاح میں منافات نہیں یہ بحث ہے صاحب جامع الفصولین کی کذا فی البحر وہن مع قبض احق من بیہ بلا عوض  
 معہ استحسان اور ہن مع القبض احق ہے بیہ بلا عوض مع القبض سے بطریق استحسان ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ مقبوض حکم ہن مقبوض ہے اور مقبوض حکم بیہ مقبوض نہیں  
 حالانکہ عقد ضمان اولی ہے اور قیاس یہ ہے کہ بیہ اولی ہے ہن سے اس واسطے کہ بیہ مثبت ملک ہے بخلاف ہن ولوبہ فی احق لانتہایج انتہا والبیع ولوبہ جہا قوی  
 من ہن اور اگر بیہ بعوض ہو تو اولی ہے وہ ہن سے اس واسطے کہ بیہ بعوض آخر کار کو بیع ہے اور بیع اگرچہ کسی وجہ سے ہو قوی تر ہے ہن سے ولوبہ معہ استویا  
 الم یورخا واحد ہما سبق اور اگر متنازع فیہ دون مدعیوں کے قبض میں ہو تو ہن اور بیہ دونوں برابر ہیں تا وقتیکہ دونوں کی تاریخ مذکور نہ ہو اور ایک تاریخ  
 سابق نہ ہو یعنی در صورت ذکر تاریخ صاحب تاریخ اسی اولی اور اقدم ہے وان بیہن خارج علی ملک مورخ او شرا مورخ من واحد  
 غیر ذی بد او بیہن خارج علی ملک مورخ و ذی بد علی ملک مورخ اقدم فالسابق احق اور اگر گواہ لائے دو شخص خارج ملک مطلق مورخ  
 پر یا خرید مورخ پر ایک ہی بائع سے جو ذی الید نہیں یا گواہ لایا خارج ملک مطلق مورخ پر اور ذی الید گواہ لایا اس ملک مطلق مورخ پر جو اقدم ہے تاریخ خارج  
 سے تو سابق احق اور اولی ہے بائع میں غیر ذی الید کی قید شایع رہنے اس واسطے لگائی کہ ذی الید سے خرید کرنا خارجین کا پہلے مذکور ہو چکا تو کچھ فائدہ نہ تھا  
 تمیمین وان بیہا علی شرا متفق تاریخا ومختلف عینی وکل یدعی الشرا من رجل آخر او وقت احد ہما فقط استویا ان تعدد البائع وان اقدر  
 قذو الوقت احق تم لایدین ذکر المدعی وشہودہ بالیقید ملک بالعدان لم یکن المبیع فی بد البائع ولو شہدوا بیہ فقولان بزایہ اور اگر خارجین گواہ لائے اس  
 چیز کی دونوں تاریخیں متفق ہیں یا مختلف ہیں کذا فی العینی اور ہر مدعی خرید کا دعوی کرتا ہے دوسرے دسی یا فقط ایک ہی مدعی نے خرید کا وقت بیان کیا تو دونوں  
 برابر ہیں اگر بائع متعدد ہیں اور اگر ایک ہی بائع ہے تو صاحب وقت احق اور اولی ہے پھر یہ ضرور ہے کہ مدعی اور اسکے گواہ وہ چیز ذکر کریں جو مفید ملک ہو اسکے بائع  
 کی در صورتیکہ بیع بائع کے ہاتھ میں نہ ہو اور اگر گواہوں نے گواہی دی بائع کے قبض کی یعنی در صورتیکہ بالفعل بائع کا قبض نہیں قبض سابق کی گواہی دی بلا ذکر  
 اسکی ملک کے تو اس میں دو قول ہیں کذا فی البرازیہم ہن کہ گواہوں نے اگر گواہی دی خرید اور نقد پر اور قبض کو ذکر نہ کیا اور نہ تسلیم کو اور نہ ملک  
 بائع کو اور نہ مشتری کی ملک کو تو دعویٰ اور شہادت مقبول نہیں اور اگر قبض بائع کی گواہی دی نہ اس کی ملک کی تو اس میں فقہاء مختلف ہیں کذا فی  
 الطحاوی قان بیہن خارج علی الملک و ذوالید علی الشرا و متہ او بیہنا علی سبب ملک لا یتکیر کالتخلج و مانی معناہ کنسج لالیع  
 وغزل قطن وحلب لبن و غیر صوف و غیرہا لولعندہ در قذو الید احق من الخارج اجماعاً سو اگر گواہ لایا خارج ملک پر اور ذی الید گواہ لایا خارج  
 سے خرید کرنے پر با خارج اور ذی الید گواہ لائے ایسے سبب ملک پر جو ایک ہی بار ہوتا ہے نہ مکرر چنانچہ تخلج یعنی پیدائش بچہ حیوان اور جو چیز کنتلج  
 کے مانند غیر مکرر ہو چنانچہ نسج غیر معاوی یعنی ثیاب قطنیہ کی بناوٹ جو دوبارہ نہیں ہوتی اور روئی کا تٹا اور دوہ کا و صفا اور صوف کا  
 روئی مکرر ہے ۱۲

ترتیباً اور مانند ان اسباب غیر مکررہ کے اگرچہ اسباب مذکورہ اسکے بائع کے پاس واقع ہوئے ہوں تو ذی الیدہ حق ہو خارج سے بالاتفاق ہم نتائج سے مراد یہ ہے کہ مدعی کی ملک میں نتاج ہو یا اس کے بائع کی ملک میں یا اس کے مورث کی ملک میں جامع الفصولین میں ہے کہ خارج گواہ لایا کہ مثلاً یہ اذنی میری بائع کے پاس تھی اور ذی الیدہ بھی اسی طرح گواہ لایا تو ذی الیدہ کے واسطے حکم ہو گا اس واسطے کہ ہر مدعی اپنے بائع کی طرف سے محکم ہو تو گویا دونوں کے بائع حاضر ہوئے اور بواسطہ نتاج ملک کے مدعی ہونے کذا فی الطحاوی الاذنی الخارج علیہ علی الغصب وروایتہ او اجارہ و نحو ہائے

روایتہ در اوکان سبباً تیکر کیتاء وغرس ونسج خرد زرع بردن خود و شکل علی اہل الخیرۃ نحو الخراج لانه الاصل واما عدلنا عنہ بحديث التناج دعوی نتاج میں ذی الیدہ حق ہے مگر جبکہ خارج ذی الیدہ پر فعل کا مدعی ہو چنانچہ غصب ذی الیدہ کا یا روایت یا اجارہ کا اور مانند اسکے ذخیرہ کی روایت میں کذا فی الدرر البیضاء سبب ملک کا دعوی ہو جو مکرر ہو سکتا ہے چنانچہ عمارت بنانا اور درخت جمانا اور ریشم کی بناوٹ اور گیہوں وغیرہ کا کھیت ہونا یا سبب ملک کا مکرر معلوم ہونا مشکل ہو وائشمندون اور واقف کارون پر تو وہ خارج کے واسطے ہونے ذی الیدہ کے اس واسطے کہ مدعی خارج مبرہن الاصل ہے اور ہنہ جو یہاں عدول کیا اصل مذکور سے سوتاج کی حدیث کے سبب سے ہم فی ردایۃ اسواسطے کہا کہ عماد یہ میں بعد نقل کلام ذخیرہ اسکے مخالف بسوط سے نقل کیا کذا فی الدرر تکرر عمارت کی یہ صورت ہے کہ ذی الیدہ نے دعوی کیا کہ یہ میری اینٹ ہے میں نے اس سے دیواری بنائی اور خارج نے بھی اسی طرح دعوی کیا تو دعوی خارج مقدم ہے سبب امکان تکرر اور گیہوں کا ہونا بھی مکرر ہو سکتا ہے اسواسطے کہ انسان گاہے اسکو ایک زمین میں ہوتا ہے پھر اسکو چلنی سے چھان لیتا ہے اور دوسرے کھیت میں ہوتا ہے تو اگر خارج اور ذی الیدہ نے دعوی کیا کہ یہ گیہوں میں نے بوئے ہیں اور دونوں گواہ لائے تو خارج مقدم ہے اور حدیث تاج جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ ایک نے ایک ٹٹی کا دعوی کیا ایک شخص کے قبض میں اور گواہ لایا کہ یہ اذنی اسکی ہے اسکے پاس جنی ہے اور قابض گواہ لایا کہ قابض کی ہے اور قابض کے پاس جنی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ اذنی ذی الیدہ کو دی اور حدیث مشہور ہے لہذا مسئلہ نتاج مخصوص ہو چنانچہ محیط میں ہے کذا فی الطحاوی وان پرین کل من الخاجین اذ ذوی الایدی او الخارج ذی الیدہ علی الخراج الا ان بلا وقت سقطا وترک الممال المدعی بہ فی ید من مہمہ اور اگر شخص گواہ لاوے دو شخصوں میں سے خواہ دونوں شخص خارج ہوں یا ذی الیدہ یا ایک خارج ہو اور دوسرا ذی الیدہ کذا فی العینی خرید کرنے پر دوسرے مدعی سے بلا ذکر وقت خرید تو دونوں برمان ساقط الاعتبار ہونگے اور جس مال کا دعوی ہو وہ اسکے قبضے میں چھوڑا جاوے گا جس کے پاس وہ ہے ہم بلا وقت کی قیاس واسطے لگائی کہ اگر دونوں مدعی وقت کو ذکر کرینگے تو صاحب وقت اخیر کے واسطے حکم ہو گا کذا فی خزائن الاکل وقال محمد رحمہ اللہ فی الخراج قلنا الاقدام علی الشراء اقرار منہ بالملک لہ اور کہا محمد رحمہ اللہ کہ صورت مذکورہ خارج کے واسطے حکم ہو گا جو اب میں کہتے ہیں شیخین رحمہ کی طرف سے کہ خرید پر پیشقدمی کرنا اقرار ہے اس کی طرف سے دوسرے کی ملک کا ہم تو گویا ہر شخص کے گواہ دوسرے شخص کے اقرار پر قائم ہوئے اور اس میں بالاجماع تساقط ہو لو اس واسطے تخریج جمع و دو ابتنا قبضتا ترا اتفاقاً اور اگر یقین کے گواہ خرید کے ساتھ قبض بھی ثابت کرینگے تو باتفاق شیخین رحمہ اور محمد رحمہ کے ساقط الاعتبار ہونگے ولایا ہر حج زیارۃ عدد الشہود فان الترجیح عند البقوۃ الدلیل لا بکثرۃ اور ترجیح نہیں دیکھتی عدد شہود کی زیادتی سے اس واسطے کہ ہم حنفیہ کے نزدیک ترجیح ہوتی ہے دلیل کی قوت سے نہ اسکی کثرت سے ہم قوت دلیل کی یہ صورت ہے کہ ایک دلیل متواتر ہو اور دوسری از قسم آحاد یا ایک دلیل مفسر اور دوسری مجمل ہو تو مفصل کی ترجیح ہوگی مجمل پر اور متواتر کی احاد پر بواسطہ قوی ہونے مفسر کے مجمل سے اور متواتر کی آحاد سے اور چونکہ کثرت دلیل کی موجبات ترجیح سے نہیں لہذا ایک آیت کی ترجیح دوسری آیت سے نہیں ہوتی اور نہ ایک حدیث کی دوسری حدیث سے اور نہ ایک قیاس کی دوسرے قیاس سے کذا فی الطحاوی ثم فرغ علی ہذا الاصل بقولہ قلوا احد المرعین شاہدین واخر اربعۃ فما سواہ فی ذلک پھر مصنف رحمہ نے اس قاعدہ مذکورہ پر تفریح کی اپنے اس قول سے سو اگر ایک مدعی

لے دو گواہ قائم کیے اور دوسرے مدعی نے چار گواہ قائم کیے تو دونوں برابر ہیں اس میں یعنی اقامت شہادت ماخوذہ میں اس واسطے کہ کثرت دلیل موجب ترجیح نہیں وکذا لا ترجیح بزيادة العدالة لان الاعتبار اصل العدالة ولا حد للاعدلية اور اسی طرح ترجیح نہیں عدالت کے زیادہ ہونے سے اس واسطے کہ شہادت میں اصل عدالت معتبر اور زیادہ تعادل ہونے کی کچھ حد نہیں ہے یعنی اگر ایک مدعی کے گواہ عادل ہوں اور دوسرے مدعی کے گواہ عادل ہوں تو ترجیح مانع ہوگی زیادت عدالت سے بسبب اس احتمال کے کہ شاید کوئی شخص اُن سے بھی زیادہ تر عدالت رکھتا ہو تو حکم مستقر ہونے کے کا ایک حال پر کہ ذاتی لفظی حدیث سے یہ آخر ادعی رجل نصفها و آخر کلہا و ہر ما فل اول ربعها و الباقی للآخر لیسر تری المنازعة دیوان النصف سالم مدعی اکل بلا منازعة تم استوت نہایت فی النصف الآخر فی نصف ایک گھر ہے ایک شخص کے قبض میں سو ایک مرد نے اُس کے نصف کا دعویٰ کیا اور دوسرے مرد نے تمام گھر کا اور دونوں مدعی خارج گواہ لائے تو اول مدعی کا چارم گھر ثابت ہوگا اور باقی گھر یعنی تین چوتھائی دوسرے مدعی کی ہر بطریق منازعت کے اور منازعت کا طریقہ یہ ہے کہ نصف دار مدعی کن کے واسطے سالم ہے بلا منازعت اس واسطے کہ مدعی اول نصف کا دعویٰ کرنا ہی تو نصف باقی مدعی کل کا چھوٹا اسکے اقرار سے پھر دونوں کی منازعت دوسرے نصف میں برابر قائم رہی تو وہ نصف دونوں میں نصفاً نصف ہوگا یعنی تو ایک ربع مدعی اول کا ہوا اور تین ربع مدعی ثانی کے وقال الثلث والباقی للثانی بطریق العول لان فی المسئلة کلا و نصفاً فالمسئلة من الثلث اور صاحبین نے کہا کہ تہائی گھر اول مدعی کا ہے اور باقی دو تہائی ان مدعی ثانی کی ہیں بطریق عول کے اس واسطے کہ مسئلہ مذکورہ میں کل اور نصف مجتمع ہوے تو مسئلہ دوسرے ہوگا یعنی اس واسطے کہ نصف کا مخرج دو ہیں اور دو عول کرتے ہیں تین کی طرف یعنی تو مدعی کل کے دو سہم ہوے اور مدعی نصف کا ایک سہم باعتبار قسمت اثلاث ہم عول یہ کہ مخرج میں سهام کی گنجائش نہ ہو بسبب کثرت کے تو ہر سہم کم ڈالا جائے چنانچہ اسکا مخرج بیان کتاب الفرائض میں آویگا اور علم ان انواع القسمة اربعة ما یقسم بطریق العول اجماعاً ہی ثمانیہ میراث دیون و وصیتہ و محاباة و درہم مسئلہ و سعاہ و خباہہ رقیق اور معلوم کر کہ قسام قسمت کی چاہے میں ایک قسم وہ ہے جس میں بطریق عول قسمت ہوتی ہے باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے اور اسکی آٹھ صورتیں ہیں قسمت میراث اور دیون اور وصیت اور محابات اور درہم مسئلہ اور سعاہ اور خباہہ رقیق ہم میراث کی یہ صورت ہے کہ جب فرائض کے سهام اتنے جمع ہوں کہ متروکہ میں اُن کے پورے ہونے کی گنجائش نہ ہو تو بطریق عول کے تقسیم ہوگی مثلاً ایک عورت مرگی اور ایک زوج اور ایک سگی بہن اور ایک مادری بہن چھوڑ گئی تو مسئلہ چھ ہے اور بطریق عول کے سات سے اور دیون کی صورت یہ ہے کہ دیون مختلفہ جمع ہو گئے کہ متروکہ سے ادا نہیں ہو سکتے تو ارباب دیون میں بطریق عول کے متروکہ تقسیم ہوگا مثلاً ایک شخص کے میت پر سو درہم ہیں اور دوسرے کے پچاس درہم اور کل متروکہ سو درہم ہے اور وصیت کی یہ صورت ہے کہ میت نے ایک شخص کے واسطے ثلث مال کی وصیت کی اور دوسرے کے واسطے ربع مال کی اور تیسرے کے واسطے سدس مال کی اور وارثوں نے یہ وصیت جائز نہ رکھی تا انیکہ مرجع وصیت ثلث متروکہ ٹھہرے تو تینوں شخصوں پر ثلث مال بطریق عول تقسیم ہوگا اور محابات یعنی محابات کی وصیت کی یہ صورت ہے کہ میت نے وصیت کی کہ جس غلام کی تین ہزار قیمت ہو وہ اس مرد کے ہاتھ ہزار درہم کو بیچا جائے اور جس غلام کی قیمت دو ہزار درہم ہو وہ دوسرے مرد کے ہاتھ ایک ہزار درہم کو بیچا جائے سو دونوں شخصوں کے واسطے تین ہزار کی محابات ہوتی تو ثلث مال دونوں میں بطریق عول کے تقسیم ہوگا اور درہم مسئلہ کی قسمت کی یہ صورت ہے کہ مثلاً ایک مرد کے واسطے ہزار کی وصیت کی اور دوسرے کے واسطے دو ہزار کی تو دونوں کے فیما بین ثلث بطریق عول کے ہوگا اور سعابت کی یہ صورت ہے کہ یہ وصیت کی کہ یہ غلام لے آؤا کیا جائے اور دوسرا غلام ب آزاد کیا جائے اور ثلث متروکہ اس وصیت کو سعابت نہیں کرتا تو ثلث مال دونوں کے مابین بطریق عول کے قسمت ہوگا اور ہر غلام سے بقدر اُن کے حصے کے سعابت ساتھ ہو جائیگی اور خباہت رقیق شایع نے اس میں دونوں صورتیں داخل کر دیں ایک صورت جنابت کی عبد رقیق غیر مدبر کی دوسری صورت جنابت عبد رقیق مدبر کی تھی صورت یہ ہے کہ ایک غلام نے ایک مرد کی آنکھ چھوڑ ڈالی اور دوسرے کو بطریق عول کے مار ڈالا سو دونوں خباہتوں میں غلام نے ڈالا گیا تو عبد رقیق کی دونوں

عول کے  
تین سہم جمع  
کے ہیں اظہر  
کے ہیں ان کے  
اور ایک سہم خباہت  
میں کا اس سے  
قسمت میں  
عول  
میں کا مال  
اصول سے ہزار  
دراہم و حصین  
کو بیچا جائے



میں بطریق عول کے تقسیم ہوگی تو دو ثلث مقتول کے وارث کے اور ایک ثلث دوسرے شخص کا اور دوسری صورت یہ ہے کہ غلام مدبر نے خبیثت کی غلام غیر مدبر کے مانند اور قیمت اسکی اولیاءے خبیثت کو دی گئی تو دونوں میں قیمت بطریق عول کے قسمت ہوگی کذا فی الطحاوی و بطریق المنازعة اجماعاً ہی مسئلہ الفقہیین اور دوسری قسمت کی بطریق منازعت کے ہے باجماع امام رحمہ اور صاحبین رحمہ کے اور وہ دونوں فضولیوں کا مسئلہ ہے کہ ایک فضولی نے ایک مرد کے ہاتھ غلام بیچا ہزار درہم کو اور دوسرے فضولی نے نصف غلام مذکور کو بیچا دوسرے مرد کے ہاتھ پانسو درہم کے عوض اور دوسرے نے دونوں بیوں کو جائز رکھا تو دونوں مشتریوں کو اختیار ہے اگر لیا اختیار کرین تو تین ربع مشتری کل لے اور ایک ربع مشتری نصف بالاتفاق کذا فی الطحاوی و بطریق المنازعة عندہ والیوں عندہ ہوا ہوا ثلث مسائل مسئلہ کتاب و اذا اوصی رجل بمل مالہ ولعبد بعینہ والاخر نصف ذلک اور تیسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہے امام رحمہ کے نزدیک اور بطریق عول کے صاحبین رحمہ کے نزدیک اور اسکے تین سٹے ہیں ایک مسئلہ اس کتاب کا ہے یعنی مسئلہ وارثین میں مذکور ہو چکا اور جبکہ ایک شخص نے ایک مرد کے واسطے اپنے تمام مال کی وصیت کی یا ایک غلام معین کی وصیت کی اور دوسرے مرد کے واسطے نصف مال یا نصف عبد معین کی وصیت کی ہم کل اور نصف مال کی وصیت یہ دوسرا مسئلہ ہے اور کل اور نصف غلام کی وصیت یہ دوسرا مسئلہ ہے بجز الراتق میں ہے کہ کل اور نصف مال کی وصیت میں اگر در ثلث نے وصیت جائز رکھی تو تین ربع مال صاحب کل کو ملے گا اور ایک ربع صاحب نصف کو امام رحمہ کے نزدیک اور صاحبین رحمہ کے نزدیک و ثلث صاحب کل کو اور ایک ثلث صاحب نصف کو اور عبد معین کی وصیت میں اگر ثلث مال اسکو کفایت نہ کرے یا کفایت کرے اور ورثہ جائز رکھیں تو غلام کے تین ربع صاحب کل کو ملین گے اور ایک ربع صاحب نصف کو امام رحمہ کے نزدیک اور صاحبین رحمہ کے نزدیک و ثلث صاحب کل کے اور ایک ثلث صاحب نصف کا کذا فی الطحاوی و بطریق العول عندہ و المنازعة عندہ ہوا و خمس کما بسطہ الزلیعی والینی و تامل فی العجز اور چوتھی قسم قسمت کی بطریق عول کے ہے امام رحمہ کے نزدیک اور بطریق منازعت کے صاحبین رحمہ کے نزدیک اور اسکے پانچ مسئلے ہیں چنانچہ اسکو زلیعی اور عینی نے شرح بیان کیا ہے اور پورا بیان اسکا بجز الراتق میں ہے ہم پہلا مسئلہ یہ ہے کہ عبد مذکور مشترک ہے دو مالکوں میں ایک مولی نے اسکو سو درہم دیے یعنی کوئی چیز اسکے ہاتھ سو درہم کو بطریق نسیبہ بیچی اور ایک اجنبی شخص نے اسکو درہم بطریق دین کے دیے پھر عبد مذکور بیچا گیا سو درہم کو تو امام رحمہ کے نزدیک ثمن عبد مالک دان اور اجنبی میں بطور اثبات مقسوم ہو گا و ثلث اجنبی کے اور ایک ثلث مالک دان کا اسواسطے کہ ادا نہ ہوئی اسکے شریک کے نصف میں صحیح ہے خود اسکے نصف میں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ عبد مذکور کو ایک اجنبی نے سو درہم دین دیے اور دوسرے اجنبی نے پچاس درہم اور غلام بیچا گیا تو دونوں میں ثمن کی تقسیم اثلاث سے ہوگی اور صاحبین رحمہ کے نزدیک اربع ہوگی یعنی سو درہم والے کو تین ربع اور پچاس والے کو ایک ربع تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ غلام نے ایک مرد کو ازراہ خطا قتل کیا اور دوسرے مرد کو قتل کیا اور مقتول عدائے کے وارث ہیں سو ایک وارث نے معاف کر دیا تو مالک عبد کو و قتل عبد اور فدا عبد میں اختیار ہے سو اگر مالک غلام کا قدیم دے تو پندرہ ہزار قدیم دے پانچ ہزار معاف کرنے والے کے شریک کو اور دس ہزار مقتول خطا کے وارث کو اور اگر مالک اس خبیثت میں خود غلام کو دے تو دونوں شخصوں میں اثلاث تقسیم ہوگی امام رحمہ کے نزدیک اور اربع تقسیم ہوگی صاحبین رحمہ کے نزدیک چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ اگر غلام قاتل مدبر ہو مسئلہ مذکورہ میں اور مولی اسکی قیمت دے یا جوان سکہ یہ ہے کہ ام ولد نے اپنے مولی اور اجنبی کو قتل کیا اور مقتول کے دو وارث ہیں سو ہر مقتول کے ایک ایک ولی نے علی التعاقب عفو کر دیا تو ام ولد اپنی قیمت کے تین ربع میں سعی کرے تو اجنبی کے وارث ساکت کو چوتھائی قیمت کی ہے اور نصف قیمت دونوں میں تقسیم اثلاث بطریق عول کے ہوگی امام رحمہ کے نزدیک اور صاحبین رحمہ کے نزدیک تقسیم اربع ہوگی بطریق منازعت کے کذا فی الطحاوی عن البحر والاصل عندہ ان القسمة تری و جبت لی ثابت فی عین او ذمہ سالتا فصولیہ او میز او لامہ سالتا فصولیہ و الاخر فی کل منازعة اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ میں امام رحمہ کے نزدیک یہ ہے کہ جب قسمت واجب ہوگی بواسطہ اس حق کے جو ثابت ہے کسی عین یا ذمہ میں بطور شروع کے یعنی بلا امتیاز تو اس مسئلہ میں قسمت بطریق عول کے ہے یا حق ثابت ہے بطریق تمیز کے یا ایک کا حق بعض میں شارع ہے اور دوسرے کا حق کل میں تو وہ ان قسمت

یہ مسئلہ غلام کے مالک کے اختیار ہے اور اسکا معین نے حوالہ کرنا

میں اختیار ہے

Marfat.com



ساقط نہیں ہوتا اگر منکر و لیت ہونے کا اقرار کرے اور یہاں مدعا علیہ منکر و لیت ہے تو گویا دونوں مدعیوں نے زید پر غصب کا دعوی کیا لہذا دونوں تہاں ہے  
 ہے الناس احرار بلا بیان الا فی اربع الشہادۃ والحدود والقصاص والقتل کذا فی نسختہ المصنف فی نسختہ والعقل وعبارة الاشباہ والذیہ لوگ  
 آئے ہیں بدون بیان آزادی کے مگر چار چیزوں میں آزادی بلا اثبات معتبر نہیں شہادت اور حدود اور قصاص اور قتل میں اسی طرح ہی مصنف کے نسخے  
 میں اور دوسرے نسخے میں بجائے قتل کے عقل ہے اور عبارت اشباہ میں والدیہ ہے ہم وجہ حریت مسلمین یہ ہے کہ ذرا لاسلام دار احرار ہے اور اس واسطے کہ لوگ  
 آدم اور حوا علیہما السلام کی اولاد ہیں اور وہ دونوں حضرات آزاد تھے جب شہادت میں حریت اصل نہ ٹھہری تو قاضی ظاہر حریت پر کفایت نہ کرے بلکہ  
 اگر ختم شاہدوں پر رقیقت کی طعن کرے تو قاضی اسکو دریافت کرے لوگوں سے اور بلا طعن تفتیش نہ کرے اور جیکہ ایک شخص نے دوسرے کی قذوف کی  
 اور قاذوف نے کہا کہ مقذوف غلام ہے تو اسپر حد قذوف ماری نہ جاوے گی جب تک مقذوف اپنی حریت حجت سے ثابت نہ کرے اور اگر ایک شخص نے دوسرے  
 کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور قاطع نے کہا کہ مقطوع الید غلام ہے تو تا اثبات حریت قصاص کا حکم نہوگا اور جیکہ ایک شخص دوسرے آدمی کو ازراہ خطا قتل کرے  
 اور اس محلہ کہیں کہ مقتول غلام ہے تو اہل محلہ پر دیت کا حکم نہوگا تا وقتیکہ مقتول کی حریت شہادت سے ثابت نہوے اور نسخہ ثلثہ یعنی قتل اور عقل اور دیت کا  
 ایک ہی مطلب ہے اس واسطے کہ قتل سے قتل خطا مراد ہے جو موجب دیت ہے کذا فی الطحاوی لمخصا تصرف و جندیہ قلو ادعی علی مجہول الحال احرام لانا  
 عبیدہ فانکرہ وقال انا حر الاصل فالقول لہ تمسک بالاصل اور اسوقت یعنی جبکہ حریت اصلی ٹھہری تو اگر شخص مجہول الحال پر جس کی حریت یا عدم حریت  
 معلوم نہیں یہ دعوی ہوا کہ وہ غلام ہے سو وہ منکر ہوا اور بولا کہ میں حر اصلی ہوں تو اسی کا قول قابل تصدیق ہے و بسبب تمسک ہونے اس شخص کے اہل  
 بات سے یعنی حریت سے واللہ لیس للثوب احق من اخذ الکم اور کپڑے کا پینے والا احق ہے آستین کے پکڑنے والے سے یہاں سے وہ مسائل شروع  
 ہوئے جن میں واضح یہ کی تصدیق بدون گواہوں کے ثابت ہے بدائع میں کہا کہ جس موقع میں ایک مدعی کی ملک کا حکم ہوگا اسوجہ سے کہ متنازع فیہ  
 اسکے قبض میں ہے تو اسپر قسم واجب ہوگی بشرط طلب جانب ثانی پھر اگر اسنے قسم کھائی تو بری الذمہ ہو گیا اور اگر قسم سے انکار کیا تو وہ ہارے گا اور دوسرے شخص  
 جیسے کا انتہی لائیس ثوب اس واسطے ہی ثوبہ الہ اسکا تصرف ظاہر ہے لہذا میں کہ وہ مقضی ملک ہے تو لائیس ہی ذی الید ٹھہرا اور اخذ خارج اور ذی الید اٹلے  
 ہو خارج سے اور اگر آخذ آستین گواہ قائم کرے گا ثوب وہی احق ثبوت ہوگا اور یہی علت جاری ہے مابعد کے مسائل میں کذا فی الطحاوی والراکب  
 احق من اخذ اللجام اور جانور کا سوار احق ہے لگام کے پکڑنے والے سے یعنی جانور پر ایک شخص سوار ہے اور دوسرا لگام پکڑے ہے اور دونوں دعوے  
 کرتے ہیں کہ جانور میرا ہے تو سوار احق ہے بسبب اظہر تصرف ومن فی السرج ادلی من ردیفہ اور جو شخص زین پر بیٹھا ہے وہ احق ہے اس شخص سے جو اس کے  
 پیچھے بیٹھا ہے یعنی اس واسطے کہ تنگ اسکا اس موقع میں تقدم کی دلیل ہے و ذو حملہا من حلق کوزہ بہا لانا اکثر تصرفا جس کا بوجہ جانور پر لدا ہے  
 احق ہے اس شخص سے جس نے اپنا کوزہ اس پر لگا دیا ہے اس واسطے کہ اسکا تصرف یعنی لائیس اور راکب اور بوجہ رانے کا تصرف زیادہ تر ہے دوسرے کے تصرف  
 محل بکسر حاد سکون ہم اس بوجہ کو کہتے ہیں جو پیٹھ پر یا سر پر لدا جاوے کذا فی الحموی والجالس علی الیسا ط و المتعلق بہ واکھا لیسہ دراکبی سرج اور جوفرش  
 پر بیٹھا ہے اور جوفرش کو پکڑے ہے دونوں تصرف میں برابر ہیں مانند ان دو شخصوں کے جوفرش پر بیٹھے ہیں اور ایک زین پر سوار ہیں تو فرش جالس اور  
 متعلق میں نصفانصت ہے اس واسطے کہ فرش پر بیٹھا فرش کا قبض نہیں بلکہ قبض اسوقت ہوتا جب فرش اسکے گھر میں ہوتا یا کہ وہ فرش اٹھا لیا جاتا کذا فی  
 لمن معہ ثوب و طرفہ مع الآخر لا ہدیۃ ای طرفہ الغیر من وجہ لانالیست ثوب جالس اور متعلق برابر ہیں مانند ان شخصوں کے کہ ایک کے پاس کپڑا ہے  
 اور دوسرے کے پاس کپڑے کا دوسرا طرف ہے نہ وہ شخص برابر ہے جس کے ہاتھ میں کپڑے کا ہے یعنی چھیر ہے ہم یہ بیٹھے کپڑے کا طرفہ ہے بنا اس واسطے کہ  
 طرفہ غیر منسوج کپڑا نہیں ہے بخلاف جالی وارتناز عاقبہا حیث لا یقضی لہما لاحتمال انما فی ید غیر ہما وہنا علم انہ لیس فی ید غیر ہما یعنی بخلاف ان دو

تفسیر



شخصوں کے جو ایک گھر میں جاس ہیں اور گھر میں جھگڑا کرتے ہیں کہ یہاں دونوں کے واسطے گھر کا حکم نصفاً نصف نہوگا کیونکہ جہوں دار ملک کی دلیل نہیں اس احتمال سے کہ شاید وہ گھر ان دونوں کے قبضے میں ہو اور وہاں یعنی مسلک جہوں فرس میں معلوم ہو چکا ہے کہ فرس دونوں شخص کے سوا اور کسی کے قبضے میں نہیں ہے کذا فی العینی والحاظ لمن جرد عہ علیہ او متصل بہ اتصال تریج بان متداخل الصبات لنبات نے لنبات الآخر ولو من خشب فبان نکون الخشبہ مکبہ فی الاخری لدلالة علی انتہائینا معا ولذا سمی بذک لانه جینڈ بیٹے مرینا دیوار اس شخص کی ہے جس کی کرطیان دیوار پر رکھی ہوں یا ایک دیوار متصل ہو دوسری دیوار سے بطریق اتصال تریج اس طرح پر کہ ایک دیوار کی آدھی آدھی آدھیں دوسری دیوار کی اینٹوں میں داخل ہوں اور اگر دیوار چوبی ہو تو اتصال تریج اس طرح ہوگا کہ ایک دیوار کی لکڑیاں دوسری دیوار میں مرکب اور چکی ہوں بسبب دلالت کرنے اتصال تریج کے اس پر کہ دونوں دیوار میں ساتھ ہی تہی ہیں اور اسی واسطے اس کا نام تریج رکھا گیا کیونکہ اس وقت میں دیوار مربع بنائی جاتی ہے ایک اتصال دو طرح ہے ایک اتصال ملازمت وہ یہ ہے کہ ایک دیوار کا کنارہ دوسری دیوار کے کنارے سے ملا ہو یعنی دونوں دیواروں کا جوڑ معلوم ہوتا ہو اور دوسرا اتصال تریج وہ ہے کہ دیوار متنازع فیہ کی اینٹیں آدھی آدھی دوسری دیوار غیر متنازع فیہ کی اینٹوں میں متداخل ہوں اور اگر لکڑی کی دیوار ہو تو ایک دیوار کی لکڑیاں دوسری میں مرکب ہوں کذا فی الدرر مطحطا وی نے کہا اتصال تریج کی حقیقت میں اختلاف ہے اور قول ظاہر کریم کا یہ قول ہے کہ اتصال تریج یہ کہ متنازع فیہ دیوار متصل ہو اعداد المدعیین کی دو دیواروں سے دونوں طرف سے اور دونوں دیوار میں متصل ہوں اس کی دیوار سے بمقابلہ دیوار متنازع فیہ تاکہ دیوار مربع ہو جائے قبہ کے مانند تو اس وقت میں کل شے واحد کے حکم میں ہوگی انتہی لامن کہ اتصال ملازمت اور لقب داخل و ہر اوی کتقصب و طبق یوضع علی الجذوع اس کی دیوار میں جس کی دیوار میں اتصال ملازمت ہے یعنی لگاؤ ہو بلا داخل لنبات یا چوبی دیوار میں ثقب اور داخل ہو یعنی سوراخ کر کے لکڑی اس میں داخل کرنا یا اس کی دیوار میں جس کے شگے میں مانند بانس اور طبق کے جو کڑیوں پر رکھی جاویں ہر اوی جمع ہو یہ کی بکسر ما رخ الغفار اور در میں ہے کہ ہر اوی وہ لکڑیاں ہیں جو دھنیوں پر رکھی جاویں اور ان پر مٹی ڈالی جاوے انتہی اہل سنہ انکو بگا یا برگہ یا تخمہ یا جھانپ بولتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ دھنیان رکھنا دیوار پر دلیل ملک ہونے کے رکھنا بل کیوں میں الجاریں تو نماز عا ولا یخص بہ صاحب الہر اوی بل صاحب الجذوع الواحد حتی منہ حاتیہ بلکہ شگے والی دیوار دونوں پر ڈھنیوں میں مشتمل ہے اگر دونوں اس میں جھگڑا کریں اور وہ دیوار شگے والے کی مخصوص نہوگی بلکہ ایک دھنی کا دیوار پر رکھنے والا اس سے زیادہ تر حق دار ہے دیوار کا کذا فی الخانیہ ولو لاحد ہا جذوع و لآخر اتصال فلذی الاتصال و لآخر حق الوضع وقیل لذی الجذوع لیسے تمامہ فی العینی وغیرہ اور ایک شخص کی دھنیان ہوں دیوار پر اور دوسرے شخص کی دیوار کے واسطے اتصال ہو یعنی اتصال تریج تو وہ دیوار صاحب اتصال کی ہے اور دوسرے شخص کو دھنی رکھ لینے کا حق ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ دیوار دھنیوں والے کی ہے کذا فی الملتی اور پورا بیان اسکا عینی وغیرہ میں ہر محیط میں ہے کہ دیوار کا قبضہ تین طرح ہے اتصال تریج اتصال ملازمت و مجاورت اور وضع جذوع و محاذات بنا تو صیب سے حق صاحب تریج ہے پھر اگر وہ نہو تو صاحب جذوع ہے پھر اگر وہ بھی نہو تو صاحب محاذات ہے کذا فی الطحاوی و انا حق المطالبہ برفع جذوع و صنعت تعدد اقطاب با بر اول صلح و عقود و جبارہ اشباہ من احکام الساقط لا یعود فلینفظ اور جو دھنیان ظلم سے رکھی گئیں ان کے اٹھا لینے کا حق مطالبہ ساقط نہیں ہوتا اگر دینے سے اور نہ صلح اور عقود و جبارہ سے کذا فی الاشباہ من احکام الساقط لا یعود تو اس کو یاد رکھنا چاہئے ہم یعنی اگر دھنیوں کا مالک اکتھاڑ لینے کے مطالبہ سے ابرا کرے تو حق مطالبہ ساقط نہیں ہوتا اس واسطے کہ ابرا عیان میں نہیں ہوتا بلکہ اس حق سے جو کسی کے ذمے پر ثابت ہے اور اگر دھنیان رکھنے والا یا جس کی دیوار پر دھنیان ہیں وہ مکان کو بیچ ڈالے تو مشتری کو مطالبہ برفع کا حق

اشباہ من اس  
ماں گھر  
جان سوبان  
چکر ساقط  
چیز دوبارہ نہیں  
پھر کی صورت



وقت العلوق و اقتصار دعوی التحریم علی الحال مستصح اور اول یعنی دعوت استیلا دعوی تربیہ سبب کے سابق ہونے کے اور اس کے مستند ہونے کے وقت علوق سے اور مقصور ہونے دعوت تحریر کے بالفعل پر اور عنقریب یہ بیان واضح ہوگا مبیحہ ولدت لاقبل من ستمہ اشہر من ذبیت فادعاه البائع ثبت نسبه استحسانا علوق مافی ملکہ و مینی النسب علی الخفاء فی بعض فیہ التناقض ہی لونڈی جنی چھ مہینے سے کمتر مدت میں جو وقت سے کہ اسکی بیچ ہوئی پھر اس ولد کا بائع نے دعوی کیا تو ولد کا نسب بائع سے ثابت ہوگا از روئے استحسان کے سبب اس کے علوق رہنے کے بائع کی ملک میں اور نسب کی بنا پوشیدگی پر ہی تو اس میں تناقض معاف ہوگا م یہاں قیاس یہ تھا کہ بائع سے نسب ثابت ہوا اور یہی قول ہے زفر فرج اور امام شافعی رحمہما کا اس واسطے کہ بائع کا بیچنا یہ قرار ہو اسکی جانب سے کہ وہ لونڈی پر ام ولد نہیں تو اب دعوی نسب کا صحیح تناقض ہے بیان استحسان یہ ہے کہ بوائے نسب پوشیدگی پر ہی تو اس میں تناقض معاف ہے جبکہ تیس دن ہوا ولادت سے کہ علوق رہا تھا بائع کی ملک میں اور نسب کی بنا پوشیدگی پر اس واسطے ہوئی کہ آدمی کا ہے گمان کرنا ہے کہ میرا لطفہ نہیں رہا پھر ظاہر ہوتا ہے کہ لطفہ اسی کا ہے تو یہ غلط ہو سکتا ہے اعتبار تناقض کے اسقاط میں و اذ اوصحت استندت فصارت ام ولدہ نسخ الحج ویرد الثمن اور جبکہ دعوی نسب کا صحیح ہوا تو علوق مستند ہوگا ملک بائع کے زلمنے کی طرف تو لونڈی بائع کی ام ولد ہوگی تو بیچ لونڈی کی فسخ کی جائیگی اور میں اسکا مشتری کو بھیر دیا جائیگا و لکن او ادعاه مشتری قبلہ ثبت نسبه لوجود ملکہ و امیتہ با قرارہ و قبل محل علی انہ لکھا تم استولہ یا تم اشتراکنا و لیکن جبکہ ولد کا دعوی مشتری نے بائع کے دعوی سے پہلے تو ولد کا نسب مشتری سے ثابت ہوگا بسبب پائے جانے مشتری کی ملک کے اور لونڈی کا ام ولد ہونا اس کے اقرار سے ثابت ہوگا اور بعضوں نے کہا مشتری کا دعوی اسپر محمول ہوگا کہ مشتری نے اس لونڈی سے نکاح کر لیا تھا بائع کی ملک میں پھر استیلا دیکھا پھر اسکو خرید کر لیا و لو ادعاه مع امی مع ادعاه البائع اول بعدہ لالان دعوتہ تحریر و البائع استیلا و مکان اتوی کما اور اگر مشتری نے بائع کے دعوی کے ساتھ دعوی کیا یا بعد اس کے دعوی کیا تو اسکا دعوی سموع نہیں اس واسطے کہ وہ دعوت تحریر ہو اور بائع کی دعوت استیلا وہی تو دعوت استیلا ہی تو ہی کھڑے گی چنانچہ مذکور ہو چکا شروع باب میں و کذا یشتب من البائع لو ادعاه بعد موت الام بخلاف موت الولد نفوات الاصل اور اسی طرح ثابت ہوگا نسب ولد کا بائع سے بعد مر جانے اسکی مان کے بخلاف موت ولد کے بسبب فوت ہو جانے اصل کے ہم یعنی حریت میں اصل ولد ہو اور لونڈی کی آزادی تو ولد سے مستفاد ہوتی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ولد موت سے نستنی ہو گیا نسب سے و یا قذہ البائع بعد موت امہ و لیسترو مشتری کل الثمن و قال حصہ اور بائع ولد کو لیکھا اسکی مان کی موت کے بعد اور مشتری پورا ثمن بھیرے اور صاحبین رحمہمے کہا بقیہ حصہ ولد کے ثمن بھیرے و اعتنا قہما ای اعتنا مشتری الام و الولد کو مافی الحکم اور دونوں کا اعتنا یعنی مشتری کا آزاد کرنا مان یا ولد کو ان دونوں کی موت کے مانند ہے حکم میں ہم قولہ و الولد و ابوعنی امہ و جبین جمع بین المعطوف و المعطوف علیہ جائز ہے جب اعتنا موت کے مانند ہوا تو اگر مشتری نے مان کو آزاد کیا نہ ولد کو بھیر بائع نے دعوی کیا وہ میرا بیٹا ہے تو دعوی صحیح ہے اور اسکا نسب اس سے ثابت ہے اور اگر ولد کو آزاد کیا نہ مان کو تو دعوی صحیح نہیں حتی ولد میں اس واسطے کہ اگر صحیح ہو تو اعتنا باطل ہوا و معتق بعد وقوع کے بطلان کا احتمال نہیں رکھتا اور نہ مان کے حق میں دعوی صحیح ہے اس واسطے کہ ان ولد کی تالیج پر بھیر جب اصل میں صحیح ہوا تو تالیج کے حق میں بالفرض صحیح نہ ہوگا کذا فی الطحاوی عن المنع و التمدیر کا لا اعتنا لانه ایضا لا یتمیل الا بطلان دیر حصہ اتفاقا ملتی وغیرہ و کذا جہتہما ایضا علی الصحیح من مذہب الامام کما فی القہستانی والبرہان اور مدبر کرنا مشتری کا اعتنا کے مانند ہے اس واسطے تدبیر بھی اعتنا کے مانند محتمل بطلان نہیں ہے اور بائع ولد کا حصہ مشتری کو بھیر دے با اتفاق امام رحمہ اللہ اور صاحبین رحمہمے یعنی جب کہ مشتری مان کو فقط آزاد کرے یا مدبر کرے بدون ولد کے کذا فی المنقہ وغیرہ اور اسی طرح مان کا بھی حصہ بھیر دے بموجب قول صحیح کے امام رحمہ کے مذہب سے چنانچہ قہستانی اور برہان میں ہے و نقلہ نے الدرر و المنج عن المدی علی خلافت مافی الکافی عن المہسوط اور نقل کیا ہے اس کو درر اور منہ الغفار میں ہدایہ سے بر خلافت اس قول کے جو کافی بن مہسوط سے نقل ہے





ثابت ہوگا بسبب ہونے علق کے بائع کی ملک میں اور بیع اسکی پھر جائیگی اسواسطے کہ بیع توڑ دینے کا احتمال رکھتی ہے یعنی اور حق دعوت تحمل نقض نہیں لہذا بیع بلحاظ حق دعوت منقوض ہوگی وکذا الخکم لوکاتب الولد اور سہ او آجرہ اوکاتب الام اور بہنا و آجرہ او زوجہا ثم ادعاہ فیقتب نسبه وتر و ہذہ المقررات بخلاف الاعتراف کما مراد اسی طرح بیع کے مانند حکم ہو اگر بائع نے ولد کو بکنا تب کیا یا اس کو زمین رکھایا اجارہ دیا یا اسکی ماں کو کاتب کیا یا اس کو زمین رکھایا اجارہ دیا یا اس کا کسی سے نکاح کر دیا پھر بائع نے اس کی فرزندگی کا دعویٰ کیا تو اسکا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور یہ تقررات مذکورہ یعنی کتابت اور زمین اور اجارہ اور نکاح پھر ڈالے جاوین گے بخلاف اعتراف چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اگر مشتری ولد کو آزاد کر دیکھا تو وہ نہ ہوگا اس واسطے کہ اعتراف تحمل البطل نہیں باع احمد التوکیلین المولودین یعنی علقاً وولدا عندہ و اعتراف مشتری ثم ادعی البائع اولدہ الاخر ثبت نسبہما و بطل عتق مشتری بامر فوقہ و ہو حریتہ الاصل لانہما علقانی ملک حتی لو شترنا حیالی لم یطل عتقہ لانہما دعویٰ بخریقہ تقصیر یعنی وغیرہ و جزم بہ المصنف رحمہ اللہ لیکہ لکم تو لو میں مولودین سے یعنی وہ تو میں جن کا علق اور تولد بائع کے پاس ہوا اور مشتری نے اسکو بیچ ڈالا پھر بائع نے دوسرے ولد کا جس کی بیع واقع نہیں ہوئی دعویٰ کیا تو دونوں کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور آزاد کرنا مشتری کا باطل ہو جائیگا اس امر کے سبب سے جو زیادہ اور ادبچا ہے عتق سے وہ امر فائق حریت اہلی ہے یعنی اور عتق عارضی ہے دونوں کا نسب ایک کے دعویٰ سے اس واسطے ثابت ہو گیا کہ دونوں کا علق بائع کی ملک میں تھا تو اگر کوئی بیع کر لیا اور بعد اسکے وہ دو تو ام جنی اور مشتری نے انہیں سے ایک ولد کو بیچ ڈالا اور مشتری ثانی نے اسکو آزاد کر دیا پھر مشتری اول نے ولد ثانی کا دعویٰ کیا تو مشتری ثانی کا عتق باطل ہوگا اسواسطے کہ یہ دعوت تحریر ہے نہ دعوت استیلا و اسواسطے کہ علق اسکی ملک میں نہ تھا تو دعوت تحریر فقط ولد ثانی پر مقصور ہوگی کذا فی یعنی وغیرہ اور اسی پر جزم کیا ہے مصنف رحمہ نے اپنی شرح میں ثم قال و حیلہ اسقاط دعوی البائع ان یقر البائع انہ ابن عبدہ فلان فلان دعویٰ ابداً مجتبیٰ پھر مصنف رحمہ نے اپنی شرح میں کہا اور دعویٰ بائع کے اسقاط کا حیلہ یہ ہے کہ بائع اقرار کرے کہ کنیز بیعہ کا ولد میرے فلان نے غلام کا بیٹا ہو تو بعد اس اقرار کے بائع کا دعویٰ صحیح ہوگا کبھی کذا فی المجتبیٰ یعنی اسواسطے کہ غیر کے نسب کا اقرار تحمل نقض نہیں و قد افادہ بقولہ قال عمر و لیس معہ ادع غیرہ عینہ ہوا بن زید الغائب ثم قال ہوا بنی لم یکن ابنہ ابدان و صلیۃ حمز زید توتہ خلافا لہ لان النسب لا یحتمل النقص بعد توتہ حتی لو صدقہ بعد تکذیبہ صح اور البتہ مصنف رحمہ نے اشارہ کیا اسقاط مذکور پر اپنے اس قول سے کہ عمر نے مثلاً کہا اس صغیر کو جو اسکے ساتھ ہے یا کسی اور شخص کے ساتھ ہے کہ وہ زید غائب کا بیٹا ہے پھر فلاں کہ وہ میرا بیٹا ہے تو اسکا بیٹا کبھی ہوگا اگرچہ زید مذکور اسکی فرزندگی کا شکر ہو بخلاف حاجین رحمہ اسواسطے کہ نسب بعد بیعت ثابت ہونے کے تحمل نقض کا عین بیان تک کہ اگر زید عمر کی تصدیق کرے بعد اسکی تکذیب کے تو صحیح ہر صاحبین رحمہ کا یہ مذہب ہے کہ دعوت مقرب بعد انکار مقرب صحیح نہیں اسواسطے کہ جب اسکا اقرار باطل ہو گیا مقرب کے انکار سے تو گویا اسنے اقرار ہی نہ کیا تھا و لذلک قال العینی ہذا الولد منی ثم قال لیس منی لایع نفیہ لانہ بعد الاقرار بالانقیض فلا یجوز الی الاقرار بہ ثانیاً ولا سہونی عبارة العمادی کما زعمہ ملاحظہ و کما افادہ الشرنبلالی اور اسی واسطے یعنی چونکہ نسب تحمل نقض نہیں اگر ایک صغیر کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے پھر کہا کہ میرا نہیں ہے تو اسکی نفی صحیح نہیں اسواسطے کہ بعد اقرار نسب کے نفی نہیں ہو سکتی نفی کرنے سے تو اب کچھ حاجت نہیں دوسری بار نسب کے اقرار کرنے کی اور کچھ سہو نہیں عمادی کی عبارت میں چنانچہ وقوع سہو کا گمان کیا ہے ملاحظہ و نے جیسے کہ بیان کیا ہے اسکو یعنی عدم سہو کو شرنبلالی نے ہم ملاحظہ و صاحب درر نے کما عمادیہ میں یوں ہے کہ قال ہذا الولد لیس منی ثم قال ہونی صحیظا بلکہ یہ سہو ہر کاتب اول کا اس واسطے کہ تعلیل عمادی اسکو مقتضی ہے کہ بیان تین عبارتیں ہوں پہلی عبارت سفید اثبات فرزندگی ہے اور دوسری عبارت اسکی نفی کی اور تیسری عبارت دوبارہ اثبات کی اور عمادیہ میں فقط وہی عبارتیں ہیں اتنی شرنبلالی نے کہا کہ لفظ ثالث یعنی اقرار ثانی کی ظاہر

دعویٰ بائع کے اسقاط کا حیلہ یہ ہے کہ بائع اقرار کرے کہ کنیز بیعہ کا ولد میرے فلان نے غلام کا بیٹا ہو تو بعد اس اقرار کے بائع کا دعویٰ صحیح ہوگا کبھی کذا فی المجتبیٰ یعنی اسواسطے کہ غیر کے نسب کا اقرار تحمل نقض نہیں و قد افادہ بقولہ قال عمر و لیس معہ ادع غیرہ عینہ ہوا بن زید الغائب ثم قال ہوا بنی لم یکن ابنہ ابدان و صلیۃ حمز زید توتہ خلافا لہ لان النسب لا یحتمل النقص بعد توتہ حتی لو صدقہ بعد تکذیبہ صح اور البتہ مصنف رحمہ نے اشارہ کیا اسقاط مذکور پر اپنے اس قول سے کہ عمر نے مثلاً کہا اس صغیر کو جو اسکے ساتھ ہے یا کسی اور شخص کے ساتھ ہے کہ وہ زید غائب کا بیٹا ہے پھر فلاں کہ وہ میرا بیٹا ہے تو اسکا بیٹا کبھی ہوگا اگرچہ زید مذکور اسکی فرزندگی کا شکر ہو بخلاف حاجین رحمہ اسواسطے کہ نسب بعد بیعت ثابت ہونے کے تحمل نقض کا عین بیان تک کہ اگر زید عمر کی تصدیق کرے بعد اسکی تکذیب کے تو صحیح ہر صاحبین رحمہ کا یہ مذہب ہے کہ دعوت مقرب بعد انکار مقرب صحیح نہیں اسواسطے کہ جب اسکا اقرار باطل ہو گیا مقرب کے انکار سے تو گویا اسنے اقرار ہی نہ کیا تھا و لذلک قال العینی ہذا الولد منی ثم قال لیس منی لایع نفیہ لانہ بعد الاقرار بالانقیض فلا یجوز الی الاقرار بہ ثانیاً ولا سہونی عبارة العمادی کما زعمہ ملاحظہ و کما افادہ الشرنبلالی اور اسی واسطے یعنی چونکہ نسب تحمل نقض نہیں اگر ایک صغیر کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے پھر کہا کہ میرا نہیں ہے تو اسکی نفی صحیح نہیں اسواسطے کہ بعد اقرار نسب کے نفی نہیں ہو سکتی نفی کرنے سے تو اب کچھ حاجت نہیں دوسری بار نسب کے اقرار کرنے کی اور کچھ سہو نہیں عمادی کی عبارت میں چنانچہ وقوع سہو کا گمان کیا ہے ملاحظہ و نے جیسے کہ بیان کیا ہے اسکو یعنی عدم سہو کو شرنبلالی نے ہم ملاحظہ و صاحب درر نے کما عمادیہ میں یوں ہے کہ قال ہذا الولد لیس منی ثم قال ہونی صحیظا بلکہ یہ سہو ہر کاتب اول کا اس واسطے کہ تعلیل عمادی اسکو مقتضی ہے کہ بیان تین عبارتیں ہوں پہلی عبارت سفید اثبات فرزندگی ہے اور دوسری عبارت اسکی نفی کی اور تیسری عبارت دوبارہ اثبات کی اور عمادیہ میں فقط وہی عبارتیں ہیں اتنی شرنبلالی نے کہا کہ لفظ ثالث یعنی اقرار ثانی کی ظاہر

میرے نزدیک کچھ فائدہ ہندی نہیں ثبوت نسب میں اس واسطے کہ بعد اقرار نسب کسی نفی کرنے سے نہیں ہوتی کذا فی الخطاوی تنصیرا و ہذا اذا صدقہ  
 الابن واما بوندہ فلا الا اذا عاد الابن الی التصدیق بقا و تقرر الاب اور یہ یعنی ثبوت نسب غیر اس صورت میں ہے کہ جب باپ کی تصدیق کیا کرے اور بوندہ کی  
 تصدیق کرنے کے نسب ثابت ہو گا مگر اس صورت میں جبکہ بیٹا دوبارہ اسکی تصدیق کرے بسبب باقی رہنے باپ کے اقرار کے ہم یہ فیصلہ وہاں جاری ہے جہاں  
 صحیح اچھا حال بیان کر سکتا ہو و لو انکر الاب الاقرار غیر بن علیہ الابن قبل اور اگر باپ اقرار نسب کا منکر ہو پھر گواہ لاوے بیٹا اسکے اقرار پر تو مقبول ہو و اما  
 الاقرار بانہ اخو فلا یصل لانه اقرار علی الغیر اور یہ اقرار کہ وہ شخص میرا بھائی ہے سو مقبول نہیں اس واسطے کہ وہ اقرار غیر میرے یعنی تو بلا تصدیق اسکے کیونکر  
 مقبول ہو قریب مسائل الحقہ شرح رحمہ کے لوقال است و ارثہ ثم ادعی ارثہ و ارثہ و بن جہۃ الارشاح اذا التناقض فی النسب عموما اگر ایک شخص نے کہا کہ میں اسکا وارث  
 نہیں ہوں پھر آئے دعوی کیا کہ میں اسکا وارث ہوں اور وجہ وراثت کی بیان کی تو دعوی صحیح ہے اس واسطے کہ نسب میں تناقض سماعت ہے ہم  
 جامع الفصولین میں ہے کہ اثبات وراثت صحیح نہیں جب تک جہت ارث بیان نہ کرے اتمتی یعنی وہ شخص بہت کا بیٹا ہے یا باپ لڑھی اذی اذی العہ  
 لم یصح بالمذکر ہم بعد اور چچا کی فرزندگی کا دعوی کیا یعنی یون کہہ کہ وہ میرا چچا بھائی ہے تو دعوی صحیح نہیں جب تک دادا کا نام بیان نہ کرے و لو جہت  
 ارث اقرانی ایہ فیقبل لثبوت النسب باقرارہ ولا یتبع الا علی خصم ہو و ارث او دین او مدیون او موطنی لادرا اگر گواہ لایا اس پر کہ اسکی اقرار کیا  
 ہے کہ میں اس کا بیٹا ہوں تو مقبول ہے بسبب ثابت ہونے نسب کے اس کے اقرار سے اور گواہی میراث کی سموع نہیں مگر خصم پر یعنی وارث یا دین  
 یا مدیون یا موطنی نہ پر یعنی جس کے واسطے میت نے وصیت کی و لو احضر جلالہ علی علیہ تھا لابیہ و ہو مقربہ اولاد اقلات نسب بالبیئہ عند العاقبی  
 بحفۃ ذلک الرجل اور اگر لایا ایک مرد کو کہ اسپر اپنے باپ کے کسی حق کا دعوی کرے خواہ مدعا علیہ حق کا مقربہ یا منکر تو اسکو چاہئے کہ اپنے  
 نسب اثبات کرے گواہوں سے قاضی کے نزدیک اس مرد کے سامنے و لو ادعی ارثا عن ابیہ قلو اقربہ امر بالرفع الیہ لایکون قضا علی الاب حتی  
 لو جازھا یا قضا من الملائع و الذافع علی الابن اور اگر میراث کا دعوی کیا اپنے باپ کی طرف سے تو اگر مدعا علیہ ہم سکا اقرار کیا یعنی اسکی فرزندگی کا  
 تو اس کو امر کیا جائے مدعی کے دینے کا اور میراث قضا نہیں اسکے باپ پر یہاں تک کہ اگر مدعی کا باپ زندہ آدے تو مال بدفعہ کو و انفع سے لے  
 اور دافع بیٹے سے لے و لو انکر قبیل الابن برہن علی موت ابیک و انک و ارثہ و ولایمین و الصحیح تخلیف علی العلم بانہ ابن فلان و انہ مات لم یكلف الابن  
 للبیئہ ذلک و تماشہ فی جامع الفصولین من الفصل السابع و العشرین اور اگر مدعا علیہ مدعی کی فرزندگی کا منکر ہو تو فرزند سے کہا جائے کہ گواہ قائم کر اپنے  
 باپ کی میراث پر اور اس پر کہ تو اس کا بیٹا ہے اور در صورت عدم شہادت مدعا علیہ قسم نہیں اور قول صحیح ہے کہ اسکی تخلیف ہر علم پر اس طرح کہ وہ  
 فلا نے کا بیٹا ہے اور وہ مر گیا یعنی مدعا علیہ یون قسم کھلے کہ میں نہیں جانتا کہ تو فلا نے کا بیٹا ہے اور وہ مر گیا پھر قسم کے بعد فرزند مکلف ہو گا اسپر گواہ لانے  
 کے لیے یعنی جب فرزند مال لینے کا ارادہ کرے تو اسپر اقامت بیئہ اپنے دعوی پر لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین میں ہے ستائیسویں فصل  
 سے ہم جامع الفصولین میں باقی بیان یہ ہے کہ اگر مدعا علیہ قسم سے انکار کرے تو نسب اور موت کا مقربہ سے گا اور مال کا منکر تو اب مدعا علیہ  
 سے مال پر یعنی قسم لی جائیگی نہ علم کی اتمتی ملخصا اور یہ بیان اٹھائیسویں فصل میں ہے نہ ستائیسویں میں کذا فی الخطاوی و لو کان حصی مع مسلم  
 و کافر قتال المسلم ہو عبیدی و قال الکافر ہوا بنی قہور ابن الکافر فلیہ الحریۃ حالہ الاسلام والا اور اگر ایک کافر کا پوسلمان اور کافر کے ساتھ  
 سوسلمان کتاب ہے کہ وہ میرا غلام ہے اور کافر کتا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے تو وہ آزاد ہے کافر کا بیٹا بسبب اسکے حاصل کرنے کے آزادی کو  
 بالفعل اور حصول اسلام انجام کا دم یعنی وائل توجید ہر عاقل پر ظاہر ہیں تو بعد بلوغ اسلام صغیر شوق ہو اور اگر بالعکس ہوتا یعنی مسلمان کا غلام  
 مشرک تو اسلام تو سکو بالشیع حاصل ہوا لیکن اس کو آزادی حاصل نہ ہوتی و جہم ابن الکمال رحمہ بانہ کیون مسلمانان حکمہ دار الاسلام و عزاء للتحفہ فی حفظ





اور اسی طرح مشتری ثانی مشتری اول سے شہن لوٹتی کا اور قیمت ولد کی پھیرے لیکن مشتری اول تو بائع اول سے فقط شہن ہی پھیرے گا نہ قیمت ولد کی کذا فی المواہب وغیرہا لا یعقرا الذی اخذ منه الحق للزومہ باستیفاء منافعہا کما مر فی باب المراجعة والاحتقاق مع مسائل التناقص وخالہما مر فی متفرقات التفاضل ویجوز فی الاقرار نہ پھیرے مشتری بائع سے لوٹتی کا مہر مثل جو سخی نے مشتری سے لیا بسبب لازم ہونے مہر مثل کے لوٹتی کے شائع جماع کے حاصل کرنے سے چنانچہ مذکور ہو چکا باب المراجعة والاحتقاق میں تناقص کے مسائل کے ساتھ اور اکثر مسائل مذکورہ کتاب التفاضل کی متفرقات میں گذر گئے اور کتاب الاقرار میں بھی اسکا ذکر آدیکاقدم مسائل ملحقہ شرح کے التناقص فی موضع الخطا وغیرہ تناقص پوشیدگی کے مکان میں معاف ہونے ہر موضع مخفیہ قرار ضلع ہو تو اگر ایک شخص نے کہا کہ یہ میری رضیہ ہے پھر اپنی خطا کا معترف ہوا تو اسکا دعویٰ خطا میں صحیح ہو اور بعد اسکے اسکا کلج اس سے جائز ہو بشرطیکہ اپنے اقرار پر ثابت نہ ہے یا اقرار گروہوں سے ثابت نہ ہو اور از انجملہ یہ کہ در نہ نے زوجه کی تصدیق کی اقرار زوجهیت اور دفع میراث پر پھر استرجاع میراث کا دعویٰ کیا جبکہ طلاق جو مانع میراث کا نہ ہو دعویٰ سموع ہر کہ اسکا عذر ہو اسکا مستفیاب حال زوجیت اور رجعت خفا بنونہ کے ظاہر ہو اور از انجملہ یہ ہر کہ ایک کپڑا رومال میں لپٹا کر ایسے کو لیا پھر جب اسکو کھولا تو بولا یہ میرا ہے تو دعویٰ سموع ہر باوجود تناقض اور اسپر شہادت مقبول ہو بقول راجح نفی بہ انی لخطاوی عن حواشی الاشہار لاسمع الدعوی علی عزم میت دعویٰ سموع نہیں میت کے عزم عزم عزم یعنی داہن اور مدیون ہر علامہ میری وجہ کے کلام سے یہ مدار ہوتا ہے کہ عزم سے مراد بیان دان میت ہے اور دعویٰ نے اسکو قوی کہا ہے کہ مدیون میت مراد ہے کذا فی الخطاوی الا اذا ہو جمع بالاجنبی وکلمہ فانہا سموع علیہ لکن نہ زائد غیر میت پر دعویٰ سموع میں اگر جبکہ میت اپنا سب مال اجنبی کو بیہ کرے اور اسکے قبض میں کرے تو اسپر دعویٰ سموع ہو گا میت مال پر زیادہ ہونے سے ہم یہ استثناء منقطع ہر از بین ہر کہ جبکہ واسطے جمع مال یا زائد علی التکلیف کی نسبت ہو وہ ختم ہو سکتا ہے کذا فی الخطاوی دلائل جود اللہ علیہ الاکار مع علمہ بالحق الا فی دعویٰ عیب لیسرین فتیکن ان الرد فی الوسی اذا علم بالذین مدعا علیہ کو جائز نہیں انکار کرنا باوجود دریافت ہونے حق مدعی کے کہ بیع کے عیب میں انکار جائز ہے تا مدعی گواہوں سے عیب ثابت کرے تا مدعا علیہ قادر ہو اسکے پھیر دینے پر یعنی مدعا علیہ اس بیع کو اپنے بائع کو پھیر دے اور دعویٰ وصی میں انکار جائز ہے جبکہ وہ دین کو جانتا ہو علامہ ابو اسود حرنے کہا کہ دونوں مسئلوں میں ظاہر رد قبول میں یعنی جواز انکار اور عدم جواز والذہا علم کذا فی الخطاوی لا تعلیف مع البربان الا فی ثلاث دعویٰ دین علی میت وحقاق بیع و دعوئی آتی قسم نہیں بربان کے ساتھ مگر میں مسئلوں میں دعویٰ دین میں بیعت اور احتقاق بیع میں اور دعویٰ عید آتی میں تنویر لاذمان میں ہر از یہ سے ہر کہ جس نے میت پر دین کا دعویٰ کیا اور گواہوں سے ثابت کیا تو مدعی سے قاضی بلا خواہش وصی اور وارث کے یون قسم لے کہ والدین نے دین نہیں پایا مدیون سے اور نہ کسی نے اسکی طرف سے او کیا اور نہ کوئی پھیر اسکی میرے پاس گہرا اور نہ میری طرف سے کسی قابض نے کچھ قبض کیا میرے امر سے اور نہ میں نے اسکو معاف کر دیا نہ کل نہ بعض اور نہ میں نے کسی کو اسپر حوالہ کیا انتہی اور جبکہ بیع مشتری کے پاس حق غیر نکلی گواہوں سے تو مستحق علیہ یعنی مشتری کو مستحق سے یون قسم لینا جائز ہے کہ والدین نے اسکو نہیں بچا اور نہ ہبہ اور صدقہ کیا اور نہ یہ چیز میری ملک سے کسی وجہ سے نکلی اور دعویٰ آتی کی یہ صورت ہے کہ قاضی نے غلام کو خریدتے کو قید کیا پھر ایک شخص آیا اور اس نے اسکا دعویٰ کیا اور گواہوں سے ثابت کیا کہ وہ اسکا غلام ہے تو اس شخص سے قسم لینا ہے کہ وہ غلام نہیں ہے اسکی ملک میں باقی ہے یا ہبہ سے اسکی ملک سے خارج نہیں ہوا پھر جب قسم کھائے تو اسکو دیا جائے اور باوجود بربان قسم اس واسطے مدعی پر لازم آتی تاکہ حکم حاکم بطلان سے محفوظ رہے اور جو عاجز ہے اپنی بھلائی سے اسکی رعایت حال ہو کذا فی الخطاوی الاقرار لا یجاءع البینۃ الا فی الرجوع وکالتہ ووصایۃ واثبات دین علی میت وحقاق عین مشتری و دعوئے الایق اقرار مجتمع نہیں ہوتا بینہ کے ساتھ یعنی جب مدعا علیہ نے دعوئے کا اقرار کیا تو اس گواہ لانے کی کچھ حاجت نہیں ثبوت دعوئے میں مگر چار صورتوں میں اقرار مجتمع ہوتا ہے گواہوں کے ساتھ وکالت میں اور وصایت میں اور دین







# کتاب الاقرار

کتاب الاقرار

کتاب الاقرار

یہ کتاب ہے اقرار کے احکام میں ہم اقرار کا حجت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ اولم یملل الذی علیہ الحق (فرمایا حق تعالیٰ نے چاہیے کہ اقرار کرے وہ شخص جس پر حق ثابت ہے تو اگر اقرار مقبول ہوتا تو اقرار کا کچھ فائدہ نہ تھا اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے کہ اقرار حجت ہے اپنی ذات کے حق میں مناسبتہ ان المدعی علیہ الما شکرا و مقروءا مقرب ثقلہ الصدق مناسبتہ کتاب الاقرار کی کتاب الدعوی سے یہ ہے کہ مدعا علیہ یا منکر دعویٰ مدعی ہو یا مقدر اور وہ یعنی اقرار حق قریب تر بحال مسلم ہے بواسطہ ثقلہ صدق یعنی مدعی کا صدق اپنے دعویٰ میں اور مقدر کا صدق اپنے اقرار میں اس واسطے کہ عاقل انبی و اولاد پر کاذب اقرار نہیں کرتا جس میں اسپر یا اسکے مال پر ضرر ہو تو حجت صدق فی نفسہ راجح ہے بسبب عدم تہمت کے اور کمال ولایت کے بخلاف اس اقرار کے جو غیر شخص کے حق میں کرے بولغۃ الاثبات یقال قرأ الشیء اذ اثبت وہ یعنی اقرار بغت میں یعنی ایبات ہو عرب بولتے ہیں قرأ الشیء جبکہ شہادت اور مسلمہ ہو اور اخبار بحق علیہ للغير من وجہ التصادم و وجہ تہم علیہ لانه لو کان لنفسه یكون دعوی لا اقرار الا اور اصطلاح شریع میں اقرار عبارت ہے غیر شخص کے اس حق کی خبر دینے سے جو مقدر ثبات اور لازم ہے اقرار اخبار ہے ایک راہ سے اور انشا ہے دوسری راہ سے مصنف اقرار کو بلفظ علیہ جو مفید ضرر مقدر مقید کیا اس واسطے کہ اپنی ذات کے حق کے واسطے اگر اخبار ہو تو وہ دعویٰ ہو گا نہ اقرار ہم اور اگر غیر کے حق کا اخبار ہو غیر شخص پر تو وہ شہادت ہے غیر شریع علی کل من اشہبہن پھر مصنف نے تفریح کی دونوں شبہوں میں یعنی چونکہ اقرار اخبار اور انشا دونوں کے شائبہ تھا لہذا بعض خبریات اقرار میں کا حکم دیا گیا اور بعض خبریات میں انشا کا حکم دیا گیا فللوجہ الاول و ہذا لا یصح اقرار بالمال مملوک للغير و تی اقر ملک الغير بملکہ سلمیۃ ای المتقید او الملک برئۃ من الزمان لثبوتہ علی نفسه ولو کان انشا کما صح لعدم وجود الملک تو باعتبار وجہ اول یعنی اخبار کے صحیح ہے اقرار مقدر غیر شخص کے مال مملوک کا اور جبکہ اسے ملک غیر کا اقرار کیا تو اسکو تسلیم کرنا اس مال کا مقدر کو لازم ہو گا جبکہ مقدر اس مال کا زندک مدت بھی مالک ہو بسبب نافذ ہونے اقرار کے اپنی ذات پر اور اگر اقرار انشا ہو تو صحیح نہ ہوتا بسبب نہ موجود ہونے ملک کے یعنی اقرار کے وقت مقدر اس مال کا مالک نہ تھا کہ اقرار صحیح ہو تا م شہادۃ زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام خالی کا ہے پھر زید اسکا مالک ہو کسی وقت میں تو اسپر لازم ہو گا کہ غلام خالی کو تسلیم کرے یعنی ابو اودے کے کہ اس سئلے سے نکلتا ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک چیز کا دعویٰ کیا غیر کے قبضے میں پھر ایک شخص نے اسکی گواہی دی اور کسی وجہ سے مقبول ہوئی پھر شہادۃ اس چیز کا مالک ہو تو اسکو تسلیم الی المدعی کا حکم ہو گا و فی الاشباہ اقر بحریۃ عبدہم شرہ عتیق علیہ لایرجع بالنسب او بقضیۃ دارم شرانا اور شرنا صارت ذقنا مواخذۃ لہ زعمہ اور شہادۃ میں ہے کہ ایک غلام کی آزادی کا اقرار کیا پھر اسکو خرید کیا تو وہ غلام اسپر لگتا ہو جائے گا اور اسکا ضمن بالغ سے نہ کھیر سکے گا یا ایک گھر کے وقف ہونے کا اقرار کیا پھر اسکو خرید لیا یا اسکا وارث ہو تو وہ گھر وقف ہو جائیگا اسکے زعم پر مواخذہ کر کے ہم رجوع نہیں اسواسطے نہ کہ اقرار فقط مقدر حجت ہوتا ہے نہ غیر پر ولا یصح اقرارہ لطلاق و عتاق مکرنا ولو کان انشا و لیس عدم تخلف اور صحیح نہیں اسکا اقرار طلاق اور عتاق کا زبردستی سے اور اگر اقرار انشا ہوتا تو صحیح ہوتا بحت عدم تخلف کے ہم طلاق اور عتاق کا اقرار زراہ زبردستی اسواسطے صحیح نہیں کہ دلیل کذب یعنی اگر موجود ہے اور اقرار اخبار ہے احتمال کھتا ہے صدق اور کذب کا تو اسکے مدلول لفظی و وضعی کا تخلف لفظ سے جائز ہے اور اگر انشا ہوتا تو تخلف صحیح ہوتا کہ انشا میں مدلول لفظی و وضعی کا تخلف متمنع ہے و صحیح اقرار العبد الماذون بعین فی یدہ و المسلم تخم و نصف دارہ مشاعا والمرأۃ بالزوجیۃ من شہود ولو کان انشا و لیس صحیح ہے اقرار عبد ماذون کا اس عین میں جو اسکے پاس ہے اور مسلم کا اقرار صحیح ہے شراب میں اور زید گھر میں نصف شاع کا اقرار صحیح ہے اور زوجیت کا اقرار عورت کی جانب سے بلا شہود صحیح ہے اور اگر اقرار انشا ہوتا تو مسائل مذکورہ میں صحیح ہوتا م در صورت انشا ہونے کے عین ماذون کا اقرار اسواسطے صحیح ہوتا کہ اسکا اقرار شرع ہوتا اسکی جانب سے اور عبد لائق تبرع کے نہیں اور حیسلم نے شراب کا اقرار کیا تو اسکو حکم ہو گا کہ مقدر

کرے اور اگر انشاء ہوتا اقرار تو لازم آتی تھی کہ شراب کی مسلم کے جانب سے اور حالانکہ مسلم نہ شراب کا مالک ہو سکتا ہے نہ غیر کو مالک کر سکتا ہے اور لفظ  
 در مشاع کا اقرار صحیح ہو اسباب اسکے اخبار ہونے کے اور اگر انشاء ہوتا تو یہ مشاع ہوتا اور یہ مشاع قابل قسمت تمام نہیں ہوتا باوجود قبض کے بھی اور اس طرح  
 زوجیت کا اقرار اخبار ہو سکتی ہے جس سے صحیح ہو اور نہ بلا شہود صحیح ہوتا ولا تسبیح و دعواہ علیہ بانہ اقرارہ بشی عین بنا و علی الاقرار لہ بذلک بہ لفظ  
 لانہ اخبار حمل الکذب حتی لو اقر کا قابل حمل لہ لان الاقرار لیس سبباً للکفر لیس لہ صلاہ کان ابتداءً بہ رہو الا وجہ ہزارہ اور مسوع نہیں دعوی مقررہ کا اس طرح کہ  
 اسنے اسکے واسطے شی عین کا اقرار کیا بنا براس اقرار کے اسی قول کا فتوے ہر اس واسطے کہ اقرار حمل کذب کا ہر بیان تک کہ اگر چھوٹا اقرار کرے تو مقرر  
 کو وہ چیز حلال نہیں یعنی اس کو زبردستی لینا باعتبار ریانت کے جائز نہیں اس واسطے کہ اقرار ملک ہونے کا سبب نہیں ہاں اگر مقرر اپنی خوشی مقرر کہ وہ چیز تسلیم  
 کرے تو اب یہ ابتداءً ہر ٹھہرے گا اور ہی قول وجہ اور مدلی تر ہے کذا فی البرزازیہ الا ان ليقول فی دعواہ ہو ملکی و اقر لہ بہ اذ یقول فی علیہ کذا ہذا اقرار بہ  
 تسبیح اجماعاً لانہ لم یحمل الاقرار سبباً للوجوب مگر یہ کہ مدعی اپنے دعوی میں یوں کہے وہ شی میری ملک ہو اور مدعا علیہ ہے اس کا اقرار بھی کیا ہے پیر و ایابون کے کہ میر  
 اس پر اتنا ہی اور اسی طرح اسنے اقرار بھی کیا ہے تو اب دعوی مسوع ہو گا بالاتفاق اس واسطے کہ مدعی نے اقرار کو جو جو ملک کا سبب نہیں ٹھہرا یا تم لو کہ اقرار  
 بل کھلیف الفیوے انہ لا یخلف علی الاقرار بل علی المال بھر بعد دعوی ملک اور اقرار کے اگر مدعا علیہ اپنے اقرار کرنے کا منکر ہو تو کیا اس سے قسم لی جائے گی  
 یا نہیں تو اسے یہ ہے کہ اس سے اقرار پر قسم نہ لی جائے گی بلکہ مال مدعا بہ قسم لی جائے داما دعوی الاقرار فی الرفع قسماً عند اعادہ اور اقرار کا دعوی تو رفع  
 میں جو وقتہا کے نزدیک مسوع ہے یعنی اگر مدعا علیہ نے گواہ قائم کے کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ اسکا حق جانب مدعا علیہ ہے نہیں یا عین مدعا بہ مدعا علیہ کی ملک  
 ہو تو دعوی مسوع اور گواہ مقبول **من ولو جہ التثانی و ہذا لانشاء و لور و المقر لہ اقرارہ ثم قبل الرفع ولو کان اخباراً لرفع اور باعتبار وجہ ثانی یعنی اقر**  
**کے انشاء ہونے کے اگر مقرر نے مقرر کا اقرار رو کیا بعد اسکے قبول کیا تو صحیح نہیں اور اگر اقرار اخبار ہوتا تو صحیح ہے تاہم اقرار بعد رد کے و مان صحیح نہیں**  
 جمان اقرار رو ہو جاتا ہے رد کرنے سے چنانچہ یہ وغیرہ اور جو چیز رد کرنے سے رو نہیں ہوتی چنانچہ برق اور نسب تو اس میں اگر اقرار کر گیا اور بعد رد کرنے  
 کے مقرر اس کا دعوی کر گیا تو مقبول ہے اور عقود لازمہ مانند نکاح رو نہیں ہونے رد کرنے سے لو اگر مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھ سے کل  
 نکاح کیا عورت نے کہا کہ نہیں بھر لوی کہ مان اور مرد بولا کہ نہیں تو مرد کو نکاح لازم ہو گا اس واسطے کہ مرد کا اقرار باطل نہیں ہوتا اس لیے کہ نکاح  
 عقد لازم ہے کہ بچر انکار احد الزوجین کے باطل نہیں ہوتا عورت کی تصدیق بعد تکذیب کے صحیح ہے تو نکاح ثابت ہو گا اور مرد کا انکار بعد اقرار کے  
 معتبر ہو گا کذا فی الطحاوی و ما بعد القبول فلا یرتد بالرد و بعد قبول لینے کے تو اقرار رو نہیں ہوتا رد کرنے سے دلوا عا دالمقرر اقرارہ فقہ لازمہ  
 لانہ اقرار آخر اور اگر مقرر نے دوبارہ اقرار کیا بعد رد کرنے کے سو مقرر نے اس کی تصدیق کی تو اس کو لازم ہو گا اس واسطے کہ یہ دوسرا اقرار حاکمی  
 تصدیق ہوئی اور اقرار مرد و او تھا تم لو انکر اقرارہ الثانی لا یخلف ولا تقبل علیہ بیئہ قال البایع و انما شئہ بولہ ادا عمدہ ابن شخبہ و اقرہ الشربلی  
 بھر اگر مقرر نے اپنے اقرار ثانی کا انکار کیا تو اس سے قسم نہ لی جائے گی اور مقرر کے گواہ اس پر مقبول ہوں گے قاضی بدیع استاد صاحب قلی نے کہا اور  
 ایشیہ بقوا عقد فقہ قبول بیئہ ہے اور ابن شخبہ شارح و ہبانی نے اس پر اعتماد کیا ہے اور شربلی نے اس قول کو ثابت رکھا ہے و الملک الثابت بہ بالانکر  
**لا یطہر فی حق الزوائد المستملکہ فلا یملکہا المقر لہ و لو اخبار الملکما اور جو ملک کہ اقرار سے ثابت ہے ظاہر نہیں ہوتی زوائد مستملکہ کے**  
 حق میں تو زوائد مذکورہ کا مقرر مالک ہو گا اور اگر اقرار اخبار ہوتا تو ان کا مالک ہونا مقرر شلایزید نے کہا کہ یہ باغ خالد کا ہے اور بچل اس باغ  
 کے تیار تھے سو اس نے توڑے اور اپنے طرف میں لایا تو زید پر اس کا نمان لازم ہو گا کیونکہ اس صورت میں اقرار انشاء ہے گویا اس نے نے  
 انان خالد کو مالک کیا اقرار مکلف یقظان طالعا و عبدا و صبی و متوہ ما ذون لحم ان اقر و اتجارہ کا اقرار مجبور و خود والا بعد عفتہ

عقود



و نام و معنی علیہ کتب و سبب اسکران و المکرہ حق معلوم اور مجہول صحیح معلوم یا مجہول کا اقرار کیا آزاد باغ عاقل بیدار کے اپنی خوشی سے یا عہد  
ماذون یا صغیر یا ذون یمعتوہ اذون نے اقرار کیا بشرطیکہ اذونین کا اقرار متعلق بسوا گری ہو تو صحیح ہے عہد مجبور غیر اذون کا اقرار حد اور قصاص  
میں صحیح ہے اور اگر عہد مجبور کا اقرار مال کا ہونہ حد اور قصاص کا تو بعد عقد کے صحیح ہوگا یعنی اسکا مواخذہ بعد اسکے اذوی کے ہوگا اور سوتا اذوی  
اور معنی علیہ کتب کے مانند ہیں جن کا اقرار صحیح نہیں اور سبت کا اقرار آگے مذکور ہوگا اور مکرہ کا اقرار عنقریب مذکور ہو چکا کہ طلاق اور عتاق میں  
بھی زبردستی کا اقرار صحیح نہیں عہد اور صغیر اور معتوہ ماذونین کا اقرار مال میں صحیح ہے اس واسطے کہ یہ ضروریات تجارت سے ہے اور اگر ان کا  
اقرار صحیح نہ ہو تو کوئی شخص ان سے معاملہ نہ کرے کہ جو امر متعلق تجارت ہے وہ اذون میں داخل ہے چنانچہ دیون اور غواری اور مضاربات اور غصب  
اور جو امر متعلق بہ تجارت نہیں چنانچہ مہر اور خیانت اور ضمانت میں ان کا اقرار صحیح نہیں کذا فی اللطفاوی لانه جہالت المقربہ لا تصر الا اذا بین  
سبباً تضرہ اجمالیہ کبیع و اجارۃ اقرار حق مجہول کا اس واسطے صحیح ہوا کہ جہالت مقربہ کی سفرت نہیں کرتی مگر جب کہ مقرباً سبب بیان کرے جس کو  
جہالت ضرر کرتی ہے چنانچہ بیع اور اجارہ ہم اقرار مجہول اس واسطے صحیح ہوا کہ گاہے مقرب حق مجہول لازم آجاتا ہوا اس طرح کہ آئینہ کچھ مال تلف  
کر ڈالا جس کی قیمت اسکو معلوم نہیں ہاں بیع اور اجارہ کی جہالت البتہ مضر ہے مثلاً اگر اقرار کیا کہ اس نے فلاں سے کوئی چیز بیع کی یا اجارہ رکھی  
یا کوئی چیز خرید کی تو اقرار صحیح نہیں اور مقرب جو کہ تسلیم کا و اجارہ المقر فخر لقولہ علی احدنا تک الف و ہم جہالت المقرب علیہ اذا جمع بین  
عہدہ و نفسہ صحیح اور اقرار کرنے والے کی جہالت تو مضر ہے چنانچہ مقرب کا یون کہنا کہ ہم لوگوں میں سے ایک شخص پر ہزار درم تیرے ہیں بسبب نہ معلوم ہے  
اس شخص کے جس پر ہزار درم کا حکم کیا جائے مگر جب کہ مقرب اپنے غلام اور اپنی ذات کو جمع کرے تو ایسی جہالت مقرب کی صحیح ہے مثلاً ایک شخص نے یون  
اقرار کیا کہ تیرے پلے درم ہیں مجھ پر یا میرے غلام پر تو صحیح ہے اس واسطے کہ بہر صورت موسے پر مطالبہ متوجہ ہوگا نہ غلام پر نہ اقرار جہالت المقرب ان میں سے  
کلو جس میں الناس علی کذا اور اسی طرح مقرب کی جہالت ضرر کرتی ہے اگر جہالت فاحش اور کثیر ہو چنانچہ یون اقرار کرنا کہ لوگوں میں سے ایک شخص کا  
مجھ پر اتنا مال ہے والا کلا حد نہیں علی کذا فیصح علی البیان لجمالی المدعی بحر و نقلہ فی الدررکن باختصار نخل کما بینہ عزمی زاوہ اور اگر مقرب کی جہالت  
فاحش نہ ہو تو ضرر نہیں کرتی چنانچہ یہ اقرار کہ ان شخصوں میں سے ایک شخص کا میرے اور ہاں ہے تو صحیح ہے اور مقرب جو کہ نہ کیا جائیگا بیان کرنے پر بسبب ہر  
ہونے مدعی کے کذا فی البیور اور اس کو درمین نقل کیا ہے لیکن باختصار نخل چنانچہ عزمی زاوہ نے بیان کیا ہے مثال مذکور میں اس واسطے اقرار صحیح ہوا  
کہ صاحب حق یا نہیں دو شخصوں سے اور ایسی صورت میں امر ہوگا یاد کرنے کا اس واسطے کہ صاحب حق کو گاہے مقرب مجہول بھی جانتا ہے صاحب  
درم کی نقل میں غلط ہے واقع ہوا کہ اس نے جبر علی البیان ذکر کیا ہے اور عزمی زاوہ کا حاصل بیان یہ ہے کہ مقرب جو اس صورت میں ہے جبکہ مقرب مجہول  
ہو نہ کہ مقرب کی جہالت میں اس واسطے کہ جبر ہوتا ہے صاحب حق کے واسطے اور وہ یہاں مجہول ہے کذا فی اللطفاوی ولزمہ بیان ما جہل کشتی و حی بدعی  
کفاس وجوزۃ لا بالاقیمۃ کہ جبہ غلطہ و جلد مستہ و صبی ہر لاندہ رجوع فلا یصح اور مقرب کو لازم ہوگا اس مقرب کا بیان کہ جبکو اسے مجہول بیان کیا مانند شوہر  
حق کے بیان چاہیے قیمت والی چیز سے چنانچہ پسا اور اخروٹ نہ اس چیز سے جسکی قیمت نہیں چنانچہ ایک دانہ گہون کا اور مردار کی کھال اور کبوتر  
اس واسطے کہ بلا قیمت چیز کا بیان کرنا رجوع ہے اقرار سے تو صحیح نہ ہوگا مگر جب کہ مقرب حق مجہول کا اقرار اس طرح کیا کہ زبردستی مجھ پر یا حق تو  
اس پر بیان لازم ہے قیمت دار چیز سے نہ بلا قیمت سے زبلی میں ہے کہ اگر مقرب نے یون بیان کیا کہ میں نے حق سے حق اسلام کا ارادہ کیا تو اس کی  
تصدیق ہوگی اس واسطے کہ اسکو عرف میں حق نہیں لبتے اور ہی قول لاتی اعتماد کے ہوا القول للمقرع حلفہ لانه النکران ادعی المقربہ اکثرہ  
ولابنیہ اندر مقرب کا قول مقبول ہے اس کی قسم کے ساتھ اس واسطے کہ وہ مکر ہے زیادت کا اگر مقرب اس کے بیان کرنے سے زیادہ تر کا دعوی کرے اور



اسکے گواہ ہونے والا یصدق فی اقل من درہم فی علی مال اور تصدیق نہوگی مگر کی ایک درہم سے کترین اس اقرار میں کہ میرا مال ہر پچیسے  
 سو اسطے کہ درہم سے کتر کو عرف میں مال شمار نہیں کرتے ومن النصاب لے نصاب الزکوٰۃ فی الاصح اختیار وقیل ان المقرفۃ نصاب السرقتہ صحیح فی مال  
 عظیم بوبینہ من الزبیب او النفقۃ اور اگر مقررے اقرار کیا کہ مجھے مال عظیم ہر سو نے یا چاندی سے تو نصاب نصاب کو گواہ کتر کے بیان میں اسکی  
 تصدیق نہوگی کذا فی الاختیار اور بعضوں نے کہا کہ اگر مقرر محتاج ہو تو نصاب سرقتہ سے کترین تصدیق نہوگی اور اس قول بھی صحیح ہوگی ہم نصاب کو گواہ  
 کو مال عظیم سو اسطے قرار دیا کہ نصاب عظیم ہر شرعاً نفاذ صاحب نصاب کو غنی قرار دیا اور بواسطہ فقر اس پر واجب ہوگی اور عرف میں بھی اسکو غنی کتر میں  
 و من خمس وعشرون من الابل لانا اولیٰ نصاب یؤخذ من جنسہ اور پچیس اور تیس سے کترین اسکی تصدیق نہوگی اور اگر یوں بولا کہ مجھے مال عظیم ہر سو نے یا چاندی سے  
 سے سو اسطے کہ پچیس اونٹ کتر نصاب ہو جو اونٹ کی جنس سے لیجاتی ہے ہم یہ جواب ہے اس سوال کا کہ اونٹ کی کتر نصاب پانچ اونٹ ہیں  
 جس میں ایک بکر ہی لیجاتی ہے حاصل جواب یہ ہے کہ پچیس سے کتر میں زکوٰۃ ہم جنس نصاب نہیں لیجاتی مان پچیس سے ایک اونٹ لیا جاتا ہے تو باعتبار  
 انہ جنس پچیس ہی اوتنا سے نصاب ٹھہری ومن قدر النصاب فیتمہ فی غیر مال الزکوٰۃ اور مقدار نصاب کی قیمت سے کتر میں تصدیق  
 نہوگی غیر مال زکوٰۃ میں ہم یعنی جس مال میں زکوٰۃ واجب نہیں اسکو مال عظیم کے بیان میں ذکر کیا اسطرح کہ مجھے مال عظیم ہر نصاب اور کتب سے  
 تو بیان نصاب باعتبار قیمت کے معتبر ہوگی یعنی اگر اسے اتنے نصاب یا اتنی کتابیں ذکر کیں جنکی قیمت دو سو درہم چاندی یا سات مثقال سونا نہیں تو اسکی  
 تصدیق نہوگی ومن ثلثۃ نصاب فی اموال عظام ولو ضرہ بنبر مال زکوٰۃ باعتبار قیمتہا کما مر اور تین نصابوں سے کتر میں تصدیق نہوگی  
 اس قول میں کہ علی اموال عظام یعنی مجھے بڑے مال ہیں اور اگر اموال عظام کی تفسیر غیر مال زکوٰۃ یعنی نصاب وغیر یا سو کرے گا تو تین نصابوں  
 کی قیمت معتبر ہوگی چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا ہم اموال عظام میں تین نصابوں سو اسطے معتبر ہوئیں کہ تین ادنیٰ جمع میں دنیٰ اور ہم ثلثہ اور درہم  
 میں تین درہم سے کتر میں تصدیق نہوگی یعنی اگر یوں اقرار کیا کہ مجھے درہم ہیں تو تین درہم سے کتر میں تصدیق نہوگی یہ لیل گذشتہ دنیٰ درہم اور تین  
 او ثواب کثیرہ عشرۃ لانا نہایت ہم جمع اور اس اقرار میں کہ مجھے درہم کثیرہ یا زانیہ کثیرہ یا ثواب کثیرہ ہیں دہن درہم یا دہن دینار یا دہن کثیرہ لازم  
 ہونگے سو اسطے کہ دہن ثواب ہم جمع ہو تو وہ ہی اکثر ٹھہرا باعتبار قطع کے ہم عشرہ نہایت جمع قلت کی ہر نہ جمع کثرت کی تو اگر شایع یوں کہتے  
 (لانا اقل مدلول جمع اکثرہ) تو بہتر ہوتا اور یہ منیٰ ہر احد القولین پر کذا فی الطحاوی و کذا اور ہر درہم علی القصدہ راس اقرار میں کہ علی کذا اور ہر  
 ایک درہم لازم ہوگا بقول متعدد لو تخففہ لزمہ ما نہ درہم اور درہم کو بعد لفظ کذا کے ماسور کہا اس طرح کہ علی کذا درہم تو سو درہم لازم ہونگے دنیٰ درہم اور ہم  
 عظیم درہم والمعتبر الوزن المقادیر الجوزی اور اس اقرار میں کہ علی درہم بلفظ تصغیر یا یوں کہا کہ (علی درہم عظیم) ایک درہم لازم ہوگا اور  
 درہم کا وزن وہ معتبر ہو جو اس شہر میں رایج اور معتاد ہو مگر حجت سے البتہ غیر معتاد معتبر ہوگا کذا فی الزیلعی ہم یعنی تصغیر اور تعظیم میں پوزا  
 درہم باعتبار وزن کے معتبر ہونہ کم نہ زیادہ و کذا کذا اور ہر احد عشر اور اس اقرار میں کہ علی کذا اور ہر گبارہ درہم لازم ہیں سو اسطے کہ دو  
 عدد ہم بغیر حروف عطف کے مقررے نہ کر سکتے اور اس طرح کا اقل عدد مفسر احد عشر ہے اور اکثر ثبوت عشر اور اقل بلا بیان لازم ہے اور زیادتی اسکے  
 بیان پر موقوف کذا فی التبع و کذا کذا احد و عشرون لان لظہر بالواحد عشرون اور اس اقرار میں کہ علی کذا اور ہر مقررہ پچیس درہم لازم ہیں  
 سو اسطے کہ اس عدد ہم کا نام نہ عدد مفسر سے داوے ساتھ احد و عشرون ہے ہم اگر شایع یوں کہتا لانا اقل نظیرہ تو بہتر ہوتا کذا فی الطحاوی  
 ولو ثلث بلا واو فاحد عشر اذا لظہر لہ فعل علی التکرار اور اگر لفظ کذا کو مقررین بار بولابہ دن داو کے اسطرح کہ علی کذا کذا کذا  
 تو احد عشر یعنی گیارہ لازم ہیں اس عدد ہم کا نام نہ کوئی مفسر نہیں تو تیسرا لفظ تکرار پر محمول ہوا ومعنا فائتہ واحد و عشرون اور اگر

۱۲  
 ۱۳  
 ۱۴  
 ۱۵  
 ۱۶  
 ۱۷  
 ۱۸  
 ۱۹  
 ۲۰  
 ۲۱  
 ۲۲  
 ۲۳  
 ۲۴  
 ۲۵  
 ۲۶  
 ۲۷  
 ۲۸  
 ۲۹  
 ۳۰  
 ۳۱  
 ۳۲  
 ۳۳  
 ۳۴  
 ۳۵  
 ۳۶  
 ۳۷  
 ۳۸  
 ۳۹  
 ۴۰  
 ۴۱  
 ۴۲  
 ۴۳  
 ۴۴  
 ۴۵  
 ۴۶  
 ۴۷  
 ۴۸  
 ۴۹  
 ۵۰  
 ۵۱  
 ۵۲  
 ۵۳  
 ۵۴  
 ۵۵  
 ۵۶  
 ۵۷  
 ۵۸  
 ۵۹  
 ۶۰  
 ۶۱  
 ۶۲  
 ۶۳  
 ۶۴  
 ۶۵  
 ۶۶  
 ۶۷  
 ۶۸  
 ۶۹  
 ۷۰  
 ۷۱  
 ۷۲  
 ۷۳  
 ۷۴  
 ۷۵  
 ۷۶  
 ۷۷  
 ۷۸  
 ۷۹  
 ۸۰  
 ۸۱  
 ۸۲  
 ۸۳  
 ۸۴  
 ۸۵  
 ۸۶  
 ۸۷  
 ۸۸  
 ۸۹  
 ۹۰  
 ۹۱  
 ۹۲  
 ۹۳  
 ۹۴  
 ۹۵  
 ۹۶  
 ۹۷  
 ۹۸  
 ۹۹  
 ۱۰۰





قبضہ مفروضہ بقی للاضافہ تقدیرا بدلیل قول المصنف اقرار خیر بعین ولم یفرضه لکن من العاوم لکن من الناس انه ملکہ فیل یكون اقرارا او تملیکاً یعنی الثانی  
 فی اعی فی شرائط تملیک فرجعه اور نہ اعتراض وارد ہوگا قاعدہ مذکورہ پر اس قول کا کہ جس زمین کی ایسی حدیں ہیں وہ میرے فلاں نے طفل کی پر اس واسطے  
 کہ یہ قول میرے اگر جب طفل نے اس پر قبضہ کیا ہو اس واسطے کہ طفل صغیر یا پ کے پاس ہے تو باپ کا قبضہ بعینہ صغیر کا قبضہ ہے مگر یہ کہ موہوب اس  
 قسم سے ہو جس میں قسمت کا احتمال ہے یعنی اور باپ صغیر کو اس میں سے بعض حصہ کرے نہ سب تو اس کا جدا گانہ قبضہ شرط ہوگا اسی سے الّا طفل اس واسطے  
 زمین مذکورہ کا اعتراض وارد ہوگا کہ اضافت زمین کی شکم کی طرف تقدیر ہی ہے مصنف کے اس قول کی دلیل ہے کہ دوسرے شخص کے واسطے  
 شے معین کا اقرار کیا اور اس شے کو اپنی طرف منقذ تکلیا لیکن اکثر لوگوں کو معلوم ہے کہ وہ شے مقرر کی ملک ہو تو کیا یہ قول اقرار ہوگا یا تملیک  
 جواب مناسب فقہیہ ہے کہ یہ قول تملیک ہوگا تو اس میں شرائط تملیک کی مرعی ہوں گی اس واسطے کہ طرف مرجعت کہ ہم قاعدہ مذکورہ سے یہ مفہوم  
 ہوتا ہے کہ جبہ مقربہ کو مقرر اپنی طرف اضافت کرے تو وہ اقرار ہوا نہ ہے تو چاہئے کہ اس لئے اس سبب عدم اضافت اس اقرار ہو اور حال اگر وہ  
 ہے و خلاصہ جواب یہ ہے کہ اگرچہ اس مسئلہ میں اضافت صریح نہیں ہے لیکن اس میں اضافت تقدیر ہی ہو گیا اس لئے ہون کہا کہ میری وہ زمین  
 جسکی ایسی حدیں ہیں وہ میرے فلاں نے طفل صغیر کی ہے اور منافست تقدیر ہی پر دلیل یہ ہے کہ فلاں اس زمین کی لوگوں کو معلوم ہے الحامل منافست الی  
 نفسہ جو مقتضی تملیک ہے خواہ صریح ہو یا تقدیر ہی کہ قرآن سے معلوم ہو چنانچہ لوگوں میں شہور ہونا کہ وہ شکم کی ملک ہو کہ ان فی الخطاوی مختصاً قال لی  
 علیک الف فقال تریہ او اتقدیرہ او اجلتہ یہ و قضیتک ایماہ او ابرائی منہ او تصدقت بہ علی او دہبتہ لی او احللتک بہ علی زیدہ مذکور  
 فہو اقرار بہ بہا لرجوع التقدیر الیہانی کل ذلک عنی زادہ فکان جوابا ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے بچھیر تیرا میں سو مخاطب نے کہا کہ  
 انکو وزن کرے یا انکو پرکھے یا انکی بھجکو مہلت دے یا میں بھجکھو وہ دے چکا ہوں یا تو نے بھجکھو وہ معاف کر دے میں یا تو نے بھجکھو وہ خیرات میں  
 دے میں یا انکو تو نے بھجکھو میرے کر دیا ہے یا میں نے بھجکھو وہ زید سے دلائے ہیں اور مانند ایسے کلمات کے سو یہ اقرار ہی مقرر کے واسطے ہزار کا سبب پھرنے  
 ضمیر کے ہزار کی طرف ان سبب مناوون میں کذا ذکرہ عنی زادہ تو یہ جواب پھر کلام اول کا یعنی اثبات استحکام انکار اور نہ کلام جدا گانہ و تہا اذالم یکن  
 علی بدیل الاستہار فان کان و شہدا شہود بدیک لم یزمتہ شے اور یہ یعنی اقرار اس وقت ہوگا جبکہ جواب مخاطب کا بطور خوش طبعی کے کہ سو اگر بطور خوش طبعی  
 کے ہو اور گواہ خوش طبعی کے تو ہی دین تو اس پر کوئی چیز لازم نہ ہوگی الّا اذادی الّا استہار المصدق اور اگر مخاطب مذکور خوش طبعی کا دعویٰ کرے بلا شہود تو  
 اسکی تصدیق نہ ہوگی و بلا ضمیر مثل ان من الخ و کذا تمام و ما استقرضت من احد سو اک او غیر او قبلیک او بعدک لایکون اقرار عدم انفرادہ الی  
 المنذکر فکان کلاما ابتدا و اور کلمات مذکورہ بدون ضمیر کے چنانچہ وزن کرے یا پرکھے الخ اور اسی طرح حساب تو کر یا میں نے کسی سے فرض نہ لیا  
 سو تیرے یا غیر تیرے یا فرض نہ لیا قبل تیرے یا بعد تیرے تو یہ اقرار نہ ہوگا سبب نہ پھیرنے ضمیر کے ہزار مذکور کی طرف تو یہ کلام جدا گانہ پھر نہ جواب  
 کلام اول الّا اصل ان کل ما یصلح جوابا لا ابتدا و یصلح جوابا و یصلح لا ابتدا و لا یصلح لہما یجعل ابتدا و لا یصلح لہما لہما بالمال بالشک اختیار اور قاعدہ  
 کلیہ سائل مذکورہ میں یہ ہے کہ جو کلام کہ صلاحیت رکھتا ہے جواب ہونے کی نہ ابتدا کے کلام ہونے کی تو وہ جواب پھر ایجا تا ہو اور جو لیاقت رکھتا ہے  
 ابتدا کے کلام ہونے کی نہ کلام سابق پر بنا یعنی جواب ہونے کی با ابتدا اور بنا دونوں کی صلاحیت رکھتا ہے چنانچہ یہ قول کہ وزن کرے تو وہ ابتدا  
 یعنی کلام جدا گانہ پھر ایجا تا ہے تاکہ شکم پر مال لازم نہ آوے شک سے گذرانی اختیار و تہا اذ کان الجواب مستقلا فلو غیر مستقل بقولہ نعم کان  
 اقرار مطلقا اور یہ یعنی تفصیل ذکر ضمیر اور عدم ضمیر کی اس وقت ہو جبکہ مخاطب کا جواب کلام مستقل ہو یعنی اپنے مطلب میں پورا  
 ہو بلا حاجت انضمام غیر تو اگر جواب غیر مستقل ہو چنانچہ لفظ نعم یعنی ہاں تو اقرار ہوگا مطلقا یعنی ضمیر مذکور ہو یا نہ ہو



ہم ضمیر کی مثال یہ کہ نعم ہو علی اور عدم ضمیر کی مثال فقط نعم اس قول کے بعد کہ لی علیک الف حتی لو قال اعطنی توب عبدی ہذا اور فتح فی باب  
 داری ہذا اور جس میں لی داری ہذا اور صرح دایمی ہذا اور اعطنی سر جہا اور لجا سہا فقال نعم کان اقراراً منہ بالعبد والارادۃ کافی تو اگر کہا کہ مجھ کو  
 میرے اس غلام کا کپڑا دے یا میرے لیے میرے اس گھر کا دروازہ کھول دے یا میرے سٹے اس گھر کی چوہہ کاری کر دے یا زمین یا بندہ دے  
 میرے اس گھوڑے پر یا مجھ کو میرے اس گھوڑے کا زمین یا اسکی لگام دے پھر مخاطب نے کہا کہ مان تو یہ اسکی طرف سے اقرار غلام اور گھر  
 اور جانور کا مقر لہے واسطے ہو کذا فی الکافی یعنی غلام کا اقرار ہو گا کپڑے کے ساتھ اور جانور کا زمین اور لگام کے ساتھ قال الیس لی علیک  
 الف فقال علی ہو اقرار لہ بہا وان قال نعم لایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ کیا میرے بچے پر از نہیں ہیں سو وہ بولا بے یعنی کہوں نہیں تو یہ  
 اقرار ہو گا اسکے واسطے نہ ارادہ اور اگر جواب میں بچے بلکہ نعم یعنی مان بولا تو اقرار ہو گا قبل نعم لان الاقرار یعمل علی العرف لا علی دقائق العرف کذا  
 فی الجہرۃ اور بعضوں نے کہا نعم یعنی مان کہنے سے بھی اقرار ہو گا اس واسطے کہ ثبوت اقرار عرف پر معمول ہے یعنی عرف میں ملی اور نعم دونوں برابر ہیں نہ عرفی  
 کی باریکیوں پر کذا فی الجہرۃ والفرق ان ہے جواب الاستفہام الشفی بالاثبات و نعم جواب بالنفی اور فرق ہے و نعم کا عربی میں یہ ہے کہ بے استفہام متفی کا  
 جواب ہر نفی کے ثابت کرنے سے اور نعم استفہام متفی کا جواب ہر اس کے نفی کر دینے سے دالایا ہوا بالاس من الناطق لیس یا اقرار بحال و طلاق و بیع  
 و نکاح و اجارۃ و ہبہ اور سے اشارہ کر لیتے آدمی کا ان از نہیں مان اور نطق اور طلاق اور بیع اور نکاح اور اجارہ اور بیع کام ناطق کی قید شارح نے اس واسطے  
 لگائی کہ صاحب یعنی گوئی آدمی کا اشارہ کرنا اور مذکورہ میں ہر سے قائم مقام اسکے بولنے کے بقول معتد ہے سو اسے حدود کے اگرچہ وہ لکھتے پر فائدہ ہو کذا فی الطحاوی  
 بخلاف اقسام و نسب ہلام و کفر دان کا قہ و اشارہ محرم ہے و شرح براسہ فی روایۃ الحدیث و الطلاق فی انت طالق بکذا اشارت اشارۃ الاشباہ و نیز اذین  
 کما فی الاستیذان فلما اولایہ سرہ اولاً بل علیہ اشارۃ حاشا ہما و تہ فخر بطلان اشارۃ الناطق الانی تس فی حفظ بخلاف اشارۃ ناطق کے فتوے دینے میں اور نسبت  
 اور اسلام اور کفر اور کفر کی ان دینے اور تم کے اشارے میں تکرار کی طرف اور استاد علم حدیث کا سر سے اشارہ کرنا حدیث کی روایت میں اور طلاق کا اشارہ  
 اس قول میں کہ تو طالق ہے اس طرح اذین یا اشارہ کیا کذا فی الاشباہ اور امور مذکورہ قسم زیادہ کی گئی چنانچہ اسکا یون قسم کھانا کہ فلا نے شخص سے خدمت  
 نہ لیکے یا اسکا بھید ظاہر کرے گا یا اس پر دلالت نہ کرے گا اور پھر اس پر اشارہ کیا تو حاشا ہو گا کذا فی العمادۃ تو متحقق ہوا اشارہ ناطق کا باطل ہونا مگر  
 تو صورتوں میں باطل نہیں تو اسکو یاد رکھنا چاہئے وان اقر بدین موجب ادعی المقدرہ حلولہ لہ لہ الدین حالاً عند الشافی مؤہلاً یمینہ کا قرارہ  
 بعد فی یدہ انہ لہ حل وانہ استاجرہ منہ فلا یصدقی ما جمل واجارۃ لاند دعوی بلا حجتہ اور اگر اقرار کیا دین موجب کا اور مقر لہ نے دعوی کیا  
 بلا دت دین کا تو اس پر دین بلا دت لازم آویگا اور امام شافعی کے نزدیک دین موجب لازم ہو گا مقر کے قسم کھانے کے ساتھ چنانچہ اسکا اقرار اس  
 غلام کا جو اسکے پاس ہے کہ وہ غلام ہے ایک مرد کا اور اسے اسکو بطریق اجارہ کے اس سے لیا ہے تو مقر کی تصدیق نہ ہوگی تا جمل دین اور اجارہ  
 غلام میں اس واسطے کہ وہ دعوی ہے بدون حجت کے ہم اس واسطے کہ مقر نے دوسرے کے حق میں اقرار کیا اپنی ذات پر اور ایسے حق کا دعوی کیا مقر  
 تو اسکا اقرار حجت ہے اور اسکا دعوی بلا حجت مقبول نہیں کذا فی الحموی و نیز لستحلت المقدرہ لہ نہ ہا اور اسوقت میں قسم لیا جیگی مقر سے  
 دونوں میں یعنی باجمل اور اجارہ میں یعنی در صورت عدم گواہ مقر بخلاف مالوا اقر بالدرامہ السود فکذب فی ہما عین یلزمہ ما اقر بہ فقط  
 لان السود نوع و الاجل عارض لثبوتہ بالشرط و القول المقر فی النوع و لکن فی العوارض بخلاف اسکے کہ اگر اقرار کیا سیاہ درون کا سو مقر نے اسکی  
 تکذیب کی درون کی صفت میں یعنی اسکے سیاہ ہونے میں اس واسطے کہ مقر کو وہی فقط لازم ہو گے جکا اسے اقرار کیا اس واسطے  
 کہ سیاہ قسم پر درون کی اور دت دین میں عارض ہے بسبب ثابت ہونے دت کے شرط کرنے سے اور باجمل مقر کا قول قسم میں مقبول ہے اور نہ مگر کا

ان دونوں میں سے کسی ایک کا اشارہ کرنا اور کفر اور اسلام اور کفر اور کفر کی ان دینے اور تم کے اشارے میں تکرار کی طرف اور استاد علم حدیث کا سر سے اشارہ کرنا حدیث کی روایت میں اور طلاق کا اشارہ اس قول میں کہ تو طالق ہے اس طرح اذین یا اشارہ کیا کذا فی الاشباہ اور امور مذکورہ قسم زیادہ کی گئی چنانچہ اسکا یون قسم کھانا کہ فلا نے شخص سے خدمت نہ لیکے یا اسکا بھید ظاہر کرے گا یا اس پر دلالت نہ کرے گا اور پھر اس پر اشارہ کیا تو حاشا ہو گا کذا فی العمادۃ تو متحقق ہوا اشارہ ناطق کا باطل ہونا مگر تو صورتوں میں باطل نہیں تو اسکو یاد رکھنا چاہئے وان اقر بدین موجب ادعی المقدرہ حلولہ لہ لہ الدین حالاً عند الشافی مؤہلاً یمینہ کا قرارہ بعد فی یدہ انہ لہ حل وانہ استاجرہ منہ فلا یصدقی ما جمل واجارۃ لاند دعوی بلا حجتہ اور اگر اقرار کیا دین موجب کا اور مقر لہ نے دعوی کیا بلا دت دین کا تو اس پر دین بلا دت لازم آویگا اور امام شافعی کے نزدیک دین موجب لازم ہو گا مقر کے قسم کھانے کے ساتھ چنانچہ اسکا اقرار اس غلام کا جو اسکے پاس ہے کہ وہ غلام ہے ایک مرد کا اور اسے اسکو بطریق اجارہ کے اس سے لیا ہے تو مقر کی تصدیق نہ ہوگی تا جمل دین اور اجارہ غلام میں اس واسطے کہ وہ دعوی ہے بدون حجت کے ہم اس واسطے کہ مقر نے دوسرے کے حق میں اقرار کیا اپنی ذات پر اور ایسے حق کا دعوی کیا مقر تو اسکا اقرار حجت ہے اور اسکا دعوی بلا حجت مقبول نہیں کذا فی الحموی و نیز لستحلت المقدرہ لہ نہ ہا اور اسوقت میں قسم لیا جیگی مقر سے دونوں میں یعنی باجمل اور اجارہ میں یعنی در صورت عدم گواہ مقر بخلاف مالوا اقر بالدرامہ السود فکذب فی ہما عین یلزمہ ما اقر بہ فقط لان السود نوع و الاجل عارض لثبوتہ بالشرط و القول المقر فی النوع و لکن فی العوارض بخلاف اسکے کہ اگر اقرار کیا سیاہ درون کا سو مقر نے اسکی تکذیب کی درون کی صفت میں یعنی اسکے سیاہ ہونے میں اس واسطے کہ مقر کو وہی فقط لازم ہو گے جکا اسے اقرار کیا اس واسطے کہ سیاہ قسم پر درون کی اور دت دین میں عارض ہے بسبب ثابت ہونے دت کے شرط کرنے سے اور باجمل مقر کا قول قسم میں مقبول ہے اور نہ مگر کا

علاء الدین علی بن ابی طالب

کتاب الاقرار

عوارض میں مقبول ہونے پر عارض ہونے سے ثابت نہیں ہوتی بلکہ شرط کرنے سے ثابت ہوتی ہے اور عارض میں منکر کا قول مقبول ہو گا انانی الحموی کا قرار الکفیل بدین موجب فان القول لہ فی الاجل لقبوتہ فی کفالتہ الموجل بلا شرط جیسے ضامن کا اقرار دین موجب کا واسطے کہ بت میں ضامن ہی کا قول مقبول ہے سبب ثابت ہونے سے ضامن موجب میں بدون شرط کرنے کے ہم واسطے کہ ضمانت میں مدت نوع ہونے عارض کہ شرط پر اسکا ثبوت موقوف ہو گا انانی الحموی و شراوہ امہ مستقبۃ اقرار بالملک للبايع كقولہ فی جواب اور نقاب والی لونڈی کا خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہے جیسے گھڑی کے اندر کپڑے کا خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہے و کذا الاستیام والاستیجار و قبول الودیعہ والاعارة والاستیجاب والاستیجار ولون وکیل نکل ذلک اقرار بالملک ذی الید یعنی دعواہ لنفسہ ولغيرہ اذکانہ اور وصایہ للتناقض اور اسطرح طلبگاری خرید و مول چکانا اور طلبگاری ودیعت رکھنے کی اور ودیعت کو قبول کرنا کذا فی البحر در اعارة اور طلبگاری ہبہ اور طلبگاری اجارہ اگرچہ ذی الید کے وکیل سے ہو تو یہ جمیع امور مذکورہ ملک ذی الید کے اقرار ہیں تو اب طلبگاری مذکورہ کو اسکا دعویٰ کرنا اپنی ذات کے واسطے یا غیر کے واسطے بذریعہ وکالت یا وصایت کے جائز ہو گا بسبب تناقض کے یعنی پہلے وہ فعل کرتا جو ملک ذی الید پر ولالت کرے پھر اپنی ملک یا غیر کی ملک کا ائمن دعویٰ کرنا صریح تناقض ہے بخلاف ابراء عن جمیع الدعاوی ثم الدعوی بہا لعدم التناقض ذکرہ فی الدرر فی الاقرار و صحہ فی الجامع خلافاً لتصحیح الوہبانیۃ بخلاف اسکے ابرا کرنے کے جمیع دعاوی سے پھر دعویٰ کرنے کے بواسطہ وکالت اور وصایت کے بسبب عدم تناقض کے واسطے کہ ابرا کرنا شخص کا اپنے مال کے جمیع دعاوی سے اسکا مقتضی نہیں کہ غیر کی طرف سے بھی اسپر دعویٰ نہ کرے ذکر کیا ہے اسکو دررین کتاب الاقرار سے پہلے اور صحیح کہا ہے اسکو جامع صغیر میں برخلاف تصحیح وہبانیۃ جمیع صغیر میں کی تصحیح کی ہے کہ استیام اور استیجار اور استعارہ اور مانند اسکے اقرار ایک مادم مذکورہ اور شاعر مذکورہ اور استعارہ مذکورہ اور وہبانیۃ میں ہے کہ امور مذکورہ ملک ذی الید کا اقرار نہیں اسواسطے کہ جمیع مثلاً شاید بائع کے ہاتھ میں بطور عاریت یا غصب کے ہو یا ذی الید وکیل یا فضولی ہو تو بائع کی ملک ثابت نہ ہوگی اور یہ روایت زیادات کے موافق ہے کذا فی الطحاوی و در فتاویٰ حارہ شریعیہ بانہ ان قال یعنی ہذا کان اقراراً وان قال ائتمن بذالابویدہ مسئلۃ کتابتہ ختمتہ علی صاحب البیع فانہ لیس باقرار بیدم ملک اور وہبانیۃ کے شارح نے خلاصی نے جامع صغیر اور زیادات میں اس طرح توفیق کی ہے کہ اگر یوں بولا کہ میرے ہاتھ میں اسکو تو یہ قول اقرار ہو گا یعنی اسواسطے کہ وہ جازم ہے اسکی ملک اور طالب خریدی اور اگر یوں بولا کہ کیا تو اسکو بیچتا ہے تو اقرار نہ ہو گا یعنی اس احتمال سے کہ اسکو مستطما و حال منظور ہے کہ اپنی ملک کے رجوع میں کامی ہو نہ ہو یا نہیں اور یہ قول تہنالی ہے اسکی کتابت اور بیع سے پرہیز کرنے کا مسئلہ اسواسطے کہ بیعیا مہ لکھنا اور اسپر کرنا اپنی عدم ملک کا اقرار نہیں ہے تو کتابت اور خاتم کو بعد اسکے اسکا دعویٰ کرنا اپنے واسطے یا غیر کے واسطے جائز ہے تو یوں پوچھنا کہ تو اسکو بیچتا ہے بطریق ادلی عدم ملک ذی الید کا اقرار ہو گا کذا فی الطحاوی ولہ علی ما تہ و در ہم کلمہ اور ہم و کذا لکلیل والوزون استحلنا اور اس قول میں کہ اسکے میرے اور سوا در ایک درم ہے وہ تمام درم میں یعنی سو درم اور ایک درم اور اسی طرح کلیل اور وزون اندوی استحسان کے ہم قیاس یہ ہے کہ مقرر کو فقط معطوف یعنی ایک درم لازم ہے اور سو کی تفسیر اس سے کہ وائی جاو کہ سو درم مراد ہے یا سو کپڑے اور اسی قیاس کو امام شافعی نے لیا ہے اور استحسان یہ ہے کہ درم بیان ہر مانہ کا عادت میں اسواسطے کہ لوگ قلیل جانتے ہیں درم کو دوبار بولنا اور کفایت کرتے ہیں ایک بار کے پونے پر اور یہ وہاں ہے جو بکثرت مستعمل ہے مانند کلیل اور وزون کے کہ ذمے پر ثابت ہوتے ہیں سلم اور فرض اور میں بخلاف تیاب اور غیر کلیل اور غیر وزون کے کہ انکا وجوب ذمہ پر اس طرح بکثرت نہیں کذا فی الطحاوی و فی ما تہ و ثوب ما تہ و ثوبان یفسر المائتہ لانا سہمۃ اور اس قول میں کہ اسکا بجز سوا در ایک کپڑا ہے اور سوا در دو کپڑے ہیں سو کو در یافت کیا جائیگا مقرر سے کہ کیا اسکی مراد ہے اسواسطے کہ وہ ہم غیر مفسر و فی ما تہ و ثوب ما تہ و ثوبان خلافاً للشافعی قلنا الا ثواب لم تذکر بجز العطف فالصرف التفسیر الیہا لاسیما لانا سہمۃ فی ما تہ و ثوبان

عوارض میں مقبول ہونے پر عارض ہونے سے ثابت نہیں ہوتی بلکہ شرط کرنے سے ثابت ہوتی ہے اور عارض میں منکر کا قول مقبول ہو گا انانی الحموی کا قرار الکفیل بدین موجب فان القول لہ فی الاجل لقبوتہ فی کفالتہ الموجل بلا شرط جیسے ضامن کا اقرار دین موجب کا واسطے کہ بت میں ضامن ہی کا قول مقبول ہے سبب ثابت ہونے سے ضامن موجب میں بدون شرط کرنے کے ہم واسطے کہ ضمانت میں مدت نوع ہونے عارض کہ شرط پر اسکا ثبوت موقوف ہو گا انانی الحموی و شراوہ امہ مستقبۃ اقرار بالملک للبايع كقولہ فی جواب اور نقاب والی لونڈی کا خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہے جیسے گھڑی کے اندر کپڑے کا خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہے و کذا الاستیام والاستیجار و قبول الودیعہ والاعارة والاستیجاب والاستیجار ولون وکیل نکل ذلک اقرار بالملک ذی الید یعنی دعواہ لنفسہ ولغيرہ اذکانہ اور وصایہ للتناقض اور اسطرح طلبگاری خرید و مول چکانا اور طلبگاری ودیعت رکھنے کی اور ودیعت کو قبول کرنا کذا فی البحر در اعارة اور طلبگاری ہبہ اور طلبگاری اجارہ اگرچہ ذی الید کے وکیل سے ہو تو یہ جمیع امور مذکورہ ملک ذی الید کے اقرار ہیں تو اب طلبگاری مذکورہ کو اسکا دعویٰ کرنا اپنی ذات کے واسطے یا غیر کے واسطے بذریعہ وکالت یا وصایت کے جائز ہو گا بسبب تناقض کے یعنی پہلے وہ فعل کرتا جو ملک ذی الید پر ولالت کرے پھر اپنی ملک یا غیر کی ملک کا ائمن دعویٰ کرنا صریح تناقض ہے بخلاف ابراء عن جمیع الدعاوی ثم الدعوی بہا لعدم التناقض ذکرہ فی الدرر فی الاقرار و صحہ فی الجامع خلافاً لتصحیح الوہبانیۃ بخلاف اسکے ابرا کرنے کے جمیع دعاوی سے پھر دعویٰ کرنے کے بواسطہ وکالت اور وصایت کے بسبب عدم تناقض کے واسطے کہ ابرا کرنا شخص کا اپنے مال کے جمیع دعاوی سے اسکا مقتضی نہیں کہ غیر کی طرف سے بھی اسپر دعویٰ نہ کرے ذکر کیا ہے اسکو دررین کتاب الاقرار سے پہلے اور صحیح کہا ہے اسکو جامع صغیر میں برخلاف تصحیح وہبانیۃ جمیع صغیر میں کی تصحیح کی ہے کہ استیام اور استیجار اور استعارہ اور مانند اسکے اقرار ایک مادم مذکورہ اور شاعر مذکورہ اور استعارہ مذکورہ اور وہبانیۃ میں ہے کہ امور مذکورہ ملک ذی الید کا اقرار نہیں اسواسطے کہ جمیع مثلاً شاید بائع کے ہاتھ میں بطور عاریت یا غصب کے ہو یا ذی الید وکیل یا فضولی ہو تو بائع کی ملک ثابت نہ ہوگی اور یہ روایت زیادات کے موافق ہے کذا فی الطحاوی و در فتاویٰ حارہ شریعیہ بانہ ان قال یعنی ہذا کان اقراراً وان قال ائتمن بذالابویدہ مسئلۃ کتابتہ ختمتہ علی صاحب البیع فانہ لیس باقرار بیدم ملک اور وہبانیۃ کے شارح نے خلاصی نے جامع صغیر اور زیادات میں اس طرح توفیق کی ہے کہ اگر یوں بولا کہ میرے ہاتھ میں اسکو تو یہ قول اقرار ہو گا یعنی اسواسطے کہ وہ جازم ہے اسکی ملک اور طالب خریدی اور اگر یوں بولا کہ کیا تو اسکو بیچتا ہے تو اقرار نہ ہو گا یعنی اس احتمال سے کہ اسکو مستطما و حال منظور ہے کہ اپنی ملک کے رجوع میں کامی ہو نہ ہو یا نہیں اور یہ قول تہنالی ہے اسکی کتابت اور بیع سے پرہیز کرنے کا مسئلہ اسواسطے کہ بیعیا مہ لکھنا اور اسپر کرنا اپنی عدم ملک کا اقرار نہیں ہے تو کتابت اور خاتم کو بعد اسکے اسکا دعویٰ کرنا اپنے واسطے یا غیر کے واسطے جائز ہے تو یوں پوچھنا کہ تو اسکو بیچتا ہے بطریق ادلی عدم ملک ذی الید کا اقرار ہو گا کذا فی الطحاوی ولہ علی ما تہ و در ہم کلمہ اور ہم و کذا لکلیل والوزون استحلنا اور اس قول میں کہ اسکے میرے اور سوا در ایک درم ہے وہ تمام درم میں یعنی سو درم اور ایک درم اور اسی طرح کلیل اور وزون اندوی استحسان کے ہم قیاس یہ ہے کہ مقرر کو فقط معطوف یعنی ایک درم لازم ہے اور سو کی تفسیر اس سے کہ وائی جاو کہ سو درم مراد ہے یا سو کپڑے اور اسی قیاس کو امام شافعی نے لیا ہے اور استحسان یہ ہے کہ درم بیان ہر مانہ کا عادت میں اسواسطے کہ لوگ قلیل جانتے ہیں درم کو دوبار بولنا اور کفایت کرتے ہیں ایک بار کے پونے پر اور یہ وہاں ہے جو بکثرت مستعمل ہے مانند کلیل اور وزون کے کہ ذمے پر ثابت ہوتے ہیں سلم اور فرض اور میں بخلاف تیاب اور غیر کلیل اور غیر وزون کے کہ انکا وجوب ذمہ پر اس طرح بکثرت نہیں کذا فی الطحاوی و فی ما تہ و ثوب ما تہ و ثوبان یفسر المائتہ لانا سہمۃ اور اس قول میں کہ اسکا بجز سوا در ایک کپڑا ہے اور سوا در دو کپڑے ہیں سو کو در یافت کیا جائیگا مقرر سے کہ کیا اسکی مراد ہے اسواسطے کہ وہ ہم غیر مفسر و فی ما تہ و ثوب ما تہ و ثوبان خلافاً للشافعی قلنا الا ثواب لم تذکر بجز العطف فالصرف التفسیر الیہا لاسیما لانا سہمۃ فی ما تہ و ثوبان



اور اس قول میں کہ بچہ ایک سو اور تین کپڑے ہیں وہ سب کپڑے لازم ہونگے یعنی سو کپڑے اور تین کپڑے برخلاف امام شافعی کے کہ لنگے نزدیک تین کپڑے لازم ہونگے اور سو کی تفسیر تکلم سے دریافت کی جائے ہم اسکا جواب دیتے ہیں کہ التواب بعد لفظ التمشہ کے بحرف عطف مذکور نہیں تو تفسیر مائتہ اور ثلثہ دونوں کی طرف بھری گئی اسواسطے کہ تفسیر کی طرف تعلق ہونے میں معطوف اور معطوف علیہ دونوں برابر ہیں والاقرار بدلتی اس مائتہ الی الدیۃ فقط اور جانور کا اقرار اصطلح میں فقط جانور ہی تکلم کو لازم کرے گا نہ اصطلح ہم یعنی یون اقرار کیا کہ یہ جانور اصطلح میں ہی سونلانے شخص کا ہی توریہ جانور کا اقرار ہے نہ اصطلح کا اسواسطے کہ غیر منقول میں شیخین کے نزدیک غصب ثابت نہیں ہوتا والال ان بالصلح طرف ان اکمن نقد لزماہ والالزم المظروف فقط خلافا لجمہ وان لم یصلح لزوم الاول فقط لفقہ درہم فی درہم ذریعہ اور قاعدہ کلیہ اس قسم کے مسائل میں یہ ہے کہ جو چیز طرف ہو نیکی لیاقت کھتی ہو اگر اس چیز کا اٹھا لیا جانا ممکن ہو تو مقرر کو طرف اور مظروف دونوں لازم ہوں گے اور اگر نقل اسکا تصور نہیں جیسے اصطلح کا تو فقط مظروف لازم ہو مقرر کو خیاچہ جانور بخلاف محمد کہ لنگے نزدیک طرف اور مظروف دونوں لازم ہیں اور اگر وہ چیز طرف ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی تو فقط پہلی چیز لازم ہوگی خیاچہ یون کہنا کہ بچہ ایک درم ہو درم کے اندر کذا فی الدرر یعنی اس صورت میں درم اول لازم ہوگا نہ درم ثانی اسواسطے کہ اس میں طرف ہو نیکی لیاقت نہیں اور نقل طرف کی مثال خیاچہ کھجور ٹوکری میں اور طعام کشتی میں اور گیسوں گون میں مکذافی الدرر قلت و مفادہ انہ لو قال و ابۃ فی خیمۃ لزماہ ولو قال توب فی درم لزماہ التوب ولم ارہ فخر بن کتبہ یون اور اس قاعدے سے استفاد ہونا ہے کہ اگر کہا بچہ جانور جیسے میں تو جانور اور خیمہ دونوں لازم ہوں گے اسکو یعنی اسواسطے کہ نقل خیمہ ممکن ہو اور اگر بولا کپڑا درم میں بچہ ہو تو فقط کپڑا لازم ہوگا اور اسکو میں نے مصرح نہیں دیکھا تو اسکی تحریر کرنا چاہئے ہم طحاوی نے کہا کہ اسکا جواب قاعدہ سے ظاہر ہوا انتہی یعنی تواب تحریر کی کیا حاجت ہے و خیاچہ لزمہ حلقہ و قصہ جمیعاً اور انکو بھی کے اقرار میں اسکو اسکا حلقہ اور اسکا انگلیں سب لازم ہوگا یعنی اسواسطے کہ خاتم عبا ہے حلقہ اور انگلیں سے وسیف جفنہ و حاملہ و نسلہ اور تلوار کے اقرار میں اسکا میان اور پیرتلا اور کو تھی لازم ہو و حلقہ بجا و خیمہ بیت مزین لہو و سر العیدان والکسوة اور حجامہ کے اقرار میں لکڑیاں اور کپڑے لازم ہونگے حلقہ بجا سے مہلکہ بچہ عبارت ہے اسکو کھری سے جو آراستہ ہے پردہ اور چارباہوں سے ہم طحاوی نے کہا بموجب اس تفسیر کے کہ کوٹھری بھی لازم ہوگی اور حموی میں ہے کہ بعضوں نے کہا کہ حلقہ وہ ہے جو لکڑی اور لہڑوں سے بنایا جائے اور کتاب کے موافق یہی قول ظاہر ہوا انتہی تو بموجب اس تفسیر کے حلقہ بالفتح کا ترجمہ بچہ کھڑی ہے اور اب احتیاط نصاریٰ سے اسکو سہری بھی بولتے ہیں و تمبرنی قوصہ او لطعام فی جوالق ادنی سفلیۃ او توب فی منیل ادنی توب یلزمہ الطرف کا نظریہ لما قد ساءہ اور اس اقرار میں کہ بچہ کھجور ٹوکری میں یا طعام ہو کون میں یا کشتی میں یا کپڑا ہیرو مال میں یا کپڑے میں اسکو طرف مظروف کے اقرار میں لازم ہوگا اس دلیل سے جسکو پہلے ہم نے ذکر کیا یعنی طرف منقول میں طرف اور مظروف دونوں لازم ہوجاتے ہیں و قوصہ مثلاً لا لزمہ القوصہ دیکھا اور کھجور کے اقرار میں ٹوکری سے مقرر ٹوکری اور مانند اسکے کوئی طرف لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ من انتزاع کے واسطے ہی تو منترع کا اقرار ہوگا نہ منترع منترع کا اقرار ہی اطلاق کا اقرار کوٹھری میں تو اسکو فقط مظروف لازم ہوگا بدلیل گذشتہ اسواسطے کہ اس کپڑے ایک کپڑے کا طرف نہیں ہوتے عادت میں و خمسہ فی خمسہ و عینی منی علی ادا الضرب خمسہ لمام و الزمہ فر خمسہ و عشرین اور یون اقرار کیا کہ علی خمسہ فی خمسہ اولفظنی کو بمعنی علی تصد کیا یا ضرب عدد کا ارادہ کیا تو باج لازم ہونگے اسوجہ سے جو کتاب الطلاق میں مذکور ہو چکی اور زفر نے مقرر کیا ہے لازم کیے ہم چونکہ علی مقتضی انفصال اور تمیز ہونہ مقتضی جمع لہذا فقط باج لازم ہوئے کتاب الطلاق میں یہ مذکور ہو چکا کہ قرب اجزا کو دیا وہ کرتی ہے

مذکورہ اول منقول  
بچہ جانور جیسے میں  
تو جانور اور خیمہ  
دونوں لازم ہوں گے  
اسکو یعنی اسواسطے  
کہ نقل خیمہ ممکن  
ہو اور اگر بولا  
کپڑا درم میں  
بچہ ہو تو فقط  
کپڑا لازم ہوگا  
اور اسکو میں نے  
مصرح نہیں دیکھا  
تو اسکی تحریر  
کرنا چاہئے ہم  
طحاوی نے کہا  
کہ اسکا جواب  
قاعدہ سے ظاہر  
ہوا انتہی یعنی  
تواب تحریر کی  
کیا حاجت ہے  
و خیاچہ لزمہ  
حلقہ و قصہ  
جمیعاً اور انکو  
بھی کے اقرار  
میں اسکو اسکا  
حلقہ اور اسکا  
انگلیں سب لازم  
ہوگا یعنی اسواسطے  
کہ خاتم عبا  
ہے حلقہ اور  
انگلیں سے  
وسیف جفنہ  
و حاملہ و نسلہ  
اور تلوار کے  
اقرار میں  
اسکا میان  
اور پیرتلا  
اور کو تھی  
لازم ہو و  
حلقہ بجا و  
خیمہ بیت  
مزین لہو و  
سر العیدان  
والکسوة اور  
حجامہ کے  
اقرار میں  
لکڑیاں اور  
کپڑے لازم  
ہوں گے حلقہ  
بجا سے مہلکہ  
بچہ عبارت  
ہے اسکو  
کھری سے جو  
آراستہ ہے  
پردہ اور  
چارباہوں  
سے ہم طحاوی  
نے کہا بموجب  
اس تفسیر کے  
کہ کوٹھری  
بھی لازم  
ہوگی اور  
حموی میں  
ہے کہ بعضوں  
نے کہا کہ  
حلقہ وہ ہے  
جو لکڑی اور  
لہڑوں سے  
بنایا جائے  
اور کتاب  
کے موافق  
یہی قول  
ظاہر ہوا  
انتہی تو  
بموجب  
اس تفسیر  
کے حلقہ  
بالفتح  
کا ترجمہ  
بچہ کھڑی  
ہے اور اب  
احتیاط  
نصاریٰ  
سے اسکو  
سہری بھی  
بولتے ہیں  
و تمبرنی  
قوصہ او  
لطعام  
فی جوالق  
ادنی  
سفلیۃ  
او توب  
فی منیل  
ادنی  
توب  
یلزمہ  
الطرف  
کا نظریہ  
لما قد  
ساءہ  
اور اس  
اقرار  
میں کہ  
بچہ  
کھجور  
ٹوکری  
میں  
یا  
طعام  
ہو  
کون  
میں  
یا  
کشتی  
میں  
یا  
کپڑا  
ہیرو  
مال  
میں  
یا  
کپڑے  
میں  
اسکو  
طرف  
مظروف  
کے  
اقرار  
میں  
لازم  
ہوگا  
اس  
دلیل  
سے  
جسکو  
پہلے  
ہم  
نے  
ذکر  
کیا  
یعنی  
طرف  
منقول  
میں  
طرف  
اور  
مظروف  
دونوں  
لازم  
ہوجاتے  
ہیں  
و  
قوصہ  
مثلاً  
لا  
لزمہ  
القوصہ  
دیکھا  
اور  
کھجور  
کے  
اقرار  
میں  
ٹوکری  
سے  
مقرر  
ٹوکری  
اور  
مانند  
اسکے  
کوئی  
طرف  
لازم  
نہ  
ہوگا  
اسواسطے  
کہ  
من  
انتزاع  
کے  
واسطے  
ہی  
تو  
منترع  
کا  
اقرار  
ہوگا  
نہ  
منترع  
منترع  
کا  
اقرار  
ہی  
اطلاق  
کا  
اقرار  
کوٹھری  
میں  
تو  
اسکو  
فقط  
مظروف  
لازم  
ہوگا  
بدلیل  
گذشتہ  
اسواسطے  
کہ  
اس  
کپڑے  
ایک  
کپڑے  
کا  
طرف  
نہیں  
ہوتے  
عادت  
میں  
و  
خمسہ  
فی  
خمسہ  
و  
عینی  
منی  
علی  
ادا  
الضرب  
خمسہ  
لمام  
و  
الزمہ  
فر  
خمسہ  
و  
عشرین  
اور  
یون  
اقرار  
کیا  
کہ  
علی  
خمسہ  
فی  
خمسہ  
اولفظنی  
کو  
بمعنی  
علی  
تصد  
کیا  
یا  
ضرب  
عدد  
کا  
ارادہ  
کیا  
تو  
باج  
لازم  
ہونگے  
اسوجہ  
سے  
جو  
کتاب  
الطلاق  
میں  
مذکور  
ہو  
چکی  
اور  
زفر  
نے  
مقرر  
کیا  
ہے  
لازم  
کیے  
ہم  
چونکہ  
علی  
مقتضی  
انفصال  
اور  
تمیز  
ہونہ  
مقتضی  
جمع  
لہذا  
فقط  
باج  
لازم  
ہوئے  
کتاب  
الطلاق  
میں  
یہ  
مذکور  
ہو  
چکا  
کہ  
قرب  
اجزا  
کو  
دیا  
وہ  
کرتی  
ہے



نہ مال کو توجہ دینے ختمتہ فی ختمتہ کما تو اس سے تو نے یہ ارادہ کیا کہ ہر درم کے درہم ختمتہ سے مثلاً پانچ پانچ جز میں اور دو البجیہ میں ہے کہ جب اسنے  
کما کہ سطلے عشرہ اور ضرب کا ارادہ کیا پھر اگر تکثیر اجزا کا قصد کیا تو اسپر لازم سنونگے مگر دس اور اگر تکثیر عین کا ارادہ کیا تو سولہ لازم ہونگے اور  
اگر ضرب کی نیت کی اور دوسری چیز کی نیت نہ کی یعنی تکثیر اجزا یا تکثیر عین کی نیت نہ کی تو اسکو دس لازم ہونگے اجزا کی نیت پر محمول کر کے  
افتمی اس سے معلوم ہوا کہ ایسی صورت میں خلاف ہر فقہا کا کذا فی الطحاوی و عشرۃ ان عینی مع کما مر فی الطلاق اور دس لازم ہونگے اگر  
فی معنی مع مراد رکھے گا چنانچہ مذکور ہو چکا طلاق میں دس درہم الی عشرۃ او بائین درہم الی عشرۃ تسعة ذخر الغایۃ الا اولی ضرورۃ اذ لا وجود لسا  
فوق الواحد بدوہ بخلاف الثانیۃ و بائین الحالیین اور یوں اقرار کیا کہ بھیر ہی ایک دم سے دس درہم تک یا بائین ایک دم کے دس تک تو درہم لازم ہونگے  
بسبب داخل ہونے پہلی حد یعنی ایک درم کے بطریق ضرورت کے اسواسطے کہ ما فوق الواحد یعنی دوسرے اور تیسرے درم کا وجود ہونین سکتا بدون  
پہلے درم کے بخلاف دوسری حد کے یعنی دس کے اور بخلاف بائین الحالیین کہ وہاں دونوں حدیں داخل محدود ہونین ہم امام کے نزدیک محدود میں  
حدود داخل ہونین ہونین اسواسطے کہ حد معاصر محدود ہر لیکن بیان پہلی حد کے داخل کرنے میں ضرورت واقع ہوئی اسواسطے کہ دوسری اور تیسری درم تحقق  
ہونین ہو سکتی بدون پہلی درم کے تو پہلی حد اس ضرورت سے محدود میں داخل ہوئی اور دوسری حد کے داخل کرنے میں کوئی ضرورت داعی نہیں کذا فی اللہ  
فلذا قال فی مکہ حرطہ الی کر شعیر لہما و جمیعاً لانه الغایۃ الثانیۃ سواہی سبب یعنی مخالفت مذکورہ کے مصنف نے کہا اور اس اقرار میں کہ اس شخص کے  
میرے اوپر ایک کرگیون ہن جو کے ایک کر تک تو اسپر دونوں کر لازم ہونگے سو ایک فقیر کے اسواسطے کہ فقیر دوسری حد ہو ہم کہ نفیم کاف بڑا ہوا جو ہن چتر فقیر سمانہ  
ہن اور فقیر کے سچوٹا پانچہ طحاوی نے تدوی نقل کیا امام نے قتال مذکور میں تمام کر کو غایت قرار نہیں دیا اسواسطے کہ عادت میں غایت زیادہ ہونین ہونی شے سے  
اور نہ نصف اسکی لہذا فقیر کو غایت ٹھہرایا دلوقال لہ علی عشرۃ و ما ینزلہ مدہ الدرہم و تسعۃ و ما ینزلہ عنہ ابی حنیفہ ما مر نہایت اور اگر بولا کہ اسے بھیر دس  
درم میں دس دینا تک تو اسکو درہم اور نو دنا ینزلہ لازم ہونگے ابو حنیفہ کے نزدیک بدلیل گذشتہ کذا فی النہایت یعنی اسواسطے کہ غایت ثانیہ داخل ہونین  
ہوتی و فی لہ من داری بائین ہذا الحالی الی ہذا الحالی لہ ما بینہما فقط لما مر اور اس قول میں کہ اسکا میرے گھر میں سے بائین اس  
دیوار کے ہر اس دیوار تک تو مقررہ کے واسطے دونوں دیواروں کا فقط بائین لازم ہوگا بدلیل گذشتہ ہم یعنی من درہم الی عشرۃ بین پہلی  
حد بسبب ضرورت کے داخل ہوئی تھی اور بیان کچھ ضرورت نہیں لہذا دونوں دیواریں محدود میں داخل ہونگی فقط بائین الحالیین لازم ہوگا  
صحح الاقرار بالحل المتحمل وجودہ وقتہ ای وقت الاقرار بان تلد دون نصف حول یوم زوجۃ اولدون حولین یوم معتدۃ بقوت نسبہ در صحیح ہے  
اقرار اس حمل کا جسکا موجود ہونا متحمل ہو اقرار کے وقت اس طرح ہر کہ لونڈی جسے نصف سال سے کتر مدت میں اگر وہ منکوہ ہو یا دو سال سے کتر  
میں اگر وہ عدت میں ہو بسبب ثابت ہونے اسے نسب کے عدت تک ہم یعنی لونڈی یا جانور کے حمل کا اقرار دوسرے شخص کے واسطے صحیح ہے اس طرح کہ  
میری اس لونڈی یا بکری کا حمل یعنی بچہ اسکا فلانے شخص کا ہو اگرچہ اسکا سبب بیان نہ کرے اسواسطے کہ اسکی تصحیح کی یہ وجہ موجود ہو کہ کسی شخص نے  
مقررہ کے واسطے حمل کی وصیت کی ہوگی اور وہ مر گیا پھر اسے وارث نے اسکا اقرار کیا کذا فی الدرر و الطحاوی ولو حمل غیر آدمی ویقدر بادی مدۃ  
بصورۃ ذلک عند اہل الخبرۃ زیلعی کن فی الحجرۃ اقل مدۃ حمل الشاة اربعۃ اشہر و اقلہا بقیۃ الدواب ستۃ اشہر حمل کا اقرار صحیح ہے اگرچہ غیر انسان کا حمل مواد  
جانور کے حمل کا اندازہ ہوگا اس کتر مدت سے جو اسکے واسطے تصور ہو تجربہ کاروں کے نزدیک کذا فی الزیلعی لیکن جو برہ میں ہے کہ بھیر بکری کی اقل مدت  
حمل چار مہینہ میں اور باقی جانوروں کی اقل مدت چھ مہینہ میں صحیح لہ ان فی المقرب باہا لھا تصور للحمل کالارث والوصیۃ کقولہ مات ابو  
غورثہ او اوصی لہ بہ فلان فیجوز الالفا لکما یاتی اور حمل متحمل الوجود کے واسطے اقرار کرنا صحیح ہے یعنی چون کہنا کہ یہ مال اس لڑکے کا ہے

۱۰۰ تصحیح میں درہم میں

جو اس عورت کے پیٹ میں ہو صحیح بشرطیکہ مقرر اسکے مالک ہونے کا ایسا سبب صالح بیان کرے کہ اسکے واسطے ممکن اور متصور ہو چنانچہ ارث اور وصیت جیسے مقرر کا یونہی کہنا کہ اس کا باپ مر گیا سو وہ اس کا وارث ہو یا اس مال کی اسکے واسطے فلاں شخص نے وصیت کی ہو تو اقرار جائز ہوگا اور اگر سبب صالح بیان نہ کرے تو اقرار جائز نہیں چنانچہ عنقریب اس کا ذکر آوے گا فان ولدہ حیالاً اقل من نصف حوالہ مذاق فلما اقر وان ولد حیالاً اقل من نصفین ولو احدہما ذکر اولاً آخر انشی فلذلک فی الوصیۃ بخلاف المیراث لانہ فانہ یعطی لذلک مثل حظ الانثیین سو اگر عورت ہی اس کو زندہ نصف مال سے کترین جو وقت سے کہ اقرار کیا تو وہ مال اس کا ہو چکا اسنے اقرار کیا اور اگر روزہ ہونے کے بعد تو دونوں کے واسطے نصف نصف مال ہوگا اور اگر ایک مرد ہے اور دوسرا مادہ تو اسی طرح نصف نصف مال دونوں کو ملے گا بخلاف میراث کے یعنی نہ کو ماوہ کو دھتے بلین کے ہم اور اگر چھ مہینے سے زیادہ مدت میں جنے گی تو اسکو کچھ نہ ملے گا مگر در صورت معتدہ ہونے عورت کے دو سال سے کترین کذا فی الحموی وان ولدت میتاً فی ولورثۃ ذلک الموصی والموث لعدم الہیۃ الجنین اور اگر عورت مردہ بچہ جنی تو وہ مال اس موصی اور مورت کے وارثوں کو بھیج دیا جائے بسبب عدم الہیت جنین کے یعنی مردہ بچہ میراث اور وصیت کی لیاقت نہیں رکھتا وان ہسره بما لا یتصور کہتہ ابو یوسف اور اقراض اور کچھ الاقراض میں سبباً لتعاول محمد ابیہم علی السبب الصالح و بہ قالت الثلثۃ اور اگر مقرر نے ایسا بیان کیا کہ جو ممکن اور متصور نہیں چنانچہ یہ یا مع یا قرض دینا یا اقرار کو بہم رکھا اور اسکا سبب بیان نہ کیا تو اقرار لغو ہوگا اور محمد نے سبب ہم کو سبب صلح پر محمول کیا ہے اور یہی قول ہے ایسے نکتہ کام چونکہ سبب اور بیع یا قرض دینا جنین سے محال تھا اس واسطے کہ امور مذکورہ اس سے متصور نہیں نہ حقیقتہ اور یہ تو صحیح ہے اور نہ حکماً اس طرح کہ اسکی طرف سے کوئی اسکا ولی افعال مذکورہ صادر کرنا اس واسطے کہ اسپر کسی کی ولایت نہیں لہذا اقرار مذکور لغو ٹھہرا اور سبب بہم کے اقرار کی یہ صورت ہے کہ میرے اور فلاں عورت کے محل کی فلاں چیز کو کذا فی الدرر و اما الاقرار للضرع فانہ صحیح وان بن المقر سبباً غیر صالح منہ حقیقتہ کا الاقراض او من بیع لان ہذا المقر محل لثبوت الدین للضعیف فی الجملة اشباہ اور ضمیر خوارط کے کے واسطے تو اقرار صحیح ہے اگرچہ مقرر ضمیر خوارط کی جانب سے سبب غیر صالح فی حقیقت بیان کرے چنانچہ قرض دینا یا بیع کا اس واسطے کہ یہ مقر ثبوت دین صحیح کافی الجملة محل ہو سکتا ہے کذا فی الاشباہ یعنی باعتبار تجارت کرنے اپنے ولی کے بخلاف جنین کے اقر شہوط الخیار ثلثۃ ایام لزمہ بلا اختیار لان الاقرار اخبار فلا قبل الخیار وان وصیۃ صدقہ المقر لہ فی الخیار لم یعتد تقدیقہ اقرار کیا بشرطین دن کے اختیار کے تو اسکو مقر بہ لازم ہوگا بلا اختیار اس واسطے کہ اقرار اخبار ہوا تو اختیار کو نہ قبول کرے گا اگرچہ مقر لہ اسکی تصدیق کرے اختیار میں تو بھی اسکی تصدیق معتبر نہ ہوگی ہم قرض یا غضب یا ودیعت یا عاریت کے اقرار میں تین دن کے اختیار کی گنجائش اس واسطے نہیں کہ شرط خیار سے مقصود نسخ ہو اور جبکہ اقرار ہی اسوجہ سے کہ وہ صیغہ طرز ہو احتمال نسخ کا نہیں لہذا آئین شرط خیار جائز نہیں اور مال مقر بہ لازم ہو کذا فی الخطا دی الا اذا اقر بعقد بیع وقع بالخیار لہ فیصح باعتبار العقد اذا صدقہ او بہن فلذا قال الا ان یکذب المقر لہ فلا یصح لانه منکر والقول لا اقرار قابل خیار نہیں مگر جبکہ مقرر نے اس عقد بیع کا اقرار کیا جو بشرط اقرار مقر واقع ہوئی تو اقرار مع شرط الخیار صحیح باعتبار عقد بیع کے بشرطیکہ مقر لہ اسکی تصدیق کرے یا مقر اشہر گواہ لا دوسرا سوا طے مصنف نے کہا مگر یہ کہ مقر لہ مقرر کی تکذیب کرے تو صحیح ہوگا اس واسطے کہ مقر لہ منکر ہو اور قول تو منکر کا مقبول ہے یعنی در صورت عدم برہان ہم عقد بیع کا اقرار یعنی اس دین کا اقرار کرے جو سبب عقد بیع کے اس پر لازم آیا یعنی یونہی کے کہ میرا دین تو اس دین میں ہے کا اقرار بہین بسبب کفالتہ علی انہ بالخیار فی المدۃ ولو المدۃ طویلیۃ او قصیرۃ فانہ یصح اذا صدقہ لان الکفالتہ میرا دین تو اس دین میں ہے کا اقرار بہین کا اقرار بہین بسبب کفالتہ علی انہ بالخیار فی المدۃ ولو المدۃ طویلیۃ او قصیرۃ فانہ یصح اذا صدقہ لان الکفالتہ عقد ایضا بخلاف ما بلانہ افعال لا قبل الخیار یعنی جیسے دین کا اقرار ضامن کے سبب یا بن شرط کہ اسکو اختیار ہوتی ہے اگرچہ مدت طویل ہو یا قصیر کہ وہ صحیح ہے جبکہ مقر لہ اسکی تصدیق کرے اس واسطے کہ ضامن ہی عقد بخلاف اسکے جو مذکور ہو چکا اس واسطے کہ وہ یعنی قرض یا غضب یا ودیعت یا عاریت افعال ہیں

اقرار صحیح



کہ شرطیہ کے قابل نہیں کذا فی الزیلعی الامر بکتابہ الاقرار اقرار کا امانہ کہ کیا یکن باللسان بل بالبنان فلو قال للصکال کتب خط اقراری بالف علی او التبریح واری او طلاق امراتی صح کتب ولم یکتب حل للصکال ان یشہد الانی حد و قود خانہ امر کرنا اقرار کے لکھنے کا اقرار حکمی ہے اس واسطے کہ جیسے اقرار زبان سے ہوتا ہے ویسے ہی انگلیوں کی پوروں کے لکھنے سے ہوتا ہے تو اگر ایک شخص نے قبائلیہ نويس سے کہا کہ خط لکھ میرے اس اقرار کا کہ مجھے ہزار درم ہیں یا لکھ میرے گھر کا بیخنامہ یا میری عورت کا طلاق نامہ تو اقرار صحیح ہے خواہ قبائلیہ نويس اسکو لکھے یا نہ لکھے اور قبائلیہ نويس کو حلال ہے اسکی گواہی دینا سولے حد اور قصاص کے کذا فی النجاشی عم امر کتابت اقرار کا اقرار حکمی ہونا اقرار حقیقی اسواسطے کہ امر اشاعہ اور اقرار اخبار دونوں ایک ہی نوعیت میں بلکہ مراد یہ ہے کہ امر کتابت اقرار حاصل ہوا تو اقرار حاصل ہو گیا کذا فی الدرر و قد منافی الشہادات عام اعتبار مشابہت خطین اور کتابت شہادات میں عدم اعتبار مشابہت خطین کو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں ہم تو اگر مدعی نے ایک شخص پر دعویٰ کیا اور مدعا علیہ کے ہاتھ کا لکھا تو اقرار کا ظاہر کیا اور مدعا علیہ منکر ہے اسکا سوا اس سے کچھ لکھا یا گیا اور اسنے لکھا تو یہ خط اقرار نامہ کے خط سے مشابہ نکلا تو اسپر ثبوت دعویٰ کا بدون گواہوں کے حکم ہوگا اور یہی قول صحیح ہے اور بعضوں کے نزدیک حکم ہوگا از انجلی قاری ہدایہ ہے کذا فی الخطاوی تبصرہ حد الوترۃ اقر بالمدین المدعی بہ علی مؤثہ و جحدہ الباقون یلزملہ المدین کلہ یعنی ان دنی ماورثہ بہ برہان و شرح مجمع ایک وارث نے اس میں اقرار کیا جسکا اسکے مورث پر کسی مدعی نے دعویٰ کیا اور باقی وارثوں نے اسکا انکار کیا تو وارث مقررہ سب میں لازم آدیکایعنی بشرطیکہ جو مال اسنے وارثت میں پایا ہے وہ ادا سے دین میں کفایت کرے کذا فی البرہان و شرح الجمع شمسودرم کا دعویٰ ہے اور سودرم یا زیادہ وارث مقررہ میں ملے تو وارث کو سودرم دینے پڑینگے اور لزوم کل میں بکایہ مطلب نہیں کہ اگر وہ دس درم میراث میں پائے تو بھی اسپر سودرم لازم ہونگے و قبل حصۃ و اخبار ابوالیث و فی الضرر اور بعضوں نے کہا کہ وارث پر بقدر اسکے حصے کے دین لازم ہوگا اور اس قول کو پسند کیا ہے فقہ ابو الیث نے مقرر کے دفع فرمایا اسنے اس میں اقرار کیا ہے جو کل ترکے سے متعلق ہے تو اسپر لازم ہوگا مگر بقدر اسکے حصے کے و لو شہد ہذا المقرع آخر ان الدین کان علی المیت قبلت و ہذا علم انہ لایحل المدین فی البیہنہ مجرد اقرارہ بل بقضاء القاضی علیہ باقرارہ فلحفظ ہذہ الزیادۃ در راہ اگر اس وارث مقرر نے دوسرے گواہ کے ساتھ اسکی گواہی کی کہ میت دین تھا تو گواہی قبول ہے اور اس سے یعنی قبول شہادت مقرر سے دوسرے شاہد کے ساتھ یہ معلوم ہوا کہ وارث مقرر کے حصے میں دین حلول کر چکا مجرد اسکے اقرار کرنے کے بلکہ قاضی کے حکم کرنے سے بوجہ اسکے اقرار کے دین لازم ہوگا تو اس بابت کو یعنی عدم لزوم اقرار الالباقی لافضا کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدرر ہم مجرد اقرار سے دین لازم نہ آیا اسواسطے کہ اگر اسکے اقرار سے سب میں اسپر لازم آتا ہے وہ دوسرے شاہد کے ساتھ گواہی دیتا اور گواہی قبول ہوتی تو شاہد مقرر بقدر اسکے حصے کے لازم ہوتا تو اسکی گواہی میں اسپر سے دفع مضرت ثابت ہوتی اور جو ایسی گواہی ہو تو وہ مقبول نہیں پھر اسکی گواہی کا مقبول ہونا اسپر دلیل ہے کہ اسکا اول اقرار معتبر نہیں اور اس اقرار سے دین لازم نہیں مگر یہ شکل ہے اسواسطے کہ آدمی کا اقرار جت ہے اسکی ذات کے حق میں اور قاضی کا اسپر حکم کرنا مظهر حق ہے نہ مثبت اور اگر یہ مسئلہ فقہ ابو الیث کے قول پر مستخرج ٹھہرے تو ظاہر ہے اسواسطے کہ مقرر نے اس گواہی سے اپنی ات پر سے دفع مضرت نہیں کی کذا فی الخطاوی و اشہد علی الف فی مجلس الشہد جلیں آخرین فی مجلس آخر بلا بیان اسبب لزوم اللان الفان کما لو اختلف السبب مقرر نے دو گواہوں کو گواہ کیا ہزار ہر ایک مجلس میں اور دو اور مردوں کو گواہ کیا دوسری مجلس میں بدون بیان کرنے سبب میں کے تو دونوں مجلسوں کے دونوں مال یعنی دوسرا اسپر لازم ہونگے چنانچہ اگر سبب میں مختلف ہو تو دوسرا لازم ہونگے ہم بلا بیان سبب کی یہ صورت ہے کہ اقرار کرے کہ مجھ پر دس ہزار درم دین ہیں دونوں مجلسوں میں اور اختلاف سبب کی یہ شکل ہے کہ ایک مجلس میں اقرار کرے کہ مجھے ہزار درم دین ہیں اور دوسری مجلس میں کہ مجھے ہزار درم دین ہیں اس غلام کا ہر اختلاف مانوا متحد اسبب و اشہد اور اشہد علی صاب و احد او اقر عند الشہوت ثم عند القاضی و علی سبب



بمخلاف اسکے کہ اگر سبب میں کا ایک ہی ہو یا دونوں مجلسوں کے شہوت متحد ہوں یا چاروں شاہدوں کو ایک ساتھ پڑھا کرے یا شاہدین کے روبرو اقرار کرے پھر وہی اقرار قاضی کے روبرو کرے یا بالعکس اسکے یعنی پہلے قاضی کے روبرو اقرار کرے پھر شاہدوں کے سامنے تو ایک ہی ہزار لازم ہوگا کذا صحیح ابن ملک تم اتحاد سبب کی یہ صورت ہے کہ دونوں مجلسوں میں غلام معین کے ثمن کا اقرار کرے اور اتحاد شہوت کی یہ صورت ہے کہ جو اول مجلس کے شاہد ہیں وہی دوسری مجلس کے بھی شاہد ہوں والاصل ان المعروف او النکر اذا عید معا کان الثانی عین الاول و منکر ان غیرہ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ معرفہ یا نکرہ جبکہ معرفہ ہو کر دوسری بار مذکور ہو تو دوسرا بعینہ پہلا ہوگا اور اگر نکرہ ہو کر دوبار مذکور ہو تو ثانی اول کے مغائر ہوگا اول اور ثانی کے معرفہ ہونے کی صورت یہ ہے کہ دین کا ایک ہی سبب معین دونوں اقراروں میں مذکور کرے اسطرح کہ (لہ علیہ الف ثمن ہذا العبد) پھر اسی کو دوسری بار اقرار کرے اور اول کے نکرہ اور ثانی کے معرفہ ہونے کی یہ صورت ہے کہ اول ہزار کو مطلق کے اسطرح کہ (لہ علی الف) پھر یوں کہ (لہ علی الف ثمن ہذا العبد) اور اعادہ نکرہ کی صورت یہ ہے کہ (لہ علی الف) پھر دوسرا اقرار کرے کہ (لہ علی الف) اور پہلا معرفہ ہو اور دوسرا نکرہ اسکی صورت یہ ہے کہ اول میں اقرار کرے کہ (لہ علی الف ثمن ہذا العبد) پھر دوسری بار کہ (لہ علی الف) و تمامہ فی الطحاوی نویسی الشافعی مؤمن ام موطنین فیہما لان لم یعلم اتحاد و قبل و بعد تاریخی الخانیۃ اور اگر گواہ بھول جاوے کہ اقرار ایک مجلس میں تھا یا دو مجلسوں میں تو وہ دو مال لازم ہونگے جب تک کہ اتحاد مجلس بالیقین معلوم نہ ہو اور قول نسبیف یہ ہے کہ ایک ہی مال لازم ہے اور پورا بیان اسکا خانہ میں ہے اقرتم ادعی المقرانہ کاذب فی الاقرار بحلف المقر ان المقر لم یکن کاذبا فی اقرارہ عند الثانی و یہ یفتی در اقرار کیا پھر مقرر نے دعویٰ کیا کہ وہ جھوٹا ہے اپنے اقرار میں تو قسم لجاے مقرر سے اسکی کہ تقریباً اقرار میں جھوٹا نہیں ابو یوسف کے نزدیک اور اسی قول پر فتویٰ ہے کہ ذاتی الدرہم اور طرفین کے نزدیک اسکے قول پر التفات ہوگا و کذا الحکم بحجری لو ادعی وارث المقر یحلف اور اسی طرح کا حکم جاری ہے اگر مقرر کا وارث دعویٰ کرے یعنی مورث کے اقرار میں اسکے کذب مدعی ہو تو مقرر اسے قسم لجاے اسکی کہ ثبوت کاذب نہ تھا اپنے اقرار میں وان کانت الدعوی علی ورثۃ المقر فالیمین علیہم بالعلم انما لا تعلم انہ کان کاذبا بصدر الشریعہ اور اگر مقرر یا اسکے وارث کا دعویٰ مذکور مقرر کے وارثوں پر ہو تو وارثوں پر علم کی قسم آوگی اسطرح کہ والله ہم نہیں جانتے ہیں کہ تقریباً اقرار میں جھوٹا تھا کذا فی صدر الشریعہ

باب الاستثناء

و ما فی معنایہ فی کونہ مقرر کا شرط و نحوہ یہ باب ہے احکام استثناء میں اور جو استثناء کے ہم معنی ہے اقرار کے بدل ڈالنے میں چنانچہ شرط اور ما نذا اسکے ہم جب مصنف نے اقرار بلا تغیر کا ذکر کیا تو اب قرائع التعلیل کا ذکر شروع کیا اور ما نذا شرط کے یہ مثال ہے کہ اسکے میرے اوپر ہزار درہم ہیں اس غلام کا ثمن جو میرے ہضم میں نہیں آیا ہو عندنا تکلم بالباقی بعد التثنا باعتبار الحاصل من مجموع التریب نفی و اثبات باعتبار الاجزاء فالتقابل علی عشرة الا ثلثۃ لہ عبارتان مطولہ وہی ذکرناہ و مختصرہ وہی ان یقول ابتداء لہ علی سبعة و ہذا معنی اولہم تکلم بالباقی بعد التثنا ای بعد الاستثناء و وہ یعنی استثناء حنفیہ کے نزدیک عبارت ہے باقی کے بولنے سے بعد استثناء کر نیے مجموع ترکیب تثنیہ منہ اور تثنیہ کے حال کے اعتبار سے اور نفی اور اثبات ہے باعتبار اجزائے لفظیہ کے تو اس قائل کے کہ (لہ علی عشرة الا ثلثۃ) یعنی سات درہم کے اقرار کرنے والے کی دو عبارتیں ہیں عبارت طویل و جسکو ہضم ذکر کیا یعنی لہ علی عشرة الا ثلثۃ اور دوسری عبارت مختصرہ یہ ہے کہ ابتداء سے یوں کہے کہ اسکے میرے اوپر سات درہم ہیں اور یہی مطلب ہے فقہاء کے اس قول کا کہ استثناء باقی کا تکلم ہے بعد استثناء کر نیے و شرط فیہ الاتصال بالتثنیہ منہ الا لضرورة لنفس و سعال او اخذ تمہ پرفتی اور صحت استثناء میں متصل ہونا تثنیہ کا تثنیہ منہ سے شرط ہے مگر عند الضرورة جیسے مقرر کا دم لینا یا کھانسی کا آنا یا منہ بند کر لینا یعنی کوئی شخص مقرر کا منہ بند کرے اس قول پر فتویٰ ہے والله انہما الا یضر لانه للتبئہ والتاکید اور پکارا مقرر کا مقرر کو

لہ اسکے مجھزار ہیں ۱۲ صواب کذا قال صدر الشریعہ ۱۱۲ ص ۱۱۲ اسکے پھر دس ہیں ۱۲

ماہین مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کے ضرر نہیں کرتا اس واسطے کہ مذامنادی کے آگاہ کرنے کی واسطے اور تاکید کی واسطے ہر بواسطہ تعیین مقررہ جو نہیں  
ہے کہ اگر مذامنادی مقررہ ہو تو مضر ہو گا ذانی لفظاوی کقولہ لک علی الف درہم یا فلان الا عشرة ذاکي مثال چنانچہ مقرر کا یوں کہنا کہ تیرے پیرے  
اور ہزار درہم ہیں اور فلان نے مگر دس درہم بخلاف ذلک الف فاشہد والاکذا و نحوہ مایعد فاصلا لان الاستثناء یكون بعد اتمام الاقرار فلم یصح  
الاستثناء بخلاف اس قول کے کہ تیرے پیرے اور ہزار درہم ہیں سو گواہ رہو مگر اتنے اور اتنا اسکے اس قسم سے جو فاضل شمار ہو اس واسطے کہ  
گواہ کرنا اقرار تمام ہونیکے بعد ہوتا ہے توجیہ لولت اشہاد سے استثنای صحیح ہو گا مگر استثنای بعض یا اقرب صحیح استثناء وہ لولا اکثر عند اکثر تو جو شخص کہ  
استثناء کرے بعض مقررہ کو یعنی جس کا اقرار کر چکا ہے اس میں سے بعض کو نکال ڈالے تو اس کا استثناء صحیح ہے اگرچہ مستثنیٰ اکثر ہو مستثنیٰ منہ سے اکثر علماء  
نحو کے نزدیک مفر کے نزدیک استثناء اکثر جائز نہیں اور جو ان کی دلیل حق تعالیٰ کا یہ قول ہے ثم لیل الا قلیل نصفه او نقصه قلیلا اور ذی علیہ  
کذا فی لفظاوی ولزمہ الباقی ولو ما لا یقسم کذا بعد لفظان الائتہ او ثلثہ او غیر علی الذہب و مقرر کو باقی بعد الاستثناء لازم ہو گا اگرچہ مقررہ اس قسم کا  
ہو جو قسمت پذیر نہیں ہو تا چنانچہ یہ قول کہ یہ غلام فلاں شخص کا ہے مگر اس کا سوم حصہ یا دو ثلث اسکے صحیح ہے بنا بر ذہب قوی والا استثناء  
المستغرق باطل ولو فیما یقبل الرجوع کو صیغہ لان استثناء الكل لیس رجوع بل ہو استثناء فاسد ہو صحیح جو ہرہ اور وہ استثناء جو کل  
مقررہ کو مستغرق کرے باطل ہے اگرچہ اس چیز میں رجوع قابل رجوع ہے چنانچہ وصیت اس واسطے کہ تمام کا استثناء رجوع نہیں بلکہ وہ فاسد استثناء ہے  
یہی قول صحیح ہے کہ ذانی الجہرہ میں ہر کہ بعضوں کے نزدیک استثناء کل رجوع ہے اور بعضوں کے نزدیک رجوع نہیں استثناء فاسد ہے اس واسطے  
کہ اگر موصی تمام موصی بہ کو استثناء کرے تو استثناء باطل ہو گا اور وصیت صحیح اور اگر رجوع ہوتا تو وصیت باطل ہوتی اس واسطے کہ وصیت میں  
رجوع کرنا جائز ہے کہ ذانی لفظاوی و ہذا ان کان الاستثناء بعین لفظ الصدر او مساوہ لکما یاتی اور یہ یعنی استثناء مستغرق کا باطل  
ہونا اس شرط سے ہے کہ سرے کی لفظ سے ہو بعینہ یا اسکے برابر سے ہو چنانچہ اس کا ذکر آج کام استثناء بلفظ صدقہ کی مثال (نسائی طوائق الانسانی)  
اور لفظ مساوی کی مثال (نسائی طوائق الازواجی یا عبیدی احرار الامالیکی وان غیرہما عبیدی حرار الاموالہ والاسالما وغانما  
وراشد او مثله نسائی طوائق الاموالہ والازواجی و ہند و ہم الکمل صحیح الاستثناء اور اگر استثناء مستغرق لفظ صدر یا مساوی کے مفاخر ہو  
چنانچہ یہ قول کہ تیرے غلام آزاد ہیں سولے ان غلاموں کے یا سولے سالم اور غانم اور راشد کے اور اتنا اسکے کہ یہ مثال ہے کہ تیری عورتیں مطلقہ ہیں  
سولے ان عورتوں کے یا سولے ذہب و عمرہ اور ہندہ کے اور حالانکہ وہی مشار الیہم یا میمون اسکے غلام یا سب عورتیں ہیں تو استثناء صحیح ہے  
و کذا ثلثالی لزید الا الفاد الثلث الفصح فلا یتحی شیا اذا شرط ایہام بقاء لا یقیقہ حتی لو طلقہا ستا الاربع صحیح و وقع ثنان اور اسی طرح یہ  
قول کہ میرا تہائی مال زید کا ہے سولے ہزار کے اور حالانکہ اس کا تہائی ہزار ہے تو باوجود استغراق استثنای صحیح ہے اور زید کسی چیز کا مستحق نہ ہو گا اس واسطے کہ صحت  
استثنای شرط ایہام بقاء بعض مستثنیٰ منہ ہے نہ حقیقت بقاء ہائیک اگر زوج نے زوجہ کو طلاق دی بطلقات تہہ مگر بطلقات تو طلاق صحیح ہو گی  
اور طلقین واقع ہونگی ہم ایہام بقاء باعتبار صورت لفظ کے ہے اس واسطے کہ استثناء تصرف لفظی ہے تو معنی کا اہمال اسکو مضر نہیں خلاصہ یہ ہے کہ (عبیدی  
احرار الاسالما وغانما ورشد) میں تکلم بالباقی بعد الاستثناء ممکن ہے باعتبار لفظ کے اس واسطے کہ عبید کا لفظ غیر مذکورین کو بھی شامل ہے لیکن سالم اور  
غانم اور راشد اس واسطے کہ عبید ٹھہرے کہ ان کے سوا مقرر کسی اور غلام کا مالک نہیں تو یہ کلیت باعتبار لفظ کے نہوتی تو لفظ ایہام بقاء بلا شک ٹھہرا  
و کما صح استثناء الکیلی والوزنی والمعدود والذی لا تتفاوت احوادہ کالفلوس والجوز من الدرہم والذی ینیر و یومون المستثنیٰ الیقیمۃ  
احسانا البتہ تہائی الذمۃ فکانت کالتین جیسے صحیح ہے استثنای کیلی اور ذنی اور اس معدود کا جسکے افراد متفاوت نہیں ہوتے چنانچہ

ملاحظہ فرمائیں کہ اگرچہ اس میں رجوع ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ اس میں رجوع نہیں ہے بلکہ وہ فاسد استثناء ہے  
یہی قول صحیح ہے کہ ذانی الجہرہ میں ہر کہ بعضوں کے نزدیک استثناء کل رجوع ہے اور بعضوں کے نزدیک رجوع نہیں استثناء فاسد ہے اس واسطے  
کہ اگر موصی تمام موصی بہ کو استثناء کرے تو استثناء باطل ہو گا اور وصیت صحیح اور اگر رجوع ہوتا تو وصیت باطل ہوتی اس واسطے کہ وصیت میں  
رجوع کرنا جائز ہے کہ ذانی لفظاوی و ہذا ان کان الاستثناء بعین لفظ الصدر او مساوہ لکما یاتی اور یہ یعنی استثناء مستغرق کا باطل  
ہونا اس شرط سے ہے کہ سرے کی لفظ سے ہو بعینہ یا اسکے برابر سے ہو چنانچہ اس کا ذکر آج کام استثناء بلفظ صدقہ کی مثال (نسائی طوائق الانسانی)  
اور لفظ مساوی کی مثال (نسائی طوائق الازواجی یا عبیدی احرار الامالیکی وان غیرہما عبیدی حرار الاموالہ والاسالما وغانما  
وراشد او مثله نسائی طوائق الاموالہ والازواجی و ہند و ہم الکمل صحیح الاستثناء اور اگر استثناء مستغرق لفظ صدر یا مساوی کے مفاخر ہو  
چنانچہ یہ قول کہ تیرے غلام آزاد ہیں سولے ان غلاموں کے یا سولے سالم اور غانم اور راشد کے اور اتنا اسکے کہ یہ مثال ہے کہ تیری عورتیں مطلقہ ہیں  
سولے ان عورتوں کے یا سولے ذہب و عمرہ اور ہندہ کے اور حالانکہ وہی مشار الیہم یا میمون اسکے غلام یا سب عورتیں ہیں تو استثناء صحیح ہے  
و کذا ثلثالی لزید الا الفاد الثلث الفصح فلا یتحی شیا اذا شرط ایہام بقاء لا یقیقہ حتی لو طلقہا ستا الاربع صحیح و وقع ثنان اور اسی طرح یہ  
قول کہ میرا تہائی مال زید کا ہے سولے ہزار کے اور حالانکہ اس کا تہائی ہزار ہے تو باوجود استغراق استثنای صحیح ہے اور زید کسی چیز کا مستحق نہ ہو گا اس واسطے کہ صحت  
استثنای شرط ایہام بقاء بعض مستثنیٰ منہ ہے نہ حقیقت بقاء ہائیک اگر زوج نے زوجہ کو طلاق دی بطلقات تہہ مگر بطلقات تو طلاق صحیح ہو گی  
اور طلقین واقع ہونگی ہم ایہام بقاء باعتبار صورت لفظ کے ہے اس واسطے کہ استثناء تصرف لفظی ہے تو معنی کا اہمال اسکو مضر نہیں خلاصہ یہ ہے کہ (عبیدی  
احرار الاسالما وغانما ورشد) میں تکلم بالباقی بعد الاستثناء ممکن ہے باعتبار لفظ کے اس واسطے کہ عبید کا لفظ غیر مذکورین کو بھی شامل ہے لیکن سالم اور  
غانم اور راشد اس واسطے کہ عبید ٹھہرے کہ ان کے سوا مقرر کسی اور غلام کا مالک نہیں تو یہ کلیت باعتبار لفظ کے نہوتی تو لفظ ایہام بقاء بلا شک ٹھہرا  
و کما صح استثناء الکیلی والوزنی والمعدود والذی لا تتفاوت احوادہ کالفلوس والجوز من الدرہم والذی ینیر و یومون المستثنیٰ الیقیمۃ  
احسانا البتہ تہائی الذمۃ فکانت کالتین جیسے صحیح ہے استثنای کیلی اور ذنی اور اس معدود کا جسکے افراد متفاوت نہیں ہوتے چنانچہ

۱۲

فلوس اور اخروٹ کا درہم اور دنانیر سے اور اس صورت میں مستثنی ہوگی بطریق استحسان کے بسبب ثابت ہونے کیلی اور روزنی اور معدودہ کوز کے ذمے  
پر چاندی اور سونے کی طرح تو انیسائے مذکورہ درہم اور دنانیر کے مانند ہو گئیں اس راہ سے م کیلی اور روزنی اور معدودہ کوز اور درہم اور دنانیر مقدرات  
ہیں تو باعتبار معنی کے جنس واحد ٹھہرے اگرچہ صلوات میں ان جناس مختلفہ میں اس واسطے کہ یہ سب میں موثر ثابت فی الذمہ ہوتے ہیں تو انہیں استثنائاً باعتبار  
معنی کے تکم بالباقی ہونے باعتبار صلوات کے بخلاف استثنائے ثوب کے درہم سے اس طرح کہ دلہ علی ماتہ درہم الاثواب کہ صحیح نہیں اس واسطے کہ ثوب کی مالیت معلوم نہیں  
کیونکہ متفاوت القیمۃ ہر فی نفسہ تو ہجول کا استثناء ٹھہر معلوم سے پس قیاساً اور استحساناً دونوں طرح صحیح نہیں کذا فی الاتقانی لمختار وان استغرقت  
القیمۃ جمیع ما اقر بہ الاستغناء بغير مساوی کیلی وغیرہ کا استناد درہم اور دینار کے صحیح ہے اگرچہ اسکی قیمت تمام مقربہ کو متفرق ہو اس واسطے کہ یہ غیر مساوی کی استغناء  
ہے اور یہ جائز ہے کیونکہ ہجول کا بخلاف لہ علی دینار الاماتہ درہم الاستغناء بال مساوی فی بطل لانه استنار الكل بکلن فی الجوزہ وغیرہ علی ماتہ درہم  
الاعشرۃ دنانیر و قیمتہ ماتہ او اکثر لایزہ کسی غیر بخلاف اس قول کے کہ اسکا یہ اوپر ایک دینار ہے مگر سودم کہ صحیح نہیں بسبب استغناء مساوی  
سے تو استثنائاً باطل ہوگا کیونکہ یہ تمام مقربہ کا استثنائاً کذا فی البحرینی تریے مقررہ کوز پر دینار لازم ہوگا اور استثنائاً ٹھہریگا لیکن جو ہرہ وغیرہ میں ہے  
کہ یہ قول کہ بچھ سو درہم ہیں مگر دس دینار اور حالانکہ قیمت دس دینار وکی سودم ہے یا زیادہ تو مقربہ پر کچھ لازم نہ ہوگا یعنی تو استثنائاً صحیح ٹھہرا  
باوجود استغناء بالمساوی تو اس تناقض کی تحریر اور تہجیح کرنا چاہیے مصلحتی کہ ما کہ ظاہر اس مسئلے میں دو قول ہیں مبنی دو روایتوں پر کہ درہم  
اور دنانیر ایک جنس ہیں یا دو جنس اللہ تعالیٰ اعلم و اذا استثنی عدین بینہما حرف اشک کان الاقل مخزجا نحو لہ علی الف  
درہم الاماتہ درہم اوتیسین درہم فیلزمہ سعائتہ و خمسوں علی الاصح بحر اور اگر ان دو عددوں کو استثنائاً کرے جسکے درمیان حرف شک  
اور تردد کا واقع ہے تو عدد کمتر خارج ہوگا چنانچہ اس قول میں کہ میرے اوپر ستر درہم ہیں مگر سو درہم یا پچاس درہم تو اسکو نو سو اور پچاس  
درہم لازم ہونگے بقول اصح کذا فی البحر اس واسطے کہ کلمہ اشک استثنائاً میں کمتر کا مثبت ہے و اذا کان استثنی مجہولاً ثبت الا اکثر نحو لہ علی ماتہ درہم  
الاشعیاء او الاقلیل او الا بعضاً لزمہ احد و خمسوں وقوع اشک فی المخرج فی حکم بخروج الاقل اور جبکہ مستثنی مجہول یعنی عدد غیر معین ہو تو  
اکثر عدد مثبت ہوگا چنانچہ اس مثال میں کہ اسکے میرے اوپر سو درہم ہیں مگر کچھ یا مگر تیلیں یا مگر بعض تو مقربہ کا اون لازم ہونگے بسبب واقع  
ہونے اشک کے مخرج میں تو کمتر کے خروج کا حکم ہوگا اور قلت ثابت ہوتی ہے اگرچہ نصف سے ایک ہی رقم ناقص ہو تو جب سو کے نصف یعنی پچاس سے  
ایک دم گھٹایا تو اکاون باقی رہ گئے و لو وصل قرارہ بان خسار اللہ تعالیٰ او فلان او علقہ بشرط علی خطر لا بائس کان مت فائتہ بخیر بطل اقرارہ  
اور اگر مقربہ اپنا اقرار انشاء اللہ کے ساتھ ملایا یا فلانے شخص کی مشیت ملایا یا اقرار کو اس شرط سے معلق کیا جو یقینی نہیں محتمل اور جو ہر تو اقرار باطل ہے نہ  
تعلیق شرط تحقق یقینی کی چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں مر جاؤں تو یہ تعلیق نہیں تجزیہ یعنی فی الفور اقرار لازم ہوگا خواہ وہ مر جاے یا زندہ رہے اس واسطے  
کہ موت بلا شک واقع ہونیوالی ہے کذا فی البحر بقی لو ادعی المشیت بل یصدق لم ارہ وقد مناہ فی الطلاق ان المعتد لا یلیکن الا اقرار کذلک لتعلق حق العبد بال  
المصنف باقی رہی یہ بات کہ در صورت تعلیق بالمشیت کے وہ مشیت کا مدعی ہو تو اسکی تصدیق ہوگی یا نہیں میں نے اسکو صحیح نہیں دیکھا اور  
پہلے کتاب الطلاق میں پہلے ذکر کیا ہے کہ در صورت ادعائے مشیت قول معتدیہ ہو کہ تصدیق مدعی کی ہوگی تو چاہیے کہ اقرار بھی ایسا ہی ہو بسبب  
متعلق ہونے حق العبد کے یہ قول ہے مصنف کا اپنی شرح میں وضع استثناء البیت من الدار لا استثناء البناء و نہما لہ خو کہ تبعاً لکان و صفی  
و استثناء الوصف لا يجوز اور صحیح ہے استثنائاً کہ گھر سے نہ استثنائاً نہ عمارت کا دونوں سے یعنی کو ٹھہری اور گھر سے اس واسطے  
کہ عمارت بیت اور دار میں بالجمع داخل ہے تو عمارت و وصف ٹھہری اور وصف کا استثنائاً صحیح نہیں چنانچہ یہ قول صحیح نہیں

Marfat.com



کہ اسکا یہ غلام ہے مگر اسکی بیاری مقررہ کی نہیں ہے وہ ان قال بنا ہالی وعرضتھا لک فلما قال لان لعرضتہ ہی البقعة لا الہنا وحتی لو قال واوضہا  
لک کان لہ الہنا ایضاً لہ خولہ تبعاً الا اذا قال بنا ہالیزید والارض لعمر فلما قال اور اگر یوں اقرار کیا کہ گھر کی عمارت میری ہے اور اسکا عرصہ تیرا ہے تو یہ  
ہوگا جیسا کہ اس واسطے کہ عرصہ بقعہ ہے نہ عمارت یعنی عرصہ عمارت ہی بقعہ خالی از عمارت سے تو اگر یوں اقرار کیا کہ گھر کی عمارت میری ہے اور  
اسکی زمین تیری ہے تو عمارت بھی مقررہ کی ٹھہریگی اس واسطے کہ عمارت گھر میں بالتبع داخل ہے مگر جب یوں کہے کہ گھر کی عمارت نہ یہی ہے اور زمین عمر کی تو یہاں  
جیسا کہ اس واسطے کہ جب سے عمارت کا اقرار کیا تو اس واسطے کیا تو عمارت اسکی ملک ہو گئی تو اب زمین کا اقرار عمر کی واسطے کر نیسے زید کی عمارت  
اسکی ملک سے خارج ہوگی اس واسطے کہ اقرار مقررہ کا غیر شخص کے حق میں حجت نہیں بخلاف مسئلہ مقدمہ اس واسطے کہ عمارت مقررہ کی ملک ہے پھر جب سے زمین کا  
اقرار کیا تو اس واسطے کیا تو عمارت اسکی تابع ہو گئی کذا فی المنع و استثناء فصل الخاتم ونخلہ البستان مطوق الجاریتہ کا لہنا و فیہا مر اور استثناء کرنا انکو ٹھہری کے  
نگین کا اور کھجور کے درختوں کا باغ سے اور طوق کا لوٹنی سے عمارت کے مانند ہے امر مذکور میں ہم اس واسطے کہ نگین انکو ٹھہری میں اور درخت باغ میں  
اور طوق جاریہ میں عمارت کے مانند بالتبع داخل ہے تو استثناء صحیح ہوگا بنا یہ میں ہے درخت سے درخت بدون جڑ کے مراد ہے اور اگر اشجار کا استثناء اصول  
کے ساتھ ہو تو استثناء صحیح ہے اس واسطے کہ اصل یعنی جڑ کا اقرار قصداً واجب ہے نہ بتعاون قال مکلف لہ علی الف من من عبد ما قبضتہ الجملۃ صنفہ عبد  
وقولہ موصولاً باقرارہ حال نہما ذکر فی الحاوی فیلحفظ وعینہ ای عین العبد و ہونی ید المقررہ فان سلمہ لی المتر لزمہ الالف والالا  
عملاً بالصفة اور اگر یوں اقرار کیا بالغ عاقل نے کہ اُسکے میرے اوپر ہزار درم ہیں اُس غلام کا من چسپ میں نے ہنوز قبضہ نہیں کیا عدم قبض کو  
اقرار کے ساتھ ملا کر لولا اور غلام کو معین کر دیا اور حالانکہ وہ غلام مقررہ کے پاس ہے تو اگر مقررہ مقررہ غلام تسلیم کرے تو مقررہ ہزار درم لازم ہونگے اور زمین  
لازم ہونگے صفت عدم قبض پر عمل کر نیسے خارج نے کہا ما قبضتہ کا جملہ صفت ہے غلام کی اور موصول کا لفظ حال لغوی ہے جملہ مذکورہ سے یہ مذکور ہے  
حاوی قدسی میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی تا فہم مطلب میں خطا نہ ہو ان لم یعین العبد لزمہ لالف مطلقاً وصل ام فصل وقولہ ما قبضتہ لغولانہ  
رجوع اور اگر مقررہ نے غلام کو معین نہ کیا تو اسکو ہزار لازم ہونگے ہر طرح سے خواہ عدم قبض کو ملا کر کہ یا اسکو جدا کر کے کہ اور اسکا یہ قول کہ میں نے  
اُسے قبضہ نہیں کیا لغوی ہوگا اس واسطے کہ رجوع ہے اقرار سے بعد اقرار کر چکنے کے یعنی اور رجوع جائز نہیں کقولہ من من من خمر او خنزیر او مال  
قمار او حرا و میتہ او دم فیلزمہ مطلقاً وان وصل لانه رجوع الا اذا صدقہ او اقام بنیتہ فلا یلزمہ چنانچہ اس قول میں کہ اُسکے مجھ پر  
ہزار درم ہیں شراب یا سور کا من یا تمار کا مال یا آزاد مرد یا مردار یا خون کا من تو اُسے مطلقاً لازم ہونگے اگرچہ اسکو اقرار کے ساتھ ملا کر کہ  
اس واسطے کہ یہ اقرار کر کے پھر جانا ہے مگر جبکہ مقررہ اسکی تصدیق کرے امور مذکورہ میں یا مقررہ گواہ قائم کرے تو اب ہزار اسکو لازم ہونگے ولو قال لہ  
علی الف دریم حرام اور بوانہی لازمتہ مطلقاً وصل ام فصل لاحتمال حله عند غیرہ اور اگر یوں اقرار کیا کہ اُسکے میرے اوپر ہزار درم حرام یا بیاج  
کے میں تو درہم مذکورہ مقررہ لازم ہونگے ہر طرح خواہ ملا دے اقرار سے یا جدا کہ اُسکے حلال ہونیکے احتمال سے غیر مقررہ کے نزدیک ہم یعنی جسکو مقررہ حرام  
یا بیاج کہتا ہے شاید اور کے مذہب میں حلال ہو چنانچہ ایک چیز یا نفع سے خرید کی اور ہنوز اُسے قبضہ نہیں کیا اور اسکو با نفع مذکور کے ہاتھ بچا اپنی  
خرید سے کمتر من سے تو یہ زیادت ہمارے نزدیک حرام ہے اور شافعی کے نزدیک یہ بیع جائز ہے اور زیادت احد الثمنین کے نزدیک حرام نہیں اور نہ  
بیاج ہے اور اس تعلیل کا ظاہر اسکو مقتضی ہے کہ اگر مقررہ اور مقررہ کا ایک ہی مذہب ہو تو مقررہ کے لیے لازم نہ آوے کذا فی الطحاوی لو قال علی زور او  
باطل لزمہ ان کذبہ المقرہ والابان صدقہ لایلزمہ اور اگر یوں اقرار کرے کہ میرے اوپر ہزار درم ہیں بطریق زور یا بطلان کے تو اُسے لازم ہے  
اگر مقررہ اسکی تکذیب کرے اور اگر تکذیب نہ کرے اس طرح کہ اسکی تصدیق کرے تو اُسے ہرگز لازم نہیں والاقرار بالبیع تلحیۃ ہی ان یلجکت ان

قوله بجور قول کجور کا ذکر بطور مثال ہے ہر قسم کے لیے درختوں کا ہی حکم ہے اور لہنا علی

مافی امر باطنہ علی خلاف ظاہرہ فانہ علی ہذا التفصیل ان کذبہ لازم البیع والا لا اور بیع تلجیحہ کا اقرار کرنا اسی تفصیل پر ہے کہ اگر مقلد اسکی تکذیب کرے تو بیع لازم ہے اور اگر تصدیق کرے تو لازم نہیں بیع تلجیحہ پر ہے کہ جھکا و مشط کرے اس امر کے کرنے پر جبکا باطن اسکی ظاہر کے مخالف ہوں صورتاً ضروری ہے کہ دشمن کا خوف ہو کہ میری چیز چھین لیگا تو اس چیز کو کسی دوست معتبر سے اپنا حال بنا کر بیچنے کے ظاہر میں باطن میں حقیقت یہ بیع نہیں ہرل کے مانند ہے ولو قال لہ علی الف در ہم زیوف لم ینذکر السبب فی کہا قال علی الاصح بحر اور اگر بولا کہ اسکی بچھڑ ہزار درم زیوف ہیں اور اسکا سبب مذکور نہ کیا کہ من بیع ہن یا غصب یا ودیعت تو جیسا اس نے کہا زیوف ہی لازم ہونگے بنا پر قول صحیح م زیوف جمع ہر ذیف کی یعنی کھونٹے درم جو خزانہ سلطانی میں نیلے جاوین ولو قال لہ علی الف من ثمن متاع او قرض وہی زیوف مثلاً لم یصدق مطلقاً لانہ رجوع اور اگر بولا کہ اسکی بچھڑ ہزار درم ہیں متاع کے ثمن سے یا قرض سے اور حالانکہ درہم مذکورہ زیوف ہیں مثلاً تو اسکی مطلقاً تصدیق ہوگی کیونکہ وہ اقرار سے بچھڑ ہے ولو قال من غصب و ودیعتہ الا انہا زیوف او نہر جہ صدق مطلقاً وصل ام فصل اور اگر بولا کہ میرے اوپر ہزار درم ہیں غصب یا ودیعت سے مگر درہم مذکورہ زیوف ہیں یا نہر جہ تو اسکی مطلقاً تصدیق ہوگی خواہ ملا کیے خواہ جدا کر کے م سوا سبب اور ودیعت مقتضی سلامت اور عیب نہیں اسوا سبب کہ غاصب جو پاتا ہر غصب کرتا ہے اور اسید طرح بیع نہر جہ وہ درم ہیں جنگو سو اگر نہ لیتے ہوں اور غیر تجارتی ہوں وان قال ستوقہ اور صاص فان وصل صدق وان فصل لانہا درہم مجاز اور اگر بولا کہ بچھڑ ہزار درم ہیں مگر درہم مذکورہ ستوقہ یا رانگے کے ہیں تو اگر استنار سے ملا کر بولا تو اسکی تصدیق ہوگی اور اگر اقرار سے جدا بولے گا تو تصدیق ہوگی اسوا سبب کہ وہ درہم مجازی ہیں حقیقی ہون ستوقہ وہ درہم ہیں جنکے دونوں طرف پر جائزی کے ہوں اور بیع میں تانبایا ایسے صدق بمیدہ فی غصبہ او ادعنی تو با اذا جا بعیب ولا نیتہ اور اسکی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اس قول میں کہ میں اسکی کپڑا غصب کیا یا اسے میرے پاس کپڑا ودیعت رکھا جبکہ مقرر کپڑے کو عیب ارلاوے اور حالانکہ مقلد کے پاس گواہ نہیں یعنی اسوا سبب کہ غصب و ودیعت وصف سلامت کے مقتضی نہیں و صدق فی لہ علی الف ولو من ثمن متاع مثلاً الا انہ ینقص کذا سے الدرہم وزن ثمتہ لا وزن بعتہ اور مقرر کی تصدیق ہوگی اس قول میں کہ اسکی سیر اوپر ہزار درم ہیں اگرچہ مثلاً متاع کے ثمن سے ہوں مگر ہزار درم مذکورہ وزن میں اتنے کم ہیں یعنی وزن ثمتہ کے درہم ہیں نہ وزن بعتہ کے م یعنی اس ہزار درم سے ہر ہائی پانچ شقال کے وزن کے برابر نہ سات شقال کے کذافی الخطاوی متصلان وان فصل بلا ضرورۃ لا یصدق لستہ استنار القدر لا الوصف کا زیادہ مقدمہ کو کر کی تصدیق ہوگی اگر استنار اقرار کے ساتھ ملا کر بولا اور اگر جدا لکے گا بدون ضرورت کے تو تصدیق ہوگی سبب صحیح ہونے مقدار کے استنار کے نہ وصف کے استنار کے چنانچہ کھوٹا ہو لو قال لا خرا خذت منک لفا و دیعۃ فہیکلت فی یدی بلا تعد و قال لا خرا خذت منی غصبا فمن المقلد اقرارہ بالاخذ وہ سبب الضمان اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے ہزار درم بطریق ودیعت رکھنے کے لئے سونہ تلف ہو گئے بدون میری تعدی کے اور دوسرے شخص نے کہا بلکہ تو نے مجھے درہم مذکورہ غصب کے طریق سے لیے تو مقرر بتاوان لازم ہوگا اسکی لینے کے اقرار سے اور وہ تاوان کا سبب ہر م جب لینے کا اقرار کیا تو تاوان لازم آیا پھر وہ موجب برأت کا مدعی ہوا یعنی اذن بالاخذ کا اور دوسرا منکر ہے تو منکر ہی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا کذافی الخطاوی و فی قولہ انت اعطیتنیہ و دیعۃ و قال لا خرا خذت منی لایضمن بل القول لا لکارہ الضمان اور اس قول میں کہ تو نے مجھکو درہم بطریق ودیعت کے دیے اور دوسرے نے کہا بلکہ تو نے غصب کیے مجھے تو مقرر ضمان لازم ہوگا بلکہ اسکی قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ تاوان کا منکر ہر م اسوا سبب کہ لینے سبب ضمان کا اقرار نہیں کیا یعنی اپنے لینے کا بلکہ اسکی دینے کا اور دینا دوسرے کا فعل ہے یعنی مقلد کا اور وہ ضمان کا موجب نہیں تو وہ اپنی ذات پر سبب ضمان کا مقرر ہوا اور مقلد سبب ضمان کا مدعی ہے اور مقرر اسکا منکر ہے اور قول تو منکر کا مقبول ہے کذافی المنخ و فی ہذا کان دیعۃ او قرضالی عندک



فاخرتہ منک فقال المقر بل هو لي اخذه المقر له لوقا ما والا قيمته لاقراره باليد له ثم بالخذ منه وهو سبب الصمان در اس قول من کہ یہ چیز میری  
 ودیعت تھی یا میرا قرض تھا میرے پاس سو میں نے اسکو مجھ سے لیا سو مقر نے کہا بلکہ وہ میرا مال تھا تو مقر نے مقر سے لے اگر وہ چیز موجود ہو اور اگر موجود نہ ہو تو اسکی  
 قیمت لے اس واسطے کہ مقر نے مقر کے قبض اور تصرف کا اول اقرار کیا پھر اس سے لینے کا اقرار کیا اور لینا سبب ہے تاوان کا یعنی جب سے اس کے ذمے لیا گیا  
 اقرار کیا پھر اپنے اتحقاق کا دعویٰ کیا تو بلا برہان اسکی تصدیق ہوئی وصدق من قال اجرت فلانا فرسی بندہ او ثوبی ہذا فرکیہ اولیٰ ولبسہ اعترت ثوبی او  
 اسکتہ بتی وروہ او خاطر فلان ثوبی ہذا بکذا فقبطتہ منہ وقال فلان بل لک فی قال قول المقر تحسانا لان الیٰدنی الاجارة ضروریہ بخلافہا اور اس مقر  
 کی تصدیق ہوگی جسے کہا کہ میں نے فلانے شخص کو اپنا یہ گھوڑا اپنا یہ کپڑا کر لیا یا سو گھوڑے پر سوار ہوا یا کپڑے کو پہنایا اسکو میں نے کپڑا بطور عاریت کے دیا یا اسکو میں نے  
 اپنے گھر میں رکھا اور فلانے شخص نے اس بات کو نہ مانا یا یوں اقرار کیا کہ فلانے شخص نے میرا یہ کپڑا اپنی ضروری پر سو میں نے اس سے کپڑا لیا اور فلانے شخص نے کہا بلکہ  
 وہ کپڑا میرا ہے تو مقری کا قول مقبول ہوگا بطور استحسان کے اس واسطے کہ قبض اور تصرف جیسے میں ضروری مرہم بخلاف ودیعت کے ہم اجا ہے میں قبض استیفا معقول علیہ  
 کیواسطے ضروری ہے یعنی تحصیل منافع کیواسطے تو مستاجر کے قبض کا اقرار اسکی ملک کی دلیل نہیں ہو سکتی بخلاف ودیعت اور اقرار کے ہذا الالف ودیعت فلان لابل  
 ودیعت فلان فالالف للاول علی المقر الف مثله للثانی بخلاف ہی لفلان لابل لفلان بلذا ذکر ایما حیث لا یجب علیہ للثانی شے لانه لم یقر باذاعہ ہذا  
 درم فلانے کی ودیعت ہے نہیں بلکہ فلائیکلی ہے تو ہزار درم مشار الیہا اول مقر کے ہیں اور مقر پرمانند اسکے اور ہزار درم ثانی مقر کے لازم ہونگے بخلاف اس  
 قول کے وہ ہزار درم فلانے کے ہیں نہیں بلکہ فلانے کے ہیں بلذا ذکر ایما ع کہ اس صورت میں مقر پر مقر ثانی کیواسطے کچھ واجب نہوگا اسواسطے کہ اسکی  
 ودیعت رکھنے کا مقر نے ذکر نہیں کیا و ہذا اذا کانت معینۃ وان کانت غیر معینۃ لزمنہ ایضا اور یہ اسوقت ہے جبکہ درہم معین ہوں اور  
 اگر غیر معین ہوں تو مقر ثانی کیواسطے بھی ہزار درم مقر پر لازم ہونگے لفظ غصبت فلانا ماتہ درہم وماتہ دینار وکر حنطہ لابل فلانا لزمنہ  
 لکل واحدہما کلہ وان کانت بعینہما فی الاول وعلیہ للثانی مثلہا ماندا اس قول مقر کے کہ میں فلائیسے سو درم اور سو دینار اور ایک  
 کر گہوں غصب کیے نہیں بلکہ فلائیسے چھین لیے تو مقر پر دونوں میں سے ہر شخص کے واسطے کل لازم ہونگے اور اگر یہ چیزیں معین ہوں تو  
 یہ اول مقر کے لیے ہیں اور اس پر دوسرے شخص کے واسطے ایسے مذکورہ کے برابر لازم ہونگے ولو کان المقر له واحدا یلزمہ اکثرہما قدر  
 او فضلہما و صفا نحو لہ الف درہم لابل الفان او الف درہم جیاد لابل زیوف او عکسہ اور اگر مقر ایک ہی شخص ہو یعنی اور احد الاقراریں  
 مقدار یا وصف زائد ہو تو مقر پر وہ لازم ہوگا جو دونوں اقراروں میں سے مقدار میں اکثر اور وصف میں افضل ہو چنانچہ اس مثال میں  
 کہ اسکے سے اوپر ہزار درم ہیں نہیں بلکہ دو ہزار ہیں یا یوں اقرار کیا کہ اسکے ہزار کھرے درم ہیں نہیں بلکہ کھوٹے درم ہیں یا بالعکس  
 اسکے اقرار کیا یعنی اول دو ہزار کا پھر ایک ہزار کا یا اول کھوٹے درموں کا اقرار کیا پھر کھروں کا ولو قال لدین الذمی لی علی فلان  
 لفلان او الودیعتہ الیٰ عند فلان ہی لفلان فهو اقرارہ وحق القبض للمقر و لکن لو سلم الیٰ المقر لہ بریٰ خلاصہ اور اگر یوں  
 کہ جو میرا دین فلانے شخص پر ہے وہ فلانے آدمی کا ہے یا جو ودیعت فلانے کے پاس ہے وہ فلانے شخص کی ہے تو یہ اقرار ہے مقر کے واسطے  
 اور قبض دین یا قبض ودیعت کا حق مقر کے واسطے ثابت ہے لیکن اگر دیون یا مؤاع مقر کو تسلیم کر لیا تو اسے دین اور ودیعت بریٰ الذمہ  
 ہو جائیگا کذا فی الخلاصہ لکنہ مخالف لما مرانہ ان اضاف لنفسہ کان ہتہ فیلزم التسلیم ولذا قال فی الحاوی القدریٰ لولم یسلط علی القبض فان  
 قال لکی فی کتاب لدین عاریتہ صح وان لم یعلم یصح قال المصنف ہوا لمدکور فی عامۃ المعبرات خلافا للحدیثہ فما ل عند الفتویٰ لیکن خلاصہ کا قول  
 مخالف ہے اس قول کے جو کہ یہ مذکور ہو چکا کہ اگر مقر اپنی ذات کیواسطے نسبت کرے تو ایسا اقرار ہبہ ٹھہریگا تو جانب مقر سے تسلیم لازم ہوگی

اد تور اولیٰ شخص اس بات کو نہ مانا۔ اول صحیح ترجمہ یہ کہ اسنے وہ گھوڑا اپنا کپڑا میرا ہے اور اسکی



اور اسی واسطے حاوی قدسی میں کہا ہے اور اگر مقررہ کو قبض دین پر مسلط نہ کرے تو اگر یوں کہے کہ میرا نام کتاب الدین میں عاریت ہے تو اقرار صحیح ہے اور اگر یہ نہ کہے تو صحیح نہیں مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور حاوی قدسی کے موافق اکثر کتب مشہورہ میں ہے بخلاف خلاصہ کے تو تامل کیجیو اس مسئلے میں فتویٰ دینے کی وقت م شرح وہاں یہ میں تمہ سے منقول ہے کہ جب یہ اقرار کرے کہ میرا دین فلاں نے کا دین ہے اور مقررہ اسکی تصدیق کرے تو صحیح ہے اور حق قبض اول کیواسطے ہے نہ ثانی کیواسطے لیکن باوجود اسکے اگر یہ یوں ثانی کو دیکھا بری لزمہ ہو جائیگا اور اول وکیل کے مانند ٹھہریگا اور ثانی موکل کے مانند ہوگا انتہی تو ظاہر مجرد تصادق کے دین مقررہ کا ہوگا اگرچہ مقبول نہ کہے کہ میرا نام عاریت ہے اسکے قبض پر مسلط نہ کرے تو بھی تصادق ملک مقررہ کا مفید ہے اور اگر حاوی کا قول اس پر معمول کیجے کہ مقررہ ساکت تھا اقرار کی وقت اور وہاں یہ کے مسئلے کو جو خلاصہ کے موافق ہے تصدیق مقررہ پر معمول کیجیے تو توافق بین القلوب حاصل ہوگا اور مخالف اور اضطراب بل ہوگا انی الطحاوی

باب اقرار المریض

یعنی مرض الموت وصدہ مر فی طلاق المریض و سببی فی الوصایا یہ باب ہے اقرار مریض کے احکام میں یعنی وہ مریض جو بمرض الموت بیمار ہے اور تعریف مرض الموت کی مذکور ہوگئی طلاق مریض میں اور آگے آویگی کتاب الوصایا میں اقرارہ میں لاجنبی فذ من کل مالہ باثر عمر مریض کا اقرار دین اجنبی غیر وارث کیواسطے نافذ ہے اسکے تمام مال سے بدلیل قول عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم فاروق سے مروی ہے اگر اقرار المریض بین جاز ذلک علیہ فی جمع ترکہ یعنی جب بیمار دین کا اقرار کرے تو اس پر جائز ہے اسکے تمام متروکہ میں اور ایسی صورت میں اثر بھاسے حدیث ہے کیونکہ وہ مقدرات سے ہے جس میں قیاس کو گنجائش نہیں تو سماع شایع علیہ الصلوٰۃ والسلام پر معمول ہوگا کذا فی الطحاوی ولو بعین فذلک لا اذا علم تملیک لہما فی مرضہ فیتقید بالتثت ذکرہ المصنف فی معینہ فیلحفظ اور اگر عین کا اقرار ہو تو بھی ایسی طرح کا حکم ہے یعنی جمع متروکہ سے نافذ ہوگا مگر جبکہ تملیک مریض کی اسکے مرض میں معلوم ہو یعنی قرائن سے یہ معلوم ہو کہ مریض اجنبی کو عین کا مالک کرتا ہے اپنی بیماری میں تو یہ تملیک مقید ثلث مال ہوگی یعنی ثلث متروکہ سے متعلق ہوگی نہ تمام متروکہ سے بیان کیا ہے اسکو مصنف نے اپنی کتاب المعین میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے جو کہ مرض کی تملیک وصیت ہے لہذا مقید ہوگی ثلث مال سے جموی میں ہے عین کا اقرار مریض اجنبی کیواسطے صحیح ہے اگر اقرار بطریق حکایت کے ہو اور اگر بطریق ابتدا کے ہو تو ثلث مال سے صحیح ہوگا کذا فی العمادۃ اقرار بتدائی سے مراد یہ ہے کہ اسکے صلوات تو اقرار کی صلوات ہو اور حقیقت میں ابتدا کے تملیک متروکہ وارثوں کو جس نہ ہو اور اقرار کئی تو حقیقی اقرار ہے کذا فی الطحاوی مختصا و آخر الارث عنہ اور میراث پیچھے ڈالی جائیگی اور اسے دین مذکور سے یعنی اسواسطے کہ قضاء دین مقدم ہے میراث پر اس پر آخرت کا مواخذہ باقی نہیں ہے و دین الصحتہ مطلقا و مالز مہ فی مرضہ بسبب معروف بینہ او بعائتہ قاض قدم علی اقربہ فی مرض موتہ اور حالت صحت کا دین مطلقا خواہ گوامون سے معلوم ہو خواہ اقرار سے وارث کا دین ہو یا اجنبی کا عین کا اقرار ہو یا دین کا اور جو دین کہ اسکو مرض میں لازم ہو اسبب معروف ہوگا وہون یا قاضی کے معائنہ سے معلوم ہو مقدم ہوگا اس میں جس کا مریض نے اپنے مرض الموت میں اقرار کیا و لو المقر بہ و ولیعہ دین صحت کا مرض کے اقرار پر مقدم ہے اگرچہ مرض کا مقربہ و ولیعہ ہو و عند الشافی کل سواہ و شافی کے نزدیک دین صحت و اقرار مرض کا دین سب برابر ہیں بلا تقدم و السبب المعروف بالیس تبرع کنکاح مشاہدان بہر المثل اما الزیادۃ فباطلہ وان جاز النکاح عنایہ اور دین کا سبب معروف وہ ہے جو تبرع نہو چنانچہ وہ نکاح جو شاہدوں کے سامنے ہو اور بشرطیکہ نکاح ہر مثل سے ہو اور زیادتی ہر مثل سے تو مرض الموت کے نکاح میں باطل ہے اگرچہ نکاح جائز ہے کذا فی الغنایم زیادت ہر مثل سے باطل ہے بشرط عدم اجازت و رشہ کذا فی الطحاوی و جمع مشاہد و اطلاق کذلکے مشاہد اور چنانچہ جمع مشاہد اور ایسی طرح اطلاق مشاہد یعنی کسی کا مال تلف کرنا شاہدوں کے سامنے و المریض لیس لہ ان یقضے دین بعض الغنایم و دون

باب اقرار المریض

عین کا اقرار کیا

بعض ولو کان ذلک عطاء مہر و ایفاء اجرة اور مرضی کو یہ جائز نہیں کہ بعض اہل دیون کا دین ادا کرے سوائے بعض کے اگرچہ یہ دین مہر کا دینا اور اجرت کا ادا کرنا ہرم اس واسطے کہ مریض کے مال میں سب بین دالون کا حق متعلق ہے تو بعض کے دینے میں اور دن کی حق تلفی ہو مریض کی قید سے معلوم ہوگا کہ حق غیر مجبور کو اس طرح کی تخصیص ممنوع نہیں فلا یسلم لہا الا فی مسلتین تو مہر اور اجرت کے واسطے مریض کا دینا سلامت نہ رہیگا مگر دمسکون میں اداسے بعض دین جائز ہوا ذیاضے ما استقرض فی مرضہ او نقد ثمن ما اشتری فیہ و مثل القیمۃ کما فی البرہان قد علم ذلک و ثبت کل نہما بالبرہان لا باقرارہ للتمتہ دون سئلے یہ ہیں جبکہ مریض اُس قرض کو ادا کرے جو اُس نے اپنی بیماری میں لیا یا ادا کرے اُس چیز کا ثمن جو اُس نے مرض میں خرید کیا اگر ثمن قیمت کے برابر ہو چنانچہ برہان میں ہر اور حالانکہ یہ معلوم ہو چکا یعنی ثابت ہو چکا ہر قرض اور خرید گواہوں سے نہ اُس کے اقرار سے بسبب نہمت کے مہمت یہ ہے کہ شاید اُس کو اس اقرار سے وارثوں کا حصہ گھٹانا منظور ہو بخلاف عطاء المہر و ما اذالم یو و حتی مات فان البائع اسوۃ للقرار فی الثمن و اذالم تکن العین البیعتہ فی یدہ لے یہ البائع فان کانت کان اولی - بخلاف عطاء مہر وغیرہ کے اور بخلاف اشتراک مرض کے جبکہ مریض نے اُس کا ثمن ادا نہ کیا یا تک کہ مر گیا تو اُس کا بائع اور دین دالون کے برابر ہے ثمن پانے میں جبکہ شے بیع بائع کے ہاتھ میں نہو اور اگر بائع کے ہاتھ میں ہو تو وہی مقدم ہرم تو بیع مذکور پہی جاوے اور اُس کے ثمن بائع کا دین ادا کیا جاوے اور اگر اُس کے دین سے ثمن کچھ زیادہ ہو تو زیادت متروکہ میں لائی جاوے اور اگر ثمن دین سے ناقص ہو تو بقدر نقصان بائع مذکور ارباب یون کے برابر ہوگا کذا فی الطحاوی و اذا اقر المریض بدین ثم اقر بدین تجا صا وصل او فصل لا استواء اور جبکہ مریض نے ایک دین کا اقرار کیا پھر دوسرے دین کا اقرار کیا تو دونوں مقررہ حصہ رسد پاویں گے خواہ دونوں اقرار دن کو اُس نے ملایا ہو یا جدا کیا ہو بسبب برابر ہونے دونوں اقرار دن کے ولو اقر بدین ثم بودیعتہ تجا صا اور اگر مریض نے دین کا اقرار کیا پھر دیعت کا اقرار کیا تو دونوں مقررہ حصہ رسد پاویں گے بالکس میں دیعت اولی اور اُس کے بالعکس میں دیعت اولی اور مقدم ہر یعنی اگر اول دیعت کا اقرار کیا تو دیعت کی تقدیم ہر اس واسطے کہ جب سے پہلے دیعت کا اقرار کیا تو مقررہ اُس کا مالک ہو گیا پھر ثمن کا اقرار غیر کے مال میں جائز نہوگا کذا فی الطحاوی و ابراہیونہ و ہومدیون غیر جائز لے لا یوزان کان اجنبیا وان کان و ارثا فلا یجوز مطلقا سوا کان المریض یونا و لا للتمتہ اور مریض کو اپنے دیون کا دین معاف کرنا اور حالانکہ مریض خود دیون ہر غیر جائز یعنی ابراہ جائز نہوگا اگر اُس کا دیون غیر شخص ہو اور اگر دیون وارث ہو مریض کا تو ابراہ مطلقا جائز نہیں برابر ہر کہ مریض دیون ہو یا نہ ہمت کے سبب سے وجیلہ صحتمہ ان یقول لاحق لی علیہ کما افادہ بقولہ و قولہ لم یکن لی علی ہذا المطلوب شئی لشیل وارث وغیر صحیح قضاء لا و یا نہ فیرفع بہ مطالبہ دنیا لا مطالبہ الآخرة حاوی لا المہر فلا یصح علی صحیح ہر از یہ لے لظہور انہ علیہ غالباً اور صحت ابراہ کا دیون سے جیلہ یہ ہر کہ مریض کے کہ میرا اسپر کچھ نہیں چنانچہ اُس کو مصنف نے بیان کیا ہے اپنے اس قول سے اور مریض کا دیون کہنا کہ میرا اس مطلوب پر وارث ہو یا غیر وارث کچھ نہیں صحیح ہے قضا کی راہ سے نہ دیانت کی راہ سے تو دیون مطلوب سے دنیا کا مطالبہ مرتفع ہوگا نہ آخرت کا مطالبہ کذا فی الحادی سولے دین مہر کے کہ اُس کا ابراہ جیلہ مذکورہ سے صحیح نہوگا بقول صحیح کذا فی البراہیہ بسبب ظاہر ہونے اس بات کے کہ زوج پر ہر اکثر و اجہلا و ادر ہتا ہرم یعنی اگر زوجہ مرض الموت میں کے کہ میرا مہر نہیں زوج پر تو یہ ابراہ صحیح نہوگا بخلاف اقرار البنت فی مہر نہا بان الشیء الفلانی ملک بی ادا می لاحق لی فیہ اوانہ کان عندی عاریتہ فانہ لیصح ولا یصح دعوی زوجانیہ کما بسطہ فی الاشبہ بخلاف بیٹی کے اہل قرار کے اپنے مرض الموت میں کہ فلانی چیز میرے ہا پ یا مان کی ملک ہے میرا اسپر کچھ حق نہیں زیادہ چیز میرے ہا پ عاریت تھی تو ابراہ صحیح ہوگا اور اُس کے زوج کا دعوی اسپر نہوگا چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے اشباہ میں اس طرح کہ اگر غنیمت جان اس تو میرا کہ یہ میری کتاب کی خصوصیات سے ہرم اس قول کو اشباہ کے مٹھون مانڈھومی و شیخ صالح وغیر جانے مسلم نہیں رکھا اس واسطے کہ یہ اقرار ہے عین کا

عہد ہر کہ میرا مال اور کچھ دوسرا مہر و اجرت کے مستحق نہیں ہے



وارث کے واسطے بصیغہ نفی اور اسکی عدم صحت میں اختلاف نہیں اور صاحب شاہ جکی سند لایا ہے وہ مفروض ہے دین بین نہ عین میں خلاصہ یہ کہ اہل بیت  
 لفظ نفی البتہ جائز ہے دین بین اور عین کا اقرار وارث کی واسطے بالاتفاق غیر صحیح ہے وگناہی لفظ طحاوی ان اقرار میں لوارثہ مفروضہ اور مع اجنبی عین  
 اور دین بطل خلافاً للشافعی وناحدیث لا وصیۃ لوارث ولا اقرار بہین لوارثہ یعنی نے اقرار کیا فقط اپنے وارث کے واسطے یا اجنبی کے ساتھ  
 عین کا اقرار کیا دین کا باطل ہے برخلاف امام شافعی کے اور ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ وصیت جائز نہیں وارث کے واسطے اور نہ دین کا  
 اقرار اس حدیث کو وارث نے روایت کیا ہے کذا فی الطحاوی الا ان یصدق بقیۃ الوارثہ وارث کے واسطے اقرار باطل ہے مگر اس  
 صورت میں باطل نہیں جبکہ باقی وارث میں تصدیق کریں فلوم یکن وارث آخر او صی از وجہ او ہی لہ صحت الوصیۃ واما غیر ہا فیرث کل  
 فرضاً اور اولاد کسب لوصیۃ شریعیہ تو اگر دوسرا وارث ہو اور زوج میں نے اپنی زوجہ کی واسطے وصیت کی یا زوج نے زوجہ کی واسطے وصیت  
 کی تو وصیت صحیح ہوگی اور وارث غیر زوجین تو کل متروکہ کا وارث ہوگا بطریق فرض یا روکے تو مورث کے وصیت کرنے کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الشریعیہ  
 و فی شرح للہیبانیۃ اقر بوقف ولا وارث لہ فلو علی جہۃ عامۃ صح تصدیق سلطان او نائبہ وکذا الوقف خلافاً لما زعمہ الطرسوسی فلیحفظ اور شریعیہ  
 کی شرح و ہیبانیہ میں ہے کہ مریض نے وقف کا اقرار کیا یعنی بطریق حکایت کے اور حالانکہ اسکا کوئی وارث نہیں تو اگر وقف بہت عام ہو چنانچہ آرام خلق کی واسطے  
 یا بنو نا تو صحیح ہے بادشاہ یا اسکے نائب کی تصدیق اور اسی طرح اگر وقف بہت عام کرے مرض میں تو صحیح ہے برخلاف زعم طرسوسی کے تو اسکو یاد رکھنا  
 چاہیے مگر جب کوئی وارث ہو تو اسکا وارث بیت المال ہے اور سلطان کو بیت المال سے پل وغیرہ بنوانا صحیح ہے لہذا تصدیق سلطان صحیح پھر طرسوسی  
 نے کہا کہ جب وارث ہوگا تو وقف ثلث مال میں صحیح ہوگا اور تصدیق سلطان کی معتبر ہوگی شریعیہ میں کہہا کہ جو طرسوسی  
 نے سمجھا ہے وہ معمول ہے نہیں کذا فی الطحاوی لخصاً و لو کان ذلک اقرار بقبض وینہ او عصبہ اور ہنہ و نحو ذلک علیہ علی وارثہ  
 و بعد وارثہ او مکاتبہ لا یصح لوقوعہ لمولاءہ اور اگر وہ اپنے قبض دین کا اقرار ہو یا غصب یا رہن وارث کے قبض کا اقرار ہو اور مانند اسکے اپنے  
 وارث سے یا عبد و ارث یا مکاتب وارث سے قبض کر لینے کا اقرار ہو تو صحیح ہوگا کیونکہ عبد اور مکاتب کا اقرار اسکے مولیٰ کی واسطے واقع ہوگا کہ یعنی  
 اگر مریض نے یون اقرار کیا کہ جو میرا دین وارث پر تھا اسکو میں نے اس سے پایا جو میرے وارث نے میری چیز غصب کی تھی یا اسکے پاس گرتھی  
 وہ میں نے پائی تو یہ اقرار صحیح ہوگا و لوصیۃ ثم برثم مات جاز کل ذلک لعدم مرض الموت اختیار اور اگر مریض نے اقرار مذکور کیا پھر صحیح و سالم ہو گیا  
 بعد اسکے مر گیا تو جمع امور مذکورہ کا اقرار جائز ہو جائیگا بسبب عدم مرض الموت کذا فی الاختیار یعنی جب اقرار کے بعد چنگا ہو گیا تو معلوم ہوا کہ اقرار  
 مذکور مرض الموت میں واقع ہوا تھا لہذا صحیح ہوگا و لو مات المقر ثم المریض و ذلک من المقر من ذلک المریض جاز اقرارہ لاجنبی بحدیث عن الصیرفیۃ  
 اور اگر پہلے مقر مر پھر مریض مر گیا اور مقر کے وارث مریض کے بھی وارثوں سے ہیں تو اس مریض کا اقرار جائز ہوگا جیسا اجنبی کے واسطے اقرار جائز ہے  
 کذا فی البحر اور آگے آویگا صیرفیہ سے م صورت اسکی یہ ہے کہ دادا نے اپنے پوتے کی واسطے اقرار کیا پھر پوتا اپنا باپ چھوڑ کر مر گیا پھر دادا اقرار  
 کرنے والا اپنے اس فرزند کو جو مقر کا باپ ہے چھوڑ کر مر گیا تو یہ اقرار جائز ہے صاحبین کے نزدیک اس واسطے کہ پوتا اپنے باپ کے ہوتے  
 دادا کا وارث نہ تھا جو اقرار صحیح ہوتا کذا فی الطحاوی بخلاف اقرارہ لہ لوارثہ بود لعمۃ مستہلکۃ فانہ جائز و صورتہ ان یقول کانت  
 عندہ و ذلک لہذا لوارثہ فاستہلکها جو ہر بخلاف و ذلک مستہلکۃ کے اقرار کے یعنی مریض اپنے وارث کی واسطے و ذلک مستہلکۃ کا اقرار کرے  
 سو وہ جائز ہے اور صورت اسکی یہ ہے کہ مریض کے کہ میرے پاس اس وارث کی و ذلک مستہلکۃ سو وہ میں نے تلف کر ڈالی کذا فی البحر و حاصل ان اقرار  
 لوارثہ موقوف الانی ثلث مذکورہ فی الاشبہا منها اقرارہ بالامانات کلہا و منها یعنی کلاحتی قبل ان یذہبہ لعمۃ فی باراد المریض وارثہ و منہ



ہذا لیسے الغلانی ملک بنی آدمی کان عندی عاریہ و ہذا حیث لا قرینہ و کما فیہا فی حفظ فانہم اور خلاصہ یہ ہے کہ مریض کا اقرار وارث کی واسطے  
 باقی وارثوں کی اجازت پر موقوف ہے مگر تین مسنون میں جو ایشاہ میں مذکور ہیں آرا بخلہ اقرار مریض ہر تمام امانات کا یعنی قبض امانات کا وارث  
 سے اور از بخلہ نفی ہے چنانچہ یوں کہنا کہ میرا کچھ حق نہیں میرے باپ و زبان کی جانب دیر ہی نفی حلیہ ہے مریض کے ابراہم کر نیکاپنے وارث کو اور بخلہ نفی حق مریض  
 کا یہ قول ہے کہ یہ چیز غلانی ہے باپ دیر ہی نفی ملک ہے میرا پاس عاریت تھی اور یہ وہاں ہے جہاں قرینہ نہ ہو اور پورا بیان اسکا ایشاہ میں ہے تو اسکو یاد رکھنا  
 چاہیے کہ یہ امر ضروری ہے مطلقاً و صحیح کہا کہ ملک پیری اور وارث کی اقرار کتب معتبرہ کے مخالف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور جب یہ اقرار صحیح نہ ہو تو عدم قرینہ کی شرط کی  
 بھی کچھ حاجت نہیں ہے اقرنیہ لے فی مرض موتہ لو ارثہ یوم فی الحال تسلیمہ الی الوارث فاذا مات یردہ بزازیہ فی القنیۃ تصرفات  
 المریض نافذہ و انما تنقض بعد الموت مریض نے اقرار کیا اپنے مرض الموت میں اپنے وارث کی واسطے تو فی الحال وارث کے دینے کا حکم ہو گا پھر جب مریض مر جا  
 تو وارث مقریہ کو پھر سے کذا فی البرازیہ اور قنیہ میں ہے کہ مریض کے تصرفات جاری اور نافذ ہیں اور وہ تو موت کے بعد توڑ ڈالے جاتے ہیں و العبرہ لکونہ  
 وارثا وقت الموت لا وقت الاقرار فلوا قرأ لایخیر مثلاً و ولدہ صح الاقرار لعدم ارثہ اور اعتبار اس کے وارث ہونیکا موت کی وقت کا ہے نہ اقرار کی وقت کا  
 تو اگر مریض نے اپنے بھائی کی واسطے اقرار کیا پھر مریض کے بیٹا پیدا ہو تو اقرار صحیح ہو گا بسبب نہ وارث ہونے اس کے بھائی کے یعنی ہر چند اقرار کے وقت  
 بھائی وارث تھا لیکن تولد فرزند مریض سے موت کی وقت وہ وارث نہ رہا الی اذا صار وارثا وقت الموت بسبب جدید کالتزوج و عقد الموالاة  
 شیخو لکما ذکرہ بقولہ مگر جبکہ مقررہ وارث ہو گیا موت کی وقت سبب جدید سے چنانچہ تزویج اور عقد موالات تو وارث مذکور کی واسطے اقرار جائز ہے چنانچہ مصنف نے  
 اسکو اپنے آئینہ قول میں مذکور کیا فلوا قرأ لہا لے لاجنبیہ ثم تزوجھا صح بخلاف اقرارہ لایخیر المحبوب بکفر او ابن اذ ازال حجیہ باسلامہ و بوقت  
 الالبان فلا یصح لان ارثہ بسبب قیوم لاجدید تو اگر مریض نے اجنبی عورت کی واسطے اقرار کیا پھر اس سے نکاح کیا تو اقرار صحیح ہے بخلان اس کے اقرار کے اپنے  
 اس بھائی کی واسطے جو محبوب ہے بسبب کفر کے یا مقرر کے فرزند کے موجود ہوئے جیکہ اسکا محبوب ہونا زائل ہو بھائی کے اسلام لائیسے یا فرزند کی  
 موت سے تو اقرار صحیح ہو گا اس واسطے کہ بھائی کی میراث قدیم سبب ہے نہ جدید سبب و بخلاف لہا فی مرضہ و الوصیۃ لہا ثم تزوجھا فلا یصح  
 لان الوصیۃ تملیک بعد الموت وہی حیث ذوارثہ اور بخلاف اجنبی عورت کے مہر کر نیکے اپنے مرض الموت میں اور اس کے واسطے وصیت کر نیکے پھر اس کے  
 ساتھ نکاح کر لینے کے کہ یہ صحیح نہیں اس واسطے کہ وصیت تملیک ہے بعد موت کے اور اس وقت تو عورت مذکورہ وارث ہے مقرر کی اقرنیہ نہ کان لہ علی بنتہ  
 المیسۃ عشرۃ و درایم قدر استوفیتھا و لے للمقر ابن نیکر ذلک صح اقرارہ لان المیت یسبب ارثہ من الموت میں اقرار کیا کہ اسکی بیٹی مردہ پر اس کے  
 دین رم تھے سو میں انکو لے چکا اور مقرر کا ایک بیٹا ہے جو اسکا انکار کرتا ہے تو اسکا اقرار صحیح ہے اس واسطے کہ میت وارث نہیں کما لو اقر لامرأۃ فی مرض  
 موتہ بدین ثم ماتت قبلہ و ترک منہا و ارثھا صح الاقرار و قیل لا قالہ بیع الدین صیر فیہ چنانچہ اپنے مرض الموت میں اپنی عورت کی واسطے اقرار کیا  
 دین کا پھر زوجہ مرگئی قبل زوج مقرر کے اور مقرر نے ایک وارث چھوڑا عورت مذکور کے پیٹ کا تو اقرار صحیح ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ صحیح نہیں قائل  
 اس قول کا بیع الدین ہے کذا فی الصیر فیہ و لو اقرنیہ لوارثہ ولا جنبی بدین لم یصح خلافاً لمحمد عماد یہ اور اگر مرض الموت میں اپنے وارث اور اجنبی کی واسطے  
 اقرار کیا دین کا تو صحیح نہیں برضات محمد بن حسن کے کذا فی العادیۃ و ان اقر لاجنبی بمول نسبہم اقر بنوۃ و صدقہ و ہون بل التصدیق ثبت  
 بسبب مستند الوقت العلق و اذ اتمت بطل اقرارہ لماما و اگر اس اجنبی کی واسطے اقرار کیا جسکا نسب معلوم نہیں پھر مقرر نے اسکی فرزند کی  
 کا اقرار کیا اور مقرر نے اسکی تصدیق کی اور حالانکہ وہ تصدیق کی کیا ت رکھتا ہے یعنی حال بیان کر سکتا ہے تو اسکا نسب ثابت ہو گا اسکی  
 ابتدا سے پیدائش سے مستند ہو کر اور جب نسب ثابت ہو تو اسکا اقرار باطل ہو گیا بدلیل گذشتہ یعنی جو وارث ہو

موت کے وقت قدیم سبب سے تو اس کے واسطے اقرار صحیح نہیں ہوا لہذا ثابت بان کذبہ اذ عرف لیسب صحیح الاقرار لعمد ثبوت النسب بشرط بلایه بشرط بلایه یعنی انوار  
 اگر نسب نہ ثابت ہو واسطے پر کھول النسب بقر کی تکذیب کرے یا اسکا نسب معلوم ہو غیر شخص سے تو اقرار صحیح ہے بسبب نہ ثابت ہونے نسب کے چنانچہ  
 شریعہ میں بیباغ سے و لو اقر لمن جلتها اثلثا یعنی باننافیہ سے فی مرض موتہ فلها الاقل من الارث والدیمن ویدفع لہا ذلک بحکم  
 الاقرار لاجل الارث حتی لا نصیر شریکہ فی اعیان الترتبہ شریک بلایتہ اور اگر اس عورت کی واسطے اقرار کیا جسکو تین بار طلاق بائن دی اپنے مرض الموت میں  
 توجو کرتے ہو گا میراث اور دین میں وہ اسکو لینگا اور کتر اسکو دیا جائیگا اقرار کی وجہ سے نہ میراث کی وجہ سے تو وہ شریک نہ تھی مگر کی شیا میں  
 کذا فی الشریعہ طلاق بائن کی واسطے شرط کی کہ طلاق رجعی میں وہ زوجہ ہوگی اور یہ بھی شرط ہے کہ اثناسے عدت میں مقرر جائے اور اگر  
 بعد عدت سے گا تو اقرار صحیح ہوگا کذا فی الطحاوی وید فی الاکا ننت فی العدة وطلقها بسوا لہا فاذا مضت العدة جاز لہم التمتہ غیرہ اور  
 یہ حکم مذکور اسوقت ہے جبکہ مطلقہ عدت میں ہو اور زوج نے اسکو طلاق دی اسکی طلب سے پھر جب عدت ہو چکی تو اقرار جائز ہوگا بسبب عدم تمتہ کے  
 کذا فی الغریم تمت یہ بھی کہ زوج نے شاید اسواسطے طلاق دی ہو تاکہ اسکا اقرار صحیح ہوزوج کیواسطے تاکہ اسکو میراث سے زیادہ ملے پھر  
 جب عدت گذر گئی تو یہ تمت بھی باقی نہ رہی وان طلقها بلا سوا لہا فلہا المیراث بالغام بالغ ولا یصح الاقرار لہا لانہا وارثہ او ہو فار  
 واصلہ اکثر المشائخ لطورہ من کتاب الطلاق اور اگر اسکو طلاق دی بدون اسکی طلب کے تو اسکو میراث ملیگی جس مقدار کو کہ وہ پہنچے اور اسکے  
 واسطے اقرار صحیح ہوگا کیونکہ وہ وارث ہے اسواسطے کہ زوج اسکا فار ہے اور اس قول کو اکثر مشائخ نے یہاں مذکور نہیں کیا بسبب کے ظاہر ہونے  
 کے کتاب الطلاق سے وان اقر لعمام مہول النسب مولدہ او فی بلدہا وہا ہما فی السن بحت یولد مثلہ لئن ابنہ وصدقہ الخلام  
 لو مینز او الام صحیح لتصدیقہا وچینذہ تمت نسبہ ولو المقر یض او اذ ثبت تشارك الخلام الوارثہ اور اگر اس صغیر بالغ کے واسطے  
 جسکا نسب معلوم نہیں اسکے وطن میں یا اس شہر میں جس میں وہ وارد ہے اور حالانکہ مقر او مقرلہ اس عمر میں واقع ہیں کہ وہی عمر کے کاویا اسکا  
 پیدا ہو سکتا ہے یہ اقرار کیا کہ وہ اسکا بیٹا ہے اور اس کے نے اسکی تصدیق کی اگر وہ باتینز ہو اور اگر صغیر بتینز ہو تو اسکی تصدیق کی کچھ حاجت نہیں  
 چنانچہ مذکور ہو چکا اور اسوقت میں یعنی در صورت اجتماع شرائط مذکورہ اسکا نسب ثابت ہوگا اگرچہ مقر بعض ہوا اور جبکہ اسکا نسب ثابت ہوا تو  
 لڑکا باقی وارثوں کا شریک ہوگا فان نعت ہذا الشروط یؤخذ المقر من حیث استحقاق المال کما لو اقر باخوہ غیرہ کما مر عن الیبایع کذا فی الشریعہ بلایہ  
 قطحون عند الفتویٰ تو اگر یہ شرط مذکورہ پائی جائیں تو مقر ماخوذ ہوگا باعتبار استحقاق مال کے چنانچہ اگر غیر کے بھائی ہو گیا اقرار کرے جیسے کہ مذکور ہو چکا  
 یباغ سے کذا فی الشریعہ بلایہ تو فتوے دینے کی وقت تحریر اور تصدیق چاہیے مگر شرط ثلثہ سے یعنی جہالت نسب اور پیدا ہونا مثل مقر لہ کا مثل مقر سے  
 اور تصدیق ولد سے اگر ایک شرط بھی نہ پائی جاوے تو نسب ثابت ہوگا اور یہ جو شارح نے کہا کہ من حیث استحقاق المال مقر ماخوذ ہوگا وہ  
 اس صورت میں ظاہر نہیں اسواسطے کہ یہاں فقط نسب کا اقرار ہے نہ مال کا بلکہ وہ مسئلہ سابقہ میں ہے یعنی جبکہ اجنبی کے واسطے اقرار کرے  
 پھر اسکے فرزندی کا دھوے کرے تو اگر شرط مذکورہ متفی ہوں تو اسکو مال لازم آویگا اگرچہ نسب ثابت ہوگا اور شریعہ میں بیباغ سے یہ  
 عبارت منقول ہے و لو کذبہ او کان معروف النسب من غیر لزوم ما اقر بہ ولا ینت النسب کما فی الیبایع انتہی اور شارح کی عبارت کے یکے ہوا کہ  
 یوں کہتا دیکھو انتہی احد ہذا الشروط و قد اقر لہ بال یواخذہ المقر تو البتہ واضح تر ہوتا اسواسطے کہ مانع صحت اقرار سے ثبوت نسب کا پھر جب  
 نسبت ہوا تو مقرہ لازم ہو گیا اور یہی تقریر تحریر ہے اس مقام کی کذا فی الطحاوی مختصر اور اجل صحیح اقرارہ سے الریض بالولد والوالدین  
 قال فی البرہان وان علیا قال المقدسی فیہ نظر لقول الریضی لو اقر بالجد او ابن الابن لا یصح لان فیہ عمل النسب البیہ بالشروط الثلثہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
 کتاب الاقرار باب اول فی الریض  
 ترجمہ اوردو مختار جلد سوم  
 کتاب الاقرار باب اول فی الریض





تو وہ لڑکا عورت ہی کا وارث ہوگا مفتی ابو اسحاق نے کہا غایت الامر یہ ہے کہ در صورت عدم معرفت زوج ثانی وہ لڑکا زنا کا ہوگا اور لدا لڑکا اور لدا لڑکا  
نقطہ مانگ وارث ہوتا ہے تو اس میں توقف کی کچھ وجہ نہیں کذا فی الخطاوی لا بد من تصدیق بولاد واد صحت اقرار میں ان شخصوں کو دین کی تصدیق ضروری  
ہم یعنی جب لڑنے پر اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے یا والدین ہیں یا یہ میری زوجہ ہے اور عورت اقرار کیا کہ یہ میرے والدین ہیں یا یہ زوج اور یہ میرا مولیٰ ہے عیانت  
سے تو ان لوگوں کی تصدیق ضروری اس واسطے کہ ہر شخص اپنے سے اپنی ذات کے تصرف میں ہے تغیر کا اقرار انکو لازم نہیں الا فی الولد اذا کان لا یعبر عن نفسه  
لما راد جنڈ کا امتناع مگر ولد میں تصدیق شرط صحت اقرار نہیں جبکہ ولد ایسا ہو کہ اپنا حال بیان نہ کر سکتا ہو اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ لڑکا اس حالت  
میں متاع اور اسباب کے مانند ہونے تو جسکے پاس ہوگا اسی کا ٹھہرے گا ولو کان المقر عبد الغیر بشرط تصدیق مولاد لان الحق له اور اگر  
مقر غیر کا غلام ہو تو صحت اقرار میں اسکے مولیٰ کی تصدیق شرط ہوگی اس واسطے کہ حق اسی کا ہے صحیح التصدیق من المقر بعد موت المقر لبقاء  
النسب والعدۃ بعد الموت اور صحیح تصدیق مقر کی بعد مر جانے مقر کے بسبب باقی رہنے نسب و عدت کے بعد موت کے الا تصدیق الزوج  
بعد موتہا مقررۃ لا تقطع النکاح ہوتا ہے لہذا لیس لہ غسلہا بخلاف عکسہ مگر زوج کی تصدیق زوجہ مقررہ کے مرنے کے بعد صحیح نہیں بسبب منقطع  
ہونے نیکاح کے زوجہ کی موت سے اور اسی وجہ سے زوج کو جائز نہیں غسل دینا زوجہ کا موت کے بعد برخلاف اسکے عکس کے یعنی اگر زوج مقرر ہو تو  
زوجہ کی تصدیق بعد موت زوجہ کے صحیح ہے اور اسکو زوج کا غسل دینا بھی صحیح ہے اس واسطے کہ علائق نیکاح کے بسبب باقی رہنے عدت کے  
ہنوز منقطع نہیں ہوئے و لو اقر رجل بنسب فی جمیل علی غیرہ لم یقل من غیر ولاد کما فی الدرر لفسادہ بالجد و ابن الابن کما قال کالایح و العم والجد  
و ابن الابن لا یصح الاقرار فی حق غیرہ الا برہان اور اگر ایک مرد نے اقرار کیا اس نسب کا جس میں غیر نسب ڈالنا ہو چنانچہ یون کہنا  
کہ یہ میرا بھائی اور چچا اور دادا اور پوتا ہے تو اقرار صحیح نہیں غیر شخص کے حق میں مگر شہادت سے مصنف نے نسب میں غیر ولاد کی قید  
نہ لگائی چنانچہ درمیں ہے بسبب فاسد ہونے اس قید کے جد اور ابن الابن سے ومنہ اقرار اثین کما مر فی باب ثبوت النسب فلیحفظ اور از انجملہ ہے  
اقرار و شخصوں کا چنانچہ مذکور ہو چکا ثبوت النسب کے باب میں تو یاد رکھنا چاہیے م یعنی غیر کے حق میں اقرار نسب صحیح نہیں مگر برہان سے اسی قسم  
سے مقر علیہ کے وارثوں کے و شخصوں کا اقرار کرنا یہ نسب کا تو باقی وارثوں پر ثبوت نسب کا حکم تعمیری ہوگا اور اگر مقر ایک شخص ہوگا تو فقط اسی حکم  
اقرار مقصور رہے گا اور مقر کے وارثوں کا اقرار ثبوت نسب نہیں جیسے مقر کی تصدیق ثبوت نہیں کذا فی الخطاوی و کذا الوصیۃ المقر علیہ او الورثۃ  
و ہم من اهل التصدیق اور اسی طرح اقرار صحیح ہوگا اگر مقر علیہ مقر کی تصدیق کرے یا اسکے وارث اور حالانکہ وہ تصدیق کرنے کی لیاقت رکھتے ہوں م  
مقر علیہ سے وہ شخص مراد ہے جس پر نسب کو محمول کرے ہر چند تصدیق ورثہ مقر علیہ قول سابق میں مندرج ہے لیکن دونوں میں یون تفرقہ ہو سکتا ہے کہ  
پہلی صورت میں مقر علیہ کے دو وارثوں کا اقرار ثبوت نسب ہے اور دوسری صورت میں اقرار مقر اور مقر علیہ کے دو وارثوں کی تصدیق ثبوت ہے اور  
لیاقت تصدیق سے مراد یہ ہے کہ وارث عاقل بالغ ہوں اور نصاب شہادت کامل ہو کذا فی الخطاوی صحیح فی حق نفسه حتی بلزملہ و المقر الاحکام  
من النفقہ والحضانۃ والارث اذا تصادقا علیہ لے علی لکنا لاقرار لان اقرار ہما حجۃ علیہما اور نسب کا اقرار مقر کی ذات کے حق میں  
صحیح ہے تو مقر کو لازم ہو سکے نفقہ اور پرورش اور میراث کے احکام جبکہ مقر اور مقر لہ دونوں اس اقرار پر باہم تصادق کریں اس واسطے کہ دونوں کا  
اقرار دونوں پر عیت ہو م نفقہ اس وقت ہے جبکہ مقر محرمیت کی قرابت رکھتا ہو مقر سے لیکن پرورش شکل ہے اس واسطے کہ پرورش نہیں مگر صغیر کی اور  
صغیر لائق تصدیق کے نہیں لیکن یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ حضانت سے مراد ضم ہے یعنی اپنے پاس رکھنا جبکہ بنت بالغہ ہو اور اسکی بیعتی کا خوف ہو  
کذا فی الخطاوی فان لم یکن لہ لہذا المقر وارث غیر مطلقا لاقربا کذا فی الارحام ولا یعد مولی الموالاة یعنی وغیرہ ورثہ سو اگر اس مقر کا

عہ قولہ اور چچا اور دادا اور پوتا ہے اور اس کے منضمہ ۱۳ امیر علی ۲۷

سوائے مقررہ کے کوئی وارث مطلقاً نہ ہو وارث قریب چنانچہ ذوی الارحام اور نہ بعید چنانچہ مولا سے محبت کذافی یعنی وغیرہ تو وہ اسکا وارث ہوگا مگر یہ  
وارث فقط مقررہ کیلئے مقصور ہو تو اسکی اصل اور فرع کی طرف میراث منتقل ہوگی اسواسطے کہ یہ بمنزلة وصیت کے ہے کذافی الطحاوی والالان نسبت  
مقیمت فلا یزاحم الوارث لعمروف والرد غیر الزوجین لان وجودہما غیر مانع قالہ ابن الکمال اور نہیں تو نہیں یعنی اگر مقررہ کوئی وارث قریب یا بعید ہو تو  
مقررہ وارث ہوگا اسواسطے کہ اسکا نسبت نہیں تو وہ فرحت نہیں کر سکتا وارث مشہور سے اور مراد اس وارث سے جو مانع ارث مقررہ ہو وہ وارث  
ہو جو زوجین کے سوا ہو اسواسطے کہ زوجین کا وجود غیر مانع ہے مقررہ کی ارث سے کذا ذکرہ ابن الکمال ثم للمقران یرجع عن اقرارہ لانه وصیۃ من وجہ زلیعی ای  
وان صدق المقر کما فی البدائع لکن نقل المصنف عن شروح السراجیۃ ان بالتصدیق نسبتاً لیسبغ الرجوع فلیجر عند الفتوی پھر دریافت کر کہ مقرر کو اپنے  
اقرار سے پھر جائز ہو اسواسطے کہ یہ اقرار ایک ہا سے وصیت ہے کذافی الزلیعی یعنی رجوع اقرار سے جائز ہے اگرچہ مقرر کی مقررہ تصدیق بھی کرے کذافی البدائع  
لیکن مصنف نے اپنی شرح میں سراجیہ کی شرح سے نقل کیا کہ مقررہ کی تصدیق سے نسبت ثابت ہو جاتا ہے تو رجوع عن الاقرار فائدہ بخش نہیں تو اسکی تحریر اور نتیجہ  
چاہیے فتوے دینے کی وقت ہم ظاہر ازلیعی کا کلام حق ہے چنانچہ اتفاقاً اور شریکالیہ سے ثابت ہوتا ہے اور اس تعلیل میں اتفاق ہے کہ نسبت ثابت نہیں  
تو تحریر مقام یہ ہے کہ نسبت اقرار میں اگر غیر تکمیل نسب ہو اور تصدیق مقررہ کی پائی جائے تو اس میں رجوع جائز نہیں اور اگر تکمیل غیر ہو اور مقررہ تصدیق  
کرے تو رجوع جائز ہے غرض کہ یہاں کلام ہے دو مقاموں میں فندہ کذافی الطحاوی مخصا من مات ابوہ فاقربا یشارکہ فی الارث نسبتی مصنف  
نصیب المقر ولم یثبت نسبہ لما تقران اقرارہ مقبول فی حق نفسه فقط اور جس شخص کا باپ مر گیا ہو اسے اقرار کیا کہ یہ شخص میرا بھائی ہے تو مقررہ  
اسکا شریک ہوگا ارث میں تو وہ نصف حصہ مقرر کا مستحق ہوگا اور اسکا نسبت ثابت ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اسکا اقرار فقط اسکی حق میں  
مقبول ہے قلت بقی لو اقر الاخ با بن بل یصح قال الشافعیۃ لان ادی جوہ الی فیہ انتقی من اصلہ ولم ار لا متناسرہ و ظاہر کلامہ نعم فلیرجع جمع میں کہتا ہوں  
باقی رہ گئی یہ صورت کہ اگر بھائی بیٹے کا اقرار کرے یعنی میت کا بھائی کہے کہ شخص میت کا بیٹا ہے تو یہ اقرار صحیح ہے یا نہیں علماء شافعیہ نے کہا کہ یہ اقرار  
صحیح نہیں اسواسطے کہ جسکا وجود باعث ہو اسکی نفی کا یعنی صحت اقرار عدم صحت اقرار کا موجب ہو وہ خود اپنی اصل سے منتفی ہو جاتا ہے یعنی شافعیہ کے نزدیک  
صحت اقرار کی یہ شرط ہے کہ مقرر وارث ہو تو اگر بھائی کے اقرار کی اس راہ سے کہ وہ وارث ہے صحیح کہیے تو صحت اقرار کا بطلان لازم آئے کیونکہ بھائی وارث  
نہیں رہتا بیٹے کے ہوتے اور یہ مسئلہ ہننے اپنے اماموں کے کلام میں صحیح نہیں دیکھا اور انکے ظاہر کلام سے یہ جواب معلوم ہوتا ہے کہ ان اقرار مذکور صحیح ہے  
تو اسکی تلاش چاہیے کہ تب مذہب میں صحت یہ ہے کہ مقتضائے کلام خفیہ یہاں یہ ہے کہ اگر مقرر میں نصاب شہادت موجود ہو تو نسبت ثابت ہوگا اگرچہ  
نصاب وارثوں سے ہو اور اگر نصاب نہ ہو تو اقرار برعل کیا جائیگا فقط مقرر کے حق میں اگرچہ نسبت ثابت ہوگا کذافی الطحاوی ان ترک شخص ابنہ من لہ  
علی آخر ماتہ فاقربا یشارکہ بقبض بیہمین مہنا خلاشی للمقر لان اقرارہ یصرف الی نصیبہ للآخر خمسوں بعد خلفہ اندلایعلم ان اباہ قبض شرطاً لہ ما قالہ  
الاکمل قلت و کذا حکم لواء قران اباہ قبض کل الدین لکنہ ہنا یختلف لوق الغزیم زلیعی اور اگر ایک شخص دو بیٹے چھوڑ کر مر گیا اور اسکے دوسرے شخص پر سودیہ  
ہیں سو ایک بیٹے نے اقرار کیا کہ اسکا باپ پچاس درہم نہیں ہے چکا تو فرزند مقرر قبض کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ اسکا اقرار اسکے حصہ کی طرف پھر جائیگا  
اور دوسرے فرزند کو پچاس درہم لینے کیون قسم کھانے کے بعد کہ واللہ اسکو مفاد نہیں کہ اسکے باپ نے سودیہ سے نصف پائے یہ قول ہے  
اکمل کا میں کہتا ہوں اور اسی طرح کا حکم ہے اگر ایک فرزند نے اقرار کیا کہ اسکے باپ نے تمام دین قبض کر لیا لیکن یہاں بدیون کے حق کیواسطے  
قسم لیجائے گی کذافی الزلیعی ہم پہلی صورت کی قسم بھائی کے حق کے واسطے ہے دھم کے واسطے اسواسطے اس پر اس سے زیادہ مطالبہ نہیں جو  
اُس پر واجب الادا ہے اور اگر بھائی قسم نہ کھائے تو مقرر پچاس درہم میں اسکا شریک ہوگا اور دوسری صورت میں اگر غیر مقرر بھائی قسم نہ کھائے

تو دلون بری الذمہ ہوگا اور اگر قسم کھائیگا کہ میرے باپ نے کچھ نہیں لیا تو اسکا حصہ دیا جائیگا یعنی پچاس درم کذا فی الطحاوی فصل فی مسائل غنیمتہ  
 فصل ہے کتاب قرار کے چند مسائل متفرقہ میں اقرت الحرة المكلفہ بدین لآخر فکذبہا زوجہا صح اقرارہ فی حقہ لصا عند ابی حنیفہ فقہس  
 المقررة و ملازم وان نضر الزوج بذہ احدی المسائل الست الخارجة من قاعدة الاقرار بحجہ قاصرة علی المقر ولا یتعدی الی غیرہ وہی فی الاشیاء  
 عورت آزادہ اقلہ بالغہ نے دوسرے شخص کے دین کا اقرار کیا سو اس کے زوج نے اسکی تکذیب کی تو اسکا اقرار اس کے زوج کے حق میں صحیح ہے  
 ہر امام ابو حنیفہ کے نزدیک تو مقرہ دین کی بابت جس کی جائے گی اور اسکا ساتھ نہ چھوڑا جائیگا اگرچہ جس اور ملازمت میں زوج نہ نضر ہو  
 اور یہ ایک مسئلہ ہے ان مسائل ستہ سے جو اس قاعدے سے خارج ہیں کہ اقرار حجت قاصرہ ہے مقرہ اور غیر مقرہ کی طرف متعدی نہیں ہوتا اور یہ مسائل  
 اشیاء میں ہیں ہم منجملہ مسائل ششگانہ ایک مسئلہ وہ ہے جو متن میں مذکور ہو چکا اگر موجد نے اس دین کا اقرار کیا جسکے ادراک کا حکم انہیں کر میں  
 موجد کے قریبے تو دائن کو اسکی بیع جائز ہے اپنا دین لینے کے واسطے اگرچہ مستاجر کا نقصان ہو مگر اگر ممول النسب عورت نے اقرار کیا کہ وہ  
 اپنے زوج کے باپ کی بیٹی ہے اور باپ نے اسکی تصدیق کی تو دونوں میں نکاح فرم ہوگا ہم اپنی بیٹی کو بیٹی کے ولد کا دعویٰ کیا اور دعویٰ کا  
 ایک بھائی ہے تو ولد کا نسب ثابت ہوگا اور ولد کے سبب بھائی میراث سے محروم ہوگا ہر مکتبہ جیکو ولد خردہ کا دعویٰ کیا اپنے بھائی کی زندگی میں  
 تو دعویٰ صحیح ہوگا اور میراث اس کے ولد کو ملیگی نہ بھائی کو ہر ایک چیز صحیح ڈالی پھر اقرار کیا کہ بیع بلیجہ تھلی و شترنی اسکی تصدیق کی تو شترنی کو بیع  
 اس کے بالغ پر سبب عیب کے جائز ہے یعنی ان بیع ایضا من کان فی اجارۃ غیر فاقرا لا خریدین خان لہ صیۃ ان نضر البتاجر وہی باقوتہ الفتویٰ و ملازم  
 صریحہ اور لایق یون ہے کہ یہ مسئلہ بھی قاعدہ مذکور سے خارج ہو کہ جو شخص غیر کی نوکری اور مزدوری میں ہو پھر وہ شخص دوسرے شخص کے دین کا  
 اقرار کرے تو مقرہ کو اسکا جس کرنا جائز ہے اگرچہ مستاجر کو ضرر ہو اور یہ فتویٰ طلب ہوا تھا اور میں نے اسکو صحیح کسی کتاب فقہ میں نہیں دیکھا  
 و عندہما لا تصدق فی حق الزوج فلا یجس لانا کم در رقت و یعنی ان یعمل علی قولہما انما و قضا لان الغالب ان الاب یعلم الاقرار لہ البعض  
 اقرار ہا لیتوصل بذکالی منہا بالجس عندہ عن زوجہا کما وقت علیہ مراراً میں اہلیت بالقضاء کذا ذکرہ المصنف اور صاحبین کے نزدیک  
 زوجہ کے اقرار دین کی تصدیق ہوگی زوج کے حق میں تو وہ مجبوس اور ملازم ہوگی کذا فی الدرر میں کہتا ہوں اور لائق یون ہے کہ صاحبین  
 کے قول پر اعتماد کیا جائے فتویٰ دینے اور حکم کرنے میں اسواسطے کہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ زوجہ کا باپ اسکو تعلیم کرتا ہے کہ باپ کے دین کا اقرار  
 کرے یا اپنے بعض قارب کے دین کا تاکہ اس کو اسل سے اسکو روک سکے اپنے پاس اس کے شوہر سے چنانچہ میں چند مرتبہ اس جیلہ گری پر وقف  
 ہوا ہوں جبکہ میں مبتلا بقضا ہوا تھا ایسا کچھ ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ہم اس تعلیل میں اعتراض ہے اسواسطے کہ علت خاص ہے اور دعویٰ  
 عام ہے اسواسطے کہ جب اجنبی کے واسطے دین کا اقرار ہوا تو علت مذکورہ ظاہر نہیں علاوہ اس کے یہ جیلہ اپنے پاس رکھنے کا نہیں ہو سکتا اسواسطے  
 کہ جس دیون کا قاضی کے پاس ہوتا ہے نہ باپ کے پاس تو امام ہی کا قول معتد تھمرا کیونکہ مصنف نے اس تصحیح میں ائمہ حنیفہ سے کسی کی  
 سند بیان نہیں کی کذا فی الطحاوی بحوالہ النسب اقرت بالرق لانسان و صدقہا المقرہ ولہا زوج و اولاد منہ ای  
 الزوج و کذبہا زوجہا صح فی حقہا خاصۃ فولد علق بعد الاقرار رین خلافا لحد عورت ممول النسب اپنے مملوک ہونیکا ایک آدمی  
 کے واسطے اقرار کیا اور مقرہ نے اسکی تصدیق کی اور اس عورت کا ایک شوہر ہے اور اولاد ہے اس شوہر سے اور اس کے زوج نے اسکی تکذیب  
 کی تو عورت کا اقرار فقط عورت ہی کے حق میں صحیح ہوگا تو جس لڑکے کا نطفہ رہیگا بعد اس اقرار کے وہ مملوک ہوگا مقرہ کا برخلاف قول  
 مجرب کہ ولد مذکور بھی قیق ہوگا لانی حقہ یرد علیہ انتفاص طلاقا کما حقہ فی الشر بنیالیۃ شوہر کے حق میں اسکا اقرار صحیح ہوگا اس قول پر انتفاص

عہ یعنی میں اسکا لیا نہیں جانتا کیونکہ قسم بلیجہ ہے ۱۲ میراثی ۲۰



طلاق مقدرہ کا اعتراض دارد ہوتا ہے چنانچہ اسکی تحقیق شرعیہ میں مذکور ہو بسو طین کے عتق تکلی طلاق و مطلقہ میں ادر عدت اسکی و حیض میں بالاجماع  
اس واسطے کہ یہ لونڈی ہو گئی اور یہ حکم اسی عورت کو خاص ہے انتہی اور جواب اعتراض مذکور کا اسی قول میں نکلتا ہے کہ وہ لونڈی ہو گئی اور یہ حکم اسی کو  
خاص ہے اس واسطے کہ طلاق میں ہر سے نزدیک عورتوں کا اعتبار ہے اور اسی طرح حیض میں تو انتفاص طلاق عورت مذکورہ کے خصائص غیر مختلف سے ہے  
اکذانی الطحاوی عن حق الاولاد اور اولاد کے حق میں اسکا اقرار صحیح ہے و فرغ علی حقہ بقولہ خلاص بطل النکاح و علی حق الاولاد بقولہ و اولاد و حاصلت  
اقبل للاقار و مافی بطنہا وقتہ احرار لخصونم قبل اقرارہا بالرق اور مصنف نے حق زوج بر تفریح کی اپنے اس قول سے تو نکاح باطل نہوگا اقرار مذکور سے  
اور حق اولاد پر تفریح کی اس قول سے اور جو اولاد کہ حاصل ہوئی قبل اقرار کے اور جو بچہ اس عورت کے پیش میں ہے اقرار کی وقت وہ سب آزاد ہیں بسبب  
انگے حاصل ہونیکے ملکیت کے اقرار سے پہلے مہول النسب حرر عتق ہم اقرار بالرق لانسان صدقہ المقرہ صح اقرارہ فی حقہ فقط دون ابطال  
العق شخص مہول النسب اپنے غلام کو آزاد کیا پھر اپنے ملک ہونیکا ایک ہی کیو اسطے اقرار کیا اور تفریح نے اسکے اقرار کی تصدیق کی تو اسکا اقرار صحیح ہوگا  
فقط اسکے حق میں نہ عتق کے باطل کرنے میں فان مات لعتق یرثہ وارثہ ان کان له وارث یستغرق الزکۃ دالافیرث الکل والباقی کافی و شر بنی اللہ  
المقر لہ پھر اگر غلام آزاد ہو گیا تو اسکا وارث اسکی میراث پاویگا اگر اسکا کوئی ایسا وارث ہو جو تمام متروکہ کو میراث میں لے سکے اور اگر ایسا نہ ہو یعنی اسکا کوئی  
مطلقاً وارث نہ ہو یا وارث ہو مگر کل متروکہ نہ پاسکے چنانچہ اصداد و حین تو متفرک کل متروکہ کا یا باقی متروکہ کا وارث ہوگا فان مات المتعم العتق فارثہ  
لعصبة المقر سو اگر پہلے مقر گیا پھر غلام آزاد تو اسکی میراث مقر کا عصبہ پاویگا و حینی ذل العتق سعی فی جانیہ لانہ لاعاقلة له اور اگر یہ غلام آزاد جنایت کرے  
تو اپنی جنایت میں سببی کرے یعنی محنت مزدوری کر کے دیت ادا کرے اس واسطے کہ اسکا کوئی کنبہ اور قبیلہ نہیں حیدریت لازم آوے لہ جینی علیہ جب تر العبد  
و ہوگا لملوک فی الشہادۃ لان حریتہ بالنظاہر و یصلح للدفع لالاستحقاق اور اگر اسے جنایت کیجاسے یعنی کوئی اس غلام آزاد کو مار ڈالے تو قاتل پر غلام کی  
دیت دینا واجب ہوگا اور وہ ملک کے مانند ہے گو اہی دینے میں اس واسطے کہ اسکی آزادی ظاہر حال سے ثابت ہے اور ظاہر حال دفع کی لیاقت رکھتا ہے  
نہ استحقاق کی قال رجل لاخر لی علیک الف فقال فی جوابہ لصدق او الحق او الیقین او نکر لک قولہ حق او نحوہ او کر لفظ الحق او الصدق کقولہ  
الحق الحق او حقا حق او نحوہ او قرن بہا البر کقولہ البرحق او الحق بلخ فاقرا لک مرد نے دوسرے سے کہا کہ میرے بچھرا درم میں سو اسنے جواب میں  
کہا الصدق یا الحق یا الیقین یا الفاظ مذکورہ کر کے بدون الف لکم کے چنانچہ یون بولا کہ حقا اور یا مندا اسکے یا لفظ حق یا صدق کو مکرر بولا چنانچہ  
الحق الحق یا حقا حقا اور یا مندا اسکے یا حق وغیرہ کے ساتھ برکا لفظ ملا کر بولا چنانچہ البرحق یا الحق بلخ تو یہ اقرار ہے ہر اور ہم کا مثل او لو قال الحق  
حق او الصدق صدق او الیقین لیقین لایون اقرار لانہ کلام تام بخلاف مام لانی لایصلح للابتداء و فعل جوابا فکانہ قال ادعی الحق الخ اور مخاطب  
یون بولا کہ الحق حق یا الصدق صدق یا الیقین لیقین لایون اقرار ہوگا اس واسطے کہ یہ پورا کلام ہے بخلاف ان الفاظ کے جو اول مذکور ہو چکے کہ وہ کلام تام  
نہیں اس واسطے کہ وہ الفاظ ابتدا سے کلام ہونے کی لیاقت نہیں رکھتے تو وہ پہلے کلام کے جواب ٹھہر گئے تو گویا اسنے یون کہا کہ تو نے حق بات کا دعوی  
کیا الخ قال لامتہ یا سارقۃ یا زانیۃ یا مجنونۃ یا آلقۃ او قال ہذہ السارقۃ فعلت کذا او باعها فوجد ہما و احد ہما لے من  
ہذہ العیوب لالترو یہ لانہ انما او تسمہ لا اجار سولی نے اپنی لونڈی کو کہا اد چوئی او چھنال او دیوانی او بھگورٹی یا یون کہا کہ اس چوئی نے ایسا کیا اور  
یسیکے اسکے پچھلا پھر اس لونڈی میں عیوب مذکورہ میں سے کوئی عیب پایا گیا تو سولی کے قول مذکور سے اسکی رابع ہوگی اس واسطے کہ وہ پکارنا یا  
گالی دینا ہر خبر دینا نہیں ہے جو اقرار عیب کا ثابت ہو م قول اخیر گالی ہے اور باقی نہ ہے بخلاف ہذہ سارقۃ او ہذہ آلقۃ او ہذہ زانیۃ او ہذہ مجنونۃ  
چیت ترو باحد لانی اجار و ہو تحقیق الوصف بخلاف ان اقوال کے کہ یہ چوئی ہے یا یہ بھگورٹی ہے یا یہ زانیہ ہے یا یہ دیوانی ہے

اسی طرح  
اسکی ان کلمات  
حق اولاد کے حق میں  
اسکی تصدیق کی  
اسکی اولاد کے  
اسکی اقرار کا  
اسکی تصدیق کی  
اسکی اولاد کے  
اسکی تصدیق کی  
اسکی اولاد کے  
اسکی تصدیق کی  
اسکی اولاد کے  
اسکی تصدیق کی  
اسکی اولاد کے  
اسکی تصدیق کی  
اسکی اولاد کے  
اسکی تصدیق کی  
اسکی اولاد کے  
اسکی تصدیق کی  
اسکی اولاد کے  
اسکی تصدیق کی  
اسکی اولاد کے  
اسکی تصدیق کی  
اسکی اولاد کے  
اسکی تصدیق کی  
اسکی اولاد کے  
اسکی تصدیق کی  
اسکی اولاد کے  
اسکی تصدیق کی

کہ اس صورت میں اسکی بیع رد ہوگی ایک عیب کے پائے جانے سے اسواسطے کہ یہ قول اخبار نہی اور اخبار وصف کے ثابت کرنے کے واسطے ہوتا ہے  
 ہم یعنی جو شخص بلا علم اخبار کو رد کرے پھر اخبار کا اسکو علم ہو تو وہ بیع کو رد کر سکتا ہے و بخلاف یا طالق او ہذہ المطلقة فعلت کذا  
 حیث تطلق امراتہ لکن من اثباتہ شرعاً جعل ایجاباً لیکون صادقا بخلاف الاول درر اور بر خلاف اس قول کے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ یا طالق  
 یا یون کہا کہ اس مطلقہ نے ایسا کیا کہ اسکی عدوت کو طلاق ہو جائیگی لہذا درہونے زوج کے اثبات طلاق پر شرعاً تو زوج کا کلام مذکور ایجاب ٹھہر گیا  
 تاکہ وہ سچا ٹھہرے بخلاف اول کے کذا فی الدرر یعنی مولیٰ قادر نہیں جنون وغیرہ اوصاف کے اثبات پر لوٹدی ہیں اقرار السکران بطریق مخطور  
 لئے ممنوع صحیح فی کل حق اس مست کا اقرار جو حرام اور ممنوع نشہ پیکر مست ہوا صحیح ہے ہر حق میں ہم حق تعالیٰ نے فرمایا لا تقربوا الصلوٰۃ  
 وانتم سکران یعنی نماز کے قریب بنجاؤ اور حالانکہ تم مست ہو خطاب فرمایا مستویٰ اور انکو عین مستی کی حالت میں کذا فی الاشباہ تو معلوم ہوا کہ مستی  
 تکلیف شرعی کی مستقط نہیں قدر فلو اقر بقودا یم علیہ الحدی سکرہ ولی السکرۃ یضمن المسروق کما بسطہ سعدی آفندی فی باب حد الشرب لو اگر  
 مست نے قصاص کا اقرار کیا تو اس پر حد قائم ہوگی اسکی مستی کی حالت میں اور اگر اقرار کیا چوری میں تو اس پر مسروق کا تاوان لازم ہوگا چنانچہ اس کو  
 واضح بیان کیا ہے سعدی آفندی نے حد شرب کے باب میں لانی یا یقبل الرجوع کالردۃ و حد الزنی و شرب الخمر مگر مست مذکور کا اقرار صحیح  
 نہیں ان چیزوں میں جو رجوع عن الاقرار کے قابل ہیں چنانچہ ارتداد اور زنا اور شرب خمر کی حد میں یعنی اگر مستی میں اقرار کیا کہ اُسے شراب پی چر تو  
 اسکا اقرار صحیح نہیں تو اس پر حد قائم ہوگی بلکہ ترمیم حکام کو اسی پر شلاً موقوف ہوگا کذا فی الطحاوی و ان سکر بطریق مباح کشر بہ کرا لا یعتبر  
 بل ہوگا لانما لانی سقوط القضاء و تمامہ فی احکامات الاشباہ اور اگر مست ہو گیا مباح طریق سے چنانچہ نشہ والی چیز کو جس سے پینا تو اسکا اقرار  
 مستہر ہوگا بلکہ وہ مستی اغما یعنی بہوشی کے مانند ہے مگر نماز کے قضا کے ساقط ہونے میں اغما کے مانند نہیں اور پورا بیان اشباہ کے احکامات میں  
 ہے یعنی اگر ایک رات اور دن سے بہوشی زیادہ رہے تو نماز کا قضا کرنا اس سے ساقط ہے اور مستی سے قضا و صلوٰۃ ساقط نہیں المقر لہ اذا کذب المقر  
 بطل اقرارہ لما تقریر تہ بالرد مقر جبکہ مقر کی تکذیب کرے تو مقر کا اقرار باطل ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اقرار مردود ہو جاتا ہے رد کرنے سے  
 ہم یعنی جب مقر لہ مقر کی تکذیب کرے پھر اسکی تصدیق کرے تو اسکی تصدیق پر عمل ہوگا مگر مواضع آئیدہ میں تصدیق بعد التکذیب پر عمل ہوگا کذا فی الطحاوی  
 لانی مست علی ما بنا تبعاً للاشباہ تکذیب مقر بطل اقرارہ مگر چھ صورتوں میں بموجب اس کے جسکو مصنف نے یہاں اشباہ کی بیرونی ذکر کیا ہے الاقرار  
 بالحرۃ والنسب والارحام والوقف منجملہ مواضع مستہ آزادی کا اقرار ہے اور نسباً و رد الارحام اور وقف کا اقرار ہم اقرار حریت کی  
 یہ صورت ہے کہ جسکے پاس غلام ہے اُسے اقرار کیا کہ یہ آزاد ہے تو اسکی حریت ثابت ہوگی اگرچہ غلام اسکی تکذیب کرے دعویٰ نسب کے باب میں پہلے  
 مذکور ہو چکا کہ تصدیق مقرام کی ضرور صحت اقرار میں اور تصدیق مولا سے عاقبت بھی شرط ہے اور یہاں اُسکے خلاف ہے مگر یہ کہ اس پر محمول کیجیے کہ جب  
 مقر تصدیق کی طرف عود کرے بعد تکذیب کے تو تصدیق مقبول ہوگی چنانچہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں اور اس عمل پر متفرقات بحوالہ کی یہ عبارت  
 دلالت کرتی ہے کہ بزاز یہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرا میں غلام ہوں سو مقر نے اسکو رد کیا پھر اُس نے اسکی تصدیق کی تو وہ اسکا  
 غلام ٹھہرے گا اور حریت کا اقرار رد کر نیسے باطل ہوگا جیسے مولیٰ کے نکار سے باطل نہیں ہوتا بخلاف عین اورین اقرار کے کہ وہ رد کر نیسے باطل ہوتا ہے اور طلاق عتاق اور  
 کرنے سے باطل نہیں ہوتے اسواسطے کہ وہ اسقاط ہیں فقط مستقط سے ساقط ہو جاتے ہیں اتنی اشباہ میں اسعاف سے  
 منقول ہے کہ جب مقر وقف کو رد کرے پھر اسکی تصدیق کرے تو صحیح ہے اتنی تو یہاں کے مسائل مذکورہ کی تصویر مثل تصویر رقی ہوگی  
 سواسطے طلاق اور عتاق کے اسقاط کی حالت سے کذا فی الطحاوی مختصر تبصر فی لاسعاف لو وقف علی محل قبل تم ردہ لم یرد ان ردہ بل یقبل

الزنا





کہ جویرے والد کا متروکہ لوگوں پر تھا اسکو میں پایا پھر ایک مرد درمین پدیری کا دعویٰ کیا تو دعویٰ اسکا کسوع ہو کذا فی نسخ عن الخانیہ مخطاوی نے  
کہا کہ شایع نے جو وصی کی قید لگائی تو غیر وصی خارج ہو گیا اور حالانکہ حکم مسئلہ وصی اور غیر وصی دونوں کو شامل ہے تو اگر شایع متن کو ذکر کرتا تو قف الصلح تک  
پھولون کہتا اور دعویٰ فی الوصی شینا وقال ہذا من ترکہ والدی او ادعی علی رجل دینا لوالدہ تسع دعواہ فیما ذکر تو مناسب تر ہو تا اقر رجل بمال  
فی صک اشہد علیہ یتیم ادعی ان بعض ہذا المال المقر قرض بعضہ ربوا علیہ فان اقام علی ذلک بنیتہ قبل ان کان  
تساقطا لانا لعلہ مضطرا فی ہذا الاقرار ترحہ دیہانیہ قلت حرر شارحہما الشربلانی انہ لا یفتی بہذا الفرع لانه لا عذر لمن اقر غایۃ ان یقال بانہ  
یحلف المقر علی قول ابی یوسف المختار للفتویٰ فی ہذہ ونحو ہا لبح قلت وہ جویم المصنف فیما مرقدہ بر اقرار کیا ایک مرد نے اُس مال کا جو دست آورین  
مردوم ہے اور اُسپر گواہ کروا دیے پھر اُس نے دعویٰ کیا کہ بعض مال مقر یہ قرض ہے اور بعض صلح ہے پھر پھر اگر گواہی قائم کریگا اُسپر تو مقبول ہوگی  
باوجود تساقط اس واسطے کہ ہم جانتے ہیں کہ وہ شخص اس اقرار کرنے میں مضطرب ہو کذا فی شرح الوہبانیہ میں کہتا ہوں اور وہبانیہ کے دوسرے  
شایع شربلانی نے تحریر کی ہے کہ اس مسئلہ پر فتویٰ نہ دیا جائے اس واسطے کہ مقر مذکور کیواسطے کچھ عذر صحیح نہیں بعد اقرار مذکور کے نہایت کاریہ ہو کہ  
کہا جاوے یعنی اسکا فتویٰ دیا جاوے کہ مقر سے اسکی قسم لیجائے بموجب قول ابی یوسف کے جو فتویٰ ہے کہ کیواسطے اس مسئلے میں اور ہا نہیں مختار  
ہے میں کہتا ہوں اور اس قول پر یقین کیا ہے مصنف نے اس میں جو مذکور ہو چکا تو سوچ لے اقر بعد الدخول من ہمالی کتاب الصلح ثابت فی نسخ المتین ساقط من  
نسخ الشرح انہ طلقہا قبل الدخول لزمہ مہربا لدخول ونصف بالاقرار بعد دخول مذوجہ کے اقرار کیا کہ اُس نے اسکو طلاق ہی قبل دخول کے تو اسکو پورا ہر  
لازم ہوگا سبب دخول کے اور نصف مہر لازم ہوگا سبب قرار کے یہاں کتاب الصلح تک متن کے نسخ میں ثابت ہے اور شرح مصنف کے نسخ میں ساقط ہے اقر اشتر  
لہ الربع او بعضہ نہ ایسے الوقف لیتحقق فلان ووضوح و سقوط حقہ ولو کتاب لوقف بخلافہ جسکے واسطے کل حاصلات وقف شرط ہے اقر کیا کہ ربع  
حاصلات بعض حاصلات وقف کا فلانا شخص مستحق ہے نہ میں تو اقرار صحیح ہے اور اسکا حق ساقط ہوگا اور اگرچہ دستاویز وقف کی اس اقرار کے مخالف ہو تو وجہ  
غیرہ او اسقطہ للاحدم لصلح اور اگر اُس نے حاصلات کو اپنے غیر کیواسطے مقرر کر دیا یا اسکو ساقط کر دیا بلا تعیین مستحق تو اقرار صحیح نہیں مہر جل سے مراد  
انشاء جعل ہے بلا اسقاط تا مقابلہ اسقاط سے خوب بنے اور آگے معلوم ہوگا کہ جعل سے مراد انشاء ہے کذا فی الطحاوی و کذا فی المشروط لہ المنظر  
علی ہذا الکما فی الوقف و ذکرہ فی الاشباہ و ہنالی الساقط لالیود فرجہ اور اسی طرح جسکے واسطے وقف کی نظارت شرط ہے اسکا حکم بھی  
علی ہذا القیاس ہے چنانچہ کتاب لوقف میں مذکور ہو چکا اور اشباہ میں وہاں یعنی کتاب لوقف میں اور یہاں یعنی کتاب الاقرار میں اس قاعدے میں  
کہ ساقط چیز عود نہیں کرتی اسکو ذکر کیا ہے تو اشباہ کی طرف مراجعت کر لے القصص المرفوعۃ الی القاضی لایؤاخذ راہبہا باکان فیہا من اقرار  
ومتاقتضی لما قدمنا فی القضاء انہ لایؤاخذ بما فیہا الا اذا اقر بلفظہ صریحا جو حکایات کہ لکھ کر قاضی کی طرف پیش ہوں تو اُنکا پیش کرنے والا ناخوذ ہوگا  
اس ضمن میں جو نہیں منبج ہے اقرار اور تساقط سے اسواسطے کہ ہم کتاب القضاء میں مذکور کر چکے ہیں کہ اُنکے مضامین مندرجہ کا مواخذہ نہیں کرچکے  
پیش کرنے والا بلفظ صریح اسکا اقرار کرے تو ناخوذ ہوگا قال لہ علی الف فی علی او فیما علم او حسب ما ظن لاشی علیہ خلافا للثانی فی الاول  
قلنا ہی للثک عرفانہ لوقال علت لزمہ اتفاقا کسی شخص نے کہا کہ اُسکے پچھ ہزار درم ہیں میری دانست میں یا بجائے فی علی کے فیما اعلم بغنی  
اسب یا فیما ظن بولہا تو اُسپر کچھ لازم ہوگا بخلاف ابو یوسف کے اول میں یعنی فی علی کہنے میں ہزار درم لازم ہونگے ہم جو اس میں کہتے ہیں  
طرفین کی طرف سے کہ فی علی وغیرہ شک اور تردد کے واسطے مستعمل ہیں عرف عرب میں ہاں اگر علت کا لفظ کہہ لیے میں معلوم کر چکا کہ  
اُسکے پچھ ہزار درم ہیں تو اسکو اقرار لازم ہوگا با اتفاق طرفین اور ابو یوسف کے قال غصبا الفامن فلان ثم قال کنا عشر نفس

فقہاء نے فتویٰ کیا ہے کہ اگر کسی نے اپنے مال کا جو دست آور ہے اور اسکو طلاق کر دیا ہے تو اسکو پورا ہر لازم ہوگا سبب دخول کے اور نصف مہر لازم ہوگا سبب قرار کے یہاں کتاب الصلح تک متن کے نسخ میں ثابت ہے اور شرح مصنف کے نسخ میں ساقط ہے اقر اشتر لہ الربع او بعضہ نہ ایسے الوقف لیتحقق فلان ووضوح و سقوط حقہ ولو کتاب لوقف بخلافہ جسکے واسطے کل حاصلات وقف شرط ہے اقر کیا کہ ربع حاصلات بعض حاصلات وقف کا فلانا شخص مستحق ہے نہ میں تو اقرار صحیح ہے اور اسکا حق ساقط ہوگا اور اگرچہ دستاویز وقف کی اس اقرار کے مخالف ہو تو وجہ غیرہ او اسقطہ للاحدم لصلح اور اگر اُس نے حاصلات کو اپنے غیر کیواسطے مقرر کر دیا یا اسکو ساقط کر دیا بلا تعیین مستحق تو اقرار صحیح نہیں مہر جل سے مراد انشاء جعل ہے بلا اسقاط تا مقابلہ اسقاط سے خوب بنے اور آگے معلوم ہوگا کہ جعل سے مراد انشاء ہے کذا فی الطحاوی و کذا فی المشروط لہ المنظر علی ہذا الکما فی الوقف و ذکرہ فی الاشباہ و ہنالی الساقط لالیود فرجہ اور اسی طرح جسکے واسطے وقف کی نظارت شرط ہے اسکا حکم بھی علی ہذا القیاس ہے چنانچہ کتاب لوقف میں مذکور ہو چکا اور اشباہ میں وہاں یعنی کتاب لوقف میں اور یہاں یعنی کتاب الاقرار میں اس قاعدے میں کہ ساقط چیز عود نہیں کرتی اسکو ذکر کیا ہے تو اشباہ کی طرف مراجعت کر لے القصص المرفوعۃ الی القاضی لایؤاخذ راہبہا باکان فیہا من اقرار ومتاقتضی لما قدمنا فی القضاء انہ لایؤاخذ بما فیہا الا اذا اقر بلفظہ صریحا جو حکایات کہ لکھ کر قاضی کی طرف پیش ہوں تو اُنکا پیش کرنے والا ناخوذ ہوگا اس ضمن میں جو نہیں منبج ہے اقرار اور تساقط سے اسواسطے کہ ہم کتاب القضاء میں مذکور کر چکے ہیں کہ اُنکے مضامین مندرجہ کا مواخذہ نہیں کرچکے پیش کرنے والا بلفظ صریح اسکا اقرار کرے تو ناخوذ ہوگا قال لہ علی الف فی علی او فیما علم او حسب ما ظن لاشی علیہ خلافا للثانی فی الاول قلنا ہی للثک عرفانہ لوقال علت لزمہ اتفاقا کسی شخص نے کہا کہ اُسکے پچھ ہزار درم ہیں میری دانست میں یا بجائے فی علی کے فیما اعلم بغنی اسب یا فیما ظن بولہا تو اُسپر کچھ لازم ہوگا بخلاف ابو یوسف کے اول میں یعنی فی علی کہنے میں ہزار درم لازم ہونگے ہم جو اس میں کہتے ہیں طرفین کی طرف سے کہ فی علی وغیرہ شک اور تردد کے واسطے مستعمل ہیں عرف عرب میں ہاں اگر علت کا لفظ کہہ لیے میں معلوم کر چکا کہ اُسکے پچھ ہزار درم ہیں تو اسکو اقرار لازم ہوگا با اتفاق طرفین اور ابو یوسف کے قال غصبا الفامن فلان ثم قال کنا عشر نفس

کذا و ادعی الغاصب کذا فی نسخ المتن وقد حکت سقوط ذلک من نسخ الترخیص و صوابه و ادعی الطالب کما عبر به فی الجمع و قال شراح علی المفسوب منه انه ہو و حده عصبانہ الالف کلها ایک شخص نے اقرار کیا کہ ہم نے ہزار درہم فلا نے شخص سے عصب کیے پھر مقرر ہوا کہ اس شخص غاصب تھے مثلاً اور جس سے عصب کیے وہ کہتا ہے کہ فقط مقرری نے ہزار درہم عصب کیے ہیں تو سب ہزار درہم مقرری کو لازم ہونگے شراح نے کہا متن کے نسخوں میں ادعی الغاصب ہے اور تو معلوم کر چکا ہے کہ مصنف کی شرح کے نسخوں سے یہ عبارت ساقط ہے اور بجائے ادعی الغاصب و علی الطالب حق ہے چنانچہ مجمع کی تیسرے اور مجمع کے شارحوں نے طالب کی شرح منسوب نہ کی ہے و الزمہ زفر بشری اور زفر نے مقررہ کو ہزار کا دسواں حصہ لازم کیا ہے اس واسطے کہ مقرری ہزار درہم کے عصب کی نسبت اپنی طرف اور غیر کی طرف کی ہے تو اس پر بقدر اسکے حصے کے لازم ہوگا قلنا ہذا الظہیر یستعمل فی الواحد و الظاہر انہ یخبر بفعله دون غیره فیکون قوله کنا عشرة رجوعاً فلا یصح لعم لوقال غصبناہ کلنا صح اتفاقاً لانه لا یستعمل فی الواحد ہم زفر کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ ضمیر یعنی مکمل مع الفی کی ایک تکمیل میں بھی مستعمل ہوتی ہے کما قال تعالیٰ انما ارسلنا اور ظاہر مقرری نے فعل کی خبر دیتا ہے نہ غیر کے فعل کی تو اسکا یہ قول کہ ہم دس غاصب تھے رجوع عن الاقرار ہے تو صحیح ہوگا ہاں اگر مقرر کہتا ہو کہ ہم نے ہزار درہم کو عصب کیا تو اقرار صحیح ہوتا بالاتفاق اس واسطے کہ یہ لفظ واحد میں مستعمل نہیں قال رجل اوصی ابی ثبلیت مالہ لزيد بل لعمرو بل لسکر فالثلث للاول و لیس لغیره شعی و قال زفر کل ثلثه و لیس للابن شعی ایک مرد نے کہا میرے باپ نے اپنے ثلث مال کی زید کو واسطے وصیت کی بلکہ عمرو کے واسطے وصیت کی بلکہ بکر کے واسطے وصیت کی تو اول شخص کو واسطے ثلث مال ہے اور اسکے سولے کسی کو کچھ نہیں اور زفر نے کہا تینوں شخصوں کو تہائی تہائی ملیگا اور فرزند کو کچھ نہیں ہم زفر نے وصیت کو سکہ دین پر قیاس کیا مسئلہ دین یہ ہے کہ اسی طرح تین شخصوں کے واسطے دین کا اقرار کیا تو تینوں کو تہائی تہائی ملیگا قلنا نفاذ الوصیۃ فی الثلث وقد قرئ للاول فاقحہ فلم یصح رجوع بعد ذلک للثانی بہا بخلاف الدین لنفاذہ من کل کل من الجمع و انما علم ہم زفر کے جواب میں کہتے ہیں کہ وصیت کا جاری ہونا فقط ثلث مال میں ہوتا ہے اور حالانکہ ثلث مال کا اول شخص کے واسطے اقرار کر چکا ہے تو وہی شخص ثلث کا مستحق ہو گیا تو بعد اسکے رجوع اقرار دوسرے شخص کے واسطے وصیت کر نیسے صحیح ہوا بخلاف سکہ دین کے سبباً مذہبوں نے دین کے کل متروکہ سے یہ سب سائل مجمع سے منقول ہیں انہ علم فروع مسائل ملحقہ شراح کے اقریشی تم ادعی انظار لم یقبل الا اذا اقر بانطلاق بنا علی ما فیہما لفتی تم تبین عدم الوقوع لم یقع دیانہ قینہ اسی چیز کا اقرار کیا پھر خطائی الاقرار کا دعویٰ کیا تو مقبول نہیں گرجبکہ وقوع طلاق کا اقرار کسی مفتی کے فتویٰ دینے پر کیا پھر عدم وقوع طلاق ظاہر ہو یعنی بد تحقیق معلوم ہو افتی کا فتوے غلط تھا تو باعتبار دیانت کے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی القنیہ ہم اور اگر قاضی کے روبرو طلاق کا اقرار کرے گا تو خطاے مذکورہ میں اسکی تصدیق ہوگی کذا فی حاشی الاشبہ اقران المکرہ باطل الا اذا اقر السارق بکفر فانی بعضہم لبعثہ ظہیرۃ اقرار کرنا مکرہ کا باطل ہے مگر جبکہ سارق زبردستی سے چوری کا اقرار کرے تو بعضوں نے صحت اقرار کا فتویٰ دیا ہے کذا فی الظہیرۃ ہم بحینس اور ہستانی میں ہے کہ در صورت مذکورہ عقوبت سارق کا فتویٰ نہ دیا جاوے گا جو اور ظلم ہے الاقرار بشی محال و بالمدین بعد البراءۃ باطل شعی محال کا اقرار اور دین کا بعد اسکے معاف کر دینے کے باطل ہے ہم شعی محال کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے اقرار کیا کہ مجھ کو زینے فلانے مینے میں قرض دیا اور حالانکہ زید اس سے پہلے مرچکا اور از اجملہ یہ ہے کہ جمع بعد بلا ذکر من اقرار کیا پھر جمع کا منکر ہو گیا تو انکار صحیح ہے اس واسطے کہ جمع بلا من باطل ہے علی احد القولین کذا فی الطحاوی و لو بہر بعد ہتہا لہ علی اللانہ اقرار دین بعد ابراء کے باطل ہے اگرچہ ہر کا اقرار ہوزوجہ کے بخش دینے کے بعد زوج کو بنا بر قول انہ ہم صورت اسکی یہ ہے کہ زوج نے اپنا ہر بخشید یا پھر زوج نے ہر کے بعد ہر کا اقرار کیا تو اسکا اقرار صحیح نہیں اور یہ اسکے مخالف نہیں جو عبد لبر شراح و ہبانیہ نے خلاصہ اور صغری سے نقل کیا کہ ایک مرد نے اپنی عورت کے ہزار درہم کے ہر کا فرض الموت میں اقرار کیا اور مر گیا پھر وارثوں نے گواہوں سے ثابت کیا کہ عورت ہر کر چکی تھی

مفسر نے فرمایا ہے کہ اگرچہ اقرار کرنا مکرہ ہے مگر جبکہ سارق زبردستی سے چوری کا اقرار کرے تو بعضوں نے صحت اقرار کا فتویٰ دیا ہے کذا فی الظہیرۃ ہم بحینس اور ہستانی میں ہے کہ در صورت مذکورہ عقوبت سارق کا فتویٰ نہ دیا جاوے گا جو اور ظلم ہے الاقرار بشی محال و بالمدین بعد البراءۃ باطل شعی محال کا اقرار اور دین کا بعد اسکے معاف کر دینے کے باطل ہے ہم شعی محال کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے اقرار کیا کہ مجھ کو زینے فلانے مینے میں قرض دیا اور حالانکہ زید اس سے پہلے مرچکا اور از اجملہ یہ ہے کہ جمع بعد بلا ذکر من اقرار کیا پھر جمع کا منکر ہو گیا تو انکار صحیح ہے اس واسطے کہ جمع بلا من باطل ہے علی احد القولین کذا فی الطحاوی و لو بہر بعد ہتہا لہ علی اللانہ اقرار دین بعد ابراء کے باطل ہے اگرچہ ہر کا اقرار ہوزوجہ کے بخش دینے کے بعد زوج کو بنا بر قول انہ ہم صورت اسکی یہ ہے کہ زوج نے اپنا ہر بخشید یا پھر زوج نے ہر کے بعد ہر کا اقرار کیا تو اسکا اقرار صحیح نہیں اور یہ اسکے مخالف نہیں جو عبد لبر شراح و ہبانیہ نے خلاصہ اور صغری سے نقل کیا کہ ایک مرد نے اپنی عورت کے ہزار درہم کے ہر کا فرض الموت میں اقرار کیا اور مر گیا پھر وارثوں نے گواہوں سے ثابت کیا کہ عورت ہر کر چکی تھی



زوج کی جیات میں تو گواہی مقبول نہیں اس واسطے کہ شاید طلاق بائن کے بعد دوسری بار نکاح کیا ہو مہر مذکور پر لیکن فیصلہ عادی معلوم ہوتا ہے کہ اقرار صحیح نہیں مگر بقدر ہر مثل کے پھر شارح نے مصنف سے نقل کیا کہ ہر کامبہ ابرا کے مخالف ہے تو اگر ذبحہ زوج کو ہر سے ابرا کرے پھر زوج ہر کا اقرار کرے تو صحیح نہیں کذا فی الطحاوی نعم لو ادعی دنیا بسبب حادث بعد الابراء العام وانہ اقر بہ یزیدہ ذکرہ المصنف فی فتاواہ قلت ومفادہ انہ لو اقر بقفارہ الدین ایضا حکمہ کا لادل وہی واقعۃ الفتویٰ قائل بان اگر دین کا دعویٰ کرے کسی نے سبب کی جہت سے بعد ابرائے عام کے اور یہ دعویٰ کرے کہ دیون نے اسکا اقرار کیا ہے تو اسکو لازم ہوگا یہ مصنف نے اپنے فتاویٰ میں مذکور کیا ہے میں کہتا ہوں اور مفاد اسکا یعنی سبب حادث کے تقید کا یہ ہے کہ اگر دیون باقی رہے اس میں کبھی بھی جسکا ابرا ہو گیا اقرار کرے تو اسکا حکم مانند اول کے ہے یعنی وہ اقرار باطل ہے سو تامل کر ہم اس عبارت اور عبارت سابقہ میں فرق یہ ہے کہ پہلی عبارت میں یون اقرار کیا کہ فلا نے کا بچہ اتنا ہے اور دوسری عبارت میں اقرار کیا کہ فلا نے کا دین بچہ باقی ہے اور دونوں میں ایک ہی حکم ہے یعنی بطلان کذا فی الطحاوی و الفعل فی المرض احط من فعل الصوۃ مرض کا فعل کتر ہو صحت کے فعل سے م چنانچہ دین کا اقرار اور نکاح کرنا اور عتق اور ہر مرض الموت میں کتر ہو صحت کے افعال مذکور سے اسواسطے کہ مرض کا اقرار دین ہو کتر ہو صحت کے دین اور مرض کے نکاح کا ہر مثل سے زیادہ نافذ نہ ہوگا بخلاف صحت کے کہ اور عتق اور جہت مال میں نافذ ہوگا بخلاف صحت کے کل مال میں نافذ ہوگا بخلاف صحت کے کہ اسناد الناظر النظر لغيرہ بلا شرط فان صحیح فی المرض لانی الصوۃ تمتہ و تماشہ فی الاشباہ فعل مرض کتر ہو صحت کے مگر ناظر کی اسناد نظر کے مسئلے میں یعنی اگر ناظر وقف کا نظارت کو غیر شخص کے واسطے تفویض کرے بدون اسکے کہ وقف میں تفویض نظارت کی اسکے واسطے شرط کی ہو سو یہ تجویز مرض الموت میں صحیح ہے نہ صحت میں کذا فی التتمہ اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہے و فی الوہبانیہ شعر اقر بہر المثل فی ضعف موتہ بہ بنیتہ الایماہ من قبل تہدیرہ اور وہ بہا تہ میں ہے کہ ایک شخص نے ہر مثل کا اقرار کیا اپنے مرض الموت کی ناتوانی میں تو قبل مرض کے ہر کی گواہی باطل غیر سموع ہر م اس مسئلے کا بیان شرح وہبانیہ سے قبل از چند سطر مذکور ہو چکا شعر و اسناد مع فیہ الصوۃ فلین و فی قبض من تلمثا تراش یقدر بہ صحیح صحت کی اسناد مرض الموت میں قبول کر اور قبض ثمن میں تلمث مال میراث سے اندازہ کیا جائیگا حکم متقی میں ہے کہ اگر مرض الموت میں اقرار کیا کہ اس غلام کی میں نے بیع کی فلا میں صحت میں اور اسکے ثمن پر قبضہ کیا اور شتری بھی ہی کہتا ہے تو اسکی تصدیق ہوگی بیع میں اور قبض ثمن میں تصدیق نہوگی الا بقدر تلمث اور اگر قبض ثمن بعائتہ شہو ہوگا تو اقرار صحیح ہے کذا فی الطحاوی عن شرح الوہبانیہ شعر ویس بلا تہدیر مقرا الغدہ و لو قال لا تجزئ خلف یسطرہ اور اس قول میں مقرر ہوگا کہ گواہی دیکھو کہ فلا نے کے میرے اوپر ہزار درم ہیں تو یہ اقرار نہوگا ہزار کا اسواسطے کہ یہ نہیں ہے و جوب بالزور اس میں اختلاف مسطور ہر م اگر یون بولا کہ اسکی گواہی دیکھو کہ فلا نے کے میرے اوپر ہزار درم ہیں تو اس میں اختلاف ہے اگر کسی اور کی اثبات سبب یا کہ نہیں یعنی نفی ہے یعنی تم اسکے گواہ نہیں ہو اور اگر یون کہا کہ خبر نہ دیکھو کہ فلا نے کے میرے اوپر ہزار درم ہیں تو اس میں اختلاف ہے اگر کسی اور شایخ بلج کا یہ مذہب ہے کہ یہ قول اقرار نہیں اور شایخ بخاری نے کہا حق یہ ہے کہ یہ اقرار ہے قبضہ میں کہا ہی قول صحیح ہے کذا فی الطحاوی شعر و من قال ملک ذالذاکان فشاہد من قال ہذا ملک انہ یظہرہ اور جس نے کہا کہ میری یہ ملک اس شخص کی مملوک ہے تو اس قول کا قائل موجود تملک ہے یعنی اس نے بالفعل اسکو بیہ کیا تو اس میں شرائط بہتر ہونگی اور اگر یون بولا کہ یہ چیز اس شخص کی ملک ہے تو وہ منظر ہے ملک کا یعنی مقرر اور خبر تو اس میں ہے کہ شرائط بہتر نہیں شعر و من قال لا دعویٰ لی الیوم عند داہن فمایدعی من بعد ہا منکرہ اور جس نے کہا کہ میرا کوئی دعویٰ نہیں آج کے دن اس شخص سے پھر اسکے بعد خود دعویٰ کرے گا اس دن اور ماتھم کے دعاوی سے سوا ہر شرع کا انکار ہے یعنی مقبول نہیں م اور اگر دعویٰ کسی سبب سے حادث ہوگا تو سموع ہوگا اور اگر اولاکہ میں نے فلا نے پر دعویٰ کرنا چھوڑا اور آخرت پر اپنا معاملہ تفویض کیا تو بعد اس قول کے دعویٰ سموع نہوگا کذا فی الطحاوی و اللہ تعالیٰ اعلم و استغفر اللہ العظیم



کتاب الصلح

کتاب الصلح

یہ کتاب ہر صلح متخاصمین کے احکام میں مصلح علیہ اسکو کہتے ہیں جس پر صلح واقع ہو اور مصلح عنہ وہ ہے جس سے صلح ہو مثلاً زید بنے خالد پر ایک جو علی کا دعویٰ کیا خالد نے کہا کہ مجھ سے سو درم لے اور جو علی کا دعویٰ نہ کر تو یہاں سو درم مصلح جلیہ ہے اور جو علی مصلح عنہ ہے مناسبتہ ان انکار المقرب سبب خصوصتہ استدعیۃ للصلح مناسبت کتاب الصلح کی کتاب الاقرار سے یہ ہے کہ انکار کرنا مقرب کا جھگڑے کا سبب ہے اور جھگڑا استدعی ہے صلح کا ہولغۃ اہم من المصلحۃ وہ یعنی صلح اہم ہے مصلحہ سے یعنی مصلح کا اہم ہے و شرعاً عقیدت رفع النزاع و قطع الخصومتہ اور شرع میں صلح عبارت ہے اس عقد سے جو نفع نزاع اور قطع خصوصتہ یعنی جو عقد کہ جھگڑے کو مٹائے وہ صلح ہے کہ نہ الايجاب اظہار کر صلح کا ایجاب ہے مطلقاً یعنی متعین اور غیر متعین دونوں بجا ہوا بلکہ ضروری صلح کی اسطے و لقبول ان فیما لایا معین کا لہذا ہم فقہیم بقبول عیانہ و سببی اور کرن صلح کا قبول کرنا مطلب ہے متعین اور غیر متعین میں چنانچہ اگر صلح تمام ہو جاتی ہے بلکہ قبول کیے بغیر انی الغنایۃ اور کے ایسا اور صلح بلا قبول اسوقت تمام ہوگی جبکہ خود مطلوب طلب صلح شروع کرے اسطے کہ ایک شخص سے دوسرے کو صلح کا دعویٰ کیا شوعاً علیہ نصف درام صلح چاہی ہو دعویٰ کہا کہ میں اس صلح کی لو اب سعالیۃ کا قبول کرنا شرط نہیں اسواسطے کہ یہ مفاہم دعویٰ کی جانب سے اور نہ فقط مسقط سے تمام ہو جائے کہ انی لظھا و فی شرطہ العقل لا یبلوغ و الحریۃ اور صلح کی شرط عقل ہے نہ بالغ ہونا اور آزاد ہونا صلح من صبی ذون ان عری صلح عن ضرر میں تو صلح کرنا صحیح ہے صغیر مازون کی جانب سے اگر اسکی صلح خالی ہو نقصان صلح سے ہم عدم نقصان صلح میں صلح سے صادق آتا ہے اکت کہ محض نفع ہو دوسرے کہ نہ نفع ہو اس میں ضرر سے یہ کہ نقصان ہو مگر غیر صلح تو اگر صغیر مازون سے ایک دعویٰ یردین کا دعویٰ کیا اور اس سے بعض حق صلح کی تو اگر دعویٰ گواہ ہوں تو صلح جائز ہے اسواسطے کہ در صورت عدم صلح سو خصوصت اور قسم کھانے کے صلح حاصل نہیں اور مال نافع تر خصوصت اور حلف اور اگر گواہ ہوں تو صلح جائز نہیں اسواسطے کہ اپنے حق کا گھٹانا تبرع ہے اور صغیر تبرع کا مالک نہیں اور زمین تبرع ہونہ نفع اسکی مثال یہ ہے کہ دین میں تاخیر کر کے کم یہ جائز ہے اسواسطے کہ اعمال تجارت کے صلح من عیبد ذون مکاتب لوفیہ نفع اور صلح صحیح ہے عیبد ذون اور مکاتب کی جانب سے اگر صلح میں نفع ہو مطلقاً دعویٰ کہا اگر عدم نقصان صلح کو شرط کرنا تو بہتر ہوتا اسکو مثال رہتا ہے میں نفع ہے نہ ضرر ہے میں ضرر ہے مگر صلح و شرط ایضا کون مصلح علیہ معلوما ان کان یحتاج الی قبضۃ اور یہ بھی صلح کی شرط ہے کہ مصلح علیہ یعنی جس چیز پر صلح واقع ہوئی وہ معلوم ہونہ جمول اگر قبض مصلح علیہ کی حاجت ہو ہم اور اگر قبض کی حاجت نہ ہو تو سلو بہت شرط نہیں چنانچہ ایک گھوڑے میں اپنے حق ہو مگر دعویٰ کیا اور مدعا علیہ مدعی کی دوکان میں اپنے حق کا دعویٰ کیا اور دونوں نے اس صلح کی کہ شخص اپنا دعویٰ ترک کرے تو صلح صحیح ہے اگرچہ ہر فاحہ اپنے حق کی مقدار نہ بیان کرے اسواسطے کہ ساقط کی حالت باعث نزاع نہیں کہ انی اللہ و کون المصلح عنہ تھا جو زالا اعتیاض عنہ ولو کان غیر مال القصاص التعمیر اور یہ شرط ہے کہ مصلح عنہ ایما حق ہو جس کا عوض لینا اور اسکی بدلائی درست ہو اگرچہ وہ حق مال ہو چنانچہ قصاص اور تعزیرم حق سے مراد یہ ہے کہ مصلح کا حق ہو ثابت فی المحلن خدا کا حق تو اگر مطلقہ اپنے زوج پر دعویٰ کرے کہ جو لہ کا زوج یا زوجہ کے پاس ہے وہ اسکا ہے اور مدعا علیہ سے سوز و ج نے اسکو کچھ دیکر صلح کی کہ وہ اپنا دعویٰ ترک کرے تو یہ صلح باطل ہے اسواسطے کہ نسب حق صغیر ہے نہ حق زوجین کو عورت غیر کے حق سے عوض لینے کی مالک نہیں اور تعزیر سے مراد وہ ہے جو حق العبد ہو چنانچہ سولے قذفت کے اپنی سبب و شام سے صلح کرنا اور جو تعزیر کہ حق اللہ ہے جیسے اجنبی عورت کا بوسہ لینا تو ظاہر صلح جائز نہیں اور یہ مسئلہ تحریر طلب ہے کہ انی لظھا و معلوما ان المصلح عنہ او مجہول او خواہ مصلح عنہ معلوم ہو یا مجہول ہم مجہول ہونے کی یہ صورت ہے ایک شخص کچھ مال غیر میں کا دعویٰ کیا ہے مدعا علیہ نے کچھ دیکر صلح کی تو صلح صحیح ہے لایصح لو المصلح عنہ مالا یجوز الا اعتیاض عنہ و بینہ لبقولہ حق شفقتہ و صدقہ و کفالتہ بنفس صلح صحیح نہیں اگر مصلح عنہ اس قسم سے ہو جس کا عوض لینا اور بدلائی جائز نہیں اور اسکو مصلح نے اپنے قول سے بیان کیا چنانچہ جو شفقتہ اور صدقہ

اور حاضر ضامنی کہ اسکی بطلانی صحیح نہیں مگر مشتری صلح کرے شفعی سے بھت اس شفعہ کے جو شفعی کے واسطے واجب ہو اور کسی شفعے پر اس شرط رکھ کر مشتری کو تسلیم کرے تو صلح باطل ہے اس واسطے کہ شفعی کا حق نہیں محل میں بلکہ حق شفعہ عبارت ہے ولایت طلب سے اور تسلیم شفعہ کی کچھ قیمت نہیں تو بیجا مال اسکے مال لینا جائز نہوگا اور یہی وجہ ہے حاضر ضامنی کی بطلان صلح کی حاضر ضامنی کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر مال ضامن سے صلح کرے تو جائز ہے اور یہ عبارت ہے بعضین کے اسقاط سے اور وہ صحیح ہے اور صلح حد قذف کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو قذف کیا تو قاذف نے کچھ مال دیکر صلح کی کہ وہ معاف کرے تو یہ صلح بھی جائز نہیں اس واسطے کہ حد قذف اگرچہ اس میں حق العبد ہے لیکن حق اللہ اس میں غالب ہے اور حق العبد حق بالمعدوم ہے اور اسی طرح حد زکوٰۃ سے صلح جائز نہیں اس طرح کہ ایک شخص نے سارق کو گرفتار کیا سو اس نے کچھ مال دیکر صلح کی کہ اسکو حاکم کے پاس نہ لیجائے اس واسطے کہ یہ حق اللہ ہے اور اسی طرح زکوٰۃ اور شرب خمر سے صلح کرنا صحیح نہیں کذا فی الطحاوی مخصراً وبطل بہ الاوالم الثالث وکذا التانی لوقبل الرفع للمحاکم اور باطل ہوتا ہے صلح سے اول وثالث یعنی حق شفعہ اور حاضر ضامنی اور اسی طرح ثانی یعنی قذف بھی باطل ہو جاتی ہے صلح سے اگر حاکم پاس لیجائے پہلے مولانا نے شرب مطلقاً صلح صحیح نہیں حد زنا اور شرب خوارجی مطلقاً خواہ حاکم کے پاس اسکی نالاش کی ہو یا نہ کی ہو مگر قاضی خان نے کہا ایک مرد نے دوسرے شخص کی عورت سے زنا کیا اور اسکے زوج کو علم ہوا اور باہم صلح ہوئی کچھ مال پر تاکہ وہ معاف کرے تو یہ باطل ہے اور عفو کرنا اسکا باطل ہے اور حاکم شارب الخمر سے صلح کرے کچھ مال لیکر اور معاف کرے تو صحیح نہیں اور اسکا پھیر دینا چاہیے قبل رفع ہو یا بعد رفع اتنی کذا فی الطحاوی وطلب الصلح کاف عن القبول من المدعی علیہ ان کان المدعی بہ مما لا تعین بالتعین کالدرہم والذانیہ وطلب الصلح علی ذلک لانه اسقاط للبعض وبتوہم اسقاط اور طلب الصلح کا یعنی مدعا علیہ کی جانب سے کافی ہے مدعا علیہ کے قبول کرنے سے اگر جس چیز کا دعویٰ کیا اس قسم سے ہو کہ تعین متعین نہیں ہوتی چنانچہ درہم اور ذانیہ اس واسطے کہ وہ اسقاط بعض حق ہے مدعی کی جانب سے اور اسقاط فقط سقط سے تمام ہو جاتا ہے طحاوی نے کہا کہ شارح کے اس قول کی کہ طلب الصلح علی ذلک کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ خود متن میں موجود ہے اتنی لہذا ترجمہ نے تکرار بیفائدہ جا کر اسکا ترجمہ نہ کیا وان کان مما تعین بالتعین فلا بد من قبول المدعی علیہ لانه کالبيع بجر اور اگر مدعا بہ اس قسم سے ہو کہ متعین ہو جاتا ہو تعین کر نیسے تو مدعا علیہ کا قبول کرنا باوجود طلب صلح کے ضروری ہے اس واسطے کہ وہ یعنی صلح اس صورت میں بیع کے مانند ہے بیع میں ایجاب و قبول ضروری ہے اور اگر مشتری بائع سے کہے کہ میرے ہاتھ پر ہے اور بائع کہے کہ یہ بیچ بیچا تو قول مشتری کافی نہیں قبول سے و حکم وقوع البراۃ عن المدعی وقوع الملك فی المصلح علیہ عنہ لومقر اور حکم اسکا یعنی اثر ترتب صلح کا واقع ہونا برات کا ہے دعویٰ سے اور واقع ہونا مدعی کی ملک کا ہے مصلح علیہ میں اور واقع ہونا مدعا علیہ کی ملک ہے مصلح عنہ میں اگر مدعا علیہ مدعی کے دعویٰ کا مقرہوم اقرار مصلح عنہ کی ملک کی قید ہے اور مصلح علیہ کی ملک قرار اور انکار دونوں میں برابر ہے و صحیح مع اقرار او سکوت و انکار اور صلح صحیح ہے مدعا علیہ کے اقرار یا سکوت یا انکار کے ساتھ صلح جائز ہے بدلیل قول حق تعالیٰ (و الصلح خیر) اور حدیث میں وارد ہے کہ ہر صلح جائز ہے فیما بین المسلمین مگر صلح جو حرام کو حلال کرے یا حلال کو حرام ٹھہرائے انتہی اور دفع ظلم کے واسطے رشوت دینا جائز ہے اور دفع ظلم کی رشوت وہ صلح نہیں جو حرام کو حلال کرنے کذا فی الطحاوی فالاول حکمہ کبیع ان وقع عن مال ہال وچینہ فحرمی فیہ حکام البیع کالشفعة والرد لعیب وخیار برویہ وشرط سوا دل یعنی صلح مع الاقرار بیع کے مانند ہے اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ مال کے اور اسوقت میں صلح میں بیع کے حکام جاری ہونگے چنانچہ شفعہ اور رد بالعیب وخیار وشرطہم اگر صلح واقع ہوئی ایک گھر کی دوسرے گھر سے تو دونوں گھروں میں شفعہ واجب ہوگا اور رد بالعیب اس طرح کہ اگر بدل صلح غلام ہو پھر اس میں عیب پاوے تو اسکو پھیر دینا جائز ہے اور اگر صلح کے وقت مصلح علیہ کو نہیں دیکھا تو دیکھنے کے بعد پھیر سکتا ہے اور یہی حکم ہے مصلح عنہ کا اور بیع کے مانند صلح میں اگر ایک شخص اپنے واسطے تین دن اختیار شرط کرے تو صحیح ہے

پس مال نہ لیگا لیکن حق شفعہ سا قلم ہو جائے گا ۱۲ حکم رشوت دینا مظلوم کو اور اسکی نظر کو لٹا کر اور انہیں ہر اور صلح میں یہ ذکر ہے موقع سے لکر کہ بیعت میں جائز ہے ۱۲ امر عام رحمہ اللہ تقاسم ۲۰







تین معادعا علیہ سے سو وہ قسم نہ کھائے کذا فی الشربلایہ وحب فی صلح وقع علیہا باحدہما او باقراران المدعی یاخذ ہا عن المال فیواخذہ بزعمہ اور شفیع  
 واجب ہر اس صلح میں کہ واقع ہوئی ہر گھر پر سکوت یا انکار یا اقرار کے ساتھ اس واسطے کہ مدعی گھر لیتا ہے جو بعض مال کے تو شفیع اس سے مواخذہ کرنے بموجب  
 اسکے گمان کے مہینے اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر مال کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے مدعی سے ایک گھر دیکر صلح کر لی تو اس میں شفیع واجب ہوگا بموجب زعم  
 مدعی ما استحق من المدعی رد المدعی حصتہ من العوض راجع بالخصوص فیہ فیما صم المستحق لخلو العوض عن الغرض اور سکوت یا انکار کی صلح کی  
 صورت میں جس قدر مدعا یعنی مصالح عنہ استحق بلکہ غیر ثابت ہو تو بقدر اسکے حصے کے مدعی عوض سے پھیرے مدعا علیہ کو اور بعض مستحق میں خصوصیت راجع  
 کرے تو مالک استحق سے بھگڑا شروع کرے بسبب خالی ہونے عوض کی غرض سے ہم مدعا علیہ نے عوض اس واسطے دیا تھا تا خصوصیت مدعی دفع ہو اور  
 مصالح عنہ اسکے ہاتھ میں باقی رہے بل خصوصیت احد سے پھر وہ جب غیر کا مال ہو تو مدعا علیہ کا مقصد حاصل نہوا اور یہ بھی ظاہر ہوگا کہ مدعی کی خصوصیت بجا  
 نہ تھی تو وہ مدعی سے عوض پھیرے گا کذا فی الدرر وما استحق من البدل راجع الی الدعوی فی کلا دنی بعضہ اور جس قدر بدل صلح سے استحق ملک غیر ہو تو  
 مدعی دعویٰ کی طرف رجوع کرے کل مدعا میں یا بعض میں یعنی اگر تمام بدل میں استحقاق ہو تو کل مصالح عنہ کا دعویٰ کرے اور اگر بعض میں ہو تو بعض میں  
 دعویٰ کرے ہذا اذالم یقع الصلح بلفظ البیع فان وقع بوجع بالمدعی نفسه لا بالمدعی لان اقدامہ علی المبايعۃ اقرار بالمملکۃ عینی وغیرہ یعنی رجوع  
 الی الدعویٰ در صورت استحقاق بدل اس وقت ہر جبکہ صلح بلفظ بیع نہ واقع ہوئی ہو اور اگر صلح بلفظ بیع واقع ہوئی ہو تو خود مدعا یعنی مصالح عنہ کو پھیرے رجوع  
 الی الدعویٰ کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ مدعا علیہ ساکت یا سکر کی پیش قدمی سببیت یا کثرت مدعی کا اقرار ہے چنانچہ عینی وغیرہ میں ہر وہ مالک  
 البدل کلا او بعضا قبل التسليم لہ المدعی استحقاقہ کذا فی الفصلین مع اقرار او مع سکوت انکار اور ملاکی بدل قبل تسلیم مدعی کے استحقاق بدل کے مانند  
 ہر ایسے صلح دونوں نصلون میں یعنی صلح مع الاقرار میں یا صلح مع السکوت والا انکار میں ہم یعنی اگر صلح مع الاقرار ہو اور بدل ملاکی ہو قبل تسلیم کے تو مدعی  
 مصالح عنہ کو پھیرے اور اگر صلح مع الانکار ہو تو دعویٰ کی طرف رجوع کرے اور بعض بدل کی ملاکی استحقاق بعض کے مانند ہو بقدر ملاکی صلح باطل ہوگی اور  
 باقی میں یہ بھی کذا فی المنع و ہذا لو البدل ما یتمین والام یبطل بل یزعم بشئ عینی اور یہ یعنی ملاکی بدل کا استحقاق کے مانند ہونا اس وقت ہر  
 جبکہ بدل اس قسم سے موجود متعین ہو جاتا ہو تعین اور اگر متعین نہ ہوتا ہو چنانچہ کیلی اور ذنی تو صلح باطل نہوگی بلکہ بدل کے مثل کو مدعی پھیرے  
 مدعا علیہ کذا فی العینی صلح عن کذا فی المتن الشرح وصوابہ علی بعض ما یعملہ و عین یدعیہا الجوازہ فی الدین کما یجی فلو ادعی علیہ ارافصالہ  
 علی بیت معلوم نہا فلو من غیر ما صح فہستانی لم یصح لان قبضہ من عین جہہ صلح کی بعض عین مدعا ہا پر تو صحیح نہیں اس واسطے کہ جسپر مدعی نے قبضہ کیا  
 وہ بعینہ اسکا حق ہے یعنی بعض حق ہے عین کی قید اس واسطے لگائی کہ دین کے دعویٰ میں بعض دین صلح کرنا جائز ہے چنانچہ آگے آدیا تو اگر ایک شخص  
 دوسرے شخص پر گھر کا دعویٰ کیا سو مدعا علیہ نے اس سے صلح کی اس گھر کی ایک معین مکان پر تو صلح صحیح نہیں اور اگر اس گھر کے سوا اور مکان پر صلح کی تو  
 صحیح ہے کذا فی القہستانی شارج نے کہا متن اور شرح کے نسخوں میں صلح عن بعض یا بدعیہ اور حق عبارت یوں تھا کہ صلح علی بعض یا بدعیہ صحیحہ  
 نا ذکرہ بقولہ الا بزیادۃ فسی اخر کتوبہ درہم فی البدل فیصیر ذلک عوضا عن حقہ فیما بقی اور بعض عین مدعا ہا پر صلح کی صحت کا وہ جیلہ ہے جسکو مصنف  
 نے اپنے اس قول سے ذکر کیا صلح مذکور صحیح نہیں مگر بدل میں کوئی دوسری چیز چنانچہ ٹوبہ اور درم کے زیادہ کرنے سے تو وہ دوسری چیز عوض  
 ہو جائیگی مدعی کے باقی حق سے مگر گھر کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اس گھر کی ایک کوٹھری اور چار درم پکڑے صلح کی تو جائز ہے  
 اس واسطے کہ کوٹھری کے سوا جو مدعی کا حق گھر میں باقی رہا اسکے عوض میں درم پکڑا گیا اور چونکہ الابرار عن دعویٰ المبايعۃ صلح بعض مدعا ہا سے ابرا الحق کیا  
 جائے باقی کے دعوے سے ہم یعنی دوسرا جیلہ صلح مذکور کی صحت کا یہ ہے کہ گھر کے دعوے میں ایک کوٹھری پر صلح کرے اور باقی دار کے دعوے سے

ابراہیم نے لکن ظاہر الروایۃ لصلحہ مطلقاً بشرطیۃ و تسی علیہ فی الاختیار و عراہ فی العربیۃ للبرائۃ و فی الجلائیۃ لشیخ الاسلام و جعل علی فی المتن روایۃ  
 ابن سعۃ لیکن ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ بعض عین مدعا بہا پر صلح صحیح ہے مطلقاً خواہ جیادہ مذکور کرے یا کرے کذا فی الشرح بنیالیہ و راسی پر چلا ہے صاحب اختیار  
 اور منسوب کیا ہے اس قول کو عزمیہ میں بزاد یہ کی طرف اور جلائیہ میں شیخ الاسلام کی طرف اور مسئلہ متن کو ابن سماعہ کی روایت تھمرا یا ہے ظاہر الروایۃ پر  
 یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ بعض عین مدعا بہا پر کیونکر صلح صحیح ہوگی مطلقاً حالانکہ اس کے لازم آتی ہے برات باقی عین اور فقہا کا قول ہے کہ ابراہیمان سے  
 باطل ہے تو یہ اسکو مقتضی ہے کہ صلح مذکور صحیح نہ ہو اور اسی طرح در صورت ابراہیمان سماعہ کے بھی قول پر سوال مذکور وارد ہوتا ہے اسکا جواب شاخ اپنے  
 آئندہ قول میں دیا ہے و قولہم الا ابراہیمان باطل معناه بطل الا ابراہیمان لم تصر لک المدعی علیہ لذلک لظفر بتکمل لا اعیان حمل لہ  
 اخذہ لکن لما سمع دعواہ فی الحکم اور فقہا کا یہ قول کہ ابراہیمان باطل ہے مطلب کیا ہے کہ دعوی اعیان سے ابراہیمان سے اور اعیان اس بارے  
 مدعا علیہ کے ملوک نہیں ہوجاتے ہیں اور اسی واسطے اگر مدعی ابراہیمان کو جسے ابراہیمان چکا ہے پاجائے تو اسکو انکا لینا جائز ہے لیکن اسکا قاضی کے حکم میں  
 دعوی سموع نہ ہوگا مگر ہتہ تھا کہ شارح یوں کہتا بطل الا ابراہیمان اور دعوی ابراہیمان نہ کہتا اسواسطے کہ دعوی اعیان کا ابراہیمان چکا ہے چنانچہ مذکور  
 ہوگا خلاصہ جواب یہ ہے کہ بطلان برات عن اعیان کا مطلب یہ ہے کہ ابراہیمان مدعا علیہ کے ملک نہیں ہوجاتے ہیں تو مدعی کو اسکا لینا حاصل  
 ہے اگر پاجائے اور بطلان مذکور کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مدعی کو اعیان کا دعوی کرنا بعد ابراہیمان صحیح ہے کذا فی الطحاوی اما الصلح علی بعض الدین صحیح  
 ہے برات عن دعوی الباقی اور قضاء لادیانہ فلذلک لظفر بہ اخذہ ہستانی و تمامہ فی احکام الاشباہ من الدین و قد حقیقۃ فی شرح الملتقی اور بعض میں تو صلح مذکور  
 صحیح ہے اور مدعا علیہ بری الذمہ ہو جائیگا باقی دین سے یعنی قضا بری ہوگا نہ دیانہ تو اسی واسطے اگر مدعی اپنا باقی دین پاجائے تو اسکو لے لیا اور  
 پورا بیان اسکا اشباہ کے احکام دین میں ہے اور اسکی ہنہ شرح ملتی میں محقق بیان کیا ہے اشباہ کا حاصل مضمون یہ ہے کہ ابراہیمان متعلق باعیان یا دعوی اعیان  
 سے ہے اور وہ تو بلا خلاف مطلقاً صحیح ہے یا متعلق بنفس اعیان ہے تو اگر اعیان منسوب ہالک ہوں تو بھی برات صحیح ہے دین کے مانند اور اگر اعیان منسوبہ موجود  
 ہوں تو برات عن اعیان کا مطلب یہ ہے کہ اس کے تاوان سے برات ہے سو یہ صحیح ہے اگر ہلاک ہو جائیں تو ابراہیمان منسوبہ یا نہ کے مانند ہونے کے ابراہیمان  
 میں الاتعدی سے اور اگر اعیان امانت ہوں تو برات صحیح نہیں دیانہ یا نہیں کہ جب مال کو پاجائے تو اسکو لے لیا مگر قضا برات صحیح ہے تو قاضی مدعی کا  
 دعوی بعد برات کے نہ سیدگا اور اسی کے مانند خلاصہ تحقیق شرح ملتی میں ہے کذا فی الطحاوی و صلح عن دعوی المال مطلقاً و لو باقرار او منفقہ اور صحیح ہے  
 صلح مال کے دعوی مطلقاً اگرچہ صلح باقرار مدعی ہو یا منفعت سے ہو یعنی بعض منفعت دعوی مال سے صلح صحیح ہے جیسے صلح متاجر سے جبکہ موجرا جا رہے کا  
 ہلدت یا اجرت کا منکر ہو و عن دعوی المنفقہ لویمنفقہ عن جس اخرا و صلح صحیح ہے منفعت کے دعوی سے اگرچہ صلح بعض دوسری قسم کی منفعت سے  
 ہوگا مگر عن دعوی لرق اور صلح صحیح ہے دعوی ق سے صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور اسنے کچھ مال دیکر  
 صلح کی تو صلح ہوگا ان عمقا علی مال ذمیت الوار لو باقرار او الالالا بنیتہ در اور صلح مذکور آزادی بعض مال تھمراگی اور مدعی کا و لا ثابہت ہوگا  
 اگر صلح مدعا علیہ کے اقرار دعوی سے ہوئی اور اگر اقرار سے ہو بلکہ سکوت یا انکار مدعا علیہ سے صلح ہوئی ہو تو و لا ثابہت ہوگا مگر گواہوں سے  
 کذا فی الدرر قلت ولا یعود بالبیتہ رقیقا کذا فی کل موضع اقام بنیتہ بعد الصلح لایستحق المدعی لانا باخذ البذل باختیارہ نزل بانفا علی حفظہ میں  
 کہتا ہوں اور بعد صلح کے گواہوں سے مدعا علیہ پھر کر غلام نہ ہو جائیگا اور اسی طرح ہر جگہ کہ مدعی گواہ قائم کرے بعد صلح کے مدعا کا مستحق نہ ہوگا اسواسطے کہ  
 مدعی باختیار خود بدل صلح کے لینے سے مانع تھمرا دیا گیا اسکو یاد رکھنا چاہیے و عن دعوی الزوج النکاح علی غیر مذمومہ اور صلح صحیح ہے دعوی نکاح زوج  
 سے غیر منکوحہ یعنی غیر منکوحہ عورت پر ایک مرد نے نکاح کا دعوی کیا اور اس عورت نے کچھ دیکر صلح کر لی تو صلح ہے اور اگر اسکا زوج ثابت ہوگا

تو نکاح مدعی کا ثابت نہ ہوگا تو ظلع بھی صحیح ہوگا وکان ضلعاً ولا یطیب لوبطل اور مدعی نکاح کے حق میں بل صلح بدل خلع ٹھہریگا اور مدعی کو حلال نہ ہوگا  
اگر وہ دعوی نکاح میں کاذب ہوگا مگر عدم صلت بدل اس مسئلہ میں مخصوص نہیں بلکہ جمیع دعاوی کا ذہبی کی صلح میں یہ حکم جاری ہے کذا فی الخطا و صحیح  
الزوج لعدم الدخول اور عورت کو زوج حلال ہوگا بوا سطر عدم دخول کے ولو اذعت المرأة نصابہا لم یصح وقایہ و نقایہ و در رد و ملتقی و صحیح فی الجنبین  
والاختیار و صحیح الصحیح فی ذرر البجار اور اگر عورت نے ایک مرد پر نکاح کا دعوی کیا اور مرد نے کچھ مال دیکر صلح کر لی عورت کو تو صلح صحیح نہ ہوگی کذا فی الوقایہ  
و نقایہ والدرود الملتقی اور صحیح کہا ہے عدم صحت کو مجتہد اور اختیار میں اور صحت صلح کی تصحیح کی ہے ذرر البجار میں ان قتل العبد الماذون له رجلاً  
عبد الم بجز صلحہ عن نفسه لانه لیس من تجارۃ فلم یزیم المولیٰ لکن لیسقط بہ القود و یؤخذ بالبدل بعد عمقہ اور اگر عید ماذون له فی التجارۃ نے ایک مرد  
کو عیداً قتل کیا تو اسکا صلح کرنا اپنی ذات سے یعنی اپنی جان کے بچانے کی واسطے جائز نہیں اسواسطے کہ صلح مذکور تجارت کے باب سے نہیں تو یہ  
صلح اس کے مولی پر لازم نہ ہوگی لیکن صلح سے قصاص غلام پر سے ساقط ہو جائیگا اور بدل صلح کا مواخذہ اس سے ہوگا بعد اسکے آزاد ہونے کے  
وان قتل عبد له لے ماذون رجلاً و صلح الماذون عنہ جائز لانه من تجارۃ اور اگر عید ماذون کے غلام نے ایک مرد کو عیداً مار ڈالا  
اور ماذون نے اپنے غلام کی طرف سے صلح کر لی اولیاء سے مقول سے تو جائز ہے اسواسطے کہ وہ اسکی تجارت کے باب سے ہے یعنی اسواسطے کہ  
استخلاص اسکا اسکی خریداری کے مانند ہے تو جیسے ماذون کو غلام کا خرید کرنا جائز ہے ویسے ہی صلح کر کے اسکی جان بچانا بھی جائز ہے و المکاتب  
کا کج اور عید کا تب آزاد کے مانند ہے جو از صلح میں اپنی ذات سے اسواسطے کہ وہ مولی کے تصرف سے خارج ہے و الصلح عن المنصوب لہا لک علی  
اکثر من قیمتہ قبل القضاء بالقیمۃ جائز کصلو بعض و صلح کرنا منصوب ہا لک اکثر پر اسکی قیمت کی قیمت کے حکم ہونیسے پہلے جائز ہے جیسے منصوب سے  
صلح بعض اسباب کے صحیح ہے مثلاً ایک شخص نے دوسرے کا غلام جسکی قیمت ہزار ہے غصب کیا اور وہ غلام مر گیا پھر ہنوز قاضی نے اسکی قیمت دینے کا حکم  
نہیں دیا کہ غاصب نے دو ہزار دیکر اس کے مالک سے صلح کر لی تو یہ جائز ہے امام کے نزدیک جیسے اسباب کے صلح جائز ہے خواہ اسکی قیمت کم ہو یا زیادہ  
فلما قبل بنیۃ الغاصب بعد ائصال الصلح علی ان قیمتہ اقل مما صلح علیہ جب منصوب ہا لک کی قیمت زیادہ ہے صلح جائز ہوتی تو بعد صلح کے  
غاصب کے گواہ اس پر کہ قیمت منصوب کی کتر ہے مصلح علیہ سے مقبول نہیں ولا رجوع للغاصب علی المنصوب منہ شے لکما لیتصاد قابلاً انہا اقل  
بجر اور غاصب کو کوئی چیز پھیر لینا جائز نہیں منصوب منہ سے جیسے کہ رجوع نہیں اگر دونوں بعد صلح کے اتفاق کریں اس پر کہ قیمت کتر ہے مصلح علیہ سے  
کذا فی الجور لو اعتق مومر عبداً مشترکاً فصالح المومر الشریک علی اکثر من نصف قیمتہ لایجوز لانه مقدر شرعاً بطل الفضل اتفاقاً اور اگر بالدار  
نے مشترک غلام آزاد کیا پھر بالدار نے اپنے شریک کے غلام کی قیمت نصف سے زیادہ تر صلح کی تو نہیں جائز ہے اسواسطے کہ عتق میں قیمت شرعاً مقدر اور  
منصوص علیہ ہے تو قیمت پر زیادتی باتفاق امام اور صاحبین کے باطل ہے کہ صلح فی المسئلۃ الاولی علی اکثر من قیمتہ المنصوب بعد القضاء  
بالقیمۃ فانہ لایجوز لان تقدیر القاضی کا شارح چنانچہ مسئلہ اولی میں منصوب کی قیمت سے زیادہ تر صلح کرنا بعد از حکم قیمت جائز نہیں اسواسطے کہ  
قاضی کا قیمت ٹھہرانا شارح کے ٹھہرانے کے مانند ہے یعنی اسواسطے کہ قاضی اجرے احکام شرعیہ میں شارع کا نائب ہے و اللہ تعالیٰ اعلم و کذا لوصالح بعض صح  
وان کانت قیمتہ اکثر من قیمتہ منصوب تلف لعدم الربو اور اسی طرح اگر صلح کرے بعض اسباب و متاع کے تو صحیح ہے اگرچہ اسباب کی قیمت  
منصوب ہا لک سے زیادہ ہو بسبب عدم ربو ام اسواسطے کہ ربو تحقق نہیں ہوتا ہے در صورت اختلاف جنس و صح فی الجنایۃ العمد مطلقاً لونی نفس  
مع اقرار اکثر من الدیۃ و الارش او باقل لعدم الربو اور صلح صحیح ہے جنایت عمد میں مطلقاً اگرچہ صلح قتل نفس میں ہوا اور کیسے اکثر دیت  
ارش سے یا کتر سے بوا سطر عدم ربو ام عمد میں مطلقاً صلح درست ہے خواہ عمد نفس میں ہو خواہ ماذون نفس میں خواہ صلح لوقر ہو یا نکاح یا اسکت سے

کتاب اہلح

Marfat.com



اس میں قلت اور کثرت اس واسطے رہا نہیں کہ جنابت عمدین قصاص واجب ہے اور قصاص مال نہیں تو رہا اس میں تحقق نہیں فی الخطا کذا لک  
 تصحیح الزیادۃ لان الدیۃ فی الخطا مقدرة حتی لو صلح بغير مقادیر باصح کیف کان بشرط المجلس لئلا یكون دینا بدین اور جنابت خطا میں اسی طرح  
 یعنی اگر خطا نفس میں تقرر کے ساتھ دیت سے زیادہ پر صلح صحیح نہیں اس واسطے کہ خطا میں دیت شرعاً معین اور مقرر ہے تو اگر مقادیر دیت کی سفارش سے صلح  
 کی تو صحیح ہے جس طرح سے کہ ہو خواہ کم خواہ زیادہ تا افتراق عن الدین بالمدین نمودین اول سے دیت مراد ہے اور ثانی سے مصالح علیہم خطا کی دیت شرع  
 میں سوا اونٹ یا ہزار دینا یا دس ہزار درم مقرر ہے تو اسپر زیادہ کرنا بطریق صلح کے مثلاً دو سوا اونٹ یا دو ہزار دینا یا پندرہ ہزار درم پر جائز نہیں جیسے  
 دعویٰ دین میں جنس میں سے اکثر پر صلح جائز نہیں اور اگر مقادیر مثلثہ مذکورہ کے سفارش سے صلح ہو چنانچہ اونٹ کے سوا اور حیوانات پر اور اسباب پر بشرط  
 اتحاد مجلس جائز ہے و تبیین القاضی احدہما یصیر غیرہ کجس آخر اور مقادیر مثلثہ مذکورہ سے ایک مقدار کو قاضی کے مقرر کر دینے سے اسکے سوا اور مقدار  
 دوسری جنس کے مانند ہو جاتی ہے یعنی اگر قاضی نے مثلاً دیت خطا میں فقط اونٹ کا حکم دیا پھر مدعا علیہ نے مقادیر دیت سے اور جنس پر صلح کی زیادہ  
 کر کے مثلاً دو ہزار دینا یا پندرہ سو درم پر صلح کی تو جائز ہے اس واسطے کہ اونٹ میں حکم قاضی حق تعین ہو گیا تو دینا اور درم اسکے سفارش پھر سے  
 دوسری جنس کے مانند تو حمل علی المعاضضہ ممکن ہو گیا کذا فی المنج و لو صلح علی خمر فتلزم الدیۃ فی الخطا ویسقط القود لعدم ما یرجع الیہ اختیار اور  
 اگر صلح کی شراب پر تو صلح فاسد ہے تو اب اسپر خطا کی دیت لازم ہوگی اور قصاص ساقط ہوگی یعنی عمد میں سبب ہونے اس چیز کے جسکی طرف  
 رجوع کیجئے کذا فی الاختیار و کل زید عروا بالصلح عن دم عمدا و علی بعض من یدعیہ علی آخر من کیل و موزون لزم بدلہ للموکل لانه اسقاط فکان  
 الوکیل سفیرا وکیل کیا زید نے عمر کو قتل عمد کی صلح کرنے کا یا بعض دین کی صلح پر وکیل کیا جس دین کا وہ مدعی ہے دوسرے شخص پر بچل کیل اور موزون  
 کے تو بدل صلح کا موکل کو لازم ہوگا اس واسطے کہ وہ اسقاط ہے یعنی اسقاط قصاص قاتل سے یا اسقاط بعض دین پر مدعا علیہ سے تو وکیل سفیر تھرا نہ عاقد  
 م یہ اس صورت میں ہے جبکہ وکیل قاتل کی طرف سے صادر ہو نہ ولی مقتول کی طرف سے کیونکہ وہ اخذ ہے تو اسکو یون نہیں کہہ سکتے کہ بدل صلح اسکو دینا لازم  
 ہے اور اسی طرح مسئلہ دین میں مدعی کی طرف سے وکیل ظاہر نہیں اس واسطے کہ مدعی موکل ہے تو بدل صلح اسکو کیونکہ لازم ہوگا تو ماتن کو یون کہنا بہتر تھا  
 اور علی بعض دین یدعیہ علیہ آخر کذا فی الخطا وی الا ان لضمیمۃ الوکیل فیواخذ بضمانہ لکن لو وقع الصلح من الوکیل عن مال بمال عن اقرار فیلزم الوکیل  
 لانه حیثئذ ینبع مگر یہ وکیل بدل صلح کا ضامن ہو تو وہ ماخوذ ہوگا اپنے ضامن ہونیکے سبب نہ وکیل ہونیسے چنانچہ اگر صلح وقع ہو وکیل کے دعویٰ مال سے  
 بوض مال کے موکل کے اقرار سے تو بدل صلح وکیل کو لازم ہوگا اس واسطے کہ صلح اسوقت میں بیع کے مانند ہے یعنی اور بیع میں وکیل کی طرف حقوق واجب  
 ہوتے ہیں اما اذا کان عن انکار لایلزم الوکیل مطلقا بحد و در اور اگر صلح ہوا نکار مدعا علیہ سے تو بدل صلح وکیل کو مطلقاً لازم نہیں کذا فی البود اللہ درم  
 مطلقاً وکیل کو لازم نہیں خواہ صلح دم عمد میں ہو خواہ دین خواہ اسکے غیر میں کذا فی الخطا وی صلح عنہ فضولی بلا امر صح ان ضمن المال و  
 اضاف الصلح ان مالہ او قال علی ہذا او کذا وسلم المال صح و صار تبرعاً فی الكل الا اذا ضمن بامرہ عوی زادہ مصاحح کیا فضولی نے مدعا علیہ  
 کی جانب سے بدون اسکے ارکے تو صلح صحیح ہے اگر فضولی مال کا ضامن ہو یا صلح یعنی بدل صلح کو اپنے مال کی طرف نسبت کرے یا یون کے نقد  
 جس کی طرف اشارہ کرے کہ صلح کرتا ہوں اسپر یا یون بولا کہ اسنے پر مثلاً ہزار مال کو تسلیم کرے تو صلح صحیح ہے اور فضولی تبرع  
 ہو جائیگا سب صورتوں میں مگر جبکہ ضامن ہو مدعا علیہ کے امر سے تو تبرع ہوگا کذا فی عوی زادہ ص اضافت الی مالہ کی یہ صورت ہے کہ  
 فضولی یون کے کہ میں نے صلح کی مجھے ہزار درم پر اپنے مال سے یا اپنے فلا نے غلام پر اور تسلیم مال چوتھی صورت کی قید ہے و الا لزم  
 فی الصورة الرابعة فهو موقوف فان اجازہ المدعی علیہ جاز و لزمہ البدل والا بطل اور اگر مال تسلیم نہ کرے چوتھی صورت میں تو صلح موقوف ہوگا اگر

کے مقرر ہونے سے صلح صحیح ہے  
 اگر مقرر ہونے سے صلح صحیح ہے  
 دوزن کی بنا پر صلح صحیح ہے  
 کہ دوزن کی بنا پر صلح صحیح ہے  
 زیادہ پر صلح صحیح ہے  
 اسکی بعض دین سے صلح صحیح ہے  
 بطلان کے بعد صلح صحیح ہے  
 اسکی بعض دین سے صلح صحیح ہے

مدعا علیہ صلح کو جائز رکھے تو صلح جائز ہے اور اسکو بدل صلح لازم ہے اور اگر جائز نہ رکھے تو صلح باطل ہے و صلح فی جمیع ما ذکرنا من الاحکام الخمسة كالصلح اور صلح  
 جمیع مذکورات میں احکام خمسہ سے صلح کے مانند ہر جمیع صلح صادر ہو فضولی سے عورت کی طرف سے بے عوض بدل کے تو اگر فضولی بدل صلح کا ضامن  
 ہو یا اسکو اپنے مال کی طرف نسبت کرے یا اشارہ کرے تو صحیح ہے اور فضولی کو بدل لازم ہے اور وہ تبرع ہے اور اگر بدل کو مطلق ذکر کرے تو اگر تسلیم کرے  
 تو صحیح ہے اور نہیں تو عورت کی اجازت پر موقوف ہے ادعی وقفیتہ و اولادہ لانیۃ لہ فصالحہ المنکر لقطع الختہ و جاز و طاب لہ البدل لو صاد قافی  
 و عواہ و قبیل قافلہ صاحب الاجناس لا یطیب لانیۃ معنی و بیع الوقف لا یصح ایک شخص نے ایک گھر کے وقف ہو نیکاد دعوی کیا اور مدعی کے گواہ  
 نہیں پھر مدعا علیہ منکر وقف نے قطع خصوصیت کے واسطے اس سے صلح کر لی تو جائز ہے اور مدعی کو واسطے بدل صلح کا لینا حلال ہے اگر وہ اپنے دعوی میں  
 سچا ہو اور بعض سوچے کہا زفال اس قول کا صاحب جناس ہے کہ بدل مذکور حلال نہیں اس واسطے کہ یہ صلح حقیقت میں بیع ہے اور بیع وقف کی صحیح نہیں  
 کل صلح بعد صلح فالثانی باطل جو صلح کے بعد صلح کے ہو تو دوسری صلح باطل ہے صلح ثانی اس وقت باطل ہے کہ علی سبیل الاستقاط ہو اور جبکہ عوض صلح  
 پھر دوسری عوض پر صلح ہو تو دوسری صلح جائز ہے اور اول صلح نسخ ہو جائیگی مانند بیع کے کذانی الطحاوی عن ابی اسود کذا النکاح بعد النکاح و الحوالہ بعد الحوالہ  
 و الصلح بعد الشراء و الاصلح نکاح بعد نکاح کے اور حوالہ بعد حوالہ کے اور صلح بعد خرید کے باطل ہے صلح نکاح خلائی ہے جامع الفصولین میں ہے ایک  
 عورت سے نکاح کیا پھر ہزار درم پھر اس سے نکاح دو ہزار کے پھر کیا تو دو ہزار کا ہر ثابت ہوگا اور بعضوں نے کہا ہزار کا ہر ثابت ہوگا انتہی اور مذہب میں ہے  
 کہ ہر معلوم پر نکاح کیا پھر دوسرے میں پر نکاح کیا تو دونوں کی ہر ثابت ہیں قول صحیح میں کذانی حاشیۃ الاشباہ للحموی اور صلح بعد شراکی یہ صورت ہے کہ ایک شخص  
 نے گھر دوسرے سے سول لیا پھر مشتری نے بلع پر دعوی کیا کہ گھر میری ملک ہے سو بلع نے اس سے صلح کی تو یہ صلح باطل ہے بسبب تناقض کے اس واسطے کہ اقدام  
 مشتری کا خرید پر ملک بلع کی دلیل ہے پھر دعوی اور صلح بعد اس کے صورتاً تناقض ہے جامع الفصولین میں ہے کہ اگر خریداری بعد صلح کے ہو تو خریداری صحیح ہے  
 اور صلح باطل ہے کذانی الطحاوی والاصل ان کل عقد اجد فالثانی باطل لان فی ثلث مذکورۃ فی بیوع الاشباہ الکفالتہ والشراہ والابارۃ فلتراجع اور قاعدہ  
 کلیہ بطلان صلح ثانی وغیرہ کا یہ ہے کہ جو عقد کہ دوسری بار منعقد ہو تو عقد ثانی باطل ہے مگر میں عقدوں میں جو اشباہ کی کتاب بیوع میں مذکور ہیں عقد ثانی  
 باطل نہیں یعنی عقد کفالت اور عقد شراہ اور عقد اجارہ تو اسکی طرف مراجعت کرنا چاہیے مگر تو اگر مدعا علیہ سے ایک ضامن لیا پھر دوسرا ضامن لیا تو صحیح ہے  
 اور ضامن اول ضامن ثانی کی ضمانت بری الذمہ ہوگا چنانچہ خانیہ میں ہے اور شراہ بعد شراہ جبکہ اس قول کے معارض ہو اس طرح کہ اس سے زیادہ ہو یا کم تو عقد اول  
 نسخ ہوگا اور ثانی مستبر ہوگا اور اگر عقد ثانی ثمن اول کے برابر ہو تو اول نسخ ہوگا والاجارۃ علی ہذا القیاس کذانی الطحاوی اقام المدعی علیہ بنتہ بعد ان  
 عن انکار ان المدعی قال قبلہ ای قبل الصلح لیس لی قبل فلان حق فالصلح ماض علی الصوۃ مدعا علیہ نے گواہ قائم کئے بعد اس صلح کے  
 جو مدعا علیہ کے انکار سے ہوئی کہ مدعی نے کہا تھا قبل صلح کے کہ یہ لڑکھو حق نہیں فلا نے کی جانب تو صلح جاری اور نافذ ہو صحت پر مگر گواہ اس واسطے مقبول  
 نہیں کہ شاید مدعی کا حق ثابت ہو بعد اس اقرار کے بخلاف مسئلہ لاحقہ کے کہ اس میں مدعی کا یہ اقرار ہے کہ وہ بطل ہے اپنے دعوی میں ولو قال المدعی  
 بعد ما کان لی قبلہ قبل المدعی علیہ حق لبطل الصلح بر قال المصنف وہ مفید لاطلاق العادیۃ اور اگر مدعی نے صلح کے بعد کہا کہ میرا مدعا علیہ کی جانب  
 کچھ حق نہیں تو صلح باطل ہوگی کذانی المصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ بجز الرکن کی روایت اطلاق علیہ میں قید کی لگانے والی جمعیہ کی عبارت ہے  
 ادعی کہ فصالحہ ثم ظہر بعدہ ان لاشئی علیہ بطل الصلح انتہی یعنی بکرنے دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اس سے مصالحہ کر لیا بعد اسکے ظاہر ہوا کہ اس پر کچھ حق نہیں تو صلح  
 باطل ہے تو ظہر عدم حق بعد صلح میں یہ قید ہے کہ ظہر عدم حق بعد صلح کے اقرار سے مراد ہے نہ مصالحہ کے اس اقرار کی گواہی جو اقرار کہ صلح پر مقدم ہے  
 کذانی الطحاوی ثم نقل عن دعوی لبرازیۃ انه لو ادعی الملک ہتہ اخری لم یبطل صلحہ پھر مصنف نے اپنی شرح میں لبرازیہ کی کتاب دعوی نقل کیا کہ اگر مدعی



ملک کا دعویٰ کرے دوسری جہت تو صلح مذکور باطل نہیں تو اس تناقض بطلان اور عدم بطلان کی تحریر کرنا چاہیے ہم خلاصہ مضمون بزازیہ کا یہ ہے کہ بطلان صلح اس وقت ہرچیکہ ملک اقرار متحد ہو چنانچہ اول بوجہ ہر اٹھ دعویٰ کرے پھر کہ کہ میراث کی وجہ سے میراثی نہیں اور اگر کہ کہ میراثی نہیں بطریق میراث کے پھر دعویٰ کرے کہ میراثی ہر بطریق خرید یا بیسہ کے تو صلح باطل نہیں انتہی طحاوی نے کہا تحریر کی کچھ حاجت نہیں کہ بزازی نے اتحاد اقرار کی بطلان صلح میں قید لگائی ہے تو اس میں کچھ اشکال نہ ہو اور صلح عن اللہ دعویٰ الفاسدہ بصیح وعن الباطلہ لاد الفاسدہ مایکن یصح اور صلح کرنا دعویٰ فاسدہ سے صحیح اور دعویٰ باطلہ سے صلح صحیح نہیں دعویٰ فاسدہ وہ ہے جسکی تصحیح ممکن ہو کذا فی الجرم دعویٰ فاسدہ وہ ہے جس میں تناقض واقع ہو اور صلح صحیح دعویٰ برع تناقض ہے مثلاً اور دعویٰ باطلہ جیسے شراب اور سور کا دعویٰ مسلمان کے تو باطلہ وہ ٹھہرا جسکی تصحیح ممکن نہیں اور منجملہ دعویٰ باطلہ صلح ہے دعویٰ صریح اور دعویٰ اجرت نامکرم یا منقبتہ یا تصویر محرم سے کذا فی الطحاوی حرر فی التا شبہ ان الصلح عن انکار بعد دعویٰ فاسدہ فاسد الان فی دعویٰ مجہول فجائز یلخص اور اشباہ میں تحریر کی ہے کہ صلح انکار دعویٰ سے بعد دعویٰ فاسدہ ہے مگر مجہول کے دعویٰ کے بعد جائز ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م طحاوی نے کہا عمدتہ تحریر وہی ہے جو ماتن نے تفصیل ذکر کی کہ دعویٰ فاسدہ سے صلح صحیح اور باطل سے غیر صحیح اس واسطے کہ بزازیہ میں مذکور ہے کہ صلح خوارزم کا فتویٰ اسپر ٹھہر گیا ہے کہ جس دعویٰ فاسدہ کی تصحیح ممکن نہیں اس پر صلح صحیح نہیں اور جسکی تصحیح ممکن ہے چنانچہ حد مذکور نہ ہو کسی حد میں غلطی واقع ہو تو صلح صحیح ہے انتہی وقیل اشترط صحۃ الدعوی لصلح غیر صحیح مطلقاً فیصح الصلح مع بطلان الدعوی کما عمدہ صد الشریعۃ آخر الباب آخر ابن کمال وغیرہ فی باب لا تحقیق کما فرجہ اور بعضوں نے کہا شرط کرنا صحت دعویٰ کا صلح کی صحت کی واسطے غیر صحیح ہے مطلقاً خواہ اسکی تصحیح ممکن ہو یا نہ ہو تو صلح صحیح ہے بطلان دعویٰ کے ساتھ چنانچہ صدر الشریعہ نے شرح وقایہ کے آخر باب صلح میں اسپر اعتماد کیا ہے اور ثابت رکھا ہے اسکو ابن کمال وغیرہ نے باب لا تحقیق میں چنانچہ مذکور ہو چکا تو اسکی طرف مراجعت کر م طحاوی نے کہا تجکو قول مفتی بہ معلوم ہو چکا اور صدر الشریعہ نے جو اسکی دلیل پڑی ہے کہ جب حق مجہول کا ایک گھر میں دعویٰ کرے پھر صلح ہو کسی چیز پر تو صلح صحیح ہے سو مفید اطلاق نہیں بلکہ صلح فقط دعویٰ مجہول میں صحیح ہے اس واسطے کہ اس دعویٰ کی تصحیح حق مجہول کے معین کر دینے سے صلح کے وقت ممکن ہے صلح عن دعویٰ حق الشرب حق الشفۃ وحق وضع الجذوع علی اللص اور صلح ہے صلح دعویٰ حق شرب اور حق شفۃ اور دیوار پر دھیان رکھنے کے حق سے بقول اصح م شرب کسراول عبارت ہے پانی لینے کی باری سے سابق مذکور ہو چکا کہ حق شفۃ سے صلح جائز نہیں تو وہاں مراد یہ ہے کہ ثابت حق شفۃ سے جائز نہیں اس واسطے کہ حق شفۃ مال نہیں جبکہ معاوضہ درست ہو اور یہاں مراد یہ ہے کہ دعویٰ حق شفۃ سے صلح صحیح ہے دفع میں کے واسطے یعنی تا مدعا علیہ کو در صورت عدم بنیہ دعویٰ قسم نہ کھانی پڑے الاصل انہ متی تو جہت ایمن نحو شخص فی ای حق کان فافتدی الیمن بدراہم جاز حتی فی دعویٰ التعزیر تجنبہ بخلاف دعویٰ حدود دُر اور حقوق مذکورہ کے دعاوی سے صحت صلح کا قاعدہ یہ ہے کہ جب قسم متوجہ ہوئی ایک شخص کی جانب کسی حق میں ہو سو اسنے یمن کے بدلے درم دیے تو جائز ہے یہاں تک کہ دعویٰ تعزیر میں فدیہ قسم جائز ہے کہ الجنبہ بخلاف دعویٰ حدود اور نسب کے کذا فی الدرر دعویٰ تعزیر کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اُس نے میری تکفیر یا تضلیل کی یا مجکو عیب لگایا اور قسم مدعا علیہ پر عائد ہوئی سو اُس نے قسم کے بدلے درم دیے تو بقول اصح جائز ہے اور دعویٰ نسب کی یہ صورت ہے کہ مثلاً عورت نے دعویٰ کیا کہ یہ بیٹا ہے اس مرد کا میرے پیٹ سے سو رنے ترک دعویٰ نسب کے معاوضہ کیا تو جائز نہیں الصلح ان کان یعنی المعاوضۃ بان کان دینا بعین منقوضہا او بفسخ المتصالحین اور صلح اگر یعنی معاوضہ ہو صلح پر کہ میں کا معاوضہ معین سے صلح ٹوٹ جاتی ہے دونوں کے تو ایسے یعنی متصالحین کے فسخ کر نیسے و ان کان لا یعنی اسی المعاوضۃ بل یعنی استیفاء بعض اسقاط بعض فلا تصح اقالہ ولا نقضہ لان لاسقاط لا یعد وقینہ وصیرقینہ یلخص اور اگر صلح یعنی معاوضہ نہ ہو بلکہ یعنی استیفاء بعض حق اور



استقاط بعض حق کے ہو تو صلح کا اقالہ صحیح نہیں اور نہ اسکا توڑنا اس واسطے کہ ساقط چیز نہیں پھر آتی کذا فی القیئہ والیسیر فیہ نو اسکو یاد رکھنا چاہیے  
 و لو صلح عن دعویٰ ار علی سکنے بیت نہما ابد او صلح علی درایم الی الحصلوا و صلح مع الموعذ بید دعویٰ الی اہلاک لم یصح الصلح  
 فی الصور الثالث سراجیہ اور اگر گھر کے دعویٰ سے صلح کی اسی میں سے ایک کو ٹھہری کے ہمیشہ رہنے پر یا صلح کی درمیان کے دینے پر کھیتوں کے کاٹنے تک  
 صلح کی مستوج نے سود سے بلا دعویٰ ہلاک و دیعت تو صلح صحیح نہیں تینوں صورتوں میں کذا فی السراجیۃ قید بعدم دعویٰ الی اہلاک لانه  
 لہ اذعاہ و صلحہ قبل الیمین صح بہ نفی خانیہ مصنف نے عدم دعویٰ ہلاک و دیعت کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ہلاک و دیعت کا دعویٰ ہو اور  
 صلح کرنے قبل قسم کھانے کے تو صلح صحیح ہے اسی قول کا فتویٰ ہے کذا فی الخانیہ و یصح الصلح بعد حلف المدعی علیہ و فعال للنزاع باقائتہ  
 بسنیۃ اور صلح مدعا علیہ کے قسم کھانے کے بعد صحیح ہے تاکہ گواہ لانے کا جھگڑا دفع ہو جائے یعنی صلح مذکور اس واسطے جائز ہے تاکہ مدعی گواہ  
 اگر پھر جھگڑا قائم نہ کرے و لو برہن المدعی بعدہ علی اصل الدعویٰ لم تقبل لانی الوسی عن مال التیم علی انکار اذا صلح علی بعضہ ثم وجد البنیۃ  
 فانما تقبل اور اگر گواہ لاوے مدعی بعد صلح کے اصل دعویٰ پر تو مقبول نہیں مگر وصی کے دعویٰ میں تیم کے مال سے مدعا علیہ کے انکار پر جبکہ  
 وصی نے صلح کی ہو مدعا علیہ منکر سے بعض مال پر پھر وصی نے تمام مال تیم کے گواہ پائے تو گواہ مقبول ہیں و لو بلغ البیۃ فاقاہما تقبل و یطلب  
 بیئہ لایحلف اشباہ اور اگر تیم لڑکا کا بالغ ہو پھر اسے گواہ قائم کئے تو بعد صلح کے گواہ مقبول ہیں اور اگر مدعا علیہ سے قسم طلب کیجائے تو قسم نہ  
 لیجانے لگی کذا فی الاشباہ طلب بیئۃ مقبول ہے یعنی اگر وصی بعد صلح کے مدعا علیہ سے قسم چاہے یا تیم قسم چاہے بعد بلوغ کے تو قسم نہ لیجائیگی  
 کذا فی الطحاوی عن حواشی الاشباہ و قیل لا جزم بالاول فی الاشباہ و بالثانی فی السراجیۃ و حکا ہما فی القیئۃ مقدمات الاول اور دوسرا  
 قول یہ ہے کہ صلح بعد حلف مدعا علیہ صحیح نہیں یقین کیا ہے اول قول پر یعنی صحت صلح پر اشباہ میں اور قول ثانی پر یعنی عدم صحت پر سراجیہ میں  
 اور دونوں قولوں کو قیئہ میں ذکر کیا ہے پہلے قول کو پہلو بیان کر کے م قول ثانی یعنی عدم صحت صاجین کا قول ہے چنانچہ معین المفتی میں ہے  
 اور قول اول محمد بن حسن کی روایت ہے امام سے کذا فی الطحاوی طلب الصلح والابراہ عن الدعوی لایکون اقراہ بالدعوی عند التقدم  
 و مخالفہ المتأخرون والاول اصح بزاتیہ درخواست کرنا صلح کا دعویٰ سے اور درخواست کرنا برا کا دعویٰ سے دعویٰ یعنی مدعا بہ کا اقرار  
 نہیں متقدمین کے نزدیک اور علماء متأخرین ان کے مخالف ہیں اور پہلا قول صحیح ہے کذا فی الزازیہ بخلاف طلب الصلح عن المال  
 والابراہ عن المال فانہ اقراہ اشباہ بخلاف درخواست صلح کے مال سے اور درخواست ابراہ کے مال سے کہ وہ اقرار ہے مال کا کذا فی الاشباہ م وجہ  
 اسکی یہ ہے کہ صلح عن الدعوی یا ابراہ عن الدعوی سے قطع نزاع مقصود ہے تو ثبوت حق لازم نہیں بخلاف صلح عن الحق یا ابراہ عن الحق کے وہ ثبوت  
 حق کا مقتضی ہے صلح عن عیب او دین و ظہر عدمہ او زال العیب بطل الصلح ویر ما اخذہ اشباہ و در صلح کی بائع نے عیب یا دیون سے دین سے  
 اور عدم دین یا عدم عیب ظاہر ہو یا عیب کا دور ہو گیا تو صلح باطل ہوگی اور اسکو پھر دے جسکو اسے لیا یعنی بدل صلح کذا فی الاشباہ والذکر  
 فصل فی دعویٰ الدین یہ فصل ہے دعویٰ دین کے حکام میں الصلح الواقع علی بعض ضمیم مال علیہ من دین او غصب خذ بعض حقہ  
 و حط لباقیہ لامعاوضۃ للربوا جو صلح کو واقع ہو اس مال کی بعض جنس جو مدعا علیہ پر ثابت ہے دین یا غصب سے وہ اپنے بعض حق کا لینا ہے اور باقی حق  
 لکھنا اور زائل کرنا معاوضہ نہیں ہے بیع کے سبب سے اسکو معاوضہ قرار نہ دینگے تاکہ اور زیادتی عوضین سے بیع نہ لازم آوے اور وہ صحیح  
 نہیں اور عاقل کا تصرف بقدر امکان صحت پر محمول ہے و حیثیۃ فصل الصلح بلا اشتراط قبض بدلہ عن الف حال علی ماتہ حالہ اور اسوقت میں  
 یعنی جبکہ صلح مدعا کو راضی بعض حق اور استقاط بعض حق ٹھہری نہ معاوضہ تو یہ دون شرط ہونے قبض بدل صلح کے صلح صحیح ہے ہزار ہلاکت سے سو

Marfat.com

بلامت پر ہم بال صلح سے یہاں بدل ظاہری مراد ہے بقدر صلح واقع ہو اور حقیقت یہاں بدل نہیں بلکہ وہ بعض حق کا لینا ہے اور یہ مثال فقط  
استقاط بعض حق کی ہے اور علی الف موجب یا صلح صحیح ہے ہزار بلامت سے ہزار موجب پر ہم اس مثال میں وصف حلول کا استقاط ہے وعن  
الف جیاد علی ما زیون اور صلح صحیح ہے ہزار کھرے درم سے کھونٹے سو درم پر ہم اس مثال میں مقدار اور وصف دونوں کا استقاط ہے ولا یصح  
عن درہم علی دنائیر موجدہ لعدم الجنس فکان ہر فاعلم بوجہ نسبتہ اور صلح صحیح نہیں درہم سے دنائیر موجب پر بسبب ہونے جنس کے تو یہ عقد صرف ٹھہرا  
تو بطریق نسبتہ جائز ہو گا مگر یعنی دینار حق کی جنس نہیں ہے کہ اخذ بعض حق ٹھہر کے صلح موجب جائز ہو بلکہ یہ معاوضہ ہے عقد صرف کا تو مدت صحیح ہوگی  
اور عن الف موجب علی نصفہ حالاً الا انی صلح المولی مکاتبہ فجوڑنے یعنی یا صلح صحیح نہیں ہزار درم موجب سے پانسو درم بلامت پر مگر مولی کی صلح  
میں اپنے مکاتب سے جائز ہے کذا فی الزلیعی ہم اجل یعنی مدت مدیون کا حق تھا بعقدہ انیہ تو نصف موجب کا لینا عوض ہوا اجل سے اور اجل کا عوض  
یسا حرام ہے بخلاف صلح مولی اس واسطے کہ احسان مولی کا ظاہر تر ہے معاوضہ سے کذا فی الخطاوی یخصاً او عن الف سو و علی نصفہ بیضا والاسل  
ان الاحسان ان وجد من الدائن فاستقاط وان نہا معاوضۃ یا صلح صحیح نہیں ہزار سیاہ درم سے پانسو سفید درم پر اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ احسان اگر  
دائن کی طرف سے پایا جاوے تو استقاط حق ہے اور اگر دائن اور مدیون دونوں کی طرف سے پایا جاوے تو وہ معاوضہ ہے ہم دائن کا احسان یہ کہ  
اُس صلح کرے جو اسکے حق سے کتر ہے مقدار یا وصف یا وقت میں اور دائن اور مدیون کا احسان یہ کہ صلح میں وہ چیز داخل ہو جس کا دائن مستحق نہیں  
چنانچہ سفید درم کا ہونا بدلے سیاہ کے یا تعیل موجب کی یا ایک جنس کی صلح ہونی دوسری جنس سے پھر جب معاوضہ ٹھہرا تو معاوضہ کا حکم اُس میں جاری  
ہوگا تو اگر بیاج یا بیاج کا شبہ ثابت ہوگا تو معاوضہ فاسد ہوگا اور نہیں تو صلح ہوگا کذا فی الخطاوی قال لغزیرہ او الی خمس ما تہ غدا من الف  
لی حلک علی انک بری من النصف الباقی فمقبل و اوی فیہ بری وان لم یوہ ذلک فی الغد عا دینہ کما کان لغوات التقیئد  
بالشرط دائن نے اپنے مدیون سے کہا لے آیرے پاس پانسو کل اُس ہزار سے جو میرے بچھیر ہیں اس شرط پر کہ تو بری الذمہ ہو جائیگا نصف باقی سے  
سو مدیون نے قبول کیا اور اسی دن پانسو ادا کیے تو بری الذمہ ہوگا اور اگر اُس پانسو کو کل کے دن ادا نہ کیا تو اُس کا دین پورا پھر آویگا چنانچہ  
پہلے شرط کے تھا بسبب فوت ہونے شرط کی تقیید کے م قول مذکور میں شرط صحیح نہیں بلکہ شرط معنوی ہے بلکہ علی تو گویا دائن نے پانسو ادا کرنے کی  
کل قید لگائی برأت میں تو در صورت عدم ادا شرط ثابت ہوگی و وجہ ہما خمسہ احد ہاذا و الثانی ان لم یوقت بالغد لم یعد لانه ابرا مطلق اور  
اس مسئلے کی پانچ صورتیں ہیں ایک ان میں سے یہی صورت ہے جو مذکور ہو چکی اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر دائن نے کل کی قید نہ لگائی تو عدم  
ادا سے دین اعادہ نہ کریگا اس واسطے کہ وہ مطلق ابرا ہم صورت مسئلہ یہ ہے کہ دائن نے مدیون سے کہہ کر مجھ کو پانسو سے ہزار سے ابرا کر تو بری ہے  
باقی سے تو اگر مدیون ادا نہ کریگا تو دین کا اعادہ ہوگا کیونکہ قول مذکور ابرا مطلق ہے یہ ابرا سے مطلق اس واسطے ہوا کہ جب ادا کا وقت  
معیّن نہ کیا تو ادا سے غرض صحیح نہ رہی کیونکہ مدیون پر تو ادا واجب ہے ہر وقت تو برأت مقید بادا نہ رہی و الثالث و کذا  
لوصالحہ من دینہ علی نصفہ بدفعہ الیہ غدا و ہو بری ما فضل علی انہ ان لم یدفعہ غدا قال لکل علیہ کان الامر کالوجہ الاول کما قال  
لانہ صریح بالتقیید اور تیسری صورت یہ ہے اور اسی طرح اگر دائن مصالحو کرے اپنے دین سے نصف دین پر کہ مدیون اس کو کل نصف دین ادا کرے اور مدیون  
زائد از نصف سے بری ہے اس شرط پر کہ اگر اس کو کل نہ دے تو تمام ابرا ثابت ہے تو حکم پہلی صورت کے مانند ہوگا جیسا کہ دائن نے کہا اس واسطے کہ اس  
قول میں برأت کی ضرورت تقیید ہے ہم تو اس صورت میں اگر مدیون قبول کرے یعنی اور ادا بھی کرے تو باقی سے بری ہوگا اور اگر کل ادا کرے تو  
سبب میں ابرا قائم ہے بالاجماع کذا فی شرح الوتایہ والرابع فان ابراہ عن نصفہ علی ان یطیئہ باقی غدا ہو بری وی الباقی نے الغد

اولا لبد ایتہ بالاراء لابلاد اور چوتھی صورت یہ ہے سو اگر دائن نے دیون کو بری کر دیا نصف دین سے اس پر کہ دیون اسکو باقی از نصف کل نے  
تو وہ بری ہوگا باقی کو کل اد کرے یا نہ کرے اس واسطے کہ دائن نے پہلے ابرا کو ذکر کیا نہ اور کو بخلاف صورت ثانیہ و التماس لوعلق بصیرح الشرط کان  
اویت الی کذا او اذ اوتی لایصح الابلاد لما تقران تعلیقہ بالشرط صحیح باطل لانه تملیک من وجہ اور پانچویں صورت یہ ہے کہ اگر دائن ابرا کو صریح  
شرط کے ساتھ معلق کرے چنانچہ یون کہے کہ اگر تو مجھکو اس قدر اد کرے یا جب یا جو وقت اد کرے تو ابرا صحیح ہوگا اس واسطے کہ ابرا کی تعلیق صریح شرط کے  
ساتھ باطل ہے کیونکہ ابرا ایک راہ سے تملیک ہے م یعنی اگر یون کہے کہ اگر تو مجھکو اس قدر سے تو تو بری الیہ ہے باقی سے تو صحیح نہیں اس واسطے کہ ابرا میں  
تملیک و اسقاط دونوں معنی ہیں سو اسقاط کی تعلیق شرط کے ساتھ منافی نہیں اور تملیک تعلیق کے منافی ہے تو ہننے دونوں معنوں کی رعایت کی  
اور کہا کہ اگر تعلیق صریح ہو یعنی بحد شرط تو ابرا صحیح نہیں اور اگر تعلیق صریح نہ ہو چنانچہ بلفظ علی ہو جیسے اگلی چار صورتوں میں ہے تو ابرا صحیح ہے کذا  
فی شرح الوقایہ توضیح وان قال المدیون لآخر سالا افرکت لک حتی توخره عنی او تحط عنی ففعل لک ان التاخر او الحط صح لانه لیس  
ابکرہ علیہ اور اگر مدیون نے دوسرے یعنی دائن سے مخفی کہا کہ میں تیرے مال کا اقرار نہ کروں گا جب تک تو مجھکو تاخیر نہ دے مطالبہ دین سے یا میرے اوپر  
سے کچھ دین کم نہ کر ڈالے سو دائن نے تاخیر یا اسقاط بعض دین کیا تو صحیح ہے یہ صلح اس واسطے کہ مدیون دائن پر زبردستی کرنے والا نہیں جو صلح جائز  
نہو تو بعد تاخیر فی الحال مطالبہ نہیں کر سکتا اور بعد کم کر ڈالنے کے پورا دین نہیں لے سکتا کذا فی النسخ و لو اعلن ما قالہ سرا خزمنہ الکل للحال  
اور اگر اعلان سے کہا وہ قول جو مخفی کہا تو دائن مدیون سے پورا دین فی الحال لیم اعلان سے مراد یہ ہے کہ درخواست تاخیر اور اسقاط اولی لوگوں کے  
ساتھ کی اور یہ مراد نہیں کہ اول مخفی تاخیر اور اسقاط پر صلح کر کے پھر اعلان کیا اس واسطے کہ صلح کا توڑنا  
جائز نہیں اور اعلان میں پورا دین اس وقت فی الحال لے گا جبکہ دائن ساکت رہا اس واسطے کہ اگر کم کر دیا علانیہ یا اقرار کر دیا تو صحیح ہوگا بلکہ  
اعلان اولی ہے اخفا سے و لو ادعی الفاد مجد فقال اقرار لی با علی ان لحد منہا ما تہ جاز بخلاف علی ان اعطیک ما تہ لانه رخصۃ اور اگر دائن نے ہزار کا  
دعوی کیا اور مدیون اسکا منکر ہوا سو دائن نے کہا کہ میرے ہزار کا اقرار کر اس شرط پر کہ میں ہزار سے سو کم کر ڈالوں گا تو کم کر ڈالنا صحیح ہے بخلاف اس  
قول کے کہ ہزار کا اقرار کر اس شرط پر کہ میں تجھکو سو دم دوں گا اس واسطے کہ یہ رخصت ہے و لو قال ان قدرت لی حطت لک منہا ما تہ فاصح الاقرار الالحاق  
تجسس اور اگر دائن نے کہا کہ اگر میرے ہزار دم کا تو اقرار کرے تو میں تیرے اوپر سے بجز ہزار سے سو کم کر ڈالوں پھر مدیون نے ہزار کا اقرار کیا تو اقرار صحیح  
ہے نہ کم کر ڈالنا کذا فی الجتبہ ام اس واسطے کہ ابرا بشرط صحیح جائز نہیں بخلاف مسئلہ گذشتہ کہ اس میں تعلیق معنوی ہے نہ صریح الیہ من المشتک بسبب تجسس  
کشمین بیع بصفقہ واحۃ او دین موروث او قیمتہ مستہک مشترک اذ قبض احدہما شیئامنہ سارکہ الاخر فیہ ان شاء او اتبع النقیم کمایاتی  
جو دین کہ مشترک ہے دو شخصوں میں ایک ہی سبب سے چنانچہ کشمن اس بیع کا جسکی بیع بصفقہ واحده ہوئی یا کہ دین و دونو کا موروث ہو یا مستہک  
مشترک کی قیمت ہو جبکہ ایک شریک میں مشترک ہے کچھ لیگا تو دوسرا شریک سین شریک ہو جائیگا اگر وہ چاہے یا مدیون کا بچھا کرے یعنی دین کا  
سطابہ کرے چنانچہ اسکا ذکر آویجا م کشمن بیع شامل ہے اس صورت کو جبکہ دونوں شریک بیع میں شریک ہوں اس طرح کہ بیع ایک ہی چیز ہو یا شریک  
نہوں اس طرح کہ دو چیزیں ہوں ہر شخص کی ایک چیز علیحدہ ہو لیکن دونوں کی بیع بصفقہ واحده ہو بلا تفصیل کشمن او بصفقہ واحده کی قید اس  
صورت کے بھلنے کی واسطے لگائی کہ جب ایک غلام و شخصوں میں مشترک ہو سو ایک شخص نے اپنا حصہ ایک مرد کے ہاتھ پانسو کو بیجا اور دوسرے شخص  
نے اسی مرد کے ہاتھ اپنا حصہ بھی پانسو کو بیجا اور ایک بیٹا سے ہزار دم کا لکھا تو اس صورت میں ایک شخص دوسرے کے مقبوضے میں شریک ہوگا اس واسطے  
سبب مختلف ہے اور شراکت میں یہ ضرور ہے کہ دونوں مقدار میں اور بصفقہ میں برابر ہوں اس واسطے کہ اگر دونوں شخص بیع بصفقہ واحده کریں ہر ایک کے ہاتھ



سودرم ہو اور فلتانے کا حصہ پانچ سو درم پھر ایک شخص اس میں کچھ قبض کرے تو دوسرے کی اس میں مشارکت ہوگی اس واسطے کہ تفرق لسمیہ ہائیں کے حق میں تفرق صفتہ کے مانند ہر کذانی الطحاوی مختصر اذنیہ: قلو صالح احد ہما عن نصیبہ علی ثوب سے علی خلاف جنس الدین اخذ الشریک لآخر نصف الا ان یضین لہ ربع اصل الدین فلاح لہ فی الثوب ورا سوت میں تو اگر صلح کی ایک شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر یعنی خلاف جنس میں پر دوسرا شریک اس کپڑے کا آدھا لیا گریہ کہ شریک مصالح دوسرے شریک کی واسطے اصل دین کی جو تھانی کی ضمانتی کرے تو اب اس کا حق نہ رہے گا کپڑے میں مثلاً اصل دین چار درم تھا دوسرا ایک شریک کے اور دوسرا دوسرے کے سوا ایک شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر صلح کی تو دوسرا شریک نصف کپڑا لیا اور اگر ایک شریک مصالح ایک درم کا ضامن ہو تو دوسرے شریک کا کپڑے میں حق باقی نہ رہے گا و لولم یصلح بل اشتری برفضہ شیئاً ضمنہ الشریک لربع بقضہ نصف بالمقاتلہ او تبع غریبہ فی جمیع ما لم یفاد حقہ فی ذمہ اور اگر ایک شریک نے مصالح نہ کیا بلکہ بقدر نصف دین کے دیوں سے کچھ خرید کیا تو شریک مشتری دوسرے شریک کو ربع دین کا تاوان ہے بسبب قبضہ کرنے شریک مشتری کے نصف دین پر بسبب مقاصد کے یعنی بسبب مجراہ جانے دین کے ثمن میں یا دوسرا شریک اپنے دیوں سے مطالبہ کرے جمیع مسائل مذکورہ میں یعنی مسئلہ صلح اور مسئلہ بیع میں بسبب باقی رہنے اسکے حق کے دیوں کے ذمے پر و اذا برأ احد الشریکین الغریم عن نصیبہ لایرجع لانه اطلاق لا قبض اور جبکہ ایک شریک نے دیوں کو ابرا کر دیا اپنے حصے سے تو شریک ثانی اس سے ربع دین کو نہ بھرے گا اس واسطے کہ ابرا تلف کرنا ہے نہ قبض کرنا یعنی اور مواض شریک کا قبض میں ہونے اطلاق میں و کذا ان حکم ان کان للمدیون علی احد ہما دین قبل وجوب نہا علیہ حتی وقعت المقاصد بدینہ السابق لانه قاض لا قابض اور اسی طرح حکم عدم رجوع کا ہے اگر دیوں کا احد الشریکین پر دیت ثابت ہو قبل واجب ہونے دونوں شریکوں کے دیوں کے دیوں پر کہ مقاصد واقع ہو گیا ہو اسکے اگلے دین سے اس واسطے کہ شریک دیوں دین سابق کا ادا کرنے والا ہے نہ قابض ہے اور مشارکت مقبوض میں ثابت ہوتی ہے نہ اولے دین میں دین سابق کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر شریکین کے دین کے بعد دیوں کا دین ایک شریک پر حادث ہو تو اب مقاصد بمنزلة قبض کے ہوگا اور اس میں شرکت ثابت ہوگی کذانی الطحاوی و لو ابرا الشریک المدیون عن بعض قسم الباقی علی سہامہ اور اگر ایک شریک دیوں کو بری الذمہ کرے بعض دین سے تو باقی دین اسکے سہام پر مقسوم ہوگا مثلاً اگر دونوں شریکوں کے دیوں پر بیس درم ہوں اور ایک شریک اپنے حصے سے نصف معاف کرے تو اس کا مطالبہ دیوں سے پانچ درم کا باقی رہے گا اور شریک ساکت کو دس درم کا و مثلاً المقاصد اور ابرا کے مانند مقاصد ہر قسم اس طرح کہ ایک شریک پر دیوں کے پانچ درم دین تھے بیس درم میں مشترک سے پہلے اور پانچ درم مجرا ہو گئے اسکے دین میں تو قسمت دونوں شریکوں میں پندرہ درم سے ہوگی یعنی شریک دیوں پانچ درم پاویگا اور دوسرا شریک دس درم و لو اجل نصیبہ صح عند الثانی اور اگر ایک شریک نے اپنے حصے میں دین کی کچھ مدت مقرر کی تو ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہے ہم ابام کے نزدیک تا اجل حد الشریکین اپنے حصے میں دوسرے شریک کی رضا پر موقوف ہے اور محمد سے دو روایتیں ہیں معلوم نہیں کہ شارح نے ہام کا قول کیوں ترک کیا اور ابو یوسف کا قول ذکر کیا ہا وجود عدم تصحیح کذانی الطحاوی والغصب الاستیجار نصیبہ قبض لا التزوج والصلح عن جنایۃ عمدا اور ایک شریک کا غصب اور اجارہ لینا بقدر اپنے حصے کے قبض ہے دین مشترک کا بیع کرنا اور صلح کرنا جنایت عمد سے ہے یعنی اگر احد الشریکین کوئی چیز بیویکی غصب کرے اور وہ اسکے پاس تلف ہو جائے تو وہ اپنے حصے کا قابض ٹھہرے گا اور دوسرا شریک اس میں شریک کا وہ علی ہذا القیاس استیجار اور اگر دیوں سے ایک شریک بیع کرنا اپنے حصے کے ممبر تو یہ قبض ٹھہرے گا اس واسطے کہ ظاہر روایت میں یہ اطلاق ہے تو شریک ثانی اس میں رجوع نہیں کر سکتا اور جنایت عمدا کی صلح میں اس واسطے قبض ثابت ہوا کہ بقابلہ صلح کے کسی چیز قابل شرکت کا شریک مالک نہ ہوا بخلاف جنایت خطا کہ وہ در حکم اموال ہے

توجہات خطا کی صلح میں قابض ٹھہر جائے گا کذا فی الطحاوی بخلاف حیلۃ اختصاصہ بما قبض ان بینه لغرم قدر وینتم برہ اور مقبوضہ شریک کے اختصاص کا جیلہ ہے کہ مدین ایک شریک کو بقدر اسکے دین کہہ کر پھر شریک مدیون کو اپنا حصہ معاف کرے مگر مثلاً ایک شریک مدین مدیون پر چالیس درم ہو تو اگر مدیون اس شریک کو چالیس درم بطریق ہبہ کے دے اور وہ اپنا حصہ معاف کرے تو اس چالیس درم میں شریک ثانی کی شرکت ہوگی کیونکہ مقبوض ہبہ ہے نہ دین اور بیعہ بہ کفامن مگر مثلاً ہمیرہ ملقط وغیرہ ورت فی الشریک یا کہ احد الشریکین مدیون کے ہاتھ مثلاً مٹھی بھر کھجور بیچے بقدر اپنے حصے کے دین سے یعنی جس قدر اس کا حصہ ہوا اتنا کھجور کا ٹمن ٹھہراوے پھر مدیون کو دین معاف کر دے کذا فی الملقط وغیرہ اور یہ مذکور ہو چکا کتاب الشریک میں یعنی اگر اس کا حصہ دین سے دس درم ہو تو دس درم کو مٹھی بھر کھجور بیچے پھر اپنا دین معاف کرے تو اب جو مدیون دس درم اس کو دیکھا وہ ٹمن بیع ٹھہر جائے گا اسکے دین کا حصہ کذا فی الطحاوی صالح احد ربی السلم عن نصیبہ علی ما دفع من راس المال فان اجازہ الشریک لآخر نفذ علیہا وان ردہ رد لان فیہ قسمتہ الدین قبل قبضہ وانہ باطل ودر باب السلم میں سے ایک باب السلم فیہ کے اپنے حصے سے صلح کی مسلم ایہ سے اس مال پر جو اُس نے دیا تھا اس مال سے تو اگر وہ ہر شریک صلح کو جائز رکھے تو صلح دونوں شریکوں پر نافذ ہوگی اور اگر شریک رد کرے گا تو صلح مردود ہو جائیگی اس واسطے کہ اس صلح میں دین کی قسمت ہی قبیل اسکے مقبوض ہوئی اور حالانکہ قسمت دین قبل قبض باطل ہے مگر یعنی جبکہ دو شخصوں نے صلح کی ہے تو ہر ایک میں اور اس مال میں دس درم اور ہر شخص نے دس درم تسلیم کیے پھر ایک شریک نے دس من گیونگ دس درم پر صلح کی اور دس درم جو سلم ایہ کو دیے تھے سو اُس کے لیے تو صلح امام اور محمد کے نزدیک جائز نہیں بلکہ اجازت شریک ثانی کے سوا اگر اجازت دیکھا تو صلح نافذ ہوگی اور دس درم مقبوض دونوں میں مشترک ہونے اور جو سلم باقی رہیگی وہ بھی دونوں میں مشترک ہوگی اور اگر اجازت نہ دیکھا تو صلح باطل ہوگی اس واسطے کہ دونوں کے حصے میں جو صلح شریک ثانی صلح صحیح نہیں ہو سکتی اور اگر فقط مصالح کے حصے میں جائز کیے تو لازم آتی ہے قسمت دین کی قبل قبض کے کیونکہ خصوصیت اسکے حصے کی بلا تیز نہیں ہو سکتی اور تیز با قسمت تصور نہیں کذا فی الدرر تصرف و ترضیع ثم لو کان شریکی مفاوضۃ جاز مطلقاً بجرمان اگر دونوں رب السلم شریک مفاوض ہوں تو مطلقاً جائز ہے کذا فی البرم طحاوی کہ باجرالائق میں یون ہے کہ جازو لونی المبیع یعنی صلح جائز ہے اگرچہ جمع سلم فیہ میں ہو یعنی جو ان خصوصیت صلح نہیں بلکہ جبکہ وہ سب میں صلح کرے تو جائز ہے فصل فی التخابج یہ فصل ہے تخابج کے احکام میں تخابج خروج سے ہے صلح شرح میں تخابج اس سے عبارت ہے کہ وارث اس پر اتفاق کریں کہ مثلاً ایک وارث کو میراث سے خارج کریں کچھ مال میں کذا فی النج اخرجت الورثۃ احدہم عن الترتک وہی عرض ادہی حقار جمال اعطوہ او اخر جوہ عن ترتک ہی ذہب بفضتہ و فو بالاد علی العکس او عن نقدین ہما صح فی اکل صرفاً الجنس بخلاف جنسہ خارج کر دیا وارثوں نے ایک وارث کو ترک سے اور وہ ترک اسباب ہے یا کہ وہ زمین اور باغ ہے ہبوض اس مال کے جو انھوں نے اسکو دیا یا وارثوں نے اسکو لالا اس ترک سے جو سونا ہے ہبوض چاندی کے کہ انھوں نے اسکو دیا یا بالکس اس کے کہ چاندی سے خارج کیا سونا دیکر یا چاندی سونے سے خارج کیا چاندی سونا دیکر تو یہ تخابج سب صورتوں میں صحیح ہے جنس کو مخالف جنس کی طرف پھیر کر مرن جنس بخلاف جنس یہ علت ہے تخابج عن النقدین بالنقدین کی قل ما اعطوہ او کثر لکن بشرط اتقاہن فیما ہو مرن جمال کہ وارثوں نے ایک وارث کو دیا قلیل ہوا کثیر ہر صورت تخابج صحیح ہے لیکن اتقاہن البدلین اس تخابج میں جو ہبوا عقد مرن کے ہے یعنی اگر چاندی سونے کا تخابج ہے چاندی سونے سے تو طریقین کا قبض کرنا شرط ہر صحت کی تاکہ سو لازم نہ آوے و فی اخرجہ عن نقدین وغیر ہما با حد النقدین لایصح الا ان یكون ما اعطى له اکثر من حصتہ من ذلک الجنس تخرزا عن الربوا اور ایک وارث کے اخرجہ عن نقدین وغیر ہما سے بقابلہ احد النقدین کے تخابج

لہ زعمہ لولہ تھا  
 کہ دس درم پر جو صلح  
 حصہ راس المال سے  
 دیا تھا صلح کی  
 لیکن اگر وہی  
 صلح صحیح ہے  
 اگر وہی  
 صلح صحیح ہے



صحیح نہیں مگر کہ جو سونیا چاندی اُس وارث کو دیا گیا ہے وہ زیادہ ہوا سکے حصے سے اُس جنس میں سے تاکہ سود سے بچاؤ ہو یعنی اگر ترکہ میں اہم اور اسباب ہوا اور ایک وارث کے حصے میں مثلاً دس درم ہوتے ہوں تو عوضاً سکا دس درم سے زیادہ واجب ہے تاکہ دس درم عوضاً سکے حصے کے برابر ہو چاہے اور باقی درم باقی ترکہ معاثر درم کے مقابلے میں پڑیں اور اگر عوض کے در اہم فقط دس ہوں یکم یا کہ وارث کا حصہ در اہم سے معلوم ہو تو صلح فاسد ہے سود کے احتمال سے ولابہن حضور النقدین عند الصلح و علیہ بقدر نصیبہ شریکاً لیتہ و جلالتہ اور ضرر ہے موجود ہونا نقدین کا صلح کے وقت اور وارث کو اپنے حصے کی مقدار کا معلوم ہونا کذا فی الشریک لیتہ و جلالتہ و لو بضرض جاز مطلقاً عدم ربوا اور اگر صلح بوضو اسباب کے ہو تو ہر طرح جائز ہے سود کے نہ ہونے کے ذرا لو انکر و ارثہ لانہ حینئذ لیس بمبدل بل لقطع المنازعة اور اس صلح مطلقاً جائز ہے اگر وارث منکر ہوں اُسکی میراث کے واسطے کہ اس وقت میں جو کچھ زیادہ دینا بدلائم نہیں بلکہ دینا قطع نزاع کے واسطے ہے و بطل الصلح ان اخرج احد الورثۃ و فی الترتکہ دیون بشرط ان تکون امد دیون بقیۃ لہم لان تملیک لہم من غیر من علیہ الدین باطل اور صلح باطل ہے اگر ایک وارث ترکے سے خارج کیا جاوے اور حالانکہ ترکہ میں دیون ہیں اس شرط سے کہ دیون باقی وارثوں کے واسطے ہیں نہ خارج کے واسطے اس واسطے کہ دیون کے سوا اور شخص کو دین کا مالک کرنا باطل ہے جب وارث خارج نے دیون کو باقی وارثوں پر چھوڑا تو اُس نے اپنے حصے کا دیون سے باقی وارثوں کو مالک کیا اور حالانکہ تملیک دین کی باطل ہے مگر اُسکو مالک کرنا باطل نہیں ہے چہر دین ہر دم ذکر لصحتہ حیلاً فقال و صح لہم شرطوا لبراء الغرام منہ ای من حصتہ لانہ تملیک لہم من علیہ لہم فیسقط قدر نصیبہ عن الغرام پھر مصنف نے صلح مذکور کی صحت کی حیل اور تدابیر مذکور کیں سو مصنف نے کہا اور صلح صحیح ہے اگر وارث شرط کریں صلح میں ابرا دیون کا صلح کے حصہ دین سے یعنی جتنا حصہ ہے صلح کا دین میں اُسکو وہ معاف کرے تو صحیح ہے اس واسطے کہ اس ابرا دین مالک کرنا ہے دین کا اُسکو چہر دین ہے اور یہ صحیح ہے تو بقدر اُسکے حصے کے دین ساقط ہو گا دیون سے ہم اس حیلے میں باقی وارثوں کا فائدہ ہے کہ وارث صلح کا حق باقی نہ دیون پر اور یہ نہیں کہ اُسکا حصہ دین کا بقیہ ورثہ کا ہو گیا کذا فی صدر الشریعۃ او قضا و نصیب المصالح منہ لے الدین تبرعاً منہم و احالہم بحصتہ یا باقی وارث صلح کا حصہ دین سے اپنے مال میں سے نقد اور کرن بظریق احسان کے انکی جانب سے اور صلح اپنے حصہ دین کا حوالہ کرے دیونوں پر یعنی وارثوں کو اپنا حصہ دلائے دیونوں سے ہم اسوجہ میں بقیہ ورثہ کا ضرر ہے اس واسطے کہ نقد تبرع ہو سید سے کذا فی صدر الشریعۃ او قرضوہ قدر حصتہ منہ و صلحوہ عن غیرہ یا صلح بدل او احالہم بالقرض علی الغرام و قبلوا الحوالہ و ہذہ حسن حیل ابن کمال یا باقی وارث صلح کو قرض دین بقدر اُسکے حصے کے دین سے اور صلح کریں صلح سے دین کے سوا اور ترکہ سے بعض اس چیز کے جو بدل کی لیاقت رکھتا ہے اور صلح وارثوں کو بدل قرض کا حوالہ کرے دیونوں پر اور بقیہ ورثہ اس حوالے کو قبول کریں اور یہ حیل بہتر ہے اور حیلوں کا ذکر ابن کمال م اس واسطے کہ حیل اول میں صلح کا ضرر ہے ابرا کرنے سے اور حیل ثانیہ میں بقیہ ورثہ کا ضرر ہے احسان کرنے سے کذا فی الطحاوی والادب ان بیعہ کفامن تمر اذ حوہ بقدر الدین ثم یحالہم علی الغرام ابن کمال و راجع حیل یعنی آسان تر اور خفیف تر بقیہ وارثوں کے واسطے ہے کہ ورثہ صلح کے ہاتھ مٹھی بھر بھجور یا مانند اسکے بچھن بقدر اُسکے دین کے پھر صلح اپنے حصہ دین کا ورثہ کیواسطے دیونوں پر حوالہ کرے کذا ذکر ابن کمال م اس وجہ میں بقیہ ورثہ کا اسر فائدہ ہے لیکن صلح کا نقصان ہے صحیح و فی صحیحہ عن ترکہ مجہولۃ اعیانہا و لادین فیہا علی کیل و موزون صلح اختلاف و الصلح الصحیحہ زیلعی لعدم اعتبار شہتہ اشہتہ اور جس کے کے اعیان معلوم نہیں اور اُس میں نہیں ہو سکتے صلح صحیح ہونے میں کیل اور موزون پر اختلاف ہے اور قول صحیح صحت صلح کا ہے کذا فی الزیلعی بسبب نہ معتبر ہونے شہتہ اشہتہ کے شایع نے کہانے کیل اور موزون صلح سے متعلق ہے ہم یعنی جب ترکہ میں دین نہ ہو اور اعیان اُسکے معلوم نہ ہوں اور کیل یا موزون پر



صلح کا ارادہ ہو تو اسکی صحت میں اختلاف ہے فقہ ابو جعفر صحت صلح کا قائل ہے اور یہی قول صحیح ہے اور ظہیر الدین مرغینانی عدم صحت کا قائل ہے بعلت  
 شبہہ ربوہ جو صحت یہ ہے کہ سود کا شبہہ الشبہہ ہے اس واسطے کہ احتمال ہے کہ ترکے میں کیل یا موزون ہو بر تقدیر اسکے ہونیکے پھر یہ احتمال ہے کہ بدل صلح سے  
 وہ زیادہ ہو تو احتمال الاحتمال شبہہ الشبہہ ہے اور عدم صحت میں شبہہ سود کا معتبر ہے شبہہ الشبہہ وقال ابن الکمال ان فی التزکة جنس بدل الصلح لم یجوز  
 والاجاز وان لم یرفعی للاختلاف اور ابن کمال نے کہا کہ اگر ترکے میں بدل صلح کا ہم جنس ہو تو صلح جائز نہیں اور اگر جنس نہیں تو صلح جائز ہے  
 اور اگر جنسیت یا عدم جنسیت معام نہ اس صورت میں اختلاف ہے ولو التزکة مجهولة وہی غیر کیل و موزون فی ید البقیة من الورثة صحیح  
 فی الاصح لانہا لا یقضی الی المنازعة لقیامہا فی ید ہم حتی لو کانت فی ید المصلح او بعضہا لم یجزم علیہم ما فی یدہ للحاجۃ الی اسلم ابن ملک  
 اور اگر ترکے غیر کیل یا موزون ہوں الاعیان بقیہ ورثہ کے پاس ہو تو صلح صحیح ہے قول صحیح میں اس واسطے کہ جمالت اسکی موجب نزاع نہیں بسبب  
 موجود ہونے ترکے کے بقیہ ورثہ کے ہاتھ میں تو اگر تمام یا بعض ترکے مجهولہ وارث مصلح کے پاس ہو تو صلح جائز نہیں جب تک کہ تمام مقبوضہ  
 اسکا معلوم نہ ہو بسبب حاجت تسلیم کے کذا ذکرہ ابن ملک خلاصہ یہ ہے کہ اگر ترکے مجهولہ بقیہ ورثہ کے پاس ہے تو تسلیم کی حاجت نہیں تو جمالت موجب  
 نزاع نہیں لہذا صلح صحیح ہے اور اگر مصلح کے پاس تمام یا بعض ہے تو جب تک تمام مقبوضہ معلوم نہ ہو تو صلح جائز نہیں کیونکہ یہاں تسلیم کی حاجت  
 ہے اور تسلیم در صورت جمالت موجب نزاع ہے و بطل الصلح و تقسیمہ مع احاطۃ الدین بالترکة اور باطل ہے صلح ایک وارث سے اسکے  
 نکالنے کے واسطے اور باطل ہے قسمت ترکے کی وارثوں میں باوجود محیط ہونے دین کے ترکے سے یعنی جب دین محیط ترکے ہو تو ورثہ ترکے کے  
 مالک نہیں جو اس میں صلح یا قسمت جاری کریں اس واسطے کہ دین میراث پر مقدم ہے الا ان فی الورثة الدین بلا رجوع مگر اس صورت میں صلح  
 اور قسمت باطل نہیں جبکہ ورثہ دین کے ضامن ہوں بلا رجوع یعنی ضمانت اس شرط پر ہو کہ ترکے سے ذیلین اس واسطے کہ اگر رجوع ہوگا تو ترکے  
 مشغول ٹھہریگا کذا فی الطحاوی او یضمن اجنبی بشرط براتہ المیت یا دین کا اجنبی شخص ضامن ہو بشرط براتہ ذمہ میت م تقیید براتہ میں شایع  
 مصنف کا تابع ہو گیا ہے اور زلیعی میں تو عدم رجوع فی التزکة پر اشتراط کا مادہ ہے کذا فی الطحاوی او یونی من مال آخر با وارث دین میت کا ادا  
 کرے اور مال سے سوائے ترکے کے یعنی وارث خواہ اپنے مال سے ادا کرے یا میت کی کسی دیر چیز سے جو اب ظاہر ہوئی کذا فی الطحاوی  
 ولا یبغی ان یصلح ولا یقسم قبل القضاء للذین فی غیر دین محیط اور سزاوار نہیں کہ صلح کی جائے اخراج وارث پر یا قسمت کی جائے دین  
 ادا کرنے پہلے اس ترکے میں جسکو دین محیط نہیں م اس واسطے کہ میت کی گلو خلاصی اول بہتر ہے طحاوی نے کہا بلکہ صوت مذکورہ میں صلح اور قسمت  
 مکروہ ہے ولو فعل الصلح و تقسیمہ صحیح لان التزکة لا تخلو عن قلیل دین فلو وقف لکل ضرر الورثة فیوقف قدر الدین استخوانا و قلیہ لئلا یحاجوا الی نقص  
 القسمۃ بجز اور اگر صلح اور قسمت کی جائے ترکہ مذکورہ میں قبل ادا کرنے دین کے تو صحیح ہے اس واسطے کہ ترکہ قلیل دین کے خالی نہیں ہوتا تو اگر کل ترکہ کی  
 صلح یا قسمت موقوف ہے تو وارثوں کا ضرر ہے تو بقدر دین ترکہ موقوف ہے بوجہ استحسان کذا فی الوقایہ تاکہ وارثوں کو قسمت توڑنے کی حاجت  
 نہ پڑے کذا فی الجرم استحسان متعلق ہے صحیح یعنی صلح اور قسمت صحیح ہے استحسان کی راہ سے نہ قیاس کی راہ سے اس واسطے کہ قیاس یہ ہے کہ صحیح نہ  
 اس واسطے کہ ترکے کا ہر جز مشغول دین ہے بعلت عدم تزج و جہ استحسان ہے جو شایع ہے ذکر کی کذا فی الطحاوی عموما خو جو عدا من الورثة  
 حصۃ تقسم بین الباقی علی السواء ان کان اعطوہ من مالہم غیر المیراث اور اگر وارثوں نے ایک وارث کو ورثہ سے نکال ڈالا ازراہ صلح  
 کے تو اسکا حصہ باقی وارثوں میں برابر قسمت ہوگا اگر وہ مال جو انہوں نے وارث خارج کو دیا بقیہ ورثہ کے خاص مال سے ہو میراث کے سوا وان  
 کان المعطوہ ما ورثوہ فعلی قدر میراث ہم یقسم بہ ہم اور اگر دیا ہو مال اسیں سے ہو جسکو انہوں نے میراث میں پایا تو بقدر انکی میراث کے

انہیں خلیج کا حصہ نسبت ہوگا و قدہ انحصاف بكونه عن انكار فلو عن اقرار فعلى السواء اور خصاف نے اس تفصیل مذکور میں صلح انکاری کی قبل لگائی ہے  
یہی جبکہ وارث ایک شخص کی میراث کے منکر ہوں اور دفع نزاع کے واسطے کچھ مال دیکر صلح کریں تب یہ تفصیل ہے تو اگر صلح و رشہ کی اقرار میراث سے ہو تو  
قسمت برابر ہو مطلقاً خواہ ترکے سے بدل صلح دیا ہو یا غیر ترکے سے اس واسطے کہ یہ صلح مع کے مانند ہو تو گویا وارثوں نے اسکو خرید کیا اور تساوی ظاہر نہیں کر  
جیکساں مدفع و رشہ میں برابر ہو قابل کذا فی الخطاوی صلح احدہم عن بعض لا عیان صحیح اور صلح کرنا ایک ارث کا بعض اعیان ترکے سے صحیح ہے  
یعنی صلح میں کل اور بعض دونوں برابر ہیں ولولہ ذکر فی صک التخلیج ان فی الترتکة دین ام لا فالصک صحیح و کذا لولہ مذکور فی الفتویٰ لغنی بالعدو و کل  
علی وجود شر الطہامع الفناوی اور اگر تخلیج کی دستاویز میں یہ مذکور نہ ہو کہ ترکے میں دین تھا یا نہ تھا تو دستاویز صحیح ہے اور اسید طرح اگر یہ مذکور نہ ہو فتویٰ  
میں یعنی ہفتا اور سوال میں تو صحت صلح کا فتویٰ دیا جاوے اور عدم ذکر وجود شرائط صحت صلح پر محمول ہوگا کذا فی مجمع الفناوی یعنی مفتی پر اسکی  
بحث و وجہ نہیں کذا فی الخطاوی و الموصی لہ مبلغ من الترتکة کو ارث فیما قد مناه من سئلۃ التخلیج اور جس نے جسکی کے واسطے کسی قدر ترکے  
سے وصیت کی گئی ہو وہ وارث کے مانند ہے ان احکاموں میں جبکہ ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں تخلیج کے مسئلے سے یعنی جس تفصیل سے وارث سے  
تخلیج جائز ہے اسی تفصیل سے موصی سے جائز ہے صالحو الی الورثۃ احدہم و خرج من بینہم ثم ظہر للیست دین او عین لم یعلمو باہل کون  
ذکر و اخلا فی الصلح المذکور قولان اشہر ہما لابل بن النکل و القولان حکما فی الخانیۃ مقدما لعدم الدخول و قد ذکر فی اول فناداہ انہ  
یقدم ہما ولا اشہر فکان ہوا لمتعد کذا فی البحر قلت و فی البرازیلیۃ انہ الاصح و لا یبطل الصلح و رشہ نے صلح کی ایک وارث سے اور وہ وارث  
باقی وارثوں سے خارج ہو گیا پھر میت کا دین یا عین ظاہر ہو جاوے وارثوں کو صلح کے وقت معلوم نہ تھا تو یہ دین یا عین صلح مذکور میں داخل  
ہوگا یا نہ ہوگا اس میں دو قول ہیں دخول اور عدم دخول کے دونوں قولوں میں مشہور تر قول عدم دخول کا ہے بلکہ وہ دین اور عین سب  
وارثوں میں مشترک ہے اور دونوں قولوں کو خانیہ میں حکایت کیا ہے عدم دخول کو مقدم ذکر کر کے اور قاضی خان نے اپنے فتاویٰ کے اول  
میں ذکر کیا ہے کہ جو قول مشہور تر ہے وہی مقدم ہے تو عدم دخول ہی معتد ظہر کذا فی البحر میں کہتا ہوں اور ہرگز یہ نہیں ہے کہ البتہ وہی  
صحیح تر قول ہے اور صلح مذکور باطل ہوگی و فی الوہبانیۃ شعر و فی مال طفل یا شہو قلم بخر و ما یدعی خصم و لا ینور بہ اور وہ ہانیہ میں ہے اور  
صلح طفل کے اس مال میں جو گواہوں سے ثابت ہے جائز نہیں اور صلح جائز نہیں اس میں جس کا مدعی طفل پر دعویٰ کرے اور اپنا دعویٰ گواہوں کے  
روشن کرے اور اگر طفل کا مال گواہوں سے ثابت ہو تو صلح جائز ہے اور دوسری صورت میں اس واسطے صلح جائز نہیں کہ مدعی مستحق نہیں مگر  
قسم لینے کا اور قسم نہ طفل کے باپ پر عائد ہے نہ وصی پر نہ خود طفل پر اور اگر مدعی کے گواہ ہوں تو صلح جائز ہے کذا فی الخطاوی بدوح علی برابر  
من کل عائب و اور صحیح ہے صلح ابرار ہر عیب سے یعنی مشتری اگر برات عیوب بیع کرے لیکر بیع سے صلح کرے تو جائز ہے خطاوی نے کہا اس واسطے  
کہ ابرار عن العیب بلا بدل صحیح ہے تو اس طرح بدل کے ساتھ بھی صحیح ہے کیونکہ یہ انتقال حق ہے و لو زال عیب عن صلح یندر بہ اور اگر عیب بیع سے  
زائل ہو گیا تو صلح باطل ہے مع یعنی اگر مثلاً غلام یا جانور کی آنکھ کے جالے یا ناخن سے صلح کی اور جالا یا ناخن آنکھ سے دفع ہو گیا تو  
صلح باطل ہے تو بدل صلح پھیر دیا جائے اور اسی طرح ہر عیب زائل کا حکم ہے کذا فی الخطاوی بدوح من قال ان یخلف فتراہ قلم بخر و اور  
جو مدعی کہ مدعا علیہ سے کہے کہ اگر تو قسم کھائے تو میری الذمہ ہوگا تو وہ جائز نہیں یعنی پھر مدعا علیہ نے قسم کھانی تو صلح باطل ہے اس واسطے کہ ابرار کی  
تعلیق شرط صحیح پر جائز نہیں چنانچہ مذکور ہوگا تو اگر مدعی گواہ لاویگا بعد اس صلح کے تو سماعت ہوگی اور اگر اقامت شہادت کے عاجز ہوگا تو مدعا علیہ سے دوسری  
بار قسم لی جائیگی اس واسطے کہ پہلی قسم قاطع صورت نہیں اس سبب کہ حاکم کے سامنے نہیں ہوتی کذا فی الخطاوی بدوح و لو مدع کالاجنبی لیسون

صلح و اللو علی ما ہو فی  
جہتہما از دستہ و  
از سر من الدعا علیہ و الذی  
کالا جنبی حال سکون  
کذا فی الخطاوی بدوح  
علی الفناوی  
بقال فان صلح برب  
بذلک  
بر علی رشہ اللہ تعالیٰ



اگر مدعی قسم کھائے تو صلح باطل ہے اور مدعی و مدعا علیہ اجنبی کے مانند میں صورت مذکورہ میں مدعی کی قسم کی یہ صورت ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ اتفاق کریں کہ اگر مدعی قسم کھائے اپنے دعویٰ پر تو مدعا علیہ پر دعویٰ ثابت ہے تو اگر مدعی قسم کھائے تو مدعا علیہ پر مال واجب ہوگا اور اجنبی کی صورت یہ ہے کہ مدعا علیہ نے کہا کہ اگر فلاں شخص یعنی غیر مدعی قسم کھائے تو مال مجھ پر تو صلح باطل ہے اور مال لازم نہیں کذا فی الخطاویٰ المدعی اعلیٰ استغفر اللہ حکیم الفقہاء

کتاب المضاربتہ

کتاب المضاربتہ

یہ کتاب ہے عقد مضاربت کے احکام میں ہے لفظ مفاعلة من الضرب فی الارض و هو السیر فیها مضاربت باعتبار لغت عرب مفاعلت ہے ضرب فی الارض سے اور ضرب فی الارض عبارت ہے زمین پر پھرنے سے اس عقد کا مضاربت اس واسطے نام رکھا کہ مضارب بیشتر زمین پر چلتا پھرتا ہے نفع حاصل کرنے کی واسطے اور اہل جازا اس عقد کو مقارضہ اور قراض بولتے ہیں اس واسطے کہ قرض معنی قطع ہے اور صاحب مال کچھ اپنا مال کاٹ کر مضارب کو دیتا ہے کذا فی المنع و شرعا عقد شرکت فی البیج بال من جانب رب المال و عمل من جانب المضارب و شرعا مضاربت شرکت فی المنفعة کا عقد ہے جو عقد منعقد ہوا مال اور عمل سے مال تو رب المال کی جانب سے اور عمل مضارب کی جانب سے مثلاً حادثے ہزار روپیہ مجموعہ کو دیے کہ آئے تجارت کرے اور نفع میں دونوں شریک ہیں اور مجموعہ نے قبول کیا تو اس عقد کو شرع میں مضاربت کہتے ہیں اور حادثہ رب المال اور مجموعہ مضارب ہے اور کہنا لایجاب القبول اور رکن مضاربت ایجاب و قبول ہے م ایجاب اسطرح کہ رب المال مضارب سے کہے کہ میں نے یہ مال تجھ کو بطریق مضاربت یا مقارضہ یا معاملہ کے دیا یا اس مال کو لے اور تجارت کر اس شرط پر کہ آدمی منفعت یا تہائی تیری یا یون کہے کہ اس مال سے متاع خرید کر سو جو فائدہ حاصل ہوا اس میں سے تیرا حصہ یا یون کہے یہ مال لے آدھون آدھ نفع پر اور مضارب کہے کہ میں نے قبول کیا جس لفظ میں یہ مضمون اور کذا فی الخطاویٰ عن الحموی و حکمها انواع لانها ایداع ابتداء اور حکم مضاربت یعنی اسکا اثر ترتب چند نوع ہے لیکن بانظار مختلفہ اس واسطے کہ مضاربت امانت رکھنا ہے شرع میں م مضاربت ابتدا میں ایداع اس واسطے ہے کہ قبض کرنا مال کا ہے باذن مالک نہ بروجہ مبادلہ و وثیقہ بخلاف مقبوض علی سیم الشراء کہ وہ قبض ہے بروجہ مبادلہ اور بخلاف رہن کے کہ وہ قبض ہے بطریق وثیقہ کے کذا فی الدرر پھر جب مضاربت ایداع پھری تو مال مال سے مضارب پر تاوان نہیں من حیث الضمان ان یقرضه المال لا و رہا تم بعد شرکت عنان بالدرہم و ہا اقرضہ علی ان یجرا و البیج بہا تم یعمل المستقرض فقط عنان ہلک لقرض علیہ اور ہلاک اس مال میں مضارب سے تاوان لینے کا ایک جملہ ہے کہ مضارب کو مال قرض سے سوائے ایک درہم کے پھر شرکت عنان منعقد کرے اس باقی درہم سے اور اس مال سے جو مضارب کو قرض دیا اس شرط پر کہ رب المال اور مضارب دونوں تجارت کا کام کریں اور نفع دو دونوں برابر ہو پھر بعد اسکے فقط قرض لینے والا یعنی مضارب تجارت کرے تو اگر مال ہلاک ہوگا تو مضارب پر قرض ثابت رہیگا م شرکت عنان کو اس واسطے خاص کیا کہ اس میں نفع بقدر مال کے لازم نہیں اور دونوں کا عمل اس واسطے شرط کیا کہ اگر ایک کا عمل شرط ہوگا تو شرکت عنان فاسد ہو جائیگی اور مفید اشتراط عمل واحد ہے نہ اطلاق لخطاویٰ نے کہا اس حیلے سے مضاربت باقی رہی بلکہ اس مال میں شرکت ہو گئی و توکیل مع العمل لتصرف بامرہ اور مضاربت توکیل ہے عمل کے ساتھ بسبب تصرف کرنے مضارب کے رب المال کے ار سے م پھر جب توکیل ہوئی تو جو عہدہ اسکو لاحق ہوگا وہ رب المال کو بھی ہوگا کذا فی الدرر و شرکت ان بیج اور مضاربت شرکت ہے اگر فائدہ حاصل ہوا اس واسطے کہ مال اور عمل سے فائدہ حاصل ہو تو دونوں اس میں شریک ہونگے و عصبان مخالف و ان اجاز رب المال بعدہ بصیرتہ غاصبا بالمخالفة اور مضاربت غصب ہے اگر مضارب نے رب المال کے خلاف کیا اگرچہ رب المال بعد اس خلاف کے اسکو جائز بھی رکھے بسبب بوجہ مضارب کے غاصب مخالف سے مخالفت کی یہ صورت ہے کہ مضارب نے وہ چیز خریدی اور بیچی جس سے رب المال نے منع کروا تھا غصب اس واسطے ہوا کہ مدعی کی غیرت کے مال میں تو اب مضارب پر ضمان لازم ہوگا و اجارۃ فاسدہ



بلاز یادہ

ان نسبت فلایح للمضارب چند بل لہ اجر مثل عملہ مطلقاً اور لایزاد علی المشروط خلافاً للحد والثلثہ اور مضاربت اجارہ فاسدہ ہر  
 اگر عقد مضاربت فاسد ہو جائے تو اب اس وقت میں مضارب کے واسطے نفع نہیں بلکہ اُسکے واسطے اُسکی محنت کی مزدوری ہر طرح تجارت میں  
 نفع حاصل ہو یا نہ ہو زیادہ مذی جائے مزدوری شرط سے بخلاف محدود اور المثلثہ کہ کم اجارہ فاسدہ کا یہی حکم ہے کہ اُسکی اجرت مثل شرط سے  
 زیادہ نہیں ہوتی الا فی وصی اخذ مال یتیم مضاربتہ فاسدہ کشرط لثمنہ عشرۃ درہم فلاشی لہ فی مال الیتیم اذ عمل اشباہ فہو استثناء من اجر  
 عملہ مضاربت فاسدہ میں اجرت عمل ہر مگر اُس وصی میں جس نے یتیم کا مال بطریق مضاربت فاسدہ لیا جیسے وصی کا اپنے واسطے دس درم کا شرط  
 کر لینا تو اسکو کچھ اجرت نہ ملیگی یتیم کے مال سے جبکہ وصی عمل کرے گا کذا فی الاشباہ وشرایع نے کہا الا فی وصی استثناء ہر اجرت عمل سے مہیاں عمل  
 اشتباہ تھا کہ استثناء اجرت عمل سے ہر یا عدم زیادت علی المشروط سے ہر چند مصنف نے دفع ایہام کر دیا تھا اپنے قول فلاشی سے لیکن شایع  
 نے مزید توضیح کے واسطے کھول کر کہدیا والفاستہ لاشمان فیہا ایضاً صحیحہ لانه امین اور مضاربت فاسدہ میں بھی ہلاکت مال سے تاوان  
 نہیں جیسے مضاربت صحیحہ میں اسواسطے کہ مضارب امین ہے اور امین ضمیم نہیں ہوتا و دفع المال الی الخرم مع شرط الرج کلہ لئلا تک  
 بضاعتہ فیکون وکیلاً بمر عادی مال کا دوسرے شخص کو باوجود شرط ہونے تمام نفع کے مالک کیواسطے بضاعت ہر یعنی یہ عقد مضاربت نہیں بلکہ  
 عقد بضاعت ہے تو دوسرا شخص عمل کرنے سے محسن ہوگا مالک کا احسان یہ کہ اپنے واسطے عامل نے فائدہ شرط نہیں کیا و مع شرطہ للعامل  
 قرض لقلہ ضررہ اور تمام نفع عامل کے واسطے مشروط ہونے کے ساتھ مال دینا قرض ہے بواسطہ قلت ضرر قرض ہم یعنی اگر مالک نے دوسرے  
 کو مال دیا اور شرط و نون میں یہ ہوئی کہ تمام نفع محنت کرنے والے نہ صاحب مال تو یہ مضاربت نہیں ہے قرض ہے اسواسطیکہ عامل کل  
 منفعت کا مستحق نہیں ہو سکتا مگر جبکہ اس مال کا مالک ہو اور ملک تصور نہیں مگر بہ یا قرض سے لیکن بہ میں مالک کا سراسر نقصان ہے  
 اسواسطیکہ بہ قاطع حق ہے عین اور اُسکے بدل دونوں سے بخلاف قرض کہ وہ نقطہ عین میں قاطع حق ہے نہ اُسکے عوض میں تو بنظر قلت ضرر قرض  
 اس عقد کو قرض ٹھہرایا نہ بہ کذا فی الطحاوی مختصر اجتمعت و شرطہا امور سبعة اور محنت مضاربت کی سات شرطیں ہیں اشرطہ راس المال کا منجم  
 اشمان کے ہونا ۲۱ اسکا معلوم ہونا ۲۲ راس المال کا عین ہونا ۲۳ مضماری کو راس المال تسلیم کرنا ۲۴ فی سبب منفعت بلا تعین ہر مقدار مالک اور مضارب کا حصہ  
 معلوم ہونا ۲۵ مضارب کا حصہ منفعت سے ہونا ۲۶ راس المال سے اور تفصیل شرط مذکورہ کی باتن اور شایع کے بیان معلوم ہوگی کون راس المال  
 من الاثمان کما فی الشركة شرط صحت مضاربت ہونا راس المال کا اثمان سے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب الشركة میں ہم تو مضاربت صحیح نہیں مگر اُس مال سے  
 کہ شرکت صحیح ہوتی ہے اسواسطے کہ مضاربت شرکت ہے فائدہ حاصل ہونیکے وقت تو وہ مال ضرور ہو جس سے شرکت صحیح ہوتی ہے یعنی درہم اور دنانیر اور  
 چاندی سونا غیر مسکوک اور فلوس رردہ کذا فی الدرر وہ معلوم للعاقین اور راس المال معلوم ہو عاقین کو یعنی اس طرح کہ عاقین عقد مضاربت  
 کریں مقدار عین راس المال پر مثلاً ہزار یا دو ہزار پر و کفایت فیہ الاشارة اور راس المال کے معلوم ہونے میں اشارہ کرنا کفایت کرتا ہے ہم صورت  
 اشارہ ہے کہ بطریق مضاربت ایک شخص کو درم دیے اور اُسکی مقدار معلوم نہیں اُسکو تو جائز ہے کذا فی الدرر والقول فی قدرہ وصفۃ للمضارب یتیم  
 والیتیمہ للمالک اور در صورت اختلاف کے راس المال کی مقدار اور وصف میں مضارب کا قول معتبر ہے اُسکی قسم کے ساتھ اور گواہ لانا مالک  
 کیواسطے ہر و اما المضاربتہ بین فان علی المضارب لم یجز ان علی ثالث جاز و کہہ اور عقد مضاربت دین سے کرنا سو اگر مضارب پر دین  
 ہو تو جائز نہیں اور اگر تیسرے شخص پر ہو جائز ہے اور مکر وہ ولو قال اشتری عبد السیۃ تم بعه وضارب تم بعه ففعل جاز اور اگر ایک شخص  
 دوسرے سے کہا کہ میرے لئے ایک غلام ادھار خرید کر پھر اُسکو بیچ اور اُسکے ثمن سے مضاربت کر سونے ایسا ہی کیا تو جائز ہے ہم اسواسطے کہ

بلاز یادہ  
 نفع لایح للمضارب  
 لہ اجر مثل عملہ  
 مطلقاً اور لایزاد  
 علی المشروط  
 خلافاً للحد  
 والثلثہ اور  
 مضاربت  
 اجارہ فاسدہ  
 ہر اگر عقد  
 مضاربت  
 فاسد ہو  
 جائے تو  
 اب اس وقت  
 میں  
 مضارب  
 کے  
 واسطے  
 نفع  
 نہیں  
 بلکہ  
 اُسکے  
 واسطے  
 اُسکی  
 محنت  
 کی  
 مزدوری  
 ہر  
 طرح  
 تجارت  
 میں  
 نفع  
 حاصل  
 ہو  
 یا  
 نہ  
 ہو  
 زیادہ  
 مذی  
 جائے  
 مزدوری  
 شرط  
 سے  
 بخلاف  
 محدود  
 اور  
 المثلثہ  
 کہ  
 کم  
 اجارہ  
 فاسدہ  
 کا  
 یہی  
 حکم  
 ہے  
 کہ  
 اُسکی  
 اجرت  
 مثل  
 شرط  
 سے  
 زیادہ  
 نہیں  
 ہوتی  
 الا  
 فی  
 وصی  
 اخذ  
 مال  
 یتیم  
 مضاربتہ  
 فاسدہ  
 کشرط  
 لثمنہ  
 عشرۃ  
 درہم  
 فلاشی  
 لہ  
 فی  
 مال  
 الیتیم  
 اذ  
 عمل  
 اشباہ  
 فہو  
 استثناء  
 من  
 اجر  
 عملہ  
 مضاربت  
 فاسدہ  
 میں  
 اجرت  
 عمل  
 ہر  
 مگر  
 اُس  
 وصی  
 میں  
 جس  
 نے  
 یتیم  
 کا  
 مال  
 بطریق  
 مضاربت  
 فاسدہ  
 لیا  
 جیسے  
 وصی  
 کا  
 اپنے  
 واسطے  
 دس  
 درم  
 کا  
 شرط  
 کر  
 لینا  
 تو  
 اسکو  
 کچھ  
 اجرت  
 نہ  
 ملیگی  
 یتیم  
 کے  
 مال  
 سے  
 جبکہ  
 وصی  
 عمل  
 کرے  
 گا  
 کذا  
 فی  
 الاشباہ  
 وشرایع  
 نے  
 کہا  
 الا  
 فی  
 وصی  
 استثناء  
 ہر  
 اجرت  
 عمل  
 سے  
 مہیاں  
 عمل  
 اشتباہ  
 تھا  
 کہ  
 استثناء  
 اجرت  
 عمل  
 سے  
 ہر  
 یا  
 عدم  
 زیادت  
 علی  
 المشروط  
 سے  
 ہر  
 چند  
 مصنف  
 نے  
 دفع  
 ایہام  
 کر  
 دیا  
 تھا  
 اپنے  
 قول  
 فلاشی  
 سے  
 لیکن  
 شایع  
 نے  
 مزید  
 توضیح  
 کے  
 واسطے  
 کھول  
 کر  
 کہدیا  
 والفاستہ  
 لاشمان  
 فیہا  
 ایضاً  
 صحیحہ  
 لانه  
 امین  
 اور  
 مضاربت  
 فاسدہ  
 میں  
 بھی  
 ہلاکت  
 مال  
 سے  
 تاوان  
 نہیں  
 جیسے  
 مضاربت  
 صحیحہ  
 میں  
 اسواسطے  
 کہ  
 مضارب  
 امین  
 ہے  
 اور  
 امین  
 ضمیم  
 نہیں  
 ہوتا  
 و  
 دفع  
 المال  
 الی  
 الخرم  
 مع  
 شرط  
 الرج  
 کلہ  
 لئلا  
 تک  
 بضاعتہ  
 فیکون  
 وکیلاً  
 بمر  
 عادی  
 مال  
 کا  
 دوسرے  
 شخص  
 کو  
 باوجود  
 شرط  
 ہونے  
 تمام  
 نفع  
 کے  
 مالک  
 کیواسطے  
 بضاعت  
 ہر  
 یعنی  
 یہ  
 عقد  
 مضاربت  
 نہیں  
 بلکہ  
 عقد  
 بضاعت  
 ہے  
 تو  
 دوسرا  
 شخص  
 عمل  
 کرنے  
 سے  
 محسن  
 ہوگا  
 مالک  
 کا  
 احسان  
 یہ  
 کہ  
 اپنے  
 واسطے  
 عامل  
 نے  
 فائدہ  
 شرط  
 نہیں  
 کیا  
 و  
 مع  
 شرطہ  
 للعامل  
 قرض  
 لقلہ  
 ضررہ  
 اور  
 تمام  
 نفع  
 عامل  
 کے  
 واسطے  
 مشروط  
 ہونے  
 کے  
 ساتھ  
 مال  
 دینا  
 قرض  
 ہے  
 بواسطہ  
 قلت  
 ضرر  
 قرض  
 ہم  
 یعنی  
 اگر  
 مالک  
 نے  
 دوسرے  
 کو  
 مال  
 دیا  
 اور  
 شرط  
 و  
 نون  
 میں  
 یہ  
 ہوئی  
 کہ  
 تمام  
 نفع  
 محنت  
 کرنے  
 والے  
 نہ  
 صاحب  
 مال  
 تو  
 یہ  
 مضاربت  
 نہیں  
 ہے  
 قرض  
 ہے  
 اسواسطیکہ  
 عامل  
 کل  
 منفعت  
 کا  
 مستحق  
 نہیں  
 ہو  
 سکتا  
 مگر  
 جبکہ  
 اس  
 مال  
 کا  
 مالک  
 ہو  
 اور  
 ملک  
 تصور  
 نہیں  
 مگر  
 بہ  
 یا  
 قرض  
 سے  
 لیکن  
 بہ  
 میں  
 مالک  
 کا  
 سراسر  
 نقصان  
 ہے  
 اسواسطیکہ  
 بہ  
 قاطع  
 حق  
 ہے  
 عین  
 اور  
 اُسکے  
 بدل  
 دونوں  
 سے  
 بخلاف  
 قرض  
 کہ  
 وہ  
 نقطہ  
 عین  
 میں  
 قاطع  
 حق  
 ہے  
 نہ  
 اُسکے  
 عوض  
 میں  
 تو  
 بنظر  
 قلت  
 ضرر  
 قرض  
 اس  
 عقد  
 کو  
 قرض  
 ٹھہرایا  
 نہ  
 بہ  
 کذا  
 فی  
 الطحاوی  
 مختصر  
 اجتمعت  
 و  
 شرطہا  
 امور  
 سبعة  
 اور  
 محنت  
 مضاربت  
 کی  
 سات  
 شرطیں  
 ہیں  
 اشرطہ  
 راس  
 المال  
 کا  
 منجم  
 اشمان  
 کے  
 ہونا  
 ۲۱  
 اسکا  
 معلوم  
 ہونا  
 ۲۲  
 راس  
 المال  
 کا  
 عین  
 ہونا  
 ۲۳  
 مضماری  
 کو  
 راس  
 المال  
 تسلیم  
 کرنا  
 ۲۴  
 فی  
 سبب  
 منفعت  
 بلا  
 تعین  
 ہر  
 مقدار  
 مالک  
 اور  
 مضارب  
 کا  
 حصہ  
 معلوم  
 ہونا  
 ۲۵  
 مضارب  
 کا  
 حصہ  
 منفعت  
 سے  
 ہونا  
 ۲۶  
 راس  
 المال  
 سے  
 اور  
 تفصیل  
 شرط  
 مذکورہ  
 کی  
 باتن  
 اور  
 شایع  
 کے  
 بیان  
 معلوم  
 ہوگی  
 کون  
 راس  
 المال  
 من  
 الاثمان  
 کما  
 فی  
 الشركة  
 شرط  
 صحت  
 مضاربت  
 ہونا  
 راس  
 المال  
 کا  
 اثمان  
 سے  
 چنانچہ  
 مذکور  
 ہو  
 چکا  
 کتاب  
 الشركة  
 میں  
 ہم  
 تو  
 مضاربت  
 صحیح  
 نہیں  
 مگر  
 اُس  
 مال  
 سے  
 کہ  
 شرکت  
 صحیح  
 ہوتی  
 ہے  
 اسواسطے  
 کہ  
 مضاربت  
 شرکت  
 ہے  
 فائدہ  
 حاصل  
 ہونیکے  
 وقت  
 تو  
 وہ  
 مال  
 ضرور  
 ہو  
 جس  
 سے  
 شرکت  
 صحیح  
 ہوتی  
 ہے  
 یعنی  
 درہم  
 اور  
 دنانیر  
 اور  
 چاندی  
 سونا  
 غیر  
 مسکوک  
 اور  
 فلوس  
 رردہ  
 کذا  
 فی  
 الدرر  
 وہ  
 معلوم  
 للعاقین  
 اور  
 راس  
 المال  
 معلوم  
 ہو  
 عاقین  
 کو  
 یعنی  
 اس  
 طرح  
 کہ  
 عاقین  
 عقد  
 مضاربت  
 کریں  
 مقدار  
 عین  
 راس  
 المال  
 پر  
 مثلاً  
 ہزار  
 یا  
 دو  
 ہزار  
 پر  
 و  
 کفایت  
 فیہ  
 الاشارة  
 اور  
 راس  
 المال  
 کے  
 معلوم  
 ہونے  
 میں  
 اشارہ  
 کرنا  
 کفایت  
 کرتا  
 ہے  
 ہم  
 صورت  
 اشارہ  
 ہے  
 کہ  
 بطریق  
 مضاربت  
 ایک  
 شخص  
 کو  
 درم  
 دیے  
 اور  
 اُسکی  
 مقدار  
 معلوم  
 نہیں  
 اُسکو  
 تو  
 جائز  
 ہے  
 کذا  
 فی  
 الدرر  
 والقول  
 فی  
 قدرہ  
 وصفۃ  
 للمضارب  
 یتیم  
 والیتیمہ  
 للمالک  
 اور  
 در  
 صورت  
 اختلاف  
 کے  
 راس  
 المال  
 کی  
 مقدار  
 اور  
 وصف  
 میں  
 مضارب  
 کا  
 قول  
 معتبر  
 ہے  
 اُسکی  
 قسم  
 کے  
 ساتھ  
 اور  
 گواہ  
 لانا  
 مالک  
 کیواسطے  
 ہر  
 و  
 اما  
 المضاربتہ  
 بین  
 فان  
 علی  
 المضارب  
 لم  
 یجز  
 ان  
 علی  
 ثالث  
 جاز  
 و  
 کہہ  
 اور  
 عقد  
 مضاربت  
 دین  
 سے  
 کرنا  
 سو  
 اگر  
 مضارب  
 پر  
 دین  
 ہو  
 تو  
 جائز  
 نہیں  
 اور  
 اگر  
 تیسرے  
 شخص  
 پر  
 ہو  
 جائز  
 ہے  
 اور  
 مکر  
 وہ  
 ولو  
 قال  
 اشتری  
 عبد  
 السیۃ  
 تم  
 بعه  
 وضارب  
 تم  
 بعه  
 ففعل  
 جاز  
 اور  
 اگر  
 ایک  
 شخص  
 دوسرے  
 سے  
 کہا  
 کہ  
 میرے  
 لئے  
 ایک  
 غلام  
 ادھار  
 خرید  
 کر  
 پھر  
 اُسکو  
 بیچ  
 اور  
 اُسکے  
 ثمن  
 سے  
 مضاربت  
 کر  
 سونے  
 ایسا  
 ہی  
 کیا  
 تو  
 جائز  
 ہے  
 ہم  
 اسواسطے  
 کہ

مضاربت غلام کی طرف مضاربت نہیں جو جائز نہ ہو بلکہ اسکے ثمن کی طرف مضاربت صحیح ہے کذا فی الدرر اور یہ جیلہ ہے جو مضاربت  
 فی العروض کا یعنی متاع کے ثمن کی طرف مضاربت کو مضاربت کرے کہ قولہ لغاصب یا مستوع یا مستبضع اعلیٰ بانی بیک مضاربتہ بالنصف جائز مجتہبی  
 چنانچہ یون کہنا غاصب یا مستوع یا مستبضع سے کہ تجارت کر اس مال سے جو میرا ترسے پاس ہے بطریق مضاربت کے نصفاً نصف منفعہ پر تو جائز ہے  
 کذا فی الحقنہ ام مستبضع وہ جسکے پاس مال ہو بطریق بضاعت کے طحاوی نے کہا مضاربت اس صورت میں جائز ہوگی جب غاصب وغیرہ کے پاس  
 اس قسم کا مال ہو جو حسین مضاربت جاری ہوتی ہو یعنی از قسم ثمن ہونے متاع و کون راس المال عینا لا دینا کما بسطہ فی الدرر اور شرط صحت ہے  
 ہونا راس المال کا عین یعنی معین ہونا شرط ہونے دین ہونا چنانچہ اسکو درر میں واضح بیان کیا ہے ہم درر میں ہے عین ہونا شرط ہے نہ دین ہونا  
 اسواسطے کہ مضاربت امین ہے شروع میں اور جسپر دین ہے اسکا امین ہونا متصور نہیں تو اگر دائن نے مدیون سے کہا کہ عمل کر اس دین میں  
 جو ترسے ذمے ہے بطریق مضاربت فی النصف کے تو جائز نہیں انتہی طحاوی نے کہا عین کے عرض مراد نہیں بلکہ مراد معین ہونا ہے مسلماً الی  
 المضاربت لیکنہ التصرف دران حالکہ رب المال تسلیم کرنے والا ہو راس المال کا مضاربت کو تا اسکو تصرف اسکا ممکن ہو ہم اسواسطے کہ  
 عمل مضاربت کی جانب سے ہے اور وہ ممکن نہیں بدون تسلیم کے علی وجہ الکمال تو اگر صاحب مال یہ شرط کرے کہ ہر شب مال میرے پاس ہے تو مضاربت  
 فاسد ہوگی اور اگر صاحب مال بامضاربت اس مال سے خرید و فروخت کرے تو نفع میں دونوں شریک ہونگے بموجب شرط کے اسواسطیکہ استعانت  
 ہے عمل پر یہ نقص مضاربت پر بخلاف اشتراط عمل رب المال عین عقد میں کہ وہ مفسد ہے کذا فی الطحاوی بخلاف الشركة لان العمل فیہا من الجانبین  
 بخلاف عقد شرکت کے اسواسطے کہ اس میں دونوں جانب سے عمل ہے و کون البرج بینہما شائعاً فاعین قدر افسدت اور شرط مضاربت ہے ہونا  
 منفعہ کا امین دونوں کے شائع اور عام تو اگر کسی مقدار کو معین کر لے تو مضاربت فاسد ہوگی ہم منفعہ شائع مثلاً دونوں میں نصفاً نصف ہو  
 یا میں تھا و اسواسطے کہ امین منفعہ کی مشارکت ثابت ہے نفع قلیل ہو یا کثیر اور ہم معین کرنا چنانچہ سود ہم یا نصف منفعہ کے ساتھ دس درم زیادہ  
 تو یہ قاطع ہے شرکت کا اسواسطے کہ شاید منفعہ نہ ہو مگر بقدر ہم معین پھر جب شرکت منفعہ کی زہی تو مضاربت باقی زہی و کون نصیب کل منہما  
 معلوما عند العقد اور شرط مضاربت ہے ہر واحد کے حصے کا معلوم ہونا عقد مضاربت کے نزدیک ہم حصہ ہر ایک کا معلوم ہونا ہول صورت مجہول یہ ہے کہ  
 مثلاً مالک کے مضاربت کے ہجکو نصف نفع خواہ ثلث خواہ ربع ہے معلوم ہونا اسواسطے شرط ہو کہ عقد مضاربت ہے نفع کیواسطے تو اسکی حالت موجب  
 فساد عقد ہوگی و من شرطہا کون نصیب المضاربت من البرج حتی لو شرطہ من راس المال او منہ من البرج فسدت اور مضاربت کی شرطوں سے ہے  
 ہونا حصہ مضاربت کا نفع سے تو اگر مضاربت کیواسطے راس المال سے یا راس المال اور نفع دونوں کے حصہ شرط ہو تو مضاربت فاسد ہے اسواسطے  
 کہ ان دونوں شرطوں کو عقد مقتضی نہیں کذا فی الطحاوی فی الجملیۃ کل شرط یوجب جہالۃ فی البرج او یقطع الشركة فیہ نفسہا و الا بطل الشرط  
 و صح العقد اعتباراً بالوکالۃ جلالیہ میں ہے جو شرط کہ جہالت نفع کی موجب ہو یا قاطع ہو شرکت کی نفع میں وہ شرط مفسد مضاربت ہے اور نہیں تو شرط  
 باطل ہو جاتی ہے اور عقد صحیح ہوتا ہے بقیاس و کالت کے یعنی جس طرح و کالت شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتی ہم جہالت نفع چنانچہ نصف نفع یا ثلث بطریق تردید  
 کے اور قطع شرکت چنانچہ ایک شخص کیواسطے درہم معینہ کا شرط کرنا ان کے سوا اور شرط فاسد جو مفسد عقد نہیں از انجلیہ ہے کہ مضاربت پر خسراں یعنی  
 اولاً شرط کیا جاے یا دونوں پر کذا فی الطحاوی و لو ادعی المضاربت فسادہا فالقول لرب المال و بعکسہ فالمضاربت ورا اگر مضاربت فساد  
 مضاربت کا دعوی کرے تو صاحب مال کا قول مقبول ہے اور اسکے بالعکس یعنی اگر صاحب مال فساد کا دعوی کرے تو مضاربت کا قول مقبول ہے الاصل ان  
 القول لدعی الصحۃ فی العقود الا اذا قال رب المال شرطت لک ثلث البرج الا عشرہ و قال المضاربت لک ثلث فالقول لرب المال لو فیہ فسادہا لانه یزید یا یجہا

یون کہ اگر نفع میں ہر  
 طرف سے ہوا تو نہیں  
 سے ایک ہجکو دیا جائیگا  
 اولاً ایک سو نفع ہول نفع  
 کے لیے بھی ہو سکتی ہے کہ  
 یون کہ اگر نفع میں ہر  
 طرف سے ہوا تو نہیں  
 سے ایک ہجکو دیا جائیگا  
 اولاً ایک سو نفع ہول نفع  
 کے لیے بھی ہو سکتی ہے کہ

القول



المضاربت غایبہ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ عقود میں مدعی صحت عقد کا قول مقبول ہے مگر جبکہ صاحب مال کے مضارب کے کہنے کے تیرے واسطے ثلث نفع شرط کیا ہے سولے دس درم کے اور مضارب کے ثلث نفع مشروط ہے تو صاحب مال کا قول مقبول ہے اگرچہ صاحب مال کے قول میں فساد مضاربت ہے مقبول اس واسطے ہے کہ صاحب مال اس زیادت کا منکر ہے جس کا مضارب عوی کرتا ہے کذا فی الغایبہ و ما فی الاشبہاء فیہ اشتباہ فاقم اور جو قول اشباہ میں ہے اس میں اشتباہ ہے سو اسکو سمجھ لے ہم اشباہ کی عبارت یہ ہے القول قول مدعی الصحة الا اذا قال رب لمان شرطت لک الثلث و زیادة عشرة وقال المضارب الثلث قال القول للمضارب یعنی مقبول قول مدعی صحت کا ہے مگر جبکہ صاحب مال کے کہنے کے تیرے واسطے ثلث اور دس درم کی زیادت شرط کی اور مضارب کے ثلث نفع مشروط ہے تو مضارب کا قول مقبول ہے اتھی الترجمة مصنف نے اپنی شرح میں اور محمد صالح بن مصنف نے حاشیہ اشباہ میں کہا حکم مذکور قاعدہ مذکورہ کے مطابق ہے اس واسطے کہ مضارب اس صورت میں مدعی صحت عقد ہے یعنی برخلاف صاحب مال کہ مدعی فساد ہے صاحب اشباہ کو اشتباہ یہ واقع ہوا کہ اس نے یہ گمان کیا کہ مسئلہ مذکورہ قاعدہ سے خارج ہے اور حالانکہ اس میں داخل ہے نہ خارج کذا فی الطحاوی ویملک المضارب فی المطلقۃ التي لم تقید بمکان او زمان او نوع البیع ولو فاسد او مفقود نسبتہ متعارفہ اور مضارب مالک ہے مضاربت مطلقہ یعنی اس مضاربت میں جس میں مکان تجارت یا زمان یا نوع تجارت کی قید نہیں ہے کا اگرچہ بیع فاسد ہو نقد میں بیع کرے یا مدت متعارفہ کیساتھ اور عاوم ہے مراد نہیں کہ مضارب بیع فاسد حلال ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ بیع فاسد مضارب مخالف نہ ہو کہ غاصب ٹھہرے اور مال اسکے ہاتھ میں امانت نہ باقی ہے مدت میں متعارفہ کی قید اس واسطے لگانے کا اجل طویل سے احتراز واقع ہو اور التوکیل بہما اور مضارب خرید کر یا مالک ہے اور خرید فروخت کیا اس واسطے کہ شخص کو وکیل کر لینا مالک ہے و سفر ہوا و بچاؤ لوفع لہ المال فی بلدہ علی الظاہر اور مالک ہے سفر کرنے کا خشکی اور تری میں یعنی زمین اور دریا میں اگرچہ صاحب مال نے مضارب کے مال دیا ہو اپنے شہر میں یا مسافرت میں بنا بر قول ظاہر کے ہم اور قول غیر ظاہر ابو یوسف کی روایت ہے امام سے کہ اگر اپنے شہر میں مال ہے تو مضارب کے سفر جائز نہیں اور اگر سفر میں ہے تو اسکو سفر کرنا مضر صاحب مال جائز ہے قول ظاہر کی دلیل یہ ہے کہ مضاربت مشتق ہے ضرب فی الارض سے تو بمقتضای لفظ مسافرت کا مضارب مالک ہے و الا بضع ای دفع المال بضاعۃ اور مالک ہے البضع کا یعنی مال کے لینے کا بطریق بضاعۃ کے یعنی تمام نفع صاحب مال کے واسطے مشروط ہونا و لولرب لمان لا تفسد بہ المضاربتہ کیا جی اگرچہ مضارب نے صاحب مال کو مال دیا ہو بطریق بضاعۃ کے تو بھی اسکو اختیار ہے اور اس لینے سے مضاربت فاسد نہیں ہوتی چنانچہ بیان اسکا آدیگا ویملک لایباع و الرین زمین و الاجارۃ و الاستیجار فلواتسجار فلو اتسجار مضارب لیزرعہما اولیٰ شہا جاز طیرتہ اور مضارب مالک ہے کسی کے پاس ودیعت رکھنے اور دوسرے کے پاس گرو کرنے اور اپنے پاس ہن رکھنے اور اجارہ لینے کا تو اگر ٹھیکہ کے سفید زمین یعنی خالی زمین کا تا زمین کھیت کرے یا درخت لگائے تو جائز ہے کذا فی الطیرتہ و الاحتیال لے قبول الحوائج بالثمن مطلقا علی الایسر والا عسر لان کل ذلک من صنیع التجار اور مالک ہے احتیال کا یعنی جس کے حوالہ قبول کر لینا مطلقا کشادہ دست اور تنگ دست پر اس واسطے کہ وہ سب امور مذکور یعنی بیع اور شرا اور توکیل اور سفر اور البضع اور ایداع اور زمین اور اتہان اور اجارہ اور استیجار اور احتیال سودا گروں کے و تنویر العمل ہے لایملک المضاربتہ و الشریکۃ و الخاطب بال نفسه الا باذن او عمل برائک اذا لیس لایضمن شہا مضارب مالک نہیں مضاربت کا یعنی بحال دوسرے شخص کو بطریق مضاربت کے نہیں سکتا اور مالک نہیں شرکت کا اور اس مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا لینا اگر صاحب مال کے اذن یا اسکے یون کہنے سے کہ عمل کر اپنی تجویز اور عقل کے موافق اس واسطے مالک نہیں کہ شئی اپنے مانند اور برابر کی چیز کو متضمن نہیں ہوتی بلکہ کمتر کو متضمن ہوتی ہے عدم متضمن مائل عدم ملک مضاربت کی علت ہے نہ نفعی شرکت اور خلط مال کی تو اگر شایع یون کہتا اذا لیس لایضمن شہا و الاعلیٰ منہ تو بہتر ہوتا اس واسطے کہ شرکت اور خلط بالاتر ہے مضاربت خلط مال اس صورت میں جائز نہیں جبکہ اس شہر میں راجع نہ ہو اور اگر ملایکار و ارج ہو تو مضارب پر ضمان نہیں کذا فی الطحاوی و لا الاقراض الاستدانتہ وان قبل ذلک او عمل برائک لانا لیس من صنیع التجار فلم یدخل فی التعمیر یا لم یضمن المالك علیہما فملکها اور مضارب لک نہیں قرض لینے کا اور ادھار لینے کا اگرچہ قول ہے

پہلے دس درم کے اور مضارب کے ثلث نفع مشروط ہے تو صاحب مال کا قول مقبول ہے اگرچہ صاحب مال کے قول میں فساد مضاربت ہے مقبول اس واسطے ہے کہ صاحب مال اس زیادت کا منکر ہے جس کا مضارب عوی کرتا ہے کذا فی الغایبہ و ما فی الاشبہاء فیہ اشتباہ فاقم اور جو قول اشباہ میں ہے اس میں اشتباہ ہے سو اسکو سمجھ لے ہم اشباہ کی عبارت یہ ہے القول قول مدعی الصحة الا اذا قال رب لمان شرطت لک الثلث و زیادة عشرة وقال المضارب الثلث قال القول للمضارب یعنی مقبول قول مدعی صحت کا ہے مگر جبکہ صاحب مال کے کہنے کے تیرے واسطے ثلث اور دس درم کی زیادت شرط کی اور مضارب کے ثلث نفع مشروط ہے تو مضارب کا قول مقبول ہے اتھی الترجمة مصنف نے اپنی شرح میں اور محمد صالح بن مصنف نے حاشیہ اشباہ میں کہا حکم مذکور قاعدہ مذکورہ کے مطابق ہے اس واسطے کہ مضارب اس صورت میں مدعی صحت عقد ہے یعنی برخلاف صاحب مال کہ مدعی فساد ہے صاحب اشباہ کو اشتباہ یہ واقع ہوا کہ اس نے یہ گمان کیا کہ مسئلہ مذکورہ قاعدہ سے خارج ہے اور حالانکہ اس میں داخل ہے نہ خارج کذا فی الطحاوی ویملک المضارب فی المطلقۃ التي لم تقید بمکان او زمان او نوع البیع ولو فاسد او مفقود نسبتہ متعارفہ اور مضارب مالک ہے مضاربت مطلقہ یعنی اس مضاربت میں جس میں مکان تجارت یا زمان یا نوع تجارت کی قید نہیں ہے کا اگرچہ بیع فاسد ہو نقد میں بیع کرے یا مدت متعارفہ کیساتھ اور عاوم ہے مراد نہیں کہ مضارب بیع فاسد حلال ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ بیع فاسد مضارب مخالف نہ ہو کہ غاصب ٹھہرے اور مال اسکے ہاتھ میں امانت نہ باقی ہے مدت میں متعارفہ کی قید اس واسطے لگانے کا اجل طویل سے احتراز واقع ہو اور التوکیل بہما اور مضارب خرید کر یا مالک ہے اور خرید فروخت کیا اس واسطے کہ شخص کو وکیل کر لینا مالک ہے و سفر ہوا و بچاؤ لوفع لہ المال فی بلدہ علی الظاہر اور مالک ہے سفر کرنے کا خشکی اور تری میں یعنی زمین اور دریا میں اگرچہ صاحب مال نے مضارب کے مال دیا ہو اپنے شہر میں یا مسافرت میں بنا بر قول ظاہر کے ہم اور قول غیر ظاہر ابو یوسف کی روایت ہے امام سے کہ اگر اپنے شہر میں مال ہے تو مضارب کے سفر جائز نہیں اور اگر سفر میں ہے تو اسکو سفر کرنا مضر صاحب مال جائز ہے قول ظاہر کی دلیل یہ ہے کہ مضاربت مشتق ہے ضرب فی الارض سے تو بمقتضای لفظ مسافرت کا مضارب مالک ہے و الا بضع ای دفع المال بضاعۃ اور مالک ہے البضع کا یعنی مال کے لینے کا بطریق بضاعۃ کے یعنی تمام نفع صاحب مال کے واسطے مشروط ہونا و لولرب لمان لا تفسد بہ المضاربتہ کیا جی اگرچہ مضارب نے صاحب مال کو مال دیا ہو بطریق بضاعۃ کے تو بھی اسکو اختیار ہے اور اس لینے سے مضاربت فاسد نہیں ہوتی چنانچہ بیان اسکا آدیگا ویملک لایباع و الرین زمین و الاجارۃ و الاستیجار فلواتسجار فلو اتسجار مضارب لیزرعہما اولیٰ شہا جاز طیرتہ اور مضارب مالک ہے کسی کے پاس ودیعت رکھنے اور دوسرے کے پاس گرو کرنے اور اپنے پاس ہن رکھنے اور اجارہ لینے کا تو اگر ٹھیکہ کے سفید زمین یعنی خالی زمین کا تا زمین کھیت کرے یا درخت لگائے تو جائز ہے کذا فی الطیرتہ و الاحتیال لے قبول الحوائج بالثمن مطلقا علی الایسر والا عسر لان کل ذلک من صنیع التجار اور مالک ہے احتیال کا یعنی جس کے حوالہ قبول کر لینا مطلقا کشادہ دست اور تنگ دست پر اس واسطے کہ وہ سب امور مذکور یعنی بیع اور شرا اور توکیل اور سفر اور البضع اور ایداع اور زمین اور اتہان اور اجارہ اور استیجار اور احتیال سودا گروں کے و تنویر العمل ہے لایملک المضاربتہ و الشریکۃ و الخاطب بال نفسه الا باذن او عمل برائک اذا لیس لایضمن شہا مضارب مالک نہیں مضاربت کا یعنی بحال دوسرے شخص کو بطریق مضاربت کے نہیں سکتا اور مالک نہیں شرکت کا اور اس مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا لینا اگر صاحب مال کے اذن یا اسکے یون کہنے سے کہ عمل کر اپنی تجویز اور عقل کے موافق اس واسطے مالک نہیں کہ شئی اپنے مانند اور برابر کی چیز کو متضمن نہیں ہوتی بلکہ کمتر کو متضمن ہوتی ہے عدم متضمن مائل عدم ملک مضاربت کی علت ہے نہ نفعی شرکت اور خلط مال کی تو اگر شایع یون کہتا اذا لیس لایضمن شہا و الاعلیٰ منہ تو بہتر ہوتا اس واسطے کہ شرکت اور خلط بالاتر ہے مضاربت خلط مال اس صورت میں جائز نہیں جبکہ اس شہر میں راجع نہ ہو اور اگر ملایکار و ارج ہو تو مضارب پر ضمان نہیں کذا فی الطحاوی و لا الاقراض الاستدانتہ وان قبل ذلک او عمل برائک لانا لیس من صنیع التجار فلم یدخل فی التعمیر یا لم یضمن المالك علیہما فملکها اور مضارب لک نہیں قرض لینے کا اور ادھار لینے کا اگرچہ قول ہے



مذکور اس سے کہا گیا ہو یعنی اگرچہ صاحب مال نے مضاربت کہا ہو کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق اس واسطے کہ وہ دونوں تجارت کے دستور العمل سے نہیں ہیں تو وہ تمیم  
قول مذکور میں داخل نہ ہوگی جب تک مالکان دونوں تصریح نہ کرے پھر تصریح کے بعد انکا مالک ہو گا یعنی اگر صاحب مال نے مضاربت کہا ہے کہ جو قرض ہے اور ادھار  
یعنی میں اختیار ہے تو البتہ اقراض اور استدان کا مالک ہوگا اور نہیں تو نہیں درمیں ہر استدان منوعہ ہے کہ مال مضاربت سے زیادہ تر من پر خرید کرے  
وان استدان کا منت خمر کہ وجوہ حینذ فلو اشتری بال المضاربتہ تو باوقصر بالماء او حمل متاع المضاربتہ بالہ وقد قبل لم ذلک نہ متطوع لانه ملک  
الاستدانہ ہذہ المقالة اور اگر مضاربت دھار لیگا یعنی مالک کے اذبح کذافی الطحاوی تو فرکت وجوہ تحقق ہوگی اور اس وقت میں تو اگر مضاربت مال سے کپڑا  
خرید کیا اور اسکو پانی سے دھو لایا اپنے مال سے یا متاع مضاربت کو لاد اپنے مال سے اور حالانکہ اس سے وہ قول کہا گیا تھا یعنی عمل کر اپنی تجویز کے  
موافق تو مضاربت متطوع اور تبرع ہے یعنی مالک سے مجرا نہیں سکتا اس واسطے کہ مضاربت اس عمل سے ادھار کر لیا مالک نہیں ہم سراجیہ میں ہر صورت استدان  
ہے کہ درام اور دینار سے خرید کرے بعد خرید کر چکنے کے اس المال سے اتنی چنانچہ کوئی جنس خرید کی درم یا دینار سے اور مضاربت کے پاس مضاربت مال سے  
درم یا دینار باقی نہیں تو اگر باقی ہوگا تو یہ خرید مضاربت پر ہوگی استدان نہ ہوگی اور بدائع میں ہے کہ جیسے مضاربت کے مال مضاربت پر استدان جائز  
نہیں اسی طرح اصلاح مال مضاربت پر استدان جائز نہیں تو اگر تمام مال مضاربت کے تھا تو خرید کیے پھر انکی بار برداری یا خوب یا سچیدگی پر اجرت خرچ کی  
تو ان سے تبرع ہوگا اس واسطے کہ اسے پاس مال مضاربت کے کچھ باقی نہیں ہا تو استیجار سے مضاربت پر ادھار کرنا ٹھہر تو جائز نہ ہو تو یہ پھر کہ مضاربت قد نفسہ تبرع ہے کذا  
فی الطحاوی انما قال ان المار لانه لو قصر بالشرا فکلمہ کصنع اور مصنف نے کپڑے کے ثوب میں فقط پانی کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر مضاربت تھان کو نشاستے سے دھو لایا جائے تو  
اسکا حکم کپڑا رنگینے مانند ہوگا وان صبغہ احر فشریک بازا او بصنع و دخل فی عمل برانگ کا نخل اور اگر مضاربت کپڑے کو سرخ رنگ لگا دیا تو صفا مال کا  
شریک ہوگا اس قدر میں جتنی قیمت کپڑے کی رنگین کرنے اور نشاستے کے کپڑے زیادہ ہو گئی اور رنگین کرنا داخل ہوگا صاحب مال کے اس قول کی تمیم میں کہ عمل کر اپنی  
صوابید کے موافق خلط مال کے مانند و کان کہ حصہ قیمتہ صبغہ ان بیع و حصہ الثوب ایض فی مالہا اور ہوگا مضاربت کے واسطے اسکے رنگ کی  
قیمت کا حصہ بشرط اسکے بکنے کے اور سفید کپڑے کا حصہ مضاربت کے مال میں مثلاً سفید تھان خرید ہوا پانچ روپے کو اس المال سے اور اب اسکا ثمن ہر ان کے  
سات روپے ہو گیا اور رنگین کر نیسے آٹھ روپے ہو گیا تو مضاربت میں دو روپے لگا اور صاحب مال کو وہیہ اس واسطے کہ سفید تھان کا نفع دو روپے ہوا وہ دونوں میں نصف  
ہو گیا اور اگر وہ یہ مضاربت نے رنگ کی قیمت میں پایا دلو لم یقل عمل برانگلم یکن شریک بالغبابا اور اگر صاحب مال نے یون نہ کہہ کر عمل کر ہو گیا ہے صوابید کے تو مضاربت  
شریک ہوگا بلکہ غاصب ٹھہرے گا یعنی تو مال مضاربت امانت اب نہ مضاربت کے پاس تو اس پر ضمان لازم ہوگا اور نفع مضاربت ہوگا کذافی الطحاوی انما قال احر  
لماران السواد نقص عند الامام فلا یدخل فی عمل برانگ بجز اور مصنف نے سرخ رنگ اس واسطے کہا کہ سیاہ رنگ نقصان میں داخل ہے امام کے نزدیک تو داخل ہوگا  
اس عمل میں کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق کذافی الیوم مذکور ہو چکا کہ یہ قول مبنی ہے اختلاف زمان پر اور ہائے زمانے میں سیاہ رنگ نقصان میں داخل نہیں سرخ  
رنگ کے مانند تو داخل ہوگا تمیم قول میں اور رنگوں کے مانند کذافی الطحاوی ولایملک لیا تجاوز بلذ او سلقہ او وقت او شخص عینہ الممالک لان المضاربتہ یقبل  
التقیید لیسفید و لو بعد العقد لم یصر الممال عرضا لانه حینذ لایملک عملہ فلا یملک تخصیصہ کما سچی اور مضاربت لک نہیں تجاوز کرنے شہر کا بھی یا تجاوز قماش یا وقت  
یا شخص کا جسکو مالک نے معین کر دیا اس واسطے کہ مضاربت تخصیص مفید کو قبول کرتی ہے اگرچہ تخصیص مفید بعد عقد مضاربت ہو جب تک مال مضاربت متاع اور  
اسباب تجارت نہیں ہو گیا اس واسطے کہ اس وقت صاحب مال مضاربت کے موزول کر لیا مالک نہیں تو تخصیص تجارت کا بھی مالک ہوگا چنانچہ اسکا بیان آدیگا ہم  
تخالف سورہ مذکورہ میں اس واسطے جائز ہوگا کہ مضاربت صرف مال کا مالک نہیں مگر مالک کے تفویض سے تو تفویض مفید ہوگی جس طرح اُسے تفویض کی اور تخصیص مذکور خالی  
فائدے سے نہیں اس واسطے کہ سوداگری باعتبار اختلاف امکانہ اور اتعہ اور اوقات اور اشخاص کے مختلف ہوتی ہے کذافی الدرر قیدنا بالمقید لان

لا یقبل مضاربت  
اس صورت میں مالک کو  
جو وہ بوجہ اسکی  
مضاربت سے لیا جائے  
مالک کو نفع میں  
انکے مال سے  
عقد مضاربت  
کا نفع نہیں  
ہوگا یعنی شریک  
نہ ہوگا

Marfat.com

فیر لقیفہ لا یعتبر اصلاً کہنیہ عن بیع الحال قید لگانہ یعنی تقييد مفيد کی اس واسطے کہ تخصیص غیر مفید ہرگز معتبر نہیں چنانچہ منع کر دینا صاحب مال کا بیع حال یعنی بیع محل سے  
 ذاماً المفید فی الجملة کسوق من مصرفان صحیح بالہی صحیح والا لا اور جو تخصیص کہ فی الجملة مفید ہو چنانچہ ایک شہر کے ایک بازار کی تخصیص سوا اگر ہی کی صاحب مال نے  
 تصحیح کر دی ہو تو تقييد صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں شہر کے ایک بازار کی تقييد اس واسطے صحیح نہیں کہ شہر اور جو بتایں اطراف کے بقعہ واحدہ کے مانند ہے لیکن اگر  
 ہی صحیح ہو اس واسطے کہ تجارت کر فلانے بازار میں اور نہ تجارت کرنا اسکے سوا اور بازار میں تو اب تقييد صحیح ہوگی کذانی الطحاوی فان فعل ضمن بالملک لفتہ  
 وکان ذلک لشراولہ پھر اگر مضارب نے مالک کے خلاف امر کیا یعنی شہر معین کے نکل کر دوسرے شہر میں خریداری کی یا جس معین کے سوا اور جس مولیٰ  
 یا موسم معین کے سوا اور موسم اور فصل میں تجارت کی یا شخص معین کے سوا اور شخص کے ہاتھ خرید و فروخت کی تو مضارب پر ضمان لازم ہوگا مخالفت کر نیسے اور وہ خرید و  
 امر مالک مضارب کی ہوگی یعنی تو اسکے نفع اور نقصان کا مضارب مالک ہوگا اس واسطے کہ اس نے غیر کے مال پر بدون اسکے امر کے تصرف کیا کذانی لدرولوم  
 تصرف فیہ حتی عاد للوافق عادت المضاربتہ اور اگر مضارب نے مال مضاربیت میں تصرف نہ کیا ہاں تک پھر یا شہر معین میں تو مضاربیت پھر صحیح ہو جائیگی مہ متعلق ہو  
 معین شہر سے یعنی اگر مالک نے شہر معین کر دیا اور مضارب اس شہر سے نکلا تو مضاربیت سے مال خارج ہو گیا لیکن خروج موقوف سوا اگر اسی شہر میں پھر آیا تو ضمان زائل  
 ہو گیا اور مضاربیت مثل سابق قائم رہی کیونکہ مضاربیت ہنوز اسکے ہاتھ میں قائم ہے عقد سابق سے کذانی الطحاوی کذا لو عاد فی بعض اعتبار الجوز بالکل اور اس واسطے  
 جو مضاربیت کا حکم ہے اگر مضارب نے بعض مال مضاربیت میں عود کیا جو کچھ اس کے ساتھ قیاس کر کے مہ یعنی اگر بعض مال کو غیر معین میں صرف کیا اور بعض کو معین میں اور  
 کیا تو بھی مضاربیت ہی ہے ولا یمکن تزیج قن من مالہا اور مضارب مالک نہیں نکاح کر نیسے اس ملک کا جو مولیٰ یا گیا مضاربیت کے مال سے و لا شرا من معین علی مال  
 بقراۃ او بین اور مضارب مالک نہیں اس نوذی یا غلام کی خریداری کا جو آزاد ہو جاتا ہو صاحب مال پر سبب قرابت یا قسم کے مہ قسم کی یہ صورت ہے کہ صاحب مال نے  
 کسی نوذی یا غلام کو کہا ہو کہ اگر میں اسکا مالک ہوں تو وہ آزاد ہو پھر خلافت الوکیل بالشر او فانه یمکن ملک عند عدم القرینۃ المقید للوکالہ کا شترنی عبد  
 بعدہ او شمسہ اد جارتہ اطالہ بر خلاف خرید کرنے وکیل کے اس واسطے کہ وہ اس ملک کے خرید کر نیسکا اختیار رکھتا ہے جو مولیٰ پر آزاد ہو جائے جبکہ قرینہ شخص کالت  
 ہو چنانچہ یون کہنا مولیٰ کا وکیل سے کہیرے واسطے غلام خرید کر کہ جسکو میں بیچوں یا اس خدمت لون یا جاریہ خرید کر جس سے بین قرابت کردن مہ تو بیع اور استخدام  
 اور وطنی جاریہ قرینہ ہے کہ وکیل کو ایسے غلام یا نوذی کا خرید کرنا چاہیے کہ مولیٰ پر آزاد ہو جاوے و لا من معین علی مال المضارب ذاکان فی المال ربح  
 ہو ہوا ان تکون قیمتہ نما العبد اکثر من کل راس المال کما بسطہ یعنی فیلحفظ اور مضارب اس غلام کے خرید کر نیسکا مالک نہیں جو مضارب پر آزاد ہو جائے  
 سبب قرابت کے بشرطیکہ مال مضاربیت میں نفع ہو نفع سے یہاں مراد وہ نفع ہے کہ اس غلام کی قیمت اکثر ہو اس مال سے چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے عینی نے تو  
 اسکو یاد رکھنا چاہیے مہ خرید کرنا غلام مذکور کا اس واسطے جائز نہو کہ مضارب کا حصہ آزاد ہوگا اور صاحب مال کا حصہ بگڑ جائیگا کیونکہ اسکی بیع امام کے نزدیک جائز  
 نہیں یا پورا غلام آزاد ہوگا صاحب معین کے نزدیک عینی نے کہا ظہور نفع سے مراد یہ ہے کہ قیمت غلام کی راس المال سے زیادہ ہو جو اس مال میں نفع ہو یا نہو  
 اس واسطے کہ جب غلام کی قیمت راس المال کے برابر اکثر ہوگی تو مضارب کی ملک اس غلام میں ظاہر نہوگی بلکہ غلام مشغول شہر جگہ راس المال سے تو اگر راس المال اول  
 ہزار تھا پھر دس ہزار ہو گیا بعد اسکے مضارب نے وہ غلام مولیٰ لیا جو مضارب پر آزاد ہو جاوے اور قیمت غلام کی ہزار یا اقل ہے تو پورا آزاد ہوگا اتنی مختصر کذانی الطحاوی فان  
 فعل شرا من معین علی احتساب وقع الشرا لنفسہ سوا اگر مضارب نے اس ملک کو خرید کیا جو آزاد ہو مال مضاربیت واقع ہوئی خرید مضارب کی ذات کی واسطے نہ مضاربیت  
 کی واسطے اور مضاربیت وان سے دونوں صورتوں میں پہلی صورت میں جس میں مال کا تادان سے اکثر نہو لیا گیا مولیٰ مضارب سے اور دوسری صورت میں بقدر حصہ مضارب کے اپنے ثمن سا قن  
 ہوگا کذانی الطحاوی عن ابی اسود وان لم یکن یکن کما ذکرہ صحیح للمضاربتہ اور اگر وہ نفع نہو جسکو معنی عینی سے بیان کیا تو مضاربیت کی واسطے خرید صحیح ہوگی مہ متعلق  
 ہے اس صورت کے ساتھ کہ مضارب اسکو خرید کرے جو مضارب پر آزاد ہو جاوے کذانی الحلبي فان ظہر ارج زیادہ قیمتہ بعد الشرا عتق ظلہ ولم یضمن نصیب

۱۲  
 اس واسطے اگر مضارب نے مال مضاربیت میں تصرف نہ کیا ہاں تک پھر صحیح ہو جائیگی مہ متعلق ہو

۱۳  
 تو آزاد ہوگا اتنی مختصر کذانی الطحاوی سے کر دیکھنا چاہیے

لما لك لعقبة لا يصنع وسعي العبد الحق في قيمة نصيب بل مال بغير ان نفع ظاهر هو غلام کی قیمت بڑھ جائیے بعد خرید کے تو بقدر حصہ مضارب غلام آزاد ہوگا اور مضارب کا ضمان ملازم ہوگا لکن حصہ میں سبب زیادہ ہوجانے غلام کے بلا صنعت مضارب اور کوشش کرے آزاد غلام اولے قیمت میں بقدر حصہ بل مال کے غلام اس واسطے آزاد ہوگا کہ مضارب اپنے قرابت دار کا مالک ہو اور مضارب پر ضمان اس واسطے لازم نہ کیا کہ وہ عند الملک آزاد ہو گیا بلا مضارب بلکہ سبب زیادہ ہوجانے قیمت کے بلا اختیار مضارب کذافی اللدرو لو اشتری الشریک من یعتق علی شریکہ والاب والوصی من یعتق علی الصغیر نقد علی العاقد اذ لا نظریہ للصغیر اور اگر ایک شریک اس غلام کو خرید کرے جو آزاد ہو جاوے دوسرے شریک یا باپ یا وصی اس غلام کو خرید کرے جو آزاد ہو جائے صغیر تو خرید عاقد پر نافذ ہوگی اس واسطے کہ اس میں صنعت صغیر کی کچھ رعایت نہیں م عاقد سے فریکٹ یا پٹ وصی مراد ہے تخیل شارح کی قاصد ہے اور شریک میں وہ علت ہے جو مضارب میں مذکور ہو چکی یعنی عدم حصول نفع شریک المادون اذ اشتری من یعتق علی المولی صح وعتق علیہ ان لم یکن مستغرقا بالدين الا الا خلافا لما زلیعی اور عبد اذون ہے جبکہ اس غلام کو خرید کیا ہو مولی پر آزاد ہو جاوے تو خرچ صحیح ہے اور وہ غلام مولی پر آزاد ہوگا اگر عبد اذون مستغرق بالدين ہو اور نہیں تو آزاد ہوگا بخلاف صاحبین کے کذافی الزلیعی میں زلیعی نے کہا کہ اگر عبد اذون پر وہ ہو جو اس کی گردن اور کبھی بچھڑے یا نہیں تو امام کے نزدیک آزاد ہوگا اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہوگا کذافی الطحاوی مضارب بعد الف بالنصف اشتری امره فورا لکذا اسلوب الای لالف فاو عاھ موسر افسارت قیمتہ ای اولد وحوہ کما ذکرنا الف والنصفہ ای خساہ لغزت عورت تو عبد الملک بطریق الذکر مخرج مضارب ہے جس کے پاس ہزار درم ہیں نصفان نصف صنعت پر اپنے ایک نوٹھی خرید کی سو وہ جنی یعنی بعد قدرت مضارب کے یا اس کا جنی جس کی قیمت اس مال یعنی ہزار درم کے برابر ہے پھر مضارب نے اس لڑکے کی فرزند کی کا دعوی کیا لہذا ای کجالت میں پھر قیمت اس کی یعنی فقط ولد کی قیمت جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے ہزار ہوگی تو مضارب کا دعوی فرزند کی کا نافذ نہ ہوگا سبب ہے ہلنے مک مضارب کے ظاہر ہونے نفع مذکور سے تو ولد مذکور اب آزاد ہوگا م پھر جنی مضارب کا نفع ہوا تو وہ لڑکا اس کا فرزند نہ ہوگا اور بقدر حصہ مضارب آزاد ہوگا یعنی بقدر حصہ کے اور مضارب پر نصیب لک کا ضمان ملازم ہوگا اس واسطے کہ آزادی سبب ملک ورس کے ثابت ہوئی اور ملک میں مضارب کی صنعت کو دخل نہیں اور ضمان لازم نہیں ہوا لکن غلامی کذافی الزلیعی مختصر اوسعی لرب مال فی الالف وربعہ ان شاء الملک و اعتمقه ان شاء اولد مذکور کوشش کرے صاحب مال کو اس واسطے ہزار اور اس کی چوتھائی یعنی ساڑھے بارہ سو درم میں سے کسی کرے اگر مالک چاہے یا اگر چاہے تو اس کو آزاد کرے م ہزار اس مال کی بابت اور اڑھائی سو نفع کی بابت مالک کے حصہ میں پھرے و لرب مال بعد قبضہ الف من الولد قضین لہذا یعنی تو معسر لانه ضمان ملک نصف قیمتہ ای لانه لظہور نفوذ دعوتیہا اور صاحب مال کو جائز ہے بعد قبض کرنے ہزار درم کے ولد سے تاوان لینا دعوی مضارب کو نوٹھی کی نصف قیمت کا اگرچہ دعوی مفلس ہو اس واسطے کہ یہ تاوان ہر مالک کو لینا یعنی اور تاوان مذکور برابر ہر مالدار کی اور مفلسی میں سبب ظاہر ہونے دعوت دعوی کے نوٹھی میں ہم قبض کرنا ہزار درم کا ولد سے اس واسطے شرط ہوا تاکہ نوٹھی مضارب کی ام ولد ہو جائے اس واسطے کہ نوٹھی مشغول براس مال ہے پھر صاحب مال نے ولد سے ہزار درم لیے تو نوٹھی اس مال سے فایز ہوگی اور بالکل صنعت میں داخل ہوگی تو اب اس میں مضارب کی ملک ظاہر ہوگی اور دعوت مضارب کی نوٹھی میں کھل گئی کذافی الطحاوی یجمل علی انہما تزوجہا تم اشتراک باجلی نہ اور دعوت مضارب پر محمول ہوگی کہ مضارب نے نوٹھی سے نکاح کر لیا باذن علی پھر اس کو خرید کیا جبکہ وہ حاملہ تھی مضارب سے ہم یہ صل اعتبار حسن ظن کے ہے تاکہ مضارب کا نہ پھرے و لو صارت قیمتہا الف والنصف صارت ام ولد ضمن الملک لقاہ رجبہ لوموسر افلو معسر افلا ساعیہ علیہا لان ام الولد لاسعی لہ فی البحر اور اگر نوٹھی کی قیمت ڈیڑھ ہزار ہوگی تو وہ مضارب کی ام ولد ہو جائیگی اور مضارب تاوان سے مالک ساڑھے بارہ سو درم کا اگر وہ مقدور والا ہو اور جو مفلس ہو تو ام ولد پر رعایت نہیں اس واسطے کہ ام ولد رعایت نہیں کرتی اور پورا بیان اس کا بجز الرائق میں ہم یہ مسئلہ جداگانہ ہے اور موضوع اس کا یہ ہے کہ مالک نے ہزار درم سے نہیں پائے اور قبضین مضارب میں مالدار کی قید بجز الرائق میں واقع ہوئی ہے لیکن فقہاء کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ مضارب پر مطلقا ضمان ہر مالدار جو با مفلس اس واسطے کہ یہ ضمان ملک ہے اور فریضہ

عند الملک یصح یون چاہیے کہ وہ ملک کی وقت مضارب کی حرکت آزاد نہیں ہو بلکہ الرائق



اگرچہ اس کا نام ذلہ پر رعایت نہیں پھر حق مالک کے ضلع ہونے کی کیا وجہ ہے اور پورا بیان ہر الزام کا یہ ہے کہ جب تک ملک کے راس المال نہ بیگناہ تک پہنچے تو اس کا حکم کذا فی النہی

باب المضارب الذی مضارب

باب المضارب الذی مضارب

باب ہر اس مضارب کے احکام میں جو تیسرے کو مالک کا راس المال سے بطریق مضاربت کے لما قدم المفروۃ شرع فی المرکبۃ فقال جبکہ مضاربت مفروہ کو مصنف مقدم بیان کر چکا تو اب مضاربت مرکبہ کا بیان شروع کیا سو کہا مضارب بالملک مضارب کا شرط ملا اذن المالك لم یضمن بالذی فاعلم یعمل اللسانی بوجہ الثانی اولاً علی الظاہ لان الرفع ایداع وہو سیکلہ فاذا عمل تبین انہ مضاربتہ فیضمن مضارب اول نے مضاربت ثانی کو مال مضاربت دیا بلا اذن مالک تو مضارب اول تاوان نہ دیکھا مال کے دینے سے جب تک مضارب ثانی عمل تجارت نہ کرے ثانی کو نفع حاصل ہوا نہ ہو بناظر ظاہر مذہب کے اس واسطے کہ مال کا دینا ودیعت رکھنا ہے اور مضارب اول ایداع کا اختیار رکھتا ہے پھر ثانی نے تجارت میں شروع کی تو کھل گیا کہ ودیعت نہ تھی مضاربت ہر تو اب تاوان آویگا مضارب نے

الا اذا كانت الثانية فاسدة فلا ضمان وان ربح بل للثانی اجر مثله علی المضارب الاول وللادول الربح المشروطہ کہ جبکہ مضاربت ثانیہ فاسدہ ہو تو تاوان نہیں اگرچہ نفع ہو بلکہ مضارب ثانی کو واسطے اجرت مثل ہر مضارب اول پر اور مضارب یک وہ نفع ہر جو اس میں اور مالک میں شرط ہے م در صورت مضاربت فاسدہ مضارب ثانی جبر ٹھہر چکا تو اجرت مثل کا مستحق ہو گا نہ شرکت نفع کا فان ضاع المال من یدہ ای ید الثانی قبل العمل الموجب للضمان فلا ضمان علی صدقہ اگر مال ضائع ہو گیا مضارب ثانی کے ہاتھ سے اس عمل سے پہلے جو ضمان کا وجہ ہے تو کسی پر ضمان نہیں نہ اول پر نہ ثانی پر اس واسطے کہ قبل عمل مال ودیعت ہے فلذا الاضمان لو غصب مال من الثانی وانما الضمان علی الغاصب فقط اور اسی طرح اول اور ثانی پر ضمان نہیں اگر ثانی سے مال پھینک لیا گیا اور تاوان تو فقط غاصب ہے ولو استہلکہ الثانی او وہبہ فالضمان علیہ خاصۃ اور اگر مضارب ثانی نے مال تلف کر ڈالا یا ہبہ کر دیا تو ثانی پر ضمان ہر خاص کر کے فان عمل حتی ضمه خیر بل مال من شاء ضمن المضارب الاول اس مالہ وان شاء ضمن الثانی فان اخذ الربح و

لا یضمن لیس لہ ذلک بوجہ اگر مضارب ثانی نے تجارت کی کہ ضمان لازم آیا تو صاحب مال مختار ہے مضارب اول سے تاوان لے چاہے مضارب ثانی سے اور اگر صاحب مال نفع لینا اختیار کرے اور تاوان نہ لے تو اسکو جائز نہیں کذا فی البحر یعنی اس واسطے کہ مال عمل سے غصب ٹھہر گیا اور مالک کو مضارب سے جاتے رہنے کے بعد اختیار نہیں مگر تضمین بدل میں نفع لینے میں غاصب سے کذا فی الخطاب فی فان اذن المالك بالذی فاعلم بالثالث وقد قبل الاول رزق المدفینا نصفان فلما لک لنصف عملاً بشرطہ وللادول المدس باقی للثانی الثالث المشروطہ پھر اگر مالک نے اپنے کا اذن دیا اور مضارب اول نے ثانی کو تہائی نفع پر مال دیا اور حالانکہ مضارب اول سے کہا گیا تھا کہ جس قدر اللہ تعالیٰ فائدہ دے وہ ہم تم میں نصفاً نصف ہے تو مالک کو واسطے نصف نفع ہے بوجہ اسکی شرط کے اور مضارب اول کو واسطے ششہ حصہ ہے جو باقی رہا بعد ثلث ثانی کے اور مضارب ثانی کو واسطے ثلث مشروطہ ہے ولو قبل مال رزق لک لمد بجان الخطاب المسئلۃ بجاہا فللثانی ثلثہ والباقی من الاول المالك نصفان باعتبار

کانت فیکون کل ثلث اور اگر کہا گیا بجان خطاب کہ جو بھکھو اللہ تعالیٰ روزی سے اور باقی مسئلہ بجا خود اسی طرح ہے یعنی اگر مالک نے مضارب ثانی کو مال دینے کا اذن دیا اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال دیا تو تین تہاؤ نفع پر اور مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو بھکھو اللہ تعالیٰ منفعت روزی کرے وہ میرے تیسرے دریاں نصفاً نصف ہے تو مضارب ثانی کے واسطے تہائی نفع کی ہے اور باقی دو تہا میں مضارب اول اور مالک میں نصفاً نصف ہیں باعتبار کانت خطاب کے تو ہر شخص کو تہائی تہائی نفع ملے گا مالک کی شرط مضارب اول سے یہ تھی کہ جو نفع اسکو ہو وہ دونوں میں نصفاً نصف ہے سو اسکو نفع نہیں ملا سوائے دو تہا یوں کے تو دونوں میں نصفاً نصف ہو گیا تو ہر ایک کو تہائی ملا و مثلاً ما رجت من شئی او ما کان لک فیہ من بیع خود ذلک سال سابق کے مانند ہے یوں کہنا رب المال کا مضارب ہے کہ جو بھکھو فائدہ حاصل ہو کسی چیز سے یا جس چیز میں بھکھو نفع ہو اور ما نند اس کے

چنانچہ یوں کہنا کہ جو تجھ پر خد افضل و کرم کرے یا جو تجھ کو بڑھوتی ہو تو ثانی کو ثلث نفع ہو اور باقی اول اور مالک میں نصف نصف ہے و کذا لو شرط لثانی اکثر من الثلث  
 او اقل فالباقی بین الممالک الاول وراسی طرح اگر مضارب ثانی کی تہائی سے زیادہ یا تہائی سے کمتر منفعت مشروط ہو تو باقی نفع مالک و مضارب اول میں  
 آدھوں آدھ ہوگا و لو قال لہ ما رحت بیننا نصفان دفع بالنصف فلثانی النصف استویا فیما بقی لانہ لم یج سواہ اور اگر مالک نے مضارب  
 اول سے کہا کہ جس قدر تجھ کو منفعت ہو وہ میرے اور تیرے درمیان نصف نصف ہے اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو نصف منفعت پر مال دیا تو مضارب ثانی  
 کے واسطے نصف نفع ہے اور مالک در مضارب اول باقی میں برابر میں اس واسطے کہ مضارب اول نے سولے نصف باقی کے کچھ فائدہ نہیں پایا و لو قيل  
 ما رزق اللہ فی نصفہ او ما کان من فضل اللہ بیننا نصفان فدفع بالنصف فلما لک نصف و لثانی کذا لک لاشی للاول لجل  
 ما لثانی اور اگر مضارب اول سے یوں کہا گیا کہ جو تجھ کو اللہ تعالیٰ روزی ہے تو اسکا نصف میرا ہے یا جو اللہ کا فضل ہو سو میرے اور تیرے درمیان  
 نصف نصف ہے سو مضارب اول نے مضارب ثانی کو آدھے نفع پر مال دیا تو مالک کو نصف ہے اور اسی طرح مضارب ثانی کو نصف باقی ہے اور مضارب اول کو کچھ  
 نہیں سبب کے کر دینے کے اپنے حصے کو ثانی کی واسطے یعنی جو مضارب کا حصہ تھا سو اسے مضارب ثانی کی واسطے مقرر کر دیا و لو شرط الاول لثانی  
 ثلثیہ و ثلثیہ بجا ہا ضمن الاول لثانی سدسا بالتسمیۃ لانه التزم سلاتہ الثلثین اور اگر مضارب اول نے مضارب ثانی کے واسطے دو تہائی بیان شرط کیں اور  
 باقی مسئلہ بجال خود ہے تو مضارب اول ثانی کو چھٹے حصے کا تاوان ہے معین کر دینے کے سبب اس واسطے کہ اسے سلاتی ثلثین کی شرط سے لازم کی جو ہم  
 توضیح سہ ہے کہ مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجھ کو نفع ہے وہ مجھ میں اور مجھ میں نصف نصف ہے سو مضارب اول نے ثانی کو مال دیا اس شرط پر  
 کہ دو تہائی ان منفعت کی تیری ہیں تو نصف نفع مالک لیکر باقی رہا نصف وہ بقدر ششم حصہ کے کم ہے و وثلث سے ششم حصہ مضارب کو دینا پڑے گا  
 اس واسطے کہ ثانی کی واسطے ثلثین کا ملین کی شرط ہو گئی ہے و ان شرط المضارب للمالک ثلثیہ و شرط بعد للمالک ثلثیہ و قوله علی ان یعمل معہ عادی لیس  
 بقدر و شرط لنفسہ صح و صار کانه اشترط للمولی ثلثی الرج کذا فی عاتہ اللتب فی شرح التتمع الشرح ہنا خلط فاجتنبہ اور اگر مضارب نے مالک کی واسطے تہائی نفع شرط  
 کیا اور مالک نے غلام کو اس واسطے تہائی اسکا شرط کیا اس شرط پر کہ غلام مضارب کے ساتھ عمل کرے شلح نے کہا اشترط علی غلام بطور عادت کے واقع ہوا ہے اور قید  
 نہیں ملے کی یعنی اشترط اور عدم اشترط حکم میں برابر ہیں اور مضارب نے اپنے واسطے باقی تہائی شرط کی تو عقید صحیح ہے اور قول مذکور ایسا ہو گیا کہ گویا مضارب نے  
 مولیٰ کی واسطے دو تہائی بیان شرط کیں اسی طرح یہ مسئلہ صحیح ہے اگر کتب فقہ میں اور اس کتاب کے متن اور مصنف کی شرح میں یہاں خلط واقع ہوا ہے سو اس سے  
 ہفتاب کفریم متن کے ایک نسخہ میں یوں دیکھا و لو شرط لثانی ثلثیہ و بعد للمالک ثلثیہ علی ان یعمل معہ و لنفسہ ثلثیہ صح اتہی لانکہ یہ فاسد ہے کہ چار تہائی بیان صحیح  
 نہیں ہوتی ہیں اور مسئلے میں مضارب ثانی کا وجود بھی نہیں اور شرح کی عبارت یہ ہے علی ان یعمل معہ عادی لیس بقید بل یصح الشرط و یکن لیسہ و ان لم یشرط  
 لایجوز اتہی حق یہ ہے کہ لایجوز حذف کیا جاوے اس واسطے کہ اول معلوم ہو چکا کہ عمل قید نہیں کذا فی الطحاوی لو عقد بالماذون مع اجنبی و شرط  
 الماذون عمل مولاه لم یصح ان لم یکن الماذون علیہ میں لانه کاشترط العمل علی الممالک اور اگر عید مذکور مضاربت منقذ کی شخص اجنبی کی تھی اور ماذون نے اپنے مولیٰ کا  
 عمل کرنا شرط کیا تو عقد صحیح نہیں اگر ماذون پر یوں نہ ہو اس واسطے کہ اس میں عمل کرنا شرط ہے مالک پر الاصح لانه حیث لا یملک کسبہ اشترط العمل رب المال مع المضارب  
 مقصد للعقد لانی منع التحلیۃ فینع الصحة اور اگر دیا نہ ہو یعنی عید ماذون پر یوں ہو تو عقد باشرط عمل مولیٰ صحیح ہے اس واسطے کہ اس وقت میں مولیٰ اپنے غلام کی  
 کمائی کا مالک نہیں اور صاحب مال کا عمل شرط کرنا مضارب کے ساتھ عقد مضاربیت کا مقصد ہے اس واسطے کہ عمل مالک کا تخلیہ کا مانع ہے تو مانع ہوگا صحت عقد کا م  
 یعنی مضاربیت میں عمل مضارب ضرور ہے اور اسکو عمل کرنا عدم تخلیہ کے ساتھ ممکن نہیں اور یہی علت ہے مسئلہ ثانیہ اور ثانیہ میں و کذا اشترط  
 عمل المضارب مع مضاربہ او عمل رب المال مع المضارب الثانی بخلاف کتاب شرط عمل مولاه کما لو مضارب مولاه اور اسی طرح

لو اشترط لثانی اکثر من الثلث او اقل فالباقی بین الممالک الاول وراسی طرح اگر مضارب ثانی کی تہائی سے زیادہ یا تہائی سے کمتر منفعت مشروط ہو تو باقی نفع مالک و مضارب اول میں آدھوں آدھ ہوگا و لو قال لہ ما رحت بیننا نصفان دفع بالنصف فلثانی النصف استویا فیما بقی لانہ لم یج سواہ اور اگر مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جس قدر تجھ کو منفعت ہو وہ میرے اور تیرے درمیان نصف نصف ہے اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو نصف منفعت پر مال دیا تو مضارب ثانی کے واسطے نصف نفع ہے اور مالک در مضارب اول باقی میں برابر میں اس واسطے کہ مضارب اول نے سولے نصف باقی کے کچھ فائدہ نہیں پایا و لو قيل ما رزق اللہ فی نصفہ او ما کان من فضل اللہ بیننا نصفان فدفع بالنصف فلما لک نصف و لثانی کذا لک لاشی للاول لجل ما لثانی اور اگر مضارب اول سے یوں کہا گیا کہ جو تجھ کو اللہ تعالیٰ روزی ہے تو اسکا نصف میرا ہے یا جو اللہ کا فضل ہو سو میرے اور تیرے درمیان نصف نصف ہے سو مضارب اول نے مضارب ثانی کو آدھے نفع پر مال دیا تو مالک کو نصف ہے اور اسی طرح مضارب ثانی کو نصف باقی ہے اور مضارب اول کو کچھ نہیں سبب کے کر دینے کے اپنے حصے کو ثانی کی واسطے یعنی جو مضارب کا حصہ تھا سو اسے مضارب ثانی کی واسطے مقرر کر دیا و لو شرط الاول لثانی ثلثیہ و ثلثیہ بجا ہا ضمن الاول لثانی سدسا بالتسمیۃ لانه التزم سلاتہ الثلثین اور اگر مضارب اول نے مضارب ثانی کے واسطے دو تہائی بیان شرط کیں اور باقی مسئلہ بجال خود ہے تو مضارب اول ثانی کو چھٹے حصے کا تاوان ہے معین کر دینے کے سبب اس واسطے کہ اسے سلاتی ثلثین کی شرط سے لازم کی جو ہم توضیح سہ ہے کہ مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجھ کو نفع ہے وہ مجھ میں اور مجھ میں نصف نصف ہے سو مضارب اول نے ثانی کو مال دیا اس شرط پر کہ دو تہائی ان منفعت کی تیری ہیں تو نصف نفع مالک لیکر باقی رہا نصف وہ بقدر ششم حصہ کے کم ہے و وثلث سے ششم حصہ مضارب کو دینا پڑے گا اس واسطے کہ ثانی کی واسطے ثلثین کا ملین کی شرط ہو گئی ہے و ان شرط المضارب للمالک ثلثیہ و شرط بعد للمالک ثلثیہ و قوله علی ان یعمل معہ عادی لیس بقدر و شرط لنفسہ صح و صار کانه اشترط للمولی ثلثی الرج کذا فی عاتہ اللتب فی شرح التتمع الشرح ہنا خلط فاجتنبہ اور اگر مضارب نے مالک کی واسطے تہائی نفع شرط کیا اور مالک نے غلام کو اس واسطے تہائی اسکا شرط کیا اس شرط پر کہ غلام مضارب کے ساتھ عمل کرے شلح نے کہا اشترط علی غلام بطور عادت کے واقع ہوا ہے اور قید نہیں ملے کی یعنی اشترط اور عدم اشترط حکم میں برابر ہیں اور مضارب نے اپنے واسطے باقی تہائی شرط کی تو عقید صحیح ہے اور قول مذکور ایسا ہو گیا کہ گویا مضارب نے مولیٰ کی واسطے دو تہائی بیان شرط کیں اسی طرح یہ مسئلہ صحیح ہے اگر کتب فقہ میں اور اس کتاب کے متن اور مصنف کی شرح میں یہاں خلط واقع ہوا ہے سو اس سے ہفتاب کفریم متن کے ایک نسخہ میں یوں دیکھا و لو شرط لثانی ثلثیہ و بعد للمالک ثلثیہ علی ان یعمل معہ و لنفسہ ثلثیہ صح اتہی لانکہ یہ فاسد ہے کہ چار تہائی بیان صحیح نہیں ہوتی ہیں اور مسئلے میں مضارب ثانی کا وجود بھی نہیں اور شرح کی عبارت یہ ہے علی ان یعمل معہ عادی لیس بقید بل یصح الشرط و یکن لیسہ و ان لم یشرط لایجوز اتہی حق یہ ہے کہ لایجوز حذف کیا جاوے اس واسطے کہ اول معلوم ہو چکا کہ عمل قید نہیں کذا فی الطحاوی لو عقد بالماذون مع اجنبی و شرط الماذون عمل مولاه لم یصح ان لم یکن الماذون علیہ میں لانه کاشترط العمل علی الممالک اور اگر عید مذکور مضاربت منقذ کی شخص اجنبی کی تھی اور ماذون نے اپنے مولیٰ کا عمل کرنا شرط کیا تو عقد صحیح نہیں اگر ماذون پر یوں نہ ہو اس واسطے کہ اس میں عمل کرنا شرط ہے مالک پر الاصح لانه حیث لا یملک کسبہ اشترط العمل رب المال مع المضارب مقصد للعقد لانی منع التحلیۃ فینع الصحة اور اگر دیا نہ ہو یعنی عید ماذون پر یوں ہو تو عقد باشرط عمل مولیٰ صحیح ہے اس واسطے کہ اس وقت میں مولیٰ اپنے غلام کی کمائی کا مالک نہیں اور صاحب مال کا عمل شرط کرنا مضارب کے ساتھ عقد مضاربیت کا مقصد ہے اس واسطے کہ عمل مالک کا تخلیہ کا مانع ہے تو مانع ہوگا صحت عقد کا م یعنی مضاربیت میں عمل مضارب ضرور ہے اور اسکو عمل کرنا عدم تخلیہ کے ساتھ ممکن نہیں اور یہی علت ہے مسئلہ ثانیہ اور ثانیہ میں و کذا اشترط عمل المضارب مع مضاربہ او عمل رب المال مع المضارب الثانی بخلاف کتاب شرط عمل مولاه کما لو مضارب مولاه اور اسی طرح

لو اشترط لثانی اکثر من الثلث او اقل فالباقی بین الممالک الاول وراسی طرح اگر مضارب ثانی کی تہائی سے زیادہ یا تہائی سے کمتر منفعت مشروط ہو تو باقی نفع مالک و مضارب اول میں آدھوں آدھ ہوگا و لو قال لہ ما رحت بیننا نصفان دفع بالنصف فلثانی النصف استویا فیما بقی لانہ لم یج سواہ اور اگر مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جس قدر تجھ کو منفعت ہو وہ میرے اور تیرے درمیان نصف نصف ہے اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو نصف منفعت پر مال دیا تو مضارب ثانی کے واسطے نصف نفع ہے اور مالک در مضارب اول باقی میں برابر میں اس واسطے کہ مضارب اول نے سولے نصف باقی کے کچھ فائدہ نہیں پایا و لو قيل ما رزق اللہ فی نصفہ او ما کان من فضل اللہ بیننا نصفان فدفع بالنصف فلما لک نصف و لثانی کذا لک لاشی للاول لجل ما لثانی اور اگر مضارب اول سے یوں کہا گیا کہ جو تجھ کو اللہ تعالیٰ روزی ہے تو اسکا نصف میرا ہے یا جو اللہ کا فضل ہو سو میرے اور تیرے درمیان نصف نصف ہے سو مضارب اول نے مضارب ثانی کو آدھے نفع پر مال دیا تو مالک کو نصف ہے اور اسی طرح مضارب ثانی کو نصف باقی ہے اور مضارب اول کو کچھ نہیں سبب کے کر دینے کے اپنے حصے کو ثانی کی واسطے یعنی جو مضارب کا حصہ تھا سو اسے مضارب ثانی کی واسطے مقرر کر دیا و لو شرط الاول لثانی ثلثیہ و ثلثیہ بجا ہا ضمن الاول لثانی سدسا بالتسمیۃ لانه التزم سلاتہ الثلثین اور اگر مضارب اول نے مضارب ثانی کے واسطے دو تہائی بیان شرط کیں اور باقی مسئلہ بجال خود ہے تو مضارب اول ثانی کو چھٹے حصے کا تاوان ہے معین کر دینے کے سبب اس واسطے کہ اسے سلاتی ثلثین کی شرط سے لازم کی جو ہم توضیح سہ ہے کہ مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجھ کو نفع ہے وہ مجھ میں اور مجھ میں نصف نصف ہے سو مضارب اول نے ثانی کو مال دیا اس شرط پر کہ دو تہائی ان منفعت کی تیری ہیں تو نصف نفع مالک لیکر باقی رہا نصف وہ بقدر ششم حصہ کے کم ہے و وثلث سے ششم حصہ مضارب کو دینا پڑے گا اس واسطے کہ ثانی کی واسطے ثلثین کا ملین کی شرط ہو گئی ہے و ان شرط المضارب للمالک ثلثیہ و شرط بعد للمالک ثلثیہ و قوله علی ان یعمل معہ عادی لیس بقدر و شرط لنفسہ صح و صار کانه اشترط للمولی ثلثی الرج کذا فی عاتہ اللتب فی شرح التتمع الشرح ہنا خلط فاجتنبہ اور اگر مضارب نے مالک کی واسطے تہائی نفع شرط کیا اور مالک نے غلام کو اس واسطے تہائی اسکا شرط کیا اس شرط پر کہ غلام مضارب کے ساتھ عمل کرے شلح نے کہا اشترط علی غلام بطور عادت کے واقع ہوا ہے اور قید نہیں ملے کی یعنی اشترط اور عدم اشترط حکم میں برابر ہیں اور مضارب نے اپنے واسطے باقی تہائی شرط کی تو عقید صحیح ہے اور قول مذکور ایسا ہو گیا کہ گویا مضارب نے مولیٰ کی واسطے دو تہائی بیان شرط کیں اسی طرح یہ مسئلہ صحیح ہے اگر کتب فقہ میں اور اس کتاب کے متن اور مصنف کی شرح میں یہاں خلط واقع ہوا ہے سو اس سے ہفتاب کفریم متن کے ایک نسخہ میں یوں دیکھا و لو شرط لثانی ثلثیہ و بعد للمالک ثلثیہ علی ان یعمل معہ و لنفسہ ثلثیہ صح اتہی لانکہ یہ فاسد ہے کہ چار تہائی بیان صحیح نہیں ہوتی ہیں اور مسئلے میں مضارب ثانی کا وجود بھی نہیں اور شرح کی عبارت یہ ہے علی ان یعمل معہ عادی لیس بقید بل یصح الشرط و یکن لیسہ و ان لم یشرط لایجوز اتہی حق یہ ہے کہ لایجوز حذف کیا جاوے اس واسطے کہ اول معلوم ہو چکا کہ عمل قید نہیں کذا فی الطحاوی لو عقد بالماذون مع اجنبی و شرط الماذون عمل مولاه لم یصح ان لم یکن الماذون علیہ میں لانه کاشترط العمل علی الممالک اور اگر عید مذکور مضاربت منقذ کی شخص اجنبی کی تھی اور ماذون نے اپنے مولیٰ کا عمل کرنا شرط کیا تو عقد صحیح نہیں اگر ماذون پر یوں نہ ہو اس واسطے کہ اس میں عمل کرنا شرط ہے مالک پر الاصح لانه حیث لا یملک کسبہ اشترط العمل رب المال مع المضارب مقصد للعقد لانی منع التحلیۃ فینع الصحة اور اگر دیا نہ ہو یعنی عید ماذون پر یوں ہو تو عقد باشرط عمل مولیٰ صحیح ہے اس واسطے کہ اس وقت میں مولیٰ اپنے غلام کی کمائی کا مالک نہیں اور صاحب مال کا عمل شرط کرنا مضارب کے ساتھ عقد مضاربیت کا مقصد ہے اس واسطے کہ عمل مالک کا تخلیہ کا مانع ہے تو مانع ہوگا صحت عقد کا م یعنی مضاربیت میں عمل مضارب ضرور ہے اور اسکو عمل کرنا عدم تخلیہ کے ساتھ ممکن نہیں اور یہی علت ہے مسئلہ ثانیہ اور ثانیہ میں و کذا اشترط عمل المضارب مع مضاربہ او عمل رب المال مع المضارب الثانی بخلاف کتاب شرط عمل مولاه کما لو مضارب مولاه اور اسی طرح



بائع صحیح عقیدے عمل کرنا مضارب بل وں کا اپنے مضارب کے ساتھ یا صاحب بل کا عمل شرط ہو نامضاربت ثانی کے ساتھ بخلاف مکاتب کے لئے اپنے مولی کا عمل شرط کیا تو عقیدے صحیح ہر چنانچہ صحیح ہے اگر مکاتب مضاربت کرے اپنے مولی کے ساتھ صحیح ہے کہ مکاتب اپنے کسوبات میں احراز کے مانند ہر چہر اگر عاجز ہو جاوے بدل صلح کتابت قبل عمل کے تو مضاربت فاسد ہوگی کذا فی الطحاوی ولو شرط بعض الراجح للمساکین او فی الرقاب لامرأة المضارب و مکاتب صحیح العقد و الصلح الشرط و یكون الشرط لرب المال و اگر شرط کی گئی کچھ منفعت محتاجون کیواسطے یا حج کیواسطے یا گردنوں کو پھرنے کیواسطے یا مضارب کی عورت کیواسطے یا اسے مکاتب کیواسطے تو عقیدے صحیح ہے اور شرط صحیح نہیں اور نفع شرط صاحب بل کا ہر نہ مساکین وغیرہم کیواسطے م زوجہ مضارب یا مکاتب کیواسطے اشتراط نفع اس صورت میں غیر صحیح ہے جبکہ انکا عمل شرط ہو اور اگر انکا عمل شرط ہو تو شرط جائز ہے اور شرط انہیں کیواسطے ہوگا اسواسطے کہ زوجہ یا مکاتب مضارب ہو گئے عمل شرط کرنے اور در صورت عدم اشتراط عمل مضاربت ہوگی بلکہ مہر موعودہ ہر چہر کا کرنا لازم نہیں اور یہی حکم ہے اور اجانب کا اس تقریر سے معلوم ہوا کہ مساکین اور رقاب میں فساد شرط کی علت عدم اشتراط عمل ہے کذا فی الطحاوی مخصا ولو شرط البعض المشرک والمضارب فان شاء لنفسه او لرب المال صحیح الشرط والابان سار لاجنبی لا یصح اور اگر بعض منفعت اس شخص کے لیے شرط ہوئی جسکو مضارب چاہے تو اگر مضارب اپنے واسطے یا صاحب بل کیواسطے چاہے تو شرط صحیح ہے اور اگر اپنے مالک کیواسطے چاہے اسطرح ہر کہ اجنبی شخص کے واسطے چاہے تو شرط صحیح نہیں یعنی اسواسطے کہ اسکا عمل شرط نہیں کیا و متنی شرط بعض اجنبی ان شرط علیہ علم صحیح الشرط والا اور جبکہ بعض منفعت اجنبی کیواسطے شرط ہوئی تو اگر اس پر عمل بھی شرط ہو تو شرط صحیح ہے نہیں تو شرط صحیح نہیں یعنی تو نفع صاحب بل کا ہوگا اور عقیدے صحیح ہوگا کذا فی الطحاوی قلت لکن فی القستانی انہ یصح مطلقا و الشرط لاجنبی ان شرط علمه والا فلما لک یضاد وعزاه للذخیرة خلافا للبرجندی غیر فتنہ میں کہتا ہوں لیکن قستانی میں ہے کہ عقد مضاربت صحیح ہے مطلقا یعنی خواہ اجنبی کا عمل شرط ہو یا نہ ہو اور نفع شرط اجنبی کا ہوگا اگر اسکا عمل شرط ہو اور اگر اسکا عمل شرط ہو تو وہ نفع بھی مالک ہے اور قستانی نے اس قول کو ذخیرہ کی طرف نسبت کیا ہے بخلاف برجندی غیرہ کے تو آگاہ رہو مہم جب یہ ثابت ہو جائے کہ عقد مضاربت بہ صورت صحیح ہے اور نفع اجنبی کیواسطے بشرط اس کے عمل کے صحیح ہے تو اس استدراک کی کیا وجہ ہے اور برجندی کا کلام غلام میں ہے نہ اجنبی تین چنانچہ شایع کی متقی سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحاوی ولو شرط البعض لقضایین المضارب و دین الما لک جائز و یكون الشرط لہ قضاء دینہ ولا یرم بدفع لغرامہ بجز اور اگر بعض نفع دین مضارب یا دین مالک کے ادا کرنے کیواسطے شرط ہو تو جائز ہے اور شرط کو اپنے دین کا ادا کرنا اس نفع سے جائز ہے اور ہر ایک مضارب و مالک لازم نہ کیا جائیگا نفع مذکور کا اسکے دین والوں کو دینا کذا فی البحر و مریطل المضاربت بہ موت احد ہما لکن ہا و کالتہ اور باطل ہو جاتی ہے مضاربت مالک یا مضارب کی موت کے سبب ہونے مضاربت کے و کالت یعنی اور و کالت باطل ہو جاتی ہے ہو کل یا وکیل کی موت و کذا بقدر و جریطرا علی احد ہما و یجنون احد ہما مطبقا قستانی اور اسطرح مضاربت باطل ہوتی ہے ایک کے قتل ہو جانے اور ایک کے منع تصرف جو مالک مضارب پر طاری ہو اور ایک کے جنون مطبق ہونے کذا فی قستانی صم بالغ ممنوع التصرف ہو جاتا ہے جنون یا سفاہت یا عجز ذوق بجز سے ہر چند جنون منع تصرف میں داخل تھا لیکن شایع نے پھر اسکو اسواسطے ذکر کیا تاکہ اس میں طباق کی قید لگائے و فی البرازیزیات المضاربت للمال عروض عباد صیہ اور بزازیہ میں ہے کہ مضارب مر گیا اور مال عروض اور قماش ہر یعنی اسباب ہے نقد نہیں تو اسکو مضارب کا وصی بیع کرے م اور قول صحیح ہے کہ صاحب بل اور وصی مضارب دونوں کو بیع میں اختیار ہے اور اگر مضارب کوئی وصی نہ ہو تو فقط مالک مضارب یا حاکم مضارب کی طرف وصی مقرر کرے کہ مالک کیسے بیع میں دخل کرے پھر جب بل نقد ہو جاوے تو مالک اپنا اس المال اور نفع کا حصہ اور مضارب کا حصہ اسکے دامن میں کذا فی الطحاوی لو مات رب المال و المال نقد تطل فی حق التصرف ولو عرضا تطل فی حق المسافرة لا التصرف فله بید بعض نقد اور اگر صاحب بل مر گیا اور مال نقد ہے تو مضاربت باطل ہے حق تصرف میں یعنی مضارب بل اس بیع اور شر نہیں کر سکتا اور اگر مال عرض ہے نہ نقد تو مضاربت باطل ہے حق مسافرت میں یعنی مضارب اس سبب سے نہیں لجا سکتا تو اسکو وطن میں لجا سکتا ہے عرض اور نقد سے جائز ہے اور اگر مضارب کسی شہر میں گیا تھا مال مضاربت لیکر اور وہاں خرید کی پھر صاحب بل مر گیا اور اسکو خبر نہیں موت کی پھر وہ وہ شہر میں ل گیا

عقد مضاربت صحیح ہے اگر مکاتب مضارب کرے اپنے مولی کے ساتھ صحیح ہے کہ مکاتب اپنے کسوبات میں احراز کے مانند ہر چہر اگر عاجز ہو جاوے بدل صلح کتابت قبل عمل کے تو مضاربت فاسد ہوگی کذا فی الطحاوی ولو شرط بعض الراجح للمساکین او فی الرقاب لامرأة المضارب و مکاتب صحیح العقد و الصلح الشرط و یكون الشرط لرب المال و اگر شرط کی گئی کچھ منفعت محتاجون کیواسطے یا حج کیواسطے یا گردنوں کو پھرنے کیواسطے یا مضارب کی عورت کیواسطے یا اسے مکاتب کیواسطے تو عقیدے صحیح ہے اور شرط صحیح نہیں اور نفع شرط صاحب بل کا ہر نہ مساکین وغیرہم کیواسطے م زوجہ مضارب یا مکاتب کیواسطے اشتراط نفع اس صورت میں غیر صحیح ہے جبکہ انکا عمل شرط ہو اور اگر انکا عمل شرط ہو تو شرط جائز ہے اور شرط انہیں کیواسطے ہوگا اسواسطے کہ زوجہ یا مکاتب مضارب ہو گئے عمل شرط کرنے اور در صورت عدم اشتراط عمل مضاربت ہوگی بلکہ مہر موعودہ ہر چہر کا کرنا لازم نہیں اور یہی حکم ہے اور اجانب کا اس تقریر سے معلوم ہوا کہ مساکین اور رقاب میں فساد شرط کی علت عدم اشتراط عمل ہے کذا فی الطحاوی مخصا ولو شرط البعض المشرک والمضارب فان شاء لنفسه او لرب المال صحیح الشرط والابان سار لاجنبی لا یصح اور اگر بعض منفعت اس شخص کے لیے شرط ہوئی جسکو مضارب چاہے تو اگر مضارب اپنے واسطے یا صاحب بل کیواسطے چاہے تو شرط صحیح ہے اور اگر اپنے مالک کیواسطے چاہے اسطرح ہر کہ اجنبی شخص کے واسطے چاہے تو شرط صحیح نہیں یعنی اسواسطے کہ اسکا عمل شرط نہیں کیا و متنی شرط بعض اجنبی ان شرط علیہ علم صحیح الشرط والا اور جبکہ بعض منفعت اجنبی کیواسطے شرط ہوئی تو اگر اس پر عمل بھی شرط ہو تو شرط صحیح ہے نہیں تو شرط صحیح نہیں یعنی تو نفع صاحب بل کا ہوگا اور عقیدے صحیح ہوگا کذا فی الطحاوی قلت لکن فی القستانی انہ یصح مطلقا و الشرط لاجنبی ان شرط علمه والا فلما لک یضاد وعزاه للذخیرة خلافا للبرجندی غیر فتنہ میں کہتا ہوں لیکن قستانی میں ہے کہ عقد مضاربت صحیح ہے مطلقا یعنی خواہ اجنبی کا عمل شرط ہو یا نہ ہو اور نفع شرط اجنبی کا ہوگا اگر اسکا عمل شرط ہو اور اگر اسکا عمل شرط ہو تو وہ نفع بھی مالک ہے اور قستانی نے اس قول کو ذخیرہ کی طرف نسبت کیا ہے بخلاف برجندی غیرہ کے تو آگاہ رہو مہم جب یہ ثابت ہو جائے کہ عقد مضاربت بہ صورت صحیح ہے اور نفع اجنبی کیواسطے بشرط اس کے عمل کے صحیح ہے تو اس استدراک کی کیا وجہ ہے اور برجندی کا کلام غلام میں ہے نہ اجنبی تین چنانچہ شایع کی متقی سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحاوی ولو شرط البعض لقضایین المضارب و دین الما لک جائز و یكون الشرط لہ قضاء دینہ ولا یرم بدفع لغرامہ بجز اور اگر بعض نفع دین مضارب یا دین مالک کے ادا کرنے کیواسطے شرط ہو تو جائز ہے اور شرط کو اپنے دین کا ادا کرنا اس نفع سے جائز ہے اور ہر ایک مضارب و مالک لازم نہ کیا جائیگا نفع مذکور کا اسکے دین والوں کو دینا کذا فی البحر و مریطل المضاربت بہ موت احد ہما لکن ہا و کالتہ اور باطل ہو جاتی ہے مضاربت مالک یا مضارب کی موت کے سبب ہونے مضاربت کے و کالت یعنی اور و کالت باطل ہو جاتی ہے ہو کل یا وکیل کی موت و کذا بقدر و جریطرا علی احد ہما و یجنون احد ہما مطبقا قستانی اور اسطرح مضاربت باطل ہوتی ہے ایک کے قتل ہو جانے اور ایک کے منع تصرف جو مالک مضارب پر طاری ہو اور ایک کے جنون مطبق ہونے کذا فی قستانی صم بالغ ممنوع التصرف ہو جاتا ہے جنون یا سفاہت یا عجز ذوق بجز سے ہر چند جنون منع تصرف میں داخل تھا لیکن شایع نے پھر اسکو اسواسطے ذکر کیا تاکہ اس میں طباق کی قید لگائے و فی البرازیزیات المضاربت للمال عروض عباد صیہ اور بزازیہ میں ہے کہ مضارب مر گیا اور مال عروض اور قماش ہر یعنی اسباب ہے نقد نہیں تو اسکو مضارب کا وصی بیع کرے م اور قول صحیح ہے کہ صاحب بل اور وصی مضارب دونوں کو بیع میں اختیار ہے اور اگر مضارب کوئی وصی نہ ہو تو فقط مالک مضارب یا حاکم مضارب کی طرف وصی مقرر کرے کہ مالک کیسے بیع میں دخل کرے پھر جب بل نقد ہو جاوے تو مالک اپنا اس المال اور نفع کا حصہ اور مضارب کا حصہ اسکے دامن میں کذا فی الطحاوی لو مات رب المال و المال نقد تطل فی حق التصرف ولو عرضا تطل فی حق المسافرة لا التصرف فله بید بعض نقد اور اگر صاحب بل مر گیا اور مال نقد ہے تو مضاربت باطل ہے حق تصرف میں یعنی مضارب بل اس بیع اور شر نہیں کر سکتا اور اگر مال عرض ہے نہ نقد تو مضاربت باطل ہے حق مسافرت میں یعنی مضارب اس سبب سے نہیں لجا سکتا تو اسکو وطن میں لجا سکتا ہے عرض اور نقد سے جائز ہے اور اگر مضارب کسی شہر میں گیا تھا مال مضاربت لیکر اور وہاں خرید کی پھر صاحب بل مر گیا اور اسکو خبر نہیں موت کی پھر وہ وہ شہر میں ل گیا



مضاربت کا شرح اسکے ذاتی مال میں محسوب ہوگا نہ مضاربت کے مال میں اور اگر مال تلف ہوگا راہ میں تو مضاربت پر تاوان لازم ہوگا کذا فی الخطاویٰ بالکلمہ بلحق الممالک  
 مرتدا اور مضاربت باطل ہے بلحق مالک مرتد کے حکم ہو جائے یعنی اگر مالک مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملا اور حاکم نے اسکے بلحق کا حکم دیا تو مضاربت باطل ہوگی اس واسطے  
 کہ بلحق دار الحرب ہوتے مانند ہر لہذا اسکا مال و ارثون میں بٹ جاتا ہے اور اسکے ام الولد اور دیگر کو آزاد ہی حاصل ہو جاتی ہے کذا فی الریعی فان عاویذ جو کہ مسلما  
 قال مضاربتہ علی حالہا حکم بجا قدام لا عنایہ سو اگر مالک بعد بلحق دار الحرب مسلمان ہو کر دار الاسلام میں پھر آیا تو مضاربت بجال سابق باقی ہے اسکے بلحق کا حکم ہو گیا  
 ہو یا نہ ہو کذا فی الغایۃ بخلاف لو کیل لکن لاحق بخلاف المضاربت بخلاف کیل کے واسطے کہ وکیل کا کچھ حق نہیں بخلاف مضاربت کے یعنی اگر موکل مرتد ہو اور  
 اسکے بلحق کا حکم ہو گیا تو وکالت باطل ہو جاتی ہے اور موکل کے پھر مسلمان ہو کر دار الاسلام کے آئے وہ وکالت عود نہیں کرتی ولوا تبا المضاربت فی علی حالہا  
 اور اگر مضاربت مرتد ہو گیا تو مضاربت اپنی حالت سابقہ پر باقی ہے ہم امام کے نزدیک مرتد کے تصرفات موقوف ہوتے ہیں اسکی املاک کے توقف کے سبب اور مضاربت کی کچھ ملک  
 نہیں مضاربت کے مال میں لہذا مضاربت بجال رہتی ہے فان ت او قتل او طعن بدار الحرب حکم بجا قدام بطلت و ما تصرفنا فذو عہدۃ علی الممالک عند الامام حکم  
 پھر اگر مضاربت مرتد ہو گیا یا مقتول ہو یا دار الحرب میں جا ملا اور اسکے بلحق کا حکم ہو گیا تو مضاربت باطل ہوگی اور جو اسے تصرف کیا وہ ناقض ہے نہ موقوف اور  
 اسکی بیع اور شرا کا عہد مالک پر ہے امام کے نزدیک کذا فی البر و لو ارتد الممالک فقط او ولم یطعن فتصرف فی المضاربت موقوف اور اگر مالک مرتد ہو گیا فقط یعنی  
 اور دار الحرب میں نہیں جا ملا تو مضاربت بجا تصرف موقوف ہے یعنی اگر مالک مسلمان ہو تو مضاربت تصرف ناقض ہے مضاربت کے جمع احکام میں وردۃ الفراء غیر مؤثرہ اور تہ  
 ہونا عورت کا غیر مؤثر ہے بطلان مضاربت میں م خواہ عورت مال کی مالک ہو یا مضاربت کرے کہ وہ مر جائے یا دار الحرب میں طعن ہو جاوے اور اسکے بلحق کا حکم ہو اس واسطے  
 کہ اسکا ارتداد اسکے املاک میں مؤثر نہیں تو اسی طرح اسکے تصرف میں کذا فی المنع عن الجورہ وہ معزل بعزلہ لانه وکیل ان علم بہ بخبر جلیہن مطلقا  
 او فقہولی عدلی اور رسول میز اور مضاربت معزول ہو جاتا ہے مالک کے معزول کر نیسے اس واسطے کہ وہ وکیل ہے بشرطیکہ مضاربت معزول ہونے کو جانے دو مرد وکی خبر سے  
 مطلقا خواہ وہ عادل ہوں یا فاسق یا مستور الحال یا ایک فضولی عادل یا پیامی مین کی خبر سے والا یعلم لاینزل اور اگر مضاربت نے عزل کو جانے تو معزول ہوگا  
 فان علم بالعزل ولو حکم الموت الممالک لو حکموا الممالک عرض ہو ہنا ماکان خلاف جنس اس المال فالدرہم والذانیہ جنسان بحما و لو نسیتہ وان  
 نہا عنہا سو اگر مضاربت نے اپنا عزل معلوم کیا اگرچہ عزل حقیقی ہو بلکہ حکمی ہو چنانچہ مالک مر جانا اگرچہ موت حقیقی ہو بلکہ حکمی ہو چنانچہ ارتداد مالک مع حکم بالحق یا  
 اسکا بھون ہونا بھون مطبق اور حالانکہ مال عروض ہے عرض سے مراد یہاں وہ ہے جو اس المال کے مخالف جنس ہو تو درہم اور ذانیہ اس تقدیر میں دو جنس ہیں  
 تو مضاربت عروض کو بیع ڈالے اگرچہ بیع ادھار ہو اور اگرچہ مالک نے اسکو ادھار بیچنے سے منع کر دیا ہو جب یہاں عروض سے خلاف جنس اس المال مراد ہو تو  
 عروض درہم اور ذانیہ کو بھی شامل ہے تو اگر اس المال درہم ہوں اور مضاربت نے ذانیہ خرید لیا ہوں تو اسکو بیچ کر درہم کرنا ہوگا اور اسی طرح بالعکس درہم میں  
 کہ جب مال عروض ہے تو عزل مالک سے مضاربت معزول ہوگا اس واسطے کہ اسکا حق ہے نفع میں اور نفع ظاہر نہیں ہو سکتا بون نقد کے تو حق بیع اسکو ثابت ہوگا  
 یا نفع ظاہر ہو جائے لکن لا تصرف فی ثمنہا و لانی نقد من جنس اس مال پھر بیع کے بعد مضاربت تصرف نہ کرے عروض کے ثمن میں ذر اس نقد میں جو جنس اس المال  
 کی ہو ویدل خلا فیہ احسانا و جو بیع و جنسہ لیل نظر الرج اور مباد کرے خلاف جنس اس المال اس المال جنس کے از روئے احسان کے سبب جو بیع و جنس اس المال کے او  
 تاکہ نفع ظاہر ہو م قیاس یہ ہے کہ اگر درہم ہوں تو ذانیہ سے بدلے و کذا عکسہ اس واسطے کہ تقدیر جنس واحد میں باعتبار ثنیت کے لیکن استحسان میں یہ مبادی صحیح ہے  
 اس واسطے کہ مضاربت پر یہ واجب ہے کہ مثل اس المال کو پھرے اور یہ بلا با ذہن نہیں ہو سکتا کذا فی الدرر اور درہم ساوے کا یہ ہے کہ نفع ظاہر ہو تا مالک و نفع  
 دونوں اپنے حق مشروط کو پائیں و لا یحکم مالک فحاشی ہذا الحالہ بل ان تخصیص الاذن لانه عزل من جب نہایہ اور مالک کو اختیار نہیں نسخ مضاربت کا اس  
 حالت میں یعنی جب مال عروض ہو بلکہ اور تخصیص اذن کا اختیار نہیں اس واسطے کہ تخصیص اذن ایک ہے کذا فی النہا بخلاف احد الشرکین لانه الشراکۃ و مالہا

اس کے بلحق کا حکم ہو گیا  
 اور اگر مضاربت مرتد ہو گیا  
 یا مقتول ہو یا دار الحرب میں جا ملا  
 اور اسکے بلحق کا حکم ہو گیا تو مضاربت باطل ہوگی

انصاف  
 منصف  
 انصاف ہی تھا  
 اور اس سے معلوم  
 ہوتا ہے کہ نفع ظاہر  
 نہ ہونے کی وجہ سے

اقتصر صحیح بخلاف احد الشریکین جبکہ وہ عقد شرکت کو فسخ کرے اور شرکت کا مال اسباب ہونہ نقد تو فسخ صحیح ہر افتراق فی المال دیون بیع بجز المضاربه  
 علی اقتضاء الدیون اذ جئنا یعل بالاجرة جرائی ہوگی مالک اور مضارب میں اور مضاربت کے مال میں دیون اور نفع ہر تو مضارب پر جبر ہوگا دیون کے  
 تقاضا کرنے پر اس واسطے کہ مضارب اس وقت عامل باجرت ہوگا دیون کی وجہ یہ کہ مضارب نے عرض کو نہیں بچا اور منوثر من پر قبض نہیں کیا مضارب علی الاجرة  
 اس واسطے ظہر کہ وہ اس صورت میں اجرت کے مانند ہے اور نفع اجرت کے مانند ہے تو ہنگام طلب کا خرچ مضارب پر ہوگا اگر دین اسی شہر میں ہو اور اگر دوسرے شہر  
 میں ہو تو خرچ مضاربت کے مال میں ہوگا کذا فی الطحاوی والابح لا جبر لانه جئنا بفتح اور اگر مال میں نفع ہو تو مضارب پر تقاضا سے دیون میں جبر نہیں  
 اس واسطے کہ مضارب اس وقت میں بیع اور حسن ہے اور حسن پر زبردستی نہیں ویوم ربان یوکل الممالک علیہ لانه غیر الماقد اور مضارب پر حکم ہوگا کہ مالک کے تقاضا سے  
 دیون پر قبض اور برقرار کرے اس واسطے کہ مالک غیر عاقد ہے یعنی اور حقوق عقد کے راجح نہیں ہوتے مگر عاقد کی طرف تو مالک مطالبہ دین پر قادر ہوگا بلا توکیل مضارب کے جئنا  
 فالتوکیل بالبیع و التبیضع کالمضارب یومران بالتوکیل ولا سوقت میں جبکہ بیع پر جبر علی الاقضا نہیں تو بیع کا وکیل اور مال کا لینے والا بطریق بیضاعت کے  
 مضارب کے مانند ہے دونوں کو توکیل مالک کا حکم ہوگا و التمسار بجز علی التقاضی کذا الدلال لانہما یعملان بالاجرة مسا پر زبردستی ہوتی ہے تقاضا سے دین  
 میں اور اسی طرح دلال پر اس واسطے کہ وہ دونوں اجرت پر کام کرتے ہیں ہم مسار کبیر اول وہ ہے جس کے پاس عرض اور حیوانات تو گون کے جمع ہوں تا وہ اجرت  
 لیکر بیچے بلا عقد اجارہ تو وہ بھی عامل بالاجرة ہے اور یہ منبر لہ اجارہ صحیح ہے عادت کے موافق کذا فی الدرر فرغ مسئلہ لمحہ شارح کا استوجر علی ان بیع  
 ویشتری لم یجز لعدم قدرته علیہ والیحد ان لتاجر مدۃ للذمتہ ویتعمل فی البیع زلیعی ایک شخص کی واسطے اسپر اجرت ظہرائی گئی کہ وہ بیع اور شرا کرے تو یہ جائز نہیں  
 بسبب اسکے نہ قادر ہونے کے بیع اور شرا پر اور حیلہ اسکے جائز ہونے کا یہ ہے کہ اسکو فرد دہری پر لگا دے اور نوکر رکھ لے خدمت کی واسطے مدت معین تک در اس سے  
 بیع کا کام لے کذا فی الزلیعی ہم عدم قدرت بیع اور شرا پر اس واسطے ہوتی کہ خرید و فروخت تمام نہیں ہو سکتی مگر غیر کی مساعدت سے یعنی بائع اور مشتری کی  
 مساعدت سے تو اجبر قادر نہیں اسکی تسلیم پر اور حیلہ مذکورہ اس واسطے جائز ہوگا کہ عقد شامل ہے منفعت کو اور منفعت معلوم اور معین ہے بیان مقدار مدت سے  
 اور وہ قادر ہے اسکی تسلیم پر اس طرح کہ اپنی ذات کو حاضر کرے مدت معین کذا فی الطحاوی عن الزلیعی و مالک من مال المضاربه یتصرف الی الربح  
 لانہ بیع اور جتنا تلف ہو گیا مضاربت کے مال سے وہ نفع کی طرف پھیرا جاتا ہے اس واسطے کہ نفع بیع ہر اس مال کا اور اس مال اصل ہے فان مالک او مالک  
 علی الربح لم یضمن لو فاسدہ ومن عمل لانه امین پھر اگر مال مالک زیادہ ہونے سے تو مضارب پر تاوان نہ آدینگا اگرچہ مضاربت فاسدہ ہو اور گوماں کی ہلاکی مضارب کے  
 عمل سے ہو اس واسطے کہ مضارب میں ہے یعنی امین نہیں ہوتا وان قسم الربح بقیت المضاربه ثم ملک المال وبعضہ تراد الربح لیاخذ الممالک اس  
 المال و افضل بنہما وان نقص لم یضمن لہم اور اگر نفع بیٹ گیا ہوا اور مضاربت باقی ہے پھر سہا ل یا بعض مال تلف ہو جائے تو دونوں شخص نفع پھیر دینے مالک  
 نفع سے اس مال کے اور جس قدر نفع زائد ہو اس مال سے وہ دونوں میں شریک کے موافق نسبت ہوا اور اگر نفع کم ہو اس مال سے تو مضارب پر تاوان ہوگا  
 بدلیل گذشتہ یعنی امین پر تاوان نہیں تم ذکر مفہوم قولہ و بقیت المضاربه فقال وان قسم الربح ونسخت المضاربه والمال فی المضاربه تم عقد ابا  
 فملک المال لم تراد او بقیت المضاربه لانه عقد جدید ہے بحیلہ النافۃ للمضارب پھر مضمون نے اپنے قول و بقیت المضاربه کا مفہوم ذکر کیا سو کہا اور  
 اگر نفع بیٹ گیا اور مضارب تشریح ہوگی اور مال مضارب کے ہاتھ میں ہے پھر دونوں نے مضاربہ کو منعقد کیا پھر مال ہلاک ہو گیا تو دونوں نفع سابق کو نہ پھیر دینگے اور مضاربت  
 تا نینہ باقی رہے گی اس واسطے کہ وہ عقد جدید ہے اور یہ حیلہ نافذ ہے مضارب کے واسطے ہم یعنی اگر مضارب کے استرداد نفع سے بعد قسمت کے بسبب ہلاک ہونے اس مال کے  
 تو اسکی تیسری ہے کہ نفع مضاربت کر کے مضاربت جدید عقد کرے اور اگر مال مضاربت کو مضارب نے مالک دیا ہو تو بطریق اولی نفع مسترد ہوگا اور زلیعی نے جو تسلیم  
 مال کی قید لگائی حیلہ مذکورہ میں سوائے اتفاق ہر کذا فی الطحاوی فصل فی المتفرقات یہ فصل ہے مسائل متفرقہ مضاربت میں المضاربه لا تفسد بدفع

بہ اہل سنا کہ  
 اور اگر نفع بیٹ گیا



كل الممال وبعضه تقييد الهداية ببعض اتفاق عناية الى الممالك بضاعة لامضاربت فاسد نہیں ہوتی مالک کے تمام مال یا بعض مال کے دینے سے بطریق بضاعت کے نہ بطور مضاربت ہدیل گذشتہ شارح نے کہا ہدایہ کی تقييد دفع بعض مال کی اتفاق ہو کذا فی العناية ہم بضاعت کے بیان استعانت مراد ہے اس واسطے کہ ابضاع حقیقی یہاں تحقق نہیں کیونکہ بضاعت حقیقی میں سب نفع صاحب مال کا ہوتا ہے اور یہاں ایسا نہیں اور اگر مضاربت لگے بطریق مضاربت کے دیکھا تو مضاربت ثانیہ باطل ہوگی نہ مضاربت اولیٰ وجہ بطلان یہ ہے کہ کسی اپنے مانند تو مشتمل نہیں ہوتی کذا فی الطحاوی ان اخذہ او الممالک الممال بغیر امر المضاربت باع و اشتري بطلت ان کان راس المال نقدا لانه حال لنفسه ورا اگر مالک نے مضاربت کا مال بدون امر مضاربت کے لیا اور بیع اور شریکی تو مضاربت باطل ہوگئی اگر راس المال نقد ہو اس واسطے کہ مالک اپنی ذات کی واسطے عامل ہو م بسط میں خلاصہ یہ ہے کہ جس تصرف کا مضاربت مستحق ہو اس طرح پر کہ صاحب مال اسے منع کرنے پر مالک نہیں تو صاحب مال اس تصرف میں مضاربت کا معین ٹھہرے گا خواہ مضاربت کے ارے کرے یا بڑن ارے اور جس تصرف کے منع کرنے پر صاحب مال قادر ہو صاحب مال اس تصرف میں عامل بنفسہ ہے مگر یہ تصرف باذن مضاربت ہوتا اس وقت میں معین ٹھہرے گا کذا فی الطحاوی ان صاحب المال لا یمنع التفضیر حیث انما یمنع هذا اولیٰ عنایہ اور اگر مال مضاربت عرض ہو گیا تو مضاربت باطل نہ ہوگی تصرف کو اس واسطے کہ اس وقت میں مالک کا تفضیر صحیح بطلان مضاربت میں عمل نہیں کرتا تو یہ تفضیر غیر صحیح بطریق اولیٰ علیٰ کذا فی العناية ان باع بعض ثقیب وان بقصد بطلت لما یرا مالک فی عرض کہ بعض عرض کے بجا تو مضاربت باقی ہے اور اگر بعض نقد کے بجا تو مضاربت باطل ہوگی بلکہ گذشتہ یعنی وہ عامل بنفسہ ہو گیا و اذا سا فر و لیا طعامہ و شرابہ کسور و کوبہ بفتح الراء بکسر و کبراء و کل ما یحتاجہ حادۃ او فی عادیۃ التجار بالمعروف فی مالہا اور جبکہ مضاربت سفر کیا یعنی تجارت کی واسطے اگرچہ ایک ہی دن کا سفر ہو تو اسکا کھانا اور پینا اور لباس اور سواری اگرچہ بطور کرایہ ہو اور جس چیز کی مضاربت کے حاجت ہو تجارت کی عادت میں دستور کے موافق مضاربت کے مال میں ہر شارح نے کہا کہ کوبہ بفتح عبارت ہے اس کے چہر سواری کی جائے ہم سفر سے یہاں تین دن کا سفر شرعی مراد نہیں بلکہ جب تا شہر سے باہر نکلے کہ رات تک اپنے گھر میں نہ اسے تو سفر مستحق ہو گا اور محتاج ایسا جیسے کپڑوں کی دھولائی اور چراغ کا تیل اور ایندھن اور خام اور حمام اور صلاقی کی اجرت اس واسطے کہ آدمی طویل الشوریٰ کیلے کپڑے والا مفسونین شمار کیا جائے تو خرید و فروخت کا معاملہ اس سے کمتر ہو گا دستور کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر فضول خرچی کرے گا تو قدر زیادت مضاربت پر لازم آوے گا مضاربت مذکورہ مضاربت کے مال سے اس واسطے مقرر ہوے کہ اسے اپنی ذات کو تجارت میں مصروف کیا اور کہیں کہنے جانے بندہ ہوا تو بعض اس اعتبار سے اسکا نفقہ لازم آیا جیسا نفقہ قاضی کا بیت المال سے اور عورت کا مرد پر ہے بعلت اعتبار صحیحہ لافا سئلانہ اجیر فلا نفقہ لہ مستبضع و وکیل و شریک کافی و فی الاخر خلاف نفقہ مضاربت کا سفر میں مضاربت کے مال میں ہے اگر مضاربت صحیح ہو اور اگر مضاربت فاسد ہو تو مضاربت فردور کے مانند ہے تو اس کا نفقہ نہیں مانند مستبضع اور وکیل اور شریک کے کذا فی الرکافی اور اخیر میں اختلاف ہے کافی میں شریک کا عدم وجوب نفقہ مذکور ہے اور نہایہ میں وجوب مصرح ہے اور ابن مالک کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عدم وجوب مستبضع اس واسطے کہ اسے نقل کیا ہے کہ وجوب نفقہ مجید سے مروی ہے کذا فی الطحاوی وان عمل فی المصر سو اور لہ فیہ او اخذہ داراً فنفقہ فی مالہ کذا علی الظاہر اور اگر مضاربت شہر میں کام کیا خواہ اس شہر میں مضاربت پیدا ہوا ہو یا وہاں رہے پڑا ہو گھر بنا کر تو اسکا خرچ اس کے مال میں ہے چنانچہ اسکی دعا علاج کا خرچ اس کے مال میں ہے بنا پر ظاہر مذہب ہم علاج کا خرچ مال مضاربت میں نہ سفر میں نہ حضر میں اس واسطے کہ مرض عارضی ہو گا ہے ہوتا ہے اور گاہے نہیں بسبب میں ہے کہ حجامت یعنی کچھنے اور سینگی اور سر سے علاج میں داخل ہے انا ذالوی الاقارنہ بمصر ولم تجزہ داراً فلا نفقہ ابن مالک بالذی اخذ مالاً لانه لم یحتسب کلہا اور جبکہ مضاربت ایک شہر کی اقامت کی نیت کی اور اسکو وطن نہیں قرار دیا تو اسکا نفقہ ہے مضاربت کے مال میں کذا ذکرہ ابن مالک جب تک کہ اسے مال نہیں لیا اس واسطے کہ وہ مال مضاربت کے سبب محتسب نہیں ہوا م شہر مذکور میں نفقہ اس وقت تک ہے جب تک سکودہاں مال نہ دیا گیا ہو اور اسے اس شہر سے سفر نہ کیا ہو بسبب میں ہے اور اگر مضاربت کے مال دیا گیا اور مالک نے مضاربت کو فہ میں ہر اور کو فہ مضاربت کا وطن نہیں تو مضاربت اپنی ذات پر مال



مضاربت سے صرف کرے اس واسطے کہ اسکی اقامت کرنی مضاربت کے سبب نہیں تو مستوجب نفقہ نہیں جب تک وہ ان سے باہر نہ جاوے سو اگر کوئی سے نکلا اور اپنے وطن میں گیا اور پھر کوئی میں نہ جارت کی واسطے یا تو اب کو ذمہ مال مضاربت اپنی ذات پر خرچ کرے اس واسطے کہ اسکا کوئی میں رہنا مستعار تھا سو وہاں سے سفر کر جائیسے وطن مستعار بھی دور ہو گیا اتنی مختصر اور یہ جو شایع نے کہا کہ اسکا نفقہ ہر جب تک سے مال نہیں لیا اس کے نکلتا ہر کہ جب مال لیکھا اور کوئی میں رہیگا تو اسکا نفقہ نہ لیکھا اور حالانکہ ایسا نہیں ہے اور شاید کہ شایع یہ سمجھتا ہے مخ افتار کی اس عبارت کے نقل و اخذ بالاکوۃ و ہومن الالبصرۃ و کان قلم الکوۃ مسازفلا نفقہ لہ اتنی اور مقصود اس عبارت کے وہی ہے جو بسوط سے پہلے نقل کیا کہ ذانی لخطاوی و لو سا فرمالہ و مالہا او خلط باذن او با لین لر حلین انفق بالحصۃ و اذا قدم رد ما بقی مجمع و ضمن الزائد علی المعروف اور اگر مضاربت اپنا مال اور مضاربت کا مال سفر میں لگایا اپنا مال مضاربت کے مال میں ملایا مال کے اذن سے یا دو مردوں کے دو مال لگایا تو اپنی ذات پر حصہ سد صرف کرے اور جب سفر سے آوے تو جو باقی رہ گیا طعام اور لباس اسکو پھیرے اور جب قدر زیادہ صرف کیا ہو دستور سے اسکا تاوان سے م خلط مال بالاذن سے مضاربت شریک ہو گیا مال کا اور شریک اپنی ذات پر مال شریک صرف نہیں کرتا بقول حاج اس اعتراض کو میں نے بعض جوشی میں لکھا کہ ذانی لخطاوی لو انفق من مالہ لیرجع فی مالہ الذکون لیکلم یرجع علی الماکل و اگر مضاربت اپنے مال سے اپنے مضاربت مغربین صرف کیا تاکہ ہر کرے مضاربت کے مال میں تو یہ اسکو جائز ہے اور اگر مال مضاربت کا تلف ہو گیا تو اس صرف کو مالک سے نہیں سکتا و یاخذ الماکل من مال المضاربت من اس المال انکان تمسح فان استوفاه و فضل شئی من البرج اقتسامہ علی الشرط لان النفقہ جعل کما لک الہا لک لیرفع فی البرج کما اور مالک تانفع سے لے جتنا مضاربت خرچ کر چکا ہے اس مال سے اگر وہاں نفع موجود ہو سو اگر مالک نے اس مال پر کر لیا نفع سے لیکر اور کچھ نفع زیادہ چاہا تو مالک اور مضاربت دون شرط کے موافق بانٹ لیں اس واسطے کہ جو مضاربت نے خرچ کیا وہ مالک کے مانہ ٹھہرایا جاتا ہے اور اس مال مالک نفع کی طرف پھیرا جاتا ہے چنانچہ مذکور ہو چکا و ان لم یطرح فلا شئی علیہ و المضاربت اگر نفع نہ ظاہر ہو تو مضاربت پر کچھ نہیں یعنی اس مال کے کم ہو جائیسے اپنی توان نہیں ان باع المتاع مرا بحتہ حسب النفق علی المتاع من الحملان اجرة السمسار و بقصار و بصانع و نحوہ مما اعتد ضمہ و یقول البائع قام علی بکذا اور اگر متاع کو بطریق مرا بحت کے بیچے تو اسکو حساب کرے جو اسے متاع پر خرچ کیا از قسم صرف بار برداری کے اور دلال اور دعوی اور زگریز کی اجرت کے اور مانند اسکے اور مضاربت جملے ملا لینے کی سودا گروں میں عادت ہے اور بائع یوں کہے کہ یہ چیز مجھکو اتنے میں بڑی ہے یعنی اسقدر کی خرید نہ بتاؤ تاکہ دروغ نہ ہو و کذا یم الی راس المال یوجب یادہ فیہ حقیقۃ و حکما و اعتمادہ التجار کاجرة السمسار ہذا مو الاصل نہا یہ اور اسی طرح ملائی جاوے اس مال کی طرف و چیز جو اس مال میں موجب ہو زیادتی کی حقیقۃ یا حکما یا اسکے ملائیک سودا گروں میں عادت ہو ویسے دلال کی فردوری بھی قاعدہ کلیہ ہے اس مال کے ساتھ ملائیک ذانی التہایہ ہم زیادت کی حقیقی مثال چنانچہ رنگ در زیادت حکمی کی مثال جیسے شوب کپڑے کا لایضم ما لایضم علی نفسه عدم الزیادۃ و العادۃ نہ ملاوے اس مال کیساتھ بیع المرابحہ میں جو مضاربت نے اپنی ذات پر صرف کیا بسبب عدم زیادت اور عدم عادت تجارت کے م کتاب المرابحہ میں مذکور ہو چکا کہ ملائے میں عادت تجارت کا اعتبار ہے تو اگر مضاربت مضاربت کے ملائیک عادت ہو تو ملائے اور نہیں تو نہیں مضاربت نصف شری بالقبایز او ثیابا باعہ بالفضی و شری بہا عبد فضا عانی ہے قبل نقد ہا البائع البعیر الم مضاربت نصف الربح و عوم الماکل لہا فی نصف نفع کے مضاربت کے ہزار درم سے کپڑے کے مکان خریدے اور انکو دو ہزار درم بیچا اور انھیں دو ہزار سے ایک غلام خرید کیا سو دون ہزار مضاربت کے ہاتھ میں تلف ہو گئے بائع غلام کو بیٹے سے پہلے تو مضاربت نصف نفع یعنی دو ہزار کی چوتھائی کا تاوان ہے اور مالک کی کا یعنی دو ہزار کے بیچ کا تاوان ہے ہم جبکہ مال ایک ہزار سے دو ہزار ہو گیا تو نفع مال میں ظاہر ہوگا ایک ہزار کا وہ دو نو میں نصف نفع ہو گیا تو مضاربت کو اس میں پانچ سو ہو چکے ہوں جو دو ہزار کو غلام خرید کیا تو غلام مشترک ہو گیا دونوں میں تو چوتھائی غلام مضاربت کا ہوا اور میں چوتھائی مال کی ہو میں پھر جب ہزار تلف ہو گئے قبل ازلے میں غلام کے تو دونوں پر بقدر ملک غلام تاوان لازم آیا اسکے میں تو چوتھائی مضاربت پر بڑی یعنی پالسو در میں چوتھائی مال لک یعنی فی ہر ہزار و پانچ سو ربیع عبد مالک المضاربت راجع عن المضاربتہ لکنہ مضمون علیہ و لای المضاربتہ امانہ و ہنہا متاف و باقیہ لہا اور چوتھائی غلام کا مالک مضاربت کا ہے جو بائیکام مضاربت کے

لے میں اگر مال کو نہیں لیا حالانکہ وہ اصل بھروسے سے اور کوئی میں ساؤزادہ لگاتا تو اسکو نفقہ نہیں ملے گا

مال سے اس واسطے کہ چوتھائی کا تاوان اسپر ہوا اور مضاربت کا مال مانت ہو اور تاوان اور امانت میں متافی یعنی خرید اور باقی تین چوتھائی مال مضاربت کی ہیں ہم  
 غلام یہ ہے کہ جب مضارب کے حصے پر تاوان آیا تو وہ مضاربت میں داخل نہ کیا کیونکہ مضاربت میں تاوان نہیں ہوتا اور مالک کا حصہ مضاربت میں داخل ہے بسبب علم متافی  
 کذا فی الدرر وراس المال جمع مایع المالك هو الفان خمسائة اور راس المال یعنی وہ سب مال جو مالک نے دیا چوتھائی ہزار ہے ہم اس واسطے کہ مالک نے اول ہزار  
 دو روپے یعنی جس سے پہلے خرید ہوا تھا پھر ڈیڑھ ہزار دے یعنی نئے غلام کے تاوان میں کذا فی شرح الوقایہ و لکن اربع المضارب فی بیع العبد علی الفین فخطاۃ شراہ ہوا  
 ولیکن غلام کی بیع میں مضارب فقط دو ہی ہزار بیع بطریق مرابحہ کرے اس واسطے کہ اسے غلام کو دو ہی ہزار سے خرید کیا م یعنی یوں نہ کہے کہ یہ غلام ڈھائی ہزار کو  
 مجھے پڑا اس واسطے کہ خرید دو ہی ہزار پر واقع ہوئی تو اس تاوان کو نہ ملاوے جو بسبب ہلاک ہو جانے دو ہزار کے واقع ہوا کذا فی شرح الوقایہ ولو بیع بجمع  
 بضعة یا ربعة آلاف حصتها ثلثہ آلاف لان ربعہ للمضارب ورسئلہ سابقہ میں اگر غلام دو ہزار کے دو چوتھائی چار ہزار کو بچا گیا تو مضاربت کا حصہ  
 تین ہزار ہے اس واسطے کہ چار ہزار کی چوتھائی یعنی ایک ہزار مضارب کا حصہ ہے و الراجح منہا نصف لالف مینہما لان راس المال الفان خمسائة اور چھتہ تین ہزار کے  
 پانچ سو نفعت کے مالک اور مضارب میں تقسیم ہونگے اس واسطے کہ راس المال ڈھائی ہزار ہے یعنی جیتے ہزار سے ڈھائی ہزار راس المال کے نکل گئے تو پانچ سو  
 باقی رہے وہی نفع ٹھہرا سو دو نوں میں بموجب شرط کے نصف نصف ہوگا ولو شری من رب المال الف عجاہ شراہ رب المال بصفہ راج بصفہ و کذا علی  
 یو کیا و منہ علم جواز شراہ المالك من المضارب عکسہ و اگر مضارب نے مالک سے ہزار کو وہ غلام خرید کیا جو مالک نے پانچ سو کو لیا تھا تو مضارب اسکی بیع بطور مرابحہ پانچ سو سے  
 کرے اور اسی طرح اگر مالک مضارب کے خرید کرے تو مضارب کی خرید مرابحہ کرے اس واسطے کہ مضارب کیل ہے مالک اور اس قول سے معلوم ہے اجازت ہونا مالک کی  
 خریداری کا مضارب اور مضارب مالک سے ہم اگرچہ مضارب نے ہزار کو خرید کیا لیکن مرابحت نہ کرے مگر پانچ سو سے اس واسطے کہ بیع مالک کی مضارب کی بی بی بی بی بی بی بی بی بی  
 اس واسطے کہ وہ اسکا وکیل ہے تو مرابحت بیع مذکور جائز ہے لیکن اسکا شہبہ ہے عدم جواز کا اور مرابحت کی بنا امانت اور دیانت پر ہے تو اتلہ منین کو اعتبار کرنا چاہیے کذا فی الدرر  
 و شرح الوقایہ ولو شری بالفہا عجاہ قیمۃ الفان فقتل العبد رجلا خطا فقتلہ اربع الفاد علی المالك ربعہ علی المضارب قدر کلہا اور اگر  
 مضارب نے ہزار دو روپے سے وہ غلام خرید کیا جسکی قیمت دو ہزار ہے سو اس غلام نے ایک کو بیٹھائے مار ڈالا تو بدلے غلام کی تین چوتھائی مالک میں اور چوتھائی  
 اسکی مضارب پر دو نوں کے مالک کے بموجب ہے اس صورت میں ہے جبکہ مالک اور مضارب غلام قاتل کا دینا اولیائے قاتل کو قبول نہ کریں اور خون بہا و بنا قبول کریں  
 مضارب کی ملک چارم اس واسطے ہوئی کہ راس المال ہزار تھا اور غلام بال فعل دو ہزار کا ہے تو نصف نفع مضارب کا ٹھہرا یعنی پانچ سو اور وہ چارم ہے دو ہزار کا و العبد  
 یخیر المالك ثلثہ ایام و المضارب یوما خرج عن المضاربة بالقدار للنسانی کما مر و غلام خدمت کرے مالک کی تین دن اور مضارب کی ایک دن سب طرح ہو جائے  
 علم کے مضارب کے مال سے فدیہ دینے کے سبب بعلت منافات یعنی تاوان اور مضاربت میں بتاویں ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم وہ خروج ہے کہ حکم قاضی بانقسام فدا  
 متضمن ہے انقسام عید کو اور مضاربت منہی ہو جاتی ہے کہ کذا فی صدر الشریعہ و لو اخطار المالك الدفع و المضارب لقد رفق ذلک تو ہم اربع جند اور اگر مالک غلام کا  
 ڈیر لیا اور مضارب فدیہ دینا اختیار کرے تو یہ اسکو جائز ہے بسبب تو ہم نہ نفعت کے اس وقت میں ہم اس علت کا محل ہے جو ہمیں غلام کی قیمت ہزار ہو اور بیان تو  
 دو ہزار قیمت ہے تو یہاں نفع ظاہر ہے نہ سو ہو کذا فی اللیٰ و ی مختصراً و تاویہ اشتیری بالفہا عجاہ و ملک الثمن قبل النقد للبلع لم یضمن لاش بین بل رفع  
 المالك للمضارب لفاخری ثم وثم ام کل مالک فاعخری لی غیر نہایتہ مضارب نے مضاربت کے مال سے ایک ہزار کو غلام خرید کیا اور ثمن اسکا تلف ہو گیا قبل او کرنے بلع کے  
 تو مضارب پر تاوان نہیں اس واسطے کہ وہ امین ہے اور امین ضامن نہیں ہوتا بلکہ مالک مضارب کے ایک ہزار اور سے پھر اور سے یعنی جنہی بار ثمن تلف ہو جائے اور ہزار  
 دیا جائے بلا ضمین و راس المال جمع مایع اور راس المال کل مال موعوم ہے ہم اگر وہ بار ثمن دیا تو دو ہزار راس المال ہے اور اگر وہ بار دیا تو اس ہزار راس المال  
 ہے تو مضارب کو نفع نہ ملے گا جب تک ہم راس المال مالک سے پہنچا لیکن بیع مرابحہ نہ ہوگی مگر فقط ہزار چنانچہ گزر جائے لکن لای بدہ تا نیاید ایضا و لا امانتہ بخلاف

لہ لیکن تاویز ہوتے تک بجا رکھو جاوے تو نفع متوہم ہے ۱۲ اسیر علی ۱۲

انقا



وکیل کے واسطے کہ دوبارہ قبضہ وکیل قبضہ استیفا ہو قبضہ امانت کام حاصل مقام یہ ہے کہ وکیل نے جب قبضہ من کیا بعد خرید کے پھر من ملک ہو گیا  
تو رجوع نہیں یعنی مالک کو دوبارہ نہیں سکتا اور اگر قبل خرید ہوکل نے اسکو من دیا پھر وہ تلف ہو گیا تو ایک بار ہوکل سے اور لے سکتا ہے اس واسطے کہ مدفع قبل  
شر امانت ہے اس کے ہاتھ میں تو بعد مالک امانت ایک بار رجوع ہے پھر رجوع نہیں تو شریح کا قول اس صورت پر معمول ہے جبکہ ہوکل نے من قبل خرید کے دیا اس واسطے  
کہ بعد شرکے نہیں تو ہلا رجوع نہیں تلف ہوئے بعد کذا فی الطحاوی مع الفان فقال للمالك فعتا لی الفاور حجت الفاو قال للمالك فعتا لی  
فالقول للمضارب ان القول فی مقدار المقبوض لقاوض ایضا او مینا کما لو انکره اصلا مضارب کے پاس دو ہزار میں سوائے مالک کے کہا کہ تو نے مجھ کو ہزار دیے اور  
میں نے نفع میں ایک ہزار حاصل کیے اور مالک نے کہا کہ میں نے مجھ کو دو ہزار دیے تو مضارب کا قول مقبول ہوگا اس واسطے کہ مقدار مقبوض میں قابض کا قول مقبول ہے خواہ  
قابض میں ہو یا نہیں چنانچہ مضارب بالکل قبضہ کا منکر ہو تو مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا ولو کان بالاختلاف مع ذلک فی مقدار الرجوع  
فالقول للمال فی مقدار الرجوع فقط لانه یتفاد من حجتہ اور اگر اس کے ساتھ یعنی راس المال کے خلاف کیسا نفع کی بھی مقدار میں اختلاف ہو تو صاحب  
مال کا قول مقبول ہے فقط نفع کی مقدار میں اس واسطے کہ نفع کی مقدار حاصل ہوتی ہے مالک کی حجت یعنی اس کے معین کر دینے سے نفع معین ہوتا ہے نصف یا ثلث  
اور وہ منکر ہے زیادت کا تو اسی کا قول مقبول ہوگا مقدار راس المال اور مقدار نفع کے اختلاف کی یہ صورت ہے کہ مالک نے کہا کہ راس المال دو ہزار تھا اور تیرے  
واسطے میں نے ثلث نفع شرط کیا اور مضارب نے کہا راس المال ہزار تھا اور تو نے میرے واسطے نصف نفع شرط کیا فقط کی قید سے معلوم ہوگا کہ مقدار راس المال میں مضارب ہی کا قول  
مقبول ہوگا نہ مالک کا و ایما اقام بنیۃ تقبل او مالک و مضارب میں جو شخص اپنے دعوی پر گواہ لادیکو تو مقبول ہوگا وان قالما ہا فالبنیۃ بنیۃ رب المال فی دعوی الزیادۃ  
فی راس المال بنیۃ المضارب و دعوی الزیادۃ فی الرجوع اور اگر دونوں گواہ قائم کیے تو مقبول گواہی بل مال کی گواہی ہے زیادت راس المال کے دعوی  
میں اور مضارب کی گواہی مقبول ہے زیادت نفع کے دعوی میں یعنی اس واسطے کہ بنیۃ اثبات زیادت کی اس واسطے ہے قید الاختلاف کیوں کہ مقدار لاند لوکان فی الصفت  
فالقول للمال فلذا قال مع الف فقال ہی مضاربه بالنصف قد رج الفاو قال للمالك بضاعہ فالقول للمالك لانه منکر مضاف نے مقدار کے  
اختلاف کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر اختلاف صفت میں ہوگا تو وہ ان مالک کا قول مقبول ہوگا تو اسی واسطے مضاف کہا کہ ایک مضارب کے پاس ہزار میں سوائے کہا کہ وہ میرے  
پاس نصف مضاف مضارب کے طور پر ہیں اور مضارب نے ہزار نفع میں حاصل کیے ہیں اور مالک نے کہا کہ وہ ہزار بطریق بضاعت کے ہیں بطریق مضارب کے تو مالک ہی کا قول مقبول  
ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے مضارب کے دعوی کا و کذا لوقال المضارب ہی فرض قال للمال ہی بضاعہ او ودیۃ او مضاربه فالقول للمال  
والبنیۃ بنیۃ المضارب یدعی علی التملیک المالك یکر او راسی طح اگر مضارب نے کہا کہ ہزار میرے پاس بطور قرض کے ہیں اور مالک نے کہا کہ وہ بضاعت ہیں یا ودیۃ  
ہیں یا مضارب ہیں تو صاحب مال کا قول مقبول ہوگا اور بران مقبول تو مضارب کی بران ہے اس واسطے کہ مضارب بالکل تملیک کا دعوی کرتا ہے اور مالک تملیک کا منکر ہے ہم جب  
اسے قرض کا دعوی کیا تو وہ مال کا مالک ٹھہرا مالک کی تملیک سے تو اسے نفع قابض ہی کا ٹھہرے گا اور دعوی بضاعت یا ودیۃ یا مضاربت میں اسکا انکار ہے طحاوی نے کہا  
کہ اگر بچے مضارب واضع یہ کہتا تو بہتر ہوتا اس واسطے کہ مسئلہ بضاعت او ودیۃ میں مالک اور واضع یہ دونوں عدم مضاربت پر متفق ہیں و اما لو ادعی المالك  
الفرض والمضارب المضاربه فالقول للمضارب لانه یکر الضمان ایما اقام بنیۃ قبلتہ اور اگر مالک قرض کا دعوی کرے اور مضارب مضاربت کا تو مضارب کا  
قول مقبول ہے اس واسطے کہ منکر ہے نادان کا اور دونوں میں جو گواہ قائم کیے گا مقبول ہوگا دعوی مضاربت میں ضمان کا انکار ہے اس واسطے کہ بار بار مذکور ہو چکا کہ مضارب  
میں ہے نہیں اور مالک ہی ضمان ہے اور قول تو منکر کا قول ہے وان اقام بنیۃ بنیۃ رب المال او لی لانہ اکثر اثباتا اور اگر دونوں گواہ قائم کیے تو صاحب مال کے گواہ مقدم  
ہیں اس واسطے کہ ان میں زیادہ تر اثبات ہم زیادت اثبات کی وجہ سے ہے مالک کی بران سے مضارب پر ضمان بدل قرض ثابت ہوتا ہے و اما الاختلاف فی النوع فان ادعی المضارب  
عموم او الاطلاق ادعی المالك المخصوص فالقول للمضارب لانه بالاصل اور نوع کے اختلاف میں تو اگر مضارب عموم تجارت یا اطلاق کا دعوی کرے اور مالک خصوص کا



دعوی کرے تو مضاربت قول مقبول ہے بسبب پکڑنے مضاربت کے اصل کو مطلق کی یہ صورت ہے کہ مضاربت کے مالک سے کہنے بھگتیری اور خشکی و نون سفر کی اجازت دی تھی اور مالک خصوصاً دعوی کرے اس طرح کہ میں فلاں قسم کی تجارت کی اجازت دی یا خشکی کے سفر کی اجازت دی تیری کی یا بالعکس اور مضاربت میں عموم اور طلاق اس واسطے اصل ہے کہ مضاربت مقصود تحصیل منفعت ہے اور اس کے مناسب عموم اور طلاق ہے یہ خصوصاً لو ادعی کل ذوا عاقل قول للمالك البتة المضاربت فیقیم علی صحت تصرفہ ولیمزنی الضمان اور اگر شخص ایک ایک قسم تجارت کا دعوی کرے تو مالک کا قول مقبول ہے اور گواہ مضاربت کے تو مضاربت گواہ قائم کرے اپنے تصرف کی صحت پر اور اسکو نفعی تاوان لازم ہے ہم یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا جو صاحب ہدایہ پر وارد ہوا ہے تقریر سوال یہ ہے کہ گواہ تو اثبات کی واسطے ہوتے ہیں نفعی کی واسطے عنایہ میں جواب سکا دیا کہ یہ نفعی پر گواہی نہیں بلکہ اپنے تصرف صحیح ہونے پر گواہی لایا ہے اور جب سکا تصرف صحیح ہوا تو اسپر تاوان لازم نہ آیا ولودقت البینات قضی بالماخرۃ والالبینۃ المالك اور اگر بنیات نے تعیین وقت بیان کیا تو بینہ متاخرہ پر حکم ہوگا اور نہیں تو بینہ مالک حکم بینہ متاخرہ پر اس واسطے حکم ہکا کہ شرط زخر شرط اول کو توڑتی ہے اور عدم توقیت کے تحت میں دو صورتیں ہیں ایک کہ اس وقت بیان نہ ہو دوسرے یہ کہ فقط ایک گواہ وقت بیان کرین فرورع مسائل ملحقہ شایع کے دفع الوصلی الی الصغیر الی نفسہ مضاربتہ جاز و قیدہ الطروسی بان لا یجعل الوصلی لنفسہ من البرج اکثر ما یجعل لانتالہ دتاہ فی شرح الوہبانیۃ وصی نصیر کا مال اپنی ذات کو دیا بطریق مضاربت کے تو جائز ہے اور طروسی اس جواز میں یہ قید لگائی ہے کہ وصی اپنے واسطے اس سے زیادہ تر نفع نہ ٹھہراوے جو اپنے ہمسروں کی واسطے ٹھہرانا اور پورا بیان اسکا وہبانیۃ کی شرح میں ہے وہبانات المضاربت لم یوجد مال المضاربتہ فیما خلف عادوینا فی ترکۃ اور شرح وہبانیۃ میں ہے کہ مضاربت گیا اور مضاربت کا مال پایا نہیں گیا اس مال میں جو وہ چھوڑ گیا تو مضاربت کا مال دین ٹھہر گیا اسکے متروکہ میں م اور یہی حکم ہے مودع اور استعیر کا اور جس شخص کے پاس مال امانت ہو اور وہ مر جائے قبل بیان کے اور امانت بعینہا معلوم نہ ہو تو اسپر نہیں ثابت ہوگا اسکے متروکہ میں اس واسطے کہ وہ تجلیل یعنی بیان نہ کرنے سے مستہلک ٹھہرے اور اگر اسکے وارث ہلاکی مال کا دعوی کرین یا کہیں کہ مورث ہمارا صاحب مال کو تسلیم کر چکا ہے تو انکی تصدیق نہوگی کذانی لخطاوی اور پورا بیان اسکا کتاب لودیتہ میں آویگا و فی الاختیار دفع المضاربت شینا العاشر لیکف عنہ ضمن لانیس من امور التجارۃ لکن صرح فی مجمع الفتاوی بعدم الضمان فی زماننا قال وکذا الوصلی لانہما یقصدان الاصلاح و سبھی آخر الودیۃ اور اختیار میں ہے کہ مضاربت نے کچھ مال دیا بطریق رشوت کے ماثرو کو یعنی پرٹ والے کوتاواہ اس سے باز رہے تو مضاربت پر ضمان لازم ہوگا اس واسطے کہ اس طرح کا دینا تجارت کے امور سے نہیں ہے لیکن مجمع الفتاوی میں عدم تاوان صحیح ہے ہمارے زمانے میں صاحب مجمع الفتاوی نے کہا اور اسی طرح وصی پر ضمان نہیں اس واسطے کہ مضاربت اور وصی اس دینے کو اصلاح مال کا ارادہ کرتے ہیں اور عنقریب آویگا کتاب لودیتہ کے آخرین دفعہ تو تری ہا لہا متاعا فقال انا اسکے حتی اجدر یا کثیر اور او مالک بیعہ فان فی المال بیع اجبر علی بیعہ علمہ باجر کما لان یقول للمالك علیک اس المال وحتک من البرج فبجر المالك علی قبول ذلک و مجمع الفتاوی میں ہے کہ اگر مضاربت نے مضاربتہ کے مال سے تجارت کا اسباب خرید کیا سو مضاربت بولا کہ میں اسکو کھچوڑوں گا یہاں تک کہ نفع کثیر یاؤن گا اور مالک نے اسکے بیع کا ارادہ کیا تو اگر مال میں منفعت ہو تو مضاربت پر زبردستی ہوگی اسکی بیع پر اسواسطیکہ مضاربت اپنے عمل کی اجرت معلوم اور تیقن ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ یہ کہ مضاربت مالک سے کہے کہ میں تجکو اس المال اور تیرے حصے کی منفعت دون کا تو مالک پر زبردستی ہوگی اسکے قبول کرنے پر وہ فی البرزانیۃ دفع الیہ الفانصفہا متبہ و نصفہا مضاربتہ فملکت لیضمن حصۃ البتہ انتہی اور برزانیہ میں ہے کہ مالک نے مضاربت کو ہزار درم دیے پانسو بطریق مہبہ کے اور پانسو بطریق مضاربت کے پس تلف ہوگئے ہزار درم تو مضاربت پر حصہ مہبہ کا تاوان لازم آوے گا انتہی کلام البرزانیہ حصہ مضاربت کی ہلاکی میں اسواسطے تاوان نہیں کہ وہ امانت ہے اور حصہ مہبہ میں اسواسطے تاوان ہے کہ مہبہ فاسد ہے اسواسطے کہ مہبہ مشعل ہے محتمل القسمۃ میں تو مہبہ مہوب لہ اسکا مالک نہ ٹھہرے تو اسپر تاوان لازم ہوا قلت و انفقنی بہ انہ لاضمان مطلقا لانی المضاربتہ

جمع الفتاوی میں ہے کہ اسکو ہے اور بطریق میں میں لکھنے علی ہے نہ علم فلیجرا والحد العلم ۱۲ اسیر علی رو

لانہا انانہ والانی الہبۃ لانہا فاسدۃ وہی تلک بالقض علی المتعدی مفتی بہ کما سجدی فلا ضمان فیہا ویضعف قول الوہبانیۃ شعر داود عشر علی ان حنثہ ۲۰ لہ بیتہ  
 فاستلک الخس کخیر من کتاہون قول مفتی بہ یہ کہ مسئلہ مذکورہ میں مطلقاً تاوان نہیں نہ مضارت میں اس واسطے کہ وہ امانت ہے اور نہ ہبہ میں اس واسطے کہ ہبہ فاسد ہے  
 اور وہ ملوک ہوجاتی ہے قبض کر لینے سے بنا بر قول مستند مفتی بہ کے چنانچہ اسکا بیان آدیگا کتاب الہبہ میں تو ہبہ فاسدہ میں تاوان نہیں اور موجباً ہی قول مستند کے  
 ضیف کہا گیا ہے وہبانیہ کا یہ قول اور ودیت رکھے ایک شخص کے پاس اس دم اس طرح پر کہ پانچ انہیں سے ہبہ میں سے اسنے پانچ تلف کر ڈالے تو تاوان سے م  
 شرب لالی نے کہا صورت اسکی یہ ہے کہ غیر شخص کو دس درم دیے اور کہا انہیں سے پانچ تجھکو ہبہ میں اور پانچ تیرے پاس ودیت میں سو قابض نے انہیں سے پانچ تلف  
 کر ڈالے اور باقی پانچ خود تلف ہو گئے تو قابض ساڑھے سات درم تاوان سے اس واسطے کہ خمسہ ہو ہو بہ مضمون میں قابض پر کیونکہ ہبہ شائع ہو محمول القسمہ میں اور وہ  
 فاسد ہے اور جو پانچ درم اسنے تلف کر ڈالے انہیں سے نصف ہبہ میں اور نصف امانت اور مسئلہ نبی ہے قول غیر صحیح پر کہ انانی لخطاوی مختصر اللہ تعالیٰ اعلم و استغفر اللہ العظیم

کتاب الایمان

یہ کتاب ہے ودیت رکھنے کے مسائل میں لافغانی اشترک مع ما قبلہ فی الحکم وہو الامانۃ بقیدگی نہیں ایمان کے مشترک ہونے میں اسکے ما قبل کی کتاب کے ساتھ حکم میں  
 یعنی امانت ہونے میں ایمان اور مضارت مشترک ہیں دونوں لہذا مضارت کے بعد مصنف ایمان کو لایا ہولمفعول من اللوع ای التکرار لغت میں ود یعنی ترک کے ہے  
 ہم ایمان لغت میں عبارت ہے تسلیم غیر سے کسی چیز کی کجانی پر خواہ وہ چیز مال ہو یا غیر مال اور ایمان لغت میں واحد ہے مثلاً زید نے اپنا مال خالک کے پاس ودیت  
 رکھا ہوتو زید موع اور مستوع ہے کسر وال اور خالک موع ہے بفتح وال ورتقی میں ہو کہ حفظ امانت موجب سعادت و آسائش ہے اور خیانت باعث شقاوت کو نہیں  
 حدیث میں وارد ہے کہ امانت داری لدراری کو پینچ لاتی ہے اور خیانت محتاجی اور غفلسی کو کینچ لاتی ہے روایت ہے کہ جب یخا محتاج اور اندھی ہو گئی یوسف علیہ السلام  
 غم میں تو ایک ذرا دین کھڑی ہو کر بچاری کہ او بادشاہ میری بات سن لو یوسف علیہ السلام کھڑے ہو گئے زینجا بولی کہ امانت نے ملوک کو بجائے ملوک کر دیا اور خیانت نے  
 ملوک کو بجائے ملوک کر دیا تو یوسف علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ کون ہے تو گویا کہ زینجا ہے حضرت ازراہ ترجمہ اس سے نکال کر لیا کہ انانی لخطاوی لفظاً و شرعاً تسلیم لغت  
 علی حفظ مالہ صریحاً اور لالۃ کان افتق زق رجل فاخذہ رجل بغیۃ ما لکم ترکہ ضمن لہ ہذا الاخذ التزم حفظ دلالۃ بجا اور اسے مطلق شرح میں ایمان غیر شخص کو  
 مسلط کرنا ہے اپنے مال کی حفاظت پر صریحاً تسلیم ہو یا دل چنانچہ ایک مرد کی مشک بھٹ گئی سو دوسرے نے اسے مالک کی غیبت میں اسکو لے لیا پھر اسکو چھوڑ دیا  
 تو اسپر تاوان آدیگا اس واسطے کہ اس لینے سے اسنے اسکی حفاظت لازم کر لی باعتبار دالات حال کے کہ انانی الہبم اس صورت میں تسلیم علی الحفظ کی وجہ ہے کہ مالک  
 اپنے مال کی حفاظت چاہتا ہے اور اسکی حفاظت پر نگاری کو پسند کرتا ہے تو گویا مالک نے اسکو نگہبانی کا امر کر دیا منخ الغفار میں ہے محیط سے اور اگر وہ مرد مشک لیکتا  
 اور اسے قریب نہ جائیگا تو اسپر تاوان نہیں اور اگر مالک موجود ہوگا تو بھی دونوں صورتوں میں تاوان نہیں یعنی اخذ اور عدم اخذ میں الودیۃ ماترک عند الایمان  
 اور ودیت وہ چیز ہے جو ایمن کے پاس بھڑی جاوے یعنی فقط حفاظت کی واسطے رکھی جائے تو اس قید سے عاریت شکل گئی ودیت کی تعریف سے اس واسطے کہ عاریت  
 میں حفاظت اور انتفاع دونوں ہیں کہ انانی البرجدی ہی اس من الامانۃ کا مقصد مصنف وغیرہ اور وہ یعنی ودیت خاص تر ہے امانت چنانچہ مصنف نے فرمایا اسکی  
 تحقیق بیان کی ہے کہ وجہ عموم امانت اور خصوص ودیت کی یہ ہے کہ امانت اسکا نام ہے جو غیر مضمون ہو یعنی اسکا تاوان لازم ہو تو یہ شامل ہے ان سب صورتوں کو جن میں تاوان  
 نہیں ہے چنانچہ عاریت اور اجارہ کی چیز اور وہ غلام یا لونڈی جو خدمت کی واسطے موصی اسکے پاس ہو وغیر ذلک در ودیت وہ ہے جو بجا ب ودیت قبول سے حفاظت کی واسطے  
 رکھی جاوے تو دونوں میں تغاثر ہو عموم امانت اور خصوص ودیت کا عموم اور خصوص کی وجہ یہی ہے کہ ودیت وہی ہے جو امانت ہو اسکے مالک کی تحفظ کے واسطے  
 اور امانت کجی بلاتقصہ ہی ہوتی ہے اور ودیت عمدت سے ہوتی ہے اور امانت عام ہے تو امانت منفرہ ہے اس صورت میں کہ مصلحت کے لئے اگر ایک آدمی کی گود میں لہرا اور حکم  
 ودیت کا یہ ہے کہ اعادۃ الی الوفاق ضمان لازم نہیں ہوتا بخلاف امانت کے کہ انانی لخطاوی فرماتا ہے کہ امانت کے لئے اگر ایک آدمی کی گود میں لہرا اور حکم  
 ودیت کا یہ ہے کہ اعادۃ الی الوفاق ضمان لازم نہیں ہوتا بخلاف امانت کے کہ انانی لخطاوی فرماتا ہے کہ امانت کے لئے اگر ایک آدمی کی گود میں لہرا اور حکم

یہ کتاب ہے ودیت رکھنے کے مسائل میں لافغانی اشترک مع ما قبلہ فی الحکم وہو الامانۃ بقیدگی نہیں ایمان کے مشترک ہونے میں اسکے ما قبل کی کتاب کے ساتھ حکم میں  
 یعنی امانت ہونے میں ایمان اور مضارت مشترک ہیں دونوں لہذا مضارت کے بعد مصنف ایمان کو لایا ہولمفعول من اللوع ای التکرار لغت میں ود یعنی ترک کے ہے  
 ہم ایمان لغت میں عبارت ہے تسلیم غیر سے کسی چیز کی کجانی پر خواہ وہ چیز مال ہو یا غیر مال اور ایمان لغت میں واحد ہے مثلاً زید نے اپنا مال خالک کے پاس ودیت  
 رکھا ہوتو زید موع اور مستوع ہے کسر وال اور خالک موع ہے بفتح وال ورتقی میں ہو کہ حفظ امانت موجب سعادت و آسائش ہے اور خیانت باعث شقاوت کو نہیں  
 حدیث میں وارد ہے کہ امانت داری لدراری کو پینچ لاتی ہے اور خیانت محتاجی اور غفلسی کو کینچ لاتی ہے روایت ہے کہ جب یخا محتاج اور اندھی ہو گئی یوسف علیہ السلام  
 غم میں تو ایک ذرا دین کھڑی ہو کر بچاری کہ او بادشاہ میری بات سن لو یوسف علیہ السلام کھڑے ہو گئے زینجا بولی کہ امانت نے ملوک کو بجائے ملوک کر دیا اور خیانت نے  
 ملوک کو بجائے ملوک کر دیا تو یوسف علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ کون ہے تو گویا کہ زینجا ہے حضرت ازراہ ترجمہ اس سے نکال کر لیا کہ انانی لخطاوی لفظاً و شرعاً تسلیم لغت  
 علی حفظ مالہ صریحاً اور لالۃ کان افتق زق رجل فاخذہ رجل بغیۃ ما لکم ترکہ ضمن لہ ہذا الاخذ التزم حفظ دلالۃ بجا اور اسے مطلق شرح میں ایمان غیر شخص کو  
 مسلط کرنا ہے اپنے مال کی حفاظت پر صریحاً تسلیم ہو یا دل چنانچہ ایک مرد کی مشک بھٹ گئی سو دوسرے نے اسے مالک کی غیبت میں اسکو لے لیا پھر اسکو چھوڑ دیا  
 تو اسپر تاوان آدیگا اس واسطے کہ اس لینے سے اسنے اسکی حفاظت لازم کر لی باعتبار دالات حال کے کہ انانی الہبم اس صورت میں تسلیم علی الحفظ کی وجہ ہے کہ مالک  
 اپنے مال کی حفاظت چاہتا ہے اور اسکی حفاظت پر نگاری کو پسند کرتا ہے تو گویا مالک نے اسکو نگہبانی کا امر کر دیا منخ الغفار میں ہے محیط سے اور اگر وہ مرد مشک لیکتا  
 اور اسے قریب نہ جائیگا تو اسپر تاوان نہیں اور اگر مالک موجود ہوگا تو بھی دونوں صورتوں میں تاوان نہیں یعنی اخذ اور عدم اخذ میں الودیۃ ماترک عند الایمان  
 اور ودیت وہ چیز ہے جو ایمن کے پاس بھڑی جاوے یعنی فقط حفاظت کی واسطے رکھی جائے تو اس قید سے عاریت شکل گئی ودیت کی تعریف سے اس واسطے کہ عاریت  
 میں حفاظت اور انتفاع دونوں ہیں کہ انانی البرجدی ہی اس من الامانۃ کا مقصد مصنف وغیرہ اور وہ یعنی ودیت خاص تر ہے امانت چنانچہ مصنف نے فرمایا اسکی  
 تحقیق بیان کی ہے کہ وجہ عموم امانت اور خصوص ودیت کی یہ ہے کہ امانت اسکا نام ہے جو غیر مضمون ہو یعنی اسکا تاوان لازم ہو تو یہ شامل ہے ان سب صورتوں کو جن میں تاوان  
 نہیں ہے چنانچہ عاریت اور اجارہ کی چیز اور وہ غلام یا لونڈی جو خدمت کی واسطے موصی اسکے پاس ہو وغیر ذلک در ودیت وہ ہے جو بجا ب ودیت قبول سے حفاظت کی واسطے  
 رکھی جاوے تو دونوں میں تغاثر ہو عموم امانت اور خصوص ودیت کا عموم اور خصوص کی وجہ یہی ہے کہ ودیت وہی ہے جو امانت ہو اسکے مالک کی تحفظ کے واسطے  
 اور امانت کجی بلاتقصہ ہی ہوتی ہے اور ودیت عمدت سے ہوتی ہے اور امانت عام ہے تو امانت منفرہ ہے اس صورت میں کہ مصلحت کے لئے اگر ایک آدمی کی گود میں لہرا اور حکم  
 ودیت کا یہ ہے کہ اعادۃ الی الوفاق ضمان لازم نہیں ہوتا بخلاف امانت کے کہ انانی لخطاوی فرماتا ہے کہ امانت کے لئے اگر ایک آدمی کی گود میں لہرا اور حکم

الثوب مثلاً فقال اعطيتك كان ووديعه بمران الاعطيتك قبل اليمين لكن لو ديتة اونی و ہر یقین فصار کناۃ اور ودیعت کا رکن ایجاب سے خواہ مر یا ایجاب چنانچہ یون کہنا کہ  
 میں نے تیرے پاس رکھی خواہ کناۃ ایجاب ہو چنانچہ ایک شخص کا دوسرے یون کہنا کہ مجھ کو ہزارہ درم سے یا یہ کپڑا مثلاً مجھ کو سے سوائے کہا کہ میں نے تجھ کو دینے تو یہ ودیعت ہے  
 کذا فی البحر السوا سے کہ دینا ہبہ اور ودیعت دونوں کا احتمال رکھتا ہے لیکن ودیعت کتر چیز ہے اور وہ یقینی ہے تو یہ کناۃ ایجاب ودیعت کا کناۃ یہاں یہ راوی نہیں  
 کہ لازم سے اتھال ہو بلکہ کی طرف بلکہ یہاں کناۃ سے مراد ہے کہ جو ایک شئی اور غیر شئی دونوں کا احتمال رکھے چنانچہ کناۃ یہ طلاق کذا فی الطحاوی و فعل کما موضع ثوب میں ہی  
 رجوع لم یقل شیئا فہو ایداع یا ایجاب تو لی نہیں بلکہ فعلی ہو چنانچہ ایک شخص نے اپنا کپڑا ایک مرد کے آگے رکھ دیا اور کچھ نہ بولا تو یہ فعل ودیعت کا پیر کرنا ہر م خلاصہ میں  
 ہے کہ اپنی کتاب ایک قوم کے آگے رکھ دی پھر وہ لوگ اُسکو پڑھ کر چلے گئے تو سب پر تاوان آویگا در صورت تلف ہو جائیکے اور ایک ایک آدمی اٹھا تو کچھ شخص پر  
 تاوان پڑ گیا کیونکہ وہ حفاظت کی واسطے متعین ہو گیا تو ضمان کی واسطے بھی مخصوص ہو گیا اتنی تو یہ ایجاب و قبول دونوں فعلی ٹھہرے و القبول من الموع صریحاً  
 کقبولت و رکن ودیعت کرنا ہر شرع کی جانب سے خواہ قبول صریح ہو چنانچہ یون کہنا کہ میں نے ودیعت کو قبول کیا او اولاً لہ کما لو سکت عند وضعہ فانہ قبول لہ کما لو وضع تباہ  
 فی حمام برای من الشبانی و کقولہ لرب الخانین اربطھا فقال ہناک کان ایداعاً خانیہ یا قبول باعتبار دلالت حال کے چنانچہ اگر چہ ہا اسکے رکھنے کی وقت تو یہ  
 قبول کرنا ودیعت کا دلالت حال کی راہ سے ہو چنانچہ اپنے کپڑے رکھنا حمام میں کپڑوں کے نگہبان کے سامنے اور چنانچہ مسافر کا کہنا مسافر خانے کے مالک و اہل  
 سے کہ کہاں اپنا گھوڑا یا اونٹ باندھوں سو اُسے کہا وہاں تو یہ ایداع ہے کذا فی الخانیہ م اس صورت میں ایجاب و قبول دونوں لالہ میں کذا فی حق وجوب الحفظ  
 و امانی حق الامانہ فقتم بالایجاب حدہ حتی لو قال للغاصب و عتک المنسوب بری عن الضمان ان لم تقبل اختیار اور یہ یعنی ایجاب و قبول کا رکن ہونا وجوب حفاظت کے  
 حق میں ہے اور امانت کے حق میں تو فقط ایجاب پر تہامی ہو جاتی ہے تو اگر غاصب سے منسوب منہ نے کہا کہ میں نے شمال منسوب کو تیرے پاس ودیعت رکھا تو غاصب تاوان سے  
 بری ہو گیا اگر یہ غاصب سکو قبول نہ کرے کذا فی الاختیار م من امانت سے مراد یہ ہے کہ تاوان نہ آوے اور عدم قبول غاصب سکوت اور دونوں کو شامل ہے کذا فی الطحاوی  
 و شرطہا کون المال قبل الاثبات الید علیہ فلوا نوع الاثبات او الی فی فی الہوا لم یضمن اور ودیعت کی شرط ہے ہونا مال کا دست قدرت کے لائق تو اگر غلام  
 اگر بیعت کو پار بندے کو ہو یا میں ودیعت رکھا تو تاوان لازم ہو گا یعنی اس واسطے کہ یہ ایداع صحیح نہیں اور اس طرح حکم ہے ساقط فی البحر کا کون الموع مکلف  
 شرط وجوب الحفظ علیہ فلوا نوع صبیحاً فاستہلکھا لم یضمن و لو عبد انجور اضمن بعد عتقہ اور موع کا مکلف یعنی بالغ ہونا یہ شرط ہے اسپر گہانی واجب ہونیکے  
 تو اگر ودیعت رکھی صغیر کے پاس سوائے وہ چیز تلف کر ڈالی تو اسپر تاوان نہیں اور اگر غلام مجبور التصرف کے پاس ودیعت رکھی تو اسپر تاوان آویگا اُسکے  
 آزاد ہونیکے بعد یعنی بشرط اسکے بالغ ہونیکے وہی امانت ہذا حکما مع وجوب الحفظ والاداء عند الطلب ایجاب قبولہا اور ودیعت امانت ہے یہ حکم ہے ودیعت کا  
 ساتھ واجب ہونے گہانی کے اور واجب ہونے ادا سے ودیعت مالک کے مانگنے کی وقت اور ساتھ تحب ہونے قبول ودیعت کے ہم ادا سے ودیعت عند الطلب  
 واجب ہے لیکن اگر تلوار ودیعت ہو اور مالک نے کسی انسان کے ناحق مارنے کو تو اس وقت نہ بنا لازم ہے چنانچہ در المنقہ میں ہے فلا یضمن بالہلاک الا اذا  
 کانت الودیۃ باجر اشاہ معزیا للذی یعنی جب ودیعت امانت ٹھہری تو اُسکے تلف ہوجانے سے تاوان نہیں مگر جبکہ ودیعت اجرت سے ہو چنانچہ  
 اشاہ میں ہے زلیعی سے منقول ہم زلیعی نے ضمان اجیر میں وجہ اسکی یون بیان کی ہے کہ اجیر برحفظ و ودیعت کا بالقصد بقابلہ عوض کے واجب ہے کذا فی الطحاوی  
 مطلقاً سواہ اکن الترحم عنہ ام لا بلکہ مہائے اولابحدیث الدار قطنی لیس علی الاستیوع غیر المغل ضمان ہلاک ودیعت مطلقاً ضمان نہیں خواہ ہلاکی سے  
 بجا و مکن ہو یا نہ ہو کوئی چیز ودیعت کے ساتھ تلف ہو یا نہ ہو دلیل حدیث دار قطنی کہ ودیعت قبول کرنے والے غیر خائن پر تاوان نہیں و اشتراط  
 الضمان علی الایمن کا لعماسی و الخانی باطل ہے یقینی خلاصہ و صدر الشریعہ اور تاوان کا شرط کر لینا امانت وار پر چنانچہ حماسے اور  
 مسافر خانے والے پر باطل ہے اسی کا فتویٰ ہے کذا فی الخلاصہ و صدر الشریعہ و للموع حطبہا بنفسہ و عیالہ کما اور ودیعت قبول کرنے والے کو

لہذا یجب وجوب حفظہ اور وجوب ادا طلبہ وقت ادا کتب ہونا قبول ودیعت کا بھی اسکے احکام میں ۱۲



جائزہ حفاظت کرنا ودیعت کا بذات خود اور اپنے عیال سے اپنے مال کی طرح وہ ہم من پسین معہ حقیقتہ او حکما لاسن میونہ اور وہ یعنی مستوع کے عیال وہ لوگ ہیں جو اسکے ساتھ رہتے ہوں حقیقتہ یا حکمانہ وہ لوگ اسکے عیال ہیں جنکو وہ نفقہ دیتا ہوم یعنی عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسکے ساتھ رہتے ہوں خواہ ان نفقہ میں شریک ہوں یا ہوں مگر زوجہ اور ولد صغیر میں مساکنت حقیقی ضرور نہیں تو بموجب اس تفسیر کے اگر مستوع ودیعت اس اجنبی کو دے جو اسکے رہتا ہے تو اسپر تاوان لازم نہوگا خلاصہ میں ہے کہ مستوع کہیں گیا اور کبھی اپنے مکان کی غیر کو دیکھا پھر جب اپنے گھر میں آیا تو ودیعت کو نہ پایا تو اسپر تاوان نہیں کیونکہ کبھی دیکھائے دوسرے کے ہاتھ میں گھر کو نہیں کر گیا کذا فی الخطاوی فلو دفعها لولدہ امیر و زوجتہ ولا یسکن ہما ولا یفوق علیہا لم یضمن خلاصہ تو اگر امانت دار نے اپنے ولد صغیر کو اور اپنی زوجہ کو ودیعت دی اور حالانکہ وہ شخص دونوں کے ساتھ نہیں رہتا اور انکو نفقہ نہیں دیتا تو اسپر تاوان نہوگا کذا فی الخلاصہ یہ تفریح ہے سکنت حکمی پر اس واسطے کہ ولد صغیر اور زوجہ اگرچہ دوسرے گھر میں رہتے ہوں مگر وہ دونوں در حکم سکن زوج اور باپ کے ہیں اور یہی حکم ہے غلام کا لیکن لڑکے یہ شرط ہے کہ حفاظت ودیعت پر قادر ہو کذا فی الخطاوی و کذا لولدہ فقہا لزوجہا لان العبرۃ لساکنۃ لان نفقہ و قبل اعتبار ان معاینی اور اسطرح ضمان نہیں اگر زوجہ اپنے زوج کو ودیعت غیر شخص کی ہے اس واسطے کہ باہم سکنت کا اعتبار ہے نہ نفقہ دینے کا اور قول ضعیف یہ ہے کہ باہم سکنت اور نفقہ دونوں معتبر ہیں عیال ہونے میں کذا فی یعنی و شرط کو نہ اس من فی عیالہ ایضا فلو علم خیانتہ ضمن خلاصہ اور اسکے عیال کرا امانت دار ہونا شرط ہے دفع ودیعت میں تو اگر ان میں سے کسی خیانت اور دغا بازی معلوم ہو اور پھر اسکو ودیعت غیر کی سپرد کرے تو اسپر تاوان لازم ہوگا یعنی در صورت ہلاکی کذا فی الخلاصہ م دو صورتوں میں تاوان نہیں جبکہ امانت داری معلوم ہو اور جبکہ مطلق اسکا حال معلوم ہو و جاز لمن فی عیالہ الدفع لمن فی عیالہ اور جو شخص کہ مستوع کی عیال میں جو اسکو جائزہ دینا ودیعت کا اپنی عیال کو لو نہا عن الدفع الی بعض من فی عیالہ فدفع ان وجد بدارمنہ بان کان لعیال غیر ابن ملک ضمن و الا لا اور اگر مالک نے مستوع کو اسکے بعض عیال کے دینے سے منع کر دیا پھر اس نے اسی شخص کو ودیعت سپرد کی تو اگر اسکو اسکے دینے کی ضرورت ہو اسطرح پر کہ اسکی عیال میں سولے اس شخص کے اور شخص بھی ہے کذا ذکرہ ابن ملک تو اسپر تاوان آویگا اور اگر وہ ناچار ہوئی اسکے سوا دوسرا شخص اسکی عیال میں نہو تو اسکے دینے سے تاوان نہ آویگا وان حفظہا بغیر ہم ضمن وعن محمد ان حفظہا من حفظ مالہ کو کیلہ وما ذونہ و شریکہ مفاوضتہ و عانا جاز و علیہ الفتوی ابن ملک اعتمدہ ابن کمال وغیرہ و اقروہ المصنف اور اگر مستوع نے ودیعت کی حفاظت کر دانی اور لوگوں سے سولے اپنے عیال کے تو اسپر تاوان آویگا اور محمد سے روایت ہے کہ اگر حفاظت کر دانی ان لوگوں سے جن سے اپنے مال کی حفاظت کروا تا ہے چنانچہ اسکا وکیل اور غلام مازون اور اسکا شریک مفاوض اور شریک عنان تو جائز ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے کہ صحیح ہے ابن ملک و را حتماد کیا ہے اسپر ابن کمال نے ایضاً و اصلاح میں اور اسکے سوا اور علمائے بھی اسی قول پر اکتفا کیا ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہم نہایت میں یہ فتویٰ تراشی کیطرن منسوب ہے اور تراشی نے اسکی نسبت حلوانی کیطرن کی ہے ولہذا محض میں حفظ ودیعت میں عیال کو شرط نہیں کیا بلکہ یوں کہا ہے کہ مستوع ودیعت کی اس طرح حفاظت کرے جیسے اپنے مال کی حفاظت کرتا ہے کذا فی الخطاوی الا اذا خاف الحرق و الغرق و کان غالباً محیطاً فلو غیر محیط ضمن فسلما الی جا رہ او الی فلک آخر غیر عیال کے دینے میں تاوان ہے مگر جبکہ مستوع آگ کے جلانے یا پانی کے غرق کر دینے سے ڈرے اور حرق اور غرق غالب یعنی بکثرت اور مستودع کے مکانات منزل کو محیط ہوں سو اس حالت میں وہ اپنے پڑوسی کو یا دوسرے کشتی والوں کو ودیعت سپرد کرے تو تاوان نہیں تو اگر حرق اور غرق محیط نہو تو غیر کے دینے سے تاوان اسپر آویگا مگر حموی نے کہا ہے ہنوز ہے کہ حرق اور غرق منزل کو محیط ہو تسانی نے کہا کہ وہ آتش زنی مراد ہے جو جمع مکانات دار کو محیط ہو کذا فی الخطاوی الا اذا مکنتہ فقہا لم یضمن عیالہ و لقا با وقت فی البحر ابتداء و بالتدرج ضمن یعنی خوف حرق یا غرق میں تاوان نہیں مگر جبکہ مستوع کو اس حالت میں اپنی عیال کو ودیعت سپرد کرنا ممکن ہو یا ودیعت کو اپنے پڑوسی کو یا دوسرے سے دریا میں گرے یا دھلک کر گرے تو اسپر تاوان آویگا کذا فی الزیلعی یعنی اس واسطے کہ اسکے فعل سے اتمام حاصل ہو افان ادعا

اور دفع لجاجہ اور فلک آخر صدق ان علم وقوعہ امر احرق بیتی لے ہذا النوع سو اگر مستوع نے ودیعت دینے کا اپنے پڑوسی کو یا وہ سری کشتی میں بکھدینے کا دعویٰ کیا تو اسکے قول کی تصدیق ہوگی بشرطیکہ اسکے گھر کا آگ لگنا معلوم ہو اور اسی طرح وقوع غرق ذریافت ہو والا یعلم وقوع احرق فی دارہ لا یصدق الا بیتیہ

فصل بین کلانی تخلصہ والہدایۃ التوفیق وبالمد التوفیق اور اگر اس کے گھر میں وقوع آتش زنی معلوم ہو تو اسکے قول کی تصدیق ہوگی مگر گواہوں کے تو اس تقریر سے خلاصہ کے اور ہدایہ کے کلام میں توفیق حاصل ہوگئی یعنی اختلاف زائل ہو گیا اور خدا ہی کی جانب توفیق ہر چیز کی م خلاصہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب وقوع آتش زنی اسکے گھر میں معلوم ہو تو اس کا قول مقبول ہے اور نہیں تو مقبول نہیں اور ہدایہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اسکی تصدیق ہوگی مگر شہادت سے انتہی تو اگر ہدایہ کی عبارت کو عدم علم وقوع حریق پر محمول کیجیے تو دونوں عبارتوں کا اختلاف رفع ہوتا ہے اور یہ توفیق ذخیرہ میں منقول ہے منتقی سے

ولو منع الودیعتہ ظلماً بعد طلبہ لرد و دلیعۃ فلو ظلمہا الیہ لم یضمن ابن ملک بنفسہ ولو ظلمہا کو کیلہ بخلاف رسول ولو بعدلۃ منہ علی الظاہر قادر اس علی تسلیمہا ضمن اور اگر مستوع نے مالک کو ودیعت نہ دی ازراہ ظلم کے بعد خواہش کرنے مالک کے رو ودیعت کو بذات خود اگرچہ خواہش ذاتی حکمی ہو چنانچہ اسکے وکیل کی طلبگاری حالانکہ مستوع تسلیم ودیعت پر قادر ہے تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر مالک کی طرف اٹھالیجانے کے سبب سے منع ودیعت صادر ہو تو تاوان نہ دیگا کذا ذکرہ ابن ملک بخلاف پیام رسان یعنی اگر مالک کا فرستادہ طلب ودیعت کرے تو اسکے نہ دینے سے تاوان نہیں اگرچہ مالک کی جانب سے کوئی نشانی لایا ہو بنا بر ظاہر الروایۃ کے والا بان کان عاجزاً او خاف علی نفسه او مالہ بان کان مدفوناً مہا ابن ملک لایضمن کطلب لظالم اور اگر تسلیم ودیعت پر قادر نہ ہو اس طرح پر کہ عاجز ہو یا ذرتا ہوا اپنی جان یا مال پر اس طرح پر کہ مستوع کا مال رو دیت کے ساتھ گرا ہو کذا ذکرہ ابن ملک تو منع سے تاوان نہ دیگا جیسے طلبگاری مالک جفا کار کے نہ دینے میں تاوان نہیں م محیط میں ہے کہ اگر ایام فتنہ و فساد میں ودیعت مانگی اور اسے کہا کہ میں اس وقت میں اس پر قادر نہیں ہوں اسوا سٹیکہ دور رکھی ہے یا وقت تنگ ہے پھر اسکی طرف غارت واقع ہوئی سو مستوع بولا کہ ودیعت بھی لٹ گئی تو اس پر تاوان نہیں اور اسکا قول مقبول ہے انتہی مالک ظالم کی صورت یہ ہے کہ مالک نے اپنی ودیعت مانگی ظلم کرنے کے واسطے تو نہ دینے میں تاوان نہیں یعنی اگر بعد منع ودیعت ضلع ہو تو تاوان نہیں اور اسی طرح اگر مولیٰ اپنے غلام ماذون یا غیر ماذون کی ودیعت مانگے تو منع ظلم نہیں اس احتمال سے کہ شاید وہ مال غیر مولیٰ کا ہو کذا فی لفظا دی

فلو كانت الودیعتہ سینفا اراد صاحبہ ان یاخذہ لیضرب بہ رجلاً فله المنع من الدفع الی ان یعلم انه ترک لراس الاول وانہ ینتفع بہ علی وجہ مباح جو اگر ودیعت تلوار ہو مالک اسکا چاہتا ہو کہ اسکو لیکر کسی مرد کو اس سے ناحق قتل کرے تو اسکو تلوار کا نہ دینا چاہیے یہاں تک کہ اسکو معلوم ہو جائے کہ مالک نے پہلی تجویز یعنی قتل ناحق کو ترک کر دیا اور وہ تلوار سے منتفع ہوگا بطریق مباح کے کذا فی الجواہر

کما لو ادعت امراة کتابا فیہ اقرارہا للزوج بمال او بقبض مہر یا منہ فله منعہا لکن لا ینب حق الزوج خانیۃ چنانچہ ایک عورت نے ایک دستاویز ودیعت رکھی جس میں عورت کا اقرار ہے زوج کے مال کا یا ہرے چکنے کا تو مستوع کو جائز ہے کہ دستاویز عورت کو نہ دے تاکہ زوج کا حق نہ جاتا رہے کذا فی الخانیۃ و منہ ای من المنع ظلماً موتہ ای موت الزوج چھل فانیہ لیضمن فقیر دینانی ترکہ اور منجملہ منع ناحق سے ہر جا ما مستوع کا بلا بیان ودیعت سو اسپر تاوان آویگا تو ودیعت مذکورہ دین ہو جائیگی اسکے متروکہ میں م جب نہ بیان نہ کر دیا کہ یہ چیز میرے پاس فلانے شخص کی ودیعت ہے تو وہ تہلک ٹھہرا اس تجمل سے اور عدم بیان سے لہذا تاوان اسپر لازم آیا الا اذا علم ان وارثہ یعلمها فلا ضمان مگر جبکہ صورت جانتا ہو کہ میرا وارث اس ودیعت کو جانتا ہے تو عدم بیان سے تاوان نہیں ولو قال لوارثہ انا علمتہا او اگر الطالب ان فرما وقال ہی کذا وانا علمتہا ہلکت صدق اور اگر مستوع کے وارث نے کہا کہ میں ودیعت کو جانتا ہوں اور مالک طالب اسکا نہ کرے تو اگر وارث ودیعت کو کھول کر بیان کرے اور کہے کہ فلانی چیز ودیعت ہے



اور میں اُسکو جانتا تھا اور وہ تلف ہو گئی تو وارث کی تصدیق ہوگی یعنی مورث پرتاوان نہ آویگا نذا و مالو کانت عنده سواء الانی مسئلہ وہی ان وارث  
 اذا اول السارق علی التوہیۃ لا یمین الموع اذا اول ضمن خلاصہ یہ یعنی ودیعت کا وارث کے پاس ہونا اور مورث کے پاس ہونا دونوں برابر ہیں عدم ظن  
 میں در صورت عدم تعدی مگر ایک مسئلے میں برابر نہیں وہ مسئلہ یہ ہے کہ وارث جب سارق کو ودیعت بتا دے تو اسپرتاوان نہیں اور ودیعت کا قبول کرنا اول  
 جب سارق کو بتاویگا تو تاوان ویگا کذا فی الخلاصہ الا اذا منہ من الاخذ حال للاخذ لکن جبکہ مستوع سارق کو روک دے ودیعت کے لینے سے لینے کی وقت یعنی اول  
 ودیعت سارق کو بتا دی پھر سارق جب لینے آیا تو اسے لینے سے روکا سو سارق زبردستی لے گیا تو اسپرتاوان نہیں کذا فی الخطاوی عن الخلاصہ کما فی سائر الامانات  
 فانہا تنقلب مضموتہ بالموت عن جمیل کشریک مفاوض چنانچہ ودیعت کے سوا اور باقی امانات منقلب ہنجان ہو جاتی ہیں یعنی انکا تاوان لازم ہو جاتا ہے  
 امین کی موت بلا بیان سے شریک در مفاوض کی موت کے مانند عطف مفاوض کا شریک پر خاص کا عطف عام پر الانی عشر علی فی الاشباہ مگر دس سنون میں  
 موت بلا بیان کا تاوان نہیں کذا فی الاشباہ نہاناظر او ودیعت غلات لوقف ثمر مات جملا فلا یضمن مجملہ مسائل عشرہ ایک یہ کہ ناظر نے غلات یعنی  
 حاصلات وقف کو ودیعت رکھا کسی شخص کے پاس پھر بلا بیان ودیعت مر گیا تو اسپرتاوان نہیں قید بالفلہ لان الناظر لو مات جملا مال البدل ضمنہ اشباہ او

لشمن الارض المستبدلۃ قلت فلعین لوقف بالاولی کالدرہم الموقوفۃ علی القبول بجزاۃ قالہ المصنف واقراہتہ فی الزواہر وقید موتہ بمتنا بالبقاۃ فلہ مرض نحو  
 ضمن لکن من جاناہا فکان بالغالہا علیہم من درہمہ فی دفع الوسائل فقہنہ مصنف نے حاصلات وقف کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر ناظر مر جائے بلا بیان  
 بدل وقف کے تو اسپرتاوان ویگا کذا فی الاشباہ مال بدل یعنی وقف کی بدلی ہوئی زمین کا ثمن میں کہتا ہوں تو عین وقف کی تحمیل سے بطریق  
 اولی اسپرتاوان ہوگا چنانچہ درہم وقفی کی تحمیل جو از وقف درہم کے قول پر ایسا کچھ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور ثابت رکھا ہے اُسکو مصنف کے  
 بیٹے شیخ صالح نے زواہر حاشیہ اشباہ میں اور صاحب زواہر نے موت ناظر میں ناگہانی موت کی قید لگائی بحث کی راہ سے نہ روایت کے بموجب تو اگر ناظر  
 کی موت مرض وغیرہ سے ہو تو تحمیل سے تاوان اسپرتاوان ویگا بسبب قادر ہونے ناظر کے بیان ودیعت پر تو ناظر ناحق ملنے ودیعت کا ٹھہرنا تاوان سے اور  
 صاحب زواہر نے اُسکو رد کیا ہے جسکی دفع الوسائل میں طر سوسی نے بحث کی ہے تو خبر دار رہو مصنف کا کلام عام ہے غلات مسجد اور غلات مستحقین وقف میں اور  
 علامہ بیری نے کہا غلات مسجد کی تحمیل میں تاوان نہیں اور غلات مستحقین کی تحمیل میں تاوان ہے اور طر سوسی نے غلات مستحقین میں من حیث البحث تفصیل  
 کی ہے کہ اگر مستحقین ناظر سے مال مانگا ہو اور اُسے تاخیر کی ہو اور بلا بیان مر گیا ہو تو اسپرتاوان ہے اور نہیں تو یوں کہنا لائق ہے کہ اگر ناظر مجموعہ میں لٹا ہے اور  
 دیانت دار ہو تو تاوان نہیں شیخ صالح نے کہا کہ جب بلا بیان مر گیا تو ظالم تقصیر اور ظہر خواہ مستحق نے طلب کیا ہو یا نہ کیا ہو تو اسپرتاوان ہے اور اگر وہ مجموعہ  
 ہوتا تو قبل موت اپنی گلو خلاصی کرتا تو ہترومی قول ہے چہر شیخ اعلام میں کذا فی الخطاوی مختصر او منہا قاضیات جملا الاموال الیتامی زاد فی

الاشباہ عند من اودعها ولا بد من لانه لو وضعہا فی بیتہ ومات جملا نہیں لانه موع بخلاف لوانع غیرہ لان القاضی ولایۃ ایداع مال الیتیم علی المقصد کما فی تنویر البصائر  
 فلیحفظ اور از بجلہ یہ مسئلہ ہے کہ قاضی بلا بیان اموال یتامی مر گیا اشباہ میں استعد زیادہ ہے کہ قاضی اسکے بلا بیان مر گیا کہ یتیم کا مال اسکے پاس سے ودیعت رکھا  
 اور یہ قیصروری ہے اسواسطیکہ اگر قاضی ال یتامی کا اپنے گھر رکھے اور بلا بیان مر جائے تو اسپرتاوان ہوگا اسواسطیکہ وہ موع ہے بخلاف اس صورت کے کہ اسے غیر شخص کے پاس ودیعت سپرد  
 کی اسواسطیکہ قاضی کو ایداع مال یتیم کی ولایت ہے بر قول محمد کذا فی تنویر البصائر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وہاں سلطان موع بعض الغنیمۃ عند غازی مات جملا اور از بجلہ یہ  
 کہ سلطان غنیمت کا بعض مال غازی کے پاس ودیعت رکھا پھر بلا بیان مر گیا تو سلطان پرتاوان نہیں اور از بجلہ دسی ہے جبکہ بلا بیان مر جائے اور از بجلہ باب ہے جبکہ بلا بیان مال  
 صیغہ مر جائے اور از بجلہ وارث ہے جبکہ بلا بیان مر جائے کہ اسے ٹوٹ کے پاس کیا ودیعت رکھا تھا اور از بجلہ اس شخص کی موت بلا بیان ہے جبکہ گھر میں آندھی سے آگ لگ کر کوئی چیز گری  
 اور از بجلہ موت غلام ہے بلا بیان یعنی اسکے مونی نے اسکے گھر میں کوئی چیز پڑن اسکے امر کے رکھی اور از بجلہ موت صیغہ بلا بیان ودیعت غیر کے سے ان میں تاوان نہیں



ایمن پر کذا فی الطحاوی عن الاشباہ و لیس نہا مسئلۃ احد المتفاوضین علی التمسک لما نقلہ المصنف ہنا و فی الشركة عن وقف الخانیۃ ان الصواب نہ یضرب لیسب شریک  
 بموتہ جملہ و خلا ذ غلط قلت و اقو محشورہ بقی المستثنی تسعہ فلیحفظ اور منجملہ مسائل مذکورہ کے نہیں ہر مسئلہ احد المتفاوضین کا ہر قول متحد اس واسطے کہ مصنف نے  
 اپنی شرح میں بیان یعنی کتاب لودیعہ میں اور کتاب الشركة میں خانیہ کی کتاب لوقف سے نقل کیا ہے کہ حق یہ ہے کہ شریک مقادض تاوان دیا اپنے  
 شریک کے حصہ کا اپنی موت بلا بیان سے اور اسکا مخالف قول غلط ہے میں کہتا ہوں اور اشباہ کے محشورہ اس تصویر کو ثابت رکھا ہے تو مستثنیٰ نو  
 مسئلے باقی رہ گئے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م یعنی صاحب اشباہ نے دس مسئلے مستثنیٰ کیے تھے جنہیں ایمن کی موت بلا بیان سے تاوان نہیں آتا اور منجملہ  
 مسائل عشرہ شریک مقادض بھی تھا چہرہ شریک پر ضمان حق ٹھہرا تو فقط نو مسئلے مستثنیٰ باقی رہ گئے و زاد الشر بن لالی فی شرح لودیعہ علی العشرۃ لستعا بعد و  
 و بیہ و وحی القاضی و متہ من محجورین لان الحجز لیسلب سبعة فانه لصف و ورق و جنون و عقلہ و دین و سفہ و عتہ اور شر بن لالی نے اپنی شرح و بیانیہ میں مسائل  
 عشرہ پر نو مسئلے اور زیادہ کئے ہیں یعنی داد اور اسکا و می در قاضی کا و می و در چہرہ شخص محجورین سے اس واسطے کہ حجرت سے منع تصرف سات مخصوصہ کو شامل ہے کہ نہ  
 حجرت بطلب طفلی اور رقیب اور جنون اور عقلت اور دین اور سفارت اور نقصان عقل سے ہوتا ہے جو کہ صغیر اشباہ میں مذکور ہے تو محجورین سے شخص باقی رہ گئے  
 و الحوقہ لکھی و ان بلغ ثم مات لا یضمن لان الشہد و انہا کانت فی یدہ بعد بلوغہ لیزوال المانع و ہوا لیسبا اور معنوی یعنی ناقص العقل صغیر کے مانند ہے اور اگر صغیر  
 بالغ ہو پھر بلا بیان مر جائے تو اس پر ضمان نہیں مگر جبکہ گواہ یہ گواہی میں کہ و ولایت اسکے ہاتھ میں تھی بعد اسکے بالغ ہو جانے کے بسبب دور ہو جانے مانع  
 ضمان کے یعنی طفلی نہ رہی بعد بلوغ کے جو مانع تھی ضمان کی فان کان ایسی و الحوقہ ما ذوالہا تم اما قبل البلوغ و الا فاقۃ ضمنا کذا فی شرح جامع الوجیز سو اگر  
 صغیرہ و معنوی ما ذون ہون یعنی ما ذون فی التجارۃ ہون کذا فی خزائنہ الا کل یا ما ذون ہون قبول و ولایت میں کمافی الوجیز پھر و ولایت مر جائیں  
 قبل بلوغ اور ہوشیاری کے تو اپنے تاوان آویگا کذا فی شرح الجامع الوجیز جامع سے جامع کبیر مراد ہے اور وجیز نام ہے اسکی شرح کا کذا فی الطحاوی قال فلیغ تسعہ عشر  
 و نظم حافظ علی بیٹی اور بیانیہ تبیین شر بن لالی نے کہا تو مستثنیٰ مسئلے اٹھارہ کو پہنچ گئے اور شر بن لالی نے دو بیٹیں نظر کیں بیانیہ کی و بیٹوں پر عطف کر کے وہی  
 ہذہ اشعار و کل امینات و العین بحیرہ و ما وجد عینا فینا نصیرہ سوی تنولی الوقف ثم مقادض و موضوع مال النعم و ہوا المومرہ اور وہ چاروں بیٹیں یہ ہیں کہ  
 جو امین مر گیا اور عین کا وہ حافظ اور جامع تھا اور جو امانت کہ اسکے پاس میں در شخص پائی گئی تو وہ امانت میں ہو جاتی ہے اسکے ترکہ میں ہوا تنولی وقف  
 کے پھر سوا شریک مقادض کے اور سوا مال غنیمت کے موضوع کے اور موضوع ہا لکسر سے مراد امیر لشکر ہر مذکور ہے چکا کہ شریک مقادض کو ان مسائل میں شمار کرنا غلط ہے و ہوا  
 دار القتی ازج مثل ما ہوا القاء ملاک ہا لیس شیرہ کذا و الہجد قاضی و عصیمہ و جمیعاً و محجوز وارث لیسطرہ اور وہ صاحب خانہ جسکے گھر میں ہونے کچھ ڈال دیا  
 مانند اس صورت کے کہ مالکان مال نے اپنا مال گھر میں ڈال دیا اور صاحب خانہ اس سے خبر نہیں اور اسی طرح و اند اور داد اور قاضی اور ان بیٹیوں  
 کے وحی در شخص محجور تصرف پھر بعد اسکے وارث مرقوم ہر محجور انواع سبعہ مذکورہ کو شامل ہے تو یہ سب اٹھارہ ایمن ہونے چکی موت بلا بیان سے تاوان  
 نہیں آتا و کذا و خلطھا الموع بجنسها او بغیرہ بما لہ او مال آخر ابن کمال بغیر اذن الممالک بحیث لا تمیز الا بکلفۃ کخلفۃ بشیر و دراہم چیا و  
 بزینف محبتے ضمنہا لا شہد انہا بالخلط اور اسی طرح اگر مودع نے و ولایت کے ساتھ بجنس و ولایت یا بغير جنس کو ملایا خواہ اپنے مال سے ملایا  
 یا بغير جنس کے مال سے کذا ذکرہ ابن کمال بغیر اذن مالک کے ملایا اس طرح کہ و ولایت جدا نہیں ہو سکتی مگر شفقت سے چنانچہ گھون کا  
 ملانا جو کے ساتھ اور کھرے در مودع کا ملانا کھوٹے در مودع کے ساتھ کذا فی الجعنی تو مودع اس و ولایت کا تاوان سے بسبب تلف کر لینے مودع  
 کے ملاوینے سے مامم رو کے نزدیک خلط استہلاک ہے لہذا اس پر ضمان لازم ہے خواہ خلط بطریق مجاورت کے ہو چنانچہ گھون کا خلط گھون کے ساتھ  
 خواہ خلط بطور مجاورت کے ہو چنانچہ خلط مانع کا مانع سے جیسے تیل کا تیل سے یا سرکے کا سرکے سے لکن لا یبلح تناولہا قبل ادراغ ان لیکن و ولایت

Marfat.com

مخلوط کا قبول اور استعمال جائز نہیں قبل اور کرنے تاوان کے صحیح الابرار اور صحیح ہر معاف کر دینا یعنی اگر مالک موع کو معاف کرے تو صحیح ہے اور اس کا حق  
 عین اور دین سے ساقط ہوگا اور اسے کذافی البحر و لوط خط بردی نعمتہ لانه عیبہ و بعکسہ شریک بعدہ محبتی اور اگر جید کے ساتھ رومی کو ملایا تو جید کا تاوان ہے  
 اس واسطے کہ اسے اسکو عیب ارکریا اور اسکے بالعکس میں یعنی اگر مودع نے رومی ودیعت کے ساتھ جید کو ملایا تو مودع شریک ہر مالک کا بسبب ہونے عیب کے  
 کذافی لجبتی وان باؤنہ اشتراک شریک مالک کما لو اختلطت بغیر صنعه کان لشن الکلیس لعدم التعدی وراگر ملانا ودیعت کے ساتھ مالک کے اذن  
 سے ہو تو مالک اور مودع شریک ہونگے بشرکت مالک چنانچہ اگر ودیعت بلجاسے بغیر صنعت مودع کے جیسے پھیلی درمون کی پھٹ گئی اور ودیعت کے مودع  
 کے درمون کے ساتھ مل گئے تو دونوں شریک ٹھہریں گے اور مودع پر ضمان لازم ہوگا عدم تعدی کے سبب سے و لوط خطا غیر المذموم ضمن الخاطئ و لوصیر اولائین  
 ابوہ خلاصہ اور اگر ودیعت کو مودع کے سوا کسی اور شخص نے ملا دیا تو ملانے والے پر تاوان آویگا اگرچہ دو صغیر نابالغ ہوا و رخی کے باپ پر تاوان نہ آویگا کذافی  
 خلاصہ و لو انفق بعضہا فرد مثله فخلطہ بالباقی خلط لا یمیز من ضمن الكل خلط مالہ بہا اور اگر مودع نے بعض ودیعت خرچ کر ڈالی سو برابر اس کے پھیری  
 پھر اسکو باقی ودیعت کے ساتھ اس طرح ملایا کہ باقی علیحدہ نہیں ہو سکتی اس خلط کرنے کے ساتھ تو تمام ودیعت کا تاوان اسپر لازم ہوگا بسبب مخلوط کرنے اپنے  
 مال کے ودیعت کے ساتھ ضمان کل سوا سطل لازم ہوگا بعض کا تاوان آیا خرچ کرنے کے سبب اور بعض باقی کا خلط کرے تو وہ تعدی ہوا انفاق سے  
 اور جو اسے پھیرا وہ اسکی ملک پر باقی ہر کذافی البحر فلو تاقی التیزا و انفق ولم یرد او دوع و دیتین فانفق احدہما ضمن انفق فقط محبتی اور اگر باقی ودیعت  
 کی تیز اور جدائی حاصل ہو سکتی ہو یا اسے بعض ودیعت خرچ کی اور پھر اسپر اخل نہیں کی یا اسکے پاس دو دیتیں رکھی ہیں سو اسے ایکے ودیعت خرچ  
 کر ڈالی تو فقط اتنا تاوان ہے جتنا اس نے خرچ کر ڈالا کذافی المحبتی وذا اذا لم یضربہ التبعیض اور یہ یعنی ضمان بقدر انفاق اسوقت ہر جگہ بعض کا خرچ کرنا ودیعت کو ضرر کرتا ہو  
 ہم یہ شرط ہر انفاق اور عدم رد سے بحر الرائق میں ہر دو مثل کی قید سوا سطل لگائی کہ اگر رد کرے گا تو فقط اسی قدر کا ضمان ہوگا جتنا اس نے خرچ کیا سوا سطل  
 کہ باقی ودیعت کا حافظ ہے اور اسپر کچھ عیب نہیں لگ گیا سوا سطل کہ وہ اس قسم سے ہر جسکو تبعیض مضر نہیں سوا سطل کہ گفتگو اسپر ہر جگہ ودیعت  
 وراہم یا ونایر یا کیلی یا ورنی ہوا نہیں اور میں نے یہ صحیح نہیں دیکھا کہ جب اس ودیعت کو خرچ کرے جسکو تبعیض مضر ہے کہ اسپر تمام کا تاوان ہے یا بقدر انفاق  
 اور نقصان باقی کا تو اسکی تحریر کرنا چاہیے کذافی الططاوی و اذا تعدی علیہا فلبس ثوبہا اور کب تھا و اذا اخذ بعضہا ثم رد عینہ الی ہر حتی زال التعدی  
 زال یا ورنی الی الضمان اور جبکہ اسے ودیعت پر تعدی کی سو ودیعت کا کپڑا پہن لیا یا اسکے جانور پر سواری کی یا بعض ودیعت نکال لی پھر عینہ ودیعت  
 پھیری اپنے قبض اور حفظ کی طرف بہان تک تعدی زائل ہوگی تو وہ چیز دور ہوگی جو تاوان کی طرف موعی یعنی تعدی رد کرے دور ہوگی جو تاوان کی  
 موجب تھی اذالم یمن من نیتہ العود الیہ اثباہ من شرط النیتہ رو ودیعت کا تاوان زائل ہوتا ہے جبکہ اسکی نیت میں اسکی طرف عود کرنا ارادہ نہو چنانچہ اثباہ میں ہر  
 نیت کے بیان میں ہم تو اگر ودیعت کا کپڑا پہنا اور رات کو اتارا اور اسکا ازا وہ یہ ہر کس اسکودن میں پھر ہنوں کا پھر وہ رات میں چوری گیا تو وہ تاوان کی ہر ہوگا  
 کذافی الططاوی من جنایات البحر بخلاف مستعیر و استاجر فلو ازالہ لم یر العملہا لانفسہا بخلاف موع و وکیل بیع و حفظ او اجارۃ او استیجار و مضارب مستبضع  
 و شریک عنان او مفاوضتہ و مستعیر لہن اثباہ بخلاف مستعیر او استاجر کے تو اگر وہ دونوں تعدی زائل کر دین تو بھی تاوان کی ہر الی الذمہ ہونگے اسوا سطل  
 مستعیر او استاجر کا عمل ہر اپنی ذات کی منفعت کی واسطے بخلاف موع اور وکیل بیع یا حفظ یا اجارہ یا استیجار کے اور مضارب و مستبضع اور شریک عنان یا  
 شریک مفاوضتہ کے اور اس شخص کے جسے کوئی چیز عاریت لی گئی ہو اسے کذافی الاثباہ ہم تعدی استاجر کی یہ صورت ہے کہ جانور کر لیا ایک مکان تک  
 وہاں سے آگے بڑھ گیا پھر اسی کا نہیں پلٹ آیا تو اگر جانور تلف ہوگا تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور اسی قول پر فتویٰ ہے وکیل بیع کی تعدی کی یہ صورت ہے کہ جس  
 کپڑے کی بیع کا وہ وکیل ہوا اسکو پہنا پھر ترک استعمال کیا پھر وہ ضائع ہو گیا تو اسپر تاوان نہیں اور وکیل استیجار کی یہ صورت ہے کہ وکیل کو درہم دیے کہ

ایک گھر اسکو کر ایسے سے سو وکیل نے دکان کے کر ایسے میں رہا ہر دینے پھر پھیر لے یعنی اسوہ تلف ہو گئے تو تاوان نہیں اور تیسیر رہن کی یہ صورت ہے کہ غلام یا جانور کو عاریت لیا تا اسکو گرو رکھو لے پھر غلام سے خدمت لی یا جانور پر سواری کی گرو رکھنے سے پہلے پھر اسکو اتنے مال پر جو اسکی قیمت کے برابر تھا گرو رکھا پھر اسے مال ادا کیا اور غلام یا جانور کو نہ چھوڑا یا ہانک کہ غلام یا جانور تلف ہو گیا مرنہن کے پاس تیس رہن پر ضمان نہیں اور اس مسئلے میں یہ قید ضرور ہے کہ تعدی کے بعد رہن بھی رکھے تو اگر تعدی کے بعد رہن نہ رکھیگا اور وہ ضائع ہوگا تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور وہ داخل ہوگا اس مسئلے میں جو تین میں مذکور ہے اور یہ مسئلہ مستثنیٰ ہے مسئلہ تیسیر سے جو تین میں مذکور ہے چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں بیان کیا ہے کہ ذانی الطمطاویٰ مختصر او الحاصل ان الامین اذا تعدی تم ازالہ لایزال الضمان الا فی بندہ العشرة اور حاصل مقام یہ ہے کہ امانت دار جبکہ تعدی کرے پھر اسکو زائل کرے تو اسپر سے تاوان زائل نہیں مگر ان میں مسائل میں تاوان زائل ہو جاتا ہے لان یہ کید المالك نوع پر بعد ازالہ تعدی تاوان اسواسطے نہیں کہ نوع کا ہاتھ اور قبضہ مالک کے قبضہ کے مانند ہے م ططاوی نے کہا یہ علت ہے مسئلہ ودیعت کی جو تین میں مذکور ہے اتنی اور ایک نسخے میں یون ہر لان یہ کید المالك یعنی اسواسطے تاوان نہیں کہ اشخاص عشرہ کا قبضہ کبزلہ مالک کے قبضہ کے ہے اور یہی عبارت مناسب مقام ہے واللہ اعلم ولو کذب فی عودہ للوفاق فالقول له وکیل للموعود عماد یہ اور اگر مالک نوع کی تکذیب کرے ازالہ تعدی میں تو اسی کا قول یعنی مالک ہی کا مقبول ہے اور بعضوں نے کہا نوع بالفتح کا قول مقبول ہے کہ ذانی العنادیۃ و بخلات اقرارہ بعد محمودہ ای محمود الایمان اور بخلات اقرار کرنے مودع کے انکار ایداع کے بعد ہم یعنی مودع نے اول انکار کیا ایداع کا اس طرح کہ مالک سے کہا کہ تو نے میرے پاس ودیعت نہیں رکھی پھر ودیعت کا اقرار کیا تو اسپر تاوان لازم ہوگا لیکن چند شروط کے بعد جبکو مصنف آگے بیان کرے گا حتی لو ادعی ہتہ او بیعالم لیضمن خلاصہ تو اگر موعود ہتہ یا بیع کا دعویٰ کرے گا تو تاوان نہ دیگا کہ ذانی الخصاصہ یعنی در صورت تلف ودیعت اسپر تاوان نہ آوے گا یہ بیع کے دعویٰ سے وقید بقولہ بعد طلب رہا رہا و ہا فلوسالہ عن حالہا نجد فملکت لم لیضمن بجر مصنف نے اقرار بعد انکار میں یہ قید لگائی کہ ودیعت کے پھر دینے کا مطالبہ مالک کے بعد انکار کیا ہو تو اگر مالک نے مودع سے ودیعت کا حال پوچھا کہ وہ کس طرح ہے سو اُس نے ودیعت کا انکار کیا پھر ودیعت تلف ہو گئی تو اسپر تاوان نہیں کہ ذانی البھر وقید بقولہ ونقلہا من مکانہا وقت الانکار ای حال محمودہ لہ لم یقبل ما ہوتہ فملکت لم لیضمن خلاصہ اور مصنف نے قید لگائی نقل کرنے ودیعت کی اسکے مکان سے اپنے انکار کی حالت میں اسواسطے کہ اگر وقت انکار ودیعت کو وہاں سے نہ اٹھایا گیا پھر وہ تلف ہوگی تو اسپر تاوان نہ دیگا کہ ذانی الخصاصہ ہم عدم نقل حالت انکار اسپر صادق ہے کہ مطلقاً نقل نہ ہو یا بعد انکار یا قبل انکار کے نقل ہو ططاوی نے کہا حالت انکار سے شاید مراد یہ ہے کہ انکار کے زمانے میں اُس نے نقل ودیعت کی اور یہ مراد نہیں کہ وقت حقیقی انکار میں نقل واقع ہوئی اسواسطے کہ یہ صورت نادر الوجود ہے وقید بقولہ وکانت الودیعت منقولہ لان العفار لا یضمن بالجود عندہا خلافاً لحدیثہ الا صح غصب الزیلعی اور مصنف نے قید لگائی کہ ودیعت مال منقول ہو اسواسطے کہ غیر منقول میں تاوان نہیں انکار سے شیخین جہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک بخلاف محمد علیہ الرحمۃ کے قول صحیح میں کہ ذانی کتاب الغصب من الزیلعی ہم ططاوی نے کہا بعد اشتراط نقل ودیعت اس قید کی کچھ حاجت نہ تھی وقید بقولہ ولم یکن ہناک من نیاف منہ علیہا فلو کان لم لیضمن لانہ من باب الحفظ اور قید لگائی کہ وہاں یعنی انکار کے وقت ایسا شخص نہ ہو جسکا خوف ہو ودیعت کے تلف کر ڈالنے کا تو اگر ایسا شخص ہوگا تو مودع پر انکار ودیعت سے تاوان نہ آوے گا اسواسطے کہ ایسے شخص کے سامنے انکار کرنا بجز حفاظت اور نگہبانی کے ہے وقید بقولہ ولم یحضر یا بعد محمودہ لانہ لو جہد ہا ثم حضر انتقال لہ رہا دعوا ودیعتہ فان اکتہ اخذہا لم لیضمن لانہ ایداع جدید والا ضمنہا لانہ لم یم الرد اختیار اور قید لگائی کہ ودیعت کو بعد اسکے انکار کے مودع حاضر کرے اسواسطے کہ اگر مودع انکار ودیعت کرے پھر اسکو حاضر کرے سو اسکا مالک اُس سے کہے کہ اُسکو چھوڑ میرے پاس بطور ودیعت کے تو اگر مودع نے ودیعت کے لینے پر مالک کو قادر کر دیا تو اسپر تاوان لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ اس سے اسکو چھوڑ میرے پاس ودیعت لے لے دے ۱۲ ایبریلی ۱۲



یہ ایذا جدید ہے اور اگر مالک کو دلیت کے لینے پر قادر نہ کیا تو موع پر دلیت کا ضمان لازم ہوگا اس واسطے کہ ہم تکمیل سے پھر پورا ہوا کذا فی الاختیار و قید بقولہ لما لکھا  
 لانه لو وجد بالغير لم یضمن لانه من الحفظ اور قید لکائی مصنف نے کہ مالک سے انکار و دلیت کر کے اقرار کرے اس واسطے کہ اگر مالک کے سوا اور شخص سے موع  
 و دلیت کا انکار کر لیا تو اس پر تاوان نہ آویگا اس واسطے کہ غیر سے انکار کرنا بوجہ حفظ و دلیت ہر م حاصل متن یہ ہے کہ اقرار بعد الانکار سے تاوان نہیں گرسات  
 شرطوں کا تاوان لازم آتا ہے بشرط یہ ہے کہ مطالبہ مالک کا بعد انکار کے ہو یا یہ کہ دلیت کو نقل کر چکا ہو یا یہ کہ زائد انکار میں نقل ہوئی ہو ہم یہ کہ دلیت منقولات کے  
 سے ہو یہ کہ انکار کے وقت وہ شخص نہ ہو جس کے ضلع کر ڈالنے کا خوف ہو یا یہ کہ دلیت کو انکار کرنے کے بعد سامنے نہ لاوے کہ یہ کہ انکار مالک سے کیا ہو نہ غیر سے  
 فاذا امت ہذا الشرط لم یبرأ باقراره الا بعد جدید و لم یوجد پھر جبکہ یہ شرط واجبہ پوری ہوں تو موع تاوان دینے سے بری الذمہ ہوگا اپنے اقرار کرنے سے  
 مگر ایذا کا عقد جدید ہو اور حالانکہ عقد جدید موجود نہیں و لو وجد ہاثم اوعی و ہا بعد ذلک برہن علیہ قبل و بری و اگر موع نے دلیت کا انکار کیا  
 پھر دعویٰ کیا کہ اُسے دلیت کو پھیر دیا بعد اسکے اور اس پر گواہ لایا تو گواہی مقبول ہے اور تاوان سے بری ہوگا لہذا لو برہن انہ رد ہا قبل مجود و قال غلطت فی  
 الجود و دلیت او غلطت انی دفعتا قبل برہانہ چنانچہ اگر گواہی لایا کہ اُسے دلیت پھری انکار کر نیسے پہلے اور موع نے کہا کہ میں نے انکار ازراہ غلط کیا  
 یا میں بھول گیا تھا یا مجھ کو یہ گمان تھا کہ میں دلیت کو دیکھا ہوں تو برہان اُسکی مقبول ہوگی ولو اوعی ہا کہا قبل مجود ہا حلف لما لک یا علم ذلک فان حلف  
 ضمنہ وان کحل بری و کذا العاریہ منہاج اور اگر موع سے کیا دلیت کے ہلاک ہو گیا قبل از انکار و دلیت کے تو مالک سے قسم لیجائے کہ وہ اُس کو یعنی  
 ہلاک و دلیت کو نہیں جانتا ہے سو اگر مالک یہ قسم کھائے تو موع سے تاوان لے اور اگر مالک قسم نہ کھائے تو موع تاوان سے بری ہوگا اور یہی حال ہے  
 عاریت کا کذا فی المنہاج قاضی مالک سے اُس وقت قسم لے گا جبکہ موع قسم کی درخواست کرے اور دلیت کے تلف ہو جانے پر گواہ نہ لاسکے اور  
 عاریت کی یہ صورت ہے کہ مستیر نے ہلاک عاریت کا دعویٰ کیا قبل انکار کے تو قاضی میر سے علم پر قسم لے گا کذا فی الطحاوی و یضمن قیمتہ ایوم الجود ان  
 علم و الا فیوم الایذاع عادیہ اور انکار کے دن جو دلیت کی قیمت ہوگی اُسکا تاوان لیا جاوے گا اگر اس دن کی قیمت معلوم ہو اور اگر معلوم نہ ہو تو یوم الایذاع کی  
 قیمت کا تاوان لیا جاوے گا کذا فی العادیہ بخلاف مضارب جثم اشتری لم یضمن جائیہ بخلاف اُس مضارب کے جس نے انکار کیا پھر خرید کیا تو اس پر تاوان نہ  
 آوے گا کذا فی الخانیہ منہاج الفقار میں خانیہ سے منقول ہے کہ مضارب نے جبکہ صاحب مال سے کہا کہ تو نے مجھ کو کچھ نہیں دیا پھر بولا کہ ہاں دیا ہے مجھ کو پھر مال سے  
 کچھ خریدی تو وہ خریداری مضارب پر ہوگی اور اگر مال ضلع ہوگا اُسکے پاس انکار کے بعد قبل خرید کے تو وہ ضامن ہے اور قیاس یہ ہے کہ وہ ہر حال میں  
 ضامن ہو اور اسخسان میں جبکہ لسنے انکار کیا پھر اقرار کیا پھر خریدی تو تاوان سے بری ہوگا اور اگر مضارب کا انکار کر لیا پھر خرید کر لیا پھر اقرار کر لیا تو  
 وہ ضامن ہے اور متاع اسکی ہوگی اتنی تو اگر شراج یون کہتا بخلاف مضارب جثم اشتری لم یضمن تو ٹھیک ہوتا کذا فی الطحاوی و المتوع کہ السفر ہا  
 ولو لہا حل درر عند عدم ہا لک عم الخوف علیہا بالخراج اور موع کو جائز ہے سفر میں لیجانا و دلیت کا در صورت نہ منع کر دینے مالک کے اور نہ خوف ہونے  
 و دلیت پر نکالنے سے اگرچہ دلیت کے لیجانے میں بار برداری کی حاجت ہو کذا فی الدرر منہاج جہرہ میں حمل کی تفسیر میں کہ جسکے اٹھانے میں جانور یا اجرت حال  
 کی حاجت ہو فلونہا ہا اذات فان لہ من السفر ضمن و الا فان ساوہ بنفسہ ضمن بلہ لا اختیار لو اگر مالک نے موع کو سفر میں لیجانے سے منع کر دیا ہو یا راہ میں خطر  
 ہو تو اگر موع کو سفر کی ضرورت ہو اور باوجود اسکے سفر میں لیجانے تو تاوان دیکھا اور اگر سفر ضروری ہو تو اگر نہا بذات خود سفر میں لے گیا تو تاوان دیکھا  
 اور اگر اپنے اہل و عیال کے ساتھ سفر میں لیکھا تو تاوان نہ دیکھا کذا فی الاختیار و لو اود عا شعیما شعیما او قیما لم یخبر ان یقع المتوع الی احد ما حفظہ فی عقیبہ  
 صاحبہ و اگر وہ شخصوں کے ساتھ سفر میں لکھی خواہ وہ چیز شلی ہو چنانچہ ذرنی اور کیلی یا تیت والی ہو چنانچہ کپڑا یا کتاب تو موع کو جائز نہیں ہے کہ ان میں سے ایک  
 شخص کا حصہ دوسرے شخص کے پیچھے دیوے م قیمت والی کا عدم جو از دفع بالاجماع ہے اور شلی میں صاحبین کا خلاف ہے یعنی انکے نزدیک اسکا حصہ دینا جائز ہے

یہ کہ انکار ہو  
 مالک مالک سے موع  
 سے موع تاوان دار  
 انکار کیا ہے بری ہوگا  
 موع  
 لہ بخلاف  
 مضارب کے  
 انکار کیا پھر خرید کیا  
 نہ دیکھا

دو دفعہ بل یعنی الدرغہ فی البحر الاحسان لافحان ہوا مختار اور اگر دوسرے کی غیبت میں ایک کا حصہ دیکھا تو اسپر تاوان آویگا یا نہیں اور میں ہر کہ  
ہاں تاوان آویگا اور بحر الرائق میں ہر کہ احسان میں اسپر تاوان نہیں پھر جب عدم تاوان استحسان ہوا تو عدم تاوان ہی مختار ہوگا مگر طحاوی نے  
علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ یہ قول کیونکر مختار ہوگا حالانکہ متون امام کے قول پر ہیں فان اودع رجل عند رجلین مالاً یقسم اقساما و حفظ کل نصف  
اگر تینوں دستبضعین و صبیین و عدلی رہیں و کبلی شرار سو اگر ولایت رکھی ایک مرد نے دو مردوں کے پاس وہ چیز جو قسمت پذیر ہے تو دونوں مرد اس کو  
ہائٹ لین اور ہر مرد اس کے نصف کی محافظت کرے مانند دو ترہنوں اور دو دستبضعوں اور دو صیونوں اور رہیں کے دو عادل شخصوں اور خرید کے دو کیلون  
کے ہم قسمت پذیر سے مراد کیلات اور موزونات ہیں اور جو چیز عین از ہوجائے تقسیم سے خرید کے دو کیلون کی یہ صورت ہر کہ اگر کو مثلاً ہزار درم دیے غلام کے  
خرید کرنے کو تو دونوں ہزار قسمت کر لیں پھر اگر ایک کیل دوسرے کو اپنا نصف دے گا تو اسپر تاوان لازم آسے گا یعنی در صورت ہلاکی اور اسپر جرح  
ہر کہ مرفوع الیہ رمضان نہیں کذانی لطحطاوی و لو وقع احدہما الی صحابہ من لدغ اور اگر ایک مرد مرفوع اپنا حصہ اپنے ساتھی کو یعنی دوسرے مرفوع  
کو دے تو دینے والا تاوان دیکھا بخلاف مالاً یقسم لحوار حفظ احدہما باذن الاخر بخلاف اس ولایت کے جو قسمت پذیر نہیں کہ اسپن دافع پرتاوان نہیں  
سبب جائز ہو جانے ایک شخص کی حفاظت کے دوسرے کے اذن سے مگر قسمت پذیر وہ چیز ہے جو تقسیم میسر ہو جا کذانی لطحطاوی و لو قال للذفع  
الی عیالک و ا حفظ فی ہذا البیت فدفعہا الی من لا بد منہ او حفظہا فی بیت آخر من الدار فانکانت بورت الدار مستویۃ فی الحفظ  
و اگر زلم یضمن اور اگر مالک نے مرفوع سے کہا کہ میری ولایت نہ دیکھو اپنے عیال کو یا محافظت کیجیو اس کو ٹھہری میں سو مرفوع نے ولایت اس شخص کی  
اپنے عیال میں سے دی جس سے اس کو چارہ نہیں یا ولایت کی حفاظت کی اس گھر کی دوسری کو ٹھہری میں تو اگر اس گھر کی کو ٹھہریاں محفوظ ہونے میں  
برابر ہوں یا دوسری کو ٹھہری محفوظ تر مالک کی تہا کی ٹھہری سے ہو تو اسپر تاوان نہ آویگا یعنی در صورت تلف ہوجانے ولایت کے اس واسطے کہ شرط نہ کوڑی  
نہیں لہذا معتبر نہیں م عیال نابدی جیسے جانور سپرد کرنا اپنے غلام کو اور جو چیز عزتوں کی حفاظت کے لائق ہر اس کو اپنی زوجہ کو سپرد کرنا کذانی شرح الوقاہ  
طحطاوی نے کہا یہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ عیال میں سے بعض میں سے پرد کر نیسے منع کر دیا نہ کہ مطلق عیال منع کیا والا ضمن لان التقیید مفید اور اگر  
ویا نہیں تو تاوان سے اس واسطے کہ قید لگانا مالک مفید ہے مگر مرفوع غیر لابی عیال کو ولایت سپرد کرے مثلاً اس نے دجیا اس غلام کو سپرد کرے  
جس کے دینے سے مالک نے منع کر دیا اور حالانکہ مرفوع کی دوسری زوجہ یا دوسرا غلام موجود ہے یا دوسری کو ٹھہری میں حفاظت قلیل ہو اس طرح ہر کہ اسکی  
پشت راہ کی طرف ہو تو مرفوع پر در صورت تلف ولایت تاوان لازم آویگا اس واسطے کہ وہ تعدی ٹھہر کیونکہ بعض عیال پر اعتماد نہیں ہوتا اور حفاظت میں  
بیوت متفاوت ہوتے ہیں ہر ابع میں ہر کہ قاعدہ کلیہ اس باب میں یہ ہے کہ جس شرط کی مراعات ممکن ہو اور اسپن قائدہ بھی ہو تو وہ معتبر ہے اور جس شرط کی  
مراعات غیر ممکن ہو اور وہ مفید بھی نہ ہو لہذا اور باطل ہر کذانی لطحطاوی و لا یضمن مرفوع المرفوع فیضمن الاول فقط ان ہلکت بعد مفارقتہ وان قبلہا لا یضمن  
اور تاوان نہ ہے مرفوع کا مرفوع مثلاً زینے خالد کے پاس مرفوع دیت رکھی اور خالد نے مجھ سے پاس تو مرفوع اول یعنی فقط خالد پرتاوان آویگا اگر ولایت ہلاک ہو گئی  
مرفوع اول کے جدا ہونے کے بعد اور اگر قبل از مفارقت ہلاک ہوئی تو ضمان نہیں ہے امام کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک مالک کا اختیار ہے چاہے اول تاوان کے اور  
چاہے ثانی سے ولو قال لمالک ہلکت عند التانی وقال بل رد ہا و ہلکت عندی لم یصدق اور اگر مالک نے کہا کہ ولایت دینے ثانی کے پاس تلف ہوئی اور مرفوع اول نے کہا کہ  
اسے مجھ کو پھیر دی تھی اور میرے پاس ہلاک ہوئی تو مرفوع اول کی تصدیق ہوگی و فی الغصب یتصدق لانی من الرجوع و مرفوع کے پاس سے غصب ہونے میں اسکی تصدیق  
ہوگی اس واسطے کہ وہ امین ہے کذانی السراجیم یعنی اگر ولایت غصب ہو گئی مرفوع کے پاس سے اور تلف ہو گئی اور مالک نے چاہا کہ غاصب سے تاوان لے سو مرفوع نے  
کہا کہ غاصب نے مجھ کو ولایت پھیر دی سو میرے پاس ہلاک ہو گئی تو مرفوع کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ امین ہے کذانی المنع و فی الجبئی القصار اذا غلط فذفع

لعلی الذکر بکسر  
قابل وقت دوم نہیں ہو سکتا  
تیسری اس طرح تقسیم ہو سکتی ہے  
یعنی ہر دو دستبضعوں کو ایک ہاتھ  
بغضت ہر دو دستبضعوں کو ایک ہاتھ  
تیسری اس طرح تقسیم ہو سکتی ہے  
یعنی ہر دو دستبضعوں کو ایک ہاتھ

قائدہ لیکھ شرط ولایت

عہ کذا و ہر نامہ ۱۲





یا کسی ور جگہ میں تو اسپر تاوان آویجا م طحاوی نے کہا فتاویٰ عالمگیری میں عادیہ سے اسکے برخلاف منقول ہے اس طرح کہ اگر بولا کہ میں نہیں جانتا کہ ضائع ہو گئی یا ضائع نہیں ہوئی تو اسپر تاوان نہیں ہو لوم بین مکان الدفن لکنہ قال سرت من المکان المدفون فیہ لایضمن تمامہ فی العادیہ اور اگر موع نے فن ودیعت کا مکان بیان نہ کیا لیکن کہنے کہا کہ وہ چوری ہو گئی اس مکان سے جس میں فن تھی تو اسپر تاوان نہیں اور اسکا پورا بیان عادیہ میں ہے فروع

سائل ملحقہ شایع کے ہر دالموع والوصی علی دفع بعض المال ان خاف تلف نفسه او عضوہ فدفع لم یضمن موع یا وصی مٹھکایا گیا بعض مال کے دینے پر تو اگر موع یا وصی ظالم سے ڈرا اپنی جان پر یا اپنے عضو پر سو اسنے بعض مال دیا تو اسپر تاوان نہیں ان خاف الجس القید من اور اگر مجبور ہوئیے یا پیری ڈالنے سے ڈرا اور اسنے مال دیدیا تو اسپر تاوان ہوگا وان خشی اخذ مالہ کلہ فموعذرا اور اگر موع یا وصی اپنے تمام مال کے چھن جائیے ڈرا تو وہ عذر ہے م فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ سلطان نے موع کو ڈرایا اسکے مال کے تلف کر ڈالنے سے اگر وہ ودیعت کو نہ دے تو اسپر تاوان آویگا اگر اسکے پاس مال بقدر کفایت کے باقی ہے اور اگر سب مال لے تو وہ معذور ہے اور اسپر تاوان نہیں کما لوکان الجار ہوا لآخذ بنفسہ فلا ضمان عادیہ چنانچہ اگر ظالم جابر وہی بذات خود لینے والا ہو تو تاوان نہیں کذا فی العادیہ م طحاوی نے کہا کہ منح الغفار سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ظالم خود لینے والا ہو تو تفصیل مذکور اس میں نہیں خیف علی لودیعتہ الفساد فی الاموال لکن لیسببہ لولم یرفع حتی فسد فلا ضمان ودیعت پر خوف ہوا اٹرجانے اور بگڑ جانے کا تو موع یہ حال حاکم سے کہے تاکہ وہ اسکو بیچ ڈالے اور اگر حاکم سے نہ کہے یہاں تک کہ ودیعت بگڑ جائے تو اسپر تاوان نہیں م حاکم سے کہنا بہتر ہے واجب نہیں فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اگر اس شہر میں حاکم نہ ہو تو خود موع اسکو بیچ ڈالے اور اسکا من رکھ چھوڑے ولو انفق علیہا بلا امر فهو تبرع اور اگر موع نے ودیعت پر کچھ خرچ کیا بدون حکم قاضی کے تو وہ احسان کرنے والا ہے یعنی مالک سے وخرچ نہیں لے سکتا بلکہ حاکم قرآن مصحف لودیعتہ اور الزہن فہلک حالۃ القراءۃ لا ضمان لان لہ ولایۃ بہذا التصرف صیر فیہ موع نے ودیعت یا رہن کے مصحف میں پڑھا سو مصحف تلف ہو گیا پڑھنے کی حالت میں تو اسپر تاوان نہیں اسواسطے کہ موع کو اس تصرف کی یعنی پڑھنے کی ولایت ہے کذا فی الصیر فیہ م کتاب العاریۃ کے اخیر میں مذکور ہوگا کہ کتب علم میں نظر کرنا جائز ہے اگر نظر کرنے اور تقلیب ووراق میں ضرر نہ ہو اور یہ اس طرح ہے جیسے کسی کی دیوار کے سامنے میں بیٹھنا اور احتیاط یہ ہے کہ بلا اجازت مالک نظر نہ کرے اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس بلس ودیعت رکھا سو اسنے تم لینے شکے کے سر پر رکھا سو تلف ہو گیا پس اگر رکھنا بوجہ استعمال ہو تو تاوان ہے اور اگر بطریق استعمال کے نہیں ہے تو تاوان نہیں اور اسکی معرفت کا طریقہ یہ ہے کہ اگر شکے میں پانی یا آٹا ہو تو رکھنا بلس کا استعمال ہے اور اگر شکا خالی ہو تو استعمال نہیں کذا فی المخطاوی قال وکذا لودیعت

السراج علی المنارۃ صیر فیہ م صنف کے کہا اور اسید طرح اگر ودیعت کا چرغ منالے پر رکھے تو تاوان نہیں بصورت تلف ہو جائیکے م منالے سے مراد محل نور ہے وہاں موع صکا و عرف ادا بعض الحق و مات الطالب انکر الوارث الادا و جبر الموع علیک بد اور صیر فیہ م ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس تسک دیت رکھا اور اولے بعض حق معلوم ہے اور طالب بر گیا اور طالب کا وارث منکر اولے بعض حق کا ہے تو موع تسک کو ہمیشہ بند کھلے م صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً زید کے محمود پر سورم ہیں سو محمود نے زید کو سورم کا تسک لکھ دیا اور زید نے وہ تسک حاکم کے پاس دیت رکھا پھر محمود نے چپیس درم مثلاً زید کو دیا کیے اور یہ حال حاکم کو معلوم ہے بعد اسکے زید بر گیا اور اسکا وارث چپیس درم کے دینے کو نہیں تیار ہے تو حاکم کو چاہیے کہ تسک محمود کے وارث کو نہ دے طحاوی نے کہا اسواسطے کہ اس میں محمود کا ضرر ہے اور شاید کہ یہ اس صورت پر معمول ہے جبکہ مدعا علیہ حق کا اقرار کرے تسک لکھ کر والا مجرد ثابت حق نہیں آتی و فی الاشباہ لا یراد بدون البت بدفع الدین الی الوارث و علی الیثین اور اشباہ میں ہے کہ یت کا دیون بر علی لزمہ ہوگا وارث کو دین دیکر اور حالانکہ یت پر دین ہے اور لوگوں کو نکام ظاہر عدم ہر ات اس صورت میں ہے جبکہ دین متفرق ہو اور وارث تو من ہو چنانچہ ودیعت میں ہی شرط ہے جبکہ موع وارث کو ودیعت دے کذا فی المخطاوی عن الطحاوی لیس لیس لذو ذوقہ العبدیان کو جائز نہیں غلام کی ودیعت لینا یعنی اسواسطے کہ شاید وہ غیر کمال ہو کر جبکہ مولانا گواہ لاوسے کہ یہ بر مال ہے العادل لیسرہ امانتہ لاجرا الا الوسی الناظر اذا علما جو شخص غیر کیواسطے عمل کرنا ہے بطور امانت کے اسکے واسطے اجرت نہیں کرے

Marfat.com

وصی اور ناظر وقف کیواسطے اجرت مثل ہر جگہ دونوں عمل کریں موصی سے وہ وصی مراد ہے جسکو قاضی نے مقرر کیا اجرت معین کر کے اور میت کا وصی تو اجرت کا مستحق نہیں کذا فی الامتاع قلت فعلم منہ ان الاجر للناظر فی المسقف اذا حیل علیہ المستحقون فلیحفظ من کہتا ہوں تو اس سے معلوم ہوا یعنی وصی و ناظر کے اشتراط عمل سے معلوم ہوا کہ ناظر وقف کیواسطے اجرت نہیں پڑے ہوئے مکان میں جبکہ مستحقین وقف کو اس کے پاسنے کا حوالہ کر دیا گیا ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے مخطا وصی کہا کہ اگر وقف کرنے والے کی طرف سے اجرت مشروط ہوگی تو ناظر کو ملے گی و فی الہدیہ بانیہ شعرو و نفع الف مقراضا و مقارضا ہر جہ القراض لشرط جاز و یجوز ہر اور وہاں یہ میں ہر اور ہزار درم قرض در مضاربت میں دیکر نفع مضاربت کا فقط مالک کیواسطے شرط کرنا جائز ہے اور ممنوع ہے یعنی ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیے اور کہا کہ نصف قرض میں اور نصف بطور مضاربت اور مضاربت کا نفع مخصوص میرے واسطے ہے تو یہ شرط جائز ہے تو نصف بضاعت ٹھہر گیا اور نصف قرض کا نفع مستقرض کا ہوگا اسواسطے کہ جب مضاربت فاسد ہوگی تمام نفع کی شرط کر لیں صاحب مال کیواسطے مضاربت منقلب بہ بضاعت ہوگی وجہ ممنوع ہونے کی یہ ہے کہ حدیث میں قرض سے جرنفع کرنا منع ہے پھر جب شرط صحیح ہوئی تو ہزار کا نفع دونوں کیواسطے ہے اور ڈیڑھ بھی دونوں پر ہر اسواسطے کہ دونوں ہزار میں شریک ہیں کذا فی المخطا وصی شعرو ان یدعی والمال قرضاً و حصہ ہر خرافا فی المال قد فیل اجرت اور اگر صاحب مال قرض کا دعویٰ کرے اور اسکا خاص مضاربت کا دعویٰ کرے تو بعضوں نے کہا کہ صاحب مال کا قول لائق تر قبول ہے اور دوسرا قول ہے کہ مضاربت کا قول قبول ہے اور نفع کا قول ثانی کو اختیار کیا ہے کتاب الامتاع سے پہلے شعرو فی العکس بعد الراجح فالقول قولہ ہذا کہ لک فی الامتاع ما یتغیر ہر اور اسکے بالعکس دعویٰ کرنا بعد نفع کے تو صاحب مال ہی کا قول قبول ہے اسطرح بضاعت میں کے اختلاف میں حکم تغیر نہیں ہے م بالعکس کی صورت یہ ہے کہ مضاربت کے نفع حاصل کرنے کے بعد دعویٰ کیا کہ میرے پاس مال قرض تھا اور صاحب مال نے کہا مضاربت کے طور پر تھا تو صاحب مال ہی کا قول قبول ہے اور مضاربت پر گواہ لانا لازم ہے اور ابضاعت کی یہ صورت ہے کہ صاحب مال کہتا ہے کہ میں اسکو مال بطور بضاعت کے دیا اور مضاربت قرض کا دعویٰ کرتا ہے تو صاحب مال کا قول قبول ہے کذا فی المخطا وصی شعرو ان قال قرضاعت من البیت و حد ما یصح و یصح فقد تصور ہر اور اگر مودع نے کہا کہ فقط ودیعت کو طرہ سے ضائع ہوگئی تو یہ قول صحیح ہے یعنی صادق ہے اور اس کے قسم لیا ہے اسواسطے کہ یہ صورت ہو سکتی ہے یعنی سولے و دین کے مکان سے اور کسی چیز کا ضائع ہونا تصویب اسطرح کہ سارق جلدی کے سبب و دین کے سوا اور کسی چیز کو خیرانہ سکا یا کہ وہی چیز اسکو مقصود تھی کذا فی المخطا وصی شعرو تارک فی قوم لا یحرفہ ہر اور اور احسن من التاخر ہر اور ایک قوم میں دینیت کا چھوڑنے والا ہر اسواسطے امر کہتے ہیں کہ قوم کے لوگ وہاں سے چلے گئے اور دینیت تلف ہوگئی تو پھر شخص جانو الاماوان میں سے شخص تباخر ہر اسواسطے ضمان آیا کہ اسپر حفاظت و دینیت کی تعیین ہوگئی تو اماوان بھی اسی پر مخصوص ہو گیا تو اگر سب لوگ ساتھی اٹھ گئے تو سب تاوان آدھے کذا فی المخطا وصی شعرو تارک نشر الصوف صیفا نعت لم یظن قرض الفار بالعکس یوشر ہر اذا لم لیسد نقب من بعد علمہ ہر ولم یعلم الملائک ہر تنقرہ ہر اور گری کے موسم میں صوف پھیلا بیجا ترک کرنا اولاد سے یعنی مالک کے امر پھر صوف کو صوف کا کپڑا چاٹ گیا تو موع تارک تاوان لیا جائیگا اسواسطے کہ نئے دینیت کی حفاظت کی جیسطرح کہ اسکو امر ہوا کذا فی المخطا وصی عن المحیط اور چوہے کا کاٹنا و دینیت کو برطرف کرنا اس سلسلے کے ٹری ہے جبکہ موع و دینیت مکان کا سوراج نہ بند کرے بعد اسکے دریافت ہونے کے یا کہ مالک و دینیت کو خیر کرے کہ مکان دینیت کا سوراج دار ہے یعنی جگہ مالک نے دینیت موع کو پشہ کی اور موع نے اس مکان میں کھی حسین سوراج نہیں پھرا سکو چوہے نے کاٹ ڈالا یا آگ سے ڈھلکی تو اسپر تاوان نہیں در اگر اس مکان میں سوراج ہے اور موع اسکو جاتا ہے تو اگر مالک نے موع کو خبر کر دی سوراج کی تو اسپر تاوان نہیں اور اگر مالک نے خبر نہ کی اور موع نے باوجود آنست سوراج بند نہ کیا تو اسپر تاوان ہر خلاصہ یہ ہے کہ تاوان موع ہر سوراج کے بند کرنے یا مالک کے سوراج تباہی سے اگرچہ درصوت اعلام مالک موع سوراج کو نہ بند کرے اسواسطے کہ مالک رضی ہو گیا اس مکان میں کھنے سے باوجود سوراج دار ہو چکے تو معلوم ہوا کہ و اوا قولہ لم یعلم کا یعنی اور کذا فی المخطا وصی قلت بقی لوسد ہر ففتحہ الفار و فسد لم یدکر و فی تفصیلہ کیا مرتبہ میں کہتا ہوں تباہی راہہ احتمال کہ اگر موع نے ایک بار سوراج بند کر دیا سوچو نے اسکو کھول دیا اور دینیت کو خراب کر ڈالا اسکا حکم مذکور نہیں اور اسکی تفصیل کرنا بطور گذشتہ لائق ہے سو اسکو غور کر ہم تفصیل مذکور یہ ہے بقول طرہ سے یا مالک کے سوراج تباہی موع در صورت عدم اعلام سوراج کو بند کرے تو تاوان اس سے دفع ہوا اور اس قول کو وہاں یہ کے شاہین یعنی علامہ علیہ السلام نے پسند کیا ہے تمہہ مزاج میں ہے کہ وہ دینیت

اس سے مراد ہے کہ اگر مالک نے موع کو خبر کر دی اور موع نے سوراج کو خراب کر دیا تو مالک کے لئے تاوان نہیں ہے بلکہ موع کو پشہ کی اور موع نے اس مکان میں کھی حسین سوراج نہیں پھرا سکو چوہے نے کاٹ ڈالا یا آگ سے ڈھلکی تو اسپر تاوان نہیں در اگر اس مکان میں سوراج ہے اور موع اسکو جاتا ہے تو اگر مالک نے موع کو خبر کر دی سوراج کی تو اسپر تاوان نہیں اور اگر مالک نے خبر نہ کی اور موع نے باوجود آنست سوراج بند نہ کیا تو اسپر تاوان ہر خلاصہ یہ ہے کہ تاوان موع ہر سوراج کے بند کرنے یا مالک کے سوراج تباہی سے اگرچہ درصوت اعلام مالک موع سوراج کو نہ بند کرے اسواسطے کہ مالک رضی ہو گیا اس مکان میں کھنے سے باوجود سوراج دار ہو چکے تو معلوم ہوا کہ و اوا قولہ لم یعلم کا یعنی اور کذا فی المخطا وصی قلت بقی لوسد ہر ففتحہ الفار و فسد لم یدکر و فی تفصیلہ کیا مرتبہ میں کہتا ہوں تباہی راہہ احتمال کہ اگر موع نے ایک بار سوراج بند کر دیا سوچو نے اسکو کھول دیا اور دینیت کو خراب کر ڈالا اسکا حکم مذکور نہیں اور اسکی تفصیل کرنا بطور گذشتہ لائق ہے سو اسکو غور کر ہم تفصیل مذکور یہ ہے بقول طرہ سے یا مالک کے سوراج تباہی موع در صورت عدم اعلام سوراج کو بند کرے تو تاوان اس سے دفع ہوا اور اس قول کو وہاں یہ کے شاہین یعنی علامہ علیہ السلام نے پسند کیا ہے تمہہ مزاج میں ہے کہ وہ دینیت





عاریت ہے لیکن اسکو سولے وجہ مذکورہ کے استعمال کرنا جائز نہیں کہذاتی غایۃ السان صحیح فی العادۃ بجا از عادتہ المسلمع وایداعہ وبعینہ لان جہالۃ العین لا یقضی  
 المنازقۃ لعدم لزومہا اور تصیری کی عبادت میں شاع کی عاریت میں اداس کے ولایت کھنے اور اسکے بچنے کے جواز کی سواسطے کہ جہا میں کسی پناہ چاہے نہیں سبب لازم ہونے عقدا عاریت  
 کے وقار و غلف الدایۃ علی المستعیر و کذا نفقۃ العبد انا کسوتہ فعلی المیر اور فقہانے کہا ہے کہ عاریت کے جواز کا چارہ عاریت مانگنے والے پر ہے اور اسے لفظ نفقہ غلام متعار کا اور اسکا  
 لباس تو عاریت دینے والے پر ہے و ہذا اذا طلب الاستعارۃ فلو قال المولی خذہ و استخدرہ من غیر ان یستعیرہ ففقہ علی المولی ایضاً لانہ ودیۃ ادریہ یعنی غلام کا نفقہ مستعیر پر ہونا  
 اسوقت ہے جبکہ مستعیر نے عاریت لینے کی خواہش کی ہو تو اگر مولی کہے کہ اس غلام کو لیکر خدمت لے بلا خواہش مستعیر تو اسکا کھانا پینا بھی مولی پر ہے سواسطے کہ یہ ولایت ہے  
 نہ عاریت ہم ظاہر ہے اباحت استعمال ہے سواسطے کہ اگر ولایت ہوتی تو اسکو نفع لینا جائز ہوتا یا یوں کہیے کہ یہ ویسی ولایت ہے جسکے انتفاع کو مالک نے مباح کر دیا و لیسح باعتراف  
 اللہ صریح اور عاریت صحیح ہے اگر کے لفظ سے یعنی ہن تک جو عاریت ہی سواسطے کہ یہ لفظ عاریت میں صریح اور کھلا ہوا ہے و طعن تک رضی عنہا لانه صریح مجازاً من اطلاق ام  
 اعل علی الحال اور عاریت صحیح ہے اس لفظ سے طعن تک رضی عنہ یعنی ہن تک جو عاریت ہی سواسطے کہ یہ لفظ عاریت میں صریح مجازاً من اطلاق ام  
 از قبیل بولنے ام محل کے حال میں غلہ پیدا ہوتا ہے زمین میں تو غلہ حال ہے اور زمین اسکا محل اور محل کا نام حال پر ہوتا مجازاً متعارف ہے بقریۃ طعام سواسطے کہ جب طعام  
 غیر مطہوم مثلاً زمین کی طرف مضاف ہو تو غلہ زمین مراد ہوتا ہے و سختک عطیتک توبی اور جاریتی ہذہ و حلتک علی و ابی ہذہ اذالمیر بہ منحتک حلتک لہتہ لانہ صریح فیئید  
 العاریۃ بلایتہ و البتہ ہما و مجازاً اور عاریت صحیح ہے اس لفظ سے کہ سختک یعنی ہن تک جو کھرا یا اپنی یہ لونڈی ہی اور صحیح ہے اس لفظ سے کہ حلتک یعنی ہن تک جو کھرا یا اپنی اس  
 جانور پر جبکہ تک سختک و حلتک کے لفظ سے ہبہ کا ارادہ کرے سواسطے کہ وہ ہبہ میں صریح نہیں ہے تو عاریت کو مفید ہے بلایت ہبہ اور ہبہ کو مفید ہے بطریق مجاز کے نیت ہبہ  
 ہم یعنی اظہار کو برکت و صلوات عدم نیت ہبہ عاریت ثابت ہوگی اور در صورت نیت ہبہ بہ تحقیق ہوگا و احد تک عبدی اور اجر تک اری شہرا جانا اور اس لفظ  
 سے عاریت صحیح ہے کہ ہن تک اپنا غلام تیری خدمت کیواسطے دیا اور اپنا گھرا ایک ہینہ بھر کھلو گنت اجارہ دیا ہم اجارہ بلا عوض و حقیقت عاریت ہے اور اگر مدت اجارہ مذکور  
 فکر کیا تو بھی ایک ل میں عاریت ثابت ہوگی اور فدائی عالمگیری میں عدم عاریت پر اعتماد کیا ہے کہذاتی الخطا و فی واری بتدالک خبرہ سکتی تمیزاً و بطریق سکتی  
 اور اس قول سے عاریت صحیح ہے کہ واری تک سکتی یعنی میرا گھر تیرا سکونت کی ماہ سے اری بتدایہ اور تک خبر ہے اور سکتی تمیزاً سکتی مصلحت ہے یعنی قاست یا ام ہے یعنی اسکا  
 صاحب و در نے کہا سکتی محکم ہے ارادہ نفع میں لہذا لام یعنی ملک مراد ہوا و واری تک عمری فحول مطلق اے عمر تھا تک عمری سکتی تمیزاً یعنی جہلت سکتنا ہا تک و عمر  
 اور اس لفظ سے عاریت صحیح ہے کہ واری تک عمری سکتی یعنی ہن تک اپنے گھر کی سکونت تیرے واسطے مقرر کی تیری زندگی تک عمری فحول مطلق ہے فعل محذوف کا یعنی اعتراف  
 تک عمری و سکتی تمیزاً اور بھی حال ہے کہ عمری طرف ہو یعنی و عمر کا سی طرف شاعر نے تفسیر فی ہن اشارہ کیا لیکر اسے ایک احتمال کو دوسرا احتمال کہیا تو ملا و یا  
 زبھی نے کہا واری تک سکا تحمل ہے کہ رتبہ از مخاطب کا ملوک ہوا و اسکا تحمل ہے کہ اسکی منفعت مخاطب کی مملوک ہوا و سکتی کا لفظ ارادہ منفعت میں محکم ہے ملا احتمال لہذا  
 تحمل کما ارادہ منفعت پر محمول کیا کہذاتی الخطا و فی یعنی لام یعنی ملک مراد ہوا و لام لزومہا صریح المعیر متی رشا و اول سبب لازم ہونے عقد عاریت کے معیر کو جو ع عاریت  
 میں اختیار ہے جب چاہے اپنی چیز پھیرے و کو موقوفہ معیر کو عاریت پھیر لینے میں اختیار ہے اگرچہ عاریت کا وقت بھی معین کر دیا ہوم در یافت کرنا چاہیے کہ عاریت چار قسم ہے  
 ایک کہ عاریت مطلق ہو یعنی مدت اور انتفاع مذکور ہوا سکا حکم ہے کہ مستعیر کو اس فائدہ لینا جائز ہے جو طبع چاہے اور جب تک چاہے دوسری قسم یہ کہ عاریت مقید ہو یعنی مدت اور انتفاع  
 مذکور ہو خصوصاً سکا حکم ہے کہ وقت معین اور انتفاع معین سے تجاوز کرنا جائز نہیں بلکہ در صورت بہتری خلاف سیری قسم ہے کہ مقید حق مدت ہو اور انتفاع میں مطلق ہو چوتھی قسم یہ کہ  
 مدت کی قید ہو بلکہ انتفاع کی قید ہو تو دونوں کا حکم ہے کہ تعیین معیر سے تجاوز کرنا درست نہیں کہذاتی السراج او فیہ فہر فیہ مطلق فیہ فی العین باجر المثل مکن استعارۃ لہ منہ و لہ و ہا  
 لیاخذ الایمان فلہا اجر المثل انی الغلام و ما سنی الا شہادہ کہ عاریت کے پھیر لینے میں ضرر ہو تو عاریت باطل ہوگی اور عاریت کی چیز باجرت ثلانی پر مبنی یعنی اس صورت  
 میں عاریت مقرب یا جاہل جو جائزگی چاہے مستعیر نے لونڈی عاریت لی اپنے والد معیر کے دودھ پلانے کیواسطے اور لڑکا ایسا لونڈی سے مل گیا کہ کسی کی چھاتی

اس لفظ سے عاریت صحیح ہے کہ واری تک سکتی یعنی میرا گھر تیرا سکونت کی ماہ سے اری بتدایہ اور تک خبر ہے اور سکتی تمیزاً سکتی مصلحت ہے یعنی قاست یا ام ہے یعنی اسکا

مٹھ میں نہیں لیتا سو اس لوٹدی کے تو اس لوٹدی کیواسطے اجرت مثل ثابت ہوگی دو وہ چھڑنے تک اور پورا بیان اسکا ایشاہ میں ہر وہیما معنی اللقینۃ تلم العاریۃ  
 فیما اذا اشعار جدار غیرہ وضع جذوعہ فوضعتہا تم باع العیر الجدار لیس للمشتري دفہا وقیل نعم الا اذا اشترط وقت البیع قلت وبالقیل جزم فی الخلاصۃ والبرازیۃ وغیرہما  
 واعدتہ محیشہا فی تنویر البصائر ولم یحققہ ابن المصنف وکانہ ارتضاه علی حفظہ اور ایشاہ میں قینہ سے منقول ہے کہ عاریت لازم ہو جاتی ہے اس صورت میں جبکہ ایک شخص نے  
 دوسرے کی دیوار عاریت لی اپنی دینیان رکھنے کیواسطے پھر دینیان اسے نصب کیں پھر میر نے وہ دیوار چھڑائی تو مشتری کو وہ دینیوں کا دفع کرنا جائز نہیں اور قول  
 ضعیف ہے کہ ہاں دفع کرنا جائز ہے مگر جبکہ میر عدم دفع شرط کر لے بیع کی وقت میں کہتا ہوں اور قول ضعیف کے قوی ہونے پر جزم کیا ہے خلاصہ اور برزازیہ وغیرہ میں اور  
 اسی پر اعتماد کیا ہے ایشاہ کے محشی نے تنویر البصائر میں ایشاہ صالح ابن مصنف نے اس پر اعتراض نہیں کیا تو گویا اسکو پسند کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولایضمن بالہلاک  
 من غیر تعدد اور بدون تعدد کی عاریت کے ضائع اور تلف ہو جائیے تاوان اسکا لازم نہیں آتا یعنی اسواسطے کہ عاریت امانت ہے اور امانت میں تاوان نہیں کرتے کسی بالا جماع  
 تاوان ہر تعدد کی صورت میں یہ ہیں کہ عاریت جانور کی باگ زور سے کھینچی اور وہ ہلاک ہو گیا یا متعیر مسجد میں گیا اور اسکو کوچہ میں پھوڑ گیا یا سواری کیواسطے عاریت رکھنا سو اسکو  
 بند کر رکھنا یا پانی پلانے کیواسطے اسکو غیر جہت معینہ سے لیکھا سو وہ ہلاک ہو گیا یا زمین جو تنے کیواسطے ہیل عاریت لیا اور دوسرے روز اسکو اور ہیل کے ساتھ ملایا  
 اسکے خلاف عادت سو وہ ہلاک ہو گیا تو بالا جماع اسے تاوان ہے اور اگر اسکو چاکا میں چرنے کیواسطے پھوڑا سو وہ ضائع ہو گیا اگر وہاں اسطرح کے چرنے کی عادت ہو تو تاوان نہیں اور  
 اگر عادت معام نہر عادت مشترک ہو تو تاوان ہے اور اگر شکل میں سو گیا اور باگ و جانور کی ہاتھ میں ہے سو وہ چرایا گیا تو اگر مستعیر لیا ہو گا تو تاوان ہے اور اگر گڑھا ہو گا تو تاوان  
 نہیں اور یہ حکم ہے غیر سفر کا اور سفر میں سو جائیے تاوان مطلقاً نہیں جبکہ مستعار حیر اسکے سرتلے ہوا آگے رکھی ہو یا اس پاس ہوا اسطرح پر کہ عادت میں اسکی گہائی سے خارج  
 نہو کذا فی البحر شرط انضان باطل کشر عدم فی الرمن صافا للبحر ہرہ اور تاوان کا شرط کہ عاریت میں باطل ہے جیسے عم تاوان کی شرط میں میں باطل ہے بر خلاف روایت جو ہر ہر  
 جو ہر ہر ہر کہ تاوان شرط کر نیسے عاریت میں تاوان لازم ہو جاتا ہے ولا توجروا لائم من لائم لائم فائض اور مستعار کا اجارہ اور رہن رکھنا جائز نہیں اسواسطے کہ  
 شے مستمن نہیں ہوتی اپنے مافوق کی ہم اسواسطے کہ اجارہ اور رہن عقد لازم ہے بخلاف عاریت کا لود لعیۃ فانما لالتوجروا لائم من بل لا تودع ولا تبارکخلاف العاریۃ علی الخیار  
 مانند روایت کے اسواسطے کہ روایت کا اجارہ اور رہن نہیں ہوتا بلکہ دوسرے شخص کے پاس روایت نہیں دکھی جاتی اور نہ روایت عاریت دیکھتی ہے بخلاف عاریت کے بقول مختار  
 یعنی عاریت کا ایضاً اور اجارہ عند الاطلاق جائز ہے اور اگر تسلسل کی قید ہو تو عاریت دینا جائز نہیں مگر اس صورت میں جبکہ استعمال مختلف نہو تاوان اور یہی قول صحیح مفتی ہے  
 کذا فی الطحاوی دانا المستاجر فیو اجردیوع ویجارہ لایرہن اور مستاجر بیع یعنی جس چیز کو اجارہ کیا تو اسکا اجارہ رکھنا اور روایت رکھنا اور عاریت دینا جائز ہے اور  
 رہن رکھنا اسکا جائز نہیں ایا الرمن فکا لود لعیۃ اور رہن تو روایت مانند ہے یعنی اسکا اجارہ اور رہن اور ایضاً اور اجارہ جائز نہیں و فی الوبانیۃ نظم تسلسل مسائل  
 اور تک فیہا تلک لایرہن و دون اذن سوا قبض ولا اور وہبانیۃ میں تو مسائل نظم کیے ہیں جنہیں اپنے فیر کو مالک کرنا بدون اذن مالک اصلی کے صحیح نہیں خواہ اسنے قبضہ کیا ہو یا  
 نہ کیا ہر نقال اشعار و مالک لایملکہ ہر وہ بان امر وکیل متعیر و موجر نہ کو یا و لیسایفہا و مضارب نہ در تمین ایضاً و قاضی و مرہبہ سوا صاحب وہبانیۃ نے کہا اور وہ  
 مالک مرکا ہوا مالک نہیں دوسرے کی تملیک کا بدون امر مالک اصلی کے وکیل ہے اور متعیر اور موجر بیعیم یعنی مستاجر بکسر جیم سوار ہونے اور قیص مثل اپنے کا غیر کے  
 رکوب و لیس کل مالک نہیں اور مضارب و مرہن بھی اور قاضی نامور ہم مالک کا لفظ مبتدئہ اور جملہ لایملکہ کا اسکی صفت ہے اور وکیل وغیرہ اسکی خبر ہے  
 وکیل کو جائز نہیں کہ دوسرے کو وکیل کرے بلا تفویض مطلق اور اسطرح متعیر کو مستعار کا عاریت دینا ہلا امر سہر درت نہیں جبکہ عاریت مختلف ہو جاتی ہے  
 باعتبار اختلاف مستعیر کے اور اگر مختلف ہو جاتی ہو تو جائز ہے اور اسطرح اگر مستاجر نے اپنی خاص ذات کی سواری کے واسطے جانور کرایہ لیا یا  
 اسی طرح قیص کرایہ لیا تو دوسرے کو اسپر سواری کرنا یا دوسرے کو اس قیص کا پہنانا جائز نہیں اور اسطرح مضارب و مرہ کے ساتھ مضارب کرنا اور مرہن  
 دوسرے کے پاس رہن رکھنے کا اور قاضی دوسرے کو خلیفہ کرنا بلا اذن امام مالک نہیں کذا فی الطحاوی شعرو مستوع و متبضع و مزایع و اذالم یکن من عندہ ایذیر بندر



اور مستوع یعنی مال ایداع کا اور تبضع دوسرے کو مضاعت یعنی کا اور جسے زمین بحدہ مزارعت کی جبکہ مزارع کے پاس بیج نہ ہو کہ کھیت میں بیج والا جائے تو غیر شخص کو وہ زمین بطور مزارعت کے نہیں دیکھتا بلا اذن م اور اگر مزارع کا بیج ہو تو وہ مالک ہے کہ دوسرے کو بطور مزارعت کے زمین سے کذا فی الخطا وی قلت العاشر شعر واللمسا فی ان یاتی غیرہ ہا ان اذن المولیٰ لیس نکرہ بین کہتا ہوں اور دسواں مسئلہ وہاں کی مسافات اور مزارعت کی فصل میں یوں مذکور ہے اور جائز نہیں عقد مسافات واسے کو کہ بیج کو زمین بطور مسافات سے اور اگر مولیٰ یعنی مالک میں اذن ہے تو غیر کو دینا جائز نہیں فان اجر التیجر وہ من تمسکتمہ للمعیر للتعوی ہو اگر تیس عاریت کو اجارے میں ہے یا اسکو دہرے کچھ پھر وہ تلف ہو جائے تو میرا سے تاوان ہے بسبب سکی تہی کے و لا رجوع له للستیع علی حد لانه بالضم ان ظہرانہ اجر ملک نمسہ تصدق بالاجز و ظل اللسانی اور تیس کو تاوان پھر لینا کسی سے جائز نہیں اسواسطے کہ تاوان دینے سے ظاہر ہو گیا کہ اسے اپنی ذاتی ملک کو اجارہ دیا اور تیس اجرت کو تصدق کرنے برخلاف بیوسف کے ام اجرت اسواسطے تصدق کرے کہ تیس بزرگہ صاحب کے ہو گیا اور غاصب جاہل دینے سے مالک تاہر اجرت کا اور خیرات کر تکی وجہ یہ ہے کہ اجرت حاصل ہوتی ہے تیس سے یعنی مال غیر کے استعمال کرنے سے کذا فی الخطا وی ضمن المستاجر یا معیر تاوان کے مستاجر سے سکت عن المزمین فی شرح الوہبانیۃ الخاستہ لایک المزمین ان میں فیضمن للمالک بخیار ذبح الثانی علی الاول منفق سکوت کیا مہن کے حکم سے اور وہاں کی شرح میں ہے اور پانچواں مسئلہ یعنی نظم مذکور کا پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ مہن مالک نہیں مہن کے رہنے کا تو اس پر مہن رکھنے سے تاوان آویگا اور مالک کو اختیار ہے چاہے مہن دل سے تاوان چاہے ثانی سے اور اگر ثانی سے تاوان لے تو وہ مہن دل سے بھرے و وجع المستاجر علی المستعیر اذ الم یعلم بانہ عاریتہ فی یدہ دفعا لضرر الغرر اور جب تیس مہن سے تاوان لے تو مستاجر سے اپنا مال بھرے جبکہ مستاجر بچا تاہم کہ وہ عاریت ہے اس کے ہاتھ میں فریکے وقع ضرر کیواسطے یعنی اگر عاریت جا کر اجارہ لیا تو رجوع نہیں سبب م فریب ولہ ان یعیر ما اختلف استعمالہ اولان لم یعین المعیر تنفعا اور تیس کو جائز ہے عاریت کا عاریت دینا خواہ اسکا استعمال باعتبار مختلف مستعملین مختلف ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو بشرطیکہ معیر نے نفع لینے والا کو معین کر دیا ہو اسواسطے کہ معیر نے تیس کو نفع عاریت کا مالک کر دیا اور مالک کو دوسرے مالک کرنا جائز ہے جیسے مستاجر کو اجارہ دینا جائز ہے کذا فی الدرر مختلف الاستعمال جیسے جانور کی سواری و سبک استعمال مختلف ہو جیسے جانور پر بوجھ اذ انکذا فی صمد الشریعہ و یعیر مالک یختلف ان عین ان اختلف لا للتفاوت وغرہ فی زواجر الجواہر لا اختیار اور اگر معیر نے نفع لینے والے کو معین کر دیا ہو تو تیس عاریت کو عاریت ہے جبکہ استعمال مختلف نہیں ہوتا اور اگر مختلف ہوتا ہو تو عاریت ہے بسبب تفاوت استعمال کے اور اس قول کو زواجر الجواہر میں اختیار کیوں بہت کیا ہے و مثلاً و کالعار المجر و ذاعذ عدم النہی فلو قال لا دفع لغيرک دفع فتملک ضمن مطلقا خذ نہ اور عاریت کی چیز سے ماخذ ہے اجارے کی چیز یعنی مستاجر کو اجارے کی چیز عاریت دینا جائز خواہ اسکا استعمال مختلف ہو یا نہ اور در صورت عین مختلف استعمال کا عاریت دینا جائز نہیں اور یہ تفصیل مذکور در فتوت عدم ہے کہ ہر تو اگر معیر نے تیس سے کہا کہ اپنے سوا کسی اور شخص کو نہ بوجھ جو معیر نے دی پھر عاریت تلف ہوگی ہر طرح سے تاوان اس پر آویگا کذا فی الخلاصۃ یعنی خواہ وہ مختلف استعمال ہو یا نہیں استعدا رہا ہے اور مستاجر مطلقا بلا تقید کمال ماشاہو لیسر لہ لملح و یکب علیا بالطلاق سو جو شخص کہ عاریت جانور کو یا بطریق کر ایہ لے مطلقا بلا تقید تو بوجھ لائے اس پر جو چاہے اور لادنے کیواسطے عاریت ہے اور اس پر سوار ہو طلاق پر عمل کرے و یا فاعل اول العین مراد اور جو فعل کہ اول کرے گا وہی تعین ہو جائیگا مراد ہونے میں اسواسطے کہ مطلق ہر انتفاع کو شامل ہے اور تعین انتفاع میں تیس اور مستاجر کو اختیار ہے تو اگر اول سواری کی تو اب اس پر بوجھ لاد نہیں سکتا اسواسطے کہ مطلق جبکہ تعین ایک قید کیسا تھم ہوا تو بولے کے مطلق باقی نہ کذا فی الخطا وی ضمن بغیرہ ان عیبت حتی لو البس اراکب غیرہ ہر کتبہ بعد الصبح کافی اور تاوان اس کے غیر میں اگر جانور ہلاک ہو جائے تو اگر عاریت کا پیرا غیر کو پہنایا یا عاریت کے جانور پر غیر کو سوار کیا تو بعد اسکے آپ داز ہو ہی تو اس صحیح ہے کذا فی الکافی وان اطلق العیر المجر الا انتفاع فی الوقت النوع نفع ماشاہ و وقت ماشاہ و اگر معیر اور بوجھ انتفاع کو وقت اور نوع میں بین التامید کہا تو عاریت کے نفع لے جو چاہے جو وقت چاہے دلیل کذا یعنی باہر طلاق وان قید بوقت نوع او ضمن بالکلف لانی شرف قط لالی مثل ارضیہ اور اگر انتفاع میں وقت یا نوع یا دونوں کی قید ہو جائے تو تاوان برخلاف کہ نہیں مانڈیا بہر خلاف میں خلا شریکی شامل ہے کہ جانور عاریت لیا مثلاً دون گہیوں لائے کیواسطے پھر اس پر سید جو لاد تو تاوان آویگا اسواسطے کہ

لہ نظر زواجر ہا ان سے کہ غیر کہتے کا کہ ان کی عاریت نہیں



جو کار چھڑا دے پھیلتا ہے جو جانور کی پٹھ پر گھونک اور خلاف مثل کی مثال یہ ہے کہ معین گھونکے عوض اور گھونک سے لائے اپنے گھونکے عوض غیر کے گھونک لاکھ اور بھرتی کی  
یہ صورت ہے کہ جو کسی سے عاریت اور اس پر گھونک لے کر ذرا قلیل لاجازتہ ہونے اور قدر مثل عاریتہ اور اس میں طرح کا حکم ہو جاوے میں نوع انفع یا قدر انفع کی قید لگا دیکھا  
عاریت کے مانند عاریتہ التمسین المکیل والمودون العدم المتقارب عند الاطلاق فرض ضرورتہ استہلاک عینہ اور پے اثرنی اور گھیلی اور زنی اور معدود متقارب کی  
عاریتہ اطلاق کیوت فرض ہے بضرورت استہلاک عین ایشیا مذکورہ یعنی عاریت عاریتہ ہونے میں انفع اور ایشیا مذکورہ میں انفع نہیں ہو سکتا ہونے استہلاک عین ایشیا کے  
لہذا یہاں عاریت یعنی فرض تھری عند متقارب چنانچہ اخروٹ اور انڈا اور اس میں صوفیہ اور زنی اور زنی اور زنی اور زنی اور باقی عطریات کی عاریت حقیقت فرض  
ہے فی ضمن التمسین ہلکہ کہا قبل الاستفہاع لانه فرض حتی لو استعار بالبعیر المیزان او زین اللکاح کان عاریتہ تو تاوان سے عاریت لینے والا ایشیا مذکورہ کے تلف ہو جائے قبل انفع اس واسطے  
کہ وہ فرض ہے نہ عاریت لگا کر پے اثرنی کو عاریت لیا کہ لے کر لڑاؤ کی دسی جانے یا انکو رکھنے دکان کی آرائش کرے تو یہ معاہدہ حقیقت عاریت ہے نہ فرض یعنی اس واسطے  
کہ اس میں استہلاک عین نہیں ہو اعارہ قصہ زید فرض ہو رہا ہے اس واسطے کہ لڑاؤ اور اگر زید کا مال عاریت دیا تو یہ فرض ہے اور اگر میرا اور مستعیر میں کشادہ بینی اور بے تکلفی ہے تو یہ اجابت  
ہم خریدہ کھانا ہے جو سورہے میں ہونی تری ہے مرتبہ تاہم جب فرض ہوا تو فرض لیا اسکی قیمت یا لازم ہے اور اجابت میں ان میں تصحیح عاریتہ اسم لا یضمن لان الرمی بحری بحری  
الہلاک میری ہے اور تری کی عاریت صحیح ہے اور تلف نہیں ہے تاوان نہیں اس واسطے کہ لکان تیرا نہ قائم مقام ہوا کی ہے کہ کذا فی البعیر یعنی یہ استہلاک ملحق ہے ہلاک کی اجازت لہذا ان  
تاوان نہیں ہو اعارہ رضاً اللہنا و العرس صحیح العلم بالمنفقہ اور اگر زمین عاریت دی عاریت بنانے اور زنت لگانا سکو تو صحیح ہے منفعت کے معلوم ہونے سے ولہ ان روح حسی  
شامدا تقرر انہا غیر لازمتہ اور میر کو جائز ہے کہ عاریت پھیرے چاہے اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ عاریت عقد لازم نہیں بکلفہ قلہما الا اذا کان فیہ مضرة بالارض  
فیرکان بالقیمۃ مقلو عین لہا تلفا و فیہ اور میر کو جائز ہے کہ مستعیر سے عاریت اور زنت کو کھدو اور اسے لے کر جبکہ کھونے میں نہیں کانفر ہو تو کھوئی عاریت اور کھوئی زنت کی قیمت  
دی کر دو دن چیز میں قائم رکھی جاوے تاکہ اسکی زمین ضائع نہ ہو یعنی صاحب میں قیمت سے وان وقت العاریتہ فرج قبل کلفہ قلہما و من العیر المستعیر ما نقص البناء والارض بالقلع  
بان یقوم قائما انی لئذ المضروبة و قہر القیمۃ یوم الاسترواد و عیر اور اگر عاریت کی مدت ٹھہرائی سو میر نے عاریت پھیر لی مدت سے پہلے تو مستعیر سے عاریت اور زنت کو کھدو اور اسے لے کر  
مستعیر کو اتنا دیا جتنا عاریت اور زنت کا نقصان ہو گیا کھوئی سے اس طرح کہ مدت میں تک عاریت اور زنت کو قائم فرض کر کے قیمت لگائی مقرر کیجا اور پھیر دینے کے ذمہ قیمت کا  
اعتبار ہے کہ کذا فی البعیر شلہ زنت کی قیمت کھوئی کے وقت ایک رومیہ ہے اور اگر مدت میں تک قائم رہتا تو میں وہ قیمت ہوتی دور وہ یہ کا نقصان ہو اسی قدر تاوان کو و اذا استعار  
لینر عمالم توخذ منہ قبل ان یصلد لوزع و قہما اولاً فترک اجرا مثل مراعاة الحقیقین اور جبکہ زمین مستعیر کو کھیتی کرنے کی واسطے عاریت دی تو اسکی قیمت کھنے سے پہلے زمین بچا  
خواہ عاریت کی مدت مقرر کی ہو یا نہ کی ہو تو زمین پر مستعیر کے پاس بیوض اجرت مثل چھوٹی جائیگی دونوں جھونکی رعایت کرنے کی واسطے فلوقال العیر اعطیک لہذا کلفک  
ان کان لم یبت لم یجر لان بیع ازع قبل ثباتہ باطل و بعد ثباتہ فیہ کلام اشاری بالحوافز فی المنی نہایہ پھر اگر میر نے کہا مستعیر کہ میں بھگلو بیج اور تیری مشقت کا خرچہ دیتا ہوں مگر  
قیمت زجا ہو تو جائز نہیں اس واسطے کہ قیمت کی بیع قبل اسکے بھنے کے باطل ہے اور بعد اسکے بھنے کے اس میں گھٹک ہو منی میں اسکے جائز ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے کہ کذا فی انہا یہ م  
قول منی ہی مختار ہے کذا فی الطحاوی عن العنایۃ و مؤتہ الرد علی المستعیر اور عاریت پھیرنے کا خرچہ مستعیر پر ہے یعنی اس واسطے کہ اسنے اپنے نفع کی واسطے پھر قبضہ کیا تھا اور پھیرنا اس پر  
واجب ہے فلوقال انت موقفہ فاسکھا بعد فہلکت منہما لان مؤتہ الرد علیہ نہایہ تو اگر عاریت کا وقت مقرر ہو مستعیر نے عاریت رکھ چھوٹی بعد اسوقت کے پھر عاریت ضائع  
ہو گئی تو مستعیر تاوان کے اس واسطے کہ پھیرنے کا خرچہ مستعیر پر تھا کذا فی نہایہ یعنی تو نہ پھیرنے سے وہ متعدی ٹھہرا اس مسئلے میں بقول ابن قاضی خان کا مختار ہے اور عدم  
ضمان کافی اور مختاری میں مذکور ہے کذا فی الطحاوی الا اذا استعار بالیر ہنہا نکلون کلا جازتہ رہن الخانیۃ عاریت پھیرنے کا خرچہ مستعیر پر ہے مگر جبکہ مستعیر نے رہن رکھنے کی واسطے  
عاریت لی تو عاریت اب اس کے مانند ہے کذا فی رہن الخانیۃ یعنی تو اب خرچہ مستعیر پر ہو گا جیسے سوچ رہن ہنہا کذا فی البعیر و کذا فی الموسی لہ بالحدیثہ مؤتہ الرد علیہ و اس واسطے کہ  
اس واسطے خدمت مملوک کی وصیت ہوئی تو پھیرنے کا خرچہ اس پر ہے و کذا فی الموجز و الغاصب و لمرن مؤتہ الرد علیہ حصول المنفقہ سلم اور اس واسطے موجز اور غاصب اور

Marfat.com

متر من پھیرنے کا خرچہ بہ سبب حاصل ہونے منفعہ کے انھیں کے واسطے ہذا والاخراج باذن رب المال الامونۃ رد مستاجر علی لذی انخرجه اجارۃ البزازیہ یعنی  
موجر پر خرچ لازم ہونا اسوقت ہر جبکہ اخراج صاحب اس کے اذن سے ہوا ہو اور اگر مستاجر نے بلا اذن موجر اخراج کیا تو اجارہ اور عاریت الی چیز کے پھیرنے کا خرچ  
اس پر جو جسے اسکو اخراج کیا یعنی مستاجر اور مستعیر ہر کذا فی اجارۃ البزازیہ بخلاف شرکت و مضاربتہ وہبتہ قضی بالرجوع محبتی بخلاف شرکت و مضاربتہ اور ہر جگہ کہ رجوع کا حکم ہوگا  
کذا فی الجعفی یعنی شرکت میں رد اس مال کا خرچ اور مضاربت میں صاحب اس پر ہر اور ہر میں اہم پر کذا فی النسخ وان رد المستعیر الی اہلہ مع عبدنا و اجیر مشاہرہ  
لا یادتہ او مع عبدہما مطلقاً یقوم علیہا اولانی اللہ او اجیرہ لے مشاہرہ کما فرمگت قبل قبضہا بری لانہ انی بالتسلیم المتعارفہ و اگر مستعیر جانور پھیر دیا  
اپنے غلام کیساتھ یا اپنے چاکر مشاہرہ دار کے ساتھ نہ یومیہ دار چاکر کے ساتھ یا جانور پھیر دیا مالک کے غلام کے ساتھ خواہ اسکا غلام جانور کی خدمت پر معین ہو یا نہ  
قول صحیح میں مالک کے چاکر مشاہرہ دار کے ساتھ بھیجا چنانچہ قید مشاہرہ دار کی مذکور ہو چکی پھر جانور ہلاک ہو گیا مقبوض ہونے سے پہلے تو مستعیر بری لزمہ ہو گیا تاوان کے  
اس واسطے کہ وہ تسلیم مشہور ادا کر چکا ہو یومیہ دار کو اس واسطے نکالا کہ وہ عیال میں داخل نہیں ہوتا بخلاف نفیس کجہرہ بخلاف عجز چیز کے چنانچہ جو اس پر یعنی اگر عجز چیز کو  
مستعیر غلام یا نوکر کے ہاتھ مالک کے پاس بھیجے اور زلف ہو جائے تو وہ بری لزمہ ہوگا و بخلاف رد مع الاجنبی لہر بان کانت لعارتہ موقتہ نمضت ہر تمام  
بعضہا مع الاجنبی تعدیہ بالاساک بعد المدۃ اور بخلاف جنسی کے ساتھ پھیرنے کے یعنی اس طرح کہ عاریت کی مدت معین تھی پھر اسکی مدت ہو چکی پھر مستعیر نے اسکو  
بھیجا یعنی شخص کے ہاتھ تو بری لزمہ ہوگا بسبب تعدی کرنے مستعیر کے بعد مدت کے رکھ چھوڑنے سے والا فال مستعیر یملک الایداع فیما یملک لاعاقر من الاجنبی یعنی زلیعی فیمن  
حل کلام علی ہذا اور اگر ایسا نہ ہو یعنی اگر جنسی کے دینے میں انقصاء مدت کی قید نہ لگائیے بلکہ مطلقاً تاوان کے قابل ہو جیے تو صحیح نہیں اسواسطے کہ مستعیر و دیت رکھنے کا مالک ہر  
جس میں عاریت رکھنے کا مالک ہر جنسی سے اسی قول کا فتویٰ ہر کذا فی الزلیعی تو فقہا کے کلام کا محمول کہ اسی قول میں معین ہو گیا یعنی اجنبی کے دینے سے مستعیر ہر تاوان آنا  
اسی صورت پر ہر جبکہ بعد انقصاء مدت ہر ہونہ مطلقاً بخلاف رد و دقتہ منصوب الی ار مالک فانہ لیس تسلیم اور بخلاف ہر بخانیہ دیت اور منصوب مالک کے گھر تک یہ  
تسلیم نہیں یعنی جب خود مالک کو ہر بخا دیکھا تو تسلیم ثابت ہوگی و اذا استعار ارضاً بیضاً للزراعتۃ کتبت المستعیر اکل طعمتہنی ارضک لہر ہا فیخصص للسلامۃ البنا  
و نحوہ اور جبکہ سفید خالی زمین زراعت کی واسطے عاریت لی تو مستعیر عاریت نام لکھنے اسطرح کہ تو نے اپنی زمین میری کھائی کہ تھی اس میں زراعت کروں تو زراعت کی واسطے  
تخصیص اسواسطے کی تا عاریت غیرہ کو شامل نہ ہو عاریت نام لکھنا افضل ہے نہ واجب و فائدہ لکھنے کا یہ ہر تا طویل سے مستعیر عاریت لینے کا انکار کرے لہذا لیلان  
بملک لاعاقر غلام باذن عاریت لینے کا مالک یعنی اسواسطے کہ عاریت لینا اور نکاد و تور ہر کذا فی النسخ واللہ راؤ اشعار و ہر مالک لہر ہا فیخصص بعد العتق غلام ہر جبکہ عاریت  
اور اسکو تلف کرے تو تاوان آزاد ہونے کے بعد لو عاقر عبد محجور عبد محجور انشایا ہر مالک ہر کذا فی النسخ واللہ راؤ اشعار و ہر مالک لہر ہا فیخصص بعد العتق غلام ہر جبکہ عاریت  
اور یعنی مستعیر الحال تاوان کے لو اشعار ہر ہا فقلہ صبیاً فسرق الذہب ای من الصبی فکان البصیر یضرب حفظہ علیہ من اللباس لم یضمن والامن بانہ اعارة و مستعیر  
بملک اور اگر ایک شخص نے سونا عاریت لیا سو ایک لٹکے کے گلے میں ڈالا پھر سونا چوری ہو گیا لٹکے سے تو اگر لٹکا ایسا ہو تو سونا ہر کہ حفاظت کرتا ہو اسکی جو اسکی بد ہر  
لباس وغیرہ سے تو مستعیر ہر تاوان نہیں اسواسطے کہ ایسے لٹکے کو سونا پہنا تا عاریت دینا ہر اور مستعیر عاریت لینے کا مالک ہر اور اگر لٹکا حفاظت نہ کر سکتا ہو تو مستعیر ضمان  
ہر یعنی اسواسطے کہ لٹکے مال پر یا ضلع کیا تاوان کو دیکر وضعہا او العاریتہ بین یدہ فقام فضاعت لم یضمن لو نام جالساً لانی لایعد مضیعا لہا عاریت کو لینے سے  
رکھا پھر وہ سو گیا سو عاریت ضلع ہو گئی تو ہر تاوان نہیں اگر بیٹھے سو گیا اسواسطے کہ ایسا سونا عاریت کا ضلع کرنا لانا نہیں گناہ تاوان ضمن لو نام مضطرباً لہر  
الحفظ اور تاوان اگر لٹکے سو گیا بسبب گناہی چھوڑنے کے لیس للاب اعارة قال طفلة لعم البدل فکذا القاضی ولو صی باب کو جائز نہیں ہے ولہ صغیر کمال عاریت لینا بسبب  
ہونے حوض اور اسطرح قاضی اور فیصل کا مال عاریت دینا جائز نہیں ہے قول فتاویٰ علی لہر ہا فیخصص بعد العتق غلام ہر مالک لہر ہا فیخصص بعد العتق غلام ہر مالک لہر ہا فیخصص  
عاریت لینا جائز ہر کذا فی الطحاوی طلب شخص من اجل ثور اعاریتہ فقال اعطیتک اقلما کان لخدمتک لطلب اخذہ بغیر اذنہ و اشعار لہر ہا فیخصص بعد العتق غلام

تاوان

خانیۃ عن ابراهیم بن یوسف لکن فی المجتبیٰ وغیرہ انہ یقمن ایک شخص سے دو ہزار سے بیل عاریت لگا سوائے کہ مابین کل کھکھو و کچا پھر جب کل ہوا تو طالب گیا اور بیل لے  
 چلے اسکے اذن اور اسے کام لیا پھر بیل مر گیا تو اسپر نادان نہیں کذا فی الخانیۃ عن ابراهیم بن یوسف لیکن مجتبیٰ وغیرہ میں یہ کہ وہ نادان بیگام تو مسین دو قول  
 ثابت ہے ہزار بنتہ با پھر بہ مثلہا ثم قال کنت اعترها لا شعثہ ان العرف مستمر ابین الناس من الالب نایدفع ذلک ابجاز ملک الا اجمارۃ لا یقبل  
 قوله انه اعادۃ لان الظاہر یکذبہ وان لم یکن العرف کذلک او تارة وتارة قال قولہ لہ یعنی کما لو کان اکثر ما یحز بہ مثلا فان القول لہ اتفاقا با پنے اپنی  
 بیٹی کو ایسا ہیز دیا کہ ویسا ہیز ویسی عورت کو دیا جاتا ہے پھر پاپے کہ اگر میں بیٹی کو اسباب عاریت دیا تھا نہ ملک کی طور پر اگر کو نہیں دیا وہ بیٹی نہ کہ باپ میں ہیز کو  
 دیا کرتا ہوا ملک کرنے کی راہ سے نہ عاریت دینے کی راہ سے تو باپ کا یہ قول کہ کسے عاریت دیا تھا مقبول نہ ہوگا اس واسطے کہ ظاہر حال اسکی تکذیب کرتا ہے اور اگر  
 اسطرح کا رواج ہو یا کا ہے بطور ملک کے دیا جاتا ہو اور گاہے بطور عاریت کے تو باپ ہی کا قول مقبول ہے اسی قول کا فتویٰ ہے چنانچہ اگر ہیز زیادہ تر ہو اس ہیز سے جو  
 ویسی عورت کو دیا جاتا ہے تو باپ ہی کا قول بالاتفاق مقبول ہے والاہم دولی الصغیرۃ کالالب فیما ذکر اور ان اور صغیرہ کا ولی باپ کے مانند حکم مذکور میں ہے یعنی اگر  
 ان یا ولی صغیرہ کا نکاح کرے ہیز دیکر پھر دعویٰ عاریت کا کرے تو رواج کا اعتبار ہوگا اور یہ حکم ان اور ولی میں بن بہان کی بحث ہے کذا فی الطحاوی فی فیاض جمالی صبی  
 بعد الموت لا یقبل لابینۃ شرح ومبانیہ وتقدم فی باب المہر اور کہیں اجنبی دعویٰ کرے بعد موت کے یعنی میت پر دعویٰ کرے کہ میں نے اسکو فلا فی چیز عاریت  
 دی تو اسکا قول مقبول نہیں بدون شہادت کے کذا فی شرح الوہبانیۃ اور باب المہر میں پہلے مذکور ہو چکا ذی الاشباہ کل من دعی ایصال الامانۃ الی  
 مستحقہ قبل قولہ بمینۃ کاملوع اذا ادعی المرء الوکیل عن الناظر اذا ادعی المرء الی الموقوف علیہ یعنی من الاولاد والفقراء اشباہ میں ہے کہ جو امین  
 امانت کے پہنچانے کا اسکے ستم کی طرف دعویٰ کرے تو اسکا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے چنانچہ شروع جبکہ وریعت پھیر دینے کا دعویٰ کرے اور وکیل  
 اور ناظر وقف کا جبکہ موقوف علیہم پر صرف کر نیکا دعویٰ کرے موقوف علیہم سے مراد واقف کی اولاد ہے اور محتاجین اور مانند انکے یعنی علما اور اشراف  
 کذا فی الطحاوی واما اذا ادعی المرء الی وظائف الرزقۃ فلا یقبل قوله فی حق ارباب الوظائف لکن لا یضمن انکر وہ لہ بل یہ فتویٰ ثانیاً من مال الوقف  
 کما بسطہ فی حاشیۃ اخی زادہ قلت وقدم فی الوقف عن سونی ابی اسود و اتحنہ المصنف واقرہ ابنہ فیلحفظ اور اگر ناظر دعویٰ کرے کہ میں نے روزے لینے  
 والوں کے وظائف میں صرف کیا تو اسکا قول مقبول نہیں ارباب وظائف کے حق میں لیکن ناظر تاوان نہ لیا جاسکے لینے کے وہ منکر ہیں بلکہ ناظر انکو دوبارہ سے وقف کے  
 مال سے چنانچہ حاشیہ اخی زادہ میں شرح ہے میں کتابوں اور کتاب لوقف میں یہ مذکور ہو چکا منقہ ابو اسود سے اور مصنف نے اسکو پسند کیا ہے اور اس کے فرزند نے  
 اسکو ثابت رکھا ہے حاشیہ اشباہ میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وسواکان فی حیاء مستحقہا او بعد موتہ الا فی الوکیل القبض الیہ من اذا ادعی بعد موت الموکل  
 انہ قبضہ دفعہ لہ فی حیاء لم یقبل قوله الابینۃ اور برابر ہے کہ ادعا ایصال ستم امانت کی زندگی میں ہو یا بعد اسکی موت کے ہو مگر قبضہ دین کے وکیل میں جبکہ وہ بعد  
 موت موکل کے یہ دعویٰ کرے کہ اسنے دین پر قبضہ کیا اور وہ موکل کو دیا اسکی زندگی میں تو قول نہ کو مقبول نہ ہوگا اگر گواہی کیساتھ بخلاف الوکیل القبض الیہ من کو دیتے قال  
 قبضتہا فی حیاء و ہکتا واکریت الوثۃ او قال قبضتہا الیہ فابہ ینصدق لانه ینفی الضمان عن نفسه بخلاف قبضہ من وکیل کی دیتے مانند وکیل نے کہا کہ میں نے قبضہ کیا  
 موکل کی حیات میں اور وہ ہلاک ہو گئی اور موکل کے وارثوں نے اسکا انکار کیا یا وکیل نے کہا کہ میں نے قبضہ کیا اور وہ کوئی قول کی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وکیل اپنی ذات سے  
 ناوان کی نفی کرتا ہے یعنی وکیل اپنے اوپر سے تاوان کو ٹالتا ہے اور یہ اسکا مقصود نہیں کہ موکل پر ایجاب ضمان کرے بخلاف الوکیل القبض الیہ من لانه یوجب الضمان علی میت  
 ویرضمان مثل القبض فلا ینصدق وکالتہ الاولوالجیہ بخلاف قبضہ من کے وکیل کے کہ اسکا قول مقبول نہیں اسواسطے کہ وہ ایصال دین کے دعویٰ سے تاوان واجب  
 کرتا ہے میت پر اور وہ تاوان پر مقبوض کے برابر اسکی تصدیق ہوگی کذا فی وکالتہ الاولوالجیہ م ایصال دین کے دعویٰ میں میت پر ایجاب ضمان کی یہ وجہ ہے کہ قصاصے دیون مثال  
 دیون کے ہوتا ہے تو ادعا ایصال ضمان مثل مقبوض کا موجب ہے اور مقبوض لہ ہوتا ہے اس حق کا جو دیون پر ہے اور غیر پر ایجاب ضمان جائز نہیں کذا فی الطحاوی مختصر اقل ظاہر



انہ لا یتصدق لانی حق نفسه ولا فی حق الموکل وقد اتفق بعضهم ان یتصدق فی نفسه لانی حق الموکل وحمل علیہ کلام اللولوا بحیثہ فلیتقابل عند الفتویٰ من کہتا ہوں اور ظاہر کلام لولوا بحیثہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ وکیل کی تصدیق نہ ہونے پر ذات کے حق میں نہ موکل کے حق میں اور البتہ بعض فقہانے فتویٰ کیا ہے کہ وکیل کی تصدیق اسکی ذات کے حق میں ہوگی نہ موکل کے حق میں اور لولوا بحیثہ کا کلام اسی تفصیل پر محمول کیا ہے تو تامل کرنا چاہیے فتوے دینے کی وقت ہم ظاہر کلام لولوا بحیثہ شارح کی فہم کے موافق پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اسکی عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ فقط موکل کے حق میں وکیل کی تصدیق ہوگی بغیر شہد ایجاب ضمان علی الیت تو افقائے بعض فقہا متین ہو گیا اور تامل کی کچھ حاجت نہ رہی کذا فی الطحاوی فروع مسائل لمحقة شارح کے اوصیٰ بالعاریۃ لیس للورثۃ الرجوع ایک شخص نے عاریت کی وصیت کی تو ورثہ کو جائز نہیں پھر لینا مستعیر موصیٰ اس سے ہے اس صورت میں ہر جبکہ رقبہ معار کا ثلث سے نکلتا ہو اور مستعیر نے عاریت قبول کی موصیٰ کی موت کے بعد اور اگر بعد موت قبول تحقیق ہوگا تو وصیت باطل ہے کذا فی الطحاوی العاریۃ کا لاجارۃ منفسخ ہوتے ہی عاریت اجارہ کے مانند منفسخ ہو جاتی ہے مستعیر کی موت سے مات و علیہ من وعنده و ولیتہ بغیر عینہا فالترکۃ بینہم بالحصص ایک شخص مر گیا اور اس پر دین ہو گیا اور اسکے پاس وصیت ہے غیر معین تو میت کا ترکہ اصحاب یون میں تقسیم ہوگا بقدر اسکے حصون کے ہم وصیت غیر معین کی یہ صورت ہے کہ میت مر گیا اور یہ بیان نہ کر گیا کہ فلانی چیز وصیت ہے تو صاحب وصیت اور باقی ارباب یون ترے کے میں برابر ہیں بقدر اپنے حصص کے بشرطیکہ ترکہ ادا سے کل دیون میں کفایت نہ کرے استاجر بعیر الی ما تہ فعلی الذباب فی العاریۃ علی الذباب المچی لان ردہا علیہ اونٹ کرایا کیا کا منظمہ تک تو یہ اجارہ فقط جانے پر ہے نہ آنے پر اور عاریت میں جانے اور آنے دونوں پر ہی اس واسطے کہ عاریت کا پہنچانا مستعیر پر ہی یعنی اور پہنچانا بدون آنے کے نہیں ہو سکتا بخلاف اجارہ کے کہ اسکے آنے کا خرچ موجر پر ہے نہ مستاجر پر استعارۃ ابۃ للذباب فاسکھانی بیتہ فہلکت فمن لاند اعادہ للذباب للامساک جانور عاریت یا جانے کی واسطے پھر اسکو باندھ رکھا اپنے گھر میں سو وہ تلف ہو گیا تو تاوان اسے اس واسطے کہ اسے اسکو جانے کے واسطے عاریت دیا تھا نہ باندھ رکھنے کے واسطے اشقرض ثورا فاغار علیہ الا تراکم لم یضمن لاند عاریۃ عرفا بیل قرض لیا سو اس پر ترکون نے شلّا غار تگری کی تو اسپر تاوان نہیں اس واسطے کہ وہ عاریت ہے رواج میں یعنی اور بلا تعدی مستعیر وہ تلف ہو گیا استعارۃ ارض الیہ یعنی ولکن و اذا خرج فالبناء والمالک فلما لک اجر شلھا مقدار السکنی و البناء المستعیر لان الاعارۃ تملیک بلا عوض فکانت اجارۃ معنی و فسدت بحالۃ المدۃ زمین عاریت لی عمارت اور سکونت کے واسطے اور جب وہ اس مکان کے کچھ سے تو عمارت مالک زمین کی ہے تو مالک کو کرایا بیگا ویسی زمین کا بقدر اسکی سکونت کے اور عمارت تو مستعیر کی ہے اس واسطے کہ اعارہ عبارت ہے ایک منافع بلا عوض سے تو یہاں اعارہ درحقیقت اجارہ ہو گیا یعنی تقریر عوض سے مدت کے مجہول ہوئے م عوض وہ عمارت ہے جو مستعیر نے بنائی پھر جب عاریت اجارہ فاسد ٹھہری تو ہجرت مثل لازم آئی نفع لینے سے اور اگر مدت بھی معلوم ہوتی تو بھی اجارہ فاسد ٹھہرتا جہالت بدل سے اس واسطے کہ کیفیت عمارت کی معلوم نہیں عاریت لینے کی وقت و کذا لشرط الخراج علی المستعیر بحالۃ البدل اور اس واسطے کہ عاریت اجارہ فاسد ٹھہری اگر زمین کا خراج مستعیر پر شرط کیا گیا بسبب مجہول ہونے بدل کے م خراج تھا مستعیر پر پھر جب مستعیر پر شرط کیا تو منافع کا عوض ٹھہرا اور یہی حقیقت ہے اجارے کی اس واسطے کہ عتود میں معانی کا اعتبار ہے نہ الفاظ کا وجہ فساد اجارہ یہ ہے کہ قدر خراج مجہول ہے و الیٰ ذلک ان یوجہ الارض شین معلومہ بدل معلوم تم یا مرہ باذا الخراج منہ اور مستعیر خراج صحیح ہو نیکا جیلہ ہے کہ مستعیر کو چند سال معین زمین اجارہ سے بعض بدل معین کے پھر مستعیر سے ادا سے خراج کا عوض معلوم سے اگر کرے استعارۃ لانا فوجد فیہ خطا اصلو ان علم رضی صاحبہ قلت ولایا تم تبرکہ لانی القرآن لان اصلاح واجب بظن مناسب ایک کتاب عاریت لی سو اس میں غلطی پائی تو اسکی اصلاح کرے اگر مالک کی رضامندی جانے میں کہتا ہوں اور گنہگار نہ ہوگا ترک خطا اور عدم اصلاح سے مگر قرآن مجید میں ترک اصلاح سے البتہ گنہگار ہوگا اس واسطے کہ قرآن کا صحیح کر دینا واجب ہے بظن مناسب قرآن م اصلاح میں رضائے مالک اس واسطے شرط کی کہ غیر کی ملک میں تصرف ہے

ابن وہبان نے کہا کہ اگر مستیر کا خط مناسب خط کتاب ہو اور اسکو بالیقین خط معلوم ہو تو بشرط رضا صاحب کتاب صلح کرے اور اگر خط مناسب نہ ہو تو ایک کاغذ علیحدہ پر لکھ کر وہاں لکھ دے اور محل خط پر نشان کرھے تا مالک اس کا مطلع ہو کر دست کرے اسواسطے کہ کتب علم کی اصلاح عبادت کے ہر کذا فی الطحاوی دے اور بیانیۃ شعر و شعر اسے اصلاح مستیرہ بخور اذ امولہ لایاثرہ اور وہبانیہ میں ہے کہ ایک کتاب میں اسکے مستیر نے اصلاح کرنا معلوم کیا تو جائز ہے اصلاح جبکہ اسکا مالک زودہ نہ ہو فی معایاتھا اور وہبانیہ کی معایات میں اگلی بیت ہم معایات دو کلام ہے جسکے ہم اور جواب میں مخاطب علی جزیہ جو صیغے لغز اور چستان اور پہلی معایات دی میریس سیکل خدا: اعاد فی غیر اللہ ان التصو: اور وہ کون میری جو اپنی عاریت دی چیز کے لینے کا مالک نہیں اور من کے سواسے میں یہ مسئلہ متصوہ ہے ہم صلیت اسکی یہ ہے کہ زمین عاریت دی زراعت کیواسطے تو مالک نہیں کو اسکا لینا کھیت کٹنے سے پہلے جائز نہیں نہ وہل اور ہلین بخور رجوع ہے اور لینے فرزند کا ایسا کوئی وارہ ہے کہ اسکو پھیر لینا جائز ہوم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص کا بیٹا دوسرے کا غلام ہو تو اسکو بہ پھیر لینا جائز ہے اسواسطے کہ غلام مالک نہیں ہو سکتا اور بہہ در حقیقت اسکے مالک کیواسطے ہے تو وہ حقیقت اجنبی کیواسطے ہے تو پھیر لینا جائز ٹھہرا: وہل موع ماضیع المال بخیر نہ اور ایسا کوئی موع ہے جسے مال ضائع نہیں کیا ا پتر او ان پتر ہم صلیت اسکی یہ ہے کہ وصیت کر کے لینے ایک شخص کے پاس ہزار درم ودیعت رکھے اور کہا کہ یہ درم میرے فلا نے وارث کو دینا سو موع لے بعد اسکی موت کے ویسا ہی کیا تو باقی وارث اس سے تاوان لینگے کذا فی الطحاوی اللہ اعلم و شفق اللہ الخلیم الکریم

کتاب الہیۃ

یہ کتاب ہے بہہ کی یعنی بخشش اور دینے کی وجہ المناستہ ظاہر وجہ مناسبت کی درمیان کتاب لغاریہ اور کتاب لہبہ کے ظاہر ہم اسواسطے کہ عاریت عبارت ہے تملیک منافع بلا عوض سے اور بہہ عبارت ہے تملیک عین مع المنافع بلا عوض سے ہوا لغت الفضل علی الغیر ولو غیر مال بہت لغت میں عبارت ہے فضیلت حاصل کر نیسے غیر پر اگرچہ تفضیل بغیر مال کے ہو و شرعاً تملیک العین مجا تا ای بلا عوض لان عدم العوض شرط فیہ اور شرع میں بہہ عبارت ہے عین کے مالک کر دینے سے مفت یعنی بون عوض کے نہ کہ عدم عوض شرط ہے بہہ میں ہم تملیک عین باحت اور عاریت بہہ خارج ہوگی اور بلا عوض سے اجاڑ اور بیع نکل گئی لیکن یہ تعریف وصیت کی لغت نہیں لہذا ابن کمال نے تملیک مال کی تید لگائی بہرہ تھا کہ شرع بلا شرط عوض کہتا جیسے مصنف نے اپنی شرح میں کہا ہے کہ بہہ عبارت ہے تملیک شرط عوض سے اور یہ مطلب نہیں کہ عدم عوض شرط ہے اسکی کہ تعریف بہہ بشرط عوض سے ٹوٹ جائے وہاں تملیک لہب من غیر من علیہ لہب من فان امرہ بقبضہ صحت لرجوعہا الی بہت العین اور دین کی تملیک تو غیر بدلون کو اگر صاحبین نے اسکو دین قبض کر لیا اور کیا تو بہہ صحیح ہے بسبب بیع ہونے زمین کے بہہ عین کی طرف ہم جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ بہہ کی تعریف میں تملیک عین داخل ہے تو چاہیے کہ دین مذکور کی تملیک کو بہہ نہ کہئے اسکا جواب شایع نے یون دیا کہ جب صاحبین نے اسکو قبض دین کا لیا اور اپنے دین قبض لیا تو دین عین ہو گیا تو تملیک عین تحقق ہو گئی وہ بہہ ارادۃ الخیر للواہب نہی کو عوض و محبت و حسن تناد اور خردی اور بہہ کا سبب خیر کا ارادہ ہے وہاں کے واسطے خواہ خیر نہی ہو چنانچہ عوض و محبت اور نیکنامی خواہ خیر خردی ہو چنانچہ ثواب بشرط خلوص نیت قال الامام ابو منصور بحج علی المؤمن ان یعلم ولده الجود و ان احسان

کما یحب علیہ ان یعلم التوحید الایمان اذ جب لہب لہب اس کل خطیئہ نہایہ امام ابو منصور تازیدی نے کہا واجب ہے ایمان داری کہ اپنے فرزند کو سخاوت اور احسان سکھا دے جسطرح ا پتر: واجب ہے کہ اسکو توحید اور ایمان بتائے اسواسطے کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی چٹی ہے کذا فی النہایہ یعنی بلا تعینم فرزند کو نہ چھوٹے کہ وہ دنیا کی محبت پر جان ہو جا اور وہ نہایت مذموم ہے اسواسطے کہ جب بنا سر ہے ہر خطا کا تو تعلیم جو سے اس بدلتے بختا بدیگا اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعلیم فرض عین ہے کذا فی الطحاوی ہی منہ و بہ قبول ہستہ قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تہاد و اتھا بوا اور بہہ کرنا صحیح ہے اور بہہ کا قبول کرنا سنت ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ باہم ہر یہ اور تحفہ دیکرو تاکہ باہم دوست ہو جاؤم اور گاہے سبب عارف کے بہہ قبول کرنا مخالف سنت نہیں ہوتا چنانچہ اگر معلوم ہو جائے کہ بہہ حرام مال سے ہے یا کہ وہ مال پنا احسان جتا یا کہ گناہ و شرک سے ہے تو ہاں فی النوارب العقل و البلوغ و الملک فلا تصح بہتہ صغیر و قین ولو کانتا اور صحت بہہ کی شرطیں بہہ کر کے یونے عین عقل اور بلوغ اور ملک ہے تو مستیر اور ملوک کا بہہ صحیح



نہیں اگرچہ ملوک مکاتب ہو مگر اس صحتہا فی الموبوبان کیونکہ قبوض ضائع غیر مشاع میزایع مشغول کیا سلیضح اور صحت ہبہ کی شرطیں موبوب یعنی بخشی چیز میں ہونا اسکا مقبوض غیر مشاع تمیز مشغول بغیر موبوب چنانچہ آگے واضح ہو گا کہ زمینی میں ہر قبضہ تضرور ہر ثبوت ملک کی واسطے اس واسطے کہ جواز ثابت ہو قبل قبضہ کے بالاتفاق اتنی تو اس سے معلوم ہوا کہ قبضہ موبوب کا ثبوت ملک کی شرط ہر نہ صحت ہبہ کی اور مصنف کے کلام سے نکلتا ہے کہ قبضہ صحت کی شرط ہے اور باقی شرط موبوب کی فتاویٰ عالمگیری میں یوں مذکور ہے کہ موبوب موجود ہونے کی وقت تو اگر اپنے درخت کے پھل ہبہ کرے جو اس سال پھلین گے تو جائز نہیں اس واسطے کہ فی الحال مدوم ہیں اور از انجملہ یہ شرط ہے کہ مال مقوم ہو تو شراب و سرور اور خون اور صید و مہ کا ہبہ صحیح نہیں اور از انجملہ یہ شرط ہے کہ ملوک ہوتے ہبہ مباحات کا جائز نہیں کذا فی الطحاوی و کہنا ہوا لایجاب القبول کلمہ صحیح اور ہبہ کا کن ایجاب در قبول چنانچہ آگے آوگا و حکم ثبوت الملک للموبوب غیر لازم خلد الرجوع و اسخ اور حکم یعنی اثر ترتب ہبہ کا ثابت ہونا ملک کا موبوب کہ اس واسطے ملک غیر لازم تو اس ہبہ کو ہبہ پھیر لینا اور عقد ہبہ کا نسخ کر دینا جائز ہے یعنی سوائے سات صورتوں کے جو یہ کہ ہوگی و علم صحتہ شرط ایجاب فیما فلو شرط صحت ان خسار یا قبل تفرقہا اور حکم ہبہ صحیح ہونا شرط ایجاب کا ہبہ میں تو اگر موبوب نے جواز شرط کیا تو ہبہ صحیح ہوگا اگر وہ ہبہ کو اختیار کر لیا قبل تفرق ہونے و اس ہبہ کو موبوب کہ کم بہتر تھا کہ مصنف یوں کہتا ہے عدم صحتہا ایجاباً لشرطاً بقدرہ تفریق کے والا حاصل اسکا یہ ہے کہ ہبہ مطلقاً صحیح ہے اور شرط باطل ہے و کذا الوابراہ صحت الابراد بطل الشرط خلاصہ اور ایس طرح اگر وہ شرط چکا ابراہ کہے تو اس صحیح ہے اور شرط باطل ہے کذا فی الخصاصم طبعی کہا اسقاط لفظ کذا صواب ہے چنانچہ منہ لغفار میں واقع ہے والا تشبیہ غیر صحیح ہے حکم انہا لا تبطل بالشرط الفاسدۃ قیہ عبد علی بن یحییٰ و بطل الشرط اور ایک حکم ہبہ کا ہے کہ باطل نہیں ہوتا ہر شرط فاسد سے پس ہبہ غلام کا اس شرط کہ اسکو موبوب نہ آد کرے صحیح ہے اور شرط باطل ہے و صحیح ایجاب کے ہبہ و نخلت اور ہبہ صحیح ہے ایجاب کے چنانچہ ہبہ یعنی ہبہ کیا نخلت یعنی ہبہ بخشا اپنے دل کی خوشی بلا مطالبہ و طعمتک الطعام و لودک علی وجہ المزاج اور ہبہ یہ کھانا تیر کھانیکو دیا اگرچہ یہ ایجاب لطف خوش طبعی ہونے خلاصہ میں ہے کہ موبوب نے طلب ہبہ کی بطریق مزاج اور خوش طبعی کے سو اس ہبہ بلا مزاج ہبہ کی تسلیم کی تو ہبہ صحیح ہے اس واسطے کہ ہبہ خوش طبعی کو نوالا نہ تھا اور ہبہ نے اسکو قبول کر لیا بقبول صحیح اتنی اور ایس طرح خلاصہ کے ہبہ نے کی عبارت جو کہ مصنف نے ہبہ کی دلیل کھجور اور حالانکہ اسے مصنف کا مطلب ثابت نہیں ہوا کذا فی الطحاوی تو معلوم ہوا کہ ایجاب وجہ المزاج سے ہبہ صحیح نہیں بخلاف الطعمتک رضی فائدہ عاریہ لربہا و طعام لغتہا ہر بخلاف اس قول کے کہ ہبہ اپنی زمین تیرے کھانیکو دی اس واسطے کہ یہ قول عاریت ہے و قیہ زمین کی اور الطعام ہر اس کے علی کذا فی البحر یعنی وہ علیہ جکو متعیر ہونے چنانچہ کتاب عاریت میں مذکور ہو چکا او الاضافۃ الی ما والی جزو عبرہ عن الكل کو ہبہ تک فرما و جملہ لگان الام لتلیک یا ایجاب میں اضافت ہوا اس جزو کظن جس سے کل تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ میں نے کھجور اس لوٹدی کی شرکاء بخشی اور اسکو ہبہ تیرے لیے مقرر کر دیا ٹھہرا اس واسطے کہ لام کے لفظ میں تلیک کی واسطے ہم طحاوی نے کہا یوں کہنا واضح تر تھا تو بالاضافہ یعنی اگرچہ ایجاب اضافت سے ہو بخلاف جملت باسکانہ میں ہبہ ہر خلاف اس قول کے کہ اسکو ہبہ تیرے نام لیا تھا ٹھہرا و یا مقرر کر دیا اس واسطے کہ یہ قول ہبہ نہیں ہر ہم یہ قول غیر ظہر ہے اس واسطے کہ فتاویٰ عالمگیری میں عیائیر سے مشغول ہے کہ صیر کے اپنے باغ لگایا اور کہا کہ جملتہ باسم ابی یعنی میں اسکو اپنے بیٹے کے نام لیا تھا ٹھہرا و یا تو ہبہ ہر ہی قول ظہر ہے اور اسی پر ہبہ کے اکثر شاخ ہیں کذا فی الطحاوی و کذا ہی لک حلال الا ان کیوں قبلہ کلام بقیہ البیہ خلاصہ اور ایس طرح یہ قول ہبہ نہیں کہ وہ لوٹدی کھجور حلال ہے مگر اس وقت ہبہ ہر جملہ اسکے پہلے ایسا کلام ہو جو ہبہ کا مفید ہو کذا فی الخلاصہ ہم قول مذکور اس واسطے ہبہ نہیں کہ لوٹدی کی حلت یا نکاح سے ہر یا اباحت سے نکاح تو ثابت نہیں اور اباحت فروج میں جائز نہیں کلام سابق جو ہبہ کا مفید ہوا اس طرح ہے کہ ایک شخص دوسرے کے کھانیکو دیا تو یہ لوٹدی ہبہ کرنا ہی باہر اہل راعب ہر اسکے لینے پر یا کہ ہونے اس سے پہلے کھجور کوئی چیز نہیں ہبہ کی سو چاہئے کہا کہ کھجور حلال ہے تو البتہ یہ قول اب ہبہ ٹھہرا و اعترک ہذا اللعۃ اور میں نے یہ چیز کھجور بلور عمری دی یعنی عمر کجور کو دی ہم عمری یہ ہے کہ فی الحال لک کرے اور بعد ثبوت موبوب کہ ہبہ کے پھیرے سو تلیک صحیح ہے اور پھیر لینے کی شرط باطل ہے اس واسطے کہ ہبہ باطل نہیں ہوتا فاسد شرط سے حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص بطریق عمری کوئی چیز دے تو وہ چیز موبوب ہے

عہ توضیح میں اول اس کی تفسیر میں موجود ہے اور صحیح باقی ہے





سائے کرے جو اسے قادر ہونے مہربان کے قبض سے اس واسطے کہ قادر ہونا قبض پر مانند تخلیہ کے بیچ میں فی الدرر و المختار صحیحہ بالتحلیہ فی صحیح البتہ لافاسد  
اور در بین ہر اور قول مختار صحیح ہونا قبض کا ہر تخلیہ سے صحیح نہ ہو بہ فاسد میں یعنی اگر وہ اپنے مہربان و مہربان میں تخلیہ کر دیا تو قبض صحیح ہو گیا بشرطیکہ  
فاسد ہونی انتف ثلثہ عشر عقد الاصح بلا قبض در تفہین ہر کثیرہ عقد صحیح نہیں ہیں بدون قبض کے ہم عقود مذکور ہیں اب یہ ہر ۳ صدقہ ۳۰ - رہن ۴ قبض  
بقول محمد و اوزاعی و ابن شبرہ حسن بن صالح ۵ عمری ۶ نخلہ یعنی عطایہ جنین ۸ صلح ۹ اس المال سلم بین ۱۰ بدل سلم بین جبکہ بعض بدل کھوٹا ہو تو اگر  
کھوٹے درون کا عوض قبوض ہو تو بقدر اسکے حصہ کے سلم باطل ہوگی ۱۱ عقد صرف ۱۲ جبکہ کیلی کی بیع کیلی سے ہو اور جنس مختلف ہو چنانچہ گہون کی بیع  
جو سے تو اس میں تفاضل جائز ہے نہ نسیہ ۱۳ جبکہ وزنی کی بیع وزنی سے ہو مع اختلاف الجنس تو اس میں بھی تفاضل جائز ہے نہ نسیہ کذا فی الطحاوی عن الحلبي  
عن النخ بلو نہ ماہ عن القبض لم یصح قبضہ مطلقاً ولو فی المجلس لان الیصح قوی من الدلالۃ اور اگر وہ اپنے مہربان کے قبض سے تو اس کا قبضہ نہ مطلقاً  
صحیح ہوگا اگرچہ مجلس ایجاب میں قبضہ کیا ہو اس واسطے کہ صحیح قوی تر ہے دلالت کے ہم خلاصہ یہ ہے کہ اگر قبض کا اذن دیا تو قبض صحیح ہے مجلس میں اور بعد مجلس کے بھی اور  
اگر قبض سے منع کیا تو قبض صحیح نہیں ہے مجلس میں نہ بعد مجلس کے اس واسطے کہ صحیح قوی تر ہے دلالت سے یعنی صحت قبض بھی ایجاب ہے باعتبار دلالت کے اور نہی عن  
القبض صحیح ہے اور حالانکہ صحیح قوی تر ہے دلالت کے اور اگر نہ اذن دیا اور نہ منع کیا تو قبض مجلس میں صحیح ہے نہ بعد مجلس کے اور اگر مہربان قبض ہو اور مہربان نے وہاں  
جا کر قبضہ کیا اگر قبض وہاں کے اذن سے ہے تو صحیح ہے اور نہیں تو نہیں تم البتہ بالقبض انکامل در یہ تمام ہوتا ہے قبض کامل سے قبض کامل منقول میں وہ ہے جو  
منقول کے مناسب ہے اور عقار میں وہ ہے جو عقار کے مناسب ہے تو گھر کی کنجی کا قبض گھر کا قبض ہے اور مختل القسمہ میں قبض کامل سے قبضہ کر لیا گیا ہو مہربان قبض  
بالاصالۃ واقع ہو بلا تبعیت قبض کل اور غیر مختل القسمہ میں قبض کامل سے تبعیت کل ہوتا ہے کذا فی الدرر و لو المہربان شاغل الملک لو اہب لا مشغولاً بہ  
بہ کامل قبض سے پورا ہو جاتا ہے اگرچہ مہربان شاغل ملک اہب ہو نہ مشغول ملک اہب ان المہربان ان المہربان ان مشغولاً ملک لو اہب منع تاہما  
دان شاغلاً اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر مہربان مشغول ملک اہب ہوگا تو مشغول مذکور ہے کے تمام اور کامل ہونیکا مانع ہوگا اور اگر مہربان شاغل ملک اہب ہوگا تو  
بہ تمام ہونیکا مانع نہ ہوگا یعنی در صورت مشغولیت مہربان تسلیم منع ہوگی تو بہرہ کی صحت تحقق ہوگی اور در صورت شاغلیت مہربان تسلیم منع ہوگی تو بہرہ بھی صحیح ہوگا  
کذا فی الدرر فلو اہب جریا فیہ طعام الواہب و دارا فیہا تاعدا و اہب علیہا سر جو سلمہ لکن لا تصح لو اہب و تھیل اہب کیا جس میں اہب کا طعام ہے یا وہ گھر میں  
واہب کا اسباب ہے یا وہ جانور بخشا چیر و اہب کا زمین ہے اور زمین چیر و کو اسلیم کیا تو بہرہ صحیح ہوگا م اس واسطے کہ مہربان ملک و اہب کے مشغول  
ہر کیونکہ ظرف کو مشغول مشغول کر دیتا ہے اور ظرف مشغول نہیں کرتا کذا فی الدرر و بعکسہ تصح فی الطعام و المتاع و السبع فقط لان کلاہما شاغل  
لما لو اہب لا مشغول بہ اور اسکے بالعکس میں صحیح ہے طعام اور متاع اور زمین میں فقط اس واسطے کہ ہر واحد اشارتاً منہ سے ملک اہب کے شاغل ہے نہ مشغول  
ہم خلاصہ یہ ہے کہ ظرف کا بہرہ بدون مشغول صحیح نہیں اور مشغول کا بہرہ بلا مشغول صحیح ہے کیونکہ اول مشغول ہے اور ثانی شاغل لان مشغول غیر ملک اہبہ لایمنع تاہما  
عم تمام ہے میں مشغولیت ملک و اہب کی قید اس واسطے لگائی کہ مہربان کا مشغول ہونا غیر و اہب کی ملک سے کمال ہے کہ مانع نہیں ہے منجملہ اسکی صورتوں کے  
ایک صورت یہ ہے کہ وہ اپنے مہربان کو ایک گھر دے کہ اس متاع کے ساتھ جو اس گھر میں ہے اور گھر تسلیم بھی کر دیا پھر متاع غیر شخص کی ملک ثابت ہوئی تو بہرہ پورا  
ہو گھر میں اس واسطے کہ وہ اہب کا قبضہ ہے اور اسباب دو اہب پر تھا حقیقہ تو اسکی تسلیم صحیح ہوئی پھر استحقاق متاع سے ظاہر ہو گیا کہ متاع و اہب کی ملک تھی اور غیر  
واہب کی ملک ہونا مانع نہیں کذا فی الطحاوی کہ من صدقۃ لان القبض شرط تاہما و تاہما فی العادۃ تمام ہونا بہرہ کا قبض کامل سے ہوتا ہے زمین و حصہ کے مانند  
اس واسطے کہ قبض شرط ہے زمین اور حصہ کے تمام ہونے کی اور پورا بیان اسکا عادیہ میں ہے یعنی زمین اور حصہ پورا نہیں ہوتا اگر قبض کامل سے اور زمین کا مشغول  
ملک زمین و حصہ کا مشغول ہونا ملک متصدق مسخر ہے اور وہ نہ نیکاشاغل ہونا منفر نہیں تو شیبہ راجع ہے کہ کذا فی الطحاوی فی الاشباہ و متہ المشغول لا یجوز

۱۱ صحیح البتہ لافاسد اور در بین ہر اور قول مختار صحیح ہونا قبض کا ہر تخلیہ سے صحیح نہ ہو بہ فاسد میں یعنی اگر وہ اپنے مہربان و مہربان میں تخلیہ کر دیا تو قبض صحیح ہو گیا بشرطیکہ فاسد ہونی انتف ثلثہ عشر عقد الاصح بلا قبض در تفہین ہر کثیرہ عقد صحیح نہیں ہیں بدون قبض کے ہم عقود مذکور ہیں اب یہ ہر ۳ صدقہ ۳۰ - رہن ۴ قبض بقول محمد و اوزاعی و ابن شبرہ حسن بن صالح ۵ عمری ۶ نخلہ یعنی عطایہ جنین ۸ صلح ۹ اس المال سلم بین ۱۰ بدل سلم بین جبکہ بعض بدل کھوٹا ہو تو اگر کھوٹے درون کا عوض قبوض ہو تو بقدر اسکے حصہ کے سلم باطل ہوگی ۱۱ عقد صرف ۱۲ جبکہ کیلی کی بیع کیلی سے ہو اور جنس مختلف ہو چنانچہ گہون کی بیع جو سے تو اس میں تفاضل جائز ہے نہ نسیہ ۱۳ جبکہ وزنی کی بیع وزنی سے ہو مع اختلاف الجنس تو اس میں بھی تفاضل جائز ہے نہ نسیہ کذا فی الطحاوی عن الحلبي عن النخ بلو نہ ماہ عن القبض لم یصح قبضہ مطلقاً ولو فی المجلس لان الیصح قوی من الدلالۃ اور اگر وہ اپنے مہربان کے قبض سے تو اس کا قبضہ نہ مطلقاً صحیح ہوگا اگرچہ مجلس ایجاب میں قبضہ کیا ہو اس واسطے کہ صحیح قوی تر ہے دلالت کے ہم خلاصہ یہ ہے کہ اگر قبض کا اذن دیا تو قبض صحیح ہے مجلس میں اور بعد مجلس کے بھی اور اگر قبض سے منع کیا تو قبض صحیح نہیں ہے مجلس میں نہ بعد مجلس کے اس واسطے کہ صحیح قوی تر ہے دلالت سے یعنی صحت قبض بھی ایجاب ہے باعتبار دلالت کے اور نہی عن القبض صحیح ہے اور حالانکہ صحیح قوی تر ہے دلالت کے اور اگر نہ اذن دیا اور نہ منع کیا تو قبض مجلس میں صحیح ہے نہ بعد مجلس کے اور اگر مہربان قبض ہو اور مہربان نے وہاں جا کر قبضہ کیا اگر قبض وہاں کے اذن سے ہے تو صحیح ہے اور نہیں تو نہیں تم البتہ بالقبض انکامل در یہ تمام ہوتا ہے قبض کامل سے قبض کامل منقول میں وہ ہے جو منقول کے مناسب ہے اور عقار میں وہ ہے جو عقار کے مناسب ہے تو گھر کی کنجی کا قبض گھر کا قبض ہے اور مختل القسمہ میں قبض کامل سے قبضہ کر لیا گیا ہو مہربان قبض بالاصالۃ واقع ہو بلا تبعیت قبض کل اور غیر مختل القسمہ میں قبض کامل سے تبعیت کل ہوتا ہے کذا فی الدرر و لو المہربان شاغل الملک لو اہب لا مشغولاً بہ بہ کامل قبض سے پورا ہو جاتا ہے اگرچہ مہربان شاغل ملک اہب ہو نہ مشغول ملک اہب ان المہربان ان المہربان ان مشغولاً ملک لو اہب منع تاہما دان شاغلاً اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر مہربان مشغول ملک اہب ہوگا تو مشغول مذکور ہے کے تمام اور کامل ہونیکا مانع ہوگا اور اگر مہربان شاغل ملک اہب ہوگا تو بہ تمام ہونیکا مانع نہ ہوگا یعنی در صورت مشغولیت مہربان تسلیم منع ہوگی تو بہرہ کی صحت تحقق ہوگی اور در صورت شاغلیت مہربان تسلیم منع ہوگی تو بہرہ بھی صحیح ہوگا کذا فی الدرر فلو اہب جریا فیہ طعام الواہب و دارا فیہا تاعدا و اہب علیہا سر جو سلمہ لکن لا تصح لو اہب و تھیل اہب کیا جس میں اہب کا طعام ہے یا وہ گھر میں واہب کا اسباب ہے یا وہ جانور بخشا چیر و اہب کا زمین ہے اور زمین چیر و کو اسلیم کیا تو بہرہ صحیح ہوگا م اس واسطے کہ مہربان ملک و اہب کے مشغول ہے کیونکہ ظرف کو مشغول مشغول کر دیتا ہے اور ظرف مشغول نہیں کرتا کذا فی الدرر و بعکسہ تصح فی الطعام و المتاع و السبع فقط لان کلاہما شاغل لما لو اہب لا مشغول بہ اور اسکے بالعکس میں صحیح ہے طعام اور متاع اور زمین میں فقط اس واسطے کہ ہر واحد اشارتاً منہ سے ملک اہب کے شاغل ہے نہ مشغول ہم خلاصہ یہ ہے کہ ظرف کا بہرہ بدون مشغول صحیح نہیں اور مشغول کا بہرہ بلا مشغول صحیح ہے کیونکہ اول مشغول ہے اور ثانی شاغل لان مشغول غیر ملک اہبہ لایمنع تاہما عم تمام ہے میں مشغولیت ملک و اہب کی قید اس واسطے لگائی کہ مہربان کا مشغول ہونا غیر و اہب کی ملک سے کمال ہے کہ مانع نہیں ہے منجملہ اسکی صورتوں کے ایک صورت یہ ہے کہ وہ اپنے مہربان کو ایک گھر دے کہ اس متاع کے ساتھ جو اس گھر میں ہے اور گھر تسلیم بھی کر دیا پھر متاع غیر شخص کی ملک ثابت ہوئی تو بہرہ پورا ہو گھر میں اس واسطے کہ وہ اہب کا قبضہ ہے اور اسباب دو اہب پر تھا حقیقہ تو اسکی تسلیم صحیح ہوئی پھر استحقاق متاع سے ظاہر ہو گیا کہ متاع و اہب کی ملک تھی اور غیر واہب کی ملک ہونا مانع نہیں کذا فی الطحاوی کہ من صدقۃ لان القبض شرط تاہما و تاہما فی العادۃ تمام ہونا بہرہ کا قبض کامل سے ہوتا ہے زمین و حصہ کے مانند اس واسطے کہ قبض شرط ہے زمین اور حصہ کے تمام ہونے کی اور پورا بیان اسکا عادیہ میں ہے یعنی زمین اور حصہ پورا نہیں ہوتا اگر قبض کامل سے اور زمین کا مشغول ملک زمین و حصہ کا مشغول ہونا ملک متصدق مسخر ہے اور وہ نہ نیکاشاغل ہونا منفر نہیں تو شیبہ راجع ہے کہ کذا فی الطحاوی فی الاشباہ و متہ المشغول لا یجوز



الا اذا وهب الاب لطفله اور ایشاہ میں ہے کہ ہبہ مشغول کا جائز نہیں مگر جبکہ باپ اپنے منیر کو ہبہ کرے تو جائز ہے قلت كذا لا العارفين كتابه من اداسی طرح  
 عاریت کا گھر جو ہم صوت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر عاریت دیا انسان کو پھر مستعیر یا میر نے کسی اسباب غصب کیا اور اس گھر میں رکھا پھر میر نے مستعیر کو وہ گھر ہبہ کر دیا  
 تو اس گھر کا ہبہ صحیح ہے اس واسطے کہ ظاہر ہو گیا کہ شاغل غیر و اہب کی ملک ہے کذا فی الطحاوی والحق وہ ہبہ الی الذی علی الذی یبذل من المرأة و متاعہا فی الذی یبذل  
 تسلیم اور ہبہ مشغول اس گھر میں جائز ہے جسکو زوج نے اپنے زوج کو ہبہ کیا بنا بر ظاہر ہبہ کے اس واسطے کہ عورت اور اسکا اسباب زوج کے ہاتھ میں ہے تو تسلیم محبوب  
 صحیح ہوگی ہم صوت اسکی یہ ہے کہ زوج نے اپنا گھر اپنے زوج کو ہبہ کیا اور زوج اس میں رہتا ہے اور اسکا اسباب اس میں ہے اور زوج بھی اس کے ساتھ اس کے گھر میں رہتا ہے  
 تو یہ ہبہ صحیح ہے اس واسطے کہ زوج جمع گھر اور اسباب کے زوج کے ہاتھ میں ہے اور مقابل ہبہ بویوسف کا قول ہے کہ ہبہ مذکور جائز نہیں کذا فی الطحاوی فی قد غیرت  
 بیت الوہبانیۃ قلت شعرو من ہبت للزوج دار الہا بہا متاع وہم فیہا تصح الحرة اور قرینین بدل ڈالی وہبانیہ کی بیت سوینے یون کہا اور جن وجہ  
 زوج کو اپنا وہ گھر ہبہ کیا جس میں وجہ کا اسباب ہے اور زوج اس میں رہتا ہے تو ہبہ صحیح ہے ہی قول محمد بن علیہ ہم وہبانیہ کی اہل بیت یون کہی  
 زوج بیت للزوج دار الہا بہا متاع وہم فیہا فقولان یزیر یعنی جن وجہ نے زوج کو اپنا وہ گھر ہبہ کیا جس میں وجہ کا اسباب ہے اور زوج اس میں رہتا ہے  
 تو وہ قول اس میں مرقوم ہے یعنی جواز ہبہ اور عدم جواز لیکن یہ کہ عدم جواز قول ضعیف تھا لہذا شارح نے بیت میں تصرف کر دیا وہی راجح ہے وجہ ہبہ مشغول  
 ان فیع الشاغل اولاً عند المہوب لہ تم یسلہ الدار مثلاً فیع لتغلبہا بالمتاع فی یدہ اور جو ہرہ میں ہے کہ ہبہ مشغول کا چاہیہ ہے کہ پہلے شاغل کو محبوب لے کے پاس  
 بیت لے کے پھر محبوب لے کو مثلاً مشغول گھر تسلیم کرے تو ہبہ صحیح ہوگا بسبب مشغول ہونے گھر کے متاع کے ساتھ محبوب کے ہاتھ میں یعنی جب شاغل بطریق ودیعت  
 محبوب لے کے قبض میں آیا پھر مشغول تسلیم و اہب اس کے پاس آیا تو دونوں پر قبض کامل متحقق ہو گیا لہذا ہبہ صحیح ہو گیا فی متعلق تمام محوز مفرغ ہبہ تمام ہوتا ہے  
 قبض کامل سے وہ ہبہ مفرغ میں م یعنی جو محبوب کہ فارغ ہو ملک و اہب و حق ملک سے تو احتراز ہو گیا پھل کے ہبہ سے درخت پر اور صوف کی ہبہ سے غنم پر  
 اور کھیتی کی ہبہ سے زمین میں مقسوم وہ محبوب مفرغ جسکی قسمت ہو گئی اور مشاع باقی رہا و مشاع لایبقی منتفعا بہ بعد ان تقسم کسبت و حام صغیر میں اور ہبہ  
 تمام ہوتا ہے قبض کامل سے اس مشاع یعنی غیر مقسوم میں جو نفع لینے کے لائق نہیں رہتا قسمت کرینگے بعد چنانچہ چھوٹی کو ٹھری اور حام صغیر مشاع لایقسم یعنی  
 جو قسمت کی صلاحیت نہیں رکھتا یا یعنی کہ بعد قسمت اصلاً منتفع بہ نہیں رہتا چنانچہ عبد واحد اور دابہ واحد یا بعد قسمت کے منتفع بہ نہیں رہتا اس طرح کا  
 انتقال جو قبل قسمت کے تھا چنانچہ بیت صغیر اور حام صغیر اور ثوب صغیر کذا فی الدرر لانہا لاتتم بالقبض فیما یقسم مشاع غیر قسمت پذیر کی قید اس واسطے لگائی کہ  
 ہبہ تمام نہیں ہوتا قبض کر نیسے اس مشاع میں جو قسمت پذیر ہبہ قسمت پذیر چنانچہ زمین اور ثوب مذکور اور انہما اسکے کذا فی الدرر قسمتانے نے کہا جسکی قسمت  
 موجب نقصان ہو وہ قسمت پذیر اور محتمل القسمة نہیں اور نہیں تو قسمت پذیر ہے اتنی بجز الرائق میں ہے کہ حد فاصل محتمل القسمة اور غیر محتمل القسمة میں ہے کہ جو  
 چیز دو شخصوں میں مشترک ہو سو ایک شخص قسمت طلب کرے اور دوسرا ترکیب قسمت نہ لے تو اگر قاضی مانع قسمت پر چر کر سکتا مشاع کی راہ سے تو وہ چیز محتمل القسمة  
 ہے چنانچہ گھر اور ٹھری کو ٹھری اور اگر قاضی جبر نہ کرے تو وہ محتمل القسمة نہیں چنانچہ عبد اور حام اور بیت صغیر اور دیوار و لو وہ ہبہ شریک و لاجبی لعدم تصور  
 القبض الکامل کذا فی عامۃ الکتب فکان ہو الذی ہبہ مشاع قابل قسمت کا ہبہ قبض سے پورا نہیں ہوتا اگرچہ وہ ہبہ اسکو اپنے شریک کے ہبہ کیا ہو یا جسکی کو ہبہ عدم  
 تصور قبض کامل چنانچہ اگر کتب فقہ میں ہے تو وہی یعنی شریک کو بھی ہبہ مشاع کا جائز ہونا مذہب طہرام در سے مذکور ہو چکا کہ قابل قسمت ہبہ قبض کامل ہبہ قسمت کے نہیں ہوتا  
 وہی بصیرتہ عن العتابی وقیل یجوز لشریک وہو الخیار و صیر فیہ بین عتابی سے منقول ہے اور بعضوں نے کہا کہ ہبہ مشاع شریک کو جائز ہے اور وہ مختار قول ہم فقہا کی ظاہر  
 حبارت سے عدم جواز مستند ہے یہاں تک کہ نسخ الاسلام نے جواز کو ابن ابی لیلی کیطون منسوب کیا ہے بعد حکایت اطلاق کے اہل مذہب کے کذا فی الطحاوی  
 فان قسمہ وسلم صح لرد الی المانع پھر اگر مشاع کو قسمت کر ڈالا اور محبوب لے کو تسلیم کر دیا تو صحیح ہوگا بسبب در ہوجانے مانع کے یعنی مانع قبض کامل

قوله قاضی کا جو ہر صوت ہو کہ کذا فی بعض روایات یا رہے ورنہ نہیں تو اس تطویل سے کیا فائدہ ہو گا میر علی



اشاعت تھی سو مست اور تسلیم سے زائل ہوئی ولو سلمہ شائعاً لایکنہ فلا یفقد تصرفہ فیہ لینیمنہ وینفذ تصرف الواہب در را در اگر مشاع کو بلا قسمت تسلیم کر دیا اس طرح پر کہ کل کو تسلیم کر دیا تو مہربوب لہ اس کا مالک ہوگا یعنی ہوا سلسلہ عدم قبض کامل تو اسکا تصرف میںین نافذ ہوگا تو مہربوب لہ اسکا تاوان دیکھا بصورت تصرف اور واہب کا تصرف میںین نافذ ہوگا کذا فی الدرر لکن فیہا عن الفصول البیہ الفاسدۃ تفسیر الملک بالقبض بہ لینیمنہ فی البزازیۃ علی خلاف ما صحیح فی العادیۃ لکن حفظ الفتویٰ اکرم لفظ اصحح کما بسطہ المصنف مع بقیۃ احکام المشاع لکن درین ہر فصل سے کہ مہربوب فاسد ملک کا مفید ہو جائے قبض کر نیسے اور اسی قول کا فتویٰ ہے اور انہذا اسکے بزازیہ میں ہے برخلاف اس قول کے جسکو صحیح کہا ہے عادیہ میں لیکن فتویٰ کا لفظ مہربوب صحیح کے لفظ سے چنانچہ مصنف نے اسکو مشیح بیان کیا ہے اپنی شرح میں مشاع کے بقیہ احکام کے ساتھ ظاہر عبارت شارح وال ہے کہ مہربوب مشاع قبل قسمت فاسد ہے حالانکہ صحیح غیر تمام ہے چنانچہ جلی بین القانی سے مذکور ہے اور کلام صاحب بحر بھی صحت پر دلالت کرتا ہے بیع مشاع کی جائزہ قسمت پذیر اور عدم قسمت پذیر میں اور اجارہ اسکا جائزہ شریک ہے اسکی سے و علیہ الفتویٰ اور اجارہ مذکورہ فاسد ہے تو اہرت مثل لازم ہوگی اور اجارہ اسکا شریکے جائز ہے اور اگر اجنبی کو عاریت دی تو اگر سب تسلیم کرے تو اجارہ متاخر ہے و الاجازہ نہیں اور مہربوب مشاع کا فاسد ہے مقسوم اور غیر مقسوم میں شریک اور غیر شریک برابر ہے اور وہ فقہ مشاع کا ابو یوسف کے نزدیک جائزہ محمد کے نزدیک و برخلاف محتمل القسمۃ میں ہے اور غیر محتمل القسمۃ میں بالاتفاق جائز نہیں اور ایداع مشاع شریکے جائز ہے اور فرض مشاع کا بالاجماع جائز ہے کذا فی الطحاوی و فی القریب لرجح فی البیہ الفاسدۃ قال فی الذم و تعقبہ فی الشر بنالیہ بانہ غیر ظاہر علی قول الفقیہین ان فادھا الملک بالقبض فلحفظ اور کیا جائز ہے قرابت اور کورجوع کرنا مہربوب فاسدہ میں درین کہا کہ ان جائز ہے اور شریک بنالیہ میں اس پر اعتراض کیا کہ رجوع غیر ظاہر ہے بنا بر قول مفتی بچے اس راہ سے کہ مہربوب فاسد ملک کا مفید ہو جاتا ہے قبض کر نیسے تو اسکو باور کھنا چاہیے و لمایع من تمام قبض شیوع مقارن للقد لا طاری کا ان رجوع فی بعضہا سائعا فانہ لا یفسد انفاقا اور مانع تمام قبض سے و شیوع ہے جو عقد کے مقارن و متصل ہونے شیوع طاری یعنی وہ شیوع مانع قبض نہیں جو بعد عقد کے طاری ہو چنانچہ واہب بعض شائع میں رجوع کرے کیونکہ شائع طاری ہر قسم مہربوب نہیں بالاتفاق شیوع متصل کی صورت ہے کہ واہب یا نصف گھر شائع مہربوب ہے اور شیوع طاری کی صورت کہ تمام گھر مہربوب ہے پھر نصف یا ملت شائع میں مہربوب باطل کرنے و الاستحقاق شیوع مقارن لا طاری فیفسد کل حتی لو وہب رضا و رعاد سلما فاستحق الزرع بطلت فی الارض استحقاق بعض شائع فیما تحت القسمۃ اور استحقاق شیوع مقارن ہے نہ شیوع طاری تو استحقاق ثابت ہونا مفید ہے کل مہربوب کا تو اگر زمین در کیتی مہربوب کی اور وہ نو کو تسلیم کر دیا پھر کھیتی مستحق ملک غیر نکلی تو مہربوب زمین میں باطل ہو گیا بسبب مستحق ہونے بعض شائع کے محتمل القسمۃ میں جم زراعت کے بعض شائع ہونے میں کلام ہے اور صاحب دیر نے یون وجہ بیان کی ہے کہ زرع زمین کیساتھ حکم اتصال شے واحد کے مانند ہے پھر جب وہ مستحق ٹھہرے تو یون ہو گیا کہ گویا بعض شائع مستحق ٹھہرے محتمل القسمۃ میں مہربوب باطل ہو گا باقی میں اور اس تعلیل پر شائع کا قول آئندہ یعنی لانہ کمشاع بھی دلالت کرتا ہے کذا فی الطحاوی و الاستحقاق اذا نظر بالبیہۃ ان مستنداً الی ما قبل البیہ فیکون مقارناً لہا لا طاریا کما زعمہ صدر الشریعۃ ان تبعہ ابن کمال فقہنا اور استحقاق جبکہ گواہی سے ثابت ہو تو استحقاق باقبل مہربوب مستند ہوگا تو شیوع مہربوب کے مقارن ہوگا نہ طاری جیسا کہ صدر الشریعہ نے کہا ہے اگرچہ ابن کمال نے صدر الشریعہ کا اتباع کیا ہے اس قول میں سوا گاہ رہو ہم استحقاق زرع کو ظہر یہ بین شیوع مقارن کہا ہے اور نہایہ اور کرمانی میں اسکو شیوع طاری قرار دیا ہے ہستانی نے کہا کہ شاید سلسلہ میں در روایتیں ہیں اس تقریر سے معلوم ہوا کہ صدر الشریعہ اور ابن کمال اس قول میں متفق نہیں کذا فی الطحاوی لا تصح ہبتہ لہن فی نزع و صوف علی غنم و نخل فی ارض و تمر فی نخل لانہ کمشاع اور صحیح نہیں ہر دو دھ کا ٹھمن میں اور زمین کا مہربوب پھر اور پھر کے درخت کا زمین میں اور پھر کا پھر کے درخت میں سوا سوا ہے کہ مہربوب مشاع کے مانند ہے و لو فصل و سلمہ جائز لروال لمایع اور اگر واہب مہربوب کو جدا کر ڈالے یعنی شلاد و دھ کو تھن سے علو کر کے مہربوب اور تسلیم کر دے تو جائز ہے بسبب و رہو جانے مانع قبض کامل کے و ہر کس فی فصل المہربوب باذن الواہب ظاہر الدرر نعم اور کیا کفایت کرتا ہے جدا کرنا مہربوب لہ کا واہب کے

شیعہ کا مفید ہونا صحیح ہے اور اگر سب تسلیم کرے تو اجارہ متاخر ہے و الاجازہ نہیں اور مہربوب مشاع کا فاسد ہے مقسوم اور غیر مقسوم میں شریک اور غیر شریک برابر ہے اور وہ فقہ مشاع کا ابو یوسف کے نزدیک جائزہ محمد کے نزدیک و برخلاف محتمل القسمۃ میں ہے اور غیر محتمل القسمۃ میں بالاتفاق جائز نہیں اور ایداع مشاع شریکے جائز ہے اور فرض مشاع کا بالاجماع جائز ہے کذا فی الطحاوی و فی القریب لرجح فی البیہ الفاسدۃ قال فی الذم و تعقبہ فی الشر بنالیہ بانہ غیر ظاہر علی قول الفقیہین ان فادھا الملک بالقبض فلحفظ اور کیا جائز ہے قرابت اور کورجوع کرنا مہربوب فاسدہ میں درین کہا کہ ان جائز ہے اور شریک بنالیہ میں اس پر اعتراض کیا کہ رجوع غیر ظاہر ہے بنا بر قول مفتی بچے اس راہ سے کہ مہربوب فاسد ملک کا مفید ہو جاتا ہے قبض کر نیسے تو اسکو باور کھنا چاہیے و لمایع من تمام قبض شیوع مقارن للقد لا طاری کا ان رجوع فی بعضہا سائعا فانہ لا یفسد انفاقا اور مانع تمام قبض سے و شیوع ہے جو عقد کے مقارن و متصل ہونے شیوع طاری یعنی وہ شیوع مانع قبض نہیں جو بعد عقد کے طاری ہو چنانچہ واہب بعض شائع میں رجوع کرے کیونکہ شائع طاری ہر قسم مہربوب نہیں بالاتفاق شیوع متصل کی صورت ہے کہ واہب یا نصف گھر شائع مہربوب ہے اور شیوع طاری کی صورت کہ تمام گھر مہربوب ہے پھر نصف یا ملت شائع میں مہربوب باطل کرنے و الاستحقاق شیوع مقارن لا طاری فیفسد کل حتی لو وہب رضا و رعاد سلما فاستحق الزرع بطلت فی الارض استحقاق بعض شائع فیما تحت القسمۃ اور استحقاق شیوع مقارن ہے نہ شیوع طاری تو استحقاق ثابت ہونا مفید ہے کل مہربوب کا تو اگر زمین در کیتی مہربوب کی اور وہ نو کو تسلیم کر دیا پھر کھیتی مستحق ملک غیر نکلی تو مہربوب زمین میں باطل ہو گیا بسبب مستحق ہونے بعض شائع کے محتمل القسمۃ میں جم زراعت کے بعض شائع ہونے میں کلام ہے اور صاحب دیر نے یون وجہ بیان کی ہے کہ زرع زمین کیساتھ حکم اتصال شے واحد کے مانند ہے پھر جب وہ مستحق ٹھہرے تو یون ہو گیا کہ گویا بعض شائع مستحق ٹھہرے محتمل القسمۃ میں مہربوب باطل ہو گا باقی میں اور اس تعلیل پر شائع کا قول آئندہ یعنی لانہ کمشاع بھی دلالت کرتا ہے کذا فی الطحاوی و الاستحقاق اذا نظر بالبیہۃ ان مستنداً الی ما قبل البیہ فیکون مقارناً لہا لا طاریا کما زعمہ صدر الشریعۃ ان تبعہ ابن کمال فقہنا اور استحقاق جبکہ گواہی سے ثابت ہو تو استحقاق باقبل مہربوب مستند ہوگا تو شیوع مہربوب کے مقارن ہوگا نہ طاری جیسا کہ صدر الشریعہ نے کہا ہے اگرچہ ابن کمال نے صدر الشریعہ کا اتباع کیا ہے اس قول میں سوا گاہ رہو ہم استحقاق زرع کو ظہر یہ بین شیوع مقارن کہا ہے اور نہایہ اور کرمانی میں اسکو شیوع طاری قرار دیا ہے ہستانی نے کہا کہ شاید سلسلہ میں در روایتیں ہیں اس تقریر سے معلوم ہوا کہ صدر الشریعہ اور ابن کمال اس قول میں متفق نہیں کذا فی الطحاوی لا تصح ہبتہ لہن فی نزع و صوف علی غنم و نخل فی ارض و تمر فی نخل لانہ کمشاع اور صحیح نہیں ہر دو دھ کا ٹھمن میں اور زمین کا مہربوب پھر اور پھر کے درخت کا زمین میں اور پھر کا پھر کے درخت میں سوا سوا ہے کہ مہربوب مشاع کے مانند ہے و لو فصل و سلمہ جائز لروال لمایع اور اگر واہب مہربوب کو جدا کر ڈالے یعنی شلاد و دھ کو تھن سے علو کر کے مہربوب اور تسلیم کر دے تو جائز ہے بسبب و رہو جانے مانع قبض کامل کے و ہر کس فی فصل المہربوب باذن الواہب ظاہر الدرر نعم اور کیا کفایت کرتا ہے جدا کرنا مہربوب لہ کا واہب کے

اذن سے دُرر کا ظاہر یہ ہے کہ ان کفایت کرتا ہے بخلاف دقیق فی بردہ میں فی کسب و کمن فی لمن حیت لا یصح صلا لانه معدوم فلا یملک البعد جبرہ  
 اس لئے کہ جو گہون میں بالقوة ہوا اور اس تیل کے جو تلوں میں ہوا اور اس گھی کے جو دودھ میں ہے کیونکہ یہ اصل صحیح نہیں اسواسطیکہ وہ بالفعل معدوم ہے  
 ملوک نہوگا اگر عقد جدید سے عدم جواز کا بھید یہ ہے کہ گہون مستحیل ہو کر آتا ہو جاتے ہیں اسی طرح باقی اشیاء مذکورہ بعد استحاله کے دوسری چیز ہوتے ہیں کذا فی  
 و مالک بالقبول بلا قبض جدید لو المویہوب فی ید المویہوب لہ ولو بقبض و امانہ لانہ حیث عامل لنفسہ و یوموب ملوک ہو جاتا ہے قبول کرنے سے  
 بلا قبض جدید اگر مویہوب مویہوب لہ کے ہاتھ میں ہو رہے کیونکہ اگرچہ اسکا قبض بطریق غصب یا امانت ہو اسواسطیکہ اسوقت میں یعنی جبکہ مویہوب کا قبض  
 رہے قبول کیا وہ اپنی ذات کی واسطے عمل کرنا والا ہے یعنی بواسطہ قابض ہونیکے اپنی ملک پر والا ہے ان قبضین اذ انجانا ناب حد سما عن الاخر اور قاعدہ کہ  
 یہ ہے جبکہ قبض ہم جس ہوں تو ایک قبض و دوسرا قبض کا نائب ہو جاتا ہے چنانچہ ایک شخص کے پاس مچ دیلت تھی پھر مالک نے بطور عاریت کے دی تو قبض و دیت  
 قائم مقام قبض عاریت کے ہوگا اسواسطے کہ دونوں قبض امانت کے قبض ہیں تو صحیح ہوگا بلا قبض متانیف و اذ اتغایر اناب لاعلی عن الادنی لانکسہ اور جبکہ  
 دونوں قبض ہم جس ہوں متغایر ہوں تو قبض اعلی قائم مقام ہوتا ہے قبض ادنی کے اور ادنی اعلی کا نائب نہیں ہوتا مگر ثابت اعلیٰ کی مثال یہ ہے کہ  
 غصب سے قبض کیا پھر مالک نے غائب کو رہہ کر دیا تو صحیح ہے اور قبض جدید کی حاجت نہیں اور قبض ادنی کی مثال یہ کہ ایک چیز ایک شخص کے پاس بطور عاریت کے تھی  
 مالک نے اسے با تہیج ڈالی و ہتہ من ولایۃ علی لطفل فی الجملۃ و ہوکل من یولہ فذل لاخ و العم عند عدم الاب فی عیالہم اور رہہ اس شخص کا جسکی فی  
 ولایۃ صغیر پڑا ہوا اور ولی فی الجملہ وہ ہے جو صغیر کی پرورش کرتا ہو تو بھائی اور چچا ولی فی الجملہ میں داخل ہوا ہا کے ہونے کے وقت بشرطیکہ صغیر کے  
 عیال میں ہوم ولی فی الجملہ سے مراد یہ ہے کہ وہ صغیر کے مال میں تصرف کر سکے اور باپ سے مراد یہ کہ جو مال میں تصرف کرے اور باپ کا ہونا غیبت منقطعہ  
 موت کو شامل ہے کذا فی الطحاوی تم بالعقد لو المویہوب معلو او کان فی یدہ او یدرؤعہ لان قبض لولی نیوب عنہ ولی فی الجملہ کا رہہ پورا ہو جاتا ہے  
 عقد سے یعنی فقط ایجاب بلا قبول اور قبض سے اگر مویہوب معلوم ہو اور مویہوب ولی کے ہاتھ میں ہو یا اسکے منفع کے ہاتھ میں اسواسطے رہہ مذکور ہو اور  
 کہ ولی کا قبض صغیر کے قبض کے قائم مقام ہے والا اصل ان کل عقد تولاہ الواحد کتبی فیہ بالایجاب و قاعدہ یہ ہے کہ جس عقد کا متولی ایک شخص ہو سکے تو  
 فقط ایجاب پر کفایت ہوتی ہے بلا اشتراط قبول وان و ہب اجنبی تم بقبض لکیہ و ہوا حدار لیتہ الاب تم و صیہ تم الجدم و صیہ وان لم یکن فی حجر  
 و عند عدم تم بقبض من یولہ لکنہ اور اگر صغیر کو اجنبی نے کوئی چیز ہب کی تو ہبہ تمام ہوتا ہے اسکے ولی کے قبض سے اور صغیر کا ولی چار شخصوں میں  
 ایک شخص ہے اول باپ پھر اسکا وصی پھر دادا پھر اسکا وصی اگرچہ صغیر انکی گودینی انکی پرورش اور حایت میں ہو اور انکے ہونے کی وقت ہبہ تمام  
 ہوتا ہے اس شخص کے قبض سے جسکے عیال اور پرورش میں صغیر ہو چنانچہ صغیر کا چچا و امہ و اجنبی ولو ملقطا لونی حجر ہما و الالفوات الولایۃ اور  
 اجنبی کا صغیر کو تمام ہو جاتا ہے اسکی مان کے قبض اور اجنبی کے قبض سے اگرچہ اجنبی ملقط ہو بشرطیکہ صغیر ان اور اجنبی کی پرورش میں ہو اور اگر  
 میں ہو تو مان اور اجنبی کا قبض کافی نہیں بواسطہ عدم ولایت اگرچہ صغیر کا قرابت دار محرم ہو کذا فی النخ و لقبضہ لو میسر ایقل تحصیل  
 تمام ہوتا ہے خود صغیر کے قبض کرنے سے بشرطیکہ مان بائع ایسا نذر اور ہوک تحصیل مال کو بھتا ہو و لومع وجود ایہہ جتبی لان فی المناقح المحض کا لمانح  
 لو ہب لہ اعمی لافع لہ و لحقہ مؤنتہ لم یصح قبولہ اشباہ ہبہ تمام ہوتا ہے صغیر کے قبض سے اگرچہ باپ اسکا موجود ہو کذا فی الجملۃ اسواسطے کہ  
 مانح محض میں مانع کے برابر ہے تو اگر صغیر کو اندھا غلام جس سے کچھ فائدہ نہیں رہے کیا گیا اور غلام مذکور کا خرچ اُسپر لاحق ہوتا ہے تو صغیر کا  
 کذا صحیح نہیں کذا فی الاشباہ قلت لکن فی البرجدی اختلف فیما لو قبض من یولہ و الاب حاضر فقیل لایجوز و اصح ہو جواز انہی من کسب  
 لیکن برجدی میں ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ اگر اس شخص نے قبض کیا جو صغیر کو پرورش کرتا ہے اور حالانکہ باپ موجود ہے

۱۱

الناح



تو بعد ہونے کہا کہ قبض مذکور جائز نہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ قبض مذکور جائز ہے انتہی ص یہ استدراک ہے عند عدم کے قول پر ظاہر القستانی ترجیح وغیرہ ظاہر اسلام  
 وغیرہ علی خلاف ما اعتمدہ المصنف فی شرح وغیرہ الخلاصۃ اور قستانی کا ظاہر ترجیح جواز ہے اور قستانی نے اسکو فخر الاسلام کی طرف منسوب کیا ہے برخلاف اس  
 قول کے جہر مصنف نے اپنی شرح میں اعتماد کیا ہے اور مصنف نے اسکو یعنی عدم جواز کو خلاصہ کی طرف منسوب کیا ہے ہم قستانی نے جواز قبض مرئی طفل باوجود حاضری  
 باپ کے مضرات کے نقل کیا ہے تصحیح لفظ مختار اور فتاویٰ عالمگیری میں خانیہ سے منقول ہے کہ یہی قول صحیح ہے اور فتاویٰ صغریٰ کے نقل کیا ہے کہ یہی قول مفتی ہے کہ کذا فی  
 الطحاوی لیکن تفسیر تہذیب واصل ولو ماہ والا جنہی ایضا شامل لیکن مصنف کا متن احتمال رکھتا ہے جواز کا بسبب صل کرنے و لومع وجود ابیہ کے امہ والا جنہی کے ساتھ بھی  
 سوا میں تامل کر م یعنی جسطح مصنف کا قول و لومع وجود ابیہ موصول ہے اس قول سے و بقضہ لومیز اسطرح اگر اسکو امہ والا جنہی سے وصل کیجئے تو یہ طلب حاصل  
 ہوتا ہے کہ ان اور اجنبی کے قبض سے باوجود حاضر ہونے باپ کے ہمہ تمام ہو جاتا ہے کذا فی الطحاوی و صحیح روہ لہا کقبولہ سراجیہ اور صغیر کا یہ رد کرنا صحیح ہے جیسا قبول  
 کرنا اسکا صحیح ہے کذا فی السراجیہ و فیہا حسنات البسی لہ و لا بویہ اجر التعلیم و نحوہ اور سراجیہ میں ہے صغیر کی نیکیاں اسکے واسطے ہیں یعنی اسی کو ثواب ہے انکا اور  
 اسکے ان باپ کو تعلیم وغیرہ کا ثواب ہم بعضوں کے نزدیک صغیر کی نیکیوں کا ثواب اسکے والدین کو ہے اور قول معتد یہ کہ صغیر ہی کو ثواب ہے چونکہ گناہ صغیر پر نہیں کہ  
 حسنات اسکا کفارہ ہوں لہذا اسکے حسنات ترقی درجات ہوگی کذا فی الطحاوی و یلاح لوالدیہ ان یا کلام من کول ہبے و قبل لا انتہی فا فادان غیر الماکول لیساج  
 لہا الا حاجتہ او صغیر کے والدین اس مال کا کھانا مباح ہے جو اسکو مہیہ ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ کھانا مباح نہیں انتہی فی السراجیہ تو سراجیہ سے معلوم ہوا کہ مہیہ غیر ماکول  
 والدین کو مباح نہیں مگر بضرورت چنانچہ افلاس الدین و ضوابطہ ایما الحمان میں یدی البسی ما یصلح لکتاب العیبان فاہدیہ لہ والافان المہدی من اقربا و اولیاء و  
 معارفہ فللاب من معارفہ لام فللام قال ہذا للبسی و لا لو کون خلقہ کی وقت صغیر کے آگے تحفے رکھے تو جو تحفہ صغیر کے لائق ہے چنانچہ لاکون کے کپڑے تو وہ تحفہ  
 صغیر کا ملوک ہے اور اگر ایسا نہیں چنانچہ درہم اور دینار کذا فی العالمگیری تو بگرتہ لائے والا باپ کے قرابت داروں یا اسکے دوستوں کے تو تحفہ باپ کو واسطے ہو یا ان  
 کے اقارب در دوستوں کے تو تحفہ اسکی ان کو واسطے ہے تحفہ لایولہ نے یہ کہا ہے کہ یہ تحفہ صغیر کو واسطے ہے یا نہ کہا ہو ولو قال ہدیت اللاب و لام فانقول لہ اور اگر تحفہ لایولہ  
 کے کہ میں باپ یا ان کو تحفہ دیا ہے تو اسی کا قول مقبول ہوگا کذا زفان البنت خلاصۃ اور اسطرح کا حکم ہے لڑکی کی شرفان کے تحفوں کا کذا فی الخلاصۃ و فیہا اخذ  
 لولدہ او لتلیذہ ثیابا ثم ارادہا غیرہ لیس لذلک المہینت لت لاخاذا انہا عاریۃ او خلاصہ میں ہے کہ اپنے فرزند یا شاگرد کو واسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ کپڑے غیر کو دے  
 تو یہ اسکو جائز نہیں جب تک کپڑے بنائے کی وقت یوں بیان نہ کرے کہ کپڑے عاریت ہیں م و ولد صغیر کے حق میں اتخاذا ثیاب بلا تسلیم مہیہ لیکن شاگرد کے حق میں بلا تسلیم  
 مہیہ معلوم نہیں ہوتا مگر یہ کہ اسکے حق میں اتخاذا کو تسلیم پر محمول کیجے بزاز یہ میں ہے کہ شاگرد کو واسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ غیر کو دے تو احتیاط یہ ہے کہ بنا سے کی وقت یا  
 اگر دے کہ وہ عاریت ہے تا غیر کو دینا ممکن ہو انتہی تو لفظ عایت مفید تسلیم ہے اسواسطے کہ عاریت تحقیق نہیں ہوتی بون تسلیم کے کذا فی الطحاوی فی البتھی ثیاب بدن  
 یکلمہا بلہسا مختلفہ و سادۃ اور تفسیر میں ہے کہ بدن کپڑے کا مالک ہوتا ہے اسکی پینڈے سے برخلاف محاف و روشک غیر کے م تو بعد موت صغیر کے بدن کپڑے  
 میراث ہونگے اور محاف و روشک غیرہ بلا لفظ تملیک میراث ہونگے اور یہ مسئلہ اس صورت میں منروض ہے جبکہ قبل تولد صغیر کپڑے بنائے گئے ہوں اور مسئلہ اتخاذا ثیاب تولد  
 کے بعد منروض ہے تو دونوں میں فرق ظاہر ہو گیا کذا فی الطحاوی فی الخانیۃ لہا من مفیض بعض الاولاد فی المحبۃ لانہا عمل القلب کذا فی اعطایا اولم یقصدہ الا انہ ان  
 قصدہ یومی منہم یطی البنت کالابن عند النانی و علیہ الفتویٰ و رضانیہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں بعض اولاد کے زیادہ چاہنے میں اسواسطے کہ محبت ل کا فعل ہے یعنی اس میں اختیار  
 نہیں ہے اسطرح بعض اولاد کے زیادہ دینے میں کچھ مضائقہ نہیں جبکہ رضانی باقی اولاد کی مقصود نہوا اور اگر رضانی کا قصد کوے تو انہیں برابر ہی کہے یعنی مہیہ کو دے  
 یعنی کے برابر ہوئے مگر کے نزدیک و اسی پر فتویٰ ہم عطایا میں کی زیادتی کر وہ ہے جبکہ اولاد درجے میں برابر ہوں اور اگر برابر ہوں چنانچہ ایک لڑکا تحصیل علم میں مشغول ہے  
 کہ کسب میں تو اگر اسکو زیادہ دیوے تو جائز ہے بلا کراہت اور اگر ایک فرزند فاسق ہو تو اسکو قوت زیادہ دینے تاکہ مصیبت کا مدگار نہ ٹھہرے اور خلاصہ میں ہے کہ اگر

تو اور اولاد کو عطا کرنے میں کسی زیادتی نہ کرے



جیسا فاسق جو اور باپ چاہے کہ میں اپنا مال اور خیر میں صرف کر ڈالوں تو یہ بہتر ہے اسکے واسطے چھوڑ جائیے اتنی اور محدود قول غیر مختار ہے کہ عطا یا میں نہیں کا وہ مال  
 بیٹے کو دے یراث کے مانند کذا فی الطحاوی ولو وہب لک المال لولد جازو تم اور اگر باپ ہی صحت کے حال میں تمام مال ایک فرزند کو دے کہ دے تو جائز ہے اور وہ گنہگار ہوگا  
 ہم یعنی ایک لڑکے اور باقی کو محروم کرے تو جائز ہے یعنی بہ لہ موت کے منقوض ہوگا جاری ہوگا لیکن اس طرح کا بہ گناہ ہے تو نکرنا چاہیے اور بعض مذہب میں  
 بہ مذکور منقوض ہوگا اسکی موت کے بعد اور سب ارث اس میں یراث پادینک کذا فی الطحاوی لہ قول جو مشہور ہے کہ جبر مورث تا موت قول ضعیف ہے واندرا علم وینما  
 لاجوز ان بہب تیلیا من مال طفله ولو بوض لاناہاتبع ابتدا اور خانیہ میں ہے کہ باپ کو جائز نہیں اپنے طفل صغیر کے مال سے بہ کرنا اگرچہ بدلائیکر بہ ہو اسواسطے  
 کہ بہ ابتدا میں احسان ہے یعنی اگرچہ آخر کار معاوضہ ہے وینہا یجمع القاضی ولو بہب للصغیر حتی لا یرجع الی بہب فی ہبہ اور خانیہ میں ہے کہ قاضی و مال بچ ڈالنے جو صغیر  
 بہب دیا گیا تاکہ وہ بہب پنا بہب نہ پھیلے ولو قبض زوج الصغیرۃ اما بالانفۃ فالقبض لہا بعد الزفاف وہب لہا صح قبضہ ولو قبضۃ الاب فی الصح لہا بہب صحیح  
 قبض الاب لقبضہا میزۃ اور اگر صغیرہ کے زوج نے زفاف کے بعد وہ مال قبض کیا جو صغیرہ کو بہب کیا گیا تو اسکا قبض صحیح ہے اگر قبض زوج باپ کے سامنے ہو تو صحیح  
 میں سبب نایب ہونے زوج کے اسکے باپ کی طرف سے پھر جب باپ کے نام کا قبض صحیح ہو تو باپ کا قبض لہا ہی اولی صحیح ہوگا جیسے خود صغیرہ تمیزہ کا قبض بلا قبض شوہر  
 اور باپ کے صحیح ہے اور اگر بالغہ ہے تو اسی کا قبض صحیح ہے نہ زوج اور باپ کا قبض صحیح ہے مراد زوج کا جانا ہے زوج کے گھر میں نکاح کے بعد و قبلاہ الزفاف لایصح لہم  
 الوائیہ اور زفاف سے پہلے زوج کا قبض صغیرہ کے مہربوب صحیح نہیں سبب ہونے ولایت کے وہب اثنان و الواصل صحیح لعدم الشیوع و دو شخصوں یعنی  
 دو شریکوں کے ایک گھر ایک شخص کو بہب کیا تو صحیح ہے ہوا اسطے کہ دونوں شخصوں تمام گھر تسلیم کیا اور مہربوب نے تمام قبضہ کیا تو شیع ثابت  
 نہو کذا فی الدرر المنج و بعکسہ کہیرین لاغذہ للشیوع فیما یحتمل القسۃ اور بالعکس اسکے یعنی ایک شخص نے دو بانٹوں کو بہب کیا تو امام کے نزدیک بہب صحیح نہیں  
 سبب شیع کے محتمل القسۃ میں ہم اسواسطے کہ ہر شخص کو نصف نصف گھر کا بہب ہوا اور نصف غیر میں اور غیر مقسوم ہے تو شیع پایا گیا محتمل القسۃ میں اور وہ بہب کا لغ ہے  
 اما لا یظہرہا کالبت فیصح اتفاقا اور اگر مہربوب محتمل القسۃ نہ ہو چنانچہ بہب صغیر تو ایک شخص کا بہب و شخصوں کو با اتفاق امام اور صاحبین کے صحیح ہے قیداً کہیرین لہم  
 لو بہب لکیر و صغیر فی عیال کیر اولاد بید صغیر و کیر لم یجز اتفاقا ہنہ دو بانٹوں کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر وہ بہب بہب کرے بالغ کو اور اس صغیر کو جو بالغ کی  
 عیال میں داخل ہے یا اپنے دو فرزند صغیر اور کیر کو بہب کرے تو جائز نہیں بالاتفاق ہم ہر الزائق اور منج الفقار کی عبارت یوں ہے کہ وہ بہب لکیر و صغیر و لکیر فی عیال  
 اور دونوں کتابوں میں محیط سے قلیل مسئلہ یوں منقول ہے کہ وہ بہب بہب کی وقت حصہ صغیر کا قبض ٹھہر گیا تو نصف آخر شامل باقی رہا اتنی اور یہ دلالت کرتا ہے  
 کہ عیالہ کی ضمیر وہ بہب کی طرف راجع ہے بخلاف عبارت شایع اور یہی علت جاری ہے مسئلہ ثانیہ میں کذا فی الطحاوی قیدنا الہیہ لہا جواز الہیہ والواجزۃ من اثنین  
 اتفاقا اور عدم جواز ہنہ قید لگائی بہب کی سبب جائز ہونے رہن اور اجالے کے دو شخصوں بالاتفاق یعنی اگر ایک شخص و شخصوں کے ہاں ایک چیز میں کھے  
 یا اجارہ دے تو جائز ہے و اذا صدق بعشرۃ دینار او وہبها الفقیر من صح لان الہیہ للفقیر صدقۃ والصدقۃ یراد بہا وجہ اللہ تعالیٰ وہو واحد فلا شیوع اور جبکہ  
 دس درم دو فقیر دن کو خیرات دے یا بہب کئے تو صحیح ہے اسواسطے کہ فقیر کو بہب کرنا و حقیقت صدقہ اور خیرات ہے اور صدقہ سے مقصود رضا سے ذات اقدس الہی  
 ہوتی ہے اور وہ ایک ہے تو شیوع ثابت نہو ام زلیحی میں ہے اور فقیر نایب ہر خدائے تعالیٰ کا لا الغنین لان الصدقۃ علی الغنی مقبہ فلاح للشیوع ام لا تلک حتی لو  
 قسمہا و سلمہا صحیح نہیں صدقہ دینا دو مالدار شخصوں کو اسواسطے کہ مالدار کو صدقہ دینا و حقیقت بہب ہے تو صحیح نہوگا بسبب شیوع کے یعنی ملوک نہوگا تو اگر دراہم  
 مذکورہ کو قسمت کرے اور دونوں کو تسلیم کرے تو ملک صحیح ہوگی نفی صحت نفی ملک مراد ہے فروع مسائل ملحقہ شایع کے وہب لہر جلیں درہما ان صحیحاً صحیح ایک شخص  
 دو مردوں کو ایک درم بہب کیا اگر درم صحیح یعنی جید اور گھرا ہے تو بہب صحیح ہے اسواسطے کہ یہ بہب ہے شایع غیر قسمت پذیر کا کذا فی الخ ذان مغشوشا لاناہما  
 تقسم لکونہ فی حکم العروض اور اگر درم مذکور مغشوش یعنی گھرا نہیں کھوٹا ہے تو بہب صحیح نہیں اسواسطے کہ درم مغشوش محتمل القسۃ ہے اسواسطے کہ

لہ اگر بہب ایک مال تاکہ  
 اور ایک صغیر کو حال آنکہ  
 صلہ اسکے بیٹے و اسکی بیوی  
 عیال میں ہے اگرچہ اسکی  
 صحیح صحیح کا اطلاق ہوگا  
 اور وہی بیان مراد  
 مغشوش ہے  
 شایع ہے تو صحیح  
 تخیل صحیح ظاہر ہے  
 تو صحیح کا عدم جواز  
 صحیح ہے اور اسکی  
 صحیح صحیح سے  
 صحیح صحیح

وہ در حکم اسباب کے ہر حصہ در بیان فقال اصل وجہت یکا حدیثا اولیٰ لہما ان استویا لہما بخر ایک شخص کے پاس دو درم ہیں ہوائے دو سر جسے کہا کہ میں ان دو درموں کے ایک درم چھو کر لیا گیا انکا نصف ہے کیا تو اگر دونوں درم برابر ہیں یعنی وزن اور جودت میں تو برابر نہیں ہم اس واسطے کہ جب وزن اور جودت میں برابر ہو تو جب شاہ کا شہر محتمل تقسیم میں کیونکہ اس میں جبر علی القسۃ جائز ہے کذا فی الخ وان اختلفا جاز لانہ شاع لا تقسم ولذا لو دہب لہما جاز مطلقا اور اگر دونوں درم مختلف ہوں سطح پر کہ ایک درم کا وزن زیادہ ہو یا ایک جید تر ہو کذا فی العالمگیریۃ توجہ ہے جائز ہے اس واسطے کہ وہ شاع غیر مست پذیر ہے اور اسی واسطے اگر دونوں درموں کے دولت ہے کہ توجہ ہے جاز ہے مطلقا خواہ دونوں متوی ہوں یا مختلف کذا فی الطحاوی وکوزبہہ حائطہ بین دارہ و بین دار جاہہ بخارہ و ہبہ البیت من الدار فہذا یدل علی ان کون سقف الواہب علی الحائط و اختلاط البیت بکھطان الدار الیمن صحۃ الیہ مجتہبی جائز ہے کہ لپٹنے پر کسی کو اس دیوار کا جو واہب کے گھر اور اسکے پڑوسی کے گھر کے درمیان ہے اور جائز ہے کہ پڑوسی کو گھری کا گھر میں سے تو یہ مسئلہ دلالت کرتا ہے واہب کی چھت کے جو پڑوسی دیوار پر اور اختلاط بیت گھر کی دیواروں کے صحت ہے کہ مانع نہیں کذا فی الجبکی مطلقا وہی کہا دیوار پر چھت کے ہونے کی دلالت طلاق کی جہت الیہ ہے والا اسکی صراحت نہیں کلام میں فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ جب دیوار یا راہ یا حمام میں اپنا حصہ ہے کہ اسے اور جوہوب کہ قبض پر مسلط کرے تو وہ ہے جائز ہے اسی طرح ہے وہ بیت کل مع جمیع حدود حقوق مقسوم اور مفروض ہو کر قبض باذن الواہب کے ساتھ لیکن بیت کا راستہ مشترک رہے اس میں اور دوسرے میں جائز ہے اتنے

باب الرجوع فی الہیۃ

یہ باب رجوع فی الہیۃ میں لکھا ہے کہ رجوع یعنی پھیر لینا ایمان میں ہوتا ہے نہ اتوا اہل کذا فی الطحاوی صحیح الرجوع فیہا بعد قبض ما قبل فلم تم الہیۃ نہیں کر کے پھیر لینا صحیح ہے قبض کے پہلے تو خود ہے تمام نہیں ہوا ہم یعنی اگر قبض ہو وہب کے واہب نے وہوب کو نہ دیا تو وہوب واہب کی ملک سے خارج ہوا تو اسکو رجوع فی الہیۃ نہیں کہتے مع ہتھار مانعہ الآتی وان کرہ الرجوع تحریر یا قبیل تنزیہا نہ ایہ وہوب کا پھیر لینا صحیح ہے ساتھ ہونے مانع رجوع کے جو آگے مذکور ہوگا اگر پھیر لینا کر دہ بھری ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے کذا فی النہایۃ م حدیث میں دارہ کے مثل جو دیا ہے پھر پھیر لیا ہے اس کتے کی سی مثل ہے جو کھا تا ہے پھر جب سودہ ہوتا ہے تو کڑا ہے پھر اپنی تو کو نگل لیتا ہے اور دوسری حدیث ہے کہ جوہب کرے وہ اسکا زیادہ تر خداد ہے جب تک اسکا عوض لے اتمی تو رجوع فی الہیۃ کے صحیح اور مکروہ بھری کہتے ہیں جمع بین الحدیثین ہو گیا والہ تعالیٰ اعلم کذا فی الطحاوی لومع استقاط حقه من الرجوع فلا یسقط ہا سقاط خانہ وہب کو رجوع درست ہے اگر اپنے حق رجوع کے استقاط کے ساتھ ہو تو رجوع ساقط نہیں ہوتا واہب کے ساقط کر دینے سے کذا فی الخانیۃ و فی الجواہر للصحیح الابراہیم الرجوع ولو صالح من حق الرجوع علی شئی صحیح وکان عوضا عن الہیۃ لکن صحیحی استراط فی العقد اور جوہب میں ہے کہ صحیح نہیں ہر اکرا واہب کے رجوع سے اور اگر صالح کر لیا حق رجوع سے کسی چیز پر تو صالح صحیح ہے اور یہ عوض ہو گا وہب کا لیکن آگے آدھکا شرط ہونا عوض کا عقد میں یعنی مجتہبی سے منقول ہو گا یمنع الرجوع فیہا حرف و مع خرقہ یعنی الموانع السببۃ الآتیۃ اور رجوع فی الہیۃ کو حرف و مع خرقہ کے منع کرتے ہیں حروف مذکورہ سے موانع سبع آئندہ مراد ہیں م موانع سبع کو تسبیل ضبط کیواسطے امام نسفی نے حروف مذکورہ میں جمع کیا ہے اور معنی ترکیب یہ ہے کہ آنسو نے اسکو زخمی کر ڈالا خرق یعنی طعن ہے تو گویا آنسو کو بھری کے ساتھ مشابہ کیا کذا فی الطحاوی فالدال الزیادۃ فی نفس العین الوجہۃ لزیادۃ القیمۃ المتصلۃ تو حروف مذکورہ میں دال سے داد زیادت ہے نفس عین وہوب میں ایسی زیادت متصل جو قیمت زیادہ ہو جائیگی موجب ہر ص زیادت کی قید اسواسطے لگائی کہ نقصان وہوب چنانچہ حاصل ہونا جاریہ کا اور قطع تو مانع رجوع نہیں اور نفس عین کی زیادت کی قید سے زیادتی بخ کی خارج ہو گئی کہ وہ رجوع کی مانع نہیں اور زیادت قیمت کی قید سے وہ زیادتی منحل گئی جو نقصان قیمت کی موجب ہے چنانچہ غلام اور لونڈی میں طول خاصش وان زالت قبل الرجوع کان ثبتم شاع لکن فی الخانیۃ یا مخالفہ واعتمدہ القہستانی فلیتنبہ لہ لان الساقط لا یعود اگرچہ زیادت متصلہ زائل ہو گئی ہو قبل رجوع کے چنانچہ غلام جو ان ہو پھر وہ غلام ہو گیا لیکن خانیۃ میں

باب الرجوع فی الہیۃ

اس محل میں تقسیم شدی ہے تاکہ توجہ ہو جو انکا بخلاف ثمت ما درتکف ما بوجہ تکرار ہر امر علی ہر



اسکے مخالف ہو اور اعتقاد کیا ہو اس پر قستانی نے تو اس سے آگاہ ہونا چاہیے یعنی زائل ہوئی چیز کا اعتبار کرنا منظر فیہ ہر اس واسطے کہ جو چیز ساقط ہو گئی وہ  
عود نہیں کرتی م زیادت زائلہ کے اعتبار میں دو قول ہیں محیط میں ہے کہ ایک مرد نے غلام سے کہا پھر وہ جوان ہوا اور بڑھا ہو گیا اور قیمت اسکی گھٹ گئی تو اس  
کو رجوع جائز نہیں اس واسطے کہ اسکا بدن زیادہ ہو گیا اور قدر از ہوا پھر اور وجہ سے گھٹ گیا پیری کے بہتے اور ناطفی نے اجناس میں ذکر کیا کہ اگر لونڈی  
ہمہ کی پھر وہ موٹی اور بڑی ہوئی تو وہاں رجوع جائز ہے اور اسی طرح جمیع حیوانات میں اور اسی طرح خداوی عالمگیری میں ہے اور یہ جو شایع ہے عود ساقط نہ کرے  
مسلم نہیں بلکہ یہ از قبیل زوال مانع کے ہے کذا فی الطحاوی کہنا وغرس ان عدد از یادة فی کل الارض والارض زیادت متصلہ جیسے عمارت اور درخت کا  
جہاں زمین ہو وہیں بشرطیکہ عمارت اور درخت لگانا نام زمین ہو وہی ہے کی زیادت میں شمار ہوا اور اگر کل زمین کی زیادت میں محدود نہ ہو تو وہاں رجوع جائز ہے  
ولو عدانی قطعہ منها اتبع فیہا نقطہ زمینی اور اگر عمارت اور درخت لگانا زمین کے ایک قطعہ میں شمار ہو تو متعلق ہوگا رجوع فقط اسی قطعہ میں کذا فی الریحی م خداوی  
عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ اگر خالی زمین ہے کہ اسکو مہوب نے لیکر کھائے پھر رجوعی یا عمارت بنائی اور یہ عمارت بنا کر رجوع کرنا زمین کی  
زیادت ٹھہری تو وہاں رجوع نہیں ہے پھر لینا جائز نہیں نہ کل میں بعض میں اور اگر یہ زیادت میں محدود نہ ہو یا نقصان زمین میں شمار ہو تو مانع رجوع نہیں تو اگر مکان نہایت  
صغیر بنائے تو یہ اصلاً زیادت نہ ٹھہری تو اسکا کچھ اعتبار نہیں اور اگر زمین عظیم یعنی طویل در عرض ہو تو عمارت مذکور تمام زمین کی زیادت ہوگی بلکہ اسکے ایک قطعہ کی  
زیادت ٹھہری تو وہاں اس قطعہ کے غیر میں رجوع جائز ہوگا انتہی دکن جلال و خیاطہ و صنع و قصر ثوبت کبر صغیر و سماع صم و ابصار اعمی اسلام عبود و ادواتہ و عنفر  
جناہ و تعلیم قرآن و کتابہ و فزادہ و نقطہ صحف باعراہ حل تمر من بعد ادالی بلخ مثلاً و نحوہا اور مانند فرہی اور خوبصورتی کے اور درخت اور رنگت اور کپڑے کے شوکے  
اور جوان ہوجانے صغیر اور راحت ہرے اور دیکھنے اندھے کے اور مسلمان ہونے غلام کے اور اسکے صلح کے اور معاف ہوجانے جنایت عہد کے اور تعلیم تمام قرآن  
اور کتابت کے یا پڑھانے بعض قرآن کے اور لکھنے اعراب مصحف کے اور مانند لائے جانے کھجور کے بنداد سے بلخ کی طرف مثلاً اور مانند اشلہ مذکورہ کے صم مہاج  
کرنا غلام کا اسوقت زیادت متصلہ میں شمار ہوگا جبکہ وہ وہاں کے پاس بیمار ہو اور مہوب لے کے پاس علاج سے تندرست ہو اور اگر مہوب لے  
اسکے پاس بیمار ہو اور معالجہ ہو کر چکا ہو اور تو مانع رجوع نہیں اور جنایت سے وہ جنایت مراد ہے جو غلام سے صادر ہوئی ہو یعنی اسنے کسی کا عہد خون کیا ہو  
اور مقتول کے وارث نے اسکو معاف کر دیا ہو جبکہ وہ مہوب لے کے پاس ہو اور نقل تعلق ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف زیادت قیمت کی موجب ہے لہذا اس  
زیادت متصلہ کی مثال قرار دیا فی البزازیہ و الجبل ان ز اذخرا من الرجوع وان نقص لا اور بزازیہ میں ہے اور حمل لونڈی کا اگر بہتری زیادہ کرے تو مانع ہوگا  
رجوع کا اور اگر نقصان کرے تو مانع رجوع نہیں م عورتوں کا حال حاملہ ہونے میں مختلف ہوتا ہے بعضی عورت حاملہ ہونے سے موٹی اور خوبصورت ہوجاتی ہے اور  
بعض دلی اور بد صورت تو در صورت اولی زیادت متصلہ ثابت ہوگی اور رجوع منع ہوگا بخلاف صورت ثانیہ ولو اختلفا فی الزیادۃ ففی التولدة کبر العقول  
لواہب فی نحو بنا و خیاطہ و صنع للوموب خانیہ و حاوی مثلاً فی محیط لکنہ استثنیٰ ما لوکان لایبھی فی مثل تلک لمدۃ اور اگر وہاں مہوب لے نے زیادت کے  
سادت ہونے اور ہونے میں اختلاف کیا تو زیادت متولدة میں جیسے جوان ہوجانے میں اہل قول معتبر ہے اور مانند عمارت اور درخت اور رنگت مہوب کا قول مقبول ہے  
کذا فی الخانیہ و الحاوی اور مانند اسکے محیط میں ہے لیکن صاحب محیط نے اس عمارت کو مستثنیٰ کیا ہے جو جن نہیں سکتی اسقدر مدت میں م توضیح اختلاف یہ ہے کہ مثلاً  
مہوب لے نے کہا وہاں ہے کہ تو نے یہ لونڈی چھو صغیرہ دی تھی سو جوان ہو گئی ہے پاس اور وہاں ہے کہا کہ نہیں میں نے اسی طرح جوان ہے کہ تھی تو اس اختلاف میں  
دو صورت عدم شہادت وہاں کا قول مقبول ہوگا یعنی الزیادۃ المنفصلۃ کولہ و ارش عقرو ثرة فیخرج فی الاصل لا الزیادۃ زیادت منفصلہ رجوع ہرے کی مانع  
نہیں ہوتی جیسے مہوب کا اور دیت اور مہر ملوک کا اور چل درخت کا تو وہاں صل میں رجوع کرے زیادت میں م مثلاً زید نے خالد کو غلام سے کہا  
اور اسکا ہاتھ کسی نے کاٹ ڈالا اور اسکا خون بہا خالد کو ملا تو زید غلام کو پھر لگانا خون بہا کیونکہ وہ زیادت ہے مہوب سے جدا اور زیادت

Marfat.com













خروج عن الملك ثابت ہو کہ مانع ہوتا رجوع سے فتاویٰ عالمگیری میں محیط سے مقول ہے کہ قربانی مذکور اور متعدد ابوجہا تا محمد کے نزدیک اور ابوہریرہ کے نزدیک رجوع جائز نہیں اور صحیح ہے کہ امام ربکا قول محمد کے قول کے مانند ہے و مثل المتعد والقران والحدیثی اور قربانی کے مانند متعدد اور قران اور نذاریہ کذا فی المجتبى صحیح طحاوی نے کہا شاید کہ نذر سے شرح کے کلام میں تدریجاً مراد ہوتی ہے مگر ثابت نہوی فی النہی فان وہبہ لہ تو بافہام مدقہ مد تعالیٰ فلا الرجوع خلافاً للثانی اور ضراح میں ہے کہ اگر اسکو کپڑا پہنایا سو وہب لہ نے اسکو خیر کیا اللہ تعالیٰ کی واسطے تو وہب کو رجوع جائز ہے بخلاف نہ وہب ہو یوسف ہم جبکہ فقیر نے خیرات ہمیں پائی تب تک رجوع درست ہے کذا فی الطحاوی کہا لو جبکما من غیر تفسیر طحاوی اتفاقاً چنانچہ اگر نہ وہب ہو کہ نذر صحیح کیا بدون قربانی کرنے کے تو وہب کو رجوع جائز ہے باتفاق طرفین اور ابوہریرہ کے فرغ مسئلہ شرح کا عبد علی بن ابیہریرہ مولانا غفر علیہ لولی اجنابہ سقط الدین واجنابہ ثم یصح صحیح اسناد اولیو الدین واجنابہ عند محمد وروایہ عن الامام کمال الیود الکلام لودہما ازہما ثم رجح خانیہ ایک غلام پر جسے دین یا جنایت خطا ہے اس کے مالک نے اس کے دین و اسے یا ولی جنایت کو بہرہ کر دیا تو دین اور جنایت ساقط ہو گئی پھر اگر وہب رجوع فی النہی کرے تو آستان کی راہ سے صحیح ہوگا اور دین اور جنایت محمد کے نزدیک عود نہ کرے گی اور امام کی ایک روایت میں جیسے نکاح عود نہیں کرتا اگر مالک نے نذر ہی کی ہوگی اس کے شوہر کو پھر گئے پھر یہ بھریا کذا فی الخانیہ والزائر الزوجیہ وقت النہیہ اور زائے عجز سے زوجیت وقت بہرہ کی مراد ہے فلو وہب لہ ثم نکح رجح تو اگر ایک عورت کو بہرہ کیا پھر اس نکاح کیا تو رجوع کرے یعنی اس واسطے کہ بہرہ کی وقت زوجیت نہ تھی بلکہ عورت کو بہرہ کیا تو رجوع کرے جیسے بکس کے نکاح سے رجوع کرے یا اگر وہب عورت ہو اور ایک مرد کو بہرہ کرے پھر اس نکاح کرے تو رجوع جائز ہے اور اگر اپنے زوج کو بہرہ کرے تو رجوع درست نہیں فرغ مسئلہ شرح کا لاقع بہرہ بلوی لام ولدہ دونی مرضہ ولا نقب صیۃ اذ لا یدل علی رما لا ووصی الہا بعد موتہ تصح اعتباراً بموتہ فیما لہا کان فی صحیح نہیں ہے کہ نامولی کا اپنی ام ولد کو اگر بہرہ کی مرض موت میں ہو اور یہ بہرہ بدل کر وصیت نہ ہو جائیگا اس واسطے کہ مجھو رکھو کہ نفرت نہیں اور اگر ام ولد کی واسطے وصیت کرے اپنی موت کے بعد یعنی یون کے میری موت کے بعد ام ولد کو آنا دنیا تو وصیت صحیح ہوگی سبب سے آزاد ہو جائیگا مولی کی موت سے تو ام ولد کا قبضہ کر دیا جائیگا کذا فی الکافی ام ولد کو کہ نذر اس واسطے صحیح ہوگا کہ شرائط بہرہ سے قبضہ ہو ہو بہرہ اور وہ قبضہ کی یاقوت نہیں رکھتی سبب مجھو کہ نفرت ہوگی والات القرۃ فلو وہب لہ ثم نکح رجح نسا و لو فیما او ستامنا لا یرجع شمعی اور قات سے مراد قرابت ہے تو اگر وہب بہرہ کرے اپنے قرابت دار محرم نہی کو اگر بہرہ ہو بہرہ ذمی یا ستام ہو تو رجوع کرے کذا فی الخانیہ ذمی محرم وہ جس سے نکاح حرام ہو محرم نہی کی قید سے محرم رضاعی خارج ہو گیا تو مانع رجوع قرابت مع اطرحیہ ہے نہ فقط قرابت نہ فقط محرمیت لودہب محرم بلکہ محرم کا غیر رضا فادوا بن عمر و محرم بالصاہرۃ کا ہر ماہ النساء والربا بہرہ وغیرہ ہو جائیگا جنہی ولعبدا خیر رجح اور اگر وہب بہرہ کیا اس محرم کو جس سے قرابت نہیں چنانچہ اپنے رضاعی بھائی کو اگر بہرہ اس کے چچا کا بیٹا ہو اور بہرہ کیا سرائی محرم کو چنانچہ نواشدن اور بلا رجوع اور یہ کیا اپنے نبی بھائی کو اور ملائکہ جنہی شخص کا غلام ہے یا بہرہ کیا اپنے بھائی کے غلام کو تو رجوع کرے گام ابن عمر کے نقطہ سے متن پر بانفہ کرنا صحیح نہیں اس واسطے کہ بن عمر قرابت دار ہے تو اسکو بعد اس کے قرابت بہرہ تھا اور صاحبین کا یہ نہ ہے کہ غلام بھائی کے بہرہ میں رجوع جائز ہے اور بھائی کے غلام کے بہرہ میں رجوع جائز نہیں کذا فی الطحاوی لولا انہما لہا رجح محرم من لودہب فلی رجوع فیما اتفاقاً علی الاصح لان النہی لایما وقت تمت الرجوع بجا اور اگر دونوں یعنی غلام اور اسکا مالک ہے محرم قرابت دار ہوں تو رجوع جائز نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے بنا بر قول صحیح تر اس واسطے کہ دونوں شخصوں میں سے جس شخص کی واسطے بہرہ واقع ہو وہ مانع ہے رجوع فی النہی کا کذا فی الخانیہ لجرم غلام اور مولی کی قرابت مع اطرحیہ کی یہ صورت ہے کہ وہب کو سوتلا بھائی اس کے مادی بھائی کا غلام ہو کذا فی الطحاوی عن ابیہریرہ شرح کا وہب لانیہ ونبی مالانہیم فقہانہ لہ الرجوع فی خطا الجنی لعدم المناع ودر اپنے بھائی اور نبی کو وہب کرے جس کی قیمت پذیر نہیں چنانچہ یا چکی سود و نون نے اس پر قبضہ کیا تو وہب کو اجنبی کے حصے میں رجوع جائز ہے سبب ہونے مانع کے کذا فی الدرر والہما ہلاک ابن

یہ فقہاء کے قول ہیں کہ اگر بہرہ کی وقت زوجیت نہ تھی تو رجوع کرے جیسے بکس کے نکاح سے رجوع کرے یا اگر وہب عورت ہو اور ایک مرد کو بہرہ کرے پھر اس نکاح کرے تو رجوع جائز ہے اور اگر اپنے زوج کو بہرہ کرے تو رجوع درست نہیں فرغ مسئلہ شرح کا





یعنی اور یہ کا ظاہر ہو گیا کذا فی دفع مخصصاً ثم مرادہم بالقسم من الاصل ان لا یترب علی العقد اثر فی المستقبل لا بطلان اثره اطلاقاً والاعاد ان فصل الی ملک لو اذہب  
 برجوعه خصوصاً لیس بمعلوم کرنا چاہیے کہ فقہا کی مراد فسخ من الاصل سے یہ ہے کہ عقد سے پہلے کوئی اثر زمان مستقبل میں نہ مرتب ہو نہ باطل ہو ناہیہ کے اثر کا بالکل  
 یعنی زمان ماضی میں بھی اور اگر بالکل بطلان اثر ہوتا ماضی میں تو زیادتاً من فصل ہذا اس کی طرف توجہ کو کرتی و اہمک رجوع فی النہی سے کذا فی خصوصاً لیس بمعلوم کرنا چاہیے  
 جیسے نوکری ہو ہو کر کاچہ اور زحمت کا پھل اور پتہ ملک جو ہو ہو بلکہ کے پاس موجود ہوئی اور لاکھ و اہمک کو بعد رجوع کے زوائد مذکورہ کا لینا نہیں ہوتا  
 تو معلوم ہو کہ فسخ سے بالکل بطلان اثر مراد نہیں تھا لہذا اہمک کو الرجوع فی موضوع لا یصح رجوعہ من المواقف السبعۃ السابقۃ کا لہجہ تقریباً  
 ہذا الاتفاق نہما جو ہرہ و اہمک در موہوب لہ کے رجوع پر اتفاق کیا اس موضوع میں حسین رجوع صحیح نہیں ہے بلکہ اضع سبب سابقہ کے چنانچہ یہ اس کی قرابت میں تو  
 ان دونوں کا اتفاق جائز ہو کذا فی الجوبہ و فی المجتبیٰ لاجوز الاقارن فی النہی و الصدقہ فی احکام الا با بعض لا تمایز اور مجتبیٰ میں ہے کہ جائز نہیں اقالہ  
 حاکم کے عقد میں بدون قبض کے اس واسطے کہ اقالہ بیان ہے کہ تم قال و کل شے لیس فیہ احکام اذا اختصما الیہ فہذا حکم بھری صاحب مجتبیٰ کے کما اور جس چیز کے  
 عقد کو حاکم فسخ کر ڈالے جبکہ متعاقبین حاکم کے پاس چھوڑا لیا وین تو اسکا یہی حکم ہے یعنی در صورت نالاش جو عقد کہ لائق فسخ حاکم ہر اس میں اقالہ کرنا نا حق نہیں بلکہ  
 قبض کے کذا فی الطحاوی تبصرہ و لو وہب لہ من لطف الیہ یون ثم یخرج لہ غیر مقبوض اور اگر طفل مدیون کو دین ہے کہ تو جائز نہیں اس واسطے کہ دین  
 غیر مقبوض ہے و فی الدرر فی بطلان الرجوع مانع ثم زال مانع عاد الرجوع اور در در میں ہے حاکم نے حکم کیا بطلان رجوع کا سبب کسی مانع رجوع کے چھوڑ  
 مانع زایل ہو گیا تو رجوع عود کر گیا مگر وجہیت و قرابت اور ملک عین اور موت اور غرض میں تو یہ نہیں ہو سکتا مگر خروج عن الملك میں ہو سکتا ہے جبکہ وہوب لہ کے پاس  
 وہ چیز ہے جو اسے کذا فی الطحاوی تلفت العین الموبوتہ و استحقاق حق و حق الموبوت لہ لم یصح علی الواہب یا ضمن لانما عقد تبرع  
 فلما تجتبیٰ فیہ السلامۃ بجز وہوب تلفت ہو گئی اور اسکا کوئی اور شخص حقدار مالک ٹھہرا اور حقدار نے وہوب لہ سے تاوان لیا تو وہوب واجب ہے تاوان  
 چھوڑ گیا اس واسطے کہ یہ احسان کا عقد ہے نہ معاوضہ کا تو اس میں سلامت ہو وہب مستحق نہیں ہے مگر وہوب کی قید اس واسطے لگائی کہ معاوضات کے عقود میں تاوان لینے سے  
 عزو یعنی فریب بایع وغیرہ کا ثابت ہوگا تو مشتری کو اپنے مانع سے رجوع بقدر ضمان جائز ہوگا اور اس طرح و دلیعتا و راجا سے میں جبکہ دلیعتا یا عین متاجر  
 تلفت ہو جائے پھر ایک مرد اسکا مستحق ثابت ہو اور مودع اور متاجر سے تاوان لے تو دونوں شخص مانع سے تاوان بھر لینگے کذا فی الطحاوی و الا عار کا ثابت ہونا  
 ان قبض استغیر کان لیس و لا غور لعدم العقد و تمامہ فی العمدات و اور عاریت دینا ہے کہ مانند ہر اس مقام میں اس واسطے کہ قبض کرنا مستحق عاریت پر اپنی اسکی واسطے  
 ہے اور بیان عزو نہیں سبب نمونہ عقد کے اور پر بیان اسکا عادیہ میں ہے عقد نہیں یعنی عقد معاوضہ نہیں الا عاریت اور یہ میں عقد ضروری ہے خلاصہ مقام یہ  
 ہے کہ اگر عاریت تلف ہو جائے اور اسکا کوئی اور مالک نہ ہو سکا تو عیر کے اور مالک استغیر سے تاوان بھرے تو مستحق اس تاوان کو عیر سے نہیں لے سکتا اور  
 و تحت النہی شرط عوض العین فی ہیتہ ابتدا فی شرط تقابض فی عوضین فی سطران عوض بالشیوع فی القیمۃ نہ تھا و قراب العیب و خیار الرویہ و  
 یوخذ بالشفعۃ ہذا اذا قال ہبتک علی ان توفضی کذا لہ قال ہبتک بلکہ انہو یصح ابتدا و انتہا اور جبکہ یہ واقع ہو بشرط عوض عین کے تو وہ باعتبار ابتدا  
 کے ہے ہر تو دونوں عوضوں میں تقابض شرط ہوگا اور محتمل القسمہ میں شائع ہونے سے عوض باطل ہوگا اور یہ بشرط عوض ہے باعتبار ابتدا کے تو یہ عیب و  
 خیار الرویہ سے پھر دیا جائیگا اور شفہ سے لیا جائیگا یہ اس صورت میں ہے جبکہ وہب یون کے کہ میں نے جبکہ وہب کیا اس شرط پر کہ توجہ کو فلتانی پھر عوض ہے اور اگر یون  
 کہ لگا کہ میں نے جبکہ وہب کیا ہتھا لہ کے تو وہ بیع ہر باعتبار ابتدا کے بھی اور باعتبار انتہا کے بھی م رد بالعیب عوض و عوض دونوں میں ہوگا اور اسی طرح  
 خیار الرویہ اور شفہ دونوں میں ثابت ہے اور جبکہ باعتبار ابتدا اور انتہا کے ہے بیع ہوگا تو دونوں کی ملک لینے حق میں ثابت ہوگی اور اتساع تسلیم  
 جائز ہوگا اور قبض شرط نہ ہوگا اور شیوع مفر ہوگا کذا فی الطحاوی و قید العوض بکو نہ معینا لانه لو کان مجہولاً لابل اشتراط قبض ہتھا ابتدا و انتہا

بمعنا قولہ دونوں کا اتفاق الخ میرے نزدیک صحیح نسخہ لاتفاق ہے تو ترجمہ یہ کہ دونوں کے متفق ہونے سے جائز ہے ۱۲





حقین نہیں لہذا شایع نے اسکو وہاں خاطرہ کہا اور مطلق موت یقینی الوجود ہو لہذا اسکو میان وصیت کہا جازا عمری للمعمر وورثہ بعد بطلان شرط  
 یہ بطریق عمری جائز ہے اور موہوب اسکا حملوک ہے جسکو مدت العمر کے واسطے اور بعد اسکے اسکے وارث کا حملوک کر دیا سبب باطل ہونے کی شرط کے عمری بضم  
 اول یہ ہے کہ ایک شخص مثلاً اپنا گھر دوسرے کو دے کہ وہ عمر پھر اس میں رہے پھر جب موہوب لے جائے تو وہاں اسکا وارث اسکو پھرے سو اس طرح کے حصے موہوب  
 اور اسکے ورثہ مالک ہو جاتے ہیں اور پھر لینی کی شرط باطل ہے لاجونالرقبی لانہما تعلق یا خطر رقبی جائز نہیں کیونکہ تعلق بہ خطر پر رقبی بضم یہ کہ میرا گھر تیرا ہے  
 بطریق رقبی یعنی اگر میں مر جاؤں تجھے پہلے تو وہ گھر تیرا ہے اور اگر تو مرے تجھے پہلے تو وہ میرا ہے امام اور محد کا یہ قول ہے کہ یہ ہے جائز نہیں بسبب تعلق باخطر  
 کے اور ابو یوسف کا یہ قول ہے کہ یہ بطریق رقبی صحیح ہے کیونکہ کس فی الحال تمکیس ہے اور شرط باطل ہے اور پہلا قول صحیح ہے کذا فی الطحاوی عن الضمیرات اذالم تصحیحون  
 عاریۃ شنی حدیث احمد وغیرہ من عمر عمری فی المعرفۃ فی حیاتہ وموتہ لا ترقبوا من رقب شنی انمو سبل الیراث اور جبکہ رقبی صحیح نہوا تو اس طرح کا دنیا لایت  
 ہوگا کذا فی الشنی جواز عمری او عدم جواز رقبی احمد بن حنبل وغیرہ کی اس حدیث سے ثابت ہے کہ جو شخص میرے بطریق عمری تو اسکا مالک زندگی اور  
 موت میں وہی شخص ہے جسکو عمر پھر کے واسطے دیا اور بطریق رقبی نہیں کیا کہ جو شخص بطریق رقبی دے تو اس میں کافر قبیہ سیرات کا طریقہ ہے یعنی رقبی نے طے  
 کی میراث ہے لیس الی امراتہ متاعا کما ہذا الیہا ولعنتہ ہی لہ ایضا ہذا یعوضا للنتیہ مرحت بالعمول والامم افرقا بعد الزفات وادعی الزوج  
 انہ ناریۃ لایبۃ دخلت واداد الاسترداد واداد ہی الاسترداد ایضا لیسر کل سہا ما اعطی اذلا یہ فلا عوض زوج نے زوجہ کی طرف سے اسباب  
 تحفہ بھیجا اور زوجہ نے بھی زوج کے واسطے تحفہ بھیجا ہے کہ عوض خواہ اسے عوض کی تصریح کی یا نہ کی پھر دونوں میں بدلائی ہوگی بعد زفات کے اور زوج  
 نے دعویٰ کیا کہ وہ اسبابا ریت تھا نہ بہتہ وراہ اسے قسم کھائی اور اسبابکے پھیرنے کا ارادہ کیا اور عورت نے بھی پھیر لیا یا ہا تو دونوں سے ہر شخص نے  
 دیا تھا پھیرے اسواسطے کہ یہ نہیں سو بدلی بھی نہیں یعنی اسے اسے کی ہمت سے عوض یا تھا جب یہ باطل ہو تو عوض بھی باطل ہو گیا و لو استہلک  
 احدہما بالعتۃ الآخر ضمتہ لادمن استہلک العاریۃ ضمتا خانیہ اور اگر زوج یا زوجہ نے وہ اسباب تلف کر دیا جو دوسرے نے بھیجا تھا تو اسکا تاوان د  
 اسواسطے کہ جو عاریت کو تلف کر ڈالے وہ اسکا ضمان سے کذا فی الخانیہ م استہلاک کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر متاع خود تلف ہو جائیگی تو تاوان لازم  
 ہوگا کذا فی الطحاوی سبۃ الدین حسن علیہ الدین ابراہہ عشرتیم من غیر قبول اذالم یوجبا لفساخ عقد صرف او سلم بہ کرنا دین کا اس شخص  
 دین ہے اور دین کا معاف کر دینا دیون سے تمام ہو جاتا ہے بدون قبول کرنے مدیون کے بشرطیکہ عقد صرف او عقد سلم کے فسخ ہو جائیگا موجب نہ  
 ہم قبول کی اسواسطے حاجت نہیں کہ سبب بن اور برابر یعنی اسقاط ہے اور اسقاط میں قبول شرط نہیں اور اگر ابراہہ عقد سلم یا عقد صرف کے فسخ کا موجب  
 ہے یا نہ رہے سلم نے ابراہیا یا صرف کے متعاقدین میں سے ایک شخص نے ابراہیا تو دوسرے کے قبول کرنے پر موقوف ہوگا بسبب فوت ہوس  
 اس قبض کے مستحق بال عقد ہے اور ایک عاقد کو فسخ میں اختیار نہیں لیکن یرتد بالرد فی المجلس وغیرہ لما فیہ من معنی الاسقاط وقیل یقین  
 بالمجلس کذا فی العنایۃ سبہ اور ابراہام ہوتا ہے بلا قبول لیکن رد ہو جاتا ہے مجلس و غیر مجلس میں رد کرنے سے اسواسطے کہ اس میں  
 اسقاط ہے اور بعضوں کے کہا کہ رد کرنا مقید بہ مجلس ہے کذا فی العنایۃ معنی اسقاط تقسیم کی تعلیل ہے یعنی رد غیر مجلس اسواسطے صحیح ہوگا کہ اس میں  
 اسقاط ہے اسواسطے کہ تملیک محض کا رد مقید بہ مجلس ہے لیکن فی الصیرفۃ لولم یصلح لم یرد حتی افرقا ثم بعد ایام رد لایرتد فی الصبح لیکن صیر  
 میں ہے کہ اگر مدیون سبہ یا ابراہ قبول نہ کرے اور نہ رد کرے یہاں تک کہ دائن اور مدیون جدا ہوں پھر بعد چند روز کے مدیون رد  
 تو قول صحیح میں رد ہوگا صاحب عنایہ نے جو قول ثانی کی تصنیف کی ہے اس پر استدراک ہے بعضوں نے اسکا یوں جواب دیا ہے کہ اگرچہ  
 صحیح ہے لیکن دوسرا قول صحیح ہے تو دونوں قول صحیح ہیں کذا فی الطحاوی و لیکن فی الجنبی الامح ان التملیک الابرار اسقاط لیکن جنبی ان



صحیح تریہ قول ہے کہ ہر تملیک ہر اور ابرہ اسقاط ہر یہ استدراک ہر قہر کے اس قہر پر کہ ہر اور ابرہ ایک ہر سے اسقاط ہر اور ایک ہر سے تملیک  
لیکن یہ استدراک قول شہور کے مخالف ہے کذا فی الجلی تملیک لدین ممن لیس علیہ لدین باطل اللی ثلث حوالہ و وصیہ و اذا سلطہ ای  
سلط الملک غیر المدیون علی قبضہ ای لدین فیصح حیثہ دین کا مالک کر دینا اس شخص کو جس پر یہ نہیں ہر باطل ہر مگر میں صورت تو نہیں باطل نہیں حوالہ میں  
اور وصیت میں اور جبکہ مالک کر دینے والا غیر مدیون کو قبضہ دین پر سلطہ کرے تو اب تملیک صحیح ہوگی مگر جب سے قبضہ پر سلطہ کیا تو وہ وکیل قبضہ مگر موکل کے  
واسطے ہے پنے واسطے کذا فی الاشباہ و التالی کی یہ صورت ہے کہ جب مجال علیہ تجیل کا مدیون ہو اور وہ کسی شخص کو دین مذکور لائے تو دین متقل ہوگا عمل کے ذمے سے  
مجال علیہ کے ذمے پر اور وصیت کی یہ صورت ہے کہ ثلث مال کی وصیت کی اور ترکہ میں دیون ہیں تو وصی دیون سے بقدر وصیت کے مالک کا یعنی مطابق مالک  
ہوگا کذا فی الطحاوی منہا و وہبت من انہا نا علی ایہ فالعقد الصیۃ للتسلیط اور نچھہ تملیک غیر مدیون سے یہ صورت ہے کہ اگر عورت نے اپنے فرزند کو یہ کیا وہ دین  
جو اسکے باپ پر تو مستعد صحت ہے ہر سبب مسلط کر نیکی م یعنی تسلیط بنا بر عادت کے مراد ہے اور ظاہر کلام ہے کہ تسلیط فرزند با فعل شرط نہیں اور فتاویٰ قاضیان  
میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں مگر جبکہ عورت ہے کہ اور اپنے فرزند کو قبضہ پر سلطہ کرے تو اب جائز ہے اور فرزند کی ملک بعد قبضہ کے ثابت ہوگی اور اس طرح  
اشباہ میں ہے کذا فی الطحاوی و تیفرغ علی ہذا الاصل بوضعی میں غیر علی ان یكون لم یکن یؤکول ان کیلما بالبیع فصولین و اس اصل پر جو متن میں مذکور ہے حکم تفرغ  
ہو تا ہر کہ اگر غیر شخص کا دین ادا کرے اس شرط پر کہ دین اسکا ہو یعنی ادا کرنے والے کا تو جائز نہیں اگرچہ ادا کرنے والا بیع کا وکیل ہو کذا فی الفصولین م یعنی وکیل میں  
موکل کو اپنے پاس سے ثمن ادا کرے تاکہ جو دین کہ مشتری کے ذمے ہے وہ وکیل کا ہو تو صحیح نہیں لیس منہ ما اذا اقر الدائن ان الدین لفلان ان اسمی  
کتاب لدین غایہ وصیہ صحیح اقرارہ کو نہ اخبار التملیک کا ملکہ قبضہ بنا زیتہ و تاسر فی الاشباہ من احکام الدین اور تملیک غیر مدیون سے یہ صورت نہیں جبکہ ان  
یہ اقرار کرے کہ دین فلانے شخص کا ہے اور اسکا نام یعنی میرا نام دین کے تمسک میں بطریق عاریت کے ہے کیونکہ اسکا اقرار صحیح ہر سبب اسکے اخبار ہونے کے نہ  
تملیک ہونے کے تو مقرر کہ دین کا قبضہ کرنا جائز ہے کذا فی البرزازیہ اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہے دین کے احکام سے م تو اگر مدیون مقرر کہ دین دیگا تو بری الذمہ  
ہو جائیگا اور اس طرح اگر مقرر کہ دین کا قبضہ کرنا جائز ہے کذا فی الذی لی علی فلان فلان بزازیہ وغیر ما قلت ہر مشکل لانس مع الاضافۃ الی نفسہ کیونکہ تملیک کا تملیک  
الدین ممن لیس علیہ باطل فتاویٰ اور اس طرح اقرار صحیح ہے اگر ایک شخص نے کہا کہ جو میرا دین فلانے ہے وہ فلانے شخص کا ہے کذا فی البرزازیہ وغیر ما بین کتابوں  
اور یہ تو مشکل ہے اس واسطے کہ اپنی ذات کی طرف نسبت کرنے سے تملیک ہوگی اور دین کی تملیک غیر مدیون کے واسطے باطل ہے تو اسکو تامل کرے م  
جو اب اشکال کا یون مکن ہے کہ مراد یہ ہے کہ میرا دین بحسب ظاہر فلانے ہے وہ نفس الامر میں فلانے شخص کا ہے تو کچھ اشکال نہیں کذا فی الجلی و فی الاشباہ  
فی قاعدۃ تصرف الامام مغرب الصلح البرزازیہ اصطلاحی ان یتب اسم احدہما فی الدیوان فالعطاء لمن کتب اسمہ اور اشباہ میں ہے تصرف امام کے قاعدے میں  
برزازیہ کی کتاب الصلح سے منقول ہے کہ دو شخصوں نے اتفاق اور صلح کی اسپر کہ دونوں شخصوں میں سے ایک کا نام دفتر سلطانی میں لکھا جائے تو عطا سلطانی اسی  
شخص کے واسطے ہوگی جب کا نام دفتر میں لکھا گیا الی آخرہ مضمون عبارت برزازیہ یون ہے جس شخص کی عطا دفتر میں ہے وہ دو فرزند چھوڑ کر مر گیا دونوں نے اتفاق  
کیا کہ ایک کا نام دفتر میں لکھا جائے اور وہی عطا لیا کرے اور دوسرے کو عطا میں کچھ نہیں اور جو عطا ہے وہ دوسرے کو کچھ مال ہے تو یہ صلح باطل ہے اور بدل صلح اور  
عطا اسکو دیا جاوے جسکے واسطے امام یعنی سلطان نے عطا مقرر کی اس واسطے کہ استحقاق عطا سلطان کے اثبات سے ہر ضامے غیر کو سہمیں خل نہیں کذا فی اصحا  
و صدقہ کا اہلیہ بامع التبرع اور صدقہ ہے کہ مانند ہر عطا مشترک تبرع کے یعنی صلح ہر عطا غیر واجب ہے صلح صدقہ ہے لہذا دونوں احکام میں یکساں  
ہیں و حیثہ لا تصح غیر بقبضۃ والانی مشاع یقسم اور اس وقت میں یعنی جبکہ صدقہ ہے کہ مانند ہر تو صدقہ بدون قبضہ کے صحیح نہیں یعنی تمام نہیں اور مشاع  
محل قبضہ میں صحیح ہے و لا یصح فیہا و علی علی لان المقصود فیہا اتوا بال العوض و صدقہ یا کچھ لیا جاوے نہیں اگرچہ لدا کو صدقہ دیا ہو اس واسطے کہ صدقہ میں مقصود ثواب ہے

Marfat.com



کہ عوض لینا یعنی برخلاف یہ لہذا اس میں رجوع جائز ہے و اختلاف افعال لو اسب بہتہ والاخر صدقہ قال قول اللوا اسب خانیہ اور اگر دشمنوں نے اختلاف کیا وہ اسے  
 تو کہا ہے یعنی جو میں نے چھو دیا وہ یہ ہے تو مجھ کو پھر لینا جائز ہے اور دوسرے شخص نے کہا صدقہ یعنی پھر لینا جائز نہیں تو وہ اسب ہی کا قول قبول ہو گا لکن  
 بخانیہ فائدہ چلیپا سید جموی نے کہا کہ جان رکھو کہ تملیک بمعنی سبہ ہوتی ہے اور قبض کرنے سے تمام ہو جاتی ہے اور جب تک تملیک قبض اور تسلیم سے خالی ہو تو اس میں علماء کا اختلاف  
 ہے خصوصاً نے کہا جائز ہے اور بعضوں کے نزدیک جائز نہیں بقیاس علی العتہ اور اکثر علماء اسپرین کہ تملیک جائز ہے بدون تسلیم کے اور تملیک غیر سبہ ہی ہوا سبب تملیک  
 اور سبہ ہونے میں یا اعتبار نام کے بعضی در باعتبار حکم کبھی نام کی معائرت تو ظاہر ہے اور حکم کی معائرت اس واسطے ہے کہ اگر دشمنوں کے چھو کو سبہ کہے تو جائز نہیں اور تملیک  
 کا اقرار کہے تو جائز ہے تو ثابت ہوا کہ تملیک صحیح ہے بدون تسلیم کے اور تملیک سبہ کی غیر ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور اسی پر یوں کو حکم عمل ہے اور فقہ کی موت بمنزلہ تسلیم کے  
 ہے بالاتفاق چنانچہ مفتاح میں ہے اتنی کذا فی الطحاوی فرس مسائل لمحہ شرح کے کتب فقہ الی سلطان لینا تملیک رضی محدودہ فام السلطان بالتوقیہ قلت کا تہ  
 جلتا لکن بل محتاج الی القبول فی المجلس بقیاس نعم لکن ما تعدد الاصول قیم السؤال بالمحکمہ۔ تمام حضورہ ایک شخص نے اپنا حال بادشاہ کو لکھا اس سے تملیک  
 ارض محدود کی طلب کی سو بادشاہ نے فرمان لکھ دینے کا حکم کیا سو اسکے منشی نے لکھ دیا کہ اس زمین کا میں نے اسکو مالک کر دیا تو اس تملیک میں قبول مجلس کی حاجت  
 ہے یا نہیں تھا بل سکا یہ کہ بان قیاس یہ ہے کہ قبول فی المجلس کی حاجت ہے لیکن ہر گاہ کہ پوچھنا ہر شے کا بادشاہ تک مذہب ہے سوال بالفقہ حاضر ہو نیکی قائم مقام کر دیا گیا  
 ہے بقیاس یہ ہے کہ تملیک محتاج ہے قبول فی المجلس کی بہتر یہ تھا کہ شرح مقام حضورہ کے مقام پر تمام قبول کہتا کذا فی الطحاوی اعطت زوہا بالاسبوالہ التوسع فظفر بعض  
 فرما ان تمت و ہتہ او اقرتہ لیس لہا ان تسترد من الغرم وان اعطتہ لیتصرف فیہ علی ملکما انما اذنت لہ زوہب نے اپنے زوج کو مال دیا اسکے سوال پر تاکہ زوج  
 دست کرے مصارف میں پھر اس مال کو زوج کا بعض قرض خواہ پا گیا اگر زوہب نے اسکو مال مذکور سہ کیا ہو یا اسکو قرض دیا ہو تو زوہب کو قرض خواہ سے پھر لینا  
 جائز نہیں اور اگر اسے دیا ہو تاکہ زوج اس میں تصرف کرے زوہب کے مالک ہونے پر تو عورت کو زوج کے قرض خواہ سے پھر لینا جائز ہے نیز زوج کو وضع لایبہ مال التصرف  
 فی فضل و اکثر ذلک مات الاب ان اعطاه ہتہ فاکفل لہ والامیرا ش و تمام فی جو اسر الفتاویٰ ایک شخص نے اپنے فرزند کو مال دیا کہ وہ اس میں تصرف کرے اسے  
 عرف بطریق تجارت کے کیا اور مال زیادہ ہو گیا پھر باسب و گیا اگر باسب اسکو مال سہ کیا ہو تو تمام مال فرزند کا ہے اور نہیں تو میراث ہے یعنی وہ مال سب  
 و انون میں قسمت ہو گا اور پورا بیان اسکا جو اسر الفتاویٰ میں ہے بعین الیہ بہریتہ فی انما بل یباح اکھا فیہ ان کان ثریدا و نحوہ مالو جود الی اناء اخر ذہبت  
 لذہب یباح والوفان کان بینما انبساط یباح ایضا والافلا ایک شخص نے دوسرے کو کھانا کھانے بھیجا برتن میں کیا اسکا کھا لینا برتن میں مباح ہے یا نہیں  
 جواب یہ ہے کہ اگر کھانا خرید ہو یعنی روٹی سو رے میں چھلکی ہو یا مانند اسکے اس قسم کا کھانا اگر اسکو دوسرے برتن میں کیے تو لذت اسکی جاتی رہے تو اس میں  
 کھالینا جائز ہے اور اگر دوسرے برتن میں کرنے سے لذت نہ جاتی ہو تو اگر دونوں شخصوں میں سے مکلفی ہو تو بھی اس میں کھانا مباح ہے اور نہیں تو مباح  
 نہیں م فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ سب کھانے بھیجا برتن میں اور پھر دینا لذت کا رواج اور عادت ہو چنانچہ پیانے اور پھیلے وغیر ذلک تو وہ شخص اس کا  
 مالک ہو گا اور اگر عادت طرف پھیر دینے کی ہو جیسے ڈایان بچوں کی تو طرف بھی کھنہ ہے اور اسکا پھر دینا لازم نہیں ہے سب کھنہ کھنہ کھانے تو امانت ہو گا  
 و ما تو الی طعام و فرقم علی اخوتہ لیس لاہل خوان منادۃ اہل خوان آخر و لا اعطایا مسائل و تمام و ہرۃ غیر بمنزلہ لاکلہ یورب لیسیت الا ان ینادلہ بخنز  
 الخروف للاذن عادیہ و تمام فی الجورۃ ایک شخص نے ایک قوم کے کھانے کی دعوت کی اور لوگوں کو جدا جدا خوانوں پر بانٹ دیا تو ایک خوان ولے کو دوسرے  
 خوان دانے کو پھر اپنے پاس سے کھانا دینا نہیں جائز ہے اور مسائل و فرخام و غیر صاحب نہ کی بل کو پنا جائز ہے اور نہ کہتے کو دینا جائز ہے اگر چہ صاحب  
 کاکا ہو مگر یہ کہ اسکو جلی روٹی دے تو جائز ہے کیونکہ عادت میں اسکا اذن ثابت ہے اور پورا بیان اسکا جو ہرہ میں ہے مضمین نے کہا کہ قیاس  
 اتو ہے اور استحسان میں یہ ہے کہ جو شخص اس ضیافت میں ہوا سکا دینا جائز ہے اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں چنانچہ عالمگیری میں ہے خادم سے مراد وہ خادم ہے

لیکن اگر اس سے رجوع نہیں  
 عہ ذلک ثابت ہے لکن اس وقت اور اس وقت ایک ہے اور اس وقت ایک ہے اس سے رجوع نہیں  
 اس سے رجوع نہیں ہے اس سے رجوع نہیں ہے اس سے رجوع نہیں ہے اس سے رجوع نہیں ہے

جو دستار خوان پر کھڑا ہو گا ذانی الحجیرہ تو معلوم ہوا کہ صاحب خانہ کا خادم مراد ہے پھر حسب اسکو دنیا درست نہوا تو اور خادم کو بطریق اولیٰ دنیا ہاڑ نہو گا پھر  
 میں ہر ایک نے دوسرے کو خط لکھا اور اس میں یہ لکھا کہ اسکی پشت پر جواب لکھے تو مکتوب الیہ کو اس خط کا پھیر دنیا لازم ہو گا اور اسکو اس میں تصرف کرنا درست نہو گا  
 اور اگر جواب پشت خط پر طلب نہیں کیا تو مکتوب یہ خط کا مالک ہو گا کذا فی الخطاوی فی الاشباہ للاجبر علی اصلاحات وراثتہ میں ہے کہ جہ نہیں صلوات علیہم صلوات علیہم  
 ہر صلہ کی و صلہ عبارت ہے اور اسے مال سے بلا مقابلہ عوض نال کے چنانچہ زکوٰۃ اور نذر اور کفارہ کذا فی الخطاوی عن المعراج الانی اربع تنفقہ و نفقہ زوجتہ و عین  
 موعی بہا و مال وقت صلوات پر زبردستی نہیں مگر یا صلوات پر زبردستی ہے تنفقہ میں اور زہد کے نفقہ میں اور اس چیز میں جسکی نصیت لگائی اور وقت کے مال میں تو  
 مشتری پر تسلیم عقار واجب ہے شفع کو باوجودیکہ شفعہ صلاہ شرعی ہے و لکن اگر شفعہ مر جائے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے اور نفقہ زوجہ اگر صلہ ہے ایک ماہ سے لیکر دوسری ماہ سے  
 عوض ہے لکن وہ احتباس کا بدلہ ہے اور اسطرخ ناظر تسلیم مال وقت ہے اگر صلہ محض ہے اگر بمقابلہ عمل کے نہوا اور پانچ حق صورت نفقہ اقارب کی ہے  
 اور چھ صورت ادائے دیت ہے مطلقہ کیونکہ ایجاب مطلقہ بطریق صلہ کے ہے کذا فی الخطاوی قدر حررت ایات الوہابیہ علی وفق ہانی شریعہ اللہ شریعہ انانی قہلت شعر کذا  
 دین لیس ریح مطلقاً و ابراہ ذی نصف لعیج الحمرہ اور البیتہ میں نے ایات وہابیہ کی تحریر اور تصحیح کی ہے شریعہ اللہ کی شرح کے موافق تو میں نے یوں کہا اور  
 دین کا یہ کہنے والا راجع نہیں کرتا ہر طرح یعنی خواہ لہ یوں قبول کرے یا نہ قبول کرے اور نصف میں والیکہ ابراہ کرنا صحیح ہے اور یہی قول صحرا و تحقیق ہے ہم اسکا  
 نصف دین کی یہ صورت ہے کہ دو شخصوں کا دین مشترک ہو ایک شخص پر پھر ایک شخص دین معاف کرے تو اگر دائن یوں کہے کہ میں نے اپنا حصہ معاف کر دیا تو یہ بالاتفاق  
 صحیح ہے اور اگر یوں کہتا بلا امانت کہ میں نے نصف دین معاف کر دیا تو ظاہر الیہ ہے کہ پہلی صورت کی طرح اسکا تمام حصہ معاف ہو گا اور بعضوں نے کہا کہ نصف نصف  
 یعنی ہر دین معاف ہو گا کذا فی الخطاوی شعر علی جمہا و ترکہ ظلم لہما اذ او بہت ہر اولم یونہی سیرہ جبکہ عورت نے اپنے زوج کو ہر سہ کیا اپنے ج کھانے پر  
 یا زوج کے ظلم کہنے پر اور زوج نے شرط ذکر پوری نہ کی تو زوج کو نقصان ہو گا مورت اسکی یہ ہے کہ بشرط ج کونے عورت کے یا ترک ظلم کی عورت نے  
 ہر اپنا معاف کیا اور زوج نے قبول کیا پھر نہ اسکو ج کھانے پر اسطے لگیا ظلم کرنا چھوڑا تو ہر کمال سابق رہیگا اسو اسطے کہ عورت ترک ہر پر راضی نہ تھی نہ نہ ترا  
 مذکور سے پھر حسب شرط فوت ہوئی تو ضمانندی فوت ہو گئی ہی قول نفی یہ ہے بان اگر زوج تا دیب بحق یزد و چہ کو مار یگا تو البتہ ہر معاف ہو جائیگا اسو اسطے  
 کہ جو حق زوج ہے وہ ظلم نہیں کذا فی شرح الوہابیہ بعد البشر شعر معلق تطلق با براہ مراد و الکح اخیری یوزید یظفرہ طلاق کا معلق کرنے والا عورت کے براہہ  
 دوسری عورت کے کھانے پر اگر ابراہ کو رد کرے تو ظفر یا ب ہو گا یعنی طلاق نہ واقع ہو گی م صورت اسکی یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ جب میں تیرے  
 اور دوسری عورت کا کھانے کروں اور تو اپنا ہر مجھ کو معاف کرے تو تو طلاق ہے پھر حسب و ہر نے ہر سے ابراہ کیا تو زوج نے ابراہ قبول نہ کیا تو طلاق نہ واقع ہو گی  
 یہ سلسلہ وہابیہ میں نہیں بلکہ شریعہ انانی نے اسکو ظلم کیا ہے شعر وان قبض الانسان مال بیعہ فابرا یوزد منہ کالہ من اظہر اور اگر آدمی نے اپنے بیع کا مال  
 یعنی شہن اسکا یا پھر شہن اسکا معاف کر دیا تو شہن مذکور اس سے پھر لیا جائے گا مانند دین کے یہ قول ظاہر ہے ہم ابراہ شہن کی یہ صورت ہے کہ  
 کوئی چیز بیچی اور مشتری سے اسکا شہن قبض کیا پھر بائع نے مشتری کو شہن معاف کر دیا بعد قبض کے تو ابراہ صحیح ہے اور مشتری نے جو شہن دیا تھا اسکو بائع  
 سے پھر لے گا اسطرخ اگر دائن بعد قبض دین مدیون کو دین معاف کرے تو مدیون اس سے دین پھر لے گا شعر و من دون ارض فی البیاء صحیح ہے  
 و عندی فیہ و نفقہ غیرہ اور زمین کے سوا فقط عمارت میں سہہ کرنا صحیح ہے اور میرے نزدیک اس میں وقت اور تامل ہے تو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے  
 قلت وہہ توقفی تصریح فی کتابا رہن بان رہن البیاء دون الارض و مکسہ لایصح لانہ کاشائع قتالہ میں کتابوں اور میرے وقت کی وہ سلسلہ  
 مذکورہ میں تصریح کرنا فقہا کا ہے کتاب رہن میں اس سلسلے کا کہ رہن رکھ عمارت کا بدون زمین کے اور زمین کا رہن رکھنا بدون عمارت کے  
 صحیح نہیں اسو اسطے کہ شائع کے مانند ہے تو اس میں تامل گرم اصل توقف علامہ عبدالبر شایع وہابیہ سے ہے شایع مذکور نے کہا کہ سلسلہ یہ عمارت

عہ زور دین و نہا ارض کا اور شعر میں ہے کہ پھر لے گا شعر و من دون ارض فی البیاء صحیح ہے







